نحو کی شہرۂ آفاق اور مشکل ترین کتاب کی آسان ترین شرح

تحفۂ جامی

فی حل

شرح مُلا جامی

مع ضمیمہ السراج الوھاج
فی حل اسئلۃ الوفاق

خصوصیات
تحت السطور ترجمہ
اعراب
باحوالہ تشریح
اغراضِ جامی
فوائد عجیبہ
نکات لطیفہ
نقشہ جات

تالیف و ترتیب
اُستاذ العلماء، شیخ المعقول والمنقول، امام النحو
حضرت مولانا عبد الرحمن جامی دامت برکاتہم
شیخ الحدیث جامعہ دار العلوم رحیمیہ ملتان، مدیر جامعہ حفصہ لبنات الاسلام
سابق اُستاذ الحدیث دار العلوم کبیر والا

و

جانشین منظور الحق اُستاذ العلماء، صاحبزادہ
حضرت مولانا سراج الحق زید مجدہم
اُستاذ الحدیث دار العلوم کبیر والا ضلع خانیوال

ادارۃ التصنیف
دار العلوم عیدگاہ کبیر والا
0300-6982535
جامعہ حفصہ لبنات الاسلام
0300-7484756

نحو کی شہرۂ آفاق اور مشکل ترین کتاب کی آسان ترین شرح

تحفۂ جامی

فی حل

شرح ملا جامی

مع ضمیمہ السراج الوہاج فی حل اسئلۃ الوفاق

خصوصیات

- تحت السطور ترجمہ
- اعراب
- باحوالہ تشریح
- اغراضِ جامی
- فوائد عجیبہ
- نکات لطیفہ
- نقشہ جات

تالیف وترتیب

استاذ العلماء شیخ المعقول والمنقول امام النحو

حضرت مولانا عبد الرحمن جامی دامت برکاتہم

شیخ الحدیث جامعہ دار العلوم رحیمیہ ملتان، مدیر جامعہ حفصہ لبنات الاسلام

سابق استاذ الحدیث دار العلوم کبیر والا۔

و

"جانشینِ منظور الحق" استاذ العلماء، صاحبزادہ

حضرت مولانا سراج الحق صاحب زید مجدہم

استاذ الحدیث دار العلوم کبیر والا ضلع خانیوال

ادارۃ التصنیف

دار العلوم عیدگاہ کبیر والا

0300-6882535

جامعہ حفصہ لبنات الاسلام مظفر گڑھ فون: 0300-7484756

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نام کتاب: **تحفۂ جامی فی حل شرح ملا جامی**

تالیف و ترتیب: حضرت مولانا عبد الرحمن جامی دامت برکاتہم

: حضرت مولانا سراج الحق زید مجدہم

ناشر: ادارۃ التصنیف — دار العلوم عیدگاہ کبیروالا — [illegible] — جامعہ معصومہ لبنات الاسلام [illegible] 0300-7484756

اشاعت اول: اپریل 2011ء

زیر اہتمام: مولانا سعد الرحمن صاحب جامی

سرورق: الممتاز گرافکس بیرون بوہڑ گیٹ ملتان فون: 4541760

ملنے کے پتے

ادارہ اشاعت الخیر بیرون بوہڑ گیٹ ملتان

مکتبہ الاحمد ڈیرہ اسماعیل خان، مکتبہ محمودیہ نزد دار العلوم کبیر والہ، مکتبہ علمیہ محلہ جنگی قصہ خوانی بازار پشاور

مکتبہ دار العلوم کبیر والہ، مدرسہ تعلیم القرآن امینیہ سوئی گیس روڈ ملتان

مدرسہ تعلیم القرآن عونیہ شیر شاہ روڈ ملتان

عتیق اکیڈمی ملتان، کتب خانہ مجیدیہ، مکتبہ حقانیہ، مکتبہ امدادیہ ملتان

مکتبہ سید احمد شہید لاہور، مکتبہ رحمانیہ لاہور، مکتبہ علویہ کبیر والا

مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ، کتب خانہ رشیدیہ راولپنڈی

المظاہر کتب خانہ کوٹ ادو، اسلامی کتب خانہ ملتان، مکتبہ فتحیہ نواب شاہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ
وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ
عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۝
اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی
اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی
اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۝
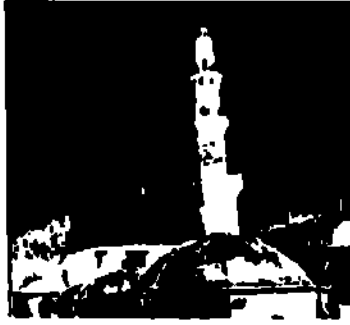
انتساب
محسن انسانیت
محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کی بارگاہ اقدس میں
نذرانہ عقیدت و محبت
جن کے فیض سے
ظلمت بھری دنیا میں اجالا ہوا
اور جن کا اسوۂ حسنہ نوع انسانی کیلئے
آج بھی مشعل راہ ہے

پیش لفظ

کئی سالوں سے مختلف شروحات کے آخر میں نحو کی مشہور کتاب ''شرح جامی'' کی شرح ''تحفہ جامی'' کے نام سے اشتہارات شائع ہو رہے تھے۔ وقتاً فوقتاً دوست احباب فون کر کے اسکی طباعت کے بارے میں استفسار کرتے رہتے تھے، کچھ موانع وعوارض کی بناء پر تاخیر ہوتی رہی۔ اب بفضلہٖ تعالیٰ وبمنہ وکرمہ تحفہ جامی اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

ہم نالائق وعاجز وتہی دامن اس خدمت کے لائق کہاں! بس یہ تو اس ذات کا بے پایاں کرم واحسان ہے کہ اس نے ہمیں مختلف شروحات سے فوائد متفرقہ نقل کر کے عزیز طلباء کی خدمت میں پیش کرنے کی توفیق عطا فرمائی، ہمارے پاس نہ صدری نکات ہیں، نہ عقلی۔ ہم تو صرف ''نقّال'' ہیں اصل تو اکابرین کی محنت ہے۔ فجزاهم الله احسن الجزا

زیادہ تر ''سوال باسولی'' اور ''سوال کابلی'' کو مدنظر رکھ کر شرح جامی کو حل کیا گیا ہے۔ اکثر مقامات پر حوالہ بھی دیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ عبارت پر اعراب، تحت السطور ترجمہ بھی لکھا گیا ہے تاکہ استفادہ میں آسانی رہے۔ شرح کے آخر میں طلباء کرام کی مزید سہولت کیلئے وفاق المدارس العربیہ کے کئی سالوں کے پرچوں کو حل کر کے ملحق کر دیا گیا ہے۔

آخر میں گزارش ہے کہ انسان خطا اور نسیان سے مرکب ہے، لغزش اور غلطی کا امکان بہرحال موجود ہے اگر کہیں غلطی محسوس فرمائیں، تو ضرور مطلع فرمائیں ہم ان شاء اللہ تہہ دل سے شکریہ کے ساتھ اگلے ایڈیشن میں اس کی اصلاح کی کوشش کریں گے۔ اور اگر اسمیں کوئی خوبی دیکھیں تو ہمیں اپنی دعوات صالحہ میں ضرور یاد رکھیں۔

دعا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ ہمیں ریاکاری وشہرت کے مرض سے بچائے اور اخلاص کے ساتھ دین متین کی خدمت کی توفیق عطا فرمائیں، ہماری اس حقیر سی کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول ومنظور فرمائیں۔ آمین بجاہ سید المرسلین

عبدالرحمٰن جامی
دارالعلوم رحیمیہ ملتان

سراج الحق
دارالعلوم کبیروالا

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب ''الفوائد الضیائیۃ'' المعروف شرح ملا جامی درس نظامی میں پڑھائی جانے والی علم نحو کی مشہور ترین کتاب ہے اس کی اہمیت اور افادیت سے اساتذہ کرام بخوبی واقف ہیں نحوی مسائل اور قواعد وضوابط کے استحضار کیلئے بے حد نافع ہے اس کتاب کو اگر محنت وتوجہ سے پڑھا جائے اور مسائل وقواعد وضوابطِ نحو یاد کر لئے جائیں تو عربی عبارت پڑھنے میں کوئی الجھن نہیں ہوگی۔ قرآن، حدیث، فقہ، اصول فقہ اور تمام علوم میں معین ثابت ہوگی۔

ہر علم کے شروع کرنے سے پہلے چند چیزوں کا جاننا ضروری ہے (۱) تعریف علم: تاکہ طلب مجہول مطلق لازم نہ آئے (۲) موضوع: تاکہ ایک علم دوسرے سے ممتاز ہوجائے (۳) غرض وغایت ومقصد: تاکہ طلب عبث لازم نہ آئے (۴) واضع علم: تاکہ علم کی عظمتِ وشان دل میں اتر جائے (۵) تاریخ علم: تاکہ عظیم الشان علماء کی محنت وعرق ریزی کے معلوم ہونے سے دل میں اس علم کی مزید عظمت بڑھ جائے (۶) مقام ومرتبہ علم: تاکہ اس علم کے پڑھنے کا شوق پیدا ہوجائے (۷) مصنف کتاب کا تعارف: تاکہ کتاب کی عظمت دل میں پیدا ہوجائے۔ کیونکہ مصنّف کی عظمت سے کتاب کی عظمت ہوتی ہے مشہور ہے کہ بازار میں مصنِف (لکھنے والا) بکتا ہے مصنَّف (کتاب) نہیں بکتی۔

(۱) تعریف: نحو کا لغوی معنی:۔ نحو کے لغت میں متعدد معانی آتے ہیں سات معانی تو درج ذیل شعر میں مذکور ہیں ۔

نَحَوْنَا نَحْوَ نَحْوِکَ یَا حَبِیْبِی	نَحَوْنَا نَحْوَ اَلْفٍ مِنْ رَّقِیْبٍ
قصد کیا ہم نے تیرے قبیلے کی طرف اے میرے دوست	پھیرا ہم نے اندازہ ایک ہزار رقیبوں کا
وَجَدْنَا هُمْ مَرِیْضًا نَحْوَ قَلْبِیْ	تَمَنَّوْا مِنْکَ نَحْوًا مِنْ زَبِیْبٍ
پایا ہم نے انکو مریض مثل اپنے دل کے	تمنا کرتے تھے آپ سے ایک قسم کی کشمش کی

سات معانی مذکورہ در شعر:۔ (۱) قصد (۲) طرف (۳) قبیلہ (۴) پھیرنا (۵) اندازہ (۶) مثل (۷) قسم۔

اس کے علاوہ کچھ اور معانی بھی ہیں (۸) الطریق (راستہ) محاورہ ہے هٰذَا النَّحْوُ السَّوِیُّ یعنی الطریق المستوی (سیدھا راستہ)۔ (۹) الفصاحۃ محاورہ ہے مَا اَحْسَنَ نَحْوَكَ فِی الكلام (آپ کی فصاحت فی الکلام کیا ہی عمدہ ہے) (۱۰) اَلْاِنْحَاءُ (ہٹانا) جیسے اَنْحَیْتُ عَنْهُ بَصَرِیْ اَیْ عَدَلْتُه (میں نے اس سے اپنی آنکھ ہٹائی) (۱۱) الانتحاءُ الاعتمادُ والمیل (سہارا کرنا متوجہ ہونا)

اصطلاحی معنی: ھو علم یعرف بھا احوال اواخر الکلم الثلاث مین حیث الاعراب و البناء و کیفیۃ الترکیب بعضھا مع بعض

فائدہ:۔ جب کسی چیز کی تعریف کی جاتی ہے اس کو معرَّف اور محدود کہا جاتا ہے اور تعریف کے الفاظ کو معرِف اور حد اور تعریف کہا جاتا ہے تعریف میں ابتدائی الفاظ درجۂ جنس میں ہوتے ہیں جو معرَّف کو بھی شامل ہوتے ہیں اور غیروں کو بھی۔ بعد والے الفاظ درجۂ فصل میں ہوتے ہیں ان کے ذریعے سے غیروں کو خارج کیا جاتا ہے تو یہاں النحو معرَّف اور محدود ہے عِلمٌ بِاُصُولٍ الخ معرِف اور حد اور تعریف ہے اس تعریف میں پہلا لفظ علم باصول درجۂ جنس میں ہے جو معرَّف یعنی نحو کو بھی شامل اور غیروں کو بھی یعرف بھا احوال پہلی فصل ہے اس سے وہ علم خارج ہوگیا جس سے کلمہ کے احوال نہیں پہچانے جاتے بلکہ کلمہ کی ذات پہچانی جاتی ہے جیسے علم صرف اور اسی طرح وہ علم بھی خارج ہوگیا جس سے کلمہ کے معانی پہچانے جاتے ہیں جیسے علم منطق علم معانی علم بیان۔ اَوَاخِرُ الکَلِم الثَّلٰث دوسری فصل ہے اس سے وہ علم خارج ہوگیا جس سے کلمہ کے اول اور وسط کا حال معلوم ہوتا ہے جیسے علم لغت اور وہ علم بھی خارج ہوگیا جس سے جن و انس کے احوال معلوم ہوتے ہیں نہ کہ تین کلموں کے آخر کے احوال جیسے علم فقہ۔ اور من حیث الاعراب والبناء تیسری فصل ہے اس سے وہ علم خارج ہوگیا جس سے کلمات کے احوال معلوم ہوتے ہیں مگر باعتبار معرب اور مبنی ہونے کے نہیں بلکہ باعتبار قافیہ بندی کے جیسے علم عروض و علم قوافی۔ کیفیۃ ترکیب بعضھا مع بعض چوتھی فصل ہے اس سے وہ علم خارج ہوگیا جس سے مفردات کی کیفیت معلوم ہوتی ہے نہ کہ بعض کلمات کو بعض کے ساتھ ملانے کا طریقہ جیسے علم ھندسہ علم ھیئت اور علم اشتقاق وغیرہ۔

(۲) غرض وغایت: غرض کا لغوی معنی نشان ہے اور اصطلاحی معنی مَا یَکُوْنُ بَاعِثًا لِلْفِعْلِ (غرض وہ چیز ہے جو کسی کام پر برانگیختہ کرنے والی ہو)

نحو کی غرض وغایت: صیانۃ الذھن عن الخطاء اللفظی فی کلام العرب ۔خطا لفظی کی قید سے علم صرف اور علم معانی، علم بیان، علم منطق کو خارج کیا ہے کیونکہ علم صرف کی غرض صیغوی غلطی سے بچانا ہے اور علم معانی و بیان کی غرض معنوی غلطی سے بچانا اور علم منطق کی غرض فکری غلطی سے بچانا ہے جبکہ علم نحو کی غرض لفظی غلطی سے بچانا ہے۔

(۳) موضوع: موضوع کا لغوی معنی رکھا ہوا اور اصطلاحی معنی مَا یُبْحَثُ فِیْہِ عَنْ عَوَارِضِہِ الذَّاتِیَۃِ یعنی موضوع ہر علم کا وہ چیز ہے جس کے عوارض ذاتیہ یعنی حالات ذاتیہ سے اس علم میں بحث کی جائے جیسے علم طب کا موضوع

انسان کا بدن ہے کیونکہ علم طب میں بدن انسانی کے احوال سے بحث کی جاتی ہے۔

علم نحو کا موضوع: کلمہ اور کلام ہے کیونکہ نحو میں کلمہ اور کلام کے عوارض ذاتیہ واحوال ذاتیہ مثلاً منصرف، غیر منصرف، معرب مبنی، مفرد، تثنیہ، جمع، مذکر، مؤنث، مرکب تام، ناقص، وغیرہ سے بحث کی جاتی ہے۔

(۴) واضع علم نحو: واضع علم نحو کے بارے میں قول مشہور یہ ہے کہ حضرت ابوالاسود دئلیؒ ہیں ان سے مروی ہے کہ میں امیر المؤمنین حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوا دیکھا کہ آپ متفکر بیٹھے ہیں میں نے فکرمندی کی وجہ پوچھی تو فرمایا میں نے غور کیا عجم وعرب کے اختلاط کی وجہ سے لغت عرب میں فساد آرہا ہے میں نے کچھ اصول منضبط کرنے کا ارادہ کیا تا کہ ان پر عمل کر کے فساد سے تحفظ ہوسکے تین دن بعد پھر میں حاضر ہوا تو مجھے ایک قطعہ دیا اس قطعہ میں یہ مضمون تھا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَلْكَلَامُ كُلُّه ثَلٰثَةٌ اِسْمٌ وَفِعْلٌ وَحَرْفٌ فَالْاِسْمُ مَا اَنْبَأَ عَنِ الْمُسَمّٰى وَالْفِعْلُ مَا اَنْبَأَ عَنِ الْفَاعِلِ وَالْحَرْفُ مَا اَنْبَأَ عَنْ مَعْنًى لَيْسَ بِاسْمٍ وَّلَا فِعْلٍ

پھر فرمایا آپ اس میں کچھ اضافہ کریں پھر ابوالاسودؒ فرماتے ہیں۔ میں نے مزید کچھ قواعد جمع کئے عطف، لغت تعجب، استفہام، باب انّ وغیرہ کو جمع کر کے مسودہ پیش کیا حروف مشبہ بالفعل میں میں نے لٰکِنَّ کو ذکر نہیں کیا تو فرمایا اس کو بھی شامل کرلو۔ اچھا خاصہ ایک مجموعہ قواعد نحویہ کا مرتب ہوگیا۔ آپ نے اس مجموعہ کو دیکھ کر فرمایا مَا اَحْسَنَ هٰذَا النَّحْوُ الَّذِیْ قَدْ نَحَوْتَ (کیا ہی خوب ہے یہ قصد جو آپ نے کیا ہے) اس قول کے مطابق واضع اول حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں

قول ثانی: ۔عہد فاروقی میں ایک اعرابی نے لوگوں سے درخواست کی کہ مجھے محمد ﷺ پر نازل شدہ قرآن کلام الٰہی پڑھایا جائے ایک عجمی قاری صاحب نے اس کو پڑھانا شروع کیا جب سورۃ براۃ کی اس آیت پر پہنچے ان اللّٰہ بریٔ من المشرکین ورسولُہ تو عجمی قاری صاحب نے ورسولہٖ کو لام کے جر کے ساتھ پڑھا جس سے آیت کا معنی فاسد ہوگیا (ترجمہ آیت: بے شک اللہ تعالیٰ مشرکین سے بھی بری اور اپنے رسول سے بھی بری ہے) تو اعرابی نے کہا اَبَرِیٌٔ اللّٰہ مِنْ رَسُوْلِہ (کیا اللہ تعالیٰ اپنے رسول سے بری ہیں) پھر کہا ان کان اللّٰہ بَرِیٌٔ من رسولہ فانا بَرِیٌٔ مِنْہُ (اگر اللہ تعالیٰ اپنے رسول سے بری ہے تو میں بھی اس رسول سے بری ہوں۔ نعوذ باللہ) جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ کو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو بے حد غمگین ہوئے فکر ہوئی کہ چند قوانین وضع کرنے چاہییں جن سے عجمی لوگ غلطیوں سے محفوظ ہو جائیں تو انہوں نے حضرت ابوالاسود دئلیؒ کو قوانین وضع کرنے کا حکم دیا آپ کے حکم سے انہوں نے قواعد وضع کئے اس قول

کے مطابق بحیثیت آمر حضرت عمرؓ گویا کہ واضع علم نحو ہیں۔ (تفسیر جمل ص ۲۶۵ ج ۲)

قول ثالث: ۔حضرت ابوالاسود دئلیؒ (جو حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کے استاذ ہیں) نے ایک شخص سے سنا اس نے ان اللہ بریٌ من المشرکین ورسولہ میں ورسولِہ کو (بالکسر) پڑھا حضرت ابوالاسود دئلیؒ ناراض ہوئے فرمایا ھذا کفر پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کی نحوت أنْ اصنع میزاناً للعرب (میرا ارادہ ہے کہ میں عرب کے لئے میزان اور قانون بنانا چاہتا ہوں تا کہ وہ اپنی زبان کو ٹھیک رکھیں) حضرت علی نے فرمایا اقصد نحوہ (اس کی طرف تم قصد کرو) اسی وجہ سے اس علم کا نام بھی نحو رکھا گیا اس کو علم الاعراب بھی کہتے ہیں کیونکہ اعراب میں اس کا دخل ہے۔ اس قول کے مطابق واضع اول حضرت ابوالاسود دئلیؒ ہیں۔

وجہ تسمیہ علم نحو: ۔چونکہ حضرت علیؓ نے مسرت کا اظہار کرتے ہوئے مجموعہ پر النحو کا لفظ بولا اسی وجہ سے اس علم کا نام بھی علم نحو رکھا گیا۔

(۵) تاریخ علم نحو: ۔دور اول تو یہی ہے جس میں حضرت عمرؓ حضرت علیؓ اور حضرت ابوالاسود دئلیؒ نے بنیاد ڈالی۔

دور ثانی: ابوالاسود دئلیؒ سے اسکے بیٹوں نے اس علم نحو کو حاصل کیا اسیطرح اس سے ابواسحق ،عیسی الثقفیؒ ،ابوعمرو بن العلاء نے بھی اس علم کو حاصل کیا نصر بن عاصمؒ اور عبدالرحمن بن ہرمز الاعرجؒ ،یحیی بن یعمرؒ وغیرہ نے بتدریج اس علم کو ترقی دی۔

دور ثالث: ۔ابوعمر بصریؒ اور انکے شاگرد ابوعبدالرحمن خلیل بن احمد فراھیدیؒ المتوفی ۱۶۰ھ اور خلیل کے شاگرد امام ابو بشر عمرو بن عثمان سیبویہؒ المتوفی ۱۶۱ھ نے تحقیق کی امام سیبویہؒ قریہ قریہ گھوم کر دیہاتیوں سے خالص فصیح عربی سن کر اس سے قواعد اخذ کرتا تھا چنانچہ انہوں نے ایک کتاب لکھی جو کتاب سیبویہ کے نام سے مشہور ہوئی جو بعد والی نحو کی کتب کیلئے امام کی حیثیت رکھتی ہے۔ ابوعمرو عیسی بن عمرو الثقفیؒ نے نحو میں دو کتابیں لکھیں (۱) الاکمال (۲) الجامع۔ پھر نحویوں کے دو گروہ ہو گئے (۱) نحاۃ کوفہ (۲) نحاۃ بصرۃ انہوں نے شرح وبسط کے ساتھ علم نحو میں کام کیا مشاہیر علماء جنہوں نے علم نحو میں عرق ریزی کی ان میں سے چند مشہور شخصیات مندرجہ ذیل ہیں مبردؒ، اخفش، ابوعثمان بکر بن محمد بن عثمان المازنیؒ، زجاجؒ، محمد بن سراجؒ، ابوعلی فارسیؒ، عبدالقاہر جرجانیؒ، ابن ھشامؒ، جار اللہ زمخشریؒ، امام ثعلبؒ، علامہ رضیؒ، علامہ ابن حاجبؒ اور صاحب کتاب ابوحیانؒ وغیرہ۔

(۶) مقام ومرتبہ علم نحو: ۔علوم کی دو قسمیں ہیں (۱) مقصودہ عالیہ (۲) غیر مقصودہ الیہ۔ علم نحو ہے تو غیر مقصودہ میں سے کیونکہ یہ علوم عالیہ تفسیر وحدیث وفقہ وغیرہ کے لئے آلہ ہے خود مقصود نہیں لیکن مقصودہ کیلئے موقوف علیہ ہے اسی وجہ سے

صاحب مفتاح فرماتے ہیں کہ علم النحو کا حاصل کرنا فرض کفایہ ہے حضرت عمرؓ کا قول ہے تَعَلَّمُوا النَّحْوَ كَمَا تَعَلَّمُوْنَ السُّنَنَ وَالْفَرَائِضَ (علم نحو سیکھو جیسا کہ تم سنن اور فرائض کو سیکھتے ہو) ایوب سجستانی فرماتے ہیں تَعَلَّمُوا النحوَ فانّه جَمَال لِلْوَضِيْعِ وتَرْكُه هُجْنَة لِلشَّرِيف (نحو سیکھو اس لئے کہ یہ گھٹیا شخص کیلئے باعث جمال ہے اور شریف عزت والے کیلئے اس کا ترک کرنا باعث عیب ہے) امام کسائی فرماتے ہیں انما النَّحْوُ قِيَاسٌ يُتَّبَعُ وبه كُلُّ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ (علم نحو قابل اتباع قیاس ہے اور اس سے ہر علم میں نفع حاصل کیا جا سکتا ہے اس کی عظمت اور ضرورت کو ظاہر کرنے کیلئے علماء کرام کے عجیب وغریب فرمودات ہیں مثلاً ا۔ اَلنَّحْوُ فِى الْكَلَامِ كَالْمِلْحِ فِى الطَّعَامِ ۲۔ اَلنَّحْوُ لِلْعُلُوْمِ كَا لضَّوْءِ لِلنُّجُوْمِ ۳۔ اَلنَّحْوُ فِى الْكَلَامِ كَالضَّوْءِ فِى الظَّلَامِ

فضیلت کے سلسلہ میں ایک خواب:۔ ابو بکر بن مجاہد المقریؒ امام ثعلب ”نحوی کے پاس بیٹھے ہوئے تھے امام ثعلبؒ نے حسرت اور افسوس کا اظہار کیا کہ کسی نے علم تفسیر کی خدمت کی کسی نے علم حدیث کی کسی نے فقہ واصول فقہ کی ہم نے ساری زندگی ضرب زید عمرو امیں گزار دی رات کو ابو بکر مقریؒ کو خواب میں حضور اقدس ﷺ کی زیارت باسعادت نصیب ہوئی فرمایا ثعلب کو میرا اسلام دینا اور بشارت سنانا انت صاحب العلم المستطیل (یعنی آپ افسردہ نہ ہوں آپ بھی ایک لمبے علم دین والے ہیں عند اللہ)

(ماخوذ از ارشاد النحو شرح ھدایۃ النحو)

(۷) حالاتِ مصنف

آپ کا نام عبد الرحمٰن بن احمد بن محمد الجامی، نور الدین کے لقب سے مشہور ہوئے۔ بعض فرماتے ہیں کہ آپ کا لقب عماد الدین ہے، لیکن صحیح بات یہ ہے اولا آپ کا لقب عماد الدین تھا لیکن بعد میں نور الدین کے لقب سے مشہور ہوئے۔ آپ جام کی طرف منسوب ہونے کی بنا پر جامی کہلاتے ہیں۔ آپ کا اصلی وطن اصفہان کے مضافات میں دشت نامی جگہ ہے لیکن آپ کے والد اور دادا وہاں سے خراسان کے شہر جام میں منتقل ہوئے۔ آپ کی ولادت جام کی بستیوں میں سے ایک بستی خرجرد نامی میں ہوئی یہ بستی مشہد اور ہراۃ کے درمیان واقع ہے۔

پیدائش: عشاء کے وقت 23 شعبان سنہ 817 ھ بمطابق 7 نومبر سنہ 1414ء میں ہوئی۔ خود علامہ جامی نے اپنی پیدائش کی جگہ اور اپنی نسبت کی طرف درج ذیل اشعار میں اشارہ فرمایا

مولد جام ورشحہ قلم جرعۃ جام شیخ الإسلام است

لا جرم ور جریدۃ أشعار بدو معنی تخلصم جامی ست

آپ کا نسب امام محمد بن الحسن الشیبانی شاگردِرشید امام الأعظم أبی حنیفۃ النعمان بن ثابت تک پہنچتا ہے،شیبان قبیلہ عرب میں معروف و مشہور ہے،مثنٰی بن حارثۃ الشیبانی اور معن بن زائدۃ الشیبانی اسی قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

تعلیم وتعلم: بچپن میں باپ کے ساتھ ہرات اور سمرقند گئے جو اس زمانے میں اسلامی علوم اور فارسی ادب کا مرکز تھے۔علامہ جامی اس زمانے کے علوم ومعارف کی گود میں پروان چڑھے،شمس الدین محمد الدشتی جو اپنے زمانے کے مشہور قاضی ومفتی اور احناف کے اکابر علماء میں سے تھے ان سے کسب فیض کیا،پھر ان کے والد ہرات میں منتقل ہوئے اور علامہ جامی کو مدرسہ نظامیہ میں داخل کیا،جہاں انہوں نے شیخ جنید الأصولی،شہاب الدین الحاجری،جیسے جبال علم سے علم حاصل کیا پھر سمرقند تشریف لے گئے اور خواجہ علی السمر قندی اور قاضی زادۃ الرومی سے سبق پڑھے

اساتذہ: آپ کے مشہور اساتذہ میں نظام الدین أحمد الدشتی،شیخ جندی الأصولی،شہاب الدین الجری،خواجہ علی السمر قندی ،قاضی زادۃ الرومی جیسے کوہ گراں شامل ہیں۔

تصوف وسلوک: تعلیم کے بعد سلوک وعرفان سے رجوع کیا اور سعد الدین محمد کاشغری اور خواجہ علی سمرقندی کے حلقۂ طریقت میں داخل ہوئے اور تھوڑے ہی عرصہ میں ان کا شمار خلفا میں ہونے لگا۔ 1472ء میں حج کیا۔مختلف شہروں کی سیاحت کر کے ہرات واپس آئے اور وہیں انتقال کیا۔

اولاد: علامہ جامی کی شادی اپنے مرشد شیخ سعد الدین الکاشغری کی بیٹی سے ہوئی۔اس سے آپ کے چار بیٹے پیدا ہوئے۔پہلا بیٹا ولادت کے فوراً بعد فوت ہوا۔دوسرا بیٹا ولادت کے ایک سال بعد فوت ہوا۔اس کا نام صفی الدین محمد تھا۔تیسرا بیٹا ضیاء الدین یوسف ہے یہ واحد بیٹا ہے جو زندہ رہا جن کیلئے علامہ جامی نے کافیہ کی یہ شرح'' الفوائد الضیائیۃ'' لکھی۔ان کی ولادت 882ھ میں ہوئی۔چوتھا بیٹا ظہیر الدین عیسی ہے یہ اپنے بھائی ضیاء الدین یوسف کی پیدائش کے نو سال بعد پیدا ہوئے لیکن یہ بھی پیدائش کے چالیس دن بعد فوت ہو گئے۔

اخلاق وعادات: علامہ جامی انتہائی متواضع تھے اکثر زمین پر قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھتے تھے،ہر آنے والے سے کھڑے ہو کر ملتے۔ہمیشہ کھانے میں فقرا اور دیگر لوگوں کو شامل فرماتے۔انتہائی صاحب ذوق لطیف اور دقیق احساس کے مالک تھے خوبصورتی سے عشق کرنے والے تھے،خوش طبع،ہنس مکھ تھے۔آپ کی ایک کتاب مستقلا لطائف پر ہے جس کا نام ''لطائف

الطوائف'' ہے۔ گوشہ نشینی کو پسند کرنے والے اور درویش منش تھے۔

تصنیفات: آپ کی تصانیف کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ قاموس المشاہیر میں یہ تعداد 44 لکھی ہے۔ اور بعض حضرات کے بقول یہ تعداد 99 ہے۔ ان تصانیف میں بعض مشہور تصانیف درج ذیل ہیں

عربی تصانیف: تفسیر القرآن الکریم لیکن یہ تفسیر ایک پارہ تک ہے نامکمل ہے۔ الدرۃ الفاخرۃ۔ شرح فصوص الحکم لابن العربی۔ الفوائد الضیائیۃ جو شرح ملا جامی کے نام سے مشہور ہوئی۔

فارسی تصانیف: أشعۃ اللمعات، بہارستان، تاریخ ہراۃ، دیوان قصائد وغزلیات، رسالۃ درفن قافیۃ، رسالۃ فی السلسلۃ النقشبندیۃ، شرح النقایۃ مختصر الوقایۃ، مثنویات ہفت اورنگ۔ مناقب الشیخ جلال الدین الرومی نفحات الأنس، نقد النصوص فی شرح نقش الفصوص، للإمام محی الدین بن العربی، حاشیۃ علی المفتاح، رسالۃ فی أسئلۃ الہندستان وأجوبتہا، رسالۃ فی الموسیقی وغیرہ وغیرہ

وفات: آپ 13 محرم 898ھ میں بیمار ہوئے 18 محرم 898ھ میں راہی الی اللہ ہوئے۔ مادۂ وفات من دخلہ کان آمنا ہے۔ آپ کو آپ کے مرشد خواجہ سعد الدین کاشغری کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ

اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ

اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ

اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ

اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ

اللہ اللہ اللہ

اللہ

المرفوعات
عامل
عامل لفظی
عامل معنوی
عامل فعل یا شبہ فعل
عامل حرف
مسند الیہ میں عامل
مبتدا
زیدٌ قائمٌ
مسند میں عامل
خبر
زیدٌ قائمٌ
قائم بالمعمول
فاعل
قامَ زیدٌ
واقع علی المعمول
نائب فاعل
ضُرِبَ زیدٌ
مسند الیہ میں عامل ہو
مسند میں عامل
کلام موجب
افعال ناقصہ کا اسم
کانَ زیدٌ قائمًا
کلام غیر موجب
ماولا مشبہ بلیس کا اسم
ما زیدٌ قائمًا
کلام موجب
حروف مشبہ بالفعل کی خبر
انَّ زیدًا قائمٌ
کلام غیر موجب
لائے نفی جنس کی خبر
لا غلامَ رجلٍ ظریفٌ فیھا
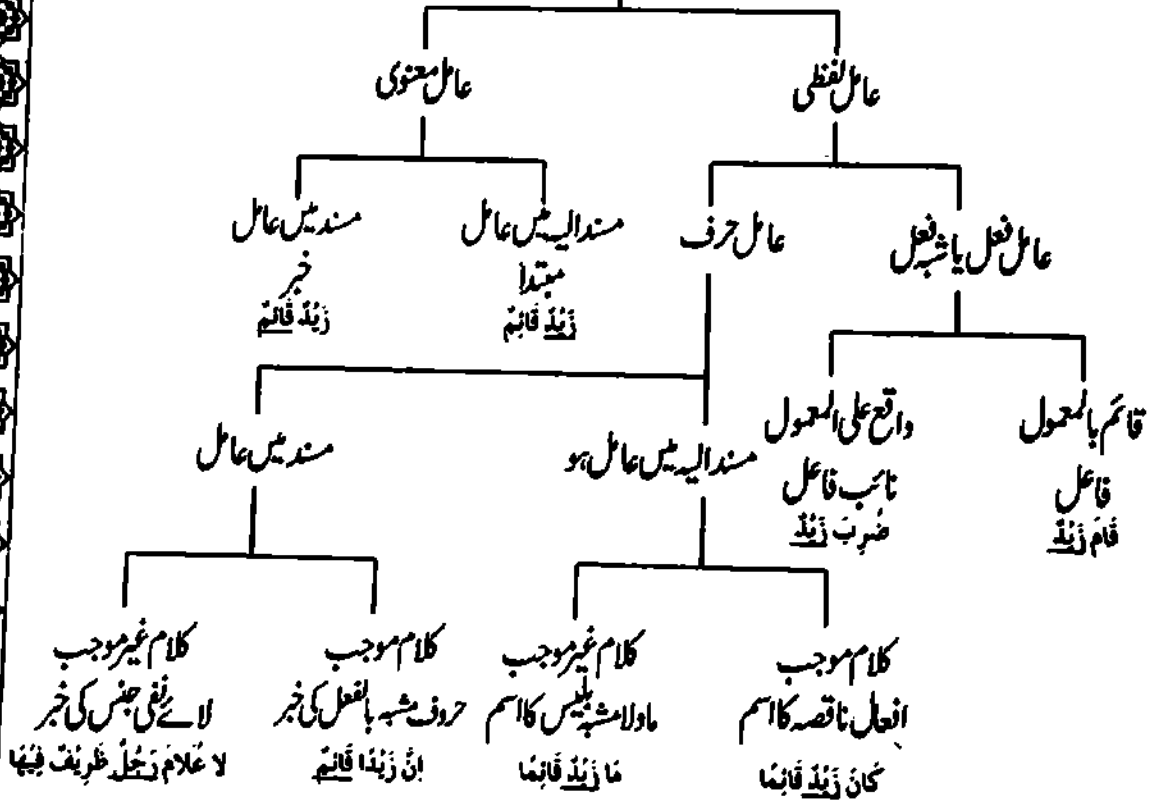
بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْمَرْفُوْعَاتُ

مرفوع کی تعریف

جَمْعُ الْمَرْفُوْعِ لَا الْمَرْفُوْعَةِ لِاَنَّ مَوْصُوْفَهُ الْاِسْمُ وَهُوَ مُذَكَّرٌ لَا يَعْقِلُ وَيُجْمَعُ هٰذَا الْجَمْعَ

المرفوعات المرفوع کی جمع ہے المرفوعہ کی نہیں کیونکہ مرفوع کا موصوف اسم ہے اور وہ مذکر غیر ذوی العقل ہے اور مذکر غیر عاقل کی صفت

مُطَّرِدًا صِفَةُ الْمُذَكَّرِ الَّذِیْ لَا يَعْقِلُ كَالصَّافِنَاتِ لِلذُّكُوْرِ مِنَ الْخَيْلِ وَجِمَالٍ سِبَحْلَاتٍ اَیْ

ہمیشہ اسی طرح (الف اور تاء کے ساتھ) جمع بنائی جاتی ہے جیسے صافنات مذکر گھوڑوں کے لئے اور جمال سجلات یعنی

ضَخْمَاتٍ وَكَالْاَيَّامِ الْخَالِيَاتِ، هُوَ اَیِ الْمَرْفُوْعُ الدَّالُّ عَلَيْهِ الْمَرْفُوْعَاتُ لِاَنَّ التَّعْرِيْفَ اِنَّمَا

موٹے اونٹ اور جیسے ایام خالیات وہ یعنی المرفوع جس پر مرفوعات دلالت کر رہا ہے کیونکہ تعریف

يَكُوْنُ لِلْمَاهِيَّةِ لَا لِلْاَفْرَادِ مَا اشْتَمَلَ اَیْ اِسْمٌ نِ اشْتَمَلَ عَلٰی عَلَمِ الْفَاعِلِيَّةِ اَیْ عَلَامَةِ كَوْنِ

ماہیت کے لئے ہوتی ہے نہ کہ افراد کے لئے وہ ہے جو مشتمل ہو یعنی وہ اسم ہے جو مشتمل ہو فاعلیت کی علامت پر یعنی اسم کے فاعل ہونے کی

الْاِسْمِ فَاعِلًا وَهِیَ الضَّمَّةُ وَالْوَاوُ وَالْاَلِفُ وَالْمُرَادُ بِاشْتِمَالِ الْاِسْمِ عَلَيْهَا اَنْ يَّكُوْنَ مَوْصُوْفًا

علامت پر اور وہ (علامت) ضمہ اور واؤ اور الف ہے اور اسم کے علامت فاعلیہ پر مشتمل ہونے سے مراد یہ ہے کہ اسم اس علامت سے موصوف ہو

بِهَا لَفْظًا اَوْ تَقْدِيْرًا اَوْ مَحَلًّا وَلَا شَكَّ اَنَّ الْاِسْمَ مَوْصُوْفٌ بِالرَّفْعِ الْمَحَلِّیِّ اِذْ مَعْنَی الرَّفْعِ

لفظا یا تقدیرا یا محلا اور کوئی شک نہیں کہ اسم رفع محلی کے ساتھ موصوف ہے کیونکہ رفع محلی کا معنی ہے کہ

الْمَحَلِّیِّ اَنَّهُ فِیْ مَحَلٍّ لَوْ كَانَ ثَمَّهُ مُعْرَبٌ لَكَانَ مَرْفُوْعًا لَفْظًا اَوْ تَقْدِيْرًا فَكَيْفَ يَخْتَصُّ الرَّفْعُ

اسم ایک ایسے محل میں ہے کہ اگر اس جگہ اسم معرب ہوتا تو وہ لفظا یا تقدیرا مرفوع ہوتا پس رفع رفع محلی کے علاوہ کے ساتھ

بِمَا عَدَا الرَّفْعِ الْمَحَلِّیْ وَهُوَ يَبْحَثُ مَثَلاً عَنْ اَحْوَالِ الْفَاعِلِ اِذَا كَانَ مُضْمَرًا مُتَّصِلًا كَمَا سَيَجِئُ
کیسے خاص ہو سکتا ہے جبکہ مصنف مثلاً فاعل کے احوال سے بحث کرتا ہے جبکہ فاعل ضمیر متصل ہو جیسا کہ اس کا بیان آ جائے گا۔

خلاصہ متن: ۔ هو ما اشتمل على علم الفاعلية علم نحو کی مبادیات اور مقدمات سے فارغ ہونے کے بعد علامہ ابن حاجب اسم مرفوع کی تعریف کرر ہے ہیں۔ کہ مرفوع وہ اسم ہے جو فاعلیہ کی علامت پر مشتمل ہو۔

اغراض جامی: ۔عام طور پر جب کوئی شارح شرح لکھتا ہے تو اس کی اہم ترین اغراض چار ہوتی ہیں (۱) توضیح متن: ماتن کی عبارت مجمل ہوتی ہے شارح اجمال کی وضاحت کرتا ہے۔ (۲) دفع دخل مقدر: متن پر کوئی اعتراض ہوتا ہے، شارح اس اعتراض مقدر کا اپنی شرح میں جواب دیتا ہے۔ (۳) ماتن نے متن میں کوئی قاعدہ کلیہ بیان کیا ہوتا ہے جس کے کچھ شرائط اور قیودات اس نے ذکر نہیں کیے ہوتے۔ شارح ان قیودات کو اپنی شرح میں ذکر کرتا ہے (۴) شارح کبھی خود ماتن کے متن پر اعتراض کرتا ہے۔ اسکے علاوہ اور اغراض بھی ہوتی ہیں لیکن اکثر اوقات یہی چار اغراض ہوتی ہیں۔

اب شارح کی ہر عبارت کی سب سے پہلے غرض سمجھنا ہوگی جس سے شارح کی عبارت کا مفہوم سمجھنے میں آسانی رہے گی اس کو اصطلاح میں تقطیع عبارت یا اغراضِ شارح کہتے ہیں چنانچہ جمع المرفوع سے کالایام الخالیات تک ایک سوال مقدر کا جواب ہے ای المرفوع سے دفع دخل مقدر اور لان التعريف انما يكون للماهية لا للافراد میں ایک سوال مقدر کا جواب ہے ای اسم اشتمل دو مقدر سوالوں کا جواب ہے علامة كون الاسم فاعلا بھی سوال مقدر کا جواب ہے وهى الضمة والواو والالف میں علامت فاعلیۃ کے مصداق کو بیان کرر ہے ہیں والمراد باشتمال سے اگلے متن اذا كان مضمرا متصلا كما سيجىء تک ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔

تشریح:۔سوال:۔ مصنف نے مرفوعات کی بحث کو منصوبات اور مجرورات کی بحث پر مقدم کیوں کیا ہے؟

جواب (۱):۔ اس لئے کہ مرفوعات اصل ہیں بنسبت منصوبات ومجرورات کے کیونکہ یہ عمدہ فی الکلام یعنی فاعل اور مبتدا پر مشتمل ہوتے ہیں اور منصوبات اور مجرورات فرع ہیں اصل فرع پر مقدم ہوتا ہے۔

جواب (۲):۔ اس وجہ سے کہ یہ حرکت قویہ یعنی ضمہ پر مشتمل ہیں۔

ترکیب مرفوعات: ۔اسکو مرفوع، منصوب، مجرور اور ساکن چار طرح پڑھ سکتے ہیں (۱) ساکن: اس بناء پر کہ یہ باب اور فصل کی طرح کا ایک عنوان ہے اس پر کوئی اعراب نہیں لا محل لها من الاعراب ہے جیسے اسماء معدودہ زید، عمرو، بکر وغیرہ۔ (۲) مرفوع ہونے کی صورت میں تین ترکیبیں ہوسکتی ہیں (۱) یہ خبر ہے مبتدا محذوف هذه کی، اصل میں تھا هذهِ المرفوعات

(۲) یہ مبتدا ہے اس کی خبر محذوف ہے اصل میں تھا المرفوعات ھذہ (۳) یہ مبتدأ ہے اور اس کی خبر ہو ما اشتمل علی الخ ہے (۳) منصوب ہونے کی صورت میں یہ مفعول ہے اقرأ یا خُذْ کا ای اقرأ المرفوعاتِ یاخذ المرفوعاتِ (۴) مجرور ہونے کی صورت میں یہ مضاف الیہ ہے۔ اس کا مضاف بَحْثُ محذوف ہے اصل میں تھا ھذا بحث المرفوعات۔

جمع المرفوع: اس عبارت سے **شارح جامیؒ کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: مرفوعات کس کی جمع ہے؟ المرفوع کی یا المرفوعۃ کی۔ دونوں احتمال درست نہیں۔ پہلا احتمال اس لیے درست نہیں ہے کیونکہ المرفوع مذکر ہے تو اس کی جمع مرفوعون ہونی چاہیے نہ کہ مرفوعات۔ اور دوسرا احتمال اس لیے درست نہیں کہ مرفوعات صیغہ صفت ہے جو تقاضا کرتا ہے موصوف کا اور اس کا موصوف الاسماء ہے کیونکہ یہاں اسم مرفوع ہی کی بحث ہو رہی ہے تو تقدیر عبارت یوں ہوگی الاسماء المرفوعات، اور قاعدہ ہے کہ اتصاف الجمع بالجمع تقاضا کرتا ہے اتصاف المفرد بالمفرد کا۔ قاعدہ کی رو سے المرفوعات کا مفرد صفت بنے گا الاسماء کے مفرد کا تو عبارت اس طرح ہوگی الاسم المرفوعۃ تو اس صورت میں موصوف (الاسم) اور صفت (المرفوعۃ) کے درمیان مطابقت نہیں رہے گی کیونکہ موصوف الاسم مذکر ہے اور صفت المرفوعۃ مؤنث ہے حالانکہ موصوف صفت کے درمیان مطابقت ضروری ہے۔

جواب: ۔ مرفوعات یہ مرفوع کی جمع ہے نہ کہ مرفوعۃ کی وجہ یہ ہے کہ اس کا موصوف الاسم ہے اور وہ مذکر ہے تو صفت بھی مذکر ہوگی تا کہ موصوف صفت میں مطابقت ہو باقی رہا یہ سوال کہ پھر اس کی جمع مرفوعات الف تاء کے ساتھ کیوں ہے مرفوعون کیوں نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ المرفوع الاسم کی صفت ہے اور الاسم مذکر غیر عاقل ہے اور قاعدہ ہے کہ مذکر غیر عاقل کی صفت کی جمع الف اور تاء کیساتھ آتی ہے۔ شارح جامی رحمہ اللہ نے اس کی تین مثالیں بیان کی ہیں (۱) جیسے صافن یہ خَیل کی صفت ہے جو کہ مذکر غیر عاقل ہے اور اس کی جمع الف اور تاء کیساتھ صافنات آتی ہے (۲) اور جیسے سِجِلّ یہ جمل کی صفت ہے جو کہ مذکر غیر عاقل ہے تو اس کی جمع الف اور تاء کے ساتھ سجلات آتی ہے۔ (۳) اور جیسے الخالی یوم کی صفت ہے جو کہ مذکر غیر عاقل ہے تو اس کی جمع الف اور تاء کیساتھ خالیات آتی ہے۔ اسی طرح المرفوع الاسم کی صفت ہے اور وہ مذکر غیر عاقل ہے تو اس کی جمع بھی الف اور تاء کے ساتھ مرفوعات لائی گئی ہے۔

فائدہ: سِبَحْلٌ بکسر السین وفتح الباء وسکون الحاء ہے۔

ای ضخماتٌ: سے غرض تفسیر الغیر المشہور بالمشہور ہے۔

سوال: مذکر غیر ذوی العقول کی جمع الف اور تاء (جمع مؤنث) کے ساتھ کیوں آتی ہے واؤ نون کے ساتھ کیوں نہیں۔

جواب:۔اس لئے کہ مؤنث بھی ناقص العقل ہوتی ہے گویا اس میں عقل نہ ہونے کے برابر ہے اور وہ بمنزلہ غیر عاقل کے ہے اسی مناسبت سے مذکر غیر ذوی العقول (جس میں عقل نہ ہو) کی جمع بھی الف اور تاء کے ساتھ آتی ہے۔

(دیکھئے سوال یاسولی ص ۳۷، الان فی المؤنث نقصان العقل وھو شبہ العدم)

<u>هو ای المرفوع الدال علیه المرفوعات</u>: سے **شارح جامیؒ کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ھو ضمیر کے مرجع میں دو احتمال ہیں (۱) یا اس کا مرجع المرفوعات ہے (۲) یا المرفوع ہے دونوں باطل ہیں (۱) پہلا اسلئے درست نہیں کہ اس میں تین اشکال ہیں (۱) راجع مرجع میں مطابقت نہ ہوگی کیونکہ ھو ضمیر واحد ہے اور مرفوعات جمع ہے (۲) ضمیر مذکر ہے اور مرفوعات مؤنث ہے۔ (۳) المرفوعات جمع ہے اور جمع افراد پر دلالت کرتی ہے تو افراد کی تعریف لازم آئے گی حالانکہ تعریف ماہیت کی ہوتی ہے نہ کہ افراد کی، ضابطہ ہے التعریف للماهیة بالماهیة (۲) اور دوسرا احتمال اس لیے درست نہیں کہ مرجع کا ماقبل میں مذکور ہونا ضروری ہے اور یہاں مرفوع کا ذکر ماقبل میں نہیں لہٰذا اضمار قبل الذکر لازم آئے گا جو کہ جائز نہیں ہے۔

جواب:۔ھو ضمیر کا مرجع المرفوع ہے باقی رہا یہ سوال کہ اس صورت میں اضمار قبل الذکر لازم آئے گا تو اس کا جواب یہ ہے کہ مرجع کے مذکور ہونے کی دو صورتیں ہیں (۱) کبھی مرجع صراحۃً مذکور ہوتا ہے (۲) کبھی ضمناً معنیً و دلالۃً مذکور ہوتا ہے۔ یہاں مرجع المرفوع اگر چہ صراحۃً مذکور نہیں ہے لیکن المرفوعات کے ضمن میں مذکور ہے کیونکہ ہر جمع میں اس کا مفرد مذکور و موجود ہوتا ہے اور مرجع مذکور ضمنی کی طرف ضمیر راجع کرنا درست ہے جیسے اعدلوا ھو اقرب للتقوی میں ھو ضمیر کا مرجع عدل ہے جو کہ اعدلوا کے ضمن میں مذکور ہے کیونکہ ہر مشتق میں مصدر موجود ہوتا ہے لہٰذا اضمار قبل الذکر والی خرابی لازم نہیں آئے گی کیونکہ اضمار قبل الذکر تب لازم آتا ہے جب مرجع نہ صراحۃً مذکور ہو اور نہ ہی ضمناً۔ شارح جامی الدال علیه المرفوعات سے اسی مرجع ضمنی کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں۔

<u>لان التعریف</u>: سے **شارح جامیؒ کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال**:۔مصنف نے ھو کی بجائے ھی کیوں نہیں کہا تا کہ ضمیر المرفوعات کی طرف راجع ہوتی اور ماقبل والا اعتراض بھی نہ ہوتا؟ یا ھو ضمیر کا مرجع المرفوعات کو کیوں نہیں بنا دیا مذکور کی تاویل کر کے تا کہ راجع مرجع میں تذکیر و تانیث افراد و تثنیہ جمع کے اعتبار سے عدم مطابقت کا اشکال ختم ہو جاتا اور ھو ضمیر المرفوعات بتاویل مذکور کی طرف راجع ہو جاتی مصنف نے یہ دو صورتیں کیوں اختیار نہیں کیں۔

جواب:۔جواب سے پہلے ایک تمہیدی بات یاد رکھیں کہ تعریف ہمیشہ ماہیت کی ہوتی ہے افراد کی نہیں ہوتی، ضابطہ مسلمہ ہے التعریف للماهیة بالماهیة مثلاً جب ہم کلمہ کی تعریف لفظ وضع الخ کے ساتھ کرتے ہیں تو ہم کلمہ کی ماہیت کی تعریف کرتے ہیں کلمہ کے افراد اسم، فعل، حرف کی تعریف نہیں کرتے۔ اب جواب کا حاصل یہ ہے کہ مصنف نے المرفوعات کو مرجع نہیں بنایا

اور مذکورہ دونوں صورتیں اختیار نہیں کیں کیونکہ المرفوعات جمع ہے اور جمع میں افراد ملحوظ ہوتے ہیں اگر ضمیر کا مرجع المرفوعات کو بناتا تو تعریف افراد کی ہوتی حالانکہ ضابطہ مذکورہ کے تحت تعریف افراد کی نہیں ہوتی بلکہ ماہیت کی ہوتی ہے اسی وجہ سے مرجع المرفوع (مفرد) کو بنایا۔

هو ما اشتمل: سے صاحب کافیہ کی غرض مرفوع کی تعریف کرنا ہے کہ مرفوع وہ اسم ہے جو فاعلیت کی علامت پر مشتمل ہو۔

ای اسم: سے شارح جامیؒ کی غرض تین سوالات مقدرہ کا جواب دینا ہے۔**سوال اول:** ۔ مصنف کی عبارت میں کلمہ ''ما'' بظاہر عموم کیلئے ہے اور اس سے شی مراد ہے لہذا مرفوع کی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں ہے اس لئے کہ یہ اس زید کی دال پر صادق آتی ہے جو جاء زیدٌ میں واقع ہے کیونکہ زید کی دال فاعلیت کی علامت ضمہ پر مشتمل ہے حالانکہ صرف دال کو مرفوع نہیں کہا جاتا بلکہ زید مکمل مرفوع کہلاتا ہے۔ نیز مرفوع کی تعریف پورے جملہ جاءنی زید پر صادق آئے گی کیونکہ پورا جملہ ایک شے ہے جو مشتمل ہے علامت فاعل پر حالانکہ پورا جملہ مرفوع نہیں کہلاتا بلکہ مرفوع تو صرف زید ہے تو تعریف مانع نہ رہے گی۔

سوال ثانی: ۔ مرفوع کی تعریف فعل مضارع پر صادق آرہی ہے کیونکہ وہ بھی ایک شے ہے جو علامت فاعلیت پر مشتمل ہے حالانکہ اس کو مرفوع نہیں کہا جاتا۔

سوال ثالث: ۔ ہو مبتدا ہے اور ما اشتمل موصول صلہ ملکر خبر ہے اور موصول معرفہ ہوتا ہے ضابطہ یہ ہے کہ جب مبتدا خبر دونوں معرفہ ہوں تو ضمیر فصل کا لانا ضروری ہے لہذا ماتن کی عبارت درست نہیں۔

جواب: ۔ ای اسم نکال کر شارح جامی تینوں سوالوں کا جواب دے رہے ہیں کہ ما عموم کیلئے نہیں بلکہ ما سے مراد اسم ہے قرینہ یہ ہے یہاں اسم مرفوع ہی کی بحث ہو رہی ہے۔ لہذا مرفوع کی تعریف زید کی دال پر صادق نہیں آئے گی اس لیے کہ وہ اسم نہیں بلکہ حرف ہے۔ سوال ثانی کا جواب بھی ہوگیا کیونکہ فعل مضارع فعل ہے جبکہ ما سے مراد اسم ہے اس لئے تعریف فعل مضارع پر صادق نہیں آئے گی۔ سوال ثالث کا جواب یہ ہے کہ اسم کو نکرہ لاکر اس طرف اشارہ کیا ہے کہ ما سے مراد ما موصوفہ ہے ما موصولہ نہیں قرینہ یہ ہے کہ یہاں ما خبر واقع ہو رہا ہے اور خبر میں اصل تنکیر ہے لہذا ضمیر فصل لانا ضروری نہیں، نیز جملہ پر بھی صادق نہیں آئے گی کیونکہ ما سے اسم مراد ہے اور اسم مفرد کی قسم ہے۔ (سوال کابلی ص ۱۱۴)

ای علامة: سے **شارح کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ سوال:** ۔ علامہ ابن حاجب نے علم الفاعلیۃ فرمایا اور فاعلیت کے عَلَم سے مراد ضمہ، واؤ، الف ہیں حالانکہ علم کی تعریف ان پر صادق نہیں آتی کیونکہ علم کی تعریف ہے **ما وضع لشیء بعینہ غیر متناول غیرہ بوضع واحد** کہ علم وہ ہے جو شے معین کیلئے وضع کیا گیا ہو اور وضع واحد کے

ساتھ غیر کو شامل نہ ہو، اور ضمہ، الف، واؤ بایں معنی فاعل ومرفوع کا علم نہیں ہیں، لہٰذا مرفوع کی تعریف درست نہیں ہے۔

جواب: ۔عَلَم کے کئی معانی ہیں (۱) جھنڈا (۲) پہاڑ (۳) علامت (۴) علم بمعنی ماوضع لشئی معین۔ تو شارح نے علامۃ کہہ کر معنی کو متعین کر دیا کہ یہاں عَلَم بمعنی علامت ہے بمعنی ماوضع لشئی معین نہیں ہے، لہٰذا اشکال رفع ہو گیا۔

کون الاسم فاعلا: سے شارح کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔عبارت میں اصل اختصار ہوتا ہے اور ابن حاجب تو بہت ہی اختصار کے قائل ہیں تو ان کو چاہیے تھا کہ علم الفاعلیۃ کی بجائے علم الفاعل کہہ دیتے تاء اور یاء مصدریت کا اضافہ کیوں کیا؟

جواب: ۔مصنف نے یاء اور تاء مصدریہ کا اضافہ کر کے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ رفع کسی شے کے فاعل ہونے کی علامت ہے نہ کہ ذات فاعل کی۔ اس لیے کہ ذات فاعل تو رفع کے بغیر بھی پائی جاتی ہے جیسے رایت زیدا میں۔ یا بعنوان دیگر سوال مقدر کی تقریر یوں بھی کی گئی ہے کہ الفاعلیۃ میں یاء نسبت کی ہے تو تقدیر عبارت اس طرح ہوگی علامۃ الشیء الذی ہو منسوب الی الفاعل مطلب یہ ہوگا کہ اسم مرفوع وہ ہے جو مشتمل ہو اس شے کی علامت پر جو شے منسوب ہو فاعل کی طرف حالانکہ یہ مطلب غلط ہے کیونکہ اسم مرفوع تو عین فاعل کی علامت پر مشتمل ہوتا ہے نہ کہ اس شے کی علامت پر جو منسوب الی الفاعل ہو۔ کون الاسم سے شارح جامی اسی اشکال کا جواب دے رہے ہیں کہ الفاعلیۃ میں یاء نسبت کی نہیں ہے بلکہ یاء مصدریہ کی ہے تو مطلب ہوگا اسم مرفوع وہ ہے جو فاعل ہونے کی علامت پر مشتمل ہو۔

سوال: ۔اسم مرفوع کی تعریف وہو ما اشتمل علی علم الفاعلیۃ مرفوعات کی تمام انواع کو جامع نہیں یہ تعریف ان انواع کو تو شامل ہے جو علم الفاعلیۃ پر مشتمل ہوتی ہیں اور جو انواع علم الفاعلیۃ پر مشتمل نہیں ہوتیں جیسے مبتدا، خبر یہ تعریف ان کو شامل نہیں حالانکہ تعریف کیلئے جامع ہونا ضروری ہے۔

جواب: ۔فاعل میں تعمیم ہے فاعل خواہ حقیقی ہو یا حکمی، مبتدا اور خبر حکما فاعل ہوتے ہیں کیونکہ فاعل کی دو خاصیتیں ہیں (۱) جملہ کا جزء ثانی ہو (۲) مسند الیہ ہو۔ مبتدا میں مسند الیہ والی اور خبر میں پہلی خاصیت (جملہ کا جزء ثانی ہونا) پائی جاتی ہے اس لئے یہ حکما فاعل ہیں اور مرفوعات کی تعریف اپنی تمام انواع کو شامل ہے۔

وهي الضمة: سے **شارح کی غرض** علم الفاعلیۃ کے مصداق کو بیان فرمانا ہے کہ اس کا مصداق تین چیزیں ہیں (۱) ضمہ جیسے جاء زید (۲) واؤ جیسے جاء ابوک (۳) الف جیسے جاء رجلان۔

والمراد: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔اشتمال کی کئی قسمیں ہیں (۱) اشتمال الكل على الجزء (۲) اشتمال الظرف على المظروف (۳)

اشتمال الموصوف علی الصفت (۴) اشتمال ذی الحال علی الحال(۵)اشتمال الکلی علی الجزئی باعتبار الصدق. یہاں اشتمال کی کونسی قسم مراد ہے۔

جواب: ۔یہاں اشتمال الموصوف علی الصفت مراد ہے گویا کہ اسم مرفوع بمنزلہ موصوف ہے اور علامت الفاعلیۃ ضمہ وغیرہ بمنزلہ صفت کے ہیں اور اشتمال سے مراد اشتمال الموصوف علی الصفت اس لیے ہے کہ جس طرح صفت بعد الموصوف ہوتی ہے اسی طرح علامت الفاعلیۃ بھی بعد الاسم المرفوع ہوتی ہے بمنزلہ تابع کے۔(سوال کابلی ص ۱۱۵)

لفظاً او تقدیرا: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔مرفوع کی تعریف جامع نہیں اس لئے کہ یہ فتیٰ پر صادق نہیں آتی ہے جو جاء نی فتی میں واقع ہے کیونکہ وہ فاعلیت کی علامت ضمہ، الف، واؤ میں سے کسی پر مشتمل نہیں ہے حالانکہ وہ مرفوع ہے۔

جواب: ۔اشتمال علی علم الفاعلیۃ میں تعمیم ہے خواہ لفظا ہو یا تقدیرًا اور مثال مذکور میں فتی اگر چہ لفظا فاعلیت کی علامت پر مشتمل نہیں لیکن تقدیرا مشتمل ہے کیونکہ فتی پر رفع تقدیری ہے۔

او محلا: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔مرفوع کی تعریف جامع نہیں اس لیے کہ یہ اس ھؤلاء پر صادق نہیں آتی جو قام ھولاء میں واقع ہے اس لیے کہ وہ نہ لفظا فاعلیت کی علامت پر مشتمل ہے اور نہ ہی تقدیراً کیونکہ اعراب لفظی اور تقدیری معرب کے ساتھ خاص ہے اور ھؤلاء مبنی ہے اس پر نہ اعراب لفظی آ سکتا ہے نہ تقدیری تو تعریف جامع نہ رہی۔

جواب: ۔اشتمال علی علم الفاعلیۃ میں ایک اور تعمیم ہے خواہ لفظا ہو یا تقدیرا ہو یا محلا ہو اور مثال مذکور میں ھؤلاء لفظا یا تقدیرا علامت فاعل پر مشتمل نہیں لیکن محلا مشتمل ہے اور رفع محلی کا معنی یہ ہے کہ اسم ایسے محل میں واقع ہو کہ اگر اس کی جگہ اسم معرب ہوتا تو اس پر رفع ہوتا اور یہاں بھی ایسا ہی ہے اگر ھؤلاء کی جگہ زید ہوتا تو وہ لفظا مرفوع ہوتا۔

ولاشک: سے غرض جامی علامہ رضی اور شارح ہندی پر رد کرنا ہے انہوں نے سوال مذکور کا جواب یہ دیا کہ ما اشتمل علی علم الفاعلیۃ مطلق اسم مرفوع کی تعریف نہیں ہے جو کہ معرب اور مبنی دونوں کو شامل ہو بلکہ یہ تعریف صرف مرفوع معرب کی ہے گویا معرَّف خاص ہے تو تعریف بھی خاص ہوگی اور معرب کے مرفوع ہونے کی دو ہی صورتیں ہیں لفظا یا تقدیرا اور ھؤلاء چونکہ معرب نہیں ہے بلکہ مبنی ہے لہذا اگر تعریف اس پر صادق نہیں آتی تو یہ اسکی جامعیت کیلئے مضر نہیں ہے کیونکہ یہ معرَّف کا فرد ہی نہیں ہے۔

جواب: ۔ولاشک سے علامہ جامی ان بعض شارحین پر رد کر رہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ معرَّف خاص نہیں بلکہ عام ہے معرب مبنی دونوں کو شامل ہے کیونکہ مرفوع (یعنی فاعل وغیرہ) جس طرح معرب ہوتے ہیں اسی طرح مبنی بھی ہوتے ہیں

چنانچہ چند سطور کے بعد مصنف اس فاعل سے بحث کریں گے جو ضمیر متصل ہو اور ظاہر ہے کہ ضمیر متصل مبنی ہوتی ہے اور اس کا رفع محلی ہوتا ہے لہٰذا یہ کہنا کہ معرّف مطلق مرفوع نہیں بلکہ مرفوع معرب ہے درست نہیں ہے بلکہ معرّف مطلق مرفوع ہے خواہ معرب ہو یا مبنی لفظاً ہو یا تقدیراً یا محلاً ہو۔ لہٰذا جواب اور تشریح وہی درست ہے جو اس سے قبل ہم نے کی ہے۔

مرفوع کی قسم اول فاعل

فَمِنْهُ اَیْ مِنَ الْمَرْفُوْعِ اَوْ مِمَّا اشْتَمَلَ عَلٰی عَلَمِ الْفَاعِلِيَّةِ اَلْفَاعِلُ وَاِنَّمَا قَدَّمَهٗ لِاَنَّهٗ اَصْلُ
پس اس میں سے یعنی مرفوع سے یا اس میں سے جو فاعلیت کی علامت پر مشتمل ہو فاعل ہے مصنف نے فاعل کو اس لئے مقدم کیا
الْمَرْفُوْعَاتِ عِنْدَ الْجُمْهُوْرِ لِاَنَّهٗ جُزْءُ الْجُمْلَةِ الْفِعْلِيَّةِ الَّتِیْ هِیَ اَصْلُ الْجُمَلِ وَلِاَنَّ عَامِلَهٗ
کہ جمہور کے نزدیک فاعل تمام مرفوعات کی اصل ہے کیونکہ وہ جملہ فعلیہ کا جز ہے جو کہ تمام جملوں کی اصل ہے اور اس لئے کہ فاعل کا عامل
اَقْوٰی مِنْ عَامِلِ الْمُبْتَدَاِ وَقِيْلَ اَصْلُ الْمَرْفُوْعَاتِ الْمُبْتَدَاُ لِاَنَّهٗ بَاقٍ عَلٰی مَا هُوَ الْاَصْلُ فِی
مبتدا کے عامل سے زیادہ قوی ہے، اور کہا گیا ہے کہ تمام مرفوعات کی اصل مبتداء ہے کیونکہ وہ اس حالت پر باقی ہے جو مسند الیہ میں اصل ہوتی ہے
الْمُسْنَدِ اِلَيْهِ وَهُوَ التَّقَدُّمُ بِخِلَافِ الْفَاعِلِ وَلِاَنَّهٗ يُحْكَمُ عَلَيْهِ بِكُلِّ حُكْمٍ جَامِدٍ اَوْ مُشْتَقٍّ
اور وہ مقدم ہونا ہے بخلاف فاعل کے اور اس لئے بھی کہ مبتداء پر ہر طرح کے حکم کے ساتھ حکم لگایا جاتا ہے جامد کے ساتھ یا مشتق کے ساتھ
فَكَانَ اَقْوٰی بِخِلَافِ الْفَاعِلِ فَاِنَّهٗ لَا يُحْكَمُ عَلَيْهِ اِلَّا بِالْمُشْتَقِّ.
لہٰذا مبتداء فاعل کی بنسبت زیادہ قوی ہے بخلاف فاعل کے کیونکہ اس پر صرف مشتق کے ساتھ حکم لگایا جا سکتا ہے۔

اغراض جامی :۔ یہاں سے مرفوعات میں سے ہر ایک کی تعریف اور اس کے احکامات کا بیان شروع ہو رہا ہے۔

وجہ حصر مرفوعات :۔ مرفوعات کا عامل لفظی ہوگا یا معنوی، اگر معنوی ہو تو مسند الیہ میں عامل ہوگا یا مسند میں عامل ہوگا اگر مسند الیہ میں عامل ہو تو مبتداء اور اگر مسند میں عامل ہو تو خبر ہے اور اگر عامل لفظی ہو تو فعل شبہ فعل ہوگا یا حرف ہوگا اگر فعل شبہ فعل ہو تو قائم بالمعمول ہوگا یا واقع علی المعمول اگر قائم بالمعمول ہو تو فاعل اور اگر واقع علی المعمول ہو تو نائب فاعل اور اگر عامل حرف ہو تو مسند الیہ میں عامل ہوگا یا مسند میں اگر مسند الیہ میں عامل ہو تو کلام موجب ہوگی یا غیر موجب اگر کلام موجب ہو تو افعال ناقصہ کا اسم ہوگا اور اگر کلام غیر موجب ہو تو ما و لا مشبہ بلیس کا اسم اور اگر عامل مسند میں ہو تو کلام موجب ہوگی یا غیر موجب اگر کلام موجب ہو تو مشبہ بالفعل کی خبر اور اگر کلام غیر موجب ہو تو لائے نفی جنس کی خبر ہے۔

<u>ای من المرفوع</u>:۔ سے **شارح کی غرض** بیانِ مرجع ہے۔ فمنہ کی ہ ضمیر کے مرجع کو متعین کرنا ہے ضمیر کے مرجع

میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک ضمیر کا مرجع الرفوع ہے وہ دلیل یہ بیان کرتے ہیں کہ اس صورت میں دونوں ضمیروں کا مرجع متحد ہو جائے گا یعنی جس طرح پہلے ھو ضمیر کا مرجع المرفوع ہے تو یہاں بھی الرفوع ہونا چاہیے۔ (۲) فمنہ الفاعل سے مرفوع کی تعریف کے بعد تقسیم کا بیان ہے اور تقسیم میں مقسم کا ذکر ضروری ہوتا ہے۔ اور بعض کے نزدیک ضمیر کا مرجع **ما اشتمل علی علم الفاعلیة** ہے وہ دلیل یہ بیان کرتے ہیں کہ (۱) یہ قریب ہے اور الحق للاقرب (۲) یہ مرجع صراحۃً مذکور ہے جبکہ المرفوع ضمناً مذکور ہے۔ الحاصل اگر اتحاد مرجع کو دیکھا جائے تو مرجع المرفوع زیادہ مناسب ہے اور اگر قرب مرجع کا لحاظ کیا جائے تو **ما اشتمل علی علم الفاعلیة** کو مرجع بنانا زیادہ مناسب ہے۔ (دیکھئے سوال باسولی ص ۱۷۸: اعلم ان فی مرجع ضمیر "منه" خلاف ارجع البعض الی المرفوع بوجهین احدهما اتحاد المرجع للضمیرین والآخر کونه معرفا. وارجع البعض الی مااشتمل بوجهین احدهما قرب المرجع والآخر کونه مرجعا صریحا)

وانما قدم: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ یہ ہے کہ فاعل کو دیگر مرفوعات پر کیوں مقدم کیا؟

جواب:۔ وانما قدم سے جواب دے رہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ اس بارے میں نحویوں کے دو مسلک ہیں کہ مرفوعات میں سے اصل کون ہے (۱) جمہور کے نزدیک مرفوعات میں فاعل اصل ہے اس لئے اس کو مقدم کیا۔ جمہور کی دو دلیلیں ہیں۔

دلیل (۱): فاعل جملہ فعلیہ کا جز ہوتا ہے اور جملہ فعلیہ تمام جملوں کی اصل ہے اس لئے فاعل بھی تمام مرفوعات کی اصل ہے۔

سوال:۔ جملہ فعلیہ تمام جملوں سے اصل کیوں ہے؟

جواب:۔ کیونکہ جملہ سے غرض مخاطب کو فائدہ پہنچانا ہوتا ہے اور یہ غرض جملہ فعلیہ میں جملہ اسمیہ کی نسبت زیادہ پائی جاتی ہے کیونکہ جملہ فعلیہ میں فعل کے ساتھ فاعل (کام کرنے والا) بھی سمجھا جاتا ہے اس لئے کہ فعل کی وضع اسی لئے ہے کہ اس کا اسناد الی الفاعل ہوتا ہے اسی طرح جملہ فعلیہ میں زمانہ بھی پایا جاتا ہے اور یہ خوبیاں جملہ اسمیہ میں نہیں۔ چونکہ فاعل جملہ فعلیہ کا جزو ہے اس لئے وہ اصل المرفوعات ہوگا۔ (۲) جملہ فعلیہ کے اصل ہونے کی دوسری وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ جملہ سے مقصود ارتباط بالغیر ہوتا ہے اور جملہ فعلیہ میں ربط بالغیر زیادہ شدید ہوتا ہے بنسبت جملہ اسمیہ کے کیونکہ فعل اول امر سے ہی اپنے فاعل کے ساتھ ربط کا تقاضا کرتا ہے، بخلاف جملہ اسمیہ کے کہ وہ مستقل بالذات ہوتا ہے کسی چیز کے ساتھ ربط کا تقاضا نہیں کرتا۔ (۳) جملہ فعلیہ کے اصل ہونے کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ جملہ سے مقصود اخبار و انشاء ہوتا ہے اور فعل دونوں کیلئے موضوع و مفید ہے بخلاف جملہ اسمیہ کے وہ صرف اخبار کا فائدہ دیتا ہے انشاء کیلئے موضوع نہیں ہے، خارجی عوارض وادوات خارجیہ مثلاً استفہام، تمنی، ترجی وغیرہ کی وجہ سے انشاء کا معنی دیتا ہے (سوال باسولی ص ۱۷۸)

دلیل (۲): فاعل کا عامل مبتداً کے عامل سے اقویٰ ہوتا ہے اس لیے کہ فاعل کا عامل لفظی موجود محسوس مسموع ہوتا ہے اور مبتدا کا عامل معنوی معدوم ومعقول ہے اور مؤثر کی قوت اثر کی قوت کا تقاضا کرتی ہے لہٰذا فاعل اصل اور اقویٰ ہوا (سوال بسوس ۱۷۸)

فائدہ: (۱) فاعل کے اصل ہونے کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ اس میں معنی فاعلیت بالاصالت پائے جاتے ہیں جبکہ دیگر مرفوعات میں بالتبع اور فاعل کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے پایا جاتا ہے (۲) ایک وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ فاعل کا حذف جائز نہیں ہے الا نادراً جبکہ دیگر مرفوعات کا جائز ہے (۳) نیز حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے کل فاعل مرفوع اس سے بھی فاعل کا اصل ہونا معلوم ہوتا ہے (سوال باسوی ص ۱۷۸)

وقیل: (قائلہ سیبویہ. سوال کابلی ص ۱۱۶) سے شارح کی غرض علامہ سیبویہ کے مذہب کو بیان فرمانا ہے۔ علامہ سیبویہ فرماتے ہیں کہ مرفوعات کی اصل مبتداً ہے اس لئے مرفوعات میں اس کو مقدم کرنا زیادہ مناسب ہے ان کی دو دلیلیں ہیں۔

دلیل (۱): مسند الیہ میں اصل تقدیم ہے اور مبتداً اپنی اصل پر باقی ہے جبکہ فاعل اپنی اصل پر باقی نہیں ہے لہٰذا مبتداً اصل ہوا۔

دلیل (۲): مبتدا پر جامد اور مشتق دونوں کے ساتھ حکم لگایا جاسکتا ہے بخلاف فاعل کے کہ اس پر مشتق کے ساتھ حکم لگایا جاسکتا ہے جامد کیساتھ نہیں لہٰذا مبتداً اصل اور اقویٰ ہوا۔

محاکمہ: ۔ راجح مسلک جمہور کا ہے اور علامہ سیبویہ کی پہلی دلیل کا جواب یہ ہے کہ فاعل اصل کے اعتبار سے مقدم ہی ہے لیکن ایک مانع کی وجہ سے اس کو مقدم نہیں کیا گیا وہ مانع یہ ہے کہ فاعل کا مبتدا کے ساتھ التباس لازم نہ آئے جیسے ضرب زید تو ثابت ہوا کہ فاعل کی تاخیر ضروری ہے وتاخیر الضروری لایفید شیئا من الضعف ۔ (۲) دوسری دلیل کا جواب یہ ہے کہ مبتداء میں تعمیم ہے کہ اس پر اسم جامد و مشتق ہر طرح کا حکم لگ سکتا ہے اور فاعل میں تخصیص ہے صرف اسم مشتق سے حکم لگ سکتا ہے اور تعمیم میں کمزوری ہوتی ہے اور تخصیص میں رفعت و بلندی لہٰذا فاعل ہی اصل المرفوعات ہے ۔ (۲) نیز یہ جواب بھی دیا گیا ہے کہ اصل یہی ہے کہ کسی چیز پر حکم مشتق کے ساتھ ہی لگایا جاتا ہے اور جامد کے ساتھ حکم لگانا خلاف اصل قلیل اور غیر معتد بہ ہے لہٰذا اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے (سوال کابلی ص ۱۱۶)

فاعل کی تعریف

وَهُوَ اَیِ الْفَاعِلُ مَا اَیْ اِسْمٌ حَقِیْقَةً اَوْ حُکْمًا لِیَدْخُلَ فِیْهِ مِثْلُ قَوْلِهِمْ اَعْجَبَنِیْ اَنْ ضَرَبْتَ زَیْدًا

اور وہ یعنی فاعل وہ ہے یعنی وہ اسم ہے حقیقۃً یا حکماً تاکہ اس میں نحو کا قول اَعْجَبَنِیْ اَنْ ضَرَبْتَ زَیْدًا داخل ہو جائے

اُسْنِدَ اِلَیْهِ الْفِعْلُ بِالْاِصَالَةِ لَا بِالتَّبْعِیَّةِ لِیَخْرُجَ عَنِ الْحَدِّ تَوَابِعُ الْفَاعِلِ وَکَذَا الْمُرَادُ فِیْ جَمِیْعِ

جس کی طرف فعل کی اسناد کی جائے بالاصالۃ نہ کہ بالتبعیۃ تاکہ فاعل کی تعریف سے فاعل کے توابع خارج ہو جائیں اور اسی طرح

حُدُوْدِ الْمَرْفُوْعَاتِ وَالْمَنْصُوْبَاتِ وَالْمَجْرُوْرَاتِ غَيْرُ التَّابِعِ بِقَرِيْنَةِ ذِكْرِ التَّوَابِعِ بَعْدَهَا

مرفوعات منصوبات مجرورات تمام کی تعریفوں میں تابع کا غیر مراد ہے ان انواع ثلثہ کے بعد توابع کے ذکر کرنے کی وجہ سے

اَوْ شِبْهُهُ اَیْ مَا يُشْبِهُهُ فِي الْعَمَلِ وَاِنَّمَا قَالَ ذٰلِكَ لِيَتَنَاوَلَ فَاعِلَ اِسْمِ الْفَاعِلِ وَالصِّفَةِ

یا اس کے مشابہ کی یعنی اس کی جو عمل میں فعل کے ساتھ مشابہت رکھتا ہو اور مصنف نے یہ اس لئے کہا تا کہ فاعل کی تعریف اسم فاعل،

الْمُشَبَّهَةِ وَالْمَصْدَرِ وَاسْمِ الْفِعْلِ وَاَفْعَلِ التَّفْضِيْلِ وَالظَّرْفِ

صفت مشبہ، مصدر، اسم فعل، اسم تفضیل اور ظرف کے فاعل کو شامل ہو جائے۔

خلاصہ متن: ۔ وھو مااسند الیہ الفعل او شبھہ الخ میں علامہ ابن حاجب فاعل کی تعریف کر رہے ہیں کہ فاعل وہ اسم ہے جس کی طرف فعل یا شبہ فعل کی اسناد کی جائے اور وہ فعل شبہ فعل اس اسم سے مقدم ہو اور اس اسم کے ساتھ قائم ہو اس پر واقع نہ ہو۔ فعل کی مثال قام زید اور شبہ فعل کی مثال زید قائم ابوہ۔ یہاں ابوہ کی قائم کی طرف اسناد ہے۔

اغراض جامی: ۔عبارت بالا میں علامہ جامی فاعل کی تعریف، اس کے فوائد قیود، اور اس پر ہونے والے سوال وجواب اور صاحب کافیہ کی عبارت کی توضیحات فرما رہے ہیں جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

<u>ای الفاعل:</u> سے **شارح کی غرض** بیان مرجع ہے۔علامہ جامی نے ای الفاعل کہہ کر ھو ضمیر کا مرجع متعین کر دیا کہ ضمیر کا مرجع فاعل ہے۔

<u>ای اسم:</u> سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔**سوال:** ۔ما سے مراد ما موصولہ ہے جو کہ معرفہ ہوتا ہے کیونکہ یہی متبادر الی الذہن اور کثیر الوقوع ہے اور ضابطہ ہے جب مبتدا خبر دونوں معرفہ ہوں تو ضمیر فصل لانا ضروری ہوتا ہے یہاں نہیں لائی گئی۔

جواب: ۔ای اسم نکال کر علامہ جامی اس سوال کا جواب دے رہے ہیں کہ یہاں ما موصوفہ ہے جو کہ نکرہ ہوتا ہے قرینہ یہ ہے کہ یہ محل خبر میں ہے اور خبر میں اصل نکرہ ہوتا ہے لہذا ضمیر فصل لانا ضروری نہیں۔

<u>حقیقة او حکما:</u> سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔جب ما سے مراد اسم ہے تو فاعل کی تعریف جامع نہیں ہے اس لیے کہ یہ تعریف اعجبنی ان ضربت زیدا میں انْ ضربتَ پر صادق نہیں آتی کیونکہ یہ اسم نہیں بلکہ جملہ ہے حالانکہ یہ فاعل ہے۔

جواب: ۔اسم میں تعمیم ہے خواہ حقیقتاً ہو یا حکماً ہو۔اور مثال مذکور میں اَنْ ضربتَ اگرچہ حقیقتاً تو اسم نہیں لیکن حکماً اسم ہے

اس لیے کہ انّ ضربتَ ان مصدر یہ کی وجہ سے ضَربُکَ کی تاویل میں ہوکر اسم کے حکم میں ہے۔

بالاصالة: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال** :۔فاعل کی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں اس لیے کہ یہ فاعل کے تابع مثلاجاء نی زید و عمرٌو میں عمرٌو پر صادق آتی ہے اس لیے کہ یہ اسم ہے جس کی طرف فعل مسند ہے اور فعل اس سے مقدم ہے اور اس کے ساتھ قائم بھی ہے حالانکہ وہ فاعل نہیں بلکہ فاعل کا تابع ہے؟

جواب :۔بالاصالة سے علامہ جامی اس سوال کا جواب دے رہے ہیں کہ فاعل کی تعریف میں اسناد سے مراد اسناد بالاصالة ہے نہ کہ اسناد بالتبعیۃ اور مثال مذکور میں اگر چہ عمرو کی طرف فعل کا اسناد ہے لیکن بالاصالہ نہیں بلکہ بالتبعیۃ ہے لہذا فاعل کی تعریف اس پر صادق نہیں آئے گی۔

وكذا المراد: سے **شارح کی غرض** ایک فائدہ بیان کرنا ہے۔ **فائدہ** :۔شارح فرماتے ہیں کہ اسی طرح تمام مرفوعات اور منصوبات اور مجرورات کی تعریفات میں بھی اسناد سے مراد اسناد بالاصالة ہے اس پر قرینہ یہ ہے کہ مصنف نے مرفوعات ومنصوبات ومجرورات کے بعد توابع کی بحث کو مستقلا ذکر کیا ہے۔

اي مايشبهه: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال** :۔مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے فاعل کی تعریف کی ہے کہ جس کی طرف فعل کی نسبت ہو یا شبہ فعل کی، یہ تعریف اس ابوہ پر صادق نہیں آتی جو زید قائم ابوہ میں واقع ہے کیونکہ اس کی طرف قائم کی نسبت ہے اور قائم شبہ فعل نہیں ہے بلکہ یہ تو مشبہ بالفعل ہے کیونکہ شبہٌ مصدر نام ہے اس نسبت کا جو مشبہ اور مشبہ بہ کے درمیان ہوتی ہے لہذا فاعل کی تعریف ابوہ پر صادق نہیں آتی تو جامع نہیں ہے۔

جواب :۔شبہہ میں مصدر اسم فاعل کے معنی میں ہے بمعنی مشابہہ لہذا تعریف قائم ابوہ پر بچی آئے گی (سوال کابلی ص ۱۱۷)

(۲) پھر مشابہ اسم فاعل صیغہ صفت کا ہے جو تقاضا کرتا ہے موصوف کا اس لئے مصنف نے ماموصوفہ کا اضافہ کر کے حذف موصوف کی طرف اشارہ کیا۔ پھر اس پر یہ **اعتراض** ہوسکتا ہے کہ ما سے مراد شئ ہے جو نکرہ ہے اور شبہ بمعنی مشابہ اسم فاعل ضمیر کی طرف مضاف ہونے کی وجہ سے معرفہ ہے تو موصوف صفت میں مطابقت نہیں ہے اس اعتراض سے بچنے کیلئے شارح نے مشابہ کو فعل مضارع کیساتھ تعبیر کیا، اب یشبہ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے ملکر جملہ فعلیہ ہوگا اور جملہ فعلیہ نکرہ کے حکم میں ہوتا ہے اس لئے موصوف صفت میں مطابقت پائی جائے گی اور مذکورہ اعتراض لازم نہ آئے گا۔

في العمل: یہ وجہ شبہ کا بیان ہے کہ مشابہت عمل میں مراد ہے۔ یا یہ سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال :۔شبہ فعل کو کس مشابہۃ کی بناء پر شبہ فعل کہتے ہیں کیونکہ مشابہت بالفعل تین حال سے خالی نہیں (۱) اگر معنی حدثی کی مشابہۃ کیوجہ سے ہو تو درست نہیں کیونکہ فی الدار زید میں فی الدار ظرف شبہ فعل ہے لیکن اس میں معنی حدثی نہیں ہے (۲) اور

اگر حرکات وسکنات کے اعتبار سے ہو تب بھی درست نہیں کیونکہ ہیہات شبہ فعل ہے اور حرکات وسکنات میں فعل کے مشابہ نہیں (۳) اور اگر مشتق ہونے میں مشابہت ہو تو یہ بھی درست نہیں کیونکہ اعجبنی ضرب زید میں ضرب مصدر شبہ فعل ہے لیکن مشتق نہیں ہے بلکہ مشتق منہ ہے تو آپ کس مشابہت کی بناء پر شبہ فعل کو شبہ فعل کہتے ہیں؟

جواب: ۔فی العمل سے جواب دیا کہ مشابہت کی مذکورہ تین صورتوں میں سے کوئی بھی مراد نہیں ہے بلکہ مشابہۃ فی العمل مع الفعل مراد ہے یعنی جس طرح فعل اپنے فاعل کو رفع اور مفعول کو نصب دیتا ہے اسی طرح شبہ فعل بھی فاعل کو رفع اور مفعول کو نصب دیتا ہے۔ (سوال کابلی ص ۱۱۷)

وانما قال: سے اوشبہہ کی قید کے فائدے کو بیان فرمارہے ہیں کہ ماتن نے شبہہٗ اس لیے کہا تا کہ فاعل کی تعریف اسم الفاعل ،صفت مشبہۃ ،مصدر، اسم الفعل، افعل التفضیل اور ظرف کے فاعل کو بھی شامل ہو جائے کیونکہ یہ تمام عمل میں فعل کے مشابہ ہیں۔

وَقُدِّمَ اَیِ الْفِعْلُ اَوْشِبْهُهٗ عَلَيْهِ اَیْ عَلٰی ذٰلِکَ الْاِسْمِ وَاحْتَرَزَ بِهٖ عَنْ نَحْوِ زَيْدٌ فِیْ زَيْدٌ ضَرَبَ

اور مقدم کیا گیا ہو یعنی فعل یا شبہ فعل کو اس پر یعنی اس اسم پر اور مصنف نے احتراز کیا وقدم علیہ کے ساتھ زید سے جو زید ضرب کی مثال میں ہے

لِاَنَّهٗ مِمَّا اُسْنِدَ اِلَيْهِ الْفِعْلُ لِاَنَّ الْاِسْنَادَ اِلٰی ضَمِيْرِ شَیْءٍ اِسْنَادٌ اِلَيْهِ فِی الْحَقِيْقَةِ لٰکِنَّهٗ مُؤَخَّرٌ عَنْهُ

کیونکہ یہ اس قبیل سے ہے کہ جس کی طرف فعل کی اسناد کی گئی ہے کیونکہ کسی چیز کی ضمیر کی طرف اسناد دراصل اسی چیز کی طرف اسناد ہے لیکن اس اسم سے مؤخر ہے

وَالْمُرَادُ تَقْدِيْمُهٗ عَلَيْهِ وُجُوْبًا لِيَخْرُجَ عَنْهُ الْمُبْتَدَاُ الْمُقَدَّمُ عَلَيْهِ خَبَرُهٗ نَحْوُ کَرِيْمٌ مَنْ يُکْرِمُکَ

اور فعل شبہ فعل کی اس تقدیم سے مراد تقدیم وجوبی ہے تا کہ اس سے وہ مبتدا خارج ہو جائے جس کی خبر اس سے مقدم ہوتی ہے جیسے کَرِيْمٌ مَنْ يُکْرِمُکَ

فَاِنْ قُلْتَ قَدْ يَجِبُ تَقْدِيْمُهٗ اِذَا کَانَ الْمُبْتَدَاُ نَکِرَةً وَالْخَبَرُ ظَرْفًا نَحْوُ فِی الدَّارِ رَجُلٌ قُلْتُ

پس اگر تم کہو کہ کبھی تقدیم خبر واجب ہوتی ہے جبکہ مبتدا نکرہ اور خبر ظرف ہو جیسے فی الدار رجل تو میں کہتا ہوں (جوابا)

اَلْمُرَادُ وُجُوْبُ تَقْدِيْمِ نَوْعِهٖ وَلَيْسَ نَوْعُ الْخَبَرِ مِمَّا يَجِبُ تَقْدِيْمُهٗ بِخِلَافِ نَوْعِ مَا اُسْنِدَ اِلَی الْفَاعِلِ

کہ مراد فعل شبہ فعل کی نوع کی تقدیم ہے اور خبر کی نوع ان میں سے نہیں کہ اس کی تقدیم واجب ہو برعکس اس چیز کے جس کا اسناد کیا جائے فاعل کی طرف۔

اغراض جامی: ۔اس عبارت میں شارح فاعل کی تعریف میں لگائی جانے والی دوسری قید وقدم علیہ سے متعلق بحث کررہے ہیں

ای الفعل: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔**سوال:** ۔ قدم کی ضمیر کا مرجع فعل اور شبہ فعل دونوں ہیں تو ارجاع ضمیر الواحد الی التثنیہ (واحد کی ضمیر تثنیہ کی طرف لوٹانا) لازم آیا جو کہ درست نہیں؟

جواب: ۔قدم کی ضمیر کا مرجع فعل اور شبہ فعل کا مجموعہ نہیں بلکہ احد الامرین ہے جیسا کہ کلمہ او سے سمجھا جارہا ہے۔

اي على ذلك الاسم: سے شارح کی غرض بیان مرجع ہے۔ علیہ کی ضمیر کے مرجع کو متعین کر دیا کہ ضمیر کا مرجع ما ہے جو کہ عبارت ہے اسم سے۔

واحترز به: سے غرض قدم علیہ کی قید کے فائدے کو بیان کرنا ہے کہ یہ قید احترازی ہے اس سے احتراز ہے اس زید سے جو کہ زید ضرب میں واقع ہے اس لیے کہ اگر چہ زید کی طرف فعل ضرب مسند ہے لیکن فعل مقدم نہیں بلکہ مؤخر ہے لہٰذا زید فاعل نہیں ہوگا۔

لان الاسناد الى ضمير شيء: سے شارح کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔زید ضرب میں ضرب، زید کی طرف مسند نہیں ہے بلکہ ضمیر کی طرف مسند ہے، جب زید کی طرف فعل ضرب مسند ہی نہیں تو یہ ما اسند الیہ الفعل کی قید سے ہی خارج ہو گیا لہٰذا قدم علیہ کی قید کا اضافہ کر کے اس کو خارج کرنا اخراج الخارج ہوا۔

جواب: ۔کسی شے کی ضمیر کی طرف اسناد درحقیقت اسی شے کی طرف ہی اسناد ہوتا ہے۔لہٰذا ضرب کا زید کی ضمیر کی طرف اسناد گویا زید کی طرف اسناد ہے اس لئے اس کو نکالنے کیلئے مذکورہ قید کی ضرورت ہے۔

والمراد: سے شارح کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔فاعل کی تعریف دخولِ غیر سے مانع نہیں اس لیے کہ یہ تعریف اس "من" پر صادق آتی ہے جو کریم مَنْ یکرمک میں واقع ہے کیونکہ وہ اسم ہے اور اس کی طرف شبہ فعل یعنی کریم مسند ہے اور وہ اس سے مقدم بھی ہے اور اس کے ساتھ قائم بھی ہے اس پر واقع نہیں ہے حالانکہ وہ فاعل نہیں بلکہ مبتدأ ہے۔

جواب: ۔قدم (تقدیم) سے مراد تقدیم وجوبی ہے کیونکہ ضابطہ ہے المطلق اذا يطلق يراد به الفرد الكامل اور فردِ کامل تقدیم وجوبی ہے، اور مثال مذکور میں کریم اگرچہ مَن پر مقدم ہے لیکن اس کی تقدیم وجوبی نہیں (بلکہ جوازی ہے) چنانچہ یوں بھی کہہ سکتے ہیں من یکرمک کریم لہٰذا تعریف مانع ہے۔(سوال کابلی ص۱۱۷)

فان قلت: سے شارح کی غرض ایک اعتراض نقل کر کے قلت سے اس کا جواب دینا ہے۔

اعتراض: ۔فاعل کی تعریف دخولِ غیر سے مانع نہیں اس لیے کہ یہ تعریف اس رجل پر صادق آتی ہے جو فی الدار رجل میں واقع ہے کیونکہ یہ اسم ہے جس کی طرف شبہ فعل یعنی ظرف (فی الدار) مسند ہے اور یہ مقدم ہے اور اس کی تقدیم بھی وجوبی ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ جب خبر ظرف ہو اور مبتدأ نکرہ ہو تو خبر کی تقدیم مبتدأ پر واجب ہوتی ہے۔لہٰذا فی الدار کی تقدیم رجل پر واجب ہے حالانکہ رجل فاعل نہیں بلکہ یہ مبتدأ ہے۔

جواب: ۔یہاں قدم سے مراد نوعِ مسند کی تقدیم کا وجوب ہے کہ اس مسند (فعل یا شبہ فعل) کی نوع کو مقدم کرنا واجب ہو۔خبر کی نوع کی تقدیم مبتدأ پر واجب نہیں بلکہ اس کے بعض افراد کی (بعض عوارضات کی وجہ سے) تقدیم واجب ہے

بخلاف ماأسند الي الفاعل کے کہ اس کی نوع کی تقدیم فاعل پر واجب ہے۔

عَلٰی جِهَةِ قِيَامِهٖ اَیْ اِسْنَادًا وَاقِعًا عَلٰی طَرِيْقَةِ قِيَامِ الْفِعْلِ اَوْ شِبْهِهٖ بِهٖ اَیْ بِالْفَاعِلِ فَطَرِيْقُ

اس کے قیام کے طور پر یعنی ایسی اسناد جو کہ فعل یا شبہ فعل کے قیام کے طور پر واقع ہو اس کے ساتھ یعنی فاعل کے ساتھ پس فعل یا شبہ فعل کے

قِيَامِهٖ بِهٖ اَنْ يَّكُوْنَ عَلٰی صِيْغَةِ الْمَعْلُوْمِ اَوْ عَلٰی مَا فِیْ حُكْمِهَا كَاِسْمِ الْفَاعِلِ وَالصِّفَةِ

فاعل کے ساتھ قیام کا طریقہ یہ ہے کہ فعل یا شبہ فعل صیغہ معلوم ہو یا اس کے حکم میں ہو جیسے اسم فاعل اور صفت مشبہ

الْمُشَبَّهَةِ وَاحْتَرَزَ بِهٰذَا الْقَيْدِ عَنْ مَفْعُوْلِ مَا لَمْ يُسَمَّ فَاعِلُهٗ كَزَيْدٌ فِیْ ضُرِبَ زَيْدٌ عَلٰی

اور مصنف نے علی جہۃ قیامہ کی قید سے مفعول مالم یسم فاعلہ سے احتراز کیا ہے جیسے ضُرِبَ زَیْدٌ صیغہ مجہول پر

صِيْغَةِ الْمَجْهُوْلِ وَالْاِحْتِيَاجُ اِلٰی هٰذَا الْقَيْدِ اِنَّمَا هُوَ عَلٰی مَذْهَبِ مَنْ لَّمْ يَجْعَلْهُ دَاخِلًا

کی مثال میں زید ہے اور اس قید کی حاجت اس شخص کے مذہب پر ہی ہے جو مفعول مالم یسم فاعلہ کو فاعل میں داخل نہیں کرتا

فِی الْفَاعِلِ كَالْمُصَنِّفِ وَاَمَّا عَلٰی مَذْهَبِ مَنْ جَعَلَهٗ دَاخِلًا فِيْهِ كَصَاحِبِ الْمُفَصَّلِ

مثل مصنف کے لیکن اس شخص کے مذہب پر جو مفعول مالم یسم فاعلہ کو فاعل میں داخل کرتا ہے جیسے کہ صاحب مفصل

فَلَا حَاجَةَ اِلٰی هٰذَا الْقَيْدِ بَلْ يَجِبُ اَنْ لَّا يُقَيَّدَ بِهٖ مِثْلُ زَيْدٌ فِیْ قَامَ زَيْدٌ فَهٰذَا مِثَالٌ لِمَا

تو اس قید کی کوئی حاجت نہیں بلکہ ضروری ہے کہ فاعل کی تعریف کو اس سے مقید نہ کیا جائے (جیسے) زید (قام زید) میں پس یہ اس فاعل کی مثال ہے

اُسْنِدَ اِلَيْهِ الْفِعْلُ وَمِثْلُ اَبُوْهُ فِیْ زَيْدٌ قَائِمٌ اَبُوْهُ فَهٰذَا مِثَالٌ لِمَا اُسْنِدَ اِلَيْهِ شِبْهُ الْفِعْلِ.

جس کی طرف فعل کی اسناد کی گئی ہو اور (جیسے) ابوہ (زید قائم ابوہ) میں پس یہ اس کی مثال ہے جس کی طرف شبہ فعل کی اسناد کی گئی ہے۔

اغراض جامی:۔ عبارت بالا میں فاعل کی تعریف میں موجود دوسری قید کا فائدہ اور اس پر ہونے والے سوال وجواب کی تفصیل ہے

<u>اي اسنادا واقعا :</u> کہہ کر شارح نے اشارہ کر دیا کہ علی جہۃ قیامہ کا متعلق محذوف ہے جو کہ واقعا ہے اور واقعا صفت ہے اسنادا موصوف محذوف کی۔ اسنادا واقعا موصوف صفت ملکر اُسند کا مفعول مطلق ہے۔

<u>علي طريقة: ان عبارت میں</u> شارح نے جہت کے معنی کو متعین کر دیا کہ جہت بمعنی طریقہ کے ہے۔

<u>قيام الفعل او شبهه :</u> سے **شارح کی غرض** بیان مرجع ہے۔ قیامہ کی ضمیر کے مرجع کو متعین کر دیا کہ ضمیر کا مرجع احد الامرین ہے جیسا کہ کلمہ اَوْ سے مفہوم ہو رہا ہے۔

<u>اي بالفاعل:</u> سے **شارح کی غرض** بیان مرجع ہے۔ بہ ضمیر کے مرجع کو متعین کر دیا کہ ضمیر کا مرجع فاعل ہے۔

فطریق قیامہ: سے شارح کی غرض دوسوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال (۱):۔فاعل کی تعریف جامع نہیں اس لیے کہ یہ تعریف اس فاعل پر صادق نہیں آتی جو مات زید اور طال عمرو میں واقع ہے اس لیے کہ قیام کا مطلب بظاہر یہی ہے کہ فاعل سے وہ فعل صادر ہو حالانکہ ان مثالوں میں موت اور لمبا ہونا یہ فاعل (زید) سے صادر نہیں ہوا؟ **سوال (۲)**: ۔فاعل کی تعریف جامع نہیں ہے فعل منفی کے فاعل پر یہ بچی نہیں آ رہی جیسے ماضَرب زید اس میں ضرب کا زید کے ساتھ قیام نہیں ہے بلکہ قیام کی نفی اور عدم ہے۔

جواب:۔فاعل کے ساتھ فعل یا شبہ فعل کے قیام کا مطلب یہ ہے کہ فعل بصیغہ معلوم ہو یا معلوم کے حکم میں ہو جیسے اسم تفضیل، صفت مشبہ وغیرہ۔اب یہ تعریف اس فاعل پر صادق آ جائے گی جو مات زید اور طال عمرو میں واقع ہے کیونکہ ان میں فعل بصیغہ معلوم ہے۔اسی طرح فعل منفی ماضَرب زید پر بھی تعریف صادق آئے گی کیونکہ جب قیام سے مراد فعل معلوم ہے تو وہ عام ہے خواہ منفی ہو خواہ مثبت۔

واحترز بھذا: سے شارح کی غرض علی جھت قیامہ کی قید کے فائدے کو بیان کرنا ہے کہ یہ قید احترازی ہے اس سے مفعول مالم یسم فاعلہٗ سے احتراز ہے۔اس سے اس زید سے احتراز ہے جو ضُرِبَ زیدٌ میں واقع ہے اس لیے کہ اس میں صیغہ معلوم نہیں بلکہ بصیغہ مجہول ہے۔

والاحتیاج: سے شارح کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔صاحب مفصل اور عبدالقاہر جرجانی نے فاعل کی تعریف میں علی جھت قیامہ بہ کی قید کو ذکر نہیں کیا تو ابن حاجب کو بھی یہ قید ذکر نہ کرنی چاہیے تھی ان کے خلاف کیوں کیا ہے؟ حالانکہ وہ دونوں نحو میں امام مانے جاتے ہیں۔

جواب:۔ دراصل صاحب مفصل اور عبدالقاہر جرجانی کے ہاں مفعول مالم یسم فاعلہ فاعل میں داخل ہے لہٰذا ان کے نزدیک یہ قید لگانے کی ضرورت نہیں اور ابن حاجب اور بعض دیگر نحوی کہتے ہیں کہ مفعول مالم یسم فاعلہ فاعل میں داخل نہیں بلکہ فاعل سے الگ مرفوعات کی مستقل قسم ہے لہٰذا ان کے نزدیک اس قید کی ضرورت ہے تاکہ اس سے مفعول مالم یسم فاعلہ کو نکالا جائے۔

زید فی: بڑھا کر شارح نے یہ سمجھایا کہ محل استشھاد قام زید کا مجموعہ نہیں بلکہ صرف زید ہے جو قام زید میں واقع ہے اور قام کا فاعل ہے اسی بات کو سوال وجواب کی صورت میں بھی سمجھا جا سکتا ہے تو اس وقت عبارت سے غرض جامی دفع دخل مقدر ہوگا۔

سوال:۔آپ نے تو فاعل کی مثال پیش کرنی تھی اور قام زید میں تو قام فعل ہے تو یہ مثال درست نہیں؟

جواب:۔مقصود تو فاعل ہی کی مثال تھی لیکن ساتھ فعل کو بھی ذکر کر دیا تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ وہ کس کا فاعل ہے تو قام زید میں قام فعل اور زید فاعل ہے اور زید ہی محل استشھاد ہے۔

فھذا مثال:۔ سے ممثل لہ کی تعیین کردی ہے کہ زید اس فاعل کی مثال ہے جس کی طرف فعل مسند ہو۔ نیز مثل کا لفظ بڑھا کر اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ جملے کا عطف جملے پر ہے۔

ابوہ فی:۔ میں بھی شارح نے یہ سمجھایا کہ محل استشہاد زید قائم ابوہ کا مجموعہ نہیں بلکہ صرف ابوہ ہے جو زید قائم ابوہ میں واقع ہے

فھذا مثال:۔ سے ممثل لہ کی تعیین کردی ہے کہ ابوہ اس فاعل کی مثال ہے جس کی طرف شبہ فعل مسند ہے۔

سوال :۔صاحب کافیہ نے فاعل کی دو مثالیں ذکر کی ہیں (۱) قام زید (۲) زید قائم ابوہ، حالانکہ مثال توضیح کیلئے ہوتی ہے اس کیلئے ایک مثال کافی تھی دو مثالیں صاحب کافیہ نے کیوں دیں؟

جواب :۔صاحب کافیہ نے دو مثالیں اس لئے دیں کہ یہاں ممثل لہ متعدد ہے ایک مثال ما اسند الیہ الفعل کی ہے اور دوسری مثال ما اسند الیہ شبہ الفعل کی ہے لہذا جب ممثل لہ متعدد ہے تو مثالوں میں تعدد ضروری ہے۔

ضابطہ برائے فاعل

وَالْاَصَلُ فِیْ الْفَاعِلِ اَیْ مَایَنْبَغِیْ اَنْ یَّکُوْنَ الْفَاعِلُ عَلَیْہِ اِنْ لَّمْ یَمْنَعْ مَانِعٌ اَنْ یَّلِیَ الْفِعْلَ الْمُسْنَدَ

اور اصل فاعل میں یعنی وہ چیز کہ جس پر فاعل کا ہونا مناسب ہے اگر کوئی مانع منع نہ کرے یہ ہے کہ فاعل متصل ہو فعل سے جس کی فاعل کی طرف

اِلَیْہِ اَیْ یَکُوْنُ بَعْدَہٗ مِنْ غَیْرِ اَنْ یَّتَقَدَّمَ عَلَیْہِ شَیْءٌ آخَرُ مِنْ مَعْمُوْلَاتِہٖ لِاَنَّہٗ کَالْجُزْءِ مِنَ الْفِعْلِ

اسناد کی جاتی ہے یعنی فاعل فعل کے بعد ہو اس کے بغیر کہ فعل کے معمولات میں سے کوئی اور چیز فاعل سے مقدم ہو کیونکہ فعل کے فاعل کی طرف

لِشِدَّۃِ اِحْتِیَاجِ الْفِعْلِ اِلَیْہِ وَیَدُلُّ عَلٰی ذَالِکَ اِسْکَانُ اللَّامِ فِیْ ضَرَبْتُ لِاَنَّہٗ لِدَفْعِ تَوَالِی اَرْبَعِ

سخت محتاج ہونے کی وجہ سے فاعل فعل کی جز کی مانند ہے فاعل کے فعل کی جز کی مانند ہونے پر ضربت میں لام کلمہ کا ساکن کرنا دلالت کرتا ہے کیونکہ اسکان لام

حَرَکَاتٍ فِیْمَا ھُوَ بِمَنْزِلَۃِ کَلِمَۃٍ وَاحِدَۃٍ فَلِذَالِکَ الْاَصْلِ الَّذِیْ یَقْتَضِیْ تَقَدُّمَ الْفَاعِلِ عَلٰی

چار حرکتوں کے تسلسل کو دور کرنے کے لئے ہے جو کہ ایک کلمہ کے بمنزلہ ہے پس اسی اصل کی وجہ سے جو کہ فعل کے تمام معمولات سے

سَائِرِ مَعْمُوْلَاتِ الْفِعْلِ جَازَ ضَرَبَ غُلَامَہٗ زَیْدٌ لِتَقَدُّمِ مَرْجِعِ الضَّمِیْرِ وَھُوَ زَیْدٌ رُتْبَۃً فَلَا یَلْزَمُ

فاعل کے مقدم ہونے کا تقاضا کرتی ہے جائز ہے ضَرَبَ غُلَامَہٗ زَیْدٌ مرجع ضمیر کے جو کہ زید ہے رتبہ میں مقدم ہونے کی وجہ سے لہذا اضمار قبل الذکر

الْاِضْمَارُ قَبْلَ الذِّکْرِ مُطْلَقًا بَلْ لَفْظًا فَقَطْ وَذٰلِکَ جَائِزٌ وَامْتَنَعَ ضَرَبَ غُلَامُہٗ زَیْدًا لِتَاَخُّرِ

مطلقا لازم نہیں آتا بلکہ صرف لفظا ہے اور وہ جائز ہے اور ناجائز ہے ضَرَبَ غُلَامُہٗ زَیْدًا مرجع ضمیر کے

مَرْجِعِ الضَّمِيْرِ وَهُوَ زَيْدٌ لَفْظًا وَرُتْبَةً فَيَلْزَمُ الْإِضْمَارُ قَبْلَ الذِّكْرِ لَفْظًا وَرُتْبَةً وَذٰلِكَ غَيْرُ

جو کہ زید ہے لفظوں میں اور مرتبے میں موخر ہونے کی وجہ سے، لہذا لفظوں میں اور مرتبے میں اضمار قبل الذکر لازم آتا ہے اور وہ جائز نہیں ہے

جَائِزٍ خِلَافًا لِلْاَخْفَشِ وَابْنِ جِنِّيْ وَمُسْتَنَدُ هُمَا فِيْ ذٰلِكَ قَوْلُ الشَّاعِرِ شِعْرٌ

اخفش اور ابن جنی کا اختلاف ہے اور اس جواز میں ان دونوں کی دلیل شاعر کا قول ہے شعر

جَزٰى رَبُّهُ عَنِّيْ عَدِيَّ بْنَ حَاتِمٍ	جَزَاءَ الْكِلَابِ الْعَاوِيَاتِ وَقَدْ فَعَلْ
عدی ابن حاتم کا رب اسے میری طرف سے سزا دے	بھونکنے والے کتے کی سی سزا اور اس نے کر دیا

وَاُجِيْبَ عَنْهُ بِاَنَّ هٰذَا لِضَرُوْرَةِ الشِّعْرِ وَالْمُرَادُ عَدَمُ جَوَازِهٖ فِيْ سَعَةِ الْكَلَامِ وَبِاَنَّهٗ لَا نُسَلِّمُ اَنَّ

اور ان کی دلیل کا جواب دیا گیا ہے کہ یہ ضرورت شعر کی وجہ سے ہے اور مراد عدم جواز اضمار قبل الذکر وسعت کلام میں ہے اور یہ کہ ہم اس بات کو

الضَّمِيْرَ يَرْجِعُ اِلَى الْعَدِيِّ بَلْ اِلَى الْمَصْدَرِ الَّذِيْ يَدُلُّ عَلَيْهِ الْفِعْلُ اَيْ جَزٰى رَبُّ الْجَزَاءِ

تسلیم نہیں کرتے کہ ضمیر عدی کی طرف لوٹتی ہے بلکہ اس مصدر کی طرف کہ جس پر فعل دلالت کرتا ہے یعنی جزی رب الجزاء۔

خلاصہ متن:۔ متن کی عبارت میں فاعل سے متعلق ایک حکم بیان کیا گیا ہے کہ فاعل میں اصل یہ ہے کہ وہ فعل کے متصل ہوگا پھر ماتن نے اس ضابطہ پر ایک تفریع ذکر کی ہے کہ چونکہ فاعل میں اصل یہ ہے کہ وہ فعل کے متصل ہو اسی وجہ سے ضَرَبَ غُلَامَهٗ زَيْدٌ کی ترکیب جائز ہے اور ضَرَبَ غُلَامُهٗ زَيْدًا کی ترکیب ممتنع ہے۔ پہلی ترکیب کے جائز ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں غلامہ کی ضمیر کا مرجع زید ہے جو کہ فاعل ہونے کی بنا پر رتبتاً غلام سے پہلے ہے اس لئے اضمار قبل الذکر لازم نہ آئے گا اور دوسری ترکیب اس لئے ناجائز ہے کہ اس میں غلامہ کی ضمیر کا مرجع زید ہے جو کہ مفعول بہ ہے اور وہ لفظاً اور رتبتاً دونوں اعتبار سے ضمیر کے بعد ہے اس لئے اضمار قبل الذکر لفظاً اور رتبۃً دونوں اعتبار سے لازم آئے گا اور وہ جائز نہیں ہے۔

اغراض جامی:۔ فاعل کی تعریف سے فارغ ہونے کے بعد اب درج بالا عبارت سے فاعل کے احکامات بیان کر رہے ہیں۔

فی الفاعل:۔ سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ الاصل مبتدا اور مابعد والا جملہ ان یلی الفعل خبر ہے اور خبر کا حمل ہوتا ہے مبتدا پر اور یہاں الاصل عام اور مبہم ہے کیونکہ معلوم نہیں ہے کہ اصل سے کونسا اصل مراد ہے اصل فی الفاعل یا اصل فی المبتدا یا اصل فی الخبر وغیرہ اور خبر (ان یلی الفعل) خاص ہے خاص کا حمل عام اور مبہم پر جائز نہیں ہے۔

جواب:۔ فی الفاعل کا لفظ مقدر نکال کر علامہ جامی رحمہ اللہ تعالیٰ جواب دے رہے ہیں کہ الاصل عام اور مبہم نہیں ہے بلکہ

اس پر الف لام عہد خارجی کا ہے اس سے مراد اصل فی الفاعل ہے قرینہ یہ ہے کہ بحث فاعل کی جاری ہے لہذا ابتدا بھی خاص ہے تو حمل درست ہے۔

ای ما ینبغی: سے **شارح کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔**

سوال: ۔اصل کا مشہور معنی قاعدہ کلیہ ہے اور قاعدہ کلیہ وہ ہوتا ہے جو اپنے تمام افراد و جزئیات پر منطبق ہو تو مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت کا مطلب ہوگا کہ فاعل میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ وہ فعل کے ساتھ متصل ہوگا فعل اور اس کے درمیان کبھی فاصلہ نہ ہوگا حالانکہ بہت سے مقامات ہیں جہاں فاعل فعل کے ساتھ متصل نہیں ہوتا بلکہ فاصلہ ہوتا ہے مثلاً ما ضرب عمروا الا زید (۲) ضربک زید۔ تو قاعدہ کلیہ منقوض ہو جائے گا۔

جواب: ۔ای ینبغی سے شارح جواب دے رہے ہیں کہ اصل کے کئی معانی آتے ہیں (۱) اصل بمعنی قاعدہ کلیہ (۲) اصل بمعنی دلیل (۳) اصل بمعنی اولیٰ اور مناسب۔ تو شارح نے معنی ثالث کو متعین کر دیا کہ یہاں اصل کا معنی ''اولیٰ اور مناسب'' ہے یعنی فاعل کیلئے اولیٰ یہ ہے کہ وہ فعل کے ساتھ ملا ہوا ہو۔

ان لم یمنع: سے **شارح کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔**

سوال: ۔ہم یہ بات تسلیم نہیں کرتے کہ فاعل میں اولیٰ اور مناسب یہ ہے کہ فعل کے متصل ہو اس لیے کہ مَا ضَرَبَ عَمْرًوا اِلَّا زَیْدٌ میں زید فاعل ہے اور اس کا ضرب کے ساتھ متصل ہونا مناسب اور اولیٰ نہیں بلکہ ممنوع ہے۔

جواب: ۔یہ ہے کہ فاعل کا فعل کے ساتھ متصل ہونا مناسب اور اولیٰ اس وقت ہے جب کوئی مانع نہ ہو اور مثال مذکور میں مانع موجود ہے اور وہ مانع فاعل کا اِلَّا کے بعد واقع ہونا ہے۔

المسند الیہ: سے **شارح کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ سوال**: ۔جس طرح فاعل کا فعل کے ساتھ متصل ہونا اولیٰ اور مناسب ہے اسی طرح فاعل کا شبہ فعل کے ساتھ متصل ہونا بھی تو اولیٰ ہے تو مصنفؒ نے شبہ فعل کو ذکر کیوں نہیں کیا؟

جواب: ۔المسند الیہ سے شارح نے جواب دیا کہ یہاں فعل سے مراد مسند الی الفاعل ہے اور یہ فعل و شبہ فعل دونوں کو شامل ہے۔

ای یکون بعدہ: سے **شارح کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔**

سوال: ۔علامہ ابن حاجب نے فرمایا کہ فاعل کیلئے اصل یہ ہے کہ وہ فعل کے ساتھ متصل ہوگا، اس ایلاء (اتصال) کی دو صورتیں ہیں (۱) فعل سے مقدم ہو کر متصل ہو (۲) فعل سے مؤخر ہو کر متصل ہو یہاں کونسی صورت مراد ہے۔

جواب: ۔ای یکون بعدہ سے شارح جامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ یہاں ایلاء کی دوسری قسم مراد ہے یعنی فعل سے مؤخر ہو کر متصل ہو مقدم نہ ہو۔

من معمولاته: سے شارح کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: آپ نے کہا کہ اگر کوئی مانع نہ ہو تو فاعل کا فعل کے ساتھ متصل ہونا مناسب ہے ہم مثال دیتے ہیں کہ کوئی مانع بھی موجود نہیں لیکن اس کے باوجود فاعل فعل کے ساتھ متصل نہیں ہے جیسے لیضربن زید درمیان میں نون ثقیلہ کا فاصلہ ہے، یا جیسے کفیٰ باللہ شہیدا میں لفظ اللہ فاعل ہے کفیٰ فعل ہے دونوں کے درمیان باء کا فاصلہ ہے فاعل کا فعل کے ساتھ اتصال نہیں ہے۔

جواب: مراد یہ ہے کہ فعل کے دوسرے معمولات (مفعول بہ وغیرہ) فاعل سے مقدم نہ ہوں لہذا نون ثقیلہ کا درمیان میں آنا یا باللہ میں باء کا آنا ضابطہ کے خلاف نہیں ہے کیونکہ یہ فعل کے معمولات میں سے نہیں ہے۔

لانه كالجزء من الفعل: سے فاعل کے فعل کے ساتھ متصل ہونے کے اولیٰ ہونے کی دلیل کا بیان ہے۔ جس کا **حاصل** یہ ہے کہ فاعل بمنزلہ فعل کی جز کے ہے۔ شارح کی عبارت میں یہ جملہ صغریٰ ہے اور کبریٰ یہ ہے کہ ہر وہ چیز جو کسی شے کی جز کی مانند ہو اس میں اصل اور اولیٰ یہ ہے کہ وہ اس شئی کے متصل ہو۔ لہذا فاعل کیلئے اولیٰ یہ ہے کہ وہ فعل کے متصل ہو۔

لشدة: سے شارح کی غرض اپنے سابقہ دعوی کے صغری کی دلیل بیان فرمانا ہے۔ جس کا **حاصل** یہ ہے کہ فعل کو فاعل کی طرف شدت احتیاج ہوتا ہے جیسے کل جز کا شدت سے محتاج ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ فاعل فعل کی جز کی مانند ہے۔

ويدل: سے فاعل کے بمنزلہ جز ہونے کی دلیل کا بیان ہے کہ ضَرَبْتُ میں لام کلمہ (یعنی با) کو ساکن کرنا دلالت کرتا ہے کہ فاعل فعل کے جز کی مانند ہے کیونکہ لام کلمہ (باء) کو اس لئے ساکن کیا گیا ہے تا کہ توالی اربع حرکات لازم نہ آئے اور توالی اربع حرکات ایک کلمہ میں منع ہے نہ کہ دو کلموں میں تو ثابت ہوا ضربتُ فعل فاعل مل کر ایک کلمہ ہے اس سے شدت اتصال وشدت احتیاج ثابت ہوتی ہے۔

فلذلك: یہ عبارت ماقبل پر تفریع ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ چونکہ فاعل میں اصل یہ ہے کہ وہ فعل کے متصل ہو اسی وجہ سے ضَرَبَ غُلَامَهُ زَيْدٌ کی ترکیب جائز ہے اور ضَرَبَ غُلَامُهُ زيدًا کی ترکیب ممتنع ہے

الاصل الذي الخ: سے شارح نے ذلک کا مشارٌ الیہ متعین کیا کہ ذلک کا مشارٌ الیہ اصل ہے۔ یعنی بوجہ اس اصل کے جو تقاضا کرتا ہے فاعل کے تقدم کا فعل کے باقی معمولات پر جائز ہے ضرب غلامَہ زیدٌ۔

لتقدم: سے شارح کی غرض ضَرَبَ غُلَامَهُ زَيْدٌ کی ترکیب کے جواز کی وجہ بیان کرنا ہے کہ غلامہ کی ضمیر کا مرجع زید ہے جو اگر چہ لفظاً مؤخر ہے لیکن رتبتاً مقدم ہے اس لیے کہ زید فاعل ہے اور فاعل رتبتاً مفعول سے مقدم ہو کر فعل کے ساتھ متصل ہوتا ہے۔ لہذا لفظاً اضمار قبل الذکر لازم آیا نہ کہ رتبتاً اور اضمار قبل الذکر لفظاً جائز ہے۔

لتاخر: سے شارح کی غرض ضَرَبَ غُلَامُهُ زَيْدًا کی ترکیب کے ممتنع ہونے کی وجہ بیان کرنا ہے کہ غلامہ کی ضمیر کا مرجع زید

ہے جوکہ لفظاً بھی مؤخر اور رتبتاً بھی مؤخر ہے لفظاً تو ظاہر ہے رتبتاً مؤخر اس لیے ہے وہ مفعول بہ ہے اور مفعول بہ رتبتاً مؤخر ہوتا ہے لہٰذا لفظاً اور رتبتاً اضمار قبل الذکر لازم آیا جوکہ جائز نہیں ہے۔

خلافاً للاخفش وابن جنی :۔ سے **شارح کی غرض بیانِ اختلاف** ہے۔ بعض شارحین نے اس عبارت کی شرح یوں بیان کی ہے کہ اس عبارت کا تعلق **ذلک غیر جائز** کے ساتھ ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ جمہور کے نزدیک اضمار قبل الذکر لفظاً ورتبتاً ناجائز ہے بخلاف اخفش اور ابن جنی کے کہ ان کے نزدیک اضمار قبل الذکر لفظاً ورتبتاً جائز ہے۔ لیکن علامہ جامی کی عبارت کا یہ مطلب بیان کرنا درست نہیں اس لیے کہ اضمار قبل الذکر لفظاً ورتبتاً بالاتفاق ناجائز ہے۔ بلکہ اس کی شرح صحیح یہ ہے کہ اس عبارت کا تعلق **وذلک غیر جائز** کے ساتھ نہیں بلکہ اس کا تعلق **فیلزم** کیساتھ ہے۔ اب عبارت کا حاصل یہ ہوگا کہ جمہور کے نزدیک مثال مذکور میں اضمار قبل الذکر لفظاً ورتبتاً لازم آتا ہے اسی وجہ سے ان کے نزدیک مثال مذکور ممتنع ہے اور اخفش اور ابن جنی کے نزدیک مثال مذکور میں لفظاً ورتبتاً اضمار قبل الذکر لازم نہیں آتا۔ اس وجہ سے مثال مذکور ان کے نزدیک جائز ہے ان کی **دلیل** یہ ہے کہ جس طرح فعل شدت سے فاعل کا محتاج ہوتا ہے اسی طرح فعل شدت سے مفعول کا بھی محتاج ہوتا ہے دونوں میں اصل یہ ہے کہ وہ فعل کے متصل ہوں تو ترکیب مذکور میں لفظاً ورتبتاً اضمار قبل الذکر لازم نہیں آتا بلکہ صرف لفظاً اضمار قبل الذکر لازم آیا جوکہ جائز ہے اسی وجہ سے مثال مذکور جائز ہے اور اخفش اور ابن جنی ایک شاعر کے شعر سے استدلال کرتے ہیں

جزیٰ ربُّہٗ عنّیَ عدی بن حاتمٍ　　　جَزاءَ الکلاب العاویات وقد فَعَل

اس میں محل استشہاد ربُّہٗ ہے۔ **طریق استدلال** یہ ہے کہ ربُّہٗ جزیٰ کا فاعل ہے اور اس کے ساتھ ضمیر مفعول متصل ہے جو عدی بن حاتم کی طرف راجع ہے جوکہ مفعول بہ ہے اور فاعل سے مؤخر ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ اگر فاعل کے ساتھ ضمیر ہو اور وہ ضمیر راجع ہو مفعول مؤخر کی طرف تو یہ جائز ہے۔

اجیب :۔ سے شارح نے اخفش اور ابن جنی کی دلیل کے دو جواب دیئے ہیں پہلا جواب تسلیمی ہے اور دوسرا جواب عدم تسلیمی ہے۔

جواب (۱) :۔ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ ربہ کی ضمیر عدی بن حاتم کی طرف راجع ہے باوجودیکہ وہ مؤخر ہے لیکن یہ ضرورۃ شعری کی وجہ سے ہے ضابطہ ہے یجوز للشاعر مالا یجوز لغیرہ اور یہ جو کہا گیا ہے کہ فاعل کے ساتھ ضمیر کا اتصال مع تاخیر المفعول جائز نہیں یہ وسعت کلام (نثر) میں ہے۔

جواب (۲) :۔ ہم یہ تسلیم ہی نہیں کرتے ربہ کی ضمیر کا مرجع عدی بن حاتم ہے بلکہ مرجع جزاء مصدر ہے جس پر جزیٰ فعل دلالت کر رہا ہے تقدیر عبارت یوں ہوگی جزیٰ رب الجزاء.

شعر کی ترکیب :۔ جزیٰ صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی معلوم ربہ مرکب اضافی ہو کر جزیٰ کا فاعل عنی جار مجرور

متعلق جزی فعل کے عدی بن حاتم عدی موصوف بن مضاف حاتم مضاف الیہ مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر موصوف کی صفت موصوف اپنی صفت سے مل کر مفعول بہ ہوا جزی فعل کا جزاء مضاف الکلاب العاویات مرکب توصیفی ہو کر مضاف الیہ مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مفعول مطلق ہوا جزی فعل کا فعل اپنے فاعل مفعول بہ اور مفعول مطلق اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا وقد فعل یہ جملہ خبریہ رب سے حال واقع ہو رہا ہے۔

فاعل کی تقدیم وجوبی کے مقامات

وَاِذَا انْتَفَى الْاِعْرَابُ الدَّالُ عَلٰى فَاعَلِيَّةِ الْفَاعِلِ وَمَفْعُوْلِيَّةِ الْمَفْعُوْلِ بِالْوَضْعِ لَفْظًا فِيْهِمَا اَىْ

اور جب منتفی ہوا اعراب جو فاعل کی فاعلیہ پر اور مفعول کی مفعولیہ پر وضع کے اعتبار سے دلالت کرتا ہے لفظی طور پر دونوں میں یعنی

فِى الْفَاعِلِ الْمُتَقَدِّمِ ذِكْرُهٗ صَرِيْحًا وَفِىْ ضِمْنِ الْاَمْثِلَةِ وَالْمَفْعُوْلِ الْمُتَقَدِّمِ ذِكْرُهٗ فِىْ ضِمْنِ

فاعل میں کہ جس کا ذکر پہلے صراحت سے اور مثالوں کے ضمن میں گذرا اور مفعول میں کہ جس کا ذکر مثالوں کے

الْاَمْثِلَةِ وَالْقَرِيْنَةَ اَىْ اَلْاَمْرُ الدَّالُّ عَلَيْهِمَا لَا بِالْوَضْعِ اِذْ لَا يُعْهَدُ اَنْ يُّطْلَقَ عَلٰى مَا وُضِعَ بِاِزَاءِ

ضمن میں گزرا اور قرینہ یعنی وہ چیز جو فاعل اور مفعول پر بلا وضع دلالت کرے کیونکہ یہ معلوم نہیں ہوا کہ اس پر جو ایک چیز کے مقابلے میں وضع کی گئی ہے

شَيْءٍ اَنَّهٗ قَرِيْنَةٌ عَلَيْهِ فَلَا يَرِدُ عَلَيْهِ اَنَّ ذِكْرَ الْاَعْرَابِ مُسْتَغْنًى عَنْهُ اِذِ الْقَرِيْنَةُ شَامِلَةٌ لَهٗ وَهِيَ اَمَّا

اس بات کا اطلاق کیا جائے کہ وہ اس پر قرینہ ہے لہذا ذکر قرینہ پر یہ اعتراض وارد نہ ہوگا کہ اعراب کے ذکر کی حاجت نہیں کہ قرینہ اعراب کو شامل ہے اور

لَفْظِيَّةٌ نَحْوُ ضَرَبَتْ مُوْسٰى حُبْلٰى اَوْ مَعْنَوِيَّةٌ نَحْوُ اَكَلَ الْكُمَّثْرٰى يَحْيٰى اَوْ كَانَ الْفَاعِلُ

قرینہ یا تو لفظی ہوگا جیسے ضَرَبَتْ مُوْسٰى حُبْلٰى یا معنوی ہوگا جیسے اَكَلَ الْكُمَّثْرٰى يَحْيٰى یا ہو وہ فاعل

مُضْمَرًا مُتَّصِلًا بِالْفِعْلِ بَارِزًا كَضَرَبْتُ زَيْدًا اَوْ مُسْتَكِنًّا كَزَيْدٌ ضَرَبَ غُلَامَهٗ بِشَرْطِ اَنْ يَّكُوْنَ

ضمیر متصل فعل کے ساتھ بارز ہو کر جیسے ضَرَبْتُ زَيْدًا یا مستتر ہو کر جیسے زَيْدٌ ضَرَبَ غُلَامَهٗ اس شرط سے کہ

الْمَفْعُوْلُ مُتَاَخِّرًا عَنِ الْفِعْلِ لِئَلَّا يَنْتَقِضَ بِمِثْلِ زَيْدًا ضَرَبْتُ اَوْ وَقَعَ مَفْعُوْلُهٗ اَىْ مَفْعُوْلُ

مفعول بہ فعل سے مؤخر ہو تاکہ مصنف کا قول زَيْدًا ضَرَبْتُ سے ٹوٹ نہ جائے یا واقع ہو اس کا مفعول یعنی فاعل کا مفعول

الْفَاعِلِ بَعْدَ اِلَّا بِشَرْطِ تَوَسُّطِهَا بَيْنَهُمَا فِىْ صُوْرَتَيِ التَّقْدِيْمِ وَالتَّاخِيْرِ نَحْوُ مَا ضَرَبَ زَيْدٌ اِلَّا

الا کے بعد اس شرط کیساتھ کہ الا تقدیم وتاخیر کی دونوں صورتوں میں فاعل ومفعول دونوں کے درمیان میں ہو جیسے مَا ضَرَبَ زَيْدٌ اِلَّا عَمْرًوا

عَمْرًوا اَوْ بَعْدَ مَعْنَاهَا نَحْوُ اِنَّمَا ضَرَبَ زَيْدٌ عَمْرًوا وَجَبَ تَقْدِيْمُهٗ اَیْ تَقْدِيْمُ الْفَاعِلِ عَلَی

یاالا کے معنی کے بعد جیسے اِنَّمَا ضَرَبَ زَیْدٌ عَمْرًوا تو اس کی تقدیم واجب ہے یعنی ان تمام صورتوں میں

الْمَفْعُوْلِ فِیْ جَمِيْعِ هٰذِهِ الصُّوَرِ اَمَّا فِیْ صُوْرَةِ اِنْتِفَاءِ الْاِعْرَابِ فِيْهِمَا وَالْقَرِيْنَةِ فَلِلتَّحَرُّزِ عَنِ

فاعل کی مفعول پر تقدیم ضروری ہے۔ بہر حال فاعل ومفعول میں قرینہ واعراب کے منتفی ہونے کی صورت میں التباس سے بچنے کے لئے

الْاِلْتِبَاسِ وَاَمَّا فِیْ صُوْرَةِ كَوْنِ الْفَاعِلِ ضَمِيْرًا مُتَّصِلًا فَلِمُنَافَاةِ الْاِتِّصَالِ الْاِنْفِصَالَ وَاَمَّا فِیْ

اور بہر حال فاعل کے ضمیر متصل ہونے کی صورت میں اتصال کے انفصال کے منافی ہونے کی وجہ سے اور بہر حال

صُوْرَةِ وُقُوْعِ الْمَفْعُوْلِ بَعْدَ اِلَّا لٰكِنْ بِشَرْطِ تَوَسُّطِهَا بَيْنَهُمَا فِیْ صُوْرَتَیِ التَّقْدِيْمِ وَالتَّاخِيْرِ

مفعول کے الا کے بعد واقع ہونے کی صورت میں لیکن اس شرط کے ساتھ کہ الا تقدیم وتاخیر کی دونوں صورتوں میں فاعل ومفعول کے درمیان ہو

فَلِئَلَّا يَنْقَلِبَ الْحَصْرُ الْمَطْلُوْبُ فَاِنَّ الْمَفْهُوْمَ مِنْ قَوْلِهٖ مَا ضَرَبَ زَيْدٌ اِلَّا عَمْرًوا اِنْحِصَارُ

تو اس لئے تا کہ حصر مطلوب منقلب نہ ہو جائے کیونکہ قائل کے قول مَا ضَرَبَ زَیْدٌ اِلَّا عَمْرًوا سے مفہوم زید کی ضاربیت کا

ضَارِبِيَّةِ زَيْدٍ فِیْ عَمْرٍو مَعَ جَوَازِ اَنْ يَّكُوْنَ عَمْرٌو مَضْرُوْبًا لِشَخْصٍ آخَرَ وَالْمَفْهُوْمُ مِنْ قَوْلِهٖ

انحصار ہے عمرو میں باوجود اس بات کے جواز کے کہ عمرو کسی دوسرے شخص کا مضروب ہو اور قائل کے قول

مَا ضَرَبَ عَمْرًا اِلَّا زَيْدٌ اِنْحِصَارُ مَضْرُوْبِيَّةِ عَمْرٍو فِیْ زَيْدٍ مَعَ جَوَازِ اَنْ يَّكُوْنَ زَيْدٌ ضَارِبًا

مَا ضَرَبَ عَمْرًا اِلَّا زَیْدٌ سے مقصود عمرو کی مضروبیت کا انحصار زید میں باوجود اس بات کے جواز کے کہ زید کسی دوسرے شخص کا ضارب ہو

لِشَخْصٍ آخَرَ فَلَوْ اِنْقَلَبَ اَحَدُهُمَا بِالْآخَرِ لَانْقَلَبَ الْحَصْرُ الْمَطْلُوْبُ وَاِنَّمَا قُلْنَا بِشَرْطِ

پس ان دو میں سے ایک اگر دوسرے سے منقلب ہو جائے تو حصر منقلب ہو جائے گا اور ہم نے تقدیم وتاخیر کی دونوں صورتوں میں

تَوَسُّطِهَا بَيْنَهُمَا فِیْ صُوْرَتَیِ التَّقْدِيْمِ وَالتَّاخِيْرِ لِاَنَّهٗ لَوْ قُدِّمَ الْمَفْعُوْلُ عَلَی الْفَاعِلِ مَعَ اِلَّا فَيُقَالُ

الا کے فاعل ومفعول کے درمیان ہونے کی شرط کے ساتھ اس لئے کہا کہ اگر الا کے ہمراہ مفعول کو فاعل سے مقدم کیا جائے پس کہا جائے

مَا ضَرَبَ اِلَّا عَمْرًوا زَيْدٌ فَالظَّاهِرُ اَنَّ مَعْنَاهُ اِنْحِصَارُ ضَارِبِيَّةِ زَيْدٍ فِیْ عَمْرٍو اِذِ الْحَصْرُ اِنَّمَا

مَا ضَرَبَ اِلَّا عَمْرًوا زَیْدٌ تو ظاہر یہ ہے کہ اس کا معنی زید کی ضاربیت کا انحصار ہے عمرو میں کیوں کہ حصر اس میں ہوتا ہے

هُوَ فِیْ مَا يَلِیْ اِلَّا فَلَا يَنْقَلِبُ الْحَصْرُ الْمَطْلُوْبُ فَلَا يَجِبُ تَقْدِيْمُ الْفَاعِلِ لٰكِنْ لَمْ يَسْتَحْسِنْهُ

جو الا کے متصل ہو لہذا حصر مطلوب منقلب نہ ہوگا اس لئے فاعل کی تقدیم ضروری نہ رہی لیکن بعض نحاۃ نے اسے مستحسن قرار نہیں دیا

بَعْضُهُمْ لِاَنَّهُ مِنْ قَبِيْلِ قَصْرِ الصِّفَةِ قَبْلَ تَمَامِهَا وَاِنَّمَا قُلْنَا الظَّاهِرُ اَنَّ مَعْنَاهُ كَذَا لِاِحْتِمَالِ اَنْ

کیونکہ یہ قصر صفت قبل از تمام صفت کے قبیل سے ہے اور ہم نے الظاهر ان معناه كذا اس بات کے احتمال کی وجہ سے کہا کہ

يَكُوْنَ مَعْنَاهُ مَا ضَرَبَ اَحَدًا اَحَدٌ اِلَّا عَمْرًوا زَيْدٌ فَيُفِيْدُ اِنْحِصَارَ صِفَةِ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا فِي

اس کا معنی یہ ہو ما ضرب احدا احد الا عمروا زید پس یہ معنی جو غیر ظاہر ہے فاعل ومفعول میں سے ہر ایک کی صفت کے دوسرے میں انحصار کا

الْاٰخَرِ وَهُوَ اَيْضًا خِلَافُ الْمَقْصُوْدِ وَاَمَّا وُجُوْبُ تَقْدِيْمِهٖ عَلَيْهِ فِيْ صُوْرَةِ وُقُوْعِ الْمَفْعُوْلِ بَعْدَ

فائدہ دے گا اور وہ بھی خلاف مقصود ہے اور بہر حال مفعول کے الا کے معنی کے بعد واقع ہونے کی صورت میں اس سے فاعل کی تقدیم کا ضروری ہونا

مَعْنٰى اِلَّا لِاَنَّ الْحَصْرَ هٰهُنَا فِي الْجُزْءِ الْاَخِيْرِ فَلَوْ اُخِّرَ الْفَاعِلُ لَانْقَلَبَ الْمَعْنٰى قَطْعًا

تو اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں پر حصر جز واخیر میں ہے لہذا اگر فاعل کو موخر کر دیا جائے تو معنی یقیناً عکس ہو جائے گا ۔

خلاصۂ متن: ۔صاحب کافیہ کی غرض ان عوارض کو بیان کرنا ہے جن کی وجہ سے فاعل کی تقدیم مفعول پر واجب ہے وہ عوارض چار ہیں (۱) فاعل اور مفعول دونوں میں اعراب لفظی اور قرینہ منتفی ہو جیسے ضرب موسی عیسیٰ (۲) فاعل ضمیر متصل بالفعل ہو جیسے ضربتُ زیدًا (۳) مفعول الا کے بعد واقع ہو جیسے ما ضرب زید الاعمروا (۴) مفعول معنی الا کے بعد واقع ہو جیسے انما ضرب زید عمروا.

اغراض جامی: ۔الدال: یہ اعراب کی صفت کاشفہ ہے اعراب کی تعریف نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جب اعراب منتفی ہو جائے جو بالوضع فاعل کی فاعلیت اور مفعول کی مفعولیت پر دلالت کرے۔ اگر بالوضع کے ساتھ اس کی تشریح نہ کرتے تو کہا جا سکتا تھا کہ اعراب تو بہر صورت موجود ہوتا ہے لفظا نہ ہو تو تقدیرا ہوگا تقدیرا نہ ہو تو محلا ہوگا اس لئے کہہ دیا کہ اعراب سے مراد ہر اعراب نہیں بلکہ صرف وہ اعراب مراد ہے جس کی وضع ہی فاعل کی فاعلیہ اور مفعول کی مفعولیت پر دلالت کے لئے ہو۔

فی الفاعل: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔کی تقریر یہ ہے کہ فیهما میں ضمیر کا مرجع فاعل اور مفعول دونوں ہیں فاعل کا ذکر تو گزر چکا ہے لیکن مفعول کا ذکر نہیں گزرا لہذا مفعول میں اضمار قبل الذکر لازم آیا جو کہ جائز نہیں ہے۔

جواب: ۔فاعل کا ذکر صراحتاً ہو چکا اور مثالوں کے ضمن میں بھی ہو چکا اور مفعول کا ذکر اگر چہ صراحتاً نہیں ہوا لیکن مثالوں کے ضمن میں ہو چکا اور مذکور ضمنی کی طرف ضمیر کو راجع کرنا درست ہے لہذا اضمار قبل الذکر لازم نہ آیا۔

ای الامر الدال: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: اعراب کا ذکر مستدرک و بے فائدہ ہے اس لیے کہ قرینہ اعراب کو بھی شامل ہے کیونکہ قرینہ کی تعریف یہ ہے جو کسی شے کی تعیین پر دلالت کرے اور یہ بات اعراب میں بھی پائی جاتی ہے۔ لہٰذا اعراب کو ذکر کرنا بے فائدہ ہوا۔ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کو یوں کہنا چاہئے تھا و اذا انتفی القرینۃ فیھما اعراب کا ذکر نہیں کرنا چاہئے تھا۔

جواب: قرینہ کا لفظ اعراب کو شامل نہیں اس لیے کہ قرینہ وہ ہوتا ہے جو کسی شیٔ کی تعیین پر بغیر وضع کے دلالت کرے اور اعراب وہ ہے جو کسی شے کی تعیین پر بالوضع دلالت کرے تو دونوں میں تباین ہے اس لیے قرینہ اعراب کو شامل نہیں لہٰذا اعراب کا ذکر بے فائدہ نہ ہوا۔

فلا یرد: سے ماقبل پر تفریع ہے کہ جب یہ بات معلوم ہو چکی کہ قرینہ اور اعراب میں فرق و تباین ہے، قرینہ کی دلالت شے کی تعیین پر بلا وضع اور اعراب کی بالوضع ہوتی ہے تو یہ اعتراض وارد نہ ہوگا کہ اعراب کے بعد قرینہ کا ذکر مستدرک و بے سود ہے کیونکہ قرینہ اعراب کو بھی شامل ہے جیسا کہ علامہ فاضل ہندی نے کہہ دیا کہ قرینہ عام ہے اعراب کو بھی شامل ہے۔ تو اس عبارت سے علامہ جامی نے فاضل ہندی پر بھی رد کیا ہے۔ (سوال کابلی ص ۱۲۰)

وھی اما لفظیۃ: یہاں سے شارح کی غرض قرینہ کی تقسیم کرنا ہے کہ قرینہ کی دو قسمیں ہیں (۱) قرینہ لفظیہ (۲) قرینہ معنویہ۔ قرینہ لفظی کا مطلب یہ ہے کہ لفظوں میں کوئی قرینہ موجود ہو جیسے ضربت موسیٰ حبلی اس میں ضربت کی تاء فاعل کے مؤنث ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ فاعل حبلی ہے کیونکہ مؤنث وہی ہے (۲) قرینہ معنویہ کا مطلب یہ ہے کہ لفظوں میں اگرچہ کوئی قرینہ نہ ہو لیکن جملے کے معنی میں قرینہ موجود ہو جیسے اکل الکمثریٰ یحییٰ (یحییٰ نے ناشپاتی کھائی) اس مثال میں کمثریٰ میں فاعل بننے کی صلاحیت نہیں کیونکہ معنی ہوگا ناشپاتی نے یحییٰ کو کھایا تو یہ معنی غلط ہے۔

الفاعل: سے **شارح کی غرض** بیان مرجع ہے کہ کان کی ضمیر کا مرجع فاعل ہے۔

بالفعل: یہ متصل کے صلہ کا بیان ہے۔

بارزا: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: او کان الفاعل مضمرا متصلا میں متصل سے ضمیر بارز مراد ہے کیونکہ اتصال کا معنی ہوتا ہے ایک شے کو دوسری شے کے ساتھ ملانا اور یہ معنی ملفوظ میں تو متصور ہو سکتا ہے مستتر میں نہیں۔

جواب: شارح جامی نے جواب دیا کہ یہاں متصل سے غیر مستقل مراد ہے اس میں تعمیم ہے خواہ بارز ہو جیسے ضربت زیدا یا مستتر جیسے زید ضرب میں ہو ضمیر۔

بشرط ان یکون: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ یہ قاعدہ زیدا ضربتُ کی مثال کیساتھ منقوض ہے۔ اس لیے اس میں فاعل ضمیر متصل ہے اس کے باوجود فاعل کی مفعول پر تقدیم واجب نہیں بلکہ مفعول فاعل سے مقدم ہے۔

جواب:۔ یہ ہے کہ تقدیم الفاعل علی المفعول کا وجوب مشروط ہے اس شرط کے ساتھ کہ مفعول فعل سے مؤخر ہو اور مثال مذکور میں مفعول فعل سے مؤخر نہیں بلکہ مقدم ہے لہٰذا اس کے ذریعے نقض وارد نہ ہوگا۔

ای مفعول الفاعل: اس میں شارح نے مفعولہ کی ضمیر کے مرجع کو متعین کر دیا کہ ضمیر کا مرجع فاعل ہے۔

بشرط توسطھا: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ یہ قاعدہ منقوض ہے ماضرب الاعمروا زیدٌ کیساتھ اس لیے اس میں مفعول الا کے بعد واقع ہے اس کے باوجود فاعل کی تقدیم مفعول پر واجب نہیں ہے بلکہ فاعل مؤخر ہے۔

جواب:۔ مفعول کے الا کے بعد واقع ہونے کی صورت میں تقدیم الفاعل علی المفعول کا وجوب اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ تقدیم و تاخیر کی دونوں صورتوں میں الا فاعل اور مفعول دونوں کے درمیان واقع ہو اور مثال مذکور میں الا فاعل اور مفعول کے درمیان واقع نہیں ہے بلکہ دونوں سے مقدم ہے لہٰذا اس کے ذریعے نقض وارد نہ ہوگا۔ باقی یہ ضابطہ کیوں ہے اس کی وجہ خود شارح آگے بیان کر رہے ہیں۔

ای تقدیم الفاعل: سے **شارح کی غرض** بیان مرجع ہے کہ تقدیمہٗ کی ضمیر کا مرجع فاعل ہے۔

علی المفعول: یہ تقدیم کے صلہ کا بیان ہے۔

فی جمیع ھذہ الصور: اس عبارت میں تقدیم کے محل کا بیان ہے۔

اما فی صورۃ الخ: سے شارح کی غرض مذکورہ چاروں صورتوں میں فاعل کے مفعول پر مقدم ہونے کی وجوہات کو بیان کرنا ہے۔ جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

صورت (۱) میں تقدیم کی وجہ یہ ہے کہ جب فاعل اور مفعول دونوں میں اعراب لفظی اور قرینہ منتفی ہو تو فاعل کی تقدیم مفعول پر اس لئے واجب ہے تاکہ فاعل و مفعول میں التباس لازم نہ آئے۔

صورت (۲) جب فاعل ضمیر متصل بالفعل ہو تو فاعل کی تقدیم مفعول پر واجب ہے کیونکہ اگر فاعل کی تقدیم واجب نہ ہو تو پھر فاعل کی تاخیر مفعول سے جائز ہوگی جب فاعل مؤخر ہوگا تو ضمیر متصل کا منفصل ہونا لازم آئے گا جو کہ جائز نہیں ہے۔ اس لیے کہ اتصال اور انفصال کے درمیان منافات ہے۔

صورت (۳) جب مفعول الا کے بعد واقع ہو بشرطیکہ تقدیم وتاخیر کی دونوں صورتوں میں الا فاعل اور مفعول کے درمیان واقع ہو تو فاعل کی تقدیم واجب ہے تا کہ حصرِ مطلوب جو متکلم کا مقصود ہے منقلب (الٹ) نہ ہو جائے جیسے ماضرب زید الاعمروا اسے مقصود ضاربیت زید کو عمرو میں بند کرنا ہے۔ کلام کا معنی یہ ہے کہ زید نے عمرو کے سوا کسی کو نہیں مارا البتہ یہ ہوسکتا ہے عمرو کو کسی اور نے بھی مارا ہو اور اگر مفعول کو مقدم کر کے ماضرب عمروا الازیدٌ کہا جائے تو اس کا مطلب الٹ ہے یعنی مضروبیت عمرو کا زید میں انحصار ہے۔ کلام کا معنی یہ ہے کہ عمرو کو سوائے زید کے کسی نے نہیں مارا۔ البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ زید نے کسی اور کو مارا ہو۔ خلاصہ یہ ہے کہ اگر ان میں سے ایک کو دوسرے کے ساتھ تبدیل کر دیا جائے بایں طور کہ پہلی صورت میں فاعل کو مؤخر کریں اور دوسری صورت میں فاعل کو مقدم کر دیں تو حصرِ مطلوب تبدیل ہو جائے گا لہٰذا پہلی مثال میں فاعل کو مقدم کرنا واجب ہے اور دوسری مثال میں فاعل کو مؤخر کرنا واجب ہے۔

وانما قلنا بشرط توسطها: یہاں سے **شارح کی غرض** بشرط توسطها الخ کی قید کے فائدے کو بیان کرنا ہے کہ یہ شرط اس لیے لگائی کہ اگر مفعول کو فاعل پر الا کے ساتھ مقدم کر دیا جائے اور یوں کہا جائے ما ضرب الاعمروا زید تو ظاہر یہی ہے کہ اس کا معنی درست ہی رہے گا یعنی اس کا معنی یہ ہوگا کہ ضاربیتِ زید عمرو میں بند ہے۔ اس لیے کہ حصر اس جز میں ہوتا ہے جو الا کے متصل ہو اور یہاں الا کے متصل عمرو ہے تو حصر عمرو میں ہوگا۔ لهٰذا حصرِ مطلوب منقلب نہیں ہوگا اس لیے کہ جو مفہوم ما ضرب زید الاعمروا کا ہے وہی مفہوم ما ضرب الاعمروا زید کا ہے لہٰذا فاعل کی تقدیم مفعول پر واجب نہیں ہوگی۔ زیادہ سے زیادہ صفت ضرب کو اس کے مکمل ہونے سے پہلے کسی شی میں بند کرنا لازم آئے گا اس لیے کہ اصل صفتِ مقصورہ علی عمرو وہ مطلق ضرب نہیں بلکہ وہ ضرب ہے جو زید (فاعل) کی طرف مسند ہو، اس کو قصر الصفة قبل تمامها کہا جاتا ہے اور یہ اگرچہ بعض نحویوں کے ہاں غیر مستحسن ہے لیکن ناجائز نہیں ہے۔

وانما قلنا الظاهر: جب لفظ الظاہر کو معرف باللام ذکر کیا جائے تو اس کا معنی راجح ہوتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں ایک اور احتمال بھی ہے جو کہ مرجوح ہے۔ لیکن جب لفظ ''ظاہر'' کو نکرہ ذکر کیا جائے تو یہ دوسرے احتمال کا فائدہ نہیں دیتا۔ چونکہ شارح نے ''الظاہر'' کو معرف باللام ذکر کیا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ اس میں دوسرا احتمال بھی ہے۔ تو شارح وانما قلنا سے اس دوسرے احتمال کو بیان فرما رہے ہیں کہ میں نے ''الظاہر معناہ'' اس لیے کہا ہے کیونکہ اس میں یہ احتمال بھی ہوسکتا ہے کہ ما ضرب الاعمروا زید کا معنی یہ ہو ماضرب احدا احد الاعمرو ازید (نہیں مارا کسی کو کسی نے مگر صرف عمرو کو صرف زید نے) اس صورت میں فاعل اور مفعول میں سے ہر ایک کی صفت دوسرے میں انحصار کا فائدہ دیتی ہے۔ یعنی ضاربیتِ زید کا انحصار عمرو میں ہوگا اور عمرو کی مضروبیت کا انحصار زید میں ہوگا۔ اور یہ بھی متکلم کے مقصود کے خلاف ہے اس لیے کہ

متکلم کا مقصد ایک جانب میں حصر کرنا ہے دونوں جانبوں میں نہیں۔ اور اس صورت میں حصر جانبین میں سمجھا جا رہا ہے۔

صورت (٤) جب مفعول معنی الا کے بعد واقع ہو تو فاعل کی مفعول پر تقدیم بھی تیسری صورت کی طرح اس لیے واجب ہے تاکہ حصرِ مطلوب منقلب نہ ہو جائے مثلاً انما ضرب زید عمروا میں مقصود ضاربیتِ زید کا عمرو میں انحصار ہے اس لیے کہ حصر آخری جز میں ہوتا ہے اور آخری جز عمرو ہے۔ اگر فاعل کو مؤخر کر کے یوں کہیں انما ضرب عمروا زید تو اس وقت مضروبیتِ عمرو کا زید میں انحصار ہوگا حالانکہ مقصود ضاربیتِ زید کا انحصار ہے عمرو میں، لہٰذا فاعل کی تقدیم مفعول پر واجب ہے تاکہ حصرِ مطلوب منقلب نہ ہو جائے۔

فاعل کی تاخیرِ وجوبی کے مقامات

وَاِذَا اتَّصَلَ بِهٖ اَیْ بِالْفَاعِلِ ضَمِیْرُ مَفْعُوْلٍ نَحْوُ ضَرَبَ زَیْدًا غُلَامُهٗ اَوْ وَقَعَ اَیِ الْفَاعِلُ بَعْدَ

اور جب متصل ہو اس کے ساتھ یعنی فاعل کے ساتھ مفعول کی ضمیر جیسے ضرب زیدا غلامہ یا واقع ہو یعنی فاعل

اِلَّا الْمُتَوَسِّطَةِ بَیْنَهُمَا فِیْ صُوْرَتَیِ التَّقْدِیْمِ وَالتَّاخِیْرِ نَحْوُ مَا ضَرَبَ عَمْرًا اِلَّا زَیْدٌ وَفَائِدَةُ

الا کے بعد جو تقدیم و تاخیر کی دونوں صورتوں میں فاعل و مفعول کے درمیان ہوتا ہے جیسے ما ضرب عمروا الا زید اور اس کی قید کا

هٰذَا الْقَیْدِ مِثْلُ مَا عَرَفْتَ آنِفًا اَوْ وَقَعَ الْفَاعِلُ بَعْدَ مَعْنَاهَا اَیْ مَعْنَی اِلَّا نَحْوُ اِنَّمَا ضَرَبَ عَمْرًا

فائدہ اس کی مانند ہے جو تم نے ابھی معلوم کر لیا ہے یا واقع ہو فاعل اس کے معنی کے بعد یعنی الا کے معنی کے بعد جیسے انما ضرب عمرا زید

زَیْدٌ اَوِ اتَّصَلَ مَفْعُوْلُهٗ بِهٖ بِاَنْ یَّكُوْنَ الْمَفْعُوْلُ ضَمِیْرًا مُتَّصِلًا بِالْفِعْلِ وَهُوَ اَیِ الْفَاعِلُ غَیْرُ

یا فاعل کا مفعول اس کے ساتھ متصل ہو اس طرح کہ مفعول ضمیر متصل ہو فعل کے ساتھ اور وہ یعنی فاعل ضمیر

ضَمِیْرٍ مُتَّصِلٍ بِهٖ نَحْوُ ضَرَبَكَ زَیْدٌ وَجَبَ تَاخِیْرُهٗ اَیْ تَاخِیْرُ الْفَاعِلِ عَنِ الْمَفْعُوْلِ

متصل نہ ہو فعل کے ساتھ جیسے ضربک زید تو واجب ہے اس کی تاخیر یعنی مفعول سے فاعل کی تاخیر

فِیْ جَمِیْعِ هٰذِهِ الصُّوَرِ اَمَّا فِیْ صُوْرَةِ اِتِّصَالِ ضَمِیْرِ الْمَفْعُوْلِ بِهٖ لِئَلَّا یَلْزَمَ الْاِضْمَارُ قَبْلَ

ان تمام صورتوں میں لیکن مفعول کی ضمیر کے فاعل کے ساتھ متصل ہونے کی صورت میں اس لئے تاکہ لفظا اور رتبۃ اضمار قبل الذکر

الذِّكْرِ لَفْظًا وَرُتْبَةً وَاَمَّا فِیْ صُوْرَةِ وُقُوْعِهٖ بَعْدَ اِلَّا اَوْ مَعْنَاهَا لِئَلَّا یَنْقَلِبَ الْحَصْرُ الْمَطْلُوْبُ

لازم نہ آئے اور لیکن فاعل کے الا یا اس کے معنی کے بعد واقع ہونے کی صورت میں اس لئے کہ حصر مطلوب تبدیل نہ ہو جائے

وَاَمَّا فِیْ صُوْرَةِ کَوْنِ الْمَفْعُوْلِ ضَمِیْرًا مُتَّصِلاً وَالْفَاعِلِ غَیْرَ مُتَّصِلٍ لِمُنَافَاةِ الْاِتِّصَالِ

اورلیکن مفعول کے ضمیر متصل اور فاعل کے غیر متصل ہونے کی صورت میں اتصال کے انفصال کے منافی ہونے کی وجہ سے

الْاِنْفِصَالَ بِتَوَسُّطِ الْفَاعِلِ الْغَیْرِ الْمُتَّصِلِ بَیْنَهٗ وَبَیْنَ الْفِعْلِ بِخِلَافِ مَا اِذَا کَانَ الْفَاعِلُ اَیْضًا

فاعل غیر متصل کے فعل اور مفعول کے درمیان ہونے کی وجہ سے یہ خلاف ہے اس صورت کے جبکہ فاعل بھی

ضَمِیْرًا مُتَّصِلًا فَاِنَّهٗ حِیْنَئِذٍ یَجِبُ تَقْدِیْمُ الْفَاعِلِ نَحْوَ ضَرَبْتُکَ.

ضمیر متصل ہو پس اس وقت فاعل کی تقدیم واجب ہے جیسے ضربتک .

خلاصہ متن :۔ واذا تصل به سے یجب تقدیمه تک صاحب کافیہ کی غرض ان عوارض کو بیان کرنا ہے کہ جن کی وجہ سے فاعل کی مفعول سے تاخیر واجب ہے۔ اور وہ عوارض چار ہیں (۱) فاعل کے ساتھ ضمیرِ مفعول متصل ہو یعنی فاعل کے ساتھ ایسی ضمیر متصل ہو جو مفعول کی طرف راجع ہو جیسے ضرب زیدا غلامه (۲) فاعل الا کے بعد واقع ہو جیسے ماضرب عمر و االا زید (۳) فاعل معنی الا کے بعد واقع ہو جیسے انما ضرب عمر و ازید (۴) مفعول ضمیرِ متصل بالفعل ہو اور فاعل ضمیر متصل نہ ہو جیسے ضربک زید۔ ان چاروں مقامات میں مفعول کو فاعل پر مقدم کرنا واجب ہے۔

اغراض جامی :۔ <u>بالفاعل</u>: سے **شارح کی غرض بیانِ مرجع** ہے۔ کہ به کی ضمیر کا مرجع فاعل ہے۔

<u>المتوسطة</u>: سے **شارح کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا** ہے۔

سوال :۔ کی تقریر یہ ہے کہ آپ کا یہ قاعدہ ما ضرب الازید عمر و ا کے ساتھ منقوض ہے اس لیے کہ اس میں فاعل الاَّ کے بعد واقع ہے اس کے باوجود فاعل کی تاخیر مفعول پر واجب نہیں ہے؟

جواب :۔ فاعل کے الا کے بعد واقع ہونے کی صورت میں تاخیر الفاعل عن المفعو ل کا وجوب اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ الا فاعل اور مفعول دونوں کے درمیان واقع ہو تقدیم و تاخیر کی دونوں صورتوں میں۔ اور مثال مذکور میں الا فاعل اور مفعول کے درمیان واقع نہیں بلکہ ان دونوں سے مقدم ہے لہٰذا اس کے ذریعے نقض وارد نہیں ہوگا۔

<u>وقع الفاعل بعد</u>: میں حاصل عطف کا بیان ہے کہ اس کا الا پر عطف ہے۔

<u>معنی الا</u>: سے **شارح کی غرض بیانِ مرجع** ہے کہ معناها کی ضمیر کا مرجع الا ہے۔

<u>بان یکون</u>: سے شارح کی غرض مفعول کے فعل کے ساتھ متصل ہونے کی صورت کا بیان ہے کہ مفعول ضمیر متصل بالفعل ہو۔

<u>الفاعل</u>: سے **شارح کی غرض بیانِ مرجع** ہے کہ ضمیر کا مرجع فاعل ہے۔

<u>ضمیر</u>: سے **شارح کی غرض بیانِ ترکیب** ہے کہ متصل موصوف محذوف کی صفت ہے جو کہ ضمیر ہے۔

تاخیر الفاعل: سے شارح کی غرض بیانِ مرجع ہے کہ تاخیرہ کی ضمیر کا مرجع فاعل ہے۔

عن المفعول: میں تاخیر کے صلہ کا بیان ہے۔ فی جمیع ھذہ: میں تاخیر کے محل کا بیان ہے۔

واما فی صورۃ اتصال: سے شارح کی غرض صور اربعہ مذکورہ میں فاعل کے مفعول سے مؤخر ہونے کے وجوب کی وجہ کو بیان کرنا ہے۔

صورت (۱) جب مفعول ضمیر متصل بالفعل ہو تو فاعل کی تاخیر اس لیے واجب ہے تاکہ لفظاً ورتبتاً اضمار قبل الذکر لازم نہ آئے جو کہ جائز نہیں ہے مثلاً ضرب زیداً غلامہ کی بجائے ضرب غلامُہٗ زیداً کہا جائے تو غلامہ کی ضمیر کا مرجع زید ہے جو لفظاً بھی مؤخر ہے اور رتبتاً بھی۔ لفظاً مؤخر ہونا ظاہر ہے اور رتبتاً اس لیے مؤخر ہے کہ وہ مفعول ہے اور مفعول فاعل سے رتبتاً مؤخر ہوتا ہے۔ تو لفظاً اور رتبتاً اضمار قبل الذکر لازم آیا جو کہ جائز نہیں ہے۔

صورت (۲) جب فاعل الا کے بعد واقع ہو تو فاعل کی تاخیر مفعول سے اس لیے واجب ہے تاکہ حصرِ مطلوب منقلب نہ ہو جائے مثلاً ماضرب عمروا الازید کا مطلب یہ ہے کہ مضروبیتِ عمرو زید میں بند ہے۔ اگر فاعل کو مقدم کر کے یوں کہا جائے ماضرب زید الا عمروا تو اس کا مفہوم ضاربیتِ زید کا عمرو میں انحصار ہوگا۔ پس فاعل کی تاخیر مفعول سے واجب ہے تاکہ حصرِ مطلوب منقلب نہ ہو جائے۔

صورت (۳) جب فاعل معنی الا کے بعد واقع ہو تو فاعل کی تاخیر مفعول سے واجب اس لیے ہے تاکہ حصرِ مطلوب منقلب نہ ہو جائے جیسے انما ضرب عمرو ازید اس کا مطلب ہے کہ مضروبیتِ عمرو زید میں بند ہے۔ اور اگر فاعل کو مقدم کر کے یوں کہا جائے انما ضرب زید عمروا تو اسوقت مفہوم یہ ہوگا کہ ضاربیت زید عمرو میں بند ہے۔ اور یہ خلاف مقصود ہے پس فاعل کی تاخیر مفعول سے واجب ہے تاکہ حصرِ مطلوب منقلب نہ ہو۔

صورت (۴) جب مفعول ضمیر متصل بالفعل ہو اور فاعل ضمیر متصل نہ ہو تو فاعل کی تاخیر مفعول سے واجب ہے کیونکہ اگر فاعل کی تقدیم جائز ہو تو ضمیرِ متصل کا منفصل ہونا لازم آئے گا جو کہ جائز نہیں ہے۔

بخلاف ما: میں شارح کی غرض وھو غیر متصل کی قید کا فائدہ بیان کرنا ہے کہ اگر فاعل بھی ضمیرِ متصل بالفعل ہو تو فاعل کو مؤخر کرنا جائز نہیں بلکہ فاعل کی مفعول پر تقدیم واجب ہوگی جیسے ضربتُکَ.

حذف فاعل جوازی کی بحث

وَقَدْ يُحْذَفُ الْفِعْلُ الرَّافِعُ لِلْفَاعِلِ لِقِيَامِ قَرِيْنَةٍ دَالَّةٍ عَلٰى تَعْيِيْنِ الْمَحْذُوْفِ جَوَازًا اَیْ
اور کبھی فعل حذف کیا جاتا ہے جو فاعل کے لئے رافع ہوتا ہے قیام قرینہ کیوقت یعنی ایسا قرینہ جو تعیین محذوف پر دلالت کرے جوازاً یعنی

حَذْفًا جَائِزًا فِيْ مِثْلِ زَيْدٌ اَیْ فِيْمَا كَانَ جَوَابًا لِسُؤَالٍ مُحَقَّقٍ لِمَنْ قَالَ مَنْ قَامَ سَائِلاً عَمَّنْ

حذف جائز ہو زید کی مثل میں یعنی اس مثل میں جو سوال محقق کا جواب ہو اس شخص کے لئے جو کہے من قام "کون کھڑا ہوا" یعنی سوال کرنے والا ہو

يَقُوْمُ بِهِ الْقِيَامُ فَيَجُوْزُ اَنْ تَقُوْلَ زَيْدٌ بِحَذْفِ قَامَ اَیْ قَامَ زَيْدٌ وَيَجُوْزُ اَنْ تَقُوْلَ قَامَ زَيْدٌ بِذِكْرِهِ

اس شخص کے بارے میں جس کے ساتھ قیام قائم ہے پس جائز ہے کہ تم قام کو حذف کر کے زید کہو یعنی قام زید اور قام کو تم ذکر کر کے قام زید پڑھو

وَاِنَّمَا قُدِّرَ الْفِعْلُ دُوْنَ الْخَبَرِ لِاَنَّ تَقْدِيْرَ الْخَبَرِ يُوْجِبُ حَذْفَ الْجُمْلَةِ وَتَقْدِيْرَ الْفِعْلِ

اور فعل کو مقدر کیا گیا ہے نہ کہ خبر کو اس لئے کہ خبر کی تقدیر جملہ کے حذف کو واجب کرتی ہے اور فعل کی تقدیر

حَذْفَ اَحَدِ جُزْئَيْهَا وَالتَّقْلِيْلُ فِي الْحَذْفِ اَوْلٰى وَكَذَا يُحْذَفُ الْفِعْلُ جَوَازًا فِيْمَا كَانَ

جملہ کے ایک جز کے حذف کو واجب کرتی ہے اور حذف میں تقلیل (کمی) اولی ہے اور اس طرح فعل جوازی طور پر اس مقام میں حذف کیا جاتا ہے

جَوَابٌ لِسُؤَالٍ مُقَدَّرٍ نَحْوُ قَوْلِ الشَّاعِرِ فِيْ مَرْثِيَّةِ يَزِيْدَ بْنِ نَهْشَلٍ لِيُبْكَ عَلَى الْبِنَاءِ

جو سوال مقدر کا جواب ہو جیسے یزید بن نہشل کے مرثیہ میں شاعر ضرار بن نہشل کا قول ہے لیبک مبنی بر مفعول

لِلْمَفْعُوْلِ يَزِيْدُ مَرْفُوْعٌ عَلٰى اَنَّهٗ مَفْعُوْلُ مَا لَمْ يُسَمَّ فَاعِلُهٗ ضَارِعٌ اَیْ عَاجِزٌ ذَلِيْلٌ وَهُوَ فَاعِلُ

یزید مفعول ما لم یسم فاعلہ ہونے کی بناء پر مرفوع ہے ضارع یعنی عاجز ذلیل اور وہ فعل محذوف کا

الْفِعْلِ الْمَحْذُوْفِ اَیْ يَبْكِيْهِ ضَارِعٌ بِقَرِيْنَةِ السُّؤَالِ الْمُقَدَّرِ وَهُوَ مَنْ يَبْكِيْهِ وَاَمَّا عَلٰى رِوَايَةِ

فاعل ہے یعنی یبکیہ ضارع اور سوال مقدر من یبکیہ ہے اور لیکن

لِيَبْكِ يَزِيْدَ عَلَى الْبِنَاءِ لِلْفَاعِلِ وَنَصْبِ يَزِيْدَ فَلَيْسَ مِمَّا نَحْنُ فِيْهِ لِخُصُوْمَةٍ مُتَعَلِّقٌ بِضَارِعٍ

لِیَبْکِ مبنی للفاعل اور یزید کے نصب کی روایت کی بنا پر (مفعول ہونے کی وجہ سے) تو وہ روایت مانحن فیہ میں سے نہیں ہے لخصومۃ ضارع کے متعلق ہے

اَیْ يَبْكِيْهِ مَنْ يَّذِلُّ وَيَعْجِزُ عَنْ مُقَاوَمَةِ الْخُصَمَاءِ لِاَنَّهٗ كَانَ ظَهِيْرًا لِلْعَجَزَةِ وَالْاَذِلَّاءِ وَآخِرُ

یعنی یزید کو ہر وہ شخص روئے جو دشمنوں سے انتقام لینے سے عاجز اور ذلیل ہو کیونکہ یزید عاجز اور کمزور لوگوں کا مددگار تھا اور شعر کا آخر ہے

الْبَيْتِ وَمُخْتَبِطٌ مِمَّا تُطِيْحُ الطَّوَائِحُ اَلْمُخْتَبِطُ السَّائِلُ مِنْ غَيْرِ وَسِيْلَةٍ وَالْاِطَاحَةُ

وَمُخْتَبِطٌ مِمَّا تُطِيْحُ الطَّوَائِحُ اور مختبط بے وسیلہ سائل کو کہتے ہیں اور اطاحت ہلاک کرنا ہے

اَلْاِهْلَاكُ وَالطَّوَائِحُ جَمْعُ مُطِيْحَةٍ عَلٰى غَيْرِ الْقِيَاسِ كَلَوَاقِحَ جَمْعُ مُلْقِحَةٍ وَمِمَّا يَتَعَلَّقُ

اور طوائح مطیحہ کی جمع ہے خلاف قیاس جیسے لواقح ملقحہ کی جمع ہے اور مما مختبط کے متعلق ہے

بِـمُـخْتَبِطٍ وَمَـا مَـصْـدَرِيَّةٌ يَـعْـنِـيْ وَيَبْـكِـيْـهِ اَيْضًا مَنْ يَّسْاَلُ بِغَيْرِ وَسِيْلَةٍ مِنْ اَجَلِ اِهْلَاكِ
اور ما مصدریہ ہے یعنی یزید کو وہ شخص بھی روئے جو بے وسیلہ سوال کرتا تھا مہلکات کے اس کے مال کو ہلاک کرنے کی وجہ سے
الْـمُـهْـلِكَاتِ مَا لَهٗ وَمَا يَتَوَسَّلُ بِهٖ اِلٰى تَحْصِيْلِ الْمَالِ لِاَنَّهٗ كَانَ مُعْطِيَ السَّـائِلِيْنَ بِغَيْرِ وَسِيْلَةٍ
اور اس چیز کو ہلاک کرنے کی وجہ سے کہ جس کے ذریعہ وہ مال حاصل کرتا تھا کیونکہ وہ سائلین کو بغیر وسیلہ کے دینے والا تھا۔

خلاصہ متن :۔وقد یحذف الفعل سے صاحب کافیہ کی غرض فاعل کے عامل کے احوال کو بیان کرنا ہے کہ وہ فعل جو رافع للفاعل ہو اس کو بوقت قیام قرینہ جوازی طور پر حذف کر دیا جاتا ہے جیسے کوئی کہے من قام تو اس کے جواب میں کہا جائے زید ۔تو زید فاعل ہے فعل محذوف کا جو کہ قام ہے اصل میں قام زید تھا قام فعل کو حذف کر دیا۔ اور اس کے حذف پر قرینہ سوال محقق ہے اور دوسری مثال شاعر کا شعر ہے لیبک یزید ضارع الخ۔ اس میں یبکیہ فعل کو حذف کر دیا اور اس کے حذف پر قرینہ سوال مقدر ہے اس لیے کہ جب شاعر نے اپنے قول لیبک یزید سے یزید پر رونے کا حکم دیا تو گویا کہ سائل نے سوال کیا من یکبیہ (کون روئے) تو اس کا جواب دیا کہ ضارع یعنی یبکیہ ضارع ۔

فائدہ متعلقہ قرینہ:۔حذف کبھی جوازی ہوتا ہے کبھی وجوبی۔ جہاں حذف جوازی ہو وہاں دو قرینے ہوتے ہیں (۱) نفسِ حذف کا قرینہ۔ یعنی ایسا قرینہ جو کسی لفظ کے حذف پر دلالت کر رہا ہو۔ (۲) تعیینِ حذف کا قرینہ۔ یعنی ایسا قرینہ جو یہ بتائے کہ یہاں فلاں لفظ محذوف ہے۔ اور جہاں حذف وجوبی ہو وہاں ان دو کے علاوہ ایک تیسرا قرینہ بھی ہوتا ہے۔ (۳) وہ ہے سد مسد کا قرینہ۔ یعنی اس لفظ محذوف کا کوئی قائم مقام بھی موجود ہو۔ مثلاً یہاں زید کو مرفوع پڑھنا یہ نفس حذف کا قرینہ ہے کہ جب مرفوع ہے تو کوئی رافع بھی ہوگا۔ اور سائل کا سوال تعیین حذف کا قرینہ ہے کہ جب سوال قیام سے متعلق ہے تو فعل محذوف قام ہوگا۔

اغراض جامی :۔الرافع للفاعل: سے **شارح کی غرض** دو سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال (۱):۔جس طرح فعل کا حذف جائز ہے اسی طرح شبہ فعل کا حذف بھی جائز ہے تو مصنف نے حذف کی فعل کے ساتھ تخصیص کیوں کی ہے؟

سوال (۲):۔یہاں بحث فاعل کے احوال سے ہو رہی ہے اور حذف فعل، فعل کے احوال میں سے ہے حالانکہ مقصود فاعل کے احوال سے بحث کرنا ہے یہ خروج عن المبحث ہوا۔

جواب سوال (۱):۔شارح نے الرافع للفاعل سے دونوں سوالوں کا جواب دے دیا ہے۔ پہلے سوال کا جواب یہ

ہے کہ فعل سے مراد رافع للفاعل ہے اور یہ فعل اور شبہ فعل دونوں کو شامل ہے لہٰذا سوال اول رفع ہو گیا۔

جواب سوال (۲):۔دوسرے سوال کا جواب یوں ہے کہ اگر چہ حذفِ فعل، فعل کے احوال میں سے ہے لیکن یہاں فعل سے مراد وہ فعل ہے جو رافع للفاعل ہو اور جو رافع للفاعل ہو وہ فاعل کے متعلقات میں سے ہے لہٰذا اس سے بحث کرنا خروج المبحث نہ ہوا۔

<u>دالة علی تعیین</u>: میں شارح نے ایک وھم کو دور کر دیا وہ وھم یہ تھا کہ قرینہ سے مراد شاید وہ قرینہ ہے جو دال علی تعیین المعنی ہو جیسا کہ مشترک میں ہوتا ہے اگر یہی مراد ہو تو اس سے مقصود ہی فوت ہو جاتا ہے۔ شارح نے اس وھم کو دور کر دیا کہ قرینہ سے محذوف کی تعیین پر دلالت کرنے والا قرینہ مراد ہے نہ کہ قرینہ دالہ علی تعیین المعنی۔

<u>ای حذفا</u>: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ جوازا مفعول مطلق ہے یحذف کا حالانکہ اس میں مفعول مطلق کی شرط نہیں پائی جاتی، مفعول مطلق کی شرط یہ ہے کہ فعل سابق کا مصدر ہو یہاں جوازا یحذف کا مصدر نہیں ہے۔

جواب:۔ جوازا باعتبار موصوف محذوف کے مفعول مطلق ہے جو کہ حذفا ہے اور حذفا یحذف کا مصدر ہے۔

<u>جائزا</u>: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ جوازا کو حذفا کی صفت بنانا درست نہیں اس لیے کہ صفت کا موصوف پر حمل ہوتا ہے اور یہاں جوازا کا حمل حذفا پر درست نہیں کیونکہ مصدر کا حمل کسی چیز پر نہیں ہو سکتا اس لیے کہ حذف جائز ہوتا ہے نہ کہ جواز۔

جواب:۔ جوازا اسم فاعل یعنی جائزا کے معنی میں ہے لہٰذا اب کوئی اشکال نہیں۔

<u>ای فیما کان</u>: سے **شارح کی غرض** دو سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال (۱)**:۔ فی مثل زید میں مثل کے لفظ سے ثابت ہوتا ہے کہ حکم مذکور (حذف فعل والا) زید کی مثل میں ثابت ہے نہ کہ خود عین زید میں تو زید خارج ہو جائے گا حالانکہ یہ غلط ہے کیونکہ حذف عامل والا حکم خود عین زید میں پایا جا رہا ہے نہ کہ اس کی مثل میں۔

سوال (۲):۔ مثال ممثل لہ کی وضاحت کیلئے ہوتی ہے اور وضاحت کیلئے ایک مثال بھی کافی ہوتی ہے مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے دو مثالیں کیوں بیان کیں ایک زید اور دوسری ضارع۔

جواب سوال اول:۔ ای فیما کان سے جواب دے رہے ہیں کہ مثل کے لفظ سے ایک قاعدہ کلیہ کی طرف اشارہ ہے وہ یہ ہے کہ مثل سے مراد ہر وہ فاعل ہے جو سوال محقق کے جواب میں واقع ہو یا سوال مقدر کے جواب میں تو زید خود بھی اس قاعدہ میں داخل ہے لہٰذا وہ خارج نہ ہوگا۔

جواب سوال ثانی:۔ دوسرے سوال کا جواب فیما کان جوابا لسوال محقق او مقدر سے اس طرح دیا کہ یہاں مثال کا تعدد

ممثل لہ کے تعدد کی وجہ سے ہے ایک ممثل لہ جواب سوال محقق ہے اس کی مثال زید ہے دوسرا ممثل لہ جواب سوال مقدر ہے اس کی مثال ضارع ہے اس لئے دو مثالیں ذکر کیں۔

سائلا عمن یقوم : میں **شارح کی غرض دفع وہم ہے**۔ وہم یہ ہے کہ لمن قال من قام میں قام سے مراد زید کا علم غیر مشہور ہے اور زید علم مشہور ہے تو قام زید کا مرادف ہے جیسے ما الغضنفر کے جواب میں اسد کہا جائے تو من قام کا مطلب ہوگا قام کون شخص ہے تو اس کے جواب میں کہا گیا زید مطلب ہوگا کہ قام زید کا علم ہے اس سے مراد زید ہے لہذا یہاں سوال میں فعل موجود نہیں ہے جواب میں بھی زید سے پہلے فعل محذوف نہ ہوگا بلکہ زید خبر ہوگی مبتدا محذوف ہوگی۔

جواب :۔ سائلا عمن یقوم بہ القیام سے شارح جامی اسی سوال کا جواب دے رہے ہیں حاصل جواب یہ ہے کہ قام سے مراد وہ قام نہیں جو زید کے مرادف ہے بلکہ وہ قام مراد ہے جو فعل ہے اور قیام سے مشتق ہے۔ لہذا سوال میں فعل قام کا ذکر ہے سائل اس شخص کے متعلق سوال کرنے والا ہے جس کے ساتھ فعل قیام قائم ہے تو جواب میں زید سے پہلے بھی یہی فعل قام محذوف ہوگا اس صورت میں فعل کو حذف کر کے فقط زید کہنا بھی جائز ہے اور فعل کو ذکر کر کے قام زید کہنا بھی جائز ہے۔

فیجوز : سے شارح جامی کی غرض یہ بتلانا ہے کہ متن میں یجوز جواز بمعنی امکان خاص ہے جس میں جانبین کی ضرورت کا سلب ہوتا ہے تو مطلب ہوگا فعل کا حذف بھی ضروری نہیں عدم حذف (ذکر) بھی ضروری نہیں ہے۔

وانما قدر : سے **شارح کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ سوال :**۔ یہ ہے کہ آپ نے کہا ہے من قام کے جواب میں زیدٌ سے پہلے قام فعل محذوف ہے، ہم کہتے ہیں کہ فعل محذوف نہیں ہے بلکہ زیدٌ مبتدا ہے اس کے بعد قام خبر محذوف ہے اور خبر کو محذوف ماننا اولیٰ وانسب ہے کیونکہ اس صورت میں جواب سوال کے مطابق ہوگا سوال من قام جملہ اسمیہ ہے تو جواب بھی جملہ اسمیہ ہوگا۔ بخلاف اس صورت کے کہ اس کو حذف فعل کے قبیلہ سے بنایا جائے اور کہا جائے کہ زید فاعل ہے اس سے پہلے قام فعل محذوف ہے دریں صورت یہ جملہ فعلیہ ہوگا اور سوال و جواب میں مطابقت نہیں ہوگی تو حذف خبر والی صورت اولیٰ ہونی چاہئے۔

جواب :۔ اگر اس کو حذف فعل کے باب سے بنایا جائے تو جملے کی ایک جز یعنی مسند کا حذف لازم آئے گا اور اگر حذف خبر کے باب سے بنایا جائے تو پورے جملہ کا حذف لازم آئے گا تو حذف فعل کی صورت میں تقلیل فی الحذف اور حذف خبر کی صورت میں تکثیر فی الحذف ہے اور تقلیل فی الحذف اولیٰ ہوتا ہے تکثیر فی الحذف سے۔ باقی رہا یہ سوال کہ اس صورت میں جواب سوال کے مطابق نہیں ہوگا تو اس کا جواب یہ ہے کہ من قام اگر چہ صورۃً جملہ اسمیہ ہے لیکن معناً جملہ فعلیہ ہے اس لیے کہ من قام کا معنی ہے اقام زید ام جواد ام عمر ام حمید الخ چونکہ ہر فرد کے متعلق سوال کرنا محال تھا اسی وجہ سے ایسا عام لفظ لیا گیا جو

تمام افراد کو شامل ہو اور وہ مــــن ہے پھر چونکہ من استفہامیہ ہے جو تقاضا کرتا ہے صدارت کلام کا اسی وجہ سے اس کو مقدم کر دیا گیا (سوال کابلی ص۱۲۳)

وکـذا : میں حاصلِ عطف کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جس طرح اس فاعل کے فعل کو حذف کرنا جائز ہے جو سوالِ محقق کے جواب میں واقع ہو اسی طرح اس فاعل کے فعل کو حذف کرنا بھی جائز ہے جو سوالِ مقدر کے جواب میں واقع ہو حذف فعل بقرینہ سوالِ محقق کی مثال تو ماقبل میں گزر چکی اور حذف فعل بقرینہ سوال مقدر کی مثال اس شعر میں دے رہے ہیں۔ جیسے ضرار بن نہشل کا شعر اپنے بھائی یزید بن نہشل کے مرثیہ میں ہے۔ شعر یہ ہے

لِيُبْكَ يَــزِيْــدُ ضَــارِعٌ لِخَصُــوْمَةٍ وَمُـخْتَبِـطٌ مِـمَّــا تُـطِيْـحُ الـطَّـوَائِحُ

علی البناء للمفعول : سے غرض صیغہ کا بیان ہے کہ یہ صیغہ مجہول ہے معروف نہیں۔ یہ قید اس لیے لگائی تا کہ یہ شعر محلِ استشہاد بن سکے۔ کیونکہ جب یہ بصیغہ فعل مجہول ہو تو یزید نائب فاعل ہوگا اور ضارع مرفوع ہوگا اس بنا پر کہ یہ فاعل ہے فعل محذوف یبکی کا۔ اگر لیبک بصیغہ فعلِ معروف ہو تو یزید منصوب ہوگا مفعول بہ ہونے کی بناء پر اور ضارع مرفوع ہوگا فاعل ہونے کی بناء پر تو اس صورت میں ضارع فعل محذوف کا فاعل نہیں ہوگا۔ لہٰذا یہ ہماری بحث سے خارج ہوگا۔

مرفوع : میں شارح کی غرض یزید کا اعراب مع وجہ اعراب بیان فرمانا ہے کہ یزیدُ مرفوع ہے اس بناء پر کہ یہ مفعول مالم یسم فاعلہ ہے۔

ای عاجز ذلیل : میں شارح نے ضارع کے معنی کو متعین کر دیا کیونکہ ضارع کے دو معنی ہیں (۱) بمعنی مشابہ (۲) بمعنی عاجز و ذلیل تو شارح نے دوسرے معنی کو متعین کر دیا۔

وھو فاعل : میں شارح کی غرض مثال کو ممثل لہ پر منطبق کرنا ہے کہ ضارع فاعل ہے فعل محذوف کا جو کہ یبکیہ ہے اصل میں تھا۔ یبکیہ ضارع اس کے حذف پر قرینہ سوال مقدر ہے اور وہ من یبکیہ ہے۔

واما علی روایۃ : میں شارح کی غرض علی البناء للمفعول کی قید کے فائدے کو بیان کرنا ہے کہ یہ قید اس لیے لگائی کہ اگر لیبک فعل معروف کا صیغہ ہو تو یزید منصوب ہوگا مفعول بہ ہونے کی بناء پر اور ضارع مرفوع ہوگا فاعل ہونے کی بناء پر۔ چونکہ ضارع اس صورت میں فعل محذوف کا فاعل نہیں ہوگا لہٰذا یہ ہماری بحث سے خارج ہوگا۔

سوال : ۔ اگر اس کو لیبک مبنی للفاعل پڑھا جائے اور یزید کو مفعول بنایا جائے تو حذف کا ارتکاب بھی لازم نہ آئیگا اور مقصد جو کہ یزید کو رونا ہے وہ بھی پورا ہو جائے گا؟

جواب : ۔ اگر اس کو لیبک مبنی للفاعل یعنی بصیغہ معروف پڑھیں تو اشتغال بمالا یعنی لازم آتا ہے کیونکہ علامہ ابن حاجب حذف فعل کی مثال بیان کر رہے ہیں اور معروف پڑھنے کی صورت میں یہاں حذف نہیں ہوگا لہٰذا یہ مثال ما نحن فیہ سے خارج ہو جائے گی۔

متعلق بضارع :سے شارح کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔لخصومۃ کے متعلق کے بارے میں دو احتمال ہیں یا یہ متعلق ہے یبکی کے یا ضارع کے دونوں احتمال درست نہیں۔ پہلا احتمال اس لیے درست نہیں کہ لخصومتہ کا لام، لام اجلیہ وتعلیلیہ ہے اور لام اجلیہ کا مدخول ماقبل کی علت بنتا ہے لخصومۃ میں یزید بن نہشل کے مرثیہ کی علت بننے کی صلاحیت نہیں ہے۔اور دوسرا احتمال اس لیے درست نہیں کہ اگر اس کو ضارع کے متعلق کریں تو اسم فاعل کا بغیر اعتماد کے عمل کرنا لازم آئے گا جو کہ جائز نہیں ہے؟

جواب: ۔ہم شق ثانی اختیار کرتے ہیں لخصومتہ ضارع کے متعلق ہے باقی رہا یہ سوال کہ اسم فاعل کا بغیر اعتماد کے عمل کرنا لازم آئے گا تو اس کا جواب یہ ہے کہ ضارع یہ صفت ہے موصوف محذوف شخص کی، شخص پر اعتماد کر کے ضارع عمل کر رہا ہے عبارت یوں ہوگی یبکیہ شخص ضارع۔

یبکیہ :سے شارح کی غرض مصرع اول کا معنی بیان کرنا ہے کہ "روئے یزید کو عاجز اور ذلیل، خصومت کے وقت" اس لیے کہ یزید عاجز اور کمزوروں کا مددگار تھا۔

والمختبط :میں شارح کی غرض مختبط کے معنی کو بیان کرنا ہے کہ مختبط کا معنی ہے بے وسیلہ سائل۔

الاطاحۃ: میں شارح اطاحتہ کے معنی کو بیان فرمارہے ہیں کہ اطاحتہ کا معنی اہلاک (ہلاک کرنا) ہے۔

والطوائح :یہ مطیحۃ کی خلاف قیاس جمع ہے جیسا کہ لواقح یہ خلاف قیاس جمع ہے ملقحہ کی۔ کیونکہ قیاس کا تقاضا یہ تھا کہ طوائح طائحہ کی جمع ہو نہ کہ مطیحہ کی جیسے نواصر ناصرۃ کی جمع ہے، مطیحہ کی جمع قیاس کے موافق مطیحات آنی چاہئے کیونکہ مفعلۃ کی جمع مُفعِلات آتی ہے جیسے مکرمۃ کی جمع مکرمات آتی ہے لیکن یہاں خلاف قیاس طوائح کو مطیحہ کی جمع بنایا ہے تا کہ فساد معنی لازم نہ آئے۔

مما : مختبط کے متعلق ہے اور ما مصدریہ ہے ما موصولہ نہیں کہ عائد فی الصلہ کی عدم موجودگی کا اعتراض وارد ہو، جس نے فعل یعنی تطیح کو مصدر کی تاویل میں کر دیا۔

ایضا :میں شارح کی غرض شعر کے دوسرے مصرعے کے معنی کو بیان کرنا ہے کہ "اس کو وہ شخص بھی روئے جو سائل ہو بلا وسیلہ بوجہ حلاک کر دینے مہلکات کے اس کے مال کو اور بوجہ ہلاک کر دینے تحصیل مال کے ذرائع کو" اس لیے یزید بے وسیلہ سائلین کو عطا کرتا ہے۔

حذف فاعل وجوبی کی بحث

وَقَدْ يُحْذَفُ الْفِعْلُ الرَّافِعُ لِلْفَاعِلِ لِقَرِيْنَةٍ دَالَّةٍ عَلٰى تَعَيُّنِهٖ وُجُوْبًا اَىْ حَذْفًا وَاجِبًا فِىْ مِثْلِ
اور کبھی ایسے فعل کو جو فاعل کو رفع دینے والا ہو وجوبی طور پر حذف کر دیا جاتا ہے ایسے قرینہ کی وجہ سے جو فعل کی تعیین پر دال ہو۔ حل

قَوْلِهٖ تَعَالٰی وَاِنْ اَحَدٌ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ اَیْ فِیْ كُلِّ مَوْضِعٍ حُذِفَ الْفِعْلُ ثُمَّ فُسِّرَ

اللہ تعالی کے قول وَاِنْ اَحَدٌ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ میں یعنی ہر اس مقام میں جہاں فعل کو حذف کیا جائے اور پھر

لِرَفْعِ الْاِبْهَامِ النَّاشِیْ مِنَ الْحَذْفِ فَاِنَّهٗ لَوْ ذُكِرَ الْمُفَسَّرُ لَمْ يَبْقَ الْمُفَسِّرُ مُفَسِّرًا بَلْ صَارَ

اس حذف کی وجہ سے پیدا ہونے والے ابہام کو رفع کرنے کیلئے اس کی تفسیر کردی جائے پس اگر مفسَّر کا ذکر کردیا جائے تو مفسِّر مفسِّر نہیں رہے گا بلکہ

حَشْوًا بِخِلَافِ الْمُفَسَّرِ الَّذِیْ فِيْهِ اِبْهَامٌ بِدُوْنِ حَذْفِهٖ فَاِنَّهٗ يَجُوْزُ الْجَمْعُ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ مُفَسِّرِهٖ

بے فائدہ ہو گا بخلاف اس مفسر کے کہ جس میں ابہام حذف کے علاوہ ہو کیونکہ اس کے مفسَّر اور مفسِّر کا اجتماع جائز ہے

كَقَوْلِكَ جَاءَ نِیْ رَجُلٌ اَیْ زَيْدٌ فَتَقْدِيْرُ الْاٰيَةِ وَاِنِ اسْتَجَارَكَ اَحَدٌ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ

جیسے تمہارا قول جَاءَ نِیْ رَجُلٌ اَیْ زَيْدٌ پس آیت کی اصل وَاِنِ اسْتَجَارَكَ اَحَدٌ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ ہے

اسْتَجَارَكَ فَاَحَدٌ فِيْهَا فَاعِلُ فِعْلٍ مَحْذُوْفٍ وُجُوْبًا وَهُوَ اِسْتَجَارَكَ الْاَوَّلُ الْمُفَسَّرُ

پس احد اس میں ایسے فعل کا فاعل ہے جو وجوبی طور محذوف ہے اور فعل محذوف استجارک اول ہے جس کی تفسیر

بِاسْتَجَارَكَ الثَّانِیْ وَاِنَّمَا وَجَبَ حَذْفُهٗ لِاَنَّ مُفَسِّرَهٗ قَائِمٌ مَقَامَهٗ مُغْنٍ عَنْهُ وَلَا يَجُوْزُ اَنْ يَّكُوْنَ

استجارک ثانی کے ساتھ کی گئی ہے اور سوائے اس کے نہیں واجب ہے اس کا حذف کرنا اسلئے کہ اس کا مفسر اس کا قائم مقام ہے جو کہ اس سے مستغنی کرنے والا ہے

اَحَدٌ مَرْفُوْعًا بِالْاِبْتِدَاءِ لِاِمْتِنَاعِ دُخُوْلِ حَرْفِ الشَّرْطِ عَلَى الْاِسْمِ بَلْ لَا بُدَّ لَهٗ مِنَ الْفِعْلِ

اور احد کا مرفوع بناء پر ابتدائیت ہونا جائز نہیں حرف شرط کے اسم پر دخول کے ممتنع ہونے کی وجہ سے بلکہ ضروری ہے اس کے لئے فعل

خلاصہ متن:۔ وہ فعل جو رافع للفاعل ہو اس کو بوقت قرینہ جو محذوف کی تعیین پر دلالت کرے وجوبی طور پر بھی حذف کردیا جاتا ہے جیسے اللہ تعالی کا قول ہے وان احد من المشر کین استجا رک میں احد سے پہلے استجارک فعل کو وجوبی طور پر حذف کردیا ہے کیونکہ آخر میں اس کا قائم مقام لفظ استجارک موجود ہے۔ تقدیر عبارت یوں ہے وان استجارک احد من المشر کین استجا رک.

اغراض جامی:۔ <u>وجو با</u>: مصنف کا قول وجو با کا جوازا پر عطف ہے۔

<u>وقد یحذف</u>: سے شارح کی غرض حاصل عطف کو بیان فرمانا ہے کہ ماتن کے قول وجوبا کا عطف جوازا پر ہے اسی لئے شارح جامی ان تمام قیودات کا یہاں اعادہ کررہے ہیں جن کا ذکر جوازا کے ذیل میں کیا تھا، حاصل یہ ہے کہ وہ فعل جو رافع للفاعل ہو اس کو بوقتِ قرینہ جو کہ محذوف کی تعیین پر دلالت کرے وجوبی طور پر حذف کردیا جاتا ہے جیسے اللہ تعالی کے قول وان احد من

المشرکین استجارک میں احد سے پہلے فعل استجارک کو حذف کیا گیا ہے۔

حذفا واجبا: یہ دونوں لفظ ایک ایک سوال مقدر کا جواب ہیں جن کی تفصیل ماقبل میں حذفا جائزا کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

فی مثل قولہ: میں شارح نے اشارہ کردیا ہے کہ مثل مضاف ہے اس کا مضاف الیہ قولہ تعالیٰ محذوف ہے۔

ای فی کل موضع: میں ضابطہ کا بیان ہے کہ مثل سے مراد ہر وہ ترکیب ہے جس میں پہلے کسی جوازی قرینہ کی وجہ سے فعل کو حذف کردیا گیا ہو اور حذف کرنے کے بعد ابہام پیدا ہوگیا ہو اس ابہام کو رفع کرنے کے لیے دوسرا فعل بطور تفسیر کے ذکر کردیا گیا ہو۔ ایسی ترکیب میں فعل کا حذف اس لیے واجب ہے کہ اگر فعل کو ذکر کردیا جائے تو مفسر مفسر نہیں رہے گا بلکہ حشو اور زائد ہو جائے گا۔ اور مفسِّر اور مفسَّر کا اجتماع ناجائز ہونے کی وجہ سے مفسَّر کا ذکر صحیح نہ ہوگا بلکہ حشو اور لغو ہو جائے گا۔

بخلاف المفسّر: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ ہم یہ بات تسلیم نہیں کرتے کہ مفسَّر اور مفسِّر کا اجتماع ممنوع ہے بلکہ جائز ہے جیسے جاء نی رجل ای زید میں رجل مفسَّر اور زید مفسِّر ہے اور دونوں جمع ہیں۔

جواب:۔ مفسَّر اور مفسِّر کا اجتماع اس وقت ممنوع ہے کہ جب مفسِّر کسی لفظ محذوف سے ابہام کو دور کرنے اور اس کی تفسیر کرنے کیلئے آئے یعنی ابہام کی علت حذف ہو اگر مفسِّر کسی لفظ مذکور سے ابہام کو رفع کرنے کیلئے آئے اس وقت اجتماع جائز ہے۔ اور مثال مذکور میں مفسَّر کے ابہام کی علت حذف نہیں بلکہ لفظ مذکور رجل کی نکارت ہے نکارت کے ابہام کو رفع کرنے کیلئے زید لایا گیا ہے۔

فتقدیر الآیۃ: میں شارح کی غرض مثال کو ممثل لہ پر منطبق کرنا ہے کہ آیت کی تقدیر عبارت وان استجارک احد من المشرکین استجارک ہے۔ احدٌ فاعل ہے اس کا فعل استجارک وجوبی طور پر محذوف ہے جس کی تفسیر استجارک ثانی کیساتھ کی گئی ہے۔

وانما وجب حذفھا: میں شارح کی غرض مثال مذکور میں فعل کے حذف وجوبی کی وجہ بیان فرمانا ہے کہ فعل کا حذف اس لئے واجب ہے کہ مفسِّر، مفسَّر کے قائم مقام ہو کر اس کے ذکر سے مستغنی کر دیتا ہے۔

ولا یجوز: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ ایسا بھی تو ہوسکتا ہے کہ احد فعل محذوف کے فاعل ہونے کی بناء پر مرفوع نہ ہو بلکہ مبتدأ ہونے کی بناء پر ہو؟

جواب:۔ احد فاعل ہونے کی بنا پر مرفوع ہے اس کو مبتدا بنانا جائز نہیں اس لیے کہ ان حرف شرط ہے اور حرف شرط فعل پر داخل ہوتا ہے اسم پر اس کا دخول ممتنع ہے۔ اور احد اسم ہے۔ اسلئے یہ مبتدأ نہیں ہوسکتا بلکہ فعل محذوف کا فاعل ہے۔

فعل و فاعل دونوں کا حذف

وَقَدْ يُحْذَفَانِ اَيِ الْفِعْلُ وَالْفَاعِلُ مَعًادُوْنَ الْفَاعِلِ وَحْدَهٗ فِيْ مِثْلِ نَعَمْ جَوَابًا لِمَنْ قَالَ اَقَامَ
اور کبھی دونوں حذف کیے جاتے ہیں فعل اور فاعل اکٹھے نہ کہ فقط فاعل نعم کی مثل میں جواب میں اس شخص کے لئے جس نے کہا اقام
زَيْدٌ اَیْ نَعَمْ قَامَ زَيْدٌ فَحُذِفَتِ الْجُمْلَةُ الْفِعْلِيَّةُ وَذُكِرَ نَعَمْ فِيْ مَقَامِهَا وَهٰذَا الْحَذْفُ جَائِزٌ
زید یعنی نعم قام زید پس جملہ فعلیہ حذف کر دیا گیا اور جملہ کی جگہ نعم کا ذکر کر دیا گیا اور یہ حذف بقرینہ سوال جائز ہے
بِقَرِيْنَةِ السُّوَالِ لَا وَاجِبٌ لِعَدَمِ قِيَامِ مَا يُؤَدِّیْ مُؤَدَّاهُ فِيْ مَقَامِهٖ كَالْمُفَسِّرِ فَيَلْزَمُ فِي الْكَلَامِ
واجب نہیں کیونکہ قام زید کی جگہ میں ایسی چیز کا قیام نہیں جو مفسر کی طرح اس کے مفہوم کو ادا کر سکے پس کلام میں بے فائدہ زیادتی
اِسْتِدْرَاکٌ وَاِنَّمَا قُدِّرَتِ الْجُمْلَةُ الْفِعْلِيَّةُ لَا الْاِسْمِيَّةُ بِاَنْ يُّقَالَ اَیْ نَعَمْ زَيْدٌ قَامَ لِيَكُوْنَ
لازم آئے اور جملہ فعلیہ ہی مقدر مانا گیا نہ کہ اسمیہ کہ اس طرح کہا جاتا اَیْ نَعَمْ زَيْدٌ قَامَ تاکہ
الْجَوَابُ مُطَابِقًا لِلسُّوَالِ فِيْ كَوْنِهٖ جُمْلَةً فِعْلِيَّةً .
جواب جملہ فعلیہ ہونے میں سوال کے مطابق ہو۔

خلاصہ متن : ۔وقدیحذفان سے صاحب کافیہ کی غرض یہ بتانا ہے کہ کبھی فعل اور فاعل دونوں کو بھی حذف کردیا جاتا ہے جیسے نَعَم اس شخص کے جواب میں جو کہے اقام زید اس کی تقدیر عبارت نعم قام زیدٌ ہے اس میں قام زید کو حذف کر کے اس کی جگہ نعم کو ذکر دیا گیا ہے۔

اغراض جامی : اي الفعل والفاعل: سے **شارح کی غرض** بیان مرجع ہے کہ یحذفان کی ھا ضمیر کا مرجع فعل اور فاعل دونوں ہیں۔

دون الفاعل : کہہ کر شارح نے ایک وہم کا ازالہ کر دیا وہم یہ ہوتا تھا کہ جس طرح اکیلے فعل کا حذف کرنا اور فعل وفاعل دونوں کو حذف کرنا جائز ہے تو اسی طرح تنہا فاعل کا حذف بھی شاید جائز ہوگا۔تو شارح نے دون الفاعل وحدہ کہہ کر اس وہم کو دور کر دیا کہ تنہا فاعل کا حذف جائز نہیں۔

ای نعم : میں شارح کی غرض مثال کو مُمثل لہ پر منطبق کرنا ہے کہ نعم کی اصل نعم قام زیدٌ تھا۔جملہ فعلیہ یعنی قام زیدٌ کو حذف کردیا اور نعم کو اس کی جگہ ذکر کردیا۔

وهذا الحذف: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔اس حذف کو بھی حذف سابق کی طرح واجب ہونا چاہیے اس لیے کہ قام زیدٌ جملہ کو حذف کر کے نعم کو اس کے قائم مقام کیا گیا ہے اور جہاں محذوف کا قائم مقام موجود ہو وہاں اس کو حذف کرنا واجب ہوتا ہے۔

جواب: ۔ نعم حرف ہونے کی وجہ سے غیر مستقل ہے اور قام زیدٌ جملہ ہونے کی وجہ سے مستقل ہے اور غیر مستقل، مستقل کے قائم مقام نہیں ہوسکتا لہٰذا نعم، قام زیدٌ کی جگہ واقع ہو کر اس کے مفہوم کو کما حقہ ادا نہیں کر سکتا جیسا کہ مفسر کے ذکر کرنے بعد مفسر کو ذکر کرنے کی ضرورت نہیں رہتی بلکہ اگر مفسر کو ذکر کر دیا جائے تو استدراک لازم آتا ہے۔ بالفاظ دیگر اس کا جواب یوں بھی دیا جاسکتا ہے کہ قائم مقام بر دو قسم است (۱) مودی اصل معنی (اصل معنی کو ادا کرنے والا) (۲) مشیر الی اصل المعنی اصل معنی کی طرف فقط اشارہ کرے اس کو ادا نہ کرے اول میں اجتماع المفسر بالمفسر جائز نہیں جیسا کہ مثال سابق (استجارک) میں گزرا اور ثانی میں اجتماع المفسر بالمفسر جائز ہے جیسا کہ نعم کی صورت تو اس میں حذف جوازی ہوگا وجوبی نہ ہوگا۔

<u>وانما قدرت:</u> سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔**سوال:** ۔ مصنف نے اس کو حذف جملہ فعلیہ کے باب سے بنایا۔ حذف جملہ اسمیہ کے باب سے کیوں نہیں بنایا کہ یوں کہا جائے کہ اس کی تقدیر نعم زیدٌ قام ہے۔

جواب: ۔ اولی یہ ہوتا ہے کہ جواب سوال کے مطابق ہو اور یہاں سوال جملہ فعلیہ ہے اگر اس کو حذف جملہ فعلیہ کے باب سے مانیں تو جواب سوال کے مطابق ہوگا اور اگر اس کو حذف جملہ اسمیہ کے باب سے مانیں تو جواب سوال کے مطابق نہیں ہوگا اسی وجہ سے اس کو حذف جملہ فعلیہ کے باب سے مانا۔

بحث: تَنَازُعُ الْفِعْلَيْن

وَاِذَا تَنَازَعَ الْفِعْلَان بَلِ الْعَامِلَان اِذِ التَّنَازُعُ يَجْرِىْ فِىْ غَيْرِ الْفِعْلِ اَيْضًا نَحْوُ زَيْدٌ مُعْطٍ

اور جب جھگڑا کریں دو فعل بلکہ دو عامل کیونکہ تنازع غیر فعل میں بھی جاری ہوتا ہے جیسے زید معط

وَمُكْرِمٌ عَمْرًوا وَ بَكْرٌ كَرِيْمٌ وَشَرِيْفٌ اَبُوْهُ اِقْتَصَرَ عَلَى الْفِعْلِ لِاَصَالَتِهٖ فِى الْعَمَلِ وَاِنَّمَا قَالَ

ومکرم عمروا اور بکر کریم وشریف ابوہ اکتفا کیا فاعل پر کیونکہ وہ عمل میں اصل ہے اور سوائے اس کے نہیں کہ

الْفِعْلَان مَعَ اَنَّ التَّنَازُعَ قَدْ يَقَعُ فِىْ اَكْثَرَ مِنْ فِعْلَيْنِ اِقْتِصَارًا عَلٰى اَقَلِّ مَرَاتِبِ التَّنَازُعِ وَهُوَ

فعلان حالانکہ تنازع کبھی دو فعلوں سے زیادہ میں بھی واقع ہوتا ہے اکتفا کرتے ہوئے کم سے کم مرتبہ تنازع پر اور وہ

الْاِثْنَان ظَاهِرًا اَىْ اِسْمًا ظَاهِرًا وَاقِعًا بَعْدَهُمَا اَىْ بَعْدَ الْفِعْلَيْنِ اِذِ الْمُتَقَدِّمُ عَلَيْهِمَا اَوِ الْمُتَوَسِّطُ

دو ہے ظاہر یعنی اسم ظاہر میں جو ان دونوں کے بعد یعنی دونوں فعلوں کے بعد واقع ہو کیونکہ اسم ظاہر جو مقدم ہو ان دونوں پر یا ان دونوں کے

بَيْنَهُمَا مَعْمُوْلٌ لِلْفِعْلِ الْاَوَّلِ اِذْ هُوَ يَسْتَحِقُّهُ قَبْلَ الثَّانِيْ فَلَا يَكُوْنُ فِيْهِ مَجَالُ التَّنَازُعِ وَمَعْنٰى

درمیان میں ہو وہ فعل اول کا معمول ہوگی کیونکہ وہ فعل ثانی سے پہلے اس کا مستحق ہو چکا ہے تو اس میں جھگڑے کی گنجائش نہ ہوگی اور

تَنَازُعِهِمَا فِيْهِ اَنَّهُمَا بِحَسْبِ الْمَعْنٰى يَتَوَجَّهَانِ اِلَيْهِ وَيَصِحُّ اَنْ يَكُوْنَ هُوَ مَعَ وُقُوْعِهٖ فِيْ ذٰلِكَ

دوفعلوں کے اسم ظاہر میں جھگڑنے سے مراد یہ ہے کہ معنوی طور پر وہ دونوں اس کی طرف متوجہ ہوں اور یہ صحیح ہو کہ وہ اپنے اس جگہ واقع ہونے کے ساتھ

الْمَوْضِعِ مَعْمُوْلًا لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا عَلَى الْبَدَلِ فَحِيْنَئِذٍ لَا يُتَصَوَّرُ تَنَازُعُهُمَا فِي الضَّمِيْرِ

معمول ہو ان میں سے ہر ایک کا بدلیت کے طور پر تو اس وقت نہیں متصور ہوگا تنازع فعلین ضمیر متصل میں

الْمُتَّصِلِ لِاَنَّ الْمُتَّصِلَ الْوَاقِعَ بَعْدَهُمَا يَكُوْنُ مُتَّصِلًا بِالْفِعْلِ الثَّانِيْ وَهُوَ مَعَ كَوْنِهٖ مُتَّصِلًا

کیونکہ ضمیر متصل جو ان دونوں کے بعد واقع ہے وہ متصل ہوگی دوسرے فعل کے ساتھ اور دوسرے فعل کے ساتھ اس کا اتصال ہوتے ہوئے

بِالْفِعْلِ الثَّانِيْ لَا يَجُوْزُ اَنْ يَكُوْنَ مَعْمُوْلًا لِلْفِعْلِ الْاَوَّلِ كَمَا لَا يَخْفٰى وَاَمَّا الضَّمِيْرُ الْمُنْفَصِلُ

یہ جائز نہیں کہ وہ معمول بنے فعل اول کا جیسا کہ ظاہر ہے اور رہی ضمیر منفصل

الْوَاقِعُ بَعْدَهُمَا نَحْوُ مَا ضَرَبَ وَاَكْرَمَ اِلَّا اَنَا فَفِيْهِ تَنَازُعٌ لٰكِنْ لَا يُمْكِنُ قَطْعُهٗ بَيْنَهُمَا هُوَ طَرِيْقُ

جو ان دونوں کے بعد واقع ہو جیسے مَا ضَرَبَ وَاَكْرَمَ اِلَّا اَنَا تو اس میں تنازع فعلین تو ہے لیکن اس کو ختم کرنا ممکن نہیں اس طریقے سے

الْقَطْعِ عِنْدَهُمْ وَهُوَ اِضْمَارُ الْفَاعِلِ فِي الْاَوَّلِ عِنْدَ الْبَصْرِيِّيْنَ وَفِي الثَّانِيْ عِنْدَ الْكُوْفِيِّيْنَ لِاَنَّهٗ

جو نحاۃ کے ہاں ہے یعنی فاعل کی ضمیر دینا فعل اول میں بصریوں کے ہاں اور فعل ثانی میں کوفیوں کے ہاں اس لئے کہ

لَا يُمْكِنُ اِضْمَارُهٗ مَعَ اِلَّا لِاَنَّهٗ حَرْفٌ لَا يَصِحُّ اِضْمَارُهٗ وَلَا بِدُوْنِهٖ لِفَسَادِ الْمَعْنٰى لِاَنَّهٗ يُفِيْدُ نَفْيَ

ممکن نہیں ہے فعل کو ضمیر دینا الا کی موجودگی میں کیونکہ وہ ایسا حرف ہے جس کا مقدر کرنا صحیح نہیں اور نہ الا کے بغیر معنی غلط ہو جانے کی وجہ سے کیونکہ اس وقت

الْفِعْلِ عَنِ الْفَاعِلِ وَالْمَقْصُوْدُ اِثْبَاتُهٗ وَمُرَادُ الْمُصَنِّفِ بِالتَّنَازُعِ هٰهُنَا مَا يَكُوْنُ طَرِيْقُ قَطْعِهٖ

فعل کی فاعل سے نفی ہوگی حالانکہ مقصود اثبات فعل ہے اور مصنف کی مراد تنازع سے اس مقام پر وہ ہے جس کے ختم کرنے کا طریقہ

اِضْمَارَ الْفَاعِلِ فَلِهٰذَا خَصَّهٗ بِالْاِسْمِ الظَّاهِرِ وَاَمَّا التَّنَازُعُ الْوَاقِعُ فِي الضَّمِيْرِ الْمُنْفَصِلِ فَعَلٰى

فاعل کی ضمیر دینا ہو تو اسی وجہ سے مصنف نے خاص کیا تنازع کو اسم ظاہر کے ساتھ اور بہرحال وہ تنازع جو ضمیر منفصل میں ہو

مَذْهَبِ الْكِسَائِيِّ يُقْطَعُ بِالْحَذْفِ وَاَمَّا عَلٰى مَذْهَبِ الْفَرَّاءِ فَيَعْمَلَانِ مَعًا وَلَمَّا عَلٰى مَذْهَبِ

وہ مذہب امام کسائی کے مطابق ختم کیا جائے گا حذف کے ذریعے اور امام فراء کے مذہب کے مطابق دونوں اکٹھے عمل کریں گے اور بہرحال مذہب

غَیْرِ هِمَا لَا یُمْکِنُ قَطْعُهُ لِاَنَّ طَرِیْقَ الْقَطْعِ عِنْدَهُمُ الْاِضْمَارُ وَهُوَ مُمْتَنِعٌ کَمَا عَرَفْتَ

ان دونوں حضرات کے علاوہ کا یہ ہے کہ اس تنازع کا خاتمہ ممکن نہیں کیونکہ تنازع ختم کرنے کا طریقہ ضمیر دینا ہے اور وہ ممنوع ہے جیسا کہ تو پہچان چکا۔

خلاصہ متن:۔ یہاں سے صاحب کافیہ نحویوں کے درمیان ایک معرکۃ الآراء مسئلہ شروع فرمارہے ہیں۔ کہ جب دو یا دو سے زیادہ فعل کسی ایک معمول میں جو اسم ظاہر ہو جھگڑا کریں تو اس معمول کا تعلق کس کے ساتھ جوڑیں گے اور دوسرے فعل کا معمول کس کو بنائیں گے۔ چنانچہ مذکورہ بالا عبارت میں جھگڑے کی چار صورتیں ہیں۔(۱) دونوں فعل فاعل میں جھگڑا کریں جیسے ضَرَبَنِیْ وَاَکْرَمَنِیْ زَیْدٌ (۲) دونوں فعل مفعول میں جھگڑا کریں جیسے ضَرَبْتُ وَاَکْرَمْتُ زَیْدًا (۳) پہلا فعل فاعل کا تقاضا کرے دوسرا مفعول کا تقاضا کرے جیسے ضَرَبَنِیْ وَاَکْرَمْتُ زَیْدٌ (۴) پہلا فعل مفعول کا تقاضا کرے اور دوسرا فاعل کا تقاضا کرے جیسے ضَرَبْتُ وَاَکْرَمَنِیْ زَیْدٌ.

اغراض جامی:۔بل العاملان: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ تنازع جس طرح فعلین میں ہوتا ہے اسی طرح شبہ فعل میں بھی ہوتا ہے مثلاً اسم فاعل، اسم مفعول، صفت مشبہ، اسم تفضیل وغیرہ جیسے زیدٌ معط و مکرم عمرواً اس میں مُعط اور مکرم دونوں اسم فاعل ہیں جو کہ عمرواً میں تنازع کر رہے ہیں اسی طرح بکر کریم و شریف ابوہٗ میں کریم اور شریف دونوں صفت مشبہ ہیں جو ابوہ میں تنازع کر رہے ہیں۔ تو فعلان کی تخصیص درست نہیں ہے۔

جواب:۔ فعلان سے مراد عاملان ہے اور عاملان فعل، شبہ فعل سب کو شامل ہے۔

واقتصر: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔**سوال**:۔ جب فعلان سے مراد عاملان ہیں تو مصنف کو واذا تنازع العاملان ہی کہنا چاہئے تھا تا کہ اشکال ہی نہ ہوتا الفعلان کیوں کہا۔

جواب:۔ فعل پر اس لئے اکتفاء کیا کہ فعل عمل میں اصل ہے اور اسم فرع ہے کیونکہ فعل کی وضع ہی عمل کیلئے ہے یہی وجہ ہے کوئی فعل غیر عامل نہیں ہوتا۔

وانما قال: سے ایک سوال مقدر کا جواب دے رہے ہیں۔

سوال:۔ تنازع جس طرح دو فعلوں میں ہوتا ہے اسی طرح دو سے زائد میں بھی ہوتا ہے جیسے کما صلیت و سلمت وبارکت ورحمت وترحمت علی ابراهیم اس میں پانچوں فعل علی ابراھیم میں تنازع کر رہے ہیں ہر ایک چاہتا ہے کہ یہ میرا متعلق بنے تو فعلان کیوں کہا تنازع الافعال کہنا چاہئے تھا۔

جواب:۔ فعلین کا ذکر حصر کیلئے نہیں بلکہ مصنف نے تنازع کے کم از کم مرتبہ کو بیان کیا ہے کہ تنازع کم از کم دو فعلوں میں ہوتا ہے زیادہ کی کوئی حد نہیں ہے۔ (سوال کابلی ص ۱۲۵)

اي اسماً ظاهراً: میں شارح نے یہ بتادیا کہ ظاہر دو چیزوں کے مقابلے میں آتا ہے۔ (۱) خفی کے مقابلے میں (۲) مضمر کے مقابلے میں، تو اسماً کہہ کر شارح نے یہ بتلایا کہ یہاں ظاہر مضمر کے مقابلے میں ہے۔ (۲) نیز ظاہراً صیغہ صفت ہے جو موصوف کا تقاضا کرتا ہے اسماً سے حذف موصوف کی طرف اشارہ کردیا۔

واقعا: میں شارح نے اشارہ کیا کہ بعدھا ظرف ہے اور اس کا متعلق محذوف ہے جو کہ واقعا ہے۔

اي بعد الفعلين: سے **شارح کی غرض** بیانِ مرجع ہے۔ بعدھا کی ھا ضمیر کا مرجع بیان کیا۔

اذ المتقدم: میں شارح بعدھا کی قید کا فائدہ بیان فرمارہے ہیں کہ یہ قید اس لیے لگائی کیونکہ اگر اسم ظاہر فعلین سے مقدم ہو یا فعلین کے درمیان واقع ہو تو وہ فعل اول کا معمول ہوگا اس لیے کہ فعل ثانی کے آنے سے پہلے فعل اول اسکا مستحق ہو چکا ہے لہٰذا اس میں تنازع کی گنجائش نہیں۔

ومعنى تنازعهما: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال**:۔ تنازع کی نسبت فعلین کی طرف کرنا درست نہیں اس لیے کہ تنازع کا معنی ہے جھگڑا کرنا اور مخاصمت ذی روح میں متصور ہو سکتی ہے اور فعلین ذی روح نہیں۔

جواب:۔ یہاں تنازع کا معنی مخاصمت نہیں بلکہ توجہ ہے تو معنی یہ ہوگا کہ دو فعل معنی کے اعتبار سے ایک اسم ظاہر کی طرف متوجہ ہوں اور اسم ظاہر فعلین کے بعد واقع ہو کر علی سبیل البدلیت ہر ایک کا معمول بن سکے۔

سوال:۔ جس طرح تنازع ذی روح سے متحقق ہوتا ہے اسی طرح توجہ بھی ذی روح سے متحقق ہو سکتی ہے تو پہلے والا اشکال عود کر آیا۔

جواب:۔ توجہ مجازاً تعارض کے معنی میں ہے مطلب ہوگا کہ اسم ظاہر میں عمل کرنے کیلئے دو فعل آپس میں متعارض ہوں۔

على سبيل البدل: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال**:۔ جب اسم ظاہر ہر ایک فعل کا معمول بن سکتا ہے تو اس صورت میں توارد المؤثرین علی اثر واحد لازم آئے گا جو کہ جائز نہیں ہے۔

جواب:۔ علی سبیل البدل سے جواب دیا کہ معمول لکل واحد سے مراد معمول علی سبیل البدلیۃ ہے نہ کہ علی سبیل الاجتماع۔

فحينئذ: فحينئذ پر فاء تفریعیہ ہے یہ ماقبل پر تفریع کا بیان ہے کہ جب یہ بات معلوم ہوگئی کہ تنازع کے متحقق ہونے کیلئے دو امروں کا پایا جانا ضروری ہے تو ضمیر متصل میں تنازع متصور نہیں ہو سکتا اس لیے کہ ضمیر متصل اگر فعلین کے بعد واقع ہو تو وہ فعل ثانی کیساتھ متصل ہوگی اور فعل ثانی کے ساتھ متصل ہوتے ہوئے فعل اول کا معمول نہیں بن سکے گی ورنہ ضمیر متصل کا منفصل

ہونا لازم آئے گا جو کہ جائز نہیں ہے۔

<u>واما الضمیر المنفصل الخ:</u> سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔تنازع فعلین جس طرح اسم ظاہر میں متحقق ہوتا ہے اسی طرح ضمیرِ منفصل میں بھی متحقق ہوتا ہے جیسے ما ضرب واکرم الا انا تو پھر اسم ظاہر کے ساتھ تخصیص کیوں کی؟

جواب: ۔ضمیر منفصل میں اگر چہ تنازع متحقق ہوتا ہے لیکن اس تنازع کو رفع کرنا اس طریقہ پر ممکن نہیں جو طریقہ نحاۃ نے رفع تنازع کیلئے تجویز کیا ہے اور وہ طریقہ بصریوں کے نزدیک فعلِ اول میں فاعل کی ضمیر لانا ہے اور کوفیوں کے ہاں فعل ثانی میں ضمیر نکالنا ہے۔ یہاں اس طریقہ پر تنازع ختم کرنا ممکن نہیں اس لیے کہ فاعل کی ضمیر نکالنے کی دو صورتیں ہیں (۱) الا کیساتھ (۲) الا کے بغیر، الا کے ساتھ اضمار اسلئے جائز نہیں کہ الا حرف ہے اور حرف اضمار کے قابل نہیں ہوتا، اور الا کے بغیر بھی ممکن نہیں کیونکہ فسادِ معنی لازم آئے گا اس لیے کہ مثالِ مذکور میں مقصود فاعل کیلئے فعل کا اثبات ہے اگر الا کے بغیر ضمیر لائی جائی تو فاعل سے فعل کی نفی ہو جائے گی چونکہ ضمیر منفصل میں تنازع فعلین کو رفع کرنا اضمار کے طریقہ پر ممکن نہیں اور مصنف کا مقصود یہاں اس تنازع کو بیان کرنا ہے کہ جس کو رفع کرنا اضمار کے طریقہ پر ممکن ہو اسی وجہ سے مصنف نے یہاں اسم ظاہر کی تخصیص کی۔

<u>واما التنازع:</u> یہ جملہ مستانفہ ہے اور ایک سوال مقدر کا جواب بھی۔ **سوال**:۔ جب ضمیر منفصل میں اس طریق پر رفع تنازع ممکن نہیں ہے جو نحاۃ نے تجویز کیا ہے تو کیا اس میں رفع تنازع کا کوئی طریقہ ہے یا نہ؟

جواب:۔ اس میں اختلاف ہے امام کسائی وغیرہ کا مذہب یہ ہے کہ ضمیر منفصل میں رفع تنازع کا طریقہ حذف ہے یعنی ایک فعل کے فاعل کو حذف کریں گے دوسرے کو عمل دیں گے۔ لھٰذا **امام کسائی** ما ضرب واکرم الا انا میں حذف فاعل کے قائل ہیں ان پر **اعتراض** ہوا کہ فاعل کو حذف کرنا جائز نہیں تو وہ اس کا یہ **جواب** دیتے ہیں عام حالات میں تو حذف فاعل درست نہیں ہے لیکن جب اس کے علاوہ تنازع رفع کرنے کی کوئی صورت باقی نہ رہے تو حذف کرنا جائز ہے۔ اور **امام فراء** کا مذہب تشریک رافعین ہے یعنی دونوں فعل مل کر فاعل کو رفع دیں گے۔ اور ان کے علاوہ باقی نحاۃِ بصرہ اور کوفہ کے نزدیک اس تنازع کو رفع کرنے کا طریقہ ممکن ہی نہیں اس لیے کہ ان کے ہاں رفع تنازع کا طریقہ اضمار ہے اور وہ ممتنع ہے۔ امام فراء پر بھی **اعتراض** ہوتا ہے کہ جب تشریک الرافعین جائز نہیں ہے کیونکہ ضابطہ ہے کہ توارد العلتین المستقلتین علی معمول واحد لا یجوز (ایک ہی معمول میں دو علتوں کا وارد ہونا جائز نہیں ہے) امام فراء اس کا یہ **جواب** دیتے ہیں جب رفع تنازع کی اور کوئی ممکنہ صورت نہ رہے تو اس وقت توارد العلتین علی معمول واحد جائز ہے مجبوری کی بنا پر۔

تنازع فعلین کی صورتیں

فَقَدْ يَكُوْنُ اَىْ تَنَازُعُ الْفِعْلَيْنِ فِي الْفَاعِلِيَّةِ بِاَنْ يَّقْتَضِيَ كُلٌّ مِّنْهُمَا اَنْ يَّكُوْنَ الْاِسْمُ الظَّاهِرُ

پس کبھی ہوتا ہے یعنی تنازع فعلین فاعلیت میں بایں صورت کہ ہرفعل تقاضا کرے کہ اسم ظاہر

فَاعِلًا لَهٗ فَيَكُوْنَانِ مُتَّفِقَيْنِ فِي اِقْتِضَاءِ الْفَاعِلِيَّةِ مِثْلُ ضَرَبَنِيْ وَاَكْرَمَنِيْ زَيْدٌ وَقَدْ يَكُوْنُ

اس کا فاعل بنے تو یہ دونوں فاعلیت کے تقاضے میں متفق ہوں گے جیسے ضَرَبَنِيْ وَاَكْرَمَنِيْ زَيْدٌ اور کبھی ہوتا ہے

تَنَازُعُهُمَا فِي الْمَفْعُوْلِيَّةِ بِاَنْ تَقْتَضِيَ كُلٌّ مِّنْهُمَا اَنْ يَّكُوْنَ الْاِسْمُ الظَّاهِرُ مَفْعُوْلًا لَهٗ فَيَكُوْنَانِ

تنازع فعلین مفعولیت میں بایں صورت کہ ہرفعل تقاضا کرے کہ اسم ظاہراس کا مفعول بنے تو یہ دونوں

مُتَّفِقَيْنِ فِي اِقْتِضَاءِ الْمَفْعُوْلِيَّةِ مِثْلُ ضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُ زَيْدًا وَقَدْ يَكُوْنُ تَنَازُعُهُمَا فِي الْفَاعِلِيَّةِ

مفعولیت کے تقاضے میں متفق ہوں گے جیسے ضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُ زَيْدًا اور کبھی ان کا تنازع ہوگا فاعلیت

وَالْمَفْعُوْلِيَّةِ وَذٰلِكَ يَكُوْنُ عَلٰى وَجْهَيْنِ اَحَدُهُمَا اَنْ يَّقْتَضِيَ كُلٌّ مِّنْهُمَا فَاعِلِيَّةَ اِسْمٍ ظَاهِرٍ

اورمفعولیت میں اوراس کی دوصورتیں ہیں ان میں سے ایک یہ کہ ہرایک تقاضا کرے ایک اسم ظاہر کی فاعلیت

وَمَفْعُوْلِيَّةَ اِسْمٍ ظَاهِرٍ آخَرَ فَيَكُوْنَانِ مُتَّفِقَيْنِ فِيْ ذٰلِكَ الْاِقْتِضَاءِ مِثْلُ ضَرَبَ وَاَهَانَ زَيْدٌ

اوردوسرے اسم ظاہر کی مفعولیت کا تو یہ دونوں متفق ہوں گے اس تقاضا کرنے میں جیسے ضَرَبَ وَاَهَانَ زَيْدٌ عَمْرًا

عَمْرًوا وَلَيْسَ هٰذَا قِسْمًا ثَالِثًا مِنَ التَّنَازُعِ بَلْ هُوَ اِجْتِمَاعُ الْقِسْمَيْنِ الْاَوَّلَيْنِ وَثَانِيْهِمَا اَنْ

اور یہ تیسری صورت باب تنازع سے نہیں ہے بلکہ یہ جمع ہونا ہے دوقسموں پہلی کا اوردوسری صورت یہ ہے کہ

يَقْتَضِيَ اَحَدُ الْفِعْلَيْنِ فَاعِلِيَّةَ اِسْمٍ ظَاهِرٍ وَالْاٰخَرُ مَفْعُوْلِيَّةَ ذٰلِكَ الْاِسْمِ الظَّاهِرِ بِعَيْنِهٖ وَ

ایک فعل اسم ظاہر کی فاعلیت اوردوسرا بعینہ اسی کی مفعولیت کا تقاضا کرے اور

لَا شَكَّ فِيْ اِخْتِلَافِ اِقْتِضَاءِ الْفِعْلَيْنِ فِي هٰذِهِ الصُّوْرَةِ وَهٰذَا هُوَ الْقِسْمُ الثَّالِثُ الْمُقَابِلُ

کوئی شک نہیں کہ صورت میں دونوں فعلوں کا تقاضا مختلف ہے اوریہ تیسری قسم ہے جومقابل ہے

لِلْاَوَّلَيْنِ فَقَوْلُهٗ مُخْتَلِفَيْنِ لِتَخْصِيْصِ هٰذِهِ الصُّوْرَةِ بِالْاِرَادَةِ يَعْنِيْ قَدْ يَكُوْنُ تَنَازُعُ الْفِعْلَيْنِ وَاقِعًا

پہلی دو کے تو مصنف کا قول مُخْتَلِفَيْنِ بالارادہ اس صورت کو خاص کرنے کیلئے ہے یعنی کبھی ہوتا ہے تنازع فعلین واقع

فِی الْفَاعِلِیَّةِ وَالْمَفْعُوْلِیَّةِ حَالَ کَوْنِ الْفِعْلَیْنِ مُخْتَلِفَیْنِ فِی الْاِقْتِضَاءِ وَذٰلِکَ لَا یُتَصَوَّرُ اِلَّا

فاعلیت اور مفعولیت میں اس حال میں کہ دونوں فعل مختلف ہوتے ہیں تقاضا کرنے میں اور یہ نہیں متصور ہوسکتا مگر

اِذَا کَانَ الْاِسْمُ الظَّاهِرُ الْمُتَنَازَعُ فِیْهِ وَاحِدًا وَاِنَّمَا لَمْ یُوْرِدْ مِثَالاً لِلْقِسْمِ الثَّالِثِ لِاَنَّهٗ اِذَا اُخِذَ

جبکہ اسم ظاہر جس میں جھگڑا ہے ایک ہواور سوا اس کے نہیں نہیں ذکر کی مثال قسم ثالث کی اس لئے کہ جب ایک فعل

فِعْلٌ مِّنَ الْمِثَالِ الْاَوَّلِ وَفِعْلٌ مِّنَ الْمِثَالِ الثَّانِیْ حَصَلَ مِثَالٌ لِلْقِسْمِ الثَّالِثِ وَذٰلِکَ یُتَصَوَّرُ

مثال اول سے اور ایک مثال ثانی سے لیاجائے تو حاصل ہوجائے گی مثال قسم ثالث کی اور اس کی بہت سی صورتیں ہوسکتی ہیں

عَلٰی وُجُوْهٍ کَثِیْرَةٍ مِثْلُ ضَرَبَنِیْ وَضَرَبْتُ زَیْدًا وَاَکْرَمَنِیْ وَاَکْرَمْتُ زَیْدًا وَضَرَبَنِیْ وَاَکْرَمْتُ

جیسے ضَرَبَنِیْ وَضَرَبْتُ زَیْدًا اور اَکْرَمَنِیْ وَاَکْرَمْتُ زَیْدًا اور ضَرَبَنِیْ وَاَکْرَمْتُ

زَیْدًا وَ اَکْرَمَنِیْ وَضَرَبْتُ زَیْدًا وَغَیْرُ ذٰلِکَ مِمَّا یَکُوْنُ الْاِسْمُ الظَّاهِرُ مَرْفُوْعًا.

زَیْدًا اور وَاَکْرَمَنِیْ وَضَرَبْتُ زَیْدًا وغیرہ ان میں سے کہ اسم ظاہر مرفوع ہو۔

خلاصہ متن :۔مذکورہ بالا عبارت میں تنازع فعلین کی چار صورتیں ذکر کی گئی ہیں جن کی وضاحت سابقہ متن میں ہوچکی ہے۔

اغراض جامی :۔<u>فقد یکون</u>: میں تنازع کی اقسام کا بیان ہے کہ تنازع کی تین قسمیں ہیں (۱) تنازع فاعلیت میں ہو جیسے ضَرَبَنِیْ وَاَکْرَمَنِیْ زَیْدٌ (۲) تنازع مفعولیت میں ہو جیسے ضَرَبْتُ وَاَکْرَمْتُ زَیْدًا (۳) تنازع فاعلیت اور مفعولیت دونوں میں ہو اس طرح کہ وہ دونوں فعل من حیث الاقتضاء مختلف ہوں جیسے ضَرَبَنِیْ وَاَکْرَمْتُ زَیْدًا.

<u>تنازع الفعلین</u>: میں شارح نے یکون کی ضمیر کے مرجع کو بیان کردیا کہ مرجع تنازع الفعلین ہے۔

<u>بان یقتضی</u>: میں غرض تنازع الفعلین فی الفاعلیت کی صورت کو بیان فرمانا ہے کہ تنازع فی الفاعلیت کی صورت یہ ہے کہ فعلین میں سے ہر ایک اس بات کا تقاضا کرتا ہو کہ اسم ظاہر میرا فاعل بنے۔

<u>فیکونان</u>: میں ماقبل پر تفریع کا بیان ہے کہ اس صورت میں فعلین اقتضاء الفاعلیت میں متفق ہوں گے جیسے ضربنی واکرمنی زید میں دونوں فعل ضربنی اور اکرمنی زید کو اپنا فاعل بنانے کے خواہشمند ہیں اور دونوں زید میں متفق ہیں۔

<u>بان یقتضی</u>: میں غرض تنازع فی المفعولیت کی صورت کو بیان کرنا ہے کہ فعلین میں سے ہر ایک اس بات کا تقاضا کرے کہ اسم ظاہر میرا مفعول بنے۔

<u>فیکونان</u>: میں ماقبل پر تفریع کا بیان ہے کہ تنازع فی المفعولیت کی صورت میں فعلین مفعول کا تقاضا کرنے میں متفق ہوں گے

جیسے ضربت واکرمت زیدا میں دونوں فعل ضربت اور اکرمت میں سے ہر ایک زیداً کو اپنا مفعول بنانے کا خواہشمند ہے اور وہ دونوں اقتضائے مفعولیت میں متفق ہیں ان دونوں جگہ قیلو تان مختلفین کے اضافہ کی وجہ یہ ہے کہ تاکہ مصنف کے قول مختلفین سے تقابل درست ہو جائے۔

<u>وذلک یکون:</u> سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔ جب تنازع فاعلیت اور مفعولیت میں ہو تو ظاہر یہ ہے کہ دونوں فعل من حیث الاقتضاء مختلف ہوں گے لہذا فاعلیت اور مفعولیت کے بعد مختلفین کو ذکر کرنا مستدرک اور بے فائدہ ہوا؟

جواب: ۔ تنازع فی الفاعلیت والمفعولیت کی دو صورتیں ہیں (۱) فعلین میں سے ہر ایک فعل اسم ظاہر کو اپنا فاعل بنانا چاہے اور دوسرے اسم ظاہر کو اپنا مفعول بنانا چاہے اسی طریقہ پر کہ تنازع فیہ اسم ظاہر دو ہوں جیسے **ضرب واهان زید عمروا** ۔ اس مثال میں ہر ایک فعل زید کو اپنا فاعل اور عمرو کو اپنا مفعول بنانے کا متقاضی ہے۔ لیکن یہ قسم مذکورہ دو قسموں کا اجتماع ہے مقابل نہیں ہے (۲) فعلین میں سے ایک فعل اسم ظاہر کو اپنا فاعل بنانا چاہے اور دوسرا فعل اسی اسم ظاہر کو اپنا مفعول بنانا چاہے بایں طور کہ متنازع فیہ اسم ظاہر ایک ہو جیسے **ضربنی واکرمت زید**۔ اس مثال میں فعل اول ضربنی زید کو اپنا فاعل بنانا چاہتا ہے اور دوسرا فعل اکرمت زید کو اپنا مفعول بنانا چاہتا ہے اس صورت میں دونوں فعل اقتضاء میں مختلف ہیں اس لئے یہ دوسری قسم پہلی دو قسموں کا اجتماع نہیں بلکہ مقابل ہے تو مصنف نے اسی دوسری قسم کی تخصیص کیلئے اپنے قول مختلفین کا اضافہ کیا۔

<u>یعنی فلا یکون:</u> اس عبارت میں تین باتوں کی طرف اشارہ کر دیا (۱) مختلفین کی ترکیب کو بیان کیا کہ یہ حال ہے (۲) اس کا ذوالحال متعین کر دیا کہ اس کا ذوالحال لفعلین ہے (۳) اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ عامل معنی فعل ہے جو مستفاد ہوتا ہے اس ضمیر سے جو مصدر کی طرف راجع ہے۔ لہذا تقدیر عبارت اس طرح ہے **فلا یکون تنازع الفعلین والعامل فی الفاعلیة والمفعولیة حال کون الفعلین مختلفین فی الاقتضاء.**

<u>وانما لم یورد:</u> سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال:** ۔ اس کی کیا وجہ کہ مصنف نے قسم اول کی مثال بھی ذکر کی اور قسم ثانی کی بھی مثال ذکر کی لیکن قسم ثالث کی مثال ذکر نہیں کی۔ شارح نے اسکے دو جواب دیے ہیں۔

جواب (۱): ۔ تیسری قسم کی مثال سہل الحصول تھی اسی وجہ سے مصنف نے ذکر نہیں کی اور سہل الحصول اس وجہ سے تھی کہ اگر قسم اول کی مثال سے ایک فعل لے لیا اور قسم ثانی کی مثال سے بھی ایک فعل لے لیا جائے تو قسم ثالث کی مثال بن جائے گی جیسے ضربنی واکرمت زیدا۔

جواب (۲): ۔ **وذلک بعصور** سے جواب ثانی کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ قسم ثالث کی مثالیں کثیر ہیں اس کی

آٹھ مثالیں متصور ہوسکتی ہیں (۱) قسم اول کی مثال سے فعل اول اور قسم ثانی کی مثال سے بھی فعل اول لے لیا جائے جیسے ضربنی وضربت زیدا (۲) قسم اول کی مثال سے فعل ثانی اور قسم ثانی کی مثال سے بھی فعل ثانی لے لیا جائے جیسے اکرمنی واکرمت زیدا (۳) قسم اول کی مثال سے فعل اول اور قسم ثانی کی مثال سے فعل ثانی لے لیا جائے جیسے ضربنی واکرمت زیدا (۴) قسم اول کی مثال سے فعل ثانی اور قسم ثانی کی مثال سے فعل اول لے لیا جائے جیسے اکرمنی وضربت زیدا یہ چار صورتیں ہیں اگر ان چاروں کو منعکس کر دیا جائے کہ عامل ناصب کو رافع پر مقدم کر دیا جائے تو مزید چار مثالیں حاصل ہو جائیں گی (۱) ضربت وضربنی زیدا (۲) اکرمت واکرمنی زیدا (۳) اکرمت وضربنی زیدا (۴) ضربت واکرمنی زیدا۔ چونکہ اس کی امثلہ کثیر ہیں اس لئے اس کی خاص مثال ذکر نہیں کی۔

اختلاف نحاۃ

فَيَخْتَارُ النُّحَاةُ الْبَصْرِيُّوْنَ اِعْمَالَ الْفِعْلِ الثَّانِيْ لِقُرْبِهٖ مَعَ تَجْوِيْزِ اِعْمَالِ الْاَوَّلِ وَيَخْتَارُ النُّحَاةُ
پس بصری نحوی فعل ثانی کے عمل دینے کو ترجیح دیتے ہیں اس کے قرب کی وجہ سے فعل اول کے عمل دینے کو جائز قرار دیتے ہوئے اور پسند کرتے ہیں
الْكُوْفِيُّوْنَ الْاَوَّلَ اَیْ اِعْمَالَ الْفِعْلِ الْاَوَّلِ مَعَ تَجْوِيْزِ اِعْمَالِ الثَّانِيْ لِسَبْقِهٖ وَلِلْاِحْتِرَازِ
کوفی نحوی فعل اول کو یعنی فعل اول کے عمل دینے کو فعل ثانی کے عمل دینے کو جائز قرار دیتے ہوئے اس کی سبقت کی وجہ سے
عَنِ الْاِضْمَارِ قَبْلَ الذِّكْرِ
اور اضمار قبل الذکر سے بچنے کیلئے۔

خلاصہ متن: ۔فیختار سے صاحب کافیہ تنازع فعلین میں نحویوں کے اختلاف کو بیان کرتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ نحاۃ بصرہ فعل ثانی کے عمل کو ترجیح دیتے ہیں قرب کی وجہ سے تاہم فعل اول کو عمل دینا بھی جائز رکھتے ہیں۔ جبکہ نحاۃ کوفی فعل اول کے عمل کو ترجیح دیتے ہیں اس کے سابق ہونے کی وجہ سے تاہم فعل ثانی کو عمل دینا بھی جائز رکھتے ہیں۔

اغراض جامی: ۔النحاۃ: میں شارح نے حذف موصوف کی طرف اشارہ کیا کیونکہ البصریون اسم منسوب ہے اور اسم منسوب مشتق کے حکم میں ہوتا ہے اور اسم مشتق صیغہ صفت ہوتا ہے جو موصوف کا تقاضا کرتا ہے تو النحاۃ سے موصوف کو ذکر کیا، نیز اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ البصریون سے مراد تمام بصری نہیں بلکہ نحاۃ بصرہ مراد ہیں۔

الفعل: میں شارح نے اشارہ کر دیا کہ الثانی صفت ہے موصوف محذوف الفعل کی۔

لقربه: میں شارح کی غرض نحاۃ بصرہ کی دلیل کو بیان فرمانا ہے۔

دلیل بصریین: ۔نحاۃ بصرہ کے نزدیک فعل ثانی کو عمل دینا اولیٰ ہے اس لیے کہ فعل ثانی اسم ظاہر کے زیادہ قریب ہے اور الحق للجار کے تحت اقرب مطلوب کو حاصل کرنے کا زیادہ مستحق ہے۔لہٰذا فعل ثانی کو عمل دینا اولیٰ ہے۔(۲) نیز اول کو عمل دینے سے عامل معمول کے درمیان فاصلہ بالاجنبی لازم آئے گا جو کہ باب تنازع فعلین میں اگرچہ جائز ہے لیکن غیر مستحسن ہے۔(سوال کابلی ص ۱۲۸)

مع تجویز اعمال الاول: میں یہ بتادیا کہ مصنف کی عبارت فیختار میں اختیار بمعنی اولویت والترجیح ہے نہ بمعنی القطع والجزم واللزوم، مطلب یہ ہے کہ بصریوں کے نزدیک فعل ثانی کو عمل دینا اولی اور راجح ہے لازم وواجب نہیں ہے اس لئے فعل اول کو عمل دینا بھی جائز ہے گویا اختلاف اولویت، عدم اولویت میں ہے نہ کہ جواز، عدم جواز میں۔(سوال کابلی ص ۱۲۸)

و یختار النحاۃ: میں عطف کی تعیین کا بیان ہے کہ الکوفیون کا عطف البصریوں پر ہے۔

اعمال الفعل: میں وضاحت کردی کہ الاول یہ صفت ہے موصوف محذوف الفعل کی پھر موصوف صفت ملکر مضاف محذوف کیلئے مضاف الیہ ہیں جو کہ اعمال ہے۔

مع تجویز اعمال الثانی: میں اشارہ کردیا کہ مصنف کی عبارت میں اختیار سے مراد اختیار بطریق الترجیح ہے نہ کہ اختیار بطریق القطع واللزوم۔کما مر سابقا۔

لسبقه: میں شارح کی غرض نحاۃ کوفہ کی دلیل بیان فرمانا ہے۔**دلیل کوفیین:** ۔جس کا حاصل یہ ہے کہ نحاۃ کوفہ کے نزدیک فعلِ اول کو عمل دینا اولیٰ ہے اس لیے کہ فعل اول معمول کی طلب میں مقدم ہے لہٰذا سابق ہونے کی وجہ سے معمول کو حاصل کرنے کا زیادہ مستحق ہے۔جیسے ہمارے ہاں کہا جاتا ہے پہلے آئیں پہلے پائیں، یا عربی کا مقولہ ہے الحق للمتقدم۔

ولا احتراز: میں کوفیوں کی دلیل ثانی کو بیان کررہے ہیں کہ اگر فعل ثانی کو عمل دیا جائے تو رفع تنازع کیلئے فعل اول میں فاعل کی ضمیر لائی جائے گی تو اس صورت میں اضمار قبل الذکر لازم آئے گا جو کہ جائز نہیں اس لئے فعل اول کو عمل دینا اولیٰ ہے۔

طریق قطع تنازع عند البصریین

فَاِنْ اَعْمَلْتَ الْفِعْلَ الثَّانِیْ کَمَا هُوَ مَذْهَبُ الْبَصْرِیِّیْنَ بَدَأَ بِهٖ لِاَنَّهُ الْمَذْهَبُ الْمُخْتَارُ

پس اگر تو عمل دے فعل ثانی کو بصریین کے مذہب کے مطابق بصریوں کے مذہب سے شروع کیا کیونکہ وہ پسندیدہ،

اَلْاَکْثَرُ اِسْتِعْمَالًا اَضْمَرْتَ الْفَاعِلَ فِی الْفِعْلِ الْاَوَّلِ اِذَا اقْتَضَی الْفَاعِلَ لِجَوَازِ الْاِضْمَارِ

اکثر مستعمل ہے تو فاعل کی ضمیر دے تو فعل اول میں جبکہ اس کا تقاضا فاعلیت کا ہو کیونکہ جائز ہے اضمار

قَبْلَ الذِّكْرِ فِي الْعُمْدَةِ بِشَرْطِ التَّفْسِيْرِ وَلِلُزُوْمِ التَّكْرَارِ بِالذِّكْرِ وَامْتِنَاعِ الْحَذْفِ عَلٰى

قبل الذکر عمدہ فی الکلام میں تفسیر کی شرط کے ساتھ اوراس لئے کہ ذکر میں تکرار لازم آئے گا اور منع ہے حذف کرنا اوپر

وَفْقِ الْإِسْمِ الظَّاهِرِ الْوَاقِعِ بَعْدَ الْفِعْلَيْنِ اَیْ عَلٰى مُوَافَقَتِهٖ إِفْرَادًا وَ تَثْنِيَةً وَجَمْعًا وَتَذْكِيْرًا

موافق اس اسم ظاہر کے جو دونوں فعلوں کے بعد واقع ہے یعنی اس کے مطابق مفرد، تثنیہ، جمع، مذکر

وَتَانِيْثًا لِأَنَّهٗ مَرْجِعُ الضَّمِيْرِ وَالضَّمِيْرُ يَجِبُ اَنْ يَّكُوْنَ مُوَافِقًا لِلْمَرْجِعِ فِيْ هٰذِهِ الْأُمُوْرِ دُوْنَ

اور مؤنث ہونے میں کیونکہ وہ ضمیر کا مرجع ہے اور ضمیر کا ان امور میں مرجع کے موافق ہونا واجب ہے نہ کہ

الْحَذْفِ لِأَنَّهٗ لَا يَجُوْزُ حَذْفُ الْفَاعِلِ إِلَّا إِذَا سَدَّ شَيْءٌ مَسَدَّهٗ خِلَافًا لِلْكِسَائِيِّ فَإِنَّهٗ لَا يُضْمِرُ

حذف کیونکہ فاعل کو حذف کرنا جائز نہیں ہے مگر جب کوئی چیز اس کے قائم مقام ہو امام کسائی کا اختلاف ہے کیونکہ وہ ضمیر نہیں دیتے

الْفَاعِلَ بَلْ يَحْذِفُهٗ تَحَرُّزًا عَنِ الْإِضْمَارِ قَبْلَ الذِّكْرِ وَيَظْهَرُ اَثَرُ الْخِلَافِ فِيْ نَحْوِ ضَرَبَانِيْ

فاعل کی بلکہ اسے حذف کر دیتے ہیں اضمار قبل الذکر سے بچنے کیلئے اور اس اختلاف کا اثر ظاہر ہوگا اس جیسی مثال میں ضَرَبَانِيْ

وَاَكْرَمَنِي الزَّيْدَانِ عِنْدَ الْبَصْرِيِّيْنَ وَضَرَبَنِيْ وَاَكْرَمَنِي الزَّيْدَانِ عِنْدَ الْكِسَائِيِّ وَجَازَ اَیْ إِعْمَالُ

وَاَكْرَمَنِي الزَّيْدَانِ بصریوں کے ہاں اور ضَرَبَنِيْ وَاَكْرَمَنِي الزَّيْدَانِ امام کسائی کے ہاں، اور جائز ہے یعنی عمل دینا

الْفِعْلِ الثَّانِيْ مَعَ اقْتِضَاءِ الْفِعْلِ الْاَوَّلِ الْفَاعِلَ خِلَافًا لِلْفَرَّاءِ فَإِنَّهٗ لَا يُجَوِّزُ إِعْمَالَ الْفِعْلِ الثَّانِيْ

فعل ثانی کو باوجود فعل اول کے فاعل کا تقاضا کرنے کے، اختلاف ہے امام فراء کا کیونکہ وہ فعل ثانی کے عمل دینے کا جائز نہیں قرار دیتے

عِنْدَ اقْتِضَاءِ الْاَوَّلِ الْفَاعِلَ لِأَنَّهٗ يَلْزَمُ عَلٰى تَقْدِيْرِ إِعْمَالِهٖ إِمَّا الْإِضْمَارُ قَبْلَ الذِّكْرِ كَمَا هُوَ

جب فعل اول کا تقاضا فاعلیت کا ہو کیونکہ فعل ثانی کو عمل دینے کی صورت میں اضمار قبل الذکر لازم آئے گا جیسا کہ یہ

مَذْهَبُ الْجُمْهُوْرِ اَوْ حَذْفُ الْفَاعِلِ كَمَا هُوَ مَذْهَبُ الْكِسَائِيِّ بَلْ يَجِبُ عِنْدَهٗ إِعْمَالُ الْفِعْلِ

جمہور کا مذہب ہے یا فاعل کو حذف کرنا جیسا کہ یہ کسائی کا مذہب ہے بلکہ امام فراء کے نزدیک واجب ہے عمل دینا فعل

الْاَوَّلِ فَإِنِ اقْتَضَى الثَّانِي الْفَاعِلَ اَضْمَرْتَهٗ وَإِنِ اقْتَضَى الْمَفْعُوْلَ حَذَفْتَهٗ اَوْ اَضْمَرْتَهٗ تَقُوْلُ

اول کو، اگر فعل ثانی کا تقاضا فاعلیت کا ہو تو فاعل کی ضمیر دے دے اس کو اور اگر مفعولیت کا تقاضا ہو تو مفعول کو حذف کر دے یا اس کی ضمیر دے دے تو کہے گا

ضَرَبَنِيْ وَاَكْرَمَانِي الزَّيْدَانِ وَلَا يَلْزَمُ حِيْنَئِذٍ مَحْذُوْرٌ وَقِيْلَ رُوِيَ عَنْهُ تَشْرِيْكُ الرَّافِعَيْنِ اَوْ

ضَرَبَنِيْ وَاَكْرَمَانِي الزَّيْدَانِ اور نہیں لازم آئے گی اس وقت کوئی خرابی اور کہا گیا ہے کہ ان سے مروی ہے دونوں عامل رافع کو شریک کرنا یا

اِضْمَارُهُ بَعْدَ الظَّاهِرِ كَمَا فِيْ صُوْرَةِ تَاخِيْرِ النَّاصِبِ تَقُوْلُ ضَرَبَنِيْ وَاَكْرَمَنِيْ زَيْدٌ هُوَ وَضَرَبَنِيْ
اس کو ضمیر دینا اسم ظاہر کے بعد جیسا کہ عامل ناصب کے مؤخر ہونے کی صورت میں تو کہے گا ضَرَبَنِيْ وَاَكْرَمَنِيْ زَيْدٌ هُوَ اور ضَرَبَنِيْ
وَاَكْرَمْتُ زَيْدًا هُوَ وَرِوَايَةُ الْمَتْنِ غَيْرُ مَشْهُوْرَةٍ عَنْهُ وَحَذَفْتَ الْمَفْعُوْلَ تَحَرُّزًا عَنِ التَّكْرَارِ لَوْ
وَاَكْرَمْتُ زَيْدًا هُوَ اور متن کی روایت ان سے مشہور نہیں ہے اور تو حذف کرے مفعول کو بچتے ہوئے تکرار سے اگر
ذُكِرَ وَعَنِ الْاِضْمَارِ قَبْلَ الذِّكْرِ فِي الْفُضْلَةِ لَوْ اُضْمِرَ اِنِ اسْتُغْنِيَ عَنْهُ وَاِلَّا اَيْ وَاِنْ لَمْ يُسْتَغْنَ
ذکر کیا جائے اور اضمار قبل الذکر سے فضلہ میں اگر ضمیر دی جائے اگر اس سے بے نیازی ہو ورنہ یعنی اگر نہ ہو بے نیازی
عَنْهُ اَظْهَرْتَ اَيِ الْمَفْعُوْلَ نَحْوُ حَسِبَنِيْ مُنْطَلِقًا وَحَسِبْتُ زَيْدًا مُنْطَلِقًا لِاَنَّهُ لَا يَجُوْزُ حَذْفُ
اس سے تو تو ظاہر کردے یعنی مفعول کو جیسے حَسِبَنِيْ مُنْطَلِقًا وَحَسِبْتُ زَيْدًا مُنْطَلِقًا اس لئے کہ نہیں ہے جائز حذف کرنا
اَحَدِ مَفْعُوْلَيْ بَابِ حَسِبْتُ وَلَا يَجُوْزُ اِضْمَارُهُ لِئَلَّا يَلْزَمَ الْاِضْمَارُ قَبْلَ الذِّكْرِ فِي الْفُضْلَةِ.
باب حسبت کے ایک مفعول کا اور نہیں جائز اس کی ضمیر دینا تاکہ اضمار قبل الذکر لازم نہ آئے فضلہ میں

خلاصہ متن: ۔یہاں سے صاحب کافیہ طریق قطع تنازع عند البصریین کی تفصیل بیان فرمارہے ہیں کہ اگر نحاۃ بصرہ کے مذہب کے مطابق فعل ثانی کو عمل دے دیا جائے تو دیکھا جائے گا کہ فعل اول فاعل کا تقاضا کرتا ہے یا مفعول کا اگر فاعل کا تقاضا کرتا ہے تو فعل اول میں فاعل کی ضمیر لائی جائے گی جو افراد، تثنیہ، جمع، تذکیر وتانیث میں اسم ظاہر کے موافق ہو گی۔ خلافا لکسائی لیکن امام کسائی کا اسمیں اختلاف ہے وہ فرماتے ہیں فعلِ اول میں فاعل کو حذف کیا جائے گا ضمیر نہیں لائی جائے گی اس لیے کہ اگر ضمیر لائی جائے تو اضمار قبل الذکر لازم آئے گا جو کہ درست نہیں۔ وجاز خلافا للفراء اس کے بعد امام فراء کے مسلک کو بیان فرمایا کہ اگر فعل اول فاعل کا تقاضا کرے تو جمہور کے نزدیک فعل ثانی کو عمل دینا بھی جائز ہے البتہ راجح میں اختلاف ہے لیکن امام فراء جمہور کی مخالفت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ فعل ثانی کو عمل دینا سرے سے جائز ہی نہیں بلکہ فعل اول کو عمل دینا واجب ہے۔ اور اگر فعل اول مفعول کا تقاضا کرتا ہے تو نحاۃِ بصرہ کے مذہب کے مطابق رفع تنازع کی صورت یہ ہے کہ یہ دیکھیں گے کہ مفعول کے ذکر سے استغناء ہے یا نہیں یعنی مفعول کو اگر ذکر نہ کریں تو کوئی خرابی لازم آتی ہے یا نہیں، اگر استغناء ہو تو فعل اول کے مفعول کو حذف مانا جائیگا اس کو ذکر بھی نہیں کیا جائے گا اور اس کے لیے ضمیر بھی نہیں لائی جائے گی۔ اور اگر مفعول کے ذکر سے استغناء نہ ہو یعنی اس کو ذکر کرنا ضروری ہو تو فعل اول کے مفعول کو ظاہر کردیا جائے گا۔ عدم استغناء اس وقت ہوگا جب وہ مفعول افعال قلوب کے دو مفعولوں میں سے کسی ایک کا مفعول ثانی ہو اور اس کا مفعول اول مذکور

ہو کیونکہ افعال قلوب میں ضابطہ یہ ہے کہ اس کے دو مفعولوں میں سے ایک کو ذکر کرنا اور دوسرے کو حذف کرنا جائز نہیں ہے۔

اغراض جامی:۔ الفعل: میں یہ بتا دیا کہ الثانی یہ صفت ہے موصوف محذوف کی جو کہ الفعل ہے۔

کما ھو مذھب البصریین: میں یہ بتایا کہ یہ تفصیل بصریوں کے مذھب کے مطابق ہے۔

وبدا: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ مصنف نے اجمال اور تفصیل میں بصریین کے مذہب کو کیوں مقدم کیا؟

جواب:۔ چونکہ نحاۃ بصرہ کا مذہب مختار اور کثیر الاستعمال تھا اس لئے اس کو مقدم کیا۔

الفعل: میں یہ بتا دیا کہ الاول یہ صفت ہے موصوف محذوف کی جو کہ الفعل ہے۔

اذا قتضی الفاعل: یہ مصنف کے قول اضمرت الفاعل کی ظرف ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب فعل اول فاعل کا تقاضا کرے تو فعل اول میں فاعل کی ضمیر لائی جائے گی۔

لجواز الاضمار: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ اگر فعل ثانی کو عمل دے دیا جائے اور فعل اول میں فاعل کی ضمیر لائی جائے تو وہ ضمیر مابعد والے اسم ظاہر کی طرف راجع ہوگی تو اس سے اضمار قبل الذکر لازم آئے گا جو کہ جائز نہیں ہے۔

جواب:۔ اگر چہ اضمار قبل الذکر لازم آئے گا لیکن فاعل کلام میں عمدہ ہوتا ہے اور عمدہ میں اضمار قبل الذکر بشرط التفسیر جائز ہے۔ یعنی عمدہ فی الکلام کی اگر آگے تفسیر ہو رہی ہو تو اس میں اضمار قبل الذکر جائز ہے۔

وللزوم التکرار: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ نحاۃ بصرہ اضمار قبل الذکر کا ارتکاب کیوں کرتے ہیں حالانکہ رفع تنازع کیلئے دو طریقے اور بھی ہیں (۱) فعل اول کے فاعل کو ذکر کر دیا جائے (۲) فعل اول کے فاعل کو حذف مانا جائے؟

جواب:۔ (۱) اگر رفع تنازع کیلئے فاعل کو ذکر کر دیا جائے تو تکرار لازم آئے گا جو کہ فصاحت کے خلاف ہے (۲) اور اگر فاعل کو حذف مانا جائے تو بھی غلط ہے کیونکہ عمدہ فی الکلام کو حذف کرنا ممنوع ہے اب رفع تنازع کی صرف ایک صورت رہ گئی تھی وہ ہے ضمیر لے آنا اسی لئے بصریین نے اس کو اختیار کیا۔

الواقع بعد الفعلین: میں شارح نے یہ بتا دیا کہ اسم ظاہر سے مراد وہ اسم ظاہر ہے جو دونوں فعلوں کے بعد واقع ہو۔

ای علی موافقتہ: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ وفق مصدر باب مجرد ہے حالانکہ اس باب کا مجرد غیر مستعمل ہے۔

جواب: ۔مصدر مجرد بمعنی المزید ہے وفق بمعنی الموافقۃ۔ **بعنوان دیگر** سوال کی تقریر یہ ہے کہ وفق کا معنی ہے دو چیزوں کا آپس میں مطابق وموافق ہونا تو یہ لفظ نسبِ متکررہ میں سے ہے اور جولفظ نسب متکررہ میں سے ہو وہ مفاعلہ کے وزن پر آتا ہے جیسے مضاربۃ ایک دوسرے کو مارنا۔تو شارح نے جواب دیا کہ یہاں وفق بمعنی الموافقۃ ہے من قبیل ذکر المجرد وارادۃ المزید۔ پھر **سوال** ہوا کہ ضمیر کی موافقت اسم ظاہر کے ساتھ ناممکن ہے کیونکہ ضمیر ہمیشہ معرفہ ہوتی ہے جبکہ اسم ظاہر کبھی معرفہ کبھی نکرہ ہوتا ہے تو افراد وتثنیہ سے **جواب** دیا کہ موافقۃ سے موافقۃ فی الافراد والتثنیہ والجمع مراد ہے نہ فی التعریف والتنکیر (سوال باسوئی ص ۲۰۵،سوال کابلی ص ۱۲۸)

<u>لانہ مرجع الضمیر:</u> میں شارح نے امور خمسہ مذکورہ میں ضمیر کی اسم ظاہر کے ساتھ موافقت کے ضروری ہونے کی وجہ کو بیان کیا ہے کہ ضمیر کا مرجع اسم ظاہر ہے اور راجع مرجع میں امور خمسہ مذکورہ میں مطابقت واجب ہوتی ہے اس وجہ سے ضمیر کا امورخمسہ میں اسم ظاہر کے موافق ہونا ضروری ہے۔

<u>دون الحذف:</u> صاحب کافیہ کی غرض یہ بیان فرمانا ہے کہ فعل اول میں فاعل کیلئے ضمیر لائی جائے گی اس کو حذف نہیں کیا جائے گا۔

<u>لانہ لایجوز:</u> میں شارح کی غرض اس کی دلیل بیان فرمانا ہے کہ فاعل کا حذف اس لئے جائز نہیں کہ اس صورت میں فعل اول میں فاعل کی ضمیر ہے جو کہ عمدہ ہے لہذا اگر فاعل کو حذف کر دیا جائے تو عمدہ کا حذف لازم آئے گا جو کہ جائز نہیں ہے مگر جب اس کا قائم مقام موجود ہو اور یہاں اس کا قائمقام موجود نہیں اس لئے حذف جائز نہیں۔

<u>خلافا للکسائی فانہ لا یضمر الفاعل:</u> میں شارح کی غرض اختلاف کسائی کی وضاحت کرنا ہے۔وہ فرماتے ہیں کہ فعلِ اول میں فاعل کو حذف مانا جائے گا ضمیر نہیں لائی جائے گی اس لیے کہ ضمیر کی صورت میں اضمار قبل الذکر لازم آئے گا اور وہ ان کے نزدیک عمدہ میں بشرط التفسیر بھی جائز نہیں ہے۔

<u>ویظھر اثر الخلاف:</u> میں شارح جامی عام نحاۃ بصرہ اور امام کسائی کے درمیان اختلاف کا ثمرہ بیان کررہے ہیں کہ دونوں میں ثمرۂ اختلاف تثنیہ اور جمع میں ظاہر ہوگا نہ کہ مفرد میں کیونکہ جمہور نحاۃ بصرہ کے نزدیک مفرد میں ضربنی واکرمنی زید ہوگا اور امام کسائی کے نزدیک بھی اسی طرح ہوگا لیکن ثمرۂ اختلاف تثنیہ ،جمع میں ظاہر ہوگا چنانچہ عام نحاۃ بصرہ کے نزدیک تثنیہ میں یوں کہا جائے گا ضربانی واکرمنی الزیدان کیونکہ ضربانی میں فاعل کی ضمیر نکالیں گے اور وہ راجع ہوگی مابعد الزیدان کی طرف تو راجع مرجع میں مطابقت ضروری ہے تو ضربانی پڑھیں گے اور امام کسائی کے نزدیک حذف فاعل کے ساتھ یوں کہا جائے گا ضربنی واکرمنی الزیدان۔تو ضربنی کے بعد الزیدان فاعل محذوف ہوگا اصل میں تھا ضربنی الزیدان واکرمنی الزیدان فاعل چونکہ اسم ظاہر ہے اس لئے فعل واحد رہے گا خواہ فاعل تثنیہ ہو یا جمع۔اسی طرح جمع میں عام نحاۃ

بصرہ کے نزدیک ضربونی واکرمنی الزیدون باضمار الفاعل ہوگا اور امام کسائی کے نزدیک ضربنی واکرمنی الزیدون بحذف الفاعل ہوگا۔

تبصرہ:۔ حق جمہور کے ساتھ ہے فاعل میں اضمار اولیٰ من الحذف ہے اگر چہ اضمار قبل الذکر فی الفاعل اور حذف فاعل دونوں خلاف قیاس ہیں لیکن اضمار قبل الذکر کلام عرب میں موجود و مستعمل ہے مثلاً ضمیر شان و ضمیر قصہ میں بخلاف حذف فاعل کے وہ کلام عرب میں بالکل موجود نہیں ہے لہذا مذہب کسائی مرجوح ہے کیونکہ انہوں نے شنیع (اضمار قبل الذکر) سے تو اجتناب کیا لیکن اشنع (حذف فاعل) کا ارتکاب کرلیا گویا "فَرَّمِنَ الْمَطَرِ وَقَامَ تَحْتَ الْمِيزَابِ" (سوال باسوالی ص ۲۰۶، سوال کابلی ص ۱۲۸)

فائدہ:۔ پانچ مقامات میں اضمار قبل الذکر جائز ہے (۱) ربہ رجلا (۲) ضمیر شان میں جیسے قل ھو اللہ احد (۳) نعم رجلا زید، نعم میں ضمیر ہے جو کہ زید کی طرف راجع ہے (۴) تنازع فعلین میں (۵) جب اسم ظاہر کو ضمیر سے بدل بنایا جائے جیسے ضربہ زیدا۔ (سوال کابلی ص ۱۲۹)

<u>وجاز خلافا للفراء:</u> یہ جملہ معترضہ ہے اس سے امام فراء کے مذہب کو بیان کرنا مقصود ہے۔ اگر فعلِ اول فاعل کا تقاضا کرے تو جمہور کے نزدیک فعل ثانی کو عمل دینا جائز ہے لیکن امام فراء جمہور کی مخالفت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں فعلِ ثانی کو عمل دینا جائز نہیں بلکہ فعل اول کو عمل دینا واجب ہے۔

<u>لانہ یلزم:</u> میں شارح کی غرض امام فراء کی دلیل بیان فرمانا ہے کہ اگر فعل ثانی کو عمل دے دیا جائے اور فعلِ اول فاعل کا تقاضا کرے تو دو حال سے خالی نہیں (۱) یا تو فاعل کیلئے ضمیر لائی جائے تو اضمار قبل الذکر لازم آئے گا لفظاً و رتبۃً (۲) یا فاعل حذف کریں تو عمدہ کا حذف لازم آئے گا اور یہ دونوں امر ممنوع ہیں۔ لہٰذا فعلِ ثانی کو عمل دینا جائز ہی نہیں بلکہ فعلِ اول کو عمل دینا واجب ہے، پھر دیکھا جائے گا کہ فعلِ ثانی فاعل کا تقاضا کرتا ہے یا مفعول کا اگر فاعل کا تقاضا کرے تو فعلِ ثانی میں فاعل کی ضمیر لائی جائے گی جو کہ راجع ہوگی اسم ظاہر مابعد کی طرف تو اس صورت میں لفظاً اضمار قبل الذکر لازم آئے گا لیکن رتبتاً نہیں اور ایسا اضمار قبل الذکر جائز ہے اور اگر فعلِ ثانی مفعول کا تقاضا کرے تو اس میں دو صورتیں جائز ہیں (۱) مفعول کو حذف کر دیا جائے اس لیے کہ مفعول کلام میں فضلہ واقع ہوتا ہے اور فضلہ کا حذف جائز ہے (۲) مفعول کیلئے ضمیر لائی جائے گی جس کا مرجع اسم ظاہر ہوگا اگر چہ لفظاً اس سے مؤخر ہوگا لیکن رتبتاً مقدم ہوگا لہٰذا اضمار قبل الذکر لفظاً و رتبتاً لازم نہ آیا بلکہ فقط لفظاً لازم آیا جو کہ جائز ہے کیونکہ اسم ظاہر فعلِ اول کا معمول ہے اور فعلِ اول فعلِ ثانی سے مقدم ہے۔

<u>قیل روی عنہ:</u> امام فراء سے روایتِ متن کے علاوہ دو روایتیں اور بھی ہیں (۱) تشریک رافعین۔ یعنی اسم ظاہر کو بطریق

اشتراک دونوں فعلوں کا معمول بنادیا جائے، دریں صورت توارد العلتین علی معلول واحد لازم آئے گا جو کہ جائز نہیں ہے (۲) اسم ظاہر کو فعلِ ثانی کا معمول بنادیا جائے اور فعلِ اول کے فاعل کیلئے اسم ظاہر کے بعد ضمیر منفصل لائی جائے جیسے ضربني واکرمني زیدھو جیسا کہ ناصب کی تاخیر کی صورت میں کیا جاتا ہے یعنی جب فعل اول فاعل کا تقاضا کرے اور فعل ثانی مفعول کا تقاضا کرے تو فراء کہتے ہیں فعل ثانی کو عمل دیدیا جائے اور فعل اول کے فاعل کیلئے اسم ظاہر کے بعد ضمیر لائی جائے گی جیسے ضربني واکرمت زیداً ھو.

توامام فراء کی اس روایت کے مطابق تنازع کو اس طرح رفع کیا جائے گا کہ زید کو فعلِ ثانی یعنی اکرم کا فاعل بنادیا اور فعل اول کے فاعل کیلئے اسم ظاہر کے بعد ضمیر لائی جائے گی اور یوں کہا جائے گا ضربني واکرمني زیدٌھو اور ضربني واکرمت زیدا میں رفع تنازع اس طرح ہوگا کہ زید کو فعل ثانی اکرمت کا مفعول بنادیا جائے گا اور فعل اول ضربنی کے فاعل کیلئے اسم ظاہر کے بعد ضمیر منفصل لائی جائے گی ضربني واکرمت زیدا ھو۔

ودوایۃ: میں شارح کی غرض صاحب کافیہ پر **اعتراض** کرنا ہے کہ صاحب کافیہ نے متن میں امام فراء کی جو روایت نقل کی ہے وہ روایت مشہور نہیں ہے۔ مصنف کو چاہیے تھا کہ وہ مشہور روایت کو بیان فرماتے۔

جواب: بعض حضرات نے مصنف کی جانب سے جواب دیا ہے کہ غیر مشہور روایت کو اس لیے ذکر کیا تا کہ وہ بھی مشہور ہو جائے

وحذفت: متن کی اس عبارت کا عطف اضمرت الفاعل پر ہے۔ عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اگر نحاۃ بصرہ کے مذہب کے مطابق فعل ثانی کو عمل دیدیا جائے اور فعلِ اول مفعول کا تقاضا کرتا ہو تو دو صورتیں ہیں (۱) مفعول کے ذکر سے استغناء ہوگا (۲) یا استغناء نہیں ہوگا اگر استغناء ہو یعنی اس کو ذکر کرنا ضروری نہ ہو تو فعلِ اول کے مفعول کو حذف مانا جائے گا، اس کو ذکر بھی نہیں کیا جائے گا اور اس کے لیے ضمیر بھی نہیں لائی جائے گی۔

تحرزا: میں اس کی دلیل کا بیان ہے کہ اگر مفعول کو ذکر کریں تو تکرار لازم آئے گا جو کہ مخل فی الفصاحۃ ہے اور اگر اس کے لیے ضمیر لائیں تو اضمار قبل الذکر فی الفضلہ لازم آئے گا جو کہ جائز نہیں ہے۔ لہٰذا تکرار اور اضمار قبل الذکر فی الفضلہ سے بچنے کے لیے فعلِ اول کے مفعول کو حذف مانا گیا، اور اگر مفعول کے ذکر سے استغناء نہ ہو یعنی اس کو ذکر کرنا ضروری ہو تو اس وقت فعلِ اول کے مفعول کو ظاہر کردیا جائے گا نہ تو اس کو حذف کیا جائے گا اور نہ ہی ضمیر لائی جائے گی اور عدم استغناء اس وقت ہوگا جب وہ مفعول افعال قلوب کے دو مفعولوں میں سے کسی ایک کا مفعول ثانی ہو اور اس کا مفعول اول مذکور ہو جیسے حسبني منطلقا وحسبت زیدا منطلقا اصل میں حسبني وحسبت زیدا منطلقا تھا۔

اولاً حسبني اور حسبت نے زیدا میں تنازع کیا حسبني چاہتا تھا کہ زید میرا فاعل بنے اور حسبت چاہتا تھا کہ میرا

مفعول بنے تو نحاۃِ بصرہ کے مذہب کے مطابق زیدا کو فعل ثانی حسبتُ کا مفعول بنا دیا گیا اور حسبنی کے فاعل کیلئے ضمیر لے آئے۔ **ثانیاً** حسبنی اور حسبت نے منطلقا میں تنازع کیا حسبنی چاہتا تھا کہ منطلقا میرا مفعول ثانی بنے اور حسبت چاہتا تھا کہ میرا مفعول ثانی بنے تو نحاۃِ بصرہ کے مذہب کے مطابق منطلقا کو فعل ثانی کا مفعول ثانی بنا دیا گیا اور فعل اول کے مفعول ثانی کو ظاہر کر دیا گیا تو حسبنی منطلقا و حسبت زیدا منطلقا ہو گیا۔ نہ تو اس کو حذف کیا اور نہ ہی اس کے لیے ضمیر لائے کیونکہ اگر حذف کرتے تو افعال قلوب کے دو مفعول میں سے ایک مفعول کا حذف لازم آتا جو کہ جائز نہیں ہے کیونکہ افعال قلوب کے دو مفعول مبتدا، خبر کے حکم میں ہیں تو ایک کو حذف کرنا جملہ کے ایک جزء کے حذف کرنے کے مترادف ہوگا جو کہ جائز نہیں۔ اور اگر ضمیر لاتے تو اضمار قبل الذکر فی الفضلہ لازم آتا وہ بھی جائز نہیں ہے۔ اسی وجہ سے فعل اول کے مفعول ثانی کو ظاہر کر دیا۔

بصریوں کے مذہب کے مطابق امثلہ کا خلاصہ

صورت تنازع	اسم ظاہر مفرد	اسم ظاہر تثنیہ	اسم ظاہر جمع
دونوں فعل اسم ظاہر کو فاعل بنانا چاہیں	ضَرَبَنِیْ وَاَکْرَمَنِیْ زَیْدٌ۔ (اول فعل میں ہو ضمیر مستتر ہے)	ضَرَبَانِیْ وَاَکْرَمَنِیْ الزَّیْدَان۔ (اول فعل میں الف ضمیر تثنیہ ہے)	ضَرَبُوْنِیْ وَاَکْرَمَنِیْ الزَّیْدُوْن (اول فعل میں واؤ ضمیر جمع ہے)
اول فعل اسم ظاہر کو فاعل اور دوسرا اس کو مفعول بنانا چاہے	ضَرَبَنِیْ وَاَکْرَمْتُ زیدا۔ (اول فعل میں ہو ضمیر مستتر ہے)	ضَرَبَانِیْ وَاَکْرَمْتُ الزَّیْدَیْن۔ (اول فعل میں الف ضمیر تثنیہ ہے)	ضَرَبُوْنِیْ وَاَکْرَمْتُ الزَّیْدِیْن (اول فعل میں واؤ ضمیر جمع ہے)
دونوں فعل اسم ظاہر کو اپنا مفعول بنانا چاہیں	ضَرَبْتُ وَاَکْرَمْتُ زیدا	ضَرَبْتُ وَاَکْرَمْتُ الزیدین	ضَرَبْتُ وَاَکْرَمْتُ الزیدین
فعل اول اسم ظاہر کو مفعول اور دوسرا اس کو فاعل بنانا چاہے	ضَرَبْتُ وَاَکْرَمَنِیْ زید	ضَرَبْتُ وَاَکْرَمَنِیْ الزیدان	ضَرَبْتُ وَاَکْرَمَنِیْ الزیدون

طریق قطع تنازع عند الکوفیین

وَاِنْ اَعْمَلْتَ الْفِعْلَ الْاَوَّلَ كَمَا هُوَ مُخْتَارُ الْكُوْفِيِّيْنَ اَضْمَرْتَ الْفَاعِلَ فِي الْفِعْلِ الثَّانِيْ

اور اگر تو عمل دے فعل اول کو جیسا کہ وہ پسندیدہ ہے کوفیوں کا تو تو ضمیر دے فاعل کی فعل ثانی میں

لَوِ اقْتَضَاهُ نَحْوُ ضَرَبَنِیْ وَاَکْرَمَنِیْ زَیْدٌ اِذَا جَعَلْتَ زَیْدًا فَاعِلَ ضَرَبَنِیْ وَاَضْمَرْتَ فِیْ اَکْرَمَنِیْ

اگر وہ فاعل کا تقاضا کرے جیسے ضَرَبَنِیْ وَاَکْرَمَنِیْ زَیْدٌ جب بنائے تو زید کو فاعل ضَرَبَنِیْ کا اور ضمیر دے تو اَکْرَمَنِیْ میں

ضَمِیْرًا رَاجِعًا اِلٰی زَیْدٍ لِتَقَدُّمِهٖ رُتْبَةً فَلاَ مَحْذُوْرَ فِیْهِ حِیْنَئِذٍ لاَ حَذْفُ الْفَاعِلِ وَلاَ الْاِضْمَارُ قَبْلَ

ایسی ضمیر جو راجع ہو زید کی طرف اس کے رتبۃً مقدم ہونے کی وجہ سے تو اس وقت اس میں کوئی خرابی نہیں ہوگی نہ فاعل کا حذف کرنا اور نہ اضمار قبل

الذِّکْرِ لَفْظًا وَرُتْبَةً بَلْ لَفْظًا فَقَطْ وَهُوَ جَائِزٌ وَاَضْمَرْتَ الْمَفْعُوْلَ فِی الْفِعْلِ الثَّانِیْ لَوِ اقْتَضَاهُ

الذکر لفظاً اور رتبۃً بلکہ صرف لفظاً اور وہ جائز ہے، اور ضمیر دے تو مفعول کی فعل ثانی میں اگر وہ مفعول کا تقاضا کرے

عَلَی الْمَذْهَبِ الْمُخْتَارِ وَلَمْ تَحْذِفْهُ وَاِنْ جَازَ حَذْفُهٗ لِئَلاَّ یُتَوَهَّمَ اَنَّ مَفْعُوْلَ الْفِعْلِ الثَّانِیْ مُغَایِرٌ

پسندیدہ مذہب کے مطابق اور تو اس کو حذف نہ کر اگرچہ اس کو حذف کرنا جائز ہے تاکہ یہ وہم نہ ہو کہ فعل ثانی کا مفعول الگ ہے

لِلْمَذْکُوْرِ وَیَکُوْنُ الضَّمِیْرُ حِیْنَئِذٍ رَاجِعًا اِلٰی لَفْظٍ مُتَقَدِّمٍ رُتْبَةً کَمَا تَقُوْلُ ضَرَبَنِیْ وَاَکْرَمْتُهٗ زَیْدٌ

مذکور سے اور ہوگی ضمیر اس وقت راجع اس لفظ کی طرف جو رتبۃً مقدم ہے جیسا کہ تو کہے گا ضَرَبَنِیْ وَاَکْرَمْتُهٗ زَیْدٌ

اِلاَّ اَنْ یَّمْنَعَ مَانِعٌ مِنَ الْاِضْمَارِ کَمَا هُوَ الْقَوْلُ الْمُخْتَارُ وَمِنَ الْحَذْفِ کَمَا هُوَ الْقَوْلُ الْغَیْرُ

مگر یہ کہ ضمیر دینے سے کوئی چیز مانع ہو جیسا کہ وہ پسندیدہ قول ہے اور حذف سے جیسا کہ وہ قول غیر

الْمُخْتَارُ فَتُظْهِرَ الْمَفْعُوْلَ فَاِنَّهٗ اِذَا امْتَنَعَ الْاِضْمَارُ وَالْحَذْفُ لاَ سَبِیْلَ اِلاَّ اِلَی الْاِظْهَارِ نَحْوُ

پسندیدہ ہے پس تو ظاہر کرے مفعول کو کیونکہ جب اضمار اور حذف ممتنع ہے تو کوئی راستہ نہیں ہے مگر اظہار کی طرف جیسے

حَسِبَنِیْ وَحَسِبْتُهُمَا مُنْطَلِقَیْنِ الزَّیْدَانِ مُنْطَلِقًا حَیْثُ اُعْمِلَ حَسِبَنِیْ فَجُعِلَ الزَّیْدَانِ فَاعِلاً لَهٗ

حَسِبَنِیْ وَحَسِبْتُهُمَا مُنْطَلِقَیْنِ الزَّیْدَانِ مُنْطَلِقًا اس طرح کہ عمل دیا گیا حَسِبَنِیْ کو پس بنایا گیا الزَّیْدَانِ کو اس کا فاعل

وَمُنْطَلِقًا مَفْعُوْلاً لَهٗ وَاُضْمِرَ الْمَفْعُوْلُ الْاَوَّلُ فِیْ حَسِبْتُهُمَا وَ اُظْهِرَ الْمَفْعُوْلُ الثَّانِیْ وَهُوَ

اور مُنْطَلِقًا کو اس کا مفعول اور حَسِبْتُهُمَا میں مفعول اول کی ضمیر دی گئی اور مفعول ثانی ظاہر کیا گیا اور وہ

مُنْطَلِقَیْنِ لِمَانِعٍ وَهُوَ اَنَّهٗ لَوْ اُضْمِرَ مُفْرَدًا خَالَفَ الْمَفْعُوْلَ الْاَوَّلَ وَلَوْ اُضْمِرَ مُثَنًّی خَالَفَ

مُنْطَلِقَیْنِ ہے مانع کی وجہ سے اور وہ یہ ہے کہ اگر مفرد کی ضمیر دی جائے تو یہ مفعول اول کے خلاف ہے اور اگر تثنیہ کی ضمیر دی جائے تو یہ خلاف ہے

الْمَرْجِعَ وَهُوَ قَوْلُهٗ مُنْطَلِقًا وَلَا یَخْفٰی اَنَّهٗ لاَ یُتَصَوَّرُ التَّنَازُعُ فِیْ هٰذِهِ الصُّوْرَةِ اِلاَّ اِذَا لاَحَظْتَ

مرجع یعنی اس کے قول مُنْطَلِقًا کے اور یہ بات مخفی نہیں کہ اس صورت میں تنازع متصور نہیں ہو سکتا مگر جب تو لحاظ کرے

اَلْمَفْعُوْلَ الثَّانِیْ اِسْمًا دَالًّا عَلٰی اِتِّصَافِ ذَاتٍ مَّا بِالْاِنْطِلَاقِ مِنْ غَیْرِ مُلَاحَظَةِ تَثْنِیَتِهٖ وَاِفْرَادِهٖ
مفعول ثانی کا اسم جو دلالت کرنے والی ہو کسی ذات کے موصوف ہونے پر چلنے کے ساتھ بغیر لحاظ کئے اس کے تثنیہ اور مفرد ہونے کے
وَاِلَّا فَالظَّاهِرُ اَنَّهٗ لَا تَنَازُعَ بَیْنَ الْفِعْلَیْنِ فِی الْمَفْعُوْلِ الثَّانِیْ لِاَنَّ الْاَوَّلَ یَقْتَضِیْ مَفْعُوْلًا مُفْرَدًا
ورنہ ظاہر یہ ہے کہ کوئی تنازع نہیں ہے دوفعلوں کے درمیان مفعول ثانی میں کیونکہ فعل اول مفعول مفرد کا تقاضا کرتا ہے
وَالثَّانِیْ مَفْعُوْلًا مُثَنًّی فَلَا یَتَوَجَّهَانِ اِلٰی اَمْرٍ وَّاحِدٍ فَلَا تَنَازُعَ.
اور فعل ثانی مفعول تثنیہ کا پس نہیں متوجہ ہوں گے یہ دونوں ایک امر کی طرف پس کوئی تنازع نہیں ہوگا

خلاصہ متن: ۔اس عبارت میں مصنف کی غرض نحاۃِ کوفہ کے مذہب کے مطابق رفع تنازع کی تفصیل کو بیان فرمانا ہے۔
نحاۃ کوفہ کے مذہب کے مطابق اگر فعل اول کو عمل دیدیا جائے تو فعل ثانی یا فاعل کا تقاضا کرے گا یا مفعول کا، اگر فاعل کا تقاضا کرتا ہے تو اس میں ضمیر مستتر لائی جائے گی جیسے ضربنی واکرمنی زیدٌ۔ نحاۃِ کوفہ کے مذہب کے مطابق زید کو فعل اول ضرب کا فاعل بنا دیا گیا اور اکرمنی کے فاعل کیلئے اس میں ضمیر مستتر مانی گئی جو کہ راجع ہے اسم ظاہر (زید) کی طرف جو اگر چہ لفظاً مؤخر ہے لیکن رتبتاً مقدم ہے کیونکہ فعلِ اول کا معمول ہے لہٰذا لفظاً ورتبتاً اضمار قبل الذکر لازم نہ آیا بلکہ فقط لفظاً اضمار قبل الذکر لازم آیا جو کہ جائز ہے۔ اور اگر فعلِ ثانی مفعول کا تقاضا کرے تو اس میں دو مذہب ہیں مذہب مختار یہ ہے کہ اس کے لیے ضمیر لائی جائے گی اور مذہبِ غیر مختار یہ ہے کہ مفعول کو حذف مانا جائے گا، بشرطیکہ ضمیر لانے یا حذف سے کوئی مانع نہ ہو ورنہ فعلِ ثانی کے مفعول کو ظاہر کر دیا جائے گا اور یہ اس وقت ہوگا جب وہ افعال قلوب میں سے کسی ایک کا مفعول ثانی ہو اور مفعول اول مذکور ہو جس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے اور شرح میں بھی آ رہی ہے۔

اغراض جامی: ۔لئلا یتوھم: میں شارح کی غرض اضمار مفعول کے مختار ہونے کی وجہ بیان فرمانا ہے کہ اگر فعلِ ثانی کے مفعول کو محذوف مانا جائے تو یہ وہم پیدا ہوگا کہ شاید فعلِ ثانی کا مفعول اسم ظاہر کے مغایر ہے اور اگر ضمیر لائی جائے تو یہ وہم پیدا نہیں ہوگا اس لئے کہ ضمیر اسم ظاہر کی طرف راجع ہوگی جو کہ مابعد میں مذکور ہے اور وہ اسم ظاہر اگر چہ لفظاً مؤخر ہے لیکن رتبتاً مقدم ہے اس لیے کہ وہ فعلِ اول کا معمول ہے لہٰذا فقط اضمار قبل الذکر لفظاً لازم آیا جو کہ جائز ہے جیسے ضربنی واکرمتهٗ زیدٌ.

الاان یمنع مانع: جب فعلِ ثانی کے مفعول کی ضمیر لانے سے کوئی چیز مانع ہو جیسا کہ مذہب مختار ہے اور حذف سے بھی کوئی مانع ہو جیسا کہ مذہب غیر مختار ہے تو فعل ثانی کے مفعول کو ظاہر کیا جائے گا چونکہ اضمار اور حذف دونوں ممتنع ہیں تو اظہار مفعول

کے علاوہ کوئی چارہ ہی نہیں، اور یہ اس وقت ہوگا جب وہ افعال قلوب میں سے کسی ایک کا مفعول ثانی ہو اور مفعول اول مذکور ہو اور وہ اسم ظاہر کے موافق نہ ہو جیسے حسبنی وحسبتهما منطلقين الزيدان منطلقا اصل میں تھا حسبنی وحسبت الزیدان منطلقا ۔**اولاً** حسبنی اور حسبت نے الزیدان میں تنازع کیا حسبنی چاہتا تھا کہ الزیدان میرا فاعل بنے اور حسبت چاہتا تھا میرا مفعول بنے تو نحاۃِ کوفہ کے مذہب کے مطابق الزیدان کو حسبنی کا فاعل بنادیا گیا اور حسبت کے مفعول کیلئے ھما ضمیر لے آئے تو حسبنی وحسبتهما الزيدان منطلقا ہوگیا۔

ثانیاً حسبنی اور حسبتهما نے منطلقا میں تنازع کیا حسبنی چاہتا تھا کہ منطلقا میرا مفعول ثانی بنے اور حسبت چاہتا تھا میرا مفعول ثانی بنے تو نحاۃِ کوفہ کے مذہب کے مطابق منطلقا کو حسبنی کا مفعول ثانی بنادیا گیا اور فعل ثانی کے مفعول ثانی کو ظاہر کردیا تو حسبنی وحسبتهما منطلقين الزيدان منطلقا ہوگیا۔ہم نے فعل ثانی کے مفعول ثانی کو ظاہر کیا ہے، نہ اس کو حذف کیا اور نہ ہی ضمیر لائے ۔اسلئے کہ اگر حذف کرتے تو افعال قلوب کے دو مفعولوں میں سے ایک کو حذف کرنا اور ایک پر اکتفاء کرنا لازم آتا جو کہ جائز نہیں تھا، اور اگر ضمیر لاتے تو اس میں دو صورتیں تھیں یا مفرد کی ضمیر لاتے یا تثنیہ کی، اگر مفرد کی ضمیر لاتے تو یوں کہتے حسبنی وحستهما اياه الزيدان منطلقا تو افعال قلوب کے دو مفعولوں کے درمیان مطابقت نہ رہتی اس لیے کہ مفعولِ اول تثنیہ کی ضمیر ہے اور مفعول ثانی مفرد کی ضمیر ہے حالانکہ افعال قلوب کے دو مفعولوں کے درمیان مطابقت ضروری ہوتی ہے اور اگر تثنیہ کی ضمیر لاتے اور یوں کہتے حسبنی وحسبتهما اياهما الزيدان منطلقا تو راجع مرجع میں مطابقت باقی نہ رہتی حالانکہ راجع مرجع میں مطابقت ضروری ہوتی ہے۔جب ضمیر لانا بھی جائز نہیں اور حذف کرنا بھی جائز نہیں تو ہم نے فعلِ ثانی کے مفعول ثانی کو ظاہر کردیا۔

<u>ولا يخفى:</u> سے شارح کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔مثالِ مذکور میں تنازع متصور ہی نہیں ہوسکتا اس لیے کہ تنازع کے متحقق ہونے کیلئے شرط یہ ہے کہ فعلین عمل کرنے کے لیے امر واحد کی طرف متوجہ ہوں اور مثالِ مذکور میں فعلین امرِ واحد کی طرف متوجہ ہی نہیں ہیں اس لیے کہ فعلِ اول مفعول مفرد کا تقاضا کرتا ہے اور فعل ثانی مفعول تثنیہ کا۔

جواب: ۔مثالِ مذکور میں منطلقاً سے مطلقاً لفظ منطلقاً مراد نہیں بلکہ مراد وہ اسم ہے جو کسی ذات کے صفتِ انطلاق کے ساتھ متصف ہونے پر دلالت کرے۔آگے عام ہے چاہے وہ مفرد ہو یا تثنیہ ہو۔لهٰذا اس معنی کے اعتبار سے فعلین اس کی جانب متوجہ ہو رہے ہیں۔اور یہ مثال باب تنازع میں سے ہی ہے۔اور اگر اس کا اعتبار نہ کیا جائے تو لفظ منطلقا کو دیکھتے ہوئے تنازع متصور نہیں ہوتا۔

کوفیوں کے مذہب کے مطابق امثلہ کا خلاصہ

صورت تنازع	اسم ظاہر مفرد	تثنیہ	جمع
دونوں فعل اسم ظاہر کو فاعل بنانا چاہیں	ضَرَبَنِیْ وَاَکْرَمَنِیْ زَیْدٌ	ضَرَبَنِیْ وَاَکْرَمَانِیْ الزَّیْدَان	ضَرَبَنِیْ وَاَکْرَمُوْنِیْ الزَّیْدُوْن
اول فعل اسم ظاہر کو اپنا مفعول اور دوسرا اس کو فاعل بنانا چاہے	ضَرَبْتُ وَاَکْرَمَنِیْ زَیْدٌ	ضَرَبْتُ وَاَکْرَمَانِی الزیدَیْن	ضَرَبْتُ وَاَکْرَمُوْنِیْ الزَّیْدِیْن
دونوں فعل اسم ظاہر کو مفعول بنانا چاہیں	ضَرَبْتُ وَاَکْرَمْتُ زَیْدًا	ضَرَبْتُ وَاَکْرَمْتُ الزَّیْدَیْن	ضَرَبْتُ وَاَکْرَمْتُ الزیدِیْن
دوسرا فعل اسم ظاہر کو مفعول اور اول اس کو اپنا فاعل بنانا چاہے	ضَرَبَنِیْ وَاَکْرَمْتُ زَیْدٌ	ضَرَبَنِیْ وَاَکْرَمْتُ الزَّیْدَانِ	ضَرَبَنِیْ وَاَکْرَمْتُ الزَّیْدُوْن

ضمیر میں مثالوں کا خلاصہ

صورت تنازع	اسم ظاہر مفرد	تثنیہ	جمع
دونوں فعل اسم ظاہر کو مفعول بنانا چاہیں	ضَرَبْتُ وَاَکْرَمْتُهٗ زَیْدًا	ضَرَبْتُ وَاَکْرَمْتُهُمَا الزَّیْدَیْن	ضَرَبْتُ وَاَکْرَمْتُهُمْ الزَّیْدِیْن
اول اسم ظاہر کو فاعل اور دوسرا اس کو مفعول بنانا چاہے	ضَرَبَنِیْ وَاَکْرَمْتُهٗ زَیْدٌ	ضَرَبَنِیْ وَاَکْرَمْتُهُمَا الزَّیْدَانِ	ضَرَبَنِیْ وَاَکْرَمْتُهُمْ الزَّیْدُوْن

کوفیین کی ایک دلیل کا جواب

وَلَمَّا اسْتَدَلَّ الْكُوْفِيُّوْنَ عَلٰى اَوْلَوِيَّةِ اِعْمَالِ الْفِعْلِ الْاَوَّلِ بِقَوْلِ امْرِئِ الْقَيْسِ (شِعْرٌ) وَلَوْ اَنَّمَا

اور جب کوفیوں نے استدلال کیا فعل اول کو عمل دینے کے بہتر ہونے پر امرئ القیس کے قول سے شعر۔ وَلَوْ اَنَّمَا

اَسْعٰى لِاَدْنٰى مَعِيْشَةٍ كَفَانِيْ وَلَمْ اَطْلُبْ قَلِيْلٌ مِنَ الْمَالِ حَيْثُ قَالُوْا قَدْ تَوَجَّهَ الْفِعْلَانِ اَعْنِيْ

اَسْعٰى لِاَدْنٰى مَعِيْشَةٍ كَفَانِيْ وَلَمْ اَطْلُبْ قَلِيْلٌ مِنَ الْمَالِ اس طرح کہ انہوں نے کہا کہ دونوں فعل متوجہ ہیں مراد میری

كَفَانِيْ وَلَمْ اَطْلُبْ اِلٰى اسْمٍ وَاحِدٍ وَهُوَ قَلِيْلٌ مِنَ الْمَالِ فَاقْتَضَى الْاَوَّلُ رَفْعَهٗ بِالْفَاعِلِيَّةِ وَالثَّانِيْ

كَفَانِيْ اور لَمْ اَطْلُبْ ایک اسم کی طرف اور وہ قَلِيْلٌ مِنَ الْمَالِ ہے پس فعل اول تقاضا کرتا ہے اس کے مرفوع ہونے کا فاعلیت کی بنا پر اور فعل ثانی

نَصْبُهٗ بِالْمَفْعُوْلِيَّةِ وَامْرُءُ الْقَيْسِ الَّذِیْ هُوَ اَفْصَحُ شُعَرَاءِ الْعَرَبِ اَعْمَلَ الْاَوَّلَ فَلَوْ لَمْ يَكُنْ

اس کے منصوب ہونے کا مفعولیت کی بناپر اورامرئ القیس جو شعراء عرب میں زیادہ فصیح ہے اس نے فعل اول کو عمل دیا پس اگر نہ ہوتا

اِعْمَالُ الْاَوَّلِ اَوْلٰى لَمَا اخْتَارَهٗ اِذْ لَا قَائِلَ بِتَسَاوِی الْاِعْمَالَيْنِ فَاَجَابَ الْمُصَنِّفُ عَنْ طَرَفِ

فعل اول کو عمل دینا زیادہ بہتر تو وہ اس کو اختیار نہ کرتا کیونکہ کوئی بھی فعل اول وثانی کے عمل دینے کو برابر نہیں سمجھتا تو مصنف نے جواب دیا از طرف

الْبَصْرِيِّيْنَ وَقَالَ وَقَوْلُ امْرِءِ الْقَيْسِ كَفَانِیْ وَلَمْ اَطْلُبْ قَلِيْلٌ مِنَ الْمَالِ لَيْسَ مِنْهُ اَیْ مِنْ بَابِ

بصریین اور کہا امرئ القیس کا قول کفانی ولم اطلب قلیل من المال نہیں ہے اس سے یعنی از باب

التَّنَازُعِ لِفَسَادِ الْمَعْنٰى عَلٰى تَقْدِيْرِ تَوَجُّهِ كُلٍّ مِنْ كَفَانِیْ وَلَمْ اَطْلُبْ اِلٰى قَلِيْلٌ مِنَ الْمَالِ

تنازع معنی کے فاسد ہوجانے کی وجہ سے اس صورت پر کہ متوجہ ہو ہر ایک کفانی اور لم اطلب سے قلیل من المال کی طرف

لِاسْتِلْزَامِهٖ عَدَمَ السَّعْیِ لِاَدْنٰى مَعِيْشَةٍ وَانْتِفَاءَ كِفَايَةِ قَلِيْلِ الْمَالِ وَثُبُوْتَ طَلَبِهِ الْمُنَافِیْ لِكُلٍّ

کیونکہ یہ مستلزم ہے کوشش نہ کرنے کو تھوڑی روزی کیلئے اور تھوڑے مال کے کافی ہونے کی نفی کو اور اس کے طلب کرنے کے ثبوت کو جو منافی ہے ہر ایک کے

مِنْهُمَا وَذٰلِكَ لِاَنَّ لَوْ تَجْعَلُ مَدْخُوْلَهَا الْمُثْبَتَ شَرْطًا كَانَ اَوْ جَزَاءً اَوْ مَعْطُوْفًا عَلٰى اَحَدِهِمَا

ان دونوں میں سے اور یہ اس لئے کہ اگر تو بنائے اس کے مدخول مثبت کو شرط ہو یا جزاء یا ان دونوں میں سے کسی ایک پر معطوف ہو

مَنْفِيًّا وَالْمَنْفِیَّ مِنْ ذٰلِكَ مُثْبَتًا فَعَلٰى هٰذَا يَنْبَغِیْ اَنْ يَّكُوْنَ مَفْعُوْلُ لَمْ اَطْلُبْ مَحْذُوْفًا اَیْ

منفی اور اس میں سے منفی کو مثبت تو اس کے مطابق مناسب یہ ہے کہ ہو مفعول لم اطلب کا محذوف یعنی

لَمْ اَطْلُبِ الْعِزَّ وَالْمَجْدَ كَمَا يَدُلُّ عَلَيْهِ الْبَيْتُ الْمُتَاَخِّرُ اَعْنِیْ قَوْلَهٗ شِعْرٌ وَلٰكِنْ اَسْعٰى لِمَجْدٍ

لم اطلب العز والمجد جیسا کہ دلالت کرتا ہے اس پر اگلا شعر مراد میری اس کا یہ قول ہے ولکن اسعی لمجد

مُؤَثَّلٍ وَقَدْ يُدْرِكُ الْمَجْدَ الْمُؤَثَّلَ اَمْثَالِیْ وَحِيْنَئِذٍ يَسْتَقِيْمُ الْمَعْنٰى يَعْنِیْ اَنَا لَا اَسْعٰى لِاَدْنٰى

مؤثل وقد یدرک المجد المؤثل امثالی اور اس وقت درست ہوگا معنی یعنی میں نہیں کوشش کرتا تھوڑی

مَعِيْشَةٍ وَلَا يَكْفِيْنِیْ قَلِيْلٌ مِنَ الْمَالِ وَلٰكِنِّیْ اَطْلُبُ الْمَجْدَ الْاَثِيْلَ الثَّابِتَ وَاَسْعٰى لَهٗ.

روزی کیلئے اور مجھے تھوڑا مال کافی نہیں ہے اور لیکن میں طلب کرتا ہوں دائمی بزرگی جو ثابت ہو اور میں اس کیلئے کوشش کرتا ہوں

خلاصہ متن: ۔اس عبارت میں صاحب کافیہ نے کوفیوں کے اپنے مسلک پر ایک استدلال کو ذکر کر کے اس کے ضعف

کو بیان کیا ہے۔کوفیوں نے فعلِ اول کو عمل دینے کی اولویت پر امرؤالقیس کے شعر **کفانی ولم اطلب قلیلٌ من المال** سے استدلال کرتے ہوئے کہا کہ اس میں لفظ قلیل میں کفانی اور لم اطلب دونوں نے جھگڑا کیا تو شاعر نے فعل اول کو عمل دیتے ہوئے قلیل کو رفع دیا ہے۔لیکن صاحب کافیہ فرماتے ہیں کہ کوفیوں کا یہ استدلال صحیح نہیں بلکہ یہ شعر سرے سے باب تنازع میں سے ہی نہیں ہے اس کی تفصیل شرح میں ملاحظہ فرمائیں۔

اغراض جامی :۔ <u>ولما استدل:</u> میں شارح کی غرض آنے والی عبارت میں صاحب کافیہ کی غرض کو بیان فرمانا ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ نحاۃِ کوفہ فعلِ اول کے عمل دینے کی اولویت پر امرؤالقیس کے اس شعر سے استدلال کرتے ہیں۔ ۔

ولــو انــمــا اسـعـی لادنـی مـعـیشة کـفـانـی ولـم اطـلـب قـلـیـل مـن الـمـال

طـریـق اسـتـدلال :۔اس شعر میں فعلین یعنی کفانی اور ولم اطلب دونوں امرِ واحد یعنی قلیل من المال کی طرف متوجہ ہیں کفانی فاعل ہونے کی بناء پر اس کے رفع کا تقاضا کرتا ہے اور لم اطلب مفعول ہونے کی بناء پر اس کے نصب کا تقاضا کرتا ہے تو امرالقیس جو کہ افصح شعراء العرب ہے نے فعلِ اول کو عمل دیا ہے اس لیے کہ اس نے قلیل کو مرفوع پڑھا اس سے معلوم ہوا کہ فعلِ اول کو عمل دینا اولیٰ ہے اگر فعلِ اول کو عمل دینا اولیٰ نہ ہوتا تو امرءالقیس جیسا فصیح وبلیغ شاعر قلیل کو مرفوع نہ پڑھتا۔

<u>اذلا قائل:</u> سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال :۔امرءالقیس کے فعلِ اول کو عمل دینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ فعلِ اول کو عمل دینا اولیٰ ہے ہوسکتا ہے کہ فعلین کو عمل دینا اس کے ہاں مساوی ہو تو فعلِ اول کو عمل دینا جائز ہوا نہ کہ اولیٰ۔

جواب :۔فعلین کو عمل دینے کی تساوی یعنی تساوی اِعمالین کا کوئی بھی قائل نہیں،ایک فریق فعل ثانی کے اعمال کی اولویت کا قائل ہے اور دوسرا فریق فعل اول کے اعمال کی اولویت کا قائل ہے تیسرا کوئی فریق نہیں ہے جو تساوی کا قائل ہو،لہٰذا امرأالقیس کا فعلِ اول کو عمل دینا اس کی اولویت پر دلالت کرتا ہے۔چونکہ مصنف کے نزدیک نحاۃِ بصرہ کا مذہب راجح تھا اس لیے مصنف نے نحاۃِ بصرہ کی جانب سے نحاۃِ کوفہ کو جواب دیا کہ امرأالقیس کا شعر مذکور سرے سے باب تنازع میں سے ہی نہیں ہے کیونکہ اگر اس کو بابِ تنازع سے مانیں تو فسادِ معنی اور تناقض اور خلافِ مقصود لازم آئیگا۔اس کو سمجھنے سے پہلے ایک ضابطہ ذہن نشین کرلیں کہ لفظ **لو** کا مدخول مثبت ہو تو یہ اس کو منفی کردیتا ہے اور اگر منفی ہو تو اس کو مثبت کردیتا ہے خواہ مدخول شرط ہو یا جزا، یا ان میں سے کسی ایک پر معطوف ہو جیسے کہا جاتا ہے لو اکرمتنی اکرمتُکَ (اگر تو میرا اکرام کرتا تو میں تیرا اکرام کرتا) یعنی نہ تو نے میرا اکرام کیا نہ میں نے تیرا اکرام کیا۔تو اس میں دونوں اکرام منفی ہیں اور جیسے کہا جائے لو لم تکرمنی لم اکرمک (اگر تو میرا اکرام نہ کرتا تو میں تیرا اکرام نہ کرتا) یعنی تو نے میرا اکرام کیا تو میں نے تیرا اکرام کیا۔اس میں دونوں اکرام مثبت ہیں تو اس

ضابطہ کی بناء پر شاعر کا قول ولو انما اسعی لادنی معیشۃ یہ جملہ اولی ادنیٰ معیشت کی سعی نہ کرنے کو مستلزم ہے کیونکہ یہ مثبت ہے اور لو کے واقع ہونے کے بعد منفی ہو گیا اور شاعر کا قول کفانی قلیل من المال یہ قلیل مال کے کفایت نہ کرنے کو مستلزم ہے کیونکہ یہ مثبت ہے اور لو کی جزاء واقع ہونے کی وجہ سے منفی ہو گیا اور لم اطلب منفی ہے لیکن لو کی جزا کفانی پر معطوف ہونے کی وجہ سے مثبت ہو گیا یعنی تھوڑا مال طلب کرتا ہوں، پس اگر شاعر کا قول لم اطلب بھی قلیل من المال کی طرف متوجہ ہو جیسا کہ نحاۃ کوفہ نے دعویٰ کیا ہے تو یہ قلیل مال کے طلب کرنے کو مستلزم ہوگا اس لیے کہ یہ منفی ہے لیکن لو کی جزاء پر معطوف ہونے کی وجہ سے مثبت ہو گیا۔ تو پورے شعر کا مطلب یہ ہوگا کہ میں ادنیٰ معیشت (تھوڑے مال) کیلئے کوشش نہیں کرتا، اور مجھے تھوڑا مال کافی بھی نہیں ہے لیکن میں تھوڑے مال کو طلب کرتا ہوں، تو شعر کے اول و آخر میں تناقض وتخالف لازم آ رہا ہے کہ پہلے کہا کہ مجھے ادنیٰ معیشت اور تھوڑا مال کافی نہیں اور آخر میں کہا کہ میں اس کو طلب کرتا ہوں تو معنی فاسد ہو جائے گا۔ تو ثابت ہوا کہ یہاں کوئی تنازع نہیں ہے بلکہ معلوم ہوا کہ لم اطلب اس اسم کی طرف متوجہ ہی نہیں جس کی طرف کفانی متوجہ ہے بلکہ فعل اول کفانی، قلیل من المال کی طرف متوجہ ہے اور فعل ثانی لم اطلب کا مفعول محذوف ہے اور وہ العز والمجد ہے اور اس مفعول محذوف پر قرینہ بیت ثانی ہے اور وہ یہ ہے۔

وَلٰکِنَّمَا اَسْعٰی لِمَجْدٍ مُؤَثَّلٍ ۔۔۔ وَقَدْ یُدْرِکُ الْمَجْدَ الْمُؤَثَّلَ اَمْثَالِیْ

لیکن میں تو دائمی بزرگی کی کوشش کرتا ہوں ۔۔۔ اور میرے جیسے لوگ دائمی بزرگی کو حاصل کر لیتے ہیں

اب معنی صحیح ہوگا کہ میں نے ادنی معیشت کی سعی نہیں کی اور قلیل مال مجھے کفایت بھی نہیں کرتا لیکن میں دائمی بزرگی کی سعی کرتا ہوں۔ (سوال کا پلیں ص ۱۳۰)

مفعول ما لم یسم فاعله

اَیْ مَفْعُوْلُ فِعْلٍ اَوْ شِبْہِ فِعْلٍ لَمْ یُذْکَرْ فَاعِلُهٗ وَاِنَّمَا لَمْ یَفْصِلْهُ عَنِ الْفَاعِلِ وَلَمْ یَقُلْ وَمِنْهُ

یعنی مفعول ایسے فعل یا شبہ فعل کا جس کا فاعل مذکور نہ ہو اور سوا اس کے نہیں نہیں جدا کیا اس کو فاعل سے اور نہیں کہا ومنہ

کَمَا فَصَلَ الْمُبْتَدَأَ حَیْثُ قَالَ وَمِنْهَا الْمُبْتَدَأُ لِشِدَّةِ اِتِّصَالِهٖ بِالْفَاعِلِ حَتّٰی سَمَّاهُ بَعْضُ

جیسا کہ مبتدا کو جدا کیا اس طرح کہ کہا ومنھا المبتدا اس کے فاعل کے ساتھ شدید اتصال کی وجہ سے یہاں تک کہ نام رکھا ہے اس کا بعض

النُّحَاةِ فَاعِلًا کُلُّ مَفْعُوْلٍ حُذِفَ فَاعِلُهٗ اَیْ فَاعِلُ ذٰلِکَ الْمَفْعُوْلِ وَاِنَّمَا اُضِیْفَ اِلَی

نحویوں نے فاعل ہر ایسا مفعول کہ حذف کر دیا گیا ہو اس کا فاعل یعنی اس مفعول کا فاعل اور سوا اس کے نہیں نسبت کی گئی ہے طرف

الْـمَـفْـعُوْلِ لِـمُلَابَسَةِ كَوْنِهٖ فَاعِلاً لِفِعْلٍ مُتَعَلِّقٍ بِهٖ وَاُقِيْمَ هُوَ اَیِ الْـمَـفْـعُوْلُ مَقَامَهٗ اَیْ مَقَامَ
مفعول کے اس مناسبت سے کہ یہ فاعل ہے اس فعل کا جواس سے تعلق پکڑنے والا ہے، اور قائم کیا گیا ہو وہ یعنی مفعول اس کی جگہ یعنی جگہ
الْفَاعِلِ فِیْ اِسْنَادِ الْفِعْلِ اَوْ شِبْهِهٖ اِلَيْهِ
فاعل کی فعل یا شبہ فعل کے اس کی طرف اسناد میں

خلاصہ متن : ۔صاحب کافیہ مرفوعات کی دوسری قسم مفعول مالم یسم فاعلہ کو بیان کرر ہے ہیں یعنی وہ مفعول جس کے فاعل کو حذف کر دیا گیا ہواور اس کو فاعل کے قائم مقام کر دیا گیا ہو۔اور مفعول کو فاعل کے قائم مقام کرنے کی شرط یہ ہے کہ فعل کا صیغہ فُعِلَ یا یُفْعَلُ کی طرف تبدیل کر دیا جائے۔

اغراض جامی :۔ای مفعول فعل او شبہ فعل: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : ۔مفعول مالم یسم فاعلہ میں ما سے مراد فقط فعل ہے کیونکہ عمل میں وہی اصل ہے لہذا تعریف جامع نہ ہوگی شبہ فعل زید مضروب غلامہ میں غلامہ کو شامل نہیں ہوگی۔

جواب :۔شارح نے ای مفعول فعل او شبہ فعل کہہ کر جواب دیا کہ ما عام ہے فعل اور شبہ فعل دونوں کے مفعول کو شامل ہے

لم یذکر: سے **شارح کی غرض** جواب سوالین مقدرین ہے۔

سوال اول:۔لم یسم فاعلہ دلالت کر رہا ہے عدم وجود فاعل پر کہ مفعول کا فاعل بالکل موجود ہی نہ ہو جبکہ مابعد والی عبارت کل مفعول حذف فاعلہ دال ہے وجود فاعل پر کہ فاعل موجود تو ہو لیکن عبارت سے محذوف ہو دونوں عبارتوں میں تضاد و منافات ہے۔

سوال دوم:۔باب سُمّی یُسَمّی متعدی الی مفعولین ہوتا ہے یہاں متعدی الی مفعول واحد ہے۔

جواب :۔لم یذکر سے شارح دونوں سوالوں کا جواب دے رہے ہیں۔سوال اول کا جواب اس طرح ہے کہ لم یسم لم یذکر کے معنی میں ہے جس کا مطلب ہے کہ فاعل موجود تو ہو لیکن عبارت میں ذکر نہ کیا گیا ہواور بعینہ یہی مطلب ہے مابعد والی عبارت کل مفعول حذف فاعلہ کا لہذا دونوں میں کوئی تضاد نہیں ہے۔سوال دوم کا جواب اس طرح ہے کہ لم یسم لم یذکر کے معنی میں ہے اور لم یذکر متعدی الی مفعول واحد ہوتا ہے لہذا دوسرا اشکال بھی رفع ہو گیا (سوال کابلی ص ۱۳۱)

وانما لم یفصلہ: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال :۔جس طرح مصنف نے مبتدا کو علیحدہ ذکر کر کے ومنھا المبتدأ کہا اسی طرح مفعول مالم یسم فاعلہ کو بھی علیحدہ و مستقلاً ذکر کرنا چاہیے تھا اور یوں کہتے ومنہ مفعول مالم یسم فاعلہ کیونکہ یہ مرفوعات کی مستقل علیحدہ قسم ہے۔

جـــواب :۔مفعول مالم یسم فاعلہ کو فاعل کے ساتھ شدید اتصال وکمال مناسبت ہے چند احکام کے علاوہ باقی تمام احکام مشترکہ ہیں، حتی کہ بعض نحویوں نے اس کو فاعل ہی شمار کیا ہے اور فاعل کی تعریف میں علی جهة قيامه به کی قید ذکر نہ کر کے اس کو بھی فاعل کی تعریف میں داخل کر دیا، اسی شدت اتصال، کمال مناسبت کی وجہ سے مصنف نے فاعل سے جدا کر کے ذکر نہیں کیا بلکہ فاعل کیساتھ ذکر کیا ہے۔

اي فاعل ذلک المفعول: سے **شارح کی غرض** بیانِ مرجع ہے کہ فاعلہ کی ضمیر کا مرجع مفعول ہے۔

وانما اضيف: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال :۔فاعل کی اضافت مفعول کی طرف کرنا درست نہیں اس لیے کہ فاعل فعل کا ہوتا ہے نہ کہ مفعول کا۔

جـــواب :۔فاعل کی اضافت مفعول کی طرف ادنیٰ ملابست کی وجہ سے ہے اور وہ ادنی ملابست یہ ہے کہ فاعل بھی اسی فعل کا ہوتا ہے جو مفعول کے ساتھ متعلق ہوتا ہے اس اعتبار سے فاعل کی مفعول کیطرف اضافت درست ہے۔

واقيم هو اي المفعول: سے **شارح کی غرض** بیانِ مرجع ہے کہ ھو ضمیر کا مرجع مفعول ہے۔

اي مقام الفاعل: سے **شارح کی غرض** بیانِ مرجع ہے کہ ضمیر کا مرجع فاعل ہے۔

في اسناد الفعل: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال** :۔مفعول کو فاعل کے قائم مقام کرنا درست نہیں اس لیے کہ فاعل سے فعل کا صدور ہوتا ہے اور مفعول پر فعل واقع ہوتا ہے اور ان دونوں میں تضاد ہے۔

جـــواب :۔مفعول کا فاعل کے قائم مقام ہونا صدور فعل یا وقوع فعل کے لحاظ سے نہیں بلکہ اسناد فعل اور اسناد شبہ فعل کے لحاظ سے ہے اور اس لحاظ سے دونوں میں تضاد نہیں ہے۔

شرائط مفعول ما لم يسم فاعله

وَشَرْطُهُ اَيْ شَرْطُ مَفْعُوْلِ مَا لَمْ يُسَمَّ فَاعِلُهُ فِيْ حَذْفِ فَاعِلِهِ وَاِقَامَتِهِ مَقَامَ الْفَاعِلِ اِذَا كَانَ عَامِلُهُ فِعْلاً
اور اس کی یعنی مفعول مالم یسم فاعلہ کی شرط ہے حذف کرنے اس کے فاعل اور قائم کرنے اس کے فاعل کی جگہ میں یہ ہے کہ جب اسکا عامل فعل ہو
اَنْ تَغَيَّرَ صِيْغَةُ الْفِعْلِ اِلٰى فُعِلَ اَيْ اِلَى الْمَاضِي الْمَجْهُوْلِ اَوْ يُفْعَلُ اَيْ اِلَى الْمُضَارِعِ الْمَجْهُوْلِ
تو تبدیل کر دیا جائے فعل کا صیغہ فُعِلَ کی طرف یعنی ماضی مجہول کی طرف یا یُفْعَلُ یعنی مضارع مجہول کی طرف
فَيَتَنَاوَلُ مِثْلَ اُفْتُعِلَ وَاسْتُفْعِلَ وَيُفْتَعَلُ وَيُسْتَفْعَلُ وَغَيْرَهَا مِنَ الْاَفْعَالِ الْمَجْهُوْلَةِ الْمَزِيْدِ فِيْهَا
پس یہ شامل ہو جائے گا مثل اُفْتُعِلَ اور اسْتُفْعِلَ اور يُفْتَعَلُ اور يُسْتَفْعَلُ اور ان کے علاوہ مزید فیہ کے افعال مجہولہ کو

خلاصہ متن : ۔صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ مفعول مالم یسم فاعلہٗ کو فاعل کے قائم مقام کرنے کی شرط یہ ہے کہ فعل کا صیغہ فُعِلَ یا یُفعَلُ کی طرف تبدیل کر دیا جائے۔

اغراض جامی : ۔<u>ای شرط مفعول :</u> سے **شارح کی غرض** بیانِ مرجع ہے کہ شرطہ کی ضمیر کا مرجع مفعول ما لم یسم فاعلہ ہے۔

<u>فی حذف فاعله :</u> سے مافیہ الشرط کا بیان ہے۔یعنی یہ بتا رہے ہیں کہ وہ شرط کس چیز میں ہے۔

<u>اذا کان عامله :</u> سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : ۔ زید مضروب غلامه میں غلامہ مفعول مالم یسم فاعلہ ہے حالانکہ یہاں فعل کا صیغہ فُعِلَ یا یُفعَلُ کی طرف تبدیل نہیں کیا گیا؟

جواب : ۔یہ شرط اس وقت ہے جب اس کا عامل فعل ہو یہاں عامل فعل نہیں بلکہ شبہ فعل ہے۔

<u>ای الی الماضی المجهول:</u> فعل کے بعد ای الماضی المجهول اور یفعل کے بعد ای المضارع المجهول سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔**سوال** :۔ اُکْتُبِبَ زَیْدٌ اُسْتُخْرِجَ زَیْدٌ ، یُسْتَخْرَجُ زَیْدٌ میں زید مفعول مالم یسم فاعلہ ہے حالانکہ فعل کا صیغہ فُعِلَ یا یُفعَلُ کی طرف تبدیل نہیں ہوا۔

جواب : ۔فُعِلَ سے مراد ماضی مجہول ہے اور یُفعَلُ سے مراد مضارع مجہول ہے لہذا یہ اُفتعل ،استفعل ،یفتعل ،یستفعل وغیرہ سب کو شامل ہے کیونکہ یہ سب افعال مجہولہ ہیں۔(۲) دوسرا جواب یہ بھی دیا گیا ہے کہ الی فعل او یفعل کے بعد عبارت محذوف ہے او نحو هما مما هو مبنی للمفعول تو یہ عبارت سب کو شامل ہو جائے گی (سوال کابلی ص ۱۳۲)

احکامات مفعول ما لم یسم فاعله

وَلَا یَقَعُ مَوْقِعَ الْفَاعِلِ الْمَفْعُوْلُ الثَّانِیْ مِنْ مَفْعُوْلَیْ بَابِ عَلِمْتُ لِاَنَّهٗ مُسْنَدٌ اِلَی الْمَفْعُوْلِ

اور فاعل کی جگہ نہیں واقع ہوسکتا باب علمت کے دومفعولوں میں سے دوسرا مفعول اس لئے کہ وہ مسند ہوتا ہے طرف مفعول

الْاَوَّلِ اِسْنَادًا تَامًّا فَلَوْ اُسْنِدَ الْفِعْلُ اِلَیْهِ وَلَا یَكُوْنُ اِسْنَادُهٗ اِلَّا تَامًّا لَزِمَ كَوْنُهٗ مُسْنَدًا

اول کے اسناد تام کے ساتھ پس اگر مسند کیا جائے فعل کو اس کی طرف اور نہ ہو اس کا اسناد تام تو لازم آئے گا اس کا ہونا مسند

وَمُسْنَدًا اِلَیْهِ مَعًا مَعَ كَوْنِ كُلٍّ مِنَ الْاِسْنَادَیْنِ تَامًّا بِخِلَافِ اَعْجَبَنِیْ ضَرْبُ زَیْدٍ عَمْرًوا لِاَنَّ

اور مسند الیہ اکٹھے باوجود ہونے ہر ایک اسناد کے دونوں میں سے تام بخلاف اَعْجَبَنِیْ ضَرْبُ زَیْدٍ عَمْرًوا کے اس لئے کہ

اَحَدَا الْاِسْنَادَيْنِ وَهُوَ اِسْنَادُ الْمَصْدَرِ غَيْرُ تَامٍّ وَلَا الْمَفْعُوْلُ الثَّالِثُ مِنْ مَفَاعِيْلِ بَابِ اَعْلَمْتُ

دو اسنادوں میں سے ایک یعنی مصدر کا اسناد تام نہیں ہے ،اورنہ ہی باب اعلمت کے مفعولوں میں سے تیسرا مفعول

اِذْ حُكْمُهٗ حُكْمُ الْمَفْعُوْلِ الثَّانِيْ مِنْ بَابِ عَلِمْتُ فِيْ كَوْنِهٖ مُسْنَدًا وَالْمَفْعُوْلُ لَهٗ

اس لئے کہ اس کا حکم باب علمت کے مفعول ثانی والا ہے اس بارے میں کہ وہ مسند ہوتا ہے ،اورنہ مفعول لہ

بِلَا لَامٍ لِاَنَّ النَّصَبَ فِيْهِ مُشْعِرٌ بِالْعِلِّيَّةِ فَلَوْ اُسْنِدَ اِلَيْهِ لَفَاتَ النَّصَبُ وَالْاِشْعَارُ بِخِلَافِ مَا اِذَا

بغیر لام کے کیونکہ نصب اس میں علت بننے کی طرف اشارہ کرتی ہے پس اگر مسند کیا جائے اس کی طرف فعل کو تو نصب اور یہ اشارہ فوت ہو جائے گا

كَانَ مَعَ اللَّامِ نَحْوُ ضُرِبَ لِلتَّادِيْبِ وَالْمَفْعُوْلُ مَعَهٗ كَذٰلِكَ اَيْ كُلٌّ مِنَ الْمَفْعُوْلِ لَهٗ

بخلاف اس صورت کے کہ جبھو لام کے ساتھ جیسے ضُرِبَ لِلتَّادِيْب اور مفعول معہ اسی طرح ،یعنی ہر ایک از مفعول لہ

وَالْمَفْعُوْلِ مَعَهٗ كَذٰلِكَ اَيْ كَالْمَفْعُوْلِ الثَّانِيْ وَالثَّالِثِ مِنْ بَابِ عَلِمْتُ وَاَعْلَمْتُ فِيْ اَنَّهُمَا

اور مفعول معہ اسی طرح ہے یعنی باب علمت کے مفعول ثانی اور باب اعلمت کے مفعول ثالث کی طرح اس بارے میں کہ یہ دونوں

لَا يَقَعَانِ مَوْقِعَ الْفَاعِلِ اَمَّا الْمَفْعُوْلُ لَهٗ فَلِمَا عَرَفْتَ وَاَمَّا الْمَفْعُوْلُ مَعَهٗ فَلِاَنَّهٗ لَا يَجُوْزُ اِقَامَتُهٗ

نہیں واقع ہوتے فاعل کی جگہ ،بہرحال مفعول لہ تو اس وجہ سے جو تو پہچان چکا ہے اور بہرحال مفعول معہ پس اس لئے کہ نہیں ہے جائز قائم کرنا اس کو

مَقَامَ الْفَاعِلِ مَعَ الْوَاوِ الَّتِيْ اَصْلُهَا الْعَطْفُ وَهِيَ دَلِيْلُ الْاِنْفِصَالِ وَالْفَاعِلُ كَالْجُزْءِ مِنَ الْفِعْلِ

فاعل کی جگہ واؤ کے ساتھ جس کی اصل عطف ہے اور وہ دلیل ہے انفصال کی اور فاعل مثل جزء کے ہے فعل سے

وَلَا بِدُوْنِ الْوَاوِ فَاِنَّهٗ لَمْ يُعْرَفْ حِيْنَئِذٍ كَوْنُهٗ مَفْعُوْلًا مَعَهٗ

اور نہ بغیر واؤ کے کیونکہ نہیں معلوم ہوگا اس وقت اس کا مفعول معہ ہونا

خلاصہ متن: ۔صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ چار مفاعیل ایسے ہیں جو فاعل کے قائم مقام نہیں ہو سکتے (۱) باب علمتُ کا مفعول ثانی (۲) باب اعلمت کا مفعول ثالث (۳) مفعول لہ (۴) مفعول معہ۔

اغراض جامی: ۔موقع الفاعل: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔**سوال:** ۔مصنف نے فرمایا کہ باب علمت کے دو مفعولوں میں سے مفعول ثانی واقع نہیں ہوتا اور عدم وقوع سے متبادر الی الذہن عدم وقوع فی الکلام ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ کلام عرب میں باب علمت کا مفعول ثانی واقع نہیں ہوتا حالانکہ یہ غلط ہے بلکہ واقع ہوتا ہے جیسے

علمت زیدا فاضلا۔

جواب : ۔موقع الفاعل سے اسی اشکال کا جواب دیا کہ عدم وقوع سے مراد عدم وقوع فی الکلام نہیں ہے بلکہ موقع الفاعل ہے کہ باب علمت کا مفعول ثانی فاعل کی جگہ واقع نہیں ہوگا۔ (سوال کابلی ص ۱۳۲)

مفعولی: میں شارح نے یہ بتایا کہ باب علمت مضاف الیہ ہے اس کا مضاف محذوف ہے جو کہ مفعولی ہے۔

باب علمت : اس سے مراد وہ فعل یا شبہ فعل ہے جو دو مفعولوں کی طرف متعدی ہو اور دوسرا مفعول پہلے کی طرف مسند ہو۔

لانــــہ: سے شارح کی غرض باب علمت کے مفعول ثانی کے فاعل کیقائم مقام نہ ہونے کی وجہ بیان فرمانا ہے کہ باب علمت کا مفعول ثانی مفعول اول کی طرف اسناد تام کے ساتھ مسند ہوتا ہے، اور فعل بھی اپنے مفعول مالم یسم فاعلہ کی طرف اسناد تام کے ساتھ مسند ہوتا ہے۔ اگر باب علمت کے مفعول ثانی کو فاعل کیقائم مقام کر دیا جائے تو مفعول ثانی کا بیک وقت مسند اور مسند الیہ ہونا لازم آئے گا جو کہ جائز نہیں ہے۔

بخلاف : سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔**سوال** : ۔ہم تسلیم نہیں کرتے کہ شے واحد کا بیک وقت مسند اور مسند الیہ ہونا جائز نہیں ہے بلکہ جائز ہے جیسے اعجبنی ضربُ زید عمروا میں ضربُ، زید کی طرف مسند ہے اور اعجبنی کا فاعل ہونے کی وجہ سے مسند الیہ بھی ہے تو شے واحد (ضرب) بیک وقت مسند بھی ہے اور مسند الیہ بھی ہے۔

جواب :۔عدم جواز سے مراد یہ ہے کہ شے واحد کا بیک وقت مسند اور مسند الیہ ہونا اس وقت نا جائز ہے جب دونوں اسناد تام کے ساتھ ہوں، اور مثال مذکور میں اگر چہ اعجبنی کا اسناد ضرب کی طرف اسنادِ تام ہے لیکن ضرب کا اسناد زید کی طرف اسنادِ تام نہیں بلکہ ناقص ہے کیونکہ وہ مرکب اضافی ہے لھذا اعتراض وارد نہ ہوگا۔

المفعول: اس میں یہ بتایا کہ الثالث صفت ہے موصوف محذوف المفعول کی۔

مفاعیل: میں بتایا کہ باب اعلمت مضاف الیہ ہے مضاف محذوف کا جو کہ مفاعیل ہے۔

اذحکمــہ: سے غرض باب اعلمت کے مفعول ثالث کے فاعل کے قائم مقام نہ ہو سکنے کی وجہ بیان کرنا ہے کہ باب اعلمت کا مفعول ثالث مفعول ثانی کی طرف اسناد تام کے ساتھ مسند ہوتا ہے اور فعل مفعول مالم یسم فاعلہٗ کی طرف باسنادِ تام مسند ہوتا ہے اگر باب اعلمت کے مفعول ثالث کو فاعل کیقائم مقام کر دیا جائے تو مفعول ثالث کا بیک وقت اسناد تام کے ساتھ مسند اور مسند الیہ ہونا لازم آئے گا جو کہ جائز نہیں ہے۔

لان النصــب فیــہ: میں شارح کی غرض مفعول لہ بلا لام کے فاعل کے قائم مقام نہ ہو سکنے کی وجہ بیان فرمانا ہے کہ مفعول لہ بلا لام کا نصب اس کے فعل کیلئے علت ہونے پر دلالت کرتا ہے اگر اس کو فاعل کیقائم مقام کر دیا جائے تو اس کا نصب فوت ہو جا

ے گا اس لیے کہ مفعول مالم یسم فاعلہ مرفوع ہوتا ہے منصوب نہیں ہوتا جب اس کا نصب فوت ہو جائے گا تو علت ہونے پر دلالت بھی فوت ہو جائے گی اسی وجہ سے مفعول لہ فاعل کے قائم مقام نہیں ہو سکتا۔

بخلاف: میں شارح کی غرض بلا لام کی قید کا فائدہ بیان کرنا ہے کہ یہ قید اس لیے لگائی ہے کیونکہ اگر یہ قید نہ لگاتے تو یہ اعتراض وارد ہوتا کہ مفعول لہ فاعل کے قائم مقام ہو سکتا ہے جیسے ضرب للتادیب میں، للتادیب مفعول لہ ہے حالانکہ یہ فاعل کے قائم مقام ہے لیکن جب بلا لام کی قید لگائی گئی تو یہ اعتراض رفع ہو گیا اس لیے کہ للتادیب فاعل کے قائم مقام بلا لام نہیں ہے بلکہ مع اللام ہے۔

ای کل من المفعول: میں شارح نے یہ بتادیا کہ کذلک یہ فقط مفعول لہ کی خبر نہیں بلکہ مفعول لہ اور مفعول معہ میں سے ہر ایک کی خبر ہے۔

ای کالمفعول: میں ذٰلک کا مشار الیہ بیان کیا کہ مشار الیہ باب علمت کا مفعول ثانی اور باب اعلمت کا مفعول ثالث ہے۔

فی انهما لایقعان: میں وجہ شبہ کا بیان ہے کہ تشبیہ اس بات میں ہے کہ یہ دونوں فاعل کی جگہ واقع نہیں ہو سکتے مطلب یہ ہے کہ جس طرح باب علمت کا مفعول ثانی اور باب اعلمت کا مفعول ثالث فاعل کے قائم مقام نہیں ہو سکتے اسی طرح مفعول لہ اور مفعول معہٗ بھی فاعل کے قائم مقام نہیں ہو سکتے (مفعول لہ کے فاعل کے قائم مقام نہ ہونے کی دلیل ماقبل میں گزر چکی ہے)

واما المفعول معهٗ: میں شارح مفعول معہ کے فاعل کے قائم مقام نہ ہو سکنے کی دلیل بیان فرما رہے ہیں کہ مفعول معہٗ کے فاعل کے قائم مقام نہ ہونے کی دو صورتیں ہیں (۱) واؤ کے ساتھ (۲) واو کے بغیر۔ واؤ کے ساتھ فاعل کے قائم مقام ہونا اس لئے جائز نہیں کیونکہ واؤ کی اصل عطف ہے اور عطف معطوف علیہ اور معطوف کے درمیان مغایرت چاہتا ہے اور واؤ کا عطف کیلئے ہونا یہ انفصال کی دلیل ہے اور مفعول مالم یسم فاعلہٗ بمنزلہ فعل کی جزء کے ہوتا ہے (فاعل کی طرح) اور جزء اتصال کا تقاضا کرتا ہے اور اتصال اور انفصال میں منافات ہے۔ اور واؤ کے بغیر بھی فاعل کے قائم مقام نہیں ہو سکتا اسلئے کہ اس وقت اس کا مفعول معہ ہونا معلوم نہیں ہوگا۔ کیونکہ مفعول معہ تو واؤ کے ساتھ ہوتا ہے۔

مفعول بہ کا نائب فاعل بننے میں قوی ہونا

وَاِذَا وُجِدَ الْمَفْعُوْلُ بِهٖ فِی الْكَلَامِ مَعَ غَيْرِهٖ مِنَ الْمَفَاعِيْلِ الَّتِیْ يَجُوْزُ وُقُوْعُهَا مَوْقِعَ الْفَاعِلِ تَعَيَّنَ

اور جب پایا جائے مفعول بہ کلام میں ساتھ اور مفاعیل کے جن کا فاعل کی جگہ واقع ہونا جائز ہے تو متعین ہوگا وہ

اَیِ الْمَفْعُوْلُ بِهٖ لَهٗ اَیْ لِوُقُوْعِهٖ مَوْقِعَ الْفَاعِلِ لِشِدَّةِ شِبْهِهٖ بِالْفَاعِلِ فِیْ تَوَقُّفِ تَعَقُّلِ الْفِعْلِ

یعنی مفعول بہ اس کیلئے یعنی اس کے فاعل کی جگہ واقع ہونے کیلئے کیونکہ اس کی مشابہت زیادہ ہے فاعل کے ساتھ اس بارے میں کہ موقوف ہے فعل کا سمجھنا

عَلَیْهِمَا فَاِنَّ الضَّرْبَ مَثَلاً کَمَا اَنَّهٗ لاَ یُمْکِنُ تَعَقُّلُهٗ بِلاَ ضَارِبٍ کَذٰلِکَ لاَ یُمْکِنُ تَعَقُّلُهٗ بِلاَ مَضْرُوْبٍ

ان دونوں پر کیونکہ ضرب مثلاً جیسا کہ نہیں ممکن اس کا سمجھنا بغیر ضارب کے اسی طرح نہیں ممکن اس کا سمجھنا بغیر مضروب کے

بِخِلاَفِ سَائِرِ الْمَفَاعِیْلِ فَاِنَّهَا لَیْسَتْ بِهٰذِهِ الصِّفَةِ تَقُوْلُ ضُرِبَ زَیْدٌ بِاِقَامَةِ الْمَفْعُوْلِ بِهٖ مَقَامَ الْفَاعِلِ

بخلاف باقی مفاعیل کے کیونکہ وہ اس صفت کے ساتھ موصوف نہیں ہیں تو کہے گا ضُرِبَ زَیْدٌ ساتھ قائم کرنے مفعول بہ کو فاعل کی جگہ

یَوْمَ الْجُمُعَةِ ظَرْفُ زَمَانٍ اَمَامَ الْاَمِیْرِ ظَرْفُ مَکَانٍ ضَرْبًا شَدِیْدًا مَفْعُوْلٌ مُطْلَقٌ لِلنَّوْعِ بِاعْتِبَارِ

یَوْمَ الْجُمُعَةِ ظرف زمان ہے اَمَامَ الْاَمِیْرِ ظرف مکان ہے ضَرْبًا شَدِیْدًا مفعول مطلق نوعی ہے باعتبار

الصِّفَةِ وَفَائِدَةُ وَصْفِ الضَّرْبِ بِالشِّدَّةِ التَّنْبِیْهُ عَلٰی اَنَّ الْمَصْدَرَ لاَ یَقُوْمُ مَقَامَ الْفَاعِلِ بِلاَ

صفت کے اور فائدہ ضرب کو شدت کے ساتھ موصوف کرنے کا تنبیہ ہے اس بات پر کہ مصدر نہیں قائم مقام ہوتا فاعل کے بغیر

قَیْدٍ مُخَصِّصٍ اِذْ لاَ فَائِدَةَ فِیْهِ لِدَلاَلَةِ الْفِعْلِ عَلَیْهِ فِیْ دَارِهٖ جَارٌّ وَمَجْرُوْرٌ شَبِیْهٌ بِالْمَفَاعِیْلِ

ایسی قید کے جو تخصیص کرنے والی ہو اس لئے کہ اس میں کوئی فائدہ نہیں ہے کیونکہ فعل اس پر دلالت کرتا ہے فِیْ دَارِهٖ جار اور مجرور ہے جو مشابہ ہے

اُقِیْمَ مَقَامَ الْفَاعِلِ مِثْلُهَا فَتَعَیَّنَ زَیْدٌ وَاِنْ لَّمْ یَکُنْ اَیْ وَاِنْ لَّمْ یُوْجَدْ فِی الْکَلاَمِ الْمَفْعُوْلُ بِهٖ

مفعولوں کے قائم کیا گیا فاعل کی جگہ اس کی مثل پس متعین ہو گیا زید اور اگر نہ ہو یعنی اگر نہ پایا جائے کلام میں مفعول بہ

فَالْجَمِیْعُ اَیْ جَمِیْعُ مَا سِوَی الْمَفْعُوْلِ بِهٖ سَوَاءٌ فِیْ جَوَازِ وُقُوْعِهَا مَوْقِعَ الْفَاعِلِ وَالْمَفْعُوْلُ

تو سب یعنی مفعول بہ کے علاوہ باقی سب برابر ہیں اس بارے میں کہ جائز ہے ان کا واقع ہونا فاعل کی جگہ اور مفعول

الْاَوَّلُ مِنْ بَابِ اَعْطَیْتُ اَیِ الْفِعْلِ الْمُتَعَدِّیْ اِلٰی مَفْعُوْلَیْنِ ثَانِیْهُمَا غَیْرُ الْاَوَّلِ اَوْلٰی بِاَنْ یُّقَامَ

اول باب اعطیت کا یعنی اس فعل کا جو متعدی ہو دو مفعولوں کی طرف جن میں سے دوسرا پہلے کا غیر ہو یہ زیادہ بہتر ہے بایں طور کہ قائم کیا جائے

مَقَامَ الْفَاعِلِ مِنَ الْمَفْعُوْلِ الثَّانِیْ لِاَنَّ فِیْهِ مَعْنَی الْفَاعِلِیَّةِ بِالنِّسْبَةِ اِلَی الثَّانِیْ لِاَنَّهٗ عَاطٍ اَیْ

فاعل کی جگہ مفعول ثانی کی بنسبت کیونکہ اس میں فاعلیت کا معنی ہوتا ہے بنسبت دوسرے کے کیونکہ یہ عاطی یعنی

آخِذٌ نَحْوُ اُعْطِیَ زَیْدٌ دِرْهَمًا مَعَ جَوَازِ اُعْطِیَ دِرْهَمٌ زَیْدًا وَذٰلِکَ عِنْدَ الْاَمْنِ مِنَ اللَّبْسِ

لینے والا ہے جیسے اُعْطِیَ زَیْدٌ دِرْهَمًا ساتھ جائز ہونے اُعْطِیَ دِرْهَمٌ زَیْدًا کے بوقت امن ہونے کے التباس سے

وَاَمَّا عِنْدَ عَدَمِہٖ فَیَجِبُ اِقَامَۃُ الْمَفْعُوْلِ الْاَوَّلِ نَحْوُ اُعْطِیَ زَیْدٌ عَمْرًوا.

اور جب التباس سے امن نہ ہو تو واجب ہے مفعول اول کو قائم کرنا جیسے اُعْطِیَ زَیْدٌ عَمْرًوا

خلاصہ متن: ۔صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ جب کلام میں مفعول بہ پایا جائے اور اس کے ساتھ اور مفاعیل بھی ہوں کہ جو فاعل کے قائم مقام ہونے کی صلاحیت رکھتے ہوں تو فاعل کے قائم مقام ہونے کیلئے مفعول بہ متعین ہو گا۔ پھر تقول ضرب زید سے صاحب کافیہ نے ایک ایسی مثال پیش کی ہے جس میں مفعول بہ سمیت تمام ایسے مفاعیل پائے جاتے ہیں جو فاعل کے قائم مقام بننے کی صلاحیت رکھتے ہیں جیسے **ضرب زید یوم الجمعۃ امام الامیر ضربا شدیدًا فی دارہ** اس میں زید مفعول بہ ہے جو فاعل کے قائم مقام ہونے کیلئے متعین ہے اور یوم الجمعۃ مفعول فیہ ظرف زمان ہے اور امام الامیر مفعول فیہ ظرف مکان ہے ضربا شدیدا مفعول مطلق نوع کیلئے ہے اور فی دارہ جار مجرور ہے جو فضلہ فی الکلام ہونے میں مفاعیل کے مشابہ ہے۔ اس کے بعد **وان لم یکن** سے یہ بتایا کہ اگر کلام میں مفعول بہ نہ پایا جائے تو باقی مفاعیل فاعل کے قائم مقام ہونے میں برابر ہیں کسی کو دوسرے پر ترجیح نہ ہوگی۔ پھر **والاول من** سے بتایا کہ باب اعطیت کے مفعول ثانی کو فاعل کے قائم مقام کرنا جائز ہے لیکن مفعول اول کو فاعل کی قائم مقام کرنا اولیٰ ہے۔

اغراض جامی: ۔ <u>فی الکلام</u>: یہ وجد کے صلہ کا بیان ہے۔

<u>مع غیرہ</u>: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال**: ۔ یہ بات واضح ہے کہ جب کلام میں مفعول بہ پایا جائے تو فاعل کے قائم مقام ہونے کے لیے وہی متعین ہوگا لہٰذا اس کو ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔

جواب: ۔ مراد یہ نہیں کہ تنہا مفعول بہ ہو بلکہ مراد یہ ہے کہ کلام میں مفعول بہ بھی ہو اور باقی مفاعیل بھی ہوں جو فاعل کے قائم مقام ہونے کی صلاحیت رکھتے ہوں تو اس وقت فاعل کے قائم مقام ہونے کے لیے مفعول بہ متعین ہوگا۔ (سوال کابلی ص ۱۳۲)

<u>ای المفعول بہ</u>: سے **شارح کی غرض** بیان مرجع ہے۔ تعین کی ضمیر کے مرجع کو متعین کر دیا کہ ضمیر کا مرجع مفعول بہ ہے۔

<u>ای لوقوعہ</u>: سے **شارح کی غرض** بیان مرجع ہے۔ لہ کی ضمیر کے مرجع کو متعین کر دیا کہ ضمیر کا مرجع موقع الفاعل ہے۔

<u>لشدۃ</u>: میں شارح کی غرض فاعل کے قائم مقام ہونے کیلئے مفعول بہ کے متعین ہونے کی وجہ کو بیان کرنا ہے کہ مفعول بہ کو فاعل کے ساتھ شدید مشابہت ہے کیونکہ جس طرح فعل متعدی کا تعقل فاعل پر موقوف ہے اسی طرح مفعول بہ پر بھی موقوف ہے مثلاً ضرب جس طرح اس کا تعقل ضارب کے بغیر ممکن نہیں اسی طرح مضروب کے بغیر بھی ممکن نہیں بخلاف باقی مفاعیل کے کہ وہ اس مرتبہ پر نہیں اس لئے نائب فاعل مفعول بہ ہوگا۔

جوفاعل کے قائم مقام بننے کی صلاحیت رکھتے ہوں جیسے ضرب زید یوم الجمعة امام الامیر ضربا شدیدا فی دارہ اس میں زید مفعول بہ ہے جو فاعل کے قائم مقام ہونے کیلئے متعین ہے اور یوم الجمعۃ مفعول فیہ ظرف زمان ہے اور امام الامیر مفعول فیہ ظرف مکان ہے ضربا شدیدا مفعول مطلق نوع کیلئے ہے اور فی دارہ جار مجرور فضلۃ فی الکلام ہونے میں مفاعیل کے مشابہ ہے۔

باعتبار الصفة: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ مفعول مطلق نوعی کیسے بن گیا حالانکہ مفعول مطلق نوعی کیلئے شرط ہے کہ فاء کلمہ مکسور ہو اور آخر میں تاء ہو؟

جواب:۔ مفعول مطلق نوعی کی دو قسمیں ہیں (۱) مفعول مطلق نوعی باعتبار الصفۃ (۲) مفعول مطلق نوعی باعتبار الصیغہ، یہاں مفعول مطلق نوعی باعتبار الصفۃ ہے اور فاء کلمہ کا مکسور ہونا اور آخر میں تاء ہونا یہ شرط مفعول مطلق نوعی باعتبار الصیغہ ہے۔

وفائدة: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ مفعول مطلق کی مثال تو ضربا پر تام ہوگئی پھر شدیدا کا اضافہ کیوں کیا؟

جواب:۔ ضربا کو شدیدا کے ساتھ متصف کرنے کا فائدہ اس بات پر تنبیہ کرنا ہے کہ مصدر بغیر تخصص کے فاعل کے قائم مقام نہیں ہوسکتا اس لیے کہ تنہا مصدر بلا قید تخصص کوئی معتد بہ فائدہ نہیں دیتا کیونکہ مصدری معنی پر خود فعل مذکور دلالت کرتا ہے حالانکہ فاعل عمدہ ہونے کی وجہ سے معتد بہ فائدہ کا محل ہے لہٰذا جس چیز سے کوئی معتد بہ فائدہ نہ ہو تو وہ فاعل کے قائم مقام نہیں ہوسکتا الا یہ کہ جب مصدر کو کسی صفت کے ساتھ متصف کردیا جائے تو اس سے فائدہ حاصل ہوگا لہٰذا یہ فاعل کے قائم مقام بن سکتا ہے۔

ای وان لم یوجد: میں شارح نے یہ بتایا کہ لم یکن میں کان تامہ ہے، لم یوجد کے معنی میں ہے۔

فی الکلام: میں لم یکن بمعنی لم یوجد کے صلہ کا بیان ہے۔

المفعول بہ: سے **شارح کی غرض** بیان مرجع ہے کہ لم یکن کی ضمیر کا مرجع مفعول ہے۔

ای جمیع ما سوی: میں اسبات کی طرف اشارہ کردیا کہ جمیع پر الف لام مضاف الیہ کے عوض میں ہے جو کہ مفعول بہ ہے۔

فی جواز: میں سواءٌ کے صلہ کا بیان ہے۔

المفعول: سے **شارح کی غرض** بیان ترکیب ہے۔ کہ الاول صفت ہے موصوف محذوف المفعول کی۔

ای الفعل المتعدی: میں مراد کا بیان ہے کہ باب اعطیت سے مراد ہر وہ فعل ہے جو دو مفعولوں کی طرف متعدی ہو اور مفعول ثانی مفعول اول کا غیر ہو۔

بان: میں اولیٰ کے صلہ کا بیان ہے۔ المفعول: میں یہ بتایا کہ الثانی صفت ہے موصوف محذوف المفعول کی۔

لان فیہ معنی: میں شارح کی غرض نیابت فاعل کیلئے باب اعطیت کے مفعول اول کے اولیٰ ہونے کی وجہ بیان کرنا ہے۔

جس کا **حاصل** یہ ہے کہ باب اعطیت کے مفعول اول کو فاعل کے قائم مقام کرنا اس لیے اولیٰ ہے کیونکہ اس میں بنسبت مفعول ثانی کے فاعلیت والے معنی زیادہ پائے جاتے ہیں اس لیے کہ مفعول اول اٰخذ (لینے والا) ہوتا ہے اور مفعول ثانی ماخوذ (لیا ہوا) ہوتا ہے جیسے اعطیت زیدا درھما اس میں زیدا اٰخذ (لینے والا ہے) اور درھما ماخوذ ہے اسی وجہ سے مفعول اول کو فاعل کے قائم مقام کرنا اولیٰ ہے چنانچہ اُعْطِي درھم زیدا بھی کہنا جائز ہے لیکن اعطی زید درھما کہنا اولیٰ ہے۔

وذلک عند الامن من اللبس: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ سابقہ ضابطہ اعطی زید عمروا کیساتھ منقوض ہے اس لیے کہ اس میں مفعول اول زیدٌ کو فاعل کے قائم مقام کرنا اولیٰ نہیں بلکہ واجب ہے اور مفعول ثانی کو فاعل کے قائم مقام کرنا جائز نہیں۔

جواب:۔ مفعول اول کی اولویت اور مفعول ثانی کا جواز اس وقت ہے جب التباس سے امن ہو اور مثال مذکور میں التباس سے امن نہیں۔ اس لئے کہ یہ پتہ نہیں چلے گا کہ عطا کرنے والا کون ہے اور عطا کیا ہوا کون ہے۔ اسی وجہ سے مفعول اول کو فاعل کے قائم مقام کرنا واجب ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وَمِنْهَا الْمُبْتَدَأُ وَالْخَبَرُ

مُبتدأ اول کی تعریف

وَمِنْهَا الْمُبْتَدَأُ وَالْخَبَرُ فِیْ بَعْضِ النُّسَخِ وَمِنْهُ یَعْنِیْ مِنْ جُمْلَةِ الْمَرْفُوْعَاتِ اَوْ مِنْ جُمْلَةِ

اوران میں سے مبتدا اور خبر ہیں بعض نسخوں میں وَمِنْهُ ہے یعنی منجملہ مرفوعات یا منجملہ

الْمَرْفُوْعِ الْمُبْتَدَأُ وَالْخَبَرُ جَمَعَهُمَا فِیْ فَصْلٍ وَاحِدٍ لِلتَّلَازُمِ الْوَاقِعِ بَیْنَهُمَا عَلٰی مَا هُوَ

مرفوع مبتدا اور خبر ہیں ان دونوں کو ایک فصل میں جمع کیا اس تلازم کی وجہ سے جوان دونوں کے درمیان واقع ہے جیسا کہ

الْاَصْلُ فِیْهِمَا وَاشْتِرَاکِهِمَا فِی الْعَامِلِ الْمَعْنَوِیِّ فَالْمُبْتَدَأُ هُوَ الْاِسْمُ لَفْظًا اَوْ تَقْدِیْرًا

اصل ہے ان دونوں میں اوران دونوں کے مشترک ہونے کی وجہ سے عامل معنوی میں پس مبتدا وہ اسم ہے لفظاً یا تقدیراً

لِیَتَنَاوَلَ نَحْوَ اَنْ تَصُوْمُوْا خَیْرٌ لَّکُمْ الْمُجَرَّدُ عَنِ الْعَوَامِلِ اللَّفْظِیَّةِ اَیِ الَّذِیْ لَمْ یُوْجَدْ فِیْهِ

تاکہ یہ اَنْ تَصُوْمُوْا خَیْرٌ لَّکُمْ کی مثل کو بھی شامل ہو جائے جو عوامل لفظیہ سے خالی ہو یعنی نہ پایا جائے اس میں

عَامِلٌ لَفْظِيٌّ اَصْلاً وَاحْتَرَزَ بِهٖ عَنِ الْاِسْمِ الَّذِيْ فِيْهِ عَامِلٌ لَفْظِيٌّ كَاسْمِيْ اِنَّ وَكَانَ وَكَاَنَّهٗ
عامل لفظی بالکل اوراس کے ذریعے احترازکیااس اسم سے جس میں عامل لفظی ہوجیسے انّ اورکان کااسم اورگویاکہ اس نے
اَرَادَ بِالْعَامِلِ اللَّفْظِيِّ مَا يَكُوْنُ مُؤَثِّرًا فِي الْمَعْنٰى لِئَلَّا يَخْرُجَ عَنْهُ مِثْلُ بِحَسْبِكَ دِرْهَمٌ
مراد لیاعامل لفظی سے جومعنی میں مؤثر ہوتا کہ نہ نکل جائے اس سے مثل بحسبک درھم
مُسْنَدًا اِلَيْهِ وَاحْتَرَزَ بِهٖ عَنِ الْخَبَرِ وَثَانِيْ قِسْمَيِ الْمُبْتَدَا الْخَارِجِ عَنْ هٰذَا الْقِسْمِ فَاِنَّهُمَا
مسندالیہ ہواوراحترازکیااس قید کے ذریعے خبراورمبتدا کی قسم ثانی سے جواس قسم سے خارج ہے کیونکہ یہ دونوں
لَا يَكُوْنَانِ اِلَّا مُسْنَدَيْنِ
مسندہی ہوتے ہیں

خلاصہ متن:۔ صاحب کافیہ مبتدا کی قسم اول کی تعریف کرر ہے ہیں۔ مبتداوہ اسم ہے جوعوامل لفظیہ سے خالی ہواور مسندالیہ ہو۔

اغراض جامی: <u>وفی بعض النسخ:</u> سے **شارح جامی کی غرض** اختلاف نسخ کا بیان ہے۔ بعض نسخوں میں ومنھا المبتدأ والخبر اور بعض میں ومنہ المبتدأ والخبر ہے اگر منھا ہوتوھاضمیر کامرجع مرفوعات ہوگا مطلب یہ ہوگا کہ من جملہ مرفوعات میں سے مبتدا اور خبر ہے اگر منہ ہوتو مرجع مرفوع ہوگا معنی یہ ہوگا کہ جملہ مرفوع میں سے مبتدااور خبر ہیں دونوں صورتوں میں من تبعیضیہ ہوگا ،اور منہ والانسخہ راجح ہے کیونکہ ماقبل فمنہ الفاعل کے ساتھ موافقت ہوجاتی ہے۔

(سوال کابلی ص ۱۳۴)

<u>جمعھما فی فصل واحد:</u> سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ مبتدااور خبر میں سے ہرایک مرفوعات کی علیحدہ اور مستقل قسم ہے تو ہرایک کو علیحدہ فصل میں بیان کرنا چاہئے تھا جس طرح دیگر مرفوعات کو منہا یا منہ کہہ کر علیحدہ ذکر کیا ہے مصنف نے ان کو ایک ہی فصل میں جمع کیوں کیا؟

جواب:۔ شارح رحمہ اللہ مبتدأ اور خبر کو ایک فصل میں جمع کرنے کی دو وجہ بیان کرر ہے ہیں للتلازم سے (۱) پہلی وجہ بیان کی کہ مبتدأ اور خبر میں اصل کے لحاظ سے تلازم ہے ایک دوسرے کو لازم ملزوم ہیں کوئی مبتدا بلاخبر نہیں ہوسکتی اور کوئی خبر بغیر مبتدا کے نہیں ہوسکتی گویا توءمین (جڑواں بھائی) ہیں (۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ مبتدأ اور خبر عامل معنوی یعنی ابتداء میں بھی شریک ہیں۔ ان دو وجھوں کی بناء پر دونوں کو ایک فصل میں ذکر کیا۔

<u>علی ما ھو الاصل فیھما:</u> سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ آپ کا یہ قول کہ مبتدا خبر میں تلازم ہوتا ہے کوئی مبتدا بلا خبر نہیں ہوتی منقوض ہے مبتدا کی قسم ثانی کے ساتھ کیونکہ وہ ایسی مبتدا ہے جو بلا خبر ہوتی ہے اس لئے کہ اس کا مابعد فاعل ہوتا ہے نہ کہ خبر جیسے اقائم زید میں قائم مبتدا قسم ثانی ہے زید اس کا فاعل ہے۔

جواب: ۔علی ماہوالاصل سے علامہ جامی رحمہ اللہ اسی اشکال کا جواب دے رہے ہیں کہ تلازم اس صورت میں ہے جبکہ مبتدا خبر اپنے اصل پر ہوں وہ اصل یہ ہے کہ مبتدا مسند الیہ اور خبر مسند ہو چونکہ مبتدا قسم ثانی میں مبتدا اپنے اصل (مسند الیہ) پر نہیں ہے بلکہ مسند ہے اس لئے وہاں تلازم نہیں ہوگا۔ (سوال کابلی ص ۱۳۴)

<u>لفظا او تقدیرًا:</u> سے **شارح کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔**

سوال:۔ مبتدا کی قسمِ اول کی تعریف جامع نہیں یہ ان تصوموا خیر لکم میں ان تصوموا پر صادق نہیں آتی اس لئے کہ تعریف میں ہوالاسم کی قید ہے حالانکہ ان تصوموا فعل ہے تو تعریف اس پر صادق نہیں آ رہی لہٰذا تعریف جامع نہیں ہے۔

جواب:۔ ہوالاسم میں تعمیم ہے خواہ لفظا ہو یا تقدیرا و حکما و تاویلا ہو مثال مذکور میں ان تصوموا اگر چہ لفظا اسم نہیں لیکن تقدیرا و تاویلا اسم ہے کیونکہ ان مصدریہ کی وجہ سے صومکم کی تاویل میں ہے۔

<u>لم یوجد:</u> سے **شارح کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔**

سوال: ۔المجرد تجرید سے مشتق ہے جس کا معنی ہے خالی کرنا اور کسی کو کسی چیز سے خالی کرنا یہ تقاضا کرتا ہے اس بات کا کہ پہلے وہ چیز اس میں موجود ہو بعد میں اس کو خالی کر دیا گیا ہو جیسے زیدٌ مجردٌ عن الثیاب تقاضا کرتا ہے کپڑوں کے وجود سابق کا اس سے معلوم ہوا کہ مبتدأ پر پہلے عاملِ لفظی موجود تھا پھر مبتدأ کو اس سے خالی کیا گیا حالانکہ مبتدأ پر تو سرے سے عامل لفظی ہوتا ہی نہیں ہے۔

جواب:۔المجرد بمعنی الذی لم یوجد کے ہے یعنی عامل لفظی بالکل نہ پایا جائے (سوال کابلی ص ۱۳۵)

<u>اصلا:</u> میں شارح نے وضاحت کر دی ہے کہ عدمِ وجود سے مراد عدمِ وجود بطریق سلب کلی ہے بطریق رفع ایجاب کلی نہیں۔ سادہ لفظوں میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ عامل لفظی بالکل ہی نہیں پایا جائے گا۔ یہ مراد نہیں ہے کہ اکثر نہ پایا جائے اور کبھی کبھار پایا جائے۔

<u>واحترز بہ:</u> سے شارح کی غرض مجرد عن العوامل اللفظیۃ کی قید کا فائدہ بیان کرنا ہے کہ یہ قید احترازی ہے اس سے احتراز ہے اس اسم سے جس میں عامل لفظی پایا جائے جیسے انّ اور کان وغیرہ کا اسم۔

<u>کانہ اراد:</u> سے **شارح کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔**

سوال: ۔مبتدأ کی تعریف جامع نہیں بحسبک درھم میں بحسبک پر صادق نہیں آتی اس لیے کہ یہ عامل لفظی سے خالی نہیں حالانکہ یہ مبتدأ ہے۔

جواب: ۔عامل سے مراد وہ عامل ہے جو لفظ اور معنی دونوں میں مؤثر ہو تو مقصد یہ ہوگا کہ مبتدا ایسے عامل لفظی سے خالی ہو جو لفظ اور معنی دونوں میں مؤثر ہو اور مثال مذکور میں باء لفظ میں تو مؤثر ہے لیکن معنی میں مؤثر نہیں کیونکہ یہ زائدہ ہے۔

واحترز بہ: میں شارح کی غرض مسندالیہ کی قید کا فائدہ بیان کرنا ہے کہ یہ قید احترازی ہے اس سے خبر اور مبتدا کی قسم ثانی سے احتراز ہے اس لیے کہ یہ مسندالیہ نہیں ہوتے بلکہ مسند ہوتے ہیں۔

مُبتدأ ثانی کی تعریف

اَوِالصِّفَةَ سَوَاءٌ كَانَتْ مُشْتَقَّةً كَضَارِبٍ وَمَضْرُوْبٍ وَحَسَنٍ اَوْ جَارِيَةً مَجْرَاهَا كَقُرَيْشِيٍّ

یا صیغۂ صفت ہو برابر ہے کہ مشتق ہو جیسے ضارب مضروب حسن، یا اس کے قائم مقام ہو جیسے قریشی

اَلْوَاقِعَةَ بَعْدَ حَرْفِ النَّفْيِ كَمَا وَلَا اَوْ اَلِفِ الْاِسْتِفْهَامِ وَنَحْوِهٖ كَهَلْ وَمَا وَ مَنْ وَعَنْ سِيْبَوَيْهِ

جو واقع ہو حرف نفی جیسے ما و لا یا الف استفہام اور اس کی مثل کے بعد جیسے ہل اور ما اور مَن اور سیبویہ سے ہے

جَوَازُ الْاِبْتِدَاءِ بِهَا مِنْ غَيْرِ اِسْتِفْهَامٍ وَنَفْيٍ مَعَ قُبْحٍ وَالْاَخْفَشُ يَرٰى ذٰلِكَ حَسَنًا وَعَلَيْهِ

جائز ہونا ابتدا کا ان کے ساتھ بغیر استفہام اور نفی کے قباحت کے ساتھ اور اخفش اس کو اچھا سمجھتے ہیں اور اسی پر

قَوْلُ الشَّاعِرِ ع فَخَيْرٌ نَحْنُ عِنْدَ النَّاسِ مِنْكُمْ فَخَيْرٌ مُبْتَدَأٌ وَ نَحْنُ فَاعِلُهٗ وَلَوْ جُعِلَ خَيْرٌ

شاعر کا قول ہے فَخَيْرٌ نَحْنُ عِنْدَ النَّاسِ مِنْكُمْ پس خیر مبتدا ہے اور نحن اس کا فاعل ہے اور اگر بنایا جائے خیر کو

خَبَرًا عَنْ نَحْنُ لَفُصِلَ بَيْنَ اسْمِ التَّفْضِيْلِ وَمَعْمُوْلِهِ الَّذِيْ هُوَ مِنْ بِاَجْنَبِيٍّ وَهُوَ غَيْرُ جَائِزٍ

خبر نحن کی تو اسم تفضیل اور اس کے معمول کے درمیان جو کہ مِن ہے اجنبی کا فاصلہ لازم آئے گا اور یہ جائز نہیں ہے

لِضُعْفِ عَمَلِهٖ بِخِلَافِ مَا لَوْ كَانَ فَاعِلًا لِكَوْنِهٖ كَالْجُزْءِ رَافِعَةً لِظَاهِرٍ وَمَا يَجْرِيْ مَجْرَاهُ

اسکے عمل کے ضعیف ہونے کی وجہ سے بخلاف اس صورت کے کہ اگر (نحن) فاعل ہو کیونکہ وہ جزء کی طرح ہے اسم ظاہر کو رفع دینے والی ہو اور اسکو

وَهُوَ الضَّمِيْرُ الْمُنْفَصِلُ لِئَلَّا يَخْرُجَ نَحْوُ قَوْلِهٖ تَعَالٰى اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ آلِهَتِيْ يَا اِبْرَاهِيْمُ

جو اسکے قائم مقام ہے اور وہ ضمیر منفصل ہے تا کہ نہ نکل جائے اللہ تعالیٰ کے اس قول کی مثل اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ آلِهَتِيْ يَا اِبْرَاهِيْمُ

وَاحْتَرَزَ بِهٖ عَنْ نَحْوِ اَقَائِمَانِ الزَّيْدَانِ لِاَنَّ اَقَائِمَانِ رَافِعٌ لِضَمِيْرٍ عَائِدٍ اِلَى الزَّيْدَانِ وَلَوْ

اور اس کے ذریعے احتراز کیا مثل اَقَائِمَانِ الزَّيْدَانِ سے کیونکہ اَقَائِمَانِ رفع دینے والا ہے اس ضمیر کو جو الزَّيْدَان کی طرف راجع ہے اور اگر

كَانَ رَافِعَان لِهٰذَا الظَّاهِرِ لَمْ يَجُزْ تَثْنِيَةً مِثْلُ زَيْدٌ قَائِمٌ مِثَالٌ لِلْقِسْمِ الْاَوَّلِ مِنَ الْمُبْتَدَاِ
یہ اس اسم ظاہر کو رفع دیتا تو اس کا تثنیہ جائز نہ ہوتا جیسے زَيْدٌ قَائِمٌ مثال ہے مبتدا کی قسم اول کی
وَمَا قَائِمُ الزَّيْدَان مِثَالٌ لِلصِّفَةِ الْوَاقِعَةِ بَعْدَ حَرْفِ النَّفْيِ وَاَقَائِمُ الزَّيْدَان مِثَالٌ لِلصِّفَةِ
اور مَا قَائِمُ الزَّيْدَان مثال ہے اس صیغہ صفت کی جو واقع ہو حرف نفی کے بعد اور اَقَائِمُ الزَّيْدَان مثال ہے صیغہ صفت کی
الْوَاقِعَةِ بَعْدَ حَرْفِ الْاِسْتِفْهَامِ
جو واقع ہو حرف استفہام کے بعد

خلاصہ متن: ۔اس عبارت میں مبتداء کی قسم ثانی کی تعریف کرر ہے ہیں کہ مبتدأ کی قسم ثانی وہ صیغہ صفت کا ہے جو حرف نفی یا الف استفہام کے بعد واقع ہو اور اسم ظاہر کو رفع دے۔

اغراض جامی: ۔سواء كانت : سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔مبتدأ کی قسم ثانی کی تعریف جامع نہیں اَقُرَيْشِيٌّ اَنْتَ میں قُرَيْشِيٌّ پر صادق نہیں آتی اس لیے کہ وہ صیغہ صفت کا نہیں حالانکہ وہ مبتدأ کی قسم ثانی ہے اور اپنے مابعد انت کو رفع دے رہا ہے۔

جواب: ۔صفت میں تعمیم ہے خواہ حقیقتاً ہو جیسے مشتقات ضارب ، مضروب ،حسن وغیرہ یا حکماً ہو یعنی مشتق کے قائم مقام اور اس کے حکم میں ہو اب مبتدأ قسم ثانی کی تعریف قُرَيْشِيٌّ پر صادق آجائے گی اس لیے کہ یہ اسم منسوب ہے اور اسم منسوب مشتقات کا حکم رکھتا ہے۔

<u>کما و لا:</u> میں شارح نے حرف نفی کے مصداق کو متعین کر دیا کہ حرف نفی کا مصداق ما و لا ہیں۔

<u>ونحوہ:</u> سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔مبتدأ کی قسم ثانی کی تعریف جامع نہیں یہ هل قائمٌ زيدٌ میں قائمٌ پر صادق نہیں آتی، اس لیے کہ یہ حرف نفی یا الف استفہام کے بعد واقع نہیں حالانکہ یہ مبتدأ کی قسم ثانی ہے۔

جواب: ۔الف الاستفہام معطوف علیہ ہے اور معطوف مع حرف عطف محذوف ہے تقدیر عبارت یوں ہے الف الاستفهام ونحوہ، اس سے معلوم ہوا کہ فقط الف استفہام مراد نہیں بلکہ الف استفہام اور اس کی مثل دیگر حروف استفہامیہ مثلاً من ما اور هل وغیرہ سب مراد ہیں اب تعریف هل قائمٌ زيدٌ میں قائمٌ پر صادق آجائے گی۔

<u>وعن سيبويه:</u> میں شارح کی غرض صاحب کافیہ پر اعتراض کر کے مع القبح سے اس کے جواب کی طرف اشارہ کرنا ہے۔

اعتراض: ۔ سیبویہ نے حرف نفی اور الف استفہام کے بغیر بھی صیغہ صفت کے مبتدأ بننے کو جائز قرار دیا ہے پھر آپ حرف نفی یا الف استفہام کو شرط قرار دے کر امام النحویین کی مخالفت کیوں کر رہے ہیں۔

جواب: ۔ شارح نے مع القبح سے اس کے جواب کی طرف اشارہ کر دیا۔ کہ اگر چہ امام سیبویہ نے حرف نفی اور الف استفہام کے بغیر صیغہ صفت کے مبتدأ بننے کو جائز قرار دیا ہے لیکن ساتھ مع القبح کہہ کر یہ بھی اعتراف کیا ہے کہ یہ قبیح اور ناپسندیدہ ہے لہذا مصنف کا قول ہی راجح و پسندیدہ ہے لِأنَّ المصنفَ تابعٌ للحق لا للرجال۔

والاخفش: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔ چلو مان لیا امام سیبویہ اس کو قبیح کہتے ہیں لیکن امام اخفش نے حرفِ نفی اور الفِ استفہام کے بغیر بھی صیغہ صفت کے مبتدأ بننے کو مستحسن قرار دیا ہے اور وہ شاعر کے اس مصرعہ سے استدلال کرتے ہیں فخیر نحن عند الناس منکم.

طریق استدلال یہ ہے کہ اس میں خیر صیغہ صفت کا مبتدأ کی قسم ثانی ہے اور نحن فاعل قائم مقام خبر کے ہے اور خیرٌ نہ حرفِ نفی کے بعد واقع ہے نہ ہی الفِ استفہام کے بعد تو اس سے معلوم ہوا کہ حرف نفی اور الف استفہام کے بغیر بھی صیغہ صفت کا مبتدأ کی قسم ثانی بننا مستحسن ہے۔

جواب: امام اخفش کے استدلال کے دو جواب ہیں۔ (۱) :۔ یہ شعر فصحاء کی کلام میں سے نہیں ہے بلکہ غیر فصحاء کی کلام ہے اسلئے اسکو استشہاد و دلیل نہیں بنایا جا سکتا۔

جواب (۲) :۔ اور اگر اس کو فصحاء کی کلام سے تسلیم کر بھی لیا جائے تو پھر ہم یہ کہیں گے یہ ضرورۃِ شعری کی وجہ سے ہے۔

ولو جعل: میں شارح امام اخفش کے استدلال پر ہونے والے ایک سوال کا جواب دے رہے ہیں۔

سوال: ۔ ہم یہ بات تسلیم ہی نہیں کرتے کہ شعر مذکور میں خیر صیغہ صفت کا مبتدأ کی قسم ثانی اور نحن فاعل قائم مقام خبر ہے بلکہ خیرٌ خبر مقدم اور نحن مبتدأ مؤخر ہے اور یہ مبتدأ قسم اول کے قبیلہ سے ہے لہذا امام اخفش کا اس سے استدلال کرنا درست نہیں ہے۔

جواب: ۔ اگر خیر کو خبر مقدم اور نحن کو مبتدأ مؤخر بنا دیا جائے تو اسم تفضیل یعنی خیرٌ اور اس کے معمول یعنی مِن کے درمیان اجنبی کا فاصلہ لازم آئے گا وہ اجنبی نحن مبتدا ہے حالانکہ اسم تفضیل کمزور عامل ہے اس کے اور اس کے معمول کے درمیان اجنبی کا فاصلہ جائز نہیں ہے۔ بخلاف اس صورت کے کہ خیر صیغہ صفت مبتدأ کی قسمِ ثانی ہو اور نحن فاعل قائم مقام خبر کے ہو تو اس صورت میں اجنبی کا فاصلہ لازم نہیں آئے گا بلکہ نحن فاعل کا فاصلہ ہوگا اور فاعل بمنزلہ جزء کے ہوتا ہے۔

او ما یجری: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔ مبتدأ قسمِ ثانی کی تعریف جامع نہیں یہ اراغب انت عن الھتی یا ابراھیم میں اراغب پر صادق نہیں آتی

کیونکہ یہ اسم ظاہر کو رفع نہیں دے رہا بلکہ اسم ضمیر انت کو رفع دے رہا ہے حالانکہ یہ مبتدأ کی قسم ثانی ہے۔

جواب :۔ اسم میں تعمیم ہے خواہ وہ اسم ظاہر ہو یا اسم ظاہر کے قائم مقام ہو اور قائم مقام سے مراد ضمیرِ منفصل ہے اس لیے کہ جس طرح اسم ظاہر اپنے تلفظ میں غیر کا محتاج نہیں ہوتا اسی طرح ضمیرِ منفصل بھی اپنے تلفظ میں غیر کی محتاج نہیں ہوتی۔ اب مبتدأ کی قسم ثانی کی یہ تعریف اراغب انت عن الھتی یا ابراھیم میں اراغب پر صادق آجائے گی۔

واحترز بہ : میں شارح کی غرض رافعة لظاھر کی قید کا فائدہ بیان کرنا ہے کہ یہ قید احترازی ہے اس سے اقائمان الزیدان کی مثل سے احتراز ہے اس لیے کہ قائمان صیغہ صفت کا اسم ظاہر کو رفع دینے والا نہیں بلکہ اسم ضمیر کو رفع دینے والا ہے۔ قرینہ یہ ہے کہ اگر صیغہ صفت کا اسم ظاہر الزیدان کیلئے رافع ہوتا تو یہ مفرد ہوتا نہ کہ تثنیہ کیونکہ جب فاعل اسم ظاہر ہو تو فعل وشبہ فعل ہمیشہ واحد ہوتا ہے خواہ فاعل تثنیہ ہو یا جمع۔

مثال للقسم الاول: میں مثل لہ کی تعیین کا بیان ہے کہ زیدٌ قائم یہ مبتدأ کی قسم اول کی مثال ہے۔

مثال للصفة: میں بھی مثل لہ کی تعیین کا بیان ہے۔ اقائم ن الزیدان اس صیغہ صفت کی مثال ہے جو الفِ استفہام کے بعد واقع ہے۔

صیغہ صفت کے ترکیبی احتمالات

فَاِنْ طَابَقَتِ الصِّفَةُ الْوَاقِعَةُ بَعْدَ حَرْفِ النَّفْيِ وَالْاِسْتِفْهَامِ اسْمًا مُفْرَدًا مَذْكُوْرًا بَعْدَهَا

پس اگر مطابق ہو صیغۂ صفت جو حرف نفی اور استفہام کے بعد واقع ہے اس اسم مفرد کے جو اس کے بعد مذکور ہو

نَحْوُ مَا قَائِمٌ زَيْدٌ وَاَقَائِمٌ زَيْدٌ وَاحْتَرَزَ بِهٖ عَمَّا اِذَا طَابَقَتْ مُثَنًّى نَحْوُ اَقَائِمَانِ الزَّيْدَانِ اَوْ

جیسے مَا قَائِمٌ زَيْدٌ اور اَقَائِمٌ زَيْدٌ اور احتراز کیا اس کے ذریعے اس سے کہ جب مطابق ہو تثنیہ کے جیسے اَقَائِمَانِ الزَّيْدَانِ یا

مَجْمُوْعًا نَحْوُ اَقَائِمُوْنَ الزَّيْدُوْنَ فَاِنَّهَا حِيْنَئِذٍ خَبَرٌ لَيْسَ اِلَّا جَازَ الْاَمْرَانِ كَوْنُ الصِّفَةِ

جمع کے جیسے اَقَائِمُوْنَ الزَّيْدُوْنَ پس بے شک وہ اس وقت نہیں ہوگی مگر صرف اور صرف خبر جائز ہیں دو امر صیغۂ صفت کا

مُبْتَدَاً وَمَا بَعْدَهَا فَاعِلَهَا يَسُدُّ مَسَدَّ الْخَبَرِ وَكَوْنُ مَابَعْدَهَا مُبْتَدَاً وَالصِّفَةِ خَبَرًا مُقَدَّمًا عَلَيْهِ

مبتدا ہونا اور اس کے مابعد کا فاعل قائم مقام خبر ہونا اور مابعد کا مبتدا ہونا اور صیغہ صفت کا خبر مقدم ہونا

فَهٰهُنَا ثَلٰثُ صُوَرٍ اَحَدُهَا اَقَائِمَانِ الزَّيْدَانِ وَيَتَعَيَّنُ حِيْنَئِذٍ اَنْ

پس یہاں تین صورتیں ہیں ان میں سے ایک اَقَائِمَانِ الزَّيْدَانِ اور متعین ہوگا اس وقت یہ کہ

يَكُوْنَ الزَّيْدَانِ مُبْتَدَأً وَاَقَائِمَانِ خَبَرًا مُقَدَّمًا عَلَيْهِ وَثَانِيَتُهَا اَقَائِمُ الزَّيْدَانِ وَيَتَعَيَّنُ حِيْنَئِذٍ اَنْ

الزَّيْدَانِ مبتدا اور اَقَائِمَانِ خبر مقدم ہو اس پر اور ان میں سے دوسرا اَقَائِمُ الزَّيْدَانِ اور متعین ہوگا اس وقت یہ کہ

يَكُوْنَ الزَّيْدَانِ فَاعِلاً لِلصِّفَةِ قَائِمًا مَقَامَ الْخَبَرِ وَثَالِثُهَا اَقَائِمٌ زَيْدٌ وَيَجُوْزُ فِيْهِ الْاَمْرَانِ كَمَا عَرَفْتَ

الزَّيْدَانِ صیغہ صفت کیلئے فاعل قائم مقام خبر ہو اور ان میں سے تیسرا اَقَائِمٌ زَيْدٌ اور اس میں دونوں امر جائز ہیں جیسا کہ تو پہچان چکا

خلاصہ متن : ۔اس عبارت میں صاحب کافیہ ایک ضابطہ بیان کر رہے ہیں کہ اگر صیغہ صفت کا اسم ظاہر مفرد کے مطابق ہو تو اس میں دو امر جائز ہیں۔(۱) صیغہ صفت کا مبتداً کی قسم ثانی ہو اور اس کا مابعد فاعل قائم مقام خبر ہو (۲) صیغہ صفت کا خبر مقدم اور اس کا مابعد مبتداً مؤخر ہو۔

اغراض جامی : الصفة الواقعة: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : ۔طابقت کی ھی ضمیر کے مرجع میں دو احتمال ہیں (۱) یا تو اس کا مرجع مطلق صفت ہے (۲) یا مرجع وہ صفت ہے جو حرف نفی یا حرف استفہام کے بعد واقع ہو۔اور دونوں احتمال درست نہیں پہلا احتمال اس لیے درست نہیں اگر طابقت کی ھی ضمیر کا مرجع مطلق صفت کو بنائیں تو لازم آئے گا کہ قائم زید میں بھی دو امر جائز ہوں حالانکہ دو امر جائز نہیں بلکہ صیغہ صفت کا خبر مقدم اور مابعد کا مبتداً موخر ہونا متعین ہے۔اور دوسرا احتمال اس لیے درست نہیں کہ اگر طابقت کی ھی ضمیر کا مرجع وہ صیغہ صفت ہو جو حرف نفی یا حرف استفہام کے بعد واقع ہو اور رافع اسم ظاہر ہو تو جب وہ اسم ظاہر کیلئے رافع ہے تو اسم ظاہر اسی کا معمول ہوگا تو اس میں دو امر کیسے جائز ہوں گے۔

جواب : ۔طابقت کی ھی ضمیر کا مرجع وہ صیغہ صفت ہے جو حرف نفی یا الف استفہام کے بعد واقع ہو،لیکن رافعۃ لظاہر کی قید سے صرف نظر کرتے ہوئے،یعنی مرجع میں قید اول تو ملحوظ ہے اور قید ثانی متروک ہے۔(سوال بالسوں ص ۲۲۳)

اسما : میں شارح نے یہ بتا دیا کہ مفرداً صفت ہے موصوف محذوف کی جو کہ اسماً ہے۔

مذکور ابعدھا: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔آپ کا ضابطہ مذکورہ منقوض ہے زیدٌ قائمٌ کے ساتھ کیونکہ اس میں قائم صیغہ صفت ہے اور اسم ظاہر زید کے ساتھ مفرد ہونے میں مطابق ہے تو اس میں دو امر جائز ہونے چاہئیں حالانکہ جائز نہیں۔

جواب : ۔مذکورا بعدھا سے شارح جامی اسی اشکال کا جواب دے رہے ہیں کہ مفرداً کے بعد صفت محذوف ہے جو کہ مذکوراً بعدھا ہے یعنی صیغہ صفت کا اسم ظاہر مفرد کے ساتھ مطابق ہو اور وہ اسم ظاہر مفرد اس کے بعد مذکور ہو تب اس میں دو امر جائز

ہیں جبکہ زید قائم میں اسم ظاہر صیغہ صفت کے بعد نہیں ہے بلکہ پہلے ہے اس لئے دوامر جائز نہیں ہیں (سوال کابلی ص ۱۲۷)

ما قائم زید: یہ اس صیغہ صفت کی مثال ہے جو حرف استفہام کے بعد واقع ہو اور اسم مفرد کے موافق ہو۔

واحترز بہ: سے شارح کی غرض مفردا کی قید کا فائدہ بیان کرنا ہے کہ یہ قید احترازی ہے اس سے احتراز ہے اس صیغہ صفت سے جو اسم ظاہر کے ساتھ تثنیہ اور جمع میں موافق ہو۔ تثنیہ کی مثال جیسے ما قائمان الزیدان اور جمع کی مثال جیسے ما قائمون الزیدون ان صورتوں میں دوامر جائز نہیں بلکہ صیغہ صفت کا خبر مقدم اور اسم ظاہر کا مبتدأ ہونا متعین ہے۔

کون الصفۃ: میں امران کے مصداق کو بیان کرنا ہے کہ اس کا مصداق یہ ہیں (۱) صیغہ صفت کا مبتدأ کی قسم ثانی اور مابعد فاعل قائم مقام خبر (۲) صیغہ صفت کا خبر مقدم اور مابعد مبتدأ مؤخر۔

فھہنا ثلث: یہاں کل چار صورتیں ہیں جن میں سے تین مستعمل اور جائز اور چوتھی غیر مستعمل اور ناجائز ہے تین مستعمل یہ ہیں (۱) صیغہ صفت کا اسم ظاہر کے ساتھ تثنیہ اور جمع میں موافق ہو۔ تثنیہ کی مثال اقائمان الزیدان جمع کی مثال اقائمون الزیدون اس میں دوامر جائز نہیں بلکہ صیغہ صفت کا خبر مقدم ہونا اور مابعد کا مبتدأ مؤخر ہونا متعین ہے (۲) صیغہ صفت کا مفرد اور اسم ظاہر تثنیہ ہو جیسے اقائم الزیدان یا جمع ہو جیسے اقائم الزیدون اس میں بھی دوامر جائز نہیں بلکہ صیغہ صفت کا مبتدأ کی قسم ثانی ہونا اور مابعد کا فاعل قائم مقام خبر ہونا متعین ہے (۳) صیغہ صفت کا اسم مفرد کے موافق ہو اس میں دوامر جائز ہیں پہلا یہ کہ صیغہ صفت کا مبتدا کی قسم ثانی ہو اور مابعد فاعل قائم مقام خبر ہو۔ (۲) دوسرا یہ کہ صیغہ صفت کا خبر مقدم اور مابعد مبتدأ موخر ہو۔ (۴) صیغہ صفت کا تثنیہ یا جمع ہو اور اسم ظاہر مفرد ہو جیسے اقائمان زید اور اقائمون زید۔ یہ صورت محض عقلی غیر مستعمل اور ناجائز ہے۔

خبر کی تعریف

وَالْخَبَرُ هُوَ الْمُجَرَّدُ اَىْ هُوَ الْاِسْمُ الْمُجَرَّدُ عَنِ الْعَوَامِلِ اللَّفْظِيَّةِ لِاَنَّ الْكَلَامَ فِي اسْمِ الْمَرْفُوْعَاتِ

اور خبر وہ ہے جو خالی ہو یعنی وہ اسم جو خالی ہو عوامل لفظیہ سے اس لئے کہ کلام مرفوعات کے اسم میں ہے

فَلَا يَصْدُقُ عَلٰى يَضْرِبُ فِيْ يَضْرِبُ زَيْدٌ اَنَّهُ الْمُجَرَّدُ الْمُسْنَدُ بِهِ الْمُغَايِرُ لِلصِّفَةِ

پس نہیں صادق آئے گا یضرب پر یضرب زید میں کہ وہ خالی ہے عوامل سے مسند بہ ہے مغایر ہے اس صیغہ صفت کے

الْمَذْكُوْرَةِ لِاَنَّهُ لَيْسَ بِاسْمٍ الْمُسْنَدُ بِهٖ اَىْ مَا يُوْقَعُ بِهِ الْاِسْنَادُ وَاحْتَرَزَ بِهٖ عَنِ الْقِسْمِ الْاَوَّلِ

جو مذکور ہوا اس لئے کہ وہ اسم نہیں ہے مسند بہ ہو یعنی وہ چیز کہ اس کے ذریعے اسناد واقع کیا جائے اور احتراز کیا اس کے ذریعے

مِنَ الْمُبْتَدَا لِاَنَّهٗ مُسْنَدٌ اِلَيْهِ لَا مُسْنَدٌ بِهٖ اَلْمُغَايِرُ لِلصِّفَةِ الْمَذْكُوْرَةِ فِيْ تَعْرِيْفِ الْمُبْتَدَا وَاحْتَرَزَ بِهٖ

مبتدا کی قسم اول سے اس لئے کہ وہ مسند الیہ ہے نہ کہ مسند بہ جو مغایر ہو صیغہ صفت کے جو مذکور ہوا مبتدا کی تعریف میں اور احتراز کیا اس کے ذریعے

عَنِ الْقِسْمِ الثَّانِيْ مِنَ الْمُبْتَدَا وَلَكَ اَنْ تَقُوْلَ اَلْمُرَادُ الْمُسْنَدُ بِهٖ اِلَى الْمُبْتَدَا اَوْ تَجْعَلَ الْبَاءَ

مبتدا کی قسم ثانی سے اور تیرے لئے جائز ہے کہ تو یہ کہے مراد وہ ہے جو مسند ہو مبتدا کی طرف یا بنائے تو باء کو

فِيْ بِهٖ بِمَعْنٰى اِلٰى وَالضَّمِيْرَ الْمَجْرُوْرَ رَاجِعًا اِلَى الْمُبْتَدَا وَعَلَى التَّقْدِيْرَيْنِ يَخْرُجُ بِهِ الْقِسْمُ

بہ میں بمعنی الی کے اور ضمیر مجرور کو راجع مبتدا کی طرف اور دونوں صورتوں پر نکل جائے گی اس کے ذریعے قسم

الثَّانِيْ مِنَ الْمُبْتَدَا وَيَكُوْنُ قَوْلُهٗ اَلْمُغَايِرُ لِلصِّفَةِ الْمَذْكُوْرَةِ تَاكِيْدًا

ثانی مبتدا کی اور ہوگا اس کا قول اَلْمُغَايِرُ لِلصِّفَةِ الْمَذْكُوْرَةِ تاکید

خلاصہ متن : ۔اس عبارت میں صاحب کافیہ خبر کی تعریف کررہے ہیں کہ خبر وہ اسم ہے جو عوامل لفظیہ سے خالی ہو اور مسند بہ ہو اور صفت مذکورہ کے مغایر ہو۔

اغراض جامی : ۔ای هو الاسم المجرد: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : ۔خبر کی تعریف مانع نہیں یضرب زید میں یضرب پر صادق آتی ہے۔ کیونکہ یہ عوامل لفظیہ سے خالی ہے اور مسند بہ ہے اور صفت مذکورہ کے مغایر ہے حالانکہ یہ خبر نہیں ہے۔

جواب : ۔المجرد یہ صفت ہے موصوف محذوف الاسم کی کیونکہ یہاں اسم کے مرفوعات میں بحث ہو رہی ہے اور خبر اسم مرفوع کی قسم ہے اور قسم کی تعریف میں مقسم کا ذکر ضروری ہوتا ہے اس لئے یہاں الاسم محذوف وملحوظ ہے لہذا یضرب زید پر تعریف صادق نہیں آئے گی کیونکہ وہ فعل ہے۔

سوال : ۔جب خبر کی تعریف میں الاسم کی قید ملحوظ ہے تو اس کو ذکر کیوں نہیں کیا۔

جواب : ۔چونکہ مبتدا کی تعریف میں الاسم کا لفظ مذکور تھا اور مبتدا خبر رکنان متلازمان ہیں تو اسی پر اکتفاء کرتے ہوئے خبر کی تعریف میں ذکر نہیں کیا۔

ای ما وقع به الاسناد : میں شارح سوالین مقدرین کا جواب دے رہے ہیں۔**سوال (۱) :** ۔مسند ماخوذ ہے اسناد سے اور اسناد باب افعال کا مصدر متعدی بنفسہ بلا واسطہ حرف جر ہوتا ہے تو مصنف نے اس کو حرف جر باء کے ساتھ کیوں متعدی کیا (۲) مسند اسناد سے ہے اور اسناد کا صلہ الی آتا ہے نہ کہ باء تو المسند الیہ ہونا چاہئے تھا۔شارح جامیؒ اس کے تین جواب دے رہے ہیں۔

ویکون قولہ: سے شارح کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔جب المسند بہ کی قید سے مبتدأ کی قسم اول اور قسم ثانی دونوں خارج ہوگئیں تو المغائر للصفۃ المذکورۃ کا ذکر مستدرک وبلا فائدہ ہے کیونکہ اس سے مبتدأ قسم ثانی کو خارج کرنا مقصود تھا وہ المسند بہ سے خارج ہو چکی ہے۔

پھر مصنف کا المغایر للصفۃ المذکورۃ کو ذکر کرنے کا کیا فائدہ ہوا؟

جواب: ۔تقریر ثانی اور تقریر ثالث کے مطابق المغایر للصفۃ المذکورۃ کی قید احترازی نہیں بلکہ محض تاکید کے لیے ہے۔

فائدہ: ۔تقریر اول اور تقریر ثانی کے درمیان تین فرق ہیں (۱) تقریر اول کے مطابق المسند بہ کا صلہ محذوف نہیں اور تقریر ثانی کے مطابق المسند بہ کا صلہ محذوف ہے جو کہ الی المبتدأ ہے (۲) تقریر اول کے مطابق المسند بہ کی قید سے فقط مبتدأ کی قسم اول خارج ہوئی اور تقریر ثانی کے مطابق المسند بہ کی قید سے مبتدأ کی قسم اول اور قسم ثانی دونوں خارج ہوگئیں (۳) تقریر اول کے مطابق المغایر للصفۃ المذکورۃ کی قید احترازی ہے اور تقریر ثانی کے مطابق المغایر للصفۃ المذکورۃ کی قید احترازی نہیں بلکہ محض تاکید کے لیے ہے۔

اور تقریر ثانی اور تقریر ثالث کے درمیان بھی تین فرق ہیں (۱) تقریر ثانی کے مطابق المسند بہ کا صلہ الیہ محذوف ہے اور تقریر ثالث کے مطابق المسند بہ کا صلہ محذوف نہیں (۲) تقریر ثانی کے مطابق بہ کی باء اپنے معنی میں ہے اور تقریر ثالث کے مطابق بہ کی باء الی کے معنی میں ہے (۳) تقریر ثانی کے مطابق بہ کی ضمیر کا مرجع الف لام بمعنی الذی ہے اور تقریر ثالث کے مطابق بہ کی ضمیر کا مرجع مبتدأ ہے۔

اور تقریر اول اور تقریر ثالث کے درمیان چار فرق ہیں (۱) تقریر اول کے مطابق بہ کی باء اپنے معنی میں ہے اور تقریر ثالث کے مطابق بہ کی باء الی کے معنی میں ہے (۲) تقریر اول کے مطابق بہ کی ضمیر کا مرجع الف لام بمعنی الذی ہے اور تقریر ثالث کے مطابق بہ کی ضمیر کا مرجع مبتدأ ہے (۳) تقریر اول کے مطابق المسند بہ کی قید سے فقط مبتدأ کی قسم اول خارج ہوتی ہے اور تقریر ثالث کے مطابق المسند بہ کی قید سے مبتدأ قسم اول اور قسم ثانی دونوں خارج ہوگئیں (۴) تقریر اول کے مطابق المغایر للصفۃ المذکورۃ کی قید احترازی ہے اور تقریر ثالث کے مطابق المغایر للصفۃ المذکورۃ کی قید احترازی نہیں بلکہ محض تاکید کے لیے ہے۔

مبتدأ میں عامل

وَاعْلَمْ اَنَّ الْعَامِلَ فِی الْمُبْتَدَاِ وَالْخَبَرِ هُوَ الْاِبْتِدَاءُ اَیْ تَجْرِیْدُ الْاِسْمِ عَنِ الْعَوَامِلِ اللَّفْظِیَّةِ لِیُسْنَدَ اِلٰی شَیْءٍ

اور جان لیجئے کہ عامل در مبتدا اور خبر میں وہ ابتدا ہے یعنی اسم کو خالی کرنا عوامل لفظیہ سے تاکہ اسناد کیا جائے اس کا کسی شے کی طرف

اَوْ يُسْنَدَ اِلَيْهِ شَيْءٌ فَمَعْنَى الْاِبْتِدَاءِ عَامِلٌ فِي الْمُبْتَدَاِ وَالْخَبَرِ رَافِعٌ لَهُمَا عِنْدَ الْبَصْرِيِّيْنَ وَاَمَّا عِنْدَ غَيْرِهِمْ
یا اسناد کیا جائے اس کی طرف کسی شے کا پس ابتداء کا معنی مبتدا اور خبر میں عامل ہے جو ان دونوں کو رفع دیتا ہے بصریین کے نزدیک اور لیکن غیر بصریین کے ہاں
فَقَالَ بَعْضُهُمْ الْاِبْتِدَاءُ عَامِلٌ فِي الْمُبْتَدَاِ وَالْمُبْتَدَأُ فِي الْخَبَرِ وَقَالَ الْاٰخَرُوْنَ اِنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِّنَ الْمُبْتَدَاِ
پس بعض نے کہا کہ ابتدا عامل ہے مبتدا میں اور مبتدا خبر میں اور دوسروں نے کہا کہ ہر ایک از مبتدا
وَالْخَبَرِ عَامِلٌ فِي الْاٰخَرِ وَعَلٰى هٰذَا لَا يَكُوْنَانِ مُجَرَّدَيْنِ عَنِ الْعَوَامِلِ اللَّفْظِيَّةِ
و خبر عامل ہے دوسرے میں اور اس کے مطابق یہ دونوں نہیں ہوں گے خالی عوامل لفظیہ سے

اغراض جامی: <u>واعلم ان العامل</u>: مذکورہ عبارت ایک جملہ مستانفہ ہے جو ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال:۔ جب مبتدا خبر دونوں عوامل لفظیہ سے خالی ہوتے ہیں تو ان میں عامل کون ہوتا ہے۔

جواب:۔ واعلم سے شارح جامی رحمہ اللہ جواب دے رہے ہیں کہ ان کے عامل کے بارے میں نحویوں کا اختلاف ہے

تفصیل یہ ہے کہ اس مقام میں تین مذہب ہیں۔

مذہب (۱):۔ نحاۃ بصرہ کا مذہب یہ ہے کہ مبتدأ اور خبر میں عامل ابتداء ہے یعنی اسم کا عوامل لفظیہ سے خالی ہونا تا کہ اس کا کسی شئی کی طرف اسناد کیا جائے یا اس کی طرف کسی شئی کا اسناد کیا جائے تو معنی ابتداء مبتدأ اور خبر میں عامل ہوتا ہے اور ان دونوں کے لیے رافع ہوتا ہے۔

مذہب (۲):۔ نحاۃ کوفہ میں سے علامہ زمخشری کا مذہب یہ ہے کہ مبتدأ میں عامل ابتداء ہے اور خبر میں عامل مبتدأ ہے۔ وہ دلیل یہ دیتے ہیں کہ ابتداء ایک عدمی چیز ہے کیونکہ یہ عبارت ہے خلو عن العوامل اللفظیہ سے یعنی عوامل لفظیہ کا عدم اور عدمی چیز عامل نہیں بن سکتی الا للضرورۃ چونکہ مبتدا میں ضرورت و مجبوری تھی کیونکہ اس سے پہلے کوئی عامل موجود نہ تھا اس لئے وہاں ابتداء (عدمی چیز) کو عامل بنایا گیا اور خبر سے پہلے چونکہ مبتدا موجود ہے اس لئے اس کو عامل بنا دیا گیا ابتداء کو عامل نہیں بنایا گیا۔
(سوال باسولی ص ۲۲۵)

مذہب (۳):۔ نحاۃ کوفہ میں سے سیبویہ، فراء، علامہ رضی کا مذہب یہ ہے کہ مبتدأ خبر میں عامل ہوتا ہے اور خبر مبتدأ میں عامل ہوتی ہے۔ مصنف رحمہ اللہ کے نزدیک چونکہ نحاۃ بصرہ کا مذہب راجح ہے اسی وجہ سے مصنف نے کہا کہ مبتدأ اور خبر عوامل لفظیہ سے خالی ہوتے ہیں۔

<u>قولہ ای تجرید الاسم عن العوامل اللفظیۃ</u>: اس عبارت سے شارح جامی کی غرض سوالین مقدرین کا جواب دینا ہے۔

سوال(۱):۔ آپ نے کہا کہ مبتدا اور خبر دونوں میں ابتداء عامل ہوتا ہے حالانکہ ابتداء مبتداء میں تو عامل ہے کیونکہ وہ ابتدا میں ہے خبر میں کیسے عامل ہے۔

سوال(۲):۔ جب آپ نے کہدیا ہے کہ مبتدا خبر میں ابتدا عامل ہے تو ابتداء تو ایک لفظ ہے پھر تو ان دونوں میں عامل لفظی ہوا نہ کہ معنوی؟

جواب:۔ ای تجرید سے جواب دیا کہ ابتدا سے لفظ ابتدا مراد نہیں ہے بلکہ تجرید عن العوامل اللفظیہ مراد ہے کہ دونوں عوامل لفظیہ سے خالی ہوں لہذا دونوں اشکال رفع ہو گئے۔ (سوال باسولی ص ۲۲۵)

__قولہ لیسند الی شیء__: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال**:۔ اگر ابتدا کا مطلب تجرید عن العوامل اللفظیہ ہے تو مبتدا کی تعریف اسماء معدودہ مثلاً زید، عمرو، بکر پر صادق آئے گی کیونکہ وہ بھی عوامل لفظیہ سے مجرد ہیں۔

جواب:۔ لیسند الی شیٔ سے اسی اشکال کو رفع کیا کہ مبتدا خبر کا صرف عوامل لفظیہ سے خالی ہونا کافی نہیں ہے بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ اس کو کسی کی طرف مسند کیا جائے یا اس کی طرف کسی کو مسند کیا جائے اسماء معدودہ میں چونکہ اسناد نہیں ہوتا اس لئے مبتدا خبر کی تعریف ان پر سچی نہیں آئے گی (دیکھئے سوال باسولی ص ۲۲۵)

مُبتدأ کے احکامات

وَاَصلُ الْمُبْتَدَاِ اَیْ مَا یَنبَغِیْ اَنْ یَّکُوْنَ الْمُبْتَدأُ عَلَیْهِ اِذَا لَمْ یَمْنَعْ مَانِعٌ اَلتَّقْدِیْمُ عَلَی الْخَبَرِ

اور مبتدا کی اصل یعنی وہ حالت جس پر مبتدا کا ہونا مناسب ہے جب کوئی مانع نہ ہو خبر پر مقدم ہونا ہے

لَفْظًا لِاَنَّ الْمُبْتَدَأَ ذَاتٌ وَالْخَبَرَ حَالٌ مِنْ اَحْوَالِهَا وَالذَّاتُ مُقَدَّمَةٌ عَلٰی اَحْوَالِهَا وَمِنْ ثَمَّ اَیْ

لفظی طور پر اس لئے کہ مبتدا ذات ہے اور خبر حال ہے اس کے احوال میں سے اور ذات مقدم ہوتی ہے احوال پر اور اسی وجہ سے یعنی

وَمِنْ اَجَلِ اَنَّ الْاَصْلَ فِی الْمُبْتَدَاِ التَّقْدِیْمُ لَفْظًا جَازَ قَوْلُهُمْ فِیْ دَارِهٖ زَیْدٌ مَعَ کَوْنِ الضَّمِیْرِ

اس وجہ سے کہ بے شک اصل مبتدا میں مقدم ہونا ہے لفظاً جائز ہے ان کا قول فِی دَارِهٖ زَیْدٌ باوجودیکہ ضمیر

عَائِدًا اِلٰی زَیْدِ الْمُتَاَخِّرِ لَفْظًا لِتَقَدُّمِهٖ رُتْبَةً لِاَصَالَةِ التَّقْدِیْمِ وَامْتَنَعَ قَوْلُهُمْ صَاحِبُهَا فِی الدَّارِ

راجع ہے زید کی طرف جو لفظاً مؤخر ہے کیونکہ وہ رتبۃً مقدم ہے اس لئے کہ مقدم ہونا اصل ہے اور منع ہے ان کا قول صَاحِبُهَا فِی الدَّارِ

لِعَوْدِ الضَّمِیْرِ اِلَی الدَّارِ وَهُوَ فِیْ حَیِّزِ الْخَبَرِ الَّذِیْ اَصْلُهُ التَّاخِیْرُ فَیَلْزَمُ عَوْدُ الضَّمِیْرِ اِلٰی

کیونکہ ضمیر دار کی طرف راجع ہے اور وہ خبر کی جگہ میں ہے جس کا اصل مؤخر ہونا ہے پس لازم آئے گا ضمیر کا لوٹنا

الْمُتَأَخِّرِ لَفْظًا وَرُتْبَةً وَهُوَ غَيْرُ جَائِزٍ
مؤخر لفظاً ورتبۃً کی طرف اور وہ جائز نہیں ہے

خلاصہ متن: ۔مبتدأ اور خبر کی تعریف سے فارغ ہونے کے بعد اس کے احکامات بیان کررہے ہیں۔ پہلا حکم یہ ہے کہ مبتدأ میں اصل اور اولی یہ ہے کہ خبر سے مقدم ہو۔ پھر اس پر تفریع ذکر کی ہے کہ اسی وجہ سے فی الدار زید کی ترکیب جائز ہے اور صاحبہا فی الدار کی ترکیب ممتنع ہے۔ کیونکہ صاحبہا کی ضمیر کا مرجع الدار ہے جو لفظاً بھی مؤخر ہے رتبۃً بھی تو اضمار قبل الذکر لازم آئے گا۔

اغراض جامی: ۔اي ما ينبغي: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔علامہ ابن الحاجب نے فرمایا اصل مبتدا میں تقدیم ہے اور اصل کا مشہور ومتبادر الی الذہن معنی قاعدہ کلیہ ہے اور قاعدہ کلیہ وہ ہوتا ہے جس کے خلاف پر عمل نہ ہو سکے تو مقصد یہ ہوگا کہ مبتدا ہمیشہ مقدم ہوتا ہے اس کی تاخیر جائز نہیں ہے حالانکہ این زیدٌ میں این خبر مقدم اور زیدٌ مبتدا مؤخر ہے تو قاعدہ کلیہ قاعدہ کلیہ نہ رہا۔

جواب: ۔تو شارح جامی رحمہ اللہ نے جواب دیا کہ یہاں اصل بمعنی ماینبغی (مناسب) اور اولیٰ کے ہے نہ کہ قاعدہ کلیہ۔
(سوال کابلی ص ۱۳۹)

اذالم یمنع مانع: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔مبتدا کی تقدیم کی اولویت منقوض ہے فی الدار رجل میں رجل کے ساتھ اس لئے کہ رجل مبتدا ہے لیکن اس کا خبر سے مقدم ہونا اولیٰ اور مناسب تو کجا بلکہ ناجائز ہے۔ اسی طرح من ابوک میں من خبر مقدم اور ابوک مبتدا مؤخر ہے اس کی تقدیم جائز نہیں (۳) فی الدار صاحبہا میں فی الدار خبر مقدم صاحبہا مبتدا مؤخر ہے اس کی تقدیم جائز نہیں ہے۔

جواب: ۔مبتدأ کا خبر سے مقدم ہونا اس وقت اولیٰ ہے جب تقدیم سے کوئی مانع (رکاوٹ) موجود نہ ہو اور یہاں مانع موجود ہے اور وہ مانع یہ ہے کہ اگر مبتدأ کو مقدم کر دیا جائے تو مبتدأ کا نکرہ محضہ ہونا لازم آئے گا جو جائز نہیں ہے (۲) اسی طرح مَنْ ابوک میں مانع یہ ہے کہ اگر ابوک کو مقدم کر دیا جائے تو مَنْ استفہامیہ کی صدارت خطرہ میں پڑ جائے گی (۳) اور فی الدار صاحبہا میں مانع یہ ہے کہ اگر صاحبہا کو مقدم کر دیا جائے تو اضمار قبل الذکر لفظاً ورتبۃً لازم آئے گا جو کہ جائز نہیں ہے۔

علی الخبر: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔علامہ ابن الحاجب رحمہ اللہ نے واصل المبتدا التقدیم میں جو حکم بیان کیا ہے وہ غیر ضروری ہے کیونکہ تقدیم المبتدا علی الخبر ایک بدیہی بات ہے ہر ایک کو معلوم ہے کہ مبتداء ذات اور خبر اس کا حال ہوتا ہے اور ذات اپنے حال پر مقدم ہوتی ہے۔

جواب: ۔لفظاً سے شارح جامی رحمہ اللہ جواب دے رہے ہیں کہ یہاں مبتدأ کی خبر پر تقدیم کی اولویت سے مراد تقدیم

باعتبار اللفظ ہے نہ کہ رتبۃً کیونکہ رتبۃً مبتداء ہر حال میں مقدم ہوتی ہے اگر چہ مانع من اللفظ بھی موجود ہو۔ (سوال کابلی ص۱۳۹)

لان المبتدأ: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ مبتدا کی تقدیم علی الخبر اولیٰ وانسب کیوں ہے۔

جواب:۔ شارح جامی لان سے جواب دے رہے ہیں کہ مبتدأ ذات ہوتی ہے اور خبر اس کے احوال میں سے ایک حال ہوتی ہے ذات احوال سے مقدم ہوتی ہے اسی وجہ سے مبتدأ کو خبر پر مقدم کرنا اولیٰ ہے۔

ومن ثم: سے صاحب کافیہ کی غرض ماقبل پر تفریع بیان کرنا ہے کہ جب مبتدأ میں اصل یہ ہے کہ وہ خبر سے مقدم ہو تو اسی وجہ سے فی الدار زید ترکیب جائز ہے اور صاحبھا فی الدار کی ترکیب ممتنع ہے۔

ای ومن اجل: میں شارح نے ثم کا مشار الیہ متعین کر دیا کہ اس کا مشار الیہ اصل مذکور ہے۔

قولہم: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال**:۔ جار فعل اور فی دارہ زید اس کا فاعل ہے حالانکہ اس کا فاعل بننا صحیح نہیں کیونکہ فاعل مفرد ہوتا ہے اور فی دارہ زید جملہ ہے۔

جواب:۔ شارح نے جواب دیا ہے کہ تسلیم ہے کہ فاعل مفرد ہوتا ہے لیکن مفرد میں تعمیم ہے خواہ مفرد صریحی ہو یا تاویلی اور فی دارہ زید قول کی تاویل میں ہو کر مفرد تاویلی ہے لہذا اس کا فاعل بننا درست ہے۔ (سوال کابلی ص۱۴۰)

لتقدمہ: میں شارح کی غرض فی دارہ زید کی ترکیب کے جواز کی وجہ بیان کرنا ہے کہ فی دارہ زید میں دارہ کی ضمیر کا مرجع زید ہے جو اگر چہ لفظاً تو مؤخر ہے لیکن رتبۃً مقدم ہے اس لیے کہ یہ مبتدأ ہے اور مبتدأ میں اصل یہ ہے کہ وہ خبر سے مقدم ہو لہذا لفظاً ورتبۃً اضمار قبل الذکر لازم نہ آیا بلکہ لفظاً اضمار قبل الذکر لازم آیا جو کہ جائز ہے۔

لعود الضمیر: میں شارح کی غرض صاحبھا فی الدار کی ترکیب کے ممتنع ہونے کی وجہ بیان فرمانا ہے کہ صاحبھا کی ضمیر کا مرجع الدار ہے جو لفظاً بھی موخر ہے اور رتبۃً بھی موخر ہے لفظاً مؤخر ہونا واضح ہے اور رتبۃً اس لیے مؤخر ہے کہ یہ حیز خبر میں واقع ہے اور خبر میں اصل یہ ہے کہ وہ مبتدأ سے مؤخر ہو لہذا لفظاً ورتبۃً اضمار قبل الذکر لازم آیا جو جائز نہیں۔

مُبتدأ کا نکرہ ہونا

وَقَدْ يَكُوْنُ الْمُبْتَدَأُ نَكِرَةً وَاِنْ كَانَ الْاَصْلُ فِيْهِ اَنْ يَّكُوْنَ مَعْرِفَةً لِاَنَّ لِلْمَعْرِفَةِ مَعْنًى مُعَيَّنًا
اور کبھی مبتدا نکرہ ہوتا ہے اگر چہ اصل اس میں یہ ہے کہ معرفہ ہو اس لئے کہ معرفہ کا معنی متعین ہوتا ہے
وَالْمَقْصُوْدُ الْمُهِمُّ الْكَثِيْرُ الْوُقُوْعِ فِي الْكَلَامِ اِنَّمَا هُوَ الْحُكْمُ عَلَى الْاُمُوْرِ الْمُعَيَّنَةِ وَلٰكِنَّهُ
اور اکثر اہم کثیر الوقوع مقصد یہ ہے کہ امور معینہ پر حکم لگایا جائے لیکن

لَايَقَعُ نَكِرَةً عَلَى الْإِطْلَاقِ بَلْ إِذَا تَخَصَّصَتْ تِلْكَ النَّكِرَةُ بِوَجْهٍ مَّا مِنْ وُجُوْهِ التَّخْصِيْصِ إِذْ
مبتدا علی الاطلاق نکرہ واقع نہیں ہوتا بلکہ وہ نکرہ جب وجوہ تخصیص میں سے کسی وجہ کے ساتھ خاص ہو (تب مبتدا ہوتا ہے)
بِالتَّخْصِيْصِ يَقِلُّ اشْتِرَاكُهَا فَتَقْرُبُ مِنَ الْمَعْرِفَةِ مِثْلُ قَوْلِهٖ تَعَالٰى
اسلئے کہ تخصیص کے ساتھ اس کا اشتراک کم ہوجاتا ہے تو وہ معرفہ کے قریب ہوجاتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان
وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ فَإِنَّ الْعَبْدَ مُتَنَاوِلٌ لِلْمُؤْمِنِ وَالْكَافِرِ وَحَيْثُ وُصِفَ بِالْمُؤْمِنِ
وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ پس بے شک عبد شامل ہے مومن اور کافر کو اور جب موصوف کیا گیا مومن کے ساتھ
تَخَصَّصَ بِالصِّفَةِ فَجُعِلَ مُبْتَدَأً وَخَيْرٌ خَبَرُهٗ
خاص ہو گیا صفت کی وجہ سے پس بنا دیا گیا مبتدا اور خیر اس کی خبر

خلاصہ متن : ۔ مبتدا کا ایک اور حکم بیان کر رہے ہیں مبتدأ کبھی نکرہ ہوتا ہے لیکن اس صورت میں شرط یہ ہے کہ اس میں وجوہِ تخصیص میں سے کسی وجہ کے ساتھ تخصیص پیدا ہو گئی ہو۔ ورنہ نکرہ محضہ مبتدا نہیں ہوسکتا۔ پھر مصنف نے چھ وجوہِ تخصیص کی امثلہ ذکر کی ہیں۔ ان امثلہ میں ہر مثال میں ایک وجہ تخصیص کی طرف اشارہ ہے۔ (۱) وہ نکرہ جس میں صفت کی وجہ سے تخصیص پیدا ہو گئی ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے ولعبد مؤمن خیر من مشرک۔

اغراض جامی :۔ <u>وان کان الاصل :</u> سے مبتدا کا اصل حکم کا بیان کر رہے ہیں جس کی طرف قد تقلیلیہ اشارہ کر رہا ہے کہ مبتدء کبھی نکرہ بھی ہوتا ہے لیکن مبتدأ میں اصل یہ ہے کہ وہ معرفہ ہوتا ہے۔

<u>لان المعرفة:</u> میں اصل حکم کی وجہ کا بیان ہے کہ مبتدأ میں اصل معرفہ ہونا کیوں ہے؟ جس کا حاصل یہ ہے کہ معرفہ کے معنی معلوم و معین ہوتے ہیں اور اہم مطلوب اور مقصود جو کہ کلام میں کثیر الوقوع ہوتا ہے وہ ہے امور معینہ پر حکم لگانا کیونکہ مجہول پر حکم لگانا غیر مفید ہوتا ہے مثلاً رجل قائم کہنا لغو ہے کیونکہ ہر ایک کو معلوم ہے کہ دنیا میں کوئی نہ کوئی مرد کھڑا ہے اسی وجہ سے مبتدأ میں اصل معرفہ ہونا ہے۔

<u>لکنه:</u> میں شارح نے ایک شبہ کا ازالہ کر دیا وہ یہ تھا کہ شاید اذا تخصصت کی قید اتفاقی ہو احترازی نہ ہو اور نکرہ محضہ بھی مبتدا بن سکتا ہو۔ تو شارح نے لکنہ سے اس شبہ کو دور کر دیا کہ اذا تخصصت کی قید اتفاقی نہیں بلکہ احترازی ہے کہ نکرہ علی الاطلاق مبتدأ نہیں بن سکتا بلکہ اس وقت مبتدأ بن سکتا ہے جب اس میں وجوہ تخصیص میں سے کسی وجہ کے ساتھ تخصیص پیدا ہو گئی ہو۔ (سوال باسولی ۲۲۷)

فائدہ: بوجہ ما میں دو احتمال ہیں (۱) ما زائدہ ہے (۲) وجہ کی صفت ہے ای بوجہ ای وجہ یعنی کسی نہ کسی وجہ کے ساتھ ہو نسبی وجہ بھی ہو۔

اذ بالتخصیص: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: تخصیص کی وجہ سے نکرہ معرفہ تو نہیں بن جاتا نکرہ ہی رہتا ہے تو اس کا مبتدأ بنا کیسے صحیح ہو جاتا ہے؟

جواب: تخصیص کا معنی ہے قلۃ الاشتراک تو تخصیص کی وجہ سے نکرہ میں شریک افراد کم ہو جاتے ہیں اور نکرہ اس وقت اگر چہ معرفہ نہیں بن جاتا لیکن معرفہ کے قریب تر ہو جاتا ہے اور قریب الشئی کیلئے اس شئی کا حکم ہوتا ہے اسی وجہ سے اس کا مبتدأ بنا صحیح ہے

وجوہ تخصیص چھ ہیں (۱) وہ نکرہ جس میں صفت کی وجہ سے تخصیص پیدا ہوگئی ہو جیسے اللہ تعالیٰ قول ہے ولعبد مؤمن خیر من مشرک.

قولہ تعالیٰ: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال:** مثل کی اضافت ولعبد مؤمن خیر من مشرک کی طرف درست نہیں کیونکہ مضاف الیہ اسم مفرد ہوتا ہے اور ولعبد مؤمن خیر من مشرک جملہ ہے۔

جواب: اسم مفرد میں تعمیم ہے خواہ صریحی ہو یا تاویلی اور مثال مذکور میں مضاف الیہ اگر چہ صریحاً اسم مفرد نہیں ہے لیکن تاویلاً اسم مفرد ہے اس لیے کہ یہ قول کی تاویل میں ہے اور قول مفرد بھی ہے اسم بھی ہے۔

فان العبد: میں شارح کی غرض مثال کو مثل لہ پر منطبق کرنا ہے کہ ولعبد مؤمن خیر من مشرک میں محلِ استشہاد عبد ہے جو کہ نکرہ مخصصہ مبتدأ بن رہا ہے اس لیے کہ عبد پہلے عام تھا عبد مومن کافر دونوں کو شامل تھا لیکن جب اس کے ساتھ مومن کی صفت لائی گئی تو عبد کافر خارج ہو گیا تو اس میں تخصیص پیدا ہوگئی اور شریک افراد کم ہو گئے تو یہ معرفہ کے قریب ہو گیا لہٰذا اس کا مبتدأ بنا صحیح ہو گیا تو عبد کو مبتدأ بنا دیا گیا اور خیر کو اس کی خبر۔

دوسری وجہ تخصیص

وَمِثْلُ قَوْلِکَ اَرَجُلٌ فِی الدَّارِ اَمِ امْرَاَۃٌ فَاِنَّ الْمُتَکَلِّمَ بِهٰذَا الْکَلَامِ یَعْلَمُ اَنَّ اَحَدَهُمَا فِی الدَّارِ
اور جیسے یہ قول اَرَجُلٌ فِی الدَّارِ اَمِ امْرَاَۃٌ پس بے شک ان کلمات کو بولنے والا جانتا ہے کہ ان میں سے ایک گھر میں ہے
فَیَسْاَلُ الْمُخَاطَبَ عَنْ تَعْیِیْنِهٖ فَکَاَنَّهٗ
پس سوال کرتا ہے مخاطب سے اس کے تعین کے بارے میں پس گویا کہ
قَالَ اَیُّ مِنَ الْاَمْرَیْنِ الْمَعْلُوْمِ کَوْنُ اَحَدِهِمَا فِی الدَّارِ کَائِنٌ فِیْهَا فَکُلٌّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا
اس نے کہا دو امروں میں سے کہ معلوم ہے ان میں سے ایک کا ہونا گھر میں کونسا ہونے والا ہے اس گھر میں پس ہر ایک ان دونوں میں سے

تَخَصَّصَ بِهٰذِهِ الصِّفَةِ فَجُعِلَ رَجُلٌ مُبْتَدَأً وَفِي الدَّارِ خَبَرُهُ
خاص ہوگیا ہے اس صفت کے ساتھ پس بنایا گیا رَجُلٌ کو مبتدا اور فِي الدَّارِ کو خبر

خلاصہ متن:۔(۲) وجوہ تخصیص میں سے دوسری وجہ کا بیان ہے کہ وہ نکرہ جس میں علم متکلم کی وجہ سے تخصیص آ جائے جیسے ارجل فی الدار

اغراض جامی: ۔مثل قولک ارجل فی الدار ام امرأة :شارح نے اس عبارت کا اضافہ کر کے اشارہ کر دیا کہ ارجل فی الدار ام امرأة کا ولعبد مومن خیر من مشرک پر عطف ہے

فان المتکلم : میں شارح کی غرض مثال کو ممثل لہٗ پر منطبق کرنا ہے کہ مثال مذکور میں محل استشہاد رجل ہے جو کہ نکرہ مخصصہ ہو کر مبتدأ بن رہا ہے کیونکہ متکلم جانتا ہے کہ گھر میں مرد اور عورت میں سے ایک ضرور ہے البتہ متکلم مخاطب سے اس کی تعیین کا سوال کر رہا ہے، گویا اس نے یوں کہا وہ دو امر کہ جن میں سے ایک کا گھر میں ہونا مجھے معلوم ہے وہ کون ہے؟ پس رجل اور امرأة میں سے ہر ایک میں علمِ متکلم کی وجہ سے تخصیص پیدا ہوگئی اس لئے رجل کو مبتدأ بنا دیا گیا اور فی الدار کو اس کی خبر بنا دیا گیا۔

تیسری وجہ تخصیص

وَمِثْلُ قَوْلِكَ مَا أَحَدٌ خَيْرٌ مِنْكَ
اور جیسے تیرا قول مَا أَحَدٌ خَيْرٌ مِنْكَ
فَإِنَّ النَّكِرَةَ فِيهَا وَقَعَتْ فِي حَيِّزِ النَّفْيِ فَأَفَادَتْ عُمُومَ الْأَفْرَادِ وَشُمُولَهَا فَتَعَيَّنَتْ وَتَخَصَّصَتْ
پس بے شک نکرہ اس میں واقع ہوا ہے نفی کی جگہ میں پس فائدہ دیا اس نے عموم و شمولِ افراد کا پس متعین ہوگیا اور خاص ہوگیا
فَإِنَّهُ لَا تَعَدُّدَ فِي جَمِيعِ الْأَفْرَادِ بَلْ هُوَ أَمْرٌ وَاحِدٌ وَكَذَا كُلُّ نَكِرَةٍ فِي الْإِثْبَاتِ قُصِدَ بِهَا الْعُمُومُ
پس بے شک نہیں ہے تعدد تمام افراد میں بلکہ وہ ایک امر ہے اور اسی طرح ہر نکرہ اثبات میں جس سے ارادہ کیا گیا ہو عموم کا
نَحْوُ تَمْرَةٌ خَيْرٌ مِنْ جَرَادَةٍ
جیسے تَمْرَةٌ خَيْرٌ مِنْ جَرَادَةٍ (ایک کھجور ٹڈی کے بدلہ میں بہتر ہے)

خلاصہ متن:۔(۲) وجوہ تخصیص میں سے تیسری وجہ کا بیان ہے۔ وہ نکرہ کہ جس میں صفتِ عموم کی وجہ سے تخصیص پیدا ہوگئی ہو جیسے ما احد خیر منک. یہ مبتدا بن سکتے ہیں۔

اغراض جامی: مثل قولک: میں بتایا کہ ما احد خیر منک کا عطف ہے ارجل فی الدار ام امراۃ پر۔

فان النکرۃ: میں شارح کی غرض مثال کو ممثل لہ پر منطبق کرنا ہے کہ مثال مذکور میں محل استشہاد اَحدٌ ہے جو نکرہ مخصصہ مبتدأ بن رہا ہے اس میں صفتِ عموم کی وجہ سے تخصیص پیدا ہوگئی ہے کیونکہ قاعدہ ہے جو نکرہ تحت النفی واقع ہو تو وہ عموم وشمول کا فائدہ دیتا ہے اور مثالِ مذکور میں بھی نکرہ تحت النفی واقع ہے اور اپنے تمام افراد کو شامل ہے پس اس میں تخصیص پیدا ہوگئی اس لیے کہ تمام افراد میں تعدد نہیں ہوتا بلکہ تمام افراد بمنزلہ امر واحد کے ہوتے ہیں پس احدٌ میں صفتِ عموم کی وجہ سے تخصیص پیدا ہوگئی ہے لہٰذا احدٌ کو مبتدأ بنا دیا اور خیر کو اس کی خبر۔

سوال:۔ عموم وخصوص میں تو تضاد وتناقض ہے نکرہ تحت النفی جب عموم کا فائدہ دیتا ہے تو اس میں تخصیص کیسے آئے گی؟

جواب:۔ یہاں تخصیص سے مراد تعریف وتفرد نہیں ہے جو کہ عموم وشمول کی ضد ہے بلکہ مراد تعیین وتقلیل ودفع ابہام وقطع احتمالات ہے، اور دفع ابہام اس وقت ہوتا ہے جب واحد حقیقی مراد لیا جائے یا واحد حکمی مراد لیا جائے، واحد حکمی سے مراد ہے کل افراد مجموع من حیث المجموع مراد لئے جائیں، یہاں واحد حکمی مراد ہے۔ **فتعینت وتخصصت فانه لا تعدد فی جمیع الافراد بل ھو امر واحد** سے علامہ جامیؒ اسی کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں **فطالع ان شئت** (سوال کابلی ص۱۴۱، سوال باسولی ص۲۲۹)

فائدہ:۔ مثال مذکور مبتدا نکرہ مخصصہ کی مثال ہے، بنوتمیم کے مذہب کے مطابق، کیونکہ وہ ماولا مشبہ بلیس کو عامل نہیں مانتے، جمہور کے مذہب کے مطابق خیرًا منصوب ہوکر ما مشبہ بلیس کی خبر ہے اور اس بحث سے خارج ہے (فتدبر)

وکذا کل نکرۃ: میں ایک فائدہ کا بیان ہے کہ جس طرح وہ نکرہ جو تحت النفی واقع ہو مبتدا بن سکتا ہے اسی طرح وہ نکرہ جو موضع اثبات میں واقع ہو اور اس سے مقصود عموم ہو تو وہ بھی مبتدأ بن سکتا ہے جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے تمرۃ خیر من جرادۃ۔ فرق صرف اتنا ہے کہ نکرہ تحت النفی مطلقاً مبتدا بن سکتا ہے خواہ اس سے عموم مقصود ہو یا نہ اور نکرہ تحت الاثبات اس وقت مبتدا بن سکتا ہے جب اس سے عموم مقصود ہو ورنہ نہیں بن سکتا۔

چوتھی وجہ تخصیص

وَمِثْلَ قَوْلِهِمْ شَرٌّ اَهَرَّ ذَانَابٍ لِتَخَصُّصِهٖ بِمَا يَتَخَصَّصُ بِهِ الْفَاعِلُ لِشِبْهِهٖ بِهٖ اِذْ يُسْتَعْمَلُ فِيْ

اور جیسے انکا قول شَرٌّ اَهَرَّ ذَانَابٍ بوجہ خاص ہونے اسکے اس چیز کے ساتھ جس کے ساتھ فاعل خاص ہوتا ہے اسکی فاعل کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے

مَوْضِعِ مَا اَهَرَّ ذَانَابٍ اِلَّا شَرٌّ وَمَا يَتَخَصَّصُ بِهِ الْفَاعِلُ قَبْلَ ذِكْرِهٖ هُوَ صِحَّةُ كَوْنِهٖ مَحْكُوْمًا

اسلئے کہ وہ استعمال ہوتا ہے درجائے مَا اَهَرَّ ذَانَابٍ اِلَّا شَرٌّ اور وہ چیز جس سے فاعل خاص ہوتا ہے اسکے ذکر سے پہلے وہ صحیح ہونا ہے اسکے ہونے کا محکوم

عَلَيْهِ بِمَا اُسْنِدَ اِلَيْهِ فَاِنَّكَ اِذَا قُلْتَ قَامَ عُلِمَ مِنْهُ اَنَّ مَا يُذْكَرُ بَعْدَهُ اَمْرٌ يَصِحُّ اَنْ يُحْكَمَ عَلَيْهِ

علیہ اس چیز کے ساتھ جس کی طرف وہ مسند کیا گیا پس جب تو کہے قام اس سے معلوم ہو جائے گا کہ اس کے بعد جو مذکور ہے وہ ایسا امر ہے

بِالْقِيَامِ فَاِذَا قُلْتَ رَجُلٌ فَهُوَ فِيْ قُوَّةِ رَجُلٌ مَوْصُوْفٌ بِصِحَّةِ الْحُكْمِ عَلَيْهِ بِالْقِيَامِ وَاعْلَمْ اَنَّ

کہ صحیح ہے اس پر حکم لگانا قیام کا پس جب تو نے کہا رَجُلٌ تو وہ اس کی قوت میں ہے رَجُلٌ مَوْصُوْفٌ بِصِحَّةِ الْحُكْمِ عَلَيْهِ اور جان لے تو بے شک

اَلْمُهِرَّ لِلْكَلْبِ بِالنُّبَاحِ الْمُعْتَادِ قَدْ يَكُوْنُ خَيْرًا كَمَا اِذَا كَانَ مَجِيْءُ حَبِيْبٍ مَثَلًا وَقَدْ يَكُوْنُ

کتے کا عادت کے مطابق بھونکنا کبھی خیر ہوتا ہے جیسا کہ مثلاً جب دوست آئے اور کبھی

شَرًّا كَمَا اِذَا كَانَ مَجِيْءُ عَدُوٍّ وَالْمُهِرُّ لَهُ بِنُبَاحٍ غَيْرِ مُعْتَادٍ يُتَشَاءَمُ بِهِ فَيَكُوْنُ شَرًّا لَا خَيْرًا

شر ہوتا ہے جیسا کہ جب دشمن کا آنا ہو اور غیر معتاد بھونکنا اس سے بدفالی لی جاتی ہے یہ شر ہی ہوتا ہے خیر نہیں ہوتا

فَعَلَى الْاَوَّلِ يَصِحُّ الْقَصْرُ بِالنِّسْبَةِ اِلَى الْخَيْرِ فَمَعْنَاهُ شَرٌّ لَا خَيْرٌ اَهَرَّ ذَانَابٍ وَعَلَى الثَّانِيْ لَا يَصِحُّ

پس پہلے کے مطابق قصر صحیح ہے خیر کی بنسبت، پس معنی یہ ہوگا شر نے نہ کہ خیر نے کتے کو بھونکوایا اور دوسرے کے مطابق نہیں صحیح ہوگا

فَيُقَدَّرُ وَصْفٌ حَتّٰى يَصِحَّ الْقَصْرُ فَيَكُوْنُ الْمَعْنٰى شَرٌّ عَظِيْمٌ لَا حَقِيْرٌ اَهَرَّ ذَانَابٍ وَهٰذَا مَثَلٌ

پس وصف کو مقدر کیا جائے گا تاکہ قصر صحیح ہو پس ہوگا معنی بڑے شر نے نہ کہ چھوٹے نے بھونکوایا کتے کو اور یہ مثال ہے

يُضْرَبُ لِرَجُلٍ قَوِيٍّ اَدْرَكَهُ الْعِجْزُ فِيْ حَادِثَةٍ

بیان کی جاتی ہے اس طاقتور آدمی کیلئے جو کسی واقعہ میں عاجز آ گیا ہو

خلاصہ متن: ۔(۴) وجوہ تخصیص میں سے چوتھی وجہ کا بیان ہے۔ وہ نکرہ جس میں تخصیص پیدا ہو گئی ہو جس طرح فاعل میں تخصیص ہوتی ہے یعنی اس میں اس شے سے تخصیص پیدا ہوئی جس سے فاعل تخصیص حاصل کرتا ہے جیسے شر اھر ذاناب اس میں بطریق تخصیص فاعل تخصیص پیدا ہوئی ہے۔

اغراض جامی: ۔<u>مثل وليهم</u>: میں شارح نے یہ بتایا کہ شر اھر ذاناب کا عطف ما احد خير منک پر ہے۔

<u>لشبهه</u>: ۔سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔شر اھر ذاناب میں شرٌ فاعل تو نہیں ہے تو پھر اس میں بطریق تخصیص فاعل کیسے تخصیص پیدا ہو گئی؟

جواب: ۔شرٌ اگرچہ فاعل نہیں ہے لیکن فاعل کے مشابہ ہے اسی وجہ سے اس میں بطریق تخصیص فاعل تخصیص پیدا ہو گئی۔

<u>اذ يستعمل</u>: میں شارح کی غرض وجہ مشابہت بیان کرنا ہے کہ شر اھر ذاناب یہ ما اھر ذاناب الا شر کی جگہ پر واقع

ہے۔یعنی یہ جملہ اسمیہ جملہ فعلیہ کی جگہ استعمال ہوتا ہے،اس میں شرؔ ضمیر فاعل سے بدل ہے اور بدل عن الفاعل حکما فاعل ہوتا ہے جب یہ فاعل کے معنی میں ہے تو اس میں بھی فاعل جیسی تخصیص پیدا ہوگی۔

سوال:۔شر اھر ذاناب کا معنی ما اھر ذاناب الاشر کیسے ہوسکتا ہے؟ حالانکہ ما اھر ذاناب الاشر میں ما اور الا کے ساتھ حصر حاصل ہے اور شر اھر ذاناب میں حصر نہیں ہے۔

جواب:۔شر اھر ذاناب میں بھی حصر ہے اس لیے کہ اس کی اصل اھر شر ذا ناب ہے اَھَرَ میں ضمیر مستتر فاعل ہے،شر ضمیر فاعل سے بدل ہے اور بدل عن الفاعل حکما فاعل ہوتا ہے اور فاعل فعل سے مؤخر ہوتا ہے اور یہاں جب فاعل کو مقدم کر دیا گیا تو اس نے حصر کا فائدہ دیا اس لیے کہ قاعدہ ہے کہ تقدیم ماحقهٔ التاخیر یفید الحصر۔

<u>وما یتخصص بہ</u>: یہاں سے فاعل کی تخصیص کا طریقہ بیان فرمار ہے ہیں کہ وہ چیز کہ جس کے ساتھ فاعل اپنے مذکور ہونے سے پہلے تخصیص حاصل کر لیتا ہے وہ اس کے محکوم علیہ بننے کی صحت ہے اس فعل یا حکم کیساتھ جو اس سے پہلے مذکور ہے لہٰذا فعل یا حکم کے بعد جس شئی کو ذکر کیا جائے گا وہ عام نہیں ہوگی بلکہ وہ اس فعل یا حکم کے ساتھ خاص ہوگی جیسے جب کہا جائے قام تو اس سے معلوم ہوا کہ کہ اس کے بعد جو چیز مذکور ہوگی وہ عام نہیں ہوگی بلکہ وصف قیام کے ساتھ خاص ہوگی جب اس کے بعد زید ذکر کیا گیا تو اس سے وہ زید مراد ہے جو صفت قیام کے ساتھ متصف ہے۔اسی طرح جب اھر ذکر کیا گیا تو اس سے معلوم ہوا کہ اس کے بعد وہ شی ہوگی جو صفت اھرار کے ساتھ متصف ہوگی تو جب اس کے بعد شرؔ مذکور ہوا تو شر سے مراد مطلق شر نہیں بلکہ وہ شر ہے جو وصف اھرار کیساتھ متصف ہے لہٰذا شرؔ میں تخصیص پیدا ہوگئی پس اس کا مبتداً بننا درست ہوا۔

<u>واعلم</u>: سے غرض جامی جواب سوال مقدر۔**سوال**:۔کتے کے بھونکنے کی دو قسمیں ہیں۔(۱) معتاد (عادت کے مطابق مثلاً کسی اجنبی کی آمد کی وجہ سے (۲) غیر معتاد (بغیر عادت کے بھونکنا)

پھر نباح معتاد کی دو صورتیں ہیں (۱) کبھی خیر کی وجہ سے ہوتا ہے جیسے صاحب خانہ کے دوست کی آمد پر کتے کا بھونکنا (۲) کبھی شر کی وجہ سے ہوتا ہے جیسے صاحب خانہ کے دشمن کی آمد پر کتے کا بھونکنا اور دوسری قسم نباح غیر معتاد سے ہمیشہ بدفالی مراد لی جاتی ہے اور وہ ہمیشہ شر ہوتا ہے خیر نہیں ہوتا، جب نباح کلب (کتے کا بھونکنا) معتاد ہو تو شر میں خیر کے لحاظ سے حصر و تخصیص صحیح ہوگا اور معنی یہ ہوگا شرٌ لا خیر اھر ذاناب اور جب نباح کلب (کتے کا بھونکنا) غیر معتاد ہو تو اس وقت حصر و تخصیص صحیح نہیں ہوگا اس لیے کہ اس میں شر کے علاوہ کوئی دوسرا احتمال ہی نہیں ہے کہ جس کے اعتبار سے شر میں حصر صحیح ہو تو تخصیص کیسے ہوگی۔

جواب:۔شارح جامی واعلم سے اس کا جواب دے رہے ہیں کہ جب نباح غیر معتاد مراد ہو اس وقت شرؔ کی صفت مقدر مانی جائے گی یعنی عظیم معنی یہ ہوگا شر عظیم لا حقیر اھر ذاناب۔اب حصر و تخصیص صحیح ہو جائے گی۔

هذا مثل: میں شارح کی غرض مثال کے محلِ استعمال کو بیان فرمانا ہے کہ یہ مثال اس وقت بولی جاتی ہے کہ جب کسی مضبوط طاقتور آدمی کو کسی حادثہ نے عاجز ومغلوب ومقہور کردیا ہو۔

پانچویں وجہ تخصیص

وَمِثْلَ قَوْلِکَ فِی الدَّارِ رَجُلٌ لِتَخَصُّصِہٖ بِتَقْدِیْمِ الْخَبَرِ لِاَنَّہٗ اِذَا قِیْلَ فِی الدَّارِ عُلِمَ اَنَّ مَا یُذْکَرُ

اور مثل تیرے قول کے فِی الدَّارِ رَجُلٌ بوجہ خاص ہونے اس کے خبر کی تقدیم کے ساتھ اس لئے کہ جب کہا گیا فِی الدَّارِ تو معلوم ہوگیا کہ وہ

بَعْدَہٗ مَوْصُوْفٌ بِصِحَّۃِ اسْتِقْرَارِہٖ فِی الدَّارِ فَھُوَ فِیْ قُوَّۃِ التَّخَصُّصِ بِالصِّفَۃِ

چیز جو مذکور ہے اس کے بعد موصوف ہے اس کے ساتھ کہ صحیح ہو اس کا مستقر ہونا گھر میں پس وہ صفت کے ساتھ خاص ہونے کی قوت میں ہے

خلاصہ متن:۔ وجوہ تخصیص میں سے پانچویں وجہ کا بیان ہے۔ وہ نکرہ جس میں خبرِ ظرف کے مقدم کرنے کی وجہ سے تخصیص پیدا ہوگئی ہو جیسے فی الدار رجل۔

اغراض جامی: لتخصصہ: میں شارح کی غرض مثال کو مثل لہٗ پر منطبق کرنا ہے۔ اس مثال میں محل استشہاد رجل ہے جو نکرہ مخصصہ مبتدا بن رہا ہے اس لیے کہ اس میں تخصیص اس کی خبر ظرف کے مقدم ہونے کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے اس لیے کہ جب فی الدار کہا تو اس سے معلوم ہوا کہ اس کے بعد جو چیز مذکور ہوگی وہ استقرار فی الدار کیساتھ موصوف ہوگی جب اس کے بعد رجل مذکور ہوا تو اس سے مطلق رجل نہیں بلکہ وہ رجل مراد ہے جو استقرار فی الدار کیساتھ موصوف ہے لہٰذا تقدیم خبر بمنزلہ تخصیص بالصفۃ کے ہے۔

چھٹی وجہ تخصیص

وَمِثْلُ قَوْلِکَ سَلَامٌ عَلَیْکَ لِتَخَصُّصِہٖ بِالنِّسْبَۃِ اِلَی الْمُتَکَلِّمِ اِذْ اَصْلُہٗ سَلَّمْتُ سَلَامًا فَحُذِفَ الْفِعْلُ وَعُدِلَ اِلَی

اور جیسے سَلَامٌ عَلَیْکَ بوجہ خاص ہونے اسکے متکلم کی طرف نسبت کی وجہ سے اسلئے کہ اسکی اصل سَلَّمْتُ سَلَامًا ہے پس حذف کیا گیا فعل اور عدول

الرَّفْعِ لِقَصْدِ الدَّوَامِ وَالْاِسْتِمْرَارِ فَکَاَنَّہٗ قَالَ سَلَامِیْ اَیْ سَلَامٌ مِنْ قِبَلِیْ عَلَیْکَ ھٰذَا ھُوَ

کیا گیا رفع کی طرف دوام واستمرار کے ارادہ کی وجہ سے پس گویا کہ کہا سَلَامِیْ یعنی سَلَامٌ مِنْ قِبَلِیْ عَلَیْکَ یہی

الْمَشْھُوْرُ فِیْمَا بَیْنَ النُّحَاۃِ وَقَالَ بَعْضُ الْمُحَقِّقِیْنَ مِنْھُمْ مَدَارُ صِحَّۃِ الْاِخْبَارِ عَنِ النَّکِرَۃِ عَلٰی

نحویوں کے درمیان مشہور ہے اور بعض محققین نحاۃ نے کہا کہ نکرہ کے خبر بننے کے صحیح ہونے کا دارومدار

الْفَائِدَةِ لَا عَلٰی مَا ذَکَرُوْهُ مِنَ التَّخْصِيْصَاتِ الَّتِیْ يُحْتَاجُ فِیْ تَوْجِيْهَاتِهَا اِلٰی هٰذِهِ التَّکَلُّفَاتِ
فائدہ پر ہے نہ کہ اس چیز پر جوانہوں نے ذکر کی ہیں تخصیصات میں سے جن کی توجیہ میں ضرورت ہے ان تکلفات
الرَّکِيْکَةِ الْوَاهِيَةِ فَعَلٰی هٰذَا يَجُوْزُ اَنْ يُّقَالَ کَوْکَبٌ اِنْقَضَّ السَّاعَةَ لِحُصُوْلِ الْفَائِدَةِ وَلَا يَجُوْزُ
ضعیفہ واہیہ کی پس اس کے مطابق جائز ہے کہ کہا جائے کَوْکَبٌ اِنْقَضَّ السَّاعَةَ فائدہ حاصل ہونے کی وجہ سے اور نہیں جائز
اَنْ يُّقَالَ رَجُلٌ قَائِمٌ لِعَدَمِهٖ وَهٰذَا الْقَوْلُ اَقْرَبُ اِلَی الصَّوَابِ
کہ کہا جائے رَجُلٌ قَائِمٌ فائدہ نہ ہونے کی وجہ سے اور یہ قول درستگی کے زیادہ قریب ہے

خلاصہ متن :۔ وجوہ تخصیص میں سے چھٹی وجہ کا بیان ہے۔ وہ نکرہ کہ جس میں نسبت الی المتکلم کی وجہ سے تخصیص پیدا ہوگئی ہو جیسے سلام علیک۔

اغراض جامی :لتخصصہ : میں شارح کی غرض مثال کو ممثل لہ پر منطبق کرنا ہے کہ اس مثال میں محل استشہاد سلام ہے جو کہ نکرہ مخصصہ مبتداٗ بن رہا ہے اس لیے کہ اس میں نسبت الی المتکلم کی وجہ سے تخصیص پیدا ہوگئی ہے کیونکہ اس کی اصل سلمت سلاما علیک تھا سلمت فعل کو حذف کر دیا گیا جس طرح کہ مفعول مطلق کے فعل کو حذف کر دیا جاتا ہے تو سلاما علیک ہوگیا پھر موقع دعا میں دوام اور استمرار کو حاصل کرنے کیلئے سلاماً کے نصب کو رفع سے تبدیل کر دیا کیونکہ نصب دلالت کرتا ہے فعل پر اور فعل دلالت کرتا ہے حدوث پر جب سلاماً کے نصب کو رفع سے تبدیل کر دیا تو سلامٌ علیک ہوگیا پس سلام میں نسبت الی المتکلم کی وجہ سے تخصیص پیدا ہوگئی گویا کہ متکلم نے کہا سلامی علیک یعنی سلام من قبلی علیک۔

من قبلی علیک: سے شارح جامی کی غرض جواب سوال مقدر۔

سوال :۔ جب سلامٌ علیک اصل میں سلامی علیک تھا تو یائے متکلم کی طرف اضافت کی وجہ سے یہ معرفہ ہوا نہ کہ نکرہ، تو مثال ممثل لہ کے مطابق نہیں ہوگی، کیونکہ یہاں نکرہ مخصصہ کی مثالیں بیان ہو رہی ہیں۔

جواب :۔ سلام من قبلی سے جواب دے رہے ہیں کہ سلام یائے متکلم کی طرف مضاف تو ہے لیکن درمیان میں قبل کا فاصلہ موجود ہے ایسی اضافت تعریف کا فائدہ نہیں دیتی بلکہ صرف تخصیص کا فائدہ دیتی ہے بمعنی قلت اشتراک (سوال کابلی ص ۱۴۴)

هذا هو المشهور : سے شارح کی غرض اختلاف کو بیان کرنا ہے کہ نکرہ کے مبتداٗ بننے کی صحت کیلئے تخصیص کا ضروری ہونا مشہور بین النحاۃ ہے۔ لیکن بعض محققین علامہ سید سند شریف جرجانی اور علامہ ابن الدہنی وغیرہ کہتے ہیں کہ نکرہ کے مبتداٗ بننے کی صحت کا دارومدار تخصیصات پر نہیں بلکہ افادات پر ہے اگر نکرہ سے مخاطب کو فائدہ ہو تو اس کا مبتداٗ بننا صحیح ہے اور اگر فائدہ

حاصل نہ ہوتو مبتدا بننا صحیح نہیں ہے لہذا کوکب انقض الساعۃ کہنا درست ہے اس لیے کہ اس سے مخاطب کوستارہ کے ٹوٹنے کا علم ہوا جو کہ پہلے اس کو حاصل نہیں تھا اور رجل قائم کہنا صحیح نہیں ہے اس لیے کہ اس کا مخاطب کو پہلے سے علم تھا۔

هذا القول: میں شارح جامی کی غرض دونوں قولوں کے درمیان محاکمہ کرنا ہے کہ قولِ ثانی اقرب الی الصواب ہے اس لیے کہ یہ ان تاویلات ضعیفہ اور تکلفات بعیدہ سے خالی ہے جو ماقبل میں نکرہ مخصصہ کے بیان کے ضمن میں کی گئیں۔ مثلاً ولعبد مؤمن میں یہ تکلف تھا کہ نکرہ کے مبتدا بننے کیلئے تخصیص فردی ضروری ہے جبکہ یہاں مومن کی صفت کی وجہ سے عبد میں تخصیص نوعی حاصل ہوئی ہے نہ کہ تخصیص فردی (۲) ارجل فی الدار ام امرءۃ میں یہ تکلف ہے کہ معتبر وہ تخصیص ہے جو مخاطب کے اعتبار سے ہو جبکہ یہاں وہ تخصیص حاصل ہورہی ہے جو متکلم کے اعتبار سے ہے (۳) مااحد خیر منک میں یہ تکلف ہے کہ جو تخصیص کی وجہ بیان کی گئی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تخصیص نہیں ہے کیونکہ تخصیص کا معنی ہے قلۃ الاشتراک بلکہ یہاں تعریف وتعیین حاصل ہورہی ہے جو کہ خلاف مطلوب ہے (۴) شراھرذاناب میں یہ تکلف ہے کہ جو تخصیص معتبر فی الفاعل ہے وہ ہے جو فاعل کو حکم اور مسند کے مقدم ہونے کی وجہ سے حاصل ہو شر میں ایسی تخصیص حاصل نہیں ہوئی (۵) فی الدار رجل میں یہ تکلف ہے کہ یہاں تخصیص خلاف اصل (خبر) کی تقدیم کی وجہ سے حاصل ہورہی ہے (۶) سلام علیک میں تکلف واضح ہے کہ جملہ فعلیہ کو جملہ اسمیہ کی طرف منتقل کیا گیا پھر سلام کی یاء متکلم کی طرف نسبت کی گئی۔ یہ سب تکلفات رکیکہ واہیہ ہیں، نیز قول مشہور نصوص قرآنیہ ودیگر تصریحات کے خلاف ہے قرآن مجید میں ہے وجوہ یومئذ ناضرۃ، ووجوہ یومئذ باسرۃ یہاں وجوہ نکرہ بلاکسی تخصیص کے مبتدا ہے اسی طرح یوم علینا، نیز شجرۃ سجدت، رجلٌ علی الباب وغیرہ اسی لئے علامہ جامی رحمہ اللہ قول ثانی کو اقرب الی الصواب فرمارہے ہیں (سوال باسوالی ص ۲۳۳)

خبر کا جملہ ہونا

وَلَمَّا كَانَ الْخَبَرُ الْمُعَرَّفُ فِيمَا سَبَقَ مُخْتَصًّا بِالْمُفْرَدِ لِكَوْنِهِ قِسْمًا مِنَ الْاِسْمِ فَلَمْ يَكُنِ

اور جب کہ خبر جس کی ماقبل میں تعریف کی گئی خاص ہے مفرد کے ساتھ کیونکہ وہ قسم ہے اسم کی پس نہیں تھا جملہ

الْجُمْلَةُ دَاخِلَةً فِيهِ أَرَادَ أَنْ يُشِيرَ إِلَى أَنَّ خَبَرَ الْمُبْتَدَأِ قَدْ يَقَعُ جُمْلَةً أَيْضًا فَقَالَ الْخَبَرُ قَدْ

داخل اس میں تو ارادہ کیا کہ اشارہ کریں اس بات کی طرف کہ مبتدا کی خبر کبھی جملہ بھی واقع ہوتی ہے پس فرمایا خبر کبھی

يَكُونُ جُمْلَةً اِسْمِيَّةً مِثْلُ زَيْدٌ أَبُوهُ قَائِمٌ وَفِعْلِيَّةً مِثْلُ زَيْدٌ قَامَ أَبُوهُ وَلَمْ يَذْكُرِ الظَّرْفِيَّةَ لِأَنَّهَا

ہوتی ہے جملہ اسمیہ جیسے زَيْدٌ أَبُوهُ قَائِمٌ اور فعلیہ جیسے زَيْدٌ قَامَ أَبُوهُ اور نہیں ذکر کیا جملہ ظرفیہ کو اس لئے کہ وہ

رَاجِعَةٌ اِلَى الْفِعْلِيَّةِ وَاِذَا كَانَ الْخَبَرُ جُمْلَةً وَالْجُمْلَةُ مُسْتَقِلَّةٌ بِنَفْسِهَا لَا تَقْتَضِي الْاِرْتِبَاطَ بِغَيْرِهَا

راجع ہے جملہ فعلیہ کی طرف اور جب خبر جملہ ہو اور جملہ مستقل بالذات ہوتا ہے نہیں تقاضا کرتا ربط کا اپنے غیر کے ساتھ

فَلَا بُدَّ فِي الْجُمْلَةِ الْوَاقِعَةِ خَبَرًا عَنِ الْمُبْتَدَاِ مِنْ عَائِدٍ يَرْبِطُهَا بِهٖ وَذٰلِكَ الْعَائِدُ اِمَّا ضَمِيْرٌ

تو ضروری ہے اس جملہ میں جو مبتدا کی خبر واقع ہو رہا ہے کوئی عائد جو اس جملہ کو مبتدا سے ربط دے اور یہ عائد یا ضمیر ہوگی

كَمَا فِي الْمِثَالَيْنِ الْمَذْكُوْرَيْنِ اَوْ غَيْرُهٗ كَاللَّامِ فِيْ نِعْمَ الرَّجُلُ زَيْدٌ اَوْ وَضْعُ الْمُظْهَرِ مَوْضِعَ

جیسا کہ مذکورہ دو مثالوں میں یا ضمیر کے علاوہ مثلاً لام نِعْمَ الرَّجُلُ زَيْدٌ میں یا اسم ظاہر کو

الْمُضْمَرِ فِيْ نَحْوِ اَلْحَاقَّةُ مَا الْحَاقَّةُ اَوْ كَوْنُ الْخَبَرِ تَفْسِيْرًا لِلْمُبْتَدَاِ نَحْوُ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ وَ قَدْ

ضمیر کی جگہ رکھنا اَلْحَاقَّةُ مَا الْحَاقَّةُ کی شکل میں یا خبر کا ہونا تفسیر مبتدا کی جیسے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اور کبھی

يُحْذَفُ الْعَائِدُ اِذَا كَانَ ضَمِيْرًا لِقِيَامِ قَرِيْنَةٍ نَحْوُ اَلْبُرُّ الْكُرُّ بِسِتِّيْنَ دِرْهَمًا وَالسَّمَنُ مَنَوَانِ

حذف کردیا جاتا ہے عائد جبکہ وہ ضمیر ہو قرینہ کی موجودگی کی وجہ سے جیسے اَلْبُرُّ الْكُرُّ بِسِتِّيْنَ دِرْهَمًا اور اَلسَّمَنُ مَنَوَانِ

بِدِرْهَمٍ اَيِ الْكُرُّ مِنْهُ وَمَنَوَانِ مِنْهُ بِقَرِيْنَةِ اَنَّ بَائِعَ الْبُرِّ وَالسَّمَنِ لَا يُسَعِّرُ غَيْرَهُمَا

بِدِرْهَمٍ یعنی اَلْكُرُّ مِنْهُ اور مَنَوَانِ مِنْهُ اس قرینہ سے کہ گندم اور گھی بیچنے والا ان کے علاوہ کا ریٹ نہیں بتائے گا

خلاصہ متن: ۔صاحب کافیہ فرماتے ہیں کہ خبر کبھی جملہ بھی ہوتی ہے جیسے زیدٌ ابوہٗ قائم ،زیدٌ قام ابوہ ۔لیکن چونکہ جملہ مستقل ہوتا ہے لھٰذا اس کے خبر بننے کی شرط یہ ہے کہ اس میں ایک عائد ہو جو مبتدأ کی جانب لوٹے تاکہ اس کا مبتدا کے ساتھ ربط ہو جائے ۔لیکن جب عائد ضمیر ہو تو کبھی کبھی قرینہ کے ہوتے ہوئے جوازاً اس کو حذف بھی کر دیا جاتا ہے۔

اغراض جامی: ۔ولما كان الخبر: یہ عبارت علامہ ابن الحاجب کے قول والخبر قد یکون کیلئے تمہید ہے نیز ایک سوال مقدر کا جواب بھی ہے تمہید ہونا تو ظاہر ہے۔اگر سوال کا جواب ہو تو اس کی تفصیل یہ ہے۔

سوال: ۔خبر کا ذکر تو ماقبل میں ہو چکا لہٰذا والخبر قد یکون کو ذکر کرنے کا کیا فائدہ؟

جواب: ۔ماقبل میں خبر مفرد کا ذکر ہے اس لیے کہ وہ اسم کی قسم ہے اور اسم کلمہ کی قسم ہے اور کلمہ لفظ مفرد ہے اور والخبر قد یکون میں خبر جملہ کا بیان ہے۔

اسمية او فعلية: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔**سوال:** ۔مثال سے مقصود ممثل لہٗ کی وضاحت ہوتی ہے اور اس کیلئے ایک ہی مثال کافی تھی تو مصنف نے دو مثالیں کیوں ذکر کیں؟

جواب :۔مثال کا تعدد مثل لہ کے تعدد کی وجہ سے ہے مثل لہ دو ہیں (۱) جملہ اسمیہ (۲) جملہ فعلیہ اس لئے دو مثالیں ذکر کیں۔

ولم یذکر: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال** :۔خبر جس طرح جملہ اسمیہ اور جملہ فعلیہ ہوتی ہے اسی طرح جملہ ظرفیہ بھی ہوتی ہے۔ مصنف نے جملہ ظرفیہ کو کیوں نہیں ذکر کیا؟

جواب :۔مصنف نے جملہ ظرفیہ کو اس لئے ذکر نہیں کیا کیونکہ جملہ ظرفیہ مستقل جملہ نہیں ہے بلکہ جملہ فعلیہ کا نائب اور اسی کی طرف ہی راجع ہوتا ہے اس لیے کہ اکثر نحاۃ کے نزدیک ظرف متعلق ہوتی ہے فعل کے ساتھ اور فعل اپنے فاعل سے ملکر جملہ فعلیہ ہوتا ہے۔

واذا کان الخبر: یہ مصنف کے قول فلابد کی دلیل ہے کہ جب خبر جملہ ہو تو چونکہ جملہ مستقل بالذات ہوتا ہے جو اپنے غیر کے ساتھ ارتباط کا تقاضا نہیں کرتا جبکہ خبر مبتدأ کیساتھ مرتبط ہوتی ہے اس لئے خبر میں عائد کا ہونا ضروری ہے جو اس کو مبتدأ کے ساتھ ربط دے۔ نیز اذا کان الخبر جملۃ سے شارح نے اشارہ کردیا کہ فلابد میں فاء جزائیہ ہے اس کی شرط اذا کان الخبر محذوف ہے۔

وذلک العائد: میں عائد کی اقسام کا بیان ہے کہ عائد کی چار اقسام ہیں۔

وجہ حصر :۔ان چار اقسام کی وجہ حصر یہ ہے کہ عائد یا ضمیر ہوگا یا غیر ضمیر ہوگا اگر غیر ضمیر ہو تو تین حال سے خالی نہیں یا (۱) الف لام ہوگا یا (۲) اسم ظاہر کو اسم ضمیر کی جگہ رکھا گیا ہوگا یا (۳) خبر مبتدأ کی تفسیر ہوگی۔ ہر ایک کی مثال عائد ضمیر ہو جیسے زیدا بوہ قائم اور زید قام ابوہ ، اس میں ابوہ ضمیر عائد ہے (۲) عائد الف لام کی مثال جیسے نعم الرجل زید اس صورت میں کہ نعم الرجل خبر مقدم ہے اور زید مبتدأ مؤخر ہے اور رابط و عائد الرجل کا الف لام ہے (۳) اسم ظاہر موضع الضمیر کی مثال جیسے الحاقۃ ما الحاقۃ اصل میں تھا الحاقۃ ماھی، ھی ضمیر جو کہ خبر ہے کی جگہ الحاقۃ اسم ظاہر کو رکھ دیا گیا جو عائد و رابط بن رہا ہے۔ (۴) تفسیر کی مثال جیسے قل ھو اللہ احد اس میں ھو مبتدأ اللہ احد خبر جملہ ہے جو مبتدأ کی تفسیر ہے کیونکہ ھو سے مراد وہی ہے جو اللہ سے مراد ہے۔

العائد: میں شارح نے یحذف کی ھو ضمیر کے مرجع کو متعین کردیا کہ مرجع عائد ہے۔

اذا کان ضمیرا: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال :۔وقد یحذف العائد میں العائد مطلق ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عائد کی تمام اقسام ضمیر، غیر ضمیر سب کو حذف کرنا بوقت قرینہ جائز ہے حالانکہ عائد غیر ضمیر کو حذف کرنا جائز نہیں ہے۔

جواب :۔شارح نے اس کا جواب دیا کہ عائد سے مراد فقط ضمیر ہے اس لئے کہ ضمیر کے علاوہ دوسرے عائد مثلاً الف لام وغیرہ قلیل الاستعمال ہیں اگر ان کو حذف کردیا جائے تو ذہن ان کی طرف متوجہ نہیں ہوگا۔

لقیام قرینۃ: میں حذف کی شرط کا بیان ہے جیسے البر الکر بستین درھما اور السمن منوان بدرھم ان کی اصل البر الکرمنه بستین درھما اور السمن منوان منه بدرھم تھا منہ ضمیر عائد ہے اس کو حذف کر دیا اس کے حذف پر قرینہ یہ ہے کہ گندم اور گھی کا بیچنے والا گندم اور گھی کا بھاؤ لگائے گا نہ کہ گاجر مولی کا۔

ظرف کا جملہ کی تاویل میں ہونا

وَمَا وَقَعَ ظَرْفًا اَیِ الْخَبَرُ الَّذِیْ وَقَعَ ظَرْفَ زَمَانٍ اَوْ مَكَانٍ اَوْ جَارًّا وَمَجْرُوْرًا فَالْاَكْثَرُ مِنَ
اور وہ خبر جو واقع ہو ظرف یعنی وہ خبر جو واقع ہو ظرف زمان یا ظرف مکان یا جار مجرور پس اکثر
النُّحَاةِ وَهُمُ الْبَصْرِيُّوْنَ عَلٰى اَنَّهُ اَيِ الْخَبَرُ الْوَاقِعُ ظَرْفًا مُقَدَّرٌ اَیْ مُؤَوَّلٌ بِجُمْلَةٍ بِتَقْدِيْرِ الْفِعْلِ
نحاۃ اور وہ بصریین ہیں اس بات پر ہیں کہ بے شک وہ یعنی خبر جو ظرف واقع ہو مقدر ہو گی یعنی جملہ کی تاویل میں ہو گی فعل کو مقدر کرنے کے ساتھ
فِيْهِ لِاَنَّهُ اِذَا قُدِّرَ فِيْهِ الْفِعْلُ يَصِيْرُ جُمْلَةً بِخِلَافِ مَا اِذَا قُدِّرَ فِيْهِ اسْمُ الْفَاعِلِ كَمَا هُوَ مَذْهَبُ
اس میں اس لئے کہ جب مقدر کیا جائے گا اس میں فعل تو ہو جائے گا جملہ بخلاف اس کے کہ جب مقدر کی جائے اس میں اسم فاعل جیسا کہ وہ مذہب ہے
الْاَقَلِّ وَهُمُ الْكُوْفِيُّوْنَ فَاِنَّهُ يَصِيْرُ حِيْنَئِذٍ مُفْرَدًا وَوَجْهُ الْاَكْثَرِ اَنَّ الظَّرْفَ لَا بُدَّ لَهُ مِنْ مُتَعَلِّقٍ
تھوڑے نحاۃ کا اور وہ کوفیین ہیں پس بے شک اس وقت ہو گا مفرد اور اکثر کی دلیل یہ ہے کہ ظرف کے لئے متعلق ضروری ہے
عَامِلٍ فِيْهِ وَالْاَصْلُ فِي الْعَمَلِ وَهُوَ الْفِعْلُ فَلِذَا وَجَبَ التَّقْدِيْرُ فَالْاَصْلُ اَوْلٰى وَوَجْهُ الْاَقَلِّ اَنَّهُ
جو اس میں عمل کرے اور اصل عمل میں فعل ہے تو اسی وجہ سے واجب ہے مقدر کرنا پس اصل زیادہ بہتر ہے اور اقل کی دلیل یہ ہے کہ بے شک وہ
خَبَرٌ وَالْاَصْلُ فِي الْخَبَرِ الْاِفْرَادُ
خبر ہے اور اصل خبر میں مفرد ہونا ہے

خلاصہ متن: ۔صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ خبر جب ظرف ہو تو اکثر نحاۃ کے نزدیک وہ جملہ کی تاویل میں ہوتی ہے۔اور بعض نحاۃ کے نزدیک وہ مفرد کی تاویل میں ہوتی ہے۔

اغراض جامی: ۔ای الخبر: میں شارح جامی نے اشارہ کر دیا کہ "ما" موصولہ ہے جس سے مراد خبر ہے ما موصولہ اسلئے ہے کہ یہ مبتدا کی جگہ پر واقع ہے اور مبتدا میں اصل تعریف ہے۔

ظرف زمان: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔**سوال:** ۔ظرف میں تین احتمال ہیں (۱) یا فقط ظرف حقیقی مراد ہے (۲) یا فقط ظرف مجازی ہے (۳) یا مجازی اور حقیقی دونوں مراد ہیں، تینوں احتمال درست نہیں پہلا احتمال اس

یہ درست نہیں کہ کہ اگر ظرف سے مراد حقیقی ہو تو یہ منقوض ہے زید فی الدار کیساتھ اس لیے کہ اس میں فی الدار مؤول بجملہ ہے حالانکہ یہ ظرف حقیقی نہیں بلکہ ظرف مجازی ہے اور (۲) اگر ظرف سے مراد ظرف مجازی ہو تو یہ منقوض ہے زید خلفک کیساتھ اس لیے کہ خلفک یہ مؤول بجملہ ہے حالانکہ ظرف مجازی نہیں بلکہ ظرف حقیقی ہے اور (۳) اگر ظرف سے مراد حقیقی اور مجازی دونوں ہوں تو جمع بین الحقیقۃ والمجاز لازم آتا ہے جو کہ باطل ہے۔

جواب: ظرف زمان او مکان او جار مجرور سے شارح جامی نے جواب دیا کہ ظرف سے مراد ظرف حقیقی اور مجازی دونوں ہیں بطریق جمع بین الحقیقۃ والمجاز نہیں بلکہ بطریق عموم مجاز اور عموم مجاز یہ ہے کہ ظرف سے مراد محتاج الی المتعلق ہے یہ ظرف حقیقی اور مجازی دونوں کو شامل ہے۔ (سوال و الی ص ۱۰۰)

النحاۃ میں شارح نے اشارہ کر دیا کہ اکثر کا الف لام عہد کا ہے اس سے مراد اکثر نحاۃ ہیں۔

البصریین: میں شارح رحمہ اللہ نے اکثر نحاۃ کے مصداق کو متعین کر دیا کہ اکثر نحاۃ کا مصداق بصریین ہیں۔

علی سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: مصنف کا قول فالاکثر مبتدا ہے اور انہ مقدر بجملۃ اس کی خبر ہے لیکن اس کا خبر بننا درست نہیں ہے کیونکہ جب خبر جملہ ہو تو اس میں عائد کا ہونا ضروری ہے جو خبر کو مبتدا کیساتھ ربط دے اور اس میں کوئی عائد نہیں ہے۔

جواب: انہ مقدر بجملۃ منصوب بنزع الخافض ہے اور وہ خافض علی ہے اصل میں علی انہ مقدر بجملۃ تھا پھر جار مجرور کا متعلق محذوف ہے اور اس میں ضمیر مستتر ہے جو کہ مبتدا الاکثر کی طرف راجع ہے لہذا عائد موجود ہے۔

ای الخبر الواقع: میں شارح نے انہ کی ضمیر کا مرجع متعین کر دیا کہ ضمیر کا مرجع الخبر الواقع ظرفا ہے۔

مؤول: سے **شارح کی غرض** سوالین مقدرین کا جواب دینا ہے۔

سوال (۱): خبر ظرف ہے اور ظرف مذکور ہوتی ہے نہ کہ مقدر تو پھر مصنف کا قول مقدر کہنا کیسے درست ہوا۔

سوال (۲): بجملۃ یہ مقدر کے متعلق ہے حالانکہ اس کو مقدر کے متعلق کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ مقدر کا صلہ فی آتا ہے نہ کہ باء۔

جواب (۲): مؤول کہہ کر شارح نے دونوں سوالوں کا جواب دے دیا جس کا حاصل یہ ہے کہ مقدر مؤول کے معنی میں ہے اور مؤول کا صلہ باء آتا ہے لہذا دونوں سوال رفع ہو گئے۔ (سوال کابلی ص ۱۰۷)

بتقدیر الفعل: شارح کی غرض خبر کے مؤول بجملہ ہونے کی صورت کا بیان ہے کہ اس کی صورت یہ ہے کہ ظرف کا متعلق فعل کو مقدر مانا جائے تو اس وقت خبر جملہ بن جائے گی کیونکہ فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ بنتا ہے۔

بخلاف: میں شارح کی غرض اکثر کے مقابل کو بیان فرمانا ہے کہ اقل نحاۃ (نحاۃ کوفہ) کے نزدیک اسم فاعل مقدر ہوگا اس

صورت میں خبر مفرد ہوگی کیونکہ اسم فاعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ نہیں بنتا بلکہ مفرد ہوتا ہے۔

<u>ووجہ الاکثر:</u> میں نحاۃ بصرہ کی دلیل بیان کررہے ہیں کہ جب خبر ظرف ہو اس کے لیے متعلق کا ہونا واجب ہے اور وہی متعلق اس ظرف میں عامل بھی ہوتا ہے اور عمل میں فعل اصل ہے تو اصل کی تقدیر اولیٰ ہے لہذا فعل کو مقدر مانا جائے گا۔

<u>ووجہ الاقل:</u> میں شارح کی غرض نحاۃ کوفہ کی دلیل کا بیان ہے کہ ظرف خبر ہے اور خبر میں اصل افراد ہے کئی وجوہ سے (۱) خبر مرفوعات کی قسم ہے اور مرفوع اسم کی قسم ہے اور اسم مفرد کی قسم ہے (۲) مبتدا مفرد ہوتی ہے تو خبر میں بھی اصل افراد ہے تاکہ رکنان میں توافق رہے (۳) خبر جملہ ہو تو وہ عائد کی محتاج ہوتی ہے جبکہ خبر مفرد کسی چیز کی محتاج نہیں ہوتی اور غیر محتاج اصل ہوتی ہے بنسبت محتاج کے (۴) اگر خبر مفرد ہوگی تو اس کا مبتدا کے ساتھ شدید ربط ہوگا بخلاف جملہ کے کہ وہ مستقل بالذات ہوتا ہے دریں صورت اس کا مبتدا کے ساتھ ربط کمزور ہو جاتا ہے۔ لہذا اسم فاعل مقدر مانا جائے گا کیونکہ اسم فاعل اپنے فاعل سے مل کر مفرد ہوتا ہے جملہ نہیں ہوتا۔ (سوال باسولی ص ۲۳۶)

<u>ثم ان الاصل:</u> یہ مابعد کے لیے تمہید ہے کہ مبتدأ میں اصل تقدیم ہے اور اس کی تاخیر بھی جائز ہے لیکن کبھی کسی عارض کی وجہ سے خبر پر مبتدأ کی تقدیم واجب ہو جاتی ہے جس کی طرف مصنف نے اپنے قول اذا کان المبتدأ سے اشارہ کیا ہے۔ یا غرض جواب سوال مقدر کہ تقدیم مبتدا علی الخبر بدیہی حکم ہے اس کو بیان کرنے کی حاجت نہیں ہے۔ جواب دیا کہ حکم بدیہی وہ اصالۃً تقدیم مبتدا ہے نہ کہ وجوب تقدیم، یہاں وجوب تقدیم مبتدا کو بیان کرنا مقصود ہے۔ یا سوال کی تقریر یوں کی جاسکتی ہے کہ مصنف کی عبارت میں تعارض وتدافع ہے ماقبل میں فرمایا والاصل فی المبتدأ التقدیم اور اصل بمعنی اولیٰ اور ماینبغی ہے اور یہاں فرمارہے ہیں کہ ان چار صورتوں میں تقدیم مبتدأ واجب ہے تو دونوں کلاموں میں تعارض ہے۔ تو اس عبارت سے شارح نے جواب دیا کہ مبتدأ کی تقدیم کا وجوب کسی عارض کی وجہ سے ہوتا ہے اور عوارض مستثنیٰ من القواعد والضوابط ہوتے ہیں لہذا کلامین میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ (سوال کابلی ص ۱۲۷)

مبتدأ کی تقدیم کے وجوب کی پہلی صورت

ثُمَّ اِنَّ الْاَصْلَ فِی الْمُبْتَدَاِ التَّقْدِیْمُ وَجَازَ تَاخِیْرُهٗ لٰكِنَّهٗ قَدْ یَجِبُ لِعَارِضٍ كَمَا اَشَارَ اِلَیْهِ بِقَوْلِهٖ

پھر بے شک اصل مبتدا میں مقدم ہونا ہے اور جائز ہے اس کو مؤخر کرنا لیکن کبھی واجب ہو جاتا ہے کسی عارض کی وجہ سے جیسا کہ اشارہ کیا

وَاِذَا كَانَ الْمُبْتَدَاُ مُشْتَمِلاً عَلٰی مَالَهٗ صَدْرُ الْكَلَامِ   اَیْ عَلٰی مَعْنًی وَجَبَ لَهٗ صَدْرُ الْكَلَامِ

اس کی طرف اپنے اس قول سے اور جب مبتدا مشتمل ہو اس چیز پر جس کیلئے صدارت کلام ہو   یعنی ایسے معنی پر جس کیلئے صدارت کلام واجب ہے

کَالِاسْتِفْهَامِ فَإِنَّهُ يَجِبُ حِيْنَئِذٍ تَقْدِيْمُهُ حِفْظًا لِصِدَارَتِهِ مِثْلُ مَنْ اَبُوْكَ فَإِنَّ مَنْ مُبْتَدَأٌ مُشْتَمِلٌ
جیسے استفہام تو اس وقت واجب ہوگا مبتدا کو مقدم کرنا اس کی صدارت کو محفوظ رکھنے کیلئے جیسے مَنْ اَبُوْکَ پس بے شک مَنْ مبتدا ہے شامل ہے
عَلٰى مَالَهُ صَدْرُ الْكَلَامِ وَهُوَ الْاِسْتِفْهَامُ فَإِنَّ مَعْنَاهُ اَهٰذَا اَبُوْكَ اَمْ ذَاكَ وَاَبُوْكَ خَبْرُهُ وَهٰذَا
اس چیز پر جس کیلئے صدارت کلام ہے اور وہ استفہام ہے پس بے شک اس کا معنی ہے یہ تیرا باپ ہے یا وہ اور اَبُوْکَ اس کی خبر ہے اور یہ
مَذْهَبُ سِيْبَوَيْهِ وَذَهَبَ بَعْضُ النُّحَاةِ اِلٰى اَنَّ اَبُوْكَ مُبْتَدَأٌ لِكَوْنِهِ مَعْرِفَةً وَمَنْ خَبْرُهُ الْوَاجِبُ
سیبویہ کا مذہب ہے اور بعض نحاۃ اس طرف گئے کہ اَبُوْکَ مبتدا ہے کیونکہ یہ معرفہ ہے اور مَنْ خبر ہے کہ واجب ہے
تَقْدِيْمُهُ عَلَى الْمُبْتَدَاِ لِتَضَمُّنِهِ مَعْنَى الْاِسْتِفْهَامِ
اس کو مقدم کرنا مبتدا پر کیونکہ وہ متضمن ہے استفہام کے معنی کو

خلاصہ متن : ۔صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ چار صورتیں ایسی ہیں جن میں مبتدأ کی تقدیم خبر پر واجب ہے ان میں سے پہلی صورت کا مندرجہ بالا عبارت میں ذکر ہے (۱) جب مبتدأ ایسے معنی پر مشتمل ہو جس کے لیے صدارت کلام واجب ہو جیسے استفہام تمنی وغیرہ جیسے من ابوک

اغراض جامی : ۔علی معنی : میں **شارح** نے اشارہ کر دیا کہ ما موصوفہ ہے جس سے معنی مراد ہے۔

وجب : میں شارح رحمہ اللہ نے اشارہ کر دیا کہ لہ ظرف مستقر ہے اس کا متعلق محذوف ہے جو کہ وجب ہے، صدر الکلام وجب کا فاعل ہے پھر یہ جملہ صفت ہے ما موصوفہ کی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ جب مبتدأ ایسے معنی پر مشتمل ہو جس کے لیے صدارت کلام واجب ہو جیسے استفہام تمنی، قسم، لام ابتدائیہ، تعجب، شرط وغیرہ تو اس وقت مبتدأ کی تقدیم خبر پر واجب ہوتی ہے شارح رحمہ اللہ نے استفہام کو خاص طور پر اس لیے ذکر کیا کیونکہ مصنف نے مثال اسی کی دی ہے۔

حفظا لصدارته : سے **شارح کی غرض** صورت مذکورہ میں مبتدأ کی تقدیم کے وجوب کی وجہ بیان کرنا ہے کہ صورت مذکورہ میں خبر پر مبتدأ کی تقدیم کا وجوب صدارت کی حفاظت کی خاطر ہے کیونکہ اگر مبتدأ کی تقدیم واجب نہ ہو تو صدارت خطرے میں پڑ جائے گی۔

فان من : میں غرض مثال کو ممثل لہ پر منطبق کرنا ہے کہ من ابوک میں من مبتدأ ہے جو ایسے معنی پر مشتمل ہے جس کے لیے صدارت کلام واجب ہے وہ معنی استفہام ہے اور ابوک اس کی خبر ہے اس لئے مبتدأ کو خبر مقدم کرنا واجب ہے۔

فان معناه اهذا ابوک ام ذاک : سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔من نکرہ ہے اور ابوک کاف ضمیر کی طرف مضاف ہونے کی وجہ سے معرفہ ہے اگر مَن کو مبتدأ اور ابوک کو خبر بنائیں تو مبتدأ کا نکرہ اور خبر کا معرفہ ہونا ہونا لازم آئے گا جو جائز نہیں ہے۔

جواب: ۔من اگرچہ صورۃً نکرہ ہے لیکن معنیٰ کے اعتبار سے معرفہ ہے اس لیے کہ اس کا معنیٰ ہے اھذا ابوک ام ذاک اس میں ھذا اور ذاک معرفہ ہیں لہٰذا کوئی نقض وارد نہیں ہوگا۔ (سوال کابلی ص ۱۴۸)

وھذا مذھب سیبویہ: ۔سے **شارح جامی کی غرض** اختلاف کو بیان فرمانا ہے کہ من ابوک میں من کا مبتدأ ہونا اور ابوک کا خبر ہونا سیبویہ کا مذہب ہے سیبویہ کے نزدیک معرفہ ایسے نکرہ کی خبر نہیں بن سکتا جو استفہام کے معنی پر مشتمل ہو اور بعض نحاۃ کا مذہب یہ ہے کہ مَن نکرہ ہونے کی وجہ سے مبتدأ نہیں بن سکتا اس لیے ابوک معرفہ ہونے کی وجہ سے مبتدأ مؤخر ہے اور من خبر مقدم ہے۔

سوال: ۔من اگر خبر ہے تو پھر خبر کو مبتدأ پر مقدم کیوں کیا؟

جواب: ۔مَن معنی استفہام پر مشتمل ہے اور ضابطہ ہے کہ جب خبر معنی استفہام پر مشتمل ہو تو اس کی تقدیم مبتدأ پر واجب ہے اسی وجہ سے خبر کو مبتدأ سے مقدم کر دیا۔

تقدیم مبتدأ کے وجوب کی دوسری اور تیسری صورت

اَوْ کَانَا اَیِ الْمُبْتَدَأُ وَالْخَبَرُ مَعْرِفَتَیْنِ مُتَسَاوِیَیْنِ

یا ہوں دونوں یعنی مبتدا اور خبر معرفہ برابر

فِی التَّعْرِیْفِ اَوْ غَیْرَ مُتَسَاوِیَیْنِ وَلَا قَرِیْنَةَ عَلٰی کَوْنِ اَحَدِهِمَا مُبْتَدَأً وَالْاٰخَرِ خَبَرًا نَحْوَ زَیْدُ

معرفہ ہونے میں یا برابر نہ ہوں اور کوئی قرینہ نہ ہو ان میں سے ایک کے مبتدا اور دوسرے کے خبر ہونے پر جیسے زَیْدُ

الْمُنْطَلِقُ اَوْ کَانَا مُتَسَاوِیَیْنِ فِیْ اَصْلِ التَّخْصِیْصِ لَا فِیْ قَدْرِهٖ حَتّٰی لَوْ قِیْلَ غُلَامُ رَجُلٍ صَالِحٍ

الْمُنْطَلِقُ یا دونوں برابر ہوں اصل تخصیص میں نہ کہ اس کی مقدار میں حتی کہ اگر کہا جائے غُلَامُ رَجُلٍ صَالِحٍ

خَیْرٌ مِنْکَ لَوَجَبَ تَقْدِیْمُهٗ اَیْضًا مِثْلَ اَفْضَلُ مِنِّیْ اَفْضَلُ مِنْکَ رَفْعًا لِلْاِشْتِبَاهِ

خَیْرٌ مِنْکَ تو اس کو مقدم کرنا بھی واجب ہے مثل اَفْضَلُ مِنِّیْ اَفْضَلُ مِنْکَ کے اشتباہ کو دور کرتے ہوئے یا ہو خبر

خلاصہ متن: ۔اس عبارت میں مبتدأ کی تقدیم خبر پر واجب ہونے کی دوسری اور تیسری صورت کا ذکر ہے (۲) مبتدأ اور خبر دونوں معرفہ ہوں خواہ تعریف میں مساوی ہوں یا نہ ہوں اور ان میں سے ایک کے مبتدأ ہونے اور دوسرے کے خبر ہونے پر

کوئی قرینہ نہ ہو جیسے زیدن المنطق (۳) مبتدأ اور خبر اصل تخصیص میں مساوی ہوں خواہ مقدار تخصیص میں مساوی ہوں یا نہ ہوں جیسے افضل منک افضل منی ہے

اغراض جامی :۔اي المبتدأ و الخبر: سے شارح نے کانا کی ضمیر کے مرجع کو متعین کر دیا کہ ضمیر کا مرجع مبتدأ اور خبر ہیں۔

متساویین: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : ۔متساویین کے ذکر کے بعد معرفتین کا ذکر کرنا بلا فائدہ ہے کیونکہ متساویین کا لفظ مساوات فی التخصیص اور مساوات فی التعریف دونوں کو شامل ہے لہذا معرفتین کا ذکر کرنا بے فائدہ ہے۔

جواب : ۔اگر مصنف متساویین پر اکتفا کر لیتے تو اس سے یہ وہم پیدا ہوتا کہ مبتدأ اور خبر کا تعریف میں مساوی ہونا شرط ہے حالانکہ ایسا نہیں بلکہ کبھی مبتدأ اور خبر متساوی فی التعریف نہیں ہوتے بلکہ خبر اعرف من المبتدا ہوتی ہے اسی وجہ سے مصنف نے اپنے قول متساویین پر اکتفا نہیں کیا بلکہ معرفتین ذکر کر کے اشارہ کر دیا کہ مبتدا خبر کا معرفہ ہونا ضروری ہے معرفہ ہونے میں مساوات ضروری نہیں ہے۔ (سوال کابلی ص ۱۴۸)

ولا قرینة: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : ۔یہ ضابطہ منقوض ہے ابو حنیفة ابو یوسف کے ساتھ اس لیے کہ اس جملہ میں ابو حنیفہ اور ابو یوسف کنیت ہونے کی وجہ سے معرفہ ہے حالانکہ اس میں مبتدأ کی تقدیم خبر پر واجب نہیں بلکہ خبر مقدم ہے۔

جواب : ۔مبتدأ خبر کے معرفہ ہونے کی صورت میں مبتدأ کی تقدیم کا وجوب تب ہے جب ان میں سے کسی ایک کے مبتدأ ہونے اور دوسرے کے خبر ہونے پر کوئی قرینہ موجود نہ ہو اور مثال مذکور میں ابو یوسف کے مبتدأ ہونے اور ابو حنیفہ کے خبر ہونے پر قرینہ معنویہ موجود ہے اور وہ قرینہ تشبیہ ہے اس لیے کہ مقصود ابو یوسف کو ابو حنیفہ کے ساتھ تشبیہ دینا ہے نہ کہ ابو حنیفہ کو ابو یوسف کے ساتھ۔ کیونکہ ابو حنیفہ اعظم من ابی یوسف و استاذ ابی یوسف ہیں۔

کانا: کا اضافہ کر کے یہ بتایا کہ متساویین کا عطف معرفتین پر ہے۔

فی اصل التخصیص: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : ۔غلامُ رجلٍ صالح خیر منک میں مبتدا کی تقدیم خبر پر واجب ہے حالانکہ مبتدأ اور خبر تخصیص میں مساوی نہیں اس لیے کہ خبر نے تخصیص حاصل کی ہے ایک وجہ سے اور مبتدأ نے تخصیص حاصل کی ہے دو وجوں سے (۱) اضافت کی وجہ سے (۲) صفت کی وجہ سے۔ تو مبتدا میں بنسبت خبر کے تخصیص زیادہ ہے تو تخصیص میں مساوات نہ ہوئی۔

جواب : ۔فی اصل التخصیص سے جواب دیا کہ مبتدأ اور خبر کا اصل تخصیص میں مساوی ہونا شرط ہے مقدار تخصیص میں مساوی

ہونا شرط نہیں ہے اور مثال مذکور میں مبتدا اور خبر اصل تخصیص میں مساوی ہیں۔

رفعا للاشتباه: سے غرض شارح دوسری اور تیسری صورت میں مبتدا کی تقدیم کے وجوب کی وجہ بیان کرنا ہے کہ ان دونوں صورتوں میں مبتدا کو اس لئے مقدم کرنا واجب ہے تا کہ مبتدا خبر میں اشتباہ و التباس لازم نہ آئے۔

تقدیم مبتدأ کے وجوب کی چوتھی صورت

اَوْ كَانَ الْخَبَرُ فِعْلاً لَهٗ اَیْ لِلْمُبْتَدَاِ اِحْتِرَازٌ عَمَّا لَایَكُوْنُ فِعْلاً لَهٗ كَمَا فِیْ قَوْلِكَ زَيْدٌ قَامَ اَبُوْهُ فَاِنَّهٗ لَا يَجِبُ فِيْهِ

یا ہو خبر فعل اس کیلئے یعنی مبتدا کیلئے احتراز ہے اس سے کہ نہ ہو فعل اس کیلئے جیسا کہ تیرے قول زَيْدٌ قَامَ اَبُوْهُ میں پس بے شک نہیں ہے واجب اس میں

تَقْدِيْمُ الْمُبْتَدَاِ لِجَوَازِ قَامَ اَبُوْهُ زَيْدٌ لِعَدَمِ الْاِلْتِبَاسِ مِثْلَ زَيْدٌ قَامَ وَجَبَ تَقْدِيْمُهٗ اَیْ تَقْدِيْمُ

مقدم کرنا مبتدا کو کیونکہ جائز ہے قَامَ اَبُوْهُ زَيْدٌ بوجہ التباس نہ ہونے کے مثل زَيْدٌ قَامَ کے تو اس کی تقدیم واجب ہے یعنی مبتدا کو مقدم کرنا

الْمُبْتَدَاِ عَلَى الْخَبَرِ فِیْ هٰذِهِ الصُّوَرِ اَمَّا فِی الصُّوْرَةِ الْاَوَّلِ فَلِمَا ذَكَرْنَا وَاَمَّا فِی الصُّوْرَةِ الْاَخِيْرَةِ

خبر پر ان صورتوں میں بہرحال پہلی صورت میں پس بوجہ اس کے جو ہم نے ذکر کیا اور بہرحال آخری صورت میں

فَلِئَلَّا يَلْتَبِسَ الْمُبْتَدَاُ بِالْفَاعِلِ اِذَا كَانَ الْفِعْلُ مُفْرَدًا مِثْلُ زَيْدٌ قَامَ فَاِنَّهٗ اِذَا قِيْلَ قَامَ زَيْدٌ

پس اس لئے کہ نہ ملتبس ہو مبتدا فاعل کے ساتھ جب کہ فعل مفرد ہو جیسے زَيْدٌ قَامَ پس بے شک جب کہا جائے قَامَ زَيْدٌ

اِلْتَبَسَ الْمُبْتَدَاُ بِالْفَاعِلِ اَوْ بِالْبَدَلِ عَنِ الْفَاعِلِ اِذَا كَانَ مُثَنًّى اَوْ مَجْمُوْعًا فَاِنَّهٗ اِذَا قِيْلَ فِیْ مِثْلِ

تو ملتبس ہو جائے گا فاعل مبتدا کے ساتھ یا بدل عن الفاعل کے ساتھ جبکہ تثنیہ ہو یا جمع ہو کیونکہ جب کہا جائے در مثل

اَلزَّيْدَانِ قَامَا وَالزَّيْدُوْنَ قَامُوْا قَامَا الزَّيْدَانِ وَقَامُوا الزَّيْدُوْنَ يَحْتَمِلُ اَنْ يَّكُوْنَ الزَّيْدَانِ

اَلزَّيْدَانِ قَامَا وَالزَّيْدُوْنَ قَامُوْا قَامَا الزَّيْدَانِ وَقَامُوا الزَّيْدُوْنَ احتمال ہوگا اس بات کا کہ ہو اَلزَّيْدَانِ

وَالزَّيْدُوْنَ بَدْلاً عَنِ الْفَاعِلِ فَالْتَبَسَ الْمُبْتَدَاُ بِهٖ اَوْ بِالْفَاعِلِ عَلٰى هٰذَا التَّقْدِيْرِ اَيْضًا عَلٰى قَوْلِ

اور اَلزَّيْدُوْنَ بدل فاعل سے پس ملتبس ہو جائے گا مبتدا اس کے ساتھ یا فاعل کے ساتھ اس تقدیر پر بھی اس شخص کے قول کے مطابق

مَنْ يُّجَوِّزُ كَوْنَ الْاَلِفِ وَالْوَاوِ حَرْفًا دَالًّا عَلٰى تَثْنِيَةِ الْفَاعِلِ وَجَمْعِهٖ كَالتَّاءِ فِیْ ضَرَبَتْ هِنْدٌ

جو جائز قرار دیتا ہے الف اور واؤ کے حرف ہونے کو جو دلالت کریں فاعل کے تثنیہ اور جمع ہونے پر جیسا کہ ضَرَبَتْ هِنْدٌ میں تاء

خلاصہ متن: اس عبارت میں مبتدا کی تقدیم خبر پر واجب ہونے کی چوتھی صورت کا بیان ہے (۴) خبر فعل للمبتدا ہو یعنی

خبر ایسا فعل ہو جو مبتدأ کی ضمیر کی طرف مسند ہو جیسے زید قام۔

اغراض جامی: اي للمبتدأ: میں لہ کی ضمیر کے مرجع کو متعین کر دیا کہ ضمیر کا مرجع مبتدأ ہے۔

احتراز: سے غرض لہ کی قید کے فائدے کو بیان کرنا ہے کہ یہ قید احترازی ہے اس سے احتراز ہے اس خبر سے جو فعل للمبتدأ نہ ہو بلکہ لغیر المبتدا ہو جیسے زید قام ابوہ میں زید مبتدأ اور قام ابوہ خبر ہے اس میں فعل قیامِ زید کے لیے ثابت نہیں بلکہ زید کے غیر یعنی باپ کے لیے ہے۔

فانہ لایجب: میں غرض احتراز کی وجہ بیان کرنا ہے کہ اس صورت سے احتراز اس وجہ سے کیا کہ اس میں مبتدأ کی تقدیم خبر پر واجب نہیں چنانچہ زید قام ابوہ کی جگہ قام ابوہ زید بھی کہہ سکتے ہیں اس لیے کہ اس صورت میں التباس لازم نہیں آئے گا۔

اي تقديم المبتدأ: میں تقديمه کی ضمیر کے مرجع کو متعین کر دیا کہ ضمیر کا مرجع مبتدأ ہے۔

علی الخبر: یہ صلہ کا بیان ہے۔ فی هذه الصورة: میں محلِ تقدیم کا بیان ہے۔

اما فی الصور الاول: سے غرض شارح صُور اربعہ مذکورہ میں خبر پر مبتدأ کی تقدیم کے وجوب کی وجہ بیان فرمانا ہے کہ پہلی تین صورتوں میں مبتدأ کی تقدیم کے وجوب کی وجہ تو ماقبل میں گزر چکی ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ پہلی صورت میں تقدیم اس لئے واجب ہے تا کہ صدارتِ کلام فوت نہ ہو جائے دوسری اور تیسری صورت میں تقدیم اس لیے واجب ہے تا کہ مبتدأ اور خبر میں التباس لازم نہ آئے۔

واما فی الصورة الاخيرة: سے چوتھی صورت میں خبر پر مبتدأ کی تقدیم کے وجوب کی وجہ بیان کرنا ہے۔ وہ وجہ یہ ہے تا کہ مبتدأ کا غیر مبتدأ کے ساتھ التباس لازم نہ آئے اور وہ غیر کیا ہے اس میں کچھ تفصیل ہے وہ تفصیل یہ ہے کہ خبر فعل مفرد ہوگا یا تثنیہ جمع ہوگا اگر خبر فعل مفرد ہو تو مبتدأ کی تقدیم اس لیے واجب ہے تا کہ مبتدأ کا فاعل کے ساتھ التباس لازم نہ آئے، جیسے زید قام کی بجائے اگر قام زید کہا جائے تو یہ معلوم نہیں ہوگا کہ زید مبتدأ موخر ہے یا قام کا فاعل ہے اور اگر خبر فعل تثنیہ یا جمع ہو تو جمہور کے نزدیک اگرچہ فاعل کے ساتھ التباس تو نہیں ہوگا کیونکہ تثنیہ کی الف اور جمع کی واؤ فاعل کی ضمیر پر دلالت کر رہی ہیں اور مابعد والا اسم ظاہر فاعل نہیں ہے لیکن اس صورت میں مبتدأ کا بدل عن الفاعل کے ساتھ التباس لازم آئے گا جیسے الزیدان قاما کی بجائے قاما الزیدان اور الزیدون قاموا کی بجائے قاموا الزیدون کہا جائے تو یہ معلوم نہیں ہوگا کہ الزیدان یا الزیدون مبتدأ موخر ہے یا قاما اور قاموا کی ضمیرِ فاعل سے بدل ہے۔ لیکن یہ تقریر جمہور نحاۃ کے مطابق ہے۔ اور بعض نحوی جن کے نزدیک الف تثنیہ اور واؤ جمع فاعل کی ضمیر نہیں بلکہ حرف ہیں جو فاعل کے تثنیہ ہونے اور جمع ہونے پر دلالت کرتے ہیں جیسے فعلت کی تاء فاعل کے مؤنث ہونے پر دلالت کرتی ہے تو ان کے نزدیک یہاں بھی مبتدأ کا فاعل کے ساتھ التباس

لازم آئے گا جیسے الزیدان قاما کی بجائے قاما الزیدان کہا جائے تو یہ معلوم نہیں ہوگا کہ الزیدان فاعل ہے یا مبتدأ موخر ہے
اوراسی طرح الزیدون قاموا کی بجائے قاموا الزیدون کہا جائے تو یہ معلوم نہیں ہوگا کہ الزیدون فاعل ہے یا مبتدأ مؤخر ہے۔

تاخیر مبتدأ کے وجوب کی صُور اربعہ

وَاِذَا تَضَمَّنَ الْخَبَرُ الْمُفْرَدُ اَيِ الَّذِيْ لَيْسَ بِجُمْلَةٍ صُوْرَةً سَوَاءٌ كَانَ بِحَسْبِ الْحَقِيْقَةِ

اور جب متضمن ہو خبر مفرد یعنی وہ جو صورۃً جملہ نہ ہو خواہ حقیقۃً

جُمْلَةً اَوْ غَيْرَ جُمْلَةٍ مَا لَهُ صَدْرُ الْكَلَامِ اَيْ مَعْنًى وَجَبَ لَهُ صَدْرُ الْكَلَامِ كَالْاِسْتِفْهَامِ مِثْلُ

جملہ ہو یا نہ ہو اس چیز کو جس کیلئے صدارت کلام ہے یعنی ایسے معنی کو جس کیلئے صدارت کلام واجب ہے جیسے استفہام مثلاً

اَيْنَ زَيْدٌ فَزَيْدٌ مُبْتَدَأٌ وَاَيْنَ اِسْمٌ مُتَضَمِّنٌ لِلْاِسْتِفْهَامِ خَبَرُهُ وَهُوَ ظَرْفٌ فَاِنْ قُدِّرَ بِفِعْلٍ كَانَ

اَيْنَ زَيْدٌ پس زیدٌ مبتدا ہے اور اَیْنَ اسم ہے جو متضمن ہے استفہام کو یہ اس کی خبر ہے اور وہ ظرف ہے پس اگر مقدر کیا جائے فعل کے ساتھ تو ہوگی

الْخَبَرُ جُمْلَةً حَقِيْقَةً مُفْرَدًا صُوْرَةً وَاِنْ قُدِّرَ بِاسْمِ الْفَاعِلِ كَانَ الْخَبَرُ مُفْرَدًا صُوْرَةً

خبر جملہ حقیقۃً مفرد صورۃً اور اگر مقدر کیا جائے اسم فاعل کے ساتھ تو ہوگی خبر مفرد صورۃً

وَحَقِيْقَةً وَعَلَى التَّقْدِيْرَيْنِ لَيْسَ بِجُمْلَةٍ صُوْرَةً وَاحْتَرَزَ عَنْ نَحْوِ زَيْدٌ اَيْنَ اَبُوْهُ اِذْ لَا تَبْطُلُ

اور حقیقۃً اور دونوں صورتوں میں صورۃً جملہ نہیں ہے اور احتراز کیا مثل زَیْدٌ اَیْنَ اَبُوْہُ سے اس لئے کہ نہیں باطل ہوتی

بِتَاخِيْرِهٖ صِدَارَةُ مَالَهُ صَدْرُ الْكَلَامِ لِتَصَدُّرِهٖ فِيْ جُمْلَةٍ اَوْ كَانَ الْخَبَرُ بِتَقْدِيْمِهٖ مُصَحِّحًا لَهُ

اس کے مؤخر ہونے سے اس کی صدارت جس کیلئے صدارت کلام ہے کیونکہ وہ جملہ میں پہلے ہے یا خبر اپنے مقدم ہونے سے اس کو صحیح کرنے والی ہو

اَيْ لِلْمُبْتَدَاِ مِنْ حَيْثُ اَنَّهٗ مُبْتَدَاٌ فَبِتَقْدِيْمِهٖ يَصِحُّ وُقُوْعُهٗ مُبْتَدَاً مِثْلُ فِي الدَّارِ رَجُلٌ فَاِنَّ

یعنی مبتدا کو اس حیثیت سے کہ وہ مبتدا ہے تو اس کی تقدیم سے صحیح ہوگا اس کا واقع ہونا مبتدا جیسے فِي الدَّارِ رَجُلٌ کیونکہ

فِي الدَّارِ خَبَرٌ تَخَصَّصَ الْمُبْتَدَاُ بِتَقْدِيْمِهٖ كَمَا عَرَفْتَ فَلَوْ اُخِّرَ بَقِيَ الْمُبْتَدَاُ نَكِرَةً غَيْرَ

فِي الدَّارِ خبر ہے تخصیص حاصل کی ہے مبتدا نے اس کے مقدم کرنے کے ساتھ جیسا کہ تو پہچان چکا پس اگر اسے مؤخر کیا جائے تو رہ جائے گا مبتدا غیر

مَخْصُوْصَةٍ اَوْ كَانَ لِمُتَعَلَّقِهٖ بِكَسْرِ اللَّامِ اَيْ كَانَ لِمُتَعَلِّقِ الْخَبَرِ التَّابِعِ لَهُ بِتَبَعِيَّةٍ يَمْتَنِعُ

مخصوص یا ہو اس کے متعلِّق بکسر اللام کیلئے یعنی خبر کے متعلِّق کیلئے جو خبر کا تابع ہے ایسی تبعیت کے ساتھ کہ اس کی تقدیم خبر پر ممتنع ہے

مَعَهَا تَقْدِيمُهُ عَلَى الْخَبَرِ فَلَا يَرِدُ نَحْوُ عَلَى اللّٰهِ عَبْدُهُ مُتَوَكِّلٌ ضَمِيرٌ كَائِنٌ فِي جَانِبِ

پس نہیں اعتراض وارد ہوگا مثل عَلَى اللّٰهِ عَبْدُهُ مُتَوَكِّلٌ کے ساتھ ضمیر جو ہونے والی ہے در جانب

الْمُبْتَدَإِ رَاجِعٌ إِلَى ذٰلِكَ الْمُتَعَلِّقِ إِذْ لَوْ أُخِّرَ لَزِمَ الْإِضْمَارُ قَبْلَ الذِّكْرِ لَفْظًا وَمَعْنًى مِثْلَ

مبتدا جو کہ راجع ہے اس متعلق کی طرف اس لئے کہ اگر مؤخر کیا جائے تو لازم آئے گا اضمار قبل الذکر لفظا اور معنی مثل

عَلَى التَّمْرَةِ مِثْلُهَا زُبْدًا فَقَوْلُهُ مِثْلُهَا أَيْ مِثْلُ التَّمْرَةِ مُبْتَدَأٌ وَفِيهِ ضَمِيرٌ لِمُتَعَلِّقِ الْخَبَرِ وَهُوَ التَّمْرَةُ

عَلَى التَّمْرَةِ مِثْلُهَا زُبْدًا پس اس کا قول مِثْلُهَا یعنی مِثْلُ التَّمْرَةِ مبتدا ہے اور اس میں ضمیر ہے خبر کے متعلق کیلئے اور وہ تمرہ ہے

لِأَنَّ الْخَبَرَ هُوَ قَوْلُهُ عَلَى التَّمْرَةِ وَالتَّمْرَةُ مُتَعَلِّقٌ بِهِ مِثْلَ تَعَلُّقِ الْجُزْءِ بِالْكُلِّ أَوْ كَانَ الْخَبَرُ

اس لئے کہ خبر وہ اس کا قول ہے عَلَى التَّمْرَةِ ہے اور التَّمْرَةِ متعلق ہے اس کے ساتھ مثل تعلق پکڑنے جزء کے کل کے ساتھ یا ہو خبر

خَبَرًا عَنْ أَنَّ الْمَفْتُوحَةِ الْوَاقِعَةِ مَعَ اسْمِهَا وَخَبَرِهَا الْمُؤَوَّلِ بِالْمُفْرَدِ مُبْتَدَأً إِذْ فِي تَأْخِيرِهِ

خبر أنَّ مفتوحہ کی جو واقع ہو اسم وخبر کے ساتھ جو مؤول ہو مفرد کے ساتھ مبتدا اس لئے کہ اس کی تاخیر میں

خَوْفُ لُبْسِ أَنَّ الْمَفْتُوحَةِ بِالْمَكْسُورَةِ فِي التَّلَفُّظِ لِإِمْكَانِ الذُّهُولِ عَنِ الْفَتْحَةِ لِخَفَائِهَا

أنَّ مفتوحہ کے التباس کا خوف ہے إنَّ مکسورہ کے ساتھ تلفظ میں بوجہ ممکن ہونے ذہول کے فتحہ سے بوجہ مخفی ہونے اس کے

أَوْ فِي الْكِتَابَةِ مِثْلُ عِنْدِي أَنَّكَ قَائِمٌ وَجَبَ تَقْدِيمُهُ أَيْ تَقْدِيمُ الْخَبَرِ عَلَى الْمُبْتَدَإِ

یا کتابت میں مثل عِنْدِي أَنَّكَ قَائِمٌ واجب ہے اس کو مقدم کرنا یعنی مقدم کرنا خبر کو مبتدا پر

فِي جَمِيعِ هٰذِهِ لِمَا ذَكَرْنَا

ان تمام میں بوجہ اس کے جو ہم نے ذکر کیا

خلاصہ متن: ۔صاحب کافیہ کی اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ چار صورتیں ایسی ہیں کہ جن میں خبر کی تقدیم مبتدا پر واجب ہے (۱) جب خبر مفرد ایسے معنی پر مشتمل ہو جس کے لیے صدارت کلام واجب ہو جیسے این زید (۲) تقدیم خبر مصحح للمبتدأ ہو جیسے فی الدار رجل (۳) مبتدأ کی جانب میں ایسی ضمیر ہو جو خبر کے متعلق کی طرف راجع ہو جیسے علی التمرۃ مثلھا زبدا (۴) أنَّ مفتوحہ سے خبر واقع ہو یعنی ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر مفرد کی تاویل میں ہو کر مبتدا اور اس سے کوئی لفظ خبر واقع ہو جیسے عندی انک قائم

اغراض جامی :۔ای الذی لیس : سے شارح نے بتایا کہ یہاں مفرد جملہ کے مقابلے میں ہے معنی یہ ہے کہ خبر جملہ نہ ہو۔

صورۃ : سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال :۔ مثال ممثل لہ کے مطابق نہیں اس لیے کہ ممثل لہ خبر مفرد ہے اور جو مثال ذکر کی ہے این زید اس میں خبر مفرد نہیں بلکہ جملہ ہے کیونکہ خبر این ہے اور وہ ظرف ہے اور اکثر نحاۃ کے نزدیک خبر ظرف مؤول بالجملہ ہوتی ہے

جواب :۔ خبر کے مفرد ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ صورۃً جملہ نہ ہو خواہ حقیقتاً جملہ ہو یا نہ ہو اور این زید میں این صورۃً جملہ نہیں لہٰذا مثال ممثل لہ کے مطابق ہو جائے گی۔ ای معنی : میں یہ بتایا کہ ما موصوفہ ہے جو کہ معنی سے عبارت ہے۔

وجب : میں شارح نے یہ بتایا کہ لہ ظرف مستقر وجب محذوف کے متعلق ہے اور صدر الکلام اس کا فاعل ہے عبارت کا حاصل یہ ہے کہ جب خبر ایسے معنی کو متضمن ہو جس کے لیے صدارت کلام واجب ہو جیسے استفہام تمنی وغیرہ تو اس صورت میں مبتدا پر خبر کی تقدیم واجب ہوگی باقی استفہام کو شارح نے خاص طور پر اس وجہ سے ذکر کیا کیونکہ مصنف نے مثال اسی کی دی ہے۔

فزید مبتدأ : میں شارح مثال کو ممثل لہ پر منطبق کر رہے ہیں کہ این زید میں زید مبتدأ ہے اور این اس کی خبر ہے اور یہ ایسے معنیٰ کو متضمن ہے کہ جس کے لیے صدارت کلام واجب ہے اور وہ معنی استفہام ہے چونکہ خبر ایسے معنی پر مشتمل ہے جس کے لیے صدر کلام واجب ہے اسی وجہ سے یہاں خبر کو مبتدأ پر مقدم کرنا واجب ہے اور این ظرف ہے اگر اس کا متعلق فعل مقدر مانا جائے جیسا کہ بصریوں کا مذہب ہے تو خبر صورۃً تو مفرد ہوگی لیکن حقیقۃً جملہ ہوگی اور کوفیوں کے مذہب کے مطابق اس کا متعلق اسم فاعل مقدر مانا جائے تو خبر صورۃً بھی مفرد اور حقیقۃً بھی مفرد ہوگی بہر حال جو بھی صورت ہو خبر صورۃً جملہ نہیں لہٰذا مثال ممثل لہ کے مطابق ہوگئی۔

واحترز : سے شارح مفرد کی قید کا فائدہ بیان کر رہے ہیں کہ یہ قید احترازی ہے اس سے احتراز ہے اس خبر سے جو جملہ ہو اور ایسے معنی کو متضمن ہو جس کے لیے صدارت کلام واجب ہو جیسے زید این ابوہ اس میں زید مبتدأ اور این ابوہ جملہ اس کی خبر ہے اور ایسے معنی کو متضمن ہے جس کے لیے صدر کلام واجب ہے اور وہ معنی استفہام ہے۔

اذ لا تبطل : میں شارح احتراز کی وجہ بیان کر رہے ہیں کہ جب خبر جملہ ہو تو اس کی تقدیم مبتدأ پر واجب نہیں کیونکہ خبر کی تاخیر کی صورت میں مقتضی صدارت باطل نہیں ہوگی اس لئے کہ این جس جملہ میں واقع ہے اس کے شروع میں موجود ہے۔

ای للمبتدأ : میں ضمیر کے مرجع کو متعین کر دیا کہ اس کا مرجع مبتدأ ہے۔

من حیث انہ : سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال :۔ عبارت سے بظاہر یہ مفہوم ہوتا ہے کہ تقدیم خبر مبتدأ کی ذات کے لیے صحیح ہو حالانکہ ایسا نہیں اس لیے کہ فی

الدار رجل میں رجل مبتدأ ہے جو کہ ایک معنی مفید کے لیے موضوع ہے اور وہ معنی مفید یہ ہے کہ ذکر من بنی آدم جاوز حد الصغر الی حد الکبر تو تقدیم خبر مبتدأ کی ذات کے لیے مصحح کیسے ہوئی؟

جواب: ۔مراد یہ نہیں ہے کہ تقدیم خبر مبتدأ کی ذات کے لیے مصحح ہو بلکہ مراد یہ ہے کہ تقدیم خبر مبتدأ کی صفت ابتدائیت کے لیے مصحح ہو اور فی الدار رجل میں خبر کی تقدیم مبتدأ کی وصف ابتدائیت کے لیے مصحح ہے کیونکہ اگر خبر کو مؤخر کردیں تو مبتدأ کا نکرہ محضہ غیر مخصوصہ ہونا لازم آتا ہے اور نکرہ محضہ کا مبتدأ بننا صحیح نہیں اس لیے خبر کی تقدیم کی وجہ سے ہی مبتدأ کا مبتدأ بننا صحیح ہوگا۔ (سوال کابلی ص ۱۵۱)

<u>فان فی الدار</u>: میں شارح مثال کو ممثل لہ پر منطبق کرتے ہیں کہ فی الدار رجل میں رجل مبتدأ ہے اور فی الدار اس کی خبر ہے جس کی تقدیم رجل کے مبتدأ بننے کے لیے مصحح ہے اس لیے کہ اگر اس کو مؤخر کردیں تو نکرہ محضہ کا مبتدأ بننا لازم آئے گا جو جائز نہیں ہے۔

<u>ای کان</u>: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔ اولمتعلقہ کے عطف کے بارے میں دو احتمال ہیں (۱) اس کا عطف کان کے اسم پر ہے (۲) یا کان کی خبر پر دونوں احتمال درست نہیں (۱) پہلا احتمال اس لئے درست نہیں ہے کہ کان کے اسم پر جو معطوف ہو وہ بھی کان کا اسم ہوتا ہے حالانکہ جار مجرور کان کا اسم نہیں بن سکتا (۲) اور کان کی خبر پر عطف اس لئے درست نہیں کہ جملہ کا عطف مفرد پر لازم آئے گا جو کہ غیر مناسب ہے۔

جواب: ۔نہ تو اس کا عطف کان کے اسم پر ہے نہ کان کی خبر پر بلکہ یہاں کان محذوف ہے اور عطف الجملۃ علی الجملۃ ہے (سوال باسولی ص ۲۴۱)

<u>بکسر اللام</u>: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔خبر کے متعلَّق (بفتح اللام) سے مراد متبادر الی الذہن فعل یا شبہ فعل ہے اور ان کیلئے تو کوئی ضمیر مبتدا میں نہیں ہوتی۔

جواب: ۔تو شارح نے بکسر اللام سے جواب دیا کہ یہاں مشہور متعلَّق بفتح اللام مراد نہیں ہے بلکہ بکسر اللام مراد ہے جس سے مراد خبر کا تابع ہے۔ (سوال کابلی ص ۱۵۱)

<u>ای کان لمتعلق</u>: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔یہ ضابطہ علی اللہ عبدہ متوکل کے ساتھ منقوض ہے اس لیے کہ اس میں عبدہ مبتدأ ہے اور اس کے ساتھ ایسی ضمیر متصل ہے جو متعلِّق خبر کی طرف راجع ہے اور وہ متعلق خبر لفظ اللہ ہے اس لیے کہ خبر متوکل ہے اور علی اللہ اس کے متعلق ہے

حالانکہ اس میں خبر کی تقدیم مبتدأ پر واجب نہیں ہے۔

جواب:۔خبر کے متعلَّق سے مراد خبر کا تابع ہے ایسا تابع کہ اس کی تقدیم خبر پر ممتنع ہو اور علی اللہ عبدہ متوکل میں علی اللہ خبر کا ایسا تابع نہیں ہے کہ تابع ہونے کے ساتھ اس کی تقدیم خبر پر ممتنع ہو بلکہ یہ خبر سے مقدم ہے لہٰذا اس کے ساتھ نقض وارد نہیں ہوگا۔

<u>کائن:</u> سے شارح نے اشارہ کیا کہ فی المبتدأ جار مجرور ظرف مستقر کائن کے متعلق ہو کر صفت ہے ضمیرؔ کی۔

<u>جانب:</u> سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔**سوال**:۔مثال ممثل لہ کے مطابق نہیں اس لیے کہ ممثل لہ یہ ہے کہ ضمیر مبتدا میں ہو مبتدا میں ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ضمیر مبتدا کی جزء ہو اور مثلھا میں ضمیر مبتدا کا جزء نہیں ہے کیونکہ وہ مضاف الیہ ہے اور مضاف الیہ مضاف کی قید ہوتا ہے اور قید مقید سے خارج ہوتی ہے۔

جواب:۔ضمیر فی المبتدأ کا مطلب یہ نہیں کہ ضمیر مبتدأ کا جزء ہو بلکہ مراد یہ ہے کہ جانب مبتدأ میں ضمیر ہو جو متعلقِ خبر کی طرف راجع ہو اور مثال میں ایسا ہی ہے لہٰذا مثال ممثل لہ کے مطابق ہے۔(سوال کابلی ص ۱۵۱)

<u>راجع الی ذلک:</u> سے شارح جانب مبتدأ میں متعلق خبر کی ضمیر ہونے کا مطلب بیان کر رہے ہیں کہ جانب مبتدأ میں متعلق خبر کی ضمیر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ضمیر متعلقِ خبر کیطرف راجع ہو۔

<u>اذ لو اخر:</u> میں **غرض جامی** صورت مذکورہ میں مبتدأ پر خبر کی تقدیم کے وجوب کی وجہ بیان کرنا ہے جس کا **حاصل** یہ ہے کہ صورتِ مذکورہ میں مبتدأ پر خبر کی تقدیم اس لیے واجب ہے کہ اگر خبر کو مؤخر کر دیں تو لفظاً ورتبۃً اضمار قبل الذکر لازم آئے گا جو کہ جائز نہیں ہے۔

<u>فقولہ مثلھا:</u> میں شارح مثال کو ممثل لہ پر منطبق کر رہے ہیں کہ علی التمرۃ مثلھا زبدا میں مثل مبتدأ ہے اور اس کے ساتھ ایسی ضمیر متصل ہے جو متعلق خبر کی طرف راجع ہے اور متعلقِ خبر التمرۃ ہے اس لیے کہ خبر علی التمرۃ کا مجموعہ ہے اور التمرۃ اسکے متعلق ہے جیسا کہ جزء کل کے ساتھ متعلق ہوتا ہے۔ <u>او کان الخبر:</u> الخبر سے ضمیر کا مرجع بیان فرمایا۔

<u>المفتوحۃ:</u> سے شارح جامی ضبط اعراب کر رہے ہیں کہ انّ ہمزہ مفتوحہ کے ساتھ ہے۔

<u>الواقعۃ:</u> سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔خبر اَنَّ سے مراد یا تو اَنَّ کے لفظ سے خبر ہوگی یا ان کے اسم سے خبر ہوگی دونوں احتمال درست نہیں پہلا احتمال اس لیے درست نہیں کہ ان حرف ہونے کی وجہ سے مبتدا بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا اور دوسرا احتمال اس لیے درست نہیں کہ خروج عن المبحث لازم آئے گا اس لیے کہ بحث مبتدأ کی خبر میں ہو رہی ہے نہ کہ اَنَّ کے اسم کی خبر میں۔

جواب:۔دونوں احتمال مراد نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ اَنَّ مفتوحہ اپنے اسم اور خبر سے ملکر مفرد کی تاویل میں ہو کر مبتدأ ہو اور اس

اَوْرَدَ فِی الْمِثَالِ الْخَبَرَ الْمُتَعَدِّدَ بِغَیْرِ عَاطِفٍ وَلَوْ جُعِلَ التَّعَدُّدُ اَعَمَّ فَالْاِقْتِصَارُ عَلَیْہِ لِذٰلِکَ

لائے ہیں مثال میں وہ خبر جو متعدد ہو بغیر حرف عطف کے اور اگر بنایا جائے تعدد کو عام تو اکتفا کرنا اس پر اسی وجہ سے ہے

خلاصہ متن: ۔اس عبارت میں صاحب کافیہ بتارہے ہیں کہ کبھی خبر متعدد ہوتی ہے دو یا دو سے زائد جیسے زید عالم عاقل۔اور تعدد خبر اس لئے جائز ہے کیونکہ خبر مبتدا کا حال بیان کرتی ہے اور ایک شے کے متعدد احوال ہو سکتے ہیں۔

اغراض جامی: ۔من غیر تعدد المبتداء: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔قد مضارع پر تقلیل کا فائدہ دیتا ہے حالانکہ تعدد خبر تو کثیر ہے۔

جواب: ۔شارح نے من غیر تعدد سے جواب دیا کہ یہاں سے مراد وہ تعدد خبر ہے جو مبتدا کے تعدد کے بغیر ہو یعنی مبتدا ایک ہو خبر متعدد ہوں اور یہ قلیل ہے اس لئے قد کا ذکر کرنا صحیح ہے۔(سوال باسولی ص ۲۳۳)

و ذلک التعدد: سے شارح جامی کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔اس سوال سے پہلے ایک تمہید بیان کر رہے ہیں۔

تمہید: ۔کا خلاصہ یہ ہے کہ خبر کا تعدد یا تو لفظا اور معنی دونوں کے لحاظ سے ہوگا یا فقط لفظ کے لحاظ سے ہوگا اگر دونوں کے لحاظ سے ہو تو اس کا استعمال دو طریقوں پر ہے (۱) عطف کے ساتھ جیسے زید عالم و عاقل (۲) عطف کے بغیر جیسے زید عالم عاقل اگر تعدد فقط لفظ کے لحاظ سے ہو تو اس کی مثال ہے ھذا حلو حامض یہ حقیقت میں ایک خبر ہے کیونکہ مقصود حلاوت و حموضت کی درمیانی کیفیت کو بیان کرنا ہے۔اور چونکہ اس صورت میں حقیقت میں تعدد ہی نہیں اس لیے اس میں ترکِ عطف اولٰی ہے اور بعض نحاۃ نے ظاہری تعدد کو دیکھتے ہوئے عطف کو جائز قرار دیا ہے۔اس تمہید کے بعد اصل اعتراض ولا یبعد سے بیان کررہے ہیں۔

ولا یبعد: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔جب تعدد خبر کی دو قسمیں ہیں (۱) عاطف کے ساتھ (۲) عاطف کے بغیر۔تو مصنف رحمہ اللہ نے تعدد بلا عاطف کی مثال تو دی ہے تعدد بالعاطف کی مثال کیوں نہیں دی؟

جواب (۱): ۔شارح نے اس کے تین جواب دئے ہیں پہلا جواب یہ ہے کہ مصنف کا مقصود اس تعددِ خبر کو بیان فرمانا ہے جو عاطف کے بغیر ہو کیونکہ اسی میں خفا ہے اور تعدد بالعاطف میں کوئی خفا نہیں نہ مبتدا میں نہ خبر میں نہ ان کے غیر میں۔اسی وجہ سے مصنف نے تعدد بالعاطف کی مثال ذکر نہیں کی۔یہ جواب تسلیمی ہے یعنی ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ تعدد عاطف تعدد خبر کے قبیل سے ہے۔

جواب (۲): ۔یہ جواب عدم تسلیمی ہے کہ ہم یہ بات تسلیم ہی نہیں کرتے کہ تعدد بالعاطف خبر ہے بلکہ خبر کے توابع میں سے ہے۔

خبر صرف معطوف علیہ ہے معطوف اس کا تابع ہے نہ کہ خبر۔ اسی وجہ سے مصنف نے تعدد بالعاطف کی مثال ذکر نہیں کی۔

جواب (۳): ۔یہ جواب بھی تسلیمی ہے کہ اگر ہم یہ تسلیم کرلیں کہ تعدد خبر سے مراد عام ہے خواہ بالعطف ہو یا بلا عطف تو ہم یہ کہیں گے کہ مصنف نے تعدد بلا عاطف کی مثال پر اکتفا اس لیے کیا کہ اس میں خفاء ہے بخلاف تعدد بالعاطف اس میں کوئی خفا نہیں ہے۔

مبتدأ کا معنی شرط کو متضمن ہونا

وَقَدْ يَتَضَمَّنُ الْمُبْتَدأُ مَعْنَى الشَّرْطِ وَهُوَ سَبَبِيَّةُ الْاَوَّلِ لِلثَّانِيْ اَوْ لِلْحُكْمِ بِهٖ فَلَا يَرِدُ عَلَيْهِ
اور کبھی متضمن ہوتا ہے مبتدا معنی شرط کو اور وہ سبب ہونا ہے اول کا ثانی کیلئے یا اس کے ساتھ حکم کیلئے پس نہیں وارد ہوگا اس پر
نَحْوُ وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللهِ فَيُشْبِهُ الْمُبْتَدَأُ الشَّرْطَ فِيْ سَبَبِيَّتِهٖ لِلْخَبَرِ كَسَبَبِيَّةِ الشَّرْطِ
مثل وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللهِ پس مشابہ ہوگا مبتدا شرط کے اس کے سبب ہونے میں خبر کیلئے مثل سبب ہونے شرط کے
لِلْجَزَاءِ فَيَصِحُّ دُخُوْلُ الْفَاءِ فِي الْخَبَرِ وَيَصِحُّ عَدَمُ دُخُوْلِهٖ فِيْهِ نَظَرًا اِلٰى مُجَرَّدِ تَضَمُّنِ
جزاء کیلئے پس صحیح ہے فاء کا داخل ہونا خبر میں اور صحیح ہے نہ داخل ہونا نظر کرتے ہوئے محض تضمن
الْمُبْتَدَاِ وَاَمَّا اِذَا قُصِدَ الدَّلَالَةُ عَلٰى ذٰلِكَ الْمَعْنٰى فِي اللَّفْظِ فَيَجِبُ دُخُوْلُ الْفَاءِ فِيْهِ وَاَمَّا
مبتدا کی طرف اور بہرحال جب ارادہ کیا جائے دلالت کا اس معنی پر لفظ میں پس واجب ہے فاء کا داخل ہونا اس میں اور بہرحال
اِذَا لَمْ تُقْصَدْ فَلَمْ يَجِبْ دُخُوْلُهٗ فِيْهِ بَلْ يَجِبُ عَدَمُهٗ
جب نہ ارادہ کیا جائے تو نہیں واجب فاء کا داخل ہونا اس میں بلکہ اس کا نہ ہونا واجب ہے

خلاصہ متن: ۔صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ کبھی کبھی مبتدأ شرط کے معنی کو متضمن ہوتا ہے اس صورت میں اس کی خبر پر فاء کا داخل کرنا صحیح ہے۔

اغراض جامی: ۔<u>وهو سببته الاول</u>: سے شارح جامی رحمہ اللہ مبتدا کے شرط کے معنی کے متضمن ہونے کا مطلب بیان کر رہے ہیں کہ اول یعنی مبتدا ثانی کے لیے سبب ہو جیسے شرط جزا کیلئے سبب بنتی ہے جیسے الذی یا تینی فله درهم (جو آدمی میرے پاس آئیگا اس کیلئے ایک درھم ہے) اس میں آنا درھم کے حصول کا سبب ہے۔

<u>او للحكم به</u>: سے **شارح کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ سوال**: ۔آپ کا ضابطہ منقوض ہے قرآن کریم کی اس آیت کے ساتھ وما بكم من نعمة فمن الله (جو بھی تمہارے پاس نعمت ہے وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے) اس میں ما مبتدا ہے جس سے مراد نعمت ہے بکم میں باء الصاق کیلئے ہے من نعمة ما کا بیان ہے فمن اللہ خبر ہے حاصل عبارت یہ

ہوگا النعمة الملصقة بكم فحاصلة من الله ،الصاق النعمة بالعباد مبتدا ہے اور فمن اللہ یعنی حصول النعمة من اللہ خبر ہے اور شے اول یعنی الصاق النعمة بالعباد کا وجود شے ثانی یعنی حصول من العبد و صدور من اللہ کے وجود کیلئے سبب نہیں ہے کیونکہ نعمت کا صدور ہر حال میں من جانب اللہ ہے خواہ اس کا الصاق بالعباد ہو یا نہ بلکہ معاملہ برعکس ہے کہ نعمت کا حصول وصدور من اللہ یہ سبب ہے اتصال والصاق بالعباد کیلئے لہذا شرط کے معنی مذکور کے اعتبار سے مبتدأ شرط کے معنی کو متضمن نہیں تو اس کی خبر پر فاء کا دخول صحیح نہیں ہونا چاہیئے حالانکہ اس کی خبر پر فاء داخل ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو سب سے زیادہ فصیح ہے۔

جواب :۔اول کا ثانی کے لیے سبب ہونا اس میں تعمیم ہے خواہ اول ثانی کے وجود کیلئے سبب ہو یا اول ثانی پر حکم لگانے کا سبب ہو۔اس مثال میں اگر چہ اول ثانی کے وجود کا سبب نہیں لیکن حکم بالثانی کا سبب ہے اس لیے کہ حصول نعمت للمخاطبین یہ سبب ہے اس بات کا کہ اس پر حکم لگایا جائے کہ ان نعمتوں کا صدور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے (سوال کابلی ص ۱۵۳)

فیشبہ المبتدا سے شارح جامی کی غرض مصنف کے قول فیصح دخول الفاء کی دلیل بیان کرنا ہے۔جب مبتداء شرط کے معنی کو متضمن ہو تو وہ شرط کے مشابہ ہو جائے گی کہ جس طرح شرط جزا کا سبب ہوتی ہے اسی طرح مبتداء بھی خبر کا سبب بن جائے گی اس لئے مبتداء کی خبر پر فاء کا دخول بھی صحیح ہوگا جس طرح شرط کی جزاء پر فاء داخل ہوتی ہے۔

ویصح عدم دخولہ: میں شارح رحمہ اللہ نے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ مصنف کے قول فیصح سے جو صحت سمجھی جارہی ہے وہ امکان خاص کے معنی میں ہے،اس کی تفصیل یہ ہے کہ امکان کی دو قسمیں ہیں (۱) امکان عام: اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ صرف جانب مخالف کی ضرورت کا سلب ہو مثلاً زید کاتب بالامکان العام کا معنی یہ ہوتا ہے کہ زید کاتب ہے اور عدم کتابت اس کیلئے ضروری نہیں ہے (۲) امکان خاص: اس کا مطلب یہ ہے کہ جانب موافق اور جانب مخالف دونوں کی ضرورت کا سلب ہو۔زید کاتب بالامکان الخاص کا مطلب یہ ہے کہ زید کیلئے کتابت اور عدم کتابت دونوں ضروری نہیں۔

اس تمہید کے بعد یہ سمجھیں کہ یہاں فیصح سے مراد امکان خاص ہے یعنی فا کا داخل کرنا اور نہ داخل کرنا دونوں صحیح اور جائز ہیں ان میں سے کوئی واجب اور ضروری نہیں ہے۔

اسی عبارت کو بعنوان دیگر ہم ایک سوال مقدر کا جواب بھی کہہ سکتے ہیں۔

سوال :۔مصنف کا یہ کہنا کہ مبتدأ جب معنی شرط کو متضمن ہو اس کی خبر پر فا کا داخل کرنا صحیح ہے درست نہیں ہے۔اس لئے کہ یہاں دو صورتیں ہیں (۱) شرط کے معنی پر دلالت کا قصد کیا جائے گا یا نہ اگر قصد کیا جائے تو خبر پر فاء کا داخل کرنا واجب ہے اور اگر قصد نہ کیا جائے تو فاء کا دخول ممتنع ہے تو مصنف کا یصح دخول الفاء کہنا کسی طرح بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ صحت تو عبارت ہے جواز اور لا جواز سے اور یہاں یا وجوب ہے یا امتناع۔

جواب: ۔ یہاں کل تین صورتیں ہیں (۱) مبتدأ معنی شرط کو متضمن ہو اور شرط کا ارادہ و قصد بھی کیا گیا ہو اس کو بشرط شے کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے۔

(۲) مبتدأ معنی شرط کو متضمن ہو لیکن شرط کا قصد وارادہ نہ کیا گیا ہو بلکہ عدم شرط کا قصد ہو اس کو بشرط لا شے سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

(۳) مبتدأ معنی شرط کو متضمن ہو لیکن ارادہ کچھ بھی نہ ہو نہ شرط کا اور نہ عدم شرط کا اس کو لا بشرط شے سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

(۱) اگر معنی شرط پر دلالت کا قصد ہو تو خبر پر فاء کا دخول واجب ہے (۲) اور اگر عدم شرط کا ارادہ ہے تو خبر پر فاء کا دخول ممتنع ہے (۳) اور تیسری صورت میں فا کا لانا اور نہ لانا دونوں جائز ہیں۔ یہاں تیسری صورت مراد ہے جو کہ لا بشرط شے کے درجہ میں ہے اس لئے مصنف نے **فیصح** کا لفظ بولا کہ فاء کے دخول کا صحیح ہونا یہ محض مبتداء کے معنی شرط کو متضمن ہونے کی طرف نظر کرنے کے لحاظ سے ہے دلالت اور عدم دلالت کے اعتبار سے بالکل نہیں ہے۔ (سوال باسولی ص ۲۴۴)

اس کی مزید وضاحت یہ ہے کہ یہاں معنی شرط کو متضمن ہونے کی تین صورتیں ہیں (۱) بشرط شئ (۲) بشرط لا شئ (۳) لا بشرط شئ۔ اگر معنی شرط کے متضمن ہونے میں بشرط شئ کا اعتبار کیا جائے تو خبر پر فاء کا دخول واجب ہے اور بشرط لا شئ کا اعتبار کیا جائے تو خبر پر فاء کا دخول ممتنع ہے اور لا بشرط شئ کا اعتبار کیا جائے تو خبر پر فاء کا دخول اور عدم دخول دونوں صحیح ہیں اور یہاں تیسری صورت مراد ہے۔

مبتدا کے معنی شرط کو متضمن ہونے کے مقامات

وَذٰلِکَ الْمُبْتَدَأُ الْمُتَضَمِّنُ مَعْنَى الشَّرْطِ اِمَّا الْاِسْمُ الْمَوْصُوْلُ بِفِعْلٍ اَوْ ظَرْفٍ اَیِ الَّذِیْ

اور یہ مبتدا متضمن معنی شرط یا اسم موصول بفعل یا ظرف ہوگا یعنی وہ

جُعِلَتْ صِلَتُهٗ جُمْلَةً فِعْلِيَّةً اَوْ ظَرْفِيَّةً مُؤَوَّلَةً بِجُمْلَةٍ فِعْلِيَّةٍ هٰهُنَا بِالْاِتِّفَاقِ وَاِنَّمَا اشْتُرِطَ اَنْ

جس کا صلہ جملہ فعلیہ یا ظرفیہ ہو جو جملہ فعلیہ کی تاویل میں ہو اس مقام پر بالاتفاق اور سوا اس کے نہیں شرط قرار دیا گیا ہے کہ

تَكُوْنَ صِلَتُهٗ فِعْلًا اَوْ ظَرْفًا مُؤَوَّلًا بِالْفِعْلِ لِيَتَاَكَّدَ مُشَابَهَتُهُ الشَّرْطَ لِاَنَّ الشَّرْطَ لَا يَكُوْنُ

اس کا صلہ فعل یا ظرف مؤول بالفعل ہو تاکہ پختہ ہو جائے اس کی مشابہت شرط کے ساتھ اس لئے کہ شرط نہیں ہوتی

اِلَّا فِعْلًا وَفِیْ حُكْمِ الْاِسْمِ الْمَوْصُوْلِ الْمَذْكُوْرِ الْاِسْمُ الْمَوْصُوْفُ بِهٖ اَوِ النَّكِرَةُ

مگر فعل اور اسم موصول مذکور کے حکم میں ہے جو اسم اس کے ساتھ موصوف ہو یا نکرہ

الْمَوْصُوْفَةُ بِهِمَا اَیْ بِاَحَدِهِمَا وَفِیْ حُكْمِهِمَا الْاِسْمُ الْمُضَافُ اِلَيْهَا مِثْلُ الَّذِیْ يَاْتِيْنِیْ هٰذَا

جوان دونوں کے ساتھ موصوف ہو یعنی ان میں سے کسی ایک کے ساتھ اور اس کے حکم میں ہے وہ اسم جو اس کی طرف مضاف ہو جیسے اَلَّذِیْ یَاْتِیْنِیْ یہ

مِثَالٌ لِلْاِسْمِ الْمَوْصُوْلِ بِفِعْلٍ اَوْ اَلَّذِیْ فِی الدَّارِ هٰذَا مِثَالٌ لِلْاِسْمِ الْمَوْصُوْلِ بِظَرْفٍ فَلَهٗ

مثال ہے اسم موصول بفعل کی یا اَلَّذِیْ فِی الدَّارِ یہ مثال ہے اسم موصول بظرف کی فَلَهٗ

دِرْهَمٌ وَاَمَّا مِثَالُ الْاِسْمِ الْمَوْصُوْفِ بِالْاِسْمِ الْمَذْكُوْرِ فَقَوْلُهٗ تَعَالٰى قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِیْ

دِرْهَمٌ اور بہر حال مثال اس اسم کی جو موصوف ہو اسم مذکور کے ساتھ پس اللہ تعالیٰ کا فرمان قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِیْ

تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلَاقِيْكُمْ وَمِثْلُ كُلُّ رَجُلٍ يَاْتِيْنِیْ هٰذَا مِثَالٌ لِلْاِسْمِ الْمَوْصُوْفِ بِفِعْلٍ اَوْ

تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلَاقِيْكُمْ اور جیسے كُلُّ رَجُلٍ يَاْتِيْنِیْ یہ مثال ہے اسم موصوف بفعل کی یا

كُلُّ رَجُلٍ فِی الدَّارِ هٰذَا مِثَالٌ لِلْاِسْمِ الْمَوْصُوْفِ بِظَرْفٍ فَلَهٗ دِرْهَمٌ وَاَمَّا مِثَالُ الْاِسْمِ الْمُضَافِ

كُلُّ رَجُلٍ فِی الدَّارِ یہ مثال ہے اسم موصوف بظرف کی فَلَهٗ دِرْهَمٌ اور لیکن مثال اس اسم کی جو کہ مضاف ہو

اِلَى النَّكِرَةِ الْمَوْصُوْفَةِ بِاَحَدِهِمَا فَقَوْلُكَ كُلُّ غُلَامِ رَجُلٍ يَاْتِيْنِیْ اَوْ فِی الدَّارِ فَلَهٗ دِرْهَمٌ

نکرہ موصوفہ باحد ہما کی طرف پس تیرا قول كُلُّ غُلَامِ رَجُلٍ يَاْتِيْنِیْ اَوْ فِی الدَّارِ فَلَهٗ دِرْهَمٌ

خلاصہ متن: ۔اس عبارت میں صاحب کافیہ تفصیل بتا رہے ہیں کہ مبتدأ کہاں پر معنی شرط کو متضمن ہوگا۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مبتدأ دو صورتوں میں معنی شرط کو متضمن ہوگا (۱) مبتدا اسم موصول ہو جس کا صلہ جملہ فعلیہ یا ایسا جملہ ظرفیہ ہو جو جملہ فعلیہ کی تاویل میں ہو (۲) مبتدا نکرہ موصوفہ ہو جس کی صفت جملہ فعلیہ یا ایسا جملہ ظرفیہ ہو جو جملہ فعلیہ کی تاویل میں ہو۔ ان دونوں صورتوں میں مبتدأ معنی شرط کو متضمن ہوگا۔

اغراض جامی: ۔<u>المبتداء المتضمن معنی الشرط:</u> سے شارح جامی نے ذلک کا مشار الیہ متعین کر دیا کہ اس کا مشار الیہ وہ مبتدأ ہے جو معنی شرط کو متضمن ہو۔

<u>اما:</u> إمّا کے اضافہ سے **شارح جامی کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال:** ۔جب ایک شے کا دوسری شے پر اما کے ذریعہ عطف ڈالا جائے تو معطوف علیہ کے شروع میں اما لانا واجب ہے اگر او کے ذریعہ عطف ڈالا جائے تو معطوف علیہ کے شروع میں اما لانا اولیٰ وانسب ہوتا ہے یہاں او کے ذریعہ عطف کیا گیا ہے تو اما کو ذکر کرنا چاہئے تھا۔

جواب: ۔اما کا اضافہ کر کے شارح نے جواب دیا کہ تسلیم ہے کہ اما کا ذکر کرنا معطوف علیہ کے شروع میں اولیٰ ہے لیکن اما کا ملفوظ ہونا ضروری نہیں ہے کبھی اما ملفوظ اور کبھی محذوف ہوتا ہے یہاں محذوف ہے (سوال کا بلی ص ۱۵۴)

الذی جعلت: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ اسم موصول کا صلہ ہمیشہ جملہ ہوتا ہے، اور فعل بغیر فاعل کے اور ظرف بغیر متعلَّق کے جملہ نہیں بن سکتا تو مصنف کا قول و ذلک الاسم الموصول بفعل او ظرف کہنا کیسے درست ہوا؟

جواب:۔ یہاں مراد فقط فعل اور فقط ظرف نہیں بلکہ مراد فعل مع الفاعل اور ظرف مع المتعلق ہے اور ظرف اپنے متعلق اور فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ ہی ہوتا ہے۔

ھھنا: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال:**۔ نحاۃِ بصرہ کے مذہب کے مطابق ظرف اپنے متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ کی تاویل میں ہوتا ہے لیکن نحاۃِ کوفہ کے مذہب کے مطابق اسم فاعل کو مقدر مانا جائے گا اور اسم فاعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ نہیں بنتا۔ جب جملہ نہیں بنتا تو جملہ صلہ کیسے ہوگا؟

جواب:۔ یہاں بالاتفاق تمام نحاۃ کے نزدیک ظرف جملہ فعلیہ کی تاویل میں ہوتا ہے۔

وانما اشترط: شرط مذکور لگانے کی وجہ بیان کر رہے ہیں کہ یہ شرط اس لئے لگائی تا کہ مبتدأ کی شرط کے ساتھ مشابہت پختہ ہو جائے اس لئے کہ شرط ہمیشہ فعل ہوتی ہے۔

وفی حکم: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال:**۔ آپ کا یہ قاعدہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کے ساتھ منقوض ہے قل ان الموت الذی تفرون منه فانه ملقیکم۔ اس لئے کہ اس میں مبتدأ اسم موصول نہیں بلکہ ایسا اسم ہے جو اسم موصول بفعل کے ساتھ موصوف ہے لھذا اس کی خبر پر فا کا داخل کرنا کیسے صحیح ہے؟

جواب:۔ ہماری مراد اسم موصول سے عام ہے چاہے خود مبتدأ اسم موصول ہو یا ایسا اسم ہو جو اسم موصول بفعل یا بظرف کے ساتھ موصوف ہو۔ لھذا مذکورہ مثال ہمارے ضابطہ میں داخل ہے خارج نہیں۔ (سوال کابلی ص ۱۵۴)

ای باحدھما: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ نکرہ ان دونوں کے ساتھ تو بیک وقت موصوف نہیں ہوتا بلکہ نکرہ ان دو میں سے کسی ایک کے ساتھ ہی موصوف ہوگا تو مصنف کا قول او النکرة الموصوفة بھما کہنا کیسے درست ہوا؟

جواب:۔ یہاں ھما ضمیر مضاف الیہ ہے اس کا مضاف محذوف ہے جو کہ احد ہے اصل میں تھا او النکرة الموصوفة باحدھما۔

وفی حکمھا: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ یہ قاعدہ کل غلام رجل یاتنی فله درھم کے ساتھ منقوض ہے اس لئے کہ اس میں مبتداء نکرہ موصوفہ بالفعل یا

نکرہ موصوف بظرف نہیں حالانکہ اس کی خبر پر فاء داخل ہے۔

جواب: ۔وہ اسم جو مضاف ہو نکرہ موصوفہ بالفعل یا نکرہ موصوفہ بالظرف کی طرف وہ بھی اسم نکرہ موصوفہ بالفعل یا بالظرف کے حکم میں ہوتا ہے اور مثال مذکور میں مبتدا ایسا اسم ہے کہ جو نکرہ موصوف بالفعل کی طرف مضاف ہے لہذا اس پر فا کا داخل ہونا صحیح ہوا۔

هذا مثال: سے شارح جامی رحمہ اللہ مذکورہ بالا صورتوں میں سے ہر ایک کی مثال اور ممثل لہ کی تعیین کر رہے ہیں جو مندرجہ ذیل نقشہ میں ذکر کردی گئی ہیں۔

1	وہ اسم جو موصول بالفعل ہو۔	الذی یاتینی فله درهم
2	وہ اسم جو موصول بالظرف ہو۔	الذی فی الدار فله درهم
3	وہ اسم جو اسم موصول بالفعل کے ساتھ موصوف ہو	قل ان الموت الذی تفرون منه فانه ملقیکم
4	وہ اسم جو اسم موصول بالظرف کے ساتھ موصوف ہو	الرجل الذی فی الدارفله درهم
5	وہ اسم نکرہ جو موصوف بالفعل ہو	کل رجل یاتینی فله درهم
6	وہ اسم نکرہ جو موصوف بالظرف ہو	کل رجل فی الدار فله درهم
7	وہ اسم جو مضاف ہو ایسے نکرہ کی طرف جو موصوف بالفعل ہو	کل غلام رجل یاتینی فله درهم
8	وہ اسم جو مضاف ہو ایسے نکرہ کی طرف جو موصوف بالظرف ہو	کل غلام رجل فی الدار فله درهم

متضمن معنی شرط مبتدأ پر لیت اور لعل کا داخل ہونا

وَلَيْتَ وَلَعَلَّ مِنَ الْحُرُوْفِ الْمُشَبَّهَةِ بِالْفِعْلِ اِذَا دَخَلَا عَلَى الْمُبْتَدَاِ الَّذِىْ يَصِحُّ دُخُوْلُ الْفَاءِ

اور لیت اور لعل جو کہ حروف مشبہ بالفعل میں سے ہیں جب یہ اس مبتدا پر داخل ہوں جس کی خبر پر فاء کا دخول صحیح ہے

عَلٰى خَبَرِهٖ مَانِعَانِ عَنْ دُخُوْلِهٖ عَلَيْهِ لِاَنَّ صِحَّةَ دُخُوْلِهٖ عَلَيْهِ اِنَّمَا كَانَتْ لِمُشَابَهَةِ الْمُبْتَدَاِ

تو یہ مانع ہیں اس فاء کے داخل ہونے سے اس خبر پر اس لئے کہ اس فاء کے دخول کا صحیح ہونا مبتدا

وَالْخَبَرِ لِلشَّرْطِ وَالْجَزَاءِ وَلَيْتَ وَلَعَلَّ تُزِيْلَانِ تِلْكَ الْمُشَابَهَةَ لِاَنَّهُمَا تُخْرِجَانِ الْكَلَامَ مِنَ

اور خبر کی شرط اور جزاء کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے تھا اور لیت ولعل اس مشابہت کو زائل کردیتے ہیں کیونکہ یہ کلام کو خبریت سے

الْخَبَرِيَّةِ اِلَى الْاِنْشَائِيَّةِ وَالشَّرْطُ وَالْجَزَاءُ مِنْ قَبِيْلِ الْاَخْبَارِ وَذٰلِكَ الْمَنْعُ اِنَّمَا هُوَ بِالْاِتِّفَاقِ مِنَ النُّحَاةِ

انشائیت کی طرف نکال دیتے ہیں اور شرط وجزاء از قسم اخبار ہیں اور یہ منع باتفاق نحاۃ ہے

فَلَا يُقَالُ لَيْتَ اَوْ لَعَلَّ الَّذِیْ يَاْتِيْنِیْ اَوْ فِي الدَّارِ فَلَهٗ درهم فَاِنْ قِيْلَ بَابُ كَانَ وَبَابُ عَلِمْتُ

پس نہیں کہا جائے گا لَيْتَ اَوْ لَعَلَّ الَّذِیْ يَاْتِيْنِیْ اَوْ فِي الدَّارِ فَلَهٗ دِرْهَمٌ پس اگر کہا جائے باب کان اور باب علمت

اَيْضًا مَانِعَانِ بِالْاِتِّفَاقِ فَمَا وَجْهُ تَخْصِيْصِ لَيْتَ وَلَعَلَّ قِيْلَ تَخْصِيْصُهُمَا بِبَيَانِ الْاِتِّفَاقِ اِنَّمَا هُوَ

بھی بالاتفاق مانع ہیں پس لیت اور لعل کو خاص کرنے کی کیا وجہ ہے کہا گیا ہے کہ بیان اتفاق میں ان کو خاص کرنا سوا اس کے نہیں وہ

مِنْ بَيْنِ الْحُرُوْفِ الْمُشَبَّهَةِ لَا مُطْلَقًا وَوَجْهُ ذٰلِكَ التَّخْصِيْصِ الْاِهْتِمَامُ بِبَيَانِ الْاِخْتِلَافِ الْوَاقِعِ فِيْهَا

حروف مشبہ بالفعل کے درمیان سے ہے نہ کہ مطلقاً اور اس تخصیص کی وجہ اہتمام ہے بیان اختلاف کا جو ان میں واقع ہے

خلاصہ متن :۔وہ مبتدا جو شرط کے معنی کو متضمن ہو جب اس پر لیت اور لعل داخل ہو جائیں تو یہ دونوں اس کی خبر پر دخول فاء سے مانع ہوتے ہیں بالاتفاق۔

اغراض جامی :۔ من الحروف المشبهة: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال :۔ مصنف کی عبارت میں لیت ولعل مبتدا ہیں اور مانعان خبر ہے حالانکہ ان کا مبتدا بننا درست نہیں اس لئے کہ مبتدا اسم ہوتا ہے اور لیت اور لعل حرف ہیں۔

جواب :۔ لیت ولعل یہ اسم وعلم ہیں اس لیت اور لعل کیلئے جو ترکیب میں واقع ہوتے ہیں اور حروف مشبہ بالفعل میں سے ہوتے ہیں تو یہ بتاویل اسم یا بتاویل ہذا اللفظ ہو کر مبتدا ہیں اس لئے ان کا مبتدا بننا درست ہے (سوال کابلی ص ۱۵۵)

اذا دخلا: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال :۔ ہماری بحث تو مبتدا اور خبر میں ہو رہی ہے اور لیت اور لعل حرف ہیں لہذا ان سے بحث کرنا خروج عن المبحث ہے۔

جواب :۔ لیت اور لعل سے بحث اس اعتبار سے ہے کہ یہ مبتدا اور خبر پر داخل ہوتے ہیں بایں حیثیت یہ مبتدا کے مباحث سے متعلق ہیں لہذا خروج عن المبحث لازم نہیں آتا۔ عن دخوله: یہ مانعان کے صلہ کا بیان ہے۔

لان صحة: سے **شارح کی غرض** لیت اور لعل کے مبتداء متضمن معنی شرط کی خبر پر دخول فاء سے مانع ہونے کی وجہ بیان کرنا ہے، وجہ یہ ہے کہ دخول فاء مبتداء اور خبر کی شرط و جزاء کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے تھا اور لیت اور لعل اس مشابہت کو زائل کر دیتے ہیں اس لئے کہ لیت اور لعل کلام کو خبریت سے انشائیت کی طرف منتقل کر دیتے ہیں جبکہ شرط و جزاء من قبیل الاخبار ہیں نہ کہ من قبیل الانشاء۔ جب مبتدا خبر کی شرط و جزاء کے ساتھ مشابہت زائل ہو گئی تو خبر پر فاء کا دخول صحیح نہیں ہوگا۔

وذلك المنع: سے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ بالاتفاق یہ مانعان کے متعلق ہے۔

من النحاۃ: میں شارح نے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ الاتفاق کا الف لام عہد کا ہے۔ اس سے مراد نحاۃ کا اتفاق ہے۔
فلا یقال: میں ماقبل پر تفریع کا بیان ہے کہ چونکہ لیت ولعل متضمن معنی شرط کی خبر پر فاء کا داخل ہونا ممتنع ہے اسی وجہ سے لیت الذی یاتینی فلہ درھم اور لعل الذی فی الدار فلہ درھم نہیں کہا جا سکتا۔
قیل: سے ایک اعتراض نقل کر کے مابعد قیل سے اس کا جواب دیا ہے۔
اعتراض: ۔ جس طرح لیت اور لعل مبتداء متضمن معنی شرط کی خبر پر فاء کے دخول سے مانع ہے بالاتفاق اسی طرح باب کان اور باب علمت بھی مبتداء متضمن معنی شرط کی خبر پر دخول فاء سے مانع ہیں بالاتفاق۔ پھر لیت اور لعل کے تخصیص کی کیا وجہ ہے؟
جواب: ۔ لیت اور لعل کی تخصیص جمیع ماعداہ کے اعتبار سے نہیں بلکہ حروف مشبہ بالفعل کے اعتبار سے ہے کہ حروف مشبہ بالفعل میں سے صرف لیت اور لعل مبتداء متضمن معنی شرط کی خبر پر دخول فاء سے بالاتفاق مانع ہے اور اس تخصیص کی وجہ حروف مشبہ بالفعل میں اختلاف کو بیان کرنے کا اہتمام ہے۔

متضمن معنی شرط مبتدأ پر ان وغیرہ کا داخل ہونا

وَاَلْحَقَ بَعْضُهُمْ قِيْلَ هُوَ سِيْبَوَيْهُ اِنَّ الْمَكْسُوْرَةَ بِهِمَا اَیْ بِلَيْتَ وَلَعَلَّ فِی الْمَنْعِ عَنْ

اور بعض نے لاحق کیا ہے کہا گیا ہے کہ وہ سیبویہ ہے اِنَّ مکسورہ کو ان دونوں کے ساتھ یعنی لیت اور لعل کے ساتھ منع کرنے میں

دُخُوْلِ الْفَاءِ عَلَى الْخَبَرِ وَالْاَصَحُّ اَنَّهَا لَاتَمْنَعُ عَنْهُ لِاَنَّهَا لَا تُخْرِجُ عَنِ الْخَبَرِيَّةِ اِلَى

دخول فاء سے خبر پر اور زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ یہ اس سے مانع نہیں ہے کیونکہ وہ نہیں نکالتا خبریت سے

الْاِنْشَائِيَّةِ يُؤَيِّدُهُ قَوْلُهُ تَعَالٰى اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يُّقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ فَاِنْ قِيْلَ

انشائیت کی طرف اس کی تائید کرتا ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يُّقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ پس اگر کہا جائے

قَدْ اَلْحَقَ بَعْضُهُمْ اَنَّ الْمَفْتُوْحَةَ وَلٰكِنَّ بِلَيْتَ وَلَعَلَّ فَمَا وَجْهُ تَخْصِيْصِ اِنَّ الْمَكْسُوْرَةِ

کہ لاحق کیا ہے بعض نے اَنَّ مفتوحہ اور لکنّ کو لیت اور لعل کے ساتھ تو کیا وجہ ہے اِنَّ مکسورہ کو خاص کرنے کی

بِالْاِلْحَاقِ قِيْلَ بَعْضُهُمُ الَّذِیْ اَلْحَقَ اِنَّ بِهِمَا هُوَ سِيْبَوَيْهُ فَاعْتَدَّ بِقَوْلِهٖ وَذَكَرَهٗ وَلَمْ يَعْتَدَّ

لاحق کرنے کے ساتھ کہا گیا ہے وہ بعض جس نے لاحق کیا اِنَّ کو ان دونوں کے ساتھ وہ سیبویہ ہے پس مصنف نے اعتبار کیا اس کے قول کا اور اس کو ذکر کیا

بِقَوْلِ مَنْ سِوَاهُ بِذِكْرِهٖ مَعَ اَنَّ كِلَا الْقَوْلَيْنِ لَا يُسَاعِدُهُمَا الْقُرْاٰنُ وَكَلَامُ الْفُصَحَاءِ فَمَا

اور نہیں اعتبار کیا اس کے علاوہ کے قول کا اس کو ذکر کرنے کے ساتھ باوجود اس بات کے کہ دونوں قولوں کی قرآن مجید اور فصحاء کی کلام موافقت نہیں کرتی پس وہ چیز

يَدُلُّ عَلٰى عَدَمِ مَنْعِ اِنَّ الْمَكْسُوْرَةِ عَنْ دُخُوْلِ الْفَاءِ عَلَى الْخَبَرِ مَا سَبَقَ وَمَا يَدُلُّ عَلٰى
جودلالت کرتی ہے اِنَّ مکسورہ کے مانع نہ ہونے پرفاء کے داخل ہونے سے خبر پروہ ہے جوگزرچکی ہے اور جوچیز دلالت کرتی ہے
عَدَمِ مَنْعِ اَنَّ الْمَفْتُوْحَةِ وَلٰكِنَّ عَنْ دُخُوْلِ الْفَاءِ قَوْلُهٗ تَعَالٰى وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ
اَنَّ مفتوحہ اورلٰکِنَّ کے مانع نہ ہونے پردخول فاء سے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ
فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَقَوْلُ الشَّاعِرِ شِعْرٌ
فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ اور شاعر کا قول شعر۔

فَوَاللّٰهِ مَا فَارَقْتُكُمْ قَالِيًا لَكُمْ	وَلٰكِنْ مَا يُقْضٰى فَسَوْفَ يَكُوْنُ
اللہ کی قسم میں تم سے دشمنی کی بناپر جدانہیں ہوا	لیکن جو خدا کا فیصلہ ہوتا ہے وہ لامحالہ ہو کر رہتا ہے۔

خلاصہ متن:۔وہ مبتدأ جو شرط کے معنی کو متضمن ہو جب اس پر اِنَّ داخل ہو جائے تو اس میں نحویوں کا اختلاف ہے صاحب کافیہ نے بعض نحویوں کے اسی اختلاف کو یہاں ذکر کیا کہ بعض نحویوں نے اِن مکسورہ کو لیت اور لعل کے ساتھ لاحق کیا ہے یعنی جس طرح لیت اور لعل مبتداء متضمن معنی شرط کی خبر پر دخول فاء سے مانع ہے اسی طرح ان مکسورہ بھی مبتداء متضمن معنی شرط کی خبر پر دخول فاء سے مانع ہے۔

اغراض جامی: وقیل ھو: میں شارح نے بعضھم کے مصداق کو متعین کر دیا کہ بعض سے مراد علامہ سیبویہ ہیں۔

المکسورۃ: یہ ضبط اعراب کا بیان ہے کہ مراد اِن مکسورہ ہے اَن مفتوحہ نہیں ہے۔

بھما ای بلیت ولعل: اس میں ضمیر کا مرجع متعین کر دیا کہ وہ لیت اور لعل ہیں۔

فی المنع: میں مافیہ الالحاق کا بیان ہے کہ اِن مکسورہ کا الحاق لیت اور لعل کے ساتھ خبر پر دخول فاء سے مانع ہونے کی وجہ سے ہے۔

والاصح: یہاں سے مذہب سابق کے ضعف کی طرف اشارہ کرتا ہے۔صحیح مذہب یہ ہے کہ اِن مکسورہ مبتداء متضمن معنی شرط کی خبر پر دخول فاء سے مانع نہیں ہے اس پر دو دلیلیں بیان کیں (۱) لیت اور لعل کا مانع ہونا اس وجہ سے ہے کہ یہ کلام کو خبریت سے انشائیت کی طرف منتقل کر دیتے ہیں بخلاف اِن مکسورہ کے کہ یہ کلام کو خبریت سے انشائیت کی طرف خارج نہیں کرتا بلکہ یہ تو کلام کو خبریت پر پختہ کرتا ہے (۲) قرآن مجید سے بھی اسی قول کی تائید ہوتی ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ان الذین کفروا وماتوا وھم کفار فلن یقبل الخ اس میں الذین مبتدا متضمن معنی شرط ہے اس پر اِن مکسورہ داخل ہے اس کے باوجود خبر فلن یقبل پر فاء داخل ہے۔

فان قیل: سے ایک اعتراض نقل کر کے مابعد قیل سے اس کا جواب دے رہے ہیں۔ **اعتراض:** ۔ جس طرح بعض نحاۃ نے اِنّ مکسورہ کو لیت اور لعل کے ساتھ لاحق کیا ہے اسی طرح بعض نحاۃ نے اَنّ مفتوحہ اور لکن کو بھی لیت اور لعل کے ساتھ لاحق کیا ہے مصنف رحمہ اللہ نے اس کو ذکر کیوں نہیں کیا۔ ان مکسورہ کی الحاق کے ساتھ تخصیص کی کیا وجہ ہے؟

جواب: ۔ وہ بعض نحاۃ جنہوں نے اِن مکسورہ کو لیت اور لعل کے ساتھ لاحق کیا ہے ان سے مراد علامہ سیبویہ ہے چونکہ علامہ سیبویہ نحو کے امام تھے اسی وجہ سے مصنف نے ان کے قول کو قابل اعتبار واعتداد سمجھ کر ذکر کر دیا اور وہ بعض نحاۃ جنہوں نے اَن مفتوحہ اور لکن کو لیت اور لعل کے ساتھ لاحق کیا ہے مصنف نے ان کے قول کو غیر معتبر لایعبأ بہ سمجھ کر ذکر نہیں کیا باوجودیکہ دونوں قول ایسے ہیں کہ قرآن کریم اور فصحاء کی کلام ان کی موافقت نہیں کرتی۔ اِن مکسورہ کے بارے میں تو قول باری تعالیٰ گزر چکا ہے اور اَنّ مفتوحہ کی مثال اللہ تعالیٰ کا قول ہے واعلموا انما غنمتم من شی فان للہ خمسہ اس میں ماںبتداء متضمن معنی شرط ہے اور اس پر اَن مفتوحہ داخل ہے اس کے باوجود خبر پر فاء داخل ہے اور لکن کی مثال شاعر کا شعر ہے

فواللہ مافارقتکم قالیا لکم ولکن ما یقضی فسوف یکون

اس میں دوسرے مصرعہ میں ما مبتدا متضمن معنی شرط ہے اس پر لکن داخل ہے اس کے باوجود اس کی خبر فسوف یکون پر فاء داخل ہے۔

مبتدأ کو حذف کرنا

وَقَدْ يُحْذَفُ الْمُبْتَدَأُ لِقِيَامِ قَرِيْنَةٍ لَفْظِيَّةٍ اَوْ عَقْلِيَّةٍ جَوَازًا اَیْ حَذْفًا جَائِزًا لاَ وَاجِبًا وَقَدْ

اور کبھی حذف کر دیا جاتا ہے مبتدا کو قرینہ کے قائم ہونے کی وجہ سے لفظیہ یا عقلیہ جوازا یعنی حذف جائز نہ کہ واجب اور کبھی

يَجِبُ حَذْفُهُ اِذَا قُطِعَ النَّعْتُ بِالرَّفْعِ نَحْوُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اَهْلُ الْحَمْدِ اَیْ هُوَ اَهْلُ الْحَمْدِ

واجب ہوتا ہے اس کا حذف کرنا جب کہ قطع کر دی جائے نعت رفع کے ساتھ جیسے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اَهْلُ الْحَمْدِ یعنی هُوَ اَهْلُ الْحَمْدِ

وَاِنَّمَا وَجَبَ حَذْفُهُ لِيُعْلَمَ اَنَّهُ كَانَ فِی الْاَصْلِ صِفَةً فَقُطِعَ لِقَصْدِ الْمَدْحِ اَوِ الذَّمِّ اَوْ غَيْرِ ذٰلِكَ

اور سوا اس کے نہیں واجب ہے اس کا حذف کرنا تا کہ معلوم ہو جائے کہ یہ اصل میں صفت تھی پس اس کو کاٹ دیا گیا تعریف یا مذمت یا اس کے علاوہ کے

فَلَوْ ظَهَرَ الْمُبْتَدَأُ لَمْ يَتَبَيَّنْ ذٰلِكَ وَيَجِبُ حَذْفُهُ اَيْضًا عِنْدَ مَنْ قَالَ فِیْ نِعْمَ الرَّجُلُ

ارادہ کی وجہ سے پس اگر ظاہر ہو مبتدا تو یہ بات واضح نہیں ہوگی اور نیز واجب ہے اس کو حذف کرنا اس کے نزدیک جس نے کہا نِعْمَ الرَّجُلُ

زَيْدٌ اِنَّ تَقْدِيْرَهُ هُوَ زَيْدٌ كَقَوْلِ الْمُسْتَهِلِّ اَیِ الْمُبْتَدَأُ الْمَحْذُوْفُ جَوَازًا مِثْلُ الْمُبْتَدَاِ

زَيْدٌ میں کہ بے شک اس کی تقدیر یہ ہے هُوَ زَيْدٌ مثل چاند دیکھنے والے کے قول کے یعنی مبتدا محذوف جوازا مثل مبتدا کے

الْمَحْذُوْفِ فِیْ مَقُوْلِ الْمُسْتَهِلِّ لِلْهِلَالِ الرَّافِعِ صَوْتَهٗ عِنْدَ اِبْصَارِهٖ اَلْهِلَالُ وَاللّٰهِ اَیْ هٰذَا

جومحذوف ہے چاند دیکھنے والے کے مقولہ میں جو چاند دیکھتے وقت اپنی آواز کو بلند کرتا ہے اَلْهِلَالُ وَاللّٰهِ یعنی ھٰذَا

الْهِلَالُ وَاللّٰهِ بِالْقَرِیْنَةِ الْحَالِیَّةِ وَلَیْسَ مِنْ بَابِ حَذْفِ الْخَبَرِ بِتَقْدِیْرِ اَلْهِلَالُ هٰذَا لِاَنَّ مَقْصُوْدَ

اَلْهِلَالُ وَاللّٰهِ قرینہ حالیہ کی وجہ سے اور یہ حذف خبر کے باب سے نہیں ہے اس تقدیر کے ساتھ اَلْهِلَالُ ھٰذَا اس لئے کہ بے شک مقصود

الْمُسْتَهِلِّ تَعْیِیْنُ شَیْءٍ بِالْاِشَارَةِ وَالْحُکْمُ عَلَیْهِ بِالْهِلَالِیَّةِ لِیَتَوَجَّهَ اِلَیْهِ النَّاظِرُوْنَ وَیَرَوْهُ

چاند دیکھنے والے کا متعین کرنا ہے ایک شے کو اشارہ کے ساتھ اور اس پر حکم لگانا ہے چاند ہونے کا تاکہ متوجہ ہوں اس کی طرف چاند دیکھنے والے

کَمَا یَرَاهُ وَاِنَّمَا اَتٰی بِالْقَسَمِ جَرْیًا عَلٰی عَادَةِ الْمُسْتَهِلِّیْنَ غَالِبًا وَلِئَلَّا یُتَوَهَّمَ نَصْبُ الْهِلَالِ عِنْدَ الْوَقْفِ

اور اس کو دیکھیں جیسا کہ یہ دیکھ رہا ہے اور سوا اس کے نہیں لائے قسم کو چاند دیکھنے والوں کی اکثر عادت کے مطابق اور تاکہ الهلال کے نصب کا وہم نہ ہو وقف کے وقت

خلاصہ متن: ۔وقد یحذف المبتداء : صاحب کافیہ فرماتے ہیں کہ کبھی مبتداء کو بوقت قیام قرینہ جوازی طور پر حذف کردیا جاتا ہے جیسے چاند دیکھنے والے کا قول الهلال واللہ ۔ اس میں الهلال خبر ہے مبتداء محذوف ھذا کی۔اصل میں تھا ھذا الهلال واللہ.

اغراض جامی : ۔لفظیة وعقلیة: میں شارح نے ایک وہم کو دور کر دیا۔وہم یہ تھا کہ شاید قرینہ سے مراد قرینہ لفظیہ ہو کیونکہ متبادر قرینہ لفظیہ ہی ہوتا ہے تو لفظیة وعقلیة کہہ کر وہم دور کر دیا کہ قرینہ میں تعمیم ہے خواہ لفظیہ ہو یا عقلیہ۔

اي حذفا جائزا: یہ دراصل دو سوال مقدر کے جواب ہیں جن کی تفصیل گزَ ابت مَرَّ ابت گزر چکی ہے۔

لا واجبا: میں شارح نے بتایا کہ مصنف کا قول جواز امکان خاص کے معنی میں ہے یعنی حذف کرنا اور نہ کرنا دونوں ایسے مقام پر درست ہوتے ہیں۔

وقد یجب: اس عبارت کی دو غرضیں ہوسکتی ہیں (۱) صاحب کافیہ پر اعتراض کرنا (۲) یا ابن حاجب پر ہونے والے ایک اعتراض کا جواب دینا۔

غرض اول : ۔اگر اعتراض کرنا مقصود ہو تو تقریر یہ ہوگی کہ جس طرح مبتدا کو حذف کرنا جائز ہے اسی طرح بعض مقامات پر اس کا حذف واجب بھی ہے پھر کیا وجہ ہے کہ صاحب کافیہ نے حذف جوازی کو تو ذکر کیا لیکن حذف وجوبی کو ذکر نہیں کیا اس کو ذکر کرنا چاہئے تھا۔اس کے بعد شارح نے حذف وجوبی کی دو صورتیں بیان کی ہیں (۱) نعت کو موصوف سے جدا کر کے منعوت کے اعراب کے خلاف مرفوع پڑھا جائے جیسے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اَهْلُ الْحَمْدِ اس میں اهل الحمد اصل میں صفت ہے لفظ اللہ

کی۔ پھر اس کو منعوت سے جدا کر کے مرفوع پڑھا گیا اور خبر بنا دیا گیا مبتدا محذوف ھو کی تقدیر عبارت یوں ہوگی الحمد لله هُوَ اَهْلُ الْحَمْدِ۔

وانما وجب: سے غرض مبتدا کے حذف وجوبی کی وجہ بیان کرنا ہے کہ حذف اس لئے واجب ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ اصل میں وہ صفت تھی پھر زیادتی مدح یا زیادتی ذم کیلئے موصوف سے جدا کر دیا گیا اور منعوت کے اعراب کے خلاف مرفوع پڑھا گیا، اس لئے کہ جب نعت کو منعوت کے خلاف مرفوع پڑھا جائے گا تو سامع یکدم متوجہ ہوگا کہ منعوت کے اعراب کے خلاف نعت کو مرفوع پڑھنے میں کوئی نہ کوئی راز ضرور ہے لہذا وہ متکلم کی طرف پوری طرح متوجہ ہوگا اور مقصود جو کہ زیادتی مدح اور زیادتی ذم ہے حاصل ہو جائے گی اور اگر مبتداء کو ظاہر کیا جائے تو یہ فائدہ حاصل نہ ہوگا اس لئے کہ اس وقت یہ جملہ مستقلہ ہوگا تو معلوم نہ ہو سکے گا کہ اصل میں نعت تھی لہذا مقصود جو کہ زیادتی مدح اور زیادتی ذم ہے حاصل نہ ہوگا۔

فائدہ: ۔مبتدأ کے حذف وجوبی کی مثال صرف مدح کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ اور بھی اس میں بہت سی امثلہ ہیں۔ الحمد لله اهلُ الحمد یہ زیادتی مدح کی مثال ہے اور زیادتی ذم کی مثال جیسے اعوذ بالله من ابلیس عدوُّ الله اس میں عدوُّ الله اصل میں ابلیس کی نعت ہے اس کو منعوت سے جدا کر کے منعوت کے اعراب کے خلاف مرفوع پڑھا گیا اور یہ خبر ہے مبتدا محذوف کی جو کہ ھو ہے اصل میں تھا اعوذ بالله من ابلیس ھو عدوا لله۔

ویجب حذفہ ایضًا: سے مبتدا کے حذف وجوبی کی دوسری صورت بیان کر رہے ہیں کہ بعض نحویوں کے نزدیک مخصوص بالمدح اور مخصوص بالذم مبتدأ محذوف کی خبر ہیں ان کے نزدیک بھی مبتدا کو حذف کرنا واجب ہے مخصوص بالمدح کی مثال جیسے نعم الرجل زید اس میں زید خبر ہے مبتداء محذوف ھو کی اصل میں تھا نعم الرجل ھو زید اور مخصوص بالذم کی مثال بئس الرجل عمر و اصل میں تھا بئس الرجل ھو عمرو یہ بعض نحاۃ کا مذہب ہے اور بعض نحویوں کے نزدیک مخصوص بالمدح اور مخصوص بالذم خود مبتداء مؤخر ہیں اور جملہ فعلیہ خبر مقدم ہے ان کے مسلک کے مطابق یہاں کوئی مبتدا محذوف نہیں ہوگی اور یہ ہماری بحث سے خارج ہوں گے۔

غرضِ ثانی: ۔اگر اس عبارت سے غرض ابن حاجب پر وارد ہونے والے اعتراض کا جواب دینا ہو تو اعتراض کی تقریر تو وہی ہوگی جو گزر چکی ہے کہ جس طرح مبتدا کا حذف جائز ہوتا ہے اسی طرح واجب بھی ہے پھر کیا وجہ ہے مصنف نے حذف جوازی کو بیان کیا اور حذف وجوبی کو بیان نہیں کیا؟ تو شارح اس اعتراض کا جواب دیتے ہیں۔

جواب: ۔علامہ جامی رحمہ اللہ نے قد تقلیلیہ لا کر اس کے جواب کی طرف اشارہ کیا کہ مبتدا کا حذف وجوبی نہایت قلیل ہے اور القلیل کالمعدوم لھذا اس کو مستقلا الگ ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ویسے بھی ابن حاجب اختصار کے درپے

ہونے کی بنا پر قلیل پیش آنے والی صورتوں کو چھوڑ دیتے ہیں۔

سوال :۔قد تقلیلیہ حذف جوازی پر بھی داخل کیا گیا ہے اس کا حذف بھی قلیل ہے اس کو بھی ذکر نہیں کرنا چاہئے تھا۔

جواب : ۔جب قلت کے بعد قلت کا ذکر کیا جائے تو قلت ثانیہ بنسبت اول نہایت ہی قلیل بلکہ اقل کے درجہ میں ہوتی ہے اس لئے اس کو اول پر قیاس نہیں کیا جا سکتا (مزید مطالعہ کیلئے سوال باسولی ص ۲۴۸ دیکھئے)

اي المبتدا المحذوف: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : ۔ابن حاجب کی مثال ممثل لہ کے مطابق نہیں اس لئے کہ الھلال و اللہ میں الہلال تو خبر ہے ہذا مبتدا کی نہ کہ مبتدا حالانکہ مثال مبتدا محذوف جوازی کی پیش کرنی تھی تو مثال ممثل لہ کے مطابق نہیں ہے۔

جواب :۔دیا کہ کقول المستہل میں کاف بمعنی مثل ہو کر مضاف ہے اس کا مضاف الیہ محذوف ہے جو کہ المبتدا المحذوف ہے اور قول بمعنی مقول ہے اور اس سے پہلے حرف جر فی مقدر ہے مکمل عبارت یوں ہے مثل المبتداء المحذوف فی مقول المستهل پھر یہ عبارت خبر ہے مبتدا محذوف کی جو کہ المبتدا المحذوف ہے مکمل عبارت اس طرح ہوگی والمبتدأ المحذوف جوازا مثل المبتدأ المحذوف فی مقول المستهل، معنی ہے کہ مبتدا محذوف جوازا مثل اس مبتدا کے ہے جو کہ محذوف ہے مستہل کے مقول میں، لہذا مثال ممثل لہ کے مطابق ہوگئی۔

المبصر للهلال: یہ مستہل کے معنی کا بیان ہے، استہلال کے دو معنی آتے ہیں۔(۱) بوقت ولادت بچہ کا آواز نکالنا (۲) چاند دیکھنے والے کا چاند دیکھتے وقت آواز کو بلند کرنا۔تو المبصر للهلال کہہ کر شارح نے معنی ثانی کو متعین کر دیا۔

اي هذا الهلال: یہاں سے مثال کو ممثل لہ پر منطبق کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ الہلال واللہ خبر ہے مبتدا محذوف کی جو کہ ہذا ہے تقدیر عبارت یوں ہوگی هذا الهلال و الله مبتداء کو حذف کر دیا اور اس کے حذف پر قرینہ حالیہ ہے اور قرینہ حالیہ لوگوں کا چاند دیکھنے کے لئے جمع ہونا ہے۔

ولیس من باب الخبر: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔**سوال** :۔ہم تسلیم نہیں کرتے کہ الھلال و اللہ میں مبتدا محذوف ہے بلکہ خبر محذوف ہے اصل میں تھا الهلال هذا و اللہ لہذا مثال ممثل لہ کے مطابق نہیں۔

جواب :۔دیا کہ خبر کو حذف ماننا صحیح نہیں اس لئے کہ چاند دیکھنے والے کا مقصود اشارہ کے ساتھ ایک چیز کو متعین کر کے اس پر ہلالیت کا حکم لگانا ہے تاکہ دیکھنے والے اس کی طرف متوجہ ہوں اور اس کو دیکھ لیں جیسا کہ اس نے اس کو دیکھا ہے اور یہ مقصود تب حاصل ہوگا جب اس کو حذف مبتدا کے باب سے مانیں اگر اس کو حذف خبر کے باب سے مانیں تو یہ مقصود حاصل نہیں ہوگا تو مستہل کا مقصود فوت ہو جائے گا۔

وانما اتی:۔ سے شارح کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ مثال تو الھلال پر تام ہوگئی تو واللہ کا اضافہ کیوں کیا؟ **جواب:**۔ واللہ کا اضافہ دو وجہوں سے کیا ہے۔

وجہ(۱):۔ عام طور پر چاند دیکھنے والوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ دوسروں کو یقین دلانے کے لئے قسم اٹھاتے ہیں مصنف نے ان کی عادت کو ملحوظ رکھتے ہوئے قسم کا اضافہ کیا۔

وجہ(۲):۔ قسم کا اضافہ اس وجہ سے کیا تا کہ حالتِ وقف میں الھلال کے نصب کا وہم پیدا نہ ہو کیونکہ کلمۂ واحدہ میں اصل وقف ہے تو یہ وہم پیدا ہوتا کہ اصل میں الھلال مفعول بہ ہے فعل محذوف رأیت کا اصل میں رایت الھلال تھا تنگی وقت کی بنا پر فعل کو حذف کر دیا حالانکہ یہ فعل محذوف کا مفعول بہ نہیں بلکہ خبر ہے مبتداء محذوف کی۔ اس لئے قسم کا اضافہ کیا تا کہ یہ وہم پیدا نہ ہو۔

خبر کا حذف جوازی

وَقَدْ يُحْذَفُ الْخَبَرُ جَوَازًا اَیْ حَذْفًا جَائِزًا لِقِيَامِ قَرِيْنَةٍ مِنْ غَيْرِ اِقَامَةِ شَيْءٍ مَقَامَهُ مِثْلُ

اور کبھی حذف کیا جاتا ہے خبر کو جوازا یعنی حذف جوازا قرینہ موجود ہونے کی وجہ سے بغیر کسی شے کو اس کے قائم مقام کئے جیسے

الْخَبَرِ الْمَحْذُوْفِ جَوَازًا فِیْ قَوْلِکَ خَرَجْتُ فَاِذَا السَّبُعُ فَاِنَّ تَقْدِيْرَهُ عَلَى الْمَذْهَبِ

وہ خبر جو محذوف ہے جوازا تیرے قول میں خَرَجْتُ فَاِذَا السَّبُعُ پس بے شک اس کی تقدیر مذہب

الصَّحِيْحِ كَمَا نَصَّ عَلَيْهِ صَاحِبُ اللُّبَابِ خَرَجْتُ فَاِذَا السَّبُعُ وَاقِفٌ عَلٰى اَنْ يَّكُوْنَ اِذَا

صحیح کے مطابق جیسا کہ نص کی ہے اس پر صاحب لباب نے خَرَجْتُ فَاِذَا السَّبُعُ وَاقِفٌ ہے بناء بر اس کے کہ اِذَا

ظَرْفُ زَمَانٍ لِلْخَبَرِ الْمَحْذُوْفِ مِنْ غَيْرِ سَادٍّ مَسَدَّهُ اَیْ فَفِیْ وَقْتِ خُرُوْجِیْ اَلسَّبُعُ وَاقِفٌ

ظرف زمان ہے خبر محذوف کیلئے بغیر قائم مقام کے یعنی فَفِیْ وَقْتِ خُرُوْجِیْ اَلسَّبُعُ وَاقِفٌ

خلاصہ متن:۔ کبھی خبر کو بوقتِ قیامِ قرینہ حذف کر دیا جاتا ہے۔ پھر حذف خبر دو قسم پر ہے (۱) جائز (۲) واجب۔ حذف خبر جوازی اس وقت ہوتا ہے کہ جہاں حذف خبر پر قرینہ موجود ہو اور خبر کا قائم مقام نہ ہو اور حذف خبر واجب تب ہوتا ہے جب حذف پر قرینہ بھی موجود ہو اور خبر کا قائم مقام بھی موجود ہو۔ حذف جوازی کی مثال خرجت فاذا السبع ہے۔ اس کی تقدیر عبارت خرجت فاذا السبع واقف ہے اذا ظرف زمان ہے جو کہ خبر محذوف کے متعلق ہے۔ چونکہ اس محذوف خبر کا کوئی قائم مقام موجود نہیں ہے۔ اس لئے یہ حذف جوازی ہوگا وجوبی نہیں۔

اغراض جامی:۔ قد یحذف: مقدر کر کے یہ بتایا کہ مصنف کے قول الخبر کا عطف ہے المبتداء پر۔

اي حذفا جائزا : یہ عبارت حسب سابق دوسوالوں کا جواب ہے جس کی تفصیل کرات مرات گزر چکی ہے۔

لقیام : سے شارح جامی کی غرض جواب سوال مقدر۔ **سوال** :۔ کہ حذف خبر کے بیان میں مصنف نے قرینہ کوذکر نہیں کیا جبکہ حذف مبتدأ کے بیان میں قرینہ کو ذکر کیا تو اس سے وہم پیدا ہوا کہ شاید خبر کو ہر حال میں حذف کرنا جائز ہے خواہ قرینہ ہو یا نہ ہو حالانکہ حذف خبر کیلئے بھی مبتدا کی طرح قرینہ درکار ہوتا ہے۔

جواب :۔لقیام قرینۃ سے جواب دیا کہ خبر کو حذف کرنا بھی تب جائز ہے جب کہ حذف پر قرینہ موجود ہو۔

سوال :۔ جب دونوں میں قرینہ شرط ہے تو یہاں مصنف نے کیوں نہیں ذکر کیا۔

جواب :۔ جواب دیا کہ اس کو ذکر نہیں کیا ماقبل پر اکتفا کرتے ہوئے۔ من غیر اقامة سے شارح نے بتلایا کہ اگر خبر کا قائم مقام موجود ہو تو خبر کو حذف کرنا جائز نہیں بلکہ واجب ہوتا ہے۔

الخبر المحذوف: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال** :۔ خرجت فاذا السبع میں السبع مبتدا ہے نہ کہ خبر حالانکہ مثال خبر محذوف جوازا کی پیش کرنی تھی تو مثال ممثل لہ کے مطابق نہیں ہے۔

جواب :۔ مثل مضاف ہے اس کا مضاف الیہ محذوف ہے جو کہ الخبر المحذوف جو ازا فی قولک ہے۔

فان تقدیره: میں غرض مثال کو ممثل لہ پر منطبق کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ صحیح مذہب کے مطابق اس کی تقدیر عبارت خرجت فاذا السبع واقف ہے اذا ظرف زمان ہے جو کہ خبر محذوف کے متعلق ہے معنی ہے خرجت ففی وقت خروجی السبع واقف اس صورت میں خبر محذوف ہوگی مذکور نہ ہوگی اور اس کا قائم مقام بھی موجود نہیں ہے۔ لہذا مثال ممثل لہ کے مطابق ہوگئی۔

فائدہ:۔ اصح مذہب اس لئے کہا کہ بعض نحویوں کے نزدیک اذا ظرف زمان نہیں بلکہ ظرف مکان ہے اس وقت خبر محذوف نہیں بلکہ یہی اذا ہی خبر ہوگی اور معنی یہ ہوگا ففی مکان خروجی السبع ۔ اس قول کے مطابق یہ مثال فیما نحن (ہماری بحث) سے خارج ہو جائے گی۔ (سوال کابلی ص ۱۵۹)

خبر کے حذف وجوبی کا پہلا مقام

وَقَدْ يُحْذَفُ الْخَبَرُ لِقِيَامِ قَرِينَةٍ وُجُوبًا اَیْ حَذْفًا وَاجِبًا فِيمَا اُلْتُزِمَ اَیْ فِیْ تَرْكِيبٍ اُلْتُزِمَ
اور کبھی خبر کو حذف کیا جاتا ہے قیام قرینہ کی وجہ سے وجوبا یعنی حذف وجوبا اس چیز میں کہ التزام کیا گیا ہو یعنی اس ترکیب میں کہ التزام کیا گیا ہو
فِیْ مَوْضِعِهٖ اَیْ مَوْضِعِ الْخَبَرِ غَيْرُهٗ اَیْ غَيْرُ الْخَبَرِ وَذٰلِکَ فِیْ اَرْبَعَةِ اَبْوَابٍ عَلٰی مَا
اس کی جگہ میں یعنی خبر کی جگہ میں اس کے غیر کا یعنی غیر خبر کا اور یہ چار ابواب میں ہے جیسا کہ

ذَكَرَهُ الْمُصَنِّفُ اَوَّلُهَا الْمُبْتَدَأُ الَّذِيْ بَعْدَ لَوْ لَا مِثْلُ لَوْ لَا زَيْدٌ لَكَانَ كَذَا اَيْ لَوْ لَا زَيْدٌ

ذکر کیا ہے اس کو مصنف نے ان میں سے پہلا وہ مبتدا ہے جولولا کے بعد ہو جیسے لَوْ لَا زَيْدٌ لَكَانَ كَذَا یعنی لَوْ لَا زَيْدٌ

مَوْجُوْدٌ لِاَنَّ لَوْ لَا لِامْتِنَاعِ الشَّيْءِ لِوُجُوْدِ غَيْرِهِ فَيَدُلُّ عَلَى الْوُجُوْدِ وَقَدِ الْتُزِمَ فِيْ مَوْضِعِ

مَوْجُوْدٌ اس لئے کہ لولا امتناع شے کیلئے آتا ہے اس کے غیر کے موجود ہونے کی وجہ سے پس دلالت کرے گا وجود پر اور تحقیق التزام کیا گیا ہے

الْخَبَرِ جَوَابُ لَوْلَا فَيَجِبُ حَذْفُهُ لِقِيَامِ قَرِيْنَةٍ وَالْتِزَامِ قَائِمٍ مَقَامَهُ هٰذَا اِذَا كَانَ الْخَبَرُ عَامًّا وَاَمَّا اِذَا كَانَ

خبر کی جگہ میں لولا کے جواب کا تو اس کا حذف واجب ہے قیام قرینہ اور اس کے قائم مقام کے التزام کی وجہ سے یہ اس وقت ہے جب خبر عام ہو اور لیکن جب خبر

خَاصًّا فَلَا يَجِبُ حَذْفُهُ كَمَا فِيْ قَوْلِهِ شِعْرٌ

خاص ہو تو اس کا حذف واجب نہیں جیسا کہ اس کے قول میں ہے شعر۔

وَلَوْلَا الشِّعْرُ بِالْعُلَمَاءِ يُزْرِيْ	لَكُنْتُ الْيَوْمَ اَشْعَرَ مِنْ لَبِيْدٍ
اور اگر شعر علماء کو عیب دار نہ کرتا	تو میں آج لبید سے بڑا شاعر ہوتا

هٰذَا عَلٰى مَذْهَبِ الْبَصْرِيِّيْنَ وَقَالَ الْكِسَائِيُّ الْاِسْمُ الْوَاقِعُ بَعْدَهَا فَاعِلٌ لِفِعْلٍ مُقَدَّرٍ اَيْ لَوْ لَا وُجِدَ زَيْدٌ

یہ بصریین کی رائے پر ہے اور کسائی نے کہا وہ اسم جولولا کے بعد واقع ہے وہ فعل مقدر کا فاعل ہے یعنی لَوْ لَا وُجِدَ زَيْدٌ

وَقَالَ الْفَرَّاءُ لَوْ لَا هِيَ الرَّافِعَةُ لِلْاِسْمِ الَّذِيْ بَعْدَهَا

اور فراء نے کہا لولا ہی رفع دینے والا ہے اس اسم کو جو اس کے بعد ہے

خلاصہ متن: ۔صاحب کافیہ بتا رہے ہیں کہ کبھی خبر کو وجوباً حذف کیا جاتا ہے۔اور پھر اس وجوباً حذف کی ماتن نے چار مثالیں دی ہیں جن میں دراصل چار ابواب کی طرف اشارہ کیا ہے جس کی تفصیل شرح میں آرہی ہے۔

اغراض جامی: ۔<u>یحذف الخبر</u>: سے اشارہ کردیا کہ وجوبا کا عطف جوازا پر ہے۔

<u>فی ترکیب</u>: میں ما کے مصداق کو متعین کردیا کہ اس کا مصداق ترکیب ہے۔ <u>موضع الخبر</u>: میں ضمیر کا مرجع متعین کردیا۔

<u>غیر الخبر</u>: میں بھی ضمیر کا مرجع متعین کردیا۔

<u>وذلک فی اربعة ابواب</u>: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔**سوال**: ۔مثال سے مقصود ممثل لہ کی وضاحت ہوتی ہے اور وضاحت کے لئے ایک مثال ہی کافی تھی۔مصنف نے چار مثالیں کیوں ذکر کی ہیں؟

جواب: ۔حذف خبر کے چار ابواب ہیں اسلئے مصنف نے ہر باب کیلئے ایک ایک مثال بیان کی ہے۔تو تعدد امثلہ ممثل لہ

کے تعدد کی وجہ سے ہے (سوال کابلی ص ۱۵۹)

اولھا: یہاں سے پہلا مقام ذکر کر رہے ہیں۔ وہ مبتداء جو لولا کے بعد واقع ہو اس کی خبر کو حذف کرنا واجب ہے جیسے لو لا زید لکان کذا.

ای لو لا زید موجود: سے شارح جامی مثال کو ممثل لہ پر منطبق کرتے ہیں کہ لو لا زید لکان کذا میں زید مبتدا ہے جو کہ لولا کے بعد واقع ہے اس کی خبر محذوف ہے جو کہ موجود ہے اصل میں تھا لو لا زید موجود لکان کذا.

لان لولا: یہاں سے حذف پر قرینہ ذکر کرتے ہیں کہ اس کے حذف پر قرینہ لولا ہے اس لئے کہ لولا امتناع ثانی کے لئے آتا ہے بسبب وجود اول کے۔ یعنی لولا یہ بتاتا ہے کہ چونکہ اول چیز پائی جارہی ہے اس لئے ثانی ممتنع ہے۔ لہذا لولا وجود پر دلالت کرے گا۔

وقد التزم: یہاں سے خبر کے قائم مقام کا بیان ہے کہ خبر کا قائم مقام جواب لولا ہے۔

فیجب: میں ماقبل کے نتیجہ کا بیان ہے کہ چونکہ یہاں حذف خبر پر قرینہ بھی موجود ہے اور خبر کا قائم مقام بھی موجود ہے اس وجہ سے خبر کو وجوبی طور پر حذف کر دیا گیا۔

ھذا اذا کان: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ آپ کا ضابطہ مذکورہ منقوض ہے امام شافعی رحمہ اللہ کے اس شعر کے ساتھ:

ولولا الشعر بالعلماء یزری لکنت الیوم اشعر من لبید

اس شعر میں لولا کے بعد الشعر مبتدا واقع ہے اور اس کی خبر یزری مابعد میں مذکور ہے محذوف نہیں ہے۔ معلوم ہوا لولا کے بعد حذف خبر واجب نہیں ہے۔

جواب:۔ وہ مبتدا جو لولا کے بعد واقع ہو اس کی خبر کو حذف کرنا اس صورت میں واجب ہے جب خبر افعال عامہ میں سے ہو اور مثال مذکور میں خبر افعال عامہ میں سے نہیں بلکہ افعال خاصہ میں سے ہے لہذا اس کے ذریعے نقض وارد نہیں ہوگا۔

ھذا علی مذھب: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال**:۔ ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ وہ اسم جو لولا کے بعد واقع ہو وہ مرفوع ہوتا ہے مبتداء ہونے کی وجہ سے بلکہ وہ مرفوع ہوتا ہے فعل مقدر کا فاعل ہونے کی وجہ سے جیسے لو لا زید لکان کذا کی تقدیر عبارت لو لا وجد زید الخ ہے یا وہ مرفوع ہوتا ہے خود لولا کی وجہ سے اس لئے کہ لولا اسمائے افعال میں سے ہے جو اپنے مابعد کو فاعلیت کی بناء پر رفع دیتا ہے لہذا مثال ممثل لہ کے مطابق نہ ہوئی۔

جواب:۔ وہ اسم جو لولا کے بعد واقع ہو اس کے مرفوع ہونے کی وجہ میں نحاۃ کا اختلاف ہے۔ نحاۃ بصرہ کے مذہب کے مطابق وہ اسم جو لولا کے بعد واقع ہو وہ مرفوع ہوتا ہے مبتداء ہونے کی وجہ سے اور اس کی خبر اگر افعال عامہ میں سے ہو تو خبر کو

حذف کرنا واجب ہے۔ اور مصنف نے اسی مذہب کو اختیار کرتے ہوئے مثال ذکر کی ہے۔ لیکن یہاں دو مسلک اور بھی ہیں جو کہ مرجوح ہیں جن کو مصنف نے ذکر نہیں کیا اسلئے مصنف کی اپنے مذہب کے مطابق مثال ممثل لہ کے مطابق ہے۔

مسلک (۲) : امام کسائی کوفی کا مذہب یہ ہے کہ وہ اسم جو لولا کے بعد واقع ہو وہ مرفوع ہوتا ہے فعل مقدر کا فاعل ہونے کی بناء پر۔ لولا زید اصل میں تھا لولا وجد زید۔

مسلک (۳): امام فراء کے نزدیک وہ اسم جو لولا کے بعد واقع ہو وہ مرفوع ہوتا ہے لولا کی وجہ سے اس لئے کہ لولا اسمائے افعال میں سے ہے جو اپنے مابعد کو فاعلیت کی بنائے پر رفع دیتا ہے۔

خبر کے حذف وجوبی کا دوسرا مقام

وَثَانِيهَا كُلُّ مُبْتَدَإٍ كَانَ مَصْدَرًا صُوْرَةً اَوْ بِتَاوِيْلِهٖ مَنْسُوْبًا اِلَى الْفَاعِلِ اَوِ الْمَفْعُوْلِ اَوْ كِلَيْهِمَا وَبَعْدَهٗ

اور دوسری جگہ ہر مبتدا کہ مصدر ہو صورۃً یا مصدر کی تاویل میں ہو منسوب ہو فاعل یا مفعول یا دونوں کی طرف اور اس کے بعد

حَالٌ اَوْ كَانَ اسْمَ تَفْضِيْلٍ مُضَافًا اِلٰى ذٰلِكَ الْمَصْدَرِ وَذٰلِكَ مِثْلُ ذَهَابِيْ رَاجِلًا وَضَرْبُ زَيْدٍ قَائِمًا

حال ہو یا اسم تفضیل ہو مضاف ہو اس مصدر کی طرف اور یہ جیسے ذَهَابِيْ رَاجِلًا اور ضَرْبُ زَيْدٍ قَائِمًا

اِذَا كَانَ زَيْدٌ مَفْعُوْلًا بِهٖ وَمِثْلُ ضَرْبِيْ زَيْدًا قَائِمًا اَوْ قَائِمَيْنِ وَاَنْ ضَرَبْتُ زَيْدًا قَائِمًا وَاَكْثَرُ شُرْبِيَ السَّوِيْقَ

جب کہ زید مفعول بہ ہو اور جیسے ضَرْبِيْ زَيْدًا قَائِمًا اَوْ قَائِمَيْنِ اور اَنْ ضَرَبْتُ زَيْدًا قَائِمًا اور وَاَكْثَرُ شُرْبِيَ السَّوِيْقَ

مَلْتُوْتًا وَاَخْطَبُ مَا يَكُوْنُ الْاَمِيْرُ قَائِمًا فَذَهَبَ الْبَصْرِيُّوْنَ اِلٰى اَنَّ تَقْدِيْرَهٗ ضَرْبِيْ زَيْدًا حَاصِلٌ اِذَا كَانَ

مَلْتُوْتًا اور اَخْطَبُ مَا يَكُوْنُ الْاَمِيْرُ قَائِمًا پس گئے ہیں بصریین اس بات کی طرف کہ اس کی تقدیر عبارت ضَرْبِيْ زَيْدًا حَاصِلٌ اِذَا كَانَ

قَائِمًا فَحُذِفَ حَاصِلٌ كَمَا يُحْذَفُ مُتَعَلَّقَاتُ الظُّرُوْفِ نَحْوُ زَيْدٌ عِنْدَكَ فَبَقِيَ اِذَا كَانَ

قَائِمًا ہے پس حذف کیا گیا حَاصِلٌ جیسا کہ حذف کئے جاتے ہیں ظروف کے متعلقات جیسے زَيْدٌ عِنْدَكَ پس باقی رہا اِذَا كَانَ قَائِمًا

ثُمَّ حُذِفَ اِذَا مَعَ شَرْطِهِ الْعَامِلِ فِي الْحَالِ وَاُقِيْمَ الْحَالُ مَقَامَ الظَّرْفِ لِاَنَّ فِي الْحَالِ مَعْنَى الظَّرْفِيَّةِ

پھر حذف کیا گیا اِذَا اپنی شرط سمیت جو عامل ہے حال میں اور حال کو ظرف کے قائم مقام کیا گیا اس لئے کہ حال میں ظرفیت کا معنی موجود ہے

فَالْحَالُ قَائِمٌ مَقَامَ الظَّرْفِ الْقَائِمِ مَقَامَ الْخَبَرِ فَيَكُوْنُ الْحَالُ قَائِمًا مَقَامَ الْخَبَرِ

پس حال قائم مقام ہے ظرف کے جو قائم مقام ہے خبر کے پس حال قائم مقام خبر کے ہے

خلاصہ متن و اغراض جامی :۔ یہاں سے خبر کے حذف وجوبی کی دوسری مثال پیش کی ہے۔ جس سے ایک

ضابطہ کی طرف اشارہ ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے (۱) ہر وہ مبتداء جو صورۃً مصدر ہو یا تاویلاً مصدر ہو اور منسوب الی الفاعل ہو یا منسوب الی المفعول ہو یا فاعل اور مفعول دونوں کی طرف منسوب ہو اور منسوب الیہ کے بعد حال واقع ہو (۲) یا مبتداء اسم تفضیل ہو جو مضاف ہو ایسے مصدر کی طرف جو صورۃً یا تاویلاً مصدر ہو جو فاعل کی طرف یا مفعول کی طرف یا دونوں کی طرف منسوب ہو اور منسوب الیہ کے بعد حال واقع ہو تو ایسی صورت میں خبر کو حذف کرنا واجب ہے۔

وضاحت: اس ضابطہ کی دو جزئیں ہیں۔ (۱) وہ مبتداء جو مصدر ہو خواہ صورۃً مصدر ہو یا تاویلاً مصدر ہو اور منسوب ہو فاعل کی طرف یا مفعول کی طرف یا دونوں کی طرف اور منسوب الیہ کے بعد حال واقع ہو۔ (۲) وہ مبتداء جو اسم تفضیل ہو اور مضاف ہو اس مصدر کی طرف جو صورۃً یا تاویلاً مصدر ہو اور منسوب ہو فاعل کی طرف یا مفعول کی طرف یا دونوں کی طرف اور منسوب الیہ کے بعد حال واقع ہو۔

ان دونوں جزوں میں سے ہر جزء کی چھ صورتیں ہیں۔

جز اول کی چھ صورتیں یہ ہیں (۱) مبتدا صورۃً مصدر ہو اور منسوب ہو فاعل کی طرف اور منسوب الیہ کے بعد حال واقع ہو۔ جیسے ذھابی راجلا۔ اس مثال میں ذھابی صورۃً مصدر ہے اور اپنے فاعل ضمیر متکلم کی طرف منسوب ہے اور اس کے بعد حال واقع ہے۔ اس کی تقدیرِ عبارت ذھابی حاصل اذا کنت راجلا ہے۔ اولاً حاصل خبر کو حذف کر دیا اس لئے کہ ظرف اذا کنت اس کے متعلق ہے اور ظرف اپنے متعلق پر دلالت کرتا ہے جب خبر کو حذف کر دیا تو ذھابی اذا کنت راجلا ہو گیا، ثانیاً اذا کنت فعل شرط جو کہ حال میں عامل ہے حذف کر دیا گیا اور حال کو اس کے قائم مقام کر دیا گیا اس لئے کہ حال میں ظرفیت کے معنی پائے جاتے ہیں جیسے جاء نی زید راکبا معنی ہے جاء نی زید فی زمان رکوبہ جب حال کو ظرف کے قائم مقام کر دیا تو ذھابی راجلا ہو گیا، پس مبتدا کی خبر حاصل وجوبی طور پر حذف ہے اس لئے کہ اس کے حذف پر قرینہ بھی موجود ہے اور اس کا قائم مقام بھی موجود ہے قرینہ راجلا ہے اس لئے کہ راجلا ظرف پر دلالت کرتا ہے اور ظرف خبر پر دلالت کرتا ہے۔ تو راجلا دلالت کرے گا خبر پر اس لئے کہ دال علی الشی پر دال ہ دال علی ذٰلک الشیء ہوتا ہے اور قائم مقام بھی راجلا ہے اس لئے کہ راجلا قائم مقام ہے ظرف کے اور ظرف قائم مقام ہے خبر کے لہٰذا راجلا بھی قائم مقام ہو گا خبر کے۔

(۲) مبتدا صورۃً مصدر ہو اور منسوب ہو مفعول کی طرف اور اس کے بعد حال واقع ہو۔ جیسے ضَرْبُ زَیْدٍ قَائِمًا۔ اس مثال میں ضَرْبُ صورۃً مصدر ہے اور مفعول کی طرف منسوب ہے اور قائما اس سے حال واقع ہے اصل میں ضرب زید حاصل اذا کان قائما ہے۔ شارح رحمہ اللہ نے یہاں زید کے بعد اذا کان مفعولا بہ کا اضافہ اس لئے کیا کیونکہ ضَرْبُ زَیْدٍ قَائِمًا میں زید میں دو احتمال ہیں (۱) یہ ضرب کا فاعل ہو (۲) ضرب کا مفعول ہو۔ تو شارح نے اذا کان الخ کہہ کر احتمال ثانی کو متعین

کردیا تاکہ تکرار لازم نہ آئے اس لئے کہ منسوب الی الفاعل کی مثال گزر چکی ہے۔

(۳) مبتداء صورۃً مصدر ہو اور منسوب ہو فاعل اور مفعول دونوں کی طرف اور ان دونوں کے بعد حال واقع ہو۔ جیسے ضَرْبِیْ زَیْدًا قَائِمًا۔ یہی متن کی مثال ہے اس میں مبتدا صورۃً مصدر ہے اور منسوب ہے فاعل اور مفعول دونوں کی طرف اور ان میں سے کسی ایک سے حال واقع ہے۔ اور اگر اسی مثال کو ضَرْبِیْ زَیْدًا قَائِمَیْنِ پڑھیں تو یہ اس مبتدا کی مثال ہوگی جو صورۃ مصدر ہو اور منسوب ہو فاعل اور مفعول دونوں کی طرف اور قائمین دونوں سے حال واقع ہے۔ باقی تقدیر عبارت اور بقیہ تفصیل ویسے ہی ہے جیسے پہلی مثال میں گزری۔

(۴) مبتدا تاویلاً مصدر ہو اور منسوب ہو فاعل کی طرف اور اس کے بعد حال واقع ہو۔ جیسے اَنْ ضَرَبْتُ قَائِمًا.

(۵) مبتداء تاویلاً مصدر ہو اور منسوب ہو مفعول کی طرف اور منسوب الیہ کے بعد حال واقع ہو۔ جیسے اَنْ ضُرِبَ زَیْدٌ قَائِمًا.

(۶) مبتدا تاویلاً مصدر ہو اور منسوب ہو فاعل اور مفعول دونوں کی طرف اور منسوب الیہ کے بعد حال واقع ہو۔ جیسے اَنْ ضَرَبْتُ زَیْدًا قَائِمًا.

اور دیگر امثلہ میں اگر فاعل اور مفعول دونوں سے حال ہونے کی مثال بنانی ہو تو قَائِمًا کی بجائے تثنیہ یعنی قَائِمَیْنِ پڑھا جائے گا جیسے اَنْ ضَرَبْتُ زَیْدًا قَائِمَیْنِ.

جز ثانی کی بھی اسی طرح چھ صورتیں ہیں (۷) مبتدا اسم تفضیل ہو اور مضاف ہو صورۃً مصدر کی طرف اور وہ مصدر منسوب ہو فاعل کی طرف اور اس کے بعد حال واقع ہو۔ جیسے اَکْثَرُ شُرْبِیْ قَائِمًا.

(۸) مبتدا اسم تفضیل مضاف ہو صورۃً مصدر کی طرف اور وہ مصدر منسوب ہو مفعول کی طرف اور منسوب الیہ کے بعد حال واقع ہو۔ جیسے اَکْثَرُ ضَرْبِ زَیْدٍ قَائِمًا.

(۹) مبتدا اسم تفضیل ہو اور صورۃً مصدر کی طرف مضاف ہو اور وہ مصدر منسوب ہو فاعل اور مفعول دونوں کی طرف اور منسوب الیہ کے بعد حال واقع ہو۔ جیسے اَکْثَرُ شُرْبِیْ السَّوِیْقَ مَلْتُوْتًا.

(۱۰) مبتدا اسم تفضیل ہو اور مضاف ہو مصدر تاویلی کی طرف اور وہ مصدر تاویلی منسوب ہو فاعل کی طرف اور منسوب الیہ کے بعد حال واقع ہو جیسے اَخْطَبُ مَا یَکُوْنُ الْاَمِیْرُ قَائِمًا.

(۱۱) مبتدا اسم تفضیل ہو اور مضاف ہو مصدر تاویلی کی طرف اور وہ منسوب ہو مفعول کی طرف اور منسوب الیہ کے بعد حال واقع ہو جیسے اَکْثَرُ اَنْ ضُرِبَ زَیْدٌ قَائِمًا.

(۱۲) مبتدا اسم تفضیل ہو اور مضاف ہو مصدر تاویلی کی طرف اور وہ منسوب ہو فاعل اور مفعول دونوں کی طرف اور منسوب الیہ

کے بعد حال واقع ہو۔جیسے اَکْثَرُ اَنْ ضَرَبْتُ زَیْدًا قَائِمًا.(سوال کا بقیہ ص ۱۶۱)

تمام امثلہ کا خلاصہ

۱	مبتدا صورۃً مصدر ہو	منسوب الی الفاعل ہو	ذِهَابِیْ رَاجِلاً
۲	مبتدا صورۃً مصدر ہو	منسوب الی المفعول ہو	ضَرْبُ زَیْدٍ قَائِمًا
۳	مبتدا صورۃً مصدر ہو	منسوب الی الفاعل والمفعول ہو	ضَرْبِیْ زَیْدًا قَائِمًا
۴	مبتدا تاویلاً مصدر ہو	منسوب الی الفاعل ہو	اَنْ ضَرَبْتُ قَائِمًا.
۵	مبتدا تاویلاً مصدر ہو	منسوب الی المفعول ہو	اَنْ ضُرِبَ زَیْدٌ قَائِمًا
٦	مبتدا تاویلاً مصدر ہو	منسوب الی الفاعل والمفعول ہو	اَنْ ضَرَبْتُ زَیْدًا قَائِمًا
۷	مبتدا اسم تفضیل مضاف ہو صورۃً مصدر کی طرف	منسوب الی الفاعل ہو	اَکْثَرُ شُرْبِیْ قَائِمًا
۸	مبتدا اسم تفضیل مضاف ہو صورۃً مصدر کی طرف	منسوب الی المفعول ہو	اَکْثَرُ ضَرْبِ زَیْدٍ قَائِمًا
۹	مبتدا اسم تفضیل مضاف ہو صورۃً مصدر کی طرف	منسوب الی الفاعل والمفعول ہو	اَکْثَرُ شُرْبِیْ السَّوِیْقَ مَلْتُوْتًا
۱۰	مبتدا اسم تفضیل ہو اور مضاف ہو مصدر تاویلی کیطرف	منسوب الی الفاعل ہو	اَخْطَبُ مَا یَکُوْنُ الْاَمِیْرُ قَائِمًا
۱۱	مبتدا اسم تفضیل ہو اور مضاف ہو مصدر تاویلی کیطرف	منسوب الی المفعول ہو	اَکْثَرُ اَنْ ضُرِبَ زَیْدٌ قَائِمًا
۱۲	مبتدا اسم تفضیل ہو اور مضاف ہو مصدر تاویلی کیطرف	منسوب الی الفاعل والمفعول ہو	اَکْثَرُ اَنْ ضَرَبْتُ زَیْدًا قَائِمًا

فذهب البصريون: سے غرض شارح یہ ہے کہ اس مقام ثانی میں تقدیر عبارت اور اصل کے متعلق نحویوں کا اختلاف ہے۔
اس بات میں سب کا اتفاق ہے کہ ضَرْبِیْ زَیْدًا قَائِمًا میں مبتدا کی خبر وجوباً محذوف ہے لیکن اس بات میں اختلاف ہے کہ اس کی اصل کیا ہے اور حذف خبر کی صورت کیا ہے اس میں پانچ مذاہب ہیں جن کو شارح نقل کرتے ہیں۔

مذہب (۱):۔ فذهب البصريون سے مذہب اول کا بیان ہے نحاۃ بصرہ کا مذہب یہ ہے کہ ضَرْبِیْ زَیْدًا قَائِمًا کی تقدیر ضربی زیدا حاصل اذا کان قائما ہے اولا حاصل خبر کو حذف کر دیا جس طرح کہ ظرف کے متعلقات کو حذف کر دیا جاتا ہے جیسے زید عندک ظرف کا متعلق حاصل محذوف ہے جب حاصل خبر کو حذف کر دیا تو ضربی زیدا اذا کان قائما ہو گیا ثانیا اذا کان فعل شرط کو جو کہ حال میں عامل ہے حذف کر دیا اور حال کو اس کے قائم مقام کر دیا اس لئے کہ حال میں ظرف کے معنی پائے جاتے ہیں جب حال کو ظرف کے قائم مقام کر دیا تو ضَرْبِیْ زَیْدًا قَائِمًا ہو گیا اب خبر کا حذف واجب ہے اس لئے کہ

حذف خبر پر قرینہ بھی موجود ہے اور قائم مقام بھی موجود ہے قرینہ قائما ہے اس لئے کہ قائما دال ہے ظرف پر اور ظرف دال ہے خبر پر اور دال علی الشی پر دال، دال علی ذٰلک الشی ، ہوتا ہے اور قائم مقام بھی قائما ہے اس لئے کہ قائما قائم مقام ہے ظرف کے اور ظرف قائم مقام ہے خبر کے اور کسی شے کے قائم مقام کا قائم مقام اس شے کا قائم مقام ہوتا ہے۔

مذکورہ مقام میں مثال کی تاویل میں نحاۃ کے مذاہب خمسہ

قَالَ الرَّضِیُّ هٰذَا مَا قِیْلَ فِیْهِ تَکَلُّفَاتٌ کَثِیْرَةٌ وَهِیَ حَذْفُ إِذَا مَعَ الْجُمْلَةِ الْمُضَافِ إِلَیْهَا وَلَمْ یَثْبُتْ فِیْ غَیْرِ هٰذَا

امام رضی فرماتے ہیں یہ وہ جو کہا گیا ہے اس میں کثیر تکلفات ہیں اور وہ اذا کو حذف کرنا ہے جملہ کے ساتھ جو کہ مضاف الیہ ہے اور نہیں ثابت

الْمَکَانِ وَالْعُدُوْلُ عَنْ ظَاهِرِ مَعْنٰی کَانَ النَّاقِصَةِ إِلٰی مَعْنٰی کَانَ التَّامَّةِ وَالَّذِیْ یَظْهَرُ لِیْ

اس جگہ کے علاوہ میں اور عدول کرنا کان ناقصہ کے ظاہر معنی سے کان تامہ کی طرف، اور وہ جو ظاہر ہوا ہے میرے لئے

اَنَّ تَقْدِیْرَهٗ بِنَحْوِ ضَرْبِیْ زَیْدًا یُلَابِسُهٗ قَائِمًا إِذَا اَرَدْتَّ الْحَالَ عَنِ الْمَفْعُوْلِ وَضَرْبِیْ زَیْدًا یُلَابِسُنِیْ قَائِمًا

بے شک اس کی تقدیر مثل ضَرْبِیْ زَیْدًا یُلَابِسُهٗ قَائِمًا ہوگی جب تو ارادہ کرے حال کا مفعول سے اور وَضَرْبِیْ زَیْدًا یُلَابِسُنِیْ قَائِمًا ہوگی

إِذَا کَانَتْ عَنِ الْفَاعِلِ اَوْلٰی، ثُمَّ تَقُوْلُ حُذِفَ الْمَفْعُوْلُ الَّذِیْ هُوَ ذُو الْحَالِ فَبَقِیَ ضَرْبِیْ زَیْدًا یُلَابِسُ

جب حال فاعل سے ہو اولیٰ ہے۔ پھر تو کہے حذف کیا گیا مفعول جو ذوالحال ہے پس باقی رہا ضَرْبِیْ زَیْدًا یُلَابِسُ

قَائِمًا وَیَجُوْزُ حَذْفُ ذِی الْحَالِ مَعَ قِیَامِ الْقَرِیْنَةِ کَمَا تَقُوْلُ الَّذِیْ ضَرَبْتَ قَائِمًا زَیْدٌ اَیْ ضَرَبْتَهٗ ثُمَّ حُذِفَ

قَائِمًا اور جائز ہے ذوالحال کو حذف کرنا قرینہ کی موجودگی میں جیسا کہ تو کہے گا اَلَّذِیْ ضَرَبْتَ قَائِمًا زَیْدٌ یعنی ضَرَبْتَهٗ پھر

یُلَابِسُ الَّذِیْ هُوَ خَبَرُ الْمُبْتَدَاِ وَالْعَامِلُ فِی الْحَالِ وَقَامَ الْحَالُ مَقَامَهٗ کَمَا تَقُوْلُ رَاشِدًا مَّهْدِیًّا اَیْ سِرْ

حذف کیا گیا یُلَابِسُ جو مبتدا کی خبر ہے اور حال میں عامل ہے اور حال اس کے قائم مقام ہو گیا جیسا کہ تو کہتا ہے رَاشِدًا مَّهْدِیًّا یعنی مَهْدِیًّا

رَاشِدًا مَهْدِیًّا فَعَلٰی هٰذَا یَکُوْنُوْنَ مُسْتَرِیْحِیْنَ مِنْ تِلْکَ التَّکَلُّفَاتِ الْبَعِیْدَةِ وَقَالَ الْکُوْفِیُّوْنَ تَقْدِیْرُهٗ

پس اس کے مطابق وہ راحت پانے والے ہوں گے ان تکلفات بعیدہ سے اور کوفیین نے کہا اس کی تقدیر

ضَرْبِیْ زَیْدًا قَائِمًا حَاصِلٌ بِجَعْلِ قَائِمًا مِنْ مُتَعَلِّقَاتِ الْمُبْتَدَاِ وَیَلْزَمُهُمْ حَذْفُ الْخَبَرِ

ضَرْبِیْ زَیْدٌ قَائِمًا حَاصِلٌ ہے قَائِمًا کو مبتدا کے متعلقات میں سے بنانے کے ساتھ اور لازم آئے گا ان کو حذف کرنا خبر کا

مِنْ غَیْرِ سَدِّ شَیْءٍ مَسَدَّهٗ وَتَقْیِیْدُ الْمُبْتَدَاِ الْمَقْصُوْدِ عُمُوْمُهٗ بِدَلِیْلِ الْاِسْتِعْمَالِ وَذَهَبَ

کسی شے کو اس کے قائم مقام کئے بغیر اور مبتدا مقصود کو مقید کرنا اور اس کا عام ہونا استعمال کی دلیل سے اور گئے ہیں

الْاَخْفَشُ اِلٰی اَنَّ الْخَبَرَ الَّذِیْ سُدَّتِ الْحَالُ مَحَلَّهٗ مَصْدَرٌ مُضَافٌ اِلٰی صَاحِبِ الْحَالِ اَیْ
امام اخفش اس بات کی طرف کہ وہ خبر کہ حال اس کے محل میں رکھا گیا ہے وہ مصدر ہے جو مضاف ہے ذوالحال کی طرف یعنی
ضَرْبِیْ زَیْدًا ضَرْبُهٗ قَائِمًا وَذَهَبَ بَعْضُهُمْ اِلٰی اَنَّ هٰذَا الْمُبْتَدَأَ لَا خَبَرَ لَهٗ لِكَوْنِهٖ بِمَعْنَی
ضَرْبِیْ زَیْدًا ضَرْبُهٗ قَائِمًا اور گئے ہیں بعض اس بات کی طرف کہ اس مبتدا کی خبر نہیں ہے کیونکہ یہ بمعنی
الْفِعْلِ اِذِ الْمَعْنٰی مَا اَضْرِبُ زَیْدًا اِلَّا قَائِمًا
فعل کے ہے اس لئے کہ معنی یہ ہے مَا اَضْرِبُ زَیْدًا اِلَّا قَائِمًا

اغراض جامی: ۔مذکورہ مثال ضَرْبِیْ زَیْدًا قَائِمًا کی تاویل میں پہلا مذہب سابقہ عبارت میں گزر چکا ہے لیکن اس میں نحویوں میں اختلاف ہے اور اس بارے میں مزید چار مذاہب شارح جامی نے اس عبارت بالا میں بیان کئے ہیں جن کی تفصیل ذکر کی جاتی ہے

مذہب (۲): ۔وقال الرضی سے مذہب ثانی کا بیان ہے۔شیخ رضی فرماتے ہیں کہ بصریوں کے مذہب کے مطابق توجیہ مذکور میں تکلفات کثیرہ ہیں (۱) اذا کو مع جملہ مضاف الیہ کے حذف کرنا جو اس مقام کے علاوہ کسی اور جگہ ثابت نہیں۔

جواب: ۔یہ غلط ہے کیونکہ حذف اذا مع الجملہ شائع کثیر لا تعد ولا تحصی ہے خصوصا فاء تفریعیہ کے مقام پر مثلاً فہند یجوز صرفہ اس سے پہلے اذا کان الامر کذلک محذوف ہے۔

(۲) کان ناقصہ سے کان تامہ کی طرف عدول کرنا جب کہ ظاہر یہی ہے کہ کان ناقصہ ہے اس لئے کہ قائما منصوب ہے وہ کان کی خبر ہے۔

جواب: ۔یہاں کان تامہ ہے ناقصہ نہیں ہوسکتا کیونکہ کان ناقصہ کی خبر معرفہ نکرہ دونوں آسکتی ہے حالانکہ یہاں قائما نکرہ ہے اس کو معرفہ لانا جائز نہیں ہے ثابت ہوا یہ کان تامہ ہے ناقصہ نہیں ہوسکتا۔

(۳) حال کو ظرف کے قائم مقام کرنا جس کی کلام عرب میں کوئی نظیر نہیں۔

جواب: ۔حال کو ظرف کے قائم مقام کرنا مشہور و معروف ہے حال میں بھی ظرفیت کا معنی ہے۔لہذا علامہ رضی کے تینوں اعتراض غلط ہیں (سوال کابلی ص ۱۶۲)

علامہ رضی فرماتے ہیں کہ اولیٰ یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ اس کی اصل ضربی زیدا یلابسہ قائما ہے اگر قائما مفعول سے حال واقع ہو اور اگر فاعل سے حال واقع ہو تو اصل ضربی زیدا یلابسنی قائما ہے پھر ضمیر مفعول جو کہ

ذوالحال ہے اس کو حذف کر دیا تو ضربی زید یلابس قائما ہوگیا۔

وحذف: سے شارح جامی علامہ رضی پر ہونے والے ایک سوال مقدر کا جواب دے رہے ہیں۔

سوال:۔ جناب عالی یہاں تو ذوالحال کو حذف کیا جارہا ہے۔ کیا ذوالحال کا حذف کرنا تکلف نہیں ہے، یہ جائز ہے؟

جواب:۔ ذوالحال کا حذف بوقتِ قیامِ قرینہ جائز ہے جیسے الذی ضربت قائما زید اس کی اصل الذی ضربته قائما زید ہے اس میں ہ ضمیر ذوالحال ہے جس کو حذف کر دیا گیا اس کے حذف پر قرینہ الذی ہے اس لئے کہ جملہ صلہ میں عائد کا ہونا ضروری ہوتا ہے اس کے بعد یلابس جو کہ مبتدا کی خبر اور حال میں عامل ہے اس کو حذف کر دیا گیا اور حال کو اس کے قائم مقام کر دیا تو ضربی زیدا قائما ہوگیا۔

کما تقول راشدا مھدیا: یہاں سے شارح کی غرض حال کے عامل کو حذف کرنے کی نظیر پیش کرنا ہے اس کی نظیر راشدا مھدیا ہے اس کی اصل سرا راشد مھدیا ہے سر حال میں عامل ہے اس کو حذف کر دیا گیا اور حال کو اس کے قائم مقام کر دیا گیا تو راشدا مھدیا ہوگیا اسی طرح یلابس جو کہ حال میں عامل ہے اس کو حذف کر دیا گیا اور حال کو اس کے قائم مقام کر دیا گیا۔

تبصرہ:۔ شیخ رضی کی تقدیر بھی تکلف سے خالی نہیں ہے کیونکہ یلابس کی تقدیر معہود و معروف نہیں ہے۔ نیز مولانا وسیم گل باسولی فرماتے ہیں کہ اگرچہ بصریوں کی تفسیر و تشریح میں تین تکلفات ہیں اور شیخ رضی کی تقریر میں ایک تکلف ہے لیکن یہ تکلف واحد اتنا خطرناک ہے کہ تینوں پر بھاری ہے، وہ یہ ہے کہ عامل محذوف میں اصل یہ ہے کہ وہ افعال عامہ میں سے ہو اور یلابس افعال خاصہ میں سے ہے لہٰذا اس کا حذف مناسب نہیں ہے۔ دیکھئے سوال باسولی: او نقول ان فی تفسیرھم وان کان تکلفات لکن فی تفسیرک تکلف واحد فوق منها لان الاصل فی العامل المحذوف ان یکون من الافعال العامة والملابسة من الافعال الخاصة (ص۲۵۴)

مذہب (۳): ۔قال الکوفیون: سے مذہب ثالث کا بیان ہے۔ نحاۃ کوفہ کا مذہب یہ ہے کہ ضربی زیدا قائما کی اصل ضربی زیدا قائما حاصل ہے وہ قائما کو مبتداء کے متعلقات میں سے بناتے ہیں، یعنی قائما کا تعلق خبر محذوف کے ساتھ نہیں جیسا کہ مذہب اول اور مذہب ثانی میں گزرا بلکہ قائما کا تعلق ضرب مصدر کے ساتھ ہے جو ترکیب میں مبتدا ہے اور اس کے بعد اس کی خبر وجوبی طور پر محذوف ہے جو کہ حاصل ہے۔

یلزمھم: یہاں سے علامہ جامی نحاۃ کوفہ کے مذہب کو رد کر رہے ہیں دو وجہ سے۔

وجہ اول: اس صورت میں خبر کا بغیر قائم مقام کے محذوف ہونا لازم آئے گا کیونکہ قائما مبتدا کے متعلقات میں سے ہے اور جو چیز مبتدا کے متعلقات میں سے ہو وہ خبر کے قائم مقام نہیں بن سکتی۔

وجہ ثانی: اس صورت میں مبتدا کو مقید کرنا لازم آئے گا کیونکہ حال اپنے فاعل کی قید بنتا ہے حالانکہ مبتدا میں مقصود عموم ہوتا ہے۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ اہل عرب ایسے موقع پر مبتدا کو عموم میں استعمال کرتے ہیں۔

مذہب (۴):۔ ذهب الاخفش یہاں سے مذہب رابع کا بیان ہے۔ علامہ اخفش کا مذہب یہ ہے کہ حال کو جس خبر کے قائم مقام کیا گیا ہے وہ حاصل نہیں ہے بلکہ مصدر ہے جو مضاف ہے ذوالحال کی طرف اور ضربی زیدا قائما اصل میں ضربی زیدا ضربه قائما تھا اس میں قائما حال ہے ہ ضمیر سے پھر ضربہ جو کہ قائما میں عامل ہے اس کو حذف کر کے قائما کو اس کے قائم مقام کر دیا گیا۔ اخفش کی دلیل یہ ہے کہ اس میں قلت حذف ہے۔ لیکن یہ مذہب بھی ضعف سے خالی نہیں اس لئے کہ مصدر عامل ضعیف ہے اور عامل ضعیف محذوف ہو کر عمل نہیں کر سکتا۔ (سوال کابلی ص ۱۶۳)

مذہب (۵):۔ ذهب بعضهم یہاں سے مذہب خامس کا بیان ہے۔ بعض نحاۃ علامہ ابن درستویہ، علامہ ابن پاشا کا مذہب یہ ہے کہ یہ ایسا مبتدا ہے جس کی کوئی خبر ہی نہیں جس طرح کہ مبتدا کی قسم ثانی میں مبتدا کی خبر نہیں ہوتی اس لئے کہ یہ فعل کے معنی میں ہے ضربی زیدا قائما یہ ما اضربُ زیدا الا قائما کے معنی میں ہے۔

خبر کے حذف وجوبی کا تیسرا مقام

وَثَالِثُهَا كُلُّ مُبْتَدَاٍ اِشْتَمَلَ خَبَرُهُ عَلٰى مَعْنَى الْمُقَارَنَةِ وَعُطِفَ عَلَيْهِ شَيْءٌ بِالْوَاوِ الَّتِيْ

اور تیسری جگہ ہر مبتدا جس کی خبر شامل ہو معنی مقارنت پر اور عطف ڈالا گیا ہو اس پر کسی شے کا واو کے ذریعے جو

بِمَعْنٰى مَعَ وَذٰلِكَ مِثْلُ كُلُّ رَجُلٍ وَضَيْعَتُهٗ اَيْ كُلُّ رَجُلٍ مَقْرُوْنٌ مَعَ ضَيْعَتِهٖ فَهٰذَا الْخَبَرُ

بمعنی مع کے ہو اور یہ جیسے كُلُّ رَجُلٍ وَضَيْعَتُهٗ یعنی كُلُّ رَجُلٍ مَقْرُوْنٌ مَعَ ضَيْعَتِهٖ پس یہ خبر

وَاجِبٌ حَذْفُهٗ لِاَنَّ الْوَاوَ يَدُلُّ عَلَى الْخَبَرِ الَّذِيْ هُوَ مَقْرُوْنٌ وَاُقِيْمَ الْمَعْطُوْفُ فِيْ مَوْضِعِهٖ

واجب الحذف ہے اس لئے کہ واو دلالت کرتا ہے خبر پر جو کہ مَقْرُوْنٌ ہے اور معطوف کو اس کی جگہ قائم کیا گیا ہے

خلاصہ متن:۔ كُلُّ رَجُلٍ وَضَيْعَتُهٗ خبر کے حذف وجوبی کی تیسری مثال صاحب کافیہ نے پیش کی ہے جس سے ایک ضابطہ کی طرف اشارہ ہے جس کی تفصیل شرح میں آ رہی ہے۔

اغراض جامی:۔ كُلُّ رَجُلٍ وَضَيْعَتُهٗ حذف خبر وجوبا کی تیسری مثال صاحب کافیہ نے پیش کی ہے جس سے ایک ضابطہ کی طرف اشارہ ہے۔ شارح اس ضابطہ کو صراحتا بیان کرتے ہیں۔ ہر وہ مبتدا کہ جس کی خبر مقارنت کے معنی پر مشتمل ہو اور اس پر کوئی چیز واو بمعنی مع کے ذریعے معطوف ہو ایسے مبتدا کی خبر کا حذف واجب ہے۔ جیسے كُلُّ رَجُلٍ وَضَيْعَتُهٗ اس کی

اصل کُلُّ رَجُلٍ مقرُونٌ مع ضیعتہ ہے اس میں مبتدا کی خبر مقرون ہے جو کہ مقارنت کے معنی پر مشتمل ہے اور واؤ بمعنی مع کے ذریعے ضیعتہ اس پر معطوف ہے لہٰذا اس کی خبر کا حذف واجب ہے۔ اس لئے کہ اس کے حذف پر قرینہ بھی موجود ہے اور قائم مقام بھی موجود ہے۔ قرینہ واؤ بمعنی مع ہے کیونکہ معیت مقارنت پر دلالت کرتی ہے اور قائم مقام معطوف ضیعتہ ہے۔

خبر کے حذف وجوبی کا چوتھا مقام

وَرَابِعُهَا كُلُّ مُبْتَدَإٍ يَكُوْنُ مُقْسَمًا بِهٖ وَخَبَرُهُ الْقَسَمُ وَذٰلِكَ مِثْلُ لَعَمْرُكَ لَاَفْعَلَنَّ

اور چوتھی جگہ ہر مبتدا جو مقسم بہ ہو اور اس کی خبر قسم ہو اور یہ جیسے لَعَمْرُكَ لَاَفْعَلَنَّ

كَذَا اَيْ لَعَمْرُكَ وَبَقَاؤُكَ قَسَمِيْ اَيْ مَا اُقْسِمُ بِهٖ فَلَا شَكَّ اَنَّ لَعَمْرُكَ يَدُلُّ عَلَى

كَذَا یعنی لَعَمْرُكَ وَبَقَاؤُكَ قَسَمِيْ یعنی مَا اُقْسِمُ بِهٖ پس کوئی شک نہیں کہ لَعَمْرُكَ دلالت کرتا ہے

الْقَسَمِ الْمَحْذُوْفِ وَجَوَابُ الْقَسَمِ قَائِمٌ مَقَامَهٗ فَيَجِبُ حَذْفُهٗ وَالْعَمْرُ وَالْعُمُرُ بِمَعْنًى وَاحِدٍ

قسم محذوف پر اور جواب قسم اس کے قائم مقام ہے پس واجب ہے اس کو حذف کرنا اور عَمْر و عُمُر ہم معنی ہیں

وَلَا يُسْتَعْمَلُ مَعَ اللَّامِ اِلَّا الْمَفْتُوْحُ لِاَنَّ الْقَسَمَ مَوْضِعُ التَّخْفِيْفِ لِكَثْرَةِ اسْتِعْمَالِهٖ

اور نہیں استعمال ہوگا لام کے ساتھ مگر مفتوح اس لئے کہ قسم تخفیف کی جگہ ہے کثرت استعمال کی وجہ سے

خلاصہ متن: ۔ لَعَمْرُكَ لَاَفْعَلَنَّ كَذَا خبر کے حذف وجوبی کی چوتھی مثال صاحب کافیہ نے پیش کی ہے جس سے ایک ضابطہ کی طرف اشارہ ہے جس کی تفصیل شرح میں آ رہی ہے۔

اغراض جامی: ۔ <u>ورابعھا:</u> مثال رابع بیان کر رہے ہیں جس سے ایک ضابطہ کی طرف اشارہ ہے یعنی ہر وہ مبتدا جو مقسم بہ ہو اور اس کی خبر لفظ قسم ہو اس میں خبر کا حذف واجب ہے جیسے لَعَمْرُكَ لَاَفْعَلَنَّ كَذَا اصل میں تھا لعمرک قسمی لافعلن کذا خبر قسمی وجوبی طور پر محذوف ہے اس کے حذف پر قرینہ بھی موجود ہے اور قائم مقام بھی۔ قرینہ لام قسم ہے کیونکہ لام قسم، قسم پر دلالت کرتا ہے اور جواب قسم قائم مقام ہے اس لئے خبر کا حذف کرنا واجب ہے۔

<u>ای لعمرک وبقائک:</u> میں شارح نے یہ بتایا کہ عمرو بالفتح بقاء کے معنی میں ہے۔

<u>ای ما اقسم بہ:</u> سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔ جب عمرو بالفتح بقاء کے معنی میں ہے تو خبر محذوف قسمی کا حمل اس پر درست نہیں اس لئے کہ بقاء مخاطب کی صفت ہے جبکہ قسم متکلم کا فعل ہے۔

جواب:۔ قسمی ما اقسم به کے معنی میں ہے لہٰذا حمل صحیح ہو جائے گا۔

والعَمر والعُمر: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ عمرو بالفتح اور عمر بالضم میں ترادف ہے یا تغایر (اگر ترادف ہے) تو عمر بالفتح کی تخصیص کیوں کی؟

جواب:۔ ان میں ترادف ہے باقی عمرو بالفتح کی تخصیص اس لئے کی ہے کہ لامِ قسم کے ساتھ عمرو بالفتح ہی مستعمل ہوتا ہے کیونکہ قسم کثرت استعمال کی وجہ سے موضع تخفیف ہے اور تخفیف فتح کا تقاضا کرتی ہے۔

خَبرُ اِنَّ وَاَخوَاتِهَا

خَبرِ اِنَّ کی تعریف

خَبرُ اِنَّ وَاَخوَاتِهَا اَیْ مِنَ الْمَرْفُوْعَاتِ خَبرُاِنَّ وَاَخوَاتِهَا اَیْ اَشْبَاهِهَا مِنَ الْحُرُوْفِ

اِنَّ اور اس کے اخوات کی خبر یعنی مرفوعات میں سے ہے اِنَّ اور اس کے اخوات یعنی مشابہات کی خبر از حروف

الْخَمْسِ الْبَاقِيَةِ وَهِیَ اَنَّ وَکَاَنَّ وَلٰکِنَّ وَلَيْتَ وَلَعَلَّ وَهُوَ مَرْفُوْعٌ بِهٰذِهِ الْحُرُوْفِ لَا

خمسہ باقیہ اور وہ اَنَّ وَکَاَنَّ وَلٰکِنَّ وَلَيْتَ وَلَعَلَّ ہیں اور وہ مرفوع ہوتی ہے ان حروف کی وجہ سے نہ کہ

بِالْاِبْتِدَاءِ عَلَی الْمَذْهَبِ الْاَصَحِّ لِاَنَّهَا لَمَّا شَابَهَتِ الْفِعْلَ الْمُتَعَدِّیَ کَمَا يَجِیْءُ عَمِلَتْ

ابتدا کی وجہ سے زیادہ صحیح مذہب کے مطابق اس لئے کہ جب یہ فعل متعدی کے مشابہ ہیں جیسا کہ آ رہا ہے تو یہ اس کی شل رفع اور نصب والا عمل کریں گے

رَفْعًا وَنَصْبًا مِثْلَهٗ هُوَ اَیْ خَبرُ اِنَّ وَاَخوَاتِهَا الْمُسْنَدُ اِلٰی شَیْءٍ آخَرَ بَعْدَ دُخُوْلِ اَحَدِ هٰذِهِ

وہ یعنی اِنَّ اور اس کے اخوات کی خبر مسند ہوتی ہے دوسری شے کی طرف بعد داخل ہونے کسی ایک کے

الْحُرُوْفِ عَلَيْهِمَا فَقَوْلُهُ الْمُسْنَدُ شَامِلٌ لِخَبَرِ کَانَ وَخَبَرِ الْمُبْتَدَاِ وَخَبَرِ لَا الَّتِیْ لِنَفْیِ الْجِنْسِ

ان حروف میں سے ان دونوں پر پس اس کا قول اَلْمُسْنَدُ شامل ہے کان اور مبتدا اور لائے نفی جنس کی خبر

وَغَيْرِهَا وَبِقَوْلِهٖ بَعْدَ دُخُوْلِ هٰذِهِ الْحُرُوْفِ خَرَجَ جَمِيْعُهَا عَنْهُ وَالْمُرَادُ بِدُخُوْلِ

اور ان کے علاوہ کو اور اس کے قول بَعْدَ دُخُوْلِ هٰذِهِ الْحُرُوْفِ سے یہ تمام اس سے نکل گئیں اور ان دونوں پر ان حروف کے دخول سے مراد

هٰذِهِ الْحُرُوْفِ عَلَيْهِمَا وُرُوْدُهَا عَلَيْهِمَا لِاِيْرَاثِ اَثَرٍ فِيْهِمَا لَفْظًا اَوْ مَعْنًی فَلَا يَنْتَقِضُ

ان حروف کا دونوں پر وارد ہونا ہے ان دونوں میں لفظی یا معنوی اثر پیدا کرنے کیلئے پس نہیں ٹوٹے گی

التَّعْرِيْفُ بِمِثْلِ يَقُوْمُ فِيْ قَوْلِنَا اِنَّ زَيْدًا يَقُوْمُ اَبُوْهُ فَاِنَّ يَقُوْمُ هٰهُنَا مِنْ حَيْثُ اِسْنَادِهٖ اِلٰى اَبُوْ
تعریف مثل یَقُوْمُ سے ہمارے قول اِنَّ زَیْدًا یَقُوْمُ اَبُوْہُ میں کیونکہ یَقُوْمُ یہاں باعتبار مسند ہونے کے اَبُوْ کی طرف
لَيْسَ مِمَّا يَدْخُلُ عَلَيْهِ اِنَّ بِهٰذَا الْمَعْنٰى بَلْ اِنَّمَا دَخَلَ عَلٰى جُمْلَةِ يَقُوْمُ اَبُوْهُ فَلَا يُحْتَاجُ
نہیں ہے ان میں سے کہ داخل ہوا اس پر اِنَّ اس معنی کے ساتھ بلکہ سوا اس کے نہیں داخل ہے وہ جملہ یَقُوْمُ اَبُوْہُ پر پس نہیں احتیاجی ہوگی
اِلٰى اَنْ يُجَابَ عَنْهُ بِاَنَّ الْمُرَادَ بِالْمُسْنَدِ الْمُسْنَدُ اِلٰى اسْمِ هٰذِهِ الْحُرُوْفِ وَيَلْزَمُ مِنْهُ
اس کا اس طرح جواب دینے کی طرف کہ مراد مسند سے وہ ہے جو مسند ہو ان حروف کے اسم کی طرف اور لازم آئے گا اس سے
اسْتِدْرَاكُ قَوْلِهٖ بَعْدَ دُخُوْلِ هٰذِهِ الْحُرُوْفِ وَلَا اِلٰى اَنْ يُجَابَ بِاَنَّ الْمُرَادَ بِالْمُسْنَدِ
مستدرک ہونا اس کے اس قول کا بَعْدَ دُخُوْلِ هٰذِهِ الْحُرُوْفِ اور نہ اس جواب کی طرف کہ مسند سے مراد
اَلْاِسْمُ الْمُسْنَدُ فَيُحْتَاجُ اِلٰى تَاوِيْلِ الْجُمْلَةِ بِالْاِسْمِ حَيْثُ يَكُوْنُ خَبَرُهَا جُمْلَةً مِثْلُ اِنَّ
اسم مسند ہے پس محتاجی ہوگی جملہ کو اسم کی تاویل میں کرنے کی اس جگہ پر کہ اس کی خبر جملہ ہو جیسے اِنَّ
زَيْدًا يَقُوْمُ مِثْلَ قَائِمٌ فِيْ اِنَّ زَيْدًا قَائِمٌ فَاِنَّهُ الْمُسْنَدُ بَعْدَ دُخُوْلِ هٰذِهِ الْحُرُوْفِ
زَیْدًا یَقُوْمُ جیسے قَائِمٌ اِنَّ زَیْدًا قَائِمٌ میں پس بے شک وہ مسند ہے ان حروف کے داخل ہونے کے بعد

خلاصہ متن: ۔مبتدا اور خبر کی بحث سے فارغ ہونے کے بعد دیگر مرفوعات کو بیان کررہے ہیں۔ مرفوعات میں سے ایک اِنَّ اور اس کے اخوات کی خبر ہے۔ پھر اس کی تعریف کردی کہ ان اور اس کے اخوات کی خبر کی اصطلاحی تعریف یہ ہے کہ ''وہ ان حروف کے داخل ہونے کے بعد مسند ہوتی ہے''۔

اغراض جامی: ۔<u>ای من المرفوعات</u>: اس عبارت میں شارح بتارہے ہیں کہ خبر و ان اخواتھا مبتدا ہے اس کی خبر محذوف ہے جو کہ من المرفوعات ہے اصل میں تھا من المرفوعات خبر ان واخواتھا.

<u>ای اشباھھا</u>: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔اخوات کی اضافت ضمیر اِنَّ کی طرف درست نہیں اس لئے کہ اخوات کا معنی بہنیں ہے اس کا استعمال ذوی العقول میں ہوتا ہے اِنَّ وغیرہ تو غیر ذوی العقول ہیں۔

جواب: ۔اخوات کا معنی اشباہ ہے از قبیل ذکر الملزوم ارادۃ اللازم اس لئے کہ اخ کو مشابہت لازم ہے۔ (سوال کا بلی ص۱۶۵) <u>من الحروف</u>: میں اخوات کے مصداق کو متعین کردیا کہ ان سے مراد باقی پانچ حروف ہیں۔

وھی ان: سے باقی حروف خمسہ کے مصداق کو متعین کر دیا کہ حروف خمسہ باقیہ سے مراد انَّ، کان، لیت، لکن ،لعل ہے۔

وھو المرفوع: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔مبتداء کی خبر کے بعد ان وغیرہ کی خبر کو ذکر کرنا مستدرک (بے فائدہ) ہے اس لئے کہ ان وغیرہ صرف اپنے اسم میں عمل کرتے ہیں خبر میں نہیں ان کی خبر جس طرح ان کے داخل ہونے سے پہلے عامل معنوی کی وجہ سے مرفوع تھی ان کے داخل ہونے کے بعد بھی اسی عامل (ابتداء) کی وجہ سے مرفوع ہے نہ کہ ان حروف کی وجہ سے لہذا مبتدا کی خبر کے بعد دوبارہ خبر انَّ واخواتہا کہنا تکرار ہے۔

جواب: ۔ہماری کلام نحاۃِ بصرہ کے مذہب کے مطابق ہے۔اور نحاۃِ بصرہ کے نزدیک اِنَّ وغیرہ کی خبر انہی حروف کی وجہ سے مرفوع ہوتی ہے نہ کہ عامل معنوی (ابتداء) کی وجہ سے ،لہذا مبتداء کی خبر کے بعد اس کو ذکر کرنا مستدرک نہ ہوا۔اور یہی مذہب اصح ہے اس لئے کہ اِنَّ اور اس کے نظائر فعل متعدی کے مشابہ ہیں لفظاً اور معناً۔لفظاً اس لئے کہ جس طرح فعل متعدی ثلاثی ورباعی ہوتا ہے اسی طرح ان میں سے بعض (اِن ،اَن ،لیت) ثلاثی ہیں اور بعض (کاَنَّ ،لکِنَّ ،لعلّ) رباعی ہیں اور معناً اس طرح کہ ان میں فعل کا معنی پایا جاتا ہے جیسے ان اور ان بمعنی حققت اور کان بمعنی شبھت لکن بمعنی استدرکت لعل بمعنی ترجیت اور لیت بمعنی تمنیت کے ہے۔جب یہ حروف لفظاً ومعنیً فعل متعدی کے مشابہ ہیں تو ان کو عمل بھی فعل متعدی والا دیا گیا اور فعل متعدی دو اسموں میں عمل کرتا ہے (۱) فاعل (۲) مفعول تو یہ حروف بھی دو اسموں میں عمل کریں گے پھر فعل متعدی کے دو عمل ہیں (۱) عمل اصلی (۲) عمل فرعی عمل اصلی یہ ہے کہ فاعل مرفوع پہلے اور منصوب بعد میں عمل فرعی یہ ہے کہ منصوب مقدم مرفوع فاعل مؤخر چونکہ حروف مشبہ بالفعل فعل متعدی کی فرع ہیں اس لئے ان کو فعل متعدی کا عمل فرعی دیا گیا لہذا ان کا پہلا اسم منصوب دوسرا مرفوع ہوگا۔

احد: کے لفظ سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔**سوال**: ۔اِنَّ وغیرہ کی خبر کی تعریف جامع نہیں کیونکہ یہ ان زیدا قائم میں قائم پر صادق نہیں آتی اس لئے کہ وہ ان تمام حروف کے داخل ہونے کے بعد مسند نہیں بلکہ فقط انَّ کے داخل ہونے کے بعد مسند ہے جبکہ بعد دخول ہذہ الحروف سے معلوم ہوتا ہے کہ انَّ واخواتہا کی خبر وہ ہے جو ان تمام حروف کے داخل ہونے کے بعد مسند ہو حالانکہ یہ خلاف واقع اور بدیہی البطلان ہے۔

جواب: ۔دخول مضاف ہے اس کا مضاف الیہ محذوف ہے جو کہ احد ہے اصل میں تھا بعد دخول احد ھذہ الحروف اب یہ تعریف ان زیدا قائم میں قائم پر صادق آجائے گی اس لئے کہ وہ ان میں سے ایک حرف کے داخل ہونے کے بعد مسند ہے۔

(سوال کا بقیہ ص ۱۶۵) علیھا: سے دخول کے صلہ کا بیان ہے۔

فقوله المسند: یہاں سے فوائد قیود کا بیان ہے کہ تعریف میں المسند بمنزلہ جنس کے ہے جو کہ مبتدا کی خبر، کان کی خبر اور لائے نفی جنس وغیرہ کی خبر سب کو شامل ہے اور بعد هذه الحروف یہ بمنزلہ فصل کے ہے اس سے اِنَّ اور اس کی نظائر کی خبر کے علاوہ باقی تمام خبریں خارج ہو گئیں۔

والمراد بدخول: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔اِنَّ وغیرہ کی خبر کی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں اس لئے کہ یہ ان زیدا یقوم ابوه میں فقط یقوم پر صادق آتی ہے کیونکہ یہ اِنَّ کے داخل ہونے کے بعد ابوہ کی طرف مسند ہے۔حالانکہ صرف اکیلا یقوم اِنَّ کی خبر نہیں بلکہ اِنَّ کی خبر یقوم ابوه پورا جملہ ہے۔شارح جامی اس سوال کے تین جواب دے رہے ہیں۔

جواب (۱): ۔دخول سے مراد ان حروف کا مسند اور مسند الیہ پر ایسا وارد ہونا ہے کہ ان میں اثر لفظی اور اثر معنوی پیدا کریں۔ اثر لفظی کا مطلب یہ ہے کہ مسند الیہ کو منصوب اور مسند کو مرفوع کر دیں اور اثر معنوی کا مطلب یہ ہے کہ یہ مسند کو علی وجہ التحقیق مسند الیہ کے لئے ثابت کر دے۔اب ان زیدا یقوم ابوه میں یقوم پر اِنَّ کا دخول اس معنی کے ساتھ متحقق نہیں اس لئے کہ یہاں یقوم میں نہ تو کوئی اثر لفظی ظاہر ہوا اور نہ ہی اثر معنوی۔اثر لفظی یہ تھا کہ یقوم اِنَّ کے داخل ہونے کے بعد مرفوع ہو جاتا حالانکہ یقوم اِنَّ کے داخل ہونے کی وجہ سے مرفوع نہیں ہوا اور اثر معنوی یہ تھا کہ اِنَّ یقوم کو زید کے لئے علی وجہ التحقیق ثابت کرتا۔حالانکہ یہاں زید کیلئے قیام علی وجہ التحقیق ثابت نہیں بلکہ قیام ابوہ کے لئے ثابت ہے لہذا ان زیدا یقوم ابوه کے ساتھ اعتراض وارد نہیں ہو سکتا۔البتہ یہاں یقوم ابوه کے مجموعہ پر ان کا دخول اس معنی کے ساتھ متحقق ہے اس لئے کہ اِنَّ کا یقوم ابوه میں اثر لفظی بھی ہے اور اثر معنوی بھی ہے۔اثر لفظی تو اس لئے کہ یقوم ابوه، اِنَّ کے داخل ہونے کے بعد مرفوع ہو گیا ہے اور اثر معنوی اس لئے کہ قیام اب یہ زید کے لئے علی وجہ التحقیق ثابت ہے۔

فلا یحتاج: سے شارح کی غرض مذکورہ اعتراض کے دو اور جواب نقل کر کے ان پر رد کرنا ہے۔

جواب (۲): ۔بعض نحاۃ نے یہ جواب دیا ہے مسند سے مراد مسند الی اسماء ہذہ الحروف ہے تو اب یہ تعریف ان زیدا یقوم ابوه میں یقوم پر صادق نہیں آئے گی اس لئے کہ اس میں یقوم، اِنَّ کے اسم کی طرف مسند نہیں بلکہ ابوہ کی طرف مسند ہے۔

رد جواب (۲): ۔شارح نے اس جواب کو رد کر دیا ہے کیونکہ اگر مسند سے مراد مسند الی اسماء ہذہ الحروف ہو تو بعد دخول ہذہ الحروف والی عبارت مستدرک ہو گی اس لئے کہ اس صورت میں المسند کی قید سے کان اور مبتدأ وغیرہ کی خبر خارج ہو جائے گی اور اس قید کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

جواب (۳): ۔بعض حضرات نے مذکورہ اعتراض کا یہ جواب دیا ہے کہ تعریف میں مسند سے مراد اسم مسند ہے لہذا یہ

تعریف یقوم پر صادق نہیں آئے گی کیونکہ وہ فعل مسند ہے نہ کہ اسم مسند، لہذا اس کے ساتھ نقض وارد نہ ہوگا۔

رد جواب(۳): ۔شارح نے اس جواب کو بھی رد کر دیا کہ یہ جواب تام نہیں ہے کیونکہ بعض اوقات ان کی خبر جملہ ہوتی ہے جیسے ان زیدا یقوم ہے یہاں ان کی خبر یقوم ہے جو کہ جملہ ہے تو اگر مسند سے مراد اسم مسند ہو تو جملہ کی صورت میں جملہ کو اسم کی تاویل میں کرنا پڑے گا۔

قائم فی: کی عبارت میں شارح نے یہ بتایا کہ خبر ان زیدا قائم کا مجموعہ نہیں بلکہ فقط قائم خبر ہے۔

فانہ المسند: یہاں سے مثال کو ممثل لہ پر منطبق کر رہے ہیں کہ اس میں قائم خبر ہے اس لئے کہ وہ ان حروف میں سے ایک حرف یعنی اِنَّ کے داخل ہونے کے بعد مسند ہے۔

خبر اِنَّ کے احکامات

وَاَمْرُهٗ كَاَمْرِ خَبَرِ الْمُبْتَدَاِ اَیْ حُكْمُهٗ كَحُكْمِ خَبَرِ الْمُبْتَدَاِ فِیْ اَقْسَامِهٖ مِنْ كَوْنِهٖ مُفْرَدًا

اور اس کا معاملہ مبتدا کی خبر کے معاملہ کی طرح ہے یعنی اس کا حکم خبر مبتدا کے حکم کی طرح ہے اس کی اقسام میں اس کے ہونے سے مفرد

وَجُمْلَةً وَنَكِرَةً وَمَعْرِفَةً وَفِیْ اَحْكَامِهٖ مِنْ كَوْنِهٖ وَاحِدًا وَمُتَعَدِّدًا وَمُثْبَتًا وَمَحْذُوْفًا

اور جملہ اور نکرہ اور معرفہ اور اس کے احکام میں اس کے ہونے سے واحد اور متعدد اور مثبت اور محذوف

وَفِیْ شَرَائِطِهٖ مِنْ اَنَّهٗ اِذَا كَانَ جُمْلَةً فَلَا بُدَّ مِنْ عَائِدٍ وَلَا یُحْذَفُ اِلَّا اِذَا عُلِمَ وَالْمُرَادُ اَنَّ اَمْرَهٗ

اور اس کی شرائط میں اس سے کہ جب وہ جملہ ہو تو عائد کا ہونا ضروری ہے اور حذف نہیں کی جائے گی مگر جب معلوم ہو اور مراد یہ ہے کہ اس خبر اِنَّ کا معاملہ

كَاَمْرِهٖ بَعْدَ اَنْ یَّصِحَّ كَوْنُهٗ خَبَرًا بِوُجُوْدِ شَرَائِطِهٖ وَانْتِفَاءِ مَوَانِعِهٖ وَلَا یَلْزَمُ مِنْ ذٰلِكَ اَنَّ

اس مبتدا کی خبر کے معاملے کی طرح ہے بعد اس کے کہ صحیح ہو اس کا خبر ہونا شرائط کی موجودگی اور موانع کے نہ ہونے کے ساتھ اور نہیں لازم آتا اس سے کہ بے شک

كُلَّ مَا یَصِحُّ اَنْ یَّكُوْنَ خَبَرًا لِلْمُبْتَدَاِ یَصِحُّ اَنْ یَّقَعَ خَبَرًا لِبَابِ اِنَّ حَتّٰی یَرِدَ اَنَّهٗ یَجُوْزُ اَنْ

ہر وہ چیز کہ صحیح ہو اس کا مبتدا کی خبر بننا صحیح ہو یہ کہ واقع ہو خبر باب اِنَّ کی یہاں تک کہ اعتراض وارد ہو کہ بے شک جائز ہے کہ

یُّقَالَ اَیْنَ زَیْدٌ وَمَنْ اَبُوْكَ وَلَا یَجُوْزُ اَنْ یُّقَالَ اِنَّ اَیْنَ زَیْدًا وَاِنَّ مَنْ اَبَاكَ اِلَّا فِیْ تَقْدِیْمِهٖ

کہا جائے اَیْنَ زَیْدٌ اور مَنْ اَبُوْكَ اور نہیں جائز کہ کہا جائے اِنَّ اَیْنَ زَیْدًا اور اِنَّ مَنْ اَبَاكَ مگر اس کو مقدم کرنے میں

اَیْ لَیْسَ اَمْرُهٗ كَاَمْرِ خَبَرِ الْمُبْتَدَاِ فِیْ تَقْدِیْمِهٖ فَاِنَّهٗ لَا یَجُوْزُ تَقْدِیْمُهٗ عَلَی الْاِسْمِ وَقَدْ جَازَ

یعنی نہیں ہے اس کا معاملہ خبر مبتدا کے معاملے کی طرح اس کو مقدم کرنے میں پس بے شک نہیں جائز اس کو مقدم کرنا اسم پر اور تحقیق جائز ہے

تَقْدِيْمُ الْخَبَرِ عَلَى الْمُبْتَدَا وَذٰلِكَ لِاَنَّ هٰذِهِ الْحُرُوْفَ فُرُوْعٌ عَلَى الْفِعْلِ فِي الْعَمَلِ

مقدم کرنا خبر کو مبتدا پر اور یہ اس لئے کہ یہ حروف فرع ہیں فعل کی عمل میں

فَاُرِيْدَ اَنْ يَّكُوْنَ عَمَلُهَا فَرْعِيًّا اَيْضًا وَالْعَمَلُ الْفَرْعِيُّ لِلْفِعْلِ اَنْ يَّتَقَدَّمَ الْمَنْصُوْبُ عَلَى

پس ارادہ کیا گیا کہ ان کا عمل بھی فرعی ہو اور فعل کا فرعی عمل یہ کہ منصوب مقدم ہو اوپر

الْمَرْفُوْعِ وَالْاَصْلِيُّ اَنْ يَّتَقَدَّمَ الْمَرْفُوْعُ عَلَى الْمَنْصُوْبِ فَلَمَّا اُعْمِلَتِ الْعَمَلَ الْفَرْعِيَّ

مرفوع کے اور اصلی عمل یہ ہے کہ مرفوع منصوب پر مقدم ہو پس جب ان کو عمل فرعی دیا گیا

لَمْ يُتَصَرَّفْ فِيْ مَعْمُوْلَيْهَا بِتَقْدِيْمِ ثَانِيْهِمَا عَلَى الْاَوَّلِ كَمَا يُتَصَرَّفُ فِيْ مَعْمُوْلَيِ الْفِعْلِ

تو نہیں تصرف کیا جائے گا ان کے دو معمولوں میں دوسرے کو پہلے پر مقدم کرنے کے ساتھ جیسا کہ تصرف کیا جاتا ہے فعل کے دو معمولوں میں

لِنُقْصَانِهَا عَنْ دَرَجَةِ الْفِعْلِ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ الْخَبَرُ ظَرْفًا اَيْ لَيْسَ اَمْرُهٗ كَاَمْرِ خَبَرِ الْمُبْتَدَا

کیونکہ ان کا درجہ فعل سے کم ہے مگر یہ کہ خبر ظرف ہو یعنی نہیں ہے اس کا معاملہ خبر مبتدا کے معاملہ کی طرح

فِيْ تَقْدِيْمِهٖ اِلَّا اِذَا كَانَ ظَرْفًا فَاِنَّ حُكْمَهٗ اِذًا حُكْمُهٗ فِيْ جَوَازِ التَّقْدِيْمِ اِذَا كَانَ الْاِسْمُ مَعْرِفَةً

اس کے مقدم کرنے میں مگر جب کہ ظرف ہو پس بے شک اس کا حکم اس وقت اس کا حکم ہے مقدم کرنے کے جائز ہونے میں جب کہ اسم معرفہ ہو

نَحْوُ قَوْلِهٖ تَعَالٰى اِنَّ اِلَيْنَا اِيَابَهُمْ وَفِيْ وُجُوْبِهٖ اِذَا كَانَ الْاِسْمُ نَكِرَةً نَحْوُ اِنَّ مِنَ الْبَيَانِ

جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان اِنَّ اِلَيْنَا اِيَابَهُمْ اور اس کے واجب ہونے میں جب کہ اسم نکرہ ہو جیسے اِنَّ مِنَ الْبَيَانِ

لَسِحْرًا وَاِنَّ مِنَ الشِّعْرِ لَحِكْمَةً وَذٰلِكَ لِتَوَسُّعِهِمْ فِي الظُّرُوْفِ مَا لَا يُتَوَسَّعُ فِيْ غَيْرِهَا

لَسِحْرًا وَاِنَّ مِنَ الشِّعْرِ لَحِكْمَةً اور یہ بوجہ ان کے وسعت کرنے کے ظروف میں جو غیر ظروف میں وسعت نہیں کی جاتی

خلاصہ متن:۔ صاحب کافیہ یہاں سے خبر ان وغیرہ کا حکم بیان کر رہے ہیں کہ ان وغیرہ کی خبر کا حکم مبتداء کی خبر کے حکم کی طرح ہے۔ تاہم اس سے باب تقدیم مستثنیٰ ہے یعنی ویسے تو ان وغیرہ کی خبر کا حکم مبتدأ کی خبر کے حکم کی طرح ہے لیکن ایک فرق ہے کہ مبتدا کی خبر کی تقدیم مبتداء پر جائز ہے جبکہ ان وغیرہ کی خبر کی تقدیم ان کے اسماء پر جائز نہیں۔ مگر جب ان وغیرہ کی خبر ظرف ہو تو باب تقدیم (یعنی مقدم ہونے کی صورت میں) بھی ان وغیرہ کی خبر کا حکم مبتداء کی خبر کے حکم کی طرح ہے۔ یعنی پھر خبر کی تقدیم بھی جائز ہے۔

اغراض جامی : ۔اي حكمه كحكم: میں امر کے معنی کو بیان کیا کہ امر کا معنی حکم ہے۔یعنی ان وغیرہ کی خبر کا حکم مبتداء کی خبر کے حکم کی طرح ہے۔

في اقسامه: یہاں سے وجہ مشابہت کا بیان ہے۔وجہ مشابہت اقسام،احکام اور شرائط ہیں۔اقسام میں مبتدا کی خبر کے حکم کی طرح ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح مبتدأ کی خبر مفرد ہوتی ہے، جملہ ہوتی ہے،معرفہ ہوتی ہے،نکرہ ہوتی ہے،اسی طرح ان وغیرہ کی خبر مفرد بھی ہوتی ہے، جملہ بھی ہوتی ہے،معرفہ بھی ہوتی ہے اور نکرہ بھی ہوتی ہے۔اور احکام میں اس کے حکم کی طرح ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح مبتدا کی خبر ایک ہوتی ہے،متعدد ہوتی ہے،محذوف ہوتی ہے،مثبت ہوتی ہے اسی طرح ان وغیرہ کی خبر کبھی ایک ہوتی ہے،متعدد ہوتی ہے،محذوف ہوتی ہے،مثبت ہوتی ہے۔اور شرائط میں اس کے حکم کی طرح ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح مبتدا کی خبر اگر جملہ ہو تو اس میں عائد کا ہونا شرط ہے اور اس عائد کو حذف کرنا بھی جائز ہے جب کوئی قرینہ موجود ہو اسی طرح ان وغیرہ کی خبر جب جملہ ہو تو اس میں عائد کا ہونا شرط ہے جو ان کے اسماء کی طرف لوٹے اور اس کو حذف کرنا بھی جائز ہے جب اس پر کوئی قرینہ موجود ہو۔وغیرہ وغیرہ۔

والمراد: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔**سوال** :۔ہم یہ بات تسلیم نہیں کرتے کہ ان وغیرہ کی خبر کا حکم مبتدا کی خبر کے حکم کی طرح ہے اس لئے کہ این اور مَن یہ مبتدا کی خبر تو بن سکتے ہیں جیسے این زید ، من ابوک لیکن انّ وغیرہ کی خبر نہیں بن سکتے چنانچہ یوں کہنا جائز نہیں ان این زید، ان من اباک اس لئے کہ ان تحقیق کے لئے آتا ہے اور این اور من استفہام کے لئے ہوتے ہیں اور ان دونوں میں منافات ہے۔

جواب :۔مراد یہ ہے ان وغیرہ کی خبر کا حکم مبتداء کی خبر کے حکم کی طرح تب ہے جبکہ پہلے اس کا خبر بنا صحیح ہو تو ہوا کثر خبر بننا ہی صحیح نہیں ہے موانع کی وجہ سے اور شرائط کے نہ پائے جانے کی وجہ سے تو اس کا حکم مبتدا کی خبر کی طرح نہیں ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر وہ لفظ جس کا مبتدا کی خبر بننا صحیح ہوگا اس کا ان وغیرہ کی خبر بننا صحیح ہے۔لہذا اب این اور من کے ساتھ نقض وارد نہیں ہوتا۔

اي ليس امره: میں غرض حاصل استثناء کو بیان کرنا ہے کہ باب تقدیم میں ان وغیرہ کی خبر کا حکم مبتدأ کی خبر کے حکم کی طرح نہیں ہے اس لئے کہ مبتدا کی خبر کی تقدیم مبتداء پر جائز ہے جبکہ ان وغیرہ کی خبر کی تقدیم ان کے اسماء پر جائز نہیں۔

وذلك: سے ان وغیرہ کی خبر کی تقدیم کے عدم جواز کی وجہ بیان کرتے ہیں۔جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ حروف عمل میں فعل کی فرع ہیں۔لہذا مناسب یہ ہے کہ ان کو فعل کا عمل فرعی دیا جائے اور فعل کا عمل فرعی یہ ہے کہ منصوب مرفوع سے مقدم ہو اور عمل اصلی یہ ہے کہ مرفوع منصوب سے مقدم ہو۔جب ان کو فعل کا عمل فرعی دیا گیا تو ان کے دونوں معمولوں میں سے اول پر ثانی کو مقدم نہیں کیا جائے گا ورنہ ان کا عمل باطل ہو جائے گا جس طرح کہ فعل کے دونوں معمولوں میں سے اول پر ثانی کو مقدم کیا جاتا

ہے اس لئے کہ ان حروف کا درجہ فعل سے کم ہے۔ الخبر: کے لفظ میں یکون کی ضمیر کے مرجع کو متعین کر دیا کہ ضمیر کا مرجع الخبر ہے۔

ای لیس امرہ: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ مصنف کی عبارت میں حرف عطف کے بغیر ایک ہی مستثنیٰ منہ سے دو استثناء لازم آ رہے ہیں (۱) **الا فی تقدیمہ** (۲) **الا ان یکون ظرفا**۔ حالانکہ یہ نا جائز ہے۔

جواب:۔ الا ان یکون ظرفا مستثنیٰ منہ اول سے استثناء نہیں بلکہ مستثنیٰ منہ اول کے مستثنیٰ سے استثناء ہے مقصد عبارت یہ ہے کہ باب تقدیم میں انّ وغیرہ کی خبر کا حکم مبتداء کی خبر کے حکم کی طرح نہیں مگر جب ان وغیرہ کی خبر ظرف ہو تو باب تقدیم (یعنی مقدم ہونے کی صورت میں) ان وغیرہ کی خبر کا حکم مبتداء کی خبر کے حکم کی طرح ہے۔ یعنی جس طرح مبتداء معرفہ ہو تو خبر ظرف کی تقدیم اس پر جائز ہے جیسے فی الدار زید۔ اسی طرح جب انّ وغیرہ کا اسم معرفہ ہو تو ان کی خبر ظرف کو اسم پر مقدم کرنا جائز ہے جیسے ان الینا ایابھم ۔ اور اگر مبتداء نکرہ ہو تو خبر ظرف کو مبتداء پر مقدم کرنا واجب ہے۔ جیسے فی الدار رجل اسی طرح جب ان وغیرہ کا اسم نکرہ ہو تو خبر ظرف کو اسم سے مقدم کرنا واجب ہے جیسے ان من البیان لسحرا، ان من الشعر لحکمۃ۔

وذلک لتوسعھم: یہاں سے استثناء ثانی کی علت کا بیان ہے کہ جب ان وغیرہ کی خبر ظرف ہو تو پھر باب تقدیم میں ان وغیرہ کی خبر کا حکم مبتداء کی خبر کے حکم کی طرح اس وجہ سے ہے کہ ظروف میں وہ وسعت ہوتی ہے جو غیر ظروف میں نہیں ہوتی۔ مشہور ضابطہ ہے یتوسع فی الظروف ما لا یتوسع فی غیرھا۔

وجۂ وسعت یہ ہے کہ ظرف بمنزلہ محارم کے ہوا کرتی ہے کیونکہ ہر فعل کسی نہ کسی زمان یا مکان میں ضرور ہوتا ہے۔ چاہے اس مکان یا زمان کو ذکر کیا جائے یا نہ کیا جائے۔ اس لئے ظرف میں وسعت ہوا کرتی ہے۔

خَبَرُ لا الَّتِي لِنَفْيِ الْجِنْسِ کی تعریف

خَبَرُ لا الَّتِي الْكَائِنَةِ لِنَفْيِ الْجِنْسِ اَیْ لِنَفْيِ صِفَتِهٖ اِذْ لا رَجُلَ قَائِمٌ مَثَلاً لِنَفْيِ الْقِيَامِ عَنِ
اس لا کی خبر جو ہونے والا ہے نفی جنس یعنی اس کی صفت کی نفی کیلئے اس لئے کہ لا رجل قائم مثلاً قیام کی نفی کیلئے ہے از
الرَّجُلِ لا لِنَفْيِ الرَّجُلِ نَفْسِهٖ هُوَ الْمُسْنَدُ اِلٰی شَیْءٍ آخَرَ هٰذَا شَامِلٌ لِخَبَرِ الْمُبْتَدَاِ وَخَبَرِ
رجل نہ کہ نفس رجل کی نفی کیلئے وہ مسند ہوتی ہے کسی دوسری شے کی طرف یہ شامل ہے خبر مبتدا اور خبر
اِنَّ وَكَانَ وَغَيْرِهَا بَعْدَ دُخُوْلِهَا اَیْ بَعْدَ دُخُوْلِ لا فَخَرَجَ بِهٖ سَائِرُ الْاَخْبَارِ وَالْمُرَادُ
انّ وکان وغیرہ کو اس کے داخل ہونے کے بعد یعنی لا کے داخل ہونے کے بعد پس نکل جائیں گی اس سے باقی خبریں اور مراد

بِدُخُولِهَا مَا عَرَفْتَ فِي خَبَرِ اِنَّ فَلَا يَرِدُ نَحْوُ يَضْرِبُ فِي لَا رَجُلَ يَضْرِبُ اَبُوْهُ نَحْوُ

اس کے داخل ہونے سے وہ ہے جو تو پہچان چکا ہے خبر انَّ میں پس نہیں وارد ہوگا مثل يَضْرِبُ کے لَا رَجُلَ يَضْرِبُ اَبُوْهُ میں جیسے

لَا غُلَامَ رَجُلٍ ظَرِيْفٌ وَاِنَّمَا عَدَلَ عَنِ الْمِثَالِ الْمَشْهُوْرِ وَهُوَ قَوْلُهُمْ لَا رَجُلَ فِي الدَّارِ

لَا غُلَامَ رَجُلٍ ظَرِيْفٌ اور مصنفؒ نے مثال مشہور سے عدول کیا اور وہ ان کا قول ہے لَا رَجُلَ فِي الدَّارِ

لِاحْتِمَالِ حَذْفِ الْخَبَرِ وَجَعْلِ فِي الدَّارِ صِفَتَهٗ بِخِلَافِ مَا ذَكَرَهٗ لِاَنَّ غُلَامَ رَجُلٍ مُعْرَبٌ

حذف خبر اور فِي الدَّارِ کو اس کی صفت بنانے کے احتمال کی وجہ سے بخلاف اس مثال کے جس کو ذکر کیا اس لئے کہ غُلَامَ رَجُلٍ معرب

مَنْصُوْبٌ لَا يَجُوْزُ ارْتِفَاعُ صِفَتِهٖ عَلٰى مَا هُوَ الظَّاهِرُ فِيْهَا اَىْ فِي الدَّارِ خَبَرٌ بَعْدَ خَبَرٍ

منصوب ہے اس کی صفت کا مرفوع ہونا جیسا کہ ظاہر ہے جائز نہیں ہے فِيْهَا یعنی فِي الدَّارِ خبر ہے خبر کے بعد

لَا ظَرْفُ ظَرِيْفٍ وَلَا حَالٌ لِاَنَّ الظَّرَافَةَ لَا يَتَقَيَّدُ بِالظَّرْفِ وَنَحْوِهٖ وَاِنَّمَا اَتٰى بِهٖ لِئَلَّا يَلْزَمَ

نہ ظَرِيْفٌ کی ظرف اور نہ حال اس لئے کہ ظرافت ظرف اور اس کی مثل کے ساتھ مقید نہیں ہوتی اور لائے ہیں مصنفؒ اس فيها کو تاکہ نہ لازم آئے

الْكِذْبُ بِنَفْيِ ظَرَافَةِ كُلِّ غُلَامِ رَجُلٍ وَلِيَكُوْنَ مِثَالًا لِنَوْعَيْ خَبَرِهَا الظَّرْفِ وَغَيْرِهٖ

جھوٹ آدمی کے ہر غلام کی ظرافت کی نفی کے ساتھ اور تاکہ ہو جائے مثال اس کی خبر کی دونوں صورتوں کی ظرف اور غیر ظرف

وَيُحْذَفُ خَبَرُ لَا هٰذِهٖ حَذْفًا كَثِيْرًا اِذَا كَانَ الْخَبَرُ عَامًّا كَالْمَوْجُوْدِ وَالْحَاصِلِ لِدَلَالَةِ

اور حذف کی جاتی ہے لا کی خبر بہت زیادہ جب کہ خبر عام ہو جیسے موجود اور حاصل بوجہ دلالت کرنے

النَّفْيِ عَلَيْهِ نَحْوُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَىْ لَا اِلٰهَ مَوْجُوْدٌ اِلَّا اللّٰهُ

نفی کے اس پر جیسے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ یعنی لَا اِلٰهَ مَوْجُوْدٌ اِلَّا اللّٰهُ

خلاصہ متن:۔ مرفوعات میں سے لائے نفی جنس کی خبر کی تعریف کر رہے ہیں کہ لائے نفی جنس کی خبر وہ ہے جو لا کے داخل ہونے کے بعد کسی دوسری شی کی طرف مسند ہو جیسے لا غلام رجل ظریف فیھا.

ویحذف: سے اس کا حکم بیان کر دیا کہ لائے نفی جنس کی خبر اکثر محذوف ہوتی ہے۔

اغراض جامی:۔ الکائنۃ: سے شارح جامی نے اشارہ کیا کہ لنفی الجنس ظرف مستقر الکائنۃ محذوف کے متعلق ہے۔

ای لنفی صفتہ: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال :۔ لا رجل قائم میں لا سے جنس رجل کی نفی نہیں بلکہ رجل سے صفت قیام کی نفی ہے تو لائے نفی جنس کہنا کیسے صحیح ہوا؟
جواب :۔ مصنف کی عبارت میں لنفی مضاف ہے اس کا مضاف الیہ محذوف ہے جو کہ صفت ہے اصل میں تھا لنفی صفة الجنس. (سوال کا بلی ص ۱۶۸) الی شیء اخر: یہ المسند کے صلہ کا بیان ہے
هذا شامل: سے اشارہ کیا کہ المسند بمنزلہ جنس کے ہے مبتدا کی خبر ان وغیرہ کی خبر تمام کو شامل ہے۔
ای بعد دخول لا: سے دخولها کی ها ضمیر کا مرجع بیان کر دیا۔
فخرج به: یہ بمنزلہ فصل کے ہے اس سے لائے نفی جنس کی خبر کے علاوہ سب خبریں خارج ہو گئیں۔
والمراد: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔
سوال :۔ آپ کی تعریف مانع نہیں یہ لا رجل یضرب ابوہ میں یضرب پر صادق آتی ہے کیونکہ یہ لا کے داخل ہونے کے بعد مسند الی الشیٔ ہے اور وہ شے ابوہ ہے حالانکہ فقط یضرب اس کی خبر نہیں بلکہ خبر تو یضرب ابوہ پورا جملہ ہے۔
جواب :۔ اس کا جواب بعینہ وہی ہے جو سابقہ باب میں گزرا ہے۔ دخول سے مراد یہ ہے کہ لائے نفی جنس مسند اور مسند الیہ پر وارد ہو۔ ان میں اثر لفظی اور اثر معنوی پیدا کرنے کے لئے۔ اثر لفظی یہ ہے مسند الیہ منصوب اور مسند مرفوع ہو اور اثر معنوی یہ ہے کہ مسند کی مسند الیہ سے نفی کر دے اور یہاں یضرب پر لا کا دخول بایں معنی متحقق نہیں اس لئے کہ یہاں نہ اثر لفظی ہے اور نہ اثر معنوی۔ اثر لفظی یہ تھا کہ یضرب لا کے دخول کے بعد مرفوع ہوتا حالانکہ یہ مرفوع نہیں اور اثر معنوی اس لئے نہیں کہ رجل سے ضرب کی نفی ہو جاتی حالانکہ رجل سے ضرب کی نفی نہیں بلکہ یضرب ابوہ کے مجموعہ سے نفی ہوتی ہے لہذا اس کے ساتھ نقض وارد نہیں ہوگا۔ ہاں یضرب ابوہ کے مجموعے پر لا کا دخول اس معنی کے ساتھ متحقق ہے۔ اثر لفظی اس طرح کہ یضرب ابوہ، لا کے داخل ہونے کے بعد محلِ رفع میں ہے۔ اور اثر معنوی اس طرح کہ رجل سے ضرب اب کی نفی ہوئی ہے۔
وانما عدل: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال :۔** مصنف نے مثال مشہور لا رجل فی الدار سے عدول کیوں کیا؟ حالانکہ یہ مثال مختصر تھی بنسبت مثال مذکور لا غلام رجل ظریف فیها کے اس میں طوالت ہے۔
جواب :۔ مصنف نے مثالِ مشہور سے اس لئے عدول کیا کیونکہ اس میں یہ احتمال بھی ہے کہ فی الدار رجل کی صفت ہو اور خبر محذوف ہو۔ تو اس وقت مقصود حاصل نہ ہوتا بخلاف مصنف کی مثال کے کہ اس میں یہ احتمال نہیں ہے کیونکہ غلام رجل معرب منصوب ہے اور ظریف مرفوع ہے اور ظاہر ہے کہ مرفوع منصوب کی صفت نہیں بن سکتا
علی ما هو الظاهر: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔
سوال :۔ مصنف کی مثال میں بھی احتمال ہے کہ ظریف غلام رجل کی صفت ہو اس کے محل پر محمول کرتے ہوئے کیونکہ غلام

رجل اگر چہ لفظاً منصوب ہے لیکن محلاً مرفوع ہے کیونکہ حقیقت میں مبتدا ہے۔

جواب:۔علی ماھوالظاہر سے جواب دیا کہ یہ احتمال خلاف ظاہر و مرجوح ہے راجح یہی ہے کہ یہ خبر ہے۔(سوال کابلی ص۱۶۹)

فیھا ای فی الدار: سے علامہ جامی کی غرض ہا ضمیر کا مرجع بیان کرنا ہے۔

خبر بعد خبر: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ فیہا کی ترکیب میں دو احتمال ہیں یا تو ظرف ہے ظریف کیلئے یا ظریف کی ضمیر فاعل سے حال ہے اور دونوں احتمال درست نہیں اس لئے کہ دونوں صورتوں میں ظرافت کا ظرف کے ساتھ مقید ہونا لازم آئے گا حالانکہ ظرافت ظرف دار کے ساتھ مقید نہیں ہوسکتی کیونکہ جو غلام دار میں ظریف ہے وہ خارج دار میں بھی ظریف ہے۔

جواب:۔ فیہا نہ ظرف ہے اور نہ ہی حال ہے بلکہ یہ لا کی خبر ثانی ہے۔

وانما اتی: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔**سوال:**۔مثال تولا غلام رجل ظریف پر ختم ہو جاتی ہے مصنف رحمہ اللہ نے اس کے بعد فیہا کا اضافہ کیوں کیا حالانکہ اس کا مثال سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

جواب(۱):۔شارح نے اس سوال کے دو جواب دیے ہیں۔جواب اول یہ ہے کہ مصنف نے فیہا کا اضافہ اس لئے کیا تاکہ کذب لازم نہ آئے کیونکہ غلام رجل نکرہ تحت النفی واقع ہے اور قاعدہ ہے جب نکرہ تحت النفی واقع ہو تو وہ عموم وشمول کا فائدہ دیتا ہے اگر فیہا کو ذکر نہ کرتے تو معنی ہوتا کہ کسی مرد کا کوئی غلام ظریف نہیں۔حالانکہ یہ کذب ہے کیونکہ بہت سے آدمیوں کے بہت سے غلام ظریف ہوتے ہیں۔

جواب(۲):۔مصنف نے ظریف کے بعد فیہا کو ذکر کر کے تنبیہ کی کہ لائے نفی جنس کی خبر دو طرح کی ہوتی ہے(۱) ظرف (۲) غیر ظرف۔پہلی مثال غیر ظرف کی اور دوسری ظرف کی ہے۔

ویحذف خبر لا: سے شارح جامی نے یحذف کی ضمیر کے مرجع کو متعین کیا کہ مرجع خبر لا ہے۔

ھذہ: سے لامشبہ بلیس کو خارج کر دیا کیونکہ اس کی خبر اکثر محذوف نہیں ہوتی۔

حذفا: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔**سوال:**۔کثیرا یحذف کا مفعول مطلق ہے حالانکہ مفعول مطلق کی شرط یہ ہے کہ وہ فعل سابق کا مصدر ہوتا ہے کثیرا یحذف کا مصدر نہیں ہے تو مفعول مطلق بننا درست نہیں۔

جواب:۔حذفا سے جواب دیا کہ کثیرا صفت ہے موصوف محذوف حذفا کیلئے وہ مفعول مطلق ہے یحذف کا فلا اشکال۔

اذا کان الخبر عاما: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔**سوال:**۔مصنف کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے لائے نفی جنس کی خبر اکثر محذوف ہوتی ہے علی الاطلاق خواہ افعال عامہ سے ہو یا خاصہ سے حالانکہ ایسا نہیں ہے

بلکہ لائے نفی جنس کی خبر کا حذف کثیر اس وقت ہے جب وہ افعال عامہ میں سے ہو۔

جواب: ۔شارح جامی نے اذا کان الخبر عاما سے اس کا جواب دیا کہ لائے نفی جنس کی خبر اس وقت اکثر محذوف ہوتی ہے جب وہ افعال عامہ میں سے ہو۔

لدلالۃ: میں حکم مذکور کی وجہ کا بیان ہے۔لائے نفی جنس کی خبر کا کثیر الحذف ہونا اس وجہ سے ہے کہ اس پر نفی دلالت کرتی ہے اس لئے کہ نفی تقاضا کرتی ہے منفی کا جب منفی خاص پر کوئی قرینہ نہ ہو تو نفی راجع ہوگی منفی عام کی طرف اور منفی عام جب لفظوں میں مذکور نہیں ہوگا تو یہ قرینہ ہوگا کہ وہ محذوف ہے جیسے لا الہ الا اللہ اس میں لا کی خبر محذوف ہے جو کہ موجود ہے اصل میں تھا لا الہ موجود الا اللہ۔

لائے نفی جنس میں اختلاف نحاۃ

وَبَنُوْ تَمِيْمٍ لَا يُثْبِتُوْنَهُ اَیْ لَا يُظْهِرُوْنَ الْخَبَرَ فِی اللَّفْظِ لِاَنَّ الْحَذْفَ عِنْدَهُمْ وَاجِبٌ اَوِ
اور بنو تمیم والے اس کو ثابت نہیں کرتے یعنی خبر کو لفظوں میں ظاہر نہیں کرتے اس لئے کہ حذف ان کے ہاں واجب ہے یا
اَلْمُرَادُ اَنَّهُمْ لَا يُثْبِتُوْنَهُ اَصْلًا لَا لَفْظًا وَلَا تَقْدِيْرًا فَيَقُوْلُوْنَ مَعْنٰى قَوْلِهِمْ لَا اَهْلَ وَلَا مَالَ
مراد یہ ہے کہ وہ اس کو بالکل ثابت ہی نہیں کرتے نہ لفظا اور نہ تقدیرا پس وہ کہتے ہیں معنی ان کے قول لَا اَهْلَ وَلَا مَالَ کا
اِنْتَفَى الْاَهْلُ وَالْمَالُ فَلَا يُحْتَاجُ اِلٰى تَقْدِيْرِ خَبَرٍ وَعَلَى التَّقْدِيْرَيْنِ يَحْمِلُوْنَ مَا يُرٰى خَبَرًا
اِنْتَفَى الْاَهْلُ وَالْمَالُ ہے پس نہیں محتاج ہوگی خبر مقدر کرنے کی اور دونوں صورتوں پر وہ محمول کرتے ہیں اس کو جو خبر معلوم ہوتی ہے
فِیْ مِثْلِ لَا رَجُلَ قَائِمٌ عَلَى الصِّفَةِ دُوْنَ الْخَبَرِ
مثل لَا رَجُلَ قَائِمٌ میں صفت پر نہ کہ خبر پر

خلاصہ متن: ۔اس عبارت میں لائے نفی جنس کے بارہ میں بنو تمیم کے اختلاف کو بیان کر رہے ہیں کہ بنو تمیم والے اس کو سرے سے عامل مانتے ہی نہیں ہیں۔

اغراض جامی: ۔بنو تمیم لا یثبتونہ ای لا یظھرون: مصنف رحمہ اللہ کی اس عبارت کے معنی میں دو احتمال ہیں شارح جامیؒ ان کی وضاحت کر رہے ہیں (۱) لا یظھرون سے معنی اول کا بیان ہے کہ بنو تمیم لائے نفی جنس کی خبر کو لفظ میں ظاہر نہیں کرتے اس لئے کہ ان کے نزدیک لائے نفی جنس کی خبر کو حذف کرنا واجب ہے۔اس احتمال کے مطابق یہ ثابت ہوگا کہ بنو تمیم لائے نفی جنس کی خبر کو مانتے تو ہیں لیکن کہتے ہیں ہمیشہ محذوف ہوگی۔

او المراد: میں معنی ثانی کا بیان ہے کہ بنوتمیم لائے نفی جنس کی خبر کو بالکل ثابت نہیں کرتے نہ لفظا نہ تقدیرا، اور لا کو خبر میں عامل مانتے ہی نہیں۔

فیقولون: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال**: ۔جب بنوتمیم لائے نفی جنس کی خبر کے قائل ہی نہیں تو لا اهل و لا مال والی کلام تو بے فائدہ ولغو ہوگی اس سے فائدہ تامہ حاصل نہ ہوگا۔

جواب: ۔انکے نزدیک لا اسم فعل بمعنی انتفی کے ہے لا اهل و لا مال کا معنی ہوگا انتفی الاهل و المال ۔لہذا اس صورت میں خبر کی تقدیر کی طرف احتیاج نہیں ہوگی اور کلام بھی مفید ہوگی۔

وعلی التقدیرین: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔توجیہ مذکور لا اهل و لا مال میں تو کارآمد ہو جائے گی لیکن لا رجل قائم اور اس جیسی دیگر مثالیں کہ جن میں خبر محذوف نہیں بلکہ مذکور ہیں اس کے بارے میں وہ کیا کہیں گے۔

جواب: ۔وہ اس کو خبر پر محمول نہیں کرتے بلکہ صفت پر محمول کرتے ہیں مثلاً لا رجل قائم میں بظاہر جو خبر مذکور ہے وہ لا کی خبر نہیں بلکہ رجل کی صفت ہے اور محل پر محمول کرتے ہوئے مرفوع ہے کیونکہ رجل لا کی وجہ سے مبنی بر فتح ہے اور مبنی کا تابع اس کے محل کا تابع ہوتا ہے۔

اِسْمُ مَا وَلَا الْمُشَبَّهَتَيْنِ بِلَيْسَ کی تعریف

اِسْمُ مَا وَلَا الْمُشَبَّهَتَيْنِ بِلَيْسَ فِيْ مَعْنَى النَّفْيِ وَالدُّخُوْلِ عَلَى الْمُبْتَدَاِ وَ الْخَبَرِ وَلِهٰذَا

ما ولا کا اسم جو مشابہ ہیں لیس کے معنی نفی اور مبتدا و خبر پر داخل ہونے میں اور اسی وجہ سے

تَعْمَلَانِ عَمَلَهٗ هُوَ الْمُسْنَدُ اِلَيْهِ هٰذَا شَامِلٌ لِلْمُبْتَدَاِ وَلِكُلِّ مُسْنَدٍ اِلَيْهِ بَعْدَ دُخُوْلِهِمَا خَرَجَ

وہ اس جیسا عمل کرتے ہیں وہ مسند الیہ ہے یہ شامل ہے مبتدا اور ہر مسند الیہ کو ان کے داخل ہونے کے بعد نکل گیا

بِهٖ غَيْرُ اِسْمِ مَا وَلَا وَبِمَا عَرَفْتَ مِنْ مَعْنَى الدُّخُوْلِ لَا يَرِدُ مِثْلُ اَبُوْهُ فِيْ مَا زَيْدٌ اَبُوْهُ قَائِمٌ

اس سے ما ولا کے اسم کے علاوہ اور اس چیز کے ساتھ جو تو پہچان چکا دخول کے معنی سے نہیں وارد ہوگا مثل اَبُوْهُ مَا زَيْدٌ اَبُوْهُ قَائِمٌ میں

مِثْلُ مَا زَيْدٌ قَائِمًا وَ لَا رَجُلٌ اَفْضَلَ مِنْكَ وَاِنَّمَا اَتٰى بِالنَّكِرَةِ بَعْدَ لَا لِاَنَّ لَا لَا تَعْمَلُ اِلَّا

جیسے مَا زَيْدٌ قَائِمًا و لَا رَجُلٌ افضل منک اور سوا اس کے نہیں لائے نکرہ کو لا کے بعد اس لئے کہ بے شک لا نہیں عمل کرتا مگر

فِي النَّكِرَةِ بِخِلَافِ مَا فَاِنَّهَا تَعْمَلُ فِي الْمَعْرِفَةِ هٰذَا لُغَةُ اَهْلِ الْحِجَازِ وَاَمَّا بَنُوْ تَمِيْمٍ

نکرہ میں بخلاف ما کے پس بے شک وہ عمل کرتا ہے معرفہ میں یہ اہل حجاز کی لغت ہے اور لیکن بنوتمیم

فَلاَ يُثْبِتُوْنَ لَهُمَا الْعَمَلَ وَيَقُوْلُوْنَ الْاِسْمُ وَالْخَبَرُ بَعْدَ دُخُوْلِهِمَا مَرْفُوْعَانِ بِالْاِبْتِدَاءِ كَمَا

پس وہ نہیں ثابت کرتے ان دونوں کیلئے عمل اور وہ کہتے ہیں کہ اسم وخبران کے داخل ہونے کے بعد مرفوع ہوں گے ابتدا کی وجہ سے جیسا کہ

كَانَ قَبْلَ دُخُوْلِهِمَا وَ عَلٰى لُغَةِ اَهْلِ الْحِجَازِ وَرَدَ الْقُرْآنُ نَحْوُ مَا هٰذَا بَشَرًا

تھے ان کے داخل ہونے سے پہلے اور اہل حجاز کی لغت پر قرآن مجید وارد ہوا جیسے مَا هٰذَا بَشَرًا

خلاصہ متن: ۔مرفوعات کی قسموں میں سے ایک قسم ما ولا المشبھتین بلیس کا اسم ہے اس کی تعریف یہ ہے کہ ما ولا مشابہ بلیس کا اسم وہ ہے جو ان میں سے کسی ایک کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہو

اغراض جامی :<u>فی معنی النفی:</u> سے ما ولا کی لیس کے ساتھ مشابہت کیوجہ کا بیان ہے کہ ان میں وجہ مشابہت معنی نفی اور مبتدا اور خبر پر داخل ہونا ہے۔یعنی جس طرح لیس میں نفی کے معنی پائے جاتے ہیں اور یہ مبتدا وخبر پر داخل ہوتا ہے اسی طرح ما ولا میں بھی نفی والے معنی پائے جاتے ہیں اور یہ بھی مبتدا اور خبر پر داخل ہوتے ہیں۔

<u>ولھذا تعملان:</u> اس عبارت میں مشابہت کے ثمرہ کا بیان ہے کہ چونکہ ما ولا لیس کے مشابہہ ہیں اس وجہ سے یہ لیس والا عمل کریں گے۔

<u>ھو المسند الیہ:</u> میں ما ولا مشابہ بلیس کے اسم کی تعریف کر رہے ہیں کہ ما ولا مشابہ بلیس کا اسم وہ ہے جو ان میں سے کسی ایک کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہو۔

<u>ھذا:</u> سے فوائد قیود کا بیان ہے کہ مصنف کی عبارت میں المسند الیہ بمنزل جنس کے ہے جو مبتدا اور ہر مسند الیہ کو شامل ہے بعد دخولھا یہ بمنزلہ فصل کے ہے اس سے ما ولا کے علاوہ باقی تمام اسم خارج ہوگئے۔

<u>ولما عرفت:</u> اس عبارت میں وہی سوال وجواب ہے جو ماقبل میں دو مرتبہ گزر چکا ہے کہ بعد دخولہا سے مراد یہ ہے کہ ما ولا اثر لفظی اور اثر معنوی پیدا کریں۔لہذا مازید ابوہ قائم میں فقط ابوہ پر تعریف سچی نہیں آئے گی کیونکہ دخول سے مراد ذکر فی الاول یالحوق فی الآخر نہیں ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ وہ مسند الیہ ومسند میں اثر لفظی واثر معنوی پیدا کریں صورت معترضہ میں ایسا نہیں ہے لہذا اشکال نہ ہوگا۔

<u>وانما اتی:</u> سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : ۔کیا وجہ ہے کہ مصنف نے لا کے اسم کو نکرہ ذکر کیا اور ما کے اسم کو معرفہ ذکر کیا

جواب : ۔لا فقط نکرہ میں عمل کرتا ہے اسی وجہ سے لا کے اسم کو نکرہ ذکر کیا۔بخلاف ما کے کہ یہ معرفہ اور نکرہ دونوں میں عمل

کرتا ہے۔ چونکہ مسند الیہ میں اصل تعریف ہے۔ اسی وجہ سے ما کے اسم کو معرفہ ذکر کیا۔

وهذا لغة: یہاں سے اختلاف کو بیان کر رہے ہیں کہ ما و لا کا عامل ہونا اہل حجاز کی لغت میں ہے اور بنوتمیم ما و لا کو سرے سے عامل ہی نہیں مانتے اور کہتے ہیں کہ جس طرح ما و لا کے اسم وخبران کے داخل ہونے سے پہلے مرفوع بالا بتداء ہوتے ہیں اسی طرح ان کے داخل ہونے کے بعد بھی ابتدائیت کی بنا پر مرفوع ہوتے ہیں۔

وعلی لغة اهل الحجاز: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ مصنف نے اہل حجاز کی لغت کو کیوں اختیار کیا؟

جواب:۔ اس لئے کہ قرآن مجید انہی کی لغت کی تائید کرتا ہے۔ قرآن میں ہے ما هذا بشرا اس میں بشرا منصوب ہے ما کی وجہ سے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ما عامل ہے اگر ما عامل نہ ہوتا تو بشرا منصوب نہ ہوتا بلکہ مرفوع ہوتا۔

لا میں لَیسَ کے عمل کے شاذ ہونے کا ذکر

وَهُوَ اَیْ عَمَلُ لَیْسَ فِیْ لَا دُوْنَ مَا شَاذٌ قَلِیْلٌ لِنُقْصَانِ مُشَابَهَةِ لَا بِلَیْسَ لِاَنَّ لَیْسَ لِنَفْیِ الْحَالِ وَلَا لَیْسَ

اور وہ یعنی لیس کا عمل لا میں نہ کہ ما میں شاذ قلیل ہے کیونکہ لا کی مشابہت لیس سے کم ہے اس لئے کہ لیس نفی حال کیلئے ہوتا ہے اور لا

کَذٰلِکَ فَاِنَّهُ لِلنَّفْیِ مُطْلَقًا بِخِلَافِ مَا فَاِنَّهُ اَیْضًا لِنَفْیِ الْحَالِ فَیَقْتَصِرُ عَمَلُ لَا عَلٰی مَوْرِدِ السَّمَاعِ نَحْوُ قَوْلِه

اس طرح نہیں ہے پس وہ مطلق نفی کیلئے ہوتا ہے بخلاف ما کے کہ وہ بھی نفی حال کیلئے ہوتا ہے پس بند رہے گا لا کا عمل سماع کی جگہ پر جیسے اس کا قول

مَنْ صَدَّ عَنْ نِیْرَانِهَا	فَاَنَا ابْنُ قَیْسٍ لَا بَرَاحُ
جس نے جنگ کی آگ بھڑکائی (تو کوئی پرواہ نہیں ہے)	کیونکہ میں ابن قیس ہوں میرے لئے شکست نہیں ہے

اَیْ لَابَرَاحَ لِیْ وَلَا یَجُوْزُ اَنْ تَکُوْنَ لِنَفْیِ الْجِنْسِ لِاَنَّهَا اِذَا کَانَتْ لِنَفْیِ الْجِنْسِ لَا یَجُوْزُ

یعنی لابراح لی اور نہیں جائز کہ لا نفی جنس کیلئے ہو اس لئے کہ وہ لا جب نفی جنس کیلئے ہو

فِیْمَا بَعْدَهَا الرَّفْعُ مَا لَمْ یَتَکَرَّرْ وَلَا تَکْرَارَ فِی الْبَیْتِ اِعْلَمْ اَنَّ الْمُرَادَ بِالْمُسْنَدِ وَالْمُسْنَدِ اِلَیْهِ

اس کے مابعد میں رفع جائز نہیں ہوتا جب تک کہ وہ مکرر نہ ہو اور بیت میں تکرار نہیں ہے، جان لے تو بے شک مراد مسند اور مسند الیہ سے

فِیْ هٰذِهِ التَّعْرِیْفَاتِ مَایَکُوْنُ مُسْنَدًا اَوْ مُسْنَدًا اِلَیْهِ بِالْاِصَالَةِ لَا بِالتَّبْعِیَّةِ بِقَرِیْنَةِ ذِکْرِ

ان تعریفات میں وہ ہے جو مسند یا مسند الیہ بالاصالۃ ہونہ کہ تبعاً

التَّوَابِعِ فِيمَا بَعْدُ فَلا يَنْتَقِضُ بِالتَّوَابِعِ

توابع کے بعد میں ذکر کرنے کے قرینہ کی وجہ سے لہٰذا توابع کے ساتھ تعریف نہیں ٹوٹے گی

خلاصہ متن:۔ صاحب کافیہ فرماتے ہیں کہ لیس والا عمل لا میں شاذ ہے اس لئے کہ لا کی لیس کے ساتھ مشابہت ناقص ہے۔ تفصیل شرح میں آ رہی ہے۔

اغراض جامی عمل لیس: میں ضمیر کے مرجع کو متعین کر دیا کہ ضمیر کا مرجع عمل لیس ہے۔

دون: میں اشارہ کیا کہ لا کی قید احترازی ہے اس سے احتراز ہے ما سے۔

قلیل: یہ شاذ کے معنی کی تعیین ہے کہ یہاں اس کا معنی قلیل الاستعمال ہے کیونکہ شاذ دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے (۱) خلاف قانون (۲) قلیل الاستعمال تو قلیل سے معنی متعین کر دیا۔

لنقصان المشابهة: میں حکم مذکور کی وجہ کا بیان ہے کہ لیس والا عمل لا میں شاذ ہے اس لئے کہ لا کی لیس کے ساتھ مشابہت ناقص ہے۔ کیونکہ لیس نفی حال کے لئے آتا ہے جبکہ لا مطلق نفی کے لئے آتا ہے نہ کہ نفی حال کے لئے بخلاف ما کے کہ اس کی لیس کے ساتھ مشابہت اتم ہے جس طرح لیس نفی حال کے لئے آتا ہے اسی طرح ما بھی نفی حال کے آتا ہے۔ جب لا کی لیس کے ساتھ مشابہت ناقص ہے تو لا ہمیشہ لیس والا عمل نہیں کرے گا بلکہ اس کا عمل صرف مورد سماع میں بند ہوگا ہر جگہ نہیں۔ جیسے شاعر کا شعر

مَن صدّ عن نیرانها فانا ابن قیس لا براحُ

اس میں براح لا کا اسم ہے اس کی خبر محذوف ہے جو کہ لی ہے اصل میں تھا لا براح لی.

ولا یجوز: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ ممکن ہے کہ اس شعر میں لا نفی جنس ہو مشبہ بلیس نہ ہو لہٰذا دعویٰ ثابت نہ ہوا۔

جواب:۔ لائے نفی جنس نہیں ہو سکتا اس لئے کہ لائے نفی جنس کے مابعد کا مرفوع ہونا اس وقت جائز ہے جب لا کا تکرار ہو اور شعر میں لا کا تکرار نہیں۔ معلوم ہوا کہ یہ لائے نفی جنس کا اسم نہیں بلکہ لا مشابہ بلیس کا اسم ہے۔

اعلم ان المراد: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ ان وغیرہ کی خبر اور لائے نفی جنس کی خبر اور ما و لا مشابہ بلیس کا اسم ان کی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں اس لئے کہ یہ انکے توابع پر صادق آتی ہے کیونکہ وہ بھی ان کے داخل ہونے کے بعد مسند مسند الیہ ہوتے ہیں۔

جواب:۔ تعریفات میں اسناد سے مراد اسناد بالاصالۃ ہے اس کا قرینہ یہ ہے کہ مصنف نے توابع کی بحث کو مرفوعات اور

منصوبات کے بعد مستقلا ذکر کیا ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ اسناد سے مراد اسناد بالاصالۃ ہے نہ کہ بالتبعہ۔لہذا یہ تعریفات اپنے توابع پر صادق نہیں آئیں گی۔

سوال:۔ ماتن نے آٹھویں مرفوع یعنی افعال ناقصہ کے اسم کو ذکر نہیں کیا اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب(۱):۔اس کے کئی جوابات دئے گئے ہیں پہلا جواب یہ ہے کہ ماتن نے اس کو لکھا تھا لیکن کاتبین کی غلطی کی وجہ سے وہ چھوٹ گیا۔لیکن یہ جواب اچھا نہیں ہے۔

جواب(۲):۔اسی ما ولا المشبھتین بلیس کی تعریف کے ضمن میں اس کا بیان بھی آ گیا ہے کیونکہ جب ما اور لا کا عمل لیس والا ہے تو لیس کا عمل بھی ما ولا جیسا ہی ہے۔تو لیس کے اسم کے مرفوع ہونے کا ذکر بھی ضمناً آ گیا تو اس سے معلوم ہوگا کہ تمام افعال ناقصہ کا عمل اسی طرح ہے،اس لئے اس کو الگ سے ذکر نہیں کیا۔

تمت المرفوعات

المنصوبات

۱۔ مفعول مطلق　　۲۔ مفعول بہ

۳۔ مفعول فیہ　　۴۔ مفعول معہ

۵۔ مفعول لہ　　۶۔ حال

۷۔ تمیز　　۸۔ مستثنیٰ

۹۔ افعال ناقصہ کی خبر　　۱۰۔ حروف مشبہ بالفعل کا اسم

۱۱۔ ماولا مشبہتین بلیس کی خبر　　۱۲۔ لائے نفی جنس کا اسم

اَلْمَنْصُوْبَاتُ

تعریف منصوب

وَلَمَّا فَرَغَ مِنَ الْمَرْفُوْعَاتِ شَرَعَ فِي الْمَنْصُوْبَاتِ وَقَدَّمَهَا عَلَى الْمَجْرُوْرَاتِ لِكَثْرَتِهَا وَلِخِفَّةِ

اور جب مرفوعات سے فارغ ہوئے تو منصوبات کو شروع فرمایا ہے اور ان کو مجرورات پر مقدم کیا ہے ان کی کثرت کی بنا پر اور نصب کی

النَّصَبِ فَقَالَ اَلْمَنْصُوْبَاتُ هُوَ مَا اشْتَمَلَ عَلٰى عَلَمِ الْمَفْعُوْلِيَّةِ قَدْ تَبَيَّنَ شَرْحُهٗ بِمَا ذُكِرَ فِي

خفت کی وجہ سے پس فرمایا المنصوبات وہ ہے جو مفعولیت کی علامت پر مشتمل ہو اس کی شرح اس بیان سے روشن ہو چکی جو مرفوعات

الْمَرْفُوْعَاتِ وَالْمُرَادُ بِعَلَمِ الْمَفْعُوْلِيَّةِ عَلَامَةُ كَوْنِ الْاِسْمِ مَفْعُوْلًا حَقِيْقَةً اَوْ حُكْمًا وَهِيَ اَرْبَعٌ

میں مذکور ہوا اور مفعولیت کی علامت سے مراد اسم کے مفعول ہونے کی علامت ہے حقیقتاً ہو یا حکماً اور وہ چار ہیں

اَلْفَتْحَةُ وَالْكَسْرَةُ وَالْاَلِفُ وَالْيَاءُ نَحْوُ رَاَيْتُ زَيْدًا وَمُسْلِمَاتٍ وَاَبَاكَ وَمُسْلِمَيْنِ وَمُسْلِمِيْنَ

فتحہ اور کسرہ اور الف اور یا جیسے رَاَیْتُ زَیْدًا اور مُسْلِمَاتٍ اور اَبَاکَ اور مُسْلِمَیْنِ (تثنیہ) اور مُسْلِمِیْنَ (جمع)

خلاصہ متن:۔ مصنف رحمہ اللہ مرفوعات سے فارغ ہونے بعد منصوبات شروع کر رہے ہیں۔ سب سے پہلے منصوبات کی تعریف کی ہے کہ منصوب وہ اسم ہے جو مفعول ہونے کی علامت پر مشتمل ہو۔

اغراض جامی:۔ عبارت بالا میں منصوب کی تعریف کی ہے کہ منصوب وہ اسم ہے جو مفعول ہونے کی علامت پر مشتمل ہو پھر علامت مفعول کی تشریح کرتے ہوئے شارح فرماتے ہیں مفعول کی علامت کبھی حقیقتاً ہوگی اور کبھی حکماً ہوگی۔ اور اس کی کل چار قسمیں ہیں (۱) نصب کبھی فتحہ کے ساتھ ہوگا جیسے رایت زیدا (۲) کبھی کسرہ کے ساتھ ہوگا جیسے رایتُ مسلماتٍ (۳) کبھی الف کے ساتھ ہوگا جیسے رایت اباک (۴) اور کبھی یا کے ساتھ ہوگا جیسے رایت مسلمین ومسلمین۔

ولما فرغ: یہ عبارت مابعد کے لئے تمہید ہے کہ جب مصنف مرفوعات کی بحث سے فارغ ہوئے تو اب منصوبات کو شروع کرتے ہیں

سوال:۔ منصوبات کو مجرورات سے مقدم کیوں کیا؟

جواب (۱):۔ اس لئے مقدم کیا کہ ان کی تعداد بنسبت مجرورات کے بہت زیادہ ہے اور ضابطہ ہے العزۃ للکاثر۔

جواب (۲):۔ چونکہ نصب بنسبت جر کے خفیف ہوتا ہے اس لئے منصوبات کو مقدم کیا۔

جواب (۳): منصوبات میں فعل عامل ہوتا ہے جو کہ عمل میں اصل ہے اور مجرورات میں حروف عامل ہوتے ہیں تو منصوبات بنسبت مجرورات کے اصل اور قوی ہیں اس لئے مقدم کیا۔

جواب (۴): منصوبات کو اس لئے مقدم کیا کہ اس کو مرفوعات کے ساتھ مناسبت ہے دونوں میں فعل عامل ہے گویا دونوں بھائی ہیں دونوں نے ایک ہی تھن سے دودھ پیا ہے اور وہ تھن فعل ہے (فکانهما اخوان رضيعان من ضرع واحد و هو الفعل) (سوال باسولی ص ۲٦۷)

<u>قد تبین</u>: سے علامہ جامی کی غرض منصوبات کی شرح نہ کرنے کی وجہ بیان کرنا ہے کہ اس کی تشریح مرفوعات کی تعریف میں گزر چکی ہے۔ مثلاً ھو ضمیر کا مرجع منصوب ہے جو کہ المنصوبات کے ضمن میں مذکور ہے اور اشتمال سے مراد اشتمال الموصوف علی الصفة ہے عام ہے کہ لفظا ہو یا تقدیراً یا محلاً ہو۔ المنصوبات منصوب کی جمع ہے یا منصوبۃ کی وغیرہ تمام ترتفصیل مع مالہ وماعلیہ گزر چکی ہے فلا نعید ہا ثانیاً۔

<u>والمراد بعلم المفعولية</u>: سے یہ بتلایا کہ علم بمعنی علامت ہے پہاڑ یا جھنڈا نہیں اور المفعولیۃ میں یا مصدریہ ہے مطلب یہ ہے منصوب وہ اسم ہے جو مفعول ہونے کی علامت پر مشتمل ہو۔

<u>حقيقة او حكما</u>: سے علامہ جامی کی غرض سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال: اگر نصب مفعول ہونے کی علامت ہے تو غیر مفعول (حال، تمیز، مستثنیٰ وغیرہ) میں کیوں پایا جاتا ہے حالانکہ ضابطہ ہے علامۃ الشیء مایوجد فیہ ولا یوجد فی غیرہ کہ شی کی علامت اس شی کے ساتھ خاص ہوا کرتی ہے اور غیر میں نہیں پائی جاتی جبکہ نصب حال، تمیز وغیرہ میں بھی پایا جاتا ہے۔

جواب: مفعول میں تعمیم ہے خواہ حقیقتاً ہو جیسے مفاعیل خمسہ یا حکماً ہو جیسے حال تمیز وغیرہ۔

<u>وهي اربع</u>: میں علامت مفعول کے مصداق کا بیان ہے کہ مفعولیت کی علامتیں چار ہیں۔ (۱) فتحہ جیسے رایت زیدا (۲) کسرہ جیسے رایت مسلمات (۳) الف جیسے رایت اباک (۴) یاء جیسے رایت مسلمین ومسلمین۔

مفعول مطلق کی تعریف

فَمِنْهُ اَیْ مِنَ الْمَنْصُوْبِ اَوْ مِمَّا اشْتَمَلَ عَلٰی عَلَمِ الْمَفْعُوْلِيَّةِ اَلْمَفْعُوْلُ الْمُطْلَقُ سُمِّيَ بِهٖ لِصِحَّةِ اِطْلَاقِ صِيْغَةِ
پس اس میں سے یعنی منصوب میں سے یا اس میں سے جو مفعولیت کی علامت پر مشتمل ہو مفعول مطلق ہے اس کا یہ نام اس لئے رکھا گیا کہ اس پر
اَلْمَفْعُوْلِ عَلَيْهِ مِنْ غَيْرِ تَقْيِيْدٍ بِالْبَاءِ اَوْ فِيْ اَوْ مَعَ اَوِ اللَّامِ بِخِلَافِ الْمَفَاعِيْلِ الْاَرْبَعَةِ الْبَاقِيَةِ فَاِنَّهٗ

مفعول کا اطلاق با یائی یا مع یا لام کے ساتھ مقید کئے بغیر صحیح ہے بخلاف باقی چار مفعولوں کے کہ ان پر

لَا يَصِحُّ اِطْلَاقُ صِيغَةِ الْمَفْعُوْلِ عَلَيْهَا اِلَّا بَعْدَ تَقْيِيْدِهَا بِوَاحِدَةٍ مِنْهَا فَيُقَالُ الْمَفْعُوْلُ بِهٖ اَوْ فِيْهِ اَوْ

مفعول کا اطلاق ان قیود میں سے کسی ایک کے ساتھ مقید کرنے کے بعد ہی صحیح ہوگا لہذا کہا جائے گا مفعول بہ یا مفعول فیہ یا مفعول معہ

مَعَهٗ اَوْلَهٗ وَهُوَ اَيِ الْمَفْعُوْلُ الْمُطْلَقُ (اِسْمُ مَا فَعَلَهٗ فَاعِلُ فِعْلٍ) وَالْمُرَادُ بِفِعْلِ الْفَاعِلِ اِيَّاهُ قِيَامُهٗ بِهٖ

یا مفعول لہ اور وہ یعنی مفعول مطلق اس چیز کا نام ہے جسے فعل کے فاعل نے کیا ہو اور فاعل کے فعل کو کرنے سے مراد فعل کا فاعل کے ساتھ اس طرح

بِحَيْثُ يَصِحُّ اِسْنَادُهٗ اِلَيْهِ لَا اَنْ يَّكُوْنَ مُؤَثِّرًا فِيْهِ مُوْجِدًا اِيَّاهُ فَلَا يَرِدُ عَلَيْهِ مِثْلُ مَاتَ مَوْتًا وَجَسُمَ

قیام ہے کہ فعل کی اسناد فاعل کی طرف صحیح ہو نہ یہ کہ اس میں فاعل مؤثر ہو اس کا موجد ہو پس اس تعریف پر مات موتا اور جسم جسامۃ

جَسَامَةً وَشَرُفَ شَرَفًا وَاِنَّمَا زِيْدَ لَفْظُ الْاِسْمِ لِاَنَّ مَا فَعَلَهُ الْفَاعِلُ هُوَ الْمَعْنٰى وَالْمَفْعُوْلُ الْمُطْلَقُ مِنْ

اور شرف شرفا کی مثل کا اعتراض وارد نہ ہوگا اور اسم کا لفظ اس لئے زیادہ کیا گیا ہے کہ جس کو فعل کے فاعل نے کیا وہ معنی ہے اور مفعول مطلق

اَقْسَامِ اللَّفْظِ وَيَدْخُلُ فِيْهِ الْمَصَادِرُ كُلُّهَا مَذْكُوْرٍ صِفَةٌ لِلْفِعْلِ وَهُوَ اَعَمُّ مِنْ اَنْ يَّكُوْنَ مَذْكُوْرًا حَقِيْقَةً

لفظ کے اقسام سے ہے، اور اس میں تمام مصادر داخل ہو جاتے ہیں (جو مذکور ہو) یہ فعل کی صفت اور فعل عام ہے حقیقۃً مذکور ہو

كَمَا اِذَا كَانَ مَذْكُوْرًا بِعَيْنِهٖ نَحْوُ ضَرَبْتُهٗ ضَرْبًا اَوْ حُكْمًا كَمَا اِذَا كَانَ مُقَدَّرًا نَحْوُ فَضَرْبَ الرِّقَابِ

جیسا کہ جب وہ بعینہ مذکور ہو جیسے ضربتہ ضربا یا حکما مذکور ہو جیسا کہ جب عبارت میں مقدر ہو جیسے فضرب الرقاب

اَوْ اسْمًا فِيْهِ مَعْنَى الْفِعْلِ نَحْوُ ضَارِبٌ ضَرْبًا وَخَرَجَ بِهِ الْمَصَادِرُ الَّتِيْ لَمْ يُذْكَرْ فِعْلُهَا لَا حَقِيْقَةً وَ

یا اسم ہو جس میں فعل کا معنی ہو جیسے ضارب ضربا اور مذکور کی قید سے وہ تمام مصادر نکل گئے جن کے فعل نہ حقیقۃً مذکور ہوں اور

لَا حُكْمًا نَحْوُ اَلضَّرْبُ وَاقِعٌ عَلٰى زَيْدٍ بِمَعْنَاهُ صِفَةٌ ثَانِيَةٌ لِلْفِعْلِ وَلَيْسَ الْمُرَادُ بِهٖ اَنَّ الْفِعْلَ كَائِنٌ

نہ حکما جیسے الضرب واقع علی زید اسکے معنی کے ساتھ ہو یہ فعل کی دوسری صفت ہے اور اس قید سے یہ مراد نہیں ہے کہ وہ فعل اس اسم کے

بِمَعْنٰى ذٰلِكَ الْاِسْمِ فَاِنَّ مَعْنَى الْاِسْمِ جُزْءُ مَعْنَاهُ بَلِ الْمُرَادُ اَنَّ مَعْنَى الْفِعْلِ مُشْتَمِلٌ عَلَيْهِ اِشْتِمَالَ

معنی کے ساتھ مطابق ہو کیونکہ اسم کا معنی تو فعل کے معنی کا جز ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ فعل کا معنی اسم کے معنی پر مشتمل ہو جیسے کل جز پر مشتمل ہوتا ہے

الْكُلِّ عَلَى الْجُزْءِ فَخَرَجَ بِهٖ مِثْلُ تَادِيْبًا فِيْ قَوْلِكَ ضَرَبْتُهٗ تَادِيْبًا فَاِنَّهٗ وَاِنْ كَانَ مِمَّا فَعَلَهٗ فَاعِلُ فِعْلٍ

اس قید سے تادیبا کی مانند مصادر خارج ہو گئے جو تمہارے قول ضربتہ تادیبا میں ہے کیونکہ بلاشبہ تادیبا اگرچہ اس قبیل سے ہے جسے فعل مذکور کے فاعل نے کیا

مَذْكُوْرٍ لٰكِنَّهٗ لَيْسَ مِمَّا يَشْتَمِلُ عَلَيْهِ مَعْنَى الْفِعْلِ وَكَذٰلِكَ خَرَجَ بِهٖ مِثْلُ كَرَاهَتِيْ فِيْ نَحْوِ كَرِهْتُ

لیکن اس قبیل سے نہیں کہ جس پر فعل کا معنی مشتمل ہو اور اسی طرح اس سے کرہت کراہتی میں کراہتی کی مانند تعریف سے نکل گیا

كَرَاهَتِيْ فَإِنَّ لِلْكَرَاهَةِ اِعْتِبَارَيْنِ اَحَدُهُمَا كَوْنُهَا بِحَيْثُ قَامَتْ بِفَاعِلِ الْفِعْلِ الْمَذْكُوْرِ وَاشْتُقَّ مِنْهَا

پس اس مثال میں کراہۃ کے لئے دو اعتبار ہیں ایک تو کراہۃ کا اس طرح ہونا کہ وہ فعل مذکور کے فاعل کے ساتھ قائم ہے اور اس سے فعل مشتق کیا گیا

فِعْلٌ اُسْنِدَ اِلَيْهِ وَلَا شَكَّ اَنَّ مَعْنَى الْفِعْلِ مُشْتَمِلٌ عَلَيْهَا حِيْنَئِذٍ وَثَانِيْهِمَا كَوْنُهَا بِحَيْثُ وَقَعَ عَلَيْهَا

جو فاعل کی طرف منسوب کیا گیا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اس وقت فعل کا معنی کراہۃ پر مشتمل ہے اور دوسرا اسکا اس طرح ہونا کہ اس پر

فِعْلُ الْكَرَاهَةِ فَاِذَا ذُكِرَتْ بَعْدَ الْفِعْلِ بِاعْتِبَارِ الْاَوَّلِ كَمَا فِيْ قَوْلِكَ كَرِهْتُ كَرَاهَةً فَهُوَ مَفْعُوْلٌ

کراہۃ کا فعل واقع ہو اپس جب فعل کے بعد پہلے اعتبار سے ذکر کیا جائے تو کراہۃ مفعول مطلق ہے جیسے تیرے قول كَرِهْتُ كَرَاهَةً میں ہے

مُطْلَقٌ وَاِذَا ذُكِرَتْ بَعْدَهٗ بِالْاِعْتِبَارِ الثَّانِيْ كَمَا فِيْ قَوْلِكَ كَرِهْتُ كَرَاهَتِيْ فَهُوَ مَفْعُوْلٌ بِهٖ

اور جب کراہۃ کا فعل کے بعد دوسرے اعتبار سے ذکر کیا جائے جیسا کہ تمہارے قول کرہت کراہتی میں ہے تو وہ مفعول بہ ہے

لَا مَفْعُوْلٌ مُطْلَقٌ اِذْ لَيْسَ ذٰلِكَ الْفِعْلُ مُشْتَمِلًا عَلَيْهِ بِهٰذَا الْاِعْتِبَارِ بَلْ هُوَ وَاقِعٌ عَلَيْهِ وُقُوْعَ الْفِعْلِ

مفعول مطلق نہیں ہے اس لئے کہ یہ فعل اس اعتبار سے اس پر مشتمل نہیں بلکہ وہ اس پر واقع ہے فعل کے مفعول پر واقع ہونے کی طرح

عَلَى الْمَفْعُوْلِ فَخَرَجَ بِهٰذَا الْاِعْتِبَارِ عَنِ الْحَدِّ وَانْطَبَقَ الْحَدُّ عَلَى الْمَحْدُوْدِ جَامِعًا وَمَانِعًا

پس اس اعتبار سے (فعل کراہتی مفعول کی) تعریف سے خارج ہوا اور تعریف معرف پر جامع اور مانع ہو کر منطبق ہو گئی

خلاصہ متن : ۔یہاں سے صاحب کافیہ کی غرض مفعول مطلق کی تعریف کرنا ہے کہ مفعول مطلق اس چیز کا نام ہے جس کو فعل مذکور کے فاعل نے کیا ہو اور وہ فعل مذکور مفعول مطلق کے معنی پر مشتمل ہو۔

اغراض جامی : ۔من المنصوب : اس سے علامہ جامی رحمہ اللہ ہو ضمیر کا مرجع متعین کر رہے ہیں اس کے مرجع میں دو احتمال ہیں (۱) المنصوب (۲) ما اشتمل علی علم المفعولیۃ ۔اول مرجع دو حیثیت سے راجح ہے (۱) دونوں ضمیروں کا مرجع متحد ہے کہ پہلے ہو ما اشتمل میں ضمیر کا مرجع منصوب تھا تو اس کا مرجع بھی منصوب ہونا چاہیے (۲) یہ مرجع مقصود بالذات ہے۔اور ثانی مرجع بھی دو وجہ سے راجح ہے (۱) یہ مرجع قریب ہے (۲) مرجع صریحی ہے جبکہ منصوب مرجع ضمنی ہے۔

سمی بہ : یہاں سے شارح مفعول مطلق کی وجہ تسمیہ بیان فرمار ہے ہیں کہ مفعول مطلق کا نام مفعول مطلق اس لئے رکھا گیا ہے کہ اس پر مفعول کا اطلاق بغیر کسی قید کے ہوتا ہے نہ بہ کی قید نہ لہ کی نہ معہ کی نہ فیہ کی بخلاف باقی مفاعیل کے کہ ان پر مفعول کا

اطلاق مفعول کو باء، مع، یالام میں سے کسی ایک کے ساتھ مقید کئے بغیر صحیح نہیں ہوتا چنانچہ یوں کہا جاتا ''مفعول بہ، معہ، فیہ، لہ''۔

وھو ای المفعول المطلق: سے علامہ جامی رحمہ اللہ کی غرض ہو ضمیر کے مرجع کو بیان کرنا۔

والمراد بفعل الفاعل ایاہ: سے علامہ جامی ایک سوال مقدر کا جواب دے رہے ہیں۔

سوال: ۔مفعول مطلق کی تعریف جامع نہیں اس لئے کہ یہ اس موتا، جسامۃ، شرفا پر صادق نہیں آتی جو مات زیدٌ موتا، جَسُمَ بکرٌ جسامۃ، شرف عمرو شرفا میں واقع ہے کیونکہ اس کو فعل مذکور کے فاعل نے نہیں کیا بلکہ ان افعال کو اللہ تعالیٰ نے کیا ہے حالانکہ یہ سب مفعول مطلق ہیں۔

جواب: ۔فاعل کے مفعول مطلق کو کرنے سے مراد یہ ہے کہ وہ فاعل کے ساتھ قائم ہو بایں طور کہ اس کا اسناد فاعل کی طرف صحیح ہو۔یہ مراد نہیں کہ فاعل اس میں مؤثر اور اس کا موجد بھی ہو۔اب یہ تعریف اس موتا، جسامۃ، شرفا پر صادق آ جائے گی جو مات موتا، جسم جسامۃ، شرف شرفا میں واقع ہے اسلئے کہ یہ فاعل کے ساتھ اس طرح قائم ہیں کہ ان کی نسبت واسناد فاعل کی طرف صحیح ہے۔

وانما زید: سے علامہ جامی کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال: ۔مصنف نے مفعول مطلق کی تعریف میں لفظ اسم کا اضافہ کیوں کیا؟

جواب: ۔اگر لفظ اسم کا اضافہ نہ کرتے تو عبارت یوں ہوتی ھو ما فعلہ فاعل فعل اور یہ درست نہیں اس لئے کہ مفعول مطلق لفظ کی اقسام میں سے ہے جبکہ ما فعلہ فاعل فعل معنی ہے اور معنی کا حمل لفظ پر درست نہیں تو مصنف نے لفظ اسم کا اضافہ کیا تا کہ حمل صحیح ہو جائے۔

ویدخل فیہ: میں فوائد قیود کا بیان ہے کہ تعریف میں ما فعلہ فاعل فعل یہ جنس ہے جو تمام مصادر کو شامل ہے صفۃ للفعل: سے مذکور کی ترکیب کا بیان ہے کہ مذکور مجرور ہو کر فعل کی صفت اول ہے۔

وھو اعم: سے ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال: ۔مفعول مطلق کی تعریف جامع نہیں اس لئے کہ یہ اس رقاب پر صادق نہیں آتی جو فضرب الرقاب میں واقع ہے کیونکہ اس کو فعل مذکور کے فاعل نے نہیں کیا بلکہ فعل غیر مذکور کے فاعل نے کیا ہے حالانکہ یہ مفعول مطلق ہے۔

جواب: ۔مذکور میں تعمیم ہے خواہ حقیقتاً مذکور ہو یا حکماً۔حقیقتاً کا مطلب ہے بعینہٖ مذکور ہو جیسے ضربتہ ضربا اور حکماً کا مطلب ہے مقدر و محذوف ہو اب یہ تعریف فضرب الرقاب میں رقاب پر صادق آ جائے گی اس لئے کہ یہاں فعل اگرچہ حقیقتاً مذکور نہیں لیکن حکماً مذکور ہے کیونکہ اس کی اصل فاضربوا ضرب الرقاب ہے۔

او اسما : سے شارح کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔
سوال: ۔مفعول مطلق کی تعریف جامع نہیں یہ ضربا پر صادق نہیں آتی جو ضارب ضربا میں واقع ہے کیونکہ اس کو فعل مذکور کے فاعل نے نہیں کیا بلکہ صیغہ صفت کے فاعل نے کیا ہے حالانکہ یہ مفعول مطلق ہے۔
جواب: ۔فعل میں تعمیم ہے خواہ حقیقتاً ہو یا حکماً ہو یا معنی ہو یعنی ایسا اسم ہو جس میں فعل کا معنی پایا جائے مثال مذکور میں اگر چہ حقیقۃً یا حکماً فعل مذکور نہیں ہے لیکن معنی مذکور ہے کیونکہ صیغہ صفت میں معنی فعل پایا جا رہا ہے لہذا تعریف جامع ہے۔
خرج بـه الـمصادر : میں فوائد قیود کا بیان ہے کہ مذکور بمنزلہ فصل اول کے ہے اس سے وہ تمام مصادر خارج ہو گئے جن کا فعل مذکور نہیں ہوتا نہ حقیقتاً نہ حکماً نہ معنی جیسے الضرب واقع علی زید میں الضرب مصدر ہے۔
بمعناه صفة ثانية للفعل : سے علامہ جامی کی غرض بمعناہ کی ترکیب بیان کرنا ہے کہ جار مجرور مشتمل کے متعلق ہو کر فعل کی صفت ثانی ہے۔
ولیس المراد : سے غرض جامی ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔
سوال: ۔مفعول مطلق کی تعریف اس کے افراد میں سے کسی فرد پر صادق نہیں آتی اس لئے کہ تعریف میں بمعناہ کا لفظ ہے جس سے متبادر الی الذہن یہ ہے کہ فعل مذکور اور مفعول مطلق دونوں کا معنی ایک ہو دونوں ہم معنی و متحد فی المعنی ہوں حالانکہ فعل اور مصدر کا ایک معنی نہیں ہو سکتا کیونکہ مصدر کا معنی فعل کے معنی کا جزء ہوتا ہے اور فعل کل ہوتا ہے جیسے ضربت ضربا میں ضربت فعل ہے اس میں مصدر، زمانہ، نسبت الی الفاعل تین چیزیں ہیں تو یہ کل اور ضربا مفعول مطلق (صرف مصدر) اس کا جزء ہے۔
جواب: ۔یہ اعتراض تب وارد ہوتا ہے جب بمعناہ کی باء فی کے معنی میں ہو کر افعال عامہ میں سے کسی کے متعلق ہو حالانکہ ایسا نہیں بلکہ باء علی کے معنی میں ہے اور جار مجرور مشتمل کے متعلق ہے معنی یہ ہے فعل مذکور کا معنی مفعول مطلق کے معنی پر ایسے مشتمل ہو جیسے کل جزء پر مشتمل ہوتا ہے اور مفعول مطلق میں بھی فعل کا معنی مفعول مطلق کے معنی پر مشتمل ہوتا ہے لہذا اشکال رفع ہو گیا۔
فخرج به : میں فوائد قیود کا بیان ہے کہ بمعناہ فصل ثانی ہے اس سے وہ تادیبا خارج ہو گیا جو کہ ضربته تادیبا میں واقع ہے اس لئے کہ وہ اگر چہ ما فعله فاعل فعل مذكور کے قبیل سے ہے لیکن ضرب کا معنی اس پر مشتمل نہیں۔
وکذلک خرج : سے علامہ جامی کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔
سوال: ۔مفعول مطلق کی تعریف مانع نہیں اس لئے کہ یہ اس کراھتی پر صادق آتی ہے جو کرهت کراهتی میں واقع ہے اس لئے کہ یہ مافعله فاعل فعل کے قبیل سے ہے لیکن یہ مفعول مطلق نہیں بلکہ مفعول بہ ہے۔
جواب: ۔بمعناہ کی قید سے جس طرح وہ تادیبا خارج ہو گیا جو ضربت تادیبا میں واقع ہے اسی طرح بمعناہ کی قید سے وہ

کراھتی بھی خارج ہوگیا جو کرھت کراھتی میں واقع ہے اسلئے کہ کراہت میں دو اعتبار و دو حیثیات ہیں (۱) کراہت کا اس طور پر ہونا کہ وہ فعل مذکور کے فاعل کے ساتھ قائم ہے اور فعل اس سے مشتق ہے اس اعتبار سے کہ فعل مذکور کا معنی اس پر مشتمل ہو جیسا کہ کل جزء پر مشتمل ہوتا ہے۔ (۲) کراہت کا اس طور پر ہونا کہ اس پر فعل کراہت واقع ہو یعنی بمعنی الشیٔ المکرُوہ کے ہو، جب اول اعتبار سے فعل کراہت کو ذکر کیا جائے جیسے کرھت کراھۃ تو اس وقت یہ مفعول مطلق ہوگا اس لئے کہ اس پر فعل مذکور کا معنی مشتمل ہے کاشتمال الکل علی الجزء۔ اور جب دوسرے اعتبار سے کراہت کو فعل کے بعد ذکر کیا جائے جیسے کرہت کراہتی تو یہ مفعول بہ ہوگا نہ کہ مفعول مطلق کیونکہ فعل اس پر مشتمل نہیں بلکہ اس پر واقع ہے جس طرح مفعول بہ پر فعل واقع ہوتا ہے تو جس اعتبار سے مفعول بہ ہے اس اعتبار سے مفعول مطلق کی تعریف اس پر صادق نہیں آتی۔

مفعول مطلق کے احکامات

وَقَدْ يَكُوْنُ الْمَفْعُوْلُ الْمُطْلَقُ لِلتَّاكِيْدِ اِنْ لَّمْ يَكُنْ فِيْ مَفْهُوْمِهٖ زِيَادَةٌ عَلٰى مَا يُفْهَمُ مِنَ الْفِعْلِ

اور کبھی مفعول مطلق تاکید کے لئے ہوتا ہے اگر اس کے مفہوم میں اس مفہوم پر کوئی زیادتی نہ ہو جو فعل سے سمجھا جا رہا ہے

وَالنَّوْعِ اِنْ دَلَّ عَلٰى بَعْضِ اَنْوَاعِهٖ وَالْعَدَدِ اِنْ دَلَّ عَلٰى عَدَدِهٖ مِثْلُ جَلَسَ جُلُوْسًا لِلتَّاكِيْدِ

اور نوع کے لئے اگر وہ فعل کے بعض انواع پر دلالت کرے اور عددی ہے اگر عدد پر دلالت کرے جیسے جلس جلوسا تاکید کیلئے

وَجِلْسَةً بِكَسْرِ الْجِيْمِ لِلنَّوْعِ وَجَلْسَةً بِفَتْحِهَا لِلْعَدَدِ فَالْاَوَّلُ اَيِ الَّذِيْ لِلتَّاكِيْدِ لَا يُثَنّٰى

اور جلسۃ جیم کے کسرہ کے ساتھ نوع کیلئے اور جلسۃ جیم کی فتح کے ساتھ عدد کیلئے۔ پس اول یعنی جو کہ تاکید کے لئے ہے تثنیہ نہیں کیا جاتا

وَلَا يُجْمَعُ لِاَنَّهٗ دَالٌّ عَلَى الْمَاهِيَّةِ الْمُعَرَّاةِ عَنِ الدَّلَالَةِ عَلَى التَّعَدُّدِ وَالتَّثْنِيَةُ وَالْجَمْعُ يَسْتَلْزِمَانِ

اور نہ جمع بنایا جاتا ہے کیونکہ وہ ایسی ماہیت پر دلالت کرتا ہے جو کہ تعدد پر دلالت کرنے سے خالی ہے اور تثنیہ و جمع تعدد کو مستلزم ہیں

التَّعَدُّدَ فَلَا يُقَالُ جَلَسْتُ جُلُوْسَيْنِ اَوْ جُلُوْسَاتٍ اِلَّا اِذَا قُصِدَ بِهِ النَّوْعُ اَوِ الْعَدَدُ بِخِلَافِ اَخَوَيْهِ

لہذا جلست جلوسین یا جلوسات نہیں کہا جائیگا مگر جب اس سے نوع یا عدد کا قصد کیا جائے اس کے دو بھائیوں کے برعکس

الَّذَيْنِ هُمَا لِلنَّوْعِ وَالْعَدَدِ نَحْوُ جَلَسْتُ جِلْسَتَيْنِ وَجِلْسَاتٍ بِكَسْرِ الْجِيْمِ اَوْ فَتْحِهَا

جو کہ وہ دونوں نوع اور عدد کے لئے ہیں جیسے جلست جلستین (دو مختلف نشستیں) اور جلسات (متعدد نشستیں) جیم کے کسرہ یا فتحہ کے ساتھ

خلاصہ متن: ۔صاحب کافیہ مفعول مطلق کی اقسام بیان فرما رہے ہیں کہ مفعول مطلق کی تین قسمیں ہیں (۱) تاکیدی (۲) نوعی (۳) عددی۔ (۱) تاکیدی: وہ ہے جو محض تاکید کیلئے آئے کوئی نیا معنی اس میں نہ پایا جائے۔ (۲) نوعی: وہ ہے جو نوع کو

بیان کرنے کیلئے آئے۔ (۳) عددی: وہ ہے جو بیان عدد کیلئے ہو۔ فالاول سے صاحب کافیہ تفریع ذکر کر رہے ہیں مفعول مطلق کی قسم اول نہ تثنیہ لائی جاتی ہے نہ جمع۔ بخلاف قسم ثانی اور قسم ثالث کے وہ تثنیہ جمع لائی جاتی ہیں۔ کیونکہ محض تاکید میں تثنیہ جمع کا کوئی تصور نہیں اور نوع اور عدد میں تثنیہ جمع لانے کی ضرورت ہوتی ہے۔

الغرض جامی:۔ اذ لم یکن: سے غرض قسم اول کے قسم ثانی اور قسم ثالث کے بالمقابل ہونے کی صحت کا بیان ہے کہ قسم اول کے مفہوم میں فعل کے مفہوم پر زیادتی نہیں ہوتی جبکہ قسم ثانی اور ثالث میں فعل کے مفہوم پر زیادتی ہوتی ہے۔ نیز مفعول مطلق تاکیدی کی تعریف وتعیین کی طرف اشارہ کر دیا کہ مفعول مطلق تاکیدی وہاں ہوتا ہے جہاں اس کے معنی ومفہوم سے فعل کے مفہوم ومعنی سے کوئی زائد چیز نہ سمجھی جائے بلکہ دونوں سے ایک ہی معنی ومفہوم سمجھا جائے۔

اذ دلّ علی بعض انواعه: سے قسم ثانی کے قسم ثالث کے بالمقابل ہونے کی صحت کا بیان ہے کہ قسم ثانی اور ثالث اس بات میں مشترک ہیں کہ انکے مفہوم میں فعل کے مفہوم پر زیادتی ہوتی ہے لیکن قسم ثانی فعل کی بعض انواع پر دلالت کرتی ہے جبکہ قسم ثالث فعل کی بعض انواع پر دلالت نہیں کرتی بلکہ عدد محض پر دلالت کرتی ہے۔ نیز مفعول مطلق نوعی کی تعریف کی طرف بھی اشارہ کر دیا کہ جو فعل کی نوع پر دلالت کرے۔

اذ دلّ علی عدده: سے قسم ثالث کے قسم اول کے بالمقابل ہونے کی صحت کا بیان ہے کہ قسم ثالث اور قسم اول اس بات میں شریک ہیں کہ ان کے مفہوم میں فعل کی بعض انواع پر دلالت نہیں ہوتی لیکن قسم ثالث میں عدد کا ذکر ہوتا ہے جو کہ قسم اول میں نہیں ہوا کرتا۔ نیز مفعول مطلق عددی کی تعریف کی طرف اشارہ کیا کہ جو فعل کی تعداد پر دلالت کرے۔

للتاکید: سے مثل لہ کی تعیین کا بیان ہے کہ جلست جلوسا یہ مفعول مطلق تاکیدی کی مثال ہے۔

بکسر الجیم: یہ ضبط اعراب ہے۔ للنوع: سے مثل لہ کی تعیین ہے کہ جلست جِلسة یہ مفعول مطلق نوعی کی مثال ہے۔

بفتحها: یہ ضبط اعراب کا بیان ہے۔ للعدد: سے مثل لہ کی تعیین کا بیان جلست جَلسة کہ یہ مفعول مطلق عددی کی مثال ہے۔

الذی للتاکید: سے شارح نے اول کے مصداق کو متعین کر دیا کہ اول سے مراد وہ مفعول مطلق ہے جو تاکید کے لئے ہو

لانه دالّ: میں غرض علم مذکور کی وجہ کو بیان کرنا ہے کہ قسم اول جو تاکید کے لئے ہے اس کو تثنیہ وجمع اس لئے نہیں لایا جاتا کہ قسم اول اس ماہیت پر دلالت کرتی ہے جو دلالت علی التعدد سے خالی ہو یعنی نفس ماہیت ونفس مفہوم پر دلالت کرتی ہے اور تثنیہ وجمع تعدد کو مستلزم ہیں اگر قسم اول کو تثنیہ جمع لایا جائے تو اجتماع نقیضین لازم آئے گا۔

فلا یقال: سے ماقبل پر تفریع ہے کہ چونکہ قسم اول کو تثنیہ اور جمع لانا جائز نہیں تو اسی وجہ سے جلست جلوسین تثنیہ کے ساتھ یا جلوسات جمع کے ساتھ نہیں کہا جائے گا۔

الا اذا قصد به: یہ قسم اول سے استثناء نہیں اس لئے کہ جب مفعول مطلق سے عدد یا نوع کا قصد کیا جائے تو وہ قسم اول نہیں رہتی بلکہ یہ فلا یقال سے استثناء ہے یعنی جلست جلوسین یا جلست جلوسات نہیں کہا جائے گا مگر جب اس کے ساتھ نوع یا عدد کا ارادہ کیا جائے تو پھر مقصود کے مطابق تثنیہ اور جمع لایا جائے گا۔

اللذین هما: سے اخو یہ کے مصداق کو متعین کردیا کہ اخوین کا مصداق وہ مفعول مطلق ہے جو بیان عدد کے لئے ہو۔ اور وہ مفعول مطلق ہے جو بیان نوع کے لئے ہو، انکو مقصود کے مطابق تثنیہ و جمع لایا جائے گا۔ جیسے جلست جلستین وجلوسات اگر بکسر الجیم ہو تو نوع کے لئے اگر بفتح الجیم ہو تو عدد کے لئے ہوگا۔

وَقَدْ يَكُوْنُ الْمَفْعُوْلُ الْمُطْلَقُ بِغَيْرِ لَفْظِهٖ اَىْ مُغَايِرًا لِلَفْظِ فِعْلِهٖ اِمَّا بِحَسْبِ الْمَادَّةِ مِثْلُ
اور کبھی ہوتا مفعول مطلق اس کے لفظ کے غیر سے یعنی اپنے فعل کے لحاظ سے مغایر ومختلف ہو مادہ کے اعتبار سے مختلف ہو جیسے
قَعَدْتُ جُلُوْسًا وَاِمَّا بِحَسْبِ الْبَابِ نَحْوُ اَنْبَتَهُ اللّٰهُ نَبَاتًا وَسِيْبَوَيْهِ يُقَدِّرُ لَهٗ عَامِلًا مِنْ بَابِهٖ اَىْ
قعدت جلوسا اور یا باب کے اعتبار سے جیسے انبتہ اللہ نباتا اور سیبویہ اس کیلئے عامل کو اس کے باب سے مقدر کرتے ہیں یعنی
قَعَدْتُ وَجَلَسْتُ جُلُوْسًا وَاَنْبَتَهُ اللّٰهُ فَنَبَتَ نَبَاتًا
قَعَدْتُ وَجَلَسْتُ جُلُوْسًا اور اَنْبَتَهُ اللّٰهُ فَنَبَتَ نَبَاتًا

خلاصہ متن:۔ صاحب کافیہ فرماتے ہیں کہ کبھی کبھی مفعول مطلق باعتبار لفظ کے فعلِ مذکور کے مغایر بھی ہوتا ہے۔ تاہم باعتبار معنی کے مغایر نہیں ہوتا۔

اغراض جامی:۔ المفعول المطلق: سے یکون کی ضمیر کے مرجع کو متعین کردیا کہ مرجع مفعول مطلق ہے۔

ای مغایرا: میں ایک سوال مقدر کا جواب دے رہے ہیں۔ **سوال**:۔ مثال ممثل لہ کے مطابق نہیں اس لئے کہ "غیر" دون، سوا کے معنی میں آتا ہے اب معنی یہ ہوگا کہ کبھی مفعول مطلق فعل کے لفظ کے سوا اور علاوہ ہوتا ہے حالانکہ جو مثال یعنی قعدت جلوسا ذکر کی ہے اس میں مفعول مطلق فعل کے لفظ کے سوا نہیں بلکہ فعل کے ساتھ مذکور ہے۔

جواب:۔ غیر دون کے معنی میں نہیں بلکہ باء زائدہ ہے اور غیر بمعنی مغایر کے ہے اب معنی یہ ہوگا کبھی مفعول مطلق اپنے فعل کے لفظ کے مغایر ہوتا ہے۔

اما بحسب المادة: سے مغایرت کی تعمیم کا بیان ہے کہ مغایرت میں تعمیم ہے خواہ بحسب المادہ ہو یا بحسب الباب ہو بحسب المادہ کی مثال قعدت جلوسا اور بحسب الباب کی مثال انبته الله نباتا کہ فعل باب افعال مزید سے اور مفعول مطلق

مجرد سے ہے۔

وسیبویہ: میں اختلاف کا بیان ہے کہ امام سیبویہ فرماتے ہیں مفعول مطلق اور اس کے فعل کے درمیان لفظاً و معنی اتحاد ضروری ہے جس طرح معنی کے اعتبار سے تغایر جائز نہیں ہے اسی طرح لفظ کے اعتبار سے بھی تغایر جائز نہیں ہے نہ بحسب المادہ نہ بحسب الباب اسی وجہ سے وہ مذکورہ دونوں مثالوں میں تاویل کرتے ہوئے مفعول مطلق کے لفظ سے عامل کو مقدر مانتے ہیں چنانچہ یوں فرماتے ہیں قعدت جلوسا کی تقدیر قعدت وجلست جلوسا ہے اور انبته الله نباتا کی تقدیر انبته الله فنبتَ نباتا ہے۔ لیکن علامہ مبرد علامہ مازنی علامہ صیرفی تقدیر فعل کا انکار کرتے ہیں وہ کہتے ہیں تقدیر خلاف اصل ہے۔

مفعول مطلق کے فعل کا حذف جوازی

وَقَدْ يُحْذَفُ الْفِعْلُ النَّاصِبُ لِلْمَفْعُوْلِ الْمُطْلَقِ لِقِيَامِ قَرِيْنَةٍ جَوَازًا كَقَوْلِكَ لِمَنْ قَدِمَ مِنْ
اور کبھی حذف کیا جاتا ہے فعل کو مفعول مطلق کو نصب دینے والا قیام قرینہ کے وقت جوازاً جیسے تمہارا قول اس شخص کے لئے جو آئے
سَفَرِهٖ خَيْرَ مَقْدَمٍ اَیْ قَدِمْتَ قُدُوْمًا خَيْرَ مَقْدَمٍ فَخَيْرٌ اِسْمُ تَفْضِيْلٍ وَمَصْدَرِيَّتُهٗ بِاعْتِبَارِ
اپنے سفر سے خَيْرَ مَقْدَمٍ یعنی قَدِمْتَ قُدُوْمًا خَيْرَ مَقْدَمٍ پس خَيْرٌ اسم تفضیل اور اس کا مصدر ہونا اپنے موصوف
الْمَوْصُوْفِ اَوِ الْمُضَافِ اِلَيْهِ لِاَنَّ اِسْمَ تَفْضِيْلٍ لَهٗ حُكْمُ مَا اُضِيْفَ اِلَيْهِ
یا مضاف الیہ ہونے کے اعتبار سے ہے کیونکہ اسم تفضیل کا حکم اس چیز کا ہوتا ہے جس کی طرف اس کی نسبت کی جاتی ہے

خلاصہ متن:۔ صاحب کافیہ فرماتے ہیں کہ کبھی مفعول مطلق کے فعل ناصب کو بوقت قیام قرینہ جوازی طور پر حذف کر دیا جاتا ہے جیسے وہ شخص جو سفر سے لوٹے اس کو کہا جائے خیر مقدمٍ۔ اس کی تقدیر عبارت قدمت قدوما خیر مقدمٍ ہے اولاً قدمت فعل کو حذف کر دیا پھر قدوما کو حذف کر دیا اور خیر مقدم کو اس کے قائم مقام کر دیا۔

اغراض جامی:۔ ای للناصب: میں شارح دو سوالوں کا جواب دے رہے ہیں۔

سوال(۱):۔ جس طرح فعل کا حذف جائز ہے اسی طرح شبہ فعل کا حذف بھی جائز ہے پھر فعل کی تخصیص کیوں کی؟

جواب:۔ فعل سے مراد ناصب مفعول مطلق ہے اور یہ فعل اور شبہ فعل دونوں کو شامل ہے۔

سوال(۲):۔ حذف فعل فعل کے احوال میں سے ہے اور بحث مفعول مطلق میں چل رہی ہے لہذا خروج عن المبحث لازم آرہا ہے۔

جواب:۔ فعل سے مراد وہ فعل ہے جو ناصب للمفعول المطلق ہو اور جو فعل مفعول مطلق کیلئے ناصب ہو وہ مفعول مطلق کے متعلقات میں سے ہے اور کسی شی کے متعلقات سے بحث کرنا در اصل اس شی سے بحث کرنا ہے لہذا خروج عن المبحث نہیں ہے۔

من سفرہ: یہ قدم کے صلہ کا بیان ہے۔

ای قدمت : میں مثال کو ممثل لہ پر منطبق کر رہے ہیں کہ خیر مقدم کی اصل قدمت قدوما خیر مقدم ہے پہلے قدمت فعل کو حذف کر دیا پھر قدوما کو حذف کر دیا اور خیر مقدم کو اس کے قائم مقام کر دیا۔

فخیر اسم تفضیل: میں شارح ایک سوال مقدر کا جواب دے رہے ہیں۔ **سوال**:۔ ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ خیر مفعول مطلق ہے اس لئے کہ مفعول مطلق کی دو شرطیں ہیں (۱) فعل سابق کا معنی اس پر مشتمل ہو کا شتمال الکل علی الجزء یہاں قدمت کا معنی خیر پر مشتمل نہیں ہے (۲) مفعول مطلق میں شرط ہے کہ وہ مصدر ہو اور خیر مصدر نہیں بلکہ اسم تفضیل ہے۔

جواب:۔ خیرٌ کا مفعول مطلق ہونا موصوف محذوف کے اعتبار سے ہے جو کہ قدوما ہے یا مضاف الیہ کے اعتبار سے ہے اسلئے کہ اسم تفضیل مضاف الیہ کے حکم میں ہوتا ہے۔

مفعول مطلق کے فعل کا حذف وجوبی سماعی

وَوُجُوْبًا اَیْ حَذْفًا وَاجِبًا سِمَاعًا اَیْ سِمَاعِیًّا مَوْقُوْفًا عَلَی السِّمَاعِ لَا قَاعِدَۃَ لَہٗ یُعْرَفُ بِھَا نَحْوُ سَقْیًا
اور وجوبا یعنی حذف واجب سماعی یعنی سماعی جو سماع پر موقوف ہو جس کے لئے کوئی قاعدہ نہیں جس سے معلوم کیا جائے جیسے سقیا ہے۔
اَیْ سَقَاکَ اللّٰہُ سَقْیًا وَرَعْیًا اَیْ رَعَاکَ اللّٰہُ رَعْیًا وَخَیْبَۃً اَیْ خَابَ خَیْبَۃً مِنْ خَابَ الرَّجُلُ خَیْبَۃً اِذَا
یعنی سقاک اللہ سقیا اور رعیا یعنی رعاک اللہ رعیا اور خیبۃ یعنی خاب خیبۃ یہ خاب الرجل خیبۃ سے ماخوذ ہے یہ اس وقت ہے جب
لَمْ یَنَلْ مَا طَلَبَ وَجَدْعًا اَیْ جَدَعَ جَدْعًا وَالْجَدْعُ قَطْعُ الْاَنْفِ وَالْاُذُنِ وَالشَّفَۃِ وَالْیَدِ وَحَمْدًا اَیْ
کوئی شخص اپنے مطلوب کو نہ پائے اور جدعا یعنی جدع جدعا اور جدع کا معنی ناک اور کان اور ہونٹ اور ہاتھ کا کاٹنا ہے اور حمدا یعنی
حَمِدْتُ حَمْدًا وَشُکْرًا اَیْ شَکَرْتُ شُکْرًا وَعَجَبًا اَیْ عَجِبْتُ عَجَبًا فَاِنَّہٗ لَمْ یُوْجَدْ فِیْ کَلَامِھِمْ
حمدت حمدا اور شکرا یعنی شکرت شکرا اور عجبا یعنی عجبت عجبا پس بلا شبہ کلام عرب میں ان افعال کا استعمال جو ان مصادر میں عمل کرتے ہیں
اِسْتِعْمَالُ الْاَفْعَالِ الْعَامِلَۃِ فِیْ ھٰذِہِ الْمَصَادِرِ وَھٰذَا مَعْنٰی وُجُوْبِ الْحَذْفِ سِمَاعًا قِیْلَ عَلَیْہِ قَدْ قَالُوْا
نہیں پایا گیا اور وجوب الحذف سماعا کا یہی معنی ہے اس پر اعتراض کیا گیا کہ اہل عرب نے
حَمِدْتُ اللّٰہَ حَمْدًا وَشَکَرْتُہٗ شُکْرًا وَعَجِبْتُ عَجَبًا فَاَجَابَ بَعْضُھُمْ بِاَنَّ ذٰلِکَ لَیْسَ مِنْ کَلَامِ
حمدت اللہ حمدا اور شکرتہ شکرا اور عجبت عجبا کہا ہے تو بعض نے جواب دیا کہ یہ عوامل کا استعمال کلام فصحاء سے نہیں ہے

الْفُصَحَاءِ اَوْبِاَنَّ وُجُوْبَ الْحَذْفِ اِنَّمَا هُوَ فِيْ مَا اُسْتُعْمِلَ بِاللَّامِ نَحْوُ حَمْدًا لَهٗ وَشُكْرًا لَهٗ وَعَجَبًا لَهٗ

اور بعض نے کہا کہ وجوب حذف اس میں ہے جو لام کے ساتھ استعمال ہو جیسے حَمْدًا لَهٗ اور شُكْرًا لَهٗ اور عَجَبًا لَهٗ

خلاصہ متن: ۔صاحب کافیہ فرماتے ہیں کہ کبھی مفعول مطلق کے فعل ناصب کو وجوبا بھی حذف کیا جاتا ہے پھر حذف وجوبی کی دو قسمیں ہیں (۱) سماعی (۲) قیاسی ۔سماعی کا مطلب یہ ہے کہ حذف وجوبی کا کوئی قاعدہ کلیہ نہ ہو صرف اہل عرب سے سنا گیا ہو کہ وہ اس مقام پر عامل کو حذف کرتے ہیں ۔اور قیاسی کا مطلب یہ ہے کہ حذف وجوبی کا قاعدہ کلیہ بھی ہو۔درج بالا عبارت میں حذف سماعی کی امثلہ بھی بیان کی ہیں ۔جن کی تفصیل میں شرح میں آرہی ہے۔

اغراض جامی: ۔حذفا واجبا: سے اشارہ کردیا کہ وجوبا واجبا کے معنی میں ہو کر صفت ہے موصوف محذوف حذفا کی۔

ای سماعیا: میں ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال: ۔سماعا یہ صفت ہے حذفا کی حالانکہ اس کا صفت بننا صحیح نہیں ہے اس لئے کہ صفت کا موصوف پر حمل ہوتا ہے اور یہاں حمل درست نہیں اس لئے کہ حذف سماعی ہوتا ہے نہ کہ سماع (مصدر)۔

جواب: ۔یہاں یاء نسبت محذوف ہے اصل میں سماعیا تھا۔اب حمل صحیح ہو جائے گا کیونکہ یاء نسبت لگانے سے یہ مصدر نہیں رہے گا بلکہ صیغہ صفت کے حکم میں ہو جائے گا۔

موقوفا علی سماع: میں سماع کے معنی کا بیان ہے کہ اس کا معنی ہے کہ جو محض سماع پر موقوف ہو اس کے لئے کوئی قاعدہ کلیہ نہ ہو۔

ای سقاک اللہ سقیا: یہ عامل مقدر کے اظہار کی طرف اشارہ ہے صرف تعلیم کیلئے ۔ورنہ اس کا حذف کرنا واجب ہے ذکر کرنا جائز نہیں۔

ای رعاک اللہ رعیا ای خاب خیبة ای جدع جدعا: ان سب میں عامل مقدر کی طرف اشارہ ہے تعلیما وتفہیما۔

من خاب: میں لفظ خیبة کے ماخذ اشتقاقی کا بیان ہے کہ خیبة یہ ماخوذ ہے خاب الرجل سے۔

اذا لم ینل: سے اس مثال کا محل استعمال بیان کیا کہ یہ مثال اس وقت بولی جاتی ہے جب کوئی شخص اپنے مطلوب کو نہ پا سکے۔

والجدع قطع: میں شارح جدع کے معنی کو بیان فرمارہے ہیں کہ جدع کا معنی ہے ناک یا کان یا ہونٹ وغیرہ کا کاٹنا۔

فائدہ: ۔شارح کی عبارت میں واؤ بمعنی او ہے اس لئے کہ جدع کا معنی ہے ان میں سے کسی ایک کا کاٹنا نہ کہ سب کا کاٹنا۔

فانہ لم یوجد: میں شارح کی غرض مذکورہ مثالوں میں وجوب حذف فعل کی وجہ بیان فرمانا ہے کہ مذکورہ مثالوں میں فعل کو حذف کرنا اس لئے واجب ہے کہ یہ مصادر کلام عرب میں اپنے افعال عاملہ کے ساتھ مستعمل نہیں ہیں اور یہی حذف وجوبی سماعی کا معنی ہے۔

قیل: سے شارح کی غرض ایک اعتراض نقل کر کے اس کے دو جواب پیش کرنا ہے۔

اعتراض:۔ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ یہ مصادر کلام عرب میں اپنے افعال عاملہ کے ساتھ مستعمل نہیں ہوتے بلکہ اہل عرب استعمال کرتے رہتے ہیں۔یوں کہتے ہیں شکرت شکرا وعجبت عجبا اور حمدت الله حمدا.

جواب (۱): ۔ان مصادر کے ساتھ افعال عاملہ کا ذکر کرنا فصحاء کی کلام میں نہیں ہے غیر فصحاء کی کلام میں ہے اور ہماری بحث کلامِ فصحاء میں ہے۔

جواب (۲):۔ان افعال کو حذف کرنا اس وقت واجب ہے جب مصادر لام کے ساتھ مستعمل ہوں جیسے جدعا له شکرا له اورعجبا له اور آپ نے جو مثالیں ذکر کی ہیں ان میں لام کے ساتھ مستعمل نہیں۔

مفعول مطلق کے فعل کا حذف وجوبی قیاسی

وَقَدْ يُحْذَفُ الْفِعْلُ النَّاصِبُ لِلْمَفْعُوْلِ الْمُطْلَقِ حَذْفًا وَاجِبًا قِيَاسًا اَیْ حَذْفًا قِيَاسِيًّا يُعْلَمُ لَهٗ ضَابِطٌ

اور کبھی مفعول مطلق کے نصب دینے والے فعل کو واجبا قیاسا حذف کیا جاتا ہے یعنی حذف قیاسی کے طور پر اس کا ایک قاعدہ کلیہ

كُلِّيٌّ يُحْذَفُ مَعَهُ الْفِعْلُ لُزُوْمًا فِيْ مَوَاضِعَ مُتَعَدِّدَةٍ مِنْهَا اَیْ مِنْ هٰذِهِ الْمَوَاضِعِ مَوْضِعٌ مَا وَقَعَ

معلوم ہوتا ہے جس کے ہمراہ فعل کو لازما حذف کیا جاتا ہے متعدد مواضع میں ان میں سے یعنی ان مواضع میں سے ایک وہ مقام ہے کہ

اَیْ مَفْعُوْلٌ مُطْلَقٌ وَقَعَ مُثْبَتًا اُرِيْدَ اِثْبَاتُهٗ لَا نَفْيُهٗ فَاِنَّهٗ لَوْ اُرِيْدَ نَفْيُهٗ نَحْوُ مَازَيْدٌ يَسِيْرُ سَيْرًا لَا يَجِبُ

واقع ہو یعنی مفعول مطلق مثبت واقع ہو یعنی اس کے اثبات کا ارادہ کیا گیا ہو نہ کہ نفی کا کیونکہ اگر اس کی نفی کا ارادہ کیا گیا ہو جیسے مازید یسیر سیرا تو اس کا حذف

حَذْفُهٗ بَعْدَ نَفْيٍ دَاخِلٍ عَلٰى اِسْمٍ لَا يَكُوْنُ الْمَفْعُوْلُ الْمُطْلَقُ خَبَرًا عَنْهُ اَوْ بَعْدَ مَعْنٰى نَفْيٍ دَاخِلٍ

واجب نہ ہو گا نفی کے بعد جو نفی ایسے اسم پر داخل ہو کہ مفعول مطلق اس اسم کی خبر نہ بن سکے یا معنیٰ نفی کے بعد ایسے اسم پر داخل ہو

عَلٰى اِسْمٍ لَا يَكُوْنُ الْمَفْعُوْلُ الْمُطْلَقُ خَبَرًا عَنْهُ اَیْ عَنْ ذٰلِكَ الْاِسْمِ وَاِنَّمَا قَالَ عَلٰى اِسْمٍ لِاَنَّهٗ

کہ مفعول مطلق اس کی خبر نہ بن سکے اس سے یعنی اس اسم سے اور سوائے اس کے نہیں کہ فرمایا ایسے اسم پر اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر وہ

لَوْ دَخَلَ عَلٰى فِعْلٍ نَحْوُ مَا سِرْتُ اِلَّا سَيْرًا وَاِنَّمَا سِرْتُ سَيْرًا لَا يَكُوْنُ مِنْهُ وَاِنَّمَا وَصَفَ الْاِسْمَ

فعل پر داخل ہو جیسے ما سرت الاسیرا اور انما سرت سیرا تو یہ مثال اس قاعدے سے نہ ہوگی اور مصنف نے اسم کو موصوف کیا

بِاَنْ لَا يَكُوْنَ الْمَفْعُوْلُ الْمُطْلَقُ خَبَرًا عَنْهُ لِاَنَّهٗ لَوْ كَانَ خَبَرًا عَنْهُ نَحْوُ مَا سَيْرِیْ اِلَّا سَيْرٌ شَدِيْدٌ

لایکون المفعول المطلق خبرا عنہ کی صفت کے ساتھ اس لئے کہ اگر مفعول مطلق اس کی خبر بن سکے جیسے ما سیری الا سیر شدید

لَـكَانَ مَرْفُوْعًا عَلَى الْخَبَرِيَّةِ اَوْ وَقَعَ الْـمَفْعُوْلُ الْمُطْلَقُ مُكَرَّرًا اَیْ فِیْ مَوْضِعِ الْخَبَرِ عَنْ اِسْمٍ

تو مفعول مطلق خبر ہونے کی بناء پر مرفوع ہوگا یا واقع ہو مفعول مطلق مکرر یعنی ایسے اسم سے خبر کی جگہ میں (مکرر واقع ہو) کہ

لَا یَصِحُّ وُقُوْعُهٗ خَبَرًا عَنْهُ فَلَا یَرِدُ نَحْوُ دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا وَاِنَّمَا جَمَعَ بَیْنَ الضَّابِطَیْنِ

اس مفعول مطلق کا اس اسم کی خبر واقع ہونا صحیح نہ ہو لہذا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا کی مانند کا اعتراض واقع نہ ہوگا اور دونوں ضابطوں کو جمع کیا

لِاِشْتِرَاكِهِمَا فِی الْوُقُوْعِ بَعْدَ اِسْمٍ لَا یَكُوْنُ خَبَرًا عَنْهُ نَحْوُ مَا اَنْتَ اِلَّا سَیْرًا اَیْ تَسِیْرُ سَیْرًا

اس لئے کہ دونوں ضابطے اس بات میں مشترک ہیں کہ مفعول مطلق ایک ایسے اسم کے بعد واقع ہو وہ اس کی خبر نہ بن سکے جیسے ماانت الاسیرا یعنی تسیر سیرا

وَمَا اَنْتَ اِلَّا سَیْرَ الْبَرِیْدِ اَیْ تَسِیْرُ سَیْرَ الْبَرِیْدِ هٰذَانِ مِثَالَانِ لِمَا وَقَعَ مُثْبَتًا بَعْدَ نَفْیٍ وَاِنَّمَا اَوْرَدَ

اور ما انت الا سیرا البرید یعنی تسیر سیر البرید یہ دونوں مثالیں اس مفعول مطلق کی ہیں جو نفی کے بعد مثبت واقع ہو اور مصنف نے

مِثَالَیْنِ تَنْبِیْهًا عَلٰی اَنَّ الْاِسْمَ الْوَاقِعَ مَوْقِعَ الْخَبَرِ یَنْقَسِمُ اِلَی النَّكِرَةِ وَالْمَعْرِفَةِ اَوْ اِلٰی مَا هُوَ فِعْلٌ

دو مثالیں اس بات پر تنبیہ کرنے کے لئے دی ہیں کہ خبر کی جگہ واقع ہونے والا اسم نکرہ اور معرفہ کی طرف منقسم ہوتا ہے یا اس بات کی طرف منقسم ہوتا ہے کہ

لِلْمُبْتَدَاِ وَاِلٰی مَا یُشْبِهُ بِهٖ فِعْلُهٗ اَوْ اِلٰی مُفْرَدٍ وَمُضَافٍ وَاِنَّمَا اَنْتَ سَیْرًا اَیْ تَسِیْرُ سَیْرًا مِثَالٌ

وہ مبتداء کا فعل ہے اور اس کی طرف کہ مبتداء کے فعل کے مشابہ ہے یا اسم مفرد اور مضاف کی طرف (منقسم ہوتا ہے) اور انما انت سیرا یعنی تسیر سیرا

لِمَا وَقَعَ بَعْدَ مَعْنَی النَّفْیِ وَزَیْدٌ سَیْرًا سَیْرًا اَیْ یَسِیْرُ سَیْرًا مِثَالٌ لِمَا وَقَعَ مُكَرَّرًا

یہ اس مفعول مطلق کی مثال ہے جو معنی نفی کے بعد واقع ہو اور زید سیرا سیرا یعنی یسیر سیرا یہ اس مفعول مطلق کی مثال ہے جو مکرر واقع ہو

خلاصہ متن:۔ اس عبارت میں صاحب کافیہ ان مقامات میں سے دو مقام ذکر کر رہے ہیں جہاں مفعول مطلق کے عامل ناصب کو قیاسی طور پر حذف کرنا واجب ہے ان میں سے پہلا مقام یہ ہے کہ وہ مفعول مطلق جو مثبت ہو اور نفی یا معنی نفی کے بعد واقع ہو اور نفی یا معنی نفی ایسے اسم پر داخل ہو کہ مفعول مطلق اس کی خبر نہ بن سکتا ہو۔ اور دوسرا مقام وہ مفعول مطلق جو مکرر واقع ہو اور ایسے اسم پر داخل ہو کہ مفعول مطلق اس کی خبر نہ بن سکتا ہو۔ ان دونوں جگہوں پر مفعول مطلق کے عامل کو قیاسا حذف کرنا واجب ہے۔

اغراض جامی:۔ قیاسا کا عطف ہے سماعا پر۔

حذفا قیاسا: میں ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔ **سوال:**۔ قیاسا صفت ہے موصوف محذوف حذفا کی حالانکہ اس کا صفت بننا صحیح نہیں ہے اس لئے کہ صفت کا موصوف پر حمل ہوتا ہے اور یہاں حمل درست نہیں کیونکہ حذف قیاسی ہوتا ہے نہ کہ قیاس (مصدر)۔

جواب:۔ یہاں یائے نسبت محذوف ہے اصل میں تھا قیاسیا۔

یعلم لہ : سے حذف قیاسی کا معنی بیان کر دیا کہ اس کے لئے کوئی قاعدہ کلیہ ہو کہ جس پر دیگر امثلہ کو قیاس کیا جاسکے کہ جہاں ضابطہ پایا جائے گا وہاں حذف واجب ہوگا۔

متعددۃ : سے ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔ **سوال** :۔ عبارت میں اصل ایجاز اور اختصار ہوتا ہے تو مصنف کو چاہیے تھا کہ یوں کہہ دیتے وقیاسا فیما وقع مثبتا مواضع اور منہا کا اضافہ نہ کرتے اس لئے کہ اصل مقصود تو حذف وجوبی قیاسی کی معرفت ہے وہ اس عبارت سے بھی حاصل ہو جاتی ہے اور اسمیں اختصار بھی ہے علامہ ابن الحاجب بھی اختصار کے درپے ہیں لہذا مواضع اور منہا کا ذکر بلاضرورت ہے۔

جواب :۔ مصنف نے مواضع کا لفظ ذکر کر کے اشارہ کیا کہ حذف وجوبی قیاسی کے مواضع کثیر ہیں اور منہا کہہ کر اشارہ کیا کہ ہم ان میں سے بعض کو ذکر کر رہے ہیں پس اگر مصنف ان کا اضافہ نہ کرتے تو یہ وہم پیدا ہوتا کہ حذف وجوبی قیاسی صرف مذکورہ صورتوں میں منحصر ہے حالانکہ ایسا نہیں۔

ای من ھذہ المواضع : سے منہا کی ضمیر کا مرجع بیان کیا۔

موضع : سے غرض شارح ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔ **سوال** :۔ کلمہ ما میں دو احتمال ہیں (۱) یا اس سے مراد مفعول مطلق ہے (۲) یا مراد موضع ہے اور دونوں احتمال درست نہیں اس لئے کہ اگر اس سے مراد مفعول مطلق ہو تو مَا کا حمل منہا پر درست نہیں، کیونکہ منہا میں من تبعیضیہ ہے بعض کے معنی میں ہو کر مبتدا ہے اور ما وقع جملہ اس کی خبر ہے، اور جب جملہ خبر ہو تو اس میں عائد کا ہونا ضروری ہے جو مبتدا کی طرف لوٹے، یہاں عائد نہیں ہے۔ اور اگر اس سے مراد موضع ہو تو اگر چہ ما وقع کا حمل منہا پر درست ہوگا لیکن پھر وقع کی ضمیر کے مرجع میں دو احتمال ہیں یا تو اس کا مرجع موضع ہے یا اس کا مرجع مفعول مطلق ہے، اگر مرجع موضع ہو تو مثبتا کا حمل وقع پر درست نہیں ہوگا اس لئے کہ حذف اور محذوف مفعول مطلق ہوتا ہے نہ کہ موضع اور اگر مرجع مفعول مطلق ہو تو اگر چہ مثبتا کا حمل وقع پر درست ہوگا لیکن اس صورت میں جملہ صفتیہ کا بغیر عائد کے ہونا لازم آئے گا جو کہ جائز نہیں؟

جواب :۔ ما مفعول مطلق سے عبارت ہے اور اس کا مضاف محذوف ہے جو کہ موضع ہے اور وقع کی ضمیر کا مرجع بھی مفعول مطلق ہے اب حمل بھی صحیح ہو جائے گا اور جملہ صفتیہ کا بغیر عائد کے ہونا بھی لازم نہیں آئے گا۔ (سوال باسولی ص ۲۷۷، سوال کابلی ص ۱۷۸)

ای مفعول مطلق : یہ ما کی تفسیر ہے۔ شارح جامی نے وقع سے ما کی تفسیر کو اس لئے مؤخر کیا تا کہ موصوف اور صفت کے درمیان تفسیر کے ساتھ فصل لازم نہ آئے۔

ارید البالغہ : سے غرض ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔ **سوال** :۔ مثال ممثل لہ کے مطابق نہیں اس لئے کہ ممثل لہ وہ مفعول مطلق ہے جو کلام مثبت میں ہو اور جو مثال ذکر کی ہے ما انت الا سیرا یہ کلام منفی ہے۔

جواب:۔یہ ہے کہ مثبتا سے مراد یہ ہے کہ کلام میں مفعول مطلق کے اثبات کا ارادہ کیا گیا ہو اگر چہ کلام منفی ہو اور مثال مذکور ما انت الاسیرا میں بھی مفعول مطلق کے اثبات کا ارادہ کیا گیا ہے اس لئے کہ نفی الا کی وجہ سے ٹوٹ چکی ہے۔

لانفیہ: میں شارح نے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ مثبتا کی قید احترازی ہے اس سے اُس مفعول مطلق سے احتراز ہے جس کی نفی کا ارادہ کیا گیا ہو۔

فانہ لو ارید: سے احتراز کی وجہ کا بیان ہے کہ اگر مفعول مطلق کی نفی کا ارادہ کیا گیا تو اس کے عامل ناصب کو حذف کرنا واجب نہیں ہے جیسے ما زید یسر سیرا .

داخل علی اسم: یہ اضافہ اس وجہ سے کیا کہ مصنف کا قول داخل علی اسم الخ یہ متنازع فیہ ہے یعنی نفی چاہتا ہے کہ یہ میری صفت ہو اور معنی نفی چاہتا ہے کہ میری صفت ہو تو شارح نے داخل علی اسم کو معنی کی صفت بنا دیا اور نفی کی صفت کو مقدر مانا۔اور اشارہ کر دیا کہ داخل علی اسم کا تعلق نفی اور معنی نفی دونوں کے ساتھ ہے۔

المفعول المطلق: میں یکون کی ضمیر کے مرجع کو متعین کر دیا کہ اس کا مرجع مفعول مطلق ہے۔

ای عن ذلک الاسم: میں عنہ کے مرجع کو متعین کر دیا کہ مرجع الاسم ہے۔

وانما قال علی: میں شارح علی اسم کی قید کا فائدہ بیان فرما رہے ہیں کہ یہ قید اس لئے لگائی کہ اگر نفی یا معنی نفی اسم پر داخل نہ ہوں بلکہ فعل پر داخل ہوں تو اس وقت مفعول مطلق کے عامل ناصب کو حذف کرنا واجب نہیں ہے جیسے ما سرت الاسیرا اور انما سرت سیرا .

وانما وصف: میں اسم کو لا یکون خبر عنہ کی صفت کے ساتھ موصوف کرنے کی وجہ کو بیان کر رہے ہیں کہ اسم کو لا یکون کے ساتھ اسلئے موصوف کیا کہ اگر مفعول مطلق اس اسم سے خبر بن سکتا ہو تو پھر وہ خبریت کی بنا پر مرفوع ہوگا۔مفعول مطلق ہونے کی بناء پر منصوب نہیں ہوگا جیسے ما سیری الا سیر شدید.

المفعول المطلق: میں وقع کی ضمیر کے مرجع کو متعین کر دیا کہ ضمیر کا مرجع مفعول مطلق ہے۔

ای فی موضع الخبر: سے غرض شارح ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔**سوال**:۔قول باری تعالیٰ کلا اذا دکت الارض دکّا دکّا میں دکا دکا مفعول مطلق ہے جو مکرر ہے حالانکہ اس کا عامل ناصب مذکور ہے محذوف نہیں تو ضابطہ ثانیہ کلی نہ ہوا۔

جواب:۔مفعول مطلق کے مکرر ہونے کی صورت میں اس کے عامل ناصب کو وجوبی طور پر حذف کرنا مشروط ہے اسی شرط کے ساتھ جو ضابطہ سابقہ میں گزر چکی ہے یعنی فی موضع الخبر عن اسم لا یصح وقوعہ خبرا عنہ۔یعنی مفعول مطلق خبر کی جگہ پر تو ہو اور ایسے اسم کے بعد واقع ہو جو خبر کا تقاضا کرتا ہے لیکن وہ اس سے خبر نہ بن سکے اور اذا دکت الارض دکا دکا میں مفعول

مطلق دکا دکا موضع خبر میں نہیں ہے ماقبل والے اسم سے اس لئے کہ ماقبل والا اسم الارض نائب فاعل ہے مبتدا نہیں جو خبر کا تقاضا کرے۔

وانما جمع: سے غرض ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔ **سوال**:۔ضابطہ اولی اور ضابطہ ثانیہ ہر ایک مستقل ضابطہ ہے تو مصنف نے ان دونوں کو جمع کیوں کر دیا دوسرے ضوابط کی طرح دوسرے ضابطہ کو بھی منہا کہہ کر علیحدہ ذکر کرنا چاہئے تھا۔

جواب:۔ان دونوں کو اس لئے جمع کیا کہ یہ دونوں ایک شرط میں شریک ہیں وہ ہے فی موضع الخبر لا یکون خبرا عنہ یعنی دونوں ایسے اسم کے بعد واقع ہوں کہ وہ اسم خبر کا تقاضا کرتا ہو لیکن وہ دونوں مفعول مطلق اسم سے خبر نہ بن سکیں۔اس مناسبت کی وجہ سے دونوں مقامات کو اختصار کیلئے اکٹھا ذکر کر دیا۔

ای تسیر سیرا: میں عامل مقدر کے اظہار کی طرف اشارہ ہے،محض تعلیم وتفہیم کے لئے۔ورنہ فعل کو حذف کرنا واجب ہے اس کو ذکر کرنا جائز نہیں اصل میں ما انت الا تسیر سیرا ہے۔

ای تسیر سیر البرید: میں بھی عامل مقدر کو ظاہر کیا۔

هذان مثالان: میں ممثل لہ کی تعیین کا بیان ہے کہ ما انت الا سیرا اور ما انت الا سیر البرید دونوں اس مفعول مطلق کی مثالیں ہیں جو نفی کے بعد واقع ہو۔

وانما اورد: میں ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔ **سوال**:۔مثال سے مقصود ممثل لہ کی وضاحت ہوتی ہے اور وہ ایک مثال سے بھی حاصل ہو جاتی ہے مصنف نے دو مثالیں کیوں ذکر کی ہیں؟

جواب(۱):۔شارح جامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دو مثالیں ذکر کرنے کی تین وجہ ہیں (۱) مصنف نے دو مثالیں ذکر کر کے اس بات پر تنبیہ کی ہے کہ وہ اسم جو خبر کی جگہ میں واقع ہو کبھی نکرہ ہوتا ہے اور کبھی معرفہ ہوتا ہے پہلی مثال نکرہ کی اور دوسری معرفہ کی ہے۔

جواب (۲):۔یا اس بات پر تنبیہ کی کہ وہ اسم جو خبر کی جگہ میں واقع ہو کبھی مبتدا کا فعل ہوتا ہے اور کبھی اس کے ساتھ مبتدا کے فعل کو تشبیہ دی جاتی ہے۔پہلی مثال اس کی ہے جو مبتدا کا فعل ہو اور دوسری مثال اس کی ہے جس میں مبتداء کے فعل کو مفعول مطلق سے تشبیہ دی گئی ہے۔

جواب(۳):۔یا اس بات پر تنبیہ کی کہ وہ اسم جو خبر کی جگہ میں واقع ہو کبھی مفرد ہوتا ہے کبھی مضاف ہوتا ہے پہلی مثال مفرد کی اور دوسری مضاف کی ہے۔

ای تسیر سیرا: میں عامل مقدر کے اظہار کی طرف اشارہ ہے محض تعلیم کے لئے ورنہ اس کا حذف کرنا واجب ہے اس کو ذکر

کرنا جائز نہیں۔

لما وقع: میں مثل کی تعیین کا بیان ہے کہ انما انت سیرا اس مفعول مطلق کی مثال ہے جو معنی نفی کے بعد واقع ہو

ای یسیر سیرا: سے عامل مقدر کے اظہار کی طرف اشارہ ہے۔

لما وقع مکررا: مثل لہ کی تعیین کا بیان ہے کہ زید سیرا سیرا اس مفعول مطلق کی مثال ہے جو مکرر واقع ہو یعنی ضابطہ ثانیہ کی مثال ہے۔

حذف فعل وجوبی قیاسی کا مقام ثالث

وَمِنْهَا اَیْ مِنَ الْمَوَاضِعِ الَّتِیْ یَجِبُ حَذْفُ الْمَفْعُوْلِ النَّاصِبِ لِلْمَفْعُوْلِ الْمُطْلَقِ فِیْهَا مَا وَقَعَ

اور ان میں سے یعنی ان مواضع میں سے کہ جن میں مفعول مطلق کو نصب دینے والے فعل کا حذف واجب ہے وہ ہے کہ واقع ہو

اَیْ مَوْضِعُ مَفْعُوْلٍ مُطْلَقٍ وَقَعَ تَفْصِیْلًا لِاَثَرِ مَضْمُوْنِ جُمْلَةٍ مُتَقَدِّمَةٍ وَالْمُرَادُ بِمَضْمُوْنِ

یعنی وہ جگہ ہے کہ مفعول مطلق واقع ہو تفصیل جملہ متقدمہ کے مضمون کے اثر کے لئے اور مضمون جملہ سے مراد

الْجُمْلَةِ مَصْدَرُهَا الْمُضَافُ اِلَی الْفَاعِلِ اَوِ الْمَفْعُوْلِ وَبِاَثَرِهٖ غَرَضُهُ الْمَطْلُوْبُ مِنْهُ وَبِتَفْصِیْلِ

جملہ کا مصدر ہے جو فاعل یا مفعول بہ کی طرف مضاف ہو اور اثر سے مراد اس مضمون کی غرض ہے جو اس مضمون سے مطلوب ہو اور تفصیل سے

الْاَثَرِ بَیَانُ اَنْوَاعِهِ الْمُحْتَمِلَةِ مِثْلُ قَوْلِهٖ تَعَالٰی فَشُدُّو الْوَثَاقَ فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ اَیْ بَعْدَ شَدِّ الْوَثَاقِ

مراد اس اثر کے انواع محتملہ کا بیان ہے جیسا کہ اللہ تعالی کا قول فَشُدُّو الْوَثَاقَ فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ یعنی شد الوثاق کے بعد

وَاِمَّا فِدَاءً فَقَوْلُهٗ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ جُمْلَةٌ مَضْمُوْنُهَا شَدُّ الْوَثَاقِ وَالْغَرْضُ الْمَطْلُوْبُ مِنْ شَدِّ

اور اِمَّا فِدَاءً پس قول باری تعالی فَشُدُّوا الْوَثَاقَ ایک جملہ ہے جس کا مضمون شَدُّ الوثاق ہے اور شد الوثاق سے غرض مطلوب

الْوَثَاقِ اِمَّا الْمَنُّ اَوِ الْفِدَاءُ فَفَصَّلَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ هٰذَا الْغَرْضَ الْمَطْلُوْبَ بِقَوْلِهٖ فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَاِمَّا

یا احسان کرنا ہے یا فدیہ لینا ہے پس اللہ تعالی نے اپنے قول فاما منا بعد واما فداء کے ذریعے اس غرض مطلوب کی تفصیل فرما دی

فِدَاءً اَیْ اِمَّا تَمُنُّوْنَ مَنًّا بَعْدَ الشَّدِّ وَاِمَّا تَفْدُوْنَ فِدَاءً

یعنی کفار کو بیڑیاں باندھنے کے بعد یا تو ان پر احسان کر کے انہیں (بلا معاوضہ) چھوڑ دو اور یا معاوضہ لے لو۔

خلاصہ متن: ۔صاحب کافیہ نے اس عبارت میں تیسرا مقام ذکر فرمایا جہاں مفعول مطلق کے عامل ناصب کو قیاسی طور پر

حذف کرنا واجب ہے کہ وہ مفعول مطلق ہے جو جملہ سابقہ کے مضمون کے اثر کی تفصیل بیان کرنے کیلئے لایا گیا ہو اس کے فعل ناصب کو حذف کرنا واجب ہے۔

اغراض جامی :۔ اي من المواضع: میں منہا کی ضمیر کے مرجع کو متعین کردیا کہ ضمیر کا مرجع مواضع ہے۔

التی یجب : میں مواضع کی تعیین کا بیان ہے کہ مواضع سے مراد وہ موضع ہے جن میں مفعول مطلق کے عامل ناصب کو حذف کرنا واجب ہے۔

اي موضع : میں سوال مقدر کا جواب ہے۔ یہ بعینہ وہی سوال وجواب ہیں جو اس سے پہلے ضابطہ میں گذرے ہیں کہ کلمہ ما میں دو احتمال ہیں کونسا احتمال مراد ہے۔ اور اس کا جواب بھی بعینہ وہی ہے۔

والمراد بمضمون : میں توضیح متن ہے۔ مضمون جملہ سے مراد وہ مصدر ہے جو جملہ سے سمجھا جاتا ہو اور وہ مضاف ہو فاعل یا مفعول کی طرف۔ اور اثر مضمون جملہ سے مراد وہ غرض ہے جو مضمون جملہ سے مطلوب ہو اور تفصیلِ اثر سے مراد ان انوع کی تفصیل ہے جن کا احتمال جملہ سابقہ میں موجود ہو۔

مضمون جملہ نکالنے کا طریقہ :۔ اگر جملہ فعلیہ ہو تو مضمون جملہ نکالنے کا طریقہ یہ ہے کہ فعل سے مصدر نکال کر فاعل یا مفعول کی طرف مضاف کردیا جائے اگر جملہ اسمیہ ہو تو خبر سے مصدر نکال کر مبتدا کی طرف مضاف کردیا جائے جیسے زیدٌ قائم کا مضمون جملہ قیام زید ہے۔ اور ضَرَبَ زیدٌ (جملہ فعلیہ) کا مضمون جملہ ضَرْبُ زیدٍ ہے۔

قوله تعالیٰ : سے شارح ایک سوال مقدر کا جواب دے رہے ہیں۔ **سوال :۔** مثل مضاف ہے اور فشد والوثاق مضاف الیہ ہے حالانکہ اس کا مضاف الیہ بنا صحیح نہیں اس لئے کہ یہ فعل ہے۔ نیز جملہ ہے جبکہ مضاف الیہ مفرد ہوتا ہے۔

جواب :۔ مثل کا مضاف الیہ محذوف ہے جو کہ قولہ ہے اور فشدو الوثاق اس کا مقولہ ہے اور تعالیٰ جملہ معترضہ ہے۔ لہٰذا مضاف الیہ اسم اور مفرد ہے فاندفع الاشکال۔

اي بعد شد الوثاق: میں اس بات کی طرف اشارہ کردیا کہ بعد مبنی برضم ہے کیونکہ اس کا مضاف الیہ محذوف منوی ہے۔

فقوله: میں مثال کو مثل لہ پر منطبق کررہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا قول شدو الوثاق جملہ ہے جس کا مضمون شَدُّ الوثاقِ ہے اس سے غرض مطلوب یا تو منّ (یعنی احسان کرنا ہے) یا فداء یعنی فدیہ لے کر چھوڑ دینا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے قول فاما منا بعد واما فداء سے اسی غرض کی تفصیل بیان کردی تو منا اور فداء یہ مفعول مطلق ہیں جو کہ گذشتہ جملہ کے مضمون کی غرض وغایت کی تفصیل کے بیان میں واقع ہیں لہٰذا ان کے عامل ناصب کو وجوبی قیاسی طور پر حذف کردیا گیا ہے اصل میں فاما تمنون منا واما تفدون فداء تھا۔

حذف فعل وجوبی قیاسی کا مقام رابع

وَمِنْهَا اَیْ مِنْ تِلْکَ الْمَوَاضِعِ مَا وَقَعَ اَیْ مَوْضِعُ مَفْعُوْلٍ مُطْلَقٍ وَقَعَ لِلتَّشْبِيْهِ اَیْ لِاَنْ يُشَبَّهَ بِهٖ اَمْرٌ

اوران میں سے یعنی ان مواضع میں سے وہ ہے کہ واقع ہو یعنی وہ موضع ہے کہ مفعول مطلق واقع ہو تشبیہ کیلئے یعنی مفعول مطلق اسلئے واقع ہو کہ اسکے ساتھ

آخَرُ وَاحْتَرَزَ بِهٖ عَنْ نَحْوِ لِزَيْدٍ صَوْتٌ صَوْتٌ حَسَنٌ لِاَنَّهٗ لَمْ يَقَعْ لِلتَّشْبِيْهِ عِلَاجًا اَیْ حَالَ كَوْنِهٖ دَالًّا

کسی دوسری چیز کو تشبیہ دی جائے اور اس سے لزید صوت صوت حسن سے احتراز کیا ہے کیونکہ صوت حسن تشبیہ کیلئے واقع نہیں ہوا علاج ہو کر یعنی اس حال میں کہ

عَلٰی فِعْلٍ مِنْ اَفْعَالِ الْجَوَارِحِ وَاحْتَرَزَ بِهٖ عَنْ نَحْوِ لِزَيْدٍ زُهْدٌ زُهْدُ الصُّلَحَاءِ لِاَنَّ الزُّهْدَ لَيْسَ مِنْ

افعال جارح (ظاہری ''بناء) میں سے کسی فعل پر دلالت کرنے والا ہو اس قید سے مصنف نے لزید زہد زہد الصلحاء کی مانند سے احتراز کیا ہے کیونکہ زہد

اَفْعَالِ الْجَوَارِحِ بَعْدَ جُمْلَةٍ وَاحْتَرَزَ بِهٖ عَنْ نَحْوِ صَوْتُ زَيْدٍ صَوْتُ حِمَارٍ مُشْتَمِلَةٍ تِلْكَ الْجُمْلَةُ

افعال جوارح میں سے نہیں جملہ کے بعد اس قید سے صوت زید صوت حمار کی مانند سے احتراز کیا ہے کیونکہ اس میں صوت حمار جملہ کے بعد واقع نہیں ہوا

عَلٰی اِسْمٍ كَائِنٍ بِمَعْنَاهُ اَیْ بِمَعْنَی الْمَفْعُوْلِ الْمُطْلَقِ وَاحْتَرَزَ بِهٖ عَنْ نَحْوِ مَرَرْتُ بِزَيْدٍ فَاِذَا لَهٗ ضَرْبٌ

مشتمل ہو وہ جملہ ایک اسم پر کہ ہو وہ اسم اس کے معنی کیساتھ یعنی مفعول مطلق کے معنی میں ہو اور مصنف نے اس قید سے مررت بزید فاذا لہ ضرب

صَوْتُ حِمَارٍ وَعَلٰی صَاحِبِهٖ اَیْ صَاحِبِ ذٰلِكَ الْاِسْمِ اَیْ الَّذِیْ قَامَ بِهٖ مَعْنَاهُ وَاحْتَرَزَ بِهٖ عَنْ نَحْوِ

صوت حمار کی مانند سے احتراز کیا ہے اس کے صاحب پر یعنی اس اسم والے پر یعنی جس کیساتھ اس اسم کا معنی قائم ہے اور مصنف نے اس قید سے

مَرَرْتُ بِالْبَلَدِ فَاِذَا بِهٖ صَوْتٌ صَوْتُ حِمَارٍ نَحْوُ مَرَرْتُ بِهٖ فَاِذَا لَهٗ صَوْتٌ صَوْتُ حِمَارٍ اَیْ يُصَوِّتُ

مررت بالبلد فاذا بہ صوت صوت حمار کی مانند سے احتراز کیا ہے جیسے مررت بہ فاذا لہ صوت صوت حمار یعنی یصوت

صَوْتَ حِمَارٍ مِنْ صَاتَ الشَّیْءُ صَوْتًا بِمَعْنٰی صَوَّتَ تَصْوِيْتًا فَصَوْتُ حِمَارٍ مَصْدَرٌ وَقَعَ لِلتَّشْبِيْهِ

صوت حمار یہ صات الشی صوتا سے ماخوذ ہے بمعنی صوت تصویتا (آواز بلند کرنا) پس صوت حمار مصدر ہے جو تشبیہ کے لئے واقع ہوا ہے

عِلَاجًا بَعْدَ جُمْلَةٍ هِیَ قَوْلُهٗ لَهٗ صَوْتٌ وَهِیَ مُشْتَمِلَةٌ عَلٰی اِسْمٍ بِمَعْنَی الْمَفْعُوْلِ الْمُطْلَقِ وَهُوَ صَوْتٌ

افعال جوراح میں سے ہے جملہ کے بعد ہے وہ اس کا قول لہ صوت ہے اسم پر مشتمل ہے جو مفعول مطلق کے معنی میں ہے اور وہ اسم صوت ہے

وَمُشْتَمِلَةٌ عَلٰی صَاحِبِ ذٰلِكَ الْاِسْمِ وَهُوَ الضَّمِيْرُ الْمَجْرُوْرُ فِیْ قَوْلِهٖ لَهٗ وَنَحْوُ مَرَرْتُ بِهٖ فَاِذَا لَهٗ

اور وہ جملہ اس اسم والے پر بھی مشتمل ہے اور وہ صاحب اسم ضمیر مجرور ہے اس کے قول لہ میں اور جیسا کہ مررت بہ فاذا لہ

صُرَاخٌ صُرَاخَ الثَّكْلٰى اَىْ يَصْرَخُ صُرَاخَ الثَّكْلٰى وَهِىَ اِمْرَأَةٌ مَاتَ وَلَدُهَا

صُرَاخٌ صُرَاخَ الثَّكْلٰى یعنی یصرخ صراخ الثکلی اور ثکلی وہ عورت ہے جس کا بچہ فوت ہو جائے

خلاصہ متن: ۔وہ مواضع جہاں مفعول مطلق کے فعل ناصب کو قیاسی طور پر حذف کرنا واجب ہے۔ان میں سے ایک وہ مقام ہے جہاں مفعول مطلق تشبیہ کے لئے ہو یعنی مفعول مطلق کے ساتھ کسی چیز کو تشبیہ دی گئی ہو اور وہ ایسے جملے کے بعد واقع ہو جو جملہ مفعول مطلق کے ہم معنی اسم پر مشتمل ہو اور صاحب اسم پر بھی مشتمل ہو۔جیسے مررت بالبلد فاذا به صوت صوت حمار ہے۔اس میں صوت حمار مفعول مطلق ہے جو کہ تشبیہ کے لئے ہے اور افعال جوارح میں سے بھی ہے اور بعد الجملہ واقع ہے جو له صوت ہے اور یہ جملہ مفعول مطلق کے ہم معنی اسم پر مشتمل ہے جو کہ صوت ہے اور صاحب اسم پر بھی مشتمل ہے جو کہ لہ کی ضمیر مجرور ہے اس لئے اس کے فعل ناصب کو وجوبی قیاسی طور پر حذف کر دیا اصل میں تھا یصوت صوت حمار.

اغراض جامی: ۔منها ای تلک المواضع: سے منہا کی ضمیر کا مرجع بیان کیا ہے۔

ای موضع مفعول مطلق: سے اشارہ کیا کہ ما عبارت ہے مفعول مطلق سے اور اس سے پہلے مضاف محذوف ہے جو کہ موضع ہے۔یہ بھی سوال مقدر کا جواب ہے جس کی تفصیل ماقبل میں گزر چکی ہے۔

ای لان یشبه به: میں اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ تشبیہ مصدر مبنی للمفعول بمعنی مشبّہ ہے اور اس کا صلہ محذوف ہے جو کہ بہ ہے مراد یہ ہے کہ مفعول مطلق کے ساتھ کسی چیز کو تشبیہ دی گئی ہو نہ کہ مفعول مطلق کو تشبیہ دی گئی ہو کسی چیز کے ساتھ یعنی مفعول مطلق مشبہ بہ ہو۔

واحترز به: یہاں سے تشبیہ کی قید کا فائدہ بیان کیا ہے کہ یہ قید احترازی ہے اس سے لزید صوت صوت حسن کی مثل سے احتراز ہے اس لئے کہ اس میں صوت ثانی تشبیہ کے لئے نہیں بلکہ صوت اول سے بدل ہے۔

ای حال کونه: میں علاجا کی ترکیب کی طرف اشارہ کر دیا کہ علاجا ،وقع کی ضمیر مستتر سے حال ہے جس کا مرجع مفعول مطلق ہے

دالا علی فعل: میں ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال: ۔علاجا کو وقع کی ضمیر فاعل سے حال بنانا درست نہیں اس لئے کہ حال کا ذوالحال پر حمل ہوتا ہے اور یہاں علاجا کا حمل مفعول مطلق پر درست نہیں اس لئے کہ علاج کا معنی ہوتا ہے دافع للداء اور مفعول مطلق دافع نہیں ہوتا۔

جواب: ۔علاج سے مراد وہ علاج نہیں جو اطباء کی اصطلاح میں ہوتا ہے بلکہ علاج سے مراد یہ ہے کہ وہ افعال جوارح میں سے کسی فعل پر دلالت کرتا ہو اب حمل درست ہو جائے گا۔(سوال باسولی ص ۲۷۹)

واحترز به: میں علاجا کی قید کا فائدہ بیان کرنا ہے کہ یہ قید احترازی ہے اس سے احتراز ہے لزید زهد زهد الصلحاء کی

مثل سے اس لئے کہ اس میں زید ثانی اگر چہ تشبیہ کے لئے ہے لیکن افعال جوارح میں سے نہیں بلکہ افعال قلوب میں سے ہے۔

واحترزبه : میں بعد جملة کی قید کا فائدہ بیان کیا ہے کہ یہ قید احترازی ہے اس سے احتراز ہے صوت زید صوت حمار کی مثل سے اس لئے کہ یہ اگر چہ تشبیہ کے لئے ہے اور افعال جوارح میں سے بھی ہے لیکن یہ جملہ کے بعد واقع نہیں کیونکہ صوت زید جملہ نہیں ہے۔

تلك الجملة : میں مشتملة کی ضمیر کے مرجع کو متعین کر دیا۔

كائن : میں ترکیب کی طرف اشارہ کیا کہ بمعناہ ظرف مستقر کائن کے متعلق ہو کر صفت ہے اسم کی۔

بمعناه اي بمعنى المفعول المطلق : میں ہٗ ضمیر کے مرجع کو متعین کر دیا کہ ضمیر کا مرجع مفعول مطلق ہے۔

واحترزبه : میں بمعناہ کی قید کا فائدہ بیان کیا ہے کہ یہ قید احترازی ہے اس سے احتراز ہے مروت بزيد فاذا له ضرب صوت حمار کی مثل سے۔ اس لئے کہ اس میں صوت حمار اگر چہ تشبیہ کے لئے ہے اور افعال جوارح میں سے بھی ہے اور بعد الجملہ بھی ہے جو کہ له ضرب ہے لیکن وہ جملہ مفعول مطلق کے ہم معنی اسم پر مشتمل نہیں۔

علی : میں اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ صاحبہ کا عطف اسم پر ہے۔

اي الذي قام به : میں تعیین مراد کا بیان ہے کہ صاحب سے مراد وہ اسم ہے جس کے ساتھ مفعول مطلق کا معنی قائم ہو۔

واحترزبه : میں صاحبہ کی قید کا فائدہ بیان کیا ہے کہ یہ قید احترازی ہے اس سے احتراز ہے مررت بالبلد فاذا به صوت صوت حمار کی مثل سے اس لئے کہ اس میں صوت حمار اگر چہ تشبیہ کے لئے ہے اور افعال جوارح میں سے بھی ہے اور بعد الجملہ بھی ہے جو کہ به صوت ہے اور یہ مفعول مطلق کے ہم معنی اسم پر بھی مشتمل ہے لیکن صاحب اسم پر مشتمل نہیں اس لئے کہ آواز بلد کے ساتھ قائم نہیں ہو سکتی۔

اي يصوت صوت حمار : یہ عامل مقدر کے اظہار کی طرف اشارہ ہے محض تعلیم کے لئے ورنہ اس کو حذف کرنا واجب ہے ذکر کرنا جائز نہیں۔

من صفات الشيء : سے غرض جامی ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔ **سوال** :۔ مثال ممثل لہ کے مطابق نہیں اس لئے کہ ممثل لہ مفعول مطلق ہے اور صوت حمار مفعول مطلق نہیں کیونکہ مفعول مطلق کیلئے شرط ہے کہ وہ مصدر ہو صوت مصدر نہیں ہے مصدر اس وجہ سے نہیں کہ مصدر کی علامت یہ ہے کہ اردو میں اس کے معنی کے آخر میں نا جیسے الضرب (مارنا) القتل (قتل کرنا) اور فارسی میں آخر میں دن یا تن ہو جیسے الضرب زدن والقتل کشتن اور صوت کا معنی صرف (آواز) ہے فارسی میں (بانگ ہے) اس کے آخر میں نہ دن ہے نہ تن لہٰذا اس کا مفعول مطلق بننا درست نہیں ہے۔

جواب۲ : ۔ من صامت سے جواب دیا کہ لفظ صوت مجرد، مزید فیہ یعنی تصویت کے معنی میں ہے بمعنی (آواز نکالنا)۔ لہذا اس کا مفعول مطلق بننا درست ہے۔

فصوت حمار مصدر : میں شارح مثال کو ممثل لہ پر منطبق کررہے ہیں کہ مررت بزید فاذا له صوت صوت حمار میں صوت حمار مفعول مطلق ہے جو کہ تشبیہ کے لئے ہے اور افعال جوارح میں سے بھی ہے اور بعد الجملہ واقع ہے جو لہ صوت ہے اور یہ جملہ مفعول مطلق کے ہم معنی اسم پر مشتمل ہے جو کہ صوت ہے اور صاحب اسم پر بھی مشتمل ہے جو کہ لہ کی ضمیر مجرور ہے اس لئے اس کے فعل ناصب کو وجوبی قیاسی طور پر حذف کردیا اصل میں تھا یصوت صوت حمار به.

ونحو مررت به فاذا له صراخ صراخ الثكلى: یہاں سے اسی ضابطہ کی دوسری مثال پیش کی ہے جیسے مررت به فاذا له صراخ صراخ الثكلى (میں گزرا اس کے ساتھ پس اس کیلئے آواز تھی بچہ گم کردینے والی عورت کی آواز کی طرح) صراخ صاد کے پیش کے ساتھ بروزن سوال از باب علم بمعنی گم پانا حدیث میں ہے ثكلتك امک اور کہا جاتا ہے امرأة ثكلة وثكلى.

سوال : ۔ مصنف رحمہ اللہ نے اس ضابطہ کی دو مثالیں کیوں ذکر کی ہیں حالانکہ ممثل لہ کی وضاحت کیلئے ایک مثال ہی کافی تھی۔

جواب : ۔ مصنف ۔ نے دو مثالیں اس لئے دیں (۱) کہ معلوم ہو جائے کہ مفعول مطلق کبھی اسم غیر ذوی العقول ہوتا ہے جیسے مثال اول میں اور کبھی ذوی العقول جیسے مثال ثانی میں (۲) یا یہ کہ مفعول مطلق کبھی نکرہ کی طرف مضاف ہوتا ہے جیسے مثال اول میں اور کبھی معرفہ کی طرف جیسے مثال ثانی ہے۔

نحو مررت به: سے اس بات کی طرف اشارہ کردیا کہ صراخ صراخ الثکلی کا عطف ہے صوت صوت حمار پر

ای یصرخ صراخ : یہ عامل مقدر کے اظہار کی طرف اشارہ ہے محض تعلیم کے لئے ورنہ اس کو حذف کرنا واجب ہے ذکر کرنا جائز نہیں

وهى امرءة : میں ثکلی کے معنی کا بیان ہے ثکلی اس عورت کو کہتے ہیں جس کا بچہ مرگیا ہو۔

حذف فعل وجوبی قیاسی کا مقام خامس

وَمِنْهَا اَىْ مِنْ تِلْكَ الْمَوَاضِعِ مَا وَقَعَ اَىْ مَوْضِعُ مَفْعُوْلٍ مُطْلَقٍ وَقَعَ مَضْمُوْنَ جُمْلَةٍ
اور ان میں سے یعنی ان مواضع میں سے وہ ہے جو واقع ہو یعنی مفعول مطلق کا وہ موضع ہے کہ مفعول مطلق واقع ہو جملہ کا مضمون
لَا مُحْتَمَلَ لَهَا اَىْ لِهٰذِهِ الْجُمْلَةِ غَيْرُهٗ اَىْ غَيْرُ الْمَفْعُوْلِ الْمُطْلَقِ نَحْوُ لَهٗ عَلَيَّ اَلْفُ دِرْهَمٍ
کہ نہ محتمل ہو اس کیلئے یعنی اس جملے کے لئے اس کے سوا کوئی یعنی مفعول مطلق کے سوا جیسے لہ علی الف درہم اعترافا

اِعْتِرَافًا اَیْ اِعْتَـرَفْتُ اِعْتِرَافًا فَاِعْتِرَافًا مَصْدَرٌ وَقَعَ مَضْمُوْنَ جُمْلَةٍ وَهِیَ لَهٗ عَلَیَّ اَلْفُ دِرْهَمٍ لِاَنَّ

یعنی اِعْتَـرَفْتُ اِعْتِرَافًا پس اعترافا مصدر ہے جملے کا مضمون واقع ہوا ہے اور جملہ لہ علی الف درہم ہے کیونکہ

مَضْمُوْنَهُ الْاِعْتِرَافُ وَلَا مُحْتَمَلَ لَهٗ سِوَاهُ وَيُسَمّٰى هٰذَا النَّوْعُ مِنَ الْمَفْعُوْلِ الْمُطْلَقِ تَاكِيْدًا

اس کا مضمون اعتراف ہے اور اس کا محتمل اس کے سوا اور کوئی نہیں اور نام رکھا جاتا ہے اس قسم کا مفعول مطلق میں سے تاکید

لِنَفْسِهٖ اَیْ لِنَفْسِ الْمَفْعُوْلِ الْمُطْلَقِ لِاَنَّهٗ اِنَّمَا يُؤَكِّدُ نَفْسَهٗ وَذَاتَهٗ لَا اَمْرًا يُغَايِرُهٗ وَلَوْ بِالْاِعْتِبَارِ

لنفسہ یعنی برائے نفس مفعول مطلق کیونکہ مفعول اپنے نفس اور ذات ہی کی تاکید کرتا کسی ایسی چیز کی نہیں جو اس کے مغایر ہو اگرچہ اعتباری ہو

خلاصہ متن: ۔مذکورہ عبارت میں مزید ایسے مقام کا ذکر ہے جہاں مفعول مطلق کے فعل ناصب کو قیاسی طور پر حذف کرنا واجب ہے۔" جہاں مفعول مطلق ایسے جملے کا مضمون اور خلاصہ واقع ہو کہ جس میں مفعول مطلق کے معنی کے علاوہ دوسرے معنی کا احتمال نہ ہو جیسے علی الف درهم اعترافا یہ اصل میں تھا اعترفت اعترافا (مجھ پر ایک ہزار درہم واجب ہیں میں ان کا اعتراف کرتا ہوں اعتراف کرنا) مفعول مطلق کی اس قسم کی کو تاکید لنفسہ کہتے ہیں۔

اغراض جامی: ۔اَیْ مِنْ تِلْکَ الْمَوَاضِعِ: میں ھا ضمیر کا مرجع بتایا کہ وہ مواضع ہے۔

اَیْ مَوْضِعُ مَفْعُوْلٍ مُطْلَقٍ: سے اشارہ کیا کہ ما سے مفعول مطلق مراد ہے اور اس سے پہلے موضع مضاف محذوف ہے۔

اَیْ لِهٰذِهِ الْجُمْلَةِ: میں لہا کی ضمیر کے مرجع کو متعین کر دیا کہ ضمیر کا مرجع جملہ ہے۔

ای غیر المفعول المطلق: میں غیرہ کی ضمیر کے مرجع کو متعین کر دیا کہ وہ مفعول مطلق ہے۔

اَیْ اِعْتَرَفْتُ اِعْتِرَافًا: یہ عامل مقدر کے اظہار کی طرف اشارہ ہے۔اصل اِعْتَرَفْتُ اِعْتِرَافًا تھا۔

فَاِعْتِرَافًا مَصْدَرٌ وَقَعَ مَضْمُوْنَ: میں مثال کو ممثل لہ پر منطبق کر رہے ہیں کہ اس مثال میں اعترافا مصدر ہے جو کہ جملہ کا مضمون اور خلاصہ واقع ہو رہا ہے اور اس جملہ میں اعتراف کے علاوہ کوئی اور احتمال سرے سے نہیں ہے۔

هٰذَا النَّوْعُ: میں یسمی کی ضمیر کا مرجع بتا دیا۔

اَیْ لِنَفْسِ الْمَفْعُوْلِ الْمُطْلَقِ: میں لنفسہ کی ضمیر کا مرجع بتایا کہ وہ مفعول مطلق ہے۔

لِاَنَّهٗ اِنَّمَا يُؤَكِّدُ نَفْسَهٗ: میں مفعول مطلق کے تاکید لنفسہ نام رکھنے کی وجہ کا بیان ہے کہ چونکہ اس میں مفعول مطلق اپنی ذات واپنے آپ کی تاکید کرتا ہے مؤکد اور مؤکد شے واحد ہوتے ہیں ان میں کسی لحاظ سے تغایر نہیں ہوتا نہ ذاتی نہ اعتباری اس لئے اس کو تاکید لنفسہ کہتے ہیں۔

حذف فعل وجوبی قیاسی کا مقام سادس

وَمِنْهَا مَا وَقَعَ مَضْمُوْنَ جُمْلَةٍ لَهَا اَیْ لِهٰذِهِ الْجُمْلَةِ مُحْتَمَلٌ غَيْرُهٗ اَیْ غَيْرُ الْمَفْعُوْلِ الْمُطْلَقِ

اور ان (مواضع) میں سے ایک وہ ہے جو جملے کا مضمون واقع ہو اس کیلئے یعنی اس جملے کیلئے اس کے علاوہ کا احتمال ہو یعنی مفعول مطلق کے علاوہ

نَحْوُ زَيْدٌ قَائِمٌ حَقًّا اَیْ اَحُقُّ حَقًّا مِنْ حَقَّ يَحُقُّ اِذَا ثَبَتَ وَوَجَبَ فَحَقًّا مَصْدَرٌ وَقَعَ مَضْمُوْنَ

جیسے زید قائم حقا یعنی احق حقا یہ حق یحق سے ہے جب ثابت اور واجب ہو پس حقا مصدر ہے مضمون جملہ واقع ہے

جُمْلَةٍ وَهِیَ قَوْلُهٗ زَيْدٌ قَائِمٌ وَلَهَا مُحْتَمَلٌ غَيْرُهٗ لِاَنَّهَا تَحْتَمِلُ الصِّدْقَ وَالْكِذْبَ وَالْحَقَّ

اور وہ اس کا قول زید قائم ہے اور اس کیلئے اس کے غیر کا احتمال بھی موجود ہے کیونکہ یہ جملہ صدق و کذب اور حق و باطل کا احتمال رکھتا ہے

وَالْبَاطِلَ وَيُسَمّٰی هٰذَا النَّوْعُ مِنَ الْمَفْعُوْلِ الْمُطْلَقِ تَاكِيْدًا لِغَيْرِهٖ لِاَنَّهٗ مِنْ حَيْثُ هُوَ مَنْصُوْصٌ

اور نام رکھا جاتا ہے اس نوع کا مفعول مطلق میں سے تاکید لغیرہ کیونکہ مفعول مطلق اس حیثیت سے کہ وہ لفظ مصدر

عَلَيْهِ بِلَفْظِ الْمَصْدَرِ يُؤَكِّدُ نَفْسَهٗ مِنْ حَيْثُ هُوَ مُحْتَمَلُ الْجُمْلَةِ فَالْمُؤَكِّدُ اسْمُ مَفْعُوْلٍ مِنْ

(یعنی لفظ مصدر کے ساتھ) منصوص علیہ ہے اپنے نفس کی تاکید کرتا ہے اس حیثیت سے کہ وہ جملہ کا محتمل ہے پس مؤکد (اسم مفعول کا صیغہ)

حَيْثُ اعْتِبَارِ وَصْفِ الْاِحْتِمَالِ فِيْهِ يُغَايِرُ الْمُؤَكِّدَ اسْمَ فَاعِلٍ مِنْ حَيْثُ اَنَّهٗ مَنْصُوْصٌ عَلَيْهِ

اس حیثیت سے کہ اس میں وصف احتمال کا اعتبار ہے مؤکد (اسم فاعل کا صیغہ) کے مغایر ہے اس حیثیت سے کہ وہ منصوص علیہ

بِالْمَصْدَرِ وَيَحْتَمِلُ اَنْ يَّكُوْنَ الْمُرَادُ اَنَّهٗ تَاكِيْدٌ لِاَجْلِ غَيْرِهٖ لِيَنْدَفِعَ وَعَلٰی هٰذَا يَنْبَغِیْ اَنْ يَّكُوْنَ

مصدر کے ساتھ ہے (تو یہ تاکید غیرہ ہے) اور اس بات کا بھی احتمال ہے کہ مراد (حذف مضاف کے ساتھ) تاکید لاجل غیرہ ہو اور مناسب ہے

الْمُرَادُ بِالتَّاكِيْدِ لِنَفْسِهٖ اَنَّهٗ تَاكِيْدٌ لِاَجْلِ نَفْسِهٖ لِيَتَكَرَّرَ وَيَتَقَرَّرَ حَتّٰی يَحْسُنَ التَّقَابُلُ

کہ تاکید لنفسہ سے مراد تاکید لاجل نفسہ ہو تاکہ وہ مفعول مطلق مکرر اور مقرر ہو جائے کہ تقابل خوب ہو جائے

خلاصہ متن:۔ مذکورہ عبارت میں مزید ایسے مقام کا ذکر ہے جہاں مفعول مطلق کے فعل ناصب کو قیاسی طور پر حذف کرنا واجب ہے کہ ’’جہاں مفعول مطلق ایسے جملے کا مضمون اور خلاصہ واقع ہو کہ جس میں مفعول مطلق کے معنی کے علاوہ دوسرے معنی کا احتمال بھی موجود ہو جیسے زَيْدٌ قَائِمٌ حَقًّا یہ اصل میں تھا اَحُقُّ حَقًّا (میں حق بات کہہ رہا ہوں حق بات کہنا)

اغراض جامی:۔ اَیْ لِهٰذِهِ الْجُمْلَةِ: میں لہا کی ضمیر کے مرجع کو متعین کر دیا کہ ضمیر کا مرجع جملہ ہے۔

اي هذه الجملة : میں لہا کی کی ضمیر کے مرجع کو متعین کردیا کہ ضمیر کا مرجع جملہ ہے۔
اي غير المفعول المطلق: میں غیر کی ضمیر کے مرجع کو متعین کردیا کہ وہ مفعول مطلق ہے۔
اَيْ اَحِقُّ حَقًا : یہ عامل مقدر کے اظہار کی طرف اشارہ ہے۔لیکن یہ محض سمجھانے کیلئے ہے ورنہ اس کو حذف کرنا واجب ہے ذکر کرنا جائز نہیں اصل میں تھا احق حقا۔
مِنْ حَقَّ يَحِقُّ اِذَا ثَبَتَ: یہاں سے حقا کے معنی کا بیان ہے کہ یہ حَقَّ يَحِقُّ سے ماخوذ ہے جس کا معنی ثبت و جب ہے۔
فَحَقًّا مَصْدَرٌ وَقَعَ : میں مثال کو مثل لہ پر منطبق کررہے ہیں کہ اس مثال میں حقا مصدر ہے جو کہ جملہ کا مضمون اور خلاصہ واقع ہے اور وہ جملہ زید قائم ہے اور اس جملہ میں مفعول مطلق کے معنی حق کے علاوہ دوسرے معنی کا احتمال بھی ہے اور وہ معنی کذب و باطل ہے۔اس لئے کہ زید قائم جملہ خبریہ ہے جو صدق اور کذب اور حق و باطل دونوں کا احتمال رکھتا ہے پس حقا کے فعل ناصب یعنی احق کو وجوبی طور پر حذف کردیا۔
لانه من حيث : میں تاکید لغیرہ کی وجہ تسمیہ کے بیان کے ضمن میں ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔
سوال :۔تاکید لغیرہ تو محال ہے اس لئے کہ تاکید نام ہے تلفظ الشیء بلفظ واحد مرتین (ایک لفظ کا دو مرتبہ تلفظ کرنے) کا لہٰذا مثال مذکور میں حقا اپنے نفس اور اپنی ذات ہی کی تاکید کررہا ہے اس اعتبار سے کہ وہ جملے کا محتمل ہے تو مصنف کا قول يسمى تاكيدا لغيره کہنا کیسے درست ہوا۔
جواب(۱):۔یہاں اعتباری تغایر مراد ہے،اس لئے کہ مضمون جملہ یعنی حقًا اس حیثیت سے کہ منصوص علیہ بلفظ المصدر ہے یعنی لفظ مصدر اس پر صراحتا دلالت کرتا ہے یہ متیقن ہے اور اس حیثیت سے کہ وہ جملہ کا محتمل ہے یہ غیر متیقن ہے لہذا انکے درمیان تغایر اعتباری پایا گیا اور اسی مغایرت اعتباری کی وجہ سے اس کا نام تاکید لغیرہ رکھا گیا ورنہ حقیقت میں تو یہ بھی تاکید لنفسہ ہے۔
جواب(۲):۔ويحتمل ان يكون سے اعتراض مذکور کا دوسرا جواب دے رہے ہیں کہ تاکید لغیرہ کا لام اجلیہ تعلیلیہ ہے تو يسمى تاكيدا لغيره کا معنی ہے يسمى تاكيدا لاجل غيره ۔اور غیر سے پہلے مضاف محذوف ہے عبارت اس طرح ہوگی ويسمّى تاكيدًا لاجل اندفاع غيره تو مطلب یہ ہوگا اس نوع کا نام تاکید لغیرہ اس وجہ سے ہے کہ یہ اپنی ذات اور اپنے آپ کی تاکید کرکے غیر کے احتمال کو دفع کرتا ہے اس لئے اس کا نام تاکید لغیرہ رکھا گیا ہے تو حاصل عبارت اس طرح ہوجائے گا ويسمّى تاكيدًا لنفسه لاجل اندفاع غيره۔
وَعَلٰى هٰذَا يَنْبَغِيْ: میں ایک فائدے کا بیان ہے کہ جب يسمى تاكيدا لغيره میں لام اجلیہ ہے تو مناسب یہ ہے کہ تاكيد لنفسه میں بھی لام اجلیہ ہوتا کہ دونوں عبارتوں میں خوب تقابل ہوجائے۔تو عبارت ہوگی تاکید لاجل نفسہ یعنی اپنی

ذات کی تاکید تا کہ اپنی ذات اور نفس کا تکرر اور تقرر ہو جائے۔

حذف فعل وجوبی قیاسی کا مقام سابع

وَمِنْهَا مَاوَقَعَ مُثَنًّى اَیْ عَلٰی صِیْغَةِ التَّثْنِیَةِ وَاِنْ لَّمْ یَکُنْ لِلتَّثْنِیَةِ بَلْ لِلتَّکْرِیْرِ وَالتَّکْثِیْرِ وَلَا بُدَّ فِیْ
اور ان میں سے وہ موضع ہے کہ مثنی واقع ہو یعنی تثنیہ کے صیغے پر واقع ہو اگر چہ تثنیہ کے لئے نہ ہو بلکہ تکریر اور تکثیر کے لئے ہو
تَتْمِیْمِ هٰذِهِ الْقَاعِدَةِ مِنْ قَیْدِ الْاِضَافَةِ اَیْ مُثَنًّى مُضَافًا اِلَی الْفَاعِلِ اَوِ الْمَفْعُوْلِ لِئَلَّا یَرِدَ مِثْلُ قَوْلِهٖ
اور اس قاعدے کی تکمیل میں اضافت کی قید ضروری ہے یعنی مفعول مطلق تثنیہ واقع ہو جو فاعل یا مفعول کی طرف مضاف ہو تا کہ اللہ تعالی کے قول
تَعَالٰی ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ کَرَّتَیْنِ اَیْ رَجْعًا مُکَرَّرًا کَثِیْرًا وَفِیْ جَعْلِ الْمِثَالِ مِنْ تَتِمَّةِ التَّعْرِیْفِ لِاِفَادَةِ
ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ کَرَّتَیْنِ کے مثل سے اعتراض وارد نہ ہو یعنی بار بار لوٹانا اور مثال کو تعریف کا تتمہ بنانے میں اس قید کے افادے کے لئے
هٰذِهِ الْقَیْدِ تَکَلُّفٌ مِثْلُ لَبَّیْکَ اَصْلُهٗ اَلِبُّ لَکَ اِلْبَابَیْنِ اَیْ اُقِیْمُ لِخِدْمَتِکَ وَامْتِثَالِ اَمْرِکَ وَلَا
تکلف ہے جیسے لبیک اس کی اصل الب لک البابین ہے یعنی میں تمہاری خدمت اور تمہارے حکم کی بجا آوری کے لئے حاضر کھڑا ہوں
اَبْرَحُ عَنْ مَکَانِیْ اِقَامَةً کَثِیْرَةً مُتَتَالِیَةً فَحُذِفَ الْفِعْلُ وَاُقِیْمَ الْمَصْدَرُ مَقَامَهٗ وَرُدَّ اِلَی الثُّلَاثِیْ بِحَذْفِ
اور میں اپنی جگہ سے الگ نہیں ہونگا لگا تار پے در پے کھڑا ہونا پھر اسکا فعل حذف کیا گیا اور مصدر اس فعل کی جگہ کھڑا کیا گیا اور اس مصدر کو
زَوَائِدِهٖ ثُمَّ حُذِفَ حَرْفُ الْجَرِّ مِنَ الْمَفْعُوْلِ وَاُضِیْفَ الْمَصْدَرُ اِلَیْهِ وَیَجُوْزُ اَنْ یَّکُوْنَ مِنْ لَبَّ
ثلاثی مجرد کی طرف اس کے زوائد کے حذف کے بعد پھرا گیا اور مصدر کو اس کی طرف مضاف کر دیا گیا اور جائز ہے کہ لب بالمکان
بِالْمَکَانِ بِمَعْنٰی اَلَبَّ فَلَا یَکُوْنُ مَحْذُوْفَ الزَّوَائِدِ وَعَلٰی هٰذَا الْقِیَاسِ سَعْدَیْکَ اَیْ اُسْعِدُکَ
سے لہذا لبیک اس صورت میں محذوف الزائد نہ ہوگا اور اسی قیاس پر سعدیک ہے یعنی اسعدک
اِسْعَادًا بَعْدَ اِسْعَادٍ بِمَعْنٰی اُعِیْنُکَ اِلَّا اَنَّ اُسْعِدُ یَتَعَدّٰی بِنَفْسِهٖ بِخِلَافِ اُلِبُّ فَاِنَّهٗ یَتَعَدّٰی بِاللَّامِ
اسعادا بعد اسعاد معنی ہے کہ میں تیری مدد کرتا ہوں مگر یہ کہ اسعد متعدی بنفسہ ہے الب کے برعکس وہ لام کے ساتھ متعدی ہوتا ہے

خلاصہ متن: ۔صاحب کافیہ آخری مقام بتا رہے ہیں جہاں مفعول مطلق کے فعل ناصب کو قیاسی طور پر حذف کرنا واجب ہے۔ کہ وہ مفعول مطلق جو تثنیہ کی صورت پر ہو اس کے فعل ناصب کو حذف کرنا بھی واجب ہے جیسے لَبَّیْکَ یہ اصل میں اُلِبُّ لَکَ اِلْبَابَیْنِ تھا جو بالآخر تعلیلات کے بعد لَبَّیْکَ بن گیا جس کی تفصیل شرح میں آ رہی ہے۔اسی طرح

سَعْدَیْکَ یہ اصل میں اُسْعِدُکَ اِسْعَادًا بَعْدَ اِسْعَادٍ فعل ناصب کے حذف اور چند تبدیلیوں سے یہ سَعْدَیْکَ بن گیا۔

اغراض جامی :۔اَیْ عَلٰی صِیْغَۃِ التَّثْنِیَۃِ : میں دو سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال (۱): ۔مثال ممثل لہ کے مطابق نہیں اس لئے کہ ممثل لہ وہ مفعول مطلق ہے جو تثنیہ ہو اور لبیک اس کے معنی تثنیہ کے نہیں بلکہ اس کے معنی تکرار اور کثرت کے ہیں

سوال (۲) :۔اس ضابطے کا تقاضا یہ ہے کہ ضرب ضربین میں فعل ناصب کو قیاسی طور پر حذف کرنا واجب ہو اسلئے کہ اس میں مفعول مطلق یعنی ضربین تثنیہ واقع ہے حالانکہ اس کا فعل مذکور ہے محذوف نہیں اور نہ ہی کسی کے نزدیک اسکا حذف واجب ہے۔

جواب: ۔شارح نے اس عبارت سے دونوں سوالوں کا جواب دیا کہ ثنی سے مراد یہ ہے کہ وہ تثنیہ کی صورت پر ہو اور تکریر و تکثیر کے معنی میں ہو اب دونوں سوال رفع ہو گئے پہلا سوال اس طرح رفع ہو گیا کہ لبیک صورۃً تثنیہ ہے اور تکرار و تکثیر کے معنی میں ہے اور دوسرا سوال اس طرح رفع ہو گیا کہ ضربین اگر چہ صورۃً تثنیہ ہے لیکن اس کا معنی تکریر اور تکثیر کے نہیں اس لئے اس کے فعل ناصب کا حذف واجب نہیں۔

<u>ولا بدفی</u>: سے شارح کی غرض صاحب کافیہ پر اعتراض کرنا ہے۔**سوال** : ۔مصنف کو چاہیے تھا کہ وہ مضاف الی الفاعل یا الی المفعول کی قید لگاتے اور یوں کہتے منہا ما وقع مثنی مضافا الی الفاعل او المفعول اس لئے کہ صورت مذکورہ میں مفعول مطلق کے فعل ناصب کو حذف کرنا تب واجب ہوتا ہے جب کہ وہ فاعل یا مفعول کی طرف مضاف ہوں اگر فاعل یا مفعول کی طرف مضاف نہ ہوں تو اس کو حذف کرنا واجب نہیں جیسے ثم ارجع البصر کرتین اس میں کرتین مفعول مطلق ہے جو کہ تثنیہ کی صورت پر واقع ہے لیکن چونکہ یہ فاعل یا مفعول کی طرف مضاف نہیں اس وجہ سے فعل مذکور ہے، محذوف نہیں۔

<u>وفی جعل المثال</u> : میں شارح کی غرض فاضل ہندی پر رد کرنا ہے۔فاضل ہندی نے مذکورہ اعتراض کا جواب یہ دیا کہ مصنف نے اضافت کی قید کو مثال پر اکتفا کرتے ہوئے ذکر نہیں کیا اس لئے کہ لبیک اور سعدیک میں مفعول مطلق مفعول کی طرف مضاف ہے گویا کہ یہ مثال تعریف اور ضابطہ کے تتمہ میں سے ہے۔تو شارح نے اس کو رد کر دیا کہ مثال کو تعریف اور ضابطہ کے تتمہ بنانے میں تکلف ہے اس لئے کہ مثال تو تعریف اور ضابطہ کے تام ہونے کے بعد وضاحت کے لئے ہوتی ہے نہ کہ اس تعریف یا ضابطہ کے تتمہ کیلئے۔(سوال کابلی ص ۱۸۵)

<u>اَصْلُہٗ اُلِبُّ لَکَ اِلْبَابَیْنِ</u>: میں عامل مقدر کے اظہار کی طرف اشارہ ہے۔محض تعلیم کے لئے ورنہ اس کو حذف کرنا واجب ہے ذکر کرنا جائز نہیں۔

<u>ای اقیم</u> : سے مثال کے معنی کا بیان ہے کہ لبیک کا معنی ہے میں تیری خدمت اور تیرے امر کی تعمیل کے لئے کھڑا ہوتا ہوں بار

بار کثرت سے لگاتار اور میں اپنی جگہ سے ہٹتا نہیں۔

فحذف الفعل: میں مثال کو ممثل لہ پر منطبق کر رہے ہیں کہ لبیک کی اصل اُلِبُّ لَکَ اِلْبَابَیْنِ ہے الب فعل کو حذف کر دیا مصدر کو اس کے قائم مقام کر دیا تو البابین لک ہو گیا پھر البابین سے زوائد یعنی ہمزہ مکسورہ اور الف کو حذف کر دیا اور اس کو مجرد کی طرف منتقل کر دیا تو لبین لک ہو گیا پھر مصدر کو کاف ضمیر کی طرف مضاف کیا اور لام جارہ کو حذف کر دیا اور نون تثنیہ کا اضافت کی وجہ سے گر گیا تو لببیک ہو گیا پھر باء کا باء میں ادغام کیا تو لَبَّیْکَ ہو گیا۔

ویجوز: میں لَبَّیْکَ کی توجیہ ثانی کا بیان ہے کہ لَبَّیْکَ اصل میں الب لک لبین تھا الب فعل کو حذف کر دیا مصدر کو اس کے قائم مقام کر دیا تو لبین لک ہو گیا پھر مصدر کو کاف ضمیر کی طرف مضاف کیا اور لام جارہ کو حذف کر دیا اور نون تثنیہ کا بوجہ اضافت گر گیا تو لَبَبْیکَ ہو گیا پھر باء کا باء میں ادغام کیا تو لبیک ہو گیا۔

توجیہ اول اور ثانی میں فرق صرف یہ ہے توجیہ اول کے مطابق لَبَّیْکَ محذوف الزوائد میں سے ہے اور توجیہ ثانی کے مطابق محذوف الزوائد میں سے نہیں۔

وعلی ھذا القیاس سعدیک: میں دوسری مثال سعدیک کی توجیہ کا بیان ہے۔ کہ اس کو لَبَّیْکَ کی توجیہ اول پر قیاس کر لینا چاہیے۔ سعدیک اصل میں اسعدک اسعادین تھا معنی یہ ہے کہ میں تیری تائید اور نصرت کرتا ہوں بار بار کثرت سے تائید و نصرت کرنا اسعد فعل کو حذف کر دیا مصدر کو اس کے قائم مقام کر دیا پھر زوائد یعنی ہمزہ مکسورہ اور الف کو حذف کر دیا اور نون تثنیہ کا اضافت کی وجہ سے گر گیا تو سعدیک ہو گیا۔

اَلّا اَنَّ اَسْعدُ یَتَعَدّٰی بِنَفْسِہٖ: میں مثال اول اور ثانی کے درمیان فرق بتا رہے ہیں اسعد یہ بلا واسطہ حرف جر متعدی ہوتا ہے جبکہ البلام کے واسطہ کے ساتھ متعدی ہوتا ہے۔

مفعول به کی تعریف

اَلْمَفْعُوْلُ بِهٖ هُوَ مَا وَقَعَ اَیْ هُوَ اِسْمُ مَاوَقَعَ عَلَیْهِ فِعْلُ الْفَاعِلِ وَلَمْ یَذْکُرِ الْاِسْمَ اِکْتِفَاءً بِمَا

مفعول بہ وہ ہے کہ واقع ہو یعنی مفعول بہ وہ اسم ہے کہ واقع ہو اس پر فاعل کا فعل اور ماتن نے لفظ اسم کو ذکر نہیں کیا اکتفاء کرتے ہوئے اس چیز کے ساتھ

سَبَقَ فِی الْمَفْعُوْلِ الْمُطْلَقِ وَالْمُرَادُ بِوُقُوْعِ فِعْلِ الْفَاعِلِ عَلَیْهِ تَعَلُّقُهٗ بِهٖ بِلَا وَاسِطَةِ حَرْفِ الْجَرِّ فَاِنَّهُمْ

جو ماقبل میں مفعول مطلق میں گذری اور فاعل کے فعل کے اس پر واقع ہونے سے مراد فعل کا مفعول بہ کے ساتھ بلا واسطہ حرف جر کے متعلق ہونا ہے پس بلاشبہ

یَقُوْلُوْنَ فِیْ ضَرَبْتُ زَیْدًا اِنَّ الضَّرْبَ وَاقِعٌ عَلٰی زَیْدٍ وَلَا یَقُوْلُوْنَ فِیْ مَرَرْتُ بِزَیْدٍ اِنَّ الْمُرُوْرَ

وہ ضربت زیدا میں کہتے ہیں کہ ضرب زید پر واقع ہے اور مررت بزید میں نہیں کہتے کہ مرور زید پر واقع ہے

وَاقِعٌ عَلَيْهِ بَلْ مُتَلَبِّسٌ بِهٖ

بلکہ اس کے ساتھ متلبس ہے

خلاصہ متن: ۔اس عبارت میں صاحب کافیہ مفعول بہ کی تعریف کرتے ہیں کہ مفعول بہ اس چیز کا نام ہے جس پر فاعل کا فعل واقع ہو جیسے ضَرَبْتُ زَيْدًا

اغراض جامی: ۔اي هو اسم: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔کلمہ ما دو حال سے خالی نہیں یا اس سے مراد اسم ہے (۲) یا مسمی ہے۔ دونوں احتمال درست نہیں کیونکہ اگر ما سے اسم مراد ہو تو اس پر فاعل کے فعل کا وقوع درست نہیں ہوگا کیونکہ فعل کا وقوع مسمی پر ہوتا ہے نہ کہ اسم پر اور اگر ما سے مسمی مراد ہو تو خروج عن المبحث لازم آئے گا اس لئے کہ بحث اسم میں ہو رہی ہے نہ کہ مسمی میں۔

جواب: ۔ما سے مراد مسمی ہے لیکن مضاف محذوف ہے جو کہ اسم ہے اصل میں تھا هو اسم ما وقع الخ اب فاعل کے فعل کا وقوع بھی درست ہوگا اور خروج عن المبحث بھی لازم نہیں آئے گا۔

ولم يذكر الاسم: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔ اس صورت میں تو تقدیر فی التعریف لازم آئے گی جو کہ جائز نہیں اس لئے کہ تعریف معرَّف کی وضاحت کے لئے ہوتی ہے اور تقدیر میں تجہیل ہے جو کہ مخل فی التعریف والتوضیح ہے۔

جواب: ۔تقدیر فی التعریف اس وقت ناجائز ہوتی ہے جب اس پر کوئی قرینہ نہ پایا جائے اور اگر قرینہ پایا جائے تو جائز ہوتی ہے۔اور یہاں قرینہ موجود ہے کہ مفاعیل میں سے سب سے پہلے مفعول یعنی مفعول مطلق کی تعریف میں لفظ اسم مذکور ہے اور یہی لفظ تمام مفاعیل میں ملحوظ ہے۔

والمراد بوقوع: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔مفعول بہ کی تعریف جامع نہیں یہ اياك نعبد میں اياك پر صادق نہیں آتی کیونکہ عبادت اللہ پر واقع نہیں ہوتی بلکہ اللہ کیلئے ہوتی ہے۔اسی طرح یہ تعریف ما ضربت زيدا میں زید پر صادق نہیں آتی کیونکہ ضرب، زید پر واقع نہیں بلکہ زید سے ضرب کی نفی ہے حالانکہ یہ مفعول بہ ہے۔

جواب: ۔مفعول بہ پر فاعل کے فعل کے وقوع سے مراد یہ ہے کہ اس کے ساتھ فعل کا تعلق ہو پھر تعمیم ہے خواہ تعلق نفیا ہو یا اثباتا ہو۔اب یہ تعریف اياك نعبد میں اياك پر صادق آجائیگی اس لئے کہ عبادت کا اللہ کے ساتھ تعلق ہے اثباتا اور ما ضربت زيدا میں زید پر بھی صادق آجائیگی اس لئے کہ اگرچہ ضرب کا تعلق زید کے ساتھ اثباتا نہیں لیکن نفیا ہے۔اور ضابطہ

ہے السوالب تابعۃ للموجبات (سوال باسوی ص ۲۸۵)

بلاواسطۃ: سے شارح کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: مفعول بہ کی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں اس لئے کہ یہ تعریف مررت بزید میں زید پر صادق آتی ہے کیونکہ اس کے ساتھ مرور والے فعل کا تعلق ہے حالانکہ یہ مفعول بہ نہیں بلکہ جار مجرور ہے۔

جواب: تعلق سے مراد تعلق بلاواسطہ حرف جار ہے اور مثال مذکور میں زید کے ساتھ مرور والے فعل کا تعلق تو ہے لیکن بواسطہ حرف جر نہیں بلکہ بواسطہ حرف جر ہے لہذا اس پر تعریف صادق نہیں آئے گی۔

فانہم یقولون: سے شارح کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: اس بات کی کیا وجہ ہے کہ ضربت زیدا میں زید کو مفعول بہ بنایا اور مررت بزید میں زید کو مفعول بہ نہیں بنایا حالانکہ جس طرح ضربت زیدا میں ضرب کا زید کے ساتھ تعلق ہے اسی طرح مررت بزید میں مرور کا تعلق زید کے ساتھ ہے۔

جواب: اس کی وجہ عرف و عادت ہے کہ اہل لغت کی عادت اس طرح جاری ہے کہ ضربت زیدا میں تو یہ کہتے ہیں کہ ضرب زید پر واقع ہے جبکہ مررت بزید میں یہ نہیں کہتے کہ فعل مرور زید پر واقع ہے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ مرور اس کے ساتھ ملتبس ہے۔

تعریف کے فوائد قیود

فخرج به المفاعيل الثلثة الباقية فانه لا يقال في واحد منها ان الفعل
پس اس واقع کی قید سے باقی تینوں مفعول خارج ہو گئے اس لئے کہ ان میں سے کسی ایک میں نہیں کہا جاتا کہ فعل
واقع عليه بل فيه او له او معه والمفعول المطلق بما يفهم من مغايرته لفعل الفاعل فان
اس پر واقع ہے بلکہ "اس میں" یا "اس کے لئے" یا "اس کے ساتھ" (واقع ہوا ہے) اور مفعول مطلق اس مغایرت کی وجہ سے (خارج ہو گیا) جو فاعل کے
المفعول المطلق عين فعله
فعل کیلئے سمجھی جاتی ہے کیونکہ مفعول مطلق اپنے فعل کا عین ہوتا ہے

اغراض جامی: فخرج به: سے شارح کی غرض فوائد قیود بیان کرنا ہے۔ ما وقع علیہ فعل الفاعل سے باقی مفاعیل مفعول فیہ، معہ، لہ خارج ہو گئے اس لئے کہ ان کے بارے میں یہ نہیں کہا جاتا کہ ان پر فعل واقع ہے بلکہ کہا جاتا ہے کہ اس میں فعل واقع ہے یا اس کے لئے واقع ہے یا اس کے ساتھ فعل واقع ہے اور اسی طرح مفعول مطلق بھی خارج ہو گیا اس لئے کہ وقع علیہ فعل الفاعل سے یہ بھی سمجھا جا رہا ہے کہ مفعول بہ فعل کے مغایر ہوتا ہے کیونکہ کوئی فعل اپنے نفس اور اپنے

آپ پر واقع نہیں ہوتا اور مفعول مطلق فعل کے مغایر نہیں ہوتا بلکہ اس کا عین ہوتا ہے

وَالْمُرَادُ بِفِعْلِ الْفَاعِلِ فِعْلٌ اُعْتُبِرَ اِسْنَادُهُ اِلٰى مَا هُوَ فَاعِلٌ حَقِيْقَةً اَوْ

اور فاعل کے فعل سے وہ فعل مراد ہے کہ اس کی اسناد کا ہر اس چیز کی طرف اعتبار کیا جائے جو حقیقۃً

حُكْمًا فَخَرَجَ بِهٖ مِثْلُ زَيْدٌ فِيْ ضُرِبَ زَيْدٌ عَلٰى صِيْغَةِ الْمَجْهُوْلِ فَاِنَّهٗ لَمْ يُعْتَبَرْ اِسْنَادُهٗ اِلٰى فَاعِلِهٖ

یا حکماً فاعل ہو۔ پس اس سے ضُرِبَ زَیْدٌ صیغہ مجہول پر کی مثل میں زید خارج ہو گیا کیونکہ ضرب کی اسناد کا

وَلَا يُشْكَلُ بِمِثْلِ اُعْطِيَ زَيْدٌ دِرْهَمًا فَاِنَّهٗ يَصْدُقُ عَلٰى دِرْهَمًا اَنَّهٗ وَقَعَ عَلَيْهِ فِعْلُ الْفَاعِلِ الْحُكْمِيِّ

اس کے فاعل کی طرف اعتبار نہیں کیا گیا اور اُعْطِیَ زَیْدٌ دِرْھَمًا کی مثل کے ساتھ اعتراض نہیں کیا جاسکتا کیونکہ درہما پر یہ بات صادق آتی ہے کہ اس پر فاعل حکمی کا

الْمُعْتَبَرِ اِسْنَادُ الْفِعْلِ اِلَيْهِ فَاِنَّ مَفْعُوْلَ مَا لَمْ يُسَمَّ فَاعِلُهٗ فِيْ حُكْمِ الْفَاعِلِ وَبِمَا ذَكَرْنَا ظَهَرَ فَائِدَةُ

فعل واقع ہوا ہے جس کی طرف فعل کا اسناد معتبر ہے کیونکہ مفعول مالم یسم فاعلہ فاعل کے حکم میں ہے اور گزشتہ تقریر سے لفظ فاعل کے ذکر کا فائدہ

ذِكْرِ الْفَاعِلِ فَلَا يَرِدُ اَنَّهٗ لَوْ قَالَ مَاوَقَعَ عَلَيْهِ الْفِعْلُ لَكَانَ اَخْصَرَ نَحْوُ ضَرَبْتُ زَيْدًا فَاِنَّ زَيْدًا

ظاہر ہو گیا پس یہ اعتراض نہ ہوگا کہ اگر مصنف ماوقع علیہ الفعل کہتے تو زیادہ مختصر ہوتا جیسے ضَرَبْتُ زَیْدًا پس بلاشبہ زید

قَدْ وَقَعَ عَلَيْهِ بِلَا وَاسِطَةِ حَرْفِ الْجَرِّ فِعْلٌ اُعْتُبِرَ اِسْنَادُهٗ اِلَى الْفَاعِلِ الَّذِيْ هُوَ ضَمِيْرُ الْمُتَكَلِّمِ

پر بلا واسطہ حرف جر ایسا فعل واقع ہوا ہے جس کا اس فاعل کی طرف جو کہ متکلم کی ضمیر ہے اسناد کا اعتبار کیا گیا ہے

والمراد بفعل: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔مفعول بہ کی تعریف نہ مانع ہے نہ جامع ہے۔ مانع اس لئے نہیں کہ یہ ضُرِبَ زَیْدٌ میں زید پر صادق آتی ہے اس لئے کہ اس پر فاعل کا فعل واقع ہے حالانکہ زید مفعول بہ نہیں بلکہ نائب الفاعل ہے اور جامع اس لئے نہیں کہ یہ تعریف اُعْطِیَ زَیْدٌ دِرْھَمًا میں درہما پر صادق نہیں آتی اس لئے کہ اس پر فاعل کا فعل واقع نہیں بلکہ نائب فاعل کا فعل واقع ہے۔

جواب: ۔یہ ہے کہ ماوقع علیہ فعل الفاعل میں فعل الفاعل مرکب اضافی ہے اس میں مضاف فعل میں بھی تصرف وتاویل کی جائے گی اور مضاف الیہ الفاعل میں بھی تاویل کی جائے گی مضاف میں یہ تاویل کی جائے گی کہ فعل سے مراد مطلق فعل نہیں بلکہ وہ فعل مراد ہے جس کا اسناد فاعل کی طرف معتبر ہو اور فاعل میں یہ تاویل کی جائے گی کہ اس میں تعمیم ہے خواہ فاعل حقیقتاً ہو یا حکماً جب فعل سے مراد وہ فعل ہے جس کا اسناد فاعل کی طرف معتبر ہو تو اس سے ضُرِبَ زَیْدٌ میں زید خارج ہو گیا اس لئے کہ اس کے فعل کا اسناد فاعل کی طرف نہیں ہے بلکہ مفعول کی طرف ہے۔ اور جب فاعل میں تعمیم ہے خواہ حقیقتاً ہو یا حکماً ہو تو

تعریف أُعْطِيَ زَيْدٌ دِرْهَمًا میں درہما پر صادق آئیگی کیونکہ اس پر فاعل حکمی کا فعل واقع ہو رہا ہے اس لئے کہ زید نائب فاعل ہونے کی وجہ سے فاعل کے حکم میں ہوتا ہے (سوال باسولی ص ۲۸۶)

ربما ذکرنا: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال:** یہ ہے کہ علامہ ابن الحاجب اپنی کتاب میں اختصار کے درپے ہیں اور عبارت میں اصل ایجاز اور اختصار ہے تو مصنف کو چاہیے تھا کہ وہ یوں کہتے ما وقع علیہ الفعل اس سے مقصود بھی حاصل ہو جاتا اور اختصار بھی ہوتا الفاعل کا اضافہ بلاضرورت ہے۔

جواب: تقریر بالا اور سوال و جواب سے الفاعل کو ذکر کرنے کا فائدہ بھی واضح ہو گیا کہ اس سے وہ زید خارج ہو گیا جو ضُرِبَ زَيْدٌ میں واقع ہے اور درہما داخل ہو گیا جو أُعْطِيَ زَيْدٌ دِرْهَمًا میں واقع ہے اگر الفاعل کو ذکر نہ کرتے تو فاعل اور اعتبار اسناد کو مقدر ماننا پڑتا تو جب فاعل کو ذکر کر دیا تو اب صرف اعتبار اسناد کو مقدر ماننا پڑا۔ اسلئے یہ قید بے کار نہیں بلکہ ضروری ہے (سوال باسولی ص ۲۸۶)

فان زیدا: میں مثال کو ممثل لہ پر منطبق کر رہے ہیں کہ ضربت زیدا میں زید مفعول بہ اس لئے کہ اس پر بلاواسطہ حرف جر فاعل کا فعل واقع ہو رہا ہے اور اس فعل کا اسناد فاعل کی طرف معتبر ہے اور وہ فاعل ضمیر متکلم ہے۔

تقدیم مفعول به جوازی ووجوبی

وَقَدْ يَتَقَدَّمُ الْمَفْعُوْلُ بِهٖ عَلَى الْفِعْلِ الْعَامِلِ فِيْهِ لِقُوَّةِ الْفِعْلِ فِي الْعَمَلِ فَيَعْمَلُ فِيْهِ مُتَقَدِّمًا
اور کبھی مفعول بہ اس فعل پر جو کہ اس میں عامل ہوتا ہے مقدم ہوتا ہے فعل کے عمل میں قوۃ کی وجہ سے۔ پس وہ اس (مفعول بہ) میں مقدم ہو یا
وَمُتَأَخِّرًا اِمَّا جَوَازًا مِثْلُ اَللّٰهَ اَعْبُدُ وَوَجْهَ الْحَبِيْبِ اَتَمَنّٰى وَاِمَّا وُجُوْبًا فِيْمَا تَضَمَّنَ مَعْنَى
مؤخر عمل کرے گا یا جوازی طور پر جیسے اَللّٰهَ اَعْبُدُ اور وَجْهَ الْحَبِيْبِ اَتَمَنّٰى. اور یا وجوبی طور پر اس صورت میں جب معنی استفہام اور معنی شرط کو
الْاِسْتِفْهَامِ وَالشَّرْطِ نَحْوُ مَنْ رَأَيْتَ وَمَنْ تُكْرِمْ يُكْرِمْكَ هٰذَا اِذَا لَمْ يَكُنْ مَانِعٌ مِنَ التَّقْدِيْمِ
متضمن ہو جیسے مَنْ رَأَيْتَ اور مَنْ تُكْرِمْ يُكْرِمْكَ یہ اس صورت میں ہے جب تقدیم سے کوئی مانع نہ ہو
كَوُقُوْعِهٖ فِيْ حَيِّزِ اَنْ نَحْوُ مِنَ الْبِرِّ اَنْ تَكُفَّ لِسَانَكَ
جیسے مفعول بہ کا ان کی جگہ میں واقع ہونا جیسے مِنَ الْبِرِّ اَنْ تكف لِسَانَكَ

خلاصہ متن: تعریف سے فارغ ہونے کے بعد اب مفعول بہ کے احکام بیان کرتے ہیں۔ عبارت بالا میں مفعول بہ کا ایک ضابطہ بیان کر رہے ہیں کہ کبھی مفعول بہ فعل سے مقدم ہوتا ہے۔ پھر یہ تقدیم کبھی جائز ہوتی ہے جیسے اَللّٰهَ اَعْبُدُ اور کبھی واجب جیسے مَنْ رَأَيْتُ اور اگر کوئی مانع موجود ہو تو پھر تقدیم جائز نہیں جیسے مِنَ الْبِرِّ اَنْ تكف لِسَانَكَ ۔

تفصیل شرح میں ملاحظہ فرمائیں۔

اغراض جامی: ۔المفعول به: میں بیان مرجع ہے کہ یتقدم کی ضمیر کا مرجع مفعول بہ ہے۔

العامل فیه: سے **شارح کی غرض** دو سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال (۱): ۔تقدیم معمول علی الفعل فعل کے احوال ومباحث میں سے ہے اس کو فعل کی بحث میں ذکر کرنا چاہئے تھا نہ کہ اسم کی بحث میں یہاں اس کا ذکر خروج عن المبحث ہے۔

سوال (۲): ۔جس طرح مفعول بہ فعل سے مقدم ہوتا ہے اسی طرح شبہ فعل سے بھی مقدم ہوتا ہے تو فعل کی تخصیص کیوں کی؟

جواب: ۔یہاں فعل سے مراد مطلق عامل ہے جو فعل اور شبہ فعل دونوں کو شامل ہے۔اور فعل کی تخصیص اس لئے کی کہ وہ عمل میں اصل ہے اور پہلے سوال کا جواب اس طرح ہے کہ یہاں فعل سے مراد مطلق فعل نہیں ہے بلکہ عامل وناصب المفعول بہ ہے اس لئے یہ مفعول بہ کے متعلقات ومباحث میں سے ہے اسی بناء پر اس کو بحث المفعول بہ میں ذکر کیا تو خروج عن المبحث لازم نہ آیا (سوال کابلی ص ۱۸۷)

لقوة الفعل: میں حکم مذکور کی وجہ کا بیان ہے۔کہ مفعول بہ کو فعل سے مقدم کرنا اس وجہ سے جائز ہے کہ فعل عامل قوی ہے وہ معمول مقدم اور مؤخر دونوں میں عمل کر سکتا ہے۔

اما جوازا: میں تقدیم مفعول بہ کی قسموں کا بیان ہے اس کی تین قسمیں ہیں۔(۱) جائز (۲) واجب (۳) ممتنع۔

(۱) جوازی کی مثال اللہ اعبد اس میں لفظ اللہ مفعول بہ ہے اعبد کا اور اس سے جوازی طور پر مقدم ہے اور وجہ الحبیب اتمنی میں وجہ الحبیب مفعول بہ ہے اتمنی کا جو اس سے جوازی طور پر مقدم ہے۔

(۲) مفعول بہ کا وجوبی طور پر مقدم ہونا اس وقت ہوتا ہے جب مفعول بہ استفہام یا شرط کے معنی کو متضمن ہو استفہام کی مثال من رأیت اس میں من مفعول بہ جو رأیت سے وجوبی طور پر مقدم ہے اور شرط کی مثال جیسے من تکرم یکرمک اس میں من مفعول بہ ہے تکرم کا اور اس سے وجوبی طور پر مقدم ہے

(۳) هذا اذا لم یکن میں قسم ثالث کا بیان ہے کہ مفعول بہ کی تقدیم کا جواز یا وجوب اس وقت ہے جب تقدیم سے کوئی مانع موجود نہ ہو اور جب کوئی مانع موجود ہو تو مفعول بہ کا مقدم ہونا ممتنع ہے اور وہ مانع مفعول بہ کا انْ مصدریہ کے تحت میں واقع ہونا ہے جیسے من البر ان تکف لسانک اس میں لسانک تکف کا مفعول بہ ہے اس کو اپنے عامل تکف پر مقدم کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ ان مصدریہ فعل کو مصدر کی تاویل میں کر دیتا ہے اور مصدر کمزور عامل ہے اپنے معمول مقدم میں عمل نہیں کر سکتا اس لئے اس صورت میں مفعول بہ کو مقدم کرنا ممتنع ہے (سوال کابلی ص ۱۸۷)

مفعول به کے فعل کا حذف جوازی

وَقَدْ يُحْذَفُ الْفِعْلُ الْعَامِلُ فِي الْمَفْعُوْلِ بِهٖ لِقِيَامِ قَرِيْنَةٍ مَقَالِيَةٍ اَوْ حَالِيَةٍ جَوَازًا نَحْوُ زَيْدًا لِمَنْ

اور کبھی فعل جو مفعول بہ میں عامل ہوتا ہے اس کو حذف کر دیا جاتا ہے قرینہ مقالیہ یا حالیہ کے ہوتے ہوئے جوازا جیسے زیدا اس شخص کے جواب میں

قَالَ مَنْ اَضْرِبُ اَیْ اِضْرِبْ زَيْدًا فَحُذِفَ الْفِعْلُ لِلْقَرِيْنَةِ الْمَقَالِيَةِ الَّتِیْ هِیَ السُّوَالُ وَنَحْوُ مَكَّةَ

جس نے کہا مَنْ اَضْرِبُ یعنی اِضْرِبْ زَیْدًا پس فعل کو قرینہ مقالیہ کی وجہ سے حذف کردیا جوکہ وہ سوال ہے اور جیسے مکہ

لِلْمُتَوَجِّهِ اِلَيْهَا اَیْ تُرِيْدُ مَكَّةَ فَحُذِفَ الْفِعْلُ لِلْقَرِيْنَةِ الْحَالِيَةِ وَوُجُوْبًا فِیْ اَرْبَعَةِ مَوَاضِعَ

اس کی طرف جانے والے کیلئے یعنی تُرِیْدُ مَکَّۃَ پس فعل کو قرینہ حالیہ کی وجہ سے حذف کردیا اور وجوبا چار جگہوں پر

تَخْصِيْصُهَا بِالذِّكْرِ لَيْسَ لِلْحَصْرِ لِوُجُوْبِ الْحَذْفِ فِیْ بَابِ الْاِغْرَاءِ وَالْمَنْصُوْبِ عَلَى

ان کی ذکر کرنے کے ساتھ تخصیص حصر کیلئے نہیں ہے بوجہ حذف کے واجب ہونے کے اغراء کے مقام پر اور منصوب علی المدح میں

الْمَدْحِ اَوِ الذَّمِّ اَوِ التَّرَحُّمِ بَلْ لِكَثْرَةِ مَبَاحِثِهَا بِالنِّسْبَةِ اِلٰى هٰذِهِ الْاَبْوَابِ

یا ذم میں یا ترحم میں بلکہ اس کے مباحث کی کثرت کی وجہ سے ہے ان مقامات کی طرف نسبت کرنے کے اعتبار سے

خلاصہ متن:۔ کبھی مفعول بہ کے فعل کو بوقت قیام قرینہ حذف کردیا جاتا ہے پھر یہ حذف یا جوازی ہوگا جیسے کوئی شخص کہے مَن اضرب تو اس کے جواب میں کہا جائے زیدا۔ زیداً مفعول بہ ہے فعل محذوف کا جوکہ اضرب ہے اصل میں اضرب زیدا تھا اضرب فعل کو حذف کردیا قرینہ مقالیہ (سائل کا سوال) کی وجہ سے اسی طرح جو شخص مکہ کی طرف متوجہ ہو اس کو کہا جائے مکۃ تو مکہ مفعول بہ ہے فعل محذوف کا جوکہ ترید ہے اصل میں تھا ترید مکہ ترید فعل کو حذف کردیا اس کے حذف پر قرینہ حالیہ (مکہ کی طرف جانے کی حالت) ہے۔

وجوبا: اس کا عطف جوازا پر ہے یعنی مفعول بہ کے فعل ناصب کا حذف کبھی وجوبی ہوگا اور یہ وجوبی حذف چار مقامات پر ہوگا ان چار مواضع میں حذف کرنا واجب ہے۔ جن کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

اغراض جامی:۔ العامل فی المفعول بہ: سے **شارح کی غرض** دو سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال (۱):۔ یہاں مفعول بہ کی بحث ہو رہی ہے نہ کہ حذف فعل کی لہذا حذف فعل سے بحث کرنا اشتغال بما لایعنی وخروج عن المبحث ہے۔

سوال (۲):۔ جس طرح فعل کو حذف کرنا جائز ہے اسی طرح شبہ فعل کو حذف کرنا بھی جائز ہے فعل کی تخصیص کیوں کی۔

جواب:۔العامل سے دونوں سوالین کا جواب دیا کہ یہاں مطلق فعل مراد نہیں ہے بلکہ عامل و ناصب للمفعول پہ مراد ہے لہذا خروج عن المبحث لازم نہیں آئے گا نیز شبہ فعل بھی اس میں داخل ہو گیا کیونکہ لفظ العامل فعل، شبہ فعل دونوں کو شامل ہے۔ وقد مر تفصیلہ فی بحث المفعول المطلق۔

مقالیة او حالیة: سے غرض قرینہ کی اقسام بیان کرنا ہے قرینہ کی دو قسمیں ہیں (۱) قرینہ حالیہ (۲) قرینہ مقالیہ۔ ہر ایک کی مثال شرح میں مذکور ہے۔

تخصیصها: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔حذف وجوبی کی تخصیص اربعہ مواضع کے ساتھ درست نہیں کیونکہ ان چار مواضع کے علاوہ بھی مفعول بہ کے عامل ناصب کو حذف کرنا واجب ہوتا ہے جیسے (۱) باب الاغراء (۲) منصوب علی المدح (۳) منصوب علی الذم (۴) منصوب علی الترحم۔ باب الاغراء کی مثال اخاک اخاک یعنی الزم اخاک اس میں اخاک مفعول بہ ہے اس کا فعل وجوبی طور پر حذف ہے۔ منصوب علی المدح کی مثال الحمد للہ الحمیدَ یعنی اعنی الحمید اور منصوب علی الذم کی مثال اتانی زید الفاسقَ یعنی اعنی الخبیث اور منصوب علی الترحم کی مثال مررت بزید المسکینَ یعنی اعنی المسکین. ان تمام جگہوں میں مفعول بہ کے عامل کو حذف کرنا واجب ہوتا ہے۔

جواب:۔مواضع اربعہ کی تخصیص حصر کے لئے نہیں ہے بلکہ اس وجہ سے ہے کہ بنسبت دوسرے مواضع کے ان چار میں مباحث زیادہ ہیں۔ اس لئے ان کو ذکر کیا باقی مواضع کو غیر اہم ہونے کی وجہ سے ذکر نہیں کیا۔

فائدہ (۱):۔اغراء کا معنی ہوتا ہے مخاطب کو کسی فعل پر برانگیختہ کرنا اور باب اغراء میں تنگی وقت کی بناء پر حذف فعل واجب ہوتا ہے۔

فائدہ (۲):۔اغراء اور تحذیر میں فرق ہے اغراء میں اقدام علی الشیٔ پر برانگیختہ کیا جاتا ہے اور تحذیر میں اعراض عن الشیٔ پر برانگیختہ کیا جاتا ہے جیسے ایاک والاسد لہذا بعض حضرات نے اغراء کو تحذیر میں جو داخل کر دیا ہے یہ درست نہیں ہے۔ (سوال باسولی ص ۲۸۸)

مفعول بہ کے فعل کا حذف وجوبی سماعی

اَلْاَوَّلُ مِنْ تِلْكَ الْمَوَاضِعِ الْاَرْبَعَةِ سِمَاعِيٌّ مَقْصُوْرٌ عَلَى السَّمَاعِ لَا يَتَجَاوَزُ عَنْ اَمْثِلَةٍ
پہلا ان مواضع اربعہ میں سے سماعی ہے جو سماع پر بند ہے کہ سنی ہوئی محدود مثالوں سے تجاوز نہیں کرتا
مَحْدُوْدَةٍ مَسْمُوْعَةٍ بِاَنْ يُّقَاسَ عَلَيْهَا اَمْثِلَةٌ اُخْرٰى نَحْوُ اِمْرَأً وَنَفْسَهٗ اَیْ اُتْرُكْ اِمْرَأً وَنَفْسَهٗ
کہ ان پر دوسری مثالوں کو قیاس کیا جائے جیسے امرا ونفسہ یعنی اترک امراء ونفسہ

وَانْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ اَىْ اِنْتَهُوْا عَنِ التَّثْلِيْثِ وَاقْصِدُوْا خَيْرًا لَّكُمْ وَهُوَ التَّوْحِيْدُ وَاَهْلًا وَّسَهْلًا اَىْ

وَانْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ یعنی اے عیسائیوں تثلیث سے باز آجاؤ اور اپنے لئے بہتر بات کا ارادہ کرو اور وہ توحید ہے اور اہلا وسہلا یعنی اَتَیْتُ اَهْلًا

اَتَيْتَ اَهْلًا مَكَانًا مَاْهُوْلًا مَعْمُوْرًا لَا خَرَابًا وَاَهْلًا لَا اَجَانِبَ وَوَطِيْتَ سَهْلًا مِنَ الْبِلَادِ لَا حَزْنًا

یعنی مکان ماہول یعنی تم آباد مکان میں آئے ہو جو خراب نہیں یا تو اپنے اقارب میں آیا ہے نہ اجنبیوں میں اور تم نے نرم جگہ پر قدم رکھا ہے سخت جگہ پر نہیں

خلاصہ متن: ۔وہ مواضع اربعہ جہاں مفعول بہ کے فعل ناصب کو حذف کرنا واجب ہے ان میں سے پہلا مقام سماعی ہے یعنی اس کا کوئی قاعدہ کلیہ نہیں ہے بلکہ مورد سماع پر بند ہے جیسے اِمْرَأً وَ نَفْسَهٗ اور وانتهوا خيرًا لكم .

اغراض جامی: ۔من تلک المواضع: سے شارح جامی نے اشارہ فرمایا کہ الاول پر الف لام عہد خارجی کا ہے اس سے خاص مواضع مراد ہیں۔

مقصورٌ: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔یہ ہے کہ مابعد میں آنے والی تین اقسام ''منادیٰ، تحذیر، ما اضمر عاملہ'' میں بھی تو حذف فعل سماعی یعنی مسموع من العرب ہے تو اول قسم کی تخصیص اور اس کا تقابل اقسام ثلاثہ کے ساتھ درست نہ ہوا۔

جواب: ۔تو شارح مقصور علی السماع سے جواب دے رہے ہیں کہ سماعی کے معنی ہیں محض سماع پر موقوف ہو عرب والوں سے سنی ہوئی محدود مثالوں سے متجاوز نہ ہو اور ان پر دوسری مثالوں کو قیاس نہ کیا جا سکے۔ بخلاف منادیٰ، تحذیر وغیرہ کے کہ وہ مورد سماع پر مقصور نہیں بلکہ ان پر دیگر مثالوں کو قیاس کیا جا سکتا ہے لہذا تقابل درست ہے۔

اِمْرَأً وَ نَفْسَهٗ: مثال کی وضاحت ہے۔اس کی اصل اترک امرأ ونفسہ ہے امرأ مفعول بہ ہے اترک کا جو کہ وجوبی طور پر محذوف ہے اور نفسہ کی ترکیب میں دو احتمال ہیں (۱) واؤ عاطفہ ہے اور نفسہ کا عطف امرأ پر ہے (۲) واؤ بمعنی مع کے ہے اور نفسہ مفعول معہ ہے۔

وانتهوا خيرًا لكم: حذف سماعی کی دوسری مثال ہے۔اصل میں انتهوا عن التثليث واقصدوا خيرًا لكم تھا، خيرا مفعول بہ ہے اقصدوا کا جو کہ محذوف ہے وجوباً سماعاً۔

اهلا وسهلا: یہ تیسری مثال ہے۔اس کی اصل اتیت اہلاً اور وطیت سہلاً ہے اور لفظ اہل دو چیزوں کے مقابلہ میں آتا ہے (۱) خراب و ویران کے مقابلے میں۔اس صورت میں اہل بمعنی ماٴہول و معمور کے ہوگا اور صفت بنے گا مکانا موصوف محذوف کی معنی یہ ہوگا تو آباد جگہ میں آیا ہے نہ کہ ویران میں (۲) اجنبی کے مقابلہ میں۔دریں صورت معنی ہوگا کہ تو اپنے ہی گھر اور رشتہ داروں میں آیا ہے نہ کہ اجنبیوں میں۔اور سہل سخت کے مقابلہ میں آتا ہے وطیت سہلاً کا معنی ہوگا تو نے نرم زمین کو روندا ہے نہ کہ سخت زمین کو۔

مفعول بہ کے فعل کا حذف وجوبی قیاسی

منادی کی تعریف

وَالْمَوْضِعُ الثَّانِیْ مِنْ تِلْکَ الْمَوَاضِعِ الْاَرْبَعَةِ الْمُنَادٰی وَهُوَ الْمَطْلُوْبُ اِقْبَالُهٗ اَیْ تَوَجُّهُهٗ اِلَیْکَ

اور دوسری جگہ ان مواضع اربعہ میں سے منادی ہے اور وہ ہے جس کا اقبال مطلوب ہو یعنی اس کے دل یا رخ کی تمہاری طرف

بِوَجْهِهٖ اَوْ بِقَلْبِهٖ كَمَا اِذَا نَادَيْتَ مُقْبِلاً عَلَيْکَ بِوَجْهِهٖ حَقِيْقَةً مِثْلُ يَا زَيْدُ اَوْ حُكْمًا مِثْلُ يَا سَمَاءُ

توجہ مطلوب ہو جیسا کہ تم ایسے شخص کو ندا کرو جو اپنے چہرہ کے ساتھ تمہاری طرف متوجہ ہے خواہ حقیقی طور پر ہو جیسے یا زید یا حکمی طور پر جیسے یا سماء

وَيَا جِبَالُ وَيَا اَرْضُ فَاِنَّهَا نُزِّلَتْ اَوَّلاً مَنْزِلَةَ مَنْ لَهٗ صَلَاحِيَّةُ النِّدَاءِ ثُمَّ اُدْخِلَ عَلَيْهَا حَرْفُ النِّدَاءِ

ویا جبال ویا ارض پس ان اسماء کو اس چیز کے مرتبہ پر اتار لیا گیا جن میں نداء کی صلاحیت ہے پھر ان پر حرف نداء داخل کیا گیا

وَقُصِدَ نِدَائُهَا فَهِيَ فِيْ حُكْمِ مَنْ يُّطْلَبُ اِقْبَالُهٗ بِخِلَافِ الْمَنْدُوْبِ لِاَنَّهُ الْمُتَفَجَّعُ عَلَيْهِ اُدْخِلَ عَلَيْهِ

اور ان کی نداء کا قصد کیا گیا لہذا یہ اس شخص کے حکم میں ہے جس کا متوجہ کرنا مطلوب ہے بخلاف مندوب کے کیونکہ مندوب متفجع علیہ ہے اس پر

حَرْفُ النِّدَاءِ لِمُجَرَّدِ التَّفَجُّعِ لَا لِتَنْزِيْلِهٖ مَنْزِلَةَ الْمُنَادٰی وَقَصْدِ نِدَائِهٖ فَخَرَجَ بِهٰذَا الْقَيْدِ عَنْ تَعْرِيْفِ

حرف نداء محض تفجع کے لئے داخل کیا گیا ہے نہ کہ اسے منادی کے مرتبہ میں اتارنے اور اس کی نداء کے قصد کرنے کی وجہ سے پس اس قید سے مندوب

الْمُنَادٰی وَلِهٰذَا اَفْرَدَ الْمُصَنِّفُ اَحْكَامَهٗ بِالذِّكْرِ فِيْمَا بَعْدُ وَفِيْهِ تَحَكُّمٌ فَاِنَّ الْمَنْدُوْبَ اَيْضًا كَمَا قَالَ

منادی کی تعریف سے خارج ہو گیا اور اسی لئے مصنف نے اس کے احکام بعد میں الگ ذکر کئے ہیں اور اس میں زبردستی کا فیصلہ ہے کیونکہ مندوب بھی جیسا کہ

بَعْضُهُمْ مُنَادًی مَطْلُوْبٌ اِقْبَالُهٗ حُكْمًا عَلٰی وَجْهِ التَّفَجُّعِ فَاِذَا قُلْتَ يَا مُحَمَّدَاهُ فَكَاَنَّکَ تُنَادِيْهِ

بعض محققین نے فرمایا ہے منادی ہے حکماً تفجع کے طور پر اس کا اقبال مطلوب ہے۔ جب تم نے یا محمداہ کہا تو گویا کہ تو اسے ندا کر رہا ہے

وَتَقُوْلُ لَهٗ تَعَالَ فَاِنَّا مُشْتَاقٌ اِلَيْکَ فَالْاَوْلٰی اِدْخَالُهٗ تَحْتَ الْمُنَادٰی كَمَا فَعَلَهٗ صَاحِبُ الْمُفَصَّلِ

اور تو کہہ رہا ہے کہ تشریف لائیے میں آپ کا مشتاق ہوں پس اولی مندوب کو منادی کے تحت داخل کرنا ہے جیسا کہ صاحب مفصل

وَقِيْلَ الظَّاهِرُ مِنْ كَلَامِ سِيْبَوَيْهِ اَيْضًا اَنَّهٗ دَاخِلٌ فِي الْمُنَادٰی بِحَرْفٍ نَائِبٍ مَنَابَ اَدْعُوْ مِنَ

نے کیا ہے اور کہا گیا ہے کہ سیبویہ کے کلام سے بھی یہی ظاہر ہے کہ مندوب منادی میں داخل ہے ایسے حرف کے ساتھ جو ادعو کے قائم مقام ہے

الْحُرُوْفِ الْخَمْسَةِ وَهِيَ يَا وَاَيَا وَهَيَا وَاَیْ وَالْهَمْزَةُ وَاحْتَرَزَ بِه عَنْ نَحْوِ لِيُقْبِلْ زَيْدٌ

پانچ حروف میں سے، وہ پانچ حروف یَا وَاَیَا وَهَيَا وَاَیْ وَالْهَمْزَةُ ہیں اور اس قید سے لِيُقْبِلْ زَيْدٌ کی مانند سے احتراز کیا ہے

خلاصہ متن :۔صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ وہ مواضع جہاں مفعول بہ کے فعل ناصب کو وجوبی طور پر حذف کیا جاتا ہے ان میں سے دوسرا مقام منادی ہے۔ **منادی کی تعریف** یہ ہے کہ ''منادی وہ اسم ہے جس کا متوجہ کرنا مطلوب ہو اس حرف کے ذریعے جو ادعوا کے قائم مقام ہو''۔

اغراض جامی :۔المو ضع :سے **شارح کی غرض** بیان ترکیب ہے۔شارح نے یہ بتایا کہ الثانی صفت ہے موصوف محذوف الموضع کی۔

من تلک المواضع :سے یہ بتایا کہ ثانی پر الف لام عہد کا ہے۔

ای توجهه :سے غرض اقبال کے معنی کو بیان کرنا ہے کہ اقبال کا معنی ہے توجہ۔

بوجهه او قلبه :سے **شارح کی غرض** سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔**سوال (۱)** :۔منادی کی تعریف جامع نہیں اس لئے کہ یہ اس زید پر صادق نہیں آتی جو یا زید میں واقع ہے جبکہ وہ نداء کرنے والے کی طرف پہلے سے متوجہ ہو اس لئے کہ اس کا اقبال مطلوب نہیں ورنہ تحصیل حاصل کی خرابی لازم آئیگی کیونکہ وہ پہلے سے متوجہ ہے۔

سوال (۲) :۔اسی طرح منادی کی تعریف اس منادی پر بھی صادق نہیں آتی کہ اس کے اور منادیٰ کے درمیان دیوار وغیرہ حائل ہو اس لئے کہ اس کا اقبال و متوجہ کرنا متصور ہی نہیں ہوسکتا حائل اور مانع کی وجہ سے۔

جواب:۔منادیٰ کے اقبال میں تعمیم ہے خواہ چہرے کے ساتھ ہو جسے اقبال وجہی کہا جاتا ہے یا دل کے ساتھ اس کو اقبال قلبی کہا جاتا ہے اقبال وجہی کی مثال کسی مدبر (رخ پھیرنے والے) کو پکارنا اقبال قلبی کی مثال کسی مقبل (پہلے سے متوجہ ہونے والے) کو پکارنا۔اسی طرح یہ تعریف اس منادی پر بھی صادق آجائے گی کہ اس کے اور منادیٰ کے درمیان کوئی حائل ہو کیونکہ یہاں بھی اقبال قلبی ہے۔

حقيقةً او حكماً :سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال :۔یا سماء اور یا ارض اور یا جبال ان کا اقبال متصور نہیں ہوسکتا نہ بالوجہ نہ بالقلب کیونکہ یہ غیر ذوی العقول و غیر ذی روح ہیں حالانکہ قرآن مجید میں یہ منادی واقع ہیں جیسے یا ارض ابلعی ماء ک ویا سماء اقلعی۔

جواب:۔اقبال میں مزید تعمیم ہے خواہ حقیقتاً ہو یا حکماً و مجازاً ہو۔حقیقتاً جیسے یا زید حکماً جیسے یا سماء یا ارض یا جبال۔حکماً کا مطلب یہ ہے کہ پہلے منادیٰ کو اس چیز کے مرتبہ میں فرض کیا گیا جس میں ندا کی صلاحیت ہے پھر اس پر حرف نداء داخل کیا گیا

اور اس کی نداء کا قصد کر لیا گیا پس حکما ان کا اقبال مطلوب ہے۔

بخلاف المندوب: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔ جب اقبال میں تعمیم ہے خواہ حقیقتا ہو یا حکما ومجازاً ہو تو مندوب منادی کی تعریف میں داخل ہو گیا کیونکہ حکما اس کا اقبال مطلوب ہے لہذا اس کو منادی کے بعد الگ ذکر کرنا درست نہیں ہے، مصنفؒ نے مندوب کو علیحدہ کیوں ذکر کیا؟

جواب: ۔ المطلوب اقبالہ کی قید سے مندوب منادی سے خارج ہو گیا اس لئے کہ مندوب متفجع علیہ ہوتا ہے اور اس میں مقصودِ متکلم اس کو منادیٰ کے مرتبہ میں فرض کر کے پکارنا اور نداء کرنا نہیں ہوتا بلکہ محض تفجع واظہار درد وافسوس ہوتا ہے اس لئے مندوب میں نہ اقبال حقیقی موجود ہے نہ حکمی لہذا اقبالہ کی قید سے وہ خارج ہو گیا اسی بناء پر مصنف نے اس کو علیحدہ ذکر کیا۔

وفیہ تحکم: سے شارح جامی کی غرض صاحب کافیہ پر اعتراض کرنا ہے کہ المطلوب اقبالہ کی قید سے مندوب کو منادی کی تعریف سے خارج کرنا اور حقیقتا اور حکما کی تعمیم کر کے یا سماء یا ارض یا جبال کو داخل کرنا یہ تحکم یعنی حکم بلا دلیل ہے اس لئے کہ سماء اور ارض وغیرہ جن میں ابتداء ہی سے منادیٰ بننے کی صلاحیت نہیں ہے بوجہ غیر ذوی العقول ہونے کے ان کو منادیٰ حکمی میں داخل کرنا اور مندوب جس میں پہلے حقیقۃً منادیٰ بننے کی صلاحیت موجود تھی بعد میں عارض موت کی وجہ سے ختم ہو گئی اس کو منادیٰ حکمی میں داخل نہ کرنا سینہ زوری اور حکم بلا دلیل ہے لہذا مندوب بھی حکما منادی ہے علی وجہ التفجع اس کا اقبال مطلوب ہوتا ہے مثلاً جب کوئی کہے یا محمداہ گویا کہ وہ حضور ﷺ کو نداء کر رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ آپ تشریف لائیں میں آپ کی زیارت کا مشتاق ہوں لہذا اولی یہ ہے کہ مندوب کو بھی منادی داخل کر لیا جائے جیسا کہ صاحب مفصل نے کیا ہے اور سیبویہ کی کلام سے بھی یہی ظاہر ہے۔

تبصرہ: ۔ شارح جامی کے اس اعتراض کا بعض شراح نے یہ جواب دیا ہے کہ مندوب کلام عرب میں کثیر الاستعمال اور اس کا باب وسیع ہے اگر اس کو منادیٰ حکمی میں داخل کیا جائے تو باب وسیع اور کثیر الاستعمال میں مجاز کا ارتکاب لازم آئے گا حالانکہ مجاز کو عند الضرورۃ انتہائی مجبوری کی حالت میں کبھی کبھار استعمال کیا جاتا ہے اس لئے مندوب نہ حقیقۃً منادیٰ ہے نہ حکماً ومجازاً منادیٰ میں داخل کیا جا سکتا ہے۔ (۲) نیز مندوب پر کلمہ ''وا'' داخل ہوتا ہے اگر مندوب کو منادیٰ میں داخل کیا جائے تو ''وا'' کو حرف ندا میں داخل کرنا ہو گا حالانکہ اس کو کسی نے حروف ندا میں شمار نہیں کیا۔ ان وجوہ کی بناء پر علامہ ابن الحاجب نے مندوب کو مستقلاً علیحدہ ذکر کیا اور منادیٰ حکمی میں داخل نہیں کیا۔ (سوال کابلی ص ۱۸۹)

ای من الحروف: یہ حرف نائب کا بیان ہے کہ حرف سے مراد مطلق حرف نہیں بلکہ وہ حرف مراد ہیں جو حروف خمسہ میں سے ہوں۔

وھی: میں حروف خمسہ کے مصداق کا بیان ہے کہ اس کا مصداق یا ایا ھیا ای ہمزہ مفتوحہ ہیں۔

واحترز بہ: میں شارح بحرف نائب کی قید کے فائدے کو بیان کرتے ہیں۔ یہ قید احترازی ہے اس سے لیقبل زید کی مثل سے

احتراز ہے اس لئے کہ اس میں اگر چہ زید کا اقبال مطلوب ہے لیکن ایسے حرف کے ذریعے نہیں جو ادعوا کے قائم مقام ہو بلکہ لام امر کے ذریعے ہے اور لام امر ادعوا کے قائم مقام نہیں۔

لَفظًا اَوْ تَقْدِيْرًا تفصِيْلٌ لِلطَّلَبِ اَیْ طَلَبًا لَفظِيًّا بِاَنْ تَكُوْنَ آلَةُ الطَّلَبِ لَفْظِيَّةً نَحْوُ يَا زَيْدُ اَوْ تَقْدِيْرِيًّا
لفظا یا تقدیرا یہ طلب کی تفصیل ہے یعنی طلب لفظی ہو بایں طور کہ آلہ طلب لفظی ہو جیسے یا زید یا تقدیری ہو
بِاَنْ تَكُوْنَ آلَتُهُ مُقَدَّرَةً نَحْوُ يُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا اَوْ لِنِيَابَةٍ اَیْ نِيَابَةً لَفْظِيَّةً بِاَنْ يَكُوْنَ النَّائِبُ
بایں طور کہ آلہ طلب مقدر ہو جیسے یُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ ہٰذا یا یہ نیابت کی تفصیل ہے یعنی قائم مقام ہونا
مَلْفُوْظًا اَوْ تَقْدِيْرِيَّةً بِاَنْ يَكُوْنَ النَّائِبُ مُقَدَّرًا كَمَا فِي الْمِثَالَيْنِ الْمَذْكُوْرَيْنِ اَوْ لِلْمُنَادٰى وَالْمُنَادٰى
لفظی ہو بایں طور کہ نائب لفظی ہو یا تقدیری ہو بایں طور کہ نائب مقدر ہو جیسے مذکورہ دو مثالیں میں ہے یا منادی (کی تفصیل ہے) اور منادی
الْمَلْفُوْظُ مِثْلُ يَا زَيْدُ وَالْمُقَدَّرُ مِثْلُ اَلَا يَا اسْجُدُوْا اَیْ اَلَا يَا قَوْمُ اسْجُدُوْا
ملفوظ جیسے یا زید اور مقدر جیسے الا یا اسجدوا یعنی الا یا قوم اسجدوا

خلاصہ متن: ۔ صاحب کافیہ منادی کی تعریف کی تکمیل فرمارہے ہیں کہ منادی وہ اسم ہے جس کے متوجہ ہونے کو اس حرف کے ذریعے طلب کیا جائے جو ادعوا کے قائم مقام ہو پھر اس میں تعمیم ہے چاہے وہ لفظی ہو یا تقدیری۔

اغراض جامی: ۔ تفصیل للطلب: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔ لفظا و تقدیرا کی ترکیب میں تین احتمال ہیں (۱) یہ مفعول مطلق ہو المطلوب کا (۲) مفعول مطلق ہو نائب سے (۳) یہ حال ہو اقبالہ کی ضمیر سے جس کا مرجع منادی ہے اور یہ تینوں احتمال درست نہیں (۱) اول اس لئے کہ مطلوب طلب پر مشتمل ہے نہ کہ لفظا و تقدیرا پر حالانکہ مفعول مطلق کی شرط یہ ہے کہ فعل سابق کا معنی اس پر مشتمل ہو (۲) ثانی اس لئے درست نہیں کہ نائب نیابت پر مشتمل ہے نہ کہ لفظا و تقدیرا پر (۳) اور ثالث اس لئے درست نہیں کہ حال کا ذوالحال پر حمل ہوتا ہے اور یہاں لفظا و تقدیرا کا منادی پر حمل درست نہیں اس لئے کہ منادی ملفوظ یا مقدر ہوتا ہے لفظ یا تقدیر نہیں ہوتا۔

جواب: ۔ تینوں احتمال درست ہیں (۱) یہ مفعول مطلق ہے مطلوب کا باقی رہا یہ سوال کہ مطلوب طلب پر مشتمل ہے لفظا او تقدیرا پر مشتمل نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ لفظا و تقدیرًا مفعول مطلق ہیں مطلوب کے باعتبار موصوف محذوف کے جو کہ طلب ہے اور ان کے آخر میں یا ء نسبت محذوف ہے۔ تقدیر عبارت یوں ہے بحرف نائب مناب ادعوا طلبا لفظیا او تقدیریًا طلب لفظی کا مطلب یہ ہے کہ آلہ طلب ملفوظ ہو جیسے یا زیدا اور طلب تقدیری کا مطلب یہ ہے آلہ

طلب مقدر ہو جیسے یوسف اعرض عن ھذا اصل تھا یا یوسف اعرض عن ھذا (۲) یہ مفعول مطلق ہے نائب کا باقی رہا یہ سوال کہ نائب نیابت پر مشتمل ہے لفظا او تقدیرا پر مشتمل نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ نائب باعتبار موصوف محذوف نیابۃ کے مفعول مطلق ہے اوران کے آخر میں یا ء نسبت محذوف ہے تقدیر عبارت یہ ہے بحرف نائب مناب ادعوا نیابۃ لفظیا او تقدیریا نیابت لفظی کا مطلب یہ ہے کہ نائب ملفوظ ہو جیسے یا زید اور نیابت تقدیری کا مطلب یہ ہے کہ نائب مقدر ہو جیسے یوسف اعرض عن ھذا اصل تھا یا یوسف اعرض عن ھذا (۳) یہ حال ہے اقبالہ کی ضمیر سے باقی رہا یہ سوال کہ حال کا ذوالحال پر حمل ہوتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ لفظا اسم مفعول ملفوظا کے معنی میں ہے اور تقدیرا اسم مفعول مقدرا کے معنی میں ہے تو اب حمل صحیح ہو جائے گا تقدیر عبارت یوں ہوگی بحرف نائب مناب ادعوا حال کون المنادی ملفوظا او مقدرا منادی ملفوظ کی مثال یا زید اور مقدر کی مثال الا یسجدا ای الا یا قوم اسجدوا

منادی کے منصوب ہونے کی وجہ

وَانْتِصَابُ الْمُنَادٰی عِنْدَ سِیْبَوَیْہِ عَلٰی اَنَّہٗ مَفْعُوْلٌ بِہٖ

اور منادی کا منصوب ہونا امام سیبویہ کے نزدیک اس وجہ سے ہے کہ وہ مفعول بہ ہے

وَنَاصِبُہُ الْفِعْلُ الْمُقَدَّرُ وَاَصْلُ یَا زَیْدُ اَدْعُوْ زَیْدًا فَحُذِفَ الْفِعْلُ حَذْفًا لَازِمًا لِکَثْرَۃِ اِسْتِعْمَالِہٖ

اور اس کا ناصب فعل مقدر ہے اور یا زید کی اصل اَدْعُوْ زَیْدًا ہے پس فعل حذف کیا گیا لازمی طور پر اس کے کثرت استعمال

وَلِدَلَالَۃِ حَرْفِ النِّدَاءِ عَلَیْہِ وَاِفَادَتِہٖ فَائِدَتَہٗ وَعِنْدَ الْمُبَرَّدِ بِحَرْفِ النِّدَاءِ

اور حرف نداء کے اس پر دلالت کرنے کی وجہ سے اور حرف نداء کے فعل کا فائدہ دینے کی وجہ سے اور امام مبرد کے ہاں (منادیٰ کا انتصاب) حرف نداء کی وجہ سے ہے

لِسَدِّہٖ مَسَدَّ الْفِعْلِ وَقَالَ اَبُوْ عَلِیٍّ فِیْ بَعْضِ کَلَامِہٖ اِنَّ یَا وَاَخَوَاتِہَا اَسْمَاءُ الْاَفْعَالِ فَعَلٰی ھٰذَیْنِ

اس کے فعل کے قائم مقام ہونے کی وجہ سے اور امام ابوعلی اپنی بعض کلام میں فرماتے ہیں کہ یاء اور اس کے اخوات اسماء الافعال ہیں پس ان دو

الْمَذْھَبَیْنِ لَایَکُوْنُ مِنْ ھٰذَا الْبَابِ اَیْ مِمَّا انْتَصَبَ الْمَفْعُوْلُ بِہٖ بِعَامِلٍ وَاجِبِ الْحَذْفِ وَعَلٰی

مذہبوں پر منادیٰ اس باب سے نہیں ہوگا یعنی اس چیز میں سے نہیں ہوگا کہ مفعول بہ واجب الحذف عامل کی وجہ سے منصوب ہوتا ہے اور

الْمَذَاھِبِ کُلِّھَا مِثْلُ یَازَیْدُ جُمْلَۃٌ وَلَیْسَ الْمُنَادٰی اَحَدَ جُزْئَیِ الْجُمْلَۃِ فَعِنْدَ سِیْبَوَیْہِ جُزْءَ ا الْجُمْلَۃِ

تمام مذاہب پر یا زید کی مثل جملہ ہے اور منادی جملہ کی دو جزؤں میں سے کوئی ایک جزو نہیں ہے پس سیبویہ کے ہاں جملہ کے دونوں جزء

اَیِ الْفِعْلُ وَالْفَاعِلُ مُقَدَّرَانِ وَ عِنْدَ الْمُبَرِّدِ حَرْفُ النِّدَاءِ قَائِمٌ مَقَامَ اَحَدِ جُزْأَیِ الْجُمْلَةِ اَیِ الْفِعْلِ

یعنی فعل اور فاعل مقدر ہیں اور مبرد کے ہاں حرف نداء جملہ کے دو جزوں میں ایک یعنی فعل کے قائم مقام ہے

وَالْفَاعِلُ مُقَدَّرٌ وَعِنْدَ اَبِیْ عَلِیٍّ اَحَدُ جُزْأَیْهَا اِسْمُ الْفِعْلِ وَالْاٰخَرُ ضَمِیْرٌ مُسْتَتِرٌ فِیْهِ

اور فاعل مقدر ہے اور ابو علی کے ہاں اس کے دو جزوں سے ایک اسم فعل ہے اور دوسرا اس میں ضمیر مستتر ہے

اغراض جامی :۔ والانتصاب المنادی : سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال :۔ منادی کو حذف عامل کے باب سے بنانا درست نہیں اس لئے کہ منادی کا عامل یا حرف نداء ہے جو کہ مذکور ہے۔

جواب :۔ مصنف کی کلام سیبویہ کے مذہب کے مطابق ہے سیبویہ کا مذہب یہ ہے کہ منادی کا منصوب ہونا مفعول بہ کی بناء پر ہے اور فعل ناصب مقدر ہے یا زید اصل میں ادعو زیدا تھا فعل کو کثرت استعمال کی وجہ سے وجوباً حذف کر دیا گیا اور اس وجہ سے کہ حرف ندا اس پر دلالت کرتا ہے اور وہ فعل محذوف کا فائدہ دیتا (۲) اور مبرد کا مذہب یہ ہے کہ منادی کا منصوب ہونا حرف ندا کی وجہ سے ہے اس لئے کہ یہ عمل میں فعل کے قائم مقام ہے (۳) اور ابو علی کا مذہب یہ ہے کہ یاء اور اس کے نظائر اسماء افعال کی طرح ہیں اور اپنے مابعد کو مفعولیت کی بناء پر نصب دے رہے ہیں مبرد اور ابو علی کے مذہب کے مطابق منادی حذف عامل کے باب سے نہیں ہوگا اور سیبویہ کے مذہب کے مطابق حذف عامل کے باب سے ہے اور مصنف کے نزدیک مذہب سیبویہ راجح ہے اس لئے منادیٰ کو حذف عامل کے باب میں شمار کیا ہے۔

وعلی المذاهب : سے ایک فائدہ کا بیان ہے کہ تینوں مذاہب کے مطابق یا زید وغیرہ جملہ ہے اور منادی جملہ کی دو جزؤں میں سے کوئی بھی جزء نہیں سیبویہ کے مذہب کے مطابق جملے کی دونوں جزئیں فعل اور فاعل مقدر ہیں اور مبرد کے نزدیک حرف نداء جملے کی دو جزوں میں سے ایک جزء فعل کے قائم مقام ہے اور فاعل مقدر ہے اور ابو علی کے مذہب کے مطابق جملے کی دو جزؤں، میں سے ایک جزء اسم فعل ہے اور دوسری جزء اس میں ضمیر مستتر ہے تینوں مذاہب کے مطابق زید منادیٰ جملہ سے خارج ہے۔

اعراب منادی ، مبنی علی ما یرفع به

وَیُبْنٰی اَیِ الْمُنَادٰی قَدَّمَ بَیَانَ الْبِنَاءِ وَالْخَفْضِ وَالْفَتْحِ عَلَی النَّصْبِ لِقِلَّتِهَا بِالنِّسْبَةِ اِلَی النَّصْبِ

اور مبنی کیا جائے گا یعنی منادی۔ مصنف نے بناء اور جر اور فتح کے بیان کو نصب کے بیان پر مقدم کیا کیونکہ یہ تینوں بنسبت نصب کے قلیل ہیں

وَلِطَلَبِ الْاِخْتِصَارِ فِیْ بَیَانِ النَّصْبِ بِقَوْلِهٖ وَیُنْصَبُ مَا سِوَاهُمَا عَلٰی مَا یُرْفَعُ بِهٖ اَیْ عَلٰی

اور نصب کے بیان میں اختصار کو طلب کرنے کیلئے اپنے اس قول کے ساتھ وَیُنْصَبُ مَا سِوَاهُمَا اس چیز پر کہ رفع دیا جاتا ہے اس کے ساتھ یعنی

الضَّمَّةِ اَوِ الْاَلِفِ اَوِ الْوَاوِ الَّتِیْ یُرْفَعُ بِهَا الْمُنَادٰی فِیْ غَیْرِ صُوْرَةِ النِّدَاءِ اَوِ الْفِعْلُ مُسْنَدٌ اِلَی

ضمہ یا الف یا واؤ پر جس کے ساتھ منادی غیر نداء کی صورت میں رفع دیا جاتا ہے۔ یا فعل مسند ہے جار مجرور کی طرف

الْجَارِ وَالْمَجْرُوْرِ اَعْنِیْ بِهٖ وَلَا ضَمِیْرَ فِیْهِ وَاِرْجَاعُ الضَّمِیْرِ اِلَی الْاِسْمِ غَیْرُ مُلَائِمٍ لِسَوْقِ

میری مراد "بـــــــه" ہے اور اس میں ضمیر نہیں ہے اور ضمیر کو اسم کی طرف لوٹانا سیاق کلام کے مناسب نہیں ہے

الْکَلَامِ اِنْ کَانَ اَیِ الْمُنَادٰی مُفْرَدًا اَیْ لَا یَکُوْنُ مُضَافًا وَلَا شِبْهَ مُضَافٍ وَهُوَ کُلُّ اِسْمٍ لَا یَتِمُّ

اگر ہو یعنی منادی مفرد یعنی مضاف یا شبہ مضاف نہ ہو اور شبہ مضاف ہر وہ اسم ہے جس کا معنی پورا نہ ہو

مَعْنَاهُ اِلَّا بِانْضِمَامِ اَمْرٍ آخَرَ اِلَیْهِ مَعْرِفَةً قَبْلَ النِّدَاءِ اَوْ بَعْدَهٗ وَاِنَّمَا بُنِیَ الْمُفْرَدُ الْمَعْرِفَةُ لِوُقُوْعِهٖ

مگر امر آخر کو اس کی طرف ملانے کے ساتھ معرفہ نداء سے پہلے یا اس کے بعد اور سوائے اس کے نہیں مفرد معرفہ کو مبنی کیا گیا ہے

مَوْقِعَ الْکَافِ الْاِسْمِیَّةِ الْمُشَابِهَةِ لَفْظًا وَمَعْنًی لِکَافِ الْخِطَابِ الْحَرْفِیَّةِ وَکَوْنِهٖ مِثْلَهَا اِفْرَادًا وَ

اس کے کاف اسمیہ کی جگہ واقع ہونے کی وجہ سے جو کہ لفظا اور معنی کاف حرفیہ خطابیہ کے مشابہ ہے اور اس منادی کے اس کاف اسمی کے مثل ہونے کی وجہ سے مفرد

تَعْرِیْفًا وَذٰلِکَ لِاَنَّ یَا زَیْدُ بِمَنْزِلَةِ اَدْعُوْکَ وَهٰذِهِ الْکَافُ کَکَافِ ذٰلِکَ لَفْظًا وَمَعْنًی وَاِنَّمَا

اور معرفہ ہونے میں اور یہ بات اس لئے ہے کہ یا زید بمنزلہ اَدْعُوْکَ ہے اور یہ کاف ذٰلک کے کاف کی طرح ہے لفظا اور معنی

قُلْنَا ذٰلِکَ لِاَنَّ الْاِسْمَ لَا یُبْنٰی اِلَّا لِمُشَابَهَةِ الْحَرْفِ اَوِ الْفِعْلِ وَلَا یُبْنٰی لِمُشَابَهَةِ الْاِسْمِ

اور ہم نے یہ بات اس لئے کہی ہے کیونکہ اسم نہیں مبنی کیا جاتا مگر حرف یا فعل کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے اور نہیں مبنی کیا جاتا اسم مبنی کی مشابہت کی وجہ سے

الْمَبْنِیِّ مِثْلُ یَا زَیْدُ وَیَا رَجُلُ مِثَالَانِ لِمَا هُوَ مَبْنِیٌّ عَلَی الضَّمَّةِ اَوَّلُهُمَا مَعْرِفَةٌ قَبْلَ النِّدَاءِ

جیسے یا زَیْدُ وَیا رَجُلُ یہ دو مثالیں اس منادیٰ کی ہیں جو مبنی علی الضم ہے یا ان میں سے اول نداء سے پہلے معرفہ ہے

وَثَانِیْهِمَا مَعْرِفَةٌ بَعْدَ النِّدَاءِ وَیَازَیْدَانِ مِثَالُ الْمَبْنِیِّ عَلَی الْاَلِفِ وَیَازَیْدُوْنَ مِثَالُ الْمَبْنِیِّ عَلَی الْوَاوِ

اور دوسری نداء کے بعد معرفہ ہے اور یَـــــازَیْـدَانِ یہ مثال الف پر مبنی ہونے کی ہے اور یَـــــازَیْـدُوْنَ یہ مثال واؤ پر مبنی ہونے کی ہے

خلاصہ متن: ۔اس عبارت میں منادی کی اقسام کا بیان ہے۔منادی کی چار قسمیں ہیں (۱) منادی مبنی علی علامت الرفع (۲) منادی مجرور (۳) منادی مبنی بر فتح (۴) منادی معرب منصوب۔جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر منادی مفرد معرفہ ہو تو وہ علامت رفع پر مبنی ہوتا ہے جیسے یا زید اگر منادی پر لام استغاثہ داخل ہو تو وہ معرب مجرور ہوگا جیسے یالزید اگر منادی کے آخر میں

الف استغاثہ داخل ہوتو وہ مبنی علی الفتح ہوگا جیسے یا زیداہ اگر منادی مفرد معرفہ اور منادی مستغاث نہ ہوتو وہ معرب منصوب ہوگا جیسے یا عبداللہ۔

اغراض جامی:۔ ای المنادی: سے یبنی میں ہو ضمیر مستتر کا مرجع بیان کیا۔

قدم بیان البناء: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ یہ ہے کہ منادی کے باعتبار اعراب کے چار احوال ہیں (۱) بناء بر علامت الرفع (۲) جر (۳) بناء بر فتح (۴) نصب۔ ان میں سے نصب اصل ہے اس لئے کہ منادی منصوبات میں سے ہے اور منصوبات میں ہی بحث ہو رہی ہے تو علامہ ابن الحاجب کیلئے مناسب تھا کہ نصب کو مقدم کرتے اور باقی تین امور کو بعد میں ذکر کرتے مصنف نے برعکس کیوں کیا؟

جواب:۔ یہ ہے کہ اس کی دو وجہ ہیں۔ **وجہ اول**: منادیٰ منصوب کثیر الاستعمال اور باقی تین قلیل الاستعمال ہیں یا قلیل المحل ہیں اور قلیل کثیر پر مقدم ہوتا ہے اس وجہ سے مصنف نے نصب کو مؤخر کیا۔

وجہ ثانی: یہ ہے کہ علامہ ابن الحاجب اختصار کے درپے ہیں تو طلب اختصار کیلئے ایسا کیا اسلئے کہ منادیٰ منصوب کے مواقع ومواضع بہت زیادہ ہیں اگر نصب کے بیان کو مقدم کرتے تو تمام مقامات کو فرداً فرداً بیان کرنا پڑتا جس سے طوالت لازم آتی اس لئے علامہ نے پہلے اس کے مقابلات ومغایرات (اقسام ثلاثہ) جو کہ قلیل تھے کو بیان کیا اس کے بعد یوں کہدیا وینصب ماسواھما کہ ان کے ماسویٰ میں منادیٰ منصوب ہوگا اس سے اختصار حاصل ہوگیا جو کہ مطلوب مصنف ہے۔

ای علی الضمة: سے غرض بیان مصداق مَا ہے کہ ما میں عموم ہے ضمہ، الف، واؤ سب کو شامل ہے۔

التی: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ یبنی کی ضمیر کا مرجع منادی ہے اور یرفع کی ضمیر کا مرجع بھی منادی ہے عبارت کا حاصل یہ ہوگا **یبنی المنادی علی ما یرفع به المنادی** اس صورت میں اجتماع ضدین علیٰ شی واحد لازم آئے گا کیونکہ یبنی دلالت کر رہا ہے کہ منادیٰ مفرد معرفہ مبنی ہوگا اور یُرفَعُ دلالت کرتا ہے کہ معرب ہوگا اس لئے کہ رفع اعراب کے القاب میں سے ہے فما ہذا الا التعارض وتناقض۔

شارح جامی اس کے دو جواب دے رہے ہیں۔

جواب(۱):۔ یہ ہے کہ اجتماع ضدین علیٰ محل واحد فی زمان واحد تو ناجائز ہے لیکن فی زمانین مختلفین جائز ہے یہاں دوسری صورت ہے کیونکہ یبنی سے مراد حرف نداء کے داخل ہونے کے بعد کا زمانہ ہے اور یرفع سے مراد حرف ندا کے دخول سے قبل غیر صورت نداء کا زمانہ ہے، مقصد عبارت یہ ہوگا کہ وہ منادی مفرد معرفہ جو حرف نداء کے دخول سے پہلے معرب تھا حرف نداء کے داخل ہونے کے بعد علامت رفع پر مبنی پڑھا جائے گا۔

(۲)او الفعل: سے اعتراض کے جواب ثانی کا بیان ہے۔

جواب(۲): ۔یہ اعتراض تب وراد ہوتا ہے جبکہ یرفع کا نائب فاعل اس میں ضمیر ھو مستتر ہوتی اور وہ منادی کی طرف راجع ہوتی حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ یرفع کا نائب فاعل "بہ" ہے۔

وارجاع الضمیر: سے غرض فاضل ہندی پر رد کرنا ہے۔فاضل ہندی نے مذکورہ اعتراض کا جواب دیا کہ یرفع کی ضمیر کا مرجع اسم ہے نہ کہ منادی لہذا اجتماع المتضادین علی امر واحد لازم نہیں آئے گا۔مولانا جامی نے اس جواب کو رد کردیا وجہ رد یہ ہے کہ یرفع کی ھو ضمیر کو اسم کی طرف راجع کرنا سیاق کلام کے ملائم وموافق نہیں ہے کیونکہ یہاں منادیٰ میں بحث ہورہی ہے نہ کہ مطلق اسم میں (۲) نیز اس صورت میں انتشار ضمائر لازم آئے گا۔

ان کان ای المنادی: سے غرض کان کی ضمیر کا مرجع بیان کرنا۔

ای لا یکون: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔مثال ممثل لہ کے مطابق نہیں اس لئے کہ ممثل لہ منادی مفرد ہے اور مثال زیدان زیدون مفرد نہیں بلکہ تثنیہ جمع ہیں

جواب: ۔یہاں مفرد مضاف اور شبہ مضاف کے مقابلے میں ہے نہ کہ تثنیہ جمع کے مقابلہ میں لہذا مفرد تثنیہ جمع کو بھی شامل ہوگا ۔اور مفرد کا معنی یہ ہے کہ مضاف،شبہ مضاف نہ ہو اور زیدان اور زیدون مضاف شبہ مضاف نہیں لہذا مثال ممثل لہ کے مطابق ہے۔

وھو کل اسم لایتم: سے شبہ مضاف کی تعریف کا بیان ہے۔شبہ مضاف وہ اسم ہے جس کا معنی کسی امر آخر کے ملائے بغیر تام نہ ہو۔

قبل النداء: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔مثال ممثل لہ کے مطابق نہیں اس لئے کہ ممثل لہ منادی مفرد معرفہ ہے اور مثال میں رجل نکرہ ہے نہ کہ معرفہ۔

جواب: ۔معرفہ میں تعمیم ہے خواہ ندا سے پہلے معرفہ ہو یا ندا کے بعد یا رجل میں رجل نداء سے پہلے نکرہ تھا لیکن نداء کے بعد معرفہ ہوگیا ہے۔

وانما بنی: سے شارح منادی مفرد معرفہ کے مبنی ہونے کی وجہ بیان کررہے ہیں جس کی تقریر یہ ہے کہ منادی مفرد معرفہ کاف اسمی کی جگہ واقع ہوتا ہے اور افراد وتعریف میں اس کے مشابہ ہے اور کاف اسمی ذٰلک کے کاف خطاب حرفی کے مشابہ ہے لفظاً ومعناً اور ضابطہ ہے کہ وہ اسم جو اس اسم کی جگہ میں واقع ہو جو مبنی الاصل کے مشابہ ہے تو وہ اسم بھی مبنی ہوجاتا ہے لہذا منادی مفرد معرفہ مبنی ہوگا مثلا یا زید میں زید ادعوک کے کاف اسمی کی جگہ واقع ہے اور یہ کاف اسمی ذلک کے کاف حرفی کے مشابہ ہے لفظا ومعنا لفظا تو ظاہر ہے اور معنا اس لئے کہ یہ دونوں معنی خطاب کے لئے موضوع ہیں۔

وانما قلنا: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔**سوال:** ۔منادی مفرد معرفہ کے مبنی ہونے کی

دلیل میں صرف لوقوعہ موقع الکاف الاسمیہ کہہ دینا کافی تھا اس کے بعد المشابہۃ لکاف الخطاب الحرفیہ کہنے کی کیا ضرورت تھی؟

جواب:۔ المشابہۃ کا اضافہ اس وجہ سے کیا کیونکہ اسم مبنی ہوتا ہے مبنی الاصل حرف یا فعل کی مشابہت کی وجہ سے، اسم اسم مبنی کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے مبنی نہیں ہوتا اسی بناء پر مصنف نے المشابہۃ کا اضافہ کیا کہ صرف کاف ضمیر اسمی کے ساتھ منادیٰ مفرد معرفہ کے مشابہ ہونے کی وجہ سے اس کی بناء ثابت نہیں ہوگی۔

مثالان: سے ممثل لہ کی تعیین کا بیان کہ یازیدُ ویارجل یہ دونوں اس منادی مفرد کی مثالیں ہیں جو مبنی علی الضم ہوتا ہے پہلی مثال ندا سے پہلے معرفہ کی ہے اور دوسری مثال ندا کے بعد معرفہ کی ہے۔

مثال: میں ممثل لہ کی تعیین کا بیان ہے کہ یازیدان اس منادی مفرد معرفہ کی مثال ہے جو علامت رفع الف پر مبنی ہوتا ہے اور یازیدون اس منادی کی مثال ہے جو علامت رفع واؤ پر مبنی ہوتا ہے۔

منادی مجرور بلام الاستغاثہ

وَيُخْفَضُ اَىْ يَنْجَرُّ الْمُنَادٰى بِلَامِ الْاِسْتِغَاثَةِ اَىْ بِلَامٍ تَدْخُلُهٗ وَقْتَ الْاِسْتِغَاثَةِ وَهِيَ لَامُ التَّخْصِيْصِ

اور جر دیا جاتا ہے یعنی منادی مجرور ہوتا ہے لام استغاثہ کی وجہ سے یعنی ایسی لام جو استغاثہ کے وقت منادیٰ پر داخل ہوتی ہے اور وہ لام تخصیص ہے

اُدْخِلَتْ عَلَى الْمُسْتَغَاثِ دَلَالَةً عَلٰى اَنَّهٗ مَخْصُوْصٌ مِنْ بَيْنِ اَمْثَالِهٖ بِالدُّعَاءِ مِثْلُ يَا لَزَيْدٍ وَاِنَّمَا فُتِحَتْ

جو مستغاث پر داخل کی جاتی ہے اس بات پر دلالت کرنے کیلئے کہ وہ مستغاث اس پکار کے ساتھ اپنی امثال کے درمیان سے خاص ہے جیسے یالزید اور لام استغاثہ

لِئَلَّا يَلْتَبِسَ بِالْمُسْتَغَاثِ لَهٗ اِذَا حُذِفَ الْمُسْتَغَاثُ نَحْوُ يَا لِلْمَظْلُوْمِ اَىْ يَا لَقَوْمِ فَاِنَّهٗ لَوْ لَمْ تُفْتَحْ لَامُ

فتح دیا گیا ہے تاکہ مستغاث لہ کے ساتھ التباس نہ ہو جب مستغاث کو حذف کر دیا جائے جیسے یا للمظلوم یعنی یا لقوم کیونکہ اگر لام مستغاث کو فتحہ

الْمُسْتَغَاثِ لَمْ يُعْلَمْ اَنَّ الْمَظْلُوْمَ فِيْ هٰذَا الْمِثَالِ مُسْتَغَاثٌ اَوْ مُسْتَغَاثٌ لَهٗ وَلَمْ يُعْكَسِ الْاَمْرُ لِاَنَّ الْمُنَادٰى

نہ دیا جاتا تو معلوم نہ ہوتا کہ مظلوم اس مثال میں مستغاث ہے یا مستغاث لہ ہے اور اس کا عکس نہیں کیا گیا اس لئے کہ منادی

الْمُسْتَغَاثُ وَاقِعٌ مَوْقِعَ كَافِ الضَّمِيْرِ الَّتِيْ تُفْتَحُ لَامُ الْجَرِّ مَعَهَا نَحْوُ لَكَ بِخِلَافِ الْمُسْتَغَاثِ لَهٗ

مستغاث کاف ضمیر کی جگہ پر واقع ہوتا ہے جس کے ساتھ لام جر کو فتح دیا جاتا ہے جیسے لک بخلاف مستغاث لہ کے

لِعَدَمِ وُقُوْعِهٖ مَوْقِعَ الضَّمِيْرِ فَاِنْ عَطَفْتَ عَلَى الْمُسْتَغَاثِ بِغَيْرِ يَا نَحْوُ يَا لَزَيْدٍ وَلِعَمْرٍو كَسَرْتَ لَامَ

اس کے ضمیر کی جگہ پر واقع نہ ہونے کی وجہ سے۔ پس اگر تو مستغاث پر یا کے بغیر عطف کرے جیسے یالزید ولعمرو تو تو لام معطوف کو کسرہ دے دے

الْمَعْطُوْفِ لِاَنَّ الْفَرْقَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْمُسْتَغَاثِ لَهٗ حَاصِلٌ بِعَطْفِهٖ عَلَى الْمُسْتَغَاثِ وَاِنْ عَطَفْتَ مَعَ يَا

اس لئے کہ اس کے اور مستغاث لہ کے درمیان فرق اسکے مستغاث پر عطف کی وجہ سے حاصل ہوگیا ہے اور اگر تو یا کے ساتھ عطف کرے

فَلَا بُدَّ مِنْ فَتْحِ اللَّامِ الْمَعْطُوْفِ اَيْضًا نَحْوُ يَا لَزَيْدٍ وَيَا لَعَمْرٍو

تو لام معطوف کا فتح بھی ضروری ہے جیسے یا لزید و یا لعمرو۔

خلاصہ متن: ۔اس میں منادی کی دوسری قسم کا بیان ہے کہ اگر منادی پر لام استغاثہ داخل ہوتو وہ معرب مجرور ہوگا جیسے یالزید

اغراض جامی: ۔اي ينجر: سے **شارح کی غرض** دوسوال مقدر کا جواب دینا ہے۔**سوال (۱):**۔ پہلا سوال یہ ہے کہ نخفض متعدی باب ہے لہذا یہ خافض کی صفت ہے نہ کہ منادیٰ کی تو خروج عن المبحث لازم آئے گا۔

سوال (۲):۔ دوسرا سوال یہ ہے کہ نخفض حرکت کے ساتھ خاص ہے اس لئے یہ اس منادیٰ مستغاث کو شامل نہیں ہوگا جو مجرور بالحرف ہو جیسے یالزیدین حالانکہ اس کو بھی منادیٰ مستغاث کہا جاتا ہے۔

جواب: ۔تو ینجر سے شارح نے دونوں سوالین کا جواب دیا کہ نخفض ینجر کے معنی میں ہے اور یہ لازمی ہے اور منادی کی صفت ہے نیز جر عام ہے منادی مجرور بالحرکت اور مجرور بالحرف دونوں کو شامل ہے (سوال یاسوی ص ۲۹۵)

اي بلام تدخله: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔لام کی اضافت استغاثہ کی طرف درست نہیں اس لئے کہ لام حرف ہے اور حرف اپنے مدلول ومعنی کی طرف مضاف ہوتا ہے اور استغاثہ لام کے معانی اور مدلول میں سے نہیں ہے۔

جواب: ۔لام کی اضافت استغاثہ کی طرف ادنی ملابست ومناسبت کیوجہ سے ہے اور وہ ادنی ملابست یہ ہے کہ یہ لام منادی پر داخل ہوتا ہے استغاثہ کے وقت۔

وهي لام التخصيص: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔یہ ہے کہ لام کے کئی معانی ہیں تعلیل وتخصیص، ابتداء وغیرہ یہاں کونسا معنی مراد ہے۔

جواب: ۔تو شارح جواب دے رہے ہیں کہ لام سے مراد لام تخصیص ہے اور اس کو مستغاث پر داخل کیا جاتا ہے اس بات پر دلالت کرنے کے لئے کہ وہ اپنے امثال کے درمیان دعاء اور پکار کے ساتھ مخصوص ہے

وانما فتحت: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔لام استغاثہ لام جارہ ہے اور لام جارہ جب اسم ظاہر پر داخل ہوتو وہ خود مکسور ہوتا ہے تا کہ لام ابتدائیہ مفتوحہ کے

ساتھ اس کا التباس لازم نہ آئے پھر لام استغاثہ کو فتح کیوں دیا گیا۔

جواب:۔ لام استغاثہ کو فتح اس لئے دیا گیا تاکہ منادیٰ مستغاث کا مستغاث لہ کے ساتھ اس وقت التباس لازم نہ آئے جب مستغاث کو حذف کر دیا جائے جیسے یاللمظلوم اصل میں تھا یالقوم للمظلوم اب اگر مستغاث کے لام کو فتحہ نہ دیا جاتا تو یہ معلوم نہ ہوتا کہ مثال میں مظلوم مستغاث ہے یا مستغاث لہ ہے کیونکہ دونوں پر لام جارہ داخل ہوتا ہے تو فرق کرنے کیلئے مستغاث کے لام کو مفتوح اور مستغاث لہ کے لام کو مکسور کر دیا گیا۔

<u>ولم یعکس الامر</u>: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ اگر مقصود مستغاث اور مستغاث لہ کے درمیان فرق کرنا اور التباس ختم کرنا تھا تو وہ اس کے برعکس کے ساتھ بھی ہو سکتا تھا کہ مستغاث کے لام کو کسرہ اور مستغاث لہ کے لام کو فتح دے دیا جاتا مصنف رحمہ اللہ نے ایسا کیوں نہ کیا؟

جواب:۔ چونکہ منادیٰ مستغاث کاف ضمیر کی جگہ واقع ہوتا ہے اور کاف ضمیر پر لام مفتوح داخل ہوتا ہے جیسے لک تو مستغاث پر بھی لام مفتوح داخل کر دیا گیا اس مناسبت سے کہ یہ کاف ضمیر کے قائم مقام اور اس کی جگہ پر واقع ہے بخلاف مستغاث لہ کے وہ کاف ضمیر کی جگہ پر واقع نہیں ہوتا لہٰذا اس کو اپنے اصل پر رکھتے ہوئے کسرہ دیا گیا کیونکہ اصل یہ ہے کہ لام جارہ جب اسم ظاہر پر داخل ہو تو وہ خود مکسور ہوتا ہے جیسے وللہ۔

<u>فان عطف</u>: سے ماقبل پر تفریع ہے کہ مستغاث کے لام کو فتح اس لئے دیا گیا تاکہ مستغاث اور مستغاث لہ کے درمیان التباس رفع ہو جائے ورنہ اصل اس میں بھی کسرہ تھا یہی وجہ ہے کہ اگر کسی اور سبب سے مستغاث اور مستغاث لہ کے درمیان فرق ہو رہا ہے تو پھر مستغاث کے لام کو فتح نہیں دیا جائے گا بلکہ جو اس کی اصل حرکت کسرہ ہے وہ دیا جائے گا مثلاً اگر منادیٰ مستغاث پر کسی اسم کا عطف کیا جائے یا حرف ندا کے اعادہ کے بغیر تو معطوف کے لام کو کسرہ دیا جائے گا نہ کہ فتحہ جیسے یالزید ولعمرو، لعمرو کا لام مکسور ہے اس لئے کہ یہاں معطوف اور مستغاث لہ کے درمیان مستغاث پر عطف کی وجہ سے فرق حاصل ہو گیا ہے کیونکہ معطوف معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے جب معطوف علیہ منادیٰ مستغاث ہے تو معطوف بھی منادیٰ مستغاث ہوگا نہ کہ مستغاث لہ، چونکہ عطف کی وجہ سے مستغاث اور مستغاث لہ میں فرق واضح ہو گیا ہے تو لام کے ذریعہ سے فرق کرنے کی ضرورت نہیں ہے اس لئے یالزید ولعمرو میں معطوف ولعمرو میں لام کو اس کی اپنی اصلی حرکت کسرہ دیا گیا، اور اگر کسی اسم کا منادیٰ مستغاث پر عطف کیا جائے یاء کے اعادہ کے ساتھ تو پھر مستغاث کے لام کو مکسور پڑھنا جائز نہیں بلکہ مفتوح پڑھنا واجب ہے التباس کے خطرہ کی وجہ سے جیسے **یالزید ویالعمرو** کیونکہ جب معطوف پر یا حرف ندا اور لام استغاثہ کا اعادہ کیا گیا تو یہ مستقل منادیٰ مستغاث کے حکم میں ہو جائے گا گویا ماقبل پر اس کا عطف ہی نہیں ہے اس لئے اس پر لام مفتوح ہوگا تاکہ مستغاث لہ کے ساتھ التباس نہ ہو۔

منادی بلام الاستغاثہ کے معرب ہونے کی وجہ

وَاِنَّمَا اُعْرِبَ الْمُنَادٰی بَعْدَ دُخُوْلِ لَامِ الْاِسْتِغَاثَةِ لِاَنَّ عِلَّةَ بِنَائِهٖ كَانَتْ مُشَابَهَتَهٗ لِلْحَرْفِ
اور منادی کو لام استغاثہ کے داخل ہونے کے بعد معرب کر دیا گیا ہے اس لئے کہ اس کے مبنی ہونے کی علت حرف کے ساتھ مشابہت تھی
وَاللَّامُ الْجَارَّةُ مِنْ خَوَاصِ الْاِسْمِ فَبِدُخُوْلِهَا ضَعُفَتْ مُشَابَهَتُهٗ لِلْحَرْفِ فَاُعْرِبَ عَلٰى مَا هُوَ الْاَصْلُ فِيْهِ
اور لام جارہ اسم کے خواص میں سے ہے پس اس کے داخل ہونے کی وجہ سے حرف کے ساتھ اس کی مشابہت کمزور ہوگئی پس اس کو وہ اعراب دیا گیا جو کہ اس میں اصل ہے

وانما اعرب المنادی: اس عبارت سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ منادی مستغاث بھی تو کاف اسمی کی جگہ پر واقع ہے لہٰذا اس کو بھی مبنی ہونا چاہیے اس کو معرب کیوں کیا گیا؟

جواب:۔ کا حاصل یہ ہے کہ منادی مفرد معرفہ کے مبنی ہونے کی وجہ یہ تھی کہ وہ مبنی الاصل حرف کے مشابہ تھا لیکن جب اس پر لام استغاثہ جارہ داخل ہوگئی جو کہ اسم کے خواص میں سے ہے تو اس کی مشابہت حرف کے ساتھ ضعیف ہوگئی اس لئے وہ منادی مفرد معرفہ اپنی اصلی حالت اعراب پر واپس آ گیا (سوال کابلی ص ۱۹۲)

منادی بلام الاستغاثہ پر ایک اعتراض اور اس کا جواب

قِيْلَ قَدْ يُخْفَضُ الْمُنَادٰی بِلَامَيِ التَّعَجُّبِ
کہا گیا ہے کہ کبھی لام تعجب اور لام تہدید کی وجہ سے بھی منادی
وَالتَّهْدِيْدِ اَيْضًا فَلَامُ التَّعَجُّبِ نَحْوُ يَا لَلْمَاءِ وَيَا لَلدَّوَاهِيْ وَلَامُ التَّهْدِيْدِ نَحْوُ يَا لَزَيْدٍ لَاَقْتُلَنَّكَ
مجرور ہوتا ہے پس لام تعجب جیسے یا للماء اور یا للدواہی اور لام تہدید جیسے یا لزید لاقتلنک
فَلِمَ اَهْمَلَ الْمُصَنِّفُ ذِكْرَهُمَا وَكَيْفَ يَصْدُقُ قَوْلُهٗ فِيْمَا بَعْدُ وَيُنْصَبُ مَاسِوَاهُمَا كُلِّيًّا وَاُجِيْبَ بِاَنَّ
پس مصنف نے ان دونوں کا ذکر کیوں چھوڑ دیا اور مصنف کا ما بعد میں قول وَيُنْصَبُ مَاسِوَاهُمَا کلی طور پر کیسے سچا آئے گا اور جواب دیا گیا ہے
كُلًّا مِنْ هَاتَيْنِ اللَّامَيْنِ لَامُ الْاِسْتِغَاثَةِ كَاَنَّ الْمُهَدِّدَ اِسْمَ فَاعِلٍ يَسْتَغِيْثُ بِالْمُهَدَّدِ اِسْمَ مَفْعُوْلٍ
بایں طور ان دونوں لاموں میں سے ہر ایک لام استغاثہ ہے گویا کہ دھمکانے والا (اسم فاعل) دھمکائے ہوئے (اسم مفعول) سے فریاد کرتا ہے
لِيَحْضُرَ فَيَنْتَقِمَ مِنْهُ وَيَسْتَرِيْحَ مِنْ اَلَمِ خُصُوْمَتِهٖ وَكَاَنَّ الْمُتَعَجِّبَ يَسْتَغِيْثُ بِالْمُتَعَجَّبِ مِنْهُ لِيَحْضُرَ
تا کہ وہ حاضر ہو جائے پس وہ اس سے انتقام لے اور اس کی خصومت کی تکلیف سے راحت پائے۔ اور گویا کہ تعجب کرنے والا متعجب منہ سے فریاد کرتا ہے

فَيَقْضِيَ مِنْهُ الْعَجَبَ وَيَتَخَلَّصَ مِنْهُ وَأُجِيبَ عَنْ لَامِ التَّعَجُّبِ بِوَجْهٍ آخَرَ ذَكَرَهُ الْمُصَنِّفُ فِي
تا کہ وہ حاضر ہو جائے پس اس سے تعجب کو پورا کرے اور اس سے چھٹکارا پائے اور لام تعجب کے بارے میں ایک اور وجہ سے بھی جواب دیا گیا ہے، جس کو
الْإِيضَاحِ وَهُوَ أَنَّ الْمُنَادَى فِي قَوْلِهِمْ يَا لَلْمَاءِ وَيَا لَلدَّوَاهِي لَيْسَ الْمَاءُ وَلَا الدَّوَاهِي وَإِنَّمَا الْمُرَادُ
مصنف نے ایضاح میں ذکر کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ منادی ان کے قول یا لَلْمَاءِ وَیَا لَلدَّوَاہِیْ میں الماء اور الدواہی نہیں ہے بلکہ مراد
يَا قَوْمُ أَوْ يَا هَؤُلَاءِ اِعْجَبُوا لِلْمَاءِ وَلِلدَّوَاهِي وَلَا يَخْفَى عَلَيْكَ أَنَّ الْقَوْلَ بِحَذْفِ الْمُنَادَى عَلَى
یَا قَوْمُ یَا ہٰؤُلَاءِ اِعْجَبُوْا لِلْمَاءِ وَلِلدَّوَاہِیْ ہے اور تجھ پر مخفی نہیں ہے کہ حذف منادی کا قول
تَقْدِيرِ كَسْرِ اللَّامِ ظَاهِرٌ وَأَمَّا عَلَى تَقْدِيرِ فَتْحِهَا فَمُشْكِلٌ لِانْتِفَاءِ مَا يَقْتَضِي فَتْحَهَا حِينَئِذٍ
لام کے کسرہ کی تقدیر پر ظاہر ہے لیکن اس کے فتح کی تقدیر پر مشکل ہے اس چیز کے منفی ہونے کی وجہ سے جو اس وقت لام کے فتح کا تقاضا کرتی ہے
كَمَا هُوَ الظَّاهِرُ مِمَّا سَبَقَ
جیسا کہ ماسبق سے ظاہر ہے۔

اس عبارت میں شارح مصنف پر وارد ہونے والے دو اعتراض نقل کر کے ان کے جواب دے رہے ہیں۔

اعتراض (۱):۔ منادی جس طرح لام استغاثہ کی وجہ سے مجرور ہوتا ہے اسی طرح لام تعجب اور لام تہدید کے دخول کی وجہ سے بھی مجرور ہوتا ہے لام تعجب کی مثال یالَلماء ویالَلدواہی اور لام تہدید کی مثال یالزید لاقتلنک تو مصنف نے ان دو کو کیوں ذکر نہیں کیا۔

اعتراض (۲):۔ جب منادی لام تعجب اور لام تہدید کی وجہ سے مجرور ہوتا ہے تو مصنف کا قول وینصب ماسواہما کیسے درست ہوگا کیونکہ ماسواء میں وہ منادی بھی داخل ہے جس پر لام تعجب اور لام تہدید داخل ہو حالانکہ ان کی وجہ سے منادی منصوب نہیں ہوتا بلکہ مجرور ہوتا ہے۔

جواب (۱):۔ اجیب سے شارح جامی دونوں سوالین کا جواب دے رہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ لام تعجب اور لام تہدید درحقیقت لام استغاثہ ہی ہیں گویا نام مختلف ہیں مصداق ایک ہی ہے اس لئے کہ مہدِّد، مہدَّد سے فریاد کر رہا ہے تا کہ وہ حاضر ہو جائے اور یہ اس سے انتقام لے کر اس کی خصومت کی تکلیف سے راحت پائے اسی طرح لام تعجب میں گویا کہ متعجب، متعجب منہ سے فریاد کر رہا ہے تا کہ وہ حاضر ہو جائے اور یہ اس سے اپنے تعجب کو پورا کر لے اور اس سے چھٹکارا پائے۔

جواب (۲):۔ واجیب سے شارح جامی لام تعجب کے بارے دوسرا جواب دے رہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ دراصل ماء اور دواہی منادی ہی نہیں ہیں بلکہ منادی محذوف ہے جو کہ قوم اور ہولاء ہے اصل میں تھا یا قوم اعجبوا للماء یا ہولاء

اعجبوا للدواهی.

ولا یخفی: سے شارح جامی کی غرض دوسرے جواب پر اعتراض کرنا ہے کہ لام تعجب پر فتحہ بھی جائز ہے اور کسرہ بھی جائز ہے اگر الماء اور الدواہی کے لام پر کسرہ ہو تو یہ مستغاث لہ بنیں گے اور قوم ہولاء جو کہ محذوف ہیں مستغاث بنیں گے اس صورت میں کوئی اشکال نہیں ہے لیکن اگر الماء الدواہی کے لام پر فتحہ ہو تو پھر حذف منادی کا قول محل اشکال ہے کیونکہ فتح کا مقتضی مفتی ہے وہ منادی کا کاف اسی کی جگہ پر واقع ہونا ہے اور الماء الدواہی منادی نہیں ہیں بلکہ منادی قوم اور ہؤلاء محذوف ہے۔

منادی مبنی علی الفتح

وَيُفْتَحُ اَیْ یُبْنَی الْمُنَادٰی عَلَی الْفَتْحِ لِاِلْحَاقِ اَلِفِهَا اَیْ اَلِفِ الْاِسْتِغَاثَةِ

اور فتح دیا جاتا ہے یعنی منادی کو مبنی علی الفتح کیا جاتا ہے اس کے الف کے لاحق ہونے کی وجہ سے یعنی الف استغاثہ کے

بِاٰخِرِهٖ لِاقْتِضَاءِ الْاَلِفِ فَتْحَ مَاقَبْلَهَا وَلَا لَامَ فِيْهِ حِيْنَئِذٍ لِاَنَّ اللَّامَ يَقْتَضِي الْجَرَّ وَالْاَلِفَ الْفَتْحَ

اس کے آخر کے ساتھ الف کے اپنے ماقبل کے فتح کا تقاضا کرنے کی وجہ سے اور اس میں لام نہیں ہوگی اس وقت اس لئے کہ لام جر کا تقاضا کرتا ہے اور الف فتح کا

فَبَيْنَ اَثَرَيْهِمَا تَنَافٍ فَلَا يَحْسُنُ الْجَمْعُ بَيْنَهُمَا مِثْلَ يَا زَيْدَاهُ بِاِلْحَاقِ الْهَاءِ بِهٖ لِلْوَقْفِ

تو ان دونوں کے اثروں کے درمیان منافات ہے ان دونوں کو جمع کرنا اچھا نہیں ہے جیسے یَا زَیْدَاہُ اس کے ساتھ ھا کو لاحق کرنے کے ساتھ وقف کیلئے

خلاصہ متن: ۔ اس میں منادی کی تیسری قسم کا بیان ہے کہ اگر منادی کے آخر میں الف استغاثہ داخل ہو تو منادی مبنی علی الفتح ہوگا لیکن اس صورت میں لام داخل نہیں ہوگی جیسے یا زیداہ۔

ای یبنی المنادی: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔ ویفتح معطوف ہے ماقبل ویخفض پر اور خفض سے اعراب مراد ہے (یعنی خفض حرکت اعرابی کو کہتے ہیں) لہذا یفتح سے بھی اعراب مراد ہوگا تو یفتح المنادی ینصب المنادی کے معنی میں ہوگا جب یفتح ینصب کے معنی میں ہوگا تو مابعد وینصب ماسواہما کے ذکر سے مستغنی کر دے گا اس کو ذکر کرنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔

جواب: ۔ یہ ہے کہ یفتح سے مراد اس کا حقیقی معنی بناء علی الفتح ہے نہ کہ یفتح ینصب کے معنی میں ہے اور مابعد ینصب سے مراد معرب ومنصوب ہونا ہے اس لئے یفتح کا ذکر ینصب سے مستغنی نہیں کرتا (سوال باسولی ص ۲۹۷)

ای الف الاستغاثة: سے الفہا کی ہاء ضمیر کے مرجع کو متعین کر دیا۔

لاقتضاء الالف: سے مفتوح ہونے کی وجہ بیان کر رہے ہیں۔

منادی کے آخر میں الف استغاثہ کے لاحق ہونے کی صورت میں منادی کے مفتوح ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جب منادی کے آخر میں الف استغاثہ داخل ہوتا ہے تو وہ ماقبل کے مفتوح ہونے کا تقاضا کرتا ہے۔

ولا لام فیہ : میں بیان فائدہ ہے۔ مصنف یہ بتارہے ہیں کہ جب منادی کے آخر میں الف استغاثہ داخل ہوگا تو اس صورت میں اس پر لام استغاثہ داخل نہیں ہوتا۔

لان اللام : سے لام نہ ہونے کی وجہ کا بیان ہے کہ لام تقاضا کرتا ہے جر کا اور الف تقاضا کرتا ہے فتحہ کا ان دونوں کے اثر میں منافات ہے اس وجہ سے دونوں جمع نہیں ہوسکتے جیسے یا زیداہ اس کے آخر میں الف استغاثہ کا ہے اور ہاء وقف کی ہے۔

منادی منصوب

وَيُنْصَبُ مَا سِوَاهُمَا اَیْ يُنْصَبُ بِالْمَفْعُوْلِيَّةِ مَا سِوَى الْمُنَادٰى الْمُفْرَدِ الْمَعْرِفَةِ وَالْمُنَادٰى

اور ان دونوں کے ماسوا منادی منصوب ہوگا یعنی منادی منصوب ہوگا مفعول ہونے کی وجہ سے منادی مفرد معرفہ اور منادی

الْمُسْتَغَاثِ مَعَ اللَّامِ اَوِ الْاَلِفِ لَفْظًا اَوْ تَقْدِيْرًا اِنْ كَانَ مُعْرَبًا قَبْلَ دُخُوْلِ حَرْفِ النِّدَاءِ لِاَنَّ

مستغاث باللام یا بالالف کے ماسویٰ خواہ نصب لفظی ہو یا تقدیری اگر معرب ہو حرف ندا داخل ہونے سے پہلے اسلئے

عِلَّةَ النَّصْبِ وَهِيَ الْمَفْعُوْلِيَّةُ مُتَحَقِّقَةٌ فِيْهِ وَمَا غَيَّرَهٗ مُغَيِّرٌ عَنْ حَالِهٖ وَمَاسِوَى الْمُفْرَدِ الْمَعْرِفَةِ

کہ نصب کی علت جو کہ مفعولیت ہے وہ اس میں متحقق ہے اور اس کو اس کی حالت سے کسی تبدیل کرنے والے نے تبدیل نہیں کیا اور مفرد معرفہ کے ماسوا

اِمَّا مَا لَا يَكُوْنُ مُفْرَدًا بِاَنْ يَّكُوْنَ مُضَافًا اَوْ شِبْهَ مُضَافٍ وَاِمَّا مَا يَكُوْنُ مُفْرَدًا وَلٰكِنْ لَا يَكُوْنُ

یا تو وہ ہوگا جو مفرد نہ ہو بایں طور کہ مضاف یا شبہ مضاف ہو یا وہ ہوگا جو مفرد تو ہو لیکن معرفہ نہ ہو

مَعْرِفَةً وَاِمَّا مَا لَا يَكُوْنُ مُفْرَدًا وَلَا مَعْرِفَةً فَالْقِسْمُ الْاَوَّلُ وَهُوَ مَا لَا يَكُوْنُ مُفْرَدًا لِكَوْنِهٖ مُضَافًا

اور یا وہ ہوگا جو کہ نہ مفرد ہو نہ معرفہ پس قسم اول اور وہ وہ ہے جو مفرد نہ ہو اس کے مضاف ہونے کی وجہ سے

مِثْلُ يَا عَبْدَ اللّٰهِ وَالْقِسْمُ الثَّانِيْ وَهُوَ مَا لَا يَكُوْنُ مُفْرَدًا لِكَوْنِهٖ شِبْهَ مُضَافٍ مِثْلُ يَا طَالِعًا جَبَلًا

جیسے یا عبد اللہ اور قسم ثانی اور وہ وہ ہے جو مفرد نہ ہو اس کے شبہ مضاف ہونے کی وجہ سے جیسے یا طالعا جبلا

وَالْقِسْمُ الثَّالِثُ وَهُوَ مَا يَكُوْنُ مُفْرَدًا وَلٰكِنْ لَا يَكُوْنُ مَعْرِفَةً مِثْلُ يَا رَجُلًا مَقُوْلًا لِغَيْرِ مُعَيَّنٍ اَیْ

اور قسم ثالث اور وہ وہ ہے جو مفرد ہو لیکن معرفہ نہ ہو جیسے یا رجلا جو کہا گیا ہو لغیر معین یعنی

لِرَجُلٍ غَيْرِ مُعَيَّنٍ وَهٰذَا تَوْقِيْتٌ لِنَصَبِ رَجُلاً لَا تَقْيِيْدٌ لَهٗ لِاَنَّهٗ مَنْصُوْبًا لَا يَحْتَمِلُ الْمُعَيَّنَ وَالْقِسْمُ

رجل غیر معین کو اور یہ (غیر معین) رجلا کے نصب کیلئے توقیت ہے اس کیلئے تقیید نہیں ہے اس لئے کہ وہ منصوب ہونے کی حالت میں معین کا احتمال نہیں رکھتا

الرَّابِعُ وَهُوَ مَا لَا يَكُوْنُ مُفْرَدًا وَلَا مَعْرِفَةً مِثْلُ يَا حَسَنًا وَجْهُهٗ ظَرِيْفًا وَلَمْ يُوْرِدِ الْمُصَنِّفُ لِهٰذَا

اور قسم رابع اور وہ وہ ہے جو نہ مفرد ہو نہ معرفہ جیسے یا حَسَنًا وَجْهُهٗ ظَرِيْفًا اور مصنف نے اس قسم کیلئے

الْقِسْمِ مِثَالًا اِذْ حَيْثُ اتَّضَحَ انْتِفَاءُ كُلٍّ مِنَ الْقَيْدَيْنِ بِمِثَالٍ سَهُلَ تَصَوُّرُ انْتِفَائِهِمَا مَعًا فَلَا حَاجَةَ

کوئی مثال ذکر نہیں کی کیونکہ جب مثال سے دونوں قیدوں میں سے ہر ایک کا انتفاء واضح ہو گیا تو ان دونوں کے اکٹھے منتفی ہونے کا تصور آسان ہو گیا

اِلٰى اِيْرَادِ مِثَالٍ لَهٗ عَلٰى انْفِرَادِهٖ مَعَ اَنَّ الْمِثَالَ الثَّانِيَ يَحْتَمِلُهٗ فَيُمْكِنُ اَنْ يُّرَادَ بِقَوْلِهٖ يَا طَالِعًا جَبَلًا

لھذا اس کیلئے الگ مثال لانے کی ضرورت نہیں ہے باوجود اس کے کہ مثال ثانی اس کا احتمال رکھتی ہے۔ پس مصنف کے قول یا طالعا جبلا سے ممکن ہے

هٰذِهِ الْعِبَارَةُ اَعَمُّ مِنْ اَنْ يُّرَادَ بِهَا مُعَيَّنٌ اَوْ غَيْرُ مُعَيَّنٍ فَاَمْثِلَةُ الْاَقْسَامِ بِاَسْرِهَا مَذْكُوْرَةٌ وَهٰذِهِ

کہ یہی عبارت مراد لی جائے عام ہے کہ اس عبارت سے معین مراد لیا جائے یا غیر معین ۔ پس تمام اقسام کی مثالیں مذکور ہو گئیں اور یہ

الْاَمْثِلَةُ كُلُّهَا مِثَالٌ لِمَا سِوَى الْمُسْتَغَاثِ اَيْضًا فَلَا حَاجَةَ اِلٰى اِيْرَادِ مِثَالٍ لَهٗ عَلٰى حِدَةٍ .

تمام مثالیں مستغاث کے ماسواء کی بھی مثالیں ہیں پس اس کیلئے الگ مثالیں لانے کی ضرورت نہیں ہے ۔

خلاصہ متن : ۔اس عبارت میں مصنف نے منادی کی چوتھی قسم بیان کی ہے۔اگر منادی مفرد معرفہ نہ ہو اور منادی مستغاث بھی نہ ہو تو وہ معرب منصوب ہوگا جیسے یا عبداللہ۔

اغراض جامی : ۔<u>بالمفعولية:</u> سے شارح جامی رحمہ اللہ منادی کے منصوب ہونے کی وجہ بیان کر رہے ہیں کہ منادی مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہوگا۔

<u>ماسوى المنادى المفرد المعرفة الخ:</u> سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : ۔ ہا ضمیر اور اس کے مرجع میں مطابقت نہیں ہے اس لئے کہ ضمیر تثنیہ کی ہے اور مرجع تین چیزیں ہیں (۱) منادی مفرد معرفہ (۲) منادی مستغاث باللام (۳) منادی مستغاث بالالف تو مرجع امور ثلاثہ ہو گئے اس لئے وینصب ماسواھا ضمیر واحدہ مؤنثہ کے ساتھ ہونا چاہئے تھا۔

جواب: ۔راجع مرجع میں مطابقت موجود ہے کیونکہ مرجع دو چیزیں ہیں (۱) منادی مفرد معرفہ (۲) منادی مستغاث مطلقاً خواہ مستغاث باللام ہو یا بالالف تو اجمالاً دو قسمیں ہیں البتہ تفصیلاً تین قسمیں بنیں گی مستغاث باللام، مستغاث بالالف کو علیحدہ

قسم شمار کیا جائے گا۔

لفظا او تقدیرا: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ یاغلامی میں غلامی منادی مفرد معرفہ اور مستغاث کے ماسواء ہے حالانکہ اس پر نصب نہیں ہے۔

جواب:۔نصب میں تعمیم ہے خواہ لفظی ہو یا تقدیری اور غلامی میں نصب اگرچہ لفظی نہیں لیکن تقدیری ہے۔

ان کان معربا: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔**سوال**:۔ یا یومَ ینفع الصادقین میں یوم ینفع الصادقین جب کسی شخص کا علم بنا دیا جائے تو یہ منادی مفرد معرفہ اور منادی مستغاث کے ماسواء ہے حالانکہ یہ معرب منصوب نہیں ہے بلکہ مبنی بر فتح ہے تو مصنف کا وینصب ما سواھما کہنا کیسے درست ہے؟

جواب:۔منادی مفرد معرفہ اور منادی مستغاث کے ماسواء کے منصوب ہونے کی شرط یہ ہے کہ وہ حرف نداء کے داخل ہونے سے پہلے معرب ہو اور یا یوم ینفع حرف نداء کے داخل ہونے سے پہلے مبنی ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ ظرف جب جملے کی طرف مضاف ہو تو وہ مبنی ہوتا ہے۔

لان علة النصب: سے غرض ماسوی منادی مفرد معرفہ و مستغاث کے منصوب ہونے کی وجہ بیان کرنا ہے کہ ان میں نصب کی علت متحقق و موجود ہے وہ ہے مفعول ہونا اور کوئی ایسا مغیر بھی نہیں پایا گیا جو ان کو اپنی اصلی حالت نصب و اعراب سے تبدیل کر دے جس طرح منادی مفرد معرفہ و منادیٰ مستغاث میں مغیر پایا گیا تھا اس لئے ان دو کے ماسویٰ میں منادیٰ کو اپنی اصلی حالت نصب پر برقرار رکھا گیا۔

وما سوي المنادي المفرد المعرفة: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔**سوال**:۔مثال سے مقصود ممثل لہ کی وضاحت ہوتی ہے اور وضاحت ایک مثال سے بھی ہو جاتی ہے تو مصنف نے تین مثالیں کیوں ذکر کیں؟

جواب:۔مثال کا تعدد ممثل لہ کے تعدد کیوجہ سے ہے کیونکہ منادی مفرد معرفہ کے ماسواء کی چار قسمیں ہیں (۱) مفرد نہ ہو بلکہ مضاف ہو جیسے یا عبداللہ (۲) مفرد نہ ہو بلکہ شبہ مضاف ہو جیسے یا طالعا جبلا (۳) مفرد ہو لیکن معرفہ نہ ہو جیسے یا رجلا (۴) نہ مفرد ہو نہ معرفہ جیسے یاحسنا وجہہ ظریفا اس آخری قسم کی مثال بیان نہیں کی جس کی وجہ شارح مابعد میں ذکر کر رہے ہیں جب ممثل لہ متعدد تھے تو مصنف رحمہ اللہ نے مثالیں بھی متعدد بیان کیں۔

مقولاً: میں بیانِ ترکیب ہے۔اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ لغیر معین مقولاً کے متعلق ہو کر رَجلاً سے حال ہے۔

ای لرجل غیر معین: سے اشارہ کیا کہ غیر معین صفت ہے موصوف محذوف رجل کی۔

وھذا توفیت: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال :۔ رجلا کو غیر معین کے ساتھ مقید کرنے کی ضرورت نہیں اس لئے کہ جب رجلا منصوب ہو تو اس میں معین کا احتمال ہی نہیں کیونکہ اگر معین ہو تو پھر منصوب نہیں ہوتا بلکہ مبنی علی علامۃ الرفع ہوتا ہے۔

جواب۔ غیر معین رجل کی تقیید نہیں بلکہ رجل کے لئے توقیت ہے یعنی رجل منصوب اس وقت تک ہوگا جب تک غیر معین کیلئے ہو۔

ولم یورد :۔ سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال :۔ اس بات کی کیا وجہ ہے کہ مصنف نے تین قسموں کی مثالوں کو ذکر کیا لیکن قسم رابع کی مثال ذکر نہیں کی؟

جواب (۱): ۔ جب مفرد اور معرفہ کی دونوں قیدوں میں سے ہر ایک قید کا انتفاء مثالوں کے ساتھ واضح ہوگیا تو اکٹھے ان دونوں کے انتفاء کا تصور آسان ہوگیا اس وجہ سے اس کی مثال علیحدہ ذکر نہیں کی یعنی جب مفرد نہ ہونے کی مثال بھی ذکر کر دی اور معرفہ نہ ہونے کی مثال بھی ذکر کر دی تو دونوں کے اکٹھے نہ ہونے کی مثال آسانی سے سمجھی جاسکتی ہے۔

جواب (۲): ۔ مع سے جواب ثانی کا بیان ہے کہ مثال ثانی یعنی یا طالعا جبلا قسم رابع کی مثال کا احتمال بھی رکھتی ہے کیونکہ ممکن ہے کہ یا طالعا جبلا سے یہ عبارت مراد لے لی جائے عام ازیں کہ اس سے معین مراد ہو یا غیر معین اگر معین مراد ہو تو قسم ثانی کی مثال بن جائے گی اور اگر غیر معین مراد ہو تو قسم رابع کی مثال بن جائے گی پس تمام قسموں کی مثالیں متن میں مذکور ہیں

وهذہ :۔ سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال** :۔ مصنف کیلئے ضروری تھا کہ جس طرح انہوں نے منادی مفرد معرفہ کے ماسواء کی مثالیں ذکر کی اس طرح مستغاث کے ماسواء کی بھی مثالیں ذکر کرتے ایسا کیوں نہ کیا؟

جواب:۔ یہ مثالیں جس طرح منادی مفرد معرفہ کے ماسواء کی ہیں اسی طرح منادی مستغاث کے ماسواء کی بھی ہیں لہذا ان کے لئے علیحدہ مثالیں ذکر کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔

توابع منادی

وَتَوَابِعُ الْمُنَادَى الْمَبْنِيِّ عَلٰى مَا يُرْفَعُ بِهِ الْمُفْرَدَةُ حَقِيْقَةً اَوْ حُكْمًا اِنَّمَا قَيَّدَ الْمُنَادٰى بِكَوْنِهٖ مَبْنِيًّا
اور منادی مبنی کے توابع اس چیز پر جس پر رفع دیا جاتا ہے ایسے توابع جو کہ مفرد ہوں حقیقۃً یا حکماً اور مصنف رحمہ اللہ نے منادی کو مبنی کے ساتھ مقید کیا
لِاَنَّ تَوَابِعَ الْمُنَادَى الْمُعْرَبِ تَابِعَةٌ لِلَفْظِهٖ فَقَطْ وَقَيَّدْنَا الْمَبْنِيَّ بِكَوْنِهٖ عَلٰى مَا يُرْفَعُ بِهٖ لِاَنَّ تَوَابِعَ الْمُسْتَغَاثِ
اس لئے کہ منادی معرب کے توابع فقط اس کے لفظ کے تابع ہوتے ہیں اور ہم نے مبنی کو علامت رفع پر مبنی ہونے کے ساتھ مقید کیا کیونکہ منادی مستغاث
بِالْاَلِفِ لَا يَجُوْزُ فِيْهَا الرَّفْعُ نَحْوُ يَا زَيْدَا وَعَمْرًوا لَا وَعَمْرٌو وَلِاَنَّ الْمَتْبُوْعَ مَبْنِيٌّ عَلَى الْفَتْحِ وَقَيَّدَ
بالالف کے توابع میں رفع جائز نہیں ہے جیسے یا زیدا و عمرا (نصب کے ساتھ) نہ کہ عمرٌ (رفع کے ساتھ) اس لئے کہ متبوع مبنی بر فتح ہے اور توابع کو

التَّوَابِعَ بِكَوْنِهَا مُفْرَدَةً لِاَنَّهَا لَوْ لَمْ تَكُنْ مُفْرَدَةً لَاحَقِيْقَةً وَلَا حُكْمًا كَانَتْ مُضَافَةً بِالْاِضَافَةِ الْمَعْنَوِيَّةِ

ان کے مفرد ہونے کے ساتھ مقید کیا اس لئے کہ اگر توابع مفرد نہ ہوں نہ حقیقۃ نہ حکما تو وہ اضافت معنویہ کے ساتھ مضاف ہوں گے

وَحِيْنَئِذٍ لَا يَجُوْزُ فِيْهَا اِلَّا النَّصْبُ وَاِنَّمَا جَعَلْنَا الْمُفْرَدَةَ اَعَمَّ مِنْ اَنْ تَكُوْنَ مُفْرَدَةً حَقِيْقَةً بِاَنْ

اور اس وقت ان میں صرف نصب جائز ہوگا اور ہم نے مفرد کو اس بات سے عام کیا کہ مفرد حقیقۃ ہو بایں طور کہ

لَّا تَكُوْنَ مُضَافَةً مَعْنَوِيَّةً وَلَا لَفْظِيَّةً وَلَا شِبْهَ مُضَافٍ اَوْ حُكْمًا بِاَنْ تَكُوْنَ مُضَافَةً لَفْظِيَّةً اَوْ

نہ مضاف ہو اضافت معنویہ کے ساتھ اور نہ اضافت لفظیہ کے ساتھ اور نہ شبہ مضاف ہو یا حکما (مفرد ہو) بایں طور کہ مضاف ہو اضافت لفظیہ کے ساتھ یا

مُشَبَّهَةً بِالْمُضَافِ فَاِنَّهُمَا لَمَّا انْتَفَتْ فِيْهِمَا الْاِضَافَةُ الْمَعْنَوِيَّةُ كَانَتَا فِيْ حُكْمِ الْمُفْرَدَةِ لِتَدْخُلَ

شبہ مضاف ہو پس بلا شبہ وہ دونوں جب ان میں اضافت معنویہ منتفی ہوگئی تو وہ دونوں مفرد کے حکم میں ہوگئے تاکہ ان توابع میں مضاف

فِيْهَا الْمُضَافَةُ بِالْاِضَافَةِ اللَّفْظِيَّةِ وَالْمُشَبَّهَةُ بِالْمُضَافِ لِاَنَّهُمَا كَالتَّوَابِعِ الْمُفْرَدَةِ فِيْ جَوَازِ

بہ اضافت لفظیہ اور شبہ مضاف داخل ہوجائیں اس لئے کہ وہ دونوں توابع مفرد کی مثل ہیں رفع اور نصب کے جواز میں

الرَّفْعِ وَالنَّصْبِ نَحْوَ يَا زَيْدُ الْحَسَنُ الْوَجْهِ وَالْحَسَنَ الْوَجْهِ وَيَا زَيْدُ الْحَسَنُ وَجْهُهُ

جیسے يَا زَيْدُ الْحَسَنُ الْوَجْهِ وَالْحَسَنَ الْوَجْهِ اور يَا زَيْدُ الْحَسَنُ وَجْهُهُ اور

وَالْحَسَنَ وَجْهُهُ وَلَمَّا لَمْ يَجْرِ الْحُكْمُ الْاٰتِيْ فِي التَّوَابِعِ كُلِّهَا بَلْ فِيْ بَعْضِهَا وَلَمْ يَجْرِ فِيْمَا

والحسن وجہہ'' اور جب آنے والا حکم تمام توابع میں جاری نہیں ہوتا بلکہ بعض توابع میں ہوتا ہے اور جن توابع میں جاری ہوتا ہے ان میں بھی مطلقا

هُوَ جَارٍ فِيْهِ مُطْلَقًا بَلْ لَا بُدَّ فِيْ بَعْضِهَا مِنْ قَيْدٍ فَصَّلَ التَّوَابِعَ الْجَارِيَ هٰذَا الْحُكْمُ فِيْهَا

جاری نہیں ہوتا بلکہ ان میں سے بعض میں کسی قید کا ہونا ضروری ہے تو مصنف نے ان توابع کی تفصیل بیان کردی جن میں یہ حکم جاری ہوتا ہے

وَصَرَّحَ بِالْقَيْدِ فِيْمَا هُوَ مُحْتَاجٌ اِلَيْهِ فَقَالَ مِنَ التَّاكِيْدِ اَيِ الْمَعْنَوِيِّ لِاَنَّ التَّاكِيْدَ اللَّفْظِيَّ

اور قید کی تصریح کردی ان توابع میں جو قید کے محتاج ہیں پس فرمایا تاکید میں سے یعنی معنوی اس لئے تاکید لفظی

حُكْمُهُ فِي الْاَغْلَبِ حُكْمُ الْاَوَّلِ اِعْرَابًا وَّبِنَاءً نَحْوَ يَا زَيْدُ زَيْدُ وَقَدْ يَجُوْزُ اِعْرَابُهُ رَفْعًا وَّنَصْبًا

کا حکم اغلب میں اول کا حکم ہوتا ہے اعراب و بناء کے اعتبار سے جیسے یا زید زید اور کبھی رفع اور نصب کے اعتبار سے اس کا اعراب جائز ہے

وَكَانَ الْمُخْتَارُ عِنْدَ الْمُصَنِّفِ ذٰلِكَ وَلِذٰلِكَ لَمْ يُقَيِّدِ التَّاكِيْدَ بِالْمَعْنَوِيِّ وَالصِّفَةَ مُطْلَقًا

اور گویا مصنف کے نزدیک یہی مختار ہے اور اسی وجہ سے تاکید کو معنوی کے ساتھ مقید نہیں کیا اور صفۃ مطلقا

وَعَطْفِ الْبَيَانِ كَذٰلِكَ وَالْمَعْطُوْفِ بِحَرْفِ الْمُمْتَنِعِ دُخُوْلُ يَا عَلَيْهِ يَعْنِي الْمُعَرَّفَ بِاللَّامِ

اور عطف بیان بھی اسی طرح (مطلقا) اور معطوف بالحرف کہ جس میں یا کا داخل ہونا ممتنع ہے یعنی معرف باللام

بِخِلَافِ الْبَدَلِ وَالْمَعْطُوْفِ الْغَيْرِ الْمُمْتَنِعِ دُخُوْلُ يَا عَلَيْهِ فَاِنَّ حُكْمَهَا غَيْرُ حُكْمِهَا كَمَا سَيَجِيْ

بخلاف بدل اور ایسے معطوف بالحرف کے جس پر یا کا داخل ہونا ممتنع نہیں کیونکہ ان دونوں کا حکم دوسرے توابع کے حکم کے علاوہ ہے جیسا کہ عنقریب آئیگا

تُرْفَعُ حَمْلًا عَلٰى لَفْظِهِ الظَّاهِرِ اَوِ الْمُقَدَّرِ لِاَنَّ بِنَاءَ الْمُنَادٰى عَرَضِيٌّ فَيُشْبِهُ الْمُعْرَبَ فَيَجُوْزُ اَنْ

مرفوع پڑھے جائیں گے وہ توابع اس کے ظاہر یا مقدر لفظ پر محمول کرتے ہوئے اس لئے کہ منادی کا مبنی ہونا عارضی ہے پس معرب کے مشابہ ہو گیا لہذا جائز ہے کہ

يَكُوْنَ تَابِعُهُ تَابِعًا لِلَفْظِهِ وَتُنْصَبُ حَمْلًا عَلٰى مَحَلِّهِ لِاَنَّ حَقَّ تَابِعِ الْمُنَادَى الْمَبْنِيِّ اَنْ يَكُوْنَ تَابِعًا

اس کا تابع اس کے لفظ کا تابع ہو اور وہ توابع منصوب پڑھے جائیں گے اس کے محل پر محمول کرتے ہوئے اس لئے کہ منادی مبنی کے تابع کا حق یہ ہے کہ

لِمَحَلِّهِ وَهُوَ هٰهُنَا مَنْصُوْبُ الْمَحَلِّ بِالْمَفْعُوْلِيَّةِ مِثْلُ يَا تَيْمُ اَجْمَعُوْنَ وَاَجْمَعِيْنَ فِي التَّاكِيْدِ يَا زَيْدُ

اس کے محل کا تابع ہو اور وہ یہاں محلا منصوب ہے مفعول ہونے کی وجہ سے جیسے يَا تَيْمُ اَجْمَعُوْنَ وَاَجْمَعِيْنَ تاکید میں

الْعَاقِلُ وَالْعَاقِلَ فِي الصِّفَةِ وَاقْتَصَرَ عَلٰى مِثَالِهَا لِاَنَّهَا اَكْثَرُ وَاَشْهَرُ وَيَا غُلَامُ بِشْرٌ وَبِشْرًا فِي

يَا زَيْدُ الْعَاقِلُ وَالْعَاقِلَ صفت میں اور مصنف نے اسی صفت کی مثال پر اکتفا کیا ہے اس لئے کہ وہ اکثر اور زیادہ مشہور ہے وَيَا غُلَامُ بِشْرٌ وَبِشْرًا

عَطْفِ الْبَيَانِ وَيَا زَيْدُ وَالْحَارِثُ وَالْحَارِثَ فِي الْمَعْطُوْفِ بِحَرْفِ الْمُمْتَنِعِ دُخُوْلُ يَا عَلَيْهِ

عطف بیان میں اور يَا زَيْدُ وَالْحَارِثُ وَالْحَارِثَ ایسے معطوف میں جس پر یا کا داخل ہونا ممتنع ہے

خلاصہ متن: ۔ صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ منادی مبنی کے وہ توابع جو مفرد ہوں خواہ وہ تابع صفت ہو یا تاکید ہو یا عطف بیان یا ایسا معطوف بالحرف ہو جس پر دخول یاء ممتنع ہو ایسے توابع کا حکم یہ ہے کہ انکو لفظ پر محمول کرتے ہوئے مرفوع پڑھنا بھی جائز ہے اور محل پر محمول کرتے ہوئے منصوب پڑھنا بھی جائز ہے۔

اغراض جامی: ۔علی ما یرفع: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔یہ قاعدہ منقوض ہے یا زید اہ والحارث کی مثل کے ساتھ اس لئے کہ اس میں الحارث منادی مبنی کا تابع ہے اور یہ تابع معطوف بحرف ہے جس پر یاء کا دخول ممتنع ہے حالانکہ اس میں دو وجہیں جائز نہیں بلکہ نصب متعین ہے۔

جواب: مبنی سے مراد مطلق مبنی نہیں ہے بلکہ مراد وہ منادی مفرد معرفہ ہے جو مبنی علی علامۃ الرفع ہو اور یا زید اہ والحارث میں زید مبنی علی علامت الرفع نہیں بلکہ مبنی علی الفتح ہے لہذا اس کے ساتھ نقض وارد نہ ہوگا۔

<u>حقیقتا او حکما :</u> سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : ۔ یہ قاعدہ منقوض ہے اس الحسن کے ساتھ جو یا زید الحسن الوجہ میں واقع ہے اس لئے کہ اس میں دو وجہیں رفع اور نصب جائز ہیں حالانکہ یہ تابع مفرد نہیں بلکہ مضاف بالاضافۃ اللفظیہ ہے (۲) اسی طرح یہ قاعدہ منقوض ہے اس الحسن کے ساتھ جو یا زید الحسن وجہٗ میں واقع ہے اس لئے کہ اس میں دو وجہیں جائز ہیں حالانکہ یہ تابع مفرد نہیں بلکہ شبہ مضاف ہے۔

جواب : ۔ مفرد میں تعمیم ہے خواہ حقیقی ہو یا حکمی ہو مفرد حقیقی وہ ہے جو مضاف بالاضافۃ المعنویۃ اور مضاف بالاضافۃ اللفظیۃ اور شبہ مضاف نہ ہو اور مفرد حکمی وہ ہے جو فقط مضاف بالاضافۃ المعنویۃ نہ ہو، اور مضاف بالاضاۃ اللفظیہ ہو اور شبہ مضاف ہو تو مضاف بالاضافۃ اللفظیہ اور شبہ مضاف مفرد حکمی میں داخل ہیں اور پہلی مثال میں الحسن اگر چہ مفرد حقیقی نہیں لیکن مفرد حکمی ہے اس لئے کہ یہ مضاف بالاضافۃ المعنویۃ نہیں بلکہ مضاف بالاضافۃ اللفظیہ ہے اسی طرح دوسری مثال میں الحسن اگر چہ مفرد حقیقی نہیں لیکن مفرد حکمی ہے اس لئے کہ یہ شبہ مضاف ہے۔

<u>وانما قید :</u> میں شارح منادی کو مبنی کی قید کے ساتھ مقید کرنے کی وجہ بیان کرتے ہیں۔ کہ منادی کو مبنی کی قید کے ساتھ اس وجہ سے مقید کیا کیونکہ منادی معرب کے تابع فقط لفظ کے تابع ہوتے ہیں لفظ اور محل کے تابع ہو کر ان میں دو اعراب جائز نہیں ہوتے۔

<u>وقیدنا :</u> میں منادی کو مبنی علی مایرفع بہ کی قید کے ساتھ مقید کرنے کی وجہ کا بیان ہے جس کی تفصیل گزر چکی ہے کہ منادی مبنی کو علی ما یرفع کی قید کے ساتھ اس لئے مقید کیا کہ اس سے منادی مبنی مستغاث بالالف کے توابع کو خارج کرنا مقصود ہے کیونکہ ان میں دو اعراب جائز نہیں ہیں بلکہ نصب متعین ہے جیسے یا زیداہ وعمروا اس میں عمرو کو مرفوع نہیں پڑھ سکتے بلکہ نصب متعین ہے کیونکہ متبوع مبنی علی الفتح ہے۔

<u>وقید التوابع :</u> میں توابع کو مفرد کی قید کے ساتھ مقید کرنے کی وجہ بیان کرنا ہے۔ توابع کو مفرد کی قید کے ساتھ اس لئے مقید کیا کیونکہ اگر توابع مفرد نہ ہوں نہ مفرد حقیقی نہ مفرد حکمی تو وہ مضاف بالاضافت المعنویۃ ہونگے اور اس صورت میں ان میں نصب متعین ہے رفع جائز نہیں ہے۔

<u>وانما جعلنا :</u> میں مفرد میں حقیقتا او حکما کی تعمیم کا فائدہ بیان کرتے ہیں۔ یہ تعمیم اس لئے کی ہے تاکہ مضاف بالاضافۃ اللفظیۃ اور شبہ مضاف اس حکم میں داخل ہو جائیں اس لئے کہ وہ بھی رفع اور نصب کے جواز میں توابع مفرد کی طرح ہیں۔

<u>ولما لم یجر الحکم :</u> سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : ۔ توابع پانچ ہیں مصنف نے بعض کو ذکر کیا بعض کو مثلاً بدل کو چھوڑ دیا حالانکہ تمام کا حکم بیان کرنا چاہیے تھا (۲) نیز عبارت میں اصل ایجاز اور اختصار ہوتا ہے تو مصنف کو چاہیے تھا کہ یوں کہتے توابع المنادی المبنی المفردۃ ترفع علی لفظہ وتنصب

علی محلہ اس کے بعد من الصفۃ والتاکید وغیرہ ذکر نہ کرتے اس لئے کہ توابع معلوم ومشہور بین الناس ہیں ان کو ذکر کرنے کی ضرورت نہیں (۳) نیز اس بات کی کیا وجہ ہے کہ مصنف رحمہ اللہ نے بعض توابع کو مطلق ذکر کیا اور بعض کو مقید ذکر کیا۔

جواب: ۔آنے والا حکم ترفع علی لفظہ وتنصب علی محلہ تمام توابع میں جاری نہیں ہوتا بعض میں جاری ہوتا ہے بعض میں نہیں اس لئے جن توابع میں حکم جاری ہوتا ہے صرف انہیں کو ذکر کیا باقی کو نہیں (۲) پھر جن بعض میں حکم جاری ہوتا ہے ان میں سے بعض میں مطلق جاری ہوتا ہے اور بعض میں قید کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے جہاں قید کی حاجت تھی وہاں قید ذکر کی جہاں نہیں تھی نہیں ذکر کی۔

<u>ای المعنوی:</u> میں توضیح متن ہے۔شارح نے یہ بتلایا کہ یہاں تاکید سے تاکید معنوی مراد ہے نہ کہ مطلق۔

<u>لان التاکید :</u> سے تاکید کو معنوی کی قید کے ساتھ مقید کرنے کی وجہ بیان کر رہے ہیں۔اغلب واکثر مذاہب نحاۃ میں اعراب وبناء کے اعتبار سے تاکید لفظی کا حکم بعینہ مؤکد والا ہوتا ہے جیسے یا زید زید اس میں زید اول موکد مبنی بر ضم ہے تو زید ثانی جو کہ تاکید ہے بھی مبنی بر ضم ہوگا اس میں دو وجہیں جائز نہیں۔

<u>وقد یجوز :</u> میں اغلب کی قید کا فائدہ بیان کرتے ہیں کہ اغلب سے مراد اغلب المذاہب ہے نہ کہ اغلب الاستعمال اور اغلب کی قید اس لئے لگائی کہ بعض نحویوں نے تاکید لفظی میں بھی رفع اور نصب دونوں کو جائز کہا ہے رفع لفظ پر محمول کرتے ہوئے اور اور نصب محل پر محمول کرتے ہوئے۔جیسے یا زید زیدٌ وزیداً۔

<u>وکان المختار :</u> سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : ۔جب تاکید سے تاکید معنوی مراد ہے تو مصنف رحمہ اللہ نے تاکید کو معنوی کی قید کیساتھ مقید کیوں نہ کیا جس طرح کہ المعطوف بحرف کو الممتنع دخول یا علیہ کی قید کے ساتھ مقید کیا۔

جواب: ۔چونکہ مصنف کے نزدیک مختار بعض نحاۃ کا مذہب تھا کہ تاکید لفظی میں بھی رفع اور نصب دونوں جائز ہیں اسی لئے مصنف نے تاکید کو مطلق ذکر کیا معنوی کی قید کے ساتھ مقید نہیں کیا۔

<u>مطلقا :</u> میں بیان عموم ہے کہ صفت سے مطلق صفت مراد ہے عام ہے کہ معرف باللام ہو یا معرف باللام نہ ہو۔

<u>وعطف البیان کذلک :</u> مطلب ہے کہ عطف بیان بھی صفت کی طرح مطلق ہے معرف باللام ہو یا نہ ہو۔

<u>یعنی :</u> سے مراد کی تعیین ہے کہ معطوف بحرف جس پر دخول یاء ممتنع ہو اس سے مراد وہ معطوف بحرف ہے جو معرف باللام ہو۔

<u>بخلاف :</u> سے شارح جامی رحمہ اللہ تاکید، صفت، عطف بیان اور معطوف بحرف ان چاروں کو خاص طور پر ذکر کرنے اور معطوف بحرف کو الممتنع دخول یاء علیہ کی قید کے ساتھ مقید کرنے کا فائدہ بیان کر رہے ہیں کہ مصنف نے ان چار کو خاص طور پر

اس لئے ذکر کیا اور معطوف بحرف کو ممتنع دخول یا علیہ کی قید کے ساتھ مقید اس لئے کیا کہ بدل اور معطوف بحرف جس پر یاء کا دخول ممتنع نہ ہو ان دونوں کا حکم ان چاروں کے حکم سے ذرا مختلف و مغایر ہے جس کی تفصیل عنقریب آ رہی ہے۔

حملا : میں بیانِ ترکیب ہے۔ علی لفظہ جار مجرور حملا کے متعلق ہو کر ترفع کا مفعول لہ ہے۔

الظاهر : سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال :** ۔ یہ قاعدہ منقوض ہے اس الحارث کے ساتھ جو یا فتی العاقل میں واقع ہے اس لئے کہ اس میں حمل علی اللفظ نہیں ہو سکتا کیونکہ متبوع کے لفظ پر ضمہ موجود ہی نہیں ہے۔

جواب:۔ متبوع کے ضمہ میں تعمیم ہے خواہ ظاہراً ہو یا تقدیراً اور مثال مذکور میں ضمہ تقدیری ہے۔

لان بناء المنادی : سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال :۔ حمل علی اللفظ صحیح نہیں اس لئے کہ متبوع مبنی ہے اور منادی مبنی کا تابع اس کے محل تابع ہوتا ہے۔

جواب: ۔ منادی کا مبنی ہونا عارضی ہے تو یہ معرب کے مشابہ ہو گیا کہ جس طرح معرب کا اعراب ایک عارض کی وجہ سے ہوتا ہے وہ عارض ہے عامل اسی طرح منادی کی بناء بھی ایک عارض کی وجہ سے ہوتی ہے وہ عارض ہے اس کا کاف اسمی کی جگہ پر واقع ہونا لہٰذا یہ منادی مشابہ ہو گیا معرب کے تو جس طرح معرب کا تابع اس کے لفظ کے تابع ہوتا ہے اسی طرح منادی مبنی کا تابع بھی اس کے لفظ کے تابع ہوگا (سوال کابلی ص ۱۹۷)

حملا : میں بیانِ ترکیب ہے۔ علی محلہ باعتبار متعلق کے مفعول لہ ہے تنصب کا۔

لان حق : سے حمل علی محلہ کی علت کا بیان ہے کہ محل پر اس لئے محمول کیا جائے گا کہ منادی مبنی کے تابع کا حق یہ ہے کہ وہ اس کے محل کے تابع ہو اور یہاں منادی متبوع مفعول ہونے کی وجہ سے محل نصب میں ہے لہٰذا تابع پر بھی نصب ہوگا۔

مثل یاتیم اجمعون : سے توابع کی مثالیں بیان کر رہے ہیں تاکید کی مثال یاتیم اجمعون اجمعین، اجمعون حالت رفع ہو تو لفظ پر محمول ہوگا اور اجمعین حالت نصب ہو تو محل پر محمول ہوگا صفت کی مثال بیان فرمائی یازید العاقلُ والعاقلَ العاقل پر رفع ہو تو حمل علی لفظہ ہوگا نصب ہو تو حمل علی محلہ ہوگا یا غلام بشرٌ بشراً عطف بیان کی مثال ہے رفع حمل علی لفظہ اور نصب حمل علی محلہ کی بناء پر اور یازید والحارثُ والحارثَ معطوف بالحرف جس پر جس پر دخول یاء ممتنع ہو کی مثال ہے الحارث پر رفع اور نصب دونوں جائز ہیں حملا علی لفظہ و محلہ۔

واقتصر : سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال :۔ مصنف نے صرف صفت کی مثال پر اکتفاء کیوں کیا دیگر توابع ثلاثہ کی مثالیں کیوں ذکر نہیں کیں۔

جواب:۔ مصنف نے صرف صفت کی مثال پر اکتفاء کیا اس کی کثرت استعمال اور شہرت بین الانام کی وجہ سے، شہرت کی وجہ

سے صفت کی مثال اوقع فی ذہن المبتدی ہوگی باقی اقسام ثلاثہ کی مثالوں کو ایجاز و اختصار کیلئے ترک کر دیا (۲) بعض شراح نے یہ کہا ہے کہ مصنف رحمہ اللہ نے خصوصاً صفت کی مثال ذکر کر کے علامہ اصمعی پر رد کیا ہے جو کہتے ہیں کہ منادی مبنی کی صفت تابع کے طور پر واقع نہیں ہو سکتی کیونکہ منادی مفرد معرفہ کاف ضمیر اسمی کی جگہ اور اس کے قائم مقام واقع ہوتا ہے تو اس کا حکم ضمیر والا ہوگا اور ضمیر کے متعلق ضابطہ ہے المضمر لا یوصف ولا یوصف بہ کہ ضمیر نہ موصوف ہو سکتی ہے نہ صفت جب ضمیر کی صفت نہیں لائی جا سکتی تو منادی مفرد معرفہ کی صفت بھی نہیں لائی جا سکتی تو مصنف نے صفت تابع کی خاص کر مثال ذکر کے اصمعی رحمہ اللہ پر رد کیا ہے وجہ رد یہ ہے کہ اصمعی کی دلیل ضعیف ہے کیونکہ ایک شے کی دوسری شے کے ساتھ مشابہت تشبیہ فی جمیع الامور کا تقاضا نہیں کرتی (سوال باسولی ص ۳۰۳)

اختلاف نحاۃ فی المعطوف

وَالْخَلِيْلُ بْنُ اَحْمَدَ وَهُوَ اُسْتَاذُ سِيْبَوَيْهِ فِي الْمَعْطُوْفِ بِحَرْفِ الْمُمْتَنِعِ دُخُوْلُ يَا عَلَيْهِ يَخْتَارُ الرَّفْعَ

اور خلیل بن احمد اور وہ سیبویہ کا استاذ ہے ایسے معطوف میں جس پر حرف یا کا داخل ہونا ممتنع ہے رفع کو مختار قرار دیتے ہیں

مَعَ تَجْوِيْزِهِ النَّصْبَ لِاَنَّ الْمَعْطُوْفَ بِحَرْفٍ فِي الْحَقِيْقَةِ مُنَادًى مُسْتَقِلٌّ فَيَنْبَغِيْ اَنْ يَّكُوْنَ عَلٰى

ان کے نصب کو جائز قرار دینے کے باوجود اس لئے کہ معطوف بحرف حقیقت میں مستقل منادی ہے پس مناسب یہ ہے کہ وہ ایسی حالت پر ہو

حَالَةٍ جَارِيَةٍ عَلَيْهِ عَلٰى تَقْدِيْرِ مُبَاشَرَةِ حَرْفِ النِّدَاءِ لَهٗ وَهِيَ الضَّمَّةُ اَوْ مَا يَقُوْمُ مَقَامَهَا وَلٰكِنْ لَمَّا

جو اس پر حرف ندا کی مباشرت کی تقدیر پر جاری ہوتی ہے اور وہ ضمہ ہے یا وہ جو اس کے قائم مقام ہے لیکن جب اس پر

لَمْ يُبَاشِرْهُ حَرْفُ النِّدَاءِ جُعِلَتْ تِلْكَ الْحَالَةُ اِعْرَابًا فَصَارَتْ رَفْعًا وَاَبُوْ عَمْرِو بْنُ الْعَلَاءِ النَّحْوِيُّ

حرف ندا داخل نہیں ہوا تو وہ حالت اعرابی بنادی گئی پس وہ رفع بن گئی اور ابو عمرو بن علاء نحوی قاری

اَلْقَارِيُّ الْمُقَدَّمُ عَلَى الْخَلِيْلِ يَخْتَارُ فِيْهِ النَّصْبَ مَعَ تَجْوِيْزِهِ الرَّفْعَ فَاِنَّهٗ لَمَّا امْتَنَعَ فِيْهِ تَقْدِيْرُ

جو کہ خلیل سے مقدم ہے اس میں نصب کو مختار قرار دیتے ہیں رفع کو جائز قرار دینے کے باوجود کیونکہ جب اس میں لام کے واسطہ کی وجہ سے حرف نداء کو

حَرْفِ النِّدَاءِ بِوَاسِطَةِ اللَّامِ لَا يَكُوْنُ مُنَادًى مُسْتَقِلًّا فَلَهٗ حُكْمُ التَّبْعِيَةِ وَتَابِعُ الْمَبْنِيِّ تَابِعٌ

مقدر کرنا ممتنع ہے تو وہ مستقل منادی نہیں ہوگا تو اس کیلئے تابع ہونے کا حکم ہے اور مبنی کا تابع اس کے محل کا تابع ہوا کرتا ہے

لِمَحَلِّهٖ وَمَحَلُّهُ النَّصْبُ وَاَبُو الْعَبَّاسِ الْمُبَرِّدُ اِنْ كَانَ الْمَعْطُوْفُ الْمَذْكُوْرُ كَالْحَسَنِ اَيْ كَاسْمٍ

اور اس کا محل نصب ہے اور ابو العباس مبرد اگر معطوف مذکور الحسن کی طرح ہے یعنی الحسن کے اسم کی طرح ہے

الْحَسنِ فِیْ جَوَازِ نَزْعِ اللَّامِ عَنْهُ فَکَالْخَلِیْلِ اَیْ فَاَبُوا الْعَبَّاسِ مِثْلُ الْخَلِیْلِ فِیْ اِخْتِیَارِ رَفْعِهٖ لِاِمْکَانِ

اس سے لام کے جدا کرنے کے جواز میں تو وہ ابو العباس خلیل کی طرح ہے یعنی ابو العباس خلیل کی طرح ہے اس کے رفع کو مختار قرار دینے میں

جَعْلِهٖ مُنَادٰی مُسْتَقِلًّا بِنَزْعِ اللَّامِ عَنْهُ وَاِلَّا اَیْ وَاِنْ لَّمْ یَکُنِ الْمَعْطُوْفُ الْمَذْکُوْرُ کَاِسْمِ الْحَسنِ

اس کے منادی مستقل بننے کے امکان کی وجہ سے اس سے لام کے جدا کرنے کی وجہ سے ورنہ یعنی اگر معطوف مذکور الحسن کے اسم کی طرح نہ ہو

فِیْ جَوَازِ نَزْعِ اللَّامِ عَنْهُ مِثْلُ النَّجْمِ وَالصَّعِقِ فَکَاَبِیْ عَمْرٍو اَیْ فَاَبُوْا الْعَبَّاسِ مِثْلُ

لام کے جدا کرنے کے جواز میں جیسے النجم الصعق تو وہ ابو عمرو کی طرح ہے یعنی ابو العباس

اَبِیْ عَمْرٍو فِیْ اِخْتِیَارِ النَّصْبِ لِاِمْتِنَاعِ جَعْلِهٖ مُنَادٰی مُسْتَقِلًّا

ابو عمرو کی مثل ہے نصب کو مختار قرار دینے میں اس کو منادی مستقل بنانے کے ممتنع ہونے کی وجہ سے۔

خلاصہ متن: ۔ وہ معطوف بالحرف جس پر دخول یا ممتنع ہو جب وہ منادی مبنی علی علامت الرفع کا تابع ہو تو اس میں جمہور کے نزدیک رفع اور نصب دونوں جائز ہیں البتہ اولویت میں نحویوں کا اختلاف ہے امام خلیل کے نزدیک ایسے معطوف بحرف میں رفع مختار ہے اور ابو عمرو کے نزدیک نصب مختار ہے۔ ابو العباس مبرد نحوی فرماتے ہیں کہ جب معطوف بالحرف الحسن کی طرح ہو یعنی اس سے لام کو حذف کرنا جائز ہو تو امام خلیل کا مذہب مختار ہے اور اگر معطوف مذکور الحسن کی طرح نہ ہو یعنی اس سے لام کو حذف کرنا جائز نہ ہو تو ابو عمرو کا مذہب مختار ہے۔ ان کی وجہ شرح میں آرہی ہے۔ والمضاف میں صاحب کافیہ فرماتے ہیں منادی مبنی علی علامت الرفع کے وہ توابع جو مضاف ہوں وہ منصوب ہوتے ہیں جیسے یا رجل اخا عبد اللہ

اغراض جامی: ۔ وابن احمد: سے امام خلیل کا تعارف مقصود ہے کہ اس سے مراد خلیل ابن احمد فراہیدی ہیں جو کہ امام سیبویہ کے استاد ہیں دراصل خلیل نام کے تین نحوی گزرے ہیں (۱) استاذ سیبویہ (۲) ہمعصر سیبویہ (۳) تلمیذ سیبویہ تو استاذ سیبویہ کہہ کر باقی دو سے احتراز مقصود ہے (سوال اساسی ص ۳۰۹، کذافی سوال کابلی ص ۱۹۷)

بحرف الممتنع: سے یہ بیان کیا کہ المعطوف پر الف لام عہد کا ہے اس سے مراد المعطوف بحرف الممتنع دخول یا علیہ ہے جس کا ماقبل میں ذکر ہو چکا ہے۔

مع تجویز: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال:** ۔ اختیار دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے (۱) بمعنی الترجیح والاولویۃ (۲) بمعنی القطع والجزم والوجوب یہاں کونسا معنی مراد ہے۔

جواب: ۔ تو شارح نے مع تجویزہ سے جواب دیا کہ یہاں اختیار بمعنی قطع و وجوب کے نہیں بلکہ اختیار بمعنی ترجیح کے ہے یعنی

خلیل رفع کو ترجیح دیتے ہیں اور نصب کو بھی جائز قرار دیتے ہیں۔

<u>لان المعطوف:</u> سے امام خلیل کی دلیل کا بیان ہے کہ معطوف حقیقت میں مستقل منادی ہوتا ہے کیونکہ حرف عاطف یا حرف ندا کے قائم مقام ہوتا ہے لہذا مناسب یہ ہے کہ اس کو اسی حالت پر رکھا جائے جو حرف ندا کے داخل ہونے کے بعد مستقل منادی کی ہوتی ہے اور منادی مستقل پر ضمہ یا الف یا واؤ ہوتا ہے تو اس پر بھی ضمہ وغیرہ ہونا چاہئے لیکن معرف باللام ہونے کی وجہ سے اس پر حرف ندا کا دخول ممتنع ہے اس لئے اس کو منادی مستقل والی حیثیت دے کر مبنی علی علامۃ الرفع تو نہیں کیا جا سکتا تھا البتہ حتی الامکان اس کی رعایت کرتے ہوئے مبنی علی علامۃ الرفع کی بجائے معرب مرفوع کر دیا گیا اس لئے رفع مختار قرار دیا گیا۔

<u>العلاء النحوی:</u> میں بیانِ تعارف ہے۔ ابو عمرو نحوی قاری یہ خلیل سے مقدم ہیں اور یہ تمام صفات صفات مادحہ ہیں ابو عمرو کی مدح و توصیف کیلئے ہیں یہ صفات موضحہ نہیں ہیں کیونکہ ابو عمرو مشہور و معروف فیما بین النحاۃ ہیں کسی وضاحت کے محتاج نہیں ہیں اور المقدم علی الخلیل سے تقدم باعتبار الزمان مراد ہے نہ باعتبار الرتبہ لانہ لم یسبق علی الخلیل احد فی علم النحو (سوال باسولی ص ۳۰۶)

<u>مع تجویزہ:</u> سے اسی سوال کا جواب ہے جو ماقبل میں مع تجویزہ میں گزر چکا ہے۔

<u>فانہ لما:</u> میں ابو عمرو کی دلیل کا بیان ہے کہ جب معطوف بالحرف کے معرف باللام ہونے کی وجہ سے حرف نداء کا دخول اس پر ممتنع ہے تو یہ مستقل منادی نہیں بن سکتا لہذا اس کا حکم خالص تابع کا حکم ہوگا اور منادی مبنی کا تابع اس کے محل کا تابع ہوتا ہے اور متبوع چونکہ محلاً منصوب ہے لہذا تابع پر بھی نصب مختار ہوگا۔

<u>وابو العباس:</u> میں تیسرے مذہب کا بیان ہے۔ ابو العباس مبرد خلیل اور ابو عمرو کے درمیان محاکمہ کرتا ہے کہ جب معطوف معرف باللام کا الف لام الحسن کے ال کی طرح ہو یعنی اس سے لام کو حذف کرنا جائز ہو تو خلیل کا مذہب مختار ہوگا اس لئے کہ جب اس سے لام کو حذف کرنا جائز ہے تو لام کو حذف کر کے اس کو مستقل منادی بنانا ممکن ہے لہذا اس پر رفع مختار ہوگا اور اگر معطوف معرف باللام الحسن کی طرح نہ ہو اس سے لام کو حذف کرنا جائز نہ ہو تو ابو عمرو کا مذہب مختار ہے کیونکہ جب اس سے لام حذف کرنا جائز نہیں تو اس کو مستقل منادی بنانا ممتنع ہے جب اس کو مستقل منادی بنانا ممتنع ہے تو اس کا حکم تابع والا ہوگا اور منادی مبنی کا تابع اس کے محل کے تابع ہوتا ہے اور متبوع محلاً منصوب ہے لہذا نصب مختار ہوگا۔

<u>ای فابو العباس:</u> سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ان کان کالحسن شرط اور کالخلیل جزاء ہے حالانکہ اس کا جزاء بننا صحیح نہیں ہے کیونکہ جزا جملہ ہوتی ہے اور یہ جملہ نہیں۔

جواب: فکالخلیل خبر ہے مبتداء محذوف کی جو کہ ابو العباس ہے مبتداء خبر مل کر جملہ ہے لہذا اس کا جزا بننا درست ہے۔

<u>مثل الخلیل:</u> سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال :۔کالخلیل ابو العباس کی خبر ہے حالانکہ کاف حرف ہے حرف کا خبر بننا تو درست نہیں ہے۔

جواب:۔مثل سے جواب دیا کہ کاف مثل کے معنی میں ہوکر اسم ہے لہذا اس کا خبر بننا درست ہے۔

توابع مضاف کا بیان

وَالْمُضَافَةُ عَطْفٌ عَلَى الْمُفْرَدَةِ اَیْ
اور مضاف اس کا عطف مفردۃ پر ہے یعنی
وَتَوَابِعُ الْمُنَادَى الْمَبْنِيِّ عَلٰى مَا يُرْفَعُ بِهٖ الْمُضَافَةُ بِالْإِضَافَةِ الْحَقِيْقِيَّةِ تُنْصَبُ لِاَنَّهَا اِذَا وَقَعَتْ
منادی مبنی علامت رفع پر کے توابع جو کہ مضاف ہوں اضافت حقیقیہ کے ساتھ وہ منصوب ہوں گے کیونکہ جب وہ منادی واقع ہوتے ہیں
مُنَادٰى تُنْصَبُ فَنَصْبُهَا اِذَا وَقَعَتْ تَوَابِعَ اَوْلٰى لِاَنَّ حَرْفَ النِّدَاءِ لَايُبَاشِرُهَا مِثْلُ يَا تَيْمُ كُلُّهُمْ فِي
تو منصوب ہوتے ہیں پس جب وہ تابع واقع ہوں تو ان کا منصوب ہونا بطریق اولی ہے کیونکہ حرف ندا ان پر داخل نہیں ہوسکتا مثل یا تیم کلہم
التَّاكِيْدِ وَيَازَيْدُ ذَاالْمَالِ فِي الصِّفَةِ وَيَارَجُلُ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ فِيْ عَطْفِ الْبَيَانِ وَلَا يَجِيْءُ الْمَعْطُوْفُ
تاکید میں اور یا زید ذالمال صفت میں اور یارجل ابا عبد اللہ عطف بیان میں ۔ اور معطوف
بِحَرْفِ الْمُمْتَنِعِ دَخُوْلُ يَا عَلَيْهِ مُضَافًا لِاَنَّ اللَّامَ يَمْتَنِعُ دُخُوْلُهَا عَلَى الْمُضَافِ بِالْإِضَافَةِ الْحَقِيْقِيَّةِ
بالحرف کہ جس پر یا کا داخل ہونا ممتنع ہے مضاف نہیں ہوسکتا کیونکہ لام کا مضاف پر داخل ہونا ممتنع ہے اضافت حقیقیہ کے ساتھ

خلاصہ متن :۔صاحب کافیہ فرماتے ہیں منادی مبنی علی علامت الرفع کے وہ توابع جو مضاف ہوں وہ منصوب ہوتے ہیں جیسے یَارَجُلُ اَبَا عَبْدَ اللّٰهِ

<u>عطف علی المفردۃ</u> : میں بیان ترکیب ہے۔کہ المضافۃ کا عطف المفردۃ پر ہے۔

<u>ای وتوابع المنادی</u>: میں حاصل عطف کا بیان ہے۔مقصد یہ ہے کہ منادی مبنی علی علامۃ الرفع کے وہ توابع جو مضاف ہوں وہ منصوب ہوتے ہیں۔

<u>بالاضافۃ الحقیقیۃ</u> :سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال :۔یہ قاعدہ منقوض ہے اس الحسن کے ساتھ جو یا زید الحسن الوجہ میں واقع ہے اس لئے کہ یہ منادی مبنی علی علامۃ الرفع کا تابع مضاف ہے حالانکہ اس پر نصب متعین نہیں بلکہ رفع اور نصب دونوں جائز ہیں۔

جواب:۔یہاں مضاف سے مراد مضاف بالاضافۃ الحقیقیہ ہے اور مثال مذکور میں الحسن مضاف بالاضافۃ اللفظیۃ یعنی مضاف

بالاضافۃ المعنویہ نہیں ہے بلکہ مضاف بالاضافۃ اللفظیہ ہو کر مفرد حکمی میں داخل ہے نہ کہ المضافۃ میں لہذا نقض وارد نہ ہوگا۔

لانھا: سے شارح جامی منادی مبنی علی علامۃ الرفع کے وہ توابع جو مضاف ہوں انکے منصوب ہونے کی وجہ بیان فرمار ہے ہیں کہ جب مضاف خود منادی واقع ہور ہا ہوتو وہ منصوب ہوتا ہے تو جب وہ منادی مبنی کا تابع ہوگا تو بطریق اولی اس کو منصوب ہونا چاہئے اس لئے کہ اس صورت میں حرف ندا جو کہ موجب بناء ہے اس سے دور کھڑا ہے، یادر ہے کہ یہاں اولویت نصب سے مراد اولویت علی سبیل الوجوب ہے یعنی توابع مضاف پر نصب واجب ہے (سوال کابلی ص ۱۹۹)

یا تیم کلھم: سے شارح تاکید کی مثال فرمار ہے ہیں۔ یا زید ذا المال: صفت کی مثال ہے۔

یا رجل ابا عبد اللہ: یہ عطف بیان کی مثال ہے۔

ولا یجیء: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال**: ۔توابع مضاف تاکید صفت وغیرہ کی مثالیں بیان کی گئی ہیں لیکن معطوف بالحرف الممتنع دخول یاء کی مثال بیان نہیں کی گئی اس کی مثال بھی بیان کرنی چاہئے تھی۔

جواب: ۔وہ معطوف بحرف جس پر دخول یاء ممتنع ہے وہ مضاف نہیں ہوتا کیونکہ وہ معرف باللام ہوتا ہے اور مضاف بلاضافۃ الحقیقہ پر لام کا دخول ممتنع ہے اس لئے اس کی مثال ذکر نہیں کی۔

توابع بدل اور معطوف غیر ما ذکر

وَالْبَدَلَ وَالْمَعْطُوْفُ غَيْرُ مَا ذُكِرَ اَیْ غَيْرُ الْمَعْطُوْفِ الَّذِیْ ذُكِرَ مِنْ قَبْلُ وَهُوَ الْمُمْتَنِعُ دُخُوْلُ يَا
اور بدل اور اس معطوف کے علاوہ جس کا ذکر کیا گیا یعنی اس معطوف کے علاوہ جس کا پہلے ذکر کیا گیا اور وہ وہ ہے جس پر یا کا داخل ہونا
عَلَيْهِ فَغَيْرُهُ الْمَعْطُوْفُ الَّذِیْ لَا يَمْتَنِعُ دُخُوْلُ يَا عَلَيْهِ حُكْمُهُ اَیْ حُكْمُ كُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا حُكْمُ
ممتنع ہے پس اس کا غیر وہ معطوف ہے جس پر یا کا داخل ہونا ممتنع نہیں ہے اس کا حکم یعنی ان دونوں میں سے ہر ایک کا حکم منادی مستقل
الْمُنَادٰی الْمُسْتَقِلِّ الَّذِیْ بَاشَرَهُ حَرْفُ النِّدَاءِ وَذٰلِكَ لِاَنَّ الْبَدَلَ هُوَ الْمَقْصُوْدُ بِالذِّكْرِ وَالْاَوَّلُ
کا حکم ہے جس پر حرف نداء داخل ہو اور یہ اس وجہ سے ہے کہ بدل وہ مقصود بالذکر ہے اور اول (مبدل منہ)
كَالتَّوْطِئَةِ لِذِكْرِهِ وَالْمَعْطُوْفُ الْمَخْصُوْصُ مُنَادًی مُسْتَقِلٌّ فِی الْحَقِيْقَةِ وَلَا مَانِعَ مِنْ دُخُوْلِ
اس بدل کے ذکر کیلئے تمہید کی طرح ہے۔ اور مخصوص معطوف حقیقت میں مستقل منادی ہے اور اس پر حرف نداء کے داخل ہونے سے
حَرْفِ النِّدَاءِ عَلَيْهِ فَيَكُوْنُ حَرْفُ النِّدَاءِ مُقَدَّرًا فِيْهِ مُطْلَقًا اَیْ حَالَ كَوْنِ كُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا
کوئی مانع نہیں ہے پس حرف ندا اس میں مقدر ہوگا مطلقا یعنی دراں حالیکہ ہر ایک ان دونوں میں سے اس حکم میں

مُطْلَقًا فِيْ هٰذَا الْحُكْمِ غَيْرَ مُقَيَّدٍ بِحَالٍ مِّنَ الْاَحْوَالِ اَيْ سَوَاءٌ
مطلق ہے احوال میں سے کسی حال کے ساتھ مقید نہیں ہے یعنی برابر ہے کہ
كَانَا مُفْرَدَيْنِ اَوْ مُضَافَيْنِ اَوْ مُضَارِعَيْنِ لِلْمُضَافِ اَوْ نَكِرَتَيْنِ فَالْبَدَلُ مِثْلُ يَا زَيْدُ وَعَمْرٌو وَيَا
وہ دونوں مفرد ہوں یا شبہ مضاف ہوں یا نکرہ ہوں پس بدل جیسے يَا زَيْدُ عَمْرٌو اور
زَيْدُ اَخَا عَمْرٍو وَيَا زَيْدُ طَالِعًا جَبَلاً وَيَازَيْدُ رَجُلًا صَالِحًا وَالْمَعْطُوْفُ مِثْلُ يَازَيْدُ وَعَمْرُو وَيَازَيْدُ
يَا زَيْدُ اَخَا عَمْرٍو اور يَا زَيْدُ طَالِعًا جَبَلاً اور يَازَيْدُ رَجُلًا صَالِحًا اور معطوف جیسے يَازَيْدُ وَعَمْرُو اور يَازَيْدُ
وَاَخَا عَمْرٍو وَيَازَيْدُ وَطَالِعًا جَبَلاً وَيَازَيْدُ وَرَجُلاً صَالِحًا
وَاَخَا عَمْرٍو اور يَازَيْدُ وَطَالِعًا جَبَلاً اور يَازَيْدُ وَرَجُلاً صَالِحًا

خلاصہ متن:۔ بدل اور وہ معطوف بحرف جس پر دخول یاء ممتنع نہ ہو ان دونوں کا حکم مستقل منادی والا ہے۔

اغراض جامی:۔اي غير المعطوف: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ المعطوف غیر ماذکر میں المعطوف موصوف اور غیر ماذکر صفت ہے اور موصوف صفت کے درمیان تعریف وتنکیر میں مطابقت ضروری ہے یہاں مطابقت نہیں ہے کیونکہ المعطوف معرفہ اور غیر ماذکر نکرہ ہے کیونکہ غیر معرفہ کی طرف مضاف ہونے کے باوجود معرفہ نہیں بن سکتا۔

جواب:۔ لفظ غیر اگر چہ معرفہ کی طرف مضاف ہونے کے باوجود معرفہ نہیں بنتا لیکن اگر غیر کے مضاف الیہ کی صرف ایک ہی ضد ہو تو وہ معرفہ بن جاتا ہے یہاں مضاف الیہ معطوف بالحرف الممتنع دخول یا علیہ ہے اور اس کی ضد صرف ایک ہے وہ ہے معطوف بالحرف جس پر دخول یا ممتنع نہ ہو لہذا یہاں غیر معرفہ ہے اور موصوف صفت میں مطابقت موجود ہے۔

اي حكم كل واحد: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ حکمہ کی ضمیر بدل اور معطوف بالحرف کی طرف راجع ہے تو راجع مرجع میں مطابقت نہیں ہے حکمہا ہونا چاہئے تھا۔

جواب:۔ مرجع بدل اور معطوف بحرف دونوں ہیں لیکن کل واحد کی تاویل کے ساتھ لہذا مطابقت موجود ہے۔

المنادى: میں بیان ترکیب ہے۔ المستقل یہ صفت ہے موصوف محذوف کی جو کہ المنادی ہے۔

الذي باشره: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال:۔** بدل اور معطوف بحرف بھی مستقل منادی ہیں لہذا ان کو مستقل منادی کے ساتھ تشبیہ دینا تشبیہ الشي مع نفسہ ہے جو کہ جائز نہیں۔

جواب: ۔ یہاں منادی مستقل سے مراد وہ منادی ہے جس پر حرف نداء براہ راست و بلا واسطہ داخل ہو اور بدل اور معطوف بحرف پر حرف نداء بلا واسطہ داخل نہیں ہوتا لہٰذا یہ تشبیہ الشی مع نفسہ نہیں بلکہ تشبیہ احد القسمین مع آخر ہے۔

وذلک لان البدل : سے حکم مذکور کی وجہ بیان کر رہے ہیں کہ بدل مقصود بالذات ہوتا ہے اور مبدل منہ بطور تمہید و توطیہ ہوتا ہے جب مقصود بدل ہے تو حقیقت میں منادی بھی بدل ہوگا نہ کہ مبدل منہ لہٰذا بدل کا مستقل منادی والا حکم ہوگا۔ اور معطوف بحرف کا حکم منادی مستقل والا اس لئے ہے کہ حرف عطف حرف ندا کے قائم مقام ہے اور اس پر حرف ندا کے دخول سے کوئی مانع بھی نہیں لہٰذا اس میں حرف نداء مقدر ہوگا اس لئے اس کا حکم منادی مستقل والا ہوگا۔

ای حال: میں بیانِ ترکیب ہے۔ مطلقا حال واقع ہے حکمہ کی ہ ضمیر سے۔ **سوال :** ۔ ضابطہ ہے کہ حال فاعل سے بنتا ہے یا مفعول سے مضاف الیہ سے حال بنانا درست نہیں ہے۔

جواب : ۔ مضاف الیہ سے حال بنانا اس وقت درست ہوتا ہے جب مضاف کو حذف کر کے مضاف الیہ کو اس کے قائم مقام رکھا جاسکے یہاں ایسا ہوسکتا ہے کہ حکم کو حذف کر کے ہ ضمیر کو اس کے قائم مقام کر دیں عبارت اس طرح وھو مطلقا کالمنادی المستقل الخ۔

غیر مقید: سے مطلقا کا معنی بیان کیا ہے کہ مطلق بمعنی کامل نہیں ہے بلکہ مطلق مقید کے مقابلہ میں ہے مطلب یہ ہے کہ بدل اور معطوف ان دونوں کا حکم مستقل منادی کے حکم کی طرح ہونا کسی حال کے ساتھ مقید نہیں بلکہ مطلق ہے خواہ یہ مضاف ہوں یا مفرد ہوں یا شبہ مضاف ہوں یا نکرہ ہوں۔

فالبدل مثل : سے۔ شارح بدل و معطوف کی مثالیں بیان کر رہے ہیں۔ **بدل کی مثال** جیسے یازید عمرو یہ بدل مفرد غیر مضاف کی مثال ہے اور یازید اخاعمرو یہ بدل مضاف کی مثال ہے اور یازید طالعاجبلا بدل شبہ مضاف کی مثال ہے اور یازید رجلا صالحا بدل نکرہ غیر معینہ کی مثال ہے۔

معطوف کی مثالیں (۱) یازید وعمرو یہ معطوف غیر مضاف کی مثال ہے (۲) یازید واخاعمرو یہ معطوف مضاف کی مثال ہے (۳) یازید وطالعاجبلا معطوف شبہ مضاف کی مثال ہے (۴) یازید ورجلا صالحا معطوف نکرہ کی مثال ہے۔

منادی مفرد معرفہ علم موصوف بابن

وَالْعَلَمُ	اَیِ الْعَلَمُ	الْمُنَادٰی	الْمَبْنِیُّ	عَلٰی
اور علم	یعنی علم	منادی	مبنی	بر ضم

الضَّمِ اَمَّا كَوْنُهُ مُنَادًى فَلِاَنَّ الْكَلَامَ فِيْهِ وَاَمَّا كَوْنُهُ مَبْنِيًّا عَلَى الضَّمِ فَلِمَا يُفْهَمُ مِنْ اِخْتِيَارِ فَتْحِهِ

لیکن اس کا منادی ہونا پس اسلئے ہے کہ کلام اسی میں ہے اور لیکن اس کا مبنی بر ضم ہونا اس وجہ سے ہے جو اسکے فتح کے مختار ہونے سے سمجھا جا رہا ہے

الْمُنْبِيْ عَنْ جَوَازِ ضَمِّهِ فَاِنَّ جَوَازَ الضَّمَّةِ لَا يَكُوْنُ اِلَّا فِي الْمَبْنِيِّ عَلَى الضَّمِ الْمَوْصُوْفُ بِابْنِ مُجَرَّدٍ

جو اس کے ضمہ کے جواز کی خبر دینے والا ہے پس بلاشبہ ضمہ کا جواز نہیں ہوتا مگر مبنی بر ضم میں جو موصوف ہو ابن کے ساتھ جو تاء سے خالی ہو

عَنِ التَّاءِ اَوْ مَلْحُوْقٍ بِهَا اَعْنِيْ اِبْنَةً بِلَا تَخَلُّلِ وَاسِطَةٍ بَيْنَ الْاِبْنِ وَمَوْصُوْفِهِ كَمَا هُوَ الْمُتَبَادِرُ اِلَى

یا اس تاء کے ساتھ لاحق کیا گیا ہو مراد لیتا ہوں میں ابنۃ، ابن اور اس کے موصوف کے درمیان بغیر کسی واسطے کے تخلل کے جیسا کہ وہ متبادر الی الفہم ہے

الْفَهْمِ فَيَخْرُجُ عَنْهُ مِثْلُ يَا زَيْدُ نِالظَّرِيْفُ ابْنَ عَمْرٍو مُضَافًا اَيْ حَالَ كَوْنِ ذٰلِكَ الْاِبْنِ مُضَافًا اِلٰى

پس اس سے یَا زَیْدُ الظَّرِیْفُ ابْنَ عَمْرٍو کی مثل خارج ہو جائے گا مضاف یعنی حال ہونا اس ابن کا کہ وہ مضاف ہو دوسرے علم کی طرف

عَلَمٍ آخَرَ فَكُلُّ عَلَمٍ يَكُوْنُ كَذٰلِكَ يَجُوْزُ فِيْهِ الضَّمُّ كَمَا عَرَفْتَ مِنْ قَاعِدَةِ بِنَاءِ الْمُفْرَدِ

پس ہر علم جو اس طرح ہو اس میں ضمہ جائز ہے جیسا کہ تو پہچان چکا ہے مفرد کے علامت رفع پر مبنی ہونے کے قاعدے سے

عَلٰى مَا يُرْفَعُ بِهِ لٰكِنْ يُخْتَارُ فَتْحُهُ لِكَثْرَةِ وُقُوْعِ الْمُنَادَى الْجَامِعِ لِهٰذِهِ الصِّفَاتِ وَالْكَثْرَةُ مُنَاسِبَةٌ

لیکن اس کا فتحہ مختار ہے ان صفات کے جامع منادی کے وقوع کی کثرت کی وجہ سے اور کثرت

لِلتَّخْفِيْفِ فَخَفَّفُوْهُ بِالْفَتْحَةِ الَّتِيْ هِيَ حَرَكَتُهُ الْاَصْلِيَّةُ لِكَوْنِهِ مَفْعُوْلًا بِهِ

تخفیف کے مناسب ہے پس انہوں نے اس منادی کو فتحہ کے ساتھ خفیف کر دیا جو کہ اس کی حرکت اصلیہ ہے اس کے مفعول بہ ہونے کی وجہ سے

خلاصہ متن:۔ ماقبل میں ضابطہ گزرا ہے کہ منادی مفرد معرفہ علامت رفع پر مبنی ہوتا ہے۔ اب یہ اس ضابطہ سے استثناء ہے کہ منادی مفرد معرفہ اگرچہ مبنی علی علامۃ الرفع ہوتا ہے لیکن جب منادی مفرد معرفہ علم ہو اور موصوف ہو اور اس کی صفت لفظ ابن یا ابنۃ ہو پھر لفظ ابن ابنہ کسی دوسرے علم کی طرف مضاف ہوں تو اس صورت میں پہلا منادی مفرد معرفہ (علم موصوف) مبنی علی علامۃ المرفع نہیں ہوگا بلکہ اس پر فتح مختار ہے اگرچہ ضمہ بھی جائز ہے۔

<u>ای العلم المنادی:</u> سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال:۔** یہاں تو منادی اور توابع منادی کی بحث چل رہی ہے نہ کہ علم موصوف کی تو العلم الموصوف سے خروج عن المبحث لازم آ رہا ہے۔

جواب:۔ علم سے مراد علم المنادی ہے کیونکہ بحث منادی میں ہو رہی ہے اس لئے خروج عن المبحث نہیں ہے۔

<u>المبنی علی الضم:</u> سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔قاعدہ مذکورہ منقوض ہے یاعبداللہ ابن عمرو کے ساتھ اس میں عبداللہ منادی علم موصوف ہے ابن کے ساتھ اور ابن مضاف ہے دوسرے علم عمرو کی طرف لیکن اس میں فتح مختار نہیں ہے بلکہ نصب واجب ہے۔

جواب: ۔علم منادی سے مطلق منادی مراد نہیں ہے بلکہ منادی مبنی علی الضم مراد ہے اس پر شارح نے قرینہ یہ پیش کیا کہ مصنف رحمہ اللہ نے یختار فتحہ فرمایا ہے اس عبارت سے ضمہ کا جواز سمجھا جارہا ہے اور ضمہ کا جواز صرف منادی مبنی علی الضم میں ہوتا ہے۔

مجرد عن التاء: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔**سوال:** ۔یہ قاعدہ منقوض ہے یاہند ابنۃ عمرو کیساتھ اس لئے کہ ہند پر فتحہ مختار اور ضمہ جائز ہے حالانکہ یہ لفظ ابن کے ساتھ موصوف نہیں بلکہ ابنۃ کے ساتھ موصوف ہے۔

جواب: ۔لفظ ابن میں تعمیم ہے خواہ مجرد عن التاء ہو یا ملحوق بالتاء اور مثال مذکور میں ملحوق بالتاء ہے جب ابن میں تعمیم ہے تو نقض وارد نہ ہوگا۔

بلا تخلل: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔**سوال:** ۔قاعدہ منقوض ہے یازید الظریف ابن عمرو کے ساتھ اس لئے کہ زید علم موصوف ہے لفظ ابن کے ساتھ اور وہ مضاف ہے دوسرے علم عمرو کی طرف تو قاعدہ مذکورہ کی رو سے یازید پر فتحہ مختار ہونا چاہئے تھا مع جواز الضمہ حالانکہ مختار تو کجا فتح جائز ہی نہیں ضمہ واجب ہے۔

جواب: ۔مراد یہ ہے کہ لفظ ابن اور اس کے موصوف کے درمیان کوئی فاصل نہ ہو اور مثال مذکور میں ظریف کا فاصلہ موجود ہے لہذا اس کے ذریعے نقض وارد نہیں ہوگا۔

ای حال کون: میں بیانِ ترکیب ہے۔مضافۃ یہ حال ہے ابن سے۔

فکل علم: سے ضابطہ مذکورہ کا خلاصہ بیان کررہے ہیں کہ ہر وہ علم جو اس طرح ہو یعنی مبنی ہو کر موصوف ہو لفظ ابن یا ابنۃ کے ساتھ اور مضاف ہو دوسرے علم کی طرف تو اس میں اگر چہ ضمہ بھی جائز ہے لیکن فتحہ مختار ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ منادی جس میں یہ تمام صفات پائی جائیں اس کا وقوع کلام عرب میں کثیر ہے اور کثرت خفت کا تقاضا کرتی ہے اور حرکات میں سے فتحہ اخف الحرکات ہے اس لئے نحاۃ نے اس کو فتحہ کے ساتھ خفیف کردیا اور یہی فتحہ ہی منادی کی حرکت اصلیہ ہے کیونکہ وہ مفعول بہ بنتا ہے

فائدہ: ۔یاد رہے کہ منادی کیلئے فتحہ کا حرکت اصلیہ ہونا صورۃً ہے ورنہ حقیقۃً حرکت اصلیہ نصب ہے(سوال کابلی ص۱۹۹)

معرف باللام کی ندا کا طریقہ

وَاِذَا نُوْدِیَ الْمَعَرَّفُ بِاللَّامِ	اَیْ اِذَا اُرِیْدَ نِدَاؤُہٗ قِیْلَ مَثَلًا یَا اَیُّھَا الرَّجُلُ	بِتَوَسُّطِ اَیْ مَعَ ھَاءِ التَّنْبِیْہِ بَیْنَ
اور جب معرف باللام کو ندادی جائے	یعنی جب اس کی نداء کا ارادہ کیا جائے تو کہا جائے گا مثلاً یَااَیُّھَاالرَّجُلُ ای کے واسطہ لانے کے ساتھ بمع ہاء تنبیہ کے	

حَرْفِ النِّدَاءِ وَالْمُنَادٰى الْمُعَرَّفِ بِاللَّامِ تَحَرُّزًا عَنْ اِجْتِمَاعِ اٰلَتَيِ التَّعْرِيْفِ بِلَا فَاصِلَةٍ وَيَا هٰذَا

حرف نداء اور منادی معرف باللام کے درمیان بغیر فاصلہ کے تعریف کے دو آلہ جمع ہونے سے بچنے کیلئے اور یا هذا الرجل

الرَّجُلُ بِتَوَسُّطِ هٰذَا وَيَا اَيُّهٰذَا الرَّجُلُ بِتَوَسُّطِ الْاَمْرَيْنِ مَعًا وَالْتَزَمُوْا يَعْنِي الْعَرَبَ رَفْعَ الرَّجُلِ مَثَلًا

هذا کے واسطہ لانے کے ساتھ اور یا ایھذا الرجل دونوں امروں کے اکٹھے واسطہ لانے کے ساتھ۔ اور لازم کیا ہے یعنی عرب والوں نے مثلا رجل

وَاِنْ كَانَ صِفَةً وَحَقُّهَا جَوَازُ الْوَجْهَيْنِ الرَّفْعِ وَالنَّصْبِ كَمَا مَرَّ لِاَنَّهُ اَيِ الرَّجُلُ مَثَلًا هُوَ الْمَقْصُوْدُ

کا رفع اگرچہ وہ صفت ہے اور اس کا حق دونوں وجہوں رفع اور نصب کا جواز ہے جیسا کہ گزر چکا ہے کیونکہ وہ یعنی رجل مثلا وہی مقصود

بِالنِّدَاءِ فَالْتُزِمَ رَفْعُهُ لِتَكُوْنَ حَرَكَتُهُ الْاِعْرَابِيَّةُ مُوَافِقَةً لِلْحَرَكَةِ الْبِنَائِيَّةِ الَّتِيْ هِيَ عَلَامَةُ الْمُنَادٰى فَتَدُلُّ

بالنداء ہے پس اس کا رفع لازم قرار دیا گیا تا کہ اس کی حرکت اعرابیہ حرکت بنائیہ کے موافق ہو جائے جو کہ منادی کی علامت ہے پس وہ حرکت اعرابیہ اس بات

عَلٰى اَنَّهُ هُوَ الْمَقْصُوْدُ بِالنِّدَاءِ وَهٰذَا بِمَنْزِلَةِ الْمُسْتَثْنٰى عَنْ قَاعِدَةِ جَوَازِ الْوَجْهَيْنِ فِيْ صِفَةِ الْمُنَادٰى

پر دلالت کرے کہ وہی مقصود بالنداء ہے اور یہ منادی کی صفت میں دو وجہوں کے جواز کے قاعدہ سے مستثنی کے مرتبہ میں ہے

وَلِهٰذَا لَمْ يَذْكُرْ هُنَاكَ مَا يُخْرِجُ صِفَةَ الْاِسْمِ الْمُبْهَمِ عَنْ تِلْكَ الْقَاعِدَةِ

اور اسی لئے مصنف رحمہ اللہ نے یہاں ایسی قید کو ذکر نہیں کیا جو اس قاعدے سے اسم مبہم کی صفت کو نکال دے

خلاصہ متن: ۔ جب معرف باللام کی ندا کرنا مقصود ہو تو حرف نداء اور منادی معرف باللام کے درمیان ایٌّ اور ہاء تنبیہ لا کر یا ایہا الرجل کہا جائے گا تا کہ بلا فاصلہ تعریف کے دو آلوں کا اجتماع لازم نہ آئے یا حرف ندا اور معرف باللام کے درمیان ہذا کو لا کر یا ہذا الرجل کہا جائے گا۔ یا ایٌّ اور ہذا دونوں کو لا کر یا ایہذا الرجل کہا جائے گا۔

اغراض جامی: ۔ <u>ای اذا ارید</u> سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔ اذا نودی المعرف شرط اور قیل یا ایہذا الرجل جزاء ہے اور جزاء کا شرط پر ترتب ہوتا ہے اور یہاں ترتب صحیح نہیں اس لئے کہ یا ایہا الرجل میں منادی ایٌّ ہے نہ کہ الرجل کیونکہ الرجل تو ایٌّ کی صفت ہے پس یہ کہنا کہ جب معرف باللام کو منادیٰ بنایا جائے تو یا ایہا الرجل کہا جائے گا درست نہیں ہے کیونکہ الرجل جو معرف باللام ہے وہ سرے سے منادی ہے ہی نہیں اور ایٌّ جو کہ منادی ہے وہ معرف باللام نہیں ہے۔

جواب: ۔ یہاں شرط نودی بمعنی ارادۂ نداء ہے مطلب یہ ہوگا کہ جب معرف باللام کی ندا کا ارادہ کیا جائے تو یا ایہا الرجل میں اگرچہ لفظ کے اعتبار سے الرجل ایٌّ منادی کی صفت ہے لیکن بحسب الارادہ اصل مقصود بالنداء یہی الرجل ہے لہذا اجزا کا

ترتب علی الشرط درست ہے (سوال کابلی ص۲۰۰)

مثلا: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔مصنف کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب بھی معرف باللام کو ندا کرنی مقصود ہو تو یا ایہا الرجل کہا جائے گا حالانکہ معاملہ ایسا نہیں ہے اس لئے کہ یا ایہا الکرام وغیرہ بھی کہا جاتا ہے۔ بعنوان دیگر سوال یہ ہے کہ جزاء کا ترتب علی الشرط صحیح نہیں ہے کیونکہ شرط کلی اور عام ہے اور جزاء جزئی اور خاص ہے خاص کا ترتب علی العام درست نہیں ہے معنی یہ ہوگا جب معرف باللام ندا کیا جائے جونسا معرف باللام بھی ہو تو یا ایہا الرجل ہی کہا جائے گا یہ معنی باطل ہے۔

جواب: ۔مثلا سے جواب دیا جس کا حاصل یہ ہے کہ جزا میں قیل کے بعد مثلا کا لفظ مقدر مانا جائے گا تو جزاء بھی کلی بن جائے گی اور یا ایہا الرجل کا ذکر بطور تمثیل ہوگا نہ کہ بطور تخصیص لہذا اجزاء بھی تمام اسماء مبہمہ و معرفہ کو شامل ہوگی۔

والتزموا: سے علامہ ابن الحاجب ایک سوال مقدر کا جواب دے رہے ہیں۔

سوال: ۔ماقبل میں آپ نے کہا تھا کہ منادی مبنی کے وہ تابع جو مفرد ہوں خواہ وہ صفت ہوں یا تاکید ہوں الخ ایسے تابع پر رفع اور نصب دونوں جائز ہیں تو اس قاعدے کے مطابق یا ایہا الرجل میں الرجل پر رفع اور نصب دونوں جائز ہونے چاہئیں اس لئے کہ الرجل ایّ کی صفت مفرد ہے اور ایّ منادی مبنی ہے حالانکہ الرجل پر رفع متعین ہے نصب جائز نہیں ہے۔

جواب: ۔یا ایہا الرجل میں اگر چہ الرجل منادی کی صفت ہے اور تابع ہونے کی وجہ سے اس کا حق یہ تھا کہ اس پر دو اعراب رفع نصب جائز ہونے چاہئیں تھے لیکن اہل عرب نے اس پر صرف ایک اعراب رفع کو لازم کر دیا تا کہ یہ معلوم ہو کہ اصل منادی الرجل ہے اور وہی مقصود بالنداء ہے ایّ غیر مقصود ہے صرف فاصلہ کی غرض سے لایا گیا ہے تو اس کو مرفوع کر دیا گیا تا کہ اس کی حرکت اعرابیہ (رفع) اس کی حرکت بنائیہ (ضمہ) کے موافق ہو جائے جو کہ منادی کی علامت ہے تو حرکت اعرابیہ اس بات پر دلالت کرے گی کہ اصل مقصود بالنداء یہی الرجل ہے۔

ولهذا: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔مصنف کی عبارت میں تناقض ہے کیونکہ وتوابع المنادی سے معلوم ہوا تھا کہ منادی مبنی کے تابع میں دو وجہیں جائز ہیں (۱) رفع (۲) نصب اور والتزموا الخ سے معلوم ہوا کہ صرف ایک وجہ جائز ہے وہ رفع ہے۔

جواب: ۔یہ عبارت ماقبل والے قاعدہ سے استثناء کا درجہ رکھتی ہے اسی وجہ سے مصنف نے وہاں کسی ایسی قید کا اضافہ نہیں کیا جو اسم مبہم (اسم نکرہ) کی صفت کو خارج کر دے۔

وَتَوابِعِهٖ بِالْجَرِّ عطفٌ عَلَى الرَّجُلِ اَىْ وَالْتَزَمُوْا رَفْعَ تَوابِعِ الرَّجُلِ مُضَافَةً اَوْ مُفْرَدَةً نَحْوُ يَا اَيُّهَا الرَّجُلُ

اور اس کے توابع جر کے ساتھ یہ عطف ہے الرجل پر یعنی انہوں نے الرجل کے توابع مضاف یا مفرد پر رفع کا التزام کیا ہے جیسے یا ایہا الرجل

الظَّرِيْفُ وَيَا اَيُّهَا الرَّجُلُ ذُو الْمَالِ لِاَنَّهَا تَوابِعُ مُنَادًى مُعْرَبٍ وَجَوَازُ الْوَجْهَيْنِ اِنَّمَا يَكُوْنُ فِىْ تَوَابِعِ

الظریف اور یا ایہا الرجل ذو المال اس لئے کہ وہ منادی معرب کے توابع ہیں اور دو وجہوں کا جواز تو صرف منادی مبنی کے توابع میں ہوتا ہے

الْمُنَادَى الْمَبْنِيِّ وَقَالُوْا بِنَاءً عَلٰى قَاعِدَةِ تَجْوِيْزِ اِجْتِمَاعِ حَرْفِ النِّدَاءِ مَعَ اللَّامِ وَهِيَ اِجْتِمَاعُ اَمْرَيْنِ

اور انہوں نے کہا حرف نداء کے لام کے ساتھ جمع ہونے کے جواز کے قاعدے پر بنا کرتے ہوئے، اور وہ قاعدہ دو امروں کا اجتماع ہے

اَحَدُهُمَا كَوْنُ اللَّامِ عِوَضًا عَنْ مَحْذُوْفٍ وَثَانِيْهِمَا لُزُوْمُهَا لِلْكَلِمَةِ يَا اَللّٰهُ لِاَنَّ اَصْلَهٗ اَلْاِلٰهُ فَحُذِفَتِ الْهَمْزَةُ

ان میں سے ایک لام کا محذوف کے عوض ہونا اور دوسرا اس کا کلمہ کو لازم ہونا جیسے یا اللہ اس لئے کہ اس کی اصل الالہ ہے پس ہمزہ حذف کردیا گیا

وَعُوِّضَتِ اللَّامُ عَنْهَا وَلَزِمَتِ الْكَلِمَةَ فَلَا يُقَالُ فِىْ سَعَةِ الْكَلَامِ لَاهٌ وَلَمَّا لَمْ يَجْتَمِعْ هٰذَانِ الْاَمْرَانِ

اس کے عوض لام لایا گیا اور وہ لام کلمہ کو لازم ہوگیا پس وسعت کلام میں لاہ نہیں کہا جاسکتا اور جب یہ دو امر

فِىْ مَوْضِعٍ آخَرَ اُخْتُصَّ هٰذَا الْاِسْمُ بِذٰلِكَ الْجَوَازِ وَلِهٰذَا قَالَ خَاصَّةً وَاَمَّا مِثْلُ النَّجْمِ وَالصَّعِقِ

کسی دوسری جگہ جمع نہیں ہوئے تو یہ اسم اللہ اس جواز کے ساتھ خاص کردیا گیا اسی وجہ سے مصنف نے خاصۃ کہا۔ اور لیکن النجم اور الصعق کی مثل

وَاِنْ كَانَتِ اللَّامُ لَازِمَةً فِيْهِ لٰكِنْ لَيْسَتْ عِوَضًا عَنْ مَحْذُوْفٍ وَاَمَّا النَّاسُ وَاِنْ كَانَتِ اللَّامُ فِيْهِ

اگرچہ ان میں لام لازم ہے لیکن وہ محذوف کا عوض نہیں ہے اور لیکن الناس اگرچہ اس میں لام

عِوَضًا عَنِ الْهَمْزَةِ لِاَنَّ اَصْلَهٗ الْاُنَاسُ لٰكِنْ لَيْسَتْ لَازِمَةً لِلْكَلِمَةِ لِاَنَّهٗ يُقَالُ نَاسٌ فِىْ سَعَةِ الْكَلَامِ

ہمزہ کے عوض ہے کیونکہ اس کی اصل الاناس ہے لیکن وہ کلمہ کو لازم نہیں ہے اس لئے کہ وسعت کلام میں ناس کہا جاتا ہے

فَلَا يَجُوْزُ اَنْ يُّقَالَ يَا النَّجْمُ وَيَا النَّاسُ وَلِعَدَمِ جَرَيَانِ هٰذِهِ الْقَاعِدَةِ فِىْ "اَلَّتِىْ" فِىْ قَوْلِهٖ "شِعْرٌ"

پس یا النجم اور یا الناس کہنا جائز نہیں ہے، اور اس قاعدے کے جاری نہ ہونے کی وجہ سے اس "التی" میں جو شاعر کے اس قول میں ہے

وَاَنْتِ بَخِيْلَةٌ بِالْوَصْلِ عَنِّىْ	مِنْ اَجْلِكِ يَا الَّتِىْ تَيَّمْتِ قَلْبِىْ
حالانکہ تو مجھ سے ملنے میں بخیل ہے	تیری (محبت کی) وجہ سے اے وہ محبوبہ کہ تو نے میرے دل کو پامال کردیا

لِاَنَّ لَامَهَا لَيْسَتْ عِوَضًا عَنْ مَحْذُوْفٍ وَاِنْ كَانَتْ لَازِمَةً لِلْكَلِمَةِ حَكَمُوْا عَلَيْهِ بِالشُّذُوْذِ وَفِىْ

کیونکہ اس کا لام محذوف کے عوض میں نہیں ہے اگرچہ کلمہ کو لازم ہے نحویوں نے اس پر شاذ ہونے کا حکم لگایا ہے اور

الْغُلَامَانِ فِیْ قَوْلِهِمْ ع فَيَا الْغُلَامَانِ اللَّذَانِ فَرَّا، لِانْتِفَاءِ الْاَمْرَيْنِ كِلَيْهِمَا حَكَمُوْا بِاَنَّهُ اَشَذُّ شُذُوْذًا
الغلامان میں جو ان کے قول فیاالغلامان فرامیں واقع ہے دونوں امروں کے انتفاء کی وجہ سے انہوں نے اشذ شذوذ کا حکم لگایا ہے

خلاصہ متن:۔ اس کے بعد ماتن نے دفع دخل مقدر کرتے ہوئے فرمایا کہ یااللہ میں اگرچہ بظاہر دوآلوں کا اجتماع ہورہا ہے اورائی وغیرہ کے ساتھ فاصلہ بھی نہیں ہے لیکن حقیقت میں یہ اجتماع نہیں ہے اس لئے کہ اللہ کا لام ہمزہ مفتوحہ کے عوض میں ہے اور یہ کلمے کا جزء ہے پس حقیقت میں آلہ تعریف یاء ہے لام نہیں لہذ التعریف کے دوآلوں کے درمیان اجتماع لازم نہ آیا۔

اغراض جامی: ۔<u>بالجر عطف:</u> سے غرض شارح توابعہ کے لفظ کا ضبط اعراب اور وجہ اعراب کا بیان کرنا ہے کہ یہ مجرور ہے وجہ یہ ہے کہ اس کا عطف ہے الرجلِ پر جو کہ مجرور ہے۔

<u>ای والتزموا:</u> میں حاصل عطف کا بیان ہے کہ نحویوں نے الرجل کے توابع پر بھی رفع کو لازم کیا خواہ وہ تابع مفردہ ہوں یا مضاف ہوں مفرد کی مثال یاایہاالرجلُ الظریفُ مضاف کی مثال یاایہاالرجل ذُوالمال۔

<u>لانہا:</u> میں الرجل کے توابع پر رفع کو لازم کرنے کی وجہ کا بیان ہے کہ الرجل کے توابع پر رفع کو اس لئے لازم کیا کیونکہ یہ منادی معرب کے توابع ہیں اور منادی معرب کے توابع اس کے لفظ کے تابع ہوتے ہیں ان پر صرف ایک اعراب جائز ہوتا ہے اور دووجہوں کا جواز منادی مبنی کے توابع میں ہوتا ہے۔

<u>وقالوا:</u> میں صاحب کافیہ کی غرض ایک سوال کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔ماقبل میں ماتن نے ضابطہ بیان کیا کہ جب معرف باللام کی ندا کرنا مقصود ہو تو حرف نداء اور معرف باللام کے درمیان ایہا وغیرہ کا فاصلہ ضروری ہے یہ ضابطہ منقوض ہے یااللہُ کے ساتھ کیونکہ اس میں حرف نداء بلا فاصل معرف باللام پر داخل ہے اور تعریف کے دوآلے جمع ہورہے ہیں۔

جواب: ۔یااللہ میں اگرچہ بظاہر دوآلوں کا اجتماع نظر آرہا ہے لیکن حقیقت میں اجتماع نہیں ہے کیونکہ اس میں لام ہمزہ محذوفہ کے عوض میں ہے اور یہ کلمے کا جزء بن چکی ہے تو درحقیقت آلہ تعریف یاء ہے لام نہیں لہذ التعریف کے دوآلوں کا جمع ہونا لازم نہیں آرہا۔

<u>بناء:</u> سے شارح اسی بات کی وضاحت کررہے ہیں کہ نحویوں نے یااللہُ میں جو حرف نداء اور معرف باللام کے اجتماع کو جائز قرار دیا ہے وہ ایک قاعدہ جدیدہ کی بناء پر ہے وہ قاعدہ یہ ہے کہ جہاں دوامر جمع ہوں وہاں حرف نداء اور لام کا جمع ہونا بھی جائز ہوتا ہے (۱) لام کسی حرف محذوف کے عوض ہو اصلی نہ ہو (۲) لام کلمہ کو لازم ہو اس سے جدا نہ ہو سکے۔

<u>لان اصلہ:</u> میں شارح وجہ بیان کررہے ہیں کہ لفظ اللہ کا لام عوضی اور لازمی ہے کہ لفظ اللہ اصل میں الالہ تھا ہمزہ کو حذف

، کے اس کے عوض لام کو لایا گیا اور یہ لام کلمے کو لازم ہے اس سے جدا نہیں ہوتی چنانچہ وسعت کلام میں لاہ نہیں کہا جا سکتا۔

<u>ولمالم یجتمع</u> :۔ سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال :۔ دلیل دعوی کے مطابق نہیں اس لئے کہ دلیل سے تعریف کے دو آلوں کے اجتماع کا لفظ اللہ کے ساتھ عدم اختصاص سمجھا جا رہا ہے جبکہ دعوی سے لفظ اللہ کے ساتھ اختصاص مفہوم ہوتا ہے؟

جواب:۔ واقعی دلیل مفہوم کے اعتبار سے عام ہے کہ جہاں بھی دو چیزیں پائی جائیں وہاں دو آلے تعریف کے جمع ہو سکتے ہیں لیکن پوری لغت عرب میں صرف ایک جگہ ہے جہاں یہ دو امر پائے جاتے ہیں وہ یااللّٰہُ ہے گویا یہ ایک ایسی کلی ہے جو ایک ہی فرد میں منحصر ہے کسی اور جگہ میں یہ دو امر اجتماعاً نہیں پائے جاتے اس لئے لفظ اللہ ہی اس جواز کے ساتھ مختص ہو گیا اسی بناء پر مصنف رحمہ اللہ نے خاصۃ فرمایا (سوال باسولی ص ۳۱۳)

<u>واما مثل النجم</u> :۔ سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال** :۔ یہ قاعدہ منقوض ہے النجم اور الصعق کے ساتھ اس لئے کہ ان کا لام بھی کلمے کو لازم ہے اس پر حرف نداء کا دخول بلا فاصلہ جائز ہونا چاہیے حالانکہ جائز نہیں۔

جواب:۔ اگر چہ ان کا لام کلمے کو لازم ہے لیکن کسی کے عوض میں نہیں اسی وجہ سے ان پر حرف نداء کا دخول بلا فاصلہ جائز نہیں ہے

<u>واماالناس</u> :۔ سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال :۔ یہ قاعدہ منقوض ہے الناس کے ساتھ اس لئے کہ اس کا الف لام محذوف کے عوض میں ہے کیونکہ اس کی اصل اناس ہے حالانکہ اس پر حرف نداء کا دخول بلا فاصلہ جائز نہیں۔

جواب:۔ اگر چہ اس کا لام محذوف کے عوض میں ہے لیکن کلمے کو لازم نہیں ہے چنانچہ وسعت کلام میں ناس کہا جاتا ہے اسی وجہ سے اس پر حرف ندا کا دخول بلا فاصلہ جائز نہیں

<u>ولعدم جریان</u> :۔ سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال :۔ یہ قاعدہ منقوض ہے شاعر کے اس شعر کے ساتھ

مِنْ اَجلِکِ یَا الَّتِیْ تَیَمَّتِ قَلْبِیْ	وَاَنْتِ بَخِیْلَۃٌ بِالْوَصْلِ عَنِّیْ

اس میں التی پر حرف ندا بلا فاصلہ داخل ہے اور لام اگر چہ کلمے کو لازم ہے لیکن محذوف کے عوض میں نہیں اس کے باوجود اس پر حرف ندا بلا فاصلہ داخل ہے۔ **جواب**:۔ یہ ہے کہ یہ شاذ ہے۔

فائدہ :۔ تَیَمَّتْ تا کا ضمہ اور کسرہ دونوں طرح پڑھنا جائز ہے۔ (سوال باسولی ص ۳۱۳)

<u>ولی الغلامان</u> :۔ سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔یہ قاعدہ منقوض ہے شاعر کے اس شعر کے ساتھ "فیا الغلامان اللذا ان فرا" اس لئے کہ اس میں الغلامان کا الف لام نہ کلمہ کو لازم ہے نہ محذوف کے عوض میں ہے اس کے باوجود اس پر حرف نداء بلا فاصلہ داخل ہے۔

جواب:۔ جب غلامان کا الف لام نہ عوضی ہے نہ لازمی ہے تو اسی وجہ سے نحوی اس پر اشذ شذوذا کا حکم لگاتے ہیں کہ اس میں دو شاذ جمع ہیں جبکہ اَلّتی میں ایک شاذ تھا پورا شعر اس طرح ہے فیا الغلامان اللذان فرا، ایا کما اَن تکسبان شرا۔ ترجمہ: اے وہ دو لڑکے جو بھاگ گئے ہو، اپنے آپ کو برائی کے ارتکاب سے بچاؤ۔

تنبیہ: ۔تکسبان میں دو نسخے ہیں (۱) حذف نون کے ساتھ ان تکسبا جیسا کہ واضح ہے کہ اَن مصدر یہ ناصبہ نون تثنیہ کو گرا دیتا ہے (۲) اثبات نون کے ساتھ اس صورت میں وجہ یا تو رعایت سجع بندی ہوگی یا یہ نون تثنیہ نہیں بلکہ نون وقایہ ہے اصل میں اَن تکسبانی تھا (سوال باسولی ص ۳۱۳)

یا تیم تیم عدی میں رفع اور نصب دونوں کا جواز

وَلَکَ اَیْ وَجَازَ لَکَ فِیْ مِثْلِ یَا تَیْمَ تَیْمَ عَدِیٍّ اَیْ فِیْ تَرْکِیْبٍ تَکَرَّرَ فِیْهِ الْمُنَادٰی الْمُفْرَدُ

اور تیرے لئے یعنی تیرے لئے جائز ہے یا تیم تیم عدی کی مثل میں یعنی ہر ایسی ترکیب میں جس میں منادی مفرد معرفہ کا

الْمَعْرِفَةُ صُوْرَةً وَوَلِیَ الثَّانِیَ اِسْمٌ مَجْرُوْرٌ بِالْاِضَافَةِ فِی الْاَوَّلِ الضَّمُّ وَالنَّصْبُ وَفِی الثَّانِیْ

صورۃً تکرار ہو اور ثانی کے ساتھ اسم مجرور بہ اضافت ملاہواہو، اول میں ضمہ اور نصب اور ثانی میں

النَّصْبُ فَحَسْبُ اَمَّا الضَّمُّ فِی الْاَوَّلِ فَلِاَنَّهٗ مُنَادٰی مُفْرَدٌ مَعْرِفَةٌ کَمَا هُوَ الظَّاهِرُ وَالنَّصْبُ عَلٰی

فقط نصب ۔ لیکن اول میں ضمہ اس وجہ سے کہ وہ منادی مفرد معرفہ ہے جیسا کہ وہ ظاہر ہے اور نصب اس وجہ سے کہ

اَنَّهٗ مُضَافٌ اِلٰی عَدِیٍّ نِالْمَذْکُوْرِ وَتَیْمُ الثَّانِیْ تَاکِیْدٌ لَفْظِیٌّ فَاصِلٌ بَیْنَ الْمُضَافِ وَالْمُضَافِ اِلَیْهِ

وہ عدی مذکور کی طرف مضاف ہے اور تیم ثانی تاکید لفظی ہے جو مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان فاصل ہے

وَذٰلِکَ مَذْهَبُ سِیْبَوَیْهِ اَوْ مُضَافٌ اِلٰی عَدِیٍّ نِالْمَحْذُوْفِ بِقَرِیْنَةِ الْمَذْکُوْرِ وَذٰلِکَ مَذْهَبُ

اور یہ امام سیبویہ کا مسلک ہے یا عدی محذوف کی طرف مضاف ہے مذکور کے قرینہ سے اور یہ امام مبرد کا مذہب ہے

الْمُبَرِّدِ وَالسِّیْرَافِیْ اَجَازَ الْفَتْحَ مَکَانَ النَّصْبِ عَلٰی اَنْ یَّکُوْنَ فِی الْاَصْلِ یَا تَیْمُ بِالضَّمِّ تَیْمَ عَدِیٍّ

اور سیرافی نے فتح کو جائز قرار دیا ہے نصب کی جگہ پر اس بناء پر کہ اصل میں یا تیم (ضمہ کے ساتھ) تیم عدی ہے

فَفُتِحَ اِتِّبَاعًا لِنَصْبِ الثَّانِيْ كَمَا فِيْ يَا زَيْدَ بْنَ عَمْرٍو وَتَعَيَّنَ النَّصْبُ فِي الثَّانِيْ لِاَنَّهٗ اِمَّا تَابِعُ
پس ثانی کے نصب کا اتباع کرتے ہوئے فتح دیا گیا جیسا کہ یا زَیْدَ بْنَ عَمْرٍو میں ہے اور ثانی میں نصب متعین ہے کیونکہ وہ یا مضاف کا کا تابع ہے
مُضَافٍ اَوْ تَابِعٌ مُضَافٌ وَتَمَامُ الْبَيْتِ "يَا تَيْمُ تَيْمَ عَدِيٍّ لَا اَبَا لَكُمْ ☆ لَا يُلْقِيَنَّكُمْ فِيْ سَوْءَةٍ عُمَرُ"
یا خود تابع مضاف ہے اور مکمل شعر یوں ہے "اے تیم عدی تمہارا کوئی باپ نہیں ہے ☆عمر تمہیں ہرگز بری چیز میں نہ ڈال دے
وَالْبَيْتُ لِجَرِيْرٍ حِيْنَ اَرَادَ عُمَرُ التَّيْمِيُّ الشَّاعِرُ اَنْ يَّهْجُوَهٗ فَقَالَ جَرِيْرٌ خِطَابًا لِبَنِيْ تَيْمٍ لَا تَتْرُكُوْا
اور یہ شعر جریر کا ہے جب عمر تیمی شاعر نے اس کی ہجو کا ارادہ کیا تو جریر نے بنی تیم کو خطاب کرتے ہوئے کہا تم عمر کو نہ چھوڑو
عُمَرَ اَنْ يَّهْجُوَنِيْ فَيُلْقِيَنَّكُمْ فِيْ سَوْءَةٍ اَيْ مَكْرُوْهٍ مِنْ قِبَلِيْ يَعْنِيْ مُهَاجَاتَهٗ اِيَّاهُمْ
کہ وہ میری ہجو کرے پس وہ تمہیں برائی یعنی مکروہ چیز میں نہ ڈال دے میری جانب سے وہ مراد لیتا ہے اس جریر کا ان کی ہجو کرنا

خلاصہ متن:۔صاحب کافیہ فرماتے ہیں کہ یا تیم تیم عدی کی مثل میں رفع اور نصب دونوں جائز ہیں۔

اغراض جامی:۔اي وجاز: میں بیانِ ترکیب ہے کہ الضم والنصب یہ لک ظرف کا فاعل ہیں باعتبار متعلق کے جو کہ جاز ہے۔

فی ترکیب: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ تو قواعد کلیہ بیان کرتے ہیں یہاں ایک مثال جزئی یا تیم تیم عدی کیوں بیان کی۔

جواب:۔یہاں بھی قاعدہ کلیہ بیان کیا کیونکہ مثل سے مراد ہر وہ ترکیب ہے کہ جس میں منادی مفرد معرفہ میں صورۃً تکرار ہو اور دوسرے منادی کے ساتھ کوئی اسم مجرور بالاضافت ملا ہوا ہو یعنی اس کے بعد مضاف الیہ واقع ہو۔

صورۃ: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ہم یہ بات تسلیم نہیں کرتے کہ یا تیم تیم عدی میں منادی مفرد معرفہ ہے بلکہ منادی مضاف ہے یا تو عدی مذکور کی طرف جیسا کہ سیبویہ کا مذہب ہے یا عدی محذوف کی طرف جیسا کہ مبرد کا مذہب ہے۔

جواب:۔مفرد سے مراد یہ ہے کہ وہ صورۃً مفرد ہو اور مثال مذکور میں اگرچہ حقیقتاً منادی مضاف ہے لیکن صورۃً مفرد ہے۔

فی الاول: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔مصنف رحمہ اللہ کے قول ولک فی مثل یا تیم تیم عدی الضم والنصب میں حکم علی المجہول لازم آرہا ہے کیونکہ یہ معلوم نہیں ہو رہا کہ یہ دو اعراب تیم اول پر ہوں گے یا ثانی پر اور حکم علی المجہول باطل ہے۔

جواب:۔ ضمہ اور نصب اول میں ہوگا نہ کہ ثانی میں قرینہ یہ ہے کہ بحث منادی میں ہو رہی ہے اور منادی اول ہے اور ثانی میں فقط نصب ہوگا۔

اما الضم: سے غرض اول میں ضمہ کے جائز ہونے کی وجہ کا بیان ہے کہ اول میں ضمہ اس لئے جائز ہے کہ وہ منادی مفرد معرفہ ہے اور منادی مفرد معرفہ علامت رفع پر مبنی ہوتا ہے۔

والنصب: سے غرض اول میں نصب کے جائز ہونے کی وجہ کا بیان ہے کہ اس پر نصب اس لئے جائز ہے کہ وہ مضاف ہے عدی مذکور کی طرف اور منادی مضاف منصوب ہوتا ہے۔

وتیم الثانی: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال:۔** اگر تیم اول مضاف ہو عدی مذکور کی طرف تو مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان تیم کے ساتھ فصل لازم آئے گا جو کہ جائز نہیں؟

جواب:۔ مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان فصل بالاجنبی ناجائز ہوتا ہے اور تیم ثانی تیم اول کا اجنبی نہیں ہے بلکہ اس کیلئے تاکید ہے اور تاکید مؤکد کا عین ہوتی ہے تو یہ فصل بمنزلہ لافصل کے ہے۔

وذلک مذهب سیبویه: سے غرض بیان اختلاف ہے، اس میں تین مذاہب ہیں۔ **مذہب(۱)** تیم اول کا عدی مذکور کی طرف مضاف ہونا سیبویہ کا مذہب ہے۔ **مذہب(۲)** اور مبرد کے نزدیک تیم اول پر نصب اس وجہ سے جائز ہے کہ یہ مضاف ہے عدی محذوف کی طرف اس پر قرینہ عدی مذکور ہے اصل میں تھا یا تیم عدی تیم عدی مبرد کہتے ہیں اس صورت میں تقدم تاخر فصل کی خرابیوں سے خلاصی ہو جائے گی (سوال باسولی ص ۳۱۴)

مذہب(۳) والسیرافی: سیرافی تیم اول پر بجائے نصب کے فتح جائز قرار دیتے ہیں کیونکہ اس کی اصل یا تیم تیم عدی ہے تیم اول مفرد معرفہ ہونے کی بناء پر مبنی بر ضم ہے اور تیم ثانی عدی مذکور کی طرف مضاف ہونے کی وجہ سے منصوب ہے تو تیم اول کو تیم ثانی کے تابع کرتے ہوئے اس پر فتحہ جائز ہے جیسا کہ یازید بن عمرو میں ابن عمرو کے تابع کرتے ہوئے زید پر فتح جائز ہے۔

وتعین النصب: سے شارح دوسرے تیم کا اعراب اور اس کی وجہ بیان کر رہے ہیں کہ تیم ثانی میں فقط نصب جائز ہے اس لئے کہ وہ یا تو مضاف کا تابع ہے جیسا کہ سیبویہ کا مذہب ہے اور مضاف کا تابع منصوب ہوتا ہے یا وہ خود تابع مضاف ہے جیسا کہ مبرد کا مذہب ہے اور تابع مضاف بھی منصوب ہوتا ہے۔ پورا شعر یہ ہے

يَـا تَيْـمُ تَيْـمَ عَـدِيٍّ لَاأَبَـالَـكُـمْ لَا يُـلْـقِيَـنَّـكُـمْ فِـيْ سَـوْءَةٍ عُـمَـرُ

یہ شعر جریر شاعر کا ہے جب عمر تیمی نے جریر کی ہجو کا ارادہ کیا تو جریر نے بنو تیم کو خطاب کر کے کہا کہ عمر کو میری ہجو کے لئے کھلی چھٹی نہ دو کہیں ایسا نہ کہ کہ یہ تم کو میری طرف سے کسی امر مکروہ وناپسندیدہ میں ڈال دے یعنی اگر یہ میری ہجو کرے گا تو میں

سب کی ہجو کروں گا جس کی وجہ سے تم سب ذلیل وخوار ہو جاؤ گے۔

تبصرہ :۔ مصنف نے ولک فی مثل یا تیم تیم عدی الضم والنصب میں حصر کر کے سیرافی رحمہ اللہ کے مذہب کو رد کر دیا وجہ رد یہ ہے کہ سیرافی کا مذہب کمزور ہے اور یا تیم تیم عدی کو یا زید بن عمرو پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے کیونکہ یا زید بن عمرو میں زید پر فتح ابن کی اتباع میں نہیں ہے بلکہ اس جیسے منادی کے کثیر الاستعمال ہونے کی وجہ سے ہے کما مر سابقا (سوال یا سوئی ص ۳۱۵)

منادی مضاف الی یاء المتکلم میں وجوہ اربعہ

وَالْمُنَادَى الْمُضَافُ اِلٰى يَاءِ الْمُتَكَلِّمِ يَجُوْزُ فِيْهِ وُجُوْهٌ اَرْبَعَةٌ فَتْحُ الْيَاءِ مِثْلُ يَا غُلَامِيَ وَسُكُوْنُهَا

اور منادی جو یاء متکلم کی طرف مضاف ہو اس میں چار وجہیں جائز ہیں یاء کا فتحہ جیسے یا غلامیَ اور اس کا سکون

مِثْلُ يَا غُلَامِيْ وَاِسْقَاطُ الْيَاءِ اِكْتِفَاءً بِالْكَسْرَةِ اِذَا كَانَ قَبْلَهَا كَسْرَةٌ اِحْتِرَازًا عَنْ نَحْوِ يَا فَتَايَ

جیسے یا غلامیْ اور یا کو ساقط کرنا کسرہ پر اکتفاء کرتے ہوئے جبکہ اس سے پہلے کسرہ ہو، یہ یا فتایَ کی مثل سے احتراز ہے

مِثْلُ يَا غُلَامِ وَقَلْبُهَا اَلِفًا نَحْوُ يَا غُلَامَا وَهٰذَانِ الْوَجْهَانِ يَقَعَانِ غَالِبًا فِي النِّدَاءِ لِاَنَّ النِّدَاءَ

جیسے یا غلامِ اور اس کو الف کے ساتھ تبدیل کرنا جیسے یا غلاما اور یہ دونوں وجہیں غالبًا نداء میں واقع ہوتی ہیں اس لئے کہ نداء

مَوْضِعُ تَخْفِيْفٍ لِاَنَّ الْمَقْصُوْدَ غَيْرُهُ فَيَقْصِدُ الْفَرَاغَ مِنَ النِّدَاءِ بِسُرْعَةٍ لِيَتَخَلَّصَ اِلَى الْمَقْصُوْدِ

تخفیف کی جگہ ہے کیونکہ مقصود نداء کا غیر ہے پس متکلم نداء سے جلدی فارغ ہونے کا ارادہ کرتا ہے تاکہ چھٹکارا پائے کلام سے

مِنَ الْكَلَامِ فَخُفِّفَ يَا غُلَامِيْ بِوَجْهَيْنِ حَذْفُ الْيَاءِ وَاِبْقَاءُ الْكَسْرَةِ دَلِيْلًا عَلَيْهِ وَقَلْبُ الْيَاءِ اَلِفًا

مقصود کیطرف پس تخفیف کردی گئی یا غلامی میں دو وجہوں سے یا کو حذف کرنا اور کسرہ کو باقی رکھنا اس پر دلالت کرنے کیلئے اور یا کو الف کے ساتھ تبدیل کرنا

لِاَنَّ الْاَلِفَ وَالْفَتْحَةَ اَخَفُّ مِنَ الْيَاءِ وَالْكَسْرَةِ وَهُمَا اَيْ هٰذَانِ الْوَجْهَانِ وَاِنْ كَانَا وَاقِعَيْنِ فِي

کیونکہ الف اور فتحہ یاء اور کسرہ سے زیادہ خفیف ہیں اور وہ دونوں یعنی یہ دونوں وجہیں اگرچہ یاء متکلم کی طرف

الْمُنَادَى الْمُضَافِ اِلٰى يَاءِ الْمُتَكَلِّمِ لٰكِنْ لَا يَقَعَانِ فِيْ كُلِّ مُنَادًى كَذٰلِكَ بَلْ فِيْمَا غَلَبَ عَلَيْهِ

مضاف ہونے والے منادی میں واقع ہیں لیکن یہ اس طرح کے ہر منادی میں واقع نہیں ہوتیں بلکہ صرف اس منادی میں جس پر یاء متکلم کی طرف

الْاِضَافَةُ اِلٰى يَاءِ الْمُتَكَلِّمِ وَاشْتَهَرَ بِهَا لِتَدُلَّ الشُّهْرَةُ عَلَى الْيَاءِ الْمُغَيَّرَةِ بِالْحَذْفِ اَوِ الْقَلْبِ

اضافت غالب ہے اور اس کے ساتھ مشہور ہے، تاکہ شہرت حذف یا قلب کے ساتھ تبدیل شدہ یاء پر دلالت کرے

فَلَا یُقَالُ یَا عَدُوِّ وَیَاعَدُوًّا وَقَدْ جَاءَ شَاذًا فِي الْمُنَادٰی یَا غُلَامَ بِالْفَتْحِ اِکْتِفَاءً بِالْفَتْحَةِ عَنِ الْاَلِفِ

پس نہیں کہا جائے گا یَا عَدُوِّ اور یَاعَدُوًّا۔ اور شاذ و نادر منادی میں یا غلامَ فتح کے ساتھ آیا ہے الف کی بجائے فتح پر اکتفاء کرتے ہوئے

وَیَکُوْنُ الْمُنَادٰی الْمُضَافُ اِلٰی یَاءِ الْمُتَکَلِّمِ بِالْهَاءِ فِیْ هٰذِهِ الْوُجُوْهِ کُلِّهَا وَقْفًا اَیْ فِیْ حَالَةِ

اور منادی مضاف الی یاء متکلم ان تمام صورتوں میں وقف کی صورت میں ہاء کے ساتھ ہوتا ہے یعنی حالت وقف میں

الْوَقْفِ تَقُوْلُ یَا غُلَامِیَهْ وَیَا غُلَامِیَهْ وَیَا غُلَامِهْ وَ یَا غُلَامَاهْ فَرْقًا بَیْنَ الْوَقْفِ وَالْوَصْلِ

تو کہے گا وقف اور وصل کے درمیان فرق کرتے ہوئے یَا غُلَامِیَهْ اور یَا غُلَامِیَهْ اور یَا غُلَامِهْ اور یَا غُلَامَاهْ

خلاصہ متن:۔ صاحب کافیہ فرماتے ہیں کہ وہ منادی جو یاء متکلم کی طرف مضاف ہو اس میں چار وجہیں جائز ہیں (۱) یاء کا فتحہ جیسے یاغلامیَ (۲) یاء کا سکون جیسے یاغلامیْ (۳) یاء کو حذف کر کے ماقبل کے کسرہ پر اکتفا کرنا جیسے یاغلامِ (۴) یاء کو الف سے بدل دینا جیسے یاغلاما۔ نیز حالت وقف میں ان تمام صورتوں میں آخر میں ھاء وقف کی لگانا بھی جائز ہے۔

اغراض جامی:۔ المنادی: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ آپ کا قاعدہ منقوض ہے جاءنی غلامی میں غلامی کے ساتھ کیونکہ یہ مضاف الی یاء المتکلم ہے لیکن اس میں وجوہ اربعہ جائز نہیں ہے بلکہ دو وجہ جائز ہیں (۱) سکون یا (۲) فتح یاء۔

جواب:۔ یہاں مطلق مضاف مراد نہیں ہے بلکہ منادی مضاف الی یاء المتکلم مراد ہے المضاف صفت ہے موصوف محذوف المنادیٰ کی کیونکہ بحث منادی میں ہو رہی ہے۔

وجوہ: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال (۱)**:۔ یجوز فعل ہے اس کیلئے فاعل مفرد کا ہونا ضروری ہے اور یاغلامی جملہ ہونے کی وجہ سے فاعل بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا؟

جواب:۔ یجوز کا فاعل یاغلامی نہیں بلکہ اس کا فاعل وجوہ محذوف ہے جو کہ مفرد ہے۔

اربعۃ: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال (۲):۔ یاغلامی یاغلامی وغیرہ تفصیل ہے اور تفصیل اجمال کا تقاضا کرتی ہے یہاں پہلے کوئی اجمال نہیں؟

جواب:۔ یہاں اربعۃ مقدر ہے لہذا تفصیل سے پہلے اجمال موجود ہے۔

مثل: کا لفظ اضافہ کرنے سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ مصنف رحمہ اللہ تو قواعد کلیہ کے بیان کے درپے ہیں یہاں غلامی تو جزئی من الجزئیات ہے اس سے معلوم ہوتا ہے

کہ وجوہ اربعہ صرف یاغلامی میں جائز ہوں گی۔

جواب:۔ یہاں مثل محذوف ہے مراد ہر وہ منادی ہے جو مضاف ہو یاء متکلم کی طرف تو حکم یاغلامی یاامتی وغیرہ سب کو شامل ہوگا اور یہاں قاعدہ کلیہ کا بیان ہوگا (سوال باسولی ص ۳۱۵)

اذا کان قبلها: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال:۔** یہ قاعدہ منقوض ہے یافتای کی مثل کے ساتھ یافتای منادی مضاف الی یاء المتکلم ہے حالانکہ اس میں یاء کو حذف کر کے ماقبل کے کسرہ پر اکتفاء کرنا جائز نہیں ہے۔

جواب:۔ یہاں ایک شرط محذوف ہے وہ یہ کہ یاء کو حذف کر کے ماقبل کے کسرہ پر اکتفاء کرنا تب جائز ہوتا ہے جب یاء کا ماقبل مکسور ہو اور مثال مذکور میں یاء کا ماقبل مکسور نہیں۔

وھذان الوجھان: یہ جملہ مستأنفہ ہے جو کہ سائل کے ایک سوال کا جواب ہے۔ سائل نے سوال کیا کہ وجوہ اربعہ مذکورہ مساوی فی الاستعمال ہیں یا متفاوت فی الاستعمال ہیں۔

جواب:۔ ان میں تفاوت ہے آخری دو وجہیں نداء میں کثیر الوقوع ہیں اس لئے کہ نداء موضع تخفیف ہے کیونکہ نداء مقصود بالذات نہیں ہوتا بلکہ مقصود بالذات وہ کلام ہوتی ہے جو نداء کے بعد واقع ہوتی ہے اس لئے متکلم نداء سے جلدی فرغ ہونا چاہتا ہے تاکہ اس سے خلاصی پا کر مقصود کی طرف متوجہ ہو اسی بناء پر نداء میں بہ نسبت دوسرے مواضع کے زیادہ تخفیف کی گئی لہذا یاغلامی میں دو وجہ سے تخفیف پائی جاتی ہے۔

(۱) یاء کو حذف کر کے ماقبل کے کسرہ پر اکتفاء کرنا تاکہ کسرہ یاء محذوفہ پر دلالت کرے (۲) یاء کو الف کے ساتھ تبدیل کرنا اس لئے کہ الف اور فتحہ یاء اور کسرہ سے خفیف ہیں۔

وھما ای ھذان الوجھان: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ یہ قاعدہ منقوض ہے یاعدوی کے ساتھ اس لئے یہ منادی مضاف الی یاء المتکلم ہے حالانکہ اس میں یاء کو حذف کر کے ماقبل کے کسرہ پر اکتفاء کرنا اور یاء کو الف ساتھ تبدیل کرنا یہ دونوں وجہیں جائز نہیں؟

جواب:۔ یہ دو وجہیں ہر منادی مضاف الی یاء المتکلم میں جاری نہیں ہوتیں بلکہ اس منادی میں جاری ہوتی ہیں جس کی اضافت الی یاء المتکلم کثیر اور مشہور ہوتا کہ وہ شہرت اس یاء پر دلالت کرے جو حذف ہونے کی وجہ سے یا الف کے ساتھ تبدیل ہونے کی وجہ سے اپنی ہیئت اصلیہ سے تبدیل ہو چکی ہو چونکہ یاعدوی کی اضافت الی یاء المتکلم مشہور نہیں ہے اس لئے اس میں یہ دو وجہ جائز نہ ہوں گی۔

وقد جاء: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔منادی مضاف الی یاء المتکلم میں ایک پانچویں وجہ بھی جائز ہے وہ یہ کہ یاء کو الف سے تبدیل کیا جائے پھر الف کو حذف کر کے ماقبل کے فتحہ پر اکتفاء کر لیا جائے جیسے یاغلامَ اصل میں یاغلامی تھا پھر یاغلاما ہوا اس سے یاغلامَ بنا لہٰذا وجوہ اربعہ میں انحصار باطل ہو جائے گا۔

جواب: ۔یہ وجہ شاذ اور خلاف ضابطہ ہے قاعدہ کے لحاظ سے صرف چار وجوہ جائز ہیں لہٰذا حصر درست ہے۔

وبالهاء وقفا: صاحب کافیہ فرماتے ہیں کہ منادی مضاف الی یاء المتکلم کے آخر میں وجوہ اربعہ مذکورہ میں حالت وقف میں ہاء داخل ہو جاتی ہے پس یاء غلامیَہ اور یاغلامیِہ اور یاغلامِہ اور یاغلاماہ کہتے ہیں۔

ویکون المنادی المضاف :میں یکون مقدر کر کے اشارہ کیا کہ بالهاء جار مجرور یکون محذوف کے متعلق ہے اور یکون میں ضمیر مستتر المنادی المضاف کی طرف راجع ہے۔

فی هذه الوجوه کلها: میں ایک وہم کو دور کر دیا وہ وہم یہ تھا کہ شاید بالهاء کا تعلق آخری دو وجہوں کے ساتھ ہو یہ وہم دور کر دیا کہ بالهاء کا تعلق چاروجہوں کے ساتھ ہے (سوال باسولی ص ۳۱۷)

وقفا ای فی حالة الوقف: میں بیانِ ترکیب ہے۔ وقفا منصوب ہے ظرفیت کی بناء پر باعتبار حذف مضاف کے۔

فرقا: میں بیانِ علت ہے۔ حالت وقف میں مضاف الی یاء المتکلم میں منادی کے آخر میں ہاء کو داخل کرنے کی وجہ یہ ہے کہ تا کہ وقف اور وصل میں فرق ہو جائے۔

یا ابی و یا امی میں وجوہ اربعہ کے علاوہ مزید وجوہ

وَقَالُوْا اَیِ الْعَرَبُ فِیْ مُحَاوَرَاتِهِمْ یَا اَبِیْ وَیَا اُمِّیْ عَلَی الْوُجُوْهِ الْاَرْبَعَةِ کَسَائِرِ مَا اُضِیْفَ اِلٰی یَاءِ
اور انہوں نے کہا یعنی عرب نے اپنے محاورات میں کہا یا ابی اور یا امی چاروں طریقوں پر ان تمام الفاظ کی طرح جن کی یاء متکلم کی طرف اضافت کی جاتی ہے
الْمُتَکَلِّمِ مَعَ وُجُوْهٍ اُخَرَ زَائِدَةٍ عَلَیْهَا لِکَثْرَةِ اِسْتِعْمَالِ نِدَائِهَا فِیْ کَلَامِهِمْ کَمَا اَشَارَ اِلَیْهَا بِقَوْلِهٖ وَیَا
دیگر وجوہ کے ساتھ جو ان پر زائد ہیں ان کے نداء میں استعمال کی کثرت کی وجہ سے ان کے کلام میں جیسا کہ ان وجوہ کی طرف مصنف نے اپنے قول سے اشارہ کیا
اَبَتِ وَیَا اُمَّتِ اَیْ قَالُوْا یَا اَبَتِ وَیَا اُمَّتِ اَیْضًا بِاِبْدَالِ الْیَاءِ بِالتَّاءِ فَتْحًا وَکَسْرًا اَیْ حَالَ کَوْنِ التَّاءِ
اور یا ابت اور یا امت یعنی انہوں نے یا ابت اور یا امت یاء کو تاء کے ساتھ تبدیل کرنے کے ساتھ بھی کہا ہے فتح اور کسرہ کے ساتھ یعنی تاء کے مفتوح ہونے
مَفْتُوْحَةً عَلٰی وَفْقِ حَرَکَةِ الْیَاءِ اَوْ مَکْسُوْرَةً لِمُنَاسَبَةِ الْیَاءِ وَقَدْ جَاءَ الضَّمُّ اَیْضًا یَا اَبَتُ وَیَا اُمَّتُ
کی حالت میں یاء کی حرکت کے موافق یا مکسور ہونے کی حالت میں یا کی مناسبت کی وجہ سے اور ضمہ بھی آیا ہے جیسے یا اَبَتُ اور یا اُمَّتُ

لِاِجْرَائِهٖ مَجْرَى الْمُفْرَدِ الْمَعْرِفَةِ وَلَمْ يَذْكُرْهُ لِلْقِلَّةِ وَقَالُوْا يَا اَبَتَا وَيَا اُمَّتَا بِالْاَلِفِ بَعْدَ التَّاءِ جَمْعًا بَيْنَ

اس کے مفرد معرفہ کے قائم مقام ہونے کی وجہ سے اور اس کو قلت کی وجہ سے ذکر نہیں کیا اور انہوں نے کہا یَا اَبَتَا اور یَا اُمَّتَا تاء کے بعد الف کے ساتھ دونوں عوضوں

الْعِوَضَيْنِ دُوْنَ الْيَاءِ فَمَا قَالُوْا يَا اَبَتِيْ وَيَا اُمَّتِيْ اِحْتِرَازًا عَنِ الْجَمْعِ بَيْنَ الْعِوَضِ وَالْمُعَوَّضِ عَنْهُ فَاِنَّهٗ غَيْرُ جَائِزٍ

کو جمع کرتے ہوئے نہ کہ یاء کے ساتھ پس انہوں نے نہیں کہا یَا اَبَتِيْ اور یَا اُمَّتِيْ عوض اور معوض کو جمع کرنے سے احتراز کرتے ہوئے کیونکہ یہ نا جائز ہے

خلاصہ متن: ۔صاحب کافیہ فرماتے ہیں کہ اہل عرب نے اپنے محاورات میں ان وجوہ اربعہ کے علاوہ جو یا غلامی میں جائز ہیں یا ابی اور یا امی میں ان کی نداء کی کثرت کی وجہ سے دو اور وجہوں کو بھی خصوصی طور پر جائز قرار دیا ہے۔(۱) یاء کو تاء سے تبدیل کر کے یا ابتِ اور امتِ پڑھنا پھر تاء کو یاء کی حرکت کے موافق مفتوح یا یاء کی مناسبت کی وجہ سے مکسور پڑھتے ہیں (۲) تاء کے بعد الف کا اضافہ کر کے یا ابتا اور یا امتا پڑھنا اس صورت میں الف اور تاء یہ دونوں یاء محذوف کہ عوض میں ہونگے اور اس میں کوئی خرابی نہیں ہے کیونکہ جمع بین العوضین جائز ہوتا ہے اور یا ابتی اور یا امتی کہنا درست نہیں ہے کیونکہ عوض اور معوض عنہ کا اجتماع جائز نہیں ہے لانہ یوجب اللغو (سوال باسولی ص ۳۱۸)

اغراض جامی: ۔<u>ای العرب:</u> سے یہ بتلایا کہ قالوا کی ضمیر کا مرجع العرب ہے۔

<u>فی محاوراتھم:</u> سے غرض قالوا کے صلہ کو بیان کرنا ہے۔

<u>ای قالوا یا ابت:</u> میں بیانِ ترکیب ہے کہ یا ابت اور یا امت کا عطف ہے یا ابی اور یا امی پر جس طرح معطوف علیہ یا ابی یا امی قالوا کا مقولہ ہے اسی طرح یا ابت یا امت بھی قالوا کا مقولہ ہے۔

<u>ای حال:</u> سے غرض بیانِ ترکیب ہے کہ فتحا و کسرا التاء سے حال ہے۔

<u>مفتوحۃ او مکسورۃ:</u> سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔**سوال:** ۔فتحا و کسرا کو حال بنانا درست نہیں ہے کیونکہ حال کا ذوالحال پر حمل ہوتا ہے اور فتحا کسرا مصدر ہونے کی وجہ محمول نہیں ہو سکتے۔

جواب: ۔فتحا و کسرا بتاویل اسم مفعول مفتوحۃ و مکسورۃ کے ہو کر حال ہیں لہذا حال بننا درست ہے۔

<u>وقد جاء:</u> سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔یا ابتُ و یا امتُ کو مفرد معرفہ کے قائم مقام کر کے مبنی علی الضم پڑھنا بھی ثابت ہے کیونکہ یہاں صورۃ اضافت نہیں ہے، پھر مصنف نے اس کو ذکر نہیں کیا؟

جواب: ۔تاء کا ضمہ اگرچہ ثابت ہے لیکن قلیل ہے اور القلیل کالمعدوم کے ضابطہ کے تحت اس کا اعتبار نہیں کیا گیا۔

یَا ابْنَ اُمَّ وَیَا ابْنَ عَمَّ میں وجوہ اعراب

وَقَالُوْا یَا ابْنَ اُمِّ وَیَا ابْنَ عَمِّ خَاصَّةً هٰذَا الْاِخْتِصَاصُ بِالنَّظْرِ اِلَی الْاُمِّ وَالْعَمِّ اَیْ لَا یُقَالُ یَا

اورانہوں نے کہا یا ابن ام اور یا ابن عم خاص طور پر یہ اختصاص ام اور عم کیطرف نظر کرنے کے اعتبار سے ہے یعنی یا ابن اخ اور یا ابن خال نہیں کہا جائے گا

ابْنَ اَخٍ وَیَا ابْنَ خَالٍ بَلْ یُقَالُ یَا ابْنَ اَخِیْ وَیَا ابْنَ خَالِیْ لَا بِالنَّظْرِ اِلَی الْاِبْنِ اَیْضًا فَاِنَّهُمْ یَقُوْلُوْنَ یَا

بلکہ یا ابن اخی ویا ابن خالی کہا جائے گا نہ کہ ابن کی طرف نظر کرتے ہوئے بھی کیونکہ وہ کہتے ہیں

بِنْتَ اُمِّ وَیَا بِنْتَ عَمِّ عَلَی الْوُجُوْهِ الْاَرْبَعَةِ مِثْلَ بَابِ یَا غُلَامِیْ فَقَالُوْا یَا ابْنَ اُمِّیَ وَیَا ابْنَ عَمِّیَ بِفَتْحِ

یا بنت ام ویا بنت عم چاروں وجوہ پر، یا غلامی کے باب کی مثل پس انہوں نے کہا یا ابن امی اور یا ابن عمی یاء کے فتح اوراس کے سکون کے ساتھ

الْیَاءِ وَسُکُوْنِهَا وَیَا ابْنَ اُمِّ وَیَا ابْنَ عَمِّ بِحَذْفِ الْیَاءِ وَالْاِکْتِفَاءِ بِالْکَسْرَةِ وَیَا ابْنَ اُمَّا وَیَا ابْنَ عَمَّا

یا ابن ام ویا ابن عم یا کے حذف اور کسرہ پر اکتفاء کرنے کے ساتھ اوریا ابن اما ویا ابن عما

بِاِبْدَالِ الْیَاءِ اَلِفًا وَقَالُوْا بِزِیَادَةِ وَجْهٍ آخَرَ شَذَّ فِی الْمُضَافِ اِلٰی یَاءِ الْمُتَکَلِّمِ یَا ابْنَ اُمَّ وَیَا ابْنَ عَمَّ

یاء کو الف کے ساتھ تبدیل کرنے کے ساتھ اورانہوں نے ایک اور وجہ کا اضافہ بھی کیا ہے جو کہ یاء متکلم کی طرف اضافت میں شاذ ہے یا ابن ام ویا ابن عم

بِحَذْفِ الْاَلِفِ وَالْاِکْتِفَاءِ بِالْفَتْحَةِ لِکَثْرَةِ الْاِسْتِعْمَالِ وَطُوْلِ اللَّفْظِ وَثِقْلِ التَّضْعِیْفِ

الف کے حذف اور فتحہ پر اکتفاء کرتے ہوئے کثرت استعمال اور لفظ کی طوالت اور تضعیف کے ثقل کی وجہ سے

خلاصہ متن: ۔صاحب کافیہ فرماتے ہیں کہ یَا ابْنَ اُمَّ وَیَا ابْنَ عَمَّ یہ دونوں بھی باب غلامی کی طرح ہیں ان میں باب غلامی کی طرح چار وجوہ جائز ہیں اور ان چار وجوہ کے علاوہ ایک اور وجہ بھی جائز ہے وہ یہ ہے کہ یاء کو الف کے ساتھ تبدیل کریں پھر الف کو حذف کر کے ماقبل کے فتحہ پر اکتفاء کریں اور یا ابن امّ اور یا ابن عمّ پڑھا جائے۔

اغراض جامی: ۔وھذا الاختصاص: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔مصنف رحمہ اللہ نے خاصۃ کا لفظ بولا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وجوہ خمسہ مذکورہ اس صورت میں جائز ہیں جب لفظ ابن مضاف ہو اور لفظ عم اور ام مضاف الیہ ہوں یعنی تخصیص مضاف مضاف الیہ دونوں اعتبار سے ہو اگر ان میں سے کسی ایک میں تبدیلی ہوئی تو وجوہ خمسہ جائز نہیں ہوں گی حالانکہ یا بنت ام یا بنت عم میں بھی وجوہ خمسہ مذکورہ جائز ہیں۔

جواب: ۔خاصۃ کا تعلق فقط مضاف الیہ کے ساتھ ہے یعنی مضاف الیہ لفظ ام یا عم ہونا چاہیے ان میں تبدیلی نہیں ہونا چاہیے اگر مضاف تبدیل ہو جائے ابن کی بجائے بنت ہو جائے تو کوئی حرج نہیں ہے لہذا یا بنت امِ میں بھی وجوہ خمسہ مذکورہ جائز ہیں

اور یا ابن خالی یا ابن اخی یا ابن اختی میں جائز نہیں ہیں۔

بزیادة وجه اخر شذ: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال**:۔ مصنف کی عبارت وقالوا یا ابن ام خاصۃً الخ بے فائدہ ہے اس لئے کہ جب مثل باب یاغلامی کہدیا تو اس میں وجہ خامس بھی آ گئی کیونکہ یاغلامی میں یہ پانچویں وجہ بھی جائز ہے اگر چہ علی وجہ الشذ وذ ہے جیسا کہ حضرت جامی رحمہ اللہ نے فرمایا وقد جاء شاذا فی المنادی یاغلامَ بالفتح۔

جواب:۔ دونوں میں فرق یہ ہے کہ یاغلامی میں یہ وجہ خامس شاذ تھی لیکن یا ابن ام یا ابن عم میں شاذ نہیں ہے اسی بناء پر مصنف نے اس کو مستقل ذکر کر دیا۔

لکثرة: سے حذف الف واکتفاء علی الفتح کی وجہ بیان کر رہے ہیں۔ الف کو حذف کر کے ماقبل کے فتح پر اکتفاء کرنے کی تین وجوہات ہیں۔ (۱) ان کی نداء کثیر الاستعمال ہے اور کثرت استعمال خفت کا تقاضا کرتی ہے اور فتح اخف الحرکات ہے۔

(۲) طوالت لفظ کی وجہ سے کیونکہ یاغلامی میں تین لفظ ہیں اور یا ابن ام میں چار لفظ ہیں (۱) یا (۲) ابن (۳) ام (۴) یاء متکلم اور یا ابن عم میں بھی چار لفظ ہیں اسی لئے اس میں تخفیف کی گئی بخلاف یا ابی یا امی کے وہ کثیر الاستعمال تو ہیں لیکن ان میں طوالت نہیں۔

(۳) تضعیف کے ثقل کی وجہ سے کیونکہ ان دونوں کے آخر میں میم مشدد ہے اسی بناء پر تخفیف کی گئی بخلاف یا ابن ابی کے کہ اس میں کثرت استعمال بھی ہے اور طوالت لفظ بھی ہے لیکن اس میں ثقل تضعیف نہیں ہے اس لئے اس میں تخفیف نہیں کی گئی۔

ترخیم منادیٰ کی تعریف

وَلَمَّا كَانَ مِنْ خَصَائِصِ النِّدَاءِ التَّرْخِيْمُ شَرَعَ فِيْ بَيَانِهِ فَقَالَ وَتَرْخِيْمُ الْمُنَادٰى جَائِزٌ اَیْ وَاقِعٌ

اور جبکہ نداء کے خصائص میں سے ترخیم تھی تو مصنف رحمہ اللہ اس کے بیان میں شروع ہوئے پس کہا اور ترخیم منادی جائز ہے یعنی واقع ہے

فِیْ سَعَةِ الْكَلَامِ مِنْ غَيْرِ ضَرُوْرَةٍ شِعْرِيَّةٍ دَعَتْ اِلَيْهِ فَاِنْ دَعَتْ اِلَيْهِ ضَرُوْرَةٌ فَبِالطَّرِيْقِ وَهُوَ فِیْ

کلام کی وسعت میں بغیر ضرورت شعری کے جو اس کی طرف داعی ہو پس اگر اس کی طرف ضرورت بلائے تو وہ بطریق اولی جائز ہے اور وہ

غَيْرِهٖ اَیْ غَيْرِ الْمُنَادٰى وَاقِعٌ ضَرُوْرَةً اَیْ لِضَرُوْرَةٍ شِعْرِيَّةٍ دَاعِيَةٍ اِلَيْهِ لَا فِیْ سَعَةِ الْكَلَامِ وَهُوَ

اس کے غیر میں یعنی غیر منادی میں ضرورۃً واقع ہے یعنی ضرورت شعری کی وجہ سے جو اس کی طرف داعی ہو نہ کہ وسعت کلام میں اور وہ

اَیْ تَرْخِيْمُ الْمُنَادٰى حَذْفٌ فِیْ آخِرِهٖ اَیْ آخِرِ الْمُنَادٰى تَخْفِيْفًا اَیْ لِمُجَرَّدِ التَّخْفِيْفِ لَا لِعِلَّةٍ

یعنی "ترخیم منادی" اس کے آخر میں حذف ہے یعنی منادی کے آخر میں تخفیفا یعنی محض تخفیف کیلئے نہ کہ کسی دوسری علت کی وجہ سے

اُخرٰی مُفْضِیَۃٍ اِلَی الْحَذْفِ الْمُسْتَلْزِمِ لِلتَّخْفِیْفِ فَعَلٰی ھٰذَا یَکُوْنُ ذٰلِکَ التَّعْرِیْفُ مَخْصُوْصًا
جو حذف تک پہنچانے والی ہو جو تخفیف کو مستلزم ہو پس اس تقریر پہ یہ تعریف
بِتَرْخِیْمِ الْمُنَادٰی وَیُعْلَمُ مِنْہُ تَرْخِیْمُ غَیْرِ الْمُنَادٰی بِالْمُقَایَسَۃِ وَیُمْکِنُ حَمْلُہٗ عَلٰی تَعْرِیْفِ
منادیٰ کی ترخیم کے ساتھ خاص ہوگی اور اس سے غیر منادیٰ کی ترخیم قیاس کے ذریعہ سے معلوم ہوگی اور اس کو مطلق ترخیم کی تعریف پر
التَّرْخِیْمِ مُطْلَقًا بِاِرْجَاعِ الضَّمِیْرِ الْمَرْفُوْعِ اِلَی التَّرْخِیْمِ مُطْلَقًا وَالضَّمِیْرِ الْمَجْرُوْرِ اِلَی الْاِسْمِ
محمول کرنا بھی ممکن ہے ضمیر مرفوع کو مطلق ترخیم کی طرف اور ضمیر مجرور کو اسم کی طرف راجع کرنے کے ساتھ

خلاصہ متن :۔ صاحب کافیہ فرماتے ہیں کہ منادیٰ میں ترخیم ہر حال میں جائز ہے خواہ ضرورۃ شعری ہو یا نہ ہو اور غیر منادیٰ میں ضرورت شعری کی وجہ سے ترخیم جائز ہے نثر کلام میں جائز نہیں ہے۔

اغراض جامی :۔ ولما کان: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال :۔ یہاں بحث تو مفعول بہ کے عامل ناصب کے حذف میں ہو رہی ہے نہ کہ منادیٰ کے آخر میں حذف کرنے کی جسے ترخیم کہا جاتا ہے تو ترخیم منادیٰ کی بحث کو ذکر کرنا خروج عن البحث ہے۔

جواب :۔ "ترخیم" منادیٰ کے خصائص میں سے ہے اور کسی شے کے خصائص کو ذکر کرنے سے وہ شے واضح ہو جاتی ہے اسی وجہ سے مصنف نے ترخیم کو ذکر کیا (سوال کابلی ص ۲۰۲)

ای واقعٌ: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال :۔ جواز کی دو قسمیں ہیں (۱) جواز وقوعی یعنی جو کلام عرب میں موجود ہو (۲) جواز امکانی جسے جواز مطابقی اور جواز تصوری بھی کہا جاتا ہے یعنی جو موجود فی الخارج نہ ہو یہاں کونسا جواز مراد ہے۔

جواب:۔ یہاں جواز وقوعی مراد ہے۔ (سوال باسولی ص ۳۱۸)

فی سعۃ الکلام: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال :۔ وقوع کی دو قسمیں ہیں (۱) وقوع وسعت کلام میں (۲) وقوع ضرورت کے وقت یہاں کونسا وقوع مراد ہے؟

جواب:۔ یہاں وقوع سے مراد وہ وقوع ہے جو وسعت کلام اور نثر کلام میں ہو کسی ضرورت شعری کی وجہ سے نہ ہو پس جب ضرورت شعری کے بغیر وسعت کلام میں جائز ہے تو ضرورت شعری میں بطریق اولی جائز ہوگا۔

غیر المنادی: سے یہ بتلایا کہ غیرہ کی ضمیر منادیٰ کی طرف راجع ہے۔

ای لضرورۃ : میں بیانِ ترکیب ہے کہ ضرورۃً مفعول لہ ہے جائز بمعنی واقع کا اسی لئے منصوب ہے۔

ای ترخیم المنادی: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔ ہو ضمیر کے مرجع میں دو احتمال ہیں (۱) یا اس کا مرجع مطلق ترخیم ہے (۲) یا ترخیم منادی ہے اگر مرجع ترخیم منادی ہو تو مطلق ترخیم کی تعریف معلوم نہیں ہوگی اگر مرجع مطلق ترخیم ہو تو (۱) مصنف کا قول وشرطہ الخ صحیح نہیں ہوگا اس لئے کہ مصنف نے جو شرائط بیان کی ہیں وہ ترخیم منادی کی ہیں نہ کہ مطلق ترخیم کی۔ (۲) نیز اضمار قبل الذکر لازم آئے گا کیونکہ ماقبل میں مطلق ترخیم کا ذکر نہیں ہے (۳) نیز تعریف الاعم بالاخص لازم آئے گی کیونکہ فی اخرہ کی ضمیر منادی کی طرف راجع ہے وہ خاص ہے اور مطلق ترخیم عام ہے تو تعریف الاعم بالاخص لازم آئے گی۔

جواب (۱): ۔ شارح نے دو جواب دیے ہیں۔ پہلا جواب یہ ہے کہ ہو ضمیر کا مرجع ترخیم منادیٰ ہے باقی رہا یہ سوال کہ مطلق ترخیم کی تعریف معلوم نہیں ہو رہی تو اس کا جواب یہ ہے کہ ترخیم منادی کی تعریف سے مطلق ترخیم کی تعریف بھی سمجھی جا رہی ہے کیونکہ دونوں کی تعریف بلا تفاوت ایک جیسی ہے تو مطلق ترخیم کی تعریف کو ترخیم منادی کی تعریف پر قیاس کرلیا جائے گا۔

جواب (۲): ۔ ہو ضمیر کا مرجع مطلق ترخیم ہے اور آخرہ کی ضمیر اسم کی طرف راجع ہے نہ کہ منادی کی طرف رہا یہ سوال کہ وشرطہ میں شرائط ترخیم منادی کی ہیں نہ کہ مطلق ترخیم کی تو جواب یہ ہے کہ شرائط بھی مطلق ترخیم کی ہیں جبکہ وہ مطلق ترخیم منادی کے ضمن میں پائی جائے (۲) رہا یہ سوال کہ اضمار قبل الذکر لازم آرہا ہے تو جواب یہ ہے کہ ذکر مقید ذکر مطلق کو مستلزم ہے تو ترخیم منادی سے مطلق ترخیم بھی سمجھی جا رہی ہے لہذا اضمار قبل الذکر لازم نہیں آئے گا (۳) تعریف الاعم بالاخص بھی لازم نہیں آئے گی کیونکہ اخرہ کی ضمیر مطلق اسم کی طرف راجع ہے نہ کہ منادی کی طرف تو یہ تعریف المساوی بالمساوی ہوگی۔

فائدہ: ۔ دوسرے جواب کو یمکن سے ذکر کر کے شارح اس کے ضعف کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کیونکہ اخرہ کی ضمیر کو مطلق اسم کی طرف راجع کرنا ضعیف ہے اس لئے کہ بحث منادی کی ہو رہی ہے نہ کہ مطلق اسم کی تو مطلق اسم کی طرف ضمیر راجع کرنا سیاق کلام کے خلاف ہے۔ (سوال کابلی ص ۲۰۳)

ای لمجرد: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔ ترخیم کی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں کیونکہ یہ رام اور داع وغیرہ پر صادق آ رہی ہے اس لئے کہ ان کے اخیر میں حذف بھی تخفیف کے لئے ہے حالانکہ اس حذف کو ترخیم نہیں کہتے؟

جواب: ۔ مراد یہ ہے کہ حذف محض تخفیف کی غرض سے ہو کسی دوسری علت کی وجہ سے نہ ہو مثلاً اصل حذف تو تعلیل کی وجہ سے ہوا ہو پھر وہ حذف مستلزم تخفیف ہو ایسے حذف کو ترخیم نہیں کہا جائے گا اور داع اور رام وغیرہ میں حذف محض تخفیف کی وجہ سے نہیں ہوا بلکہ اعلال کی وجہ سے ہوا ہے۔

ترخیم منادی کی شرائط

وَشَرْطُهٗ اَیْ وَ شَرْطُ تَرْخِیْمِ الْمُنَادٰی عَلَی التَّقْدِیْرِ الْاَوَّلِ اَوْ شَرْطُ التَّرْخِیْمِ اِذَا کَانَ وَاقِعًا

اور اس کی شرط یعنی اور ترخیم منادی کی شرط اول صورت پر یا ترخیم کی شرط جب کہ وہ منادی میں واقع ہو

فِی الْمُنَادٰی عَلَی التَّقْدِیْرِ الثَّانِیْ اُمُوْرٌ اَرْبَعَةٌ ثَلٰثَةٌ مِنْهَا عَدَمِیَّةٌ وَهِیَ اَنْ لَّا یَکُوْنَ مُضَافًا حَقِیْقَةً

ثانی صورت پر چار امور ہیں ان میں سے تین عدمی ہیں اور وہ یہ ہے کہ وہ منادی مضاف نہ ہو نہ حقیقۃً

اَوْ حُکْمًا فَدَخَلَ فِیْهِ الْمُشَبَّهُ بِالْمُضَافِ اَیْضًا اِذْلَا یُمْکِنُ الْحَذْفُ مِنَ الْاَوَّلِ لِاَنَّهٗ لَیْسَ آخِرَ

نہ حکماً پس اس میں شبہ مضاف بھی داخل ہے اس لئے کہ اول سے حذف کرنا ممکن نہیں ہے کیونکہ وہ منادی کے اجزاء میں سے

اَجْزَاءِ الْمُنَادٰی نَظْرًا اِلَی الْمَعْنٰی وَلَا مِنَ الثَّانِیْ لِاَنَّهٗ لَیْسَ آخِرَ اَجْزَائِهٖ نَظْرًا اِلَی اللَّفْظِ فَامْتَنَعَ

آخری جزء نہیں ہے معنی کی طرف نظر کرتے ہوئے اور نہ ثانی (مضاف الیہ) سے اس لئے کہ وہ اس کے اجزاء کا آخر نہیں لفظ کی طرف نظر کرتے ہوئے پس

التَّرْخِیْمُ فِیْهِمَا بِالْکُلِّیَّةِ وَاَنْ لَّا یَکُوْنَ مُسْتَغَاثًا لَا مَجْرُوْرًا بِاللَّامِ لِعَدَمِ ظُهُوْرِ اَثَرِ النِّدَاءِ فِیْهِ

ان دونوں میں ترخیم کلی طور پر منع ہے اور یہ کہ وہ مستغاث نہ ہو نہ مجرور باللام اس میں نداء کے اثر یعنی نصب یا بناء کے ظاہر نہ ہونے کی وجہ سے

مِنَ النَّصَبِ اَوِ الْبِنَاءِ فَلَمْ یَرِدْ عَلَیْهِ التَّرْخِیْمُ الَّذِیْ هُوَ مِنْ خَصَائِصِ الْمُنَادٰی وَلَا مَفْتُوْحًا بِزِیَادَةِ

پس اس مستغاث پر ترخیم وارد نہیں ہوگی جو منادی کے خصوصیات میں سے ہے اور نہ وہ منادی مفتوح ہو الف کی زیادتی کے ساتھ

الْاَلِفِ لِاَنَّ الزِّیَادَةَ تُنَافِی الْحَذْفَ وَلَمْ یَذْکُرِ الْمَنْدُوْبَ لِاَنَّهٗ غَیْرُ دَاخِلٍ فِی الْمُنَادٰی عِنْدَهٗ

اس لئے کہ الف کا زائدہ ہونا حذف کے منافی ہے اور مصنف رحمہ اللہ نے مندوب کو ذکر نہیں کیا اس لئے کہ وہ اس کے نزدیک منادی میں داخل نہیں ہے

وَمَا وَقَعَ فِیْ بَعْضِ النُّسَخِ فَکَاَنَّهٗ مِنْ تَصَرُّفِ النَّاسِخِیْنَ مَعَ اَنَّ وَجْهَ اِشْتِرَاطِهٖ عِنْدَ دُخُوْلِهٖ فِی

اور جو کچھ بعض نسخوں میں ولا مندوبا واقع ہوا ہے گویا کہ وہ لکھنے والوں کے ہیر پھیر میں سے ہے باوجودیکہ اس کے شرط لگانے کی وجہ اسکے منادی میں

الْمُنَادٰی ظَاهِرٌ وَهُوَ اَنَّ الْاَغْلَبَ فِیْهِ زِیَادَةُ الْاَلِفِ فِیْ آخِرِهٖ لِمَدِّ الصَّوْتِ اِظْهَارًا لِلتَّفَجُّعِ

داخل ہونے کی صورت میں ظاہر ہے اور وہ یہ ہے کہ مندوب میں اکثر آواز کو لمبا کرنے کیلئے اس کے آخر میں الف کی زیادتی ہوتی ہے جزع فزع کے اظہار کیلئے

فَلَا یُنَاسِبُهُ التَّرْخِیْمُ لِلتَّخْفِیْفِ وَاَنْ لَّا یَکُوْنَ جُمْلَةً لِاَنَّ الْجُمْلَةَ مَحْکِیَّةٌ بِحَالِهَا فَلَا تُغَیَّرُ

پس اس میں تخفیف کیلئے ترخیم کرنا مناسب نہیں ہے، اور یہ کہ وہ منادی جملہ نہ ہو کیونکہ جملہ اپنے حال کی حکایت ہوتا ہے لہذا اس میں کوئی تبدیلی نہیں کی جائیگی

خلاصہ متن :۔صاحب کافیہ اس عبارت میں ترخیم منادی کی شرائط ذکر کر رہے ہیں۔ترخیم منادی کی چار شرطیں ہیں جن میں سے تین عدمی اور ایک وجودی ہے تین عدمی یہ ہیں (۱) منادی مضاف نہ ہو (۲) منادی مستغاث باللام وبالالف نہ ہو (۳) منادی جملہ نہ ہو اور وجودی شرط یہ ہے کہ دو باتوں میں سے ایک بات پائی جائے (۱) منادی علم زائد علی الثلثۃ ہو (۲) یا منادی کے آخر میں تاء تانیث ہو۔

اغراض جامی :۔ای شرط ترخیم المنادی: سے غرض بیانِ مرجع ہے کہ اگر ہو حذف الخ سے ترخیم منادی کی تعریف مقصود ہو تو پھر شرطہ کی ضمیر کا مرجع بھی ترخیم منادی ہے اور اگر مطلق ترخیم کی تعریف مقصود ہو تو مرجع بھی مطلق ترخیم ہوگا

اذا کان واقعا: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔**سوال :**۔ضمیر کا مرجع مطلق ترخیم کو بنانا صحیح نہیں اس لئے کہ شرطہ سے مصنف نے جو شرائط بیان کی ہیں وہ مطلق ترخیم کی نہیں ہیں بلکہ ترخیم منادی کی ہیں۔

جواب:۔یہ شرائط مطلق ترخیم کی ہیں لیکن بشرطیکہ وہ مطلق ترخیم منادی میں واقع ہو۔

امور اربعۃ: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال :۔یہ مقام مقام حصر ہے مصنف رحمہ اللہ کو حصر کا لفظ ذکر کرنا چاہئے تھا۔

جواب :۔شرطہ مبتدا ہے خبر محذوف ہے جو کہ امورٌ اربعۃ ہے اور یہ مفید حصر ہے۔

ثلثہ منھا: سے **شارح کی غرض** دو سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال (۱) :۔شاید امور اربعہ وشرائط اربعہ ایک ہی جیسے ہونگے اور علی نمط واحد ہونگے۔

جواب :۔امور اربعہ علی نمط واحد نہیں ہیں بلکہ ان میں سے تین عدمی اور ایک وجودی ہے (سوال باسولی ص ۳۲۰)

سوال (۲) :۔شرائط ترخیم دو قسم کی ہیں عدمی وجودی وجودی اشرف من العدمی ہوتی ہے تو شرط وجودی کی تقدیم اولی ہوتی ہے یہاں مصنف رحمہ اللہ نے شرائط عدمی کو کیوں مقدم کیا۔

جواب :۔عدمی شرائط زیادہ ہیں العزۃ للکاثر والے ضابطہ کے تحت ان کو مقدم کیا (سوال کابلی ص ۲۰۴)

حقیقتا او حکما: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔**سوال :**۔آپ کا قاعدہ منقوض ہے یا طالعا جبلا کے ساتھ کیونکہ یہ مضاف نہیں ہے بلکہ شبہ مضاف ہے اس میں ترخیم جائز ہونی چاہئے تھی کیونکہ اس میں عدمی شرط ان لا یکون مضافا پائی جا رہی ہے حالانکہ اس میں ترخیم جائز نہیں جس طرح کہ مضاف میں ترخیم جائز نہیں ہوتی۔

جواب:۔ان لا یکون مضافا میں تعمیم ہے خواہ حقیقی ہو یا حکمی ہو اور شبہ مضاف اگرچہ مضاف حقیقی نہیں لیکن مضاف حکمی ہے۔

اذ لا یمکن: سے غرض شرط مذکور عدمی کی وجہ بیان کرنا ہے کہ منادی مضاف میں ترخیم کی دو صورتیں ہیں (۱) مضاف کے اخیر

میں حذف کیا جائے گا (۲) یا مضاف الیہ کے آخر میں حذف کیا جائے گا (۱) اگر مضاف کے آخر میں حذف کیا جائے تو وسط کلام میں ترخیم لازم آئے گی اس لئے کہ مضاف مضاف الیہ بالنظر الی المعنی کلمہ واحدہ ہوتے ہیں (۲) اور اگر مضاف الیہ کے اخیر میں حذف کیا جائے تو غیر منادی میں ترخیم لازم آئے گی کیونکہ مضاف مضاف الیہ لفظ کے اعتبار سے دو جدا جدا کلمے ہوتے ہیں جب مضاف کے آخر میں بھی حذف نہیں ہوسکتا اور مضاف الیہ کے آخر میں بھی حذف نہیں ہوسکتا تو مرکب اضافی میں بالکلیہ ترخیم ممنوع و ناجائز ہے۔

وان لایکون مستغاثا: میں بیانِ ترکیب ہے۔ ان اور لا کا اضافہ کر کے یہ بتلا دیا کہ مستغاثا کا عطف مضافا پر ہے وہ یکون کی خبر ہے تو یہ بھی یکون کی خبر ہوگا۔

لا مجرورا باللام: میں بیانِ تعمیم ہے۔ منادی مستغاث میں تعمیم ہے خواہ مجرور باللام ہو یا مفتوح بزیادۃ الالف ہو دونوں میں ترخیم نہیں ہوسکتی۔

لعدم ظهور اثر النداء: سے مستغاث باللام میں ترخیم کے عدم جواز کی وجہ بیان کر رہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ نداء کا اثر یا نصب ہے یا بناء علی الضم ہے نصب اس لئے اثر ہے کہ منادی حقیقت میں ادعو فعل کا مفعول بہ ہوتا ہے اور بناء اس لئے اثر ہے کیونکہ منادی کاف حرفی کے مشابہ ہے اور یہ اثر نصب اور بناء علی الضم منادی مستغاث باللام میں ظاہر نہیں ہو رہا کیونکہ وہ مجرور ہوتا ہے لہذا ترخیم جو منادی کی خصوصیات میں سے ہے اس پر وارد نہ ہوگی۔

لان الزیادۃ تنافی الحذف: سے منادی مستغاث بالالف میں ترخیم کے عدم جواز کی وجہ بیان کر رہے ہیں منادی مستغاث بالالف میں مد صوت و درازی صوت مطلوب و مقصود ہوتی ہے اسی لئے آخر میں الف زیادہ کیا جاتا ہے اور ترخیم میں اختصار منادی مطلوب ہوتا ہے اسی وجہ سے آخر سے ایک دو حرف حذف کر دئے جاتے ہیں تو زیادتی اور حذف میں منافاۃ ہے اس لئے منادی مستغاث بالالف میں ترخیم جائز نہیں ہے۔

ولم یذکر المندوب: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ ترخیم کی عدمی شرائط میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ مندوب نہ ہو مصنف نے اس کو ذکر کیوں نہیں کیا؟

جواب:۔ چونکہ مصنف کے نزدیک مندوب منادی میں داخل نہیں ہے اسی وجہ مندوب کو ذکر نہیں کیا۔

وما وقع: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ کافیہ کے بعض نسخوں میں تو ولا مندوبا موجود ہے۔

جواب (۱):۔ شارح جامی رحمہ اللہ اس کے دو جواب دے رہے ہیں (۱) ناسخین و کاتبین کا تصرف ہے انہوں نے غلطی

سے ولا مندوبا تحریر کر دیا۔

جواب(۲): مع ان وجہ سے دوسرا جواب دیا کہ اگر مندوب کو منادی میں داخل مانا جائے تو پھر مصنف نے ولا مندوبا کے ساتھ اس کی نفی اس لئے نہیں کی کیونکہ اس کی وجہ واضح تھی اور وہ یہ کہ جو علت مستغاث بالالف کی تھی وہی اس میں بھی موجود ہے کہ منادی مندوب میں اظہار تفجع کیلئے اس کے آخر میں الف زیادہ کر کے درازی صوت مقصود ہوتی ہے اور حذف اس کے منافی ہے لہذا ترخیم جائز نہ ہوگی اسی وجہ سے مصنف نے ولا مندوبا کہنے کی ضرورت محسوس نہ کی۔

وان لا یکون: میں بیانِ ترکیب ہے۔ جملۃً کا عطف مضافا پر ہے۔

لان الجملة: میں شرط مذکور کی وجہ بیان کرتے ہیں کہ جملہ جب علم ہوتا ہے تو وہ مبنی ہوتا ہے اور اپنے حال کی حکایت ہوتا ہے لھذا اس میں کسی قسم کا تغیر حذف وقطع وبرید نہیں ہو سکتا ورنہ اس کی قصہ محکی عنہا پر دلالت فوت ہو جائیگی جس سے مقصود فوت ہو جائیگا اور ترخیم میں تغیر وحذف ضروری ہے لہذا جملہ میں ترخیم نہیں ہو سکتی۔

ترخیم منادی کی شرط رابع

وَالشَّرْطُ الرَّابِعُ اَحَدُ الْاَمْرَیْنِ الْوُجُوْدِیَّیْنِ وَهُوَ اَنْ یَّكُوْنَ الْمُنَادٰی اِمَّا عَلَمًا زَائِدًا عَلٰی ثَلٰثَةِ اَحْرُفٍ

اور چوتھی شرط دو وجودی امروں میں سے ایک ہے اور وہ یہ ہے کہ منادی یا علم ہو کر تین حروف سے زائد ہو

لِاَنَّهٗ لِعَلَمِیَّتِهٖ نَاسَبَهُ التَّخْفِیْفُ بِالتَّرْخِیْمِ لِكَثْرَةِ نِدَاءِ الْعَلَمِ مَعَ اَنَّهٗ لِشُهْرَتِهٖ فِیْمَا اَبْقٰی مِنْهُ دَلِیْلٌ عَلٰی

اسلئے کہ اسکے علم ہونے کی وجہ سے ترخیم کے ساتھ تخفیف مناسب ہے علم کی نداء کی کثرت کی وجہ سے ساتھ یہ بات ہے کہ اسکی شہرت کی وجہ سے جو باقی رکھا گیا

مَا اُلْقِیَ وَلِزِیَادَتِهٖ عَلَی الثَّلٰثَةِ لَمْ یَلْزَمْ نَقْصُ الْاِسْمِ عَنْ اَقَلِّ اَبْنِیَةِ الْمُعْرَبِ بِلَا عِلَّةٍ مُوْجِبَةٍ وَاِمَّا اِسْمًا

وہ اس پر دلیل ہوگا جو حذف کیا گیا ہے اور اسکے تین حرفوں پر زائد ہونے کی وجہ سے اسم کا بغیر کسی علت موجبہ کے معرب کے اوزان میں اقل وزن سے

مُتَلَبِّسًا بِتَاءِ التَّانِیْثِ وَاِنْ لَّمْ یَكُنْ عَلَمًا وَّلَا زَائِدًا عَلَی الثَّلٰثَةِ لِاَنَّ وَضْعَ التَّاءِ عَلَی الزَّوَالِ فَیَكْفِیْهِ اَدْنٰی

ناقص ہونا لازم نہ آئے اور یا وہ اسم متلبس ہو تاء تانیث کے ساتھ اگرچہ وہ علم نہ ہو اور تین حروف سے زائد نہ ہو اس لئے کہ تاء کی وضع زوال کیلئے ہے

مُقْتَضٍ لِلسُّقُوْطِ فَكَیْفَ اِذَا وَقَعَ مَوْقِعًا یَكْثُرُ فِیْهِ سُقُوْطُ الْحَرْفِ الْاَصْلِیِّ وَلَمْ یُبَالُوْا بِبَقَاءِ نَحْوِ ثُبَةٍ

پس ادنی سقوط کا تقاضا کرنے والی چیز اس میں کافی ہے پس کیسے ہوگا جب وہ تاء ایسی جگہ واقع ہو جہاں حرف اصلی کا سقوط کثیر ہے اور وہ پرواہ نہیں کرتے ثبۃ

وَشَاةٍ بَعْدَ التَّرْخِیْمِ عَلٰی حَرْفَیْنِ لِاَنَّ بَقَاءَهٗ كَذٰلِكَ لَیْسَ لِاَجْلِ التَّرْخِیْمِ بَلْ مَعَ التَّاءِ اَیْضًا كَانَ

اور شاۃ کی مثل میں ترخیم کے بعد دو حرفوں پر ہونے کی اس لئے کہ اس کی بقاء اس طرح ترخیم کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ تاء کے ساتھ بھی وہ

نَاقِصًا عَنْ ثَلٰثَةٍ اِذِ التَّاءُ كَلِمَةٌ اُخْرٰى بِرَأْسِهَا وَلَا يُرَخَّمُ لِغَيْرِ ضَرُوْرَةٍ مُنَادٰى لَمْ يَسْتَوْفِ الشُّرُوْطَ
تین حروف سے ناقص ہے اس لئے کہ تا خود دوسرا کلمہ ہے اور بغیر ضرورت کے ایسے منادی میں ترخیم نہیں کی جائے گی جو شرائط مذکورہ کو مکمل نہیں رکھتا
اَلْمَذْكُوْرَةَ اِلَّا مَا شَذَّ نَحْوُ يَا صَاحِ فِيْ يَا صَاحِبُ وَمَعَ شُذُوْذِهٖ فَالْوَجْهُ فِيْ تَرْخِيْمِهٖ كَثْرَةُ اِسْتِعْمَالِهٖ مُنَادٰى
مگر جو شاذ ہیں جیسے یا صاح یا صاحب میں اور شذوذ کے باوجود اس کی ترخیم کی وجہ اس کا منادی میں کثرت کے ساتھ استعمال ہے

خلاصہ متن :۔ یہاں سے چوتھی شرط یعنی وجودی شرط کو بیان فرما رہے ہیں کہ دو باتوں میں سے ایک بات پائی جائے یا وہ منادی مرخم علم ہو کر تین سے زائد حروف پر مشتمل ہو یا اس کے آخر میں تا ء تانیث ہو۔

اغراض جامی :۔ لانہ لعلمیتہ ناسبۃ التخفیف: علمیت کی شرط لگانے کی وجہ کا بیان ہے کہ علمیت کی شرط اس وجہ سے ہے کہ علم کی نداء کثیر ہوتی ہے اور کثرت تقاضا کرتی ہے تخفیف کا اس لئے آخر سے ترخیم کر کے تخفیف کی گئی نیز علم کی شہرت کی وجہ سے جو حصہ اس کا باقی ہے وہ اس کے حذف کئے گئے حصہ پر دلالت کرے گا۔

ولزیادتہ علی الثلثۃ: سے زائد علی الثلثۃ کی شرط کی وجہ بتاتے ہیں کہ یہ شرط اس لئے لگائی تا کہ کسی علت موجبہ کے بغیر اسم کا معرب کے اوزان میں سے کم ترین وزن سے بھی کم تر وزن پر ہونا لازم نہ آئے (یعنی تین حرفوں سے کم پر ہونا لازم نہ آئے)

فائدہ :۔ بلاعلۃ موجبۃ کی قید اس لئے لگائی تا کہ عصا، ید، دم وغیرہ خارج ہو جائیں کیونکہ ان میں نقص علت موجبہ کی وجہ سے ہے۔

امـا : میں بیان ترکیب ہے کہ بتاء التانیث ظرف مستقر متلبسا کے متعلق ہو کر صفت ہے موصوف محذوف اسما کی یعنی اگر منادی علم نہ ہو یا علم ہو لیکن زائد علی الثلثۃ نہ ہو تو پھر شرط یہ ہے کہ وہ تا تانیث کے ساتھ متلبس ہو۔

لانَّ وَضعَ التَّاءِ عَلَى الزَّوَالِ: سے شرط مذکور کی وجہ کا بیان ہے کہ تاء کی وضع زوال وسقوط کیلئے ہے لہذا اس کے ساقط ہونے کیلئے ادنی مقتضی کافی ہے یعنی تاء گرنے پڑنے کیلئے بہانے ڈھونڈتی رہتی ہے چہ جائیکہ یہ ایسی جگہ میں واقع ہو جہاں پر اصلی حرف بھی گر جاتا ہے پس ترخیم کی وجہ سے تاء بھی ساقط ہو جائے گی خلاصہ یہ ہے کہ منادی کے آخر سے حرف اصلی کثرت سے ساقط ہو جاتا ہے اور وہ تاء جس کی وضع زوال پر ہے وہ تو بطریق اولی ساقط ہو جائے گی۔

ولم یبالوا: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال :۔ تاء تانیث کی صورت میں جب زائد علی ثلاثۃ احرف والی شرط نہیں ہے تو یا ثبۃ اور یا شاۃ میں ترخیم کے بعد اسم معرب اقل وزن (تین حرفوں) پر باقی نہیں رہے گا بلکہ دو حرف باقی رہ جائیں گے مثلاً یا شاۃ میں یا شا کہا جائے گا۔

جواب :۔ ثبۃ اور شاۃ کا ترخیم کے بعد دو حرفوں پر باقی رہنا ترخیم کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ ترخیم سے پہلے تاء کے ہوتے ہوئے

بھی وہ دو حرفوں پر تھے کیونکہ تاء علیحدہ مستقل کلمہ ہے۔

ولا يرخم: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔یا صاحب میں ترخیم کے بعد یا صاح کہا جاتا ہے حالانکہ اس میں وجودی شرط یعنی احد الامرین میں سے کوئی نہیں پائی جاتی نہ آخر میں تاء تانیث ہے نہ ہی علم ہے اگر چہ زائد علی الثلثہ ہے لیکن زائد علی الثلثہ بغیر علم کے معتبر نہیں ہوتا۔

جواب: ۔یہ ہے کہ یا صاحب میں ترخیم شاذ و خلاف قانون ہے۔

ومع شذوذه: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔شذوذ کی دو قسمیں ہیں شذوذ مع الداعی (۲) شذوذ من غیر الداعی یہاں کونسا مراد ہے؟

جواب: ۔یہاں شذوذ مع الداعی مراد ہے اور داعی وہ اس کا منادی میں کثیر الاستعمال ہونا ہے (سوال باسولی ص ۳۲۲)

ترخیم منادی میں محذوف کی کمیت کا ذکر

وَلَمَّا فَرَغَ مِنْ بَيَانِ شَرَائِطِ التَّرْخِيْمِ شَرَعَ فِيْ بَيَانِ كَمِيَّةِ الْمَحْذُوْفِ بِسَبَبِهٖ فَقَالَ فَإِنْ كَانَ

اور جب ترخیم کی شرائط کے بیان سے فارغ ہوئے تو اس کے سبب سے محذوف کی مقدار کے بیاں میں شروع ہوئے پس فرمایا اگر

فِيْ اٰخِرِهٖ اَيْ آخِرِ الْمُنَادٰى زِيَادَتَانِ كَالْتَنَانِ فِيْ حُكْمِ الزِّيَادَةِ الْوَاحِدَةِ فِيْ اَنَّهُمَا زِيْدَ تَا مَعًا

اس کے آخر میں یعنی منادی کے آخر میں دو زیادتیاں ہیں جو کہ ایک زیادتی کے حکم میں ہوں اس بات میں کہ وہ دونوں اکٹھے زیادہ کئے گئے ہوں

وَاحْتَرَزَ بِهٖ عَنْ نَحْوِ ثَمَانِيَةٍ وَمَرْجَانَةَ فَإِنَّ الْيَاءَ وَالنُّوْنَ فِيْهِمَا زِيْدَ تَا اَوَّلًا ثُمَّ زِيْدَتْ تَاءُ التَّانِيْثِ

اس قید سے ثمانیۃ ومرجانۃ کی مثل سے احتراز ہے کیونکہ ان دونوں میں یاء اور نون پہلے زیادہ کئے گئے ہیں پھر تاء تانیث بڑھائی گئی

فَلَمْ يُحْذَفْ مِنْهُمَا اِلَّا الْاَخِيْرُ كَاَسْمَاءَ اِذَا جَعَلْتَهَا فَعْلَاءَ مِنَ الْوَسَامَةِ اَيِ الْحُسْنِ كَمَا هُوَ

پس ان دونوں میں صرف آخری حرف حذف کیا جائے گا جیسے اسماء جب تو اس کو وسامۃ سے بمعنی حسن فعلاء بنائے جیسا کہ

مَذْهَبُ سِيْبَوَيْهِ لَا اَفْعَالًا جَمْعَ اِسْمٍ عَلٰى مَا هُوَ مَذْهَبُ غَيْرِهٖ لِاَنَّهٗ يَكُوْنُ حِيْنَئِذٍ مِنْ بَابِ عَمَّارٍ

امام سیبویہ کا مذہب ہے نہ کہ افعالا کے وزن پر اسم کی جمع سیبویہ کے غیر کے مذہب کے مطابق اس لئے کہ اس وقت یہ باب عمار سے ہوگا

وَمَرْوَانَ اَوْ كَانَ فِيْ آخِرِهٖ حَرْفٌ صَحِيْحٌ اَيْ صَحِيْحٌ اَصْلِيٌّ لِتَبَادُرِهٖ اِلَى الذِّهْنِ لِاَنَّ الْغَالِبَ

اور مثل مروان کے یا اس کے آخر میں ایک حرف صحیح ہو یعنی صحیح اصلی ہو ذہن کے اسی طرف جلدی جانے کی وجہ سے اس لئے کہ غالب

فِي الْحَرْفِ الصَّحِيحِ الْإِصَالَةُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ نَحْوُ سِعْلَاةٌ لِاَنَّهُ لَايُحْذَفُ مِنْهُ اِلَّا التَّاءُ وَهُوَ اَعَمُّ

حرف صحیح میں اصل ہونا ہے پس اس سے سعلاۃ کی مثل نکل جائے گا اس لئے کہ اس سے صرف تاء حذف کی جاتی ہے اور وہ عام ہے

مِنْ اَنْ يَكُوْنَ حَقِيقَةً اَوْ حُكْمًا فَيَشْمَلُ مِثْلَ مَرْمِيٍّ وَمَدْعُوٍّ فَاِنَّ الْحَرْفَ الْاَخِيْرَ مِنْهُمَا فِيْ

اس سے کہ وہ حقیقۃً ہو یا حکماً پس وہ مَرْمِیٌّ وَمَدْعُوٌّ کی مثل کو شامل ہوگا کیونکہ ان دونوں کا حرف اخیر

حُكْمِ الصَّحِيحِ فِي الْإِصَالَةِ قَبْلَهُ مَدَّةٌ اَيْ اَلِفٌ اَوْ وَاوٌ اَوْ يَاءٌ سَاكِنَةٌ حَرْكَةُ مَاقَبْلَهَا مِنْ جِنْسِهَا

اصل ہونے میں صحیح کے حکم میں ہے اس سے پہلے مدہ ہو یعنی الف یا واؤ یا یا ساکنہ ہو کہ جن کی ماقبل کی حرکت ان کی جنس سے ہو

وَالْمُرَادُ بِهَا الْمَدَّةُ الزَّائِدَةُ لِتَبَادُرِ هَا اِلَى الذِّهْنِ لِغَلَبَتِهَا وَكَثْرَتِهَا فَيَخْرُجُ مِنْهُ نَحْوُ مُخْتَارٍ

اور اس مدہ سے مراد مدہ زائدہ ہے کیونکہ غالب اور کثیر ہونے کی وجہ سے یہی متبادر الی الذہن ہے پس اس سے "مختار" کی مثل خارج ہو جائے گا

فَاِنَّهُ لَا يُحْذَفُ مِنْهُ اِلَّا الْحَرْفُ الْاَخِيْرُ وَهُوَ اَيْ وَالْحَالُ اَنَّ فِيْ آخِرِهِ حَرْفٌ صَحِيْحٌ قَبْلَهُ مَدَّةٌ

کیونکہ اس سے صرف حرف اخیر ہی حذف کیا جاتا ہے اور وہ یعنی حال یہ ہے کہ وہ لفظ جس کے آخر میں حرف صحیح ہو اس سے پہلے مدہ ہو

اَكْثَرُ مِنْ اَرْبَعَةٍ مِنَ الْحُرُوْفِ كَمَنْصُوْرٍ وَعَمَّارٍ وَمِسْكِيْنٍ لِئَلَّا يَلْزَمَ مِنْ حَذْفِ حَرْفَيْنِ مِنْهُ

چار حروف سے زائد ہو جیسے منصور عمار اور مسکین تاکہ دو حرفوں کے حذف سے

عَدْمُ بَقَائِهِ عَلٰى اَقَلِّ اَبْنِيَةِ الْمُعْرَبِ وَاِنَّمَا لَمْ يَاْخُذْ هٰذَا الْقَيْدَ فِيْ قَوْلِهِ زِيَادَتَانِ فِيْ حُكْمِ

اس کا معرب کی بناء سے کم تر پر باقی نہ رہنا لازم نہ آئے اور مصنف رحمہ اللہ نے اپنے قول زیادتان فی حکم الواحدۃ میں اس قید کو نہیں لیا

الْوَاحِدَةِ لِاَنَّ نَحْوَ ثُبُوْنَ وَقُلُوْنَ يُرَخَّمُ بِحَذْفِ زِيَادَتَيْهِ لِاَنَّ بَقَاءَ الْكَلِمَةِ فِيْهِ عَلٰى حَرْفَيْنِ

اس لئے کہ ثبون اور قلون میں ترخیم کی جاتی ہے اس کی دونوں زیادتیوں کو حذف کرنے کے ساتھ کیونکہ ان میں کلمہ کا دو حرفوں پر باقی رہنا

لَيْسَ لِلتَّرْخِيْمِ حُذِفَتَا اَيْ اَلْحَرْفَانِ الْاَخِيْرَانِ فِيْ كِلَا الْقِسْمَيْنِ اَمَّا فِي الْاَوَّلِ فَلِمَا كَانَتَا فِيْ

ترخیم کی وجہ سے نہیں ہے دونوں کو حذف کیا جائے گا یعنی دونوں آخری حرف دونوں قسموں میں لیکن اول میں پس ان کے ایک حکم میں ہونے کی وجہ سے

حُكْمِ الْوَاحِدَةِ فَكَمَا زِيْدَتَا مَعًا حُذِفَتَا مَعًا وَاَمَّا فِي الثَّانِيْ فَلِاَنَّهُ لَمَّا حُذِفَ الْاَخِيْرُ مَعَ صِحَّتِهِ

تو جیسے وہ دونوں اکٹھے زیادہ کئے گئے اکٹھے ہی حذف کئے جائیں گے اور لیکن ثانی میں پس اس لئے کہ جب آخری حرف کو اس کے صحیح اور اصل ہونے کے

وَاِصَالَتِهِ حُذِفَتِ الْمَدَّةُ الزَّائِدَةُ لِئَلَّا يَرِدَ الْمَثَلُ السَّائِرُ صُلْتَ عَلَى الْاَسَدِ وَبُلْتَ عَنِ النَّقَدِ

باوجود حذف کیا گیا تو مدہ زائدہ کو بھی حذف کیا جائے گا تاکہ وہ مشہور محاورہ صادق نہ آئے "شیر کو تو نے بچھاڑ دیا اور بکری کے خوف سے پیشاب کر دیا"

خلاصہ متن : ۔صاحب کافیہ یہاں سے ترخیم میں حروف کے حذف کی مقدار بتا رہے ہیں۔اگر منادی کے آخر میں ایسے دو حرف زیادہ ہوں جو ایک ساتھ زائدہ ہونے کی وجہ سے ایک زیادتی کے حکم میں ہوں یا اس کے آخر میں حرف صحیح ہو جس کا ماقبل مدہ زائدہ ہو اور وہ چار حروف سے زائد ہو تو ان دونوں صورتوں میں بوقت ترخیم آخر سے دو حرف حذف کیے جائیں گے زیادۃ واحدہ کی مثال اسماً اور مروان مدہ زائدہ کی مثال منصور وغیرہ۔

اغراض جامی :۔ولما فرغ: یہ مابعد کے لئے تمہید ہے کہ جب مصنف ترخیم کی شرائط کو بیان کرنے سے فارغ ہوئے تو ترخیم کے سبب سے محذوف کی مقدار کو بیان کرتے ہیں۔

ای اخر المنادی: سے غرض شارح اخرہ کی ہ ضمیر کے مرجع کو بیان کرنا ہے۔

کائنتان : سے غرض بیانِ ترکیب ہے کہ فی حکم الواحدۃ ظرف مستقر کائنتان کے متعلق ہو کر زیادتان کی صفت ہے۔

الزیادۃ: میں بیانِ ترکیب ہے کہ الواحدہ صفت ہے موصوف محذوف الزیادۃ کی۔

فی انهما : سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال :۔دو زیادتیاں ایک زیادتی کے حکم میں کس اعتبار سے ہونگی۔

جواب:۔دو زیادتیاں زیادۃ واحدہ کے حکم میں اس اعتبار سے ہوں گی کہ جس طرح حرف واحد دفعۃ واحدۃ زیادہ کیا جاتا ہے اسی طرح یہ دو حرف بھی اکٹھے ہی زائدہ کئے جائیں۔

واحترز : سے غرض فی حکم الواحدۃ کی قید کا فائدہ بیان کرنا ہے کہ یہ قید احترازی ہے اس سے ثمانیہ اور مرجانہ کی مثل سے احتراز ہے اس لئے کہ ثمانیۃ میں پہلے یا زائد کی گئی پھر تا زائدہ کی گئی اور مرجانۃ میں پہلے نون زیادہ کی گئی اور تاء تانیث بعد میں لہٰذا یہ دو زیادتیاں زیادۃ واحدہ کے حکم میں نہیں۔

کاسماء : میں توضیح مثال ہے۔مصنف نے زیادتان فی حکم زیادۃ واحدۃ کی مثال بیان کی اسماء شارح اسی کی وضاحت فرما رہے ہیں کہ یہ مثال اس وقت بنے گی جب اسماء فعلاء کے وزن پر ہو اصل وَسْمَاء تھا اور یہ ماخوذ ہو وسامۃ سے جس کا معنی حسن ہے اور یہ سیبویہ کا مذہب ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اسم اصل میں وسم تھا واو کو خلاف قیاس ہمزہ سے بدل دیا تو اسم ہو گیا، سیبویہ کے علاوہ دیگر نحویوں کا مذہب یہ ہے کہ اسماء بروزن افعال ہے اصل اَسْمَاو تھا واحد اسم ہے جو اصل میں سمو تھا اس مذہب کے مطابق اسماء زیادتان کائنتان فی حکم الزیادۃ الواحدۃ کی مثال نہیں بنے گا بلکہ یہ باب عمار سے ہو جائے گا باب عمار کا مطلب یہ ہے کہ یہ اس ضابطہ کی شق ثانی اوکان فی اخرہ حرف صحیح قبلہ مدۃ میں داخل ہو جائے گا کیونکہ اس کے آخر میں حرف صحیح ماقبل مدہ زائدہ ہے۔

<u>او کان فی آخرہ :</u> اس عبارت کا اضافہ کر کے شارح جامی یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ حرف صحیح کا عطف ماقبل زیادتان پر ہے۔

<u>ای صحیح اصلی :</u> سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : ۔ یہ قاعدہ یا سعلاۃ کی مثل سے منقوض ہے اس لئے کہ اس کے آخر میں حرف صحیح ہے جس کا ماقبل مدہ ہے اس کے باوجود بوقت ترخیم اس کے آخر سے دو حرف حذف نہیں کیے جاتے بلکہ ایک حرف حذف کیا جاتا ہے۔

جواب: ۔ حرف صحیح سے مراد مطلق حرف صحیح نہیں بلکہ حرف صحیح اصلی مراد ہے کیونکہ صحیح سے متبادر الی الذہن اصلی ہی ہوتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ حرف صحیح غالباً اصلی ہوتا ہے جیسا کہ حرف علت غالباً زائدہ ہی ہوتا ہے لہذا سعلاۃ وغیرہ سے نقض وارد نہیں ہوگا اس لئے کہ اس کی تاء اصلی نہیں بلکہ زائدہ ہے۔

<u>وھو اعم :</u> سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : ۔ یہ قاعدہ منقوض ہے مدعو اور مرمی کے ساتھ اس لئے کہ بوقت ترخیم ان کے آخر سے دو حرف حذف کیے جاتے ہیں حالانکہ انکے آخر میں حرف صحیح نہیں ہے بلکہ حرف علت ہے۔

جواب: ۔ حرف صحیح میں تعمیم ہے خواہ وہ حقیقی ہو یا حکمی اور ان کے آخر میں اگر چہ حرف صحیح حقیقی نہیں لیکن حرف صحیح حکمی موجود ہے اس لئے کہ وہ اصلی ہونے کی وجہ سے حرف صحیح کے حکم میں ہے۔

<u>ای الف او یاء :</u> میں مدہ کی تعریف کر رہے ہیں۔ "مدہ اس الف یا واؤ یا یاء کو کہتے ہیں جو ساکن ہو اور اس کے ماقبل کی حرکت اس کی جنس سے ہو" یعنی اگر واؤ ہو تو ماقبل مضموم اگر یاء ہو تو ماقبل مکسور اگر الف ہو تو ماقبل مفتوح ہو۔

<u>والمراد بھا :</u> سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : ۔ یہ قاعدہ مختار کے ساتھ منقوض ہے اس لئے کہ اس کے آخر میں حرف صحیح ہے جس کا ماقبل مدہ ہے اس کے باوجود بوقت ترخیم دو حرف حذف نہیں کیے جاتے بلکہ ایک حرف راء کو حذف کیا جاتا ہے۔

جواب: ۔ مدہ سے مراد مدہ زائدہ ہے اسلئے کہ وہی متبادر الی الذہن ہے کیونکہ مدہ زائدہ ہی غالب وکثیر الاستعمال ہے لہذا مختار وغیرہ خارج ہو جائے گا کیونکہ اس کے آخر کا ماقبل مدہ زائدہ نہیں بلکہ مدہ غیر زائدہ ہے کیونکہ مختار اصل میں مختیر تھا۔

<u>وھو ای والحال :</u> سے بیان ترکیب ہے کہ وھو اکثر من اربعۃ جملہ حالیہ ہے یہ حال ہے آخرہ کی ضمیر مجرور سے مقصد عبارت یہ ہے کہ وہ اسم جس کے آخر میں حرف صحیح ہو اور اس کا ماقبل مدہ ہو اور وہ چار حرفوں سے بھی زائد جیسے عمار، منصور، مسکین تو ترخیم کے وقت ایسے اسم کے آخر سے دو حرف حذف کئے جائیں گے۔

<u>لئلا یلزم :</u> سے شرط مذکور کی وجہ کا بیان ہے کہ یہ شرط اس لئے لگائی تا کہ دو حرفوں کے حذف کے بعد کلمہ کا اسم معرب کے اقل

وزن یعنی تین حرفوں سے کم پر ہونا لازم نہ آئے۔

وانما لم یاخذ: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ مصنف کو چاہیے تھا کہ ضابطہ اولی کو اس قید وہوا کثر من اربعۃ احرف کے ساتھ مقید کرتے تا کہ وہاں بھی دو حرفوں کے حذف سے کلمہ کا اسم معرب کے اقل وزن یعنی تین حرفوں سے کم پر باقی رہنا لازم نہ آتا۔ مصنف نے ایسا کیوں نہیں کیا؟

جواب:۔ اگر مصنف ضابطہ اولی کو بھی س قید کے ساتھ مقید کرتے تو ثبون اور قلون ضابطہ اولی سے خارج ہو جاتے س لئے کہ یہ چار حرف سے زائد نہیں حالانکہ یہ ضابطہ اولی میں داخل ہیں۔

لان بقاء: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال**:۔ اگر قید نہ لگانے کی وجہ ثبون اور قلون کو داخل کرنا ہے تو پھر وہی خرابی لازم آئے گی جس سے ہم بچنا چاہتے ہیں یعنی ثبون اور قلون کا تین حرفوں سے کم ہونا لازم آئے گا۔

جواب:۔ ان کا تین حرفوں سے کم ہونا ترخیم کی وجہ سے نہیں بلکہ یہ ترخیم سے پہلے ہی دو حرف ہیں کیونکہ ان کے آخر میں واؤ اور نون زائدہ ہیں اور ثبۃ قلۃ کی تاء مستقل علیحدہ کلمہ ہے۔

ای الحرفان الاخیران: سے غرض شارح یہ بتلانا ہے کہ حذفا کی الف ضمیر کا مرجع الحرفان الاخیران ہیں۔

فی کلا القسمین: میں بیان صلہ ہے۔ حذفا کے صلہ کا بیان ہے۔

اما فی الاول: میں دونوں قسموں میں آخر منادیٰ سے دو حرفوں کو حذف کرنے کی وجہ بیان کر رہے ہیں۔

جس کا حاصل یہ ہے کہ پہلی قسم میں اس لئے دو حرف حذف ہوں گے کہ یہ دونوں زیادتیاں زیادہ واحدہ کے حکم میں ہیں لہذا جس طرح وہ دونوں اکٹھے زیادہ کیے گئے ہیں اسی طرح اکٹھے ہی حذف کیے جائیں گے تا کہ "جدائی میاں یاراں خطاء است" (دوستوں کے درمیان جدائی کرنا گناہ ہے) لازم نہ آئے دوسری قسم میں اس لئے کہ جب آخری حرف کو باوجود صحیح ہونے کے حذف کو دیا گیا تو اس کے ساتھ مدہ کو بھی حذف کر دیا گیا تا کہ مثال مشہور صادق نہ آئے صلت علی الاسد وبلت عن النقد کہ (شیر پر تو حملہ کر دیا اور کوتاہ قد بکری (پنجابی میں ٹیڈی بکری) کو دیکھ کر پیشاب کر دیا)

مرکب ہونے کی صورت میں مقدار ترخیم

وَاِنْ كَانَ مُرَكَّبًا	وَيُعْلَمُ مِنْ بَيَانِ شَرْطِ التَّرْخِيْمِ اَنَّهُ لَا يَكُوْنُ مُضَافًا وَلَا جُمْلَةً مِثْلُ بَعْلَبَكَّ
اور اگر مرکب ہو	اور ترخیم کی شرائط کے بیان سے یہ معلوم ہو چکا ہے کہ وہ (منادی مرکب) مضاف اور جملہ نہ ہو جیسے بعلبک
وَخَمْسَةَ عَشَرَ عَلَمَيْنِ حُذِفَ الْاِسْمُ الْاَخِيْرُ	فَيُقَالُ فِيْ بَعْلَبَكَّ يَا بَعْلَ وَفِيْ خَمْسَةَ عَشَرَ يَا
اور خمسۃ عشر دونوں ہمارے وہ دونوں علم ہوں تو آخری اسم کو حذف کیا جائے گا	پس بعلبک میں یا بعل اور خمسۃ عشر میں یا خمسۃ کہا جائیگا

خَمْسَةَ لِنُزُوْلِهٖ مَنْزِلَةَ تَاءِ التَّانِيْثِ فِيْ كَوْنِ كُلٍّ مِّنْهُمَا كَلِمَةً عَلٰى حِدَةٍ صَارَتْ بِمَنْزِلَةِ الْجُزْءِ

اس کے تاء تانیث کے مرتبہ میں اترنے کی وجہ سے، ان دونوں میں سے ہر ایک کے ایسا علیحدہ کلمہ ہونے کی وجہ سے جو کہ بمنزلہ جز کے ہو گیا

وَاِنْ كَانَ غَيْرَ ذٰلِكَ الْمَذْكُوْرِ مِنَ الْاَقْسَامِ الثَّلٰثَةِ فَحَرْفٌ وَاحِدٌ اَيْ فَيُحْذَفُ حَرْفٌ وَاحِدٌ

اور اگر منادی ان تین اقسام مذکورہ کے علاوہ ہو تو ایک حرف ہے یعنی ایک حرف حذف کیا جائے گا

لِحُصُوْلِ الْفَائِدَةِ الْمَقْصُوْدَةِ وَعَدَمِ مُوْجِبِ حَذْفِ الْاَكْثَرِ نَحْوُ يَا حَارِ وَيَا مَالِ فِيْ يَا حَارِثُ وَيَا مَالِكُ

فائدہ مقصودی کے حاصل ہونے اور ایک سے زیادہ کے حذف کے موجب نہ ہونے کی وجہ سے جیسے یا حار اور یا مال یا حارث اور یا مالک میں

خلاصہ متن: ۔اگر منادی مرخم مرکب ہو تو اس کے آخری اسم کو مکمل حذف کر دیا جائے گا جیسے بعلبک سے یا بعل۔اور اگر منادی مذکورہ تین قسموں میں سے کوئی قسم نہ ہو یعنی نہ اس کے آخر میں دو زیادتیاں زیادتی واحد کے حکم میں ہو نہ حرف صحیح ہو جس کا ماقبل مدہ ہو نہ منادی مرکب ہو تو بوقت ترخیم ایک حرف کو حذف کر دیا جائے گا اس لئے کہ اس صورت میں ایک حرف کو حذف کرنے سے فائدہ مقصودی جو کہ تخفیف ہے وہ حاصل ہو جاتا ہے اور ایک حرف سے زائد کو حذف کرنے کا کوئی موجب نہیں ہے لہذا فقط ایک حرف کو حذف کیا جائے گا اور یا حارث میں یا حار اور یا مالک میں یا مال کہا جائے گا۔

اغراض جامی: ۔وان كان مركبا ويعلم منه : سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔مصنف کی عبارت میں مرکب عام ہے مرکب اضافی اور جملہ (مرکب اسنادی) دونوں کو شامل ہے تو مصنف کی عبارت میں تناقض لازم آ رہا ہے کیونکہ ماقبل میں مصنف کے قول وان لا يكون مضافا ولا جملة سے منادی مضاف اور جملہ میں ترخیم کا عدم جواز مفہوم ہوتا ہے اور اس قول سے منادی مضاف اور جملہ میں ترخیم کا جواز مفہوم ہوتا ہے۔

جواب: ۔مرکب سے مراد وہ مرکب ہے جو جملہ اور مرکب اضافی کے علاوہ ہو کیونکہ ماقبل میں شرائط ترخیم کے بیان میں ان دونوں کی نفی ہو چکی ہے۔

لنزوله منزلة التاء : سے مرکب کے دوسرے جزء کو حذف کرنے کی وجہ بیان کر رہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر منادی مرکب ہو تو بوقت ترخیم آخری اسم کو حذف کر دیا جائے گا چنانچہ بعلبک میں ترخیم کے بعد یا بعل اور خمسہ عشر میں ترخیم کے بعد یا خمسہ کہا جائے گا اس لئے کہ اسم اخیر مستقل اور علیحدہ کلمہ ہونے کے اعتبار سے بمنزلہ تاء تانیث کے ہے تو جس طرح بوقت ترخیم تاء کو حذف کر دیا جاتا ہے اسی طرح اسم اخیر کو بھی حذف کر دیا جائے گا۔

المذكور : سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ کہ اسم اشارہ اور مشار الیہ کے درمیان مطابقت نہیں ہے اسم اشارہ مفرد ہے اور مشار الیہ اقسام ثلاثہ ہیں۔

جواب:۔ اقسام ثلاثہ مذکورۃ کی تاویل میں ہیں اور یہ مفرد ہے لہذا اسم اشارہ اور مشار الیہ کے درمیان مطابقت موجود ہے۔

فیحذف: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال**:۔ مصنف کا قول وان کان غیر ذلک یہ شرط ہے اور حرف واحد یہ جزا ہے حالانکہ اس کا جزا بننا درست نہیں ہے اس لئے کہ جزا جملہ ہوتی ہے اور یہ جملہ نہیں۔

جواب:۔ حرف واحد نائب فاعل ہے فعل محذوف کا جو کہ یحذف ہے فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ ہو کر جزا ہے لہذا اشکال درست نہیں ہے۔

منادی مرخم کا اعراب

وَهُوَ اَیْ الْمُنَادٰی الْمُرَخَّمُ فِیْ حُکْمِ الْمُنَادٰی الثَّابِتِ بِجَمِیْعِ اَجْزَائِهٖ فَیَبْقَی الْحَرْفُ

اور وہ یعنی منادی مرخم منادی ثابت کے حکم میں ہے اپنے تمام اجزاء کے ساتھ پس ترخیم کے بعد

الَّذِیْ صَارَ آخِرَ الْکَلِمَةِ بَعْدَ التَّرْخِیْمِ عَلٰی مَا کَانَ عَلَیْهِ قَبْلَهٗ عَلَی الْاِسْتِعْمَالِ الْاَکْثَرِ فَیُقَالُ فِیْ

وہ حرف جو کلمہ کا آخر بن گیا ہے وہ اس حرکت پر باقی رہے گا جس پر وہ اس سے پہلے تھا اکثر استعمال پر پس کہا جائے گا

یَا حَارِثُ یَا حَارِ بِکَسْرِ الرَّاءِ عَلٰی مَا کَانَ قَبْلَ التَّرْخِیْمِ وَفِیْ یَا ثَمُوْدُ یَا ثَمُوْ بِوَاوٍ مُتَطَرِّفَةٍ بَعْدَ

یا حارث میں یا حارِ راء کے کسرہ کے ساتھ جیسا کہ ترخیم سے پہلے تھا اور یا ثمود میں یا ثمو واؤ کے ساتھ جو ضمہ کے بعد طرف میں واقع ہونے والی ہے

ضَمَّةٍ وَفِیْ یَا کَرَوَانُ یَا کَرَوَ بِوَاوٍ مُتَحَرِّکَةٍ بَعْدَ فَتْحَةٍ وَقَدْ یُجْعَلُ قَدْ لِلتَّقْلِیْلِ اَیْ وَیُجْعَلُ

اور یا کروان میں یا کرو فتح کے بعد واو متحرک کے ساتھ اور کبھی بنایا جاتا ہے قد تقلیل کیلئے ہے یعنی بنایا جاتا ہے

الْمُنَادٰی الْمُرَخَّمُ عَلَی الْاِسْتِعْمَالِ الْاَقَلِّ اِسْمًا بِرَاْسِهٖ کَاَنَّهٗ لَمْ یُحْذَفْ مِنْهُ شَیْءٌ فَیَکُوْنُ لَهٗ فِیْ

منادی مرخم کو قلیل استعمال پر مستقل اسم گویا کہ اس سے کوئی شی حذف ہی نہیں کی گئی لہذا

بِنَائِهٖ وَاِعْلَالِهٖ وَتَصْحِیْحِهٖ حُکْمُ نَفْسِهٖ لَا حُکْمُ الْاَصْلِ فَیُقَالُ یَا حَارُ بِالضَّمِّ کَاَنَّهٗ اِسْمٌ مُفْرَدٌ

اس کے مبنی اور معتل اور صحیح ہونے میں اس کی اپنی ذات کا مستقل حکم ہوگا نہ کہ اصل کا حکم پس کہا جائے گا یا حارُ ضمہ کے ساتھ گویا کہ وہ مستقل اسم مفرد

مَعْرِفَةٌ بِرَاْسِهٖ فَیُضَمُّ وَیَا ثَمِیْ لِاَنَّهٗ لَمَّا جُعِلَ ثَمُوْ اِسْمًا بِرَاْسِهٖ صَارَتِ الْوَاوُ طَرَفًا بَعْدَ ضَمَّةٍ

معرفہ ہے پس وہ ضمہ دیا جائیگا اور یا ثمی اس لئے کہ جب یا ثمو کو مستقل اسم بنایا گیا تو واو ضمہ کے بعد طرف میں ہوگئی

فَلا جَرَمَ قُلِبَتِ الْوَاوُ يَاءً وَكُسِرَ مَا قَبْلَهَا كَادْلٍ فِيْ اَدْلُوٍ وَيَا كَرَا لِاَنَّهُ لَمَّا جُعِلَ كَرَوَ اِسْمًا
پس لازماً واو یا کے ساتھ تبدیل کردی گئی ہوگئی اور اس کے ماقبل کو کسرہ دیا گیا جیسے ادل، ادلو میں اور یا کرا کیونکہ جب کرو مستقل اسم بنا لیا گیا تو تعلیل کا
بِرَاْسِهٖ اِرْتَفَعَ الْاِعْلَالُ وَ هُوَ وُقُوْعُ السَّاكِنِ بَعْدَ الْوَاوِ فَانْقَلَبَتِ الْوَاوُ اَلِفًا لِتَحَرُّكِهَا وَانْفِتَاحِ مَا قَبْلَهَا
مانع ختم ہو گیا اور وہ واو کے بعد ساکن کا واقع ہونا ہے پس واؤ اپنے متحرک ہونے اور ماقبل کے مفتوح ہونے کی وجہ سے الف کے ساتھ تبدیل ہوگئی

خلاصہ متن: ۔صاحب کافیہ اس عبارت میں منادی مرخم کا اعراب بتا رہے ہیں (۱) منادی مرخم کے اعراب کے بارے میں دو استعمال ہیں (۱) اکثر استعمال میں منادی مرخم کو اس منادیٰ کے حکم میں کر دیا جاتا ہے جو ثابت بجمیع اجزاءہ ہوتا ہے گویا کہ اس کے آخر سے کچھ حذف ہوا ہی نہیں ہے لہٰذا وہ حرف جو ترخیم کے بعد کلمے کا آخر بن گیا ہے اس کو اسی حرکت پر رکھا جائے گا جس حرکت پر وہ ترخیم سے پہلے تھا پس یا حارث میں یا حار راء کے کسرہ کے ساتھ کہا جائے گا جس طرح کہ ترخیم سے پہلے کسرہ تھا اور یا ثمود میں یا ثمو کہا جائے گا یعنی واو جو طرف میں واقع ہو رہی ہے بعد الضمہ اس کو یا سے تبدیل نہیں کیا جائیگا بلکہ باقی رکھا جائیگا جس طرح کہ ترخیم سے پہلے تھا اور یا کروان میں یا کرو فتحہ کے بعد واؤ متحرکہ کے ساتھ کہا جائے گا جس طرح کہ ترخیم سے پہلے تھا۔ گویا کہ اس کے بعد الف اور نون موجود ہیں تو قال والے قانون کے تحت واو کو الف سے تبدیل نہیں کیا جائے گا۔

(۲) اور قلیل استعمال میں کبھی منادی کو مستقل اسم بھی بنا دیا جاتا ہے اور اس پر مستقل منادی کا حکم جاری ہوتا ہے لہٰذا اس کے مبنی ہونے اور اعلال اور تصحیح میں اس کی اپنی ذات کا حکم ہوگا اصل کا حکم نہیں ہوگا یعنی ترخیم کے بعد اس کے آخر میں جو حرف ہے اگر وہ بناء کا مقتضی ہے تو اس کو مبنی بنا دیا جائے گا اور اگر اعلال کا مقتضی ہے تو تعلیل کی جائے گی اور گر اعلال کا مقتضی نہ ہو تو تعلیل نہیں کی جائے گی۔ لہٰذا یا حارث میں یا حارُ راء کے ضمہ کے ساتھ کہا جائے گا اس لئے کہ جب اس کو مستقل اسم بنا لیا گیا ہے تو اس پر مستقل اسم والا حکم جاری ہوگا چونکہ یہ مفرد معرفہ ہے اور مفرد معرفہ مبنی بر ضم ہوتا ہے لہٰذا یہ مبنی بر ضم ہوگا اور یا ثمود میں یا ثمی کہا جائے گا اس لئے کہ جب اس کو مستقل اسم بنا لیا گیا ہے تو واؤ طرف میں ضمہ کے بعد واقع ہوئی تو اس کو یاء سے تبدیل کر دیا پھر یاء کی مناسبت کی وجہ سے ماقبل کے ضمہ کو کسرہ سے تبدیل کر دیا تو ثمی ہو گیا جس طرح ادلٍ اصل میں ادلو تھا واؤ طرف میں ضمہ کے بعد واقع ہوئی تو واؤ کو یاء سے تبدیل کر دیا تو ادلُیٌ ہو گیا پھر یاء کی مناسبت سے ماقبل کے ضمہ کو کسرہ سے تبدیل کر دیا ادلِیٌ ہو گیا یاء پر ضمہ ثقیل تھا اس کو گرا دیا ادلیْن ہوا پھر التقائے ساکنین ہوا یاء اور تنوین کے درمیان یاء کو حذف کر دیا ادلٍ ہو گیا۔ اور یا کروان میں یا کرا کہا جائے گا اس لئے کہ جب اس کو مستقل اسم بنا دیا گیا تو جو چیز تعلیل سے مانع تھی وہ مرتفع ہوگئی وہ مانع یہ ہے کہ جب واو کے بعد ساکن واقع ہو تو وہاں قال والا قانون جاری نہیں ہوتا لہٰذا واؤ کے متحرک اور ماقبل کے مفتوح ہونے کی

وجہ سے واو کو الف سے تبدیل کر دیا گیا یا کرا ہو گیا۔

اغراض جامی :۔ وهو اي المنادي: سے شارح جامی رحمہ اللہ نے ہو ضمیر کا مرجع بتلا دیا۔

في حكم المنادي :المنادیٰ کا لفظ مقدر کر کے شارح اشارہ فرما رہے ہیں کہ الثابت صیغہ صفت ہے اس کا موصوف المنادی محذوف ہے۔

بجميع اجزائه: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال :۔ مصنف رحمہ اللہ کا یہ کہنا کہ منادیٰ مرخم منادیٰ ثابت کے حکم میں ہے درست نہیں ہے اس لئے کہ منادیٰ مرخم منادیٰ ثابت کے حکم میں نہیں ہے بلکہ عین منادیٰ ثابت ہے کیونکہ ثابت بمعنی متحقق و موجود ہے اور منادیٰ مرخم بھی بایں معنی ثابت ہے لہذا منادی مرخم کو منادیٰ ثابت کے ساتھ تشبیہ دینا درست نہیں ہے۔

جواب:۔ یہاں ثابت متحقق و موجود کے معنی میں نہیں ہے بلکہ محذوف کے مقابلہ میں ہے مطلب یہ ہے کہ منادیٰ مرخم جس کے آخر سے ایک یا دو حرف محذوف ہوتے ہیں اس کو منادی ثابت بجمیع اجزاءہ کے حکم میں کرلیا جاتا ہے۔

فیبقی: سے فی حکم الثابت کی تفصیل بیان کر دی کہ ترخیم کے بعد آخری کلمہ اسی حرکت پر باقی رہتا ہے جس پر وہ پہلے تھا۔

على الاستعمال: کا لفظ مقدر کر کے شارح رحمہ اللہ نے اشارہ کیا کہ الاکثر صیغہ صفت ہے اس کا موصوف الاستعمال محذوف ہے نیز اس بات کی طرف بھی اشارہ کیا کہ الاکثر الاستعمال کی صفت ہے نہ کہ المذہب کی کیونکہ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے بلکہ متفق علیہ مسئلہ ہے (سوال باسوی ص ۳۲۶)

فيقال في يا حارث يا حار: سے مثالوں سے وضاحت کر رہے ہیں کہ یا حارث کو ترخیم کے بعد یا حار راء کے کسرہ کے ساتھ پڑھا جائیگا اور یا ثمودُ کو ترخیم کے بعد یا ثمو پڑھا جائیگا اور یا کروان کو یا کروَ پڑھا جائیگا ان میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں کی جائیگی جو آخرِ کلمہ میں اعلال وغیرہ کی صورت میں کی جاتی ہے۔

قد للتقليل: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال :۔ اکثر کے مقابل اقل ہوتا ہے لہذا مصنف کو چاہیے تھا کہ اقل کو بھی ذکر کرتے مصنف نے ایسا کیوں نہیں کیا؟

جواب:۔ یہ کہ قد یجعل پر قد تقلیلیہ ہے لہذا اس کو ذکر کرنے کے بعد اقل کے لفظ کو ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

اي ويجعل المنادي المرخم: سے یجعل کی ہو ضمیر کا مرجع بیان کیا۔

مندوب کی تعریف

وَقَدِ اسْتَعْمَلُوْا يَعْنِي الْعَرَبَ صِيغَةَ النِّدَاءِ يَعْنِيْ يَا خَاصَّةً فِي الْمَنْدُوْبِ لِاَنَّهُ لَا يَدْخُلُ عَلَيْهِ سِوَاهَا

اور انہوں نے یعنی اہل عرب نے نداء کا صیغہ یعنی "یاء" خاص کر مندوب میں استعمال کیا ہے اسلئے کہ مندوب پر یاء کے سوا کوئی حرف نداء داخل نہیں ہوتا

لِكَوْنِهَا اَشْهَرَ صِيَغِهَا فَكَانَتْ اَوْلٰى بِاَنْ يُتَوَسَّعَ فِيْهَا بِاسْتِعْمَالِهَا فِيْ غَيْرِ الْمُنَادٰى وَالْمَنْدُوْبُ فِي

اس نداء کے صیغوں میں سے زیادہ مشہور ہونے کی وجہ سے پس وہ یاء اولیٰ ہے کہ غیر منادی میں اس کو استعمال کر کے اس میں وسعت دی جائے، اور مندوب

اللُّغَةِ مَيِّتٌ يَبْكِيْ عَلَيْهِ اَحَدٌ وَيَعُدُّ مَحَاسِنَهُ لِيَعْلَمَ النَّاسُ اَنَّ مَوْتَهُ اَمْرٌ عَظِيْمٌ لِيَعْذِرُوْهُ فِي الْبُكَاءِ

لغت میں وہ میت ہے جس پر کوئی روئے اور اس کے محاسن شمار کرے تا کہ لوگ جان لیں کہ اس کی موت ایک امر عظیم ہے تا کہ وہ اس کو رونے میں معذور سمجھیں

وَيُشَارِكُوْهُ فِي التَّفَجُّعِ وَفِي الْاِصْطِلَاحِ هُوَ الْمُتَفَجَّعُ عَلَيْهِ وُجُوْدًا اَوْ عَدَمًا بِيَا اَوْ وَا فَالْمُتَفَجَّعُ

اور اس کے ساتھ تفجع میں شریک ہو جائیں اور اصطلاح میں مندوب وہ ہے جس پر افسوس کا اظہار کیا جائے وجوداً یا عدماً یاء یا واو کے ساتھ پس متفجع علیہ

عَلَيْهِ عَدَمًا مَا يُتَفَجَّعُ عَلٰى عَدَمِهٖ كَالْمَيِّتِ الَّذِيْ يَبْكِيْ عَلَيْهِ النَّادِبُ وَالْمُتَفَجَّعُ عَلَيْهِ وُجُوْدًا مَا يُتَفَجَّعُ

عدمی وہ ہے جس کے نہ ہونے پر افسوس کا اظہار کیا جائے جیسے میت جس پر رونے والا روتا ہے اور متفجع علیہ وجودی وہ ہے کہ جس کے وجود پر

عَلٰى وُجُوْدِهٖ عِنْدَ فَقْدِ الْمُتَفَجَّعِ عَلَيْهِ عَدَمًا كَالْمُصِيْبَةِ وَالْحَسْرَةِ وَالْوَيْلِ اللَّاحِقَةِ لِلنَّادِبِ لِفَقْدِ الْمَيِّتِ

جزع فزع کیا جائے متفجع علیہ عدمی کے گم ہونے کے وقت جیسے مصیبت اور حسرت اور ویل جو میت کے گم ہونے کی وجہ سے ندبہ کرنے والے

فَالْحَدُّ شَامِلٌ لِقِسْمَيِ الْمَنْدُوْبِ مِثْلُ يَا زَيْدَاهُ وَيَا عَمْرَاهُ وَمِثْلُ يَا حَسْرَتَاهُ وَيَا مُصِيْبَتَاهُ وَيَا وَيْلَاهُ

کو لاحق ہوتی ہے پس تعریف مندوب کی دونوں قسموں کو شامل ہے جیسے یا زیداہ اور یا عمراہ اور جیسے یا حسرتاہ اور یا مصیبتاہ اور یا ویلاہ

وَاخْتَصَّ الْمَنْدُوْبُ بِوَا مُمْتَازًا بِهٖ عَنِ الْمُنَادٰى لِعَدَمِ دُخُوْلِهٖ عَلَيْهِ بِخِلَافِ يَا فَاِنَّهُ مُشْتَرَكٌ بَيْنَهُمَا

اور مندوب واو کے ساتھ مختص ہے کہ وہ اس واو کی وجہ سے منادی سے ممتاز ہے اس پر داخل نہ ہونے کی وجہ سے بخلاف یا کے کہ وہ ان دونوں کے درمیان مشترک ہے

خلاصہ متن:۔ صاحب کافیہ فرماتے ہیں کہ اہل عرب کبھی صیغہ ندا کو مندوب میں بھی استعمال کرتے ہیں اور صیغہ ندا سے صرف یا مراد ہے اور مندوب وہ ہے جس پر وا یا یاء کے ذریعہ سے اظہار تفجع و افسوس کیا جائے جیسے یا زیداہ وا عمراہ اور وا صرف مندوب کے ساتھ خاص ہے نداء میں استعمال نہیں ہوتی اور یا مندوب و نداء دونوں میں مشترک ہے۔

اغراض جامی:۔ <u>یعنی العرب:</u> سے غرض استعملوا کی ضمیر کے مرجع کو بیان کرنا اور فاعل کی تعیین کرنا ہے۔

●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●

یعنی یا خاصة : سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔صیغہ نداء تو پانچ ہیں حالانکہ مندوب میں فقط یاء استعمال ہوتی ہے باقی حروف نداء استعمال نہیں ہوتے تو مصنف رحمہ اللہ کا وقد استعملو اصیغۃ النداء کہنا کیسے درست ہے۔

جواب: ۔صیغۃ النداء میں اضافت عہدی ہے اس سے صیغ نداء میں سے خاص کر یا ءندا مراد ہے فاندفع الاشکال۔

لانــه : سے یاء کی خصوصیت کی وجہ کا بیان ہے۔یاء کے علاوہ باقی جو حروف ندا ہیں وہ مندوب پر داخل نہیں ہوتے اس لئے کہ نداء کے صیغوں میں سے یا سب سے زیادہ مشہور ہے لہذا وہ اس بات کی زیادہ حقدار ہے کہ اس کو غیر منادی میں استعمال کر کے وسعت دی جائے۔

لــغة : میں مندوب کے لغوی کا بیان ہے۔لغت میں مندوب اس میت کو کہتے ہیں جس کے محاسن کو ذکر کر کے اس پر رویا جائے تا کہ لوگ اس کی موت کو امر عظیم سمجھیں اور رونے والے کو رونے میں معذور سمجھیں اور اظہار ہمدردی میں اس کے ساتھ شریک ہو جائیں۔

وفی الاصطلاح : میں مندوب کی اصطلاحی تعریف ہے۔اصطلاح میں مندوب اس کو کہتے ہیں کہ جس پر وا اور یا ء کے ساتھ رویا جائے۔

وجودا او عدما : سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔ مندوب کی تعریف جامع نہیں اس لئے کہ اس سے متفجع علیہ وجودی خارج ہو گیا مثلا یا حسرتاہ یا مصیبتاہ یا ویلتاہ اس لئے کہ تفجع ان پر نہیں ہوتا بلکہ ان کی وجہ سے ہوتا ہے۔

جواب: ۔ متفجع علیہ میں تعمیم ہے خواہ وجودی ہو یا عدمی متفجع علیہ عدمی وہ ہے جس کے فقدان وعدم کے وقت رویا جائے مثلا میت جس پر رونے والا وا اور یا کے ساتھ روئے اور متفجع علیہ وجودی وہ ہے کہ متفجع علیہ عدمی کے فقدان اور گم ہونے کے وقت متفجع علیہ کے وجود پر اظہار تفجع کیا جائے مثلا میت کو دفن کر کے جب دل گھبرائے تو فقدان میت کی وجہ اس کو غم مصیبت وحسرت ہو اور وہ کہے یا حسرتاہ یا مصیبتاہ تو اس کو متفجع علیہ وجودی کہتے ہیں (سوال باسولی ص ۳۲۸)

فــالحد : یہ ماقبل پر تفریع کا بیان ہے کہ جب متفجع علیہ میں تعمیم ہے خواہ وجودا ہو یا عدما تو مندوب کی یہ تعریف دونوں قسموں کو شامل ہو گئی جیسے یا زیداہ یا عمراہ یہ متفجع علیہ عدمی کی مثالیں ہیں اور یا حسرتاہ و یا مصیبتاہ متفجع علیہ وجودی کی مثالیں ہیں۔

واختص بوا : عبارت کا حاصل یہ ہے کہ مندوب وا کے ساتھ خاص ہے۔

المندوب : میں بیان مرجع ہے کہ اختص میں ضمیر مستتر مندوب کی طرف راجع ہے۔

ممتازا : سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔**سوال:** ۔ خاصہ کی تعریف یہ ہے کہ ما یختص بہ ولا یوجد فی غیرہ اور مندوب تو یاء کے ساتھ بھی مستعمل ہوتا ہے تو پھر وا کے ساتھ کیسے مختص ہوا؟

جواب:۔ بوابہ جار مجرور اختصاص کے متعلق ہے باعتبار تضمن معنی امتیاز کو معنی یہ ہے کہ مندوب وا کے ذریعے منادی سے ممتاز ہو جاتا ہے اس لئے کہ وا منادی پر داخل نہیں ہوتی بخلاف یاء کے کہ وہ مندب اور منادی دونوں کے درمیان مشترک ہے

مندوب کا حکم

وَحُكْمُهُ اَىْ حُكْمُ الْمَنْدُوْبِ فِي الْإِعْرَابِ وَالْبِنَاءِ حُكْمُ الْمُنَادٰى اَىْ مِثْلُ حُكْمِهٖ يَعْنِىْ اِذَا وَقَعَ
اور اس کا حکم یعنی مندوب کا حکم معرب اور مبنی ہونے میں منادی کا حکم ہے یعنی اس کے حکم کی مثل ہے یعنی جب مندوب
الْمَنْدُوْبُ عَلٰى صُوْرَةِ قِسْمٍ مِنْ اَقْسَامِ الْمُنَادٰى فَحُكْمُهُ فِي الْإِعْرَابِ وَالْبِنَاءِ مِثْلُ حُكْمِ ذٰلِكَ
منادی کی اقسام میں سے کسی قسم کی صورت پر واقع ہو پس معرب اور مبنی ہونے میں اس کا حکم منادی کی اسی قسم کے حکم کی طرح ہے
الْقِسْمِ مِنَ الْمُنَادٰى كَمَا اِذَا كَانَ مُفْرَدًا مَعْرِفَةً يُضَمُّ وَاِذَا كَانَ مُضَافًا اَوْ مُشَبَّهًا بِهٖ يُنْصَبُ
جیسا کہ جب مندوب مفرد معرفہ ہو تو ضمہ دیا جائے گا اور جب مضاف یا شبہ مضاف ہو تو منصوب ہوگا
وَلَا يَلْزَمُ مِنْ ذٰلِكَ جَوَازُ وُقُوْعِهٖ عَلٰى صُوْرَةِ جَمِيْعِ اَقْسَامِ الْمُنَادٰى لِيَرِدَ عَلَيْهِ اَنَّهُ لَا يَقَعُ نَكِرَةً
اور اس سے اس مندوب کا منادی کی تمام اقسام کی صورت پر واقع ہونے کا جواز لازم نہیں آتا کہ اس پر اعتراض وارد ہو کہ مندوب وہ نکرہ واقع نہیں ہوتا
لِاَنَّهُ لَا يُنْدَبُ اِلَّا الْمَعْرِفَةُ
کیونکہ ندبہ صرف معرفہ کا کیا جاتا ہے

خلاصہ متن: ۔ مندوب کے حکم کا بیان ہے کہ معرب او مبنی ہونے میں مندوب کا حکم منادی کے حکم کی طرح ہے۔ نیز مندوب کے آخر میں درازی صوت کے لئے الف کو زیادہ کرنا جائز ہے۔ کیونکہ ندبہ میں درازی صوت مقصود و مطلوب ہوتی ہے اور حالت وقف میں الف کے بعد ہاء کو زیادہ کرنا بھی جائز ہے جیسے یازیداہ۔

فان خفت: صاحب کافیہ فرماتے ہیں کہ اگر مندوب کے آخر میں الف کو زیادہ کرنے سے کسی دوسرے صیغہ کے ساتھ التباس کا خوف ہو تو اس وقت الف کو دوسرے مدہ کے ساتھ تبدیل کر دیا جائے گا جو آخر مندوب کی حرکت کے موافق ہو مثلاً واحدہ مونثہ مخاطبہ کے غلام کا ندبہ کرنا مقصود ہو تو واغلامکیہ کہیں گے واغلامکاہ نہیں کہیں گے اس لئے کہ اگر واغلامکاہ کہا جائے تو واحد مذکر مخاطب کے غلام کے ندبہ کے ساتھ التباس لازم آئے گا لہذا الف کو کاف کے کسرہ کی مناسبت سے یاء سے بدل کر واغلامکیہ کہیں گے اسی طرح جب جماعت مخاطبین کے غلام کا ندبہ کرنا مقصود ہو تو واغلامکماہ نہیں کہیں گے اس لئے کہ اگر واغلامکماہ کہیں تو تثنیہ مخاطب کے غلام کے ندبہ کے ساتھ التباس لازم آئے گا لہذا الف کو میم کی حرکت کی مناسبت کی وجہ سے

واؤ کے ساتھ تبدیل کردیں گے۔اور واغلاملکوہ کہیں گے۔

اغراض جامی :۔ای حکم المندوب : میں حکمہ کی ضمیر کے مرجع کو متعین کیا کہ اس کا مرجع مندوب ہے

ای مثل : سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : ۔ہم یہ بات تسلیم نہیں کرتے کہ مندوب کا حکم بعینہ منادی کا حکم ہے اس لئے کہ حکم کا معنی ہے اثر مرتب علی الشی اور یہ عرض ہے اور عرض صرف ایک محل کے ساتھ قائم ہوسکتا ہے اگر منادی والا حکم مندوب میں آجائے تو عرض واحد کا دو محلوں کے ساتھ قیام لازم آئے گا اور یہ ناجائز ہے ضابطہ ہے قیام العرض بالمحلین باطل۔

جواب: ۔مصنف کی عبارت میں مضاف لفظ مثل محذوف ہے اصل میں عبارت تھی وحکمہ فی الاعراب والبناء مثل حکم المنادی یعنی مندب کا حکم اعراب اور بناء میں منادی کے حکم کی مثل ہے نہ کہ عین لہذا قیام العرض بالمحلین والا اشکال لازم نہیں آئے گا

(سوال کابلی ص ۲۰۸)

یعنی اذا وقع : میں توضیح متن ہے۔جب مندوب منادی کی اقسام مین سے کسی قسم کی صورت پر واقع ہو تو مندوب کا حکم اعراب اور بناء میں منادی کی اسی قسم کے حکم کی مثل ہوگا مثلاً اگر مندوب مفرد معرفہ ہو تو وہ منادی مفرد معرفہ کی طرح مبنی برضم ہوگا جیسے وازیدُ اور اگر مندوب مضاف یا شبہ مضاف ہو تو وہ منادی مضاف یا شبہ مضاف کی طرح منصوب ہوگا جیسے واعبدَ اللہ واطالعاً جبلا.

ولا یلزم : سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔**سوال** : ۔مصنف کی عبارت وحکمہ فی الاعراب والبناء الخ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ منادی کے تمام اقسام مندوب میں بھی پائے جائیں گے حالانکہ ایسا نہیں ہے اس لئے کہ نکرہ غیر معینہ منادی کی قسم ہے لیکن مندوب نکرہ نہیں ہوتا۔جیسا کہ مابعد میں مصنف رحمہ اللہ نے فرمایا ولا یندب الا المعروف۔

جواب: ۔یہاں تشبیہ وتمثیل اعراب وبناء والے حکم کے لحاظ سے ہے اقسام کے لحاظ سے نہیں اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ منادی کے تمام اقسام مندوب میں بھی پائے جائیں گے۔

مندوب کے ساتھ الحاق الف اور ھاء کا ذکر

وَجَازَ لَکَ زِیَادَةُ الْاَلِفِ فِیْ اٰخِرِہٖ اَیْ آخِرِ الْمَنْدُوْبِ لِمَدِّ الصَّوْتِ الْمَطْلُوْبِ
اور تیرے لئے الف کو زیادہ کرنا اس کے آخر میں جائز ہے، یعنی مندوب کے آخر میں، آواز کو لمبا کرنے کیلئے جو کہ ندبہ میں مطلوب ہے۔
فِیْ النُّدْبَةِ فَاِنْ خِفْتَ اللَّبْسَ اَیْ اِلْتِبَاسَ ذٰلِکَ اللَّفْظِ عِنْدَ زِیَادَةِ الْاَلِفِ بِغَیْرِہٖ عَدَلْتَ
پس اگر تو التباس کا خوف کرے یعنی اس لفظ کے التباس کا الف کی زیادتی کے وقت اس کے غیر کے ساتھ تو تو ایسے

اِلٰی حَرۡفِ مَدٍّ مُجَانِسٍ لِحَرۡکَةِ اٰخِرِ الۡمَنۡدُوۡبِ مِنۡ کَسۡرَةٍ اَوۡ ضَمَّةٍ کَمَا اِذَا اَرَدۡتَّ نُدۡبَةَ غُلَامِ
حرف مدہ کی طرف عدول کر جو مندوب کے آخر کی حرکت یعنی کسرہ اور ضمہ کے ہم جنس ہو جیسا کہ جب تو مخاطبہ عورت کے غلام کے ندبہ کا
مُخَاطَبَةٍ قُلۡتَ وَاغُلَامَکِیۡهِ لَا وَا غُلَامَکَاهُ لِاِ لۡتِبَاسِهٖ بِنُدۡبَةِ غُلَامِ مُخَاطَبٍ وَ اِذَا اَرَدۡتَّ نُدۡبَةَ غُلَامِ
ارادہ کرے تو تو واغلامکیہ کہے گا واغلامکاہ نہیں، اس کے مخاطب مرد کے غلام کے ندبہ کے ساتھ التباس کی وجہ سے، اور جب تو مخاطبین کی
جَمَاعَةِ مُخَاطَبِیۡنَ قُلۡتَ وَاغُلَامَکُمُوۡهُ اِذِ الۡمِیۡمُ اَصۡلُهُ الضَّمُّ لَا وَاغُلَامَکُمَاهُ لِاِلۡتِبَاسِهٖ بِنُدۡبَةِ غُلَامِ
ایک جماعت کے ندبہ کا ارادہ کرے تو تو واغلامکموہ کہے گا اس لئے کہ میم کی اصل ضمہ ہے واغلامکماہ نہیں کہے گا دو مخاطبین غلام کے ندبہ کے ساتھ
مُخَاطَبِیۡنَ اِثۡنَیۡنِ وَجَازَ لَکَ الۡهَاءُ اَیۡ اِلۡحَاقُهَا بِهٰذِهِ الۡمَدَّاتِ فِیۡ حَالِ الۡوَقۡفِ لِبَیَانِهَا
التباس کی وجہ سے اور تیرے لئے ھا جائز ہے یعنی اس کو ان مدات کے ساتھ لاحق کرنا وقف کی حالت میں ان حروف مدہ کو بیان کرنے کیلئے

خلاصہ متن: ۔صاحب کافیہ فرماتے ہیں کہ ان تمام مدات کے ساتھ حالت وقف میں ہاء کو لاحق کرنا بھی جائز ہے تا کہ ہاء کے اضافے ذریعے مدہ خوب واضح ہو جائے۔

اغراض جامی: ۔وجاز لک : مندوب کے آخر میں درازی صوت کے لئے الف کو زیادہ کرنا جائز ہے اس لئے کہ ندبہ میں درازی صوت مطلوب ہوتی ہے اور الف کو زیادہ کرنے سے یہ مطلوب حاصل ہوتا ہے۔وجاز سے شارح جامی رحمہ اللہ کی دو غرضیں ہیں (۱) اشارہ کیا کہ لک جار مجرور جاز کے متعلق ہے اور زیادۃ الالف متعلق کے اعتبار سے ظرف کا فاعل ہے (۲) جاز کا لفظ مقدر کر کے علامہ اندلسی پر رد کیا جو فرماتے ہیں کہ اگر یا حرف نداء کے ساتھ ندبہ کیا جائے تو آخر میں الف زیادہ کرنا واجب ہے تا کہ منادیٰ اور مندوب میں التباس نہ ہو تو جاز کا لفظ مقدر کر کے شارح ان پر رد فرما رہے ہیں زیادتی الف جائز ہے واجب نہیں کیونکہ اس کی وجہ سے التباس پھر بھی ختم نہیں ہوتا کیونکہ منادی مستغاث بالالف میں التباس باقی رہے گا، نیز لام جاز کا صلہ بنتی ہے وجب کا صلہ نہیں بنتی (سوال باسولی ص ۳۲۹)

اي اخر المندوب : سے شارح اخرہ کی ضمیر کا مرجع بیان کر رہے ہیں۔

لمد الصوت : سے شارح زیادۃ الالف کی وجہ اور غرض بیان کر رہے ہیں کہ ندبہ میں درازی صوت مقصود ہوتی ہے اور زیادۃ الف سے یہ مطلوب ومقصود حاصل ہوتا ہے۔

اي التباس ذلک اللفظ: شارح جامی رحمہ اللہ کی اللبس کی تفسیر التباس کے ساتھ کرنے کی دو غرض ہو سکتی ہیں (۱) لبس ثلاثی مجرد غیر مشہور تھا التباس (باب مزید) مشہور تھا تو تفسیر غیر المشہور بالمشہور کر دی (۲) لَبس بفتح اللام کا معنی التباس واشتباہ

ہے اور بضم اللام کا معنی کپڑا پہننا تو التباس سے تفسیر کرکے شارح نے بتلادیا کہ یہ لبس بفتح اللام ہے نہ کہ بضم اللام کیونکہ دونوں کا رسم الخط و نقش ایک جیسا ہے۔ ذلک اللفظ سے شارح یہ بتلانا چاہتے ہیں اللبس کا الف لام مضاف الیہ کے عوض ہے جو کہ ذلک اللفظ (سوال باسولی ص ۳۲۹)

عدلت: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ مصنف کا قول فان خفت شرط اور قلت واغلا مکیہ جزا ہے اور جزا کا شرط پر ترتب ہوتا ہے یہاں ترتب درست نہیں اس لئے کہ عبارت کا مطلب یہ بن جائیگا کہ جب بھی التباس کا خوف ہو تو واغلا مکیہ کہد و حالانکہ یہ بدیہی البطلان ہے ہر التباس کے وقت یاغلا مکیہ کہنا تو درست نہیں ہے مثلاً وا امتکیہ کہنا بھی جائز ہے۔

جواب:۔ مصنف کا قول قلت الخ یہ شرط کی جزا نہیں بلکہ اس کی جزاء محذوف ہے جو کہ عدلت الخ ہے یعنی اگر الف زیادہ کرنے سے التباس کا خوف ہو تو حرف مدہ کی طرف عدول کیا جائے گا جو کہ مندوب کے آخری حرف کی حرکت کے موافق ہو خواہ یہ قول ہو یا کوئی اور لہذا اب جزا کا ترتب و ربط مع الشرط صحیح ہوگا۔

کما اذا اردت ندبة غلام: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ جب جزاء عدلت محذوف ہے تو قلت واغلا مکیہ کا ذکر مستدرک و اشتغال بمالایعنی ہوگا۔

جواب:۔ واغلا مکیہ کا ذکر بطور مثال ہے پھر آگے مثالوں کی وضاحت فرمائی (سوال باسولی ص ۳۲۹)

اذ المیم: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ واغلامکموہ میں واو مندوب کے آخری حرف کی حرکت کے مجانس کیسے ہوگی کیونکہ واغلامکم میں تو میم ساکن ہے۔

جواب:۔ میم اصل میں مضموم تھی کیونکہ واغلامکم اصل میں واغلامکمو تھا تخفیف کیلئے میم کو ساکن کردیا پھر اجتماع ساکنین (واو میم) کی وجہ سے واؤ کو حذف کردیا۔

وجاز لک الھاء: ان تمام مدات کے ساتھ حالت وقف میں ہاء کولاحق کرنا جائز ہے تاکہ ہاء کے اضافے کی وجہ سے مدہ خوب واضح ہوجائے جیسے یازیداہ۔

ای الحاقھا: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال:۔** وجاز لک الہاء میں جواز کی نسبت ہاء کی طرف درست نہیں ہے اس لئے کہ جواز عدم جواز اعراض میں ہوتا ہے جبکہ ہاء من قبیل الذوات ہے۔

جواب:۔ الحاق مضاف محذوف ہے اور وہ عرض ہے لہذا نسبت درست ہے۔

فی حال: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال :۔ الوقف الہاء کیلئے مفعول فیہ حالانکہ مفعول فیہ ظرف زمان ہوتا ہے یا مکان یہاں ان میں سے کچھ نہیں۔

جواب :۔ یہاں حال محذوف ہے جو کہ ظرف زمان ہے۔ (سوال باسولی ص ۳۲۹)

ندبہ کس کا ہو سکتا ہے؟

وَلَا يُنْدَبُ مِنْ قِسْمِ الْمَنْدُوْبِ الْمُتَفَجَّعِ عَلَيْهِ عَدَمًا اِلَّا الْاِسْمُ الْمَعْرُوْفُ الَّذِیْ اشْتَهَرَ الْمَنْدُوْبُ بِهٖ

اور ندبہ نہیں کیا جاتا مندوب متفجع علیہ عدمی کی قسم سے مگر اسم معرفہ جس کے ساتھ مندوب مشہور ہو

لِيُعْذَرَ النَّادِبُ بِمَعْرِفَتِهٖ فِیْ نُدْبَتِهٖ وَالتَّفَجُّعِ عَلَيْهِ فَلَا يُقَالُ وَارَجُلَاهُ اِذْ مَا اشْتَهَرَ بِهٰذَا اللَّفْظِ مَنْدُوْبٌ

تاکہ ندبہ کرنے والے کو اس کی معرفت کی وجہ سے ندبہ کرنے اور اظہار ہمدردی میں معذور سمجھا جائے پس وارجلاہ نہیں کہا جائے گا اس لئے کہ اس لفظ کے ساتھ کوئی

خَاصٌّ اِنْتَقَلَ الذِّهْنُ اِلَيْهِ وَيُعْرَفُ بِهٖ لِيُعْذَرَ النَّادِبُ بِالنُّدْبَةِ عَلَيْهِ

خاص مندوب مشہور نہیں ہے کہ ذہن اس کی طرف منتقل ہو جائے اور اس کو پہچانا جائے تاکہ اس پر ندبہ کرنے والے کو معذور سمجھا جائے

خلاصہ متن :۔ صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ ندبہ صرف مشہور اور معروف کا ہوتا ہے غیر معروف کا نہیں ہوتا۔

اغراض جامی :۔ <u>من قسم</u> :۔ سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال :۔** آپ کا یہ کہنا کہ ندبہ صرف مشہور و معروف کا ہوتا ہے یہ منقوض ہے یا مصیبتاہ یا حسرتاہ یا ویلاہ کے ساتھ کیونکہ یہ مندوب ہیں حالانکہ نکرہ ہیں؟

جواب :۔ ہماری مراد مندوب سے مندوب عدمی ہے اور مثال مذکور میں مندوب متفجع علیہ عدمی نہیں بلکہ وجودی ہے لہٰذا نقض وارد نہ ہوگا۔

<u>الا الاسم المعروف</u> :۔ الاسم کا لفظ مقدر کر کے شارح اشارہ کر رہے ہیں المعروف صفت ہے موصوف الاسم محذوف کی۔

<u>الذی اشتھر بہ</u> :۔ سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال :۔** آپ کا ضابطہ ولا یندب الا المعروف منقوض ہے وا مَنْ قَلَعَ بَابَ خَيْبَر کے ساتھ کیونکہ یہاں غیر معروف اور نکرہ کا ندبہ کیا جا رہا ہے۔

جواب :۔ المعروف سے مراد وہ اسم ہے جس کے ساتھ مندوب مشہور ہو خواہ وہ علم ہو یا غیر علم چونکہ اس کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ مشہور و معروف ہیں لہٰذا ان کا ندبہ کرنا جائز ہے (سوال نابلی ص ۲۰۹)

<u>لیعذر النادب</u> :۔ سے مندوب کے مشہور و معروف ہونے کی شرط کی وجہ کا بیان ہے کہ مندوب کا مشہور ہونا اس لئے ضروری ہے تاکہ مندوب کی شہرت کی وجہ سے ندبہ کرنے والا ندبہ کرنے اور تفجع میں معذور سمجھا جائے۔

<u>فلا یقال</u> :۔ سے ماقبل پر تفریع ہے کہ چونکہ ندبہ صرف مشہور و معروف کا ہوتا ہے اسی وجہ سے وارجلاہ نہیں کہا جائے گا کیونکہ اس

لفظ کے ساتھ کوئی خاص مندوب مشہور نہیں ہے کہ جس کی طرف ذہن منتقل ہو اور وہ اس کے ساتھ مشہور ہوتا کہ ندبہ کرنے والا معذور سمجھا جائے۔

مندوب کے آخر میں الحاق الف کا امتناع

وَامْتَنَعَ اِلْحَاقُ الْاَلِفِ بِصِفَةِ الْمَنْدُوْبِ بَلْ يَجِبُ اَنْ يُلْحَقَ بِمَوْصُوْفِ

اور الف کو لاحق کرنا مندوب کی صفت کے ساتھ ممتنع ہے بلکہ واجب ہے کہ الف کو موصوف کے ساتھ لاحق کیا جائے

مِثْلُ وَازَيْدَاهُ الطَّوِيْلُ لِاَنَّ اِتِّصَالَهُ بِالصِّفَةِ لَيْسَ كَاتِّصَالِ الْمُضَافِ بِالْمُضَافِ اِلَيْهِ

جیسے وَازَیْدَاہُ الطَّوِیْلُ۔ اس لئے کہ اس کا صفت کے ساتھ اتصال مضاف کے مضاف الیہ کے ساتھ اتصال کی طرح نہیں ہے کیونکہ مضاف الیہ کو

لِاَنَّهُ جِيْئَ بِهِ لِتَمَامِ الْمُضَافِ فَهُوَ كَالْجُزْءِ بِخِلَافِ الصِّفَةِ فَاِنَّهُ جِيْئَ بِهَا بَعْدَ تَمَامِ

مضاف کے مکمل ہونے کیلئے لایاجاتا ہے پس وہ جزو کی طرح ہے بخلاف صفت کے کیونکہ وہ موصوف کی تکمیل کے بعد

الْمَوْصُوْفِ لِلتَّخْصِيْصِ اَوِ التَّوْضِيْحِ فَلِهٰذَا جَازَ مِثْلُ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَاهُ وَلَمْ يَجُزْ مِثْلُ وَازَيْدُ

تخصیص یا توضیح کیلئے لایاجاتا ہے اسی لئے یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَاہُ کی مثل جائز ہے اور وَازَیْدُ الطَّوِیْلَاہُ کی مثل جائز نہیں ہے

الطَّوِيْلَاهُ خلَا فَالِيُوْنُسَ فَاِنَّهُ يُجَوِّزُ اِلْحَاقَ الْاَلِفِ بِاٰخِرِ الصِّفَةِ فَاِنَّ اِتِّصَالَ الْمَوْصُوْفِ بِالصِّفَةِ وَاِنْ

اختلاف ہے امام یونس کا کیونکہ وہ صفت کے آخر میں الف کے لاحق کرنے کو جائز کہتے ہیں کیونکہ موصوف کا صفت کے ساتھ اتصال اگرچہ لفظ

كَانَ فِي اللَّفْظِ اَنْقَصَ مِنَ الْاِتِّصَالِ بَيْنَ الْمُضَافِ وَالْمُضَافِ اِلَيْهِ اِلَّا اَنَّهُ اَتَمُّ مِنْهُ مِنْ جِهَةِ الْمَعْنٰى

کے اعتبار سے مضاف مضاف الیہ کے درمیان اتصال کی بہ نسبت ناقص ہے مگر معنی کے اعتبار سے وہ اس سے اکمل ہے ان دونوں کے

لِاِتِّحَادِهِمَا بِالذَّاتِ فَاِنَّ الطَّوِيْلَ هُوَ زَيْدٌ لَا غَيْرُ بِخِلَافِ الْمُضَافِ وَالْمُضَافِ اِلَيْهِ فَاِنَّهُمَا مُتَغَايِرَانِ

ذات میں اتحاد کی وجہ سے کیونکہ طویل وہ زید ہی ہے نہ کہ اس کا غیر بخلاف مضاف مضاف الیہ کے کیونکہ وہ دونوں متغایر ہیں (معنی کے اعتبار سے)

وَحَكٰى يُوْنُسُ اَنَّ رَجُلًا ضَاعَ لَهُ قَدَحَانِ فَقَالَ وَاجُمْجُمَتَيَّ الشَّامِيَتَيْنَاهُ وَالْجُمْجُمَةُ الْقَدَحُ

اور امام یونس نے حکایت کی ہے کہ ایک آدمی کے دو پیالے ضائع ہوگئے تو اس نے کہا "ہائے میرے دو شامی پیالے" اور "جمجمہ" پیالہ کو کہتے ہیں

خلاصہ متن: ۔صاحب کافیہ نے اس عبارت میں ایک ضابطہ بیان کیا کہ مندوب کی صفت کے آخر میں الف کا لاحق کرنا ممتنع ہے بلکہ موصوف کے آخر میں لاحق کرنا واجب ہے جیسے وَازَیْدَاہُ الطَّوِیْلُ۔ البتہ مضاف اور مضاف الیہ میں الف کا

الحاق مضاف الیہ کے ساتھ ہوگا اسی لئے یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَاہْ جائز ہے اور وَازَیْدُ الطَّوِیْلَاہْ جائز نہیں ہے۔ لیکن اس میں امام یونس کا اختلاف ہے ان کے ہاں الف کو صفت کے آخر میں لاحق کرنا جائز ہے۔

اغراض جامی :۔ الحاق الالف: سے **شارح کی غرض** دو سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال (۱): ۔ وامتنع میں امتناع کی تخصیص وازیدن الطویلاہ کے ساتھ درست نہیں ہے کیونکہ جس طرح وازید الطویلاہ ممتنع ہے اسی طرح واعمرون الفاضلاہ بھی ممتنع ہے۔

سوال (۲): ۔ امتنع فعل ہے اور فاعل کا تقاضا کرتا ہے فاعل کیلئے مفرد ہونا ضروری ہے اور وازیدن الطویلاہ جملہ ہے لہذا یہ فاعل نہیں بن سکتا۔

جواب: ۔ امتنع کا فاعل الحاق الالف محذوف ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ مندوب کی صفت کے آخر میں الف کا الحاق منع ہے بلکہ موصوف کے ساتھ الحاق الف واجب ہے خواہ وہ کوئی بھی موصوف صفت ہو وازیدن الطویلاہ کے ساتھ تخصیص نہیں ہے اس کو صرف بطور تمثیل کے ذکر کیا جیسا کہ شارح جامی نے مثل کا لفظ بڑھا کر اس کی طرف اشارہ کیا ہے نیز الحاق الالف جو کہ فاعل محذوف ہے وہ مفرد ہے لہذا دونوں اشکال دفع ہو گئے (سوال باسولی ص ۳۲۹)

لان اتصاله : سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔ موصوف صفت اور مضاف مضاف الیہ کے درمیان فرق کی کیا وجہ ہے کہ اول کے ندبہ میں الف کا الحاق موصوف کے آخر میں ہوتا ہے اور ثانی میں مضاف الیہ کے آخر میں۔ نیز (۲) امتناع کی دلیل کا بیان بھی ہے۔ (۳) اور یونس نحوی کے قیاس کا رد بھی ہے۔ حاصل یہ ہے کہ موصوف کا اتصال اور ربط صفت کے ساتھ یہ اس اتصال کی طرح نہیں ہے جو مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان ہوتا ہے بلکہ مضاف مضاف الیہ کا اتصال شدید وقوی ہوتا ہے کیونکہ مضاف الیہ کو مضاف کی تتمیم و تکمیل کیلئے لایا جاتا ہے لہذا مضاف الیہ مضاف کے لئے بمنزلہ جز کے ہوتا ہے بخلاف صفت کے کہ اس کو موصوف کے تمام ہو جانے کے بعد موصوف کی تخصیص یا توضیح کے لئے لایا جاتا ہے نہ تکمیل کیلئے لہذا صفت موصوف کے لئے بمنزلہ جز کے نہیں ہوتا اور اس کا اتصال ناقص ہوتا ہے چونکہ مضاف الیہ بمنزلہ مضاف کی جزء کے ہوتا ہے اس لئے وہ دونوں بمنزلہ کلمہ واحدہ کے ہو نگے اسی وجہ سے مضاف الیہ کے آخر میں مندوب کے الف کو لاحق کر کے یا امیر المومنیناہ کہا جاتا ہے چونکہ صفت بمنزلہ موصوف کے جزو کے نہیں ہوتا اس لئے وہ دونوں علیحدہ اور مستقل کلمے شمار ہوتے ہیں اسی وجہ سے صفت کے آخر میں علامت مندب کو لاحق کر کے یا زیدن الطویلاہ کہنا جائز نہیں بلکہ موصوف کے آخر میں الف کا الحاق کر کے وازیداہ الطویل کہنا ضروری ہے بخلاف یونس نحوی کے وہ کہتا کہ مندوب کی صفت کے آخر میں علامت مندوب کو لاحق کرنا جائز ہے اس پر اس نے دو دلیلیں

قائم کیں ہیں۔ایک دلیل عقلی دوسری دلیل نقلی۔

لان اتصال : سے دلیل عقلی کا بیان ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ موصوف صفت کا آپس میں اتصال وربط اگر چہ لفظ کے اعتبار مضاف مضاف الیہ کے اتصال سے انقص ہے لیکن معنی کے لحاظ سے اکمل ہے کیونکہ موصوف صفت ذات کے اعتبار سے متحد دشے واحد ہوتے ہیں جیسا کہ مثال مذکور میں دیکھ لیجئے کہ زید اور طویل سے ایک ہی ذات مراد ہے بخلاف مضاف مضاف الیہ کے کہ وہ متحد بالذات نہیں ہوتے بلکہ ایک دوسرے کا غیر ہوتے ہیں تو جب مضاف الیہ کے آخر میں علامت مندوب کا الحاق جائز ہے حالانکہ وہ معنی کے اعتبار سے متغایر وایک دوسرے کا غیر ہیں تو صفت کے آخر میں بطریق اولی علامت مندوب کا الحاق جائز ہونا چاہئے جبکہ وہ دونوں معنی کے اعتبار سے ایک دوسرے کا عین ہوتے ہیں۔

وحکی یونس : سے دلیل نقلی کا بیان ہے۔کہ ایک دیہاتی کے دو پیالے گم ہو گئے تو اس نے ان پر ندبہ کرتے ہوئے کہا واجمجمتی الشامیتیناہ اس میں الشامیتیناہ یہ مندوب کی صفت ہے اور اس کے آخر میں الف کو لاحق کیا گیا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ مندوب کی صفت کے آخر میں الف کو لاحق کرنا جائز ہے۔

جواب دلیل اول : ۔نحوی کی نظر لفظ کی طرف ہوتی ہے نہ معنی کی طرف،لفظ کے اعتبار سے مضاف مضاف الیہ بمنزلہ کلمہ واحدہ کے اور موصوف صفت بمنزلہ کلمتین مستقلتین کے ہوتے ہیں اور اتصال الف لفظ کے ساتھ ہوتا ہے نہ کہ معنی کے ساتھ لہٰذا لفظ کا اعتبار ہوگا۔

جواب دلیل ثانی : ۔دیہاتی کا یہ قول شاذ اور غیر فصیح ہے لہٰذا یہ استدلال کے قابل نہیں ہے۔

والجمجمة القدح : سے شارح جامی کی غرض مصنف رحمہ اللہ پر رد کرنا ہے جنہوں نے شرح مفصل میں جمجمہ کا معنی قدح الرأس کر دیا بمعنی عظم الرأس سر کی ہڈی جو دماغ پر مشتمل ہوتی ہے۔تو شارح جامی نے جمجمہ کا معنی القدح کر کے مصنف پر رد کر دیا وجہ رد یہ ہے کہ اگر چہ جمجمہ بمعنی عظم الرأس بھی آتا ہے لیکن یہاں مراد نہیں ہو سکتا دو وجہ سے (۱) ایک تو اس وجہ سے کہ جمجمہ بمعنی عظم الرأس ہر انسان کیلئے جمجمہ واحدہ ہوتا ہے نہ کہ جمجمتین جبکہ یہاں تثنیہ ہے (۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ یہاں جمجمتین کی صفت الشامتیناہ لائی گئی ہے یہ بھی قرینہ ہے کہ یہاں پیالہ مراد ہے نہ کہ قدح الرأس ورنہ معنی ہوگا ہائے میرے دو شامی دماغ حالانکہ یہ معنی غلط ہے۔مصنف رحمہ اللہ کی طرف سے دو جواب دیئے گئے (۱) قدح الرأس سے مراد بھی پیالہ ہے نہ کہ عظم الرأس چونکہ بڑا پیالہ عام طور پر سر پر رکھ کر اٹھایا جاتا ہے اس لئے مصنف نے رأس کی طرف اضافت کر دی (۲) اصل میں مصنف کی عبارت قدح الکأس تھا اضافت بیانیہ تھی کاتب نے غلطی سے کأس کی بجائے رأس لکھ دیا فھو سھو من الکاتب لا من المؤلف رحمہ اللہ (سوال ہاسولی ص ۲۳۰)

حرف نداء کو حذف کرنا

وَيَجُوْزُ لِقِيَامِ قَرِيْنَةٍ حَذْفُ حَرْفِ النِّدَاءِ اِلَّا اِذَا كَانَ مُقَارِنًا مَعَ اِسْمِ الْجِنْسِ وَيَعْنِيْ بِهٖ مَا كَانَ نَكِرَةً

اور بوقت قیام قرینہ حرف نداء کو حذف کرنا جائز ہے مگر جب وہ اسم جنس کے ساتھ ملا ہوا ہو اسم جنس سے مصنف کی مراد وہ اسم ہے جو نداء سے پہلے نکرہ ہو

قَبْلَ النِّدَاءِ سَوَاءٌ تَعَرَّفَ بِالنِّدَاءِ كَيَا رَجُلُ اَوْ لَمْ يَتَعَرَّفْ مِثْلُ يَا رَجُلًا لِاَنَّ نِدَاءَهٗ لَمْ يَكْثُرْ كَثْرَةَ

خواہ ندا کے ساتھ معرفہ ہو جائے جیسے یا رجل یا معرفہ نہ ہو جیسے یا رجلا کیونکہ اس کی نداء علم کی نداء کی طرح کثیر نہیں ہے

نِدَاءِ الْعَلَمِ فَلَوْ حُذِفَ مِنْهُ حَرْفُ النِّدَاءِ لَمْ يَسْبِقِ الذِّهْنُ اِلٰى اَنَّهٗ مُنَادًى وَالْاِشَارَةِ اَيْ وَاِلَّا مَعَ اِسْمِ

پس اگر اس سے حرف نداء حذف کر دیا جائے تو ذہن اس بات کی طرف سبقت نہیں کرے گا کہ وہ منادی ہے اور اسم اشارہ یعنی اور مگر

الْاِشَارَةِ لِاَنَّهٗ كَاِسْمِ الْجِنْسِ فِي الْاِبْهَامِ وَالْمُسْتَغَاثِ وَالْمَنْدُوْبِ لِاَنَّ الْمَطْلُوْبَ الْمَقْصُوْدَ فِيْهِمَا

اسم اشارہ کے ساتھ اس لئے کہ وہ ابہام میں اسم جنس کی طرح ہے اور مستغاث اور مندوب اس لئے کہ ان دونوں میں مقصود

مَدُّ الصَّوْتِ وَتَطْوِيْلُ الْكَلَامِ وَالْحَذْفُ يُنَافِيْهِ فَبَقِيَ عَلٰى هٰذَا مِنَ الْمَعَارِفِ الَّتِيْ يَجُوْزُ فِيْهَا حَذْفُ

آواز کو کھینچنا اور کلام کو لمبا کرنا ہے اور حذف اس کے منافی ہے پس اس تفصیل پر ان معارف سے جن میں حرف نداء کو حذف کرنا جائز ہے

حَرْفِ النِّدَاءِ الْعَلَمُ سَوَاءٌ كَانَ مَعَ بَدَلٍ عَنْ حَرْفِ النِّدَاءِ كَلَفْظَةِ اللّٰهِ فَاِنَّهٗ لَا يُحْذَفُ مِنْهُ اِلَّا مَعَ

علم باقی رہ گیا ہے برابر ہے کہ وہ حذف حرف ندا سے بدل کے ساتھ ہو جیسے لفظ اللہ کیونکہ اس سے حرف نداء نہیں حذف کیا جاتا مگر

اِبْدَالِ الْمِيْمِ الْمُشَدَّدَةِ مِنْهُ نَحْوُ اَللّٰهُمَّ اَوْ بِغَيْرِ بَدَلٍ نَحْوُ يُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا اَيْ يَا يُوْسُفُ

میم مشددہ کو اس سے تبدیل کرنے کے ساتھ جیسے اللھم یا بغیر بدل کے جیسے يُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا یعنی يَا يُوْسُفُ

وَلَفْظَةُ اَيٍّ اِذَا وُصِفَ بِذِي اللَّامِ نَحْوُ اَيُّهَا الرَّجُلُ اَيْ يَا اَيُّهَا الرَّجُلُ اَوْ بِالْمَوْصُوْفِ بِذِي اللَّامِ

اور لفظ ای جب معرف باللام کے ساتھ موصوف کیا جائے جیسے ایہا الرجل یعنی یا ایہا الرجل یا (لفظ ای) معرف باللام کے موصوف کے ساتھ موصوف ہو

نحو اَيُّهٰذَا الرَّجُلُ اَيْ يَا اَيُّهٰذَا الرَّجُلُ فَلَا يَجُوْزُ الْحَذْفُ مِنْ اَيُّهٰذَا مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّتَّصِفَ هٰذَا بِذِي اللَّامِ

جیسے ایہذا الرجل یعنی یا ایہذا الرجل پس ای ھذا سے ھذا کے معرف باللام کے ساتھ متصف ہونے کے بغیر حرف ندا کو حذف کرنا جائز نہیں ہے

وَالْمُضَافُ اِلٰى اَيِّ مَعْرِفَةٍ كَانَتْ نَحْوُ غُلَامَ زَيْدٍ اِفْعَلْ كَذَا وَالْمَوْصُوْلَاتُ نَحْوُ مَنْ لَّا يَزَالُ

اور وہ منادی جو کسی بھی معرفہ کی طرف مضاف ہو جیسے غُلَامَ زَيْدٍ اِفْعَلْ كَذَا اور موصولات جیسے مَنْ لَّا يَزَالُ

مُحْسِنًا اَحْسِنْ اِلَیَّ وَاَمَّا الْمُضْمَرَاتُ فَشَذَّ نِدَاءُ هَا نَحْوُ یَا اَنْتَ وَیَا اِیَّاکَ

مُحْسِنًا اَحْسِنْ اِلَیَّ اور لیکن ضمائر کی نداء شاذ ہے جیسے یَا اَنْتَ وَیَا اِیَّاکَ

خلاصہ متن: ۔صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اگر کوئی قرینہ موجود ہو تو حرف نداء کو حذف کرنا جائز ہے لیکن جب حرف نداء اسم جنس یا اسم اشارہ یا مستغاث یا مندوب کے مقارن ہو تو اس کو حذف کرنا جائز نہیں ہے۔

اغراض جامی: ۔لقیام قرینۃ: سے ایک وہم کو دور کر دیا۔ وہ **وھم** یہ تھا کہ شاید حرف نداء کا حذف علی الاطلاق جائز ہے خواہ قرینہ ہو یا نہ جیسا کہ مصنف کی عبارت سے اطلاق مفہوم ہو رہا ہے تو لقیام قرینہ کہہ کر وہم کو دور کر دیا کہ حرف نداء کا حذف مطلقا جائز نہیں بلکہ اس وقت جائز ہے جب کوئی قرینہ پایا جائے۔

اذا کان مقارنا: سے شارح نے اشارہ کیا کہ مع اسم الجنس ظرف مستقر باعتبار متعلق کے خبر ہے کان محذوف کی۔

یعنی بہ: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔یارجل معرفہ ہے اور اسم جنس بھی نہیں ہے کیونکہ اس سے رجل معین مراد ہے جبکہ اسم جنس فرد مبہم پر دلالت کرتی ہے تو اس سے پہلے حرف ندا کا حذف جائز ہونا چاہئے حالانکہ جائز نہیں ہے۔

جواب: ۔اسم جنس سے مراد وہ اسم ہے جو ندا سے پہلے نکرہ ہو خواہ ندا کے بعد معرفہ ہو یا نہ معرفہ کی مثال جیسے یارجل نکرہ کی مثال جیسے یارجلاً۔ تو ایسے اسم جنس سے پہلے حرف ندا کو حذف کرنا جائز نہیں ہے۔

لان ندائہ: سے غرض وجہ عدم جواز کا بیان ہے کہ اسم جنس سے حرف نداء کو حذف کرنا اس لئے جائز نہیں ہے کہ اسم جنس کی ندا علم کی نداء کی طرح کثیر الوقوع نہیں لہذا اگر اسم جنس سے حرف نداء کو حذف کر دیا جائے تو ذہن اس کے منادی ہونے کی طرف سبقت نہیں کریگا تو مقصد فوت ہو جائے گا۔

ای والا مع اسم الاشارۃ: سے غرض بیان عطف ہے والاشارۃ کا عطف الجنس پر ہے۔

لانہ: میں اسم اشارہ سے حرف نداء کو حذف کرنے کے عدم جواز کی وجہ کا بیان ہے کہ اسم اشارہ سے حرف نداء کو حذف کرنا اس لئے جائز نہیں کہ اسم اشارہ ابہام میں اسم جنس کی طرح ہے تو جس طرح اسم جنس سے حرف ندا کو حذف کرنا جائز نہیں اسی طرح اسم اشارہ سے بھی حرف نداء کو حذف کرنا جائز نہیں۔

لان المطلوب: میں مستغاث اور مندوب سے حرف نداء کو حذف کرنے کے عدم جواز کی وجہ کا بیان ہے کہ مستغاث اور مندوب سے حرف نداء کو حذف کرنا اس لئے جائز نہیں ہے کہ ان دونوں میں درازی صوت اور تطویل مطلوب ہوتی ہے اور حذف اس کے منافی ہے۔

فیقی ھذا: میں ماقبل پر تفریع کا بیان ہے کہ جب اسم جنس اسم اشارہ اور مستغاث ور مندوب سے حرف ندا کو حذف کرنا جائز نہیں ہے تو وہ معارف جن سے حرف ندا کو حذف کرنا جائز ہے مندرجہ ذیل باقی رہ جائیں گے۔

(۱) منادی علم سے پہلے حرف نداء کو حذف کرنا جائز ہے پھر علم میں تعمیم ہے خواہ حرف نداء کو حذف کر کے اس کے عوض علم پر کسی چیز کو لایا جائے یا نہ لایا جائے اول کی مثال جیسے لفظ اَللّٰھُمَّ جب لفظ اللہ سے حرف نداء کو حذف کیا جاتا ہے تو اس کے عوض میم مشدد لا کر اَللّٰھُمَّ کہتے ہیں اور ثانی کی مثال یوسف اعرض عن ہذا اصل میں یا یوسف اعرض عن ہذا تھا یوسف سے پہلے حرف نداء کو حذف کیا گیا لیکن اس کے عوض کسی چیز کو نہیں لایا گیا۔

(۲) ولفظہ ایٌّ دوسرا معرفہ جس سے پہلے حرف نداء کو حذف کرنا جائز ہے وہ لفظ ایٌّ ہے خواہ اس کی صفت معرف باللام ہو یا ایسا اسم ہو جو موصوف ہو معرف باللام کے ساتھ جیسے ایھا الرجل اصل میں یا ایھا الرجل تھا اس میں حرف نداء کو حذف کر دیا گیا ہے کیونکہ ای کی صفت معرف باللام ہے اور دوسری مثال ایُّہذا الرجل اصل میں یا ایہذا الرجل تھا اس میں ہذا ایٌّ کی صفت ہے پھر وہ موصوف ہے الرجل معرف باللام کے ساتھ۔

(۳) تیسرا مقام وہ منادی جو مضاف ہو کسی معرفہ کی طرف جیسے غلام زید افعل کذا اصل میں یا غلام زید افعل تھا۔

چوتھا مقام جہاں حرف ندا کو حذف کرنا جائز ہے وہ موصولات ہیں جیسے من لایزال الخ اصل میں یا من لایزال تھا۔

اما المضمرات: میں شارح ایک وہم کو دور کر رہے ہیں۔ وہ وہم یہ تھا کی موصولات سے حرف ندا کو حذف کرنا اس لئے جائز ہے کہ وہ معرفہ ہیں تو مضمرات بھی تو معرفہ ہیں ان سے پہلے بھی حرف نداء کا حذف جائز ہونا چاہیے تو واما المضمرات سے وہم کو دور کر دیا کہ مضمرات کی ندا بہت شاذ و نادر ہے اس لئے ان سے پہلے حرف نداء کو حذف کرنا جائز نہیں ہے۔

حذف حرف نداء میں ایک سوال کا جواب

وَشَذَّ حَذْفُ حَرْفِ النِّدَاءِ مِنْ اِسْمِ الْجِنْسِ فِیْ اَصْبِحْ لَیْلُ اَیْ صِرْ صُبْحًا یَا لَیْلُ حُذِفَ حَرْفُ
اور اسم جنس سے حرف نداء کو حذف کرنا شاذ ہے اَصْبِحْ لَیْلُ میں یعنی صِرْ صُبْحًا یَا لَیْلُ، اللیل سے حرف نداء حذف کر دیا گیا ہے
النِّدَاءِ مِنَ اللَّیْلِ مَعَ اَنَّهُ اِسْمُ جِنْسٍ شُذُوْذًا قَالَتْهُ اِمْرَأَةُ اِمْرِئِ الْقَیْسِ حِیْنَ کَرِهَتْهُ وَفِیْ اِفْتَدِ
باوجودیکہ وہ اسم جنس ہے شاذ طریقے پر، اس لفظ کو امرء القیس کی بیوی نے اس وقت کہا جب اس نے اس کو ناپسند کیا اور افتد
مَخْنُوْقُ اَیْ یَا مَخْنُوْقُ قَالَهُ شَخْصٌ وَقَعَ فِی اللَّیْلِ عَلٰی نَائِمٍ مُسْتَلْقٍ فَخَنَقَهُ وَقَالَ اِفْتَدِ مَخْنُوْقُ
مَخْنُوْقُ میں یعنی یا مخنوق، اس کو اس شخص نے کہا جو رات کو ایک چت لیٹنے والے کے اوپر چڑھ گیا اور اس کا گلا دبایا اور کہا اے گلا دبائے ہوئے فدیہ دے

حُذِفَ حَرْفُ النِّدَاءِ عَنِ الْمَخْنُوْقِ مَعَ اَنَّهُ اِسْمُ جِنْسٍ شُذُوْذًا وَفِيْ اَطْرِقْ كَرَا اَيْ يَا كَرَوَانُ

مخنوق سے حرف نداء کو حذف کیا گیا ہے باوجود اس کے کہ وہ اسم جنس ہے شاذ کے طور پر اور اَطْرِقْ کَرَا میں یعنی یَا کَرَوَانُ

وَفِيْهِ شُذُوْذَانِ حَذْفُ حَرْفِ النِّدَاءِ مِنْ اِسْمِ الْجِنْسِ وَتَرْخِيْمُ غَيْرِ الْعَلَمِ قِيْلَ هِيَ رُقْيَةٌ يَصِيْدُوْنَ

اور اس میں دو شاذ ہیں (۱) حرف نداء کا اسم جنس سے حذف کرنا (۲) غیر علم کی ترخیم کرنا اور کہا گیا ہے کہ یہ ایک منتر ہے جس سے کروان پرندے کا شکار کرتے ہیں

بِهَا الْكَرَوَانَ وَيَقُوْلُوْنَ اَطْرِقْ كَرَا اَطْرِقْ كَرَا اِنَّ النَّعَامَةَ فِي الْقُرٰى فَيَسْكُنُ وَيُطْرِقُ حَتّٰى يُصَادَ

اور وہ کہتے ہیں اَطْرِقْ کَرَا اَطْرِقْ کَرَا اِنَّ النَّعَامَةَ فِي الْقُرٰى پس وہ ٹھہر جاتا ہے اور گردن جھکا لیتا ہے یہانتک کہ شکار کرلیا جاتا ہے

وَالْمَعْنٰى اَنَّ النَّعَامَةَ الَّذِيْ هُوَ اَكْبَرُ مِنْكَ قَدِ اصْطِيْدَ وَحُمِلَ اِلَى الْقُرٰى فَلَا تُخَلّٰى اَيْضًا

اور مطلب یہ ہے کہ بلاشبہ شتر مرغ جو تجھ سے بڑا ہے وہ شکار کیا جا چکا ہے اور بستی کی طرف لے جایا گیا ہے پس تجھے بھی نہیں چھوڑا جائے گا

خلاصہ متن:۔ اس عبارت میں صاحب کافیہ ایک سوال مقدر کا جواب دے رہے ہیں۔ جس کی تفصیل شرح میں ملاحظہ کریں۔

اغراض جامی:۔ عبارت بالا سے **ماتن کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ اور شارح اسی کی وضاحت کررہے ہیں۔ **سوال:۔** آپ کا یہ کہنا کہ اسم جنس سے حرف نداء کو حذف کرنا جائز نہیں یہ منقوض ہے اصبح لیل، افتد مخنوق، اطرق کرا کے ساتھ اس لئے کہ اصبح لیل میں لیل اسم جنس ہے اس سے پہلے حرف نداء کو حذف کیا گیا ہے اور افتد مخنوق میں مخنوق اسم جنس ہے اس سے حرف نداء کو حذف کیا گیا ہے اور اطرق کرا میں کرا اسم جنس ہے اس سے حرف نداء کو حذف کیا گیا ہے؟

جواب:۔ یہ ہے کہ یہ سب شاذ ہیں۔

<u>حذف حرف النداء:</u> سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ شذ ماضی مجہول ہے اور اصبح لیل اس کا نائب فاعل ہے حالانکہ اس کا نائب فاعل بننا درست نہیں ہے کیونکہ نائب فاعل اسم ہوتا ہے اور اسم مفرد کی قسم ہے جبکہ اصبح لیل جملہ ہے لہٰذا اس کا نائب فاعل بننا درست نہیں ہے۔

جواب:۔ شذ کا نائب فاعل اصبح لیل نہیں ہے بلکہ نائب فاعل محذوف ہے جو کہ حذف حرف النداء ہے اور وہ مفرد ہے لہٰذا اس کا نائب فاعل بننا درست ہے اور اصبح لیل سے پہلے فی مقدر ہے اور یہ شذ کیلئے ظرف ہے۔

<u>ای صر صبحا:</u> سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال:۔** اصبح کا ہمزہ تعدیہ کے لئے ہے جیسا کہ اکرم کا ہمزہ تعدیہ کے لئے ہے تو اس وقت معنی ہوگا اصبح یا لیل شیئا آخر ظاہر یہ ہے کہ یہ معنی درست نہیں ہے۔

جواب:۔ یہ ہمزہ صیرورت کیلئے ہے نہ کہ تعدیہ کیلئے، اصبح لیل کا معنی ہے صر صبحا یا لیل۔ (سوال کابلی ص ۲۱۱)

قالتہ امراۃ: سے بتلایا کہ یہ قول امراء القیس کی بیوی کا ہے یہ اس نے اس وقت کہا جب وہ اس کی صحبت سے تنگ آ گئی۔

افتد مخنوق: اصل میں افتدیا مخنوق تھا کہا جاتا ہے۔ سلیک بن سلکہ چت لیٹا ہوا تھا ایک چور نے اس کا گلا دبا دیا اور کہا افتد مخنوق کچھ مال دے دو تب چھوڑوں گا مخنوق سے حرف نداء کو شذوذ کے طریقے پر حذف کر دیا گیا باوجودیکہ یہ اسم جنس ہے۔

اطرق کرا: تیسری مثال: اصل میں یا کروان تھا شارح فرماتے ہیں اس میں دو شذوذ ہیں۔ (۱) اسم جنس سے حرف نداء کو حذف کرنا۔

(۲) غیر علم میں ترخیم کرنا۔ شارح اس مثال کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مشہور یہ ہے کہ یہ ایک منتر ہے جس کے ذریعے کروان پرندے کا شکار کیا جاتا ہے اور اسے کہا جاتا ہے اطرق کرا اطرق کرا ان النعامۃ فی القری اے کروان پرندے اپنا سر نیچے جھکا لے کیونکہ شتر مرغ بستی میں ہے مطلب یہ ہے کہ شتر مرغ جو تجھ سے بڑا ہے اس کا شکار کر لیا گیا ہے اور اس کو بستی میں پہنچا دیا گیا ہے تو بھی بچ کر نہیں جا سکے گا یہ سن کر وہ نیچے آ جاتا ہے اور شکار ہو جاتا ہے۔

حذف منادی

وَقَدْ يُحْذَفُ الْمُنَادٰى لِقِيَامِ قَرِيْنَةٍ جَوَازًا نَحْوُ اَلَا يَا اسْجُدُوْا بِتَخْفِيْفِ اَلَا عَلٰى اَنَّهٗ حَرْفُ
اور کبھی منادی کو قرینہ کی موجودگی میں جوازاً حذف کر دیا جاتا ہے جیسے الا یا اسجدوا الا کی تخفیف کے ساتھ اس بات پر کہ وہ حرف تنبیہ ہے
تَنْبِيْهٍ وَيَا حَرْفُ النِّدَاءِ اَيْ يَا قَوْمُ اسْجُدُوْا وَالْقَرِيْنَةُ اِمْتِنَاعُ دُخُوْلِ يَا عَلَى الْفِعْلِ بِخِلَافِ
اور یا حرف نداء ہے یعنی یا قوم اسجدوا اور قرینہ یا کا فعل پر دخول کا ممتنع ہونا ہے بخلاف
قِرَاءَةِ اَلَّا يَسْجُدُوْا بِتَشْدِيْدِ اللَّامِ لِاَنَّهٗ لَيْسَ مِنْ هٰذَا الْبَابِ فَاِنَّ اَنْ حِيْنَئِذٍ نَاصِبَةٌ لِلْمُضَارِعِ
الّا یسجدوا لام کی شد والی قراءۃ کے کہ وہ اس باب سے نہیں ہے کیونکہ اس وقت اَنْ مضارع کیلئے ناصب ہے
اُدْغِمَتْ نُوْنُهَا فِيْ لَامِ لَا وَيَسْجُدُوْا فِعْلٌ مُضَارِعٌ سَقَطَ نُوْنُهٗ بِالنَّصَبِ
اس کے نون کا لا کی لام میں ادغام کیا گیا ہے اور یسجدوا فعل مضارع ہے اس کا نون نصب کی وجہ سے گر گیا ہے۔

خلاصہ متن وتشریح: صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ کبھی بوقت قیام قرینہ منادی کو جوازی طور پر حذف کر دیا جاتا ہے جیسے الا یا اسْجُدُوْا۔ ہمزہ مفتوحہ اور لام کی تخفیف کے ساتھ کہ وہ حرف تنبیہ ہے اور یا حرف نداء ہے اور منادی محذوف ہے جو کہ قوم ہے اصل میں تھا الا یا قوم اسجدوا اور منادی کے حذف پر قرینہ یہ ہے کہ یا حرف نداء ہے اور حرف نداء فعل پر داخل نہیں ہو سکتا اس سے معلوم ہوا کہ منادی محذوف ہے بخلاف اس صورت کے کہ جب اس کو الا یسجدوا لام

کی تشدید کے ساتھ پڑھا جائے تو اس وقت یہ ہماری بحث سے خارج ہوگا۔ کیونکہ اس صورت۔ میں ان مصدر یہ فعل مضارع کے لئے ناصب ہوگا اَلّا اصل میں ان لا تھا نون کو لام کے قریب المخرج ہونے کی وجہ سے لام سے بدل دیا اور لام کا لام میں ادغام کر دیا تو الا ہو گیا اور یسجد وا فعل مضارع ہے جس کا نون ان ناصبہ کی وجہ سے حذف ہو گیا۔

حذف فعل کا مقام ثالث، ما اضمر عامله علی شریطة التفسیر

اَلثَّالِثُ مِنْ تِلْکَ الْمَوَاضِعِ الْاَرْبَعَةِ الَّتِیْ وَجَبَ حَذْفُ نَاصِبِ الْمَفْعُوْلِ بِهٖ فِیْهَا مَا اَیْ مَفْعُوْلٌ بِهٖ

تیسرا ان چار مواضع میں سے جن میں مفعول بہ کے ناصب کو حذف کرنا واجب ہے وہ ہے یعنی مفعول بہ ہے

اُضْمِرَ اَیْ قُدِّرَ عَامِلُهٗ النَّاصِبُ لَهٗ عَلٰی شَرِیْطَةِ التَّفْسِیْرِ اَلشَّرِیْطَةُ وَالشَّرْطُ وَاحِدٌ وَاِضَافَتُهَا اِلَی

پوشیدہ کیا گیا ہو یعنی اس کا عامل ناصب مقدر کیا گیا ہو تفسیر کی شرط پر، الشریطۃ اور الشرط ایک ہی ہیں اور اس کی اضافت

التَّفْسِیْرِ بَیَانِیَّةٌ اَیْ مَا اُضْمِرَ عَامِلُهٗ بِنَاءً عَلٰی شَرْطٍ هُوَ تَفْسِیْرُهٗ اَیْ تَفْسِیْرُ الْعَامِلِ بِمَا بَعْدَهٗ وَاِنَّمَا

تفسیر کی طرف بیانیہ ہے یعنی وہ مفعول بہ کہ اس کا عامل مقدر کیا گیا ہو ایک شرط کی بناء پر وہ شرط اس کی تفسیر ہے یعنی عامل کی تفسیر اس کے مابعد کے ساتھ

وَجَبَ حَذْفُهٗ حِیْنَئِذٍ اِحْتِرَازًا عَنِ الْجَمْعِ بَیْنَ الْمُفَسَّرِ وَالْمُفَسِّرِ وَهُوَ اَیْ مَا اُضْمِرَ عَامِلُهٗ عَلٰی

اور اس وقت اس عامل کا حذف واجب ہے مفسَّر اور مفسِّر کے اجتماع سے بچنے کیلئے اور وہ یعنی ما اضمر عامله علی شریطۃ التفسیر

شَرِیْطَةِ التَّفْسِیْرِ کُلُّ اِسْمٍ بَعْدَهٗ فِعْلٌ اَوْ شِبْهُهٗ اِحْتَرَزَ بِهٖ عَنْ نَحْوِ زَیْدٌ اَبُوْکَ وَلَا یُرِیْدُ بِهٖ اَنْ یَلِیَهٗ

ہر وہ اسم ہے جس کے بعد فعل یا شبہ فعل ہو اس قید سے مصنف رحمہ اللہ نے زَیْدٌ اَبُوْکَ کی مثل سے احتراز کیا ہے اور اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ

الْفِعْلُ اَوْ شِبْهُهٗ مُتَّصِلًا بِهٖ بَلْ اَنْ یَّکُوْنَ الْفِعْلُ اَوْ شِبْهُهٗ جُزْءَ الْکَلَامِ الَّذِیْ بَعْدَهٗ نَحْوُ زَیْدًا عَمْرٌو

وہ فعل یا شبہ فعل اس کے متصل ہو بلکہ مراد یہ ہے کہ وہ فعل یا شبہ فعل اس کلام کا جز ہو جو اس کے بعد ہے جیسے زَیْدًا عَمْرٌو ضَرَبَهٗ

ضَرَبَهٗ وَزَیْدًا اَنْتَ ضَارِبُهٗ مُشْتَغِلٌ ذٰلِکَ الْفِعْلُ اَوْ شِبْهُهٗ عَنْهُ اَیْ عَنِ الْعَمَلِ فِیْ ذٰلِکَ الْاِسْمِ

اور زَیْدًا اَنْتَ ضَارِبُهٗ اعراض کرنے والا ہو وہ فعل یا شبہ فعل اس سے یعنی اس اسم میں عمل کرنے سے

بِضَمِیْرِهٖ اَیْ بِالْعَمَلِ فِیْ ضَمِیْرِهٖ اَوْ فِیْ مُتَعَلَّقِهٖ اَیْ مُتَعَلَّقِ ذٰلِکَ الْاِسْمِ اَوْ مُتَعَلَّقِ ضَمِیْرٍ وَحَاصِلُهٗ اَنْ

اس کی ضمیر کے ساتھ یعنی اس کی ضمیر میں یا اس کے متعلق میں یعنی اس اسم کے متعلق میں یا ضمیر کے متعلق میں عمل کرنے کے ساتھ اور اس کا حاصل یہ ہے کہ

یَّکُوْنَ الْفِعْلُ اَوْ شِبْهُهٗ مُشْتَغِلًا بِالْعَمَلِ فِیْ ضَمِیْرِ ذٰلِکَ الْاِسْمِ اَوْ مُتَعَلَّقِهٖ فَارِغًا عَنِ الْعَمَلِ فِیْهِ

فعل یا شبہ فعل اس اسم کی ضمیر یا اس کے متعلق میں عمل کرنے کے ساتھ مشغول ہو درانحالیکہ وہ اس اسم میں عمل کرنے سے فارغ ہو

بِسَبَبِ ذٰلِکَ الْاِشْتِغَالِ لَا بِسَبَبٍ آخَرَ بِحَیْثُ لَوْ سُلِّطَ بِمُجَرَّدِ رَفْعِ ذٰلِکَ الْاِشْتِغَالِ عَلَیْهِ اَیْ

اس مشغولیت کے سبب سے نہ کسی اور سبب سے اس حیثیت سے کہ اگر مسلط کیا جائے محض اس مشغولیت کو ختم کر کے اس پر یعنی اس اسم پر

عَلٰی ذٰلِکَ الْاِسْمِ هُوَ اَیْ اَحَدُ الْاَمْرَیْنِ الْفِعْلُ اَوْ شِبْهُهٗ بِعَیْنِهٖ اَوْ مُنَاسِبُهٗ اَیْ مَایُنَاسِبُهٗ بِالتَّرَادُفِ اَوِ

وہ یعنی دو امروں میں سے ایک، فعل یا شبہ فعل بعینہ یا اس کا مناسب یعنی وہ فعل جو اس کے مناسب ہے ترادف کے اعتبار سے یا

اللُّزُوْمِ لَنَصَبَهٗ اَیْ لَنَصَبَ اَحَدُ هٰذَیْنِ الْاَمْرَیْنِ الْاِسْمَ بِالْمَفْعُوْلِیَّةِ کَمَا هُوَ الظَّاهِرُ الْمُتَبَادِرُ فَبِقَیْدِ

لزوم کے اعتبار سے تو وہ اس کو نصب دے سکے، یعنی ان دو امروں میں ایک اسم کو مفعولیت کی وجہ سے نصب دے سکے جیسا کہ وہ ظاہر اور متبادر ہے

الْاِشْتِغَالِ بِالضَّمِیْرِ اَوْ مُتَعَلِّقِهٖ خَرَجَ نَحْوُ زَیْدًا ضَرَبْتُ وَبِقَیْدِ الْفَرَاغِ عَنِ الْعَمَلِ فِیْهِ بِمُجَرَّدِ ذٰلِکَ

پس ضمیر یا اس کے متعلق کے ساتھ اشتغال کی قید سے زَیْدًا ضَرَبْتُ کی مثل خارج ہو گیا اور فراغ عن العمل فیہ بمجرد ذلک الاشتغال کی

الْاِشْتِغَالِ خَرَجَ نَحْوُ زَیْدٌ ضَرَبْتُهٗ فَاِنَّ الْمَانِعَ عَنْ عَمَلِ ضَرَبْتُهٗ فِیْ زَیْدٍ لَیْسَ بِمُجَرَّدِ اِشْتِغَالِهٖ

قید سے زَیْدٌ ضَرَبْتُهٗ کی مثل خارج ہو گیا کیونکہ ضربتہ کے زید میں عمل کرنے سے مانع محض اس کا ضمیر کے ساتھ اشتغال نہیں ہے

بِضَمِیْرِهٖ فَاِنَّ عَمَلَ مَعْنَی الْاِبْتِدَاءِ فِیْهِ وَرَفْعَهٗ اِیَّاهُ اَیْضًا مَانِعٌ عَنْ ذٰلِکَ وَبِقَیْدِ النَّصْبِ بِالْمَفْعُوْلِیَّةِ

کیونکہ اس میں ابتداء کے معنی کا عمل اور اس ابتداء کا رفع دینا بھی اس سے مانع ہے اور مفعولیت کے ساتھ نصب دینے کی قید سے

خَرَجَ خَبَرُ کَانَ فِیْ نَحْوِ زَیْدًا کُنْتُ اِیَّاهُ

کان کی خبر زَیْدًا کُنْتُ اِیَّاهُ کی مثل میں خارج ہو گئی۔

خلاصہ متن: ۔وہ مواضع اربعہ جن میں مفعول بہ کے عامل ناصب کو حذف کرنا واجب ہے ان میں سے تیسرا مقام ما اضمر عاملہ علی شریطۃ التفسیر ہے۔اس کی تعریف یہ ہے "ما اضمر عاملہ ہر وہ اسم ہے جس کے بعد فعل یا شبہ فعل ہو اور وہ فعل یا شبہ فعل اس اسم سے اعراض کر کے اس کی ضمیر یا اس کے متعلق میں عمل کر رہا ہو اس حیثیت سے کہ اگر اس فعل یا شبہ فعل کو یا اس کے مناسب مرادف کو یا مناسب لازم کو اس اسم پر مقدم کر دیا جائے تو وہ اس کو مفعولیت کی بناء پر نصب دے سکے"۔

اغراض جامی: ۔ <u>من تلک:</u> سے شارح جامی اس بات کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ الثالث پر الف لام عہد کا ہے اور مراد یہ ہے کہ وہ مواضع اربعہ جن میں مفعول بہ کے عامل ناصب کو حذف کرنا واجب ہے ان میں سے تیسری جگہ ما اضمر عاملہ علی شریطۃ التفسیر ہے۔

<u>ای مفعول به:</u> سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔ ما سے متبادر الی الذہن ما موصولہ ہے جو کہ معرفہ ہے جب مبتدا خبر دونوں معرفہ ہوں تو ضمیر فصل لانا ضروری ہوتا ہے تا کہ خبر اور نعت میں امتیاز ہو جائے لہذا یہاں ضمیر فصل ہونی چاہئے تھی الثالث ہو ما ہونا چاہئے تھا۔

جواب: ۔ شارح ای مفعول بہ نکرہ نکال کر جواب دے رہے ہیں کہ ما موصوفہ ہے جو کہ نکرہ ہوتا ہے اس لئے ضمیر فصل لانا ضروری نہیں ہے۔

اي قدر: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔ مصنف کی عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ضمیر بھی عامل ہوتی ہے حالانکہ اس کا کوئی قائل نہیں ہے؟

جواب: ۔ یہاں اضمار سے اس کا معنی لغوی اخفاء و ستر مراد ہے اصطلاحی ضمیر مراد نہیں ہے۔

الناصب له: سے شارح نے اشارہ کیا کہ عامل کی اضافت ضمیر کی طرف عہد کے لئے ہے اس سے خاص عامل ناصب مراد ہے

الشريطة والشرط واحد: سے **شارح کی غرض** تین سوالوں کا جواب دینا ہے۔

سوال (۱): ۔ شریطہ فعیلۃ کا وزن ہے جو کہ مفعول کے معنی میں ہوتا ہے تو شریطہ مشروط کے معنی میں ہوگا اور معنی یہ ہوگا وہ مفعول بہ جس کا عامل مقدر کیا گیا ہو تفسیر کے مشروط پر یہ معنی مقام کے مناسب نہیں۔

سوال (۲): ۔ شریطہ کا معنی علامت ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے اشراط الساعۃ یعنی علاماتہا یہ معنی بھی مقام کے مناسب نہیں ہے۔

سوال (۳): ۔ مصنف نے باقی نحویوں کی مخالفت کیوں کی ہے حالانکہ دیگر نحوی اس قسم کا نام ما اضمر عاملہ علی شرط التفسیر رکھتے ہیں ماتن نے شرط کی بجائے شریطہ کیوں کہا؟

جواب: ۔ شارح نے تینوں سوالوں کا جواب دیا کہ یہاں شریطہ شرط کے معنی میں ہے دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے لہذا تینوں سوالات رفع ہو گئے (سوال کابلی ص ۲۱۲، سوال باسولی ص ۳۳۳)

واضافتها الى التفسير بيانية: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔ شریطۃ التفسیر ترکیب اضافی ہے اور اس میں مضاف مضاف الیہ کے درمیان تغایر ہوتا ہے اور یہاں تغایر نہیں ہے؟

جواب: ۔ شریطہ کی تفسیر کی طرف اضافت اضافت بیانیہ ہے اس میں تغایر شرط نہیں ہے البتہ اضافت کی دیگر اقسام میں تغایر ضروری ہوتا ہے۔

اي ما اضمر عامله: میں حاصل معنی کا بیان ہے۔

بناء: میں اشارہ کیا کہ متن میں کلمہ علی بنائیہ ہے نیز اشارہ کیا کہ علی شریطۃ التفسیر باعتبار متعلق بناءً کے مفعول لہ ہے ما اضمر کیلئے۔

اي تفسير العامل: میں اشارہ کیا کہ التفسیر پر الف لام مضاف الیہ (عامل) کے عوض میں ہے اب معنی یہ ہوگا کہ وہ مفعول بہ

جس کا عامل مقدر کیا گیا ہو ایک شرط کی بناء پر اور وہ شرط اس کی تفسیر یعنی عامل کی تفسیر ہے اس کے مابعد کے ساتھ۔

وانما وجب : سے شارح ما اضمر عاملہ میں مفعول بہ کے عامل ناصب کو حذف کرنے کے وجوب کی وجہ کو بیان کر رہے ہیں کہ عامل کو حذف کرنا اسلئے واجب ہے کہ اگر اس کو حذف نہ کریں تو مفسِّر اور مفسَّر کا اجتماع لازم آئے گا اور وہ جائز نہیں ہے۔

ای ما اضمر : سے ہو ضمیر کے مرجع کو متعین کیا کہ ہو ضمیر کا مرجع ما اضمر ہے۔

واحترز : میں بعدہ فعل اوشبہہ کی قید کے فائدے کو بیان کیا کہ یہ قید احترازی ہے اس سے احتراز ہے زید ابوک کی مثل سے اس لئے کہ اس میں زید کے بعد فعل یا شبہ فعل نہیں۔

ولا یرد : سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔**سوال** :۔ ما اضمر عاملہ کی تعریف جامع نہیں اس لئے کہ یہ اس زید پر صادق نہیں آتی جو زید اعمرو ضربہ اور زید انت ضاربہ میں واقع ہے کیونکہ اس کے بعد فعل یا شبہ فعل نہیں ہے بلکہ اس کے بعد اسم واقع ہے وہ عمرو اور انت ہے حالانکہ یہ دونوں مثالیں بھی ما اضمر عاملہ کے قبیل سے ہیں۔

جواب :۔ بعدہ فعل اوشبہہ سے یہ مراد نہیں ہے کہ وہ فعل یا شبہ فعل اس اسم کے متصل ہو بلکہ اس سے مراد یہ ہے اس اسم کے بعد جو کلام واقع ہے فعل یا شبہ فعل اس کا جزء ہو اور زید اعمرو ضربہ اور زید انت ضاربہ میں بھی زید کے بعد جو کلام واقع ہے فعل یا شبہ فعل اس کا جزء ہے۔

ذلک الفعل : سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔**سوال** :۔ ضمیر اور اس کے مرجع میں مطابقت ضروری ہوتی ہے اور یہاں مطابقت نہیں ہے اس لئے کہ ضمیر واحد کی ہے اور مرجع دو چیزیں (فعل اور شبہ فعل) ہیں۔

جواب :۔ ضمیر کا مرجع احد الامرین ہے جیسا کہ کلمہ اَوْ سے سمجھا جا رہا ہے۔

عن العمل : سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال :۔ اشتغال اور فراغ عمل سے ہوتا ہے نہ کہ اسم سے اور عنہ اور بضمیرہ کی ضمیر کا مرجع تو اسم ہے تو یہ کیسے درست ہے۔

جواب :۔ ضمیر کا مرجع عمل ہے اور اسم کو ضمیر کا مرجع بنانا ادنی ملابست کی وجہ سے ہے وہ ادنی ملابست یہ ہے کہ اسم عمل کے اثر کا مظہر و محل ہوتا ہے (سوال کابلی ص ۳۱۲)

ای متعلق : میں بیان مرجع ہے۔اشارہ کیا کہ متعلقہ کی ضمیر کے مرجع میں اختیار ہے خواہ اس کا مرجع اسم کو بنائیں یا ضمیر کو۔ دونوں درست ہیں، یعنی انت مخیر بین ان الضمیر ترجع الی الاسم او ترجع الی ضمیر ذلک الاسم اذ ما لهما واحد (سوال باسولی ص ۳۴۴)

وحاصله : سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔ یہاں اشتغال کا معنی حقیقی مراد ہے یا معنی مجازی فراغ مراد ہے یا دونوں ہیں اگر معنی حقیقی مراد ہو تو باء کو اس کا صلہ بنانا صحیح ہے لیکن عن کو صلہ بنانا درست نہیں۔ اگر مجازی معنی فراغ مراد ہو تو عن کو صلہ بنانا درست باء کو بنانا درست نہیں ہے۔ اگر دونوں مراد ہوں تو جمع بین الحقیقۃ والمجاز ہے اور وہ جائز نہیں۔

جواب: ۔ یہاں اشتغال کا معنی حقیقی مراد ہے باقی رہا یہ سوال کہ اس صورت میں عن کو اس کا صلہ بنانا صحیح نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ عن مشتغلاً کا صلہ ہے لیکن مشتغلاً متضمن ہے فارغاً کے معنی کو گویا یہاں صنعت تضمین کو اختیار کیا جائے گا صنعت تضمین کا مطلب ہے ایک فعل شبہ فعل سے دوسرے فعل یا شبہ فعل کا معنی مراد لے لیا جائے یہاں بھی اشتغال سے فراغ کا معنی مراد لیا گیا ہے (سوال کا ملی بتغیر یسیر ص ۲۱۲) تقدیر عبارت یوں ہوگی **مشتغل بضمیرہ او متعلقہ حال کونہ فارغا عن العمل فی ذلک الاسم.**

<u>بسبب ذلک الاشتغال لا بسبب اٰخر</u>: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔ ما اضمر عاملہ کی تعریف منقوض ہے زیداً ھل ضربتہ کے ساتھ یہاں ضربت زیداً سے اعراض کر کے اس کی ضمیر میں عمل کر رہا ہے لیکن اگر اس کو زید پر مسلط کیا جائے تو وہ زید کو نصب نہیں دے سکتا۔

جواب: ۔ مراد یہ ہے کہ فعل یا شبہ فعل کا اس اسم میں عمل کرنے سے اعراض وفراغ فقط اسی اشتغال کے سبب سے ہو نہ کہ کسی اور سبب سے جبکہ زیداً ھل ضربتہ میں ضربت کا اعراض وفراغ عن العمل صرف اشتغال بالضمیر کے سبب سے نہیں ہے بلکہ یہاں اعراض کا سبب ھل استفہامیہ ہے کیونکہ استفہام کا مابعد اپنے ماقبل میں عمل نہیں کر سکتا۔

<u>بحیث لو سلط</u>: بحیث کا اضافہ کر کے شارح یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ جملہ شرطیہ لو سلط قید احترازی ہے **زید ذھب بہ** سے احتراز ہے۔

<u>بمجرد رفع ذلک الاشتغال</u>: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔ ما اضمر عاملہ کی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں اس لئے کہ یہ اس زید پر صادق آتی ہے جو زید ضربتہ میں واقع ہے کیونکہ وہ اسم ہے اور اس کے بعد ایسا فعل واقع ہے جو اس اسم کی ضمیر میں عمل کرنے کی وجہ سے خود اسم میں عمل کرنے سے اعراض کر رہا ہے اور وہ فعل اس حیثیت سے ہے کہ اگر اس کو زید پر مسلط کر دیا جائے تو وہ اس کو مفعولیت کی بناء پر نصب دے حالانکہ وہ ما اضمر عاملہ کے باب سے نہیں ہے؟

جواب: ۔ مراد یہ ہے کہ فعل کے اسم میں عمل کرنے سے مانع فقط فعل کا ضمیر اسم یا متعلق اسم میں عمل کرنے کے ساتھ مشغول ہونا ہو کوئی اور مانع نہ ہو اور اگر اشتغال کو رفع کر دیا جائے تو اسم کو مفعولیت کی بناء پر نصب دے سکے اور مثال مذکور میں ایک اور

مانع بھی پایا جاتا ہے وہ زید کا مرفوع بالا بتداء ہونا ہے۔

اي علی ذلک الاسم: سے علیہ کی ضمیر کے مرجع کو متعین کیا۔

هو اي احد الامرين: سے شارح کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ راجع مرجع میں مطابقت نہیں ہے ہو ضمیر واحد اور مرجع فعل شبہ فعل دو چیزیں ہیں۔

جواب:۔ مرجع احد الامرین ہے جو کہ کلمہ او سے سمجھا جارہا ہے۔

الفعل او شبهه: سے احد الامرین کا مصداق بیان کیا۔

اي ما يناسبه بالترادف و اللزوم: سے ایک وہم کو دور کر دیا وہ **وھم** یہ تھا کہ شاید مناسب سے مراد فقط مناسب مرادف ہو کیونکہ یہی مشہور و متبادر الی الذہن ہوتا ہے تو یہاں سے وہم کو دور کر دیا کہ مناسب سے مراد مناسب لازم اور مرادف دونوں ہیں۔

اي لنصب احد هذين الامرين: سے نصب کی ہو ضمیر مستتر کا مرجع بیان کیا اور الاسم سے لنصبہ کی ہ ضمیر بارز منصوب کا مرجع بیان کیا۔

بالمفعولية: کی قید کی وجہ آگے خود شارح جامی ذکر فرمارہے ہیں۔

فـــــوائـــــد: میں فوائد قیود کا بیان ہے کہ (۱) اشتغال بالضمیر اور متعلقہ کی قید سے زید ضربت کی مثل خارج ہو گیا اس لئے کہ اس میں زید کے بعد جو فعل واقع ہے وہ زید کی ضمیر یا متعلق میں عمل کرنے کے ساتھ مشغول نہیں۔ بـمـجـرد ذالک الاشتغال اس قید سے زید ضربتہ کی مثل خارج ہو گیا اس لئے کہ زید میں ضربتہ کے عمل کرنے سے مانع محض فعل کا زید کی ضمیر کے ساتھ مشغول ہونا نہیں ہے بلکہ زید میں معنی ابتداء کا عمل کرنا اور اس کو ابتداء کی بناء پر رفع دینا بھی مانع ہے۔ بالمفعولية کی قید سے کان کی خبر خارج ہو گئی جو کہ زید کنت ایاہ میں واقع ہے کیونکہ زید اگرچہ اسم ہے اور اس کے بعد ایسا فعل ہے جو ضمیر میں عمل کرنے کی وجہ سے خود اس میں عمل کرنے سے اعراض کر رہا ہے اور وہ فعل اس حیثیت سے ہے کہ اگر اس کو اس پر مسلط کر دیا جائے تو اس کو نصب دے گا لیکن یہ نصب مفعولیت کی بناء پر نہیں بلکہ کان کی خبر کی بناء پر ہو گی اس لئے اس کو ما اضمر نہیں کہیں گے۔

ما اضمر عامله کی صُوَر اربعه

وَهٰهُنَا صُوَرٌ اَرْبَعٌ اِحْدٰهَا اِشْتِغَالُ الْفِعْلِ بِالضَّمِيْرِ مَعَ تَقْدِيْرِ تَسْلِيْطِهٖ بِعَيْنِهٖ
اور یہاں چار صورتیں ہیں ان میں سے ایک فعل کا ضمیر کے ساتھ مشغول ہونا اس فعل کے بعینہ مسلط کرنے کی صورت میں
وَالثَّانِيَةُ اِشْتِغَالُهٗ بِالضَّمِيْرِ مَعَ تَقْدِيْرِ تَسْلِيْطِ مَا يُنَاسِبُ الْفِعْلَ بِالتَّرَادُفِ وَالثَّالِثَةُ اِشْتِغَالُ
اور دوسری صورت اس کا ضمیر کے ساتھ مشغول ہونا اس فعل کے مسلط کرنے کی صورت میں جو فعل کے ساتھ مترادف ہونے کی وجہ سے مناسبت رکھتا ہے فعل کا

الْفِعْلِ بِالضَّمِيْرِ مَعَ تَقْدِيْرِ تَسْلِيْطِ مَا يُنَاسِبُ الْفِعْلَ بِاللُّزُوْمِ وَالرَّابِعَةُ اِشْتِغَالُ الْفِعْلِ

ضمیر کے ساتھ مشغول ہونا اس فعل کے مسلط کرنے کی صورت میں جو فعل کے ساتھ لزوم کی وجہ سے مناسبت رکھتا ہے اور چوتھی صورت فعل کا متعلق

بِالْمُتَعَلِّقِ وَلَا يُتَصَوَّرُ حِيْنَئِذٍ اِلَّا تَقْدِيْرُ تَسْلِيْطِ الْفِعْلِ الْمُنَاسِبِ بِاللُّزُوْمِ وَلِهٰذَا اَوْرَدَ الْمُصَنِّفُ اَرْبَعَةَ

کے ساتھ مشغول ہونا ہے، اور اس وقت فعل کے مناسب لازم کو مسلط کرنے کی صورت کے علاوہ کوئی صورت متصور نہیں ہو سکتی اور اسی وجہ سے مصنف نے چار

اَمْثِلَةٍ ثَلٰثَةٌ مِنْهَا لِلْمُشْتَغِلِ بِالضَّمِيْرِ بِاَقْسَامِهِ الثَّلٰثَةِ وَوَاحِدٌ لِلْمُشْتَغِلِ بِالْمُتَعَلِّقِ وَالْاَحْسَنُ فِيْ تَرْتِيْبِهَا ح

مثالیں ذکر کی ہیں، ان میں سے تین مثالیں ضمیر کے ساتھ مشغول ہونے کی ہیں اپنی تینوں اقسام کے ساتھ، اور ایک متعلق کے ساتھ مشغول ہونے کی ہے

تَاخِيْرُ مِثَالِ الْمُشْتَغِلِ بِالْمُتَعَلِّقِ كَمَا لَا يَخْفٰى وَجْهُهٗ مِثْلُ زَيْدًا ضَرَبْتُهٗ مِثَالُ الْفِعْلِ الْمُشْتَغِلِ

اور اس وقت ان مثالوں کی ترتیب میں زیادہ بہتر متعلق کے ساتھ مشغول ہونے والے کی مثال کو مؤخر کرنا تھا، جیسا کہ اس کی وجہ مخفی نہیں ہے، جیسے زیداً ضربتہ

بِالضَّمِيْرِ مَعَ تَقْدِيْرِ تَسْلِيْطِهٖ بِعَيْنِهٖ وَزَيْدًا مَرَرْتُ بِهٖ مِثَالُ الْفِعْلِ الْمُشْتَغِلِ بِالضَّمِيْرِ مَعَ تَقْدِيْرِ تَسْلِيْطِ

اس فعل کی مثال ہے جو ضمیر کے ساتھ مشغول ہو بعینہ اس فعل کو مسلط کرنے کی صورت میں اور زیداً مررت بہ یہ اس فعل کی مثال ہے جو ضمیر کے ساتھ مشغول

مَا يُنَاسِبُهٗ بِالتَّرَادُفِ فَاِنَّ مَرَرْتُ بَعْدَ تَعْدِيَتِهٖ بِالْبَاءِ مُرَادِفٌ لِجَاوَزْتُ وَزَيْدًا ضَرَبْتُ غُلَامَهٗ مِثَالُ

ہو اس فعل کو مسلط کرنے کی تقدیر کے ساتھ جو اس کے مناسب ہے ترادف کے ساتھ کیونکہ مَرَرْتُ باء کے ساتھ متعدی ہونے کے بعد جاوَزْتُ کا مرادف ہے اور زیداً ضربت غلامہ یہ اس فعل کی مثال ہے

الْفِعْلِ الْمُشْتَغِلِ بِالْمُتَعَلِّقِ مَعَ تَقْدِيْرِ تَسْلِيْطِ الْفِعْلِ الْمُنَاسِبِ بِاللُّزُوْمِ وَزَيْدًا حُبِسْتُ عَلَيْهِ مِثَالُ

جو متعلق کے ساتھ مشغول ہو فعل کے مسلط کرنے کی تقدیر کے ساتھ جو لزوم کی وجہ سے مناسب ہے اور زیداً حبست علیہ یہ اس فعل کی مثال ہے

الْفِعْلِ الْمُشْتَغِلِ بِالضَّمِيْرِ مَعَ تَقْدِيْرِ تَسْلِيْطِ مَا يُنَاسِبُهٗ بِاللُّزُوْمِ فَاِنَّ حَبْسَ الشَّيْءِ عَلَى الشَّيْءِ تَلْزَمُهٗ

جو ضمیر کے ساتھ مشغول ہو اس فعل کے مسلط کرنے کے ساتھ جو فعل مفسر کے ساتھ لزوم کی وجہ سے مناسبت رکھتا ہے، اس لیے کہ ایک شے کا دوسری شے پر حبس

مُلَابَسَتُهٗ لِلْمَحْبُوْسِ عَلَيْهِ، يُنْصَبُ زَيْدٌ فِيْ هٰذِهِ الْاَمْثِلَةِ بِفِعْلٍ مُضْمَرٍ يُفَسِّرُهٗ مَا بَعْدَهٗ اَيْ ضَرَبْتُ

اس کو لازم ہے شے اول کی مناسبت محبوس علیہ کیلئے، زید کو ان مثالوں میں نصب دیا جائے گا فعل مقدر کی وجہ سے جس کی مابعد یعنی ضربت تفسیر کر رہا ہے

يَعْنِيْ اَنَّ الْفِعْلَ الْمُفَسَّرَ النَّاصِبَ لِزَيْدًا فِيْ زَيْدًا ضَرَبْتُهٗ ضَرَبْتُ الْمُقَدَّرُ فَاِنَّ الْاَصْلَ فِيْهِ ضَرَبْتُ

یعنی کہ فعل مفسر جو کہ زیداً ضربتہ میں زیداً کے لیے ناصب ہے وہ ضربت مقدر ہے کیونکہ اس میں اصل ضربت

زَيْدًا ضَرَبْتُهٗ اُضْمِرَ ضَرَبْتُ الْاَوَّلُ لِوُجُوْدِ مُفَسِّرِهٖ اَعْنِیْ ضَرَبْتُ الثَّانِیَ وَعَلٰی هٰذَا الْقِيَاسِ جاوَزْتُ

زیدا ضربتہ ہے ضربت اول کو وجود مفسّر یعنی ضربت ثانی کے موجود ہونے کی وجہ سے مقدر کیا گیا اور اسی قیاس پر جاوزت ہے

فَاِنَّهٗ مُفَسَّرٌ بِمَا يُرَادِفُهٗ اَعْنِیْ مَرَرْتُ بِهٖ وَاَهَنْتُ فَاِنَّهٗ مُفَسَّرٌ بِمَا يَسْتَلْزِمُهٗ اَعْنِیْ ضَرَبْتُ غُلَامَهٗ

کہ وہ اس فعل سے مفسّر ہے جو اس کا مترادف ہے یعنی مررت بہ اور اھنت کہ یہ اس فعل سے مفسّر ہے جو اس کی اہانت کو مستلزم ہے یعنی ضربت غلامہ

فَاِنَّ ضَرْبَ الْغُلَامِ يَسْتَلْزِمُ اِهَانَةَ سَيِّدِهٖ وَلَابَسْتُ فَاِنَّهٗ مُفَسَّرٌ بِمَا يَسْتَلْزِمُهٗ اَعْنِیْ حُبِسْتُ عَلَيْهِ

کیونکہ غلام کو مارنا یہ اس کے سردار کی اہانت کو لازم کر پکڑتا ہے اور لابست کیونکہ یہ اس فعل کے ساتھ مفسّر ہے جو اس کو مستلزم ہے یعنی حُبِسْتُ عَلَيْهِ

اغراض جامی :۔ یہاں سے شارح ماضمر عاملہ کی چار صورتیں ذکر کر کے ماتن کی بیان کردہ مثالوں کی وضاحت کر رہے ہیں۔

وههنا صور اربع احدها اشتغال سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔**سوال :۔** مثال سے مقصود ممثل لہ کی وضاحت ہوتی ہے اور وضاحت کیلئے ایک مثال بھی کافی ہوتی ہے مصنف رحمہ اللہ نے چار مثالیں کیوں ذکر کیں۔

جواب :۔ دراصل ماضمر عاملہ کی چار صورتیں ہیں جن کو شارح بالترتیب ذکر فرما رہے ہیں (۱) فعل ضمیر اسم میں عمل کر رہا ہو اور بعینہٖ فعل کو اس اسم پر مقدم کر دیا جائے (۲) فعل ضمیر اسم میں عمل کر رہا ہو اور فعل کے مناسب مرادف کو اس پر مقدم کر دیا جائے (۳) فعل ضمیر اسم میں عمل کر رہا ہو اور فعل کے مناسب لازم کو اس پر مسلط کیا جائے (۴) فعل متعلق اسم میں عمل کر رہا ہو اور فعل کے مناسب لازم کو اس پر مسلط کیا جائے۔ اس لئے ان سب صورتوں کا احاطہ کرنے کیلئے کئی مثالیں دی ہیں۔ تو تعدد امثلہ تعدد ممثل لہ کی وجہ سے ہے اور یہ جائز ہے۔

ولا يتصور : سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔**سوال :۔** فعل متعلق اسم میں عمل کر رہا ہو یہ بھی صور ثلاثہ کا احتمال رکھتا ہے کہ (۱) بعینہٖ فعل کو مسلط کیا جائے (۲) یا اس کے مناسب مرادف کو (۳) یا اس کے مناسب لازم کو مسلط کیا جائے تو آپ کا وہہنا صور اربع کہنا درست نہیں ہے بلکہ صور ستہ کہنا چاہئے تھا؟

جواب :۔ جب فعل متعلق اسم میں عمل کر رہا ہو تو اس وقت فعل کے مناسب لازم کو مسلط کرنے کے علاوہ کوئی اور صورت متصور نہیں ہو سکتی لہذا کل صورتیں چار ہی ہیں۔ اسی وجہ سے مصنف نے چار مثالیں ذکر کیں ان میں سے تین اس فعل شبہ فعل کی ہیں جو ضمیر اسم میں عمل کر رہا ہو اور ایک اس کی ہے جو متعلق اسم میں عمل کر رہا ہو۔

والاحسن : سے شارح کی غرض صاحب کافیہ پر **اعتراض** کرنا ہے کہ کہ مثالوں کی ترتیب میں احسن یہ تھا کہ مشتغل بالمتعلق کی مثال کو موخر کرتے جیسا کہ تعریف میں متعلق کو موخر کیا ہے تا کہ مشتغل بالضمیر کی مثالیں اکٹھے ہو جائیں اور مشتغل

بالمتعلق کی مثال آخر میں ہو جاتی۔

جواب :۔ ماتن کی جانب سے شارح کے اعتراض کا جواب دیگر شراح نے یہ دیا ہے کہ نفس حسن تو مصنف کی ترتیب میں بھی موجود ہے اس لئے کہ مصنف نے جو ترتیب اختیار کی ہے اس میں افعالِ معلومہ اکٹھے ہو گئے اور آخر میں فعل مجہول ذکر کیا۔ (سوال باسولی ص ۳۳۶)

<u>مثال الفعل :</u> میں ممثل لہ کی تعیین ہے۔ زیدا ضربتہ اس فعل کی مثال ہے کہ بعینہ اس کو مسلط کیا جائے (۲) زیدا مررت بہ اس فعل کی مثال ہے جو ضمیر اسم میں عمل کرنے کے ساتھ مشغول ہے اور اس کے مناسب مرادف یعنی جاوزت کو اس پر مسلط کر دیا جائے اس لئے کہ مررت باء کے ساتھ متعدی ہو کر جاوزت کے مرادف ہو جاتا ہے۔

<u>زیدا ضربت غلامه :</u> یہ اس فعل کی مثال ہے جو متعلق اسم میں عمل کرنے کے ساتھ مشغول ہو اور فعل کے مناسب لازم یعنی اَہَنْتُ کو اس پر مسلط کر دیا جائے تو اس کو مفعولیت کی بناء پر نصب دے سکتا ہے۔

<u>زیدا حبست علیه :</u> یہ اس فعل کی مثال ہے جو ضمیر اسم میں عمل کرنے کے ساتھ مشغول ہو اور اس پر اس کے مناسب لازم یعنی لابست کو مسلط کیا گیا ہے اس لئے کہ کسی شی کا کسی شی کے باعث محبوس ہونا اس کو لازم ہے کہ محبوس، محبوس علیہ کے ملابس ہو۔

<u>بنصب زیدا فی هذه الامثلة :</u> سے غرض مثالوں کو ممثل لہ پر منطبق کرنا ہے، مذکورہ مثالوں میں زیدا اس فعل مقدر کی وجہ سے منصوب ہے جس کی تفسیر بعد والا فعل کر رہا ہے یعنی وہ فعل مفسر جو زیدا ضربت میں زید کے لئے ناصب ہے وہ ضربت مقدر ہے اس لئے کہ اس کی اصل ضربت زیدا ضربتہ ہے ضربت اول کو حذف کر دیا وجود مفسِّر کی وجہ سے اور وہ مفسر ضربت ثانی ہے اسی طرح وہ فعل مفسر جو زیدا مررت بہ میں زید کے لئے ناصب ہے وہ جاوزت مقدر ہے اس لئے کہ اس کی تقدیر جاوزت زیدا مررت بہ ہے جاوزت کو وجود مفسر کی وجہ سے حذف کر دیا اور وہ مفسر اس کا مرادف یعنی مررت بہ ہے اسی طرح وہ فعل مفسر جو زیدا ضربت غلامہ میں زید کے لئے ناصب ہے وہ اَہَنْتُ مقدر ہے اس لئے کہ اس کی تقدیر اہنت زیدا ضربت غلامہ ہے اہنت کو وجود مفسِّر کی وجہ سے حذف کر دیا اور وہ مفسِّر اس کا ملزوم ضربت غلامہ ہے کیونکہ غلام کو مارنا اس کے سید کی اہانت کو مستلزم ہے اسی طرح وہ فعل مفسر جو زیدا حبست علیہ میں زیدا کے لئے ناصب ہے وہ لابست مقدر ہے کیونکہ اس کی تقدیر لابست زیدا حبست علیہ ہے تو لابست کو وجود مفسر کی وجہ سے حذف کر دیا وہ مفسِّر حبست علیہ ہے جو کہ لابست کا ملزوم ہے۔

ما اضمر عامله میں رفع مختار نصب جائز کی صورتیں

ثُمَّ اَنَّ الْاِسْمَ الْوَاقِعَ فِیْ مَظَانِّ الْاِضْمَارِ عَلٰی شَرِیْطَةِ التَّفْسِیْرِ اِمَّا الْمُخْتَارُ اَوِ الْوَاجِبُ فِیْهِ الرَّفْعُ
پھر جو اسم اضمار علی شریطۃ التفسیر کے گمان کی جگہ میں واقع ہو اس میں یا تو مختار یا واجب رفع ہے

اَوِ النَّصْبُ اَوْيَسْتَوِیْ فِيْهِ الْاَمْرَانِ وَاِلٰی هٰذِهِ الصُّوَرِ الْخَمْسِ اَشَارَ الْمُصَ فَقَالَ وَيُخْتَارُ فِی الْاِسْمِ

یا نصب یا اس میں دونوں امر برابر ہیں اور انہی پانچوں صورتوں کی طرف مصنف نے اشارہ کیا پس فرمایا اور مختار ہے اسم مذکور میں

الْمَذْكُوْرِ الرَّفْعُ بِالْاِبْتِدَاءِ اَیْ بِكَوْنِهٖ مُبْتَدَاً لِاَنَّ تَجَرُّدَهٗ عَنِ الْعَوَامِلِ اللَّفْظِيَّةِ يُصَحِّحُ رَفْعَهٗ بِالْاِبْتِدَاءِ

رفع ابتداء کی وجہ سے یعنی اس کے مبتدا ہونے کی وجہ سے کیونکہ اس کا عوامل لفظیہ سے خالی ہونا اس کے رفع کو ابتداء کی وجہ سے صحیح ٹھہراتا ہے اور رفع کو ترجیح

وَيُرَجَّحُ عِنْدَ عَدَمِ قَرِيْنَةِ خِلَافِهٖ اَیْ قَرِيْنَةٍ تُرَجِّحُ خِلَافَ الرَّفْعِ يَعْنِی النَّصْبَ لِاَنَّ قَرِيْنَتَیِ الصِّحَّةِ فِيْهِمَا

دی جائے گی رفع کے خلاف قرینہ نہ ہونے کے وقت یعنی ایسا قرینہ جو رفع کے خلاف یعنی نصب کو ترجیح دے کیونکہ ان دونوں میں صحت کے دونوں قرینے

مُتَسَاوِيَتَانِ لِاَنَّ وُجُوْدَ مَالَهٗ صَلَاحِيَّةُ التَّفْسِيْرِ قَرِيْنَةٌ مُصَحِّحَةٌ لِلنَّصْبِ فَمَتٰی لَمْ تُرَجِّحِ النَّصْبَ قَرِيْنَةٌ

برابر ہیں کیونکہ اس چیز کا وجود کہ جسے تفسیر کی صلاحیت ہے وہ نصب کو صحیح قرار دینے والا قرینہ ہے تو جب تک کوئی دوسرا قرینہ نصب کو ترجیح نہ دے

اُخْرٰی يُرَجَّحُ الرَّفْعُ بِسَلَامَتِهٖ عَنِ الْحَذْفِ نَحْوُ زَيْدًا ضَرَبْتُهٗ اَوْعِنْدَ وُجُوْدِ الْقَرِيْنَةِ الْمُرَجِّحَةِ مِنَ

حذف سے سلامتی کی وجہ سے رفع کو ترجیح دی جائے گی جیسے زیدا ضربتہ یا ایسے قرینے کے وجود کے وقت جو جانبین میں سے

الْجَانِبَيْنِ وَلٰكِنْ تَكُوْنُ الْقَرِيْنَةُ الْمُرَجِّحَةُ لِلرَّفْعِ اَقْوٰی مِنْهَا اَیْ مِنْ تِلْكَ الْقَرِيْنَةِ الْمُرَجِّحَةِ لِلنَّصْبِ

کسی کا مرجح ہو لیکن وہ قرینہ جو رفع کے لیے مرجح ہے وہ اس سے زیادہ قوی ہو یعنی اس قرینہ سے جو کہ نصب کے لیے مرجح ہے

كَاَمَّا الدَّاخِلَةِ عَلٰی ذٰلِكَ الْاِسْمِ مَعَ غَيْرِ الطَّلَبِ اَیْ بِشَرْطِ اَنْ لَّايَكُوْنَ الْفِعْلُ الْمُشْتَغِلُ عَنْهُ طَلَبًا

جیسے اما ہے جو داخل ہو اس اسم پر غیر طلب کے ہمراہ یعنی اس شرط کے ساتھ کہ اسم سے اعراض کرنے والا فعل طلب نہ ہو

كَالْاَمْرِ وَالنَّهْیِ وَالدُّعَاءِ نَحْوُ لَقِيْتُ الْقَوْمَ وَاَمَّا زَيْدٌ فَاَكْرَمْتُهٗ فَالْعَطْفُ عَلَی الْفِعْلِيَّةِ قَرِيْنَةُ النَّصْبِ وَكَلِمَةُ

جیسے فعل امر اور نہی اور دعا ہے جیسے لقیت القوم واما زید فاکرمتہ۔ پس جملہ فعلیہ پر عطف نصب کا قرینہ ہے اور کلمہ اما رفع کا قرینہ ہے

اَمَّا قَرِيْنَةُ الرَّفْعِ وَهِیَ اَقْوٰی لِاَنَّهَا لَايَقَعُ بَعْدَهَا غَالِبًا اِلَّا الْمُبْتَدَاُ بِخِلَافِ عَطْفِ الْاِسْمِيَّةِ عَلَی الْفِعْلِيَّةِ

اور وہ زیادہ قوی ہے کیونکہ کلمہ اما کے بعد غالبا مبتدا ہی واقع ہوتا ہے بخلاف جملہ اسمیہ کے جملہ فعلیہ پر عطف کے

فَاِنَّهٗ كَثِيْرُ الْوُقُوْعِ فِیْ كَلَامِهِمْ مَعَ اَنَّهَا تَاَيَّدَتْ بِالسَّلَامَةِ عَنِ الْحَذْفِ اَيْضًا وَاِنَّمَا قَالَ مَعَ غَيْرِ الطَّلَبِ

کیونکہ وہ کلام عرب میں کثیر الوقوع ہے اس کے ساتھ یہ بات بھی ہے کہ یہ (قرینہ) حذف سے سلامتی کی وجہ سے بھی قوت پاتا ہے اور مصنف نے مع غیر الطلب

اِحْتِرَازًا عَمَّا اِذَا كَانَتْ مَعَ الطَّلَبِ نَحْوُ اَمَّا زَيْدًا فَاضْرِبْهُ فَاِنَّ الْمُخْتَارَ حِيْنَئِذٍ هُوَ النَّصْبُ فَاِنَّ الرَّفْعَ

اس اما سے احتراز کرنے کے لیے کہا ہے جبکہ وہ (اما) طلب کے ہمراہ ہو جیسے اما زیدا فاضربہ پس اس وقت نصب ہی مختار ہے کیونکہ رفع

يَقْتَضِيْ وُقُوْعَ الطَّلَبِ خَبَرًا وَهُوَ لَا يَجُوْزُ اِلَّا بِتَاوِيْلٍ وَمِثْلُ اَمَّا مَعَ غَيْرِ الطَّلَبِ اِذَا الْوَاقِعَةُ عَلَى الْاِسْمِ

طلب کے خبر واقع ہونے کا تقاضا کرتا ہے اور وہ جائز نہیں مگر تاویل سے اور اما غیر طلب کی مثل اذا ہے جو کہ اسم مذکور پر واقع ہوتا ہے

الْمَذْكُوْرِ لِلْمُفَاجَاةِ فِيْ كَوْنِهَا مِنْ اَقْوَى الْقَرَائِنِ مِثْلُ خَرَجْتُ فَاِذَا زَيْدٌ يَضْرِبُهُ عَمْرٌو فَاِنَّ الْمُخْتَارَ فِيْهِ

مفاجات کے لیے اس کے سب سے قوی تر قرینہ ہونے میں جیسے خرجت فاذا زید یضربه عمرو پس اس میں رفع مختار ہے

الرَّفْعُ فَاِنَّ اِذَا لِلْمُفَاجَاةِ لَا تَدْخُلُ اِلَّا عَلَى الْجُمْلَةِ الْاِسْمِيَّةِ غَالِبًا وَمَا وَقَعَ فِيْ بَحْثِ الظُّرُوْفِ مِنْ اَنَّ

کیونکہ اذا جو کہ مفاجات کے لیے ہے غالبا جملہ اسمیہ پر ہی داخل ہوتا ہے اور وہ جو ظروف کی بحث میں واقع ہوا کہ اذا

اِذَا لِلْمُفَاجَاةِ تَلْزَمُ بَعْدَهَا الْاِسْمِيَّةُ فَالْمُرَادُ بِلُزُوْمِ الْاِسْمِيَّةِ غَلَبَةُ وُقُوْعِهَا بَعْدَهَا فَلَا تَنَاقُضَ

مفاجاتیہ کے لیے اس کے بعد جملہ اسمیہ لازم ہے تو لزوم جملہ اسمیہ سے مراد اس کے بعد جملہ اسمیہ کا غالب وقوع ہے لہٰذا کوئی تناقض نہ ہوا

خلاصہ متن:۔ مصنفؒ یہ فرمارہے ہیں کہ ایسا اسم جو بظاہر ما اضمر عاملہ علی شریطۃ التفسیر واقع ہوسکتا ہے اس میں کل پانچ صورتیں ہیں۔ اول یہ کہ رفع مختار اور نصب جائز ہو ایسا دو صورتوں میں ہوتا ہے (۱) اسم کا مرفوع بالابتداء ہونا صحیح ہو اور اس کے خلاف نصب کا کوئی قرینہ مرجحہ نہ پایا جائے جیسے زید ضربته اس میں رفع مختار ہے۔ نصب جائز ہے۔ (۲) قرینہ مرجحہ جانبین سے پایا جائے لیکن قرینہ مرجحہ للرفع قرینہ مرجحہ للنصب سے اقوی ہو پھر یہ دو مقام میں ہوتا ہے (۱) اما اسم مذکور پر داخل ہو اور اسم مذکور ایسے فعل کے مقارن ہو جو غیر طلب ہو یعنی اسم مذکور کے بعد جملہ خبریہ ہو جملہ انشائیہ نہ ہو جیسے لقیت الیوم واما زیدٌ فاکرمته۔ (۲) اسم مذکور پر اذا مفاجاتیہ داخل ہو جیسے خرجت فاذا زید یضربه عمرو.

اغراض جامی:۔ ثم ان الاسم: یہ عبارت مابعد کیلئے تمہید ہے یا ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔ اس کا تمہید ہونا تو ظاہر ہے اور اگر سوال مقدر کا جواب ہو تو اس کی تفصیل یوں ہوگی۔ **سوال**:۔ اعراب کے اعتبار سے ما اضمر عاملہ کی تقسیم اقسام خمسہ کی طرف باطل ہے کیونکہ تقسیم الشی الی نفسہ والی غیرہ کی خرابی لازم آئے گی۔ کیونکہ وجوب رفع کی صورت میں یہ ما اضمر عاملہ کے قبیل سے نہیں ہوگا۔ کیونکہ ما اضمر عاملہ تو منصوبات کے اقسام میں سے ہے اور اس سے بحث مفعول بہ ہونے کی حیثیت سے ہو رہی ہے تو مرفوع ہونے کی صورت میں یہ ہماری بحث سے ہی خارج ہے۔

جواب:۔ یہاں ما اضمر سے اضمار ظنی مراد ہے نہ کہ اضمار یقینی یعنی وہ اسم ایسی جگہ میں واقع ہو کہ جہاں اس کے بادی النظر میں ما اضمر عاملہ میں سے ہونے کا گمان وشبہ ہوتا ہو خواہ واقع میں ما اضمر عاملہ ہو یا نہ ہو تو ایسے اسم کی باعتبار اعراب کے پانچ صورتیں ہیں (۱) رفع مختار (۲) نصب مختار (۳) رفع واجب (۴) نصب واجب (۵) دونوں مساوی۔ مصنف رحمہ اللہ نے

انہی پانچ صورتوں کی طرف اشارہ فرمایا ہے (سوال باسولی ص ۳۳۶)
ویختار: یہاں سے پہلی صورت یعنی رفع کے مختار ہونے کی تفصیل بیان کر رہے ہیں کہ رفع مختار ہوتا ہے دو صورتوں میں (۱) اسم کا مرفوع بالا بتداء ہونا صحیح ہو اور اس کے خلاف نصب کا کوئی قرینہ مرجحہ نہ پایا جائے جیسے زید ضربتہ اس میں زید کا عوامل لفظیہ سے خالی ہونا یہ قرینہ مصححہ للرفع ہے اور اس کے بعد ایسے فعل کا ہونا کہ جس میں تفسیر کی صلاحیت ہے یہ قرینہ مصححہ للنصب ہے تو دونوں میں قرینہ مصححہ موجود ہے اس اعتبار سے دونوں مساوی ہو گئے لیکن پھر رفع کیلئے قرینہ مرجحہ بھی موجود ہے وہ ہے سلامتی عن الحذف جبکہ اس کے مخالف نصب کیلئے کوئی قرینہ مرجحہ موجود نہیں اس لئے رفع مختار ہوگا۔

فی الاسم المذکور: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ مصنف رحمہ اللہ نے فرمایا ویختار الرفع بالا بتداء حالانکہ مبتدا کی وجہ سے تو رفع واجب ہوتا ہے نہ کہ مختار۔

جواب:۔ یہاں سے الاسم المذکور یعنی وہ اسم جو ما اضمر کے مظان میں واقع ہو مراد ہے۔

ای بکونہ: سے ایک وہم کو دفع کرنا چاہتے ہیں۔ **وھم** یہ ہے کہ ابتداء جس طرح مبتدا میں عامل ہوتا ہے اسی طرح خبر میں بھی عامل ہوتا ہے تو ممکن ہے کہ یہاں اسم مذکور خبر ہونے کی وجہ سے مرفوع ہو اور اس میں ابتداء عامل ہو۔

جواب:۔ یہاں ابتداء سے مبتدا مراد ہے فلا اشکال (سوال باسولی ص ۳۳۷)

لان تجرد: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ اختیار رفع تقاضا کرتا ہے پہلے جواز رفع کا یہاں پہلے جواز ہی نہیں ہے تو پھر اختیار کیسے ثابت ہوگا۔

جواب:۔ ہم یہ بات تسلیم نہیں کرتے کہ پہلے جواز موجود نہیں ہے بلکہ جواز موجود ہے اس لئے کہ اسم کا عوامل لفظیہ سے خالی ہونا یہ قرینہ مصححہ ومجوزہ للرفع ہے۔

ای قرینۃ ترجیح خلاف الرفع: سے **شارح کی غرض** دو سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال (۱):۔ جب رفع کے خلاف نصب کا کوئی قرینہ ہی نہیں ہے تو پھر رفع واجب ہونا چاہیے نہ کہ مختار۔

سوال (۲):۔ ہم یہ بات تسلیم نہیں کرتے کہ رفع کے خلاف نصب کا کوئی قرینہ نہیں پایا جاتا اس لئے کہ اس کے بعد ایسے فعل کا پایا جانا جس میں تفسیر کی صلاحیت ہے یہ نصب کا قرینہ ہے۔

جواب:۔ شارح نے ای قرینہ سے دونوں سوالوں کا جواب دیا کہ عدم قرینہ خلافہ سے مراد قرینہ مرجحہ کا عدم ہے نہ کہ قرینہ مصححہ کا عدم مقصد یہ ہے کہ نصب کا قرینہ مصححہ تو پایا جائے البتہ قرینہ مرجحہ نہ پایا جائے تو رفع مختار ہوگا۔

لان قرینتی الصحۃ: سے اس کی دلیل کا بیان ہے کہ قرینہ مصححہ کے وجود میں دونوں برابر ہیں کیونکہ تجرد عن العوامل اللفظیہ

زید کے رفع کیلئے قرینہ مصححہ ہے اور زید کے بعد ایسے فعل کا وجود جو مفسّر بننے کی صلاحیت رکھتا ہے اس کے نصب کیلئے قرینہ مصححہ ہے لیکن زید کے رفع کیلئے قرینہ مرجحہ بھی موجود ہے وہ ہے سلامتی عن الحذف جبکہ نصب پر کوئی قرینہ مرجحہ نہیں ہے تو جب تک نصب پر کوئی قرینہ مرجحہ نہیں پایا جائے گا تو زیدٌ پر رفع راجح و مختار ہوگا۔

او عند وجود: میں رفع کے مختار ہونے کی دوسری صورت کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ رفع اور نصب دونوں کیلئے قرینہ مصححہ بھی موجود ہو اور قرینہ مرجحہ بھی دونوں کیلئے موجود ہو لیکن قرینہ مرجحہ للرفع قوی تر ہو بہ نسبت قرینہ مرجحہ للنصب کے اور یہ دو مقام پر ہوتا ہے۔(۱) اَمّا اسم مذکور پر داخل ہو اور اسم مذکور کے بعد فعل طلب نہ ہو یعنی اسم مذکور کے بعد امر، نہی اور دعاء نہ ہو جیسے لقیت الیوم واما زیدٌ فاکرمته اس میں زید کا عوامل لفظیہ سے خالی ہونا یہ قرینہ مصححہ للرفع ہے۔ اور اس کے بعد ایسے فعل کا ہونا جس میں تفسیر کی صلاحیت ہے یہ قرینہ مصححہ للنصب ہے اور کلمہ اما یہ قرینہ مرجحہ للرفع ہے اور عطف علی الفعلیہ یہ قرینہ مرجحہ للنصب ہے لیکن قرینہ مرجحہ للرفع یہ قرینہ مرجحہ للنصب سے اقوی ہے۔ یہ قوت دو وجہوں سے ہے(۱) اما اکثر مبتداء پر داخل ہوتا ہے بخلاف عطف کے کہ جملہ اسمیہ کا عطف جملہ فعلیہ پر کلام عرب میں شائع ذائع ہے(۲) رفع کی صورت میں حذف سے سلامتی ہے۔

القرينة المرجحة من الجانبين: سے شارح کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ صورت اولی میں بھی رفع کا قرینہ نصب کے قرینہ سے اولی واقوی ہے تو ان دونوں میں فرق کیا ہوا۔

جواب:۔ یہاں سے مراد یہ ہے کہ قرینہ مرجحہ جانبین سے پایا جائے لیکن قرینہ مرجحہ للرفع یہ قرینہ مرجحہ للنصب سے اقوی ہو جبکہ صورت اولی میں قرینہ مرجحہ جانبین سے نہیں ہوتا بلکہ صرف جانب رفع میں ہے۔

ای من تلک القرینة: سے منھا کی ھا ضمیر کا مرجع بیان کیا۔

کامّا الداخلة: سے اشارہ کیا کہ اَمّا سے مطلق اَمّا مراد نہیں ہے بلکہ وہ اَمّا مراد ہے جو اسم مذکور پر داخل ہو۔

ای بشرط ان لایکون الفعل المشتغل عنه: سے دفع وہم کیا **وھم** یہ ہے کہ شاید مع غیر الطلب کی قید اتفاقی ہو احترازی نہ ہو کیونکہ کبھی قید اتفاقی ہوتی ہے کبھی احترازی تو بشرط ان لایکون سے وہم کا ازالہ کیا کہ یہ قید احترازی ہے۔

وانما قال: سے غرض مع غیر الطلب کی قید کے فائدے کو بیان کرنا ہے کہ یہ قید احترازی ہے اس سے احتراز ہے اس صورت سے کہ جب اما ایسے اسم پر داخل ہو جو فعل طلب کے مقارن ہو یعنی اس کے بعد جملہ انشائیہ ہو جملہ خبریہ نہ ہو جیسے اما زید فاضربه کیونکہ اس صورت میں اسم مذکور پر رفع مختار نہیں بلکہ نصب مختار ہے کیونکہ اگر اس پر رفع پڑھا جائے تو یہ اس بات کا تقاضا کرے گا کہ جملہ انشائیہ کو اس کی خبر بنایا جائے حالانکہ جملہ انشائیہ بغیر تاویل کے خبر نہیں بن سکتا، کیونکہ رفع کی صورت

میں یہ جملہ اما زید مقول فی حقه فاضربه کی تاویل میں ہوگا۔

(۲) دوسرا مقام یہ ہے کہ اسم مذکور پر اذا مفاجاتیہ داخل ہو جیسے خرجت فاذا زید یضربه عمرو اس میں زید کا عوامل لفظیہ سے خالی ہونا یہ قرینہ مصححہ للرفع ہے اور اس کے بعد ایسے فعل کا ہونا جو تفسیر کی صلاحیت رکھتا ہے یہ قرینہ مصححہ للنصب ہے اور زید پر اذا مفاجاتیہ کا دخول یہ قرینہ مرجحہ للرفع ہے اور عطف علی الفعلیہ یہ قرینہ مرجحہ للنصب ہے لیکن قرینہ مرجحہ للرفع قرینہ مرجحہ للنصب سے اقوی ہے۔ یہ قوت بھی دو وجہوں سے ہے (۱) اذا مفاجاتیہ اکثر مبتدا پر داخل ہوتا ہے برخلاف جملہ اسمیہ کے عطف کے جملہ فعلیہ پر یہ کلام عرب میں کثیر الوقوع ہے (۲) رفع کی صورت میں حذف سے سلامتی ہے۔

و مثل اما: سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ عطف المشبہ علی المشبہ بہ کے قبیل سے ہے۔

الواقعة علی الاسم المذکور: اس عبارت سے شارح کی دو غرضیں ہو سکتی ہیں (۱) للمفاجاۃ جار مجرور کا متعلق بیان کرنا (۲) یا غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال**:۔ آپ کا ضابطہ منقوض ہے خرجت فاذا السبع کے ساتھ اس میں بھی اذا مفاجاتیہ ہے جو کہ اسم پر داخل ہے اس میں رفع مختار ہونا چاہیے حالانکہ رفع واجب ہے۔

جواب:۔ یہاں مطلق اسم مراد نہیں ہے بلکہ اسم مذکور ما اضمر عاملہ مراد ہے۔

فی کونها: میں وجہ مشابہت و مماثلت کا بیان ہے۔

مثل خرجت فاذا زید یضربه عمرو: میں اس کی مثال بیان کی ہے۔

وما وقع: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال**:۔ ظروف کی بحث میں مصنف نے یہ ذکر فرمایا کہ ان اذا للمفاجاۃ تلزم بعدها الجملة الاسمية جس سے معلوم ہوتا ہے اذا مفاجاتیہ کے بعد جملہ اسمیہ لازم ہے جبکہ یہاں سے مفہوم ہوتا ہے کہ اذا مفاجاتیہ کے بعد جملہ اسمیہ کا وقوع لازم نہیں بلکہ غالب و راجح ہے دونوں عبارتوں میں تناقض بین ہے۔

جواب:۔ ظروف کی بحث میں جو یلزمها الجملة الاسمية ہے اس سے مراد بھی لزوم استعمالی اعتباری اکثری ہے نہ کہ لزوم حقیقی لہٰذا دونوں میں کوئی تناقض نہیں ہے (سوال کابلی ص ۲۱۵)

ما اضمر عاملہ میں نصب مختار کی صورتیں

وَيُخْتَارُ النَّصْبُ فِي الْاِسْمِ الْمَذْكُوْرِ بِالْعَطْفِ اَیْ بِسَبَبِ عَطْفِ جُمْلَةٍ هُوَ فِيْهَا عَلٰی جُمْلَةٍ

اور مختار ہے نصب اسم مذکور میں عطف کی وجہ سے یعنی ایسے جملہ کے عطف کی وجہ سے کہ جس میں وہ اسم مذکور ہو جملہ فعلیہ پر جو مقدم ہو

فِعْلِيَّةٍ مُتَقَدِّمَةٍ لِلتَّنَاسُبِ اَیْ لِرِعَايَةِ التَّنَاسُبِ بَيْنَ الْجُمْلَةِ الْمَعْطُوْفَةِ وَالْجُمْلَةِ الْمَعْطُوْفِ عَلَيْهَا

تناسب کے لیے یعنی جملہ معطوفہ اور جملہ معطوف علیہ کے درمیان دونوں کے جملہ فعلیہ ہونے میں مناسبت کی رعایت کی وجہ سے

فِیْ کَوْنِهِمَا فِعْلِیَّتَیْنِ نَحْوُ خَرَجْتُ فَزَیْدًا لَقِیْتُهُ وَبَعْدَ حَرْفِ النَّفْیِ یَعْنِیْ مَا وَلَا وَاِنْ وَلَیْسَ وَلَمْ

(نصب مختار ہے) جیسے خَرَجْتُ فَزَیْدًا لَقِیْتُهُ اور حرف نفی کے بعد یعنی ما اور لا اور اِن، اور لم اور لما اور لن

وَلَمَّا وَلَنْ مِنْ هٰذِهِ الْجُمْلَةِ اِذْهِیَ عَامِلَةٌ فِی الْمُضَارِعِ وَلَا یُقَدَّرُ مَعْمُوْلُهَا لِضُعْفِهَا فِی الْعَمَلِ

اس قبیلہ (حروف نفی) سے نہیں ہیں کیونکہ یہ مضارع میں عمل کرتے ہیں اور ان کا معمول مقدر نہیں کیا جاسکتا ان کے عمل میں ضعیف ہونے کی وجہ سے

نَحْوُ مَا زَیْدًا ضَرَبْتُهُ وَلَا زَیْدًا ضَرَبْتُهُ وَلَا عَمْرًا وَاِنْ زَیْدًا ضَرَبْتُهُ اِلَّا تَادِیْبًا وَبَعْدَ حَرْفِ

جیسے ما زیدا ضربتہ اور لا زیدا ضربتہ ولا عمروا اور ان زیدا ضربتہ الاتادیبا اور حرف استفہام کے بعد

الْاِسْتِفْهَامِ نَحْوُ اَزَیْدًا ضَرَبْتُهُ وَاِنَّمَا قَالَ حَرْفُ الْاِسْتِفْهَامِ لِاَنَّهُ یُخْتَارُ الرَّفْعُ فِیْ اِسْمِ الْاِسْتِفْهَامِ

جیسے اَزیدا ضربتہ اور مصنف نے حرف استفہام کہا کیونکہ اسم استفہام میں رفع مختار ہے

مِثْلُ مَنْ اَکْرَمْتَهُ وَلَمْ یَقُلْ هَمْزَةُ الْاِسْتِفْهَامِ لِیَشْمَلَ مِثْلَ هَلْ زَیْدًا ضَرَبْتَهُ فَاِنَّهُ یَجُوْزُ وَاِنْ

جیسے من اکرمتہ اور ہمزہ استفہام نہیں کہا تا کہ ھل زیدا ضربتہ کی مثل کو شامل ہو جائے کیونکہ یہ مثال جائز ہے اگرچہ

اسْتَقْبَحَهُ النُّحَاةُ لِاقْتِضَاءِ هَلْ لَفْظَ الْفِعْلِ لِاَنَّهُ بِمَعْنٰی قَدْ فِی الْاَصْلِ فَلَا یَکْفِیْ فِیْهِ تَقْدِیْرُ الْفِعْلِ

اسے نحویوں نے قبیح سمجھا ہے اس لیے کہ ھل لفظ فعل کا تقاضا کرتا ہے کیونکہ ھل اصل میں قد کے معنی میں ہے لہٰذا اس میں فعل کی تقدیر کافی نہیں ہے

وَبَعْدَ اِذَا الشَّرْطِیَّةِ الدَّالَّةِ عَلَی الْمُجَازَاةِ فِی الزَّمَانِ نَحْوُ اِذَا عَبْدَاللّٰهِ تَلْقَهُ فَاَکْرِمْهُ وَبَعْدَ حَیْثُ

اور اذا شرطیہ کے بعد جو کہ مجازات فی الزمان پر دلالت کرتا ہے جیسے اذا عبد اللہ تلقہ فاکرمہ اور حیث کے بعد

الدَّالَّةِ عَلَی الْمُجَازَاةِ فِی الْمَکَانِ نَحْوُ حَیْثُ زَیْدًا تَجِدْهُ فَاَکْرِمْهُ وَفِیْ قَبْلِ الْاَمْرِ وَالنَّهْیِ

جو کہ مجازات فی المکان پر دلالت کرتا ہے جیسے حیث زیدا تجدہ فاکرمہ اور امر اور نہی سے پہلے

یَعْنِیْ مَوْضِعِ وُقُوْعِ الْاِسْمِ الْمَذْکُوْرِ قَبْلَ الْاَمْرِ وَالنَّهْیِ مِثْلُ زَیْدًا اِضْرِبْهُ وَزَیْدًا لَا تَضْرِبْهُ

یعنی اسم مذکور کے امر ونہی سے پیش تر واقع ہونے کی جگہ میں جیسے زیداً اضربہ اور زیدا لاتضربہ

وَاِنَّمَا اُخْتِیْرَ فِیْ هٰذِهِ الْمَوَاضِعِ اَیْ مَا بَعْدَ حَرْفِ الْاِسْتِفْهَامِ وَالنَّفْیِ وَاِذَا الشَّرْطِیَّةِ وَحَیْثُ

اور ان مواضع میں یعنی حرف استفہام اور نفی اور اذا شرطیہ اور حیث کے بعد اور امر ونہی سے پہلے اسم مذکور

وَمَا قَبْلَ الْاَمْرِ وَالنَّهْیِ النَّصْبُ فِی الْاِسْمِ الْمَذْکُوْرِ اِذْهِیَ اَیْ هٰذِهِ الْمَوَاضِعِ مَوَاقِعُ الْفِعْلِ

میں نصب کو اختیار کیا گیا کیونکہ یہ یعنی یہ مواضع فعل کے مواقع ہیں یعنی

اَیْ مَوَاضِعُ وُقُوْعِ الْفِعْلِ فِیْهَا اَکْثَرُ فَاِذَا نُصِبَ الْاِسْمُ الْمَذْکُوْرُ وَقَعَ فِیْهَا الْفِعْلُ تَقْدِیْرًا وَاِلَّا فَلَا

یہ ایسے (چھ) مواضع ہیں کہ ان میں فعل کا وقوع اکثر ہے پس جب اسم مذکور کو نصب دی جائے گی تو ان میں تقدیراً فعل واقع ہوگا ورنہ تو نہیں

خلاصہ متن :۔ صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اسم مذکور میں چند مقامات پر رفع جائز مگر نصب مختار ہے۔

(۱) اسم مذکور جس جملہ میں واقع ہے اس کا عطف ہو گزشتہ جملہ فعلیہ پر جیسے خرجت فزیداً لقیتہ (۲) حرف نفی کے بعد واقع ہو جیسے مازیداً ضربتہ، ولا زیداً ضربتہٗ ولا عمرواً، وان زیداً ضربتہ الا تادیبا (۳) حرف استفہام کے بعد واقع ہو جیسے ازیداً ضربتہ (۴) اذا شرطیہ کے بعد واقع ہو جیسے اذا عبدَ اللہ تلقہٗ فاکرمہ (۵) حیث کے بعد واقع ہو جیسے حیث زیداً تجدہ فاکرمہ (۶) امر سے پہلے واقع ہو جیسے زیداً اضربہ (۷) نہی سے پہلے واقع ہو زیداً لاتضربہ ان مواقع میں اسم مذکور پر نصب اس لئے مختار ہے کہ یہ فعل کے مواضع ہیں پس جب اسم مذکور پر نصب پڑھا جائے گا تو ان میں فعل مقدر ہوگا۔ ان کی وضاحت شرح میں آ رہی ہے۔

اغراض جامی :۔ <u>فی الاسم المذکور</u> :سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال :۔ یہاں تو ما اضمر عاملہ کی بحث ہو رہی ہے اور اس پر تو نصب واجب ہے تو مصنف رحمہ اللہ کا ویختار فیہ النصب کہنا کیسے درست ہے؟

جواب :۔ یہاں سے مراد الاسم المذکور ہے یعنی وہ اسم جو ما اضمر عاملہ کے مظان میں واقع ہو۔

<u>ای بسبب عطف جملۃ</u>: سے دو باتوں کی طرف اشارہ کیا (۱) بالعطف میں باسببیہ ہے (۲) العطف کا الف لام مضاف الیہ کے عوض ہے۔

<u>متقدمۃ :</u> یہ جملۃ کی صفت ثانیہ موضحہ ہے صرف وضاحت کیلئے ہے ورنہ تو عطف کو تقدم لازم ہے لہٰذا یہ قید اتفاقی ہے نہ کہ احترازی۔

<u>ھو فیھا</u>: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال :۔** آپ کا ضابطہ منقوص ہے ضربت زیداً وزیدٌ قائم کے ساتھ اس میں بھی زیدٌ قائم کا عطف جملہ فعلیہ پر موجود ہے لیکن اس پر نصب مختار نہیں ہے۔

جواب :۔ عطف علی الجملۃ الفعلیۃ کی صورت میں اختیار نصب اسی جملہ میں ہے جس میں اسم مذکور واقع ہو رہا ہو جبکہ مثال مذکور میں ایسا نہیں ہے (سوال کا بلی ص ۲۱۵)

<u>ای لرعایۃ :</u> سے شارح جامی کی غرض اس بات کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ للتناسب مفعول لہ ہے یختار کا پھر مفعول لہ کی دو قسمیں ہیں (۱) وہ مفعول لہ جس کو حاصل کرنے کے لئے فعل مذکور کیا گیا ہو جیسے ضربتہ تادیبا (۲) وہ مفعول لہ جس کے وجود کے سبب سے فعل مذکور کیا گیا ہو جیسے قعدت عن الحرب جُبنًا لرعایۃ سے شارح نے اشارہ کیا کہ یہ مفعول لہ کی پہلی قسم ہے یعنی

تناسب کو حاصل کرنے کیلئے نصب کو مختار قرار دیا گیا۔

نحو خرجت فزیدا لقیته: سے بیان مثال ہے۔

یعنی: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔حرف نفی میں لم لما لن بھی داخل ہیں حالانکہ ان کے بعد اسم مذکور میں نصب مختار نہیں ہے۔

جواب:۔ یہاں حرف نفی سے صرف حروف ثلاثہ ما اور لا اور اِنْ مراد ہیں لم اور لما اور لن مراد نہیں ہے وجہ یہ ہے کہ یہ تینوں فعل مضارع پر داخل ہو کر اس میں عمل کرتے ہیں اور یہ ضعیف عامل ہیں اس لئے یہ فعل ملفوظ میں تو عمل کر سکتے ہیں فعل مقدر میں نہیں لہٰذا ان کے بعد فعل مقدر نہیں ہو سکتا اور اسم مذکور میں نصب مختار وہاں ہوتی ہے جہاں فعل کو مقدر کیا جا سکتا ہو اس لئے ان حروف کے بعد اسم مذکور میں نصب مختار نہیں ہو سکتی۔

نحو مازیدا ضربته: سے مثالیں بیان کی ہیں۔

لا عمروا: شارح جامی نے اس کا اضافہ اس لئے کیا کیونکہ لا کا مابعد معرفہ ہو تو اس پر رفع اور تکرار واجب ہوتا ہے لیکن جب وہ ما اضمر عاملہ ہو تو اس پر رفع واجب نہیں البتہ تکرار واجب ہوتا ہے۔

ان زیدا ضربته الا تادیبا: الا تادیبا کا اضافہ اس لئے کیا تا کہ یہ معلوم ہو جائے کہ یہ ان نافیہ ہے کیونکہ اِنْ نافیہ بدون الاستثناء نہیں پایا جاتا (سوال باسولی ص ۳۳۹)

وبعد: کا لفظ اضافہ کر کے شارح بتا رہے ہیں کہ حرف الاستفہام کا عطف حرف النفی پر ہے۔

وانما قال: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔**سوال**:۔حرف الاستفہام کہا والاستفہام کیوں نہیں کہا حالانکہ اس میں ایجاز اختصار تھا اور مصنف رحمہ اللہ بھی اختصار کو پسند فرماتے ہیں۔

جواب:۔لفظ حرف کا اضافہ اسم استفہام کو خارج کرنے کیلئے ہے۔اس لئے کہ اسم استفہام پر رفع مختار ہے نہ کہ نصب جیسے من اکرمته۔

ولم یقل همزة الاستفهام: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔مصنف نے حرف الاستفہام کہا ہمزۃ الاستفہام کیوں نہ کہا؟

جواب:۔حرف استفہام اس لئے کہا تا کہ یہ ہل کو بھی شامل ہو جائے کیونکہ اس کا حکم بھی یہی ہے جیسے ہل زید اضربتہ۔

فانه یجوز: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ہل زیدا ضربته والی ترکیب تو جائز ہی نہیں ہے کیونکہ ہل فعل کے ہوتے ہوئے اسم پر داخل نہیں ہوتا اس لئے کہ ہل

فعل پر عاشق ہے اور یہ اپنے معشوق کی طلب وتلاش میں مارا مارا پھرتا ہے جیسے عاشق نامراد اپنے معشوق کے پیچھے سرگرداں پھرتا ہے جب یہ اپنے معشوق فعل کو دیکھ لیتا ہے تو اس کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو جاتا ہے جب تک کہ یہ اپنے محبوب سے معانقہ ومواصلہ نہ کر لے اس کو سکون وصبر نہیں آتا البتہ تلاش بسیار کے بعد بھی اگر اس کو اس کا معشوق نہ ملے تو **فتصبر وتسکن** پھر بیچارہ صبر کر لیتا ہے اور اسم پر گزارہ کر لیتا ہے جیسے **هل زيد ساكن** ہاں اگر معشوق کو دیکھ لیا پالیا تو پھر بے تاب ہو جاتا ہے اس کے ہوتے ہوئے اسم کو جھٹک دیتا ہے اس لئے ہل زید اضربتہ والی ترکیب ناجائز ہے۔ تو آپ کا یہ قول کیسے درست ہے کہ حرف الاستفہام اس لئے کہا تاکہ ہل کو بھی شامل ہو جائے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہل درحقیقت قد کے معنی میں ہے جیسا کہ ہل أتی علی الانسان بمعنی قد اتی علی الانسان ہے اور قد میں تقدیر فعل کافی نہیں تو ہل میں بھی کافی نہیں ہوگی۔ **هكذا قال مولانا محمد عمر الكابلي في سوال كابلي: لانها(اي هل)عاشق على الفعل فهو اذا رأى المعشوق لاصبر له حتى عانق بها لانها بمعنى قد في الاصل** (سوال کابلی ص ۲۱۶)

جواب: ۔اگرچہ اصل وضع کے اعتبار سے یہ ترکیب جائز نہیں اور نحوی حضرات نے اس کو قبیح قرار دیا ہے لیکن بضرورت استعمال عارضی اس کو جائز قرار دیا گیا ہے اسی بناء پر مصنف رحمہ اللہ نے حرف الاستفہام فرمایا ہمزۃ الاستفہام نہیں فرمایا۔

<u>الدالة على كلمة المجازاة :</u> سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال:** ۔اگر مصنف رحمہ اللہ بعد الشرط کہہ دیتے تو یہ اخصر واشمل ہوتا اختصار بھی ہوتا اور لفظ شرط اذا اور حیث دونوں کو شامل ہو جاتا۔

جواب: ۔ایسا اس لئے نہیں کیا کہ اذا اور حیث میں فرق ہے اذا مجازاۃ فی الزمان پر دلالت کرتا ہے اور حیث مجازاۃ فی المکان پر اگر بعد الشرط کہتے تو وہم ہوتا کہ شاید ان میں سے ایک مراد ہو دونوں نہ ہوں (سوال کابلی ص ۲۱۶) نیز الدالہ کے لفظ نے اشارہ کیا کہ اذا مجازاۃ میں صریح نہیں ہے ورنہ اس کے بعد نصب واجب ہوتا (سوال باسولی ص ۲۴۰)

<u>نحو اذا عبد الله :</u> سے اذا کی مثال بیان کی اور نحو حیث زیدا تجدہ سے حیث کی مثال بیان کی۔

<u>ما قبل الامر :</u> میں شارح نے ماقبل کا اضافہ اس وجہ سے کیا کہ مصنف کی عبارت ظاہر سے غیر ظاہر کی طرف پھری ہوئی ہے اس لئے کہ یہ مراد نہیں کہ نصب نفسِ امر اور نہی میں ہوتا ہے بلکہ اس اسم میں ہوتا ہے جو امر اور نہی سے پہلے واقع ہے۔

<u>يعني موضع :</u> میں ما کا بیان ہے کہ ما سے موضع مراد ہے۔

<u>وانما اختير :</u> اس عبارت سے شارح نے اشارہ کیا کہ اذھی مواقع الفعل بعد حرف النھی کے بعد جو کچھ مذکور ہے ان سب کی علت ووجہ ہے۔

<u>اي هذه المواضع :</u> میں ہی ضمیر کے مرجع کو متعین کر دیا۔

اى مواضع: سے شارح کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔مواقع الفعل سے معلوم ہوتا ہے کہ ان مواضع میں فقط فعل ہوتا ہے اس لئے کہ مواضع کی اضافت فعل کی طرف اضافت لامیہ ہے اور اضافت لامیہ اختصاص کا فائدہ دیتی ہے لہذا مواقع الفعل نصب کے وجوب کا فائدہ دے رہی ہے نہ کہ نصب کے مختار ہونے کا تو ان مواقع میں نصب واجب ہونا چاہئے۔

جواب: ۔مواقع کی اضافت فعل کی طرف اس اعتبار سے ہے کہ ان مواقع میں فعل کا وقوع اکثر واغلب ہوتا ہے یہ مراد نہیں ہے کہ یہ مواقع فعل کے ساتھ مخصوص ہیں۔

ما اضمر عامله میں نصب مختار کی ایک اور صورت

وَكَذٰلِكَ يُخْتَارُ النَّصَبُ فِي الْإِسْمِ الْمَذْكُوْرِ عِنْدَ خَوْفِ لَبْسِ الْمُفَسِّرِ اَیْ اِلْتِبَاسِ مَاهُوَ

اور اسی طرح اسم مذکور میں نصب مختار ہے التباس کے خوف کے وقت یعنی اس فعل کے التباس کے (وقت) جو کہ مفسر ہے

مُفَسِّرٌ فِيْ حَالِ النَّصَبِ لٰكِنْ لَامِنْ حَيْثُ هُوَ مُفَسِّرٌ فِيْ هٰذِهِ الْحَالَةِ بَلْ مِنْ حَيْثُ هُوَ خَبَرٌ فِيْ

حالت نصب میں لیکن اس حیثیت سے نہیں کہ وہ فعل اس حالت میں مفسر ہے بلکہ اس حیثیت سے کہ وہ حالت رفع میں خبر ہے صفت کے ساتھ

حَالِ الرَّفْعِ بِالصِّفَةِ فَلَا يُعْلَمُ اَنَّهٗ خَبَرٌ عَنِ الْإِسْمِ الْمَذْكُوْرِ فِيْ حَالِ الرَّفْعِ مَعَ مُوَافَقَتِهٖ لِلْمَعْنَى

پس معلوم نہ ہوگا کہ وہ فعل حالت رفع میں اسم مذکور کی خبر ہے حالانکہ وہ فعل معنی مقصود کے موافق ہے

الْمَقْصُوْدِ اَوْ صِفَةٌ لَهٗ مَعَ مُخَالَفَتِهٖ لِلْمَعْنَى الْمَقْصُوْدِ فَالْإِلْتِبَاسُ اِنَّمَا هُوَ بَيْنَ خَبَرِيَّةِ ذَاتِ مَاهُوَ

یا اس کی صفت ہے فعل کے معنی مقصود کی مخالفت کے ساتھ پس التباس صرف اس ذات جو کہ تقدیر نصب کی بنا پر مفسر ہے کے خبر اور

مُفَسِّرٌ عَلٰى تَقْدِيْرِ النَّصَبِ وَصِفَتِهٖ لَا بَيْنَهٗ بِوَصْفِ التَّفْسِيْرِ وَ بَيْنَ الصِّفَةِ فَاِنَّ التَّرْكِيْبَ

وصف ہونے کے درمیان ہے نہ کہ وصف تفسیر کے ساتھ اس کے اور صفت کے درمیان ہے کیونکہ ترکیب

لَا يَحْتَمِلُهُمَا مَعًا مِثْلَ قَوْلِهٖ تَعَالٰى اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ بِنَصَبِ كُلَّ عَلَى الْإِضْمَارِ

(واحد) معاً ان دونوں کا احتمال نہیں رکھتی جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ لفظ کل کی نصب کے ساتھ

بِشَرِيْطَةِ التَّفْسِيْرِ وَلَوْ رُفِعَ بِالْإِبْتِدَاءِ وَجُعِلَ خَلَقْنَاهُ خَبَرًا لَهٗ كَانَ مُوَافِقًا لِلنَّصَبِ فِيْ اَدَاءِ

اضمار علی شریطۃ التفسیر کی بنا پر اور اگر لفظ کل کو مبتداء ہونے کی وجہ سے رفع دیا جائے اور خلقناہ کو اس کی خبر قرار دیا جائے تو یہ عمل اداء معنی مقصود میں

الْـمَقْصُوْدِ لٰكِنْ خِيْفَ لُبْسُهٗ بِصِفَةٍ لِاِحْتِمَالِ كَوْنِ قَوْلِهٖ تَعَالٰى خَلَقْنَاهُ صِفَةً لِشَیْءٍ وَقَوْلِهٖ بِقَدَرٍ
نصب کے موافق ہوگا لیکن اس کے صفت کے ساتھ التباس کا اندیشہ ہے کیونکہ احتمال ہے کہ قول باری تعالی خلقناہ شئی کے لیے صفت ہو اور اسکا
خَبَرًا لَهٗ وَهُوَ خِلَافُ الْمَقْصُوْدِ فَاِنَّ الْمَقْصُوْدَ الْحُكْمُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ بِاَنَّهٗ مَخْلُوْقٌ لَنَا بِقَدَرٍ
قول بقدر اس کی خبر ہو حالانکہ وہ مقصود کے خلاف ہے کیونکہ مقصود ہر شئی پر حکم لگانا ہے کہ وہ ہماری مخلوق ہے تقدیر کے ساتھ
لَا الْـحُكْمُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ مَخْلُوْقٍ لَنَا اَنَّهٗ بِقَدَرٍ فَاِنَّهٗ يُوْهِمُ كَوْنَ بَعْضِ الْاَشْيَاءِ الْمَوْجُوْدَةِ غَيْرَ
نہ کہ ہر اس شئی پر جو کہ ہماری مخلوق ہے حکم لگانا کہ وہ تقدیر کے ساتھ ہے کیونکہ یہ بعض موجودہ اشیاء کے خدا تعالی کی مخلوق نہ ہونے کا وہم دلاتا ہے
مَخْلُوْقَةٍ لِلّٰهِ تَعَالٰى كَمَا هُوَ مَذْهَبُ الْمُعْتَزِلَةِ فِی الْاَفْعَالِ الْاِخْتِيَارِيَّةِ لِلْعِبَادِ
جیسا کہ بندوں کے افعال اختیاریہ کے بارے میں معتزلہ کا مذہب ہے

خلاصہ متن: ۔صاحب کافیہ اس عبارت میں رفع جائز، نصب مختار کی ایک اور صورت ذکر کررہے ہیں۔ جب رفع کی صورت میں صفت کے ساتھ مفسّر کے التباس کا خوف ہو تو اس وقت بھی اسم مذکور پر نصب مختار ہے جیسے اللہ تعالی کا قول ہے انا كُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ۔اس کی وضاحت شرح میں آرہی ہے۔

تشریح: <u>وعند خوف لبس المفسر :</u> ایک اور مقام جہاں نصب مختار ہے اس کو بیان کررہے ہیں۔عبارت کا حاصل یہ ہے کہ جب رفع کی صورت میں صفت کے ساتھ مفسر کے التباس کا خوف ہو تو اس وقت اسم مذکور پر نصب مختار ہے جیسے اللہ تعالی کا قول ہے اِنَّا كُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ اس میں کل شی پر نصب مختار ہے اس کی تقدیر عبارت خَلَقْنَا كُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ ہے۔نصب کے مختار ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس آیت سے مقصود دو چیزیں ہیں (۱) ہر چیز کے خالق اللہ تعالی ہیں (۲) ہر چیز اندازے کے ساتھ پیدا کی گئی ہے۔اگر اس کو منصوب پڑھیں تو اس کی ترکیب اس طرح ہوگی خلقنا فعل بفاعل کل شی مفعول بہ اور بقدر متعلق ہے۔معنی یہ ہوگا ہم نے ہر چیز کو اندازہ سے پیدا کیا اس صورت میں دونوں مقصود حاصل ہو جاتے ہیں، اور اگر کل شی کو مرفوع پڑھیں تو اسکی ترکیب میں دو احتمال ہیں (۱) کل شی مبتداء خلقناہ بقدر جملہ اس کی خبر ہے اس صورت میں بھی دونوں مقصود حاصل ہو جاتے ہیں اس لئے کہ معنی یہ ہوگا کہ ہم نے ہر چیز کو اندازے کے ساتھ پیدا کیا اور یہ بعینہ وہی معنی ہے جو نصب کی صورت میں تھا (۲) اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ کل مضاف شی موصوف خلقنا فعل بفاعل اور مفعول بہ سے مل کر صفت موصوف صفت مل کر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر مبتدا بقدر اس کی خبر ہے اس صورت میں معنی یہ ہوگا کہ ہر وہ چیز جس کو ہم نے پیدا کیا وہ اندازے کے ساتھ ہے اس سے وہم پیدا ہوتا ہے کہ بعض چیزیں اللہ تعالی کی مخلوق نہیں جیسا کہ معتزلہ کا

مذہب ہے کہ بندے کے افعال اختیاریہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق نہیں چونکہ رفع کی صورت میں صفت کے ساتھ مفسر کے التباس کا خوف ہے اور صفت بنانے کی صورت میں مقصود میں خلل واقع ہو جاتا ہے لہٰذا نصب مختار ہوگا تا کہ مقصود میں خلل واقع نہ ہو۔

کذالک : میں بیان عطف ہے۔ کہ یہ عطف المشبہ علی المشبہ بہ کے قبیل سے ہے

ای التباس : سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال :** ۔ مصنف کا قول عند خوف لبس الخ درست نہیں اس لئے کہ صفت کے ساتھ مفسّر کا التباس نہیں بلکہ خبر کا التباس ہے اس لئے کہ مثال مذکور میں خلقنا مفسّر ہے حالت نصب میں اور اس صورت میں اس میں صفت بننے کا احتمال ہی نہیں ہے لہٰذا مصنف کا یہ کہنا کہ مفسّر کا التباس صفت کے ساتھ لازم آئے گا یہ باطل ہے البتہ اگر خلقنا کو خبر بنائیں تو پھر اس کا صفت کے ساتھ التباس ہوگا لیکن اس صورت میں خلقنا مفسر نہیں ہے تو جس صورت میں التباس ہے اس میں خلقنا مفسر نہیں اور جس صورت میں مفسّر ہے اس صورت میں التباس نہیں ہے لہٰذا مصنف رحمہ اللہ کا قول عند خوف لبس المفسر بالصفۃ کسی صورت درست نہیں ہے۔

جواب : ۔ یہاں مفسر سے مراد ذات مفسر ہے مطلب یہ ہے کہ جو ذات نصب کی حالت میں مفسّر ہے رفع کی حالت میں اس کا صفت کے ساتھ التباس لازم آئے گا لیکن اس حیثیت سے نہیں کہ وہ مفسر ہے بلکہ اس حیثیت سے کہ وہ خبر ہے۔

ما اضمر عاملہ میں رفع و نصب مساوی کی صورت

وَيَسْتَوِي الْاَمْرَانِ اَيِ الرَّفْعُ وَالنَّصْبُ فَلِلْمُتَكَلِّمِ اَنْ يَّخْتَارَ كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا بِلَا تَفَاوُتٍ فِيْ مِثْلِ زَيْدٌ

اور دونوں امر برابر ہیں یعنی رفع اور نصب لہٰذا متکلم کیلئے جائز ہے کہ دونوں میں سے ہر ایک کو کسی تفاوت کے بغیر اختیار کرے جیسے زید قام

قَامَ وَعَمْرًا اَكْرَمْتُهٗ اَيْ عِنْدَهٗ اَوْ فِيْ دَارِهٖ وَنَحْوُ ذٰلِكَ وَاِلَّا لَا يَصِحُّ الْعَطْفُ عَلَى الصُّغْرٰى لِعَدَمِ الضَّمِيْرِ

اور عمرو اکرمتہ یعنی عندہ یا فی دارہ اور اس کی مثل ورنہ تو عدم ضمیر کی وجہ سے (جملہ) صغری پر عطف صحیح نہیں

اَيْ يَسْتَوِي الْاَمْرَانِ فِيْمَا اِذَا عُطِفَتِ الْجُمْلَةُ الَّتِيْ وَقَعَ فِيْهَا الْاِسْمُ الْمَذْكُوْرُ عَلٰى جُمْلَةٍ ذَاتِ وَجْهَيْنِ

یعنی دونوں امر برابر ہیں اس ترکیب میں کہ جس میں اس جملہ کا کہ جس میں اسم مذکور واقع ہوا ہے جملہ ذات وجہین پر عطف ڈالا جائے

اَيْ جُمْلَةٍ اِسْمِيَّةٍ خَبَرُهَا جُمْلَةٌ فَيَصِحُّ رَفْعُهٗ بِالْاِبْتِدَاءِ وَنَصْبُهٗ بِتَقْدِيْرِ الْفِعْلِ وَالْوَجْهَانِ مُسْتَوِيَانِ

یعنی ایسے جملہ اسمیہ پر عطف ہو کہ جس کی خبر جملہ فعلیہ ہو پس مبتدا ہونے کی وجہ سے اس کا رفع اور تقدیر فعل کی وجہ سے اس کا نصب صحیح ہے اور دونوں صورتیں برابر ہیں

لِحُصُوْلِ التَّنَاسُبِ فِيْهِمَا فَفِي الرَّفْعِ تَكُوْنُ اِسْمِيَّةً فَتُعْطَفُ عَلَى الْجُمْلَةِ الْكُبْرٰى وَهِيَ اِسْمِيَّةٌ وَفِيْ

ان دونوں میں تناسب کے حاصل ہونے کی وجہ سے پس رفع کی صورت میں جملہ اسمیہ ہوگا پس جملہ کبری پر عطف ڈالا جائے گا اور وہ بھی اسمیہ ہے

النَّصَبِ تَكُوْنُ فِعْلِيَّةً فَتُعْطَفُ عَلَى الصُّغْرٰى وَهِيَ فِعْلِيَّةٌ فَإِنْ قُلْتَ اَلسَّلَامَةُ مِنَ الْحَذْفِ مُرَجِّحَةٌ لِلرَّفْعِ
اور نصب کی صورت میں جملہ فعلیہ ہوگا پس وہ جملہ صغری پر معطوف ہوگا اور وہ جملہ فعلیہ ہے۔ پھر اگر تم کہو کہ سلامتی من الحذف رفع کیلئے قرینہ مرجحہ ہے
قُلْنَا هِيَ مُعَارَضَةٌ بِقُرْبِ الْمَعْطُوْفِ عَلَيْهِ فَإِنْ قُلْتَ لَا تَفَاوُتَ فِي الْقُرْبِ وَالْبُعْدِ بَيْنَهُمَا إِذِ الْكُبْرٰى أَيْضًا
تو ہم کہیں گے وہ قرینہ مرجحہ قرب معطوف علیہ کے ساتھ معارض ہے پھر اگر تم کہو کہ قرب اور بُعد میں دونوں کے درمیان کوئی تفاوت نہیں
قَرِيْنَةٌ غَيْرُ مَفْصُوْلَةٍ عَنْهَا قُلْنَا هٰذَا بِاعْتِبَارِ الْمُنْتَهٰى وَأَمَّا بِاعْتِبَارِ الْمُبْتَدَإِ فَالصُّغْرٰى أَقْرَبُ
کیونکہ کبری بھی قریب ہے اس سے جدا نہیں ہے ہم کہتے ہیں کہ یہ منتہی کے اعتبار سے ہے لیکن ابتداء کے اعتبار سے تو صغریٰ زیادہ قریب ہے

خلاصہ متن:۔ یہاں سے ماضمر عاملہ کے اعراب کی تیسری قسم کا بیان ہے صاحب کافیہ فرماتے ہیں کہ زید قام وعمرو اکرمته کی مثل میں رفع اور نصب دونوں مساوی ہیں اس مثل سے مراد ہر وہ ترکیب ہے جس میں ماضمر عاملہ جس جملہ کے اندر واقع ہو اس کا عطف جملہ ذات الوجہین پر ہو یعنی ایسے جملہ اسمیہ پر عطف ہو جس کی خبر جملہ فعلیہ ہو جیسے زید قام وعمرو اکرمته اس میں اگر عمرو کو منصوب پڑھیں تو یہ جملہ فعلیہ بنے گا اور اس کا عطف جملہ صغری یعنی قام پر ہوگا اور اگر عمرو کو مرفوع پڑھیں تو یہ جملہ اسمیہ ہوگا اور اس کا عطف جملہ کبری یعنی زید قام پر ہوگا چونکہ دونوں وجہوں میں معطوف و معطوف علیہ کے درمیان مناسبت موجود ہے لہذا دونوں امر برابر ہونگے کسی کو دوسرے پر ترجیح حاصل نہیں ہوگی۔

اغراض جامی:۔ <u>اي الرفع والنصب:</u> میں الامران کے مصداق کو متعین کردیا۔

<u>وللمتكلم:</u> میں ایک وہم کو دور کر رہے ہیں وہ **وهم** یہ تھا کہ شاید استواء سے مراد استواء فی الوجود ہو اور امران سے مراد رفع اور نصب ہیں تو مطلب یہ ہوگا کہ رفع اور نصب وجود علی الاسم المذکور میں مساوی ہیں تو اس صورت میں اجتماع حرکتین مختلفتین علی حرف واحد کی خرابی لازم آئیگی۔ تو فللمتکلم سے اس وہم کو دور کردیا کہ استواء سے مراد استواء فی الوجود نہیں بلکہ استواء فی الاختیار ہے یعنی متکلم کو اختیار ہے ان دونوں میں سے جسے چاہے پسند کرلے۔ (سوال کابلی ص ۲۱۷)

<u>اي عنده:</u> سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ زید قام وعمروا اکرمته میں عمرو پر نصب پڑھنا صحیح نہیں کیونکہ اگر اس پر نصب پڑھیں تو جملہ عمروا اکرمتہ کا عطف ہوگا جملہ صغری یعنی قام پر تو جس طرح قام زیدؔ کی خبر ہے اسی طرح بواسطہ عطف عمروا اکرمتہ بھی زید کی خبر ہوگا حالانکہ اس کا خبر بننا صحیح نہیں ہے اس لئے کہ خبر جب جملہ ہو تو اس میں عائد کا ہونا ضروری ہے جو مبتدا کیطرف لوٹے یہاں اکرمتہ میں عائد نہیں ہے کیونکہ ۂ ضمیر عمروا کی طرف راجع ہے نہ کہ زید کی طرف۔

جواب:۔ یہاں عائد محذوف ہے اصل میں زید قام وعمروا اکرمتہ عندہٗ یا فی دارہ تھا۔

فان قلت: ایک اعتراض کو نقل کر کے قلنا سے اس کا جواب دے رہے ہیں۔ **اعتراض**:۔ ہم یہ بات تسلیم نہیں کرتے کہ صورت مذکورہ میں رفع اور نصب دونوں مساوی ہیں بلکہ رفع کو نصب پر ترجیح حاصل ہے اس لئے کہ رفع کی صورت میں سلامتی عن الحذف ہے اور نصب کی صورت میں فعل کو حذف ماننا پڑتا ہے تو سلامتی عن الحذف قرینہ مرجحہ للرفع ہے۔

جواب:۔ قرب معطوف علیہ سلامتی عن الحذف کے معارض ہے یعنی اگر اس کو منصوب پڑھیں تو معطوف علیہ قریب ہوگا کیونکہ اس صورت میں معطوف علیہ قام ہوگا اور اگر اس کو مرفوع پڑھیں تو معطوف علیہ بعید ہوگا کیونکہ معطوف علیہ زیدٌ ہوگا جو بہ نسبت قام کے بعید کھڑا ہے تو جس طرح سلامتی عن الحذف قرینہ مرجحہ للرفع ہے اسی طرح قرب معطوف علیہ قرینہ مرجحہ للنصب ہے لہٰذا ان میں سے ایک کو دوسرے پر ترجیح حاصل نہیں ہے

فان قلت: سے ایک اعتراض نقل کر کے قلنا سے اس کا جواب دے رہے ہیں۔

اعتراض:۔ ان دونوں جملوں میں قرب اور بعد کے اعتبار سے کوئی تفاوت نہیں ہے اس لئے کہ جس طرح جملہ صغریٰ قریب ہے درمیان میں کوئی فاصلہ نہیں اسی طرح جملہ کبریٰ بھی قریب ہے درمیان میں کوئی فاصلہ نہیں؟

جواب:۔ اگرچہ منتہی کے اعتبار سے دونوں میں کوئی فرق نہیں لیکن مبداء کے اعتبار سے فرق ہے کیونکہ جملہ کبریٰ کا مبداء زاء ہے اور جملہ صغریٰ کا مبدائے قاف ہے اور قاف قریب ہے بہ نسبت زا کے۔

ما اضمر عامله کے اعراب کی قسم رابع

وَيَجِبُ النَّصَبُ اَیْ نَصَبُ الْاِسْمِ الْمَذْكُوْرِ بَعْدَ حَرْفِ الشَّرْطِ وَالْمُرَادُ بِهٖ هٰهُنَا اِنْ وَلَوْ فَاِنَّ

اور واجب ہے نصب یعنی اسم مذکور کا نصب حرف شرط کے بعد اور یہاں حرف شرط سے اِن اور لو مراد ہے کیونکہ

اَمَّا وَاِنْ كَانَتْ مِنْ حُرُوْفِ الشَّرْطِ فَحُكْمُهَا مَاسَبَقَ مِنْ اِخْتِيَارِ الرَّفْعِ مَعَ غَيْرِ الطَّلَبِ وَاِخْتِيَارِ

اما اگرچہ حروف شرط میں سے ہے لیکن اس کا حکم وہی ہے جو ماقبل میں گزر چکا ہے یعنی غیر طلب کے ساتھ رفع کا مختار ہونا اور طلب کے ساتھ

النَّصَبِ مَعَ الطَّلَبِ وَكَذَا يَجِبُ نَصَبُهٗ بَعْدَ حَرْفِ التَّحْضِيْضِ وَهُوَ هَلَّا وَاَلَّا وَلَوْ لَا وَلَوْمَا

نصب کا مختار ہونا اور اسی طرح اس کا نصب واجب ہے حرف تحضیض کے بعد اور وہ ہلا اور الا اور لولا اور لوما ہے

وَاِنَّمَا وَجَبَ النَّصَبُ بَعْدَ هُمَا لِوُجُوْبِ دُخُوْلِهِمَا عَلَى الْفِعْلِ لَفْظًا اَوْ تَقْدِيْرًا مِثْلَ اِنْ زَيْدًا

اور نصب واجب ہے ان دونوں کے بعد ان دونوں کے فعل پر دخول کے واجب ہونے کی وجہ سے خواہ (فعل) لفظا (ہو) یا تقدیرا جیسے ان زیدا

ضَرَبْتُهُ ضَرَبَکَ مِثَالٌ لِحَرْفِ الشَّرْطِ وَاَلَّا زَيْدًا ضَرَبْتَهُ مِثَالٌ لِحَرْفِ التَّحْضِيْضِ
ضربتہ ضربک یہ حرف شرط کی مثال ہے اور الازیدا ضربتہ یہ حرف تحضیض کی مثال ہے

خلاصہ متن :۔ یہاں سے مصنف رحمہ اللہ ما اضمر عاملہ کے اعراب کی چوتھی قسم وجوب نصب کو بیان کر رہے ہیں جب اسم مذکور حرف شرط یا حرف تحضیض کے بعد واقع ہو تو اس پر نصب واجب ہے شرط کی مثال جیسے ان زیدا ضربته ضربک حرف تحضیض کی مثال جیسے الا زیدا ضربته.

اغراض جامی :۔ اى نصب الاسم المذكور: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال :۔ بحث ما اضمر عاملہ کی ہو رہی ہے اور اس پر تو مطلقاً نصب واجب ہے کیونکہ وہ مفعول بہ کے قبیل سے ہے لہذا مصنف رحمہ اللہ کا وجوب نصب کو مقید کرنا حروف شرط اور حروف تحضیض کے بعد صحیح نہیں ہے۔

جواب :۔ یہاں سے مراد حقیقۃً ما اضمر عاملہ نہیں ہے بلکہ الاسم المذکور یعنی وہ اسم مراد ہے جو ما اضمر عاملہ کے مظان میں واقع ہو رہا ہو (سوال کا بلی ص ۲۱۸)

والمراد: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : ۔اما بھی حرف شرط ہے حالانکہ اس کے بعد جب اسم مذکور واقع ہو تو اس پر نصب واجب نہیں بلکہ اگر اما غیر طلب کے ساتھ ہو تو اسم مذکور پر رفع مختار ہے اور اگر طلب کیساتھ ہو تو نصب مختار ہے؟

جواب : ۔حرف شرط سے مراد فقط اِن اور لو ہیں اَمّا مراد نہیں ہے کیونکہ اس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

وکذا یجب : یہ عبارت مقدر کر کے شارح نے اشارہ کیا کہ حرف تحضیض کا عطف حرف شرط پر ہے

وھو : میں حرف تحضیض کے مصداق کا بیان ہے کہ حرف تحضیض چار ہیں الا ،ھلا ،لو لا، لوما.

وانما وجب : میں وجوب نصب کی وجہ بیان کر رہے ہیں۔ حرف شرط اور حرف تحضیض کے بعد اسم مذکور پر نصب اس لئے واجب ہے کیونکہ حرف شرط اور تحضیض کا فعل پر داخل ہونا واجب ہے خواہ وہ فعل مذکور ہو یا مقدر تو جب فعل مذکور نہیں ہوگا تو مقدر ہوگا لہذا اسم مذکور فعل مقدر کی وجہ سے منصوب ہوگا۔

مثال لحرف الشرط : میں ممثل لہ کی تعیین ہے۔

مثال لحرف التحضيض: میں بھی ممثل لہ کی تعیین ہے۔

ما اضمر عامله کے اعراب کی قسم خامس

وَلَيْسَ مِثْلَ اَزَيْدٌ ذُهِبَ بِهٖ مِنْهُ اَیْ مِنْ بَابِ الْاِضْمَارِ عَلٰی شَرِيْطَةِ التَّفْسِيْرِ فَاِنَّ زَيْدًا فِيْهِ وَاِنْ كَانَ

اور ازید ذھب بہ کے مثل اس سے نہیں یعنی اضمار علی شریطۃ التفسیر کے باب سے نہیں کیونکہ اس میں زیداً اگرچہ ظاہر نظر میں

يُظَنُّ فِيْ بَادِي النَّظَرِ اَنَّهٗ مِمَّا اُضْمِرَ عَامِلُهٗ عَلٰی شَرِيْطَةِ التَّفْسِيْرِ وَالْمُخْتَارُ فِيْهِ النَّصْبُ لِوُقُوْعِ

ما اضمر عاملہ علی شریطۃ التفسیر کے قبیل سے معلوم ہوتا ہے اور اس مثال میں اسم مذکور کے حرف استفہام کے بعد واقع ہونے کی وجہ سے

الْاِسْمِ الْمَذْكُوْرِ فِيْهِ بَعْدَ حَرْفِ الْاِسْتِفْهَامِ لٰكِنْ يَظْهَرُ بَعْدَ تَعَمُّقِ النَّظَرِ اَنَّهٗ لَيْسَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ وَاِنْ

نصب مختار ہے لیکن گہری نظر کرنے کے بعد ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اس میں سے نہیں ہے اگرچہ اس مثال پر یہ بات صادق آتی ہے کہ

صَدَقَ عَلَيْهِ اَنَّهٗ اِسْمٌ بَعْدَهٗ فِعْلٌ مُشْتَغِلٌ عَنْهُ بِضَمِيْرِهٖ لٰكِنَّهٗ لَيْسَ بِحَيْثُ لَوْسُلِّطَ عَلَيْهِ هُوَ

زید اسم ہے جس کے بعد ایک فعل ہے جو اس اسم سے اعراض کر کے اس کی ضمیر کے ساتھ مشغول ہے لیکن وہ اس طرح نہیں ہے کہ اگر بعینہ اس فعل

اَوْمُنَاسِبُهٗ لَنَصَبَهٗ لِاَنَّ ذُهِبَ بِهٖ لَا يَعْمَلُ النَّصَبَ وَكَذَا مُنَاسِبُهٗ اَعْنِيْ اُذْهِبَ فَاِنْ قُلْتَ

یا اس کے مناسب کو اس پر مسلط کیا جائے تو وہ اسے نصب دیدے کیونکہ ذھب بہ نصب کا عمل نہیں کرتا اسی طرح اس کا مناسب (فعل) یعنی اذھب

لَا يَنْحَصِرُ الْمُنَاسِبُ فِيْ اُذْهِبَ فَلْيُقَدَّرْ مُنَاسِبٌ اٰخَرُ يَنْصِبُهٗ مِثْلُ يُلَابِسُ اَوْاَذْهَبَ عَلٰی صِيْغَةِ

پھر اگر تم کہو کہ مناسب اذھب میں منحصر تو نہیں پس کوئی دوسرا ایسا مناسب (فعل) مقدر کیا جائے جو اسم مذکور کو نصب دے سکے جیسے یلابس یا اذھب

الْمَعْلُوْمِ فَيَكُوْنُ تَقْدِيْرُهٗ زَيْدًا يُلَابِسُهُ الذِّهَابُ بِهٖ اَوْ اَذْهَبَهٗ اَحَدٌ قُلْنَا الْمُرَادُ بِالْمُنَاسِبِ

(ماضی) معلوم کے صیغے پر تو اس کی تقدیر زیداً یلابسہ الذھاب بہ یا اذھبہ احد ہو جائے گی ہم جواب دیتے ہیں کہ مناسب سے مراد وہ فعل ہے جو فعل مذکور

مَا يُرَادِفُ الْفِعْلَ الْمَذْكُوْرَ اَوْيَلَازِمُهٗ مَعَ اِتِّحَادِ مَا اُسْنِدَ اِلَيْهِ فَالْاِتِّحَادُ فِيْمَا ذَكَرْتَهٗ مَفْقُوْدٌ

کے مرادف ہو یا اس کو لازم ہو اس چیز کے اتحاد کے ساتھ کہ جس کی طرف فعل کی اسناد کی گئی ہے اور اس (مثال) میں کہ جس کو تم نے ذکر کیا ہے اتحاد مفقود ہے

وَاِذَا كَانَ الْاَمْرُ كَذٰلِكَ فَالرَّفْعُ اَیْ رَفْعُ زَيْدٍ فِی الْمِثَالِ وَاجِبٌ بِالْاِبْتِدَاءِ وَنَصْبُهٗ غَيْرُ جَائِزٍ

اور جب بات اس طرح ہے تو رفع ہے یعنی مثال (مذکور) میں زید کا رفع واجب ہے مبتداء ہونے کی وجہ سے اور مفعولیت کی وجہ سے

بِالْمَفْعُوْلِيَّةِ فَلَيْسَ مِنْ بَابِ الْاِضْمَارِ عَلٰی شَرِيْطَةِ التَّفْسِيْرِ فَكَيْفَ مِمَّا يُخْتَارُ فِيْهِ النَّصْبُ

اس کا نصب جائز نہیں ہے اس لیے یہ اضمار علی شریطۃ التفسیر کے باب سے ہی نہیں ہے پس یہ اس قبیل سے کیسے ہو سکتا ہے جس میں نصب مختار ہے

خلاصہ متن : ۔یہ عبارت بظاہر تو ایک سوال مقدر کا جواب ہے لیکن حقیقت میں ما اضمر عاملہ کے اعراب کی قسم خامس ہے کہ جس پر رفع واجب ہے۔**سوال :** ۔کی تقریر یہ ہے کہ ماقبل میں گزر چکا ہے کہ جب اسم مذکور حرف استفہام کے بعد واقع ہو تو اس پر نصب مختار اور رفع جائز ہوتا ہے یہ منقوض ہے ازید ذہب بہ کی مثل کی ساتھ اس لئے کہ اس میں بھی زید حرف استفہام کے بعد واقع ہے اس کے باوجود اس پر نصب مختار نہیں بلکہ نصب جائز ہی نہیں بلکہ رفع واجب ہے؟

جواب : ۔مصنف رحمہ اللہ نے جواب دیا اور شارح جامی فَاِنَّ زید سے اس کی تشریح کرر ہے ہیں یہ ما اضمر عاملہ کے باب سے نہیں ہے اس لئے کہ اگر چہ بادی النظر میں زید کے بارے میں یہی گمان ہوتا ہے کہ یہ ما اضمر عاملہ کے باب سے ہے کیونکہ حرف استفہام کے بعد واقع ہے لہذا اس پر نصب مختار ہونا چاہیے لیکن گہری نظر اور غور وفکر کے بعد یہ واضح ہوتا ہے کہ یہ ما اضمر عاملہ کے باب سے نہیں ہے اس لئے کہ اگر چہ اس پر یہ بات صادق آرہی ہے کہ یہ اسم ہے وراس کے بعد ایک فعل ہے جو اس کی ضمیر میں عمل کرنے کی وجہ سے خود اس میں عمل کرنے سے اعراض کررہا ہے لیکن وہ فعل اس حیثیت سے نہیں کہ اگر بعینہٖ اس کو یا اس کے کسی مناسب کو اس پر مسلط کیا جائے تو وہ اس کو نصب دے سکے، کیونکہ اگر خود اس کو مسلط کریں تو اس کی دوصورتیں ہیں (۱) باء کے ساتھ (۲) باء کے بغیر اگر باء کے ساتھ مسلط کیا جائے تو بجائے نصب کے جر دیگا اور باء کے بغیر مسلط کیا جائے تو یہ فعل لازمی ہے اور فعل لازمی مفعول کو نصب نہیں دے سکتا اور اگر اس کے مناسب مرادف مثلاً اُذْہِب کو مسلط کیا جائے تو وہ اس کو مفعول مالم یسم فاعلہ ہونے کی بناء رفع دے گا نہ کہ نصب تو معلوم ہوا کہ یہ ما اضمر عاملہ کے باب سے نہیں ہے۔

<u>منه ای من باب الاضمار</u> : سے منہ کی ضمیر کا مرجع بیان کیا۔

<u>فان قلت</u> : سے ایک عتراض نقل کر کے قلنا سے اس کا جواب پیش کررہے ہیں۔**اعتراض :** ۔مناسب اُذْہِب میں منحصر تو نہیں ہے دوسرے مناسبات بھی موجود ہیں جن کے باعث اسم مذکور پر نصب آسکتا ہے پس کوئی دوسرا مناسب مقدر مانا جائے تا کہ وہ اسم مذکور کو نصب دے سکے مثلاً یلابس یا اذہب بصیغہ ماضی معلوم اگر یلابس کو مقدر مانا جائے تو تقدیر عبارت اس طرح ہوگی زیدا یلابسہ الذہاب بہ یا زیدا یلابسہ احد بالذہاب بہ اور اگر اذہب کو مقدر مانا جائے تو تقدیر اس طرح ہوگی زیدا اذہبہ احد۔

جواب : ۔فعل مذکور کے مناسب مرادف یا مناسب لازم سے مرادوہ مناسب ہے کہ فعل مذکور اور فعل مقدر مناسب کے درمیان مسند الیہ میں اتحاد ہو یعنی دونوں کا مسند الیہ ایک ہو اور مذکورہ بالا صورتوں میں فعل مذکور اور فعل مقدر کا مسند الیہ ایک نہیں رہتا کیونکہ فعل مذکور کا مسند الیہ زید ہے اور فعل مقدر کا مسند الیہ الذہابُ ہے یا اَحَدٌ ہے لہذا اشکال غلط ہے۔

<u>واذا کان</u> : میں توضیح متن ہے۔فالرفع پر فاء فصیحیہ ہے اس لئے کہ یہ جزاء ہے شرط محذوف کی جو کہ اذا کان الامر کذلک ہے یعنی جب معاملہ اس طرح ہے تو پس مثال مذکور میں زید پر رفع بالابتداء واجب ہے اور مفعولیت کی بناء پر نصب جائز نہیں ہے

جب اس پر نصب بالمفعولیت جائز نہیں ہے تو نصب مختار کیسے ہوگا لہذا یہ ماا ضمر عاملہ کے باب سے نہیں ہوگا بلکہ مظان اضمار سے ہوگا۔

اي رفع زيد : سے اشارہ کیا کہ الرفع پر الف لام مضاف الیہ کے عوض میں ہے جو کہ زید ہے۔

واجب : سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال :۔ فالرفع شرط محذوف اذا کان الامر کیلئے جزا ہے اور جزا کیلئے جملہ ہونا شرط ہے جبکہ فالرفع مفرد ہے۔

جواب :۔ الرفع مبتدا ہے اس کی خبر واجب محذوف ہے مبتدا خبر جملہ ہو کر جزا ہے فاندفع الاشکال (سوال کابلی ص ۲۱۹)

ما اضمر عامله کے اعراب کی قسم آخر

وَكَذَا اَیْ مِثْلُ اَزَیْدٌ ذُهِبَ بِهٖ قَوْلُهٗ تَعَالٰی كُلُّ شَیْءٍ فَعَلُوْهُ فِی الزُّبُرِ اَیْ فِیْ صَحَائِفِ
اور اسی طرح یعنی ازید ذہب بہ کی طرح اللہ تعالیٰ کا قول ہے کُلُّ شَیْءٍ فَعَلُوْهُ فِی الزُّبُرِ یعنی ان کے اعمال کے صحیفوں میں
اَعْمَالِهِمْ فَهُوَ لَيْسَ مِنْ بَابِ الْاِضْمَارِ عَلٰی شَرِيْطَةِ التَّفْسِيْرِ لِاَنَّهٗ لَوْ جُعِلَ مِنْهُ لَصَارَ التَّقْدِيْرُ فَعَلُوْا
تو یہ اضمار علی شریطۃ التفسیر کے باب سے نہیں ہے کیونکہ اگر اس کو اس اضمار سے بنایا جائے تو اس کی تقدیر فَعَلُوْا کل شیء فی الزبر ہوگی
كُلَّ شَیْءٍ فِی الزُّبُرِ فَقَوْلُهٗ فِی الزُّبُرِ اِنْ كَانَ مُتَعَلِّقًا بِفَعَلُوْا فَسَدَ الْمَعْنٰی لِاَنَّ صَحَائِفَ اَعْمَالِهِمْ
پس قول باری تعالیٰ فی الزبر اگر فعلوا کے متعلق ہو تو معنی فاسد ہو جائے گا کیونکہ ان کے اعمال کے صحیفے
لَيْسَتْ مَحَلًّا لِفِعْلِهِمْ لِاَنَّهُمْ لَمْ يُوْقِعُوْا فِيْهَا فِعْلًا بَلِ الْكِرَامُ الْكَاتِبُوْنَ اَوْقَعُوْا فِيْهَا كِتَابَةَ اَفْعَالِهِمْ
ان کے فعل کے لیے محل نہیں کیونکہ لوگوں نے ان صحائف میں کسی فعل کو واقع نہیں کیا بلکہ کراما کاتبین نے ان صحیفوں میں ان کے افعال کی کتابت کو واقع کیا ہے
وَاِنْ كَانَ صِفَةً لِشَیْءٍ مَعَ اَنَّهٗ خِلَافُ ظَاهِرِ الْاٰيَةِ فَاتَ الْمَعْنَی الْمَقْصُوْدُ اِذِ الْمَقْصُوْدُ اَنَّ كُلَّ شَیْءٍ
اور اگر وہ فی الزبر شئی کی صفت ہو باوجود یکہ وہ ظاہر آیۃ کے خلاف ہے تو معنی مقصودی فوت ہو جائے گا کیونکہ مقصود یہ ہے کہ ہر وہ چیز جو ان بندوں کی کی ہوئی ہے
هُوَ مَفْعُوْلٌ لَهُمْ كَائِنٌ فِی الزُّبُرِ مَكْتُوْبٌ فِيْهَا مُوَافِقًا لِقَوْلِهٖ تَعَالٰی وَكُلُّ صَغِيْرٍ وَّكَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ
وہ صحیفوں میں موجود ہے، صحیفوں میں لکھی ہوئی ہے درانحالیکہ وہ اللہ تعالیٰ کے قول کُلُّ صَغِیْرٍ وَّ کَبِیْرٍ مُّسْتَطَرٌ
لَا اَنَّ كُلَّ شَیْءٍ كَائِنٍ فِیْ صَحَائِفِ اَعْمَالِهِمْ مَفْعُوْلٌ لَهُمْ فَالرَّفْعُ لَازِمٌ عَلٰی اَنْ يَّكُوْنَ كُلُّ شَیْءٍ
کے موافق ہے نہ یہ کہ ہر چیز جو ان کے اعمال کے صحیفوں میں ہے وہ ان کی کی ہوئی ہے پس رفع لازم ہے اس بناء پر کہ کل شئی مبتداء ہے

مُبْتَدَأُ وَالْجُمْلَةُ الْفِعْلِيَّةُ صِفَةٌ لِشَيْءٍ وَالْجَارُ وَالْمَجْرُوْرُ فِي مَحَلِّ الرَّفْعِ عَلٰى اَنَّهُ خَبَرُ الْمُبْتَدَإِ
اور جملہ فعلیہ شے کی صفت ہے اور جار مجرور محل رفع میں ہے اس بناپر کہ وہ مبتدا کی خبر ہے
تَقْدِيْرُهُ كُلُّ شَيْءٍ هُوَ مَفْعُوْلٌ لَهُمْ ثَابِتٌ فِي الزُّبُرِ بِحَيْثُ لَايُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَلَاكَبِيْرَةً
اس کی تقدیر كُلُّ شَيْءٍ هُوَ مَفْعُوْلٌ لَهُمْ ثَابِتٌ فِي الزُّبُرِ ہے اس طرح کہ کوئی چھوٹی بڑی چیز اس سے چھوٹی ہوئی نہیں ہے

خلاصہ متن: ۔ بظاہر یہ عبارت ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔ لیکن درحقیقت یہ بھی ما اضمر عاملہ کے اعراب کی ایک قسم ہے جس کی تفصیل شرح میں آرہی ہے۔

تشریح: سوال: ۔ ماسبق میں گزر چکا ہے کہ اگر رفع اور نصب دونوں کیلئے قرینہ مصححہ پائے جائیں لیکن قرینہ مرجحہ صرف رفع کیلئے ہو تو رفع مختار اور نصب جائز ہوتی ہے لیکن یہ قاعدہ منقوض ہے اللہ تعالیٰ کے قول کل شی فعلوہ فی الزبر کے ساتھ کیونکہ کل شی کا عوامل لفظیہ سے خالی ہونا قرینہ مصححہ للرفع ہے اور اس کے بعد ایسے فعل کا ہونا جس میں تفسیر بننے کی صلاحیت ہے یہ قرینہ مصححہ للنصب ہے لیکن قرینہ مرجحہ صرف رفع پر موجود ہے وہ سلامت عن الحذف ہے نصب پر کوئی قرینہ مرجحہ نہیں ہے تو ضابطہ کے مطابق کل شیٔ پر رفع مختار ہونا چاہئے اور نصب بھی جائز ہونی چاہئے حالانکہ رفع واجب ہے۔

جواب: ۔ وکذا کل شیٔ سے مصنف نے جواب دیا شارح اس کی تفصیل بیان کر رہے ہیں جس طرح ازید ذہب ما اضمر عاملہ کے قبیلہ سے نہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ کا قول کل شی الخ بھی ما اضمر عاملہ کے قبیلہ سے نہیں۔

لانہ لو جعل منہ: سے شارح ما اضمر عاملہ کے قبیل سے نہ ہونے کی وجہ بیان کر رہے ہیں کہ اگر یہ ما اضمر عاملہ کے قبیلہ سے ہو تو تقدیر عبارت یوں ہوگی فعلو کل شی فی الزبر پھر فی الزبر کی ترکیب میں دو احتمال ہیں (۱) فی الزبر یہ فعلوہ کے متعلق ہو اگر یہ فعلوہ کے متعلق ہو تو معنی فاسد ہو جائے گا کیونکہ معنی یہ ہوگا کیا انہوں نے ہر چیز کو نامہ اعمال کے اندر، اس معنی کے مطابق صحائف اعمال بندوں کے فعل کا محل بن جائیں گے حالانکہ صحائف اعمال بندوں کے افعال کا محل نہیں بلکہ کراما کاتبین کے افعال کا محل ہے کراما کاتبین بندوں کے افعال کو بصورت کتابت اس میں درج کرتے ہیں۔

(۲) دوسرا احتمال یہ ہے کہ فی الزبر شیٔ کی صفت ہو اگرچہ یہ ظاہر آیت کے خلاف ہے کیونکہ اس صورت میں موصوف صفت کے درمیان فعلوا کا فاصلہ ہو جائے گا اس کے باوجود اگر اس کو صفت بنائیں تو معنی مقصودی فوت ہو جائے گا کیونکہ آیت سے مقصود یہ ہے کہ جو کچھ بندے کرتے ہیں وہ ان کے نامہ اعمال میں درج کرلیا جاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے وکل صغیر وکبیر مستطر کہ ہر چھوٹی بڑی چیز لکھی ہوئی ہے اور اگر صفت بنائیں تو معنی یہ ہوگا ہر وہ چیز جو کہ نامہ اعمال میں

درج ہے وہ بندوں کا کیا ہوا ہے اس سے وہم باطل پیدا ہوتا ہے کہ بندوں کے بعض اعمال ایسے بھی ہیں جو نامہ اعمال میں درج نہ ہوں لہذا یہ ما اضمر عاملہ کے باب سے نہیں ہے۔

لہذا کل شی پر رفع واجب ہے اور یہ مبتداء اور فعلوہ جملہ فعلیہ اس کی صفت ہے اور فی الزبر ظرف مستقر ثابت کے متعلق ہو کر اس کی خبر ہے تقدیر عبارت یہ ہوگی کل شی ھو مفعولٌ لھم ثابت فی الزبر بحیث لا یغادر صغیرۃ ولا کبیرۃ کہ ہر وہ چیز جو بندوں کی ہوئی ہے وہ نامہ اعمال میں ثابت ہے نہ کوئی چھوٹا عمل چھوٹا ہوا ہے نہ بڑا عمل۔

<u>ای فی صحائف اعمالھم:</u> سے غرض شارح یا تفسیر غیر المشہور بالمشہور ہے یا دفع وہم ہے کوئی شخص وہم کرسکتا تھا کہ زبر زبور کی جمع ہے اس سے مراد کتاب زبور ہے جو داؤد علیہ السلام پر نازل ہوئی حالانکہ یہ معنی یہاں مراد نہیں ہو سکتے تو صحائف اعمالھم سے وہم کا ازالہ کیا کہ یہاں نامہ اعمال مراد ہے (سوال باسولی ص ۳۴۳)

الزانیۃ والزانی پر رفع کی بحث

وَاعْلَمْ اَنَّهٗ قَدْ سَبَقَ اَنَّ الْاِسْمَ الْمَذْكُوْرَ اِذَا كَانَ الْفِعْلُ الْمُشْتَغِلُ عَنْهُ بِضَمِيْرِهٖ اَوْ مُتَعَلِّقِهٖ اَمْرًا اَوْ نَهْيًا

اور جان لیجئے کہ یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ جب اسم مذکور سے اعراض کر کے اس کی ضمیر یا اس کے متعلق کے ساتھ مصروف عمل ہونے والا فعل امر یا نہی ہو

فَالْمُخْتَارُ فِيْهِ النَّصْبُ وَالظَّاهِرُ اَنَّ قَوْلَهٗ تَعَالٰى اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ

تو اس میں نصب مختار ہے اور ظاہر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قول اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ

دَاخِلٌ تَحْتَ هٰذِهِ الْقَاعِدَةِ مَعَ اَنَّ الْقُرَّاءَ اِتَّفَقُوْا فِيْهِ عَلَى الرَّفْعِ اِلَّا فِيْ رِوَايَةٍ شَاذَّةٍ عَنْ بَعْضِهِمْ

اس قاعدہ کے تحت داخل ہے اس کے باوجود قراء (سبعہ) نے اس قول باری تعالیٰ میں رفع پر اتفاق کیا ہے مگر روایت شاذہ میں بعض قراء کی طرف سے

فَاضْطَرَّ النُّحَاةُ اِلٰى اَنْ تَمَحَّلُوْا لِاِخْرَاجِهٖ عَنِ الْقَاعِدَةِ الْمَذْكُوْرَةِ لِئَلَّا يَلْزَمَ اِتِّفَاقُ الْقُرَّاءِ عَلٰى غَيْرِ

تو نحوی حضرات اس قول باری تعالیٰ کو قاعدہ مذکورہ سے خارج کرنے کے لیے حیلہ اختیار کرنے پر مجبور ہو گئے تا کہ قراء کا غیر مختار قراءت پر اتفاق لازم نہ آئے

الْمُخْتَارِ فَاَشَارَ الْمُصَنِّفُ اِلٰى مَا تَمَحَّلُوْا لِاِخْرَاجِهٖ عَنْهَا فَقَالَ وَنَحْوُ الزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ

تو مصنف نے اس حیلے کی طرف اشارہ کیا جو نحویوں نے قول باری تعالیٰ کو اس قاعدے سے خارج کرنے کے لیے کیا تو فرمایا اور الزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ

وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ اَلْفَاءُ فِيْهِ مُرْتَبِطَةٌ بِمَعْنَى الشَّرْطِ عِنْدَ الْمُبَرِّدِ لِكَوْنِ الْاَلِفِ وَاللَّامِ فِيْ

وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ کی مثل فاء اس میں مرتبط ہے شرط کے معنی کے ساتھ مبرد کے نزدیک کیونکہ الزانیۃ والزانی میں الف لام مبتدا موصول ہے

الزَّانِيَةِ وَالزَّانِي مُبْتَدأ مَوْصُولاً فِيهِ مَعْنَى الشَّرْطِ وَاسْمُ الْفَاعِلِ الَّذِي هُوَ صِلَتُهُ كَالشَّرْطِ فَخَبَرُ

اس (مبتداء) میں شرط کا معنی ہے اور اسم فاعل جو کہ اس کا صلہ ہے شرط کی مانند ہے پس مبتداء کی خبر

الْمُبْتَدأ كَالْجَزَاءِ وَالْفَاءُ الدَّاخِلَةُ عَلَيْهِ مُرْتَبِطَةٌ بِالشَّرْطِ لِدَلَالَتِهَا عَلَى سَبَبِيَّتِهِ لِلْجَزَاءِ وَمِثْلُ هٰذِهِ الْفَاءِ

جزاء کی مانند ہے اور اس پر داخل ہونے والی فاء جزاء کے لیے شرط کے سبب ہونے پر دلالت کرنے کی وجہ سے شرط کے ساتھ مرتبط ہے اور اس جیسی فاء

لا يَعْمَلُ مَا فِي حَيِّزِهَا فِي مَا قَبْلَهَا فَامْتَنَعَ تَسْلِيطُ الْفِعْلِ الْمَذْكُورِ بَعْدَهَا عَلَى مَا قَبْلَهَا فَتَعَيَّنَ فِيهِ الرَّفْعُ

کے مابعد میں جو کچھ ہوتا ہے وہ اس کے ماقبل میں عمل نہیں کیا کرتا لہٰذا اس (فاء) کے بعد مذکور فعل کا اس کے ماقبل پر مسلط کرنا منع ہے پس

وَالْآيَةُ جُمْلَتَانِ مُسْتَقِلَّتَانِ عِنْدَ سِيْبَوَيْهِ إِذِ الزَّانِيَةُ مُبْتَدأ مَحْذُوفُ الْمُضَافِ وَالزَّانِي عَطْفٌ عَلَيْهِ

اس میں رفع متعین ہو گیا اور یہ آیت دو مستقل جملے ہیں سیبویہ کے نزدیک اس لیے کہ الزانیۃ مبتدا محذوف المضاف ہے اور الزانی اس پر معطوف ہے

وَالْخَبَرُ مَحْذُوفٌ أَيْ حُكْمُ الزَّانِيَةِ وَالزَّانِي فِيمَا يُتْلَى عَلَيْكُمْ بَعْدُ وَقَوْلُهُ فَاجْلِدُوا جُمْلَةٌ ثَانِيَةٌ لِبَيَانِ

اور خبر محذوف ہے یعنی حُكْمُ الزَّانِيَةِ وَالزَّانِي فِيمَا يُتْلَى عَلَيْكُمْ بَعْدُ، اور قول باری فاجلدوا دوسرا جملہ ہے اس حکم کو بیان کرنے کے لیے

الْحُكْمِ الْمَوْعُودِ وَالْفَاءُ عِنْدَهُ أَيْضًا لِلسَّبَبِيَّةِ أَيْ إِنْ ثَبَتَ زِنَاهُمَا فَاجْلِدُوا وَقِيلَ زَائِدَةٌ أَوْ لِلتَّفْسِيرِ

جس کا وعدہ کیا گیا ہے اور سیبویہ کے نزدیک بھی فاء سببیت کے لیے ہے یعنی اگر ان دونوں کا زنا (شرعا) ثابت ہو جائے تو انہیں کوڑے مارو، اور کہا گیا ہے

وَجُزْءُ الْجُمْلَةِ لَا يَعْمَلُ فِي جُزْءِ جُمْلَةٍ أُخْرَى فَيَمْتَنِعُ التَّسْلِيطُ فَلَا تَدْخُلُ فِي الضَّابِطَةِ فَتَعَيَّنَ الرَّفْعُ

کہ فاء زائدہ ہے یا تفسیر کیلئے ہے اور جملہ کا جز دوسرے جملہ کی جز میں عمل نہیں کرسکتا تو تسلیط منع ہے پس آیت کریمہ ضابطہ میں داخل نہ ہوگی لہٰذا

وَإِلَّا أَيْ وَإِنْ لَمْ تَكُنِ الْفَاءُ بِمَعْنَى الشَّرْطِ وَلَمْ تَكُنِ الْآيَةُ جُمْلَتَيْنِ أَيْضًا فَهِيَ تَكُونُ دَاخِلَةً تَحْتَ

رفع متعین ہو گیا ورنہ یعنی اگر فاشرط کے معنی میں نہ ہو اور آیت دو جملے بھی نہ ہو تو آیت ضابطہ کے تحت داخل ہو گی

الضَّابِطَةِ فَالْمُخْتَارُ حِينَئِذٍ فِيهَا النَّصْبُ وَاخْتِيَارُ النَّصْبِ بَاطِلٌ لِاتِّفَاقِ الْقُرَّاءِ عَلَى الرَّفْعِ فَلَا بُدَّ

تو مختار اس وقت اس آیت میں نصب ہو گی اور نصب کا مختار ہونا قراء سبعہ کے رفع پر اتفاق کرنے کی وجہ سے باطل ہے لہٰذا

مِنْ جَعْلِ الْفَاءِ بِمَعْنَى الشَّرْطِ أَوْ جَعْلِ الْآيَةِ جُمْلَتَيْنِ لِيَتَعَيَّنَ الرَّفْعُ

فاء کو شرط کے معنی میں کرنا یا آیت کو دو مستقل جملے بنانا تعیین رفع کے لیے ضروری ہے

خلاصہ متن:۔ صاحب کافیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا قول الزانیہ والزنی فاجلدوا کل واحد منھما مائۃ

جلدۃ میں الزانیہ اور الزانی کے بعد امر واقع ہے لیکن قراء سبعہ اس کے رفع پر متفق ہیں حالانکہ اس پر نصب مختار ہونا چاہیے تو آیت کو قاعدہ مذکورہ سے خارج کرنے کیلئے نحویوں نے چند حیلے اختیار کئے ہیں عبارت مذکورہ میں انکو مصنف بیان کر رہے ہیں۔ ان حیلوں کی تفصیل شرح میں آ رہی ہے

اغراض جامی :۔ واعلم: اس عبارت سے شارح جامی اس بات کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ ماتن کی عبارت ونحو الزانیۃ والزانی ایک سوال مقدر کا جواب ہے واعلم سے شارح اس سوال کی تشریح کر رہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ ماقبل میں گزر چکا ہے کہ وہ فعل جو اسم مذکور کی ضمیر یا اس کے متعلق میں عمل کرنے کی وجہ سے اس اسم میں عمل کرنے سے اعراض کر رہا ہو اور وہ فعل امر یا نہی ہو تو اسم مذکور پر نصب مختار ہے اور بظاہر اللہ تعالیٰ کا قول **الزانیہ والزنی فاجلدوا کل واحد منھما مائۃ جلدۃ** اس قاعدہ کے تحت داخل ہے کیونکہ اس میں الزانیہ والزانی کے بعد فاجلدوا امر واقع ہے حالانکہ اس پر نصب مختار نہیں بلکہ قراء سبعہ اس کے رفع پر متفق ہیں صرف عیسیٰ بن عمرو کی ایک قرات شاذہ نصب کی ہے اب دو محالوں میں سے ایک محال لازم آتا ہے (۱) یا تو قراء سبعہ کا رفع پر اتفاق کر لینا غلط ہو یہ بھی محال ہے (۲) یا نحویوں کا ضابطہ مذکورہ غلط ہو یہ بھی محال ہے اس لئے نحوی حضرات نے اپنے ضابطہ کو بچانے کیلئے اس آیت کریمہ میں چند تاویلات اور حیلے کئے ہیں ونحو الزانیۃ سے مصنف رحمہ اللہ انہی کو بیان کر رہے ہیں اور شارح ان کی تشریح کر رہے ہیں۔

__عند المبرد :__ امام مبرد کا مذہب بیان کر رہے ہیں۔ امام مبرد کے نزدیک فاجلدوا کی فاء شرط کے معنی میں ہے یعنی یہ فاء جزائیہ ہے جو اپنے مابعد کو ماقبل کے ساتھ ربط دینے کے لئے ہے کیونکہ الزانیۃ والزانی کا الف لام بمعنی الذی اسم موصول ہے موصول صلہ مل کر مبتداء متضمن معنی شرط ہے کیونکہ جب مبتدا اسم موصول ہو اور اس کا صلہ فعل یا ظرف ہو تو وہ مبتدا شرط کے معنی کو متضمن ہوتا ہے اور فعل اور ظرف بمنزلہ شرط کے ہوتے ہیں۔ لہذا اسم فاعل جو کہ صلہ ہے یہ بمنزلہ شرط کے ہے اور مبتداء کی خبر فاجلدوا یہ بمنزلہ جزاء کے ہے اس پر فاء داخل ہے یہ فاء خبر کو شرط کے ساتھ ربط دے رہی ہے کیونکہ یہ فاء اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ شرط جزاء کیلئے سبب ہے اور یہ یقینی بات ہے کہ اس جیسی فاء کا مابعد اپنے ماقبل میں عمل نہیں کر سکتا لہذا فاجلدوا کو الزانیۃ پر مسلط کرنا ممتنع ہے جب تسلیط ممتنع ہے تو یہ ما اضمر عاملہ کے باب سے نہ ہوگا اس لئے اس پر نصب مختار نہیں ہوگا بلکہ مبتدا ہونے کی وجہ سے رفع واجب ہوگا۔

__فیہ :__ سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : ۔نحو الزانیہ الخ مبتداء اور الفاء بمعنی الشرط اس کی خبر ہے حالانکہ اس کا خبر بننا صحیح نہیں کیونکہ جب خبر جملہ ہو تو اس میں عائد کا ہونا ضروری ہوتا ہے اس میں عائد نہیں ہے؟

جواب :۔ عائد محذوف ہے جو کہ فیہ ہے۔

مرتبطہ : میں بیان ترکیب ہے۔ اشارہ کیا بمعنی الشرط ظرف مستقر باعتبار متعلق کے خبر ہے مبتداء کی۔

وَالآيَةُ جُمْلَتَانِ مُسْتَقِلَّتَانِ عِنْدَ سِيْبَوَيْهِ : میں بیان مذہب ثانی ہے۔ امام سیبویہ کے نزدیک یہ آیت دو مستقل جملے ہیں اس لئے کہ الزانیہ مضاف الیہ ہے اس کا مضاف محذوف ہے جو کہ حکم ہے اور الزانی اس پر معطوف ہے مضاف مضاف الیہ ملکر مبتداء ہے اس کی خبر فیما یتلی علیکم محذوف ہے اصل میں حکم الزانیۃ والزانی فیما یتلی علیکم بعد تھا اور فاجلدوا کل واحد الخ یہ جملہ ثانیہ مستقلہ ہے اس پر فاء سیبویہ کے نزدیک بھی جزائیہ سببیہ ہے اور اس کی شرط محذوف ہے اصل عبارت اس طرح ہے ان ثبت زناھما فاجلدوا کل واحد اور یہ دوسرا جملہ پہلے جملہ والے حکم موعود کو بیان کرنے کیلئے ہے جب یہ دو الگ جملے ہیں تو یہ ما اضمر عاملہ کے قبیل سے نہیں ہونگے کیونکہ تسلیط ممتنع ہے ایک جملہ کی جزء دوسرے جملہ کی جزء میں عمل نہیں کر سکتی (۳) عند البعض فاجلدوا کی فاء سببیہ نہیں ہے بلکہ زائدہ ہے (۴) عند البعض فاء تفسیر یہ ہے حکم موعود کی تفسیر کر رہی ہے۔ ان دو قولوں کے مطابق بھی فاجلدوا علیحدہ جملہ بنے گا اس کا ماقبل سے تعلق نہیں ہوگا لہذا یہ ما اضمر کے باب سے نہیں ہوگا۔

والا فالمختار النصب: یعنی اگر فاء بمعنی شرط بھی نہ ہو جیسا کہ مبرد کا مذہب ہے اور یہ آیت دو مستقل جملے بھی نہ ہو جیسا کہ سیبویہ کا مذہب ہے تو آیت قاعدہ مذکورہ کے تحت داخل ہو جائے گی اور اس پر نصب مختار ہوگا لیکن نصب کا مختار ہونا باطل ہے اس لئے کہ قراء سبعہ کا اس کے رفع پر اتفاق ہے اس لئے کہ ضروری ہے کہ اس فاء کو یا تو شرط کے معنی میں کیا جائے جیسا کہ مبرد کا مذہب ہے یا آیت کو دو مستقل جملے بنایا جائے جیسا کہ سیبویہ کا مذہب ہے۔

آلایۃ : میں بیان ترکیب ہے۔ اشارہ کیا کہ جملتان خبر ہے مبتداء محذوف کی جو کہ آلایۃ ہے۔

مستقلتان : سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال** :۔ مبرد کے قول کے مطابق بھی یہ آیت دو جملے ہیں اس لئے کہ شرط بھی جملہ اور جزاء بھی جملہ ہے تو پھر سیبویہ اور مبرد کے مذہب میں فرق کیا ہوا؟

جواب :۔ سیبویہ کے نزدیک یہ آیت دو مستقل جملے ہیں لیکن مبرد کے نزدیک دو مستقل جملے نہیں اسلئے کہ جزا شرط پر مرتب ہوتی ہے۔

وان لا ای وان لم تکن : سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال** :۔ إلَّا شرطیہ ہے فالمختار النصب جزا ہے حالانکہ الا کا شرطیہ بننا درست نہیں ہے کیونکہ شرط کیلئے جملہ ہونا ضروری ہے اور إلَّا حرف مفرد ہے؟

جواب :۔ یہاں الا ان لم تکن کے معنی میں ہے جو کہ جملہ ہے لہذا اس کا شرط بننا درست ہے۔

قسم رابع تحذیر کی تعریف

اَلرَّابِعُ مِنْ تِلْکَ الْمَوَاضِعِ الَّتِیْ وَجَبَ حَذْفُ النَّاصِبِ لِلْمَفْعُوْلِ بِهٖ فِیْهَا اَلتَّحْذِیْرُ وَاِنَّمَا

چہارم ان مواضع اربعہ میں سے کہ جن میں مفعول بہ کے ناصب کا حذف واجب ہے تحذیر ہے اور اس میں

وَجَبَ حَذْفُ الْفِعْلِ فِیْهِ لِضِیْقِ الْوَقْتِ عَنْ ذِکْرِهٖ وَهُوَ فِی اللُّغَةِ تَخْوِیْفُ شَیْءٍ عَنْ شَیْءٍ

فعل کا حذف وقت کے اس کے ذکر سے تنگ ہونے کی وجہ سے واجب ہے اور وہ لغت میں کسی چیز کو کسی چیز سے ڈرانا

وَتَبْعِیْدُهٗ مِنْهُ وَفِیْ اِصْطِلَاحِ النُّحَاةِ مَعْمُوْلٌ اَیْ اِسْمٌ عُمِلَ فِیْهِ النَّصْبُ بِالْمَفْعُوْلِیَّةِ بِتَقْدِیْرِ

اور اس کو اس چیز سے دور کرنا ہے اور نحویوں کی اصطلاح میں معمول ہے یعنی وہ اسم ہے کہ اسے مفعول ہونے کی وجہ سے نصب کا عمل دیا گیا ہو اتق

اِتَّقِ تَحْذِیْرًا اَیْ حُذِّرَ ذٰلِکَ الْمَعْمُوْلُ تَحْذِیْرًا فَیَکُوْنُ مَفْعُوْلًا مُطْلَقًا اَوْ ذُکِرَ تَحْذِیْرًا

کی تقدیر کے ساتھ ڈرانے کے لیے یعنی "حذرذلک المعمول تحذیرا" تو تحذیر مفعول مطلق قرار پائے گا یا ذکر تحذیرا تو

فَیَکُوْنُ مَفْعُوْلًا لَهٗ مِمَّا بَعْدَهٗ اَیْ مِمَّا بَعْدَ ذٰلِکَ الْمَعْمُوْلِ اَوْ ذُکِرَ الْمُحَذَّرُ مِنْهُ مُکَرَّرًا عَلٰی

تحذیرا مفعول لہ ہوگا اس چیز سے جو اس کے بعد ہے یعنی اس چیز سے جو اس معمول کے بعد ہے یا محذورمنہ کو مکرر ذکر کیا جائے

صِیْغَةِ الْمَجْهُوْلِ عَطْفٌ عَلٰی حُذِّرَ اَوْ ذُکِرَ الْمُقَدَّرِ فَاِنْ قُلْتَ فَعَلٰی هٰذَا لَابُدَّ مِنْ ضَمِیْرٍ فِی

صیغہ مجہول پر ہے حذر یا ذکر مقدر پر عطف ہے، پھر اگر تم کہو کہ پس اس بناء پر معطوف میں ضمیر کا ہونا ضروری ہے

الْمَعْطُوْفِ کَمَا فِی الْمَعْطُوْفِ عَلَیْهِ قُلْنَا نَعَمْ لٰکِنَّهٗ وَضَعَ فِی الْمَعْطُوْفِ الْمُظْهَرَ مَوْضِعَ

جیسا کہ معطوف علیہ میں ہے تو ہم کہیں گے کہ جی ہاں لیکن مصنف نے معطوف میں اسم مظہر کو مضمر کی جگہ رکھا ہے

الْمُضْمَرِ اِذْ تَقْدِیْرُ الْکَلَامِ اَوْ مَعْمُوْلٌ بِتَقْدِیْرِ اتَّقِ ذُکِرَ مُکَرَّرًا اِلَّا اَنَّهٗ وَضَعَ الْمُحَذَّرَ مِنْهُ

کیونکہ تقدیر کلام یوں ہے "او معمول بتقدیر اتق ذکر مکررا" مگر مصنف نے محذر منہ کو اس ضمیر کی جگہ جو کہ معمول کی طرف راجع ہے رکھ دیا

مَوْضِعَ الضَّمِیْرِ الْعَائِدِ اِلَی الْمَعْمُوْلِ اِشْعَارًا بِاَنَّهٗ مُحَذَّرٌ مِنْهُ لَا مُحَذَّرٌ

اس بات پر خبردار کرنے کے لیے کہ وہ محذر منہ ہے نہ کہ محذر

خلاصہ متن: ۔صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ وہ مواضع اربعہ کہ جہاں مفعول بہ کے عامل ناصب کو حذف کرنا واجب ہے ان میں سے چوتھا موضع تحذیر ہے۔

تحذیر کی تعریف:۔ تحذیر وہ اسم ہے جو اتق وغیرہ مقدر کا معمول ہو تحذیر کی دو قسمیں ہیں (۱) جو اتق مقدر کا معمول ہو اور اس کو مابعد سے ڈرانے کے لئے ذکر کیا گیا ہو (۲) جو اتق مقدر کا معمول ہو اور محذر منہ ہو جس کو مکرر ذکر کیا گیا ہو۔

اغراض جامی :۔من تلک : سے اشارہ کیا کہ رابع پر الف لام عہد کا ہے یعنی وہ مواضع اربعہ جن میں مفعول بہ کے عامل ناصب کو حذف کرنا واجب ہے ان میں سے چوتھا تحذیر ہے۔

وانما وجب : سے شارح جامی کی غرض اس مقام میں مفعول بہ کے عامل ناصب کے حذف وجوبی کی وجہ بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اس مقام تحذیر میں مفعول بہ کے عامل ناصب کو حذف کرنا وقت کی تنگی کی وجہ سے ہوتا ہے۔

فی اللغة : میں بیانِ لغوی معنی ہے۔ کہ تحذیر کا لغوی معنی ہے ایک شی کو دوسری شی سے ڈرانا اور ایک شی کو دوسری شی سے دور کرنا

ای اسم : کالفظ مقدر کر کے اشارہ کیا کہ معمول صیغہ صفت ہے اس کا موصوف اسم محذوف ہے۔

فی اصطلاح: میں توضیح متن ہے۔ کہ صاحب کافیہ نے جو تحذیر کا معنی بیان کیا ہے یہ معنی اصطلاحی ہے لغوی نہیں۔

عمل فیه : سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال :۔ تحذیر کی تعریف ایاک والاسد میں ایاک پر صادق نہیں آتی اس لئے کہ وہ معمول فیہ ہے معمول نہیں بلکہ معمول تو نصب ہے اور نصب تحذیر نہیں ہے لہذا تعریف جامع نہیں ہے۔

جواب :۔ یہاں معمول سے مراد معمول فیہ ہے جیسا کہ مشترک سے مراد مشترک فیہ ہوتا ہے (سوال کاملی ص ۲۲۰)

ای حذر : سے غرض تحذیراً کی ترکیب بیان کرنا ہے اس کی ترکیب میں دو احتمال ہیں (۱) یہ مفعول مطلق ہے فعل محذوف حذر کا عبارت یوں ہے حذر ذلک المعمول تحذیرا (۲) یہ مفعول لہ ہے فعل محذوف ذُکِرَ کا عبارت یوں ہے ذکر ذلک المعمول تحذیرا۔

ای ممابعد ذلک المعمول : سے ہ ضمیر کے مرجع کو بیان کیا۔

علی صیغة : میں بیانِ صیغہ ہے کہ ذکر ماضی مجہول کا صیغہ ہے۔

عطف : میں بیانِ ترکیب ہے کہ ذکر مذکور یہ معطوف ہے حذر یا ذکر مقدر پر۔

فان قلت: سے ایک اعتراض نقل کر کے قلنا سے اس کا جواب پیش کر رہے ہیں۔ **اعتراض :۔** ذکر مذکور کا عطف حذر یا ذکر مقدر پر صحیح نہیں اس لئے کہ حُذِّرَ یا ذُکِرَ مقدر جو کہ معطوف علیہ ہے میں ضمیر ہے جو راجع ہے معمول کی طرف اور ذُکِرَ مذکور جو کہ معطوف ہے اس میں کوئی ضمیر نہیں ہے کیونکہ اس کا نائب فاعل المحذر منہ اسم ظاہر آگے مذکور ہے حالانکہ جب معطوف علیہ میں ضمیر ہو تو معطوف میں بھی ضمیر کا ہونا ضروری ہے کیونکہ ضابطہ ہے کہ معطوف معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے۔

جواب :۔ تسلیم ہے کہ معطوف علیہ میں ضمیر ہو تو معطوف میں بھی ضمیر کا ہونا ضروری ہوتا ہے لیکن یہ اس وقت ہے جب ضمیر

کے علاوہ کوئی اور عائد ورابط نہ ہو یہاں عائد ورابط موجود ہے وہ ہے وضع المظہر موضع المضمر اصل میں یہ موقع ضمیر کا تھا او ذکرہ ہونا چاہیے تھا آگے المحذ رمنہ نہیں ہونا چاہیے تھا لیکن ضمیر کی جگہ اسم ظاہر المحذ رمنہ کو رکھ دیا گیا۔

الاانہ : سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔**سوال** :۔ضمیر کی جگہ اسم ظاہر کو رکھنے کا کیا فائدہ جبکہ ضمیر کے ساتھ مقصود حاصل ہوسکتا تھا اور اس میں ایجاز واختصار بھی تھا اور عبارت میں اصل اختصار ہوتا ہے؟

جواب :۔ضمیر کی جگہ اسم ظاہر یعنی المحذ رمنہ کو ذکر کرنے سے مقصود اس بات کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ معطوف میں معمول سے مراد محذر منہ ہے نہ کہ محذر جبکہ معطوف علیہ میں حذر یا ذکر کی ضمیر معمول کی طرف راجع تھی اور معمول سے مراد محذر تھا اگر ذکر معطوف میں بھی ضمیر مستتر مانی جاتی تو وہ بھی معمول کی طرف راجع ہوتی تو بقرینہ معطوف علیہ معمول سے مراد محذر ہوتا حالانکہ یہ خلاف واقع ہے اسی فائدہ کی بناء کہ معطوف میں معمول سے محذر منہ مراد ہے مصنف رحمہ اللہ نے ضمیر کی جگہ اسم ظاہر کو ذکر کر دیا۔

امثلہ تحذیر

مِثْلُ اِيَّاكَ وَالْاَسَدَ وَاِيَّاكَ وَاَنْ تَحْذِفَ هٰذَانِ مِثَالَانِ لِاَوَّلِ نَوْعَيِ التَّحْذِيْرِ وَمَعْنَاهُمَا

جیسے مِثْلُ اِيَّاكَ وَالْاَسَدَ وَاِيَّاكَ وَاَنْ تَحْذِفَ یہ دونوں تحذیر کی دو قسموں میں سے قسم اول کی مثالیں ہیں اور دونوں کا معنی ہے

بَعِّدْ نَفْسَكَ مِنَ الْاَسَدِ وَالْاَسَدَ مِنْ نَفْسِكَ وَبَعِّدْ نَفْسَكَ عَنْ حَذْفِ الْاَرْنَبِ وَهُوَ ضَرْبُهُ

بَعِّدْ نَفْسَكَ مِنَ الْاَسَدِ وَالْاَسَدَ مِنْ نَفْسِكَ اور بَعِّدْ نَفْسَكَ عَنْ حَذْفِ الْاَرْنَبِ اور وہ خرگوش کو لاٹھی سے مارنا ہے

بِالْعَصَا وَبَعِّدْ حَذْفَ الْاَرْنَبِ عَنْ نَفْسِكَ وَعَلَى التَّقْدِيْرَيْنِ الْمُحَذَّرُ مِنْهُ هُوَ الْاَسَدُ وَالْحَذْفُ

اور بَعِّدْ حَذْفَ الْاَرْنَبِ عَنْ نَفْسِكَ اور دونوں صورتوں پر محذر منہ اسد اور حذف ہی ہیں

فَاِنَّ الْمُرَادَ مِنْ تَبْعِيْدِ الْاَسَدِ وَالْحَذْفِ مِنْ نَفْسِكَ تَحْذِيْرُهَا مِنْهُمَا لَا تَحْذِيْرُهُمَا مِنْهَا

کیونکہ اسد یا حذف کو اپنے نفس سے دور رکھنے سے مراد نفس کو ان دونوں سے ڈرانا ہے نہ کہ ان دونوں کو نفس سے ڈرانا

وَالطَّرِيْقَ الطَّرِيْقَ مِثَالٌ لِثَانِيْ نَوْعَيْهِ اَيْ اِتَّقِ الطَّرِيْقَ الطَّرِيْقَ وَلَا يَخْفٰى عَلَيْكَ اَنَّ تَقْدِيْرَ اِتَّقِ

اور الطَّرِيْقَ الطَّرِيْقَ یہ تحذیر کے دو قسموں میں سے نوع ثانی کی مثال ہے یعنی اِتَّقِ الطَّرِيْقَ الطَّرِيْقَ اور تم سے مخفی نہ ہو کہ پہلی دو قسموں میں سے

فِيْ اَوَّلِ النَّوْعَيْنِ غَيْرُ صَحِيْحٍ لِاَنَّهُ لَا يُقَالُ اِتَّقَيْتُ زَيْدًا مِنَ الْاَسَدِ فَيَنْبَغِيْ اَنْ يُقَدَّرَ فِيْهِ مِثْلُ بَعِّدْ

پہلی قسم اتق کی تقدیر صحیح نہیں کیونکہ اِتَّقَيْتُ زَيْدًا مِنَ الْاَسَدِ نہیں کہا جاتا لہذا مناسب ہے کہ اس میں بعد اور نح مقدر کیا جائے

وَنَحْ وَتَقْدِيرَ بَعَدْ فِيْ مِثَالِ النَّوْعِ الثَّانِيْ غَيْرُ مُنَاسِبٍ لِاَنَّ الْمَعْنٰى عَلَى الْاِتِّقَاءِ عَنِ الطَّرِيْقِ
اور نوع ثانی کی مثال میں بعد کی تقدیر مناسب نہیں کیونکہ معنی راستے سے پرہیز کرنے کی بناء پر ہے
لَاعَلٰى تَبْعِيْدِهٖ فَالصَّوَابُ اَنْ يُّقَالَ بِتَقْدِيْرِ بَعِّدْ اَوِاتَّقِ وَنَحْوِهِمَا فَيُقَدَّرُ مِثْلُ بَعِّدْ فِيْ جَمِيْعِ
نہ کہ مخاطب کو راستے سے بعید کرنے پر پس درست یہ ہے کہ بتقدیر بعّد یااتق ونحو ہما کہاجائے پس بعد کی مثل کونوع اول کے تمام افراد
اَفْرَادِ النَّوْعِ الْاَوَّلِ وَفِيْ بَعْضِ اَفْرَادِ النَّوْعِ الثَّانِيْ مِثْلُ نَفْسَكَ نَفْسَكَ فَاِنَّ الْمَعْنٰى عَلٰى بَعِّدْ
اورنوع ثانی کے بعض افراد میں مقدر کیاجائے گا جیسے نفسک نفسک کیونکہ اس کا معنی ہے بعّد نفسک مما یؤذیک
نَفْسَكَ مِمَّا يُؤْذِيْكَ كَالْاَسَدِ وَنَحْوِهٖ وَيُقَدَّرُ مِثْلُ اِتَّقِ فِيْ بَعْضِهَا كَالْمِثَالِ الْمَذْكُوْرِ قِيْلَ لَفْظُ
جیسے شیر اور اس کی مثل ،اور اس دوسری نوع کے بعض میں اتق کی مثل مقدر کیاجائے گا جیسے مثال مذکور (متن میں)، کہا گیا ہے
الْاَسَدِ فِيْ اِيَّاكَ وَالْاَسَدَ خَارِجٌ عَنِ النَّوْعَيْنِ فَيَنْبَغِيْ اَنْ لَّايَكُوْنَ تَحْذِيْرًا وَلَيْسَ كَذٰلِكَ فَاِنَّهٗ اَيْضًا
لفظ اسد ایاک والاسد میں دونوں قسموں سے خارج ہے تو مناسب ہے کہ تحذیر نہ ہو حالانکہ اس طرح نہیں کیونکہ یہ بھی تحذیر ہے
تَحْذِيْرٌ وَاُجِيْبَ بِاَنَّهٗ تَابِعٌ لِلتَّحْذِيْرِ وَالتَّوَابِعُ خَارِجَةٌ عَنِ الْمَحْدُوْدِ بِدَلِيْلِ ذِكْرِهَا فِيْمَا بَعْدُ
اور جواب دیا گیا ہے کہ وہ تحذیر کے تابع ہے اورتوابع محدود سے خارج ہیں اس دلیل سے کہ توابع مابعد میں (علیحدہ) مذکور ہیں

خلاصہ متن : ۔صاحب کافیہ نے عبارت بالا میں تحذیر کی دونوں قسموں کی مثالیں ذکر کی ہیں۔جن کی وضاحت شرح میں آرہی ہے۔

اغراض جامی : ۔هذان مثالان **:** سے **شارح کی غرض** دوسوال مقدر کا جواب دیناہے۔

سوال (۱) : ۔یہاں مقصود بیان مسائل ہے نہ کہ بیان امثلہ تو مثالوں کوذکر کرنا عبث واشتغال بمالایعنی ہے۔

سوال (۲) : ۔مثال سے غرض ممثل لہ کی توضیح ہوتی ہے اس کیلئے ایک مثال کافی ہے مصنف رحمہ اللہ نے دومثالیں کیوں ذکر کیں؟

جواب (۱) : ۔کبھی مسئلہ کی وضاحت کیلئے مثال ضروری ہوتی ہے اس لئے مثال کوذکر کرنا اشتغال بمالایعنی نہ ہوگا(۲) دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ تعدد امثلہ ممثل لہ کے تعدد کی وجہ سے ہے (سوال کا بلی ص۲۲۱)

توضیح امثلہ وسوال وجواب : ۔ایاک والاسد اورایاک وان تحذف یہ دونوں تحذیر کی نوع اول کی مثالیں ہیں سوال یہ ہوا کہ نوع اول کی دومثالیں کیوں ذکر کیں توضیح کیلئے تو ایک مثال کافی تھی اس کا جواب یہ ہے کہ اس بات پر تنبیہ کرنے کے لئے دومثالیں ذکر کیں کہ نوع اول میں محذر منہ میں تعمیم ہے خواہ اسم حقیقی صریحی ہو یا اسم تاویلی پہلی مثال میں محذر

منہ یعنی الاسد اسم صریحی اور دوسری مثال میں محذر منہ یعنی ان تحذف اسم تاویلی ہے(۲) یا اس بات پر تنبیہ کرنے کے لئے کہ نوع اول میں محذر منہ میں تعمیم ہے خواہ اسم ذات ہو یا اسم صفت پہلی مثال میں محذر منہ الاسد اسم ذات ہے اور دوسری مثال میں محذر منہ ان تحذف اسم صفت ہے ان دونوں مثالوں کی اصل یہ ہے **بعد نفسک من الاسد وبعد الاسد من نفسک بعد نفسک عن حذف الارنب وبعد حذف الارنب عن نفسک حذف** کا معنی ہے لاٹھی سے خرگوش کو مارنا (یہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے کہ بہ حالت احرام خرگوش کو لاٹھی سے نہ مار کیونکہ وہ مرگیا تو ضائع جائے گا) بعد نفسک من الاسد والاسد من نفسک سے ایاک والاسد کس طرح بنا اس کی تفصیل یہ ہے کہ معطوف سے من نفسک حذف کر دیا معطوف علیہ میں اس کے ذکر پر اکتفا کرتے ہوئے، اور من الاسد کو معطوف علیہ سے حذف کر دیا معطوف میں اس کے ذکر پر اکتفا کرتے ہوئے تو بعد نفسک والاسد ہو گیا پھر تنگی وقت کی وجہ سے فعل کو حذف کر دیا اور لفظ نفس کو ضرورت نہ ہونے کی وجہ سے حذف کر دیا اور ضمیر متصل اکیلی ہونے کی وجہ سے منفصل سے بدل گئی تو ایاک والاسد ہو گیا۔

وعلی التقدیرین: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔**سوال**:۔ بعد نفسک من الاسد والاسد من نفسک میں تناقض وتدافع ہے کیونکہ بعد نفسک من الاسد سے معلوم ہوتا ہے کہ الاسد محذر منہ اور نفسک محذر ہے اور والاسد من نفسک سے معلوم ہوتا ہے کہ الاسد محذر اور من نفسک محذر منہ ہے دوسری مثال میں بھی یہی تعارض۔

جواب:۔ دونوں صورتوں میں مثال اول میں محذر منہ الاسد اور مثال ثانی میں محذر منہ حذف ہے کیونکہ اپنے نفس سے اسد اور ارنب کو دور رکھنے سے مراد نفس کو ان دونوں سے ڈرانا ہے نہ کہ ان چیزوں کو نفس سے ڈرانا اور دور رکھنا ہے اور قول ثانی قول اول کی تاکید ہے اور تقدیم وتاخیر تکرار لفظی سے بچنے کیلئے ہے (سوال باسولی ص ۳۳۶)

والطریق والطریق: میں مثل لہ کی تعیین ہے۔ یہ تحذیر کی نوع ثانی کی مثال ہے۔ اصل میں اتق الطریق الطریق تھا تنگیٔ وقت کی بناء پر فعل کو حذف کر دیا گیا اس میں الطریق محذر منہ ہے جس کو تکرار کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔

ولا یخفی: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔**سوال**: ۔تحذیر کی تعریف میں ہو معمول بتقدیر اتق میں اتق سے مراد فقط اس کا معنی حقیقی ہے یا فقط معنی مجازی ہے یا دونوں مراد ہیں اگر معنی حقیقی اتقاء مراد ہو تو تحذیر کی تعریف جامع نہیں ہے نوع اول کے افراد میں سے کسی فرد پر صادق نہیں آتی کیونکہ نوع اول اتق مقدر کا معمول نہیں ہے کیونکہ یہ فعل لازمی ہے اور فعل لازمی مفعول بہ کا تقاضا نہیں کرتا چنانچہ یوں نہیں کہا جاتا اتقیت زیدا من الاسد، اگر مراد فقط معنی مجازی ہو بعد نح وغیرہ تو یہ تعریف جامع نہیں ہے نوع ثانی کے بعض افراد پر صادق نہیں آتی جیسے الطریق الطریق اس میں بعِّد کی تقدیر مناسب نہیں ہے کیونکہ مقصود راستہ سے بچنا ہے نہ کہ راستہ کو دور کرنا اگر معنی حقیقی ومجازی دونوں مراد ہوں تو جمع بین

الحقیقۃ والمجاز لازم آئے گا اور وہ جائز نہیں ہے۔

جواب: ۔فالصواب سے جواب دیا کہ متن کی عبارت میں معطوف بمع حرف عطف محذوف ہے اصل میں تھا ہو معمول بتقدیر بَعِّدْ او اتق ونحو ہما پس تحذیر کی نوع اول کے تمام افراد میں بعد مقدر مانا جائے گا اور نوع ثانی کے بعض افراد میں بعد مقدر مانا جائے گا جیسے نفسک نفسک اس کا معنی ہے بعد نفسک مما یو ذیک کا الاسد ونحوہ اور بعض افراد میں اتق مقدر مانا جائے گا جیسے اتق الطریق الطریق اب تعریف جامع ہو جائے گی (سوال کا یلی ص ۲۲۱)

<u>قیل:</u> سے ایک اعتراض نقل کر کے اجیب سے اس کا جواب ذکر کیا ہے۔

اعتراض: ۔تحذیر کی تعریف ایاک والاسد میں الاسد پر صادق نہیں آتی اس لئے کہ الاسد نہ نوع اول میں داخل ہے نہ نوع ثانی میں نوع اول میں اس لئے داخل نہیں کہ نوع اول میں معمول محذر ہوتا ہے اور یہ محذر نہیں بلکہ محذر منہ ہے اور نوع ثانی میں اس لئے داخل نہیں کہ نوع ثانی میں محذر منہ مکرر ہوتا ہے یہ مکرر نہیں ہے حالانکہ یہ تحذیر میں داخل ہے؟

جواب: ۔یہ تحذیر نہیں ہے بلکہ تحذیر کا تابع ہے کیونکہ یہ معطوف ہے تحذیر پر اور توابع تعریف سے خارج ہیں اس لئے کہ مصنف نے ان کو مستقلا ذکر کیا ہے۔

تحذیر کی مختلف صورتوں کی مزید امثلہ

وَتَقُوْلُ فِیْ قِسْمَیِ النَّوْعِ الْاَوَّلِ اِیَّاکَ مِنَ الْاَسَدِ کَمَا کُنْتَ تَقُوْلُ اِیَّاکَ وَالْاَسَدَ وَمِنْ اَنْ

اور تم کہو گے نوع اول کے دونوں قسموں میں اِیَّاکَ مِنَ الْاَسَدِ جس طرح کہ تو ایاک والاسد کہتا تھا و من ان تحذف

تَحْذِفَ کَمَا کُنْتَ تَقُوْلُ اِیَّاکَ وَاَنْ تَحْذِفَ وَتَقُوْلُ فِی الْمِثَالِ الْاَخِیْرِ اِیَّاکَ اَنْ تَحْذِفَ

جس طرح کہ تو ایاک وان تحذف کہتا تھا اور تو مثال اخیر میں کہ سکتا ہے ایاک ان تحذف

بِتَقْدِیْرِ مِنْ اَیْ اِیَّاکَ مِنْ اَنْ تَحْذِفَ لِاَنَّ حَذْفَ حَرْفِ الْجَرِّ عَنْ اَنْ وَاَنَّ قِیَاسٌ وَلَا تَقُوْلُ

تقدیر من کے ساتھ یعنی ایاک من ان تحذف کیونکہ حرف جر کا اَنْ اور اَنَّ سے حذف کرنا قیاس ہے اور تو نہیں کہہ سکتا

فِی الْمِثَالِ الْاَوَّلِ اِیَّاکَ الْاَسَدَ لِاِمْتِنَاعِ تَقْدِیْرِ مِنْ وَشُذُوْذِہٖ مَعَ غَیْرِ اَنْ وَاَنَّ فَاِنْ قُلْتَ

مثال اول میں ایاک الاسد من کے تقدیر کے ممتنع ہونے کی وجہ سے اور اس کی تقدیر کے شاذ ہونے کی وجہ سے اَنْ اور اَنَّ کے غیر کے ساتھ پھر اگر تم سوال کرو کہ

فَلْیَکُنْ بِتَقْدِیْرِ الْعَاطِفِ قُلْنَا حَذْفُ الْعَاطِفِ اَشَدُّ شُذُوْذًا لِاَنَّ حَذْفَ حَرْفِ الْجَرِّ قِیَاسٌ مَعَ اَنْ

حرف عاطف کی تقدیر کے ساتھ ہونا چاہیے تو ہم کہیں گے کہ عاطف کا حذف زیادہ شاذ ہے کیونکہ حرف جر کا حذف اَنْ اور اَنَّ کے ساتھ قیاسا ہے

وَاَنَّ وَشَاذٌ كَثِيْرٌ فِىْ غَيْرِهِمَا وَاَمَّا حَذْفُ الْعَاطِفِ فَلَمْ يَثْبُتْ اِلَّا نَادِرًا

اور ان وان کے غیر میں شاذ کثیر ہے لیکن عاطف کا حذف کرنا تو کم ہی ثابت ہے

خلاصہ متن:۔عبارت بالا میں صاحب کافیہ نے تحذیر کی چند اور امثلہ ذکر کیں ہیں۔جن کی تفصیل شرح میں ملاحظہ فرمائیں

اغراض جامی:۔وتقول: محذر منہ میں استعمال کے لحاظ سے عقلی احتمالات آٹھ ہیں اس لئے کہ محذر منہ اسم صریحی ہو گا یا اسم تاویلی ہو گا پھر ہر ایک کا استعمال من کے ساتھ ہو گا یا واؤ کے ساتھ ہو گا پھر واؤ اور من مذکور ہونگے یا محذوف ہونگے اس اعتبار سے عقلی صورتیں آٹھ بنتی ہیں جن کی تفصیل یہ ہے(۱) محذر منہ اسم تحقیقی ہو اور اس کا استعمال من مذکور کے ساتھ ہو جیسے ایاک من الاسد(۲) محذر منہ اسم تحقیقی ہو اور اس کا استعمال من محذوف کے ساتھ ہو جیسے ایاک الاسد(۳) محذر منہ اسم تاویلی ہو اور اس کا استعمال من مذکور کے ساتھ ہو جیسے ایاک من ان تحذف(۴) محذر منہ اسم تاویلی ہو اور اس کا استعمال من محذوف کے ساتھ ہو جیسے ایاک ان تحذف(۵) محذر منہ اسم تحقیقی ہو اور اس کا استعمال واو مذکور کے ساتھ ہو جیسے ایاک والاسد(۶) محذر منہ اسم تحقیقی ہو اور واو محذوف ہو جیسے ایاک الاسد(۷) محذر منہ اسم تاویلی ہو اور اس کا استعمال واو مذکور کے ساتھ ہو جیسے ایاک وان تحذف(۸) محذر منہ اسم تاویلی ہو اور اس کا استعمال واو محذوف کیساتھ ہو جیسے ایاک ان تحذف۔ ان آٹھ صورتوں میں سے تین صورتیں ناجائز ہیں محض عقلی ہیں خارج میں ان کا وجود نہیں ہے(۱) محذر منہ اسم تحقیقی ہو اور اس کا استعمال واو محذوف کیساتھ(۲) محذر منہ اسم تاویلی ہو اس کا استعمال واو محذوف کیساتھ(۳) محذر منہ اسم تحقیقی ہو اور اس کا استعمال من محذوف کیساتھ ہو کیونکہ اسم صریحی سے پہلے حرف جر کا حذف جائز نہیں ہے اگر کہیں حذف پایا جائے تو شاذ وخلاف قیاس ہوگا، البتہ اسم تاویلی سے پہلے حذف حرف جر قیاسی ہے جیسے اَن تحذف ان تین صورتوں کے علاوہ باقی پانچ صورتیں جائز ومستعمل ہیں شارح جامی نے ان کی تفصیل مع الامثلہ ذکر کر دی ہے جیسا کہ اوپر تمام تر تفصیل مع عقلی احتمالات ذکر کر دی گئی ہے۔

فان قلت: سے ایک اعتراض کو نقل کر کے قلنا سے اس کا جواب پیش کر رہے ہیں۔

اعتراض:۔ہم ایاک الاسد میں من کو مقدر نہیں مانتے بلکہ ہم واؤ کو مقدر مانتے ہیں اور ہم کہتے ہیں کہ ایاک الاسد اصل میں ایاک والاسد تھا۔

جواب:۔پھر تو فرّ من المطر وقام تحت المیز اب والی مثال صادق آئیگی کیونکہ الاسد سے پہلے من کی تقدیر شاذ تھی اب واو کی تقدیر اشذ الشذوذ ہو جائے گی کیونکہ حرف جر جب اَن یا اَنَّ کے ساتھ ہو تو اس کا حذف قیاسی ہوتا ہے اور جب اَنْ اور اَنَّ کے غیر کے ساتھ ہو تو یہ شاذ وخلاف قانون تو ہے لیکن کثیر الاستعمال وکثیر الوقوع ہے لیکن اسم صریحی یا تاویلی سے پہلے حرف جر کا حذف خلاف قانون وشاذ بھی ہے اور انتہائی نادر بھی اس لئے یہ اشذ الشذوذ ہے لہذا واو کی تقدیر درست نہیں ہے۔

اَلْمَفْعُوْلُ فِيْهِ

مفعول فیہ کی تعریف

اَلْمَفْعُوْلُ فِيْهِ وَهُوَ مَا فُعِلَ فِيْهِ فِعْلٌ اَیْ حَدَثٌ مَذْكُوْرٌ تَضَمُّنًا فِی ضِمْنِ الْفِعْلِ الْمَلْفُوْظِ اَوِ

مفعول فیہ وہ ہے جس میں کیا گیا ہو فعل یعنی کام جو کہ مذکور ہو ضمنی طور پر فعل ملفوظ یا مقدر کے ضمن میں،

الْمُقَدَّرِ اَوْ شِبْهِهٖ ککک اَوْ مُطَابَقَةً اِذَا كَانَ الْعَامِلُ مَصْدَرًا فَقَوْلُهٗ مَا فُعِلَ فِيْهِ فِعْلٌ شَامِلٌ لِاَسْمَاءِ الزَّمَانِ

یا شبہ فعل کے ضمن میں اسی طرح یا مطابقی طور پر (مذکور) ہو جب کہ عامل مصدر ہو پس اس کا قول ما فعل فیہ فعل تمام اسماء زمان ومکان کو شامل ہے

وَالْمَكَانِ كُلِّهَا فَاِنَّهٗ لَا يَخْلُوْ زَمَانٌ اَوْ مَكَانٌ عَنْ اَنْ يُّفْعَلَ فِيْهِمَا فِعْلٌ سَوَاءٌ ذُكِرَ الْفِعْلُ الَّذِیْ فُعِلَ

کیونکہ کوئی زمان یا کوئی مکان اس بات سے خالی نہیں کہ ان میں کوئی نہ کوئی کام کیا جائے خواہ اس فعل کا ذکر کیا جائے جو ان دونوں میں کیا گیا ہے

فِيْهِمَا اَوْلَا وَقَوْلُهٗ مَذْكُوْرٌ خَرَجَ بِهٖ مَالَا يُذْكَرُ فِعْلٌ فُعِلَ فِيْهِ نَحْوُ يَوْمُ الْجُمُعَةِ يَوْمٌ طَيِّبٌ فَاِنَّهٗ وَاِنْ

یا نہ اور مصنف کے قول "مذکور" سے وہ اسم زمان یا مکان خارج ہو گیا جس میں وہ فعل ذکر نہ کیا جائے جو اس میں کیا گیا ہے جیسے یَوْمُ الْجُمُعَةِ يَوْمٌ طَيِّبٌ

كَانَ فُعِلَ فِيْهِ فِعْلٌ لَا مَحَالَةَ لٰكِنَّهٗ لَيْسَ بِمَذْكُوْرٍ لٰكِنْ بَقِیَ مِثْلُ شَهِدْتُّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ دَاخِلًا فِيْهِ فَاِنَّ

کیونکہ اگر چہ اس میں لامحالہ کوئی نہ کوئی فعل کیا گیا ہوگا لیکن وہ مذکور نہیں ہے لیکن شَهِدْتُّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ کی مثل ابھی تعریف میں داخل ہے کیونکہ

يَوْمَ الْجُمُعَةِ يَصْدُقُ عَلَيْهِ اَنَّهٗ فُعِلَ فِيْهِ فِعْلٌ مَذْكُوْرٌ فَاِنَّ شُهُوْدَ يَوْمِ الْجُمُعَةِ لَا يَكُوْنُ اِلَّا فِیْ يَوْمِ

یوم الجمعہ پر صادق آتا ہے کہ فعل مذکور اس میں کیا گیا ہے کیونکہ یوم جمعہ کی حاضری جمعہ کے دن میں ہی ہو سکتی ہے

الْجُمُعَةِ فَلَوِ اعْتُبِرَ فِی التَّعْرِيْفِ قَيْدُ الْحَيْثِيَّةِ اَیِ الْمَفْعُوْلُ فِيْهِ مَا فُعِلَ فِيْهِ فِعْلٌ مَذْكُوْرٌ مِنْ حَيْثُ

پس اگر تعریف میں حیثیت کی قید کا اعتبار کیا جائے یعنی مفعول فیہ وہ ہے جس میں فعل مذکور کیا گیا ہو اس حیثیت سے

اَنَّهٗ فُعِلَ فِيْهِ فِعْلٌ مَذْكُوْرٌ لَخَرَجَ مِثْلُ هٰذَا الْمِثَالِ مِنْهُ فَاِنَّ ذِكْرَ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فِيْهِ لَيْسَ مِنْ حَيْثُ اَنَّهٗ

کہ اس میں فعل کو مذکور کیا گیا ہو تو مفعول فیہ کی تعریف سے اس جیسی مثال خارج ہو جائے گی کیونکہ مثال مذکور میں یوم الجمعہ کا ذکر اس حیثیت سے نہیں کہ

فُعِلَ فِيْهِ فِعْلٌ مَذْكُوْرٌ بَلْ مِنْ حَيْثُ اَنَّهٗ وَقَعَ عَلَيْهِ فِعْلٌ مَذْكُوْرٌ وَلَا يَخْفٰى اَنَّهٗ عَلٰى تَقْدِيْرِ اِعْتِبَارِ قَيْدِ

اس میں فعل مذکور کیا گیا ہے بلکہ اس حیثیت سے ہے کہ یوم الجمعہ پر فعل مذکور واقع ہوا ہے۔ اور تجھ پر یہ بات مخفی نہ رہے کہ قید حیثیت کے اعتبار کی تقدیر پر

الْحَيْثِيَّةِ لَاحَاجَةَ اِلٰى قَوْلِهٖ مَذْكُوْرٌ اِلَّا لِزِيَادَةِ تَصْوِيْرِ الْمُعَرَّفِ وَقَوْلُهٗ مِنْ زَمَانٍ اَوْمَكَانٍ بَيَانٌ لِمَا
مصنف کے قول "مذکور" کی کوئی حاجت نہیں مگر معرَّف کی تصویر کی زیادتی کے لیے اور مصنف کا قول من زمان و مکان
الْمَوْصُوْلَةِ اَوِ الْمَوْصُوْفَةِ اِشَارَةٌ اِلٰى قِسْمَيِ الْمَفْعُوْلِ فِيْهِ وَتَمْهِيْدًا لِبَيَانِ حُكْمِ كُلٍّ مِنْهُمَا
ما موصولہ یا موصوفہ کا بیان ہے مفعول فیہ کے دونوں قسموں کی طرف اشارہ کرنے کیلئے اور دونوں قسموں میں سے ہر ایک کے حکم کے بیان کی تمہید کیلئے

خلاصہ متن: ۔صاحب کافیہ اس عبارت میں مفعول فیہ کی تعریف کر رہے ہیں "مفعول فیہ وہ زمان یا مکان ہے کہ جس میں فعل مذکور کیا گیا ہو"۔

اغراض جامی: ۔ای حدث :سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔مفعول فیہ کی تعریف اس کے افراد میں سے کسی فرد پر بھی صادق نہیں آتی اس لئے کہ کوئی زمان یا مکان ایسا نہیں جس میں فعل مذکور کیا گیا ہو کیونکہ فعل مشتمل ہوتا ہے امور ثلاثہ پر (۱) حدث (۲) نسبت الی الفاعل (۳) نسبت الی الزمان۔ اور زمان اور مکان میں فقط حدث واقع ہوتی ہے نہ کہ نسبت الی الفاعل و نسبت الی الزمان۔

جواب: ۔تعریف میں فعل سے فعل لغوی یعنی حدث ہی مراد ہے فعل اصطلاحی جو کہ امور ثلاثہ سے مرکب ہے مراد نہیں ہے
(سوال کاملی ص ۲۲۲، وکذا فی سوال باسولی ص ۳۴۷)

تضمنا :سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔جب فعل مذکور سے مراد فعل لغوی یعنی حدث ہے تو مفعول فیہ کی یہ تعریف فقط اس مفعول فیہ پر صادق آئے گی جس کا عامل مصدر ہو جیسے اعجبنی جلوسک امام زید اور جس مفعول فیہ کا عامل مصدر نہ ہو اس پر تعریف صادق نہیں آئے گی۔ جیسے یوم الجمعة جو صمت یوم الجمعة میں واقع ہے اس لئے کہ اس میں فعل مذکور نہیں کیا گیا کیونکہ جو فعل مذکور ہے وہ فعل اصطلاحی ہے اور آپ نے فعل سے فعل لغوی یعنی حدث مراد لیا ہے اور وہ یہاں مذکور نہیں ہے۔

جواب: ۔فعل مذکور میں تعمیم ہے خواہ تضمناً مذکور ہو یا مطابقۃً مذکور ہو مطابقۃً اس وقت مذکور ہوگا جب عامل مصدر ہو جیسے اعجبنی جلوسک امام الامیر اور تضمناً اس وقت ہوگا جب عامل فعل اصطلاحی ہو کیونکہ اس کے ضمن میں مصدر (حدث) یعنی فعل لغوی موجود ہے۔

فی ضمن الفعل الملفوظ او المقدر: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔مفعول فیہ کی تعریف جامع نہیں اس یوم الجمعہ پر صادق نہیں آتی جو متی صمت کے جواب میں واقع ہے اس لئے اس میں فعل سرے سے مذکور نہیں نہ تضمناً نہ مطابقۃً حالانکہ یہ مفعول فیہ ہے۔

جواب: ۔ مذکور ضمناً میں تعمیم ہے خواہ فعل ملفوظ کے ضمن میں ہو خواہ فعل مقدر کے ضمن میں ہو اور یوم الجمعہ جو متی صمت کے جواب میں ہے اس سے پہلے فعل صمتُ مقدر ہے (سوال کا بلی ص ۲۲۳)

او شبهه : سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔ مفعول فیہ کی یہ تعریف اس یوم الجمعۃ پر صادق نہیں آتی جو انا صائم یوم الجمعة میں واقع ہے اس لئے کہ اس میں فعل مذکور نہیں کیا گیا نہ مطابقۃ نہ تضمنا کیونکہ اس میں فعل مذکور ہی نہیں بلکہ شبہ فعل مذکور ہے۔

جواب: ۔ حدث مذکور میں تعمیم ہے خواہ فعل کے ضمن میں ہو یا شبہ فعل کے ضمن میں مثال مذکور میں شبہ فعل کے ضمن میں ہے۔

فقوله : سے فوائد قیود کا بیان ہے۔ مفعول فیہ کی تعریف میں ما فعل فیه فعل یہ بمنزلہ جنس کے ہے تمام اسماء زمان ومکان کو شامل ہے اس لئے کہ کوئی زمان ومکان ایسا نہیں کہ جس میں کوئی نہ کوئی فعل نہ کیا گیا ہو خواہ وہ مذکور ہو یا نہ ہو اور مذکور فصل اول ہے اس سے وہ زمان اور مکان خارج ہو گیا جس میں فعل کیا گیا ہو لیکن وہ مذکور نہ ہو جیسے یومُ الجمعة یومٌ طیبٌ اگرچہ یوم الجمعہ کے اندر کوئی نہ کوئی فعل ضرور کیا گیا ہے لیکن وہ مذکور نہیں ہے۔

لکن بقی : سے غرض ایک اعتراض نقل کر کے فلو اعتبر سے اس کا جواب دے رہے ہیں۔

اعتراض: ۔ مفعول فیہ کی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں اس لئے کہ یہ اس یوم الجمعۃ پر صادق آتی ہے جو شهدت یوم الجمعة میں واقع ہے کیونکہ اس پر یہ بات صادق آتی ہے کہ اسکے اندر فعل مذکور کیا گیا ہے اس لئے کہ فعل شہود وحضور، جمعہ کے دن کے اندر ہی ہوتا ہے حالانکہ مثال مذکور میں یوم الجمعۃ مفعول فیہ نہیں بلکہ مفعول بہ ہے۔

جواب: ۔ فلو اعتبر سے جواب دیا کہ تعریف میں حیثیت کی قید ملحوظ ہے یعنی مفعول فیہ وہ اسم ہے کہ جس میں فعل مذکور کیا گیا ہو اس حیثیت سے کہ اس کے اندر فعلِ مذکور کیا گیا ہے اب یہ تعریف شهدت یوم الجمعة میں یوم الجمعۃ پر صادق نہیں آئے گی اس لئے کہ یوم الجمعہ کا ذکر اس حیثیت سے نہیں ہے کہ اس کے اندر فعل مذکور کیا گیا ہے۔ بلکہ اس حیثیت سے ہے کہ فعل مذکور اس پر واقع ہوا ہے۔

ولا یخفی : سے غرض ایک اعتراض نقل کر کے الا بزیادة سے اس کا جواب پیش کرنا ہے۔

اعتراض: ۔ جب حیثیت کی قید معتبر ہے تو تعریف میں لفظ مذکور کو ذکر کرنا مستدرک ہے اس کی کوئی حاجت نہیں ہے اس لئے کہ مذکور کو ذکر کرنے سے مقصود یوم الجمعۃ یوم طیب کو خارج کرنا ہے اور وہ حیثیت کی قید سے خارج ہو گیا ہے۔

جواب: ۔ اس صورت میں تعریف میں مذکورٌ کا ذکر معرَّف کی مزید وضاحت وتصویر کیلئے ہے۔

بیان لما الموصولة: سے غرض یہ وضاحت کرنا کہ من بیانیہ ہے زمان اور مکان ما موصولہ یا موصوفہ کا بیان ہے۔

اشارۃ: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال:**۔ تعریف میں کلمہ او کو ذکر کرنا صحیح نہیں ہے اس لئے کہ او تشکیک کے لئے وضع کیا گیا اور تعریف ایضاح کے لئے ہوتی ہے ان دونوں میں منافات ہے۔

جواب:۔ یہاں کلمہ او تشکیک نہیں بلکہ تقسیم وتنویع کے لے ہے مفعول فیہ کی دونوعین کو بیان کرنے کیلئے ہے اور یہ او تعریف کے منافی نہیں ہوتا۔

تمہیدا: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال:**۔ مفعول فیہ کی اقسام کو ذکر کرنے کا کیا فائدہ؟

جواب:۔ انکا ذکر اقسام میں سے ہر ایک کے حکم کو بیان کرکے کے لئے بطور تمہید کے ہے۔

مفعول فیہ کی اقسام

وَهُوَ اَيِ الْمَفْعُوْلُ فِيْهِ ضَرْبَانِ مَا يُظْهَرُ فِيْهِ فِيْ وَهُوَ مَجْرُوْرٌ بِهَا وَمَا يُقَدَّرُ فِيْهِ فِيْ وَهُوَ
اور وہ یعنی مفعول فیہ دو قسم ہے وہ کہ جس میں "فی" ظاہر کیا جائے اور وہ اس کی وجہ سے مجرور ہو اور (دوسری) وہ کہ جس میں لفظ فی مقدر کیا جائے اور وہ
مَنْصُوْبٌ بِتَقْدِيْرِهَا وَهٰذَا خِلَافُ اِصْطِلَاحِ الْقَوْمِ فَاِنَّهُمْ لَا يُطْلِقُوْنَ الْمَفْعُوْلَ فِيْهِ اِلَّا عَلَى
تقدیرِ فی سے منصوب ہو اور یہ قوم (نحاۃ) کی اصطلاح کے خلاف ہے کیونکہ وہ لوگ (قوم نحاۃ) منصوب بتقدیر فی پر ہی مفعول فیہ کا اطلاق کرتے ہیں اور رہا
الْمَنْصُوْبِ بِتَقْدِيْرِ فِيْ وَاَمَّا الْمَجْرُوْرُ بِهَا فَهُوَ مَفْعُوْلٌ بِهٖ بِوَاسِطَةِ حَرْفِ الْجَرِّ لَا مَفْعُوْلٌ فِيْهِ
مجرور بلفظِ فی تو وہ (ان کے نزدیک) بہ واسطۂ حرف جر مفعول بہ ہے مفعول فیہ نہیں
وَخَالَفَهُمُ الْمُصَ حَيْثُ جَعَلَ الْمَجْرُوْرَ اَيْضاً مَفْعُوْلاً فِيْهِ وَلِذٰلِكَ قَالَ وَشَرْطُ نَصْبِهٖ اَيْ
اور مصنف نے ان کی مخالفت کی کیونکہ اس نے مجرور کو بھی مفعول فیہ قرار دیا اور اسی وجہ سے مصنف نے کہا اور اس کی نصب کی شرط یعنی
شَرْطُ نَصْبِ الْمَفْعُوْلِ فِيْهِ تَقْدِيْرُ فِيْ اِذِ التَّلَفُّظُ بِهَا يُوْجِبُ الْجَرَّ
مفعول فیہ کی نصب کی شرط تقدیرِ فی ہے کیونکہ فی کا تلفظ (مفعول فیہ میں) جر کو واجب کرتا ہے

خلاصہ متن:۔ مصنف کے نزدیک تقدیرِ فی مفعول فیہ کے مفعول فیہ ہونے کی شرط نہیں بلکہ اس کے منصوب ہونے کی شرط ہے اسی وجہ سے مفعول فیہ کے منصوب ہونے کی شرط ذکر کی ہے کہ مفعول فیہ اس وقت منصوب ہوگا جب اس میں فی مقدر ہو۔ اگر فی مذکور ہے تو وہ بھی مفعول فیہ ہوگا لیکن منصوب نہیں ہوگا بلکہ فی کی وجہ سے مجرور ہوگا۔

اغراضِ جامی:۔ وھو: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ مصنف کا قول وشرط نصبہ تقدیرِ فی درست نہیں اس لئے کہ تقدیرِ فی مفعول فیہ کے منصوب ہونے کی شرط نہیں بلکہ

مفعول فیہ کے مفعول فیہ ہونے کی شرط ہے جیسا کہ جمہور نحاۃ کا مذہب ہے۔

جواب: ۔مصنف کا مذہب یہی ہے کہ فی مقدر ہو یا مذکور دونوں صورتوں میں ظروف زمان ومکان مفعول فیہ بنیں گے لہذا تقدیر فی مفعول فیہ بننے کی شرط نہیں ہے بلکہ مفعول فیہ کے منصوب ہونے کی شرط ہے گویا مصنف رحمہ اللہ کے نزدیک مفعول فیہ کی دو قسمیں ہیں (۱) وہ مفعول فیہ جس میں فی مذکور ہو یہ مجرور ہوکر بواسطہ حرف جر مفعول فیہ بنے گا (۲) وہ مفعول فیہ جس میں فی مقدر ہو یہ منصوب ہوکر مفعول فیہ بنے گا اسی کے بارے میں مصنف رحمہ اللہ نے فرمایا وشرط نصبہ تقدیر فی، تو تقدیر فی مفعول فیہ کے منصوب ہونے کی شرط ہے نہ کہ مفعول فیہ ہونے کی کیونکہ اگر فی مذکور ہو تب بھی مفعول فیہ کی تعریف اس پر صادق ہے کیونکہ اس کے اندر فعل مذکور کیا جاتا ہے بخلاف دیگر نحاۃ کے کہ وہ تقدیر فی کی صورت میں مفعول فیہ کہتے ہیں اگر فی مذکور ہو تو اس کو مفعول فیہ نہیں کہتے بلکہ بواسطہ حرف جر مفعول بہ قرار دیتے ہیں خلاصہ اینکہ مصنف رحمہ اللہ کا یہ قول مصنف رحمہ اللہ کے اپنے مذہب پر مبنی ہے اور اس میں مصنف رحمہ اللہ نے جمہور نحاۃ کی مخالفت کی ہے لانہ تابع للحق لا للرجال (سوال کابلی ص ۲۲۳)

<u>ولذلک قال :</u> مقصد عبارت یہ ہے کہ چونکہ مصنف کے نزدیک تقدیر فی مفعول فیہ کے مفعول فیہ ہونے کی شرط نہیں بلکہ اس کے منصوب ہونے کی شرط ہے اسی وجہ سے مصنف نے کہا کہ مفعول فیہ کے منصوب ہونے کی شرط یہ ہے کہ فی مقدر ہو اس لئے کہ اگر فی ملفوظ ہو تو مفعول فیہ منصوب نہیں ہوگا بلکہ مجرور ہوگا۔

<u>ای شرط نصب المفعول فیہ :</u> سے شارح کی غرض نصبہ کی ۃ ضمیر کے مرجع کو بتلانا ہے۔

ظروف زمان ومکان میں تقدیر فی کے مقامات

وَظُرُوْفُ الزَّمَانِ كُلُّهَا مُبْهَمًا
اور ظروف زمان سب کے سب (زمان) مبہم ہو
كَانَ الزَّمَانُ اَوْ مَحْدُوْدًا تَقْبَلُ ذٰلِكَ اَىْ تَقْدِيْرَ فِىْ، لِاَنَّ الْمُبْهَمَ مِنْهَا جُزْءُ مَفْهُوْمِ الْفِعْلِ
یا محدود اس کو قبول کرتا ہے یعنی تقدیر فی کو، کیونکہ ظروف زمان میں سے مبہم فعل کے مفہوم کا جزء ہوتا ہے
فَيَصِحُّ اِنْتِصَابُهٗ بِلَاوَاسِطَةٍ كَالْمَصْدَرِ وَالْمَحْدُوْدُ مِنْهَا مَحْمُوْلٌ عَلَيْهِ اَىْ عَلَى الْمُبْهَمِ
لہذا اس کا بلا واسطہ منصوب ہونا صحیح ہے مفعول مطلق کی طرح اور ان میں سے ظروف محدود اس پر یعنی مبہم پر محمول ہیں
لِاشْتِرَاكِهِمَا فِى الزَّمَانِيَّةِ نَحْوُ صُمْتُ دَهْرًا وَاَفْطَرْتُ الْيَوْمَ وَظُرُوْفُ الْمَكَانِ اِنْ كَانَ
دونوں کے زمانیت میں مشترک ہونے کی وجہ سے جیسے صُمْتُ دَهْرًا اور اَفْطَرْتُ الْيَوْمَ اور ظروف مکان اگر مکان

الْمَكَانُ مُبْهَمًا قَبِلَ ذٰلِكَ اَیْ تَقْدِیْرَ فِیْ حَمْلًا عَلَى الزَّمَانِ الْمُبْهَمِ لِاشْتِرَاكِهِمَا فِي الْإِبْهَامِ

مبہم ہو تو اس کو قبول کرتا ہے یعنی تقدیر فی کو زمان مبہم پر محمول کرنے کی وجہ سے دونوں کے ابہام میں مشترک ہونے کی وجہ سے

نَحْوُ جَلَسْتُ خَلْفَكَ وَاِلَّا اَیْ وَاِنْ لَّمْ يَكُنْ مُبْهَمًا بَلْ يَكُوْنُ مَحْدُوْدًا فَلَا يَقْبَلُ تَقْدِیْرَ فِیْ

جیسے جلست خلفک ورنہ یعنی اگر ظرف مکان مبہم نہ ہو بلکہ محدود ہو تو نہیں قبول کرتا تقدیر فی کو

اِذْ لَمْ يُمْكِنْ حَمْلُهُ عَلَى الزَّمَانِ الْمُبْهَمِ لِاخْتِلَافِهِمَا ذَاتًا وَصِفَةً نَحْوُ جَلَسْتُ فِي الْمَسْجِدِ وَفُسِّرَ

کیونکہ اسے زمان مبہم پر محمول کرنا ممکن نہیں ہے محدود اور مبہم کے ذات وصفات میں باہم مختلف ہونے کی وجہ سے جیسے جَلَسْتُ فِي الْمَسْجِدِ اور

الْمُبْهَمُ مِنَ الْمَكَانِ بِالْجِهَاتِ السِّتِّ وَهِيَ اَمَامٌ وَخَلْفٌ وَيَمِيْنٌ وَشِمَالٌ وَفَوْقٌ وَتَحْتٌ وَمَا فِيْ

ظرف مبہم از قبیل مکان کی شش جہات سے تفسیر کی گئی ہے اور شش جہات یہ ہیں "امام، خلف، یمین، شمال، فوق اور تحت" اور جو ان کے معنی میں ہیں

مَعْنَاهَا فَاِنَّ اَمَامَ زَيْدٍ مَثَلًا يَتَنَاوَلُ جَمِيْعَ مَا يُقَابِلُ وَجْهَهُ اِلَى انْقِطَاعِ الْاَرْضِ فَيَكُوْنُ مُبْهَمًا

(جیسے وراء اور یسار وغیرہ) پس امام زید مثال کے طور پر اس سب جگہ کو شامل ہے جو انتہاء زمین تک زید کے رخ کے مقابلے میں ہے لہٰذا وہ مبہم ہوگا

خلاصہ متن : مصنف رحمہ اللہ یہ بتلا رہے ہیں کہ ظروف زمان ومکان میں سے کہاں فی کی تقدیر جائز ہے کہاں ناجائز ہے تو فرماتے ہیں کہ تمام ظروف زمان خواہ مبہم ہوں یا محدود تقدیر فی کو قبول کرتے ہیں۔

<u>لان المبهم منها:</u> سے شارح ظرف زمان مبہم کے تقدیر فی کو قبول کرنے کی وجہ بیان کر رہے ہیں کہ زمان مبہم فعل کے مفہوم کا جز ہے کیونکہ فعل میں بھی زمانہ مبہم پایا جاتا ہے لہٰذا بلاواسطہ حرف جر کے اس کا منصوب ہونا صحیح ہے کیونکہ ضابطہ ہے کہ جب فعل کے جزء کو علیحدہ ذکر کیا جائے تو اس کا بلاواسطہ حرف جر کے منصوب ہونا درست ہوتا ہے جیسا کہ مفعول مطلق میں ہے، اور ظروف زمان مبہم بھی فعل کے مفہوم کا جز ہیں اور علیحدہ مذکور ہیں اس لئے اس کا بلاواسطہ حرف جر منصوب ہونا درست ہے۔

<u>والمحدود منها الخ :</u> سے ظرف زمان محدود میں تقدیر فی کی وجہ بیان کر رہے ہیں اور ظرف زمان محدود تقدیر فی کو اس لئے قبول کرتا ہے کہ وہ محمول ہے زمان مبہم پر شارح نے حمل کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ وہ دونوں زمانیت میں شریک ہیں۔ زمان مبہم کی مثال صمت دہرا۔ زمان محدود کی مثال افطرت الیوم، ظروف مکان اگر مبہم ہوں تو تقدیر فی کو قبول کرتے ہیں، اگر ظروف مکان محدود ہوں تو وہ تقدیر فی کو قبول نہیں کرتے۔

<u>تقبل ذلک ای تقدیر فی:</u> سے ذلک کا مشار الیہ بیان کیا۔

<u>ان کان المکان:</u> مکان کے لفظ سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔کان کی ھو ضمیر کے مرجع میں دو احتمال ہیں(۱) مرجع ظروف ہو(۲) مرجع المکان ہو اول صورت میں راجع مرجع میں مطابقت نہیں ہے مرجع جمع راجع ضمیر واحد ہے(۲) دوسری صورت میں جملہ خبریہ کا بغیر عائد کے ہونا لازم آئے گا کیونکہ ظروف المکان مبتدا ان کان مبہما جملہ خبریہ اس کی خبر ہے۔

جواب: ۔مرجع المکان ہے باقی رہا یہ سوال کہ جملہ خبریہ بلا عائد رہ جائے گا تو اس کا جواب یہ ہے کہ مکان کی طرف ضمیر عائد کرنا بعینہٖ ظروف کی طرف راجع کرنا ہے کیونکہ ظروف کی اضافت مکان کی طرف اضافت بیانیہ ہے(سوال کابلی ص ۲۲۳)

حملا : میں ظروف مکان مبہم کے تقدیر فی کو قبول کرنے کی وجہ کو بیان کرتے ہیں کہ ظرف مکان مبہم تقدیر فی کو اس لئے قبول کرتے ہیں کہ وہ محمول ہے زمان مبہم پر حمل کی وجہ یہ ہے کہ دونوں وصف ابہام میں شریک ہیں جیسے جلست خلفک۔

اذ لم یمکن: سے غرض ظرف مکان محدود کے تقدیر فی کے قبول نہ کرنے کی وجہ کا بیان ہے کہ مکان محدود تقدیر فی کو اس لئے قبول نہیں کرتے کہ اس کو زمان مبہم پر محمول کرنا ممکن نہیں اس لئے کہ یہ دونوں ذات اور وصف کے اعتبار سے مختلف ہیں ذات کے لحاظ سے اس لئے کہ وہ زمان یہ مکان ہے اور صفت کے لحاظ سے اس لئے کہ یہ محدود ہے اور وہ مبہم ہے۔

سوال: ۔اگر ظرف مکان محدود کو ظرف مکان مبہم پر حمل کر کے اس میں بھی فی کی تقدیر کو جائز قرار دیا جائے تو اس میں کیا حرج ہے ظرف زمان پر محمول کرنا ضروری تو نہیں ہے۔

جواب: ۔اس میں استعارة من المستعیر الفقیر (مانگنے والے فقیر سے مانگنا) لازم آئے گا کیونکہ ظرف مکان مبہم تقدیر فی میں خود محتاج ہے ظرف زمان مبہم کا (سوال باسولی ص ۳۴۸)

وفسر المبهم : ظرف مکان مبہم کی تفسیر جہات ستہ کے ساتھ کی گئی ہے۔

من المکان : سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔**سوال:**۔فسر المبهم بالجهات الست یہ عبارت منقوض ہے الدہر کے ساتھ اس لئے کہ مبہم ہے حالانکہ یہ جہات ستہ میں سے نہیں ہے۔

جواب: ۔یہاں مبہم سے مراد مکان مبہم ہے اور الدہر یہ مکان مبہم نہیں ہے بلکہ زمان مبہم ہے۔

وهی : جہات ستہ کے مصداق کا بیان ہے۔جہات ستہ یہ ہیں خلف، امام، یمین، شمال، فوق، تحت۔

وَمَا فِیْ مَعْنَاهَا: یعنی جو ان جہات ستہ کے معنی میں ہیں۔جیسے وراء اور قدام، یسار و قُبُل و دبر، علو و سفل، جنوب وغیرہ۔یہ تقسیم کل کی اجزاء کی طرف ہے نہ کلی کی جزئیات کی طرف۔

فان امام : میں جہات ستہ کے مبہم ہونے کی وجہ کا بیان ہے کہ یہ مبہم اس لئے ہیں ان میں عموم ہے مثلاً امام زید یہ اس تمام چیز کو شامل ہے جو اس کے چہرے کے انقطاع ارض تک۔

عند اور لدی وغیرہ کے مکان مبہم پر محمول ہونے کا ذکر

وَلَمَّا لَمْ يَتَنَاوَلْ هٰذَا التَّفْسِيْرُ بَعْضَ الظُّرُوْفِ الْمَكَانِيَّةِ الْجَائِزِ نَصْبُهَا قَالَ وَ حُمِلَ عَلَيْهِ اَىْ

اور جب کہ (مکان مبہم کی) یہ تفسیر بعض ظروف مکانیہ کو جن کی نصب جائز ہے شامل نہ تھی تو مصنف نے کہا اور محمول کیا گیا ہے اس پر یعنی

عَلَى الْمُبْهَمِ الْمُفَسَّرِ بِالْجِهَاتِ السِّتِّ عِنْدَ وَلَدٰى وَشِبْهُهُمَا نَحْوُ دُوْنَ وَسِوٰى لِاِبْهَامِهِمَا

مبہم پر کہ جس کی شش جہات سے تفسیر کی گئی عند اور لدی اور ان دونوں کے مشابہ جیسے دون اور سوی ان دونوں کے ابہام کی وجہ سے

اَىْ لِاِبْهَامِ عِنْدَ وَلَدٰى وَلَمْ يَذْكُرْ وَجْهَ حَمْلِ شِبْهِهِمَا عَلَيْهِ لِاَنَّ حُكْمَهٗ حُكْمُهُمَا وَفِىْ بَعْضِ

یعنی عند اور لدی کے ابہام کی وجہ سے اور مصنف نے ان دونوں کے مشابہ الفاظ کے محمول کرنے کی وجہ ذکر نہیں کی اس لیے کہ ان کا حکم ان دونوں کا حکم ہے

النُّسَخِ لِاِبْهَامِهَا كَمَا هُوَ الظَّاهِرُ، وَكَذَا حُمِلَ عَلَى الْمُبْهَمِ مِنَ الْمَكَانِ لَفْظُ مَكَانٍ وَاِنْ كَانَ

اور بعض نسخوں میں لابہامہا ہے جیسا کہ ظاہر ہے اور اسی طرح ظرف مکان مبہم پر محمول کیا گیا لفظ مکان اگرچہ

مُعَيَّنًا نَحْوُ جَلَسْتُ مَكَانَكَ لِكَثْرَتِهٖ فِى الْاِسْتِعْمَالِ مِثْلَ الْجِهَاتِ السِّتِّ لَا لِاِبْهَامِهٖ وَكَذَا

یہ معین ہے جیسے جَلَسْتُ مَكَانَكَ اس کے کثرت استعمال کی وجہ سے جہات ستہ کی طرح نہ کہ اس کے ابہام کی وجہ سے اور اسی طرح مکان مبہم پر

حُمِلَ عَلَيْهِ مَابَعْدَ دَخَلْتُ وَاِنْ كَانَ مُعَيَّنًا نَحْوُ دَخَلْتُ الدَّارَ لِكَثْرَتِهٖ فِى الْاِسْتِعْمَالِ لَا لِاِبْهَامِهٖ

دَخَلْتُ کے مابعد کو محمول کیا گیا ہے اگرچہ یہ معین ہے جیسے دَخَلْتُ الدَّارَ اس کے کثرت استعمال کی وجہ سے نہ کہ اس کے مبہم ہونے کی وجہ سے

عَلَى الْاَصَحِّ اَىْ عَلَى الْمَذْهَبِ الْاَصَحِّ فَاِنَّهٗ ذَهَبَ بَعْضُ النُّحَاةِ اِلٰى اَنَّهٗ مَفْعُوْلٌ بِهٖ لٰكِنَّ

زیادہ صحیح پر یعنی صحیح ترین مذہب پر کیونکہ بعض نحوی اس بات کی طرف گئے ہیں کہ دخلت کا مابعد مفعول بہ ہے لیکن صحیح ترین بات یہ ہے

الْاَصَحَّ اَنَّهٗ مَفْعُوْلٌ فِيْهِ وَالْاَصْلُ اِسْتِعْمَالُهٗ بِحَرْفِ الْجَرِّ لٰكِنَّهٗ حُذِفَ لِكَثْرَةِ اِسْتِعْمَالِهٖ وَهٰذَا

کہ یہ مفعول فیہ ہے اور دخلت کا اصل استعمال حرف جر (یعنی فی) کے ساتھ ہے لیکن دخلت کے کثرت استعمال کی وجہ سے اس کو حذف کر دیا گیا اور یہ بات

مَحَلُّ تَاَمُّلٍ فَاِنَّ الْفِعْلَ لَا يَطْلُبُ الْمَفْعُوْلَ فِيْهِ اِلَّا بَعْدَ تَمَامِ مَعْنَاهُ وَلَاشَكَّ اَنَّ مَعْنَى الدُّخُوْلِ

محل غور ہے کیونکہ فعل اپنے معنی کے تمام ہونے کے بعد ہی مفعول فیہ کو طلب کرتا ہے اور اس میں شک نہیں کہ دار کے بغیر دخول کا معنی

لَايَتِمُّ بِدُوْنِ الدَّارِ وَبَعْدَ تَمَامِ مَعْنَاهُ بِهَا يَطْلُبُ الْمَفْعُوْلَ فِيْهِ كَمَا اِذَاقُلْتَ دَخَلْتُ الدَّارَ فِى

تمام نہیں ہوتا اور اس دار کے ساتھ اپنے معنی کے تمام ہونے کے بعد وہ مفعول فیہ کو چاہے گا جیسا کہ تم کہو دَخَلْتُ الدَّارَ فِى الْبَلَدِ الْفُلَانِىِّ

الْبَلَدِ الْفُلَانِيِّ فَالظَّاهِرُ اَنَّهٗ مَفْعُوْلٌ بِهٖ لَا مَفْعُوْلٌ فِيْهِ وَمِمَّا يُؤَيِّدُ ذٰلِكَ اَنَّ كُلَّ فِعْلٍ نُسِبَ اِلٰى

تو ظاہر یہ ہے کہ دار مفعول بہ ہے مفعول فیہ نہیں اور ان امور میں سے کہ جو دخلت کے مابعد کے مفعول بہ ہونے کی تائید کرتا ہے یہ ہے کہ ہر وہ فعل

مَكَانٍ خَاصٍّ بِوُقُوْعِهٖ فِيْهِ يَصِحُّ اَنْ يُّنْسَبَ اِلٰى مَكَانٍ شَامِلٍ لَهٗ وَلِغَيْرِهٖ فَاِنَّهٗ اِذَا قُلْتَ ضَرَبْتُ

جو خاص مکان کی طرف اس میں واقع ہونے کی وجہ سے منسوب ہو اس فعل کا ایسے مکان کی طرف منسوب ہونا صحیح ہوتا ہے جو اس مکان خاص کو اور اسکے غیر کو شامل ہو

زَيْدًا فِي الدَّارِ الَّتِيْ هِيَ جُزْءٌ مِنَ الْبَلَدِ فَكَمَا يَصِحُّ اَنْ تَقُوْلَ ضَرَبْتُ زَيْدًا فِي الدَّارِ كَذٰلِكَ

پس جب تم نے کہا ضَرَبْتُ زَيْدًا فِي الدَّارِ یعنی اس دار میں مارا جو بلد کا جزء ہے تو جس طرح تمہارا ضَرَبْتُ زَيْدًا فِي الدَّارِ کہنا صحیح ہے اسی طرح تمہارا

يَصِحُّ اَنْ تَقُوْلَ ضَرَبْتُ فِي الْبَلَدِ وَ فِعْلُ الدُّخُوْلِ بِالنِّسْبَةِ اِلَى الدَّارِ لَيْسَ كَذٰلِكَ فَاِنَّهٗ اِذَا قَالَ الدَّاخِلُ

ضَرَبْتُ فِي الْبَلَدِ کہنا صحیح ہوگا اور فعل دخول دار کی طرف نسبت کرتے ہوئے اس طرح نہیں ہے کیونکہ جب بلد میں داخل

فِي الْبَلَدِ دَخَلْتُ الدَّارَ لَا يَصِحُّ اَنْ يَّقُوْلَ دَخَلْتُ الْبَلَدَ فَنِسْبَةُ الدُّخُوْلِ اِلَى الدَّارِ لَيْسَتْ كَنِسْبَةِ

انسان دَخَلْتُ الدَّارَ کہے گا تو اس کا دَخَلْتُ الْبَلَدَ کہنا صحیح نہ ہوگا پس دخول کی نسبت دار کی طرف ایسے نہیں جیسے افعال کی ان کے امکنہ کی طرف نسبت ہے

الْاَفْعَالِ اِلٰى اَمْكِنَتِهَا الَّتِيْ فُعِلَتْ فِيْهَا فَلَا تَكُوْنُ الدَّارُ مَفْعُوْلًا فِيْهِ بَلْ مَفْعُوْلًا بِهٖ وَقِيْلَ مَعْنَاهُ عَلَى

جو افعال ان امکنہ میں کیے گئے ہیں، لہٰذا دار مفعول فیہ نہیں بلکہ مفعول بہ ہوگا اور کہا گیا ہے کہ مصنف کے قول "اصح" کا معنی

الْاِسْتِعْمَالِ الْاَصَحِّ فَيَكُوْنُ اِشَارَةً اِلٰى اَنَّ اِسْتِعْمَالَ دَخَلْتُ مَعَ فِيْ نَحْوَ دَخَلْتُ فِي الدَّارِ

علی الاستعمال الاصح ہے پس یہ اس بات کی طرف اشارہ ہوگا کہ دخلت کا استعمال فی کے ساتھ جیسے دَخَلْتُ فِي الدَّارِ بھی صحیح ہے

صَحِيْحٌ لٰكِنَّ الْاَصَحَّ اِسْتِعْمَالُهٗ بِدُوْنِ فِيْ وَنُقِلَ عَنْ سِيْبَوَيْهِ اَنَّ اِسْتِعْمَالَهٗ بِفِيْ شَاذٌّ

لیکن اس کا زیادہ صحیح استعمال فی کے بغیر ہے اور سیبویہ سے منقول ہے کہ دخلت کا استعمال فی کے ساتھ شاذ ہے

خلاصہ متن: ۔صاحب کافیہ فرماتے ہیں کہ عند اور لدی اور ان دونوں کے مشابہ یہ مکان مبہم (جہات ستہ) پر محمول ہیں۔ یعنی ان کا حکم بھی جہات ستہ والا ہے۔اسی طرح لفظ مکان اگر چہ مکان مبہم نہیں لیکن کثرت استعمال کی وجہ سے یہ بھی مکان مبہم پر محمول ہے۔اسی طرح لفظ دخلت کا مابعد بھی صحیح قول کے مطابق مکان مبہم پر محمول ہے۔

اغراض جامی: وَلَمَّا لَمْ يَتَنَاوَلْ هٰذَا التَّفْسِيْرُ: یہ مابعد کیلئے تمہید ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مکان مبہم کی تفسیر جہات ستہ کے ساتھ بعض ایسے ظروف زمانیہ کو شامل نہیں جن پر نصب جائز تھا اسی وجہ سے مصنف نے وحمل علیہ کہا مطلب یہ

ہے کہ عند اور لدی وغیرہ یہ مکان مبہم جہات ستہ پر محمول ہیں حمل کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح جہات ستہ کے اندر ابہام ہوتا ہے اسی طرح ان کے اندر بھی ابہام ہوتا ہے اسی وجہ سے یہ مکان مبہم پر محمول ہیں۔

وَلَمْ يَذْكُرْ وَجْهَ حَمْلِ: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال:** یہ تقریب تام نہیں یعنی دلیل دعوی کے مطابق نہیں، دعوی تو تھا کہ عند اور لدی اور ان کے مشابہات محمول ہیں مکان مبہم پر اور دلیل صرف عند اور لدی کے حمل کی ذکر کی گئی ہے۔ مشابہات کی نہیں۔ پس دعوی عام اور دلیل خاص ہے۔

جواب: عند اور لدی کے مشابہات کو مکان مبہم پر محمول کرنے کی وجہ اسلئے کہ ذکر نہیں کی کیونکہ ان کا حکم بعینہٖ عند اور لدی کا حکم ہے (سوال کابلی ص ۲۴۴)

وَفِي بَعْضِ النُّسَخِ لِإِبْهَامِهَا: سے **شارح کی غرض** بیانِ اختلاف نسخ ہے۔ کہ اوپر والا سوال و جواب اس صورت میں ہے جب عبارت لِإِبْهَامِهِمَا ہو۔ لیکن بعض نسخوں میں عبارت لِإِبْهَامِهَا ہے۔ اس صورت میں ہا ضمیر تانیث عند اور لدی کے علاوہ دیگر محمولات کو بھی شامل ہو گی یعنی عند ولدی اور ان کے مشابہ سب ظروف مکان کو ان کے ابہام کی وجہ سے ظرف مکانِ مبہم پر محمول کیا گیا۔ اس نسخہ کے مطابق اشکال ہی وارد نہیں ہوگا۔

وَكَذَا حُمِلَ عَلَى الْمُبْهَمِ: سے **شارح کی غرض** بیانِ عطف ہے۔ کہ لفظ مکان کا عطف عند اور لدی پر ہے اور یہ عطف المشبہ علی المشبہ بہ کے قبیل سے ہے یعنی جس طرح عند اور لدی مکان مبہم پر محمول ہیں اسی طرح لفظ مکان بھی مکان مبہم پر محمول ہے حمل کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح جہات ستہ کا استعمال کثیر ہے اسی طرح اس کا استعمال بھی کثیر ہے حمل کی وجہ ابہام نہیں ہے اس لئے کہ لفظ مکان معین ہوتا ہے جیسے جلست مکانک۔

وَكَذَا حُمِلَ: سے بھی **شارح کی غرض** بیانِ عطف ہے۔ مابعد دخلت معطوف ہے عند ولدی پر یہ بھی عطف المشبہ علی المشبہ بہ کے قبیل سے ہے یعنی جس طرح عند اور لدی اور ان کے مشابہات مکان مبہم پر محمول ہیں اسی طرح دخلت کا مابعد بھی مکان مبہم پر محمول ہوتا ہے حمل کی وجہ یہ ہے کہ اس کا استعمال کثیر ہے حمل کی وجہ ابہام نہیں ہے اس لئے کہ یہ معین مکان پر دلالت کرتا ہے جیسے دخلت الدار۔

على المذهب الاصح: سے **شارح کی غرض** بیانِ ترکیب ہے۔ کہ الاصح صفت ہے موصوف محذوف المذہب کی۔

فَإِنَّهُ ذَهَبَ بَعْضُ النُّحَاةِ: سے **شارح کی غرض** مذہب اصح کے مقابل کو بیان کرنا ہے۔ بعض نحویوں کا مذہب یہ ہے کہ یہ مفعول بہ ہے مفعول فیہ نہیں ہے اور اصل یہ ہے کہ اس کا استعمال حرف جر کے ساتھ ہو لیکن کثرت استعمال کی وجہ سے حرف جر کو حذف کر دیا جاتا ہے۔

ھذا محل: سے **شارح کی غرض** مذہب اصح پر اعتراض کرنا ہے۔

اعتراض: دخلت کے مابعد مثلاً دخلت الدار میں الدار کو مفعول فیہ بنانا اور مفعول بہ نہ بنانا درست نہیں ہے اس لئے کہ فعل کو مفعول فیہ کی طلب اس وقت ہوتی ہے جب اس کا معنی تام ہو جاتا ہے اور مثال مذکور میں دخول کا معنی دار کو ذکر کرنے کے بغیر تام نہیں ہوتا جب دار کو ذکر کرنے کے بعد اس کا معنی تام ہو جائے گا تو پھر یہ مفعول فیہ کو طلب کرے گا جیسا کہ دخلت الدار فی البلد الفلانی میں ہے تو ظاہر یہ ہے کہ الدار مفعول بہ ہے مفعول فیہ نہیں ہے۔

وما یؤید: سے **شارح کی غرض** اعتراض مذکور کی تائید مزید ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ دخلت الدار میں الدار کو مفعول فیہ بنانا درست نہیں اس لئے کہ مفعول فیہ کی علامت یہ ہے کہ ہر وہ فعل جو کسی مکان خاص کی طرف منسوب ہو اس مکان میں واقع ہونے کی وجہ سے، تو اس فعل کو ایسے مکان کی طرف منسوب کرنا بھی صحیح ہوتا ہے جو اس مکان خاص کو بھی شامل ہو اور اس کے غیر کو بھی شامل ہو مثلاً جب کوئی آدمی کہے ضربت زیدا فی الدار اس میں الدار خاص مکان ہے جس میں فعل ضرب واقع ہو رہا ہے اور یہ دار شہر کا جزء ہے اور شہر عام ہے دار کو اور غیر دار کو شامل ہے پس جس طرح ضربت زیدا فی الدار کہنا درست ہے اسی طرح ضربت زیدا فی البلد کہنا بھی صحیح ہے لیکن دخول کی نسبت دار کی طرف اس طرح کی نہیں ہے مثلاً کوئی آدمی شہر کے اندر مقیم ہے اور وہ کہے دخلت الدار تو اس کا دخلت البلد کہنا درست نہیں ہے اس لئے کہ دخول فرع ہے خروج کی اور یہاں بلد سے خروج پایا ہی نہیں گیا کیونکہ وہ پہلے سے شہر میں مقیم ہے، جب الدار میں مفعول فیہ کی علامت موجود نہیں ہے تو ثابت ہوا کہ الدار مفعول بہ ہے نہ کہ مفعول فیہ۔

جواب: جمہور کی طرف سے یہ جواب دیا گیا ہے کہ یہ قاعدہ اکثری ہے کلی نہیں ہے۔

وقیل معناہ: سے **شارح کی غرض** علی الاصح کی دوسری تقریر کا بیان ہے کہ الاصح صفت ہے موصوف محذوف الاستعمال کی اصل میں علی الاستعمال الاصح تھا شارح فرماتے ہیں پھر اس بات کی طرف اشارہ ہوگا کہ دخلت کا استعمال فی کے ساتھ بھی صحیح ہے جیسے دخلت فی الدار لیکن اصح یہ ہے کہ اس کا استعمال فی کے بغیر ہو۔

وَنُقِلَ عَنْ سِیْبَوَیْہٖ: سے **شارح کی غرض** معنی ثانی کی تائید ہے کہ سیبویہ نے کہا ہے کہ دخلت کا استعمال فی کے ساتھ شاذ ہے اس سے معلوم ہوا کہ دخلت کا استعمال فی کے بغیر اصح ہے۔

مفعول فیہ کے عامل مقدر کے ساتھ منصوب ہونے کا ذکر

وَیُنْصَبُ اَیِ الْمَفْعُوْلُ فِیْہِ بِعَامِلٍ مُضْمَرٍ بِلَا شَرِیْطَۃِ التَّفْسِیْرِ نَحْوُ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ فِیْ جَوَابِ
اور منصوب ہوگا یعنی مفعول فیہ عامل مضمر کے ساتھ شریطہ تفسیر کے بغیر جیسے یَوْمَ الْجُمُعَۃِ اس شخص کے جواب میں

مَنْ قَالَ مَتٰی سِرْتَ اَیْ سِرْتُ یَوْمَ الْجُمْعَةِ وَ بِعَامِلٍ مُضْمَرٍ عَلٰی شَرِیْطَةِ التَّفْسِیْرِ نَحْوُ
جو کہے مَتٰی سِرْتَ یعنی سِرْتُ یَوْمَ الْجُمْعَةِ اور عامل مضمر کے ساتھ شریطۃ التفسیر کی بناء پر جیسے
یَوْمَ الْجُمْعَةِ صُمْتُ فِیْهِ وَالتَّفْصِیْلُ فِیْهِ بِعَیْنِهٖ کَمَا مَرَّ فِی الْمَفْعُوْلِ بِهٖ
یَوْمَ الْجُمْعَةِ صُمْتُ فِیْهِ اور اس میں تفصیل بعینہ اسی طرح ہے جس طرح مفعول بہ میں گزری ہے۔

خلاصہ متن: ۔صاحب کافیہ فرماتے ہیں کہ مفعول فیہ عامل مقدر کے ساتھ بلاشرطِ تفسیر بھی منصوب ہوتا ہے مثلاً کوئی آدمی کہے متی سرت تو اس کے جواب میں کہا جائے یوم الجمعۃ تو یوم الجمعۃ منصوب ہے عامل مقدر کی وجہ سے جو کہ سرت ہے اور اس عامل مقدر کی کوئی فعل تفسیر بھی نہیں کر رہا۔اسی طرح مفعول فیہ بشرطِ تفسیر عامل مقدر کی وجہ سے بھی منصوب ہوتا ہے جیسے کوئی آدمی کہے یوم الجمعہ صمت فیہ اس میں یوم الجمعۃ منصوب ہے عامل مقدر کی وجہ سے جو کہ صمت ہے جس کی تفسیر بعد والا صمت کر رہا ہے۔

اغراض جامی :وَالتَّفْصِیْلُ فِیْهِ بِعَیْنِهٖ: سے **شارح کی غرض** توضیحِ متن ہے۔مفعول فیہ میں بھی وہی تفصیل ہے جو مفعول بہ میں ما اضمر عاملہ کے عنوان کے تحت تھی۔یعنی جس طرح وہاں پانچ قسمیں تھیں اسی طرح یہاں بھی پانچ قسمیں ہیں (۱) اختیار رفع (۲) اختیار نصب (۳) وجوب رفع (۴) وجوب نصب (۵) اور دونوں مساوی۔

اَلْمَفْعُوْلُ لَهٗ

مفعول له کی تعریف

اَلْمَفْعُوْلُ لَهٗ هُوَ مَا فُعِلَ لِاَجْلِهٖ اَیْ لِقَصْدِ تَحْصِیْلِهٖ وَبِسَبَبِ وُجُوْدِهٖ وَخَرَجَ بِهٖ سَائِرُ
مفعول لہ وہ ہے جس کے لیے کیا گیا ہو یعنی جس کو حاصل کرنے کے ارادے یا اس کے وجود کے سبب سے ،اور اس سے باقی تمام
الْمَفَاعِیْلِ مِمَّا فُعِلَ مُطْلَقًا اَوْ بِهٖ اَوْ فِیْهِ اَوْ مَعَهٗ فِعْلٌ اَیْ حَدَثٌ مَذْکُوْرٌ اَیْ مَلْفُوْظٌ حَقِیْقَةً اَوْ
مفاعیل از قبیل مفعول مطلق یا مفعول بہ یا مفعول فیہ یا مفعول معہ خارج ہو گئے فعل یعنی کام مذکور یعنی ملفوظ حقیقۃ یا
حُکْمًا فَلَا یَخْرُجُ عَنْهُ مَا کَانَ فِعْلُهٗ مُقَدَّرًا کَمَا اِذَا قُلْتَ تَادِیْبًا فِیْ جَوَابِ مَنْ قَالَ لِمَ ضَرَبْتَ
حکماً۔پس اس سے وہ مفعول لہ خارج نہ ہوگا جس کا فعل مقدر ہو جیسا کہ جب تم کہو تادیبا اس شخص کے جواب میں جس نے کہا لم ضربت
زَیْدًا فَقَوْلُهٗ مَذْکُوْرٌ اِحْتِرَازٌ عَنْ مِثْلِ اَعْجَبَنِی التَّادِیْبُ فَاِنْ قُلْتَ کَیْفَ یَصِحُّ الْاِحْتِرَازُ بِهٖ عَنْهُ
زیدا۔پس اس کا قول "مذکور" اعجبنی التادیب کے مثل سے احتراز ہے،پس اگر تم کہو اس سے احتراز کیونکر صحیح ہے؟

وَهُوَ اَیِ الْفِعْلُ الَّذِیْ فُعِلَ لِاَجْلِهٖ مَذْكُوْرٌ فِی الْجُمْلَةِ كَمَا فِیْ ضَرَبْتُ زَيْدًا قُلْنَا الْمُرَادُ

حالانکہ وہ یعنی وہ فعل کہ جس کی وجہ سے کام کیا گیا ہے فی الجملہ کہیں نہ کہیں مذکور ہے جیسا کہ ضَرَبْتُ زَيْدًا میں (مذکور) ہے ہم کہیں گے کہ مراد یہ ہے

مَذْكُوْرٌ مَعَهٗ فَاِنْ قُلْتَ هُوَ مَذْكُوْرٌ مَعَهٗ كَمَا فِیْ ضَرَبْتُهٗ تَادِيْبًا قُلْنَا الْمُرَادُ مَذْكُوْرٌ مَعَهٗ فِی

کہ وہ فعل اس اسم کے ساتھ مذکور ہو پھر اگر تم کہو فعل اس کے ساتھ مذکور ہے جیسے ضَرَبْتُهٗ تَادِيْبًا میں ہم کہیں گے مراد یہ ہے کہ (فعل) اس (اسم) کے ساتھ

التَّرْكِيْبِ الَّذِیْ هُوَ فِيْهِ وَيَرِدُ حِ نَحْوُ اَعْجَبَنِی التَّادِيْبُ الَّذِیْ ضَرَبْتُ لِاَجْلِهٖ اَللّٰهُمَّ اِلَّا اَنْ

اس ترکیب میں مذکور ہو جس میں وہ (مفعول لہ) ہو اور اس وقت اعجبنی التادیب الذی ضربت لاجلہ کی مانند سے سوال وارد ہوگا

يُّرَادَ بِذِكْرِهٖ مَعَهٗ اِيْرَادُهٗ مَعَهٗ لِلْعَمَلِ فِيْهِ مِثْلُ ضَرَبْتُهٗ تَادِيْبًا مِثَالٌ لِمَا فُعِلَ لِقَصْدِ تَحْصِيْلِهٖ فِعْلٌ

اے اللہ مگر یہ کہ اس کے ساتھ ذکر سے ارادہ کیا جائے اس کے ساتھ وارد کرنا اس میں عمل کرنے کیلئے جیسے ضربتہ تادیبا یہ اس مفعول لہ کی مثال ہے کہ جس کو حاصل

وَ هُوَ الضَّرْبُ فَاِنَّ التَّادِيْبَ اِنَّمَا يَحْصُلُ بِالضَّرْبِ وَيَتَرَتَّبُ عَلَيْهِ وَقَعَدْتُ عَنِ الْحَرْبِ جُبْنًا

کرنے کے ارادے سے فعل کیا گیا اور وہ فعل ضرب ہے۔ کیونکہ تادیب ضرب سے ہی حاصل ہوتی ہے اور اس پر مترتب ہوتی ہے اور قَعَدْتُ عَنِ الْحَرْبِ جُبْنًا

مِثَالٌ لِمَا فُعِلَ بِسَبَبِ وُجُوْدِهٖ فِعْلٌ وَهُوَ الْقُعُوْدُ فَاِنَّ الْقُعُوْدَ اِنَّمَا وَقَعَ بِسَبَبِ الْجُبْنِ

یہ اس مفعول لہ کی مثال ہے کہ جس کے وجود کے سبب سے فعل کیا گیا اور وہ فعل قعود ہے کیونکہ قعود بزدلی ہی کی وجہ سے واقع ہوا ہے

خلاصہ متن: ۔صاحب کافیہ اس عبارت میں مفعول لہ کی تعریف کر رہے ہیں ”مفعول لہ وہ ہے جس کی وجہ سے فعل مذکور کیا گیا ہو“ جیسے ضَرَبْتُهٗ تَادِيْبًا اور قَعَدْتُ عَنِ الْحَرْبِ جُبْنًا۔

اغراض جامی :ای لقصد: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ مفعول لہ کی تعریف جامع نہیں اس لئے کہ یہ اس تادیبا پر صادق نہیں آتی جو کہ ضربتہ تادیبا میں واقع ہے کیونکہ لاجلہ سے متبادر یہ ہے کہ اس کے وجود کے سبب سے فعل مذکور کیا گیا ہو۔ ضربتہ تادیبا میں تادیبا کے وجود کے سبب سے فعل مذکور نہیں کیا گیا بلکہ اس کے حاصل کرنے کے ارادے سے فعل مذکور کیا گیا ہے۔

جواب: ۔لاجلہ میں تعمیم ہے خواہ اس کے وجود کے سبب سے فعل مذکور کیا گیا ہو اس کو مفعول لہ وجودی کہا جاتا ہے یا اس کے حاصل کرنے کے ارادے سے فعل مذکور کیا گیا ہو اس کو مفعول لہ تحصیلی کہا جاتا ہے اب یہ تعریف اس تادیبا پر صادق آ جائے گی جو ضربتہ تادیبا میں واقع ہے اس لئے کہ اس کو حاصل کرنے کے ارادے سے فعل مذکور کیا گیا ہے۔

وخرج بہ : سے **شارح کی غرض** لاجلہ کی قید کا فائدہ بیان کرنا ہے۔ اس قید کے ذریعے مفعول لہ کے علاوہ باقی تمام

مفاعیل خارج ہو گئے اس لئے کہ باقی مفاعیل میں سے کوئی مفعول بھی ایسا نہیں کہ اس کو حاصل کرنے کے ارادے سے یا اس کے وجود کے سبب سے فعل مذکور کیا جاتا ہو۔

اي حدث : سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال:**۔ مفعول لہ کی تعریف مفعول لہ کے کسی فرد پر صادق نہیں آتی اس لئے کہ کوئی مفعول لہ ایسا نہیں کہ جس کے وجود کے سبب سے یا اس کو حاصل کرنے کے ارادے سے فعل مذکور کیا گیا ہو اس لئے کہ فعل امور ثلاثہ پر مشتمل ہوتا ہے (۱) حدث (۲) نسبت الی الفاعل (۳) نسبت الی الزمان اور کوئی بھی مفعول لہ ایسا نہیں کہ جس کے وجود کے سبب سے یا جس کے حاصل کرنے کے ارادے سے امور ثلاثہ کئے گئے ہوں۔

جواب:۔ یہاں فعل سے مراد فعلِ لغوی یعنی حدث ہے۔ فعل اصطلاحی مراد نہیں ہے۔

اي ملفوظ : سے **شارح کی غرض** بیانِ معنی ہے۔ مذکور کا معنی بیان کیا ہے۔ اس کی ضرورت اس لئے پیش آئی کیونکہ مذکور کا مصدر اگر ذُکر بضم الذال ہو تو اس کا معنی متعقل ہوگا (یعنی عقل سے سمجھا گیا ہو) تو شارح نے مذکور کی ملفوظ سے تفسیر کر کے اشارہ کر دیا کہ مذکورٌ ذِکر بکسر الذال ہے جس کا معنی ملفوظ ہے متعقل والا معنی مراد نہیں ہے ورنہ اجبنی التادیب مذکور کی قید سے خارج نہ ہوگا کیونکہ اس کا عامل بھی متعقل ہوتا ہے (سوال کابلی ص ۲۲۵)

حقیقتا او حکما : سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال:**۔ مفعول لہ کی تعریف جامع نہیں اسلئے کہ یہ تعریف اس تادیبا پر صادق نہیں آتی جو لِمَ ضربت زیدا کے جواب میں بولا جائے اس لئے کہ اسکا فعل مذکور نہیں ہے۔

جواب:۔ فعل ملفوظ میں تعمیم ہے خواہ حقیقتا ہو یا حکما ہو اور مثال مذکور میں اگر چہ حقیقۃً ملفوظ نہیں لیکن حکما ملفوظ ہے۔

فقوله : سے **شارح کی غرض** مذکور کی قید کا فائدہ بیان کرنا ہے۔ یہ قید احترازی ہے اس سے احتراز ہے اعجبنی التادیب کی مثل سے۔ اس لئے کہ التادیب کا فعل یعنی ضرب جو کہ تادیب کے حاصل کرنے کے ارادے سے کیا گیا ہے وہ مذکور نہیں ہے نہ حقیقتا نہ حکما بلکہ معقول و متعقل یعنی عقل سے سمجھا جا رہا ہے۔

فان قلت سے **شارح کی غرض** ایک اعتراض کو نقل کر کے قلنا سے اس کا جواب پیش کرنا ہے۔

اعتراض:۔ مذکور کی قید کے ذریعہ سے اعجبنی التادیب کو خارج کرنا درست نہیں اس لئے کہ تادیب کو حاصل کرنے کے ارادے سے جو فعل کیا گیا ہے یعنی ضرب وہ فی الجملہ یعنی کسی نہ کسی ترکیب میں تو مذکور ہے جیسے ضربت زیدا میں۔

جواب:۔ مراد یہ ہے کہ وہ فعل اس اسم کے ساتھ ہی مذکور ہو۔

فان قلت : سے **شارح کی غرض** ایک اعتراض نقل کر کے قلنا سے اس کا جواب پیش کرنا ہے۔

اعتراض:۔ وہ فعل تو اس کے ساتھ ہی مذکور ہے جیسے ضربت تادیبا میں ہے۔

جواب:۔ ہماری مراد یہ ہے کہ جس ترکیب میں مفعول لہ واقع ہے اسی ترکیب میں فعل اس کے ساتھ مذکور ہو اور ضربت اس ترکیب میں واقع نہیں ہے جس میں التادیب مذکور ہے بلکہ اس کے ساتھ تو اعجبنی واقع ہے ضربت دوسری ترکیب میں واقع ہے۔

یرد: سے **شارح کی غرض** ایک اعتراض نقل کر کے اللھم سے اس کا جواب پیش کرنا ہے

اعتراض:۔ اعجبنی التادیب الذی ضربت لاجله میں التادیب کے ساتھ فعل مذکور ہے اور اسی ترکیب میں ہے جس میں التادیب واقع ہے حالانکہ یہ مفعول لہ نہیں ہے۔

جواب:۔ شارح فرماتے ہیں اس سوال کا جواب مشکل ہے تاہم اللھم سے جواب دینے کی کوشش کی ہے کہ ہماری مراد یہ ہے اس فعل کو ذکر کرنا اس لئے ہوتا کہ وہ اسم میں عمل کرے اور مثال مذکور میں فعل کو ذکر تو کیا گیا ہے لیکن وہ اس اسم میں عمل نہیں کر رہا ہے۔

مثل ضربته تادیبا: سے **شارح کی غرض** مثل لہ کی تعیین کرنا ہے۔ ضربتہ تادیبا اس مفعول لہ کی مثال ہے کہ جس کی تحصیل کے ارادے سے فعل مذکور کیا گیا ہو اور وہ فعل ضرب ہے اس لئے کہ تادیب ضرب کے ساتھ حاصل ہوتی ہے اور اس پر مرتب ہوتی ہے۔ اور قعدت عن الحرب جبنا میں جبنا اس مفعول لہ کی مثال ہے کہ جس کے وجود کے سبب سے فعل مذکور کیا گیا ہو اور وہ فعل قعود ہے اس لئے کہ قعود بزدلی کے سبب سے واقع ہوا ہے۔

مفعول لہ کے مستقل معمول ہونے کے بارے میں نحویوں کا اختلاف

وَالْقَائِلُ بِكَوْنِ الْمَفْعُوْلِ لَهٗ مَعْمُوْلاً مُسْتَقِلًّا غَيْرَ دَاخِلٍ فِي الْمَفْعُوْلِ الْمُطْلَقِ يُخَالِفُ خِلَافًا ظَاهِرًا

اور مفعول لہ کے معمول مستقل ہونے اور مفعول مطلق میں داخل نہ ہونے کا قائل خلاف کرتا ہے خلاف ظاہر

لِلزَّجَّاجِ فَاِنَّهٗ اَيِ الْمَفْعُوْلُ لَهٗ عِنْدَهٗ اَيْ عِنْدَ الزَّجَّاجِ مَصْدَرٌ مِنْ غَيْرِ لَفْظِ فِعْلِهٖ فَالْمَعْنٰى عِنْدَهٗ

زجاج کے کیونکہ وہ یعنی مفعول لہ اس کے نزدیک یعنی زجاج کے نزدیک مفعول مطلق ہے اپنے فعل کے لفظ کے غیر سے۔ تو اس کے نزدیک

فِي الْمِثَالَيْنِ الْمَذْكُوْرَيْنِ اَدَّبْتُهٗ بِالضَّرْبِ تَادِيْبًا وَجَبُنْتُ فِي الْقُعُوْدِ عَنِ الْحَرْبِ جُبْنًا اَوْ

دونوں مذکورہ مثالوں کا معنی ہوگا اَدَّبْتُهٗ بِالضَّرْبِ تَادِيْبًا اور جَبُنْتُ فِي الْقُعُوْدِ عَنِ الْحَرْبِ جُبْنًا یا

ضَرَبْتُ ضَرْبَ تَادِيْبٍ وَقَعَدْتُ قُعُوْدَ جُبْنٍ وَرُدَّ قَوْلُ الزُّجَّاجِ بِاَنَّ صِحَّةَ تَاوِيْلِ نَوْعٍ بِنَوْعٍ

یا ضَرَبْتُ ضَرْبَ تَادِيْبٍ اور قَعَدْتُ قُعُوْدَ جُبْنٍ اور زجاج کا قول اس طرح رد کیا گیا ہے کہ ایک نوع کی دوسری نوع کے ساتھ تاویل کا صحیح ہونا

لَاتُدْخِلُهٗ فِي حَقِيْقَتِهٖ اَلَاتَرٰى اَنَّ صِحَّةَ تَاوِيْلِ الْحَالِ بِالظَّرْفِ مِنْ حَيْثُ اَنَّ مَعْنٰى جَاءَ زَيْدٌ

اس کو نوع آخر کی حقیقت میں داخل نہیں کرتا۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ حال کی تاویل ظرف کے ساتھ صحیح ہونا اس طرح کہ جَاءَ زَيْدٌ

رَاكِبًا جَاءَ زَيْدٌ وَقْتَ الرُّكُوبِ مِنْ غَيْرِ اَنْ تُخْرِجَ عَنْ حَقِيْقَتِهَا

رَاكِبًا کا معنی جَاءَ زَيْدٌ وَقْتَ الرُّكُوبِ ہے اس کے بغیر ہے کہ وہ اس کو اس کی حقیقت سے نکال دے

خلاصہ متن: ۔صاحب کافیہ اس عبارت میں مفعول لہ کے بارے میں نحویوں میں سے علامہ زجاج کا اختلاف بیان کررہے ہیں۔علامہ زجاج کے نزدیک مفعول لہ مستقل معمول نہیں بلکہ یہ دراصل مفعول مطلق من غیر لفظ الفعل ہوتا ہے۔

اغراض جامی: والقائل: سے **شارح کی غرض** بیانِ ترکیب ہے کہ ماتن کا قول خلافا مفعول مطلق ہے بخالف فعل محذوف کا پھر فعل فاعل اور مفعول لہ مفعول مطلق مل کر جملہ ہو کر خبر ہے مبتدا محذوف کی جو کہ القائل الخ ہے۔

ظاھرا: سے **شارح کی غرض** بیانِ ترکیب ہے کہ خلافا مفعول مطلق نوع کیلئے۔اس لئے کہ خلاف کی دو قسمیں ہیں (۱) ظاہر (۲) خفی اور یہ خلاف نوع اول سے ہے۔

مقصد یہ ہے کہ جو نحاۃ یہ کہتے ہیں کہ مفعول لہ مستقل معمول ہے مفعول مطلق میں داخل نہیں وہ زجاج نحوی کے مخالف ہیں اس لئے کہ زجاج کے نزدیک مفعول لہ مستقل معمول نہیں ہے بلکہ مفعول مطلق ہے جو باعتبار لفظ کے فعل مذکور کے مغایر ہوتا ہے لہذا زجاج کے نزدیک ضربته تاديبا کا معنی ہے ادبته بالضرب تاديبا اور قعدت عن الحرب جبنا کا معنی جبنت في القعود عن الحرب جبنا ہے یا ضربت تاديبا کا معنی ہے ضربته ضرب تاديب اور قعدت عن الحرب جبنا کا معنی ہے قعدت قعود جبن.

وَرُدَّ قَوْلُ الزُّجَاجِ بِاَنْ صِحَّةَ تَاوِيْلِ: سے شارح جامی علامہ زجاج کے اس قول کو رد کرتے ہوئے اس پر اعتراض کررہے ہیں۔شارح فرماتے ہیں کہ زجاج کا قول مردود ہے اس لئے کہ ایک نوع کو دوسری نوع کی تاویل میں کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ پہلی نوع دوسری نوع کا عین بن کر اس کی حقیقت میں داخل ہو جائے چنانچہ حال کو مفعول فیہ کی تاویل میں کرنا صحیح ہے جیسے جاء زید راکبا اس کا معنی ہے جاء زید وقت الرکوب لیکن اس تاویل سے یہ لازم نہیں آتا کہ حال اپنی حقیقت سے نکل جائے اور وہ مفعول لہ کا عین بن جائے اسی طرح اگر مفعول لہ مفعول مطلق کی تاویل میں ہو جائے تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اس کی اپنی حقیقت ختم ہو جائے۔

مفعول لہ کے نصب کی شرط

وَشَرْطُ نَصْبِهٖ اَیْ شَرْطُ اِنْتِصَابِ الْمَفْعُوْلِ لَهٗ لَا شَرْطُ كَوْنِ الْاِسْمِ مَفْعُوْلًا لَّهٗ ،فَالسَّمْنُ

اور اس کے منصوب ہونے کی شرط یعنی مفعول لہ کے منصوب ہونے کی شرط نہ کہ اسم کے مفعول لہ ہونے کی شرط ،پس تمہارے قول

وَالْإِكْرَامُ فِيْ قَوْلِكَ جِئْتُكَ لِلسَّمَنِ وَلِإِكْرَامِكَ الزَّائِرَ عِنْدَهٗ مَفْعُوْلٌ لَهٗ عَلٰى مَا يَدُلُّ

جِئْتُكَ لِلسَّمَنِ اور لِإِكْرَامِكَ الزَّائِرَ میں سمن اور اکرام مصنف کے نزدیک مفعول لہ ہیں بنابراس کے کہ اس پر تعریف دلالت کرتی ہے

عَلَيْهِ حَدُّهٗ ، وَهٰذَا كَمَا قَالَ فِي الْمَفْعُوْلِ فِيْهِ إِنَّ شَرْطَ نَصْبِهٖ تَقْدِيْرُ فِيْ وَهٰذَا أَيْضًا خِلَافُ

اور یہ اسی طرح ہے جیسا کہ اس نے مفعول فیہ میں کہا کہ اس کے نصب کی شرط فی مقدر ہونا ہے اور یہ بھی قوم نحاۃ کی اصطلاح کے خلاف ہے

اِصْطِلَاحِ الْقَوْمِ تَقْدِيْرُ اللَّامِ لِأَنَّهَا إِذَا ظَهَرَتْ لَزِمَ الْجَرُّ، وَخَصَّ اللَّامَ بِالذِّكْرِ ، لِأَنَّهَا الْغَالِبُ

لام کا مقدر ہونا ہے کیونکہ جب لام ظاہر ہو تو جر لازم ہے اور مصنف نے لام کا ذکر خاص کیا کیونکہ افعال کی تعلیلات میں لام

فِيْ تَعْلِيْلَاتِ الْأَفْعَالِ فَلَا يُقَدَّرُ غَيْرُهَا مِنْ مِنْ أَوِ الْبَاءِ أَوْ فِيْ مَعَ أَنَّهَا مِنْ دَوَاخِلِ الْمَفْعُوْلِ لَهٗ

(کا استعمال) غالب ہے لہٰذا لام کے علاوہ یعنی من یا با یا فی کو مقدر نہیں کیا جائے گا باوجود یکہ یہ مفعول لہ پر داخل ہونے والے حروف سے ہیں

كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ وَقَوْلِهٖ تَعَالٰى فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ اور قول باری تعالیٰ ہے فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا

وَقَوْلِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِنَّ امْرَأَةً دَخَلَتِ النَّارَ فِيْ هِرَّةٍ أَيْ لِأَجْلِهَا

حضور ﷺ کا قول ہے إِنَّ امْرَأَةً دَخَلَتِ النَّارَ فِيْ هِرَّةٍ (بلاشبہ ایک عورت جہنم میں صرف بلی کی وجہ سے داخل ہوئی) یعنی اس کی وجہ سے

خلاصہ متن: ۔مفعول لہ کے منصوب ہونے کی شرط بتائی ہے کہ مفعول لہ اس وقت منصوب ہوگا جب اس میں لام مقدر ہو۔ اگر لام مقدر نہیں بلکہ ظاہر ہے تو مفعول لہ منصوب ہونے کی بجائے حرف جر لام کی وجہ سے مجرور ہوگا۔

اغراض جامی اي شرط انتصاب: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔تقدیر لام مفعول لہ کے نصب کی شرط نہیں ہے کیونکہ نصب تو نفس حرکت کا نام ہے جو کہ عامل کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے وہ کسی شرط کی محتاج نہیں۔

جواب: ۔تو شارح رحمہ اللہ نے انتصاب کا لفظ اضافہ کر کے جواب دیا کہ یہاں نصب انتصاب کے معنی میں ہے یعنی تقدیر لام نصب کیلئے شرط نہیں ہے بلکہ منصوب ہونے کی شرط ہے۔ (سوال کاملی ص ۲۲۶)

المفعول له: سے نصبہ کی ضمیر کے مرجع کو متعین کرنا ہے کہ مرجع مفعول لہ ہے۔

لا شرط: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال:** ۔عبارت میں اصل اختصار ہوتا ہے لہٰذا مصنف کو چاہیے تھا کہ وشرطہ کہتے تاکہ مطلوب بھی حاصل ہو جاتا اور ایجاز و اختصار بھی ہو جاتا۔

جواب:۔ اگر مصنف وشرطہ کہتے تو اس سے یہ وہم پیدا ہوتا کہ تقدیر لام مفعول لہ کے مفعول لہ ہونے کی شرط ہے حالانکہ یہ مفعول لہ کے مفعول لہ ہونے کی شرط نہیں بلکہ اس کے منصوب ہونے کی شرط ہے مثلاً جئتک للسمن اور جئتک لاکرامک میں سمن اور اکرام مفعول لہ ہیں حالانکہ لام مقدر نہیں۔ اور یہ بات ایسی ہے جیسا کہ مفعول فیہ کے بارے میں گزر چکا ہے۔

وھذا کما قال: یہ بالکل ایسے ہے جیسا کہ مصنف نے مفعول لہ کی بحث میں کہا وشرط نصبہ۔ یعنی جس طرح وہاں قوم کی مخالفت کی تھی اسی طرح یہاں بھی قوم کی مخالفت کی ہے کیونکہ قوم نحاۃ کے نزدیک تقدیرِ لام مفعول لہ کے مفعول لہ ہونے کی شرط ہے جبکہ مصنف کے نزدیک تقدیرِ لام مفعول لہ کے منصوب ہونے کی شرط ہے۔

لَانَّھَا اِذَا ظَھَرَتْ: سے شرطِ مذکور کی وجہ کا بیان ہے۔ لام کے مقدر ہونے کی شرط اس لئے لگائی کہ اگر لام مقدر نہ ہو بلکہ ظاہر ہو تو مفعول لہ منصوب نہیں ہوگا بلکہ مجرور ہوگا۔

وَخَصَّ اللَّامُ بِالذِّکْرِ: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال:**۔ مفعول لہ جس طرح لام کے ساتھ ہوتا ہے اسی طرح من باء اور فی کے ساتھ بھی ہوتا ہے من کی مثال جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے خاشعا متصدعا من خشیة اللہ (اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے جھکنے اور عاجزی کرنے والے) اور باء کے ساتھ ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے فبظلم من الذین ھادو حرمنا (یہودیوں کے ظلم کی وجہ سے ہم نے ان پر حرام کیا الخ) اور فی کے ساتھ ہو جیسے حضور ﷺ کا قول ان امراۃ دخلت النار فی ھرۃ (بلاشبہ ایک عورت ایک بلی کی وجہ سے جہنم میں داخل ہوئی)۔ جب مفعول لہ من باء اور فی کے ساتھ بھی ہوتا ہے تو مصنف نے لام کو خصوصی طور پر کیوں ذکر کیا؟

جواب: ۔ مصنف نے لام کو خاص طور پر اس لئے ذکر کیا کیونکہ افعال کی تعلیلات میں غالب لام ہے لام کے علاوہ من، باء ،فی، یہ مقدر نہیں ہوتے کیونکہ اگر ان کو مقدر کیا جائے تو ذہن ان کی طرف سبقت نہیں کرتا بلکہ لام کی طرف ہی سبقت کرتا ہے۔

مفعول لہ میں حذف لام کی شرائط

وَلَمَّا کَانَ تَقْدِیْرُ اللَّامِ عِبَارَۃً عَنْ حَذْفِھَا عَنِ اللَّفْظِ وَاِبْقَائِھَا فِی النِّیَّۃِ ، وَکَانَ الْاَصْلُ اِبْقَاءَ ھَا فِی اللَّفْظِ
اور جبکہ تقدیر لام "لام کا لفظ سے حذف کرنا اور نیت میں اس کو باقی رکھنا" سے عبارت تھی حالانکہ اصل لام کا لفظ اور نیت میں باقی رکھنا تھا
وَالنِّیَّۃِ ، فَلَا حَاجَۃَ فِیْ اِبْقَائِھَا فِی النِّیَّۃِ اِلٰی شَرْطٍ ، بَلِ الْحَاجَۃُ اِلَیْہِ اِنَّمَا تَکُوْنُ فِیْ حَذْفِھَا مِنَ
تو لام کو نیت میں باقی رکھنے میں کسی شرط کی حاجت نہیں بلکہ لام کے لفظ سے حذف کرنے میں شرط کی حاجت ہے

اللَّفْظِ ، وَلِهٰذَا قَالَ وَإِنَّمَا يَجُوْزُ حَذْفُهَا وَلَمْ يَكْتَفِ بِإِرْجَاعِ ضَمِيْرِ الْفَاعِلِ إِلٰى تَقْدِيْرِ اللَّامِ

اسی وجہ سے مصنف نے کہا اور لام کا حذف کرنا اور فاعل کی ضمیر تقدیر لام کی طرف لوٹانے کے ساتھ اکتفا نہیں کیا

فَيَجُوْزُ حَذْفُهَا ، كَمَا يَجُوْزُ ذِكْرُهَا إِذَا كَانَ الْمَفْعُوْلُ لَهُ فِعْلًا اِحْتِرَازٌ عَمَّا إِذَا كَانَ عَيْنًا ، نَحْوُ

پس لام کا حذف جائز ہے جیسا کہ اس کا ذکر جائز ہے جبکہ ہو مفعول لہ فعل یہ اس سے احتراز ہے جبکہ وہ (مفعول لہ) عین ہو جیسے

جِئْتُكَ لِلسَّمَنِ لِفَاعِلِ الْفِعْلِ الْمُعَلَّلِ بِهٖ اَىْ اِتَّحَدَ فَاعِلُهٗ وَفَاعِلُ عَامِلِهٖ ، اِحْتَرَزَ بِهٖ عَمَّا إِذَا كَانَ

جِئْتُكَ لِلسَّمَنِ فعل معلل بہ کے فاعل کے لیے یعنی مفعول لہ کا فاعل اور اس کے عامل کا فاعل ایک ہو، یہ اس مفعول لہ سے احتراز ہے

فِعْلًا لِغَيْرِهٖ نَحْوُ جِئْتُكَ لِمَجِيْئِكَ إِيَّاىَ وَمُقَارِنًا لَهٗ اَىْ لِلْفِعْلِ الْمَذْكُوْرِ فِى الْوُجُوْدِ بِاَنْ يَّتَّحِدَ

جب وہ اپنے عامل کے غیر کا فعل ہو جیسے جِئْتُكَ لِمَجِيْئِكَ إِيَّاىَ اور اس کے لیے مقارن ہو یعنی فعل مذکور کے لیے وجود میں بایں طور کہ

زَمَانُ وُجُوْدِهِمَا ، نَحْوُ ضَرَبْتُهٗ تَادِيْبًا فَإِنَّ زَمَانَ الضَّرْبِ وَالتَّادِيْبِ وَاحِدٌ إِذْ لَا مُغَايَرَةَ بَيْنَهُمَا

ان دونوں کے وجود کا زمانہ ایک ہو جیسے ضَرَبْتُهٗ تَادِيْبًا کیونکہ ضرب اور تادیب کا زمانہ ایک ہے اس لئے کہ ان دونوں میں صرف اعتباری مغایرت ہے

إِلَّا بِالْاِعْتِبَارِ ، اَوْ يَكُوْنَ زَمَانُ وُجُوْدِ اَحَدِهِمَا بَعْضًا مِنْ زَمَانِ وُجُوْدِ الْاٰخَرِ نَحْوُ قَعَدْتُ عَنِ

یا اس طرح کہ ان دونوں میں سے ایک کے وجود کا زمانہ دوسرے کے وجود کے زمانہ کا ایک حصہ ہو جیسے قَعَدْتُ عَنِ الْحَرْبِ جُبْنًا

الْحَرْبِ جُبْنًا فَإِنَّ زَمَانَ الْفِعْلِ اَعْنِىْ الْقُعُوْدَ عَنِ الْحَرْبِ بَعْضُ زَمَانِ الْمَفْعُوْلِ لَهٗ اَعْنِىْ الْجُبْنَ وَنَحْوُ

پس زمانہ فعل یعنی قعود عن الحرب مفعول لہ یعنی جبن کے زمانہ کا ایک حصہ ہے اور جیسے

شَهِدْتُ الْحَرْبَ إِيْقَاعًا لِلصُّلْحِ بَيْنَ الْفَرِيْقَيْنِ فَإِنَّ زَمَانَ الْمَفْعُوْلِ لَهٗ اَعْنِىْ إِيْقَاعَ الصُّلْحِ بَعْضُ

شَهِدْتُ الْحَرْبَ إِيْقَاعًا لِلصُّلْحِ بَيْنَ الْفَرِيْقَيْنِ پس مفعول لہ یعنی ایقاع الصلح زمانہ فعل

زَمَانِ الْفِعْلِ ، اَعْنِىْ شُهُوْدَ الْحَرْبِ ، وَاحْتَرَزَ بِذٰلِكَ الْقَيْدِ عَمَّا إِذَا لَمْ يَكُنْ مُقَارِنًا لَهٗ فِى الْوُجُوْدِ

یعنی شہود حرب کا ایک حصہ ہے اور مصنف نے اس قید کے ساتھ اس مفعول لہ سے احتراز کیا ہے جو وجود میں فعل مذکور کے لیے مقارن نہ ہو

نَحْوُ اَكْرَمْتُكَ الْيَوْمَ لِوَعْدِىْ بِذٰلِكَ اَمْسِ ، وَإِنَّمَا اشْتَرَطَ هٰذِهِ الشَّرَائِطَ ، لِاَنَّهٗ بِهٰذِهِ الشَّرَائِطِ

جیسے اَكْرَمْتُكَ الْيَوْمَ لِوَعْدِىْ بِذٰلِكَ اَمْسِ اور مصنف نے یہ شرائط اس لیے عائد کیے ہیں کیونکہ ان شرائط کی وجہ سے

يَشْبَهُ الْمَصْدَرَ ، فَيَتَعَلَّقُ بِالْفِعْلِ بِلَا وَاسِطَةٍ تَعَلُّقَ الْمَصْدَرِ بِهِ ، بِخِلَافِ مَا إِذَا اخْتَلَّ شَيْءٌ مِّنْهَا
مصدر کے مشابہ ہو جاتا ہے لہذا مفعول لہ فعل کے ساتھ بلا واسطہ متعلق ہوتا ہے مصدر کے فعل کیساتھ تعلق پکڑنے کی طرح، بخلاف اس صورت کے جب ان شرائط میں سے کوئی شرط مختل ہو جائے

خلاصہ متن: ۔یہاں سے ماتن مفعول لہ میں حذف لام کی شرائط ذکر کر رہے ہیں۔مفعول لہ میں لام کو حذف کرنے کی تین شرطیں ہیں (۱) پہلی یہ کہ مفعول لہ اور اس کے عامل کا فاعل ایک ہو۔جیسے ضَرَبْتُهُ تَادِيْبًا اس میں ضرب اور تادیب دونوں کا فاعل ایک ہے (۲) دوسری یہ کہ مفعول لہ اور اس کے عامل کا فاعل وجود میں مقارن ہوں۔پھر اس کی دو صورتیں ہیں یا دونوں کا زمانہ ایک ہو جیسے ضَرَبْتُهُ تَادِيْبًا میں ضرب اور تادیب کا زمانہ ایک ہے۔یا ان دونوں میں سے ایک کے وجود کا زمانہ دوسرے کے وجود کے زمانہ کا ایک حصہ ہو جیسے قَعَدْتُ عَنِ الْحَرْبِ جُبْنًا اس میں زمانۂ فعل یعنی قعود عن الحرب کا زمانہ مفعول لہ یعنی جبن کے زمانہ کا ایک حصہ ہے۔

اغراض جامی: ۔<u>ولما كان</u>: یہ عبارت مابعد کے لئے تمہید ہے، یا ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔**سوال:**۔عبارت میں اصل ایجاز و اختصار ہوتا ہے لہذا مصنف کو چاہے تھا کہ انما یجوز حذفہا کی بجائے صرف انما یجوز کہدیتے آگے فاعل ذکر نہ کرتے اور یجوز کی ضمیر تقدیر لام کی طرف راجع ہوتی جو ماقبل میں مذکور ہے۔اس میں اختصار بھی تھا اور مقصود بھی حاصل ہو جاتا۔مصنف علیہ الرحمۃ جو ہمیشہ اختصار کے درپے رہتے ہیں نے یہاں ایسا کیوں نہ کیا؟

جواب (۱):۔تقدیر کا مطلب حذف عن اللفظ وابقاء فی النیۃ ہے دونوں کے مجموعہ کا نام تقدیر ہے اور لام میں اصل یہ ہے کہ وہ لفظوں میں بھی باقی ہو اور نیت میں بھی۔اگر مصنف انما یجوز کہتے اور یجوز کی جو ضمیر راجع ہوتی تقدیر لام کی طرف، تو مطلب یہ ہوتا کہ لام کو لفظ سے حذف کرنے اور نیت میں باقی رکھنے دونوں کیلئے یہ شرط ہے۔اس سے یہ وہم پیدا ہوتا کہ حذف عن اللفظ اور ابقاء فی النیۃ دونوں محتاج الی الشرط ہیں حالانکہ ابقاء فی النیۃ کیلئے کوئی شرط نہیں ہے اس لئے کہ وہ تو اپنی اصل پر ہے آنے والی شرائط صرف حذف عن اللفظ کے بارے میں ہیں تو اس وہم کو دفع کرنے کے لئے مصنف نے یجوز حذفہا کہہ کر فاعل کو ذکر کر دیا اور تقدیر لام کی طرف ضمیرِ فاعل کو راجع کرنے پر اکتفا نہیں کیا۔(سوال کابلی ص ۲۲۷)

جواب (۲):۔بعض حضرات نے یہ جواب دیا کہ انما یجوز حذفہا کہہ کر اور اسم ظاہر کو ضمیر کی جگہ ذکر کر کے مصنفؒ حذف اور تقدیر کے ترادف کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں۔اس جواب کے مطابق حذف اور تقدیر میں کوئی فرق نہ ہوگا ھکذا قال ملا عبدالغفور فی شرح عبدالغفور (سوال ہاسولی ص ۲۵۳)

خلاصہ شرائط یہ ہے کہ مفعول لہ سے لام کو حذف کرنا جائز ہے جب اس میں تین شرطیں پائی جائیں (۱) مفعول لہ فعل

ہو یعنی اثر ہو عین نہ ہو (۲) مفعول لہ فعل معلل بہ کے فاعل کا فعل ہو یعنی دونوں کا فاعل ایک ہو (۳) مفعول لہ وجود میں فعل معلل بہ کے مقارن ہو۔ یعنی دونوں کا زمانہ ایک ہو۔

احتراز: سے شارح کی غرض فعلاً کی قید کا فائدہ بیان کرنا ہے اور فعل سے مراد اثر ہے۔ یہ قید احترازی ہے، اس سے احتراز ہے اس مفعول لہ سے جو عین ہو اثر نہ ہو جیسے جئتک للسمن اس میں "سمن" عین ہے۔

لفاعل الفعل المعلل به: یہ دوسری قید احترازی ہے اس سے احتراز ہے اس مفعول لہ سے جو فعل معلل بہ کے فاعل کا فعل واثر نہ ہو یعنی دونوں کا فاعل ایک نہ ہو جیسے جئتک لمجیئک ایای (میں تیرے پاس آیا تیرے میرے پاس آنے کی وجہ سے) یہاں فعل معلل بہ کا فاعل متکلم ہے اور مفعول لہ کا فاعل مخاطب ہے۔

بیان یتحد: سے شارح کی غرض تیسری شرط یعنی مفعول لہ کے فعل معلل بہ کے ساتھ وجود میں مقارن ہونے کی تین صورتوں کو بیان کرنا ہے۔ (۱) فعل معلل بہ اور مفعول لہ دونوں کے وجود کا زمانہ ایک ہو جیسے ضربتہ تادیبا اس مثال میں ضرب کا زمانہ اور تادیب کا زمانہ ایک ہے ضرب اور تادیب میں تغایر فقط اعتباری ہے اس لئے کہ وہ فعل جو فاعل سے صادر ہو اس اعتبار سے کہ وہ مضروب کے لئے تکلیف کا سبب ہے اس کا نام ضرب رکھا جاتا ہے اور اس اعتبار سے کہ وہ مضروب کے اخلاق حسنہ کے ساتھ متصف ہونے کا سبب ہے اس کا نام تادیب رکھا جاتا ہے (۲) فعل معلل بہ کا زمانہ مفعول لہ کے زمانے کا بعض وجزء ہو جیسے قعدت عن الحرب جبنا اس میں فعل معلل بہ یعنی قعود عن الحرب کا زمانہ مفعول لہ یعنی جبن کے زمانے کا بعض وجزء ہے کیونکہ بزدلی کا زمانہ طویل ہے اور قعود اس کا ایک حصہ ہے (۳) مفعول لہ کا زمانہ فعل معلل بہ کے زمانے کا بعض ہو جیسے شهدت الحرب ایقاعاللصلح بین الفریقین اس لئے کہ اس میں مفعول لہ یعنی ایقاع صلح کا زمانہ فعل معلل بہ یعنی شہود کے زمانے کا بعض ہے۔

واحترز: سے شارح کی غرض تیسری قید کا فائدہ بیان کرنا ہے۔ یہ قید احترازی ہے اس سے احتراز ہے اس مفعول لہ سے جو وجود میں فعل معلل بہ کے مقارن نہ ہو جیسے اکرمتک الیوم لو عدی بذلک امس (میں نے آج تیرا اکرام کیا اس اکرام کے بارے میں کل گذشتہ میرے وعدہ کرنے کی وجہ سے) اس میں فعل معلل بہ کا زمانہ آج کا دن اور مفعول لہ کا زمانہ کل کا دن ہے

وانما اشترط: سے شارح کی غرض مذکورہ شرائط کی وجہ بیان کرنا ہے۔ حذف لام کے جواز کے لئے مذکورہ شرطیں اس لئے لگائیں کہ ان شرائط کی وجہ سے مفعول لہ مفعول مطلق کے مشابہ ہو جائے گا جس کی بناء پر اس کا تعلق فعل کے ساتھ بلاواسطہ صحیح ہوگا جس طرح کہ مفعول مطلق کا تعلق فعل کے ساتھ بلاواسطہ صحیح ہوتا ہے۔ اور اگر ان شرائط میں سے کوئی شرط نہ پائی جائے تو پھر تعلق میں خلل وضعف لازم آجائے جس کی وجہ سے فعل بلاواسطۂ حرف جر نصب نہیں دے سکے گا۔

اَلْمَفْعُوْلُ مَعَهٗ

لفظ مفعول مَعَهٗ کی توضیح

اَیِ الَّذِیْ فُعِلَ بِمُصَاحَبَتِهٖ ، بِاَنْ یَّکُوْنَ الْفَاعِلُ مُصَاحِبًا لَهٗ فِیْ صُدُوْرِ الْفِعْلِ عَنْهُ اَوِ الْمَفْعُوْلُ بِهٖ

یعنی وہ جو اس کی مصاحبت کے لیے کام کیا جائے اس طرح کہ فاعل، اس سے فعل کے صادر ہونے یا مفعول بہ پر فعل کے واقع ہونے میں

فِیْ وُقُوْعِ الْفِعْلِ عَلَیْهِ ،فَقَوْلُهٗ مَعَهٗ مَفْعُوْلُ مَا لَمْ یُسَمَّ فَاعِلُهٗ ، اُسْنِدَ اِلَیْهِ الْمَفْعُوْلُ کَمَا اُسْنِدَ

مفعول معہ کا مصاحب ہو۔ پس اس کا قول معہ مفعول مالم یسم فاعلہ ہے، المفعول کی اس کی طرف اسناد کی گئی ہے جیسے المفعول بہ

اِلَی الْجَارِ وَالْمَجْرُوْرِ فِی الْمَفْعُوْلُ بِهٖ ، وَفِیْهِ وَلَهٗ ،وَالضَّمِیْرُ الْمَجْرُوْرُ رَاجِعٌ اِلَی اللَّامِ ، وَاعْتُذِرَ عَنْ

اور فیہ اور لہ میں جار و مجرور کی طرف اسناد کی گئی ہے اور ضمیر مجرور لام کی طرف راجع ہے، اور معہ کی نصب کا اس قاعدے کے ساتھ عذر بیان کیا گیا ہے

نَصْبِهٖ مَعَهٗ بِمَا جَوَّزَهٗ بَعْضُ النُّحَاةِ مِنْ اِسْنَادِ الْفِعْلِ اِلٰی لَازِمِ النَّصْبِ ، وَتَرْکِهٖ مَنْصُوْبًا جَرْیًا

جسے بعض نحویوں نے جائز قرار دیا ہے یعنی فعل کا اسناد لازم النصب کی طرف کرنا اور اس کو منصوب چھوڑ دینا اس کو اس حالت پر

عَلٰی مَا هُوَ عَلَیْهِ فِی الْاَکْثَرِ ، وَاِلَیْهِ ذُهِبَ فِیْ قَوْلِهٖ تَعَالٰی لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَیْنَکُمْ عَلٰی قِرَاءَةِ النَّصْبِ

جاری رکھتے ہوئے جس پر وہ اکثر استعمال میں ہے اور اسی کی طرف گئے ہیں اللہ تعالیٰ کے قول لقد تقطع بینکم میں نصب کی قراۃ میں

وَفِیْ بَعْضِ الْحَوَاشِیْ اَنَّ هٰذَا الرَّأْیَ شَرِیْفٌ جِدًّا ، وَقِیْلَ اَلْوَجْهُ اَنْ یُّجْعَلَ مِنْ قَبِیْلِ "وَقَدْ

اور بعض حواشی میں ہے کہ یہ توجیہ بہت ہی خوب ہے اور کہا گیا ہے کہ توجیہ یہ ہے کہ اس کے قول معہ کو "وَقَـــــد

حِیْلَ بَیْنَ الْعَیْرِ وَالنَّزَوَانِ" فَاِنَّ مَفْعُوْلَ مَا لَمْ یُسَمَّ فَاعِلُهٗ فِیْهِ الضَّمِیْرُ الرَّاجِعُ اِلٰی مَصْدَرِهٖ ، اَیْ

حِیْلَ بَیْنَ الْعَیْرِ وَالنَّزَوَانِ" کے قبیل سے کیا جائے کیونکہ مفعول مالم یسم فاعلہ حیل میں وہ ضمیر ہے جو اس کے مصدر کی طرف راجع ہے یعنی

حِیْلَ الْحَیْلُوْلَةُ ، لِاَنَّ بَیْنَ لِلُزُوْمِ ظَرْفِیَّتِهٖ لَا یُقَامُ مُقَامَ الْفَاعِلِ ، فَعَلٰی هٰذَا مَعْنَاهُ الَّذِیْ فُعِلَ

حِیْلَ الْحَیْلُوْلَةُ ، کیونکہ بین لزوم ظرفیت کی وجہ سے فاعل کے مقام پر کھڑا نہیں کیا جاسکتا پس اس توجیہ کی بناء پر المفعول معہ کا معنی ہوگا الَّذِیْ فُعِلَ

فِعْلٌ بِمُصَاحَبَتِهٖ عَلٰی اَنْ یَّکُوْنَ مَفْعُوْلُ مَا لَمْ یُسَمَّ فَاعِلُهٗ ضَمِیْرًا رَاجِعًا اِلٰی مَصْدَرِهٖ ، وَالضَّمِیْرُ

فِـــعْـــلٌ بِـــمُـــصَـــاحَبَتِـــهٖ اس بنا پر کہ مفعول مالم یسم فاعلہ ضمیر ہے جو اس کے مصدر کی طرف راجع ہے

الْمَجْرُوْرُ لِلْمَوْصُوْلِ اور (معہ کی) ضمیر مجرور موصول کے لیے ہو

خلاصہ متن: ۔صاحب کافیہ یہاں سے مفعول معہ کا ذکر شروع کر رہے ہیں۔عبارت بالا میں شارح پہلے اس لفظ معہ کی توضیح کر رہے ہیں جس کی تفصیل شرح میں آ رہی ہے۔

اغراض جامی: ۔اي الذي فعل: سے **شارح کی غرض** یہ بتانا ہے کہ المفعول معہ پر الف لام بمعنی الذی ہے اور مفعول بمعنی فُعل ہے اور لمصاحبة یہ معہ کی تفسیر ہے۔

بان یکون: سے **شارح کی غرض** الذی فعل لمصاحبته کی صورت کو بیان کرنا ہے کہ مفعول معہ فاعل سے فعل کے صدور کے وقت اس کا مصاحب ہو یا فعل کے مفعول بہ پر واقع ہونے کے وقت اس کا مصاحب ہو۔

فقوله معه: سے **شارح کی غرض** بیانِ ترکیب ہے۔ معہ مفعول مالم یسم فاعلہ ہے لفظ مفعول کا اور مفعول کا اسناد جار مجرور کی طرف ہے جیسا کہ مفعول بہ اور مفعول لہ میں مفعول کا اسناد جار مجرور کی طرف تھا اور معہ کی ضمیر راجع ہے الف لام کی طرف جو الذی کے معنی میں ہے۔

وَاعتُذِرَ: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔**سوال:**۔جب معہ مفعول مالم یسم فاعلہ ہے تو اس کو مرفوع ہونا چاہئے حالانکہ ظرف ہونے کی وجہ سے یہ لازم النصب ہے تو یہ نائب فاعل کیسے ہوگا۔

جواب: ۔بعض نحاۃ نے معہ کے نصب بارے میں یہ عذر پیش کیا ہے کہ جب فعل کسی لازم النصب کی طرف مسند ہو تو اس کو باوجود فاعل یا نائب فاعل ہونے کے منصوب ہی باقی رکھا جاتا ہے تا کہ اکثر احوال کے ساتھ اس کی موافقت ہو جائے۔ مطلب یہ ہے کہ معہ کا استعمال عام طور پر دو طریقوں پر ہوتا ہے یا ظرفیت کی بناء پر یا حالیت کی بناء پر اور ان دونوں کو نصب لازم ہے لہٰذا جب معہ فاعل یا نائب فاعل ہوگا تو اکثر احوال کی موافقت پر جاری کرتے ہوئے اس کو نصب پر ہی باقی رکھا جائے گا اور جن قراء نے لقد تقطع بینکم میں بینَ پر نصب پڑھا ہے باوجود فاعل ہونے کے انہوں نے بھی یہی عذر پیش کیا ہے کہ بینَ لازم النصب ہے باوجود فاعل ہونے کے اس کو نصب پر برقرار رکھا جائے گا۔

وفي بعض الحواشي: بعض حواشی میں ہے کہ یہ رائے نہایت عمدہ اور شریف ہے۔شریف اس لئے کہ کلام اللہ کے موافق ہے کما مر قولہ تعالیٰ لقد تقطع بینکم۔جدًا اس لئے کہ یہ تکلف سے خالی ہے جیسا کہ آنے والی فاضل ہندی کی رائے میں تکلف ہے۔

وقیل: سے **شارح کی غرض** معہ کے نصب کی وجہ ثانی کو بیان کرنا ہے جس کو علامہ **فاضل ہندی** رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ المفعول معہ شاعر کے قول وقد حيل بين العير والنزوان کے قبیل سے ہے اس قول میں حیل کا مفعول مالم یسم فاعلہ ضمیر ہے جو راجع ہے اس کے مصدر حیلولة کی طرف اصل میں تھا حیل الحیلولة اس کی وجہ یہ ہے کہ بین لزوم ظرفیت ونصب کی وجہ سے فاعل کے قائم مقام نہیں ہوسکتا لہٰذا نائب فاعل ضمیر مستتر ماننی پڑے گی جو مصدر کی طرف لوٹے گی۔اسی

طرح المفعول معہ میں بھی نائب فاعل ضمیر مستتر ہوگی جو راجع ہوگی منعول کے مصدر یعنی فعل کی طرف، تو اس صورت میں المفعول کا معنی ہوگا الذی فُعِلَ فِعْلٌ معہ اور معہ ظرفیت کی بناء پر منصوب ہے اور اس کی ضمیر راجع ہے موصول یعنی الف لام کی طرف۔

دلیل فاضل ہندی:۔ فاضل ہندی یہ دلیل بیان کرتے ہیں کہ اگر المفعول کا اسناد مع کی طرف ہو تو مع ظرف ہونے کی وجہ سے لازم النصب ہے اور نائب فاعل ہونے کی وجہ سے اس کا مرفوع ہونا ضروری ہے تو شے واحد کا مرفوع و منصوب ہونا لازم آئے گا جو کہ ناجائز ہے۔

تبصرہ:۔ شارح جامیؒ نے علامہ فاضل ہندی رحمہ اللہ کا قول قیل سے ذکر کر کے اس کے ضعف اور پہلے قول کو وہذا الرأی شریف جدًا کہہ کر اس کی تائید وتوثیق کی ہے اس کی تین وجہ ہیں (۱) فاضل ہندی کے قول میں حذف کا تکلف ہے (۲) دیگر نحاۃ کا قول قرآن مجید کے موافق ہے (۳) مصدر کو بغیر تخصیص کے مسند الیہ بنانا درست نہیں ہے (سوال کابلی ص ۲۲۸)

مفعول مَعَہٗ کی تعریف

هُوَ الْمَذْكُوْرُ بَعْدَ الْوَاوِ اِحْتِرَازٌ عَنِ الْمَذْكُوْرِ بَعْدَ غَيْرِهٖ كَالْفَاءِ

جو مذکور ہو واؤ کے بعد اس سے احتراز ہے جو واو کے غیر کے بعد مذکور ہو مثلاً فا کے (بعد)

لِمُصَاحَبَتِهٖ مَعْمُوْلَ فِعْلٍ اَللَّامُ مُتَعَلِّقٌ بِمَذْكُوْرٍ ، اَیْ يَكُوْنُ ذِكْرُهٗ بَعْدَ الْوَاوِ ، لِاَجْلِ مُصَاحَبَتِهٖ

فعل کے معمول سے اس کی مصاحبت کے لیے لام مذکور کے متعلق ہے یعنی مفعول معہ کا ذکر واؤ کے بعد ہو مفعول معہ کے فعل کے معمول کی

مَعْمُوْلَ فِعْلٍ ، وَاِفَادَتِهٖ اِيَّاهَا سَوَاءٌ كَانَ ذٰلِكَ الْمَعْمُوْلُ فَاعِلًا نَحْوُ اِسْتَوَی الْمَاءُ وَالْخَشَبَةُ

مصاحبت کی وجہ سے اور واؤ کے مصاحبت کا فائدہ دینے کی وجہ سے، خواہ وہ معمول فاعل ہو جیسے اِسْتَوَی الْمَاءُ وَالْخَشَبَةُ

اَوْ مَفْعُوْلًا نَحْوُ كَفَاكَ وَزَيْدًا دِرْهَمٌ ، وَسَوَاءٌ كَانَ ذٰلِكَ الْفِعْلُ لفظا اَیْ لَفْظِيًّا كَالْمِثَالَيْنِ

یا مفعول ہو جیسے كَفَاكَ وَزَيْدًا دِرْهَمٌ ، اور خواہ وہ فعل لفظا ہو یعنی لفظی ہو دونوں مذکورہ مثالوں کی طرح

الْمَذْكُوْرَيْنِ اَوْ مَعْنًى اَیْ مَعْنَوِيًّا نَحْوُ مَا لَكَ وَزَيْدًا اَیْ مَا تَصْنَعُ وَزَيْدًا. وَالْمُرَادُ بِمُصَاحَبَتِهٖ

یا معنی ہو یعنی معنوی ہو جیسے مَا لَكَ وَزَيْدًا یعنی مَا تَصْنَعُ وَزَيْدًا اور مفعول معہ کی فعل کے معمول کے ساتھ مصاحبت سے مراد

لِمَعْمُوْلِ الْفِعْلِ مُشَارَكَتُهٗ لَهٗ فِیْ ذٰلِكَ الْفِعْلِ فِیْ زَمَانٍ وَاحِدٍ ، نَحْوُ سِرْتُ وَزَيْدًا اَوْ مَكَانٍ

مفعول معہ کا فعل کے معمول کے ساتھ اس فعل میں ایک زمان میں شریک ہونا ہے جیسے سِرْتُ وَزَيْدًا یا ایک مکان میں

وَاحِدٍ نَحْوُ لَوْ تُرِكَتِ النَّاقَةُ وَفَصِيْلَتَهَا لَرَضَعَتْهَا، فَلا يَنْتَقِضُ بِالْمَذْكُوْرِ بَعْدَ الْوَاوِ نَحْوُ جَاءَ نِيْ
جیسے لَوْ تُرِكَتِ النَّاقَةُ وَفَصِيْلَتَهَا لَرَضَعَتْهَا پس مذکور بعد الواو العاطفۃ سے منقوض نہ ہوگی جیسے
زَيْدٌ وَعَمْرٌو، فَإِنَّهَا لا تَدُلُّ إِلَّا عَلَى الْمُشَارَكَةِ فِيْ اَصْلِ الْفِعْلِ دُوْنَ الْمُصَاحَبَةِ . إِعْلَمْ اَنَّ مَذْهَبَ
جاء نی زید وعمرو کیونکہ واؤ صرف اصلِ فعل میں باہمی شرکت پر دلالت کرتی ہے نہ کہ مصاحبت پر اور معلوم ہونا چاہیے کہ جمہور نحویوں کا
جُمْهُوْرِ النُّحَاةِ اَنَّ الْعَامِلَ فِي الْمَفْعُوْلِ مَعَهُ الْفِعْلُ اَوْ مَعْنَاهُ بِتَوَسُّطِ الْوَاوِ الَّتِيْ بِمَعْنَى مَعَ، وَإِنَّمَا وَضَعُوْا
مذہب یہ ہے کہ مفعول معہ میں عامل فعل ہے یا اس (فعل) کا معنی واؤ کے واسطہ سے جو کہ مع کے معنی میں ہے اور نحویوں نے واؤ کو مع کی جگہ،
الْوَاوَ مَوْضِعَ مَعَ لِكَوْنِهَا اَخْصَرَ ، وَاَصْلُهَا وَاوُ الْعَطْفِ الَّتِيْ فِيْهَا مَعْنَى الْجَمْعِ فَنَاسَبَ مَعْنَى الْمَعِيَّةِ
واؤ کے (مع کی نسبت) زیادہ مختصر ہونے کی وجہ سے رکھا اور واؤ کی اصل واؤ عطف ہے جس میں جمع کا معنی ہے پس وہ معیت کے معنی کے مناسب ہے

خلاصہ متن :۔صاحب کافیہ اس عبارت میں مفعول معہ کی تعریف کر رہے ہیں ''مفعول معہ وہ ہے جو واؤ بمعنی مع کے بعد مذکور ہو فعل کے معمول کی مصاحبت کے لئے۔

اغراض جامی بهو مذکور بعد الواو احتراز: سے شارح بعد الواو کی قید کا فائدہ بیان کر رہے ہیں کہ یہ قید احترازی ہے اس سے احتراز ہے اس اسم سے جو واؤ کے بعد مذکور نہ ہو بلکہ واؤ کے غیر مثلاً فاء کے بعد مذکور ہو۔

اللام متعلق: سے **شارح کی غرض** بیانِ ترکیب ہے کہ لمصاحبۃ کی لام مذکورٌ کے متعلق ہے۔

ای یکون: سے **شارح کی غرض** اس بات کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ لمصاحبۃ کا لام اجلیہ ہے یعنی مفعول معہ کا ذکر واؤ کے بعد اس کے فعل کے معمول کے ساتھ مصاحبت کے فائدہ دینے کی وجہ سے ہو۔

سواء کان : سے غرض معمول میں تعمیم کرنا ہے کہ عام ہے وہ معمول فاعل ہو جیسے استوی الماء والخشبۃ (خشبۃ وہ لکڑی ہے جس سے پانی کا کم یا زیادہ ہونا معلوم کرتے ہیں) یا مفعول ہو جیسے کفاک وزیدا درھمٌ اور عام ہے کہ وہ فعل لفظی ہو جیسے استوی الماء والخشبۃ اور کفاک وزیدا درھمٌ، یا فعل معنوی ہو جیسے مالک وزیدا اس میں مالک اگرچہ فعل نہیں ہے لیکن فعل تضمنِ معنی سے سمجھا جا رہا ہے۔

ای سواء کان ذلک الفعلُ: سے **شارح کی غرض** بیانِ ترکیب ہے۔لفظا اور معنایہ خبر ہے کان محذوف کی۔

ای لفظیا وکذا ای معنویا: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔لفظاً کان کی خبر ہے کان کی خبر اسم پر محمول ہوتی ہے لفظاً مصدر ہے وصف محض ہے اس کا حمل درست نہیں ہے۔

جواب:۔ یاءِ نسبت محذوف ہے اصل میں لفظیاً تھا یاءِ نسبت سے صیغہ صفت اسم منسوب بن جائے گا اور اس کا حمل اسم پر درست ہوگا۔ یہی سوال و جواب ای معنویاً پر بھی ہوگا۔

مالک و زیدا ای ماتصنع : سے عامل معنوی کی مثال بیان کی۔

والمراد بمصاحبته : سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ مفعول معہ کی تعریف مانع نہیں کیونکہ یہ تعریف جاءنی زید وعمرو میں عمرو پر صادق آتی ہے کیونکہ عمرو واؤ کے بعد مذکور ہے اور صدورِ فعل میں فعل کے معمول یعنی زید کا مصاحب ہے حالانکہ عمرو مفعول معہ نہیں ہے بلکہ زیدٌ پر معطوف ہے۔

جواب:۔ مفعول معہ کے فعل کے معمول کے ساتھ مصاحبت سے مراد یہ ہے کہ مفعول معہ فعل کے معمول کے ساتھ اس فعل میں شریک ہو اس طور پر کہ دونوں کا زمانہ ایک ہو یا دونوں کا مکان واحد ہو زمان کی مثال سرتُ وزیدا اس میں زید اور فاعل دونوں کی سیر کا زمانہ ایک ہے مکان کی مثال لو ترکت الناقۃ وفصیلھا لرضعھا اگر اونٹنی اپنے بچے کے ساتھ چھوڑ دی جاتی تو وہ اس کا دودھ پی جاتا ہے یہاں مفعول معہ فصیلھا اور معمول فعل الناقۃ دونوں ایک مکان میں شریک ہیں اور جس مثال کے ساتھ نقض وارد کیا گیا ہے اس میں واو عاطفہ ہے یہ محض نفس فعل میں مشارکت پر تو دلالت کر رہی ہے لیکن مشارکت فی الزمان یا فی المکان پر دلالت نہیں کر رہی جاءنی زید وعمرو کا مطلب یہ ہے زید وعمرو دونوں نفس واصل فعل مجیئت میں شریک ہیں لیکن ضروری نہیں ہے کہ دونوں کی مجیئت کا زمانہ ایک ہو، یہی فرق ہے واو مصاحبت اور واو عاطفہ کے درمیان۔

واعلم: سے **شارح کی غرض** بعض نحویوں علامہ عبدالقاہر جرجانی وغیرہ پر رد کرنا ہے۔ بعض نحویوں نے کہا ہے کہ مفعول معہ کا نصب واؤ کی وجہ سے ہوتا ہے تو یہاں سے رد کر دیا کہ مفعول معہ میں عامل فعل یا معنی فعل ہوتا ہے واؤ عامل نہیں ہوتی۔ وجہ رد یہ ہے کہ واو خفیف وضعیف عامل ہے اور فعل قوی عامل ہے اس لئے وہی عامل ہوگا۔

وانما وضعوا: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال:**۔ مصاحبت لفظ مع کا حقیقی معنی ہے اور واؤ کو مصاحبت کے معنی میں لینا مجازی ہے تو اصل وحقیقت سے معنی مجازی کی طرف عدول کیوں کیا؟

جواب:۔ مع کی جگہ واؤ کو اس لئے رکھا کہ یہ زیادہ مختصر ہے۔

واصلھا: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ مختصر تو اور بھی حروف ہیں مثلاً فاء تو واؤ کو ہی کیوں خاص کیا؟

جواب:۔ واؤ کو اس لئے خاص کیا کہ واؤ میں اصل عطف ہے اور عطف میں جمعیت کے معنی پائے جاتے ہیں اور جمعیت اور مصاحبت میں مناسبت واضح ہے اسلئے واؤ کو مختص کیا؟

مفعول معہ میں واؤ کے بعد ماقبل پر عطف اور نصب کی بحث

فَإِنْ كَانَ اَیْ وُجِدَ الْفِعْلُ اَیْ مَا يَدُلُّ عَلَى الْحَدَثِ ، فَيَعُمُّ الْفِعْلَ وَاِسْمَيِ الْفَاعِلِ وَالْمَفْعُوْلِ

پھر اگر ہو یعنی پایا جائے فعل یعنی جو حدث پر دلالت کرے پس یہ فعل اور اسم فاعل واسم مفعول وصفت مشبہ وغیرہا کو شامل ہوگا

وَالصِّفَةَ الْمُشَبَّهَةَ وَغَيْرَهَا لَفْظًا وَجَازَ اَیْ لَمْ يَجِبِ الْعَطْفُ وَلَمْ يَمْتَنِعْ ، فَلا يَنْتَقِضُ بِمِثْلِ

لفظی اور جائز ہو یعنی واجب نہ ہو عطف اور ممتنع نہ ہو پس نقض وارد نہ ہوگا

ضَرَبْتُ زَيْدًا وَعَمْرًا لِوُجُوْبِ الْعَطْفِ فِيْهِ فَالْوَجْهَانِ اَیِ الْعَطْفُ وَالنَّصْبُ عَلَى الْمَفْعُوْلِيَّةِ

ضَرَبْتُ زَيْدًا وَعَمْرًا کی مثل کے ساتھ ، اس میں عطف واجب ہونے کی وجہ سے تو دو طریقے ہیں یعنی عطف اور مفعولیت کی بنا پر نصب

جَائِزَانِ نَحْوُ جِئْتُ اَنَا وَزَيْدٌ بِالرَّفْعِ عَلَى الْعَطْفِ وَزَيْدًا بِالنَّصْبِ عَلَى الْمَفْعُوْلِيَّةِ ، وَإِلَّا

دونوں جائز ہیں جیسے جِئْتُ اَنَا وَزَيْدٌ رفع کے ساتھ عطف کی بنا پر اور زَيْدًا نصب کے ساتھ مفعولیت کی بنا پر ورنہ

اَیْ وَإِنْ لَمْ يَجُزِ الْعَطْفُ بَلْ يَمْتَنِعُ تَعَيَّنَ النَّصْبُ ، مِثْلَ جِئْتُ وَزَيْدًا فَإِنَّ الْعَطْفَ فِيْهِ مُمْتَنِعٌ

یعنی اگر عطف جائز نہ ہو بلکہ ممتنع ہو تو نصب متعین ہوگا جیسے جئت وزیدا کیونکہ اس میں عطف ممتنع ہے

لِعَدَمِ الْفَاصِلَةِ لَا بِتَاكِيْدِ الْمُتَّصِلِ بِالْمُنْفَصِلِ وَلَا بِغَيْرِهٖ . وَإِنْ كَانَ الْفِعْلُ مَعْنًى اَیْ اَمْرًا

عدم فاصلہ کی وجہ سے ، نہ ضمیر متصل کی منفصل کے ساتھ تاکید سے اور نہ اس کے غیر کے ساتھ اور اگر ہو فعل معنوی یعنی امر معنوی

مَعْنَوِيًّا مُسْتَنْبَطًا مِنَ اللَّفْظِ وَجَازَ اَیْ لَمْ يَمْتَنِعِ الْعَطْفُ تَعَيَّنَ الْعَطْفُ حَيْثُ لَا يُحْمَلُ عَلٰى

جو لفظ سے مستنبط ہو اور جائز ہو یعنی ممتنع نہ ہو عطف ، تو عطف متعین ہوگا کیونکہ دوسری وجہ کے ہوتے ہوئے اور وہ عطف ہے بلا ضرورت

عَمَلِ الْعَامِلِ الْمَعْنَوِيِّ بِلَا حَاجَةٍ مَعَ جَوَازِ وَجْهٍ آخَرَ ، وَهُوَ الْعَطْفُ ، نَحْوُ مَا لِزَيْدٍ وَعَمْرٍو

عامل معنوی کے عمل پر محمول نہ کیا جائے گا جیسے مَا لِزَيْدٍ وَعَمْرٍو

وَإِلَّا اَیْ وَإِنْ لَمْ يَجُزِ الْعَطْفُ ، بَلِ امْتَنَعَ تَعَيَّنَ النَّصْبُ حَيْثُ لَا وَجْهَ سِوَاهُ نَحْوُ مَالَكَ

ورنہ یعنی اگر عطف جائز نہ ہو بلکہ ممتنع ہو تو نصب متعین ہوگی کیونکہ نصب کے سوا کوئی صورت نہیں جیسے مَالَكَ

وَزَيْدًا وَ مَا شَانُكَ وَعَمْرًا فَإِنَّهٗ امْتَنَعَ الْعَطْفُ فِيْهِمَا ، لِاَنَّ الْعَطْفَ عَلَى الضَّمِيْرِ الْمَجْرُوْرِ

وَزَيْدًا اور مَا شَانُكَ وَعَمْرًا پس ان میں عطف ممتنع ہے کیونکہ جار کے اعادہ کے بغیر ضمیر مجرور پر عطف

بِلا إعَادَةِ الْجَارِ غَيْرُ جَائِزٍ، وَلَمْ يَجُزْ عَطْفُ عَمْرًا عَلَى الشَّانِ إِذِ السُّؤَالُ عَنْ شَانِهِمَا،

نا جائز ہے اور عمروا کا عطف شان پر جائز نہیں کیونکہ سوال دونوں کے حال معلوم کرنے کے بارے میں

لا عَنْ شَانِ اَحَدِهِمَا، وَنَفْسِ الْآخَرِ. وَإِنَّمَا حَكَمْنَا بِمَعْنَوِيَّةِ الْفِعْلِ فِيْ هٰذِهِ الْاَمْثِلَةِ

نہ کہ ان دو میں ایک کے حال اور دوسرے کی ذات کے بارے میں۔ اور ہم نے ان مثالوں میں فعل کے معنوی ہونے کا حکم لگایا

لِاَنَّ الْمَعْنٰى مَا تَصْنَعُ وَمَا يُمَاثِلُهُ فَمَعْنٰى مَا شَانُكَ وَزَيْدًا مَا تَصْنَعُ وَزَيْدًا، وَمَعْنٰى مَالَكَ

کیونکہ معنی مَا تَصْنَعُ ہے اور جو اس کے مثل ہو پس مَا شَانُکَ وَزَیْدًا کا معنی مَا تَصْنَعُ وَزَیْدًا ہے اور مَالَکَ وَزَیْدًا کا معنی

وَزَيْدًا مَا تَصْنَعُ وَزَيْدًا، وَمَعْنٰى مَا لِزَيْدٍ وَعَمْرٍو مَا يَصْنَعُ زَيْدٌ وَعَمْرٌو

مَا تَصْنَعُ وَزَیْدًا ہے، مَا لِزَیْدٍ وَعَمْرٍو کا معنی مَا یَصْنَعُ زَیْدٌ وَعَمْرٌو ہے

خلاصہ متن: ۔صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اگر مفعول معہ کا عامل ناصب فعل لفظی ہو اور واؤ کے مابعد کا ماقبل پر عطف صحیح ہو تو اس صورت میں واؤ کے مابعد میں دو وجہیں جائز ہیں (۱) عطف (۲) نصب۔ جیسے جئت انا وزیدا اس میں جئت فعل ناصب لفظی ہے اور واؤ کے مابعد یعنی زید کا عطف واؤ کے ماقبل تا ضمیر پر جائز ہے، اس لئے کہ ضمیر منفصل کے ساتھ ضمیر متصل کی تاکید لائی گئی ہے لہذا زید کو تا ضمیر متصل پر عطف کی بنا پر مرفوع بھی پڑھ سکتے ہیں اور مفعول معہ ہونے کی بنا پر منصوب بھی پڑھ سکتے ہیں (۲) اور اگر مفعول معہ کا عامل ناصب فعل لفظی ہو اور واؤ کے مابعد کا ماقبل پر عطف صحیح نہ ہو بلکہ ممتنع ہو تو نصب ہی پڑھا جائے گا رفع نہیں جیسے جِئْتُ وَزَیْدًا یہاں زیدا پر صرف نصب پڑھا جائے گا اس لئے کہ ضمیر مرفوع متصل پر عطف کے جواز کی شرط یہ ہے کہ ضمیر مرفوع منفصل کیساتھ ضمیر مرفوع متصل کی تاکید لائی گئی ہو یا درمیان میں کوئی فاصلہ ہو اور یہاں ان میں ایسی کوئی چیز نہیں ہے لھذا نصب متعین ہوگا مفعول معہ کی بناء پر۔

(۳) اور اگر مفعول معہ کا عامل ناصب فعل معنوی ہو یعنی ایسا عامل ہو جو لفظ سے مستنبط ہوتا ہے اور عطف جائز ہو تو عطف متعین ہوگا۔ کلام کو عامل معنوی پر بلا حاجت محمول نہیں کیا جائے گا جبکہ اس کے جواز کی ایک دوسری وجہ موجود ہے اور وہ عطف ہے جیسے ما لزید وعمرو اس میں اگر چہ اس سے فعل مستنبط ہو سکتا ہے جیسا کہ مالک وزیدا میں مستنبط ہے اور اس کی وجہ سے عمرو پر نصب آ سکتا ہے واؤ کو مع کے معنی میں کرنے کے ساتھ لیکن عمرو کو نصب نہیں دیا جائے گا اس لئے کہ عطف امر ظاہر ہے اور عامل معنوی امر خفی ہے۔ امر ظاہر کے ہوتے ہوئے امر خفی کو اختیار نہیں کیا جائے گا۔

(۴) اور اگر عامل معنوی ہو اور واؤ کے مابعد کا ماقبل پر عطف جائز نہ ہو بلکہ ممتنع ہو تو نصب متعین ہوگا مفعول معہ ہونے کی بناء

پر۔اور عامل معنوی کو عمل دیا جائے گا اس لئے کہ اس کے سوا اور کوئی صورت ہی نہیں ہے جیسے مالک وزیدا وما شانک وعمروا پہلی مثال میں زید کا عطف ک ضمیر پر اور دوسری مثال میں عمرو کا عطف شان کی ضمیر پر جائز نہیں اس لئے کہ ضمیر مجرور پر جب عطف کرنا مقصود ہو تو حرف جار کا اعادہ ضروری ہوتا ہے اور ان مثالوں میں معطوف پر جار کا اعادہ نہیں کیا گیا۔لہذا پہلی مثال میں زید پر اور دوسری مثال میں عمرو پر نصب متعین ہے اور اسی طرح دوسری مثال میں شان پر عمرو کا عطف جائز نہیں ہے اس لئے کہ اس صورت میں خلاف مقصود لازم آئے گا کیونکہ مقصود دونوں کی شان کے متعلق سوال کرنا ہے اور اگر عمرو کا شان پر عطف کیا جائے تو پھر ان میں سے ایک کی شان اور دوسرے کی ذات کے متعلق سوال ہو جائے گا حالانکہ یہ مقصود کے خلاف ہے۔

اغراض جامی :۔ای وجد: سے اشارہ کیا کہ متن میں کان تامہ ہے۔

ای ما یدل: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔**سوال**:۔مفعول معہ میں دو وجہوں کا جواز جس طرح عامل فعل کی صورت میں ہوتا ہے اسی طرح شبہ فعل کی صورت میں بھی ہوتا ہے تو الفعل کی تخصیص کیوں کی۔

جواب:۔یہاں فعل سے مراد فعل لغوی یعنی معنی حدث ہے یہ فعل اور شبہ فعل اسم فاعل اسم مفعول وغیرہ سب کو شامل ہے۔

ای لم یجب: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ یہ ضابطہ منقوض ہے اس عمرو کے ساتھ جو ضربت زیدا وعمروا میں واقع ہے اس لئے کہ عمرو اواؤ کے بعد مذکور ہے اور اس کا فعل ناصب لفظی ہے اور واؤ کے مابعد کا عطف ماقبل پر جائز ہے۔حالانکہ عمرو میں دو وجہیں جائز نہیں۔

جواب:۔یہاں جواز ابمعنی امکان خاص ہے امکان خاص کا مطلب یہ ہے کہ جانب موافق اور جانب مخالف دونوں ضروری نہیں یعنی نہ عطف واجب ہے نہ ممتنع اور مثال مذکور میں عطف واجب ہے اس لئے اس میں دو وجہ جائز نہیں ہونگی۔

ای العطف والنصب: سے **شارح کی غرض** بیانِ مصداق ہے۔الوجہان کے مصداق کو بیان کیا۔

علی المفعولیۃ: میں نصب کی وجہ کو بیان کیا ہے۔

جائزان: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔**سوال**:۔مصنف کا قول فان کان العطف یہ شرط ہے اور الوجہان جزاء ہے حالانکہ جزاء کے لئے جملہ ہونا ضروری ہے اور فالوجہان جملہ نہیں ہے۔

جواب:۔فالوجہان مبتداء ہے اس کی خبر جائزان محذوف ہے لہذا جزا بنا درست ہے۔

فَاِنَّ العطفَ: سے **شارح کی غرض** جئت وزیدا میں نصب کے متعین ہونے کی وجہ کو بیان کرنا ہے۔اس میں نصب اس لئے متعین ہے کہ اس میں عطف ممتنع ہے اس لئے کہ ضمیر مرفوع متصل پر عطف کے جواز کی شرط یہ ہے کہ ضمیر منفصل

کے ساتھ اس کی تاکید کی گئی ہو یا درمیان میں کوئی فاصلہ ہو اور یہاں ایسا نہیں ہے اس لئے عطف ناجائز ہے۔

مستنبطا: یہ معنوی کی تفسیر ہے یعنی امر معنوی وہ ہے جو لفظ سے مستنبط ہو۔

وانما حکمه: سے مذکورہ مثالوں کے عامل معنوی پر مشتمل ہونے کی وجہ کا بیان ہے کہ مذکورہ مثالوں میں فعل معنوی کا حکم اس لئے لگایا کہ مالک وزیدا کا معنی ما تصنع وزیدا اور ما شانک وعمروا کا معنی ما تصنع وعمروا اور ما لزید وعمرو کا معنی ما یصنع زید وعمرو ہے۔

اَلْحَالُ

حال کی تعریف

لَمَّا فَرَغَ مِنَ الْمَفَاعِيْلِ شَرَعَ فِي الْمُلْحَقَاتِ بِهَا، وَهُوَ مَا يُبَيِّنُ هَيْئَةَ الْفَاعِلِ اَوِ الْمَفْعُوْلِ بِهٖ
جب مفاعیل سے فارغ ہوئے تو ملحقات با لمفاعیل کو شروع کیا اور حال وہ ہے جو فاعل یا مفعول بہ کی ہیئت کو بیان کرے
اَیْ مِنْ حَيْثُ هُوَ فَاعِلٌ اَوْ مَفْعُوْلٌ بِهٖ ، كَمَا هُوَ الظَّاهِرُ ، فَبِذِكْرِ الْهَيْئَةِ يَخْرُجُ مَا يُبَيِّنُ الذَّاتَ
اس حیثیت سے کہ وہ فاعل ہے یا مفعول بہ ہے جیسا کہ وہ ظاہر ہے، پس ہیئت کے ذکر سے وہ چیز خارج ہو جاتی ہے جو ذات کو بیان کرے
كَالتَّمْيِيْزِ ، وَبِاِضَافَتِهَا اِلَى الْفَاعِلِ اَوِ الْمَفْعُوْلِ بِهٖ يَخْرُجُ مَا يُبَيِّنُ هَيْئَةَ غَيْرِ الْفَاعِلِ اَوِ الْمَفْعُوْلِ بِهٖ
جیسا کہ تمیز ہے، اور اس کی فاعل یا مفعول بہ کی طرف اضافت سے وہ چیز خارج ہو جاتی ہے جو فاعل یا مفعول بہ کے علاوہ کسی اور چیز کی حالت بیان کرے
كَصِفَةِ الْمُبْتَدَاِ نَحْوُ زَيْدُ الْعَالِمُ اَخُوْكَ، وَبِقَيْدِ الْحَيْثِيَّةِ يَخْرُجُ صِفَةُ الْفَاعِلِ اَوِ الْمَفْعُوْلِ بِهٖ ، فَاِنَّهَا
جیسا کہ مبتدا کی صفت ہے جیسے زَيْدُ الْعَالِمُ اَخُوْكَ اور حیثیت کی قید سے فاعل اور مفعول بہ کی صفت خارج ہو جائے گی کیونکہ وہ
تَدُلُّ عَلٰى هَيْئَةِ الْفَاعِلِ اَوِ الْمَفْعُوْلِ بِهٖ مُطْلَقًا ، لَا مِنْ حَيْثُ هُوَ فَاعِلٌ اَوْ مَفْعُوْلٌ ، وَهٰذَا التَّرْدِيْدُ
فاعل اور مفعول بہ کی حالت پر مطلقا دلالت کرتی ہے اس حیثیت سے نہیں کہ وہ فاعل ہے یا مفعول بہ ہے اور یہ تردید
عَلٰى سَبِيْلِ مَنْعِ الْخُلُوِّ ، لَا الْجَمْعِ ، فَلَا يَخْرُجُ مِنْهُ مِثْلُ ضَرَبَ زَيْدٌ عَمْرًا رَاكِبَيْنِ لَفْظًا اَیْ
مانعۃ الخلو کے طریق پر ہے نہ کہ مانعۃ الجمع کے طریق پر، پس اس سے ضَرَبَ زَيْدٌ عَمْرًا رَاكِبَيْنِ کی مثل خارج نہ ہوگا لفظا یعنی
سَوَاءٌ كَانَ الْفَاعِلُ اَوِ الْمَفْعُوْلُ بِهِ الَّذِیْ وَقَعَ الْحَالُ عَنْهُ لَفْظًا اَیْ لَفْظِيًّا بِاَنْ تَكُوْنَ فَاعِلِيَّةُ
خواہ فاعل یا مفعول بہ جس سے حال واقع ہوا ہے لفظ ہو یعنی لفظی ہو بایں طور کہ فاعل کی فاعلیت

الْفَاعِلِ اَوْ مَفْعُوْلِيَّةُ الْمَفْعُوْلِ بِاعْتِبَارِ لَفْظِ الْكَلَامِ وَمَنْطُوْقِهِ مِنْ غَيْرِ اِعْتِبَارِ مَعْنًى خَارِجٍ عَنْهُ

یا مفعول بہ کی مفعولیت کلام کے لفظ اور اس کے منطوق کے اعتبار سے ہو ایسے معنی کے اعتبار کے بغیر جو کلام سے خارج ہو

يُفْهَمُ مِنْ فَحْوَى الْكَلَامِ، سَوَاءٌ كَانَا مَلْفُوْظَيْنِ حَقِيْقَةً اَوْ حُكْمًا. اَوْ مَعْنًى اَىْ مَعْنَوِيًّا بِاَنْ تَكُوْنَ

جو سیاق کلام سے سمجھا جاتا ہو خواہ فاعل یا مفعول بہ حقیقت کے اعتبار سے ملفوظ ہوں یا حکم کے اعتبار سے۔ یا معنی یعنی معنوی ہو بایں طور کہ

فَاعِلِيَّةُ الْفَاعِلِ اَوْ مَفْعُوْلِيَّةُ الْمَفْعُوْلِ بِاعْتِبَارِ مَعْنًى يُفْهَمُ مِنْ فَحْوَى الْكَلَامِ لَا بِاعْتِبَارِ لَفْظِهِ

فاعل کی فاعلیت یا مفعول کی مفعولیت ایسے معنی کے اعتبار سے ہو جو کلام کے سیاق وسباق سے سمجھا جاتا ہو نہ کہ کلام کے لفظ

وَمَنْطُوْقِهِ وَالْمُرَادُ بِالْفَاعِلِ اَوِ الْمَفْعُوْلِ بِهِ اَعَمُّ مِنْ اَنْ يَّكُوْنَ حَقِيْقَةً اَوْ حُكْمًا فَيَدْخُلُ فِيْهِ

اور اس کے منطوق کے اعتبار سے۔ اور فاعل یا مفعول بہ سے مراد عام ہے اس سے کہ حقیقۃً ہوں یا حکماً، پس اس میں

الْحَالُ عَنِ الْمَفْعُوْلُ مَعَهُ لِكَوْنِهِ فِىْ مَعْنَى الْفَاعِلِ اَوِ الْمَفْعُوْلِ بِهِ وَكَذَا عَنِ الْمَفْعُوْلِ الْمُطْلَقِ

مفعول معہ سے حال بھی داخل ہو جائے گا کیونکہ مفعول معہ فاعل یا مفعول بہ کے معنی میں ہے اور اسی طرح مفعول مطلق سے حال

مِثْلُ ضَرَبْتُ الضَّرْبَ شَدِيْدًا فَاِنَّهُ بِمَعْنَى اَحْدَثْتُ الضَّرْبَ شَدِيْدًا، وَكَذَا يَدْخُلُ فِيْهِ الْحَالُ

جیسے ضَرَبْتُ الضَّرْبَ شَدِيْدًا پس یہ اَحْدَثْتُ الضَّرْبَ شَدِيْدًا کے معنی میں ہے اور اسی طرح اس میں مضاف الیہ سے حال

عَنِ الْمُضَافِ اِلَيْهِ كَمَا اِذَا كَانَ الْمُضَافُ فَاعِلًا اَوْ مَفْعُوْلًا يَصِحُّ حَذْفُهُ وَيُقَامُ الْمُضَافُ

بھی داخل ہو جاتا ہے جیسا کہ جب مضاف فاعل یا مفعول ہو کہ اس کو حذف کرنا اور اس کی جگہ مضاف الیہ کو کھڑا کرنا صحیح ہے

اِلَيْهِ مَقَامَهُ فَكَاَنَّهُ الْفَاعِلُ اَوِ الْمَفْعُوْلُ نَحْوُ بَلْ نَتَّبِعُ مِلَّةَ اِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفًا وَ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ

گویا کہ وہی فاعل یا مفعول بہ ہے جیسے بَلْ نَتَّبِعُ مِلَّةَ اِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفًا اور اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا

مَيْتًا فَاِنَّهُ يَصِحُّ اَنْ يُّقَالَ بَلْ نَتَّبِعُ اِبْرَاهِيْمَ مَقَامَ بَلْ نَتَّبِعُ مِلَّةَ اِبْرَاهِيْمَ وَ اَنْ يَّاْكُلَ اَخَاهُ مَيْتًا مَقَامَ

پس بلاشبہ بَلْ نَتَّبِعُ مِلَّةَ اِبْرَاهِيْمَ کی جگہ بَلْ نَتَّبِعُ اِبْرَاهِيْمَ کہنا صحیح ہے۔ اور اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ کی جگہ

اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ اَوْ كَانَ الْمُضَافُ فَاعِلًا اَوْ مَفْعُوْلًا وَهُوَ جُزْءُ الْمُضَافِ اِلَيْهِ فَكَاَنَّ الْحَالَ

اَنْ يَّاْكُلَ اَخَاهُ مَيْتًا کہنا صحیح ہے۔ یا مضاف فاعل یا مفعول ہو اور وہ (مضاف) مضاف الیہ کا جز ہو تو گویا کہ مضاف الیہ سے جو حال ہے

عَنِ الْمُضَافِ اِلَيْهِ هُوَ الْحَالُ عَنِ الْمُضَافِ وَاِنْ لَّمْ يَصِحَّ قِيَامُهُ مَقَامَهُ كَمَا فِىْ قَوْلِهِ تَعَالٰى اَنَّ

وہی مضاف سے حال ہے اگرچہ مضاف الیہ کا قیام مضاف کی جگہ صحیح نہ ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے قول میں ہے

دَابِرَ هٰؤُلَاءِ مَقْطُوْعٌ مُصْبِحِيْنَ فَقَوْلُهٗ مُصْبِحِيْنَ حَالٌ مِّنْ هٰؤُلَاءِ بِاِعْتِبَارِ اَنَّ الدَّابِرَ الْمُضَافَ

اَنَّ دَابِرَ هٰؤُلَاءِ مَقْطُوْعٌ مُصْبِحِيْنَ پس قول باری تعالیٰ میں مصبحین، ھؤلاء سے حال ہے اس اعتبار سے کہ دابر جو ھؤلاء کی طرف مضاف ہے

اِلَيْهِ جُزْؤُهٗ فَاِنَّ دَابِرَ الشَّيْءِ اَصْلُهٗ وَالدَّابِرُ مَفْعُوْلُ مَا لَمْ يُسَمَّ فَاعِلُهٗ بِاِعْتِبَارِ الضَّمِيْرِ الْمُسْتَكِنِّ

وہ ھـؤلاء کا جز ہے کیونکہ شئی کی دابر اس کی جڑ اور اصل ہوتی ہے، اور دابر اس ضمیر کے اعتبار سے جو مقطوع میں مستتر ہے مفعول مالم یسم فاعلہ ہے

فِي الْمَقْطُوْعِ فَكَاَنَّهٗ حَالٌ عَنْ مَفْعُوْلِ مَا لَمْ يُسَمَّ فَاعِلُهٗ ، وَلَوْ قُرِئَ تَبَيَّنَ عَلٰى صِيْغَةِ الْمَاضِيْ

تو گویا کہ مصبحین مفعول مالم یسم فاعلہ سے حال ہے، اور اگر تبین ماضی معلوم

الْمَعْلُوْمِ مِنْ بَابِ التَّفَعُّلِ اَوْ يُبَيَّنُ عَلٰى صِيْغَةِ الْمُضَارِعِ الْمَجْهُوْلِ مِنْ بَابِ التَّفْعِيْلِ وَجُعِلَ

باب تفعل کے صیغے پر یا یبین مضارع مجہول باب تفعیل کے صیغے پر پڑھا جائے اور جار مجرور (بہ) کو

الْجَارُّ وَالْمَجْرُوْرُ مُتَعَلِّقًا بِهٖ لَا بِالْمَفْعُوْلِ دَخَلَ فِيْهِ الْحَالُ مِنَ الْمَفْعُوْلِ مَعَهٗ اَوِ الْمَفْعُوْلِ

تبین سے متعلق کیا جائے نہ کہ المفعول کے تو مفعول معہ اور مفعول مطلق سے حال فاعل و مفعول کی تعمیم کی حاجت کے بغیر ہی

الْمُطْلَقِ مِنْ غَيْرِ حَاجَةٍ اِلٰى تَعْمِيْمِ الْفَاعِلِ اَوِ الْمَفْعُوْلِ اِلَّا لِدُخُوْلِ مَا وَقَعَ حَالًا عَنِ الْمُضَافِ اِلَيْهِ

داخل ہو جائے گا مگر اس چیز کے دخول کے لیے (تعمیم کی حاجت ہو گی) جو مضاف الیہ سے حال واقع ہو

خلاصہ متن :۔صاحب کافیہ اس عبارت میں حال کی تعریف کر رہے ہیں" حال وہ ہے جو فاعل یا مفعول بہ کی ہیئت کو بیان کرے عام ہے کہ وہ فاعل یا مفعول بہ لفظی ہوں یا معنوی ہوں"۔

اغراض جامی :لما فرغ الخ: سے نئی بحث شروع کرنے کی تمہید ہے یا مبتدی کو رغبت دلانا مقصود ہے اس لئے کہ مبتدی نئی بحث میں شروع ہونے کے ساتھ خوش ہو جاتا ہے (سوال کابلی ص ۲۳۱، سوال باسولی ص ۳۵۸)

ای من حیث: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔**سوال**:۔حال کی تعریف مانع نہیں اس لئے کہ یہ تعریف فاعل اور مفعول بہ کی صفت مثلاً جاء نی زید الفاضلُ و رأیت زیدًا الفاضلَ میں الفاضل پر صادق آتی ہے؟ کیونکہ یہ فاعل کی ہیت اور مفعول بہ کی ہیت بیان کر رہے ہیں حالانکہ یہ حال نہیں۔

جواب:۔تعریف میں حیثیت کی قید معتبر ہے یعنی حال وہ لفظ ہے جو فاعل یا مفعول بہ کی ہیئت کو بیان کرے اس حیثیت سے کہ وہ فاعل یا مفعول بہ ہیں اور مذکورہ مثالوں میں فاعل اور مفعول بہ کی صفت اگرچہ فاعل اور مفعول بہ کی ہیت کو بیان کرتی ہے لیکن فاعل اور مفعول بہ ہونے کی حیثیت سے نہیں بلکہ مطلقاً ذات ہونے کی حیثیت سے کیونکہ صفت ایسے معنی پر دلالت کرتی

ہے جو موصوف میں پایا جائے خواہ وہ فاعل یا مفعول بہ ہو یا نہ۔

کما ھو الظاھر: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ متن میں ہیئت مطلقاً مذکور ہے پھر آپ نے حیثیت کی قید کہاں سے نکالی ہے۔

جواب:۔ حیثیت کی قید بالکل ظاہر ہے کیونکہ یہ مقام مقامِ تعریف ہے اور تعریفات میں حیثیت کی قید ملحوظ ہوتی ہے۔

سوال:۔ جب حیثیت معتبر ہے تو اس کو ذکر کیوں نہیں کیا۔

جواب:۔ اس قسم کی حیثیات چونکہ مشہور ہوتی ہیں تو اکتفاءً علی الشہرۃ ان کو حذف کر دیا جاتا ہے (سوال کابلی ص ۲۳۱)

فیذکر: سے **شارح کی غرض** فوائد قیود بیان کرنا ہے۔ تعریف میں ھیئۃ کی قید سے وہ لفظ خارج ہو گیا جو ہیئت کو بیان نہ کرے بلکہ ذات کو بیان کرے جیسا کہ تمیز ہے۔ ہیئت کی فاعل یا مفعول کی طرف اضافت سے وہ لفظ خارج ہو گیا جو فاعل یا مفعول کے غیر کی ہیئت کو بیان کرے جیسے مبتداء کی صفت مثلاً زید العالم اخوک اس میں العالم زید کی ہیئت کو بیان کر رہا ہے لیکن وہ فاعل یا مفعول نہیں ہے بلکہ مبتدا ہے، اور حیثیت کی قید سے فاعل اور مفعول کی صفت خارج ہو گئی اس لئے کہ وہ اگر چہ فاعل یا مفعول کی ہیئت پر دلالت کرتی ہے لیکن اس حیثیت سے نہیں کہ وہ فاعل یا مفعول ہے بلکہ مطلقاً ذات ہونے کی حیثیت سے ہے۔

ھذا الترديد: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ حال کی تعریف جامع نہیں اس لئے کہ یہ تعریف ضرب زید عمروا راکبین میں راکبین پر صادق نہیں آتی کیونکہ تعریف میں کلمہ او احد الامرین کے لئے ہے۔ تو تعریف کا حاصل یہ ہوگا کہ حال وہ ہے جو فقط فاعل کی ہیئت بیان کرے یا فقط مفعول کی ہیئت بیان کرے اور مثال مذکور میں راکبین دونوں کی ہیئت کو بیان کر رہا ہے۔

جواب:۔ تعریف میں اَوْ مانعۃ الجمع اور انفصال حقیقی کیلئے نہیں ہے بلکہ مانعۃ الخلو کیلئے ہے مطلب یہ ہے حال فاعل یا مفعول کی ہیئت کے بیان سے خالی نہیں ہوگا خواہ دونوں کے مجموعہ کی ہیئت بیان کرے یا فقط ایک کی ہیئت بیان کرے۔ اب تعریف راکبین پر صادق آ جائے گی (سوال کابلی ص ۲۳۱)

ای سواء: سے **شارح کی غرض** بیانِ ترکیب ہے۔ لفظاً اور معناً یہ کان محذوف کی خبر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ فاعل یا مفعول جن سے حال واقع ہو اس میں تعمیم ہے خواہ لفظاً ہو یا معناً ہو۔

ای لفظیا: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال:**۔ یہ سوال بارہا گزر چکا ہے کہ کان کی خبر کا اس کے اسم پر حمل ہوتا ہے یہاں حمل درست نہیں ہے۔

جواب:۔ یہاں یاءِ نسبت محذوف ہے ای لفظیا اب حمل صحیح ہے۔

بان تکون: سے **شارح کی غرض** فاعل اور مفعول بہ کے لفظی ہونے کی صورت کو بیان کرنا ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ فاعل کی فاعلیت اور مفعول کی مفعولیت لفظِ کلام اور منطوقِ کلام کے اعتبار سے ہو ایسے معنی کے اعتبار سے نہ ہو جو کلام سے خارج ہو اور فحوی کلام وسیاق کلام سے سمجھا جائے۔

سواء کانا ملفوظین: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال:۔** زید فی الدار قائما میں قائما حال ہے ظرف کے متعلق کی ضمیر مستتر سے اور وہ ملفوظ نہیں ہے لہذا فاعل لفظی سے حال کی مثال کیلئے اسکو پیش کرنا کیسے درست ہے؟

جواب:۔ فاعل اور مفعول بہ کے ملفوظ ہونے میں تعمیم ہے خواہ حقیقتا ہو یا حکماً ہو اور زیدٌ فی الدار قائماً میں ضمیر مستتر حکماً ملفوظ ہے۔

ای معنویا: سے غرض جواب سوال مقدر جس کی تقریر لفظیا میں گزر چکی ہے۔

بان تکون: سے **شارح کی غرض** فاعل اور مفعول بہ کے معنوی ہونے کی صورت کو بیان کرنا ہے۔ اسکی صورت یہ ہے کہ فاعل کی فاعلیت اور مفعول کی مفعولیت ایسے معنی کے اعتبار سے ہو جو فحوی کلام سے سمجھا جائے کلام کے لفظ اور منطوق کے اعتبار سے نہ ہو۔

والمراد: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال:۔** حال جس طرح فاعل اور مفعول بہ سے واقع ہوتا ہے اسی طرح کبھی مفعول معہ سے بھی ہوتا ہے جیسے جئت انا وزیدا راکبا اسی طرح کبھی مفعول مطلق سے بھی ہوتا ہے جیسے ضربت الضرب شدیدا اس میں شدیدا، الضرب مفعول مطلق سے حال ہے۔ اسی طرح کبھی مضاف الیہ سے بھی حال واقع ہوتا ہے جیسے بل نتبع ملۃ ابراھیم حنیفا اس میں حنیفاً ابراہیم سے حال ہے جو کہ مضاف الیہ ہے۔ جب حال مفعول معہ، مفعول مطلق، مضاف الیہ سب سے واقع ہوتا ہے تو فاعل اور مفعول بہ کی تخصیص کیسے درست ہے؟

جواب:۔ فاعل اور مفعول بہ میں تعمیم ہے خواہ حقیقتا ہوں یا حکما ہوں۔ اب حال کی تعریف میں وہ حال بھی داخل ہو جائے گا جو مفعول معہ سے ہے کیونکہ مفعول معہ فاعل یا مفعول کے معنی میں ہوتا ہے۔ اس لئے کہ مفعول معہ فاعل سے فعل کے صدور میں اس کا مصاحب ہوتا ہے یا مفعول بہ پر وقوع میں اس کا مصاحب ہوتا ہے۔ اسی طرح وہ حال بھی داخل ہو جائے گا جو مفعول مطلق سے حال واقع ہو کیونکہ مفعول مطلق مفعول بہ کے معنی میں ہوتا ہے مثلاً ضربت الضرب شدیدا کا معنی احدثت الضرب شدیدا ہے لہذا اس میں الضرب جو کہ مفعول مطلق ہے یہ مفعول بہ حکمی ہے۔ اسی طرح وہ حال بھی داخل ہو جائے گا جو مضاف الیہ سے حال ہو کیونکہ مضاف الیہ سے حال بنانا اس وقت درست ہوتا ہے جب مضاف ایسا فاعل یا مفعول بہ ہو جس

کو حذف کر کے مضاف الیہ کو اس کے قائم مقام کرنا صحیح ہو۔ لہذا اس وقت مضاف الیہ نیابت کے اعتبار سے فاعل یا مفعول بہ ہوگا جیسے بل نتبع ملة ابراهيم حنيفا میں مضاف یعنی ملة کو حذف کر کے مضاف الیہ کو اسکے قائم مقام کرنا اور نتبع ابراهيم حنيفا کہنا صحیح ہے اسی طرح ان ياكل لحم اخيه ميتا فكرهتموه میں مضاف لحم کو حذف کر کے مضاف الیہ یعنی اخیہ کو اس کے قائم مقام کرنا اور ان ياكل اخاه کہنا صحیح ہے۔ لھذا یہ سب احوال فاعل حکمی یا مفعول بہ حکمی سے حال ہیں اس لئے یہ تعریف میں داخل ہیں اور تعریف جامع ہے۔

او كان المضاف: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال:**۔ اللہ تعالی کے قول ان دابر هولاء مقطوع مصبحين میں مصبحين هولاء سے حال ہے جو کہ دابر کا مضاف الیہ ہے اور دابر نہ تو فاعل ہے نہ مفعول بہ ہے بلکہ وہ تو انَّ کا اسم ہے اور مضاف کو حذف کر کے مضاف الیہ کو اس کے قائم مقام کرنا بھی صحیح نہیں تو حال بننے کی شرط نہیں پائی گئی حالانکہ مصبحين هولاء سے حال ہے۔

جواب:۔ آیت مبارکہ میں دابر نائب فاعل حکمی ہے اس لئے کہ یہ مقطوع کی ضمیر کا مرجع ہے اور وہ ضمیر نائب فاعل ہے پس جو حکم راجع کا ہے وہی مرجع کا ہوگا لہذا دابر بھی حکماً نائب فاعل ہوگا۔ باقی رہا یہ سوال کہ مضاف کو حذف کر کے مضاف الیہ کو اسکے قائم مقام کرنا صحیح نہیں سو اسکا جواب یہ ہے کہ جب مضاف فاعل یا مفعول بہ ہو اور وہ مضاف الیہ کا جزء بھی ہو تو اسوقت مضاف الیہ سے حال بنانا صحیح ہوتا ہے اگر چہ مضاف کو حذف کر کے مضاف الیہ کو اس کے قائم مقام کرنا صحیح نہ ہو اس لئے کہ جب مضاف فاعل یا مفعول بہ ہو اور وہ مضاف الیہ کا جزء ہو تو مضاف الیہ سے حال بنانا گویا مضاف سے حال بنانا ہے۔ لھذا اللہ تعالی کے قول ان دابر هولاء الخ میں مصبحين ہولاء سے اسی اعتبار سے حال ہے۔ اس لئے کہ دابر مضاف ہے ہولاء کی طرف اور دابر ہولاء کا جزء بھی ہے کیونکہ دابر کا معنی ہے اصل اور جڑ اور شی کی جڑ اس شی کا جز ہوتی ہے لہذا اشکال رفع ہو گیا (سوال کابلی ص ۲۳۲)

ولو قرئ: سے **شارح کی غرض** فاضل ہندی پر رد کرنا ہے۔ فاضل ہندی نے مذکورہ اشکال کا یہ جواب دیا کہ حال کی تعریف میں تبین کو ماضی معروف کا صیغہ باب تفعل سے بنایا جائے یا یبین باب تفعیل سے مضارع مجہول کا صیغہ بنایا جائے اور بہ جار مجرور کو المفعول کے متعلق کرنے کی بجائے فعل تبین کے متعلق کر دیا جائے تو اس وقت معنی یہ ہوگا کہ "حال وہ ہے کہ ظاہر ہو جائے فاعل یا مفعول کی ہیئت اس کے ساتھ۔ مجہول ہو تو معنی ہوگا "بیان کردی جائے" اسوقت حال کی تعریف میں وہ حال بھی داخل ہو جائے گا جو مفعول معہ اور مفعول مطلق سے حال واقع ہو اس لئے کہ اب مفعول سے مطلق مفعول مراد ہوگا نہ کہ مفعول بہ اور بہ جار مجرور تبین کے متعلق ہوگا۔ لیکن شارح نے اس قول کو آخر میں ذکر کر کے اس کے ضعف ورد کی طرف اشارہ کیا اس کی تین وجہ

ہیں (۱) اس صورت میں جار مجرور کو بعید کے متعلق کرنا لازم آئے گا۔ (۲) اس میں ما موصولہ کی طرف عائد نفس صلہ میں نہیں ہوگا بلکہ صلہ کے متعلق میں ہوگا حالانکہ اصل یہ ہے کہ عائد نفس صلہ میں ہو اور نفس صلہ جملہ یبین ہیئۃ الفاعل ہے اس میں کوئی عائد نہیں ہے (۳) اس صورت میں وہ حال تو داخل ہو جائے گا جو مفعول معہ یا مفعول مطلق سے ہو لیکن وہ حال داخل نہیں ہوگا جو مضاف الیہ سے ہو لہذا بہتر وہی جواب ہے کہ فاعل یا مفعول بہ میں حقیقۃً یا حکماً کی تعمیم کی جائے (سوال کابلی ص ۲۳۳)

حال کی امثلہ

مِثْلُ ضَرَبْتُ زَيْدًا قَائِمًا مِثَالٌ لِلَّفْظِيِّ الْمَلْفُوْظِ حَقِيْقَةً فَإِنَّ فَاعِلِيَّةَ تَاءِ الْمُتَكَلِّمِ وَمَفْعُوْلِيَّةَ

جیسے ضَرَبْتُ زَيْدًا قَائِمًا یہ اس لفظی کی مثال ہے جو حقیقۃً ملفوظ ہے کیونکہ متکلم کی تاء کا فاعل اور زیدا کا مفعول ہونا

زَيْدًا "إِنَّمَا هِيَ بِاعْتِبَارِ لَفْظِ هٰذَا الْكَلَامِ وَمَنْطُوْقِهٖ مِنْ غَيْرِ اِعْتِبَارِ مَعْنًى خَارِجٍ عَنْهُ، وَهُمَا

اس کلام کے لفظ اور اس کے منطوق کے اعتبار سے ہی ہے اس سے خارج معنی کے اعتبار کے بغیر اور وہ (فاعل و مفعول بہ) دونوں

مَلْفُوْظَانِ حَقِيْقَةً وَ زَيْدٌ فِي الدَّارِ قَائِمًا مِثَالٌ لِلَّفْظِيِّ الْمَلْفُوْظِ حُكْمًا فَإِنَّ فَاعِلِيَّةَ الضَّمِيْرِ

حقیقۃً ملفوظ ہیں اور زَيْدٌ فِي الدَّارِ قَائِمًا یہ اس لفظی کی مثال ہے جو حکمی طور پر ملفوظ ہے کیونکہ ظرف میں ضمیر مستتر کی فاعلیت

الْمُسْتَكِنِّ فِي الظَّرْفِ إِنَّمَا هِيَ بِاعْتِبَارِ لَفْظِ هٰذَا الْكَلَامِ وَمَنْطُوْقِهٖ مِنْ غَيْرِ اِعْتِبَارِ مَعْنًى خَارِجٍ

اس کلام کے لفظ اور اس کے منطوق ہی کے اعتبار سے ہے ایسے معنی کے اعتبار کیے بغیر جو کلام سے خارج ہو

عَنْهُ وَالضَّمِيْرُ الْمُسْتَكِنُّ مَلْفُوْظٌ حُكْمًا. وَ هٰذَا زَيْدٌ قَائِمًا مِثَالٌ لِلْمَعْنَوِيِّ، لِأَنَّ مَفْعُوْلِيَّةَ

اور ضمیر مستتر حکمی طور پر ملفوظ ہے اور هٰذَا زَيْدٌ قَائِمًا یہ معنوی کی مثال ہے کیونکہ زید کی مفعولیت

زَيْدٍ لَيْسَتْ بِاعْتِبَارِ لَفْظِ هٰذَا الْكَلَامِ وَمَنْطُوْقِهٖ بَلْ بِاعْتِبَارِ مَعْنَى الْإِشَارَةِ اَوِ التَّنْبِيْهِ الْمَفْهُوْمَيْنِ

اس کلام کے لفظ اور اس کے منطوق کے اعتبار سے نہیں بلکہ اشارے اور تنبیہ کے معنی کے اعتبار سے ہے جو ہذا کے لفظ سے سمجھے جا رہے ہیں

مِنْ لَفْظِ هٰذَا وَلَا شَكَّ اَنَّهُمَا لَيْسَا مِمَّا يَقْصِدُ الْمُتَكَلِّمُ الْإِخْبَارَ بِهِمَا عَنْ نَفْسِهٖ حَتّٰى يُقَدَّرَ فِيْ

اور کوئی شک نہیں کہ دونوں اس قبیل سے نہیں ہیں کہ جن کے ذریعے متکلم اپنی ذات سے اخبار کا قصد کرتا ہے حتی کہ متکلم نظم کلام میں

نَظْمِ الْكَلَامِ اُشِيْرُ اَوْ اُنَبِّهُ وَيَصِيْرُ زَيْدٌ مَفْعُوْلًا بِهٖ لَفْظِيًّا بَلْ مَفْعُوْلِيَّتُهٗ إِنَّمَا هِيَ بِاعْتِبَارِ مَعْنٰى اُشِيْرُ

اُشِیْرُ یا اُنَبِّہُ کو مقدر کرلے اور زید اس سے مفعول بہ لفظی بن جائے بلکہ زید کا مفعول ہونا اُشِیْرُ یا اُنَبِّہُ کے معنی کے ہی اعتبار سے ہے جو

اَوْ اُنَبِّهُ اَلْخَارِجِ عَنْ مَنْطُوْقِ الْكَلَامِ الْمُعْتَبَرِ لِصِحَّةِ وُقُوْعِ الْقَائِمِ حَالًا فَهِيَ مَعْنَوِيَّةٌ لَا لَفْظِيَّةٌ.

کلام کے منطوق سے خارج ہے جوالقائم کے حال واقع ہونے کی صحت کے لیے معتبر ہے پس زید کی مفعولیت معنوی ہے لفظی نہیں

خلاصہ متن:۔صاحب کافیہ اس عبارت میں حال کی مثالیں پیش کررہے ہیں۔ ضَرَبْتُ زَیْدًا قَائِمًا عامل لفظی حقیقتا ملفوظ کی مثال ہے، زَیْدٌ فِی الدَّارِ قَائِمًا عامل لفظی حکما ملفوظ کی مثال ہےاور ھٰذَا زَیْدٌ قَائِمًا عامل معنوی کی مثال ہے۔

اغراض جامی :مثال للفظی: سے **شارح کی غرض** مثل لہ کی تعیین کرنا ہے۔ضربت زیدا قائما یہ اس عامل لفظی کی مثال ہے جو حقیقتا ملفوظ ہواس لئے کہ تاء متکلم کی فاعلیت اور زید کی مفعولیت لفظ کلام اور منطوق کلام کے اعتبار سے ہے کسی ایسے معنی کے اعتبار کرنے کی وجہ سے نہیں ہے جو خارج عن الکلام ہو پس یہ دونوں حقیقتا ملفوظ ہیں۔

مثالُ لِلَّفْظِيِّ الْمَلْفُوْظِ حُكْمًا: سے **شارح کی غرض** مثل لہ کی تعیین کرنا ہے۔کہ زید فی الدار قائما یہ اس لفظی کی مثال ہے جو حکما ملفوظ ہواس لئے کہ وہ ضمیر جو ظرف میں پوشیدہ ہے اس کی فاعلیت منطوقِ کلام اور لفظِ کلام کے اعتبار سے ہے خارج عن الکلام کسی معنی کے اعتبار کرنے کی وجہ سے نہیں۔

مثال للمعنوی: سے **شارح کی غرض** مثل لہ کی تعیین کرنا ہے کہ ھذا زید قائما یہ معنوی کی مثال ہے اس لئے کہ زید کی مفعولیت لفظِ کلام اور منطوقِ کلام کے اعتبار سے نہیں بلکہ معنی اشارہ اور تنبیہ کے اعتبار سے ہے جو کہ لفظ ہذا سے مفہوم ہوتے ہیں۔

ولاشک: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔**سوال:**۔ ہذا میں ہاء کا معنی انبہ اور ذا کا معنی اشیر ہے تو زید کی مفعولیت معنوی نہ ہوئی اس لئے کہ اس کی مفعولیت لفظِ ہذا سے مفہوم ہو رہی ہے جو کہ منطوق کلام ہے لہذا آپ کا یہ کہنا کہ زید کی مفعولیت لفظ کلام اور منطوق کلام کے اعتبار سے نہیں یہ کیسے درست ہے؟

جواب:۔متکلم کا مقصود مطلق اشارہ اور تنبیہ ہے نہ کہ وہ اشارہ جو کہ متکلم کی طرف منسوب ہے تاکہ نظم کلام کے اندر اشیر اور انبہ مقدر مانا جائے اور زید کی مفعولیت لفظ کے اعتبار سے ہو جائے بلکہ اشیر اور انبہ یہ لفظِ کلام سے خارج ہیں اور نحوی کلام سے سمجھے جارہے ہیں کما قال مُلّا محمد عمر الکابلی: بل هما خارجان عن منطوق الکلام و مفهومان عن فحواه فلایکونمنطوقین بل مفهومین (سوال کابلی ص ۲۳۳)

المعتبر: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔**سوال:**۔ جب اشیر اور انبہ یہ منطوق کلام سے خارج ہیں تو پھر ان کے اعتبار کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

جواب:۔ان کا اعتبار اس لئے کیا جاتا ہے کہ قائما کا حال بننا صحیح ہو جائے۔

حال کے عامل کا ذکر

وَعَامِلُهَا اَیْ عَامِلُ الْحَالِ ، إِمَّا الْفِعْلُ الْمَلْفُوْظُ اَوِ الْمُقَدَّرُ نَحْوُضَرَبْتُ زَيْدًا قَائِمًاوَ زَيْدٌ فِي

اوراس کا عامل یعنی حال کا عامل یا تو فعل ہے ملفوظ یا مقدر جیسے ضَرَبْتُ زَيْدًا قَائِمًا اور زَيْدٌ فِي الدَّارِ قَائِمًا

الدَّارِ قَائِمًااِنْ كَانَ الظَّرْفُ مُقَدَّرًا بِالْفِعْلِ اَوْ شِبْهُهُ وَهُوَ مَا يَعْمَلُ عَمَلَ الْفِعْلِ وَهُوَ مِنْ

اگر ظرف فعل کے ساتھ مقدر ہو یا شبہ فعل ہو اور شبہ فعل وہ ہوتا ہے جو فعل کی ترکیب سے ہو اور فعل والا عمل کرے

تَرْكِيْبِهٖ كَاسْمِ الْفَاعِلِ نَحْوُ زَيْدٌ ذَاهِبٌ رَاكِبًا وَ زَيْدٌ فِي الدَّارِ قَاعِدًااِنْ كَانَ الظَّرْفُ مُقَدَّرًا

اسم فاعل کی طرح جیسے زَيْدٌ ذَاهِبٌ رَاكِبًا اور زَيْدٌ فِي الدَّارِ قَاعِدًا اگر ظرف اسم فاعل کے ساتھ مقدر ہو

بِاسْمِ الْفَاعِلِ ، وَكَاسْمِ الْمَفْعُوْلِ ، نَحْوُ زَيْدٌ مَضْرُوْبٌ قَائِمًا وَالصِّفَةِ الْمُشَبَّهَةِ نَحْوُ زَيْدٌ

اور اسم مفعول کی طرح جیسے زَيْدٌ مَضْرُوْبٌ قَائِمًا اور صفت مشبہ کی طرح جیسے زَيْدٌ حَسَنٌ ضَاحِكًا

حَسَنٌ ضَاحِكًا اَوْ مَعْنَاهُ الْمُسْتَنْبَطُ مِنْ فَحْوَى الْكَلَامِ مِنْ غَيْرِ التَّصْرِيْحِ بِهٖ اَوْ تَقْدِيْرِهٖ

یا فعل کا معنی جو فعل کی تصریح یا تقدیر کے بغیر سیاق کلام سے مستنبط ہو

كَالْإِشَارَةِ وَالتَّنْبِيْهِ فِيْ نَحْوِ هٰذَا زَيْدٌ قَائِمًا كَمَا مَرَّ ، وَكَالنِّدَاءِ وَالتَّمَنِّيْ وَالتَّرَجِّيْ وَالتَّشْبِيْهِ

جیسا کہ اشارہ اور تنبیہ ہے هٰذَا زَيْدٌ قَائِمًا کی مثل میں جیسا کہ گذرا اور نداء وتمنی اور ترجی اور تشبیہ کی طرح

فِيْ نَحْوِ يَا زَيْدُ قَائِمًا وَ لَيْتَكَ عِنْدَنَا مُقِيْمًا وَ لَعَلَّهٗ فِي الدَّارِ قَائِمًا وَ كَاَنَّهٗ اَسَدٌ صَائِلًا

يَا زَيْدُ قَائِمًا اور لَيْتَكَ عِنْدَنَا مُقِيْمًا اور لَعَلَّهٗ فِي الدَّارِ قَائِمًا اور كَاَنَّهٗ اَسَدٌ صَائِلًا کی مثل میں

خلاصہ متن :۔صاحب کافیہ فرماتے ہیں کہ حال کا عامل فعل ہوگا یا شبہ فعل ہوگا یا معنی فعل ہوگا پھر فعل میں تعمیم ہے خواہ ملفوظ ہو یا مقدر ہو ملفوظ کی مثال ضربت زیدا قائما، مقدر کی مثال زید فی الدار قائما اور زید فی الدار قائما یہ فعل مقدر کی مثال تب بنے گی جب ظرف کا متعلق فعل مقدر ہو جیسا کہ نحاۃ بصرہ کا مذہب ہے۔

اغراض جامی :وھو: سے **شارح کی غرض** شبہ فعل کی تعریف کرنا ہے۔شبہ فعل وہ ہے جو فعل والا عمل کرے اور فعل کی ترکیب سے ہو یعنی فعل والا مادہ ہو جیسے اسم فاعل، اسم مفعول، صفت مشبہ وغیرہ۔اسم فاعل ملفوظ کی مثال زید ذاہب راکبا اسم فاعل مقدر کی مثال زید فی الدار قاعدا بشرطیکہ ظرف کا متعلق اسم فاعل مقدر ہو جیسا کہ نحاۃ کوفہ کا مذہب ہے۔اسم

مفعول کی مثال زید مضروب قائما، صفت مشبہ کی مثال زید حسن ضاحکا۔

او معناہ: سے **شارح کی غرض** معنی فعل کی وضاحت کرنا ہے۔ معنی فعل وہ ہے کہ جو فحویٰ اور سوق کلام سے مستنبط ہو۔ فعل کی نہ تصریح ہو اور نہ ہی تقدیر جیسے اشارہ، تنبیہ، ندا، تمنی، ترجی، تشبیہ وغیرہ۔ اشارہ اور تنبیہ کی مثال ھذا زید قائما ۔ اس کا معنی اشیر یا انبہ زیدا قائما ہے۔ نداء کی مثال یا زید قائما اس کا معنی ادعوا زیدا قائما ہے۔ تمنی کی مثال لیتک عند نا مقیما اس کا معنی تمنیتک عند نا قائما ہے۔ اور ترجی کی مثال لعلی فی الدار قائما اس کا معنی ترجیتہ فی الدار قائما ہے۔ تشبیہ کی مثال کانہ اسد صائلا اس کا معنی اشبھہ اسدا قائما ہے۔

حال کی شرائط

وَشَرْطُهَا اَیْ شَرْطُ الْحَالِ اَنْ تَکُوْنَ نَکِرَۃً لِاَنَّ النَّکِرَۃَ اَصْلٌ وَالْغَرْضُ وَھُوَ تَقْیِیْدُ الْحدث

اور اس کی شرط یعنی حال کی شرط یہ ہے کہ نکرہ ہو کیونکہ نکرہ اصل ہے اور حال سے غرض اور وہ حدث کو مقید کرنا ہے

الْمَنْسُوْبِ إِلٰی صَاحِبِهَا یَحْصُلُ بِهَا ، وَالتَّعْرِیْفُ زَائِدٌ عَلَی الْغَرْضِ، وَاَنْ یَکُوْنَ صَاحِبُهَا

جو ذوالحال کی طرف منسوب ہے وہ (غرض) نکرہ سے حاصل ہو جاتی ہے اور تعریف غرض سے ایک زائد چیز ہے اور یہ کہ ہو اس کا صاحب

مَعْرِفَۃً لِاَنَّهٗ مَحْکُوْمٌ عَلَیْهِ فِی الْمَعْنٰی فَکَانَ الْاَصْلُ فِیْهِ التَّعْرِیْفَ غَالِبًا اَیْ لَیْسَ اِشْتِرَاطُهَا

(ذوالحال) معرفہ کیونکہ ذوالحال معنی میں محکوم علیہ ہے پس اس میں اصل تعریف ہے غالباً یعنی ذوالحال کا معرفہ ہونا

بِکَوْنِ صَاحِبِهَا مَعْرِفَۃً فِیْ جَمِیْعِ مَوَادِّهَا بَلْ فِیْ غَالِبِ مَوَادِّهَا اَیْ اَکْثَرِهَا وَبَیَانُ ذٰلِکَ

حال کے جمیع مواد (امثلہ) میں شرط نہیں ہے بلکہ اس کے غالب مواد یعنی اس کی اکثر امثلہ میں (شرط ہے) اور اس شرط کا بیان یہ ہے۔

اَنَّ مَوَادَّ وُقُوْعِ الْحَالِ عَلٰی قِسْمَیْنِ ،اَحَدُهُمَا مَا یَکُوْنُ ذُو الْحَالِ فِیْهِ نَکِرَۃً مَوْصُوْفَۃً ، نَحْوَ

حال کے وقوع کے مواد دو قسموں پر ہیں ایک یہ کہ اس کلام میں ذوالحال نکرہ موصوفہ ہو جیسے

جَاءَنِیْ رَجُلٌ مِنْ بَنِیْ تَمِیْمٍ فَارِسًا اَوْ مُغْنِیَۃً غِنَاءَ الْمَعْرِفَۃِ لِاِسْتِغْرَاقِهَا نَحْوُ قَوْلِهٖ تَعَالٰی فِیْهَا

جاءنی الخ (میرے پاس بنی تمیم سے ایک مرد سوار ہو کر آیا) یا (وہ نکرہ) اپنے استغراق کی وجہ سے تعریف کا فائدہ دینے والا ہو گا جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے

یُفْرَقُ کُلُّ اَمْرٍ حَکِیْمٍ اَمْرًا مِنْ عِنْدِنَا اِنْ جَعَلْتَ اَمْرًا حَالًا مِنْ کُلِّ اَمْرٍ اَوْ وَاقِعَۃً فِیْ حَیِّزِ

فِیْهَا یُفْرَقُ الخ (اس میں ہر امر حکیم کا فیصلہ کیا جائے گا درانحالیکہ وہ امر ہماری جانب سے ہوگا) اگر تم امرا کو کل امر سے حال بنا دو یا (وہ نکرہ)

الْإِسْتِفْهَامِ نَحْوُ هَلْ اَتَاکَ رَجُلٌ رَاكِبًا ؟ اَوْ بَعْدَ إِلَّا نَقْضًا لِلنَّفْيِ نَحْوُ مَا جَاءَ نِيْ رَجُلٌ إِلَّا

استفہام کی جگہ میں واقع ہو جیسے هَلْ اَتَاکَ رَجُلٌ رَاكِبًا ؟ یا (وہ نکرہ) الا کے بعد نفی کے لیے توڑ ہو جیسے مَا جَاءَ نِيْ رَجُلٌ إِلَّا رَاكِبًا

رَاكِبًا اَوْ مُقَدَّمًا عَلَيْهِ الْحَالُ نَحْوُ جَاءَ نِيْ رَاكِبًا رَجُلٌ، وَثَانِيْهِمَا مَا يَكُوْنُ ذُو الْحَالِ فِيْهِ غَيْرَ

یا اس پر حال مقدم ہو جیسے مَا جَاءَ نِيْ رَاكِبًا رَجُلٌ، اور دوسرا قسم وہ ہے کہ جس میں ذوالحال ان امور (خمسہ مذکورہ) کے علاوہ ہے

هٰذِهِ الْاُمُوْرِ، وَغَالِبُ مَوَادِ وُقُوْعِ الْحَالِ وَاَكْثَرُهَا هُوَ هٰذَا الْقِسْمُ، وَوُقُوْعُ الْحَالِ فِيْ هٰذَا

اور حال کے وقوع کے غالب واکثر مواد یہی قسم ثانی ہے اور اس قسم (ثانی) میں حال کا وقوع

الْقِسْمِ مَشْرُوْطٌ بِكَوْنِ صَاحِبِهَا مَعْرِفَةً فَقَوْلُهٗ غَالِبًا قَيْدٌ لِاِشْتِرَاطِ كَوْنِ صَاحِبِهَا مَعْرِفَةً

اس بات کے ساتھ مشروط ہے کہ ذوالحال معرفہ ہو پس مصنف کا قول غالبا ذوالحال کے معرفہ ہونے کی شرط ہونے کے لیے قید ہے ذوالحال کے معرفہ

لَا بِكَوْنِ صَاحِبِهَا مَعْرِفَةً حَتّٰى يُقَالَ إِنَّ غَالِبِيَّةَ كَوْنِ صَاحِبِهَا مَعْرِفَةً الْمُنْبِئَةَ عَنْ تَخَلُّفِهٖ

ہونے کے لیے قید نہیں حتی کہ کہا جائے (اعتراض کے طور پر) کہ ذوالحال کے معرفہ ہونے کا غالب ہونا جو کہ بعض امثلہ میں ذوالحال کے معرفہ ہونے

فِيْ بَعْضِ الْمَوَادِ تُنَافِيْ الشَّرْطِيَّةَ وَيُحْتَاجُ إِلٰى اَنْ يُصْرَفَ الْكَلَامُ عَنْ ظَاهِرِهٖ، وَيُجْعَلَ قَوْلُهٗ

کے تخلف کی خبر دیتا ہے (وہ) شرطیت کے منافی ہے اور اس کی بات کی احتیاج ہو کہ کلام کو اس کے ظاہر سے پھیرا جائے اور بنایا جائے اس کے قول

وَصَاحِبُهَا مَعْرِفَةٌ مُبْتَدَأً وَخَبَرًا مَعْطُوْفًا عَلٰى قَوْلِهٖ وَشَرْطُهَا اَنْ تَكُوْنَ نَكِرَةً

وَصَاحِبُهَا مَعْرِفَةٌ کو مبتداء اور خبر جو اس کے قول وَشَرْطُهَا اَنْ تَكُوْنَ نَكِرَةً پر معطوف ہو

خلاصہ متن: ۔صاحب کافیہ حال کی شرط بیان کر رہے ہیں۔حال کی شرط یہ ہے کہ وہ خود نکرہ ہو اور اس کا صاحب یعنی ذوالحال غالبا معرفہ ہو۔

اغراض جامی <u>ای شرط الحال:</u> سے **شارح کی غرض** ہا ضمیر کا مرجع بتایا کہ وہ حال ہے۔

<u>لان النکرۃ:</u> سے **شارح کی غرض** حال کے نکرہ ہونے کی شرط کی وجہ کو بیان کرنا ہے۔یہ شرط اس لئے لگائی کیونکہ کلام میں اصل تنکیر ہے اور یہاں غرض معنی حدثی منسوب الی ذی الحال کو مقید کرنا ہے وہ نکرہ کے ساتھ حاصل ہو جاتی ہے لہذا التعریف امر زائد علی الغرض ہے تو حال کو معرفہ بنانے کی ضرورت نہیں ہے۔

<u>وان یکون:</u> سے **شارح کی غرض** بیان ترکیب ہے۔اشارہ کیا کہ صاحبہا کا عطف تکون کی ضمیر مستتر پر ہے لہذا صاحبہا

سے پہلے یکون مقدر ہوگا۔ یا اس عبارت سے شارح جامی کی غرض علامہ فاضل ہندی وغیرہ پر رد کرنا ہے جو کہتے ہیں کہ صاحبہا کا عطف شرطہا پر ہے اور یہ مبتدا ہے معرفۃ مرفوع ہو کر اس کی خبر ہے وہ دلیل یہ بیان کرتے ہیں کہ اگر صاحبہا کا عطف تکون کی ضمیر مستتر پر ہو تو تقدیر عبارت اس طرح ہوگی وشرطها ان تكون نكرة وشرطها ان يكون صاحبهامعرفة غالبا.

اس صورت میں عبارت کے اول آخر کا تعارض ہوگا کیونکہ لفظ شرط لزوم و دوام کا تقاضا کرتا ہے کہ ذوالحال کا معرفہ ہونا لازم ودائمی ہے کیونکہ شرط مشروط کو لازم ہوتی ہے اور غالبًا کا لفظ عدم لزوم وعدم دوام اور تخلف کا تقاضا کرتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ذوالحال کا معرفہ ہونا اکثر وغالب ہے کبھی ذوالحال نکرہ بھی ہوتا ہے تو دونوں میں منافاۃ ہے اس لئے علامہ فاضل ہندی وغیرہ کہتے ہیں کہ صاحبہا کا عطف ضمیر مستتر پر نہ ڈالا جائے بلکہ وشرطہا پر ڈالا جائے تو صاحبہا مبتدا معرفۃ خبر ہوگا اور یہ عطف الجملۃ علی الجملۃ السابقۃ ہوگا۔ شارح جامی ان یکون کا لفظ مقدر کر کے ان کی تردید کر رہے ہیں کہ صاحبہا کا عطف یکون کی ضمیر مستتر پر ہے باقی رہا فاضل ہندی کے استدلال کا جواب سو وہ آگے ای لیس اشتراطہا سے شارح بیان کر رہے ہیں (سوال کابلی ص ۲۳۵)

<u>لانہ محکوم علیہ:</u> سے **شارح کی غرض** ذوالحال کے معرفہ ہونے کی وجہ کو بیان کرنا ہے۔ چونکہ ذوالحال محکوم علیہ کے معنی میں ہوتا ہے اور محکوم علیہ میں اصل تعریف ہے اسلئے یہ معرفہ ہونا چاہیے۔

<u>ای لیس اشتراطہا:</u> سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال:**۔ شرط اور غلبہ میں منافات ہے اس لئے کہ شرط کا تقاضا یہ ہے کہ ذوالحال ہمیشہ معرفہ ہو کبھی بھی نکرہ نہ ہو اور غلبہ کا تقاضا یہ ہے کہ ذوالحال اکثر معرفہ ہو اور کبھی نکرہ بھی ہو جائے یہ دونوں امر واحد یعنی ذوالحال کی طرف متوجہ کیسے ہو سکتے ہیں۔

جواب:۔ شرط اور غلبہ امر واحد کی طرف متوجہ نہیں بلکہ شرط متوجہ ہے ذوالحال کی طرف اور غلبہ متوجہ ہے شرط کی طرف جیسا کہ شرط الصلوة الوضوء غالبًا میں شرط متوجہ ہے صلوۃ کی طرف اور غالبا متوجہ ہے شرط کی طرف اس لئے کہ تیمم بھی نماز کی شرط ہے لیکن اقل ہے اور شرطا اکثر واغلب وضو ہے اسی طرح یہاں بھی شرط متوجہ ہے ذوالحال کی طرف اور غلبہ متوجہ ہے شرط کی طرف اس لئے کہ تخصیص (نکرہ مخصصہ) بھی ذوالحال کی شرط ہے لیکن شرط اقل ہے اور شرطا اکثر وغالب تعریف ہے خلاصہ یہ ہے کہ غالبًا کا تعلق اشتراط کے ساتھ ہے مطلب یہ ہوگا کہ ذوالحال کا معرفہ ہونا شرط لازمی اور دائمی نہیں بلکہ شرط اکثری اور اغلبی ہے اس جواب سے فاضل ہندی وغیرہ کی دلیل کا جواب بھی ہو گیا کہ اول و آخر میں کوئی تعارض ومنافاۃ نہیں ہے (سوال باسولی ص ۳۶۳، سوال کابلی ص ۲۳۵)

<u>وبیان ذلک:</u> سے **شارح کی غرض** ماقبل والی شرط یعنی حال کے مواد کی وضاحت کرنا ہے۔ حال کے وقوع کے مواد

دو قسم پر ہیں (۱) وہ مواد جن میں حال کا وقوع اقل ہے (۲) وہ مواد کہ جن میں حال کا وقوع اکثر ہے۔

قسم اول: جن میں حال کا وقوع اقل ہے وہ پانچ قسم پر ہیں (۱) ذوالحال نکرہ موصوفہ ہو تو صفت کی وجہ سے اس میں تخصیص آجائے گی لہذا اس کا ذوالحال بننا صحیح ہوجائے گا جیسے جاء نی رجل من بنی تمیم فارسا اس میں رجل کا ذوالحال بننا صحیح ہے۔

(۲) ذوالحال نکرہ ہو جو استغراق کی وجہ سے تخصیص سے مستغنی ہو جیسے معرفہ تخصیص سے مستغنی ہوتا ہے جیسے قرآن کریم میں ہے فیھا یفرق کل امر حکیم امرا من عندنا اگر امرا کو حال بنائیں تو کل امر اگرچہ نکرہ ہے لیکن ہر ہر فرد کو محیط ہے اس لئے یہ معرفہ کے حکم میں ہوگیا اور اس کی تخصیص کی ضرورت نہیں لہذا اس کا ذوالحال بننا صحیح ہے۔

فائدہ: <u>ان جعلت امرا:</u> کی قید اس لئے لگائی کیونکہ بعض کہتے ہیں کہ امرا حال ہے حکیم کی ضمیر سے، جب یہ حکیم کی ضمیر سے حال ہو تو یہ ہماری بحث سے خارج ہے کیونکہ ہماری بحث تو ذوالحال کی نکارت میں ہو رہی ہے اگر اس کو ضمیر سے حال بنایا جائے تو یہ نکرہ نہیں رہے گا بلکہ معرفہ بن جائے گا کیونکہ ضمائر معرفہ ہوتی ہیں۔

(۳) ذوالحال نکرہ استفہام کے بعد واقع ہو جیسے ھل اتاک رجل راکبا اس میں رجل ذوالحال نکرہ ہے اور استفہام کے بعد واقع ہے۔

(۴) ذوالحال نکرہ ہو اور حال الا کے بعد واقع ہو نفی کو توڑنے کے لئے جیسے ما جاء نی رجل الا راکبا۔

(۵) حال ذوالحال پر مقدم ہو جیسے جاء نی راکبا رجل ان تمام صورتوں میں نکرہ میں تخصیص آجاتی ہے اس لئے اس کا ذوالحال بننا صحیح ہے۔

قسم ثانی: وہ مواد جن میں حال کا وقوع اکثر ہے اور وہ وہ ہیں جو مذکورہ پانچ صورتوں کے علاوہ ہوں۔ ان میں ذوالحال کی شرط یہ ہے کہ وہ معرفہ ہو۔

<u>**فقولہ غالباً قیدٌ لاشتراط کون الخ:**</u> شارح جامی کی یہ عبارت لیس اشتراطہا پر تفریع ہے اور علامہ فاضل ہندی اور سید سند شریف وغیرہ پر صراحۃً رد ہے جو یہ کہتے تھے کہ صاحبہا مبتدا معرفۃ خبر ہے اور یہ جملہ شرطہا پر معطوف ہے نہ کہ تکون ھی ضمیر پر تو شارح جامی ان کی تردید اور ان کی دلیل کا جواب دے رہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ مصنف کا قول غالبا یہ اشتراط کی قید ہے مقصد یہ ہے کہ ذوالحال کے معرفہ ہونے کی شرط یہ شرط اکثری واغلبی ہے دائمی نہیں ہے لہذا اگر بعض مواد میں ذوالحال نکرہ ہو تو یہ اس شرط کے منافی نہیں ہے اور یہ غالبا صاحبہا معرفۃ کی قید نہیں ورنہ تو وہی اعتراض وارد ہوگا کہ شرط اور غلبہ میں منافات ہے پھر اس بات کی ضرورت پڑے گی کہ کلام کو ظاہر سے غیر ظاہر کی طرف پھیرا جائے اور یوں کہا جائے صاحبہا

معرفۃ میں صاحبہا مبتدا ہے اور معرفۃ اس کی خبر ہے اور مبتدا اپنی خبر سے مل کر معطوف ہے شرطہا پر یہ اس لئے خلاف ظاہر ہے کیونکہ اصل عطف المفرد علی المفرد ہے جیسا کہ فاضل ہندی اور سید سند شریف کہتے ہیں۔

وَاَرْسَلَهَا الْعِرَاكَ وَلَمْ يَذُدْهَا		وَلَمْ يُشْفِقْ عَلٰى نَغَصِ الدِّخَالِ

اَلْبَيْتُ لِلَبِيْدٍ ، يَصِفُ حِمَارَ الْوَحْشِ وَالْاُتُنَ يَقُوْلُ اَرْسَلَ حِمَارُ الْوَحْشِ الْاُتُنَ وَكَانَّ الْمُرَادَ

یہ بیت لبید کا ہے، وحشی گدھے او گدھیوں کی وصف کر رہا ہے، کہتا ہے کہ حمار وحشی نے وحشی گدھیوں کو بھیج دیا اور گویا کہ ارسال سے بھیجنا اور مرسَل

بِالْاِرْسَالِ الْبَعْثُ وَ التَّخْلِيَةُ بَيْنَ الْمُرْسَلِ وَمَا يُرِيْدُ اَیْ اَرْسَلَهَا مُعْتَرِكَةً مُتَزَاحِمَةً وَلَمْ يَذُدْهَا

اور اس چیز کے درمیان جس کا وہ ارادہ رکھتا ہے تخلیہ کرنا ہے، یعنی وحشی گدھے نے گدھیوں کو اس حال میں بھیجا کہ وہ ایک دوسری پر ازدحام اور

اَیْ لَمْ يَمْنَعُهَا مِنَ الْعِرَاكِ وَلَمْ يُشْفِقْ اَیْ لَمْ يَخَفْ عَلٰى نَغَصِ الدِّخَالِ اَیْ عَلٰى اَنَّهٗ

بھیڑ کر رہی ہیں اور اس نے انہیں ازدحام کرنے سے نہ روکا اور نغص دخال کا اندیشہ نہ کیا یعنی خوف نہ کیا، یعنی اس بات کا خوف نہ کیا کہ دخال (ازدحام)

لَمْ يَتِمَّ شُرْبُ بَعْضِهَا لِلْمَاءِ بِالدِّخَالِ وَالدِّخَالُ هُوَ اَنْ يَّشْرَبَ الْبَعِيْرُ ثُمَّ يُرَدُّ مِنَ الْعَطَنِ اِلَى

کی وجہ سے کچھ گدھیوں کا پانی پینا پورا نہ ہوگا اور دخال اس کو کہتے ہیں کہ اونٹ کچھ پانی پیئے پھر (پیاس بجھائے بغیر) اپنی جگہ سے حوض کی طرف

الْحَوْضِ وَيَدْخُلُ بَيْنَ بَعِيْرَيْنِ عَطْشَانَيْنِ لِيَشْرَبَ مِنْهُ مَا عَسَاهُ لَمْ يَكُنْ شَرِبَ مِنْهُ وَلَعَلَّ

لوٹا دیا جائے اور وہ دو پیاسے اونٹوں کے درمیان داخل ہو جائے تاکہ وہ اس حوض سے پانی پیئے جسے اس اونٹ نے اس حوض سے شاید نہیں پیا تھا، اور شاید

الْمُرَادَ بِهٖ هٰهُنَا نَفْسُ مُدَاخَلَةِ بَعْضِهَا فِیْ بَعْضٍ اَوِ الْمَعْنٰى عَلٰى نَغَصٍ مِثْلِ نَغَصِ الدِّخَالِ

یہاں دخال سے مراد گدھیوں کی آپس میں مداخلت ہے یا علی نغص کا معنی مثل نغص الدخال ہو گا

وَمَرَرْتُ بِهٖ وَحْدَهٗ وَنَحْوُهٗ مِثْلُ فَعَلْتَهٗ جُهْدَكَ مُتَاَوَّلٌ بِالنَّكِرَةِ ، فَلَا يَرِدُ نَقْضًا عَلٰى قَاعِدَةِ

اور مَرَرْتُ بِهٖ وَحْدَهٗ اور اس کی مثل جیسے فَعَلْتَهٗ جُهْدَكَ تاویل کیے گئے ہیں نکرہ کے ساتھ لہٰذا حال کے نکرہ ہونے کی

اِشْتِرَاطِ كَوْنِهَا نَكِرَةً وَتَاوِيْلُهَا عَلٰى وَجْهَيْنِ اَحَدُهُمَا اَنَّهَا مَصَادِرُ لِاَفْعَالٍ مَحْذُوْفَةٍ اَیْ

شرط ہونے پر اعتراض ہو کر وارد نہ ہوگا اور ان کی دو صورتوں پر تاویل ہے ان میں سے ایک یہ کہ یہ افعال محذوفہ کے مصادر

تَعْتَرِكُ الْعِرَاكَ وَيَنْفَرِدُ وَحْدَهٗ اَیْ اِنْفِرَادَهٗ وَتَجْتَهِدُ جُهْدَكَ فَهٰذِهِ الْجُمَلُ الْفِعْلِيَّةُ

(مفعول مطلق) ہیں یعنی اصل میں تَعْتَرِكُ الْعِرَاكَ ، اور يَنْفَرِدُ وَحْدَهٗ ، یعنی اِنْفِرَادَهٗ ، اور تَجْتَهِدُ جُهْدَكَ ہیں پس یہ جملے فعلیہ

وَقَعَتْ حَالًا وَهٰذِهِ الْمَصَادِرُ مَنْصُوبَةٌ عَلَى الْمَصْدَرِيَّةِ ، وَثَانِيهِمَا اَنَّهَا مَعَارِفُ مَوْضُوعَةٌ
حال واقع ہوئے ہیں اور یہ مصادر مفعول مطلق ہونے کی بناء پر منصوب ہیں اور دوسری صورت یہ ہے کہ یہ معرفہ ہیں جو نکرات کی جگہ پر
مَوْضِعَ النَّكِرَاتِ اَىْ مُعْتَرِكَةً وَمُنْفَرِدًا وَمُجْتَهِدًا ، فَالصُّوْرَةُ وَاِنْ كَانَتْ مَعْرِفَةً فَهِيَ فِي
رکھے گئے ہیں یعنی مُعْتَرِكَةً ، وَمُنْفَرِدًا ، وَمُجْتَهِدًا پس صورت اگرچہ معرف کی ہے پس وہ تقدیر میں نکرہ ہیں
التَّقْدِيْرِ نَكِرَةٌ كَمَا اَنَّ حَسَنَ الْوَجْهِ فِيْ صُوْرَةِ الْمَعْرِفَةِ وَهِيَ فِي الْمَعْنٰى نَكِرَةٌ
جس طرح کہ (مضاف بہ اضافت لفظیہ) حسن الوجہ معرفہ کی صورت میں ہے حالانکہ معنی میں نکرہ ہے

خلاصہ متن :۔اس عبارت میں صاحب کافیہ ایک سوال مقدر کا جواب دے رہے ہیں۔

سوال:۔حال کی شرط نکرہ ہونا منقوض ہے ارسلها العراک ، مررت به وحده ، فعلته جهدک کے ساتھ اس لئے کہ ارسلها العراک میں العراک حال ہے حالانکہ یہ نکرہ نہیں بلکہ الف لام کی وجہ سے معرفہ ہے اور مررت به وحده میں وحده حال ہے حالانکہ یہ نکرہ نہیں بلکہ اضافت الی الضمیر کی وجہ سے معرفہ ہے اور فعلت جهدک میں جهدک حال ہے حالانکہ یہ نکرہ نہیں بلکہ اضافت الی الضمیر کی وجہ سے معرفہ ہے۔

جواب:۔صاحب کافیہ نے ان سب مثالوں کا جواب دیا کہ یہ مثالیں متاول ہیں یعنی نکرہ کی تاویل میں ہیں۔(تاویل کی تفصیل شرح میں آرہی ہے)۔

اغراض جامی : وَلَمْ يُشْفِقْ عَلٰى نَغْصِ الدِّخَالِ : اس عبارت سے **شارح کی غرض** شعر کی تکمیل اور وضاحت کرنا ہے۔ پورا شعر اس طرح ہے۔

وَلَمْ يُشْفِقْ عَلٰى نَغْصِ الدِّخَالِ	وَاَرْسَلَهَا الْعِرَاكَ وَلَمْ يَذُدْهَا

ترجمہ : حمار وحشی نر نے اپنی مادیوں کو (حالت ازدحام کے وقت اکٹھے) چھوڑ دیا اور ان کو جمع ہونے سے نہ روکا ☆ اور اس بات کا خوف نہیں کیا کہ ازدحام کی وجہ سے سیراب نہیں ہوسکیں گی۔

یہ شعر لبید شاعر کا ہے اس نے ایک دن پہاڑ کے اوپر سے حمار وحشی اور ان کی مادیوں کو دیکھا کہ اس نے اپنی مادیوں کو پانی پینے کیلئے چھوڑ دیا اور خود ایک طرف کھڑے ہو کر انکی نگرانی کرنے لگا تا کہ کوئی شکاری انکا شکار نہ کرے۔ یہ منظر دیکھ کر لبید شاعر نے یہ شعر کہا جس میں حمار وحشی نر اور اس کی مادیوں کی تعریف کر رہا ہے۔

وَكَاَنَّ : سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ارسال کی نسبت حمار وحشی کی طرف درست نہیں اس لئے کہ ارسال کا معنی ہوتا ہے بھیجنا اور یہ ذوی العقول کی صفت ہے اور حمار وحشی ذوالعقول نہیں ہے۔

جواب:۔یہاں ارسال سے مراد برانگیختہ کرنا اور مرسل اور مرسل الیہ کے درمیان تخلیہ کرنا ہے۔اسلئے کوئی اشکال نہیں ہے۔

معترکۃ: سے **شارح کی غرض** بیانِ معنی ہے۔العراک اسم فاعل معترکۃ کے معنی میں ہے یہ تاویل اس لئے کی تا کہ اس کا ذوالحال پر حمل صحیح ہو جائے۔

متزاحمۃ: سے معترکۃ کا معنی بیان کیا ای متنازعۃ بعضہا مع بعض۔لم یمنعہا: سے لم یذدھا کے معنی کا بیان ہے۔

ای لم یخف: سے لم یشفق کے معنی کو بیان کر دیا۔اشفاق کے دو معنی ہیں (۱) مہربانی کرنا (۲) ڈرنا۔شارح نے لم یخف کہہ کر معنی ثانی کو متعین کر دیا۔ نغص: اس کا معنی ہوتا ہے پوری طرح سیراب نہ ہونا۔

دخـــال: کا معنی ہے کہ ایک اونٹ پانی پی کر اپنی جگہ پر چلا جائے پھر وہ اپنی جگہ سے دوبارہ ہٹ کر حوض کی طرف لوٹے اور دو پیاسے اونٹوں کے درمیان داخل ہو جائے جو پانی پی رہے ہیں تا کہ یہ وہ پانی پی لے جو اس نے پہلے نہیں پیا تھا۔

ولعل المراد: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔**سوال:**۔دخال کا معنی ہوتا ہے دو پیاسے اونٹوں کے درمیان اونٹ کا داخل ہونا، نہ کہ حمار وحشی کا داخل ہونا لہٰذا یہاں لفظ دخال کو ذکر کرنا درست نہیں ہے۔

جـــواب(۱):۔شارح نے اس سوال کے دو جواب دیے ہیں پہلا جواب یہ ہے کہ دخال سے مراد نفس مداخلت ہے کہ بعض جانور بعض میں داخل ہو جائیں خواہ اونٹ ہوں یا کوئی اور جانور۔

جواب(۲):۔عبارت میں "مثل" مضاف محذوف ہے عبارت یوں تھی علی نغص مثل نغص الدخال .

ونحوہ: یعنی مذکورہ دو مثالوں کے علاوہ اور بھی مثالیں ہیں کہ جن میں حال نکرہ نہیں ہوتا جیسے فعلتہ جھدک .

وتاویلہا: سے **شارح کی غرض** مثالوں میں جو تاویل کی گئی ہے اس کو بیان کرنا ہے۔ان مثالوں میں دو طرح سے تاویل کی گئی ہے۔**تـــاویل(۱):**۔العراک اور وحدہ اور جھدک یہ افعال محذوفہ کے مصادر یعنی مفعول مطلق ہیں ان کے افعال کو سماعی وجوبی طور پر حذف کر دیا گیا ہے اصل میں عبارت یوں تھی تعترک العراک وتنفرد وحدہ وتجتھد جھدک یہ تمام جملہ فعلیہ ہو کر حال واقع ہیں اور مصادر منصوب ہیں مفعول مطلق ہونے کی بناء پر چونکہ جملہ من حیث الجملہ نکرہ کے حکم میں ہوتا ہے لہٰذا حال نکرہ ہوا نہ کہ معرفہ۔

تـاویل(۲):۔مصادر اگر چہ صورۃً معرفہ ہیں لیکن معناً نکرہ ہیں جیسا کہ حسن الوجہ صورۃً معرفہ ہے لیکن معناً نکرہ ہے یہ معنیً اس لئے نکرہ ہیں کہ العراک کا الف لام زائدہ ہے عراک کا معنی معترکۃ اور وحدہ کا معنی ہے منفرداً اور جھدک کا معنی مجتھداً ہے۔

ذو الحال پر حال کی تقدیم کی صورت

فَإِنْ كَانَ صَاحِبُهَا اَیْ صَاحِبُ الْحَالِ نَكِرَةً مَحْضَةً لَمْ تَكُنْ فِيهَا شَائِبَةُ تَخْصِيصٍ بِمَا سِوَى

پھر اگر اس کا صاحب یعنی ذو الحال نکرہ ہو محضہ کہ جس میں تقدیم کے ماسوا تخصیص کا کوئی شائبہ نہ ہو

التَّقْدِيمِ وَلَمْ تَكُنِ الْحَالُ مُشْتَرِكَةً بَيْنَهَا وَبَيْنَ مَعْرِفَةٍ نَحْوُ جَاءَ نِیْ رَجُلٌ وَزَيْدٌ رَاكِبَيْنِ

اور نہ ہی حال نکرہ اور معرفہ کے درمیان مشترک ہو جیسے جاء نی رجل وزید راکبین

وَجَبَ تَقْدِيمُهَا اَیْ تَقْدِيمُ الْحَالِ عَلٰی صَاحِبِهَا ، لِيَتَخَصَّصَ

تو حال کی تقدیم واجب ہے یعنی حال کی تقدیم ذوالحال پر تا کہ حال کی تقدیم کی وجہ سے نکرہ تخصیص حاصل کر لے

النَّكِرَةُ بِتَقْدِيمِهَا لِاَنَّهُمَا فِی الْمَعْنٰی مُبْتَدَأٌ وَخَبَرٌ وَلِئَلَّا تَلْتَبِسَ بِالصِّفَةِ فِی النَّصْبِ فِیْ مِثْلِ

کیونکہ وہ دونوں معنی میں مبتدأ اور خبر ہیں ،اور تا کہ حالت نصب میں حال کا صفت کے ساتھ التباس نہ ہو جائے ہمارے قول

قَوْلِنَا ضَرَبْتُ رَجُلًا رَاكِبًا ثُمَّ قُدِّمَتْ فِیْ سَائِرِ الْمَوَاضِعِ وَإِنْ لَمْ تَلْتَبِسْ طَرْدًا لِلْبَابِ

ضَرَبْتُ رَجُلًا رَاكِبًا کے مثل میں، پھر حال کو باقی مواضع میں طرد اللباب مقدم کیا گیا اگر چہ حال کا صفت سے التباس نہ ہو

خلاصہ متن: ۔صاحب کافیہ فرماتے ہیں کہ اگر ذوالحال نکرہ ہو تو حال کی تقدیم ذوالحال پر واجب ہے۔

اغراض جامی: اي صاحب الحال: سے **شارح کی غرض** صاحبہا کی ہا ضمیر کے مرجع کو متعین کرنا ہے کہ مرجع حال ہے۔

محضة: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال:**۔ جاء نی رجل من بنی تمیم فارسا میں رجل ذوالحال نکرہ ہے اس کے باوجود حال کی تقدیم ذوالحال پر واجب نہیں تو آپ کا یہ کہنا کیسے درست ہوا کہ ذوالحال نکرہ ہو تو حال کی تقدیم واجب ہے؟

جواب:۔ یہاں نکرہ سے مراد نکرہ محضہ ہے جس میں تخصیص کا کوئی شائبہ نہ ہو اور مثال مذکور میں رجل نکرہ محضہ نہیں ہے بلکہ من بنی تمیم والی صفت کی وجہ سے نکرہ مخصصہ بن گیا ہے۔

وبما سوی: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ جب ذوالحال نکرہ محضہ ہو اور حال کو ذوالحال پر مقدم کر دیا جائے تو اس میں حال کی تقدیم کی وجہ سے تخصیص آ جائے گی لہٰذا اس ذوالحال پر حال کی تقدیم واجب نہیں ہونی چاہیے۔

جواب: تخصیص سے مراد وہ تخصیص ہے جو تقدیم کے ماسواء کے ساتھ حاصل ہو۔

<u>وَلَمْ تَكُنِ الْحَالُ مُشْتَرِكَةً:</u> سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال:** جائنی رجل وزید راکبین اس میں رجل نکرہ محضہ ہے اس کے باوجود راکبین کی تقدیم ذوالحال پر واجب نہیں۔

جواب: ذوالحال کے نکرہ ہونے کی صورت میں حال کی تقدیم کا ذوالحال پر واجب ہونا اس وقت ہے کہ جب وہ حال نکرہ اور معرفہ کے درمیان مشترک نہ ہو اور مثال مذکور میں حال نکرہ اور معرفہ کے درمیان مشترک ہے۔

<u>اي تقديم الحال</u> : سے **شارح کی غرض** بیانِ مرجع ہے۔

<u>على صاحبها:</u> سے **شارح کی غرض** بیانِ صلہ ہے کہ یہ تقدیم کا صلہ ہے۔

<u>ليتخصص:</u> سے **شارح کی غرض** حال کے ذوالحال پر مقدم ہونے کی وجہ بیان کرنا ہے۔ جب ذوالحال نکرہ ہو تو حال کی تقدیم کا وجوب دو وجہوں سے ہے۔ **وجہ اول:** حال کی تقدیم کی وجہ سے ذوالحال نکرہ میں تخصیص پیدا ہو جائے گی کیونکہ ذوالحال اور حال مبتدا اور خبر کے حکم میں ہوتے ہیں جس طرح خبر کی تقدیم کی وجہ سے مبتدا نکرہ میں تخصیص آ جاتی ہے اور اس کا مبتدا بننا درست ہو جاتا ہے اسی طرح حال کی تقدیم کی وجہ سے ذوالحال نکرہ میں تخصیص آ جائے گی اور اس کا ذوالحال بننا درست ہوگا۔

وجہ ثانی: حال کی ذوالحال پر تقدیم اس لئے واجب ہے تا کہ حالت نصب میں حال کا صفت کے ساتھ التباس لازم نہ آئے جیسے ضربت رجلا راکبا اس میں احتمال ہے کہ راکبا رجلاً سے حال ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ رجلا کی صفت ہو جب راکباً کو رجلا سے مقدم کریں گے تو اس تقدیم سے یہ معلوم ہو جائے گا کہ راکباً رجلا سے حال ہے نہ کہ صفت اس لئے کہ صفت موصوف پر مقدم نہیں ہو سکتی۔

<u>ثم قدمت:</u> سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال:** التباس تو فقط حالت نصب میں لازم آتا ہے حالت جر اور حالت رفع میں التباس لازم نہیں آتا اس لئے کہ مرفوع کی صفت مرفوع ہوتی ہے اور مجرور کی صفت مجرور ہوتی ہے لہذا حالتِ رفع اور جر میں جب ذوالحال نکرہ ہو تو حال کی تقدیم واجب نہیں ہونی چاہیے۔

جواب: اگر چہ حالت نصب کے غیر میں التباس لازم نہیں آتا لیکن ان میں بھی طرداللباب تقدیم واجب ہے۔

ذوالحال پر حال کی تقدیم کی جائز و ناجائز صورتیں

وَلَا تَتَقَدَّمُ اَيِ الْحَالُ فِيْمَا عَدَا مِثْلُ زَيْدٌ قَائِمًا كَعَمْرٍو قَاعِدًا عَلَى الْعَامِلِ

اور مقدم نہ ہوگا یعنی حال زَيْدٌ قَائِمًا كَعَمْرٍو قَاعِدًا کے مثل کے ماسوا میں عامل معنوی پر

الْمَعْنَوِیّ قَدْ عَرَفْتَ فِیْمَا قَبْلُ الْعَامِلَ الْمَعْنَوِیَّ وَاَنَّ مَا هُوَ مُقَدَّرٌ بِالْفِعْلِ اَوْ اِسْمِ الْفَاعِلِ مِثْلِ

تجھے ماقبل میں عامل معنوی کا علم ہو گیا ہے اور یہ (بات بھی معلوم ہوگئی ہے) کہ جو مقدر بہ فعل یا مقدر بہ اسم فاعل ہے جیسے

الظَّرْفِ وَمَا يُشْبِهُهُ اَعْنِیْ الْجَارَ وَالْمَجْرُوْرَ خَارِجٌ عَنْهُ دَاخِلٌ فِی الْفِعْلِ اَوْ شِبْهِهٖ فَعَلٰی هٰذَا

ظرف اور جو اس کے مشابہ ہے یعنی جارومجرور عامل معنوی سے خارج ہیں، فعل میں یا شبہ فعل میں داخل ہیں پس اس بناء پر

مَعْنَی الْكَلَامِ اَنَّ الْحَالَ لَا تَتَقَدَّمُ عَلَی الْعَامِلِ الْمَعْنَوِیِّ اِتِّفَاقًا بِخِلَافِ الظَّرْفِ اَیْ بِخِلَافِ

(مصنف کے) کلام (مذکور) کا معنی یہ ہوگا کہ حال عامل معنوی پر بالاتفاق مقدم نہیں ہو سکتا بخلاف ظرف کے یعنی اس کے خلاف

مَا اِذَا كَانَ الْعَامِلُ ظَرْفًا اَوْ شِبْهَهٗ فَاِنَّ فِیْهِ خِلَافًا فَسِیْبَوَیْهِ لَا یُجَوِّزُهٗ اَصْلًا نَظْرًا اِلٰی ضُعْفِ

کہ جب عامل ظرف یا مشابہ ظرف ہو کیونکہ اس میں اختلاف ہے پس سیبویہ اس کو بالکل جائز نہیں قرار دیتے ظرف کے عمل میں ضعف کی طرف

الظَّرْفِ فِی الْعَمَلِ، وَجَوَّزَهُ الْاَخْفَشُ بِشَرْطِ تَقَدُّمِ الْمُبْتَدَاِ عَلَی الْحَالِ نَحْوُ زَیْدٌ قَائِمًا فِی

نظر کرتے ہوئے اور اخفش نے اس کو جائز قرار دیا ہے حال پر مبتدا کے مقدم ہونے کی شرط کے ساتھ جیسے زَیْدٌ قَائِمًا فِی الدَّارِ،

الدَّارِ فَاَمَّا مَعَ تَاخِیْرِ الْمُبْتَدَاِ عَنِ الْحَالِ فَاِنَّهٗ وَافَقَ سِیْبَوَیْهِ فِی الْمَنْعِ فَلَا یَجُوْزُ قَائِمًا زَیْدٌ فِی

لیکن مبتدا کے حال سے مؤخر ہونے کے وقت وہ منع میں سیبویہ کے موافق ہے لہٰذا قَائِمًا زَیْدٌ فِی الدَّارِ

الدَّارِ وَلَا قَائِمًا فِی الدَّارِ زَیْدٌ اِتِّفَاقًا، وَیَحْتَمِلُ اَنْ یَّكُوْنَ مَعْنَاهُ اَنَّ الْحَالَ وَاِنْ كَانَ مُشَابِهًا لِلظُّرُوْفِ

اور قَائِمًا فِی الدَّارِ زَیْدٌ بالاتفاق جائز نہ ہوگا۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ کلام کا یہ معنی ہو کہ حال اگر چہ ظرف کے مشابہ ہے

لِمَا فِیْهِ مِنْ مَعْنَی الظَّرْفِیَّةِ اِلَّا اَنَّ الظَّرْفَ یَتَقَدَّمُ عَلٰی عَامِلِهِ الْمَعْنَوِیِّ لِتَوَسُّعِهِمْ فِی الظُّرُوْفِ،

کیونکہ اس میں ظرفیت کا معنی ہے مگر ظرف اپنے عامل معنوی سے مقدم ہو جاتی ہے نحویوں کے ظروف میں گنجائش دینے کی وجہ سے

وَالْحَالُ لَا یَتَقَدَّمُ عَلَیْهِ هٰذَا اِذَا لَمْ یَكُنِ الظَّرْفُ دَاخِلًا فِی الْعَامِلِ الْمَعْنَوِیِّ اَمَّا اِذَا جَعَلْتَهٗ دَاخِلًا

اور حال عامل معنوی سے مقدم نہیں ہوتا، یہ اس وقت ہے جب ظرف عامل معنوی میں داخل نہ ہو لیکن جب تم ظرف کو عامل معنوی میں داخل کرو

فِی الْعَامِلِ الْمَعْنَوِیِّ كَمَا هُوَ الظَّاهِرُ مِنْ كَلَامِهِمْ فَالْمُرَادُ هُوَ الْاِحْتِمَالُ الثَّانِیْ لَا غَیْرُ

جیسا کہ نحویوں کے کلام سے ظاہر ہے تو احتمال ثانی ہی مراد ہو گا فقط

خلاصہ متن: ۔صاحب کافیہ فرماتے ہیں کہ اگر ذوالحال نکرہ ہو تو حال کی تقدیم ذوالحال پر واجب ہے۔لیکن حال اپنے

عامل معنوی سے مقدم نہیں ہوسکتا بخلاف ظرف کے۔ اگر عامل معنوی ظرف ہوتو اس سے مقدم ہوسکتا ہے۔

اغراض جامی :اي الحال: سے **شارح کی غرض** تتقدم کی ضمیر کا مرجع بیان کرنا ہے۔

فیما عدا: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال**:۔ آپ کا یہ کہنا کہ حال عامل معنوی پر مقدم نہیں ہوسکتا منقوض ہے زید قائما کعمرو قاعدا کے ساتھ اس لئے کہ اس مثال میں قائما زید سے حال ہے اور یہ عامل معنوی سے مقدم ہے کیونکہ اس میں عامل معنوی تشبیہ ہے جو کاف سے مفہوم ہوتی ہے۔

جواب:۔ یہاں عامل معنوی پر حال کی تقدیم ایک قاعدہ کی وجہ سے ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ جب شیئین مختلفین سے دو حال واقع ہوں یا شئی واحد سے دو حال واقع ہوں دو مختلف اعتباروں سے، اس وقت ہر حال کا اپنے ذوالحال کے ساتھ متصل ہونا ضروری ہوتا ہے اور یہ مثال بھی اسی قبیل سے ہے کیونکہ اس میں قائما زید سے حال ہے اس حیثیت سے کہ وہ مشبہ ہے اور قاعدا عمرو اسے حال ہے اس اعتبار سے کہ وہ مشبہ بہ ہے اسی وجہ سے قائما کا زید کے ساتھ متصل ہونا اور قاعدا کا عمرو اکے متصل ہونا ضروری ہے ورنہ تاخیر کی صورت میں ایک کے حال کا دوسرے کے حال کے ساتھ التباس لازم آئے گا (سوال کابلی ص ۲۳۷)

قد عرفت: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال**:۔ جب مصنف نے ولا تتقدم علی المعنوی بخلاف الظرف کہا تو عامل معنوی اور ظرف کو کیوں بیان نہیں کیا کہ بتلاتے کہ عامل معنوی کسے کہتے ہیں۔

جواب:۔ یہ بات سابق میں معلوم ہوچکی ہے کہ عاملِ معنوی کسے کہتے ہیں اور یہ بھی معلوم ہوچکا ہے کہ وہ لفظ جو مقدر بہ فعل یا مقدر باسم الفاعل ہو مثلا ظرف اور اس کے مشابہ یہ عامل معنوی سے خارج ہیں اور فعل او. شبہ فعل میں داخل ہیں۔ لہذا دوبارہ تعریف کرنے کی ضرورت نہیں ہے نیز یہ عبارت مابعد بخلاف الظرف کیلئے تمہید بھی ہے (سوال کابلی ص ۲۳۸)

فعلی هذا: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال**:۔ ظرف عامل معنوی میں داخل ہے یا فعل اور شبہ فعل میں داخل ہے اگر عامل معنوی میں داخل ہے تو پھر ظرف پر بھی حال کی تقدیم جائز نہیں ہونی چاہے اور اگر ظرف فعل یا شبہ فعل میں داخل ہے تو پھر بخلاف الظرف میں مخالفت کے ساتھ ظرف کی تخصیص درست نہیں اس لئے کہ حال جس طرح ظرف سے مقدم ہوسکتا ہے اسی طرح فعل یا شبہ فعل سے بھی مقدم ہوسکتا ہے تو مصنف کو یوں کہنا چاہیے تھا بخلاف الظرف والفعل وشبہ الفعل۔

جواب:۔ ظرف فعل یا شبہ فعل میں داخل ہے باقی رہی یہ بات کہ مخالفت کے ساتھ ظرف کی تخصیص کیوں کی سو اس کا جواب یہ ہے کہ ظرف میں اختلاف تھا اس لئے اس کی تخصیص کی اب عبارت کا معنی یہ ہوگا کہ حال عامل معنوی پر تو بالاتفاق مقدم نہیں ہوسکتا بخلاف اس صورت کے کہ جب حال کا عامل ظرف یا شبہ ظرف ہوتو اس کے بارے میں اختلاف ہے۔ اختلاف کی

تفصیل یہ ہے کہ(۱) سیبویہ کے نزدیک عامل ظرف اور شبہ ظرف پر حال مقدم نہیں ہوسکتا اس لئے کہ ظرف عمل میں ضعیف ہے اور عامل ضعیف کا معمول اس سے مقدم نہیں ہوسکتا (۲) اخفش کے نزدیک عامل ظرف اور شبہ ظرف پر حال کی تقدیم جائز ہے بشرطیکہ مبتداء حال سے مقدم ہو، جیسے زید قائما فی الدار اور اگر مبتداء حال سے موخر ہوتو پھر اخفش بھی سیبویہ کی موافقت کرتے ہوئے حال کی تقدیم کو ناجائز قرار دیتا ہے اس لئے قائما زید فی الدار اور قائما فی الدار زید بالاتفاق ناجائز ہے کیونکہ اس میں حال مبتدا سے مقدم ہے۔

ویحتمل: سے **شارح کی غرض** متن کی عبارت بخلاف الظرف میں ایک اور احتمال کو بیان کرنا ہے۔ مصنف کا قول **ولا تتقدم علی عامل المعنوی بخلاف الظرف** کے مطلب میں دو احتمال تھے ایک احتمال تو گزر چکا ہے کہ حال عامل معنوی سے بالاتفاق مقدم نہیں ہوسکتا اور بخلاف عامل ظرف یا شبہ ظرف کے کہ اس پر حال کے مقدم ہونے میں اختلاف ہے (۲) دوسرا مطلب یہ ہے کہ حال اگرچہ ظرف کے مشابہ ہے کیونکہ اس میں بھی ظرفیت کا معنی پایا جاتا ہے لیکن حال عاملِ معنوی سے مقدم نہیں ہوسکتا بخلاف ظرف کے کہ وہ عاملِ معنوی سے مقدم ہوسکتا ہے کیونکہ نحاۃ ظرف میں وسعت وگنجائش دیتے ہیں ضابطہ ہے یجوز فی الظروف مالا یجوز فی غیرھا نیز یہ بھی ضابطہ ہے کہ الظروف کالمحارم جس طرح ہر انسان کیلئے محارم ہوتے ہیں اور وہ محارم لیلاً ونہاراً جب چاہیں بغیر اجازت گھر میں داخل ہوتے رہتے ہیں ان کیلئے توسع وفراخدلی کا مظاہرہ کرنا پڑتا ہے یہی حال ظروف کا ہے ان کے کثرۃ دوران واستعمال کی وجہ سے ان میں توسع کیا گیا ہے جہاں بھی ہوں مقدم ہوں مؤخر ہوں ہر حال میں یہ معمول بن جاتی ہیں (سوال یاسوالی ص ۳۶۸)

وھذا اذا لم یکن: سے شارح جامی یہ بتلا رہے ہیں کہ مصنف کی اس عبارت میں دو معنوں کا احتمال تب ہے جب ظرف عامل معنوی میں داخل نہ ہو اور اگر داخل ہو جیسا کہ دوسرے نحویوں کی کلام سے ظاہر ہوتا ہے تو پھر مراد فقط احتمال ثانی ہی ہوگا کہ ظرف عامل معنوی سے مقدم ہوسکتا ہے بخلاف حال کے کہ وہ عامل معنوی سے مقدم نہیں ہوسکتا اس لئے کہ ظرف کے اندر وسعت ہوتی ہے جو غیر ظرف میں نہیں ہوتی۔

تبصرہ: ۔ پہلی توجیہ اور دوسری میں فرق یہ ہے کہ توجیہ اول کے اعتبار سے ظرف عامل بنتی ہے اور توجیہ ثانی کے اعتبار سے معمول بنتی ہے۔

فائدہ: ۔ شارح جامی رحمہ اللہ نے توجیہ ثانی کو یحتمل سے ذکر کر کے اس کے ضعف کی طرف اشارہ کیا کیونکہ یہ سیاق کلام کے ملائم ومناسب نہیں ہے کیونکہ ظرف کو معنوی کے مقابلہ میں ذکر کیا گیا ہے وہ عامل ہے تو مناسب یہی ہے کہ ظرف سے مراد بھی عامل ہو نہ کہ معمول (سوال یاسوالی ص ۳۶۸)

ذوالحال پر حال کی تقدیم کی جائز و ناجائز صورتیں

وَكَمَا لَا تَتَقَدَّمُ الْحَالُ عَلَى الْعَامِلِ الْمَعْنَوِيِّ، كَذٰلِكَ لَا تَتَقَدَّمُ عَلٰى ذِي الْحَالِ الْمَجْرُوْرِ

اور جس طرح حال عامل معنوی پر مقدم نہیں ہوتا اسی طرح حال ذوالحال مجرور پر مقدم نہیں ہوتا

سَوَاءٌ كَانَ مَجْرُوْرًا بِالْإِضَافَةِ أَوْ بِحَرْفِ الْجَرِّ، فَإِنْ كَانَ مَجْرُوْرًا بِالْإِضَافَةِ لَمْ تَتَقَدَّمِ الْحَالُ

خواہ مجرور بالاضافۃ ہو یا بحرف جر، پس اگر ذوالحال مجرور بالاضافۃ ہو تو حال اس پر مقدم نہیں ہوتا بالاتفاق

عَلَيْهِ اِتِّفَاقًا نَحْوُ جَاءَتْنِيْ مُجَرَّدًا عَنِ الثِّيَابِ ضَارِبَةُ زَيْدٍ وَذٰلِكَ لِأَنَّ الْحَالَ تَابِعٌ وَفَرْعٌ لِذِي

جیسے جَاءَتْنِيْ مُجَرَّدًا عَنِ الثِّيَابِ ضَارِبَةُ زَيْدٍ اور یہ اس لیے ہے کہ حال ذوالحال کے

الْحَالِ وَالْمُضَافُ إِلَيْهِ لَا يَتَقَدَّمُ عَلَى الْمُضَافِ فَلَا يَتَقَدَّمُ تَابِعُهُ أَيْضًا، وَإِنْ كَانَ مَجْرُوْرًا

تابع اور فرع ہے اور مضاف الیہ مضاف سے مقدم نہیں ہوتا لہٰذا اس کا تابع بھی اس سے مقدم نہ ہوگا، اور اگر ذوالحال مجرور

بِحَرْفِ الْجَرِّ فَفِيْهِ خِلَافٌ فَسِيْبَوَيْهِ وَأَكْثَرُ الْبَصْرِيِّيْنَ يَمْنَعُوْنَ تَقْدِيْمَهَا عَلَيْهِ لِلْعِلَّةِ الْمَذْكُوْرَةِ

بحرف جر ہو تو اس میں اختلاف ہے پس سیبویہ اور اکثر بصری مذکورہ علت کی وجہ سے حال کی ذوالحال مجرور بحرف جر پر تقدیم کو منع کرتے ہیں

وَهُوَ الْمُخْتَارُ عِنْدَ الْمُصَنِّفِ وَلِهٰذَا قَالَ عَلَى الْأَصَحِّ، وَنُقِلَ عَنْ بَعْضِهِمُ الْجَوَازُ اِسْتِدْلَالًا بِقَوْلِهٖ

اور مصنف کے نزدیک یہی مختار ہے اسی وجہ سے علی الاصح کہا اور بعض نحویوں سے اللہ تعالیٰ کے قول وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِلنَّاسِ

تَعَالٰى وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِلنَّاسِ، وَلَعَلَّ الْفَرْقَ بَيْنَ حَرْفِ الْجَرِّ وَالْإِضَافَةِ أَنَّ حَرْفَ الْجَرِّ مُعَدِّ

سے استدلال کرتے ہوئے جواز نقل کیا گیا ہے، اور شاید حرف جر اور اضافت کے درمیان فرق یہ ہے کہ حرف جر ہمزہ و تضعیف کی طرح

لِلْفِعْلِ كَالْهَمْزَةِ وَالتَّضْعِيْفِ فَكَأَنَّهٗ مِنْ تَمَامِ الْفِعْلِ وَبَعْضِ حُرُوْفِهٖ فَإِذَا قُلْتَ ذَهَبْتُ رَاكِبَةً بِهِنْدٍ

فعل کو متعدی بنانے والا ہے تو گویا حرف جر فعل کے تمام اور اس کے حروف کا ایک حصہ ہے پس جب تم کہو ذَهَبْتُ رَاكِبَةً بِهِنْدٍ

فَكَأَنَّكَ قُلْتَ أَذْهَبْتُ رَاكِبَةً هِنْدًا فَالْمَجْرُوْرُ بِحَسْبِ الْحَقِيْقَةِ لَيْسَ مَجْرُوْرًا، وَأَجَابَ بَعْضُهُمْ

تو گویا تم نے أَذْهَبْتُ رَاكِبَةً هِنْدًا کہا، پس مجرور حقیقت کے اعتبار سے مجرور نہیں (بلکہ منصوب ہے) اور ان نحاۃ میں سے بعض نے استدلال کا

عَنْ هٰذَا الْإِسْتِدْلَالِ بِجَعْلِ كَافَّةً حَالًا عَنِ الْكَافِ وَالتَّاءِ لِلْمُبَالَغَةِ وَبَعْضُهُمْ بِجَعْلِهَا صِفَةً لِمَصْدَرٍ

"کافۃ" کو کاف سے حال اور تا کو مبالغہ کے لیے بنا کر کے جواب دیا ہے، اور بعض (زمخشری) نے کافۃ کو مصدر کی صفت بنا کر

اَیْ رِسَالَةً كَافَّةً وَبَعْضُهُمْ بِجَعْلِهَا مَصْدَرًا كَالْكَاذِبَةِ وَالْعَافِيَةِ وَالْكُلُّ تَكَلُّفٌ وَتَعَسُّفٌ

یعنی رِسَالَةً كَافَّةً جواب دیا ہے اور بعض نے کافۃ کو کاذبۃ وعافیۃ کی طرح مصدر قرار دے کر، اور تمام (جواب) تکلف وتعسف ہیں

خلاصہ متن: ۔صاحب کافیہ سابقہ ضابطہ میں اضافہ فرمار ہے ہیں کہ جس طرح حال اپنے عامل معنوی سے مقدم نہیں ہوسکتا اسی طرح حال ذوالحال مجرور پر بھی اصح قول کے مطابق مقدم نہیں ہوسکتا۔

اغراض جامی: کما لایتقدم: سے **شارح کی غرض** بیانِ عطف ہے۔کہ مصنف کا قول لاعلی المجرور کا عطف عامل معنوی پر ہے اور یہ عطف المشبہ علی المشبہ بہ کے قبیل سے ہے عبارت کا حاصل یہ ہے کہ جس طرح حال عامل معنوی پر مقدم نہیں ہوسکتا اسی طرح حال ذوالحال مجرور پر بھی مقدم نہیں ہوسکتا۔

سواء: سے **شارح کی غرض** بیانِ تعمیم ہے۔ذوالحال مجرور میں تعمیم ہے خواہ ذوالحال مجرور بالاضافت ہو یا مجرور بحرف الجر ہو۔اگر مجرور بالاضافت ہو تو پھر حال ذوالحال پر بالاتفاق مقدم نہیں ہوسکتا جیسے جاء تنی مجرد اعن الثیاب ضاربۃ زید اس میں زید اضافت کی وجہ سے مجرور ہے اور مجرد اس سے حال ہے چونکہ اس میں حال ذوالحال مجرور بالاضافت پر مقدم ہے اس لئے یہ ترکیب ناجائز ہے۔

وذلک: سے **شارح کی غرض** عدم جواز کی وجہ کو بیان کرنا ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ حال ذوالحال کا تابع اور اس کی فرع ہوتا ہے اور مضاف الیہ مضاف سے مقدم نہیں ہوسکتا تو جب مضاف الیہ جو کہ ذوالحال ہے مضاف سے مقدم نہیں ہوسکتا تو حال جو کہ ذوالحال کا تابع ہے اس کی تقدیم بطریقِ اولی جائز نہیں ہوگی۔

بیان اختلاف: ۔اور اگر ذوالحال مجرور بحرف الجر ہو تو اس پر حال کی تقدیم کے جواز اور عدم جواز میں اختلاف ہے، دو مذہب ہیں۔(۱) سیبویہ اور اکثر بصری کہتے ہیں کہ حال کی تقدیم ذوالحال مجرور بحرف الجر پر بھی ناجائز ہے اور مصنف کے نزدیک بھی یہی مختار ہے، اسی وجہ سے مصنف نے علی الاصح کہا۔(۲) بعض نحویوں سے منقول ہے کہ حال ذوالحال مجرور سے مقدم ہوسکتا ہے۔

دلیل: ۔وہ اللہ تعالی کے قول وما ارسلناک الا کافة للناس سے استدلال کرتے ہیں کیونکہ کافۃ الناس سے حال ہے جو مجرور بحرف الجر ہے اور حال اس سے مقدم ہے تو معلوم ہوا کہ حال کی تقدیم ذوالحال مجرور بحرف الجر پر جائز ہے۔

ولعل الفرق: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔**سوال:** ۔وہ بعض نحاۃ جن کے نزدیک ذوالحال مجرور بحرف الجر پر حال کی تقدیم جائز ہے ان کے نزدیک مجرور بالاضافت اور مجرور بحرف الجر میں کیا فرق ہے کہ اول الذکر میں حال کی تقدیم کو ناجائز اور ثانی الذکر میں جائز قرار دیا ہے۔

جواب: ۔حرف جر اور اضافت میں فرق یہ ہے کہ حرف جر فعل لازم کو متعدی بنا دیتے ہیں جس طرح کہ باب افعال کا ہمزہ

اور باب تفعیل کی عین کی تضعیف فعل لازم کو فعل متعدی بنا دیتے ہیں ۔لھذا حرف جر فعل کے تمام اور اس کے حروف میں سے ایک حصہ اور جزء کا درجہ رکھتا ہے جس طرح کہ باب افعال کا ہمزہ اور باب تفعیل کی عین کی تضعیف فعل کا حصہ ہیں ،اور اضافت اس طرح نہیں ہے ،مثلا جب کہا جائے ذھبتُ راکبۃً بھند تو گویا کہ اس نے کہا اذھبت راکبۃً ھندا ۔لہذا مجرور بحرف الجر حقیقت میں مجرور ہی نہیں ہے بلکہ منصوب ہے اسی وجہ سے مجرور بحرف الجر پر حال کی تقدیم جائز ہے بخلاف مجرور بالاضافت کے کہ اس میں ایسا نہیں ہے اس لئے اس میں حال کی تقدیم جائز نہیں ہے۔

واجاب بعضھم: سے **شارح کی غرض** یہ ہے کہ بعض نحوی جو کہ ذوالحال مجرور پر حال کی تقدیم کے جواز کے قائل ہیں وہ قرآن مجید کی آیت وما ارسلناک سے استدلال کرتے ہیں عدم قائلین بالجواز اس کے تین جواب دیتے ہیں شارح ان کو ذکر کر رہے ہیں۔

جواب(۱): ۔امام زجاج نے یہ جواب دیا کہ وما ارسلناک الخ میں کافۃ مجرور بحرف الجر الناس سے حال نہیں ہے بلکہ کاف ضمیر خطاب سے حال ہے۔

والتاء للمبالغۃ: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔**سوال:**۔حال اور ذوالحال میں تذکیر وتانیث کے اعتبار سے مطابقت ضروری ہے اور یہاں مطابقت نہیں پائی جاتی کاف ضمیر ذوالحال مذکر کافۃ مؤنث ہے۔

جواب:۔والتاء للمبالغۃ سے جواب دیا کہ کافۃ کی تاء تانیث کی نہیں بلکہ مبالغہ کی ہے لہذا مطابقت موجود ہے۔

جواب(۲):۔علامہ زمخشری نے یہ جواب دیا کہ کافۃ صفت ہے موصوف محذوف رسالۃ کی ،موصوف صفت مل کر مفعول مطلق ہے ارسلناک کا تقدیر عبارت یوں ہے وما ارسلناک الا رسالۃ کافۃ۔

جواب(۳):۔بعض نے یہ جواب دیا کہ کافۃ کف کے معنی میں ہو کر مفعول مطلق ہے فعل محذوف تکف کا۔

سوال ہوا کہ کافۃ تو اسم فاعل ہے تو یہ مصدر کیسے بنے گا؟

جواب:الکاذبۃ سے جواب دیا کہ کبھی اسم فاعل مصدر کے معنی میں ہوتا ہے جیسے کاذبۃ بمعنی کذب عافیۃ بمعنی عفۃ۔

لیکن شارح جامی فرماتے ہیں کہ جمہور حضرات کی طرف سے جو جوابات دیئے گئے ہیں یہ تمام جوابات تکلف وتعسف سے خالی نہیں۔

تکلفات:۔جواب اول میں یہ تکلف ہے کہ اسم فاعل کے آخر میں تاء مبالغہ کا دخول کلام عرب میں معلوم الوقوع نہیں ہے

(۲) جواب ثانی میں یہ تکلف ہے کہ حذف موصوف کا ارتکاب کرنا پڑتا ہے حذف خلاف اصل ہے۔

(۳) تیسرے جواب میں یہ تکلف ہے کہ کافۃ کا مصدر کے معنی میں استعمال ہونا اور تاء کا مبالغہ کیلئے ہونا کلام عرب میں واقع نہیں ہے (سوال باسولی ص ۳۷۰)

اسم جامد اور مشتق کے حال واقع ہونے کی بحث

وَكُلُّ مَا دَلَّ عَلٰى هَيْئَةٍ اَیْ صِفَةٍ سَوَاءٌ كَانَ الدَّالُّ مُشْتَقًّا اَوْ جَامِدًا صَحَّ اَنْ يَّقَعَ حَالًا

اور ہر وہ چیز جو ہیئت پر دلالت کرے یعنی صفت پر خواہ دلالت کرنے والا (صیغہ) مشتق ہو یا جامد اس کا حال واقع ہونا صحیح ہے

مِنْ غَيْرِ اَنْ يُّؤَوَّلَ الْجَامِدُ بِالْمُشْتَقِّ لِاَنَّ الْمَقْصُوْدَ مِنَ الْحَالِ بَيَانُ الْهَيْئَةِ وَهُوَ حَاصِلٌ بِهٖ

بغیر اس کے کہ اسم جامد کی مشتق کیساتھ تاویل کی جائے، کیونکہ حال سے مقصود ہیئت کا بیان ہے، اور یہ مقصود جامد سے حاصل ہے

وَهٰذَا رَدٌّ عَلٰى جُمْهُوْرِ النُّحَاةِ حَيْثُ شَرَطُوْا اِشْتِقَاقَ الْحَالِ وَتَكَلَّفُوْا فِيْ تَاوِيْلِ الْجَوَامِدِ

اور یہ جمہور نحویوں پر رد ہے کیونکہ انہوں نے حال کے مشتق ہونے کو شرط قرار دیا ہے اور جوامد کی مشتق کے ساتھ تاویل کرنے میں

بِالْمُشْتَقِّ وَمَعَ هٰذَا فَلَا شَكَّ اَنَّ الْاَغْلَبَ فِي الْحَالِ الْاِشْتِقَاقُ مِثْلُ بُسْرًا وَرُطَبًا فِيْ قَوْلِهِمْ

تکلف کیا ہے اور اسکے باوجود کوئی شک نہیں کہ حال میں مشتق ہونا اغلب ہے جیسے عرب کے قول میں بسرا اور رطبا ہے

هٰذَا بُسْرًا وَهُوَ مَا بَقِيَ فِيْهِ حُمُوْضَةٌ اَطْيَبُ مِنْهُ رُطَبًا وَهُوَ مَا فِيْهِ حَلَاوَةٌ صِرْفَةٌ، فَهُمَا مَعَ

هٰذَا بُسْرًا اور وہ وہ کھجور ہوتی ہے جس میں کھٹائی ہو اَطْيَبُ مِنْهُ رُطَبًا اور رطب وہ کھجور ہے کہ جس میں خالص مٹھاس ہو پس وہ دونوں

كَوْنِهِمَا جَامِدَيْنِ حَالَانِ لِدَلَالَتِهِمَا عَلٰى صِفَةِ الْبُسْرِيَّةِ وَالرُّطَبِيَّةِ، وَلَا حَاجَةَ اِلٰى اَنْ يُّؤَوَّلَ

جامد ہونے کے باوجود بسریت اور رطبیت کی صفت پر دلالت کرنے کی وجہ سے حال (واقع ہوئے) ہیں اور اس بات کی حاجت نہیں کہ

الْبُسْرُ بِالْمُبْسِرِ وَالرُّطَبُ بِالْمُرْطِبِ مِنْ اَبْسَرَ النَّخْلُ اِذَا صَارَ مَا عَلَيْهِ بُسْرًا وَاَرْطَبَ

بسر کی مُبْسِر اور رطب کی مُرْطِب کے ساتھ تاویل کی جائے، از اَبْسَرَ النَّخْلُ جب کہ کھجور پر جو پھل ہے وہ بسر ہو جائے اور (ماخوذ از) وَاَرْطَبَ

اِذَا اَصَارَ مَا عَلَيْهِ رُطَبًا وَالْعَامِلُ فِيْ رُطَبًا اَطْيَبُ بِاِتِّفَاقِ النُّحَاةِ وَفِيْ بُسْرًا اَيْضًا عِنْدَ مُحَقِّقِيْهِمْ

جب کہ کھجور پر جو پھل ہے وہ رطب ہو جائے اور رطبا میں عامل بہ اتفاق نحویین اطیب ہے، اور بسر میں بھی محققین نحاۃ کے نزدیک

وَتَقَدَّمَ بُسْرًا عَلٰى اِسْمِ التَّفْضِيْلِ مَعَ ضُعْفِهٖ فِي الْعَمَلِ لِاَنَّهٗ اِذَا تَعَلَّقَ بِشَيْءٍ وَاحِدٍ حَالَانِ

اور بسر اسم تفضیل پر اس کے عمل میں ضعف کے باوجود مقدم ہو گیا، کیونکہ جب ایک شئے کے ساتھ دو حال دو مختلف اعتباروں سے متعلق ہوں

بِاعْتِبَارَيْنِ مُخْتَلِفَيْنِ يَلْزَمُ اَنْ يَلِيَ كُلٌّ مِنْهُمَا مُتَعَلَّقَهٗ وَالْبُسْرِيَّةُ تَعَلَّقَتْ بِالْمُشَارِ اِلَيْهِ

تو لازم ہے کہ ان دونوں (حالوں) میں سے ہر ایک اپنے متعلق (یعنی ذوالحال) کے ساتھ متصل ہو اور بسریت ھذا کے مشار الیہ سے متعلق ہے

بِهٰذَا مِنْ حَيْثُ اَنَّهُ مُفَضَّلٌ وَهٰذِهِ الْحَيْثِيَّةُ وَاِنْ لَمْ تَكُنْ مُعْتَبَرَةً فِيْهِ اِلَّا بَعْدَ اِضْمَارِهِ فِيْ اَطْيَب

اس حیثیت سے کہ وہ مفضل ہے اور یہ حیثیت اگرچہ اس میں معتبر نہیں مگر اطیب میں مشار الیہ کی ضمیر نکالنے کے بعد

لٰكِنَّهُ لَمَّا كَانَ الضَّمِيْرُ بِالنِّسْبَةِ اِلَى الْمُظْهَرِ كَالْعَدَمِ اُقِيْمَ الْمُظْهَرُ مُقَامَهُ وَاَوْجَبُوْا اَنْ يَّلِيَهُ

لیکن جب ضمیر مستتر مظہر کی نسبت کالعدم تھی تو مظہر کو مضمر کے قائم مقام کیا گیا، اور نحویوں نے واجب قرار دیا کہ حال اس مظہر کے ساتھ متصل ہو

وَالرُّطَبِيَّةُ تَعَلَّقَتْ بِهِ مِنْ حَيْثُ اَنَّهُ مُفَضَّلٌ عَلَيْهِ وَهُوَ ضَمِيْرُ مِنْهُ فَيَجِبُ اَنْ يَّلِيَهُ، قَالَ الرَّضِيُّ

اور رطبیت مشار الیہ کے ساتھ اس حیثیت سے متعلق ہے کہ وہ مفضل علیہ ہے اور وہ مفضل علیہ منہ کی ضمیر ہے پس رطباً کیلئے واجب ہے کہ وہ منہ

وَاَمَّا الضَّمِيْرُ الْمُسْتَكِنُّ فِيْ اَفْعَلَ فَاِنَّهُ وَاِنْ كَانَ مُفَضَّلًا لٰكِنَّهُ لَمَّا لَمْ يَظْهَرْ كَانَ كَالْعَدَمِ وَمَعَ

کے ساتھ متصل رہے، رضی نے کہا اطیب میں جو ضمیر مستتر ہے وہ اگرچہ مفضل ہے لیکن وہ ضمیر جب ظاہر نہ تھی تو وہ کالعدم ہوئی، اس کے باوجود میں کوئی

هٰذَا فَلَا اَرٰى بَاْسًا بِاَنْ يُّقَالَ وَاِنْ لَّمْ يُسْمَعْ زَيْدٌ اَحْسَنَ قَائِمًا مِنْهُ قَاعِدًا ،وَذَهَبَ بَعْضُهُمْ اِلٰى

اندیشہ نہیں دیکھتا کہ یہ کہا جائے اگر چہ اسے (اہل عرب سے) نہیں سنا گیا زَيْدٌ اَحْسَنَ قَائِمًا مِنْهُ قَاعِدًا ، اور بعض نحوی اس طرف گئے ہیں کہ

اَنَّ الْعَامِلَ فِيْ بُسْرًا اِسْمُ الْاِشَارَةِ اَيْ اُشِيْرُ اِلَيْهِ حَالَ كَوْنِهِ بُسْرًا وَهٰذَا لَيْسَ بِصَحِيْحٍ لِاَنَّهُ

بسراً میں عامل اسم اشارہ ہے یعنی اُشِيْرُ اِلَيْهِ حَالَ كَوْنِهِ بُسْرًا ، اور یہ صحیح نہیں کیونکہ ہوسکتا ہے کہ

يُمْكِنُ اَنْ يَّكُوْنَ الْمُشَارُ اِلَيْهِ التَّمْرَ الْيَابِسَ فَلَا تَتَقَيَّدُ الْاِشَارَةُ بِحَالَةِ الْبُسْرِيَّةِ وَلِاَنَّهُ يَصِحُّ

مشار الیہ تمر یابس (خشک کھجور) ہو، پس اشارہ بسریت کے حال کے ساتھ مقید نہیں ہوسکتا اور اس لیے کہ اسم اشارہ کی جگہ

حَيْثُ وَقَعَ مَوْقِعَ اِسْمِ الْاِشَارَةِ اِسْمٌ لَا يَصِحُّ اِعْمَالُهُ فِيْهِ نَحْوُ تَمْرَةُ نَخْلَتِيْ بُسْرًا اَطْيَبُ مِنْهُ رُطَبًا

دوسرے ایسے اسم کا واقع ہونا صحیح ہے کہ حال میں اس کا عامل بنانا صحیح نہ ہو جیسے تَمْرُ نَخْلَتِيْ بُسْرًا اَطْيَبُ مِنْهُ رُطَبًا

خلاصہ متن: ۔صاحب کافیہ ایک ضابطہ بتا رہے ہیں کہ ہر وہ لفظ جو کسی ہیئت یعنی صفت پر دلالت کرے خواہ جامد ہو یا مشتق ہو اس کا حال واقع ہونا صحیح ہے یعنی حال کا اسم مشتق ہونا کوئی ضروری نہیں ہے جیسے هٰذَا بُسْرًا اَطْيَبُ مِنْهُ رُطَبًا یہاں بسر اور رطب جامد ہونے کے باوجود صفت بسریت اور صفتِ رطبیت پر دلالت کرنے کی وجہ سے حال واقع ہو رہے ہیں۔

اغراض جامی: اَيْ صِفَةً : سے **شارح کی غرض** ہیئت کے معنی کو بیان کرنا ہے کہ ہیئت کا معنی صفت ہے ہیئۃ کا معنی الحرکات والسکنات وتقدیم بعض الحروف علی البعض مراد نہیں ہے۔

سَوَاءٌ کَانَ الدَّالُ: سے **شارح کی غرض** بیانِ تعیم ہے۔ حال میں تعیم ہے خواہ جامد ہو یا مشتق ہو۔

مِنْ غَیْرِ اَنْ یُؤَوَّلَ: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال**:۔ شارحینِ کافیہ کا اس پر اتفاق ہے کہ صاحب کافیہ کا اس قول سے مقصود جمہور نحویوں پر رد کرنا ہے اور یہ رد صرف اس قول سے نہیں ہوسکتا اس لئے کہ جمہور نحوی بھی اس بات کے قائل ہیں کہ جامد حال واقع ہوسکتا ہے البتہ اس میں اختلاف ہے کہ اسم جامد کو مشتق کی تاویل میں کرنا ضروری ہے یا ضروری نہیں ہے۔ جمہور کہتے ہیں تاویل ضروری ہے جبکہ مصنف رحمہ اللہ کا مذہب ہے بغیر تاویل کے حال بن سکتا ہے تو مصنف کو جامد کے بغیر تاویل کے حال واقع ہونے کو بیان کرنا چاہئے تھا تا کہ جمہور پر رد ہو جاتا۔

جواب:۔ وقوع سے خاص وقوع مراد ہے وہ ہے جامد کو مشتق کی تاویل میں کئے بغیر اس کا حال واقع ہونا صحیح ہے لہذا اس میں جمہور کا رد موجود ہے کیونکہ جمہور کا مذہب یہ ہے کہ اسم جامد مشتق کی تاویل میں کئے بغیر حال واقع نہیں ہوسکتا (سوال کابلی ص۲۳۹، سوال باسولی ص۲۷۰)

لان المقصود: سے **شارح کی غرض** اسم جامد کے مشتق کی تاویل میں کئے بغیر حال واقع ہونے کی دلیل بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ حال سے مقصود ہیئت کو بیان کرنا ہے اور یہ مقصود اسم جامد کے ساتھ بھی حاصل ہوسکتا ہے۔ جب اسم جامد کے ساتھ یہ مقصود حاصل ہوسکتا ہے تو اس کو مشتق کی تاویل میں کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

وهذا رد علی: سے **شارح کی غرض** صاحب کافیہ کی غرض کو بیان کرنا ہے۔ ماتن کی غرض جمہور نحویوں پر رد کرنا ہے جمہور نحوی کہتے ہیں کہ حال کیلئے مشتق ہونا شرط ہے اور اگر کہیں حال اسم جامد ہو تو اس کو مشتق کی تاویل میں کیا جائے گا۔ مصنف نے رد کر دیا کہ ہر وہ لفظ جو ہیئت پر دلالت کرے اس کا حال واقع ہونا صحیح ہے خواہ وہ جامد ہو یا مشتق۔ اسم جامد بغیر کسی تاویل کے حال بن سکتا ہے لیکن اتنی بات ضرور ہے کہ اکثر و اغلب حال مشتق واقع ہوتا ہے جامد کا حال واقع ہونا قلیل ہے۔

مِثْلُ بُسْرًا اَوْ رُطَبًا فِیْ قَوْلِهِمْ: اس عبارت سے شارح جامی کی غرض جواب سوالین مقدرین۔

سوال (۱):۔ مصنف رحمہ اللہ یہاں اسم جامد کے حال واقع ہونے کی مثال بیان فرما رہے ہیں اور وہ مثال فقط بسراً اور رطباً ہے نہ کہ مجموعہ ہذا البسر اطیب منہ رطبا تو مجموعہ کو مثل کا مضاف الیہ بنانا کیسے درست ہے۔

سوال (۲):۔ مضاف الیہ کیلئے مفرد ہونا ضروری ہے کیونکہ مضاف الیہ اسم ہوتا ہے اور اسم مفرد کے اقسام میں سے ہے جبکہ یہاں مثل کا مضاف الیہ ہذا البسر اطیب منہ رطبا جملہ ہے۔

جواب:۔ مثل کے بعد بسراً اور رطباً مقدر کر کے شارح جامی انہی دو سوالوں کا جواب دے رہے ہیں کہ یہاں مثل کا مضاف الیہ محذوف ہے جو کہ بسراً اور رطباً ہے اب دونوں اشکال رفع ہو گئے اول اشکال اس طرح رفع ہو گیا کہ مثال صرف بسراً اور رطباً ہے

اور یہی مثل کا مضاف الیہ ہیں۔ دوسرا اشکال اس طرح رفع ہوگیا کہ مثل کا مضاف الیہ بسراً رطباً ہیں اور یہ مفرد ہیں نہ کہ جملہ۔

<u>وهي مابقي فيه حموضة:</u> سے بسر کا معنی بیان فرمایا کہ بسر اس کھجور کو کہتے ہیں جس میں کچھ کھٹاس ہو۔

<u>وهو ما فيه حلاوة صرفة:</u> رطباً کا معنی بیان کیا وہ کھجور جس میں خالص مٹھاس ہو۔

<u>فهما مع كونهما جامدين:</u> سے شارح کی غرض مثال کی وضاحت کرنا ہے۔ جیسے هذا بسرا اطيب منه رطبا اس میں بسرا اور رطبا یہ دونوں اسم جامد ہیں اور حال واقع ہو رہے ہیں۔ بسرا اطیب کی ھو ضمیر مستتر سے حال ہے اور رطباً منہ کی ضمیر سے حال ہے اس لئے کہ بسر دلالت کرتا ہے صفتِ بسریت پر اور رطب دلالت کر رہا ہے صفتِ رطبیت پر۔ لھذا بسر کو مبسر اور رطب کو مرطب کی تاویل میں کرنے کی ضرورت نہیں جیسا کہ جمہور کرتے ہیں۔

اگر بسر کو مبسر کی تاویل میں کیا جائے تو یہ أَبْسَرَ النَّخْلُ سے ماخوذ ہوگا اور یہ اس وقت کہا جاتا ہے جب وہ پھل جو کھجور کے اوپر ہے وہ بسر ہو جائے۔ اور رطب کو مرطب کی تاویل میں کیا جائے تو اس وقت یہ ماخوذ ہوگا ارطب النخل سے اور یہ اس وقت کہا جاتا ہے جب پھل جو کھجور کے اوپر ہے رطب ہو جائے۔

<u>وَالْعَامِلُ فِيْ رُطَبًا:</u> سے شارح کی غرض حال کے عامل کو بیان کرنا ہے۔ اس مثال میں رطباً میں عامل تو بالاتفاق اطیب ہے لیکن بسر کے عامل بارے میں اختلاف ہے محققین کے نزدیک بسراً میں بھی عامل اطیب ہے۔

<u>وَتَقَدَّمَ بُسْرًا:</u> سے شارح کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ سوال: اطیب اسم تفضیل ہے اور اسم تفضیل ضعیف عامل ہے اور عامل ضعیف کا معمول اس پر مقدم نہیں ہو سکتا تو بسراً کو اطیب کا معمول بنانا کیسے درست ہے۔

جواب: یہ تقدیم ایک قاعدہ کی بناء پر ہے وہ قاعدہ یہ ہے کہ جب شئی واحد سے دو حال دو مختلف اعتباروں سے واقع ہوں تو ان میں سے ہر حال کا اپنے متعلق یعنی ذوالحال کے ساتھ متصل ہونا ضروری ہے اور یہ مثال بھی اسی قبیل سے ہے۔ شئی واحد مشار الیہ بہ ہذا ہے اور دو حال رطباً اور بسراً ہیں اور یہ دونوں متعلق ہیں مشار الیہ بھذا کے ساتھ باعتبارین مختلفین بسراً اس کے ساتھ متعلق ہے اس اعتبار سے کہ وہ مفضل ہے اور رطباً اس کے ساتھ متعلق ہے اس اعتبار سے کہ وہ مفضل علیہ ہے۔ چونکہ بسرا اس اعتبار سے متعلق ہے کہ وہ مفضل ہے لہذا اس کا ہذا کے ساتھ متصل ہونا ضروری ہے تا کہ یہ کلمہ تفضیلیہ پر مقدم ہو جائے کیونکہ مفضل کا من تفضیلیہ سے مقدم ہونا ضروری ہوتا ہے رطباً اس کے ساتھ متعلق ہے اس اعتبار سے کہ وہ مفضل علیہ ہے اور وہ مفضل علیہ منہ کی ضمیر ہے لہذا رطبا کا اسکے متصل ہونا ضروری ہے۔

<u>وَهٰذِهِ الْحَيْثِيَّةُ وَإِنْ لَّمْ يَكُنْ مُعْتَبَرَةً فِيْهِ:</u> سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: بسریت مشار الیہ بہ ہذا کے ساتھ مفضل ہونے کی حیثیت سے اس وقت معتبر ہوگی جب اطیب میں ضمیر لائی جائے

اس سے پہلے اس کو منفصل کہنا باطل ہے لہذا مناسب یہ ہے کہ اس کو اطیب کے بعد ذکر کیا جائے۔

جواب: ۔ یہ حیثیت اس وقت معتبر ہوگی جب اطیب میں ضمیر لائی جائے مگر چونکہ ضمیر اسم ظاہر کی بنسبت کالعدم ہوتی ہے لہذا اسم ظاہر یعنی ہذا کو ضمیر کے قائم مقام کر کے ہذا کے ساتھ بسرا کے اتصال کو واجب کرلیا گیا ہے۔

قَالَ الرَّضِيُّ وَاَمَّا الضَّمِيْرُ الْمُسْتَكِنّ: سے **شارح کی غرض** اپنے قول سابق کہ اسم ظاہر کے ہوتے ہوئے ضمیر کالعدم ہوتی ہے پر شیخ رضی رحمہ اللہ کے قول کو بطور سند و دلیل پیش کرنا ہے۔ شیخ رضی نے بھی کہا ہے کہ اگر چہ فعل میں ضمیر مستتر منفصل ہوتی ہے لیکن جب وہ ظاہر نہیں ہوتی تو وہ کالعدم ہے اور معدوم لیس بشی ہوتا ہے پس اسم اشارہ ہذا منفصل ہو جائے گا کیونکہ یہ ضمیر کے قائم مقام ہے اس اعتبار سے کہ اسم تفضیل کی ضمیر اسی کی طرف راجع ہے اور بسریت ہذا کیساتھ منفصل ہونے کی حیثیت سے متعلق ہے لہذا بسرا کو ہذا کے ساتھ متصل ذکر کیا جائے گا۔

وَمَعَ هٰذَا فَلَا اَرٰی بَأْسًا: سے **شارح کی غرض** مصنف پر اعتراض کرنا ہے۔ **اعتراض:**۔ شیخ رضی نے کہا ہے کہ باوجودیکہ وہ ضمیر کالعدم ہے لیکن اگر زید احسن قائما منه قاعدا کہا جائے تو کوئی حرج نہیں اگر چہ یہ اہل عرب سے مسموع نہیں ہے تو جب زید احسن قیامامنه قاعدا کہنا جائز ہے تو ہذا اطیب بسراً منہ رطباً کہنا بھی جائز ہوگا۔

جواب: ۔ مصنف رحمہ اللہ اور جمہور کی طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ قواعد نحویہ مبنی علی السماع ہیں اور یہ ترکیب مسموع من العرب نہیں ہے صرف آپ کی رائے ہے جیسا کہ وان لم یسمع سے آپ خود اعتراف کر رہے ہیں لہذا لا اریٰ بہ بأسا سے آپ اپنی جس خواہش کا اظہار فرما رہے ہیں اس کی تکمیل نہیں کی جاسکتی لان مسائل النحو بناء علی السمع لا علی الصنع (بناوٹ) (سوال باسولی ص ۳۷۱)

وذهب بعضهم: سے **شارح کی غرض** بسرا کے عامل کے بارے میں مذہب ثانی بیان کر کے اس کو رد کرنا ہے۔ بعض نحویوں نے کہا ہے کہ بسرًا میں عامل اطیب نہیں بلکہ اسم اشارہ ہے۔

اي اشير: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال:**۔ اسم اشارہ تو اسم ہے اور اسم عامل نہیں ہوسکتا پھر آپ کا یہ کہنا کیسے درست ہوا کہ بسرا میں اسم اشارہ عامل ہے۔

جواب:۔ مراد یہ ہے کہ وہ فعل عامل ہے جو اسم اشارہ سے مستنبط ہوتا ہے تقدیر عبارت یوں ہے اشیر الیه حال كونه بسرا۔ لیکن یہ مذہب صحیح نہیں ہے شارح نے اس کی دو وجہیں بیان کی ہیں۔

وجہ اول:۔ یہ ہوسکتا ہے کہ مشار الیہ تمر یا بس (خشک کھجور) ہو تو یہ اشارہ حالت بسریت کے ساتھ مقید نہیں ہوگا۔

وجہ ثانی: ۔ اس مقام میں اسم اشارہ کی جگہ ایسے اسم کو ذکر کرنا بھی صحیح ہے جس کو بسرًا میں عامل بنانا صحیح نہ ہو جیسے تمرة

نخلی بسرا اطیب منه رطبا اس مثال میں اطیب کے علاوہ کوئی ایسا لفظ نہیں کہ وہ بسرا میں عمل کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو لامحالہ یہی کہا جائے گا کہ مذہب اول راجح ہے۔

حال جملہ واقع ہونے کی بحث

وَتَكُوْنُ اَيِ الْحَالُ جُمْلَةً لِدَلَالَتِهَا عَلَى الْهَيْئَةِ كَالْمُفْرَدَاتِ فَصَحَّ اَنْ تَقَعَ حَالًا مِثْلَهَا ،
اور ہوتا ہے یعنی حال جملہ ہیئت (صفت) پر دلالت کرنے کی وجہ سے مفردات کی طرح، لہٰذا اس کا حال واقع ہونا صحیح ہے ان مفردات کی مثل
وَلٰكِنْ يَجِبُ اَنْ تَكُوْنَ الْجُمْلَةُ الْحَالِيَةُ خَبْرِيَّةً مُحْتَمِلَةً لِلصِّدْقِ وَالْكِذْبِ لِاَنَّ الْحَالَ
لیکن واجب ہے کہ جملہ حالیہ خبریہ ہو جو صدق و کذب کا احتمال رکھتا ہے کیونکہ حال
بِمَنْزِلَةِ الْخَبْرِ عَنْ ذِى الْحَالِ وَاِجْرَاؤُهَا عَلَيْهِ فِىْ قُوَّةِ الْحُكْمِ بِهَا عَلَيْهِ وَالْجُمَلُ الْاِنْشَائِيَّةُ
ذوالحال سے بمنزلہ خبر کے ہے اور اس حال کا ذوالحال پر جاری کرنا حال کے ساتھ ذوالحال پر حکم کی قوت میں ہے ،اور انشائیہ جملے
لَا تَصْلُحُ اَنْ يُحْكَمَ بِهَا عَلٰى شَيْءٍ
اس بات کی صلاحیت نہیں رکھتے کہ ان کے ساتھ کسی چیز پر حکم لگایا جائے۔

خلاصہ متن وشرح : ۔صاحب کافیہ اس عبارت میں حال کے بارے میں ایک ضابطہ بتا رہے ہیں۔جس کی شارح وضاحت کر رہے ہیں۔حال کبھی جملہ بھی ہوتا ہے اس لئے کہ حال سے مقصود ہیئت پر دلالت ہوتی ہے اور جملہ بھی مفردات کی طرح ہیئت پر دلالت کرتا ہے لہذا جس طرح مفردات کا حال واقع ہونا صحیح ہے اسی طرح جملہ کا حال واقع ہونا بھی صحیح ہے لیکن یہ ضروری ہے کہ جملہ حالیہ جملہ خبریہ ہو اس لئے کہ حال بالنسبۃ الی ذوالحال بمنزلہ خبر کے ہوتا ہے اور حال کا ذوالحال پر محمول کرنا بمنزلہ محکوم بہ کے ہوتا ہے اور ذوالحال بمنزلہ محکوم علیہ کے ہوتا ہے جس طرح مبتدا محکوم علیہ اور خبر محکوم بہ ہوتی ہے اور جملہ انشائیہ محکوم بہ بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا جب جملہ انشائیہ محکوم بہ نہیں بن سکتا تو حال بھی نہیں واقع ہو سکتا۔

حال جملہ واقع ہونے کی شرائط

وَلَمَّا كَانَتِ الْجُمْلَةُ مُسْتَقِلَّةً فِى الْاِفَادَةِ لَا تَقْتَضِىْ اِرْتِبَاطَهَا
اور جب جملہ فائدہ پہنچانے میں مستقل ہے تو وہ اپنے غیر کے ساتھ
بِغَيْرِهَا وَالْحَالُ مُرْتَبِطَةٌ بِغَيْرِهَا فَاِذَا وَقَعَتِ الْجُمْلَةُ حَالًا لَا بُدَّ لَهَا مِنْ رَابِطَةٍ تَرْبِطُهَا اِلٰى
اپنے ارتباط کا تقاضا نہیں کرتا، پس جب جملہ حال واقع ہو تو اس کے لیے رابطہ کا ہونا ضروری ہے جو اسے ذوالحال سے مربوط کردے

صَاحِبِهَا أَعْنِي الضَّمِيرَ وَالْوَاوَ وَالْجُمْلَةُ الْخَبَرِيَّةُ إِمَّا إِسْمِيَّةٌ أَوْ فِعْلِيَّةٌ وَالْفِعْلِيَّةُ إِمَّا أَنْ

اور وہ رابطہ ضمیر اور واؤ ہے اور جملہ خبریہ یا اسمیہ ہوگا یا فعلیہ، اور فعلیہ یا

يَّكُوْنَ فِعْلُهَا مُضَارِعًا مُثْبَتًا أَوْ مُضَارِعًا مَنْفِيًّا أَوْ مَاضِيًا مُثْبَتًا أَوْ مَاضِيًا مَنْفِيًّا فَهٰذِهٖ خَمْسُ

اس کا فعل مضارع مثبت ہوگا یا مضارع منفی یا ماضی مثبت یا ماضی منفی پس یہ پانچ جملے ہیں

جُمَلٍ، فَالْإِسْمِيَّةُ أَيِ الْجُمْلَةُ الْإِسْمِيَّةُ الْحَالِيَّةُ مُتَلَبِّسَةٌ بِالْوَاوِ وَالضَّمِيرِ مَعًا لِقُوَّةِ الْإِسْمِيَّةِ فِي

پس اسمیہ یعنی جملہ اسمیہ حالیہ متلبس ہوگا واؤ اور ضمیر کے ساتھ اکٹھے (جملہ) اسمیہ کے استقلال میں قوی ہونے کی وجہ سے

الْإِسْتِقْلَالِ فَنَاسَبَ أَنْ تَكُوْنَ الرَّابِطَةُ فِيهَا فِي غَايَةِ الْقُوَّةِ نَحْوُ جِئْتُ وَأَنَا رَاكِبٌ وَ جِئْتَ

تو مناسب ہے کہ جملہ اسمیہ میں رابطہ انتہائی قوت میں ہو، جیسے جِئْتُ وَأَنَا رَاكِبٌ اور جِئْتَ

وَأَنْتَ رَاكِبٌ وَ جَاءَ زَيْدٌ وَهُوَ رَاكِبٌ أَوْ بِالْوَاوِ وَحْدَهَا لِأَنَّهَا تَدُلُّ عَلَى الرَّبْطِ فِي أَوَّلِ الْأَمْرِ

وَأَنْتَ رَاكِبٌ اور جَاءَ زَيْدٌ وَهُوَ رَاكِبٌ یا واؤ کے ساتھ تنہا کیونکہ واؤ اول امر میں ربط پر دلالت

فَاكْتُفِيَ بِهَا مِثْلُ قَوْلِهٖ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ كُنْتُ نَبِيًّا وَآدَمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّيْنِ وَهٰذَا أَيِ

تو اس پر اکتفا کرلیا گیا ہے جیسے آنحضرت ﷺ کا قول کُنْتُ نَبِيًّا وآدم بين الماء والطين اور یہ

الرَّبْطُ بِالْوَاوِ وَحْدَهَا أَوْ بِهَا مَعَ الضَّمِيرِ إِنَّمَا يَكُوْنُ فِي الْحَالِ الْمُنْتَقِلَةِ وَأَمَّا فِي الْحَالِ

یعنی تنہا واؤ کے ساتھ یا واؤ کے ساتھ ضمیر کے ہمراہ ربط حال منتقلہ میں ہی ہوتا ہے، اور حال موکدہ میں

الْمُؤَكِّدَةِ فَلَا تَجُوْزُ الْوَاوُ تَقُوْلُ هُوَ الْحَقُّ لَا شَكَّ فِيهِ وَذٰلِكَ لِأَنَّ الْوَاوَ لَا تَدْخُلُ بَيْنَ

واؤ جائز نہیں تم کہو گے هُوَ الْحَقُّ لَا شَكَّ فِيهِ، اور یہ اس لیے ہے کہ واؤ موکِّد اور موکَّد کے درمیان داخل نہیں ہوتی

الْمُؤَكِّدِ وَالْمُؤَكَّدِ لِشِدَّةِ الْإِتِّصَالِ بَيْنَهُمَا أَوْ بِالضَّمِيرِ وَحْدَهُ عَلٰى ضُعْفٍ لِأَنَّ الضَّمِيرَ

ان دونوں کے مابین شدت اتصال کی وجہ سے، یا ضمیر کے ساتھ تنہا ضعف پر کیونکہ ضمیر کا ابتداء (کلام) میں

لَا يَجِبُ أَنْ يَّقَعَ فِي الْإِبْتِدَاءِ فَلَا يَدُلُّ عَلَى الرَّبْطِ فِي أَوَّلِ الْأَمْرِ نَحْوُ كَلَّمْتُهٗ فُوْهُ إِلٰى فِيَّ

واقع ہونا ضروری نہیں تو وہ اول امر میں ربط پر دلالت نہیں کرتی جیسے كَلَّمْتُهٗ فُوْهُ إِلٰى فِيَّ

مِنَ الْوَاوِ عَلَى الصَّحِيحِ

تو صحیح قول کے مطابق واؤ ضروری ہے

خلاصہ متن : ۔صاحب کافیہ اس عبارت میں حال کے جملہ ہونے کی صورت میں ربط کی ضرورت اور اس کی تفصیل ذکر کر رہے ہیں۔ جب حال جملہ ہو تو اس کے لئے رابطے کا ہونا ضروری ہے۔

اغراضِ جامی : ۔ولما کانت: سے **شارح کی غرض** مابعد کے لئے تمہید کو بیان کرنا ہے اور اس کے بعد شارح متن کی وضاحت کر رہے ہیں۔ تمہید یہ ہے کہ جملہ افادہ میں مستقل ہوتا ہے لہٰذا وہ دوسری شی کے ساتھ ارتباط کا تقاضا نہیں کرتا اور حال ذوالحال کے ساتھ مرتبط ہوتا ہے لہٰذا جب حال جملہ ہو تو اس کے لئے رابطے کا ہونا ضروری ہے جو اس کو ذوالحال کے ساتھ ربط دے اور وہ رابطہ واؤ اور ضمیر ہیں۔ پھر جملہ خبریہ دو حال سے خالی نہیں جملہ اسمیہ ہوگا یا فعلیہ اگر جملہ فعلیہ ہو تو چار حال سے خالی نہیں یا مضارع مثبت ہوگا یا مضارع منفی یا ماضی مثبت یا ماضی منفی ہوگا تو کل پانچ جملے ہو گئے۔

فالاسمیۃ ای الجملۃ الاسمیۃ : سے ہر جملہ کے رابط کی تفصیل بیان کر رہے ہیں۔ اگر جملہ اسمیہ حال ہو تو رابط کی تین صورتیں ہیں (۱) واؤ اور ضمیر دونوں رابط ہوں۔

لانّ: سے اس کی وجہ بیان کر رہے ہیں کہ جملہ اسمیہ استقلال میں قوی تر ہوتا ہے لہٰذا مناسب یہ ہے کہ اس میں رابطہ بھی نہایت قوی ہو اور واضح بات ہے کہ ایک ایک ہوتا ہے دو دو ہوتے ہیں دو کی قوت دو گنا ہو جاتی ہے لہٰذا دونوں رابط ہوں گے جیسے جئت وانا راکب اور جئت وانت راکب اور جاء نی زید وھو راکب تینوں مثالوں میں واؤ اور ضمیر دونوں رابط ہیں۔

(۲) یا رابطہ صرف واؤ کے ساتھ ہو یہ بھی جائز ہے اس لئے کہ واؤ اول امر میں رابطہ پر دلالت کرتی ہے کیونکہ وہ شروع جملہ میں ہوتی ہے۔ لہٰذا اس کے ساتھ اکتفا کرنا جائز ہے جیسے حضور ﷺ کا قول ہے کنت نبیا وادم بین الماء والطین اس میں وآدم بین الماء والطین جملہ حالیہ ہے اور واؤ رابطہ ہے۔

وھذا: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال:**۔ قاعدہ مذکورہ منقوض ہے ھو الحق لا شک فیہ کے ساتھ اس لئے کہ لا شک جملہ اسمیہ ہے جو حق سے حال واقع ہے حالانکہ رابطہ نہ واؤ اور ضمیر دونوں کے ساتھ ہے نہ تنہا واؤ کے ساتھ۔

جواب: ۔ضابطہ مذکورہ حال منتقلہ کے بارے میں ہے حالِ مؤکدہ میں واؤ ربط کیلئے لانا جائز نہیں اس لئے کہ مؤکِد اور مؤکَد کے درمیان شدۃ اتصال کی وجہ سے واؤ ان کے درمیان داخل نہیں ہوتی اور مثال مذکور میں لا شک فیہ حال مؤکدہ ہے اسلئے کوئی اشکال نہیں ہوتا۔

او بالضمیر وحدہ: (۳) یہاں سے ربط کی تیسری صورت کا بیان ہے کہ تنہا ضمیر کے ساتھ ربط ہو لیکن یہ صورت ضعیف ہے۔

لان الضمیر : سے اس کی وجہ بیان فرما رہے ہیں کہ جس طرح واو جملہ کے شروع میں واقع ہوتی ہے اور اول وہلہ میں ربط پر

دلالت کرتی ہے ضمیر میں ایسا نہیں ہے کیونکہ ضمیر کا جملہ کے شروع میں واقع ہونا ضروری نہیں ہے وہ درمیان جملہ میں بھی واقع ہوتی ہے اس لئے وہ اول امر میں ربط پر دلالت نہیں کرے گی لہٰذا وہ رابط ضعیف ہے۔ جیسے کلمته فوه الی فِیَّ، فوه الی فِیَّ جملہ اسمیہ ہے اگر ذوالحال تاء ضمیر ہو تو اس میں فِیَّ کی ضمیر متکلم رابطہ ہے اور اگر فوه الی فی کو کلمته کی ہٗ ضمیر مفعول سے حال بنائیں تو فوہ کی ہ ضمیر رابطہ ہوگی چونکہ ضمیر اول امر میں ربط پر دلالت نہیں کرتی اس لئے وہ ضعیف و کمزور رابط ہے، پہلی دو صورتیں اولیٰ واقوی ہیں۔

مختلف افعال میں ربط واقع ہونے کی تفصیل

وَالْمُضَارِعُ الْمُثْبَتُ اَیِ الْجُمْلَةُ الْفِعْلِيَّةُ الَّتِیْ يَكُوْنُ الْفِعْلُ فِيْهَا مُضَارِعًا

اور مضارع مثبت یعنی وہ جملہ فعلیہ جس میں فعل مضارع مثبت ہوتا ہے

مُثْبَتًا مُتَلَبِّسَةً بِالضَّمِيْرِ وَحْدَهٗ، لِمُشَابَهَتِهٖ لَفْظًا وَمَعْنًی لِاِسْمِ الْفَاعِلِ الْمُسْتَغْنِیْ عَنِ الْوَاوِ نَحْوُ

متلبس ہوگا تنہا ضمیر کے ساتھ اس کی مشابہت کی وجہ سے لفظاً اور معنی اسم فاعل کے ساتھ جو واؤ سے بے نیاز ہے جیسے

جَاءَ نِیْ زَيْدٌ يَسْرَعُ وَمَا سِوَاهُمَا اَیْ مَا سِوَی الْجُمْلَةِ الْاِسْمِيَّةِ وَالْفِعْلِيَّةِ الْمُشْتَمِلَةِ عَلَی

جَاءَ نِیْ زَيْدٌ يَسْرَعُ اور ان دونوں کے ماسوا یعنی جملہ اسمیہ اور جملہ فعلیہ جو مضارع مثبت پر مشتمل ہو کے

الْمُضَارِعِ الْمُثْبَتِ مِنَ الْجُمَلِ الْمُشْتَمِلَةِ عَلَی الْمُضَارِعِ الْمَنْفِیِّ اَوِ الْمَاضِیْ الْمُثْبَتِ اَوِ الْمَنْفِیِّ

ماسوئی یعنی وہ جملے جو مضارع منفی یا ماضی مثبت یا ماضی منفی پر مشتمل ہوں واؤ اور ضمیر

بِالْوَاوِ وَالضَّمِيْرِ مَعًا اَوْ بِاَحَدِهِمَا وَحْدَهٗ مِنْ غَيْرِ ضُعْفٍ عِنْدَ الْاِكْتِفَاءِ بِالضَّمِيْرِ لِعَدَمِ قُوَّةِ اِسْتِقْلَالِهَا

کے ساتھ اکٹھے یا ان میں سے کسی ایک کے ساتھ تنہا ضمیر پر اکتفاء کے وقت بغیر کسی ضعف کے، ان تینوں میں استقلال کی قوت نہ ہونے کی وجہ سے

كَالْاِسْمِيَّةِ، فَالْمُضَارِعُ الْمَنْفِیُّ نَحْوُ جَاءَ نِیْ زَيْدٌ وَمَا يَتَكَلَّمُ غُلَامُهٗ اَوْ جَاءَ نِیْ زَيْدٌ مَا يَتَكَلَّمُ

جملہ اسمیہ کی (قوت استقلال) طرح پس مضارع منفی، جیسے جَاءَ نِیْ زَيْدٌ وَمَا يَتَكَلَّمُ غُلَامُهٗ (واؤ اور ضمیر دونوں کے ساتھ) یا جَاءَ نِیْ زَيْدٌ مَا يَتَكَلَّمُ غُلَامُهٗ

غُلَامُهٗ اَوْ جَاءَ نِیْ زَيْدٌ وَمَا يَتَكَلَّمُ عَمْرٌو وَالْمَاضِیْ الْمُثْبَتُ نَحْوُ جَاءَ نِیْ زَيْدٌ وَقَدْ خَرَجَ

(صرف ضمیر کے ساتھ) جَاءَ نِیْ زَيْدٌ وَمَا يَتَكَلَّمُ عَمْرٌو (صرف واؤ کے ساتھ) اور ماضی مثبت جیسے جَاءَ نِیْ زَيْدٌ وَقَدْ خَرَجَ

غُلَامُهٗ اَوْ جَاءَ نِیْ زَيْدٌ قَدْ خَرَجَ غُلَامُهٗ اَوْ جَاءَ نِیْ زَيْدٌ وَقَدْ خَرَجَ عَمْرٌو، وَالْمَاضِیْ الْمَنْفِیُّ

غُلَامُهٗ (واؤ اور ضمیر کے ساتھ) یا جَاءَ نِیْ زَيْدٌ قَدْ خَرَجَ غُلَامُهٗ (ضمیر کے ساتھ) یا جَاءَ نِیْ زَيْدٌ وَقَدْ خَرَجَ عَمْرٌو (واؤ کے ساتھ) اور ماضی منفی

نَحْوُ جَاءَ نِیْ زَیْدٌ وَمَا خَرَجَ غُلَامُہٗ اَوْ جَاءَ نِیْ زَیْدٌ مَا خَرَجَ غُلَامُہٗ اَوْ جَاءَ نِیْ زَیْدٌ وَمَا خَرَجَ عَمْرٌو

جیسے جاء نی زید وما خرج غلامہ (واؤ اور ضمیر کے ساتھ) یا جاء نی زید ما خرج غلامہ (ضمیر کے ساتھ) یا جاء نی زید وما خرج عمرو (واؤ کے ساتھ)

خلاصہ متن :۔اس عبارت میں دیگر پانچ جملوں میں ربط کی تفصیل بیان کر رہے ہیں جس کی وضاحت شرح میں ہے۔

اغراض جامی :۔<u>والمضارع المثبۃ</u>: سے شارح جامی کی غرض پانچ جملوں میں دوسرا جملہ فعلیہ مضارعہ مثبتہ کے ربط کی تفصیل بیان کرنا ہے عبارت کا حاصل یہ ہے وہ جملہ فعلیہ جس میں مضارع مثبت حال واقع ہو تو اس میں رابط فقط ضمیر ہوگی واو رابط نہیں ہوسکتی۔

<u>لمشابھتہ</u> : سے شارح اس کی وجہ بیان کر رہے ہیں کہ فعل مضارع مثبت لفظا اور معنی اسم فاعل کے مشابہ ہے اور اسم فاعل واؤ سے مستغنی ہوتا ہے لہذا مضارع مثبت بھی واؤ سے مستغنی ہوگا جیسے جاء نی زید یسرع اس میں زید ذوالحال ہے اور یسرع جملہ فعلیہ مثبتہ اس سے حال ہے اس میں ہو ضمیر مستتر رابطہ ہے۔

<u>وما سواھما</u> : شارح جامی کی غرض باقی تین جملوں کے رابط کی تفصیل بیان کرنا ہے حاصل یہ ہے کہ جملہ اسمیہ اور جملہ فعلیہ مضارعہ مثبتہ کے ماسواء جو جملے ہیں یعنی جملہ فعلیہ (۱) مضارع منفی (۲) یا ماضی مثبت (۳) یا ماضی منفی جب ان میں سے کوئی حال واقع ہو تو ان میں رابطہ کی تین صورتیں ہیں (۱) واو اور ضمیر دونوں رابط ہوں (۲) فقط واو رابط ہو (۳) فقط ضمیر رابط ہو بغیر ضعف کے۔ یہ تیسری صورت جملہ اسمیہ میں تو ضعیف تھی لیکن ان تین جملوں میں ضعیف نہیں ہے کیونکہ ان جملوں میں وہ قوت استقلال موجود نہیں جو جملہ اسمیہ میں تھی اس لئے ادنی اور ضعیف رابط بھی کارگر ہو جائے گا فقط ضمیر پر اکتفاء جائز ہوگا بلا ضعف۔

امثلہ:۔<u>فالمضارع المنفی</u> : سے شارح جامی تینوں جملوں کی مثالیں بیان کر رہے ہیں۔

مضارع منفی کی مثالیں (۱) جاء نی زید وما یتکلم غلامہ اس میں واؤ اور ضمیر دونوں رابطہ ہیں (۲) جاء نی زید ما یتکلم غلامہ اس میں فقط ضمیر رابطہ ہے (۳) جاء نی زید وما یتکلم عمرو اس میں فقط واؤ رابطہ ہے۔

ماضی مثبت کی مثالیں (۱) جاء نی زید وقد خرج غلامہ اس میں واو اور ضمیر دونوں رابطہ ہیں (۲) جاء نی زید قد خرج غلامہ اس میں فقط ضمیر رابطہ ہے (۳) جاء نی زیدٌ وقد خرج عمرو اس میں فقط واو رابط ہے۔

اور ماضی منفی کی مثالیں (۱) جاء نی زید وما خرج غلامہ اس میں واؤ اور ضمیر دونوں رابطہ ہیں (۲) جاء نی زید ما خرج غلامہ اس میں فقط ضمیر رابطہ ہے (۳) جاء نی زید وما خرج عمرو اس میں فقط واؤ رابطہ ہے۔

جملہ ماضیہ حالیہ میں قد کی موجودگی کی بحث

وَلَا بُدَّ فِي الْمَاضِي الْمُثْبَتِ لَا الْمَنْفِي مِنْ دُخُوْلِ لَفْظَةِ قَدْ الْمُقَرِّبَةِ زَمَانَ الْمَاضِيْ إِلَى

اور ضروری ہے ماضی مثبت میں ماضی منفی میں نہیں لفظ قد کا داخل ہونا جو (قد) از روئے لغت کے ماضی کے زمانے کو حال

الْحَالِ لُغَةً عَلَى الْمَاضِي الْمُثْبَتِ الْوَاقِعِ حَالًا لِيَدُلَّ بِهَا عَلٰى قُرْبِ زَمَانِهٖ إِلٰى زَمَانِ

کے قریب کرتا ہے ماضی مثبت پر جو حال واقع ہو، تا کہ قد کے ذریعے ماضی مثبت کے زمانے کے ذوالحال سے فعل کے صادر ہونے

صُدُوْرِ الْفِعْلِ مِنْ ذِى الْحَالِ اَوْ وُقُوْعِهٖ عَلَيْهِ تَجَوُّزًا لِاَنَّ الْمُتَبَادِرَ مِنَ الْمَاضِي الْمُثْبَتِ إِذَا

یا اس پر فعل کے واقع ہونے کے زمانے سے قریب ہونے پر مجازی طور پر دلالت کرے کیونکہ متبادر ماضی مثبت سے جبکہ حال واقع ہو

وَقَعَ حَالًا اَنَّ مُضِيَّهٗ إِنَّمَا هُوَ بِالنِّسْبَةِ إِلٰى زَمَانِ الْعَامِلِ فَلَا بُدَّ مِنْ قَدْ حَتّٰى تُقَرِّبَهٗ إِلَيْهِ فَيُقَارِنَهٗ،

یہ ہے کہ اس کا ماضی ہونا عامل کے زمانے کے ہی اعتبار سے ہے لہٰذا قد کا ہونا ضروری ہے تا کہ وہ اس کو عامل کے زمانے کے قریب کر دے

وَهٰذَا بِخِلَافِ مَذْهَبِ الْكُوْفِيِّيْنَ فَإِنَّهُمْ لَا يُوْجِبُوْنَ قَدْ ظَاهِرَةً وَلَا مُقَدَّرَةً سَوَاءٌ كَانَتْ ظَاهِرَةً

اور یہ کوفیوں کے مذہب کے خلاف ہے کہ وہ قد کو واجب قرار نہیں دیتے نہ ظاہر اور نہ مقدر، خواہ قد لفظ میں (ظاہر) ہو

فِي اللَّفْظِ، نَحْوُ جَاءَنِيْ زَيْدٌ قَدْ رَكِبَ غُلَامُهٗ اَوْ مُقَدَّرَةً مَنْوِيَّةً نَحْوُ قَوْلِهٖ تَعَالٰى اَوْ جَاءُوْكُمْ

جیسے جَاءَنِيْ زَيْدٌ قَدْ رَكِبَ غُلَامُهٗ (تنہا ضمیر کے ساتھ) یا مقدر منوی (نیت میں باقی) جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے اَوْ جَاءُوْكُمْ

حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ اَيْ قَدْ حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ، وَهٰذَا بِخِلَافِ مَذْهَبِ سِيْبَوَيْهِ وَالْمُبَرِّدِ،

حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ یعنی قَدْ حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ، اور یہ سیبویہ اور مبرد کے مذہب کے خلاف ہے

فَإِنَّهُمَا لَا يُجَوِّزَانِ حَذْفَ قَدْ فَسِيْبَوَيْهِ يُؤَوِّلُ قَوْلَهٗ تَعَالٰى حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ بِقَوْمًا حَصِرَتْ

... دونوں قد کے حذف کو جائز نہیں ٹھہراتے پس سیبویہ اللہ تعالیٰ کے قول حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ کی قَوْمًا حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ

صُدُوْرُهُمْ فَتَكُوْنُ جُمْلَةُ حَصِرَتْ صِفَةَ مَوْصُوْفٍ مَحْذُوْفٍ وَهُوَ الْحَالُ وَالْمُبَرِّدُ يَجْعَلُهٗ جُمْلَةً

سے تاویل کرتے ہیں لہٰذا جملہ حَصِرَتْ موصوف محذوف (قوما) کی صفت ہوگا اور وہ (موصوف محذوف) حال ہے اور مبرد اس کو جملہ دعائیہ

دُعَائِيَّةً وَإِنَّمَا لَمْ يُشْتَرَطْ ذٰلِكَ فِي الْمَنْفِيِّ لِاسْتِمْرَارِ النَّفْيِ بِلَا قَاطِعٍ، فَيَشْمَلُ زَمَانَ الْفِعْلِ

بناتے ہیں اور ماضی منفی میں دخول قد کی شرط کسی مانع کے بغیر استمرار نفی کی وجہ سے نہیں لگائی گئی پس نفی فعل کے زمانے کو شامل ہوگی

خلاصہ متن:۔صاحب کافیہ حال کے بارے میں ایک اور ضابطہ بیان فرماتے ہیں کہ جب ماضی مثبت حال واقع ہو تو اس پر قد کا دخول ضروری ہے پھر عام ہے وہ قد ظاہر ہو یا مقدر۔

اغراض جامی: لا المنفی سے شارح کی غرض بیان فائدہ ہے۔کہ المثبت کی قید احترازی ہے اس سے ماضی منفی سے احتراز ہے۔

دخول: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔من کا قد پر دخول جائز نہیں اس لئے کہ من حرف جر ہے اور حرف جر اسم پر داخل ہوتا ہے اور قد اسم نہیں بلکہ حرف ہے۔

جواب:۔یہ ہے کہ من قد پر داخل نہیں ہے بلکہ اس کا مدخول محذوف ہے جو کہ دخول ہے۔

لفظۃ: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔**سوال**:۔دخول کی اضافت قد کی طرف صحیح نہیں ہے اس لئے کہ مضاف الیہ کیلئے اسم ہونا ضروری ہے اور قد اسم نہیں بلکہ حرف ہے۔

جواب:۔یہاں قد سے مراد لفظ قد ہے اور جب حرف سے مراد اس کا لفظ ہو تو وہ اس حرف کا علم ہو جاتا ہے جو ترکیب کے اندر موجود ہے پس وہ اسم بن جاتا ہے لہذا قد کا مضاف الیہ بننا صحیح ہوا (سوال باسولی ص ۲۷۴) المقربۃ: یہ صفت موضحہ ہے۔

لیدل: سے **شارح کی غرض** ماضی مثبت کے حال واقع ہونے کی صورت میں اس پر دخول قد کے لازم ہونے کی وجہ بیان کرنا ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ حال اور اس کے عامل کے زمانے میں اتحاد ضروری ہوتا ہے اور جب ماضی مثبت حال واقع ہو تو اس کا زمانہ عامل کے زمانے سے متقدم ہوگا زمانے میں اتحاد نہ رہیگا لہذا ماضی مثبت پر قد کا دخول ضروری ہے تاکہ وہ قد ماضی مثبت کے زمانے کو ذوالحال سے صدور فعل یا ذوالحال پر وقوع فعل کے زمانے کے قریب کر دے چونکہ قریب شے حکما اس شی کے مقارن ہوتی ہے لہذا حکما حال کا زمانہ عامل کے زمانے سے متحد ہو جائے گا۔

تَجوُّزاً: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔**سوال**:۔قد ماضی کو حال لغوی (یعنی زمان متکلم) کے قریب کرنے کے لئے موضوع ہے اور ہماری بحث حال اصطلاحی میں ہے۔

جواب:۔قد اول میں حقیقت اور ثانی میں مجاز ہے یہاں مجازی معنی مراد ہے۔

لان المتبادر: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔**سوال**:۔جب ماضی مثبت حال واقع ہو اور اس کا عامل مضارع ہو تو اسوقت ماضی مثبت پر قد کا داخل ہونا تو درست ہوگا لیکن جب عامل بھی ماضی ہو تو اس وقت ماضی مثبت پر قد کا دخول درست نہیں ہوگا اس لئے کہ وہ دونوں ماضی ہیں تو ماضی کو حال کے قریب کرنے کا کوئی معنی نہیں ہوگا لہذا ماضی مثبت پر قد کے دخول کا کوئی فائدہ نہیں۔

جواب:۔ جب ماضی مثبت حال واقع ہوتو اس سے متبادر الی الذہن یہی ہے کہ اس کا ماضی ہونا عامل کے زمانہ کے اعتبار سے ہوگا گویا عامل کا زمانہ مقدم ہوگا حال کے زمانہ سے لہذا جب عامل ماضی ہوتو اس وقت بھی ماضی مثبت پر قد کا دخول بلا فائدہ نہیں ہوگا۔

وھذا بخلاف: سے **شارح کی غرض** دخول قد کے بارے میں بیانِ اختلاف ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ جب ماضی مثبت حال واقع ہوتو اس پر قد کے دخول کا لازم ہونا نحاۃ بصرہ کا مذہب ہے اور نحاۃ کوفہ کے نزدیک ماضی مثبت پر قد کا دخول لازم نہیں ہے نہ ظاہرا نہ مقدرا۔

سواء: سے **شارح کی غرض** بیانِ ترکیب ہے۔ کہ ظاہرۃ اومقدرۃ یہ کان محذوف کی خبر ہے۔ عبارت کا حاصل یہ ہے کہ قد میں تعمیم ہے خواہ ظاہر فی اللفظ ہو یا مقدر منوی ہو۔ قد ظاہر فی اللفظ کی مثال **جاء نی زید قد رکب غلامہ** اور قد مقدر کی مثال او **جاء وکم حصرت صدورھم** حصرت صدورہم حال ہے جاء کی واؤ ضمیر سے اور قد مقدر ہے اصل میں قد حصرت صدورہم تھا۔

وھذا الخ: سے **شارح کی غرض** اختلاف کی وضاحت کرنا ہے۔ یعنی ماضی مثبت کا قد مقدر کیساتھ حال ہونے کو جائز رکھنا یہ سیبویہ اور مبرد کے مذہب کیخلاف ہے۔ اس لئے کہ یہ دونوں قد کے حذف کو جائز نہیں رکھتے۔ اور اللہ تعالی کے قول **جاء وکم حصرت صدورھم** میں تاویل کرتے ہیں اور حصرت کے حال ہونے کا انکار کرتے ہیں۔ سیبویہ کہتا ہے کہ **حصرت صدورھم** صفت ہے موصوف محذوف کی جو کہ قوما ہے اور قوما حال ہے۔ اصل عبارت یوں تھی **جاء وکم قوما حصرت صدورھم** اور مبرد کہتا ہے **حصرت صدورھم** جملہ بدعائیہ ہے جملہ حالیہ نہیں ہے اور اگر جملہ حالیہ ہوتو معنی یہ ہوگا وہ تمہارے پاس آئے درانحالیکہ انکے دل تنگ ہو چکے تھے اور اگر جملہ بدعائیہ ہوتو معنی یہ ہوگا وہ تمہارے پاس آئے، خدا کرے ان کے سینے تنگ ہو جائیں۔

وانما لم یشترط: سے **شارح کی غرض** ماضی منفی میں دخول شرط نہ ہونے کی وجہ کا بیان ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اس پر قد کے دخول کا کوئی فائدہ نہیں ہے کیونکہ جب ماضی کی نفی کی جائے تو نفی وقتِ انتفاء سے لے کر ذوالحال سے صدور فعل یا ذوالحال پر وقوع فعل تک دائمی اور ہمیشہ ہوتی ہے لہذا حال کا زمانہ عامل کے زمانے کے مقارن ہو جائے گا اس لئے قد کے دخول کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

حال کے عامل کے حذف جوازی کی صورت

وَيَجُوزُ حَذْفُ الْعَامِلِ فِي الْحَالِ لِقِيَامِ قَرِينَةٍ حَالِيَةٍ كَقَوْلِكَ لِلْمُسَافِرِ اَیِ الشَّارِعِ فِي
اور جائز ہے حذف کرنا عامل کا حال میں قرینہ حالیہ کے قیام کے وقت جیسے مسافر کے لیے تمہارا قول ہے یعنی اس شخص کے لیے جو سفر میں شروع

السَّفرِ اَوِ الْمُتَهَيِّءِ لَهٗ رَاشِدًا مَهْدِيًّا اَیْ سِرْ رَاشِدًا مَهْدِيًّا بِقَرِيْنَةِ حَالِ الْمُخَاطَبِ وَقَوْلُهٗ
ہو رہا ہے یا اس کے لیے تیار ہو رہا ہے رَاشِدًا مَهْدِيًّا یعنی سِرْ رَاشِدًا مَهْدِيًّا مخاطب کے حال کے قرینے کی وجہ سے، اور قائل کا قول
مَهْدِيًّا اِمَّا صِفَةٌ لِرَاشِدًا اَوْ حَالٌ بَعْدَ حَالٍ اَوْ مَقَالِيَّةٍ كَقَوْلِكَ رَاكِبًا لِمَنْ يَقُوْلُ كَيْفَ
مَهْدِيًّا یا رَاشِدًا کے لیے صفت ہے یا حال کے بعد حال (مترادف) ہے، یا (قرینہ) مقالیہ (کی وجہ) سے جیسا کہ تمہارا قول رَاكِبًا
جِئْتَ اَیْ جِئْتُ رَاكِبًا بِقَرِيْنَةِ السُّؤَالِ وَمِنْهُ قَوْلُهٗ تَعَالٰی اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ لَّنْ نَّجْمَعَ
اس شخص کے جواب میں جو کہے كَيْفَ جِئْتَ یعنی جِئْتُ رَاكِبًا قرینہ سوال کی وجہ سے، اور اسی سے اللہ تعالیٰ کا قول اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ لَّنْ نَّجْمَعَ
عِظَامَهٗ بَلٰی قَادِرِيْنَ اَیْ بَلٰی نَجْمَعُهَا قَادِرِيْنَ
عِظَامَهٗ بَلٰی قَادِرِيْنَ ہے یعنی بَلٰی نَجْمَعُهَا قَادِرِيْنَ

خلاصہ متن: ۔صاحب کافیہ فرماتے ہیں کہ حال کے عامل کو بوقت قیام قرینہ حذف کرنا جائز ہے جیسے رَاشِدًا مَهْدِيًّا یہ اصل میں سِرْ رَاشِدًا مَهْدِيًّا تھا۔

اغراض جامی :فی الحال: سے **شارح کی غرض** اس بات کی طرف اشارہ کرنا کہ العامل پر الف لام عہد کا ہے اس سے خاص حال کا عامل مراد ہے نہ مطلق عامل تا کہ خروج عن المبحث والا اشکال لازم نہ آئے۔

لقیام قرینۃ: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔**سوال :** یہ قاعدہ منقوض ہے جاءنی زیدٌ راکباً میں راکباً کے ساتھ کیونکہ راکباً حال ہے لیکن اس کے عامل کو حذف کرنا جائز نہیں ہے۔

جواب : یہاں حذف عامل سے مطلقاً حذف عامل مراد نہیں ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ جب کوئی قرینہ موجود ہو تو عامل کو حذف کرنا جائز ہے (سوال کابلی ص۲۴۲)

حالیۃ......او مقالیۃ: سے شارح جامی رحمہ اللہ کی غرض قرینہ کی اقسام بیان کر کے ان میں تعمیم کرنا ہے قرینہ کی دو قسمیں ہیں (۱) حالیہ (۲) مقالیہ یہاں قرینہ میں تعمیم ہے خواہ حالیہ ہو یا مقالیہ ہو۔قرینہ حالیہ کی مثال جیسے مسافر جو سفر کی تیاری کر رہا ہو کو کہا جائے راشدا مہدیا اصل میں تھا سر راشدا مہدیا تو مسافر کے حال کو دیکھ کر کہ وہ چلنے کی تیاری کر رہا ہے عامل سِرْ کو حذف کر دیا گیا۔مہدیاً یا راشدا کی صفت ہے یا سِرْ کی ضمیر سے حال ثانی ہے یہ حالین مترادفین ہیں۔

ای الشارع فی السفر: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : مسافر تو وہ ہے جو سفر شروع کر چکا ہو اور مسافرت کا معتدبہ حصہ طے کر چکا ہو تو اس کو راشدا مہدیاً کہنے کا کیا فائدہ؟

جواب: یہاں مسافر سے وہ مسافر مراد ہے جو ابتداء سفر میں ہو ابھی سفر کا آغاز ہی کیا ہو یا سفر شروع نہ کیا ہو لیکن سفر کیلئے بالکل تیار کھڑا ہو۔

او مقالیۃ: سے قرینہ مقالیہ کی مثال بیان کر رہے ہیں قرینہ مقالیہ سے قرینہ لفظیہ مراد ہے خواہ وہ سائل کی کلام میں ہو یا مخاطب کی کلام میں۔ اس کی دو مثالیں بیان کیں (۱) ایک آدمی نے مخاطب سے سوال کیا کیف جئت اس نے جواب دیا راکبا۔ راکبا حال ہے اس کا عامل جئت محذوف ہے قرینہ سائل کا سوال ہے (۲) ایحسب الانسان ان لن نجمع عظامہ بلی قادرین۔ قادرین حال ہے اس کا عامل نجمعہا محذوف ہے قرینہ لفظ بلی ہے جو ایجاب بعد النفی کیلئے آتا ہے (سوال کابلی ص ۲۴۲، سوال باسولی ص ۲۷۵)

حال کے عامل کے حذف وجوبی کی صورت

وَيَجِبُ حَذْفُ الْعَامِلِ فِيْ بَعْضِ الْاَحْوَالِ الْمُؤَكَّدَةِ
اور واجب ہے عامل کا حذف بعض حال مؤکدہ میں
وَهِيَ اَيِ الْحَالُ الْمُؤَكَّدَةُ مُطْلَقًا هِيَ الَّتِيْ لَا تَنْتَقِلُ مِنْ صَاحِبِهَا مَا دَامَ مَوْجُوْدًا
اور وہ یعنی حال مؤکدہ مطلقا وہ ہے کہ اپنے ذو الحال سے جب تک وہ موجود ہو غالب طور پر
غَالِبًا بِخِلَافِ الْمُنْتَقِلَةِ وَالْمُنْتَقِلَةُ قَيْدٌ لِلْعَامِلِ بِخِلَافِ الْمُؤَكَّدَةِ مِثْلُ زَيْدٌ اَبُوْكَ عَطُوْفًا
منتقل نہیں ہوتا بخلاف حال منتقلہ کے، اور حال منتقلہ عامل کے لیے قید ہوتا ہے بخلاف حال مؤکدہ کے جیسے زَيْدٌ اَبُوْكَ عَطُوْفًا
فَإِنَّ الْعَطُوْفِيَّةَ لَا تَنْتَقِلُ عَنِ الْاَبِ فِيْ غَالِبِ الْاَمْرِ اَيْ اَحِقُّهُ بِفَتْحِ الْهَمْزَةِ اَوْ ضَمِّهَا مِنْ حَقَقْتُ
پس عطوفیت غالب امر میں باپ سے منتقل نہیں ہوتی یعنی اَحِقُّهُ ہمزہ کے فتح یا اس کے ضمہ کے ساتھ از حَقَقْتُ الْاَمْرَ
الْاَمْرَ بِمَعْنٰى تَحَقَّقْتُهُ وَصِرْتُ مِنْهُ عَلٰى يَقِيْنٍ اَوْ مِنْ اَحْقَقْتُ الْاَمْرَ بِهٰذَا الْمَعْنٰى بِعَيْنِهٖ اَوْ
بمعنی تَحَقَّقْتُهُ اور میں اس بات سے یقین پر ہو گیا یا (بر تقدیر ضمہ ہمزہ) اَحْقَقْتُ الْاَمْرَ سے ہے بعینہ اسی معنی کے ساتھ یا
بِمَعْنٰى اُثْبِتُهُ اَيْ تَحَقَّقْتُ اُبُوَّتَهُ لَكَ وَصِرْتُ عَلٰى يَقِيْنٍ اَوْ اُثْبِتُهَا لَكَ عَطُوْفًا وَقَالَ
اُثْبِتُهُ کے معنی میں ہو یعنی تَحَقَّقْتُ اُبُوَّتَهُ لَكَ اور میں اس بات سے یقین پر ہو گیا یا اُثْبِتُهَا لَكَ عَطُوْفًا کے معنی میں ہے۔ اور صاحب مفتاح نے کہا
صَاحِبُ الْمِفْتَاحِ اَحَقُّ التَّقْدِيْرَاتِ عِنْدِيْ اَنْ يُقَدَّرَ يَحْنِيْ عَطُوْفًا
میرے نزدیک سب تقدیرات سے بہتر یہ ہے کہ يَحْنِيْ عَطُوْفًا مقدر کیا جائے

خلاصہ متن: صاحب کافیہ حذف جوازی کی صورت بیان کرنے کے بعد حذف وجوبی کا ذکر کر رہے ہیں کہ بوقت

قیامِ قرینہ اگر حال مؤکدہ ہے تو اس کے عامل کو حذف کرنا واجب ہے جیسے زَیْدٌ اَبُوْکَ عَطُوْفًا اصل میں زَیْدٌ اَبُوْکَ اَحِقُّه عَطُوْفًا تھا۔

اغراض جامی :حذف العامل: سے **شارح کی غرض** بیانِ مرجع ہے کہ یجب کی ضمیر کا مرجع حذف العامل ہے۔

بعض الاحوال : سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔**سوال**:۔ شهد الله انه لا اله الا هو الی قوله قائما بالقسط میں قائما حال مؤکدہ ہے حالانکہ اس کے عامل کو حذف کرنا واجب نہیں ہے بلکہ شَھِدَ عامل مذکور ہے۔

جواب:۔احوال مؤکدہ سے بعض احوال مؤکدہ مراد ہیں نہ کہ کل احوال مؤکدہ کیونکہ حال مؤکدہ کی دو قسمیں ہیں (۱) جو جملہ اسمیہ کے مضمون کیلئے مؤکد ہو (۲) جو مضمونِ جملہ فعلیہ کیلئے مؤکد ہو۔عامل کے حذف کا وجوب پہلی قسم میں ہے دوسری نوع میں حذف عامل واجب نہیں ہے۔

وهی الخ : سے **شارح کی غرض** حال موکدہ کی تعریف کرنا ہے۔حال مؤکدہ خواہ اس کے عامل کو حذف کرنا واجب ہو یا نہ ہو وہ ہے کہ جو اپنے ذوالحال سے جب تک کہ ذوالحال موجود ہے غالب و اکثر اوقات میں جدا نہ ہو بخلاف حال منتقلہ کے کہ وہ اکثر اوقات ذوالحال سے جدا ہو جاتا ہے۔

والمنتقلة : سے **شارح کی غرض** حال مؤکدہ اور منتقلہ کے درمیان دوسرے فرق کو بیان کرنا ہے۔پہلا فرق تعریف میں گزر چکا کہ مؤکدہ غالباً ذوالحال سے جدا نہیں ہوتا منتقلہ جدا ہو جاتا ہے۔منتقلہ عامل کے لئے قید ہوتا ہے جبکہ حال مؤکدہ عامل کے لئے قید نہیں ہوتا بلکہ اس کے لئے تاکید ہوتا ہے۔

مثل زید ابوک عطوفا: سے شارح جامی کی غرض حال مؤکدہ کی مثال کی وضاحت کرنا ہے کہ اس میں عطوفا حال مؤکدہ ہے اس لئے کہ عطوفیت یعنی شفقت اکثر باپ سے جدا نہیں ہوتی اس کا عامل وجوبی طور پر محذوف ہے جو کہ احق ہے۔اور احقه کو بضم الھمزہ اور بفتح الھمزہ دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں اگر اس کو بفتح الھمزہ پڑھیں تو یہ ماخوذ ہوگا حَقَقْتُ الامر سے معنی ہوگا کہ میں اس سے یقین پر ہو گیا۔اور اگر بضم الھمزہ ہو تو یہ احققت الامر سے ماخوذ ہوگا اس کا معنی بھی بعینہٖ حققت الامر والا ہوگا یا اس کا معنی اثبتہٗ یعنی میں نے اس کی ابوت کو تیرے لئے ثابت کیا اور میں یقین پر ہو گیا۔صاحب مفتاح نے کہا ہے کہ میرے نزدیک تمام تقدیرات سے بہتر یہ ہے کہ یہاں یَتَحَنَّنُ فعل کو مقدر مانا جائے معنی یہ ہوگا کہ زید تیرا باپ ہے جو مائل ہوتا ہے دراں حالیکہ وہ مہربان ہے۔

حذف وجوبی کی شرط

وَشَرْطُهَا اَیْ شَرْطُ وُجُوْبِ
اور اس کی شرط یعنی حال کے عامل کے حذف کے واجب ہونے کی

حَذْفِ عَامِلِهَا اَنْ تَكُوْنَ مُقَرِّرَةً اَیْ مُؤَكِّدَةً لِمَضْمُوْنِ جُمْلَةٍ اِحْتَرَزَ بِهٖ عَمَّا يُؤَكِّدُ بَعْضَ

شرط یہ ہے کہ حال مقررہ ہو یعنی مؤکدہ ہو مضمون جملہ کے لیے مصنف نے اس قید سے اس حال سے احتراز کیا ہے جو جملے کے بعض

اَجْزَائِهَا كَالْعَامِلِ فِیْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى وَاَرْسَلْنَاكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا فَاِنَّهٗ لَا يَجِبُ حَذْفُهٗ اِسْمِيَّةٍ

اجزاء کی تاکید کرتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے قول وَاَرْسَلْنَاكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا میں عامل ہے پس اس میں عامل کا حذف واجب نہیں ہے جو اسمیہ ہو

اِحْتَرَزَ بِهٖ عَمَّا اِذَا كَانَتْ فِعْلِيَّةً فَاِنَّهٗ لَا يَجِبُ حَذْفُ عَامِلِهَا كَمَا قَالَ صَاحِبُ الْكَشَّافِ

اسمیہ کی قید سے اس جملے سے احتراز کیا ہے جو فعلیہ ہو کیونکہ اس کے عامل کا حذف واجب نہیں ہے جیسا کہ صاحب کشاف نے

فِیْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى قَائِمًا بِالْقِسْطِ اِنَّهٗ حَالٌ مُؤَكِّدَةٌ مِنْ فَاعِلِ شَهِدَ وَلَا بُدَّ هٰهُنَا مِنْ قَيْدٍ آخَرَ وَهُوَ

اللہ تعالیٰ کے قول قَائِمًا بِالْقِسْطِ میں کہا کہ یہ شہد کے فاعل (لفظ اللہ) سے حال مؤکدہ ہے، اور یہاں ایک اور قید کا ہونا ضروری ہے وہ یہ کہ

اَنْ يَكُوْنَ عَقْدُ تِلْكَ الْجُمْلَةِ الْاِسْمِيَّةِ مِنْ اِسْمَيْنِ لَا يَصْلُحَانِ لِلْعَمَلِ فِيْهَا وَاِلَّا لَكَانَ

اس جملہ اسمیہ کی ترکیب دو ایسے اسموں سے ہو جو اس جملہ میں عمل کرنے کی صلاحیت نہ رکھتے ہوں، ورنہ حال مؤکدہ کا عامل

عَامِلُهَا مَذْكُوْرًا فَكَيْفَ يَكُوْنُ حَذْفُهٗ وَاجِبًا ؟ نَحْوُ اَللّٰهُ شَاهِدٌ قَائِمًا بِالْقِسْطِ

مذکور ہوگا تو عامل کا حذف کیسے واجب ہوگا؟ جیسے اَللّٰهُ شَاهِدٌ قَائِمًا بِالْقِسْطِ ہے

خلاصہ متن:۔ صاحب کافیہ اس عبارت میں حال کے عامل کے حذف وجوبی کی شرط ذکر کر رہے ہیں۔ حال مؤکدہ کے عامل کے حذف کرنے کی شرط یہ ہے کہ وہ جملہ اسمیہ کے مضمون کی تاکید کر رہا ہو۔

اغراض جامی: ای شرط وجوب حذف عاملها:۔ سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ ہم تسلیم نہیں کرتے کہ حال کیلئے مضمون جملہ کیلئے مقرر ہونا شرط ہے جیسے جاءنی زید راکبا میں راکبا حال ہے حالانکہ یہ مضمون جملہ کیلئے مقرر نہیں ہے اور نہ ہی اس کے عامل کو حذف کرنا واجب ہے۔

جواب:۔ یہاں مضاف محذوف ہے اصل میں شرط وجوب حذفہا تھا تو یہ حذف عامل کے وجوب کی شرط ہے نہ کہ نفس حال کے عامل کے حذف ہونے کی۔ حال مؤکدہ کے عامل کے حذف کرنے کی شرط یہ ہے کہ وہ جملہ اسمیہ کے مضمون کی تاکید کر رہا ہو۔

احترز:۔ سے **شارح کی غرض** مضمون جملہ کی قید کے فائدے کو بیان کرنا ہے۔ یہ قید احترازی ہے اس سے احتراز ہے اس حال سے جو مضمون جملہ کی تاکید نہ کر رہا ہو بلکہ جملہ کے بعض اجزاء کی تاکید کر رہا ہو جیسے انا ارسلناک للناس رسولا اس میں رسولا یہ مضمون جملہ کی تاکید نہیں کر رہا بلکہ فقط رسالت کی تاکید کر رہا ہے لہذا اس کے عامل کو حذف کرنا واجب نہیں ہے۔

واحترز بہ: سے **شارح کی غرض** اسمیہ کی قید کے فائدے کو بیان کرنا ہے۔ یہ قید احترازی ہے اس سے احتراز ہے اس حال سے جو جملہ فعلیہ کے مضمون کی تاکید کررہا ہو۔ ایسے حال کے عامل کا حذف واجب نہیں جیسا کہ صاحب کشاف نے اللہ تعالیٰ کے قول قائما بالقسط کے بارے میں کہا ہے کہ اس میں قائما بالقسط حال ہے شہد کے فاعل سے لہذا اس کے عامل کو حذف کرنا واجب نہیں ہے۔

ولا بد: سے **شارح کی غرض** صاحب کافیہ پر اعتراض کرنا ہے۔ مصنف کو چاہیے تھا کہ ایک اور قید کا اضافہ کرتے وہ یہ ہے کہ جملہ اسمیہ ایسے دو اسموں سے مرکب ہو کہ ان میں سے کوئی اسم حال میں عمل کرنے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو۔ کیونکہ اگر جملہ اسمیہ ایسے دو اسموں سے مرکب ہو کہ ان میں سے ایک اسم حال میں عمل کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو تو اس کا عامل محذوف نہیں ہوگا جیسے اللہ شاھد قائما بالقسط اس میں شاہد یہ جملہ اسمیہ ہے اسکی دوسری جزء اسمیں عمل کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے لہذا یہی قائما میں عامل ہوگا۔

اَلتَّمْيِيْزُ

تمییز کی تعریف

اَلتَّمْيِيْزُ مَا يَرْفَعُ أَيِ الْإِسْمُ الَّذِيْ يَرْفَعُ الْإِبْهَامَ وَاحْتَرَزَ بِهٖ عَنِ الْبَدَلِ فَإِنَّ الْمُبْدَلَ مِنْهُ فِيْ

تمییز وہ ہے یعنی وہ اسم ہے جو رفع کرے ابہام کو اس سے بدل سے احتراز کیا ،کیونکہ مبدل منہ

حُكْمِ التَّنْحِيَةِ فَهُوَ لَيْسَ يَرْفَعُ الْإِبْهَامَ عَنْ شَيْءٍ بَلْ هُوَ تَرْكُ مُبْهَمٍ وَإِيْرَادُ مُعَيَّنٍ اَلْمُسْتَقَرَّ

ازالہ کے حکم میں ہے، پس بدل کسی چیز سے ابہام کو رفع نہیں کرتا بلکہ وہ مبہم کو ترک اور معین کو وارد کرتا ہے ایسے ابہام کو جو مستقر ہو

أَيِ الثَّابِتَ الرَّاسِخَ فِي الْمَعْنَى الْمَوْضُوْعِ لَهٗ مِنْ حَيْثُ أَنَّهٗ مَوْضُوْعٌ لَهٗ فَإِنَّ الْمُسْتَقَرَّ وَإِنْ

یعنی وہ معنی موضوع لہ میں ثابت راسخ ہو اس حیثیت سے کہ وہ موضوع لہ ہے پس مستقر اگرچہ

كَانَ بِحَسَبِ اللُّغَةِ هُوَ الثَّابِتُ مُطْلَقًا لٰكِنَّ الْمُطْلَقَ مُنْصَرِفٌ إِلَى الْكَامِلِ وَهُوَ الْوَضْعِيُّ

لغت کے اعتبار سے مطلقاً ثابت (کے معنی میں) ہے ،لیکن مطلق کامل کی طرف پھرا کرتا ہے ،اور وہ (کامل ابہام) وضعی ہے،

وَاحْتَرَزَ بِهٖ عَنْ نَحْوِ رَأَيْتُ عَيْنًا جَارِيَةً فَإِنَّ قَوْلَهٗ جَارِيَةً يَرْفَعُ الْإِبْهَامَ عَنْ قَوْلِهٖ عَيْنًا لٰكِنَّهٗ

اور مصنف نے اس سے رَأَيْتُ عَيْنًا جَارِيَةً سے احتراز کیا ہے کیونکہ اس کا قول جاریۃً اس کے قول عیناً سے ابہام کو رفع کر دیتا ہے لیکن

یرُ مُستَقرّ بِحَسْبِ الْوَضْعِ بَلْ نَشَأَ فِي الْإِسْتِعْمَالِ بِاعْتِبَارِ تَعَدُّدِ الْمَوْضُوعِ لَهُ وَكَذَا يَقَعُ بِهِ

ابہام وضع کے اعتبار سے غیر مستقر ہے، بلکہ تعدد موضوع لہ کے اعتبار سے استعمال میں پیدا ہوا ہے اور اسی طرح المستقر سے مبہمات کے اوصاف سے

لِاحْتِرَازُ عَنْ اَوْصَافِ الْمُبْهَمَاتِ نَحْوُ هٰذَا الرَّجُلُ فَإِنَّ هٰذَا مَثَلاً إِمَّا مَوْضُوعٌ لِمَفْهُوْمٍ

احتراز واقع ہوتا ہے، جیسے ھذا الرجل پس ھذا مثلا یا تو مفہوم کلی کے لیے موضوع ہے

كُلِّي بِشَرْطِ اسْتِعْمَالِهِ فِي جُزْئِيَّاتِهِ أَوْ لِكُلِّ جُزْئِيٍّ جُزْئِيٍّ مِنْهُ وَلَا إِبْهَامَ فِي هٰذَا الْمَفْهُوْمِ الْكُلِّيِّ

بشرطیکہ ھذا مفہوم کلی کے جزئیات میں استعمال ہو، یا ہر ایک جزئی جزئی کے لیے (موضوع) ہے اور اس مفہوم کلی میں کوئی ابہام نہیں

وَلَا فِي وَاحِدٍ مِنْ جُزْئِيَّاتِهِ بَلِ الْإِبْهَامُ إِنَّمَا نَشَأَ مِنْ تَعَدُّدِ الْمَوْضُوعِ لَهُ أَوِ الْمُسْتَعْمَلِ فِيْهِ

اور نہ ہی اس کے جزئیات میں سے کسی ایک جزئی میں ابہام ہے بلکہ ابہام تعدد موضوع لہ یا تعدد مستعمل فیہ سے پیدا ہوا ہے،

فَتَوْصِيْفُهُ بِالرَّجُلِ يَرْفَعُ هٰذَا الْإِبْهَامَ لَا الْإِبْهَامَ الْوَاقِعَ فِي الْمَوْضُوعِ لَهُ مِنْ حَيْثُ أَنَّهُ مَوْضُوعٌ

پس ھذا کو الرجل کے ساتھ موصوف کرنا اس ابہام کو رفع کرتا ہے نہ کہ اس ابہام کو جو موضوع لہ میں موضوع لہ ہونے کی حیثیت سے واقع ہوتا ہے

لَهُ وَكَذَا يَقَعُ بِهِ الْإِحْتِرَازُ عَنْ عَطْفِ الْبَيَانِ فِي مِثْلِ قَوْلِكَ أَبُوْ حَفْصٍ عُمَرُ فَإِنَّ كُلَّ وَاحِدٍ

اور اسی طرح المستقر سے عطف بیان سے احتراز واقع ہوتا ہے تمہارے قول ابوحفص عمر کے مثل سے کیونکہ ابوحفص اور عمر میں سے

مِنْ أَبِيْ حَفْصٍ وَعُمَرَ مَوْضُوعٌ لِشَخْصٍ مُعَيَّنٍ لَا إِبْهَامَ فِيْهِ لٰكِنْ لَمَّا كَانَ عُمَرُ أَشْهَرَ مِنْهُ

ہر ایک شخص معین کے لیے موضوع ہے اس میں کوئی ابہام نہیں لیکن جب ابوحفص سے عمر زیادہ مشہور تھا

زَالَ بِذِكْرِهِ الْخِفَاءُ الْوَاقِعُ فِيْ أَبِيْ حَفْصٍ لِعَدَمِ الْإِشْتِهَارِ لَا الْإِبْهَامَ الْوَضْعِيَّ

تو آپ کے اسم گرامی کے ذکر سے وہ خفاء دور ہو گیا جو ابوحفص میں عدم شہرت کی وجہ سے واقع ہے نہ کہ ابہام وضعی

خلاصہ متن:۔ اس عبارت میں صاحب کافیہ تمیز کی تعریف کر رہے ہیں۔ تمیز وہ اسم ہے جو ذات مقدرہ یا ذات مذکورہ سے ابہام کو رفع کرے ایسا ابہام جو اس کے معنی موضوع لہ میں راسخ ہو چکا ہو۔

اغراض جامی:۔ ای الاسم: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ تمیز کی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں کیونکہ کلمہ ما عام ہے اس لئے یہ تعریف اس قتلت پر صادق آتی ہے جو فعلت ای قتلت میں واقع ہے، کیونکہ یہ بھی ابہام کو رفع کر رہا ہے حالانکہ یہ تمیز نہیں بلکہ تفسیر ہے۔

جواب:۔ ما عبارت ہے اسم سے اور قتلت اسم نہیں بلکہ فعل ہے اسلئے یہ اشکال نہیں ہوتا۔

الذی: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ جب ما سے اسم مراد ہے تو الاسم موصوف اور یرفع الابہام جملہ خبریہ اس کی صفت بنے گا حالانکہ یہ صفت نہیں بن سکتا کیونکہ الاسم معرفہ اور یرفع الابہام جملہ خبریہ ہے اور جملہ خبریہ نکرہ کے حکم میں ہوتا ہے اور نکرہ معرفہ کی صفت نہیں بن سکتا۔

جواب:۔ الذی کا اضافہ کر کے شارح نے جواب دیا کہ ما یرفع میں ما موصولہ بمعنی الذی ہے ما موصوفہ نہیں ہے اور ما بعد جملہ یرفع الابہام ما موصولہ کیلئے صلہ ہے نہ کہ صفت لہذا اشکال وارد نہ ہوگا۔

احترز: سے **شارح کی غرض** یرفع الابہام کی قید کا فائدہ بیان کرنا ہے کہ یہ قید احترازی ہے، بدل سے احتراز ہے کیونکہ بدل مبدل منہ میں مقصود بدل ہوتا ہے مبدل منہ سقوط وترک کے درجہ میں ہوتا ہے، تو بدل میں ترک مبہم (مبدل منہ) اور ذکر معین (بدل) ہوتا ہے۔

الثابت: سے **شارح کی غرض** المستقر کے معنی کا بیان ہے کہ ابہام مستقر کا معنی ہے وہ ابہام جو معنی موضوع لہ میں موضوع لہ ہونے کی حیثیت سے ثابت اور راسخ ہو۔

فان المستقر: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ مستقر کا معنی تو مطلقاً ثابت ہے خواہ وہ ابہام ثابت بحسب الوضع ہو یا بحسب الاستعمال یا بحسب الاشتراک لہذا الثابت کو الراسخ فی المعنی الموضوع کے ساتھ مقید کرنا درست نہیں ہے۔

جواب:۔ اگر چہ لغت کے اعتبار سے مستقر کا معنی مطلق ثابت ہے خواہ بحسب الوضع ہو یا بحسب الاستعمال لیکن یہاں اس سے وہ ابہام مراد ہے جو کہ معنی موضوع لہ میں ثابت وراسخ ہو چکا ہو کیونکہ متن میں المستقر مطلقاً مذکور ہے اور قاعدہ ہے کہ جب مطلق بولا جائے تو اسکا فرد کامل مراد ہوتا ہے اور ابہام کا فرد کامل ابہامِ وضعی ہے اسی وجہ سے المستقر کو الراسخ فی المعنی الموضوع لہ کی قید کے ساتھ مقید کر دیا۔

واحترز بہ: سے **شارح کی غرض** المستقر کی قید کا فائدہ بیان کرنا ہے کہ یہ قیدِ احترازی ہے اور اس سے تین چیزیں خارج ہو گئیں (۱) لفظ مشترک کی صفت، اس لئے کہ لفظِ مشترک کی صفت اگر چہ ابہام کو رفع کرتی ہے لیکن وہ ابہام وضعی نہیں ہوتا بلکہ وہ ابہام موضوع لہ کے تعدد کی وجہ سے استعمال میں پیدا ہوتا ہے جیسے رأیت عینا جاریۃ اس میں جاریۃ اگر چہ ابہام کو رفع کر رہا ہے لیکن یہ ابہام وضعی نہیں ہے بلکہ موضوع لہ کے تعدد کی وجہ سے استعمال میں پیدا ہو رہا ہے۔

(۲) مبہمات کی صفت، اس لئے کہ مبہمات کی صفت اگر چہ مبہم سے ابہام کو رفع کرتی ہے۔ لیکن وہ ابہامِ وضعی نہیں ہوتا بلکہ وہ

ابہام استعمال کے اندر موضوع لہ کے تعدد یا معنی مستعمل فیہ کے تعدد کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ کیونکہ مبہمات کے بارے میں اختلاف ہے، متقدمین کے نزدیک یہ مفہوم کلی کیلئے موضوع ہیں بشرط استعمال فی الجزئیات۔ اور متاخرین کے نزدیک یہ موضوع ہیں مفہوم کلی کی جزئیات میں سے ہر ہر جزئی کے لئے۔ تو متقدمین کے نزدیک ان میں ابہام مستعمل فیہ کے تعدد کی وجہ سے ہے اور متاخرین کے نزدیک ان میں ابہام موضوع لہ کے تعدد کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔ مثلاً ہذا الرجل اس میں الرجل اگرچہ ہذا سے ابہام کو رفع کرتا ہے، لیکن وہ ابہام وضعی نہیں ہے بلکہ یہ ابہام متقدمین کے نزدیک معنی موضوع لہ کے تعدد کی وجہ سے ہے اور متاخرین کے نزدیک یہ ابہام مستعمل فیہ کے تعدد کی وجہ سے ہے۔

(۳) عطف بیان، اس لئے کہ عطف بیان اگرچہ مبین سے ابہام کو رفع کرتا ہے، لیکن وہ ابہام وضعی نہیں ہے بلکہ وہ ابہام استعمال کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے، مبیَّن کی عدم شہرت کی وجہ سے، جیسے اقسم باللہ ابو الحفص عمر۔ اس میں ابوحفص کی بنسبت عمر زیادہ مشہور تھا تو عمر کو ذکر کرنے سے وہ خفاء زائل ہو گیا جو ابوحفص میں عدم شہرت کی وجہ سے پیدا ہوا تھا۔ خلاصہ اینکہ ان تینوں میں ابہام نفس معنی موضوع لہ میں ثابت نہیں ہے بلکہ مشترک میں ابہام تعدد موضوع لہ کی وجہ سے ناشی ہوا ہے اور مبہمات میں تعدد مستعمل فیہ کے اعتبار سے اور عطف بیان میں عدم اشتہار کی بناء پر ابہام پیدا ہوا ہے۔

تمییز کی تعریف میں قید ثانی کا ذکر

عَنْ ذَاتٍ لاَ عَنْ وَصْفٍ ، وَاحْتَرَزَ بِهٖ عَنِ النَّعْتِ وَالْحَالِ فَإِنَّهُمَا يَرْفَعَانِ الْإِبْهَامَ الْمُسْتَقِرَّ

ذات سے وصف سے نہیں، اور اس سے نعت اور حال سے احتراز کیا ہے پس یہ دونوں اس ابہام مستقر کو رفع کرتے ہیں

الْوَاقِعَ فِي الْوَصْفِ لاَ فِي الذَّاتِ وَتَحْقِيْقُ ذٰلِكَ أَنَّ الْوَاضِعَ لَمَّا وَضَعَ الرِّطْلَ مَثَلاً

جو وصف میں واقع ہوتا ہے نہ کہ ذات میں، اور اس کی تحقیق یہ ہے کہ واضع نے جب رطل کو مثلاً نصف من کے لیے وضع کیا

لِنِصْفِ مَنٍ فَلاَ شَكَّ اَنَّ الْمَوْضُوْعَ لَهٗ مَعْنًى مُعَيَّنٌ مُتَمَيِّزٌ عَمَّا هُوَ اَقَلُّ مِنَ النِّصْفِ كَالرُّبُعِ

پس اس میں شک نہیں کہ معنی موضوع لہ متعین جدا ہے اس چیز سے جو نصف سے کم ہے جیسے چوتھائی

وَعَمَّا هُوَ أَكْثَرُ مِنْهُ كَمَنٍ وَمَنَّيْنِ وَلاَ إِبْهَامَ فِيْهِ إِلَّا مِنْ حَيْثُ ذَاتِهٖ أَيْ جِنْسِهٖ فَإِنَّهٗ لاَ يُعْلَمُ

اور اس چیز سے جو اس سے زیادہ ہے جیسے ایک من دو من اور اس میں ابہام نہیں ہے مگر اس کی ذات یعنی جنس کی حیثیت سے، پس بلاشبہ معلوم نہیں ہے

مِنْهُ بِحَسْبِ الْوَضْعِ اَنَّهٗ مِنْ جِنْسِ الْعَسَلِ أَوِ الْخَلِّ أَوْ غَيْرِهِمَا لاَ مِنْ حَيْثُ وَصْفِهٖ فَإِنَّهٗ

اس سے وضع کے اعتبار سے کہ وہ شہد کی جنس میں سے ہے یا سرکہ یا ان دونوں کے علاوہ میں سے، نہ کہ وصف کے اعتبار سے کیونکہ

لا يُعْلَمُ مِنْهُ بِحَسْبِ الْوَضْعِ أَنَّهُ بَغْدَادِيٌّ أَوْ مَكِّيٌّ فَإِذَا أُرِيْدَ رَفْعُ الْإِبْهَامِ الْوَصْفِيِّ الثَّابِتِ فِيْهِ بِحَسْبِ

اس سے وضع کے اعتبار سے معلوم نہیں ہے کہ رطل بغدادی ہے یا مکی، پس جب ابہام وصفی جو اس میں وضع کے اعتبار سے ثابت ہے کے رفع کرنے کا

الْوَضْعِ أُتْبِعَ بِصِفَةٍ أَوْ حَالٍ فَيُقَالُ رِطْلٌ بَغْدَادِيٌّ أَوْ بَغْدَادِيًّا ، وَإِذَا أُرِيْدَ رَفْعُ الْإِبْهَامِ الذَّاتِيِّ قِيْلَ

ارادہ کیا جائے تو رطل کے بعد صفت یا حال لایا جائے گا پس کہا جائے گا رِطْلٌ بَغْدَادِيٌّ ، یا بَغْدَادِيًّا ،اور جب ابہام ذاتی کے رفع کا ارادہ کیا جائے

زَيْتًا فَزَيْتًا يَرْفَعُ الْإِبْهَامَ الْمُسْتَقِرَّ عَنِ الذَّاتِ لَا النَّعْتُ وَالْحَالُ فَإِنَّهُمَا يَرْفَعَانِ الْإِبْهَامَ عَنِ الْوَصْفِ

تو کہا جائے گا زَيْتًا ، پس زیتا ذات سے ابہام مستقر کو رفع کرتا ہے نہ کہ نعت اور حال، کیونکہ نعت اور حال وصف سے ابہام کو دور کرتے ہیں

خلاصہ متن:۔اس عبارت میں صاحب کافیہ تمیز کی تعریف میں ایک اور قید لگا رہے ہیں کہ تمیز وہ اسم ہے جو ذات سے ابہام کو رفع کرتی ہے وصف سے نہیں۔

اغراض جامی:لَا عَنْ وَصْفٍ: سے **شارح کی غرض** ذات کی قید کے فائدے کو بیان کرنا ہے کہ یہ قید احترازی ہے،اس سے صفت اور حال سے احتراز ہے۔اس لئے کہ یہ دونوں اس ابہام کو رفع کرتے ہیں جو وصف میں واقع ہوتا ہے نہ کہ ذات میں۔

وتحقیق ذالک:۔سے **شارح کی غرض** اس بات کی تحقیق کرنا ہے کہ تمیز ذات سے اور نعت وحال وصف سے کیسے ابہام کو رفع کرتے ہیں۔اس کی تحقیق یہ ہے کہ مثلا جب واضع نے رطل کو آدھے سیر کے لئے وضع کیا اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کا معنی موضوع لہ معین ہے جو نصف سے کم مثلا ربع سے ممتاز اور نصف سے اکثر مثلا ایک سیر یا دو سیر سے ممتاز ہے،لیکن ذات یعنی جنس کے اعتبار سے اس میں ابہام موجود ہے، کیونکہ بحسب الوضع معلوم نہیں ہوا کہ وہ رطل شہد کی جنس سے ہے یا سرکہ کی جنس سے ہے یا کسی اور جنس سے ہے اسی طرح بحسب الوصف بھی ابہام موجود ہے اس لئے کہ یہ معلوم نہیں کہ وہ رطل بغدادی ہے مکی ہے یا کسی اور جگہ کا۔لھٰذا جب ابہامِ وصفی کو رفع کرنے کا ارادہ کیا جائے تو اسکے بعد حال یا وصف کو ذکر کیا جاتا ہے وصف کی صورت میں یوں کہا جائے گا عندی رطل بغدادی حال کی صورت میں عندی رطل بغدادیا کہا جائے گا اور جب ابہام ذاتی کو رفع کرنے کا ارادہ کیا جائے تو تمیز کو ذکر کیا جائے گا اور یوں کہا جائے گا عندی رطل زیتا لھٰذا زیتا یہ ابہامِ ذاتی کو رفع کر رہا ہے،اور صفت اور حال ابہامِ وصفی کو رفع کرتے ہیں۔لھٰذا ماتن نے ذات کی قید سے ان دونوں کو خارج کر دیا۔

تمییز کی تقسیم

مَذْکُوْرَۃٍ اَوْ مُقَدَّرَۃٍ صِفَتَانِ لِذَاتٍ اِشَارَۃٌ اِلٰی تَقْسِیْمِ التَّمْیِیْزِ فَالْمَذْکُوْرَۃُ نَحْوُ رِطْلٌ

(تمیز ابہام کو رفع کرتی ہے ذات) مذکورہ سے یا مقدرہ سے دونوں ذات کی صفتیں ہیں، تمیز کی تقسیم کی طرف اشارہ ہے پس مذکورہ جیسے

زَیْتًا وَالْمُقَدَّرَۃُ نَحْوُ طَابَ زَیْدٌ نَفْسًا فَاِنَّہٗ فِیْ قُوَّۃِ قَوْلِنَا طَابَ شَیْءٌ مَنْسُوْبٌ اِلٰی زَیْدٍ وَ نَفْسًا

رِطْلٌ زَیْتًا اور مقدرہ جیسے طَابَ زَیْدٌ نَفْسًا پس یہ ہمارے قول طَابَ شَیْءٌ مَنْسُوْبٌ اِلٰی زَیْدٍ نَفْسًا کی قوت میں ہے اور نفسا

یَرْفَعُ الْاِبْہَامَ عَنْ ذٰلِکَ الشَّیْءِ الْمُقَدَّرِ فِیْہِ.

ابہام کو اس شئے سے رفع کرتی ہے جو اس میں مقدر ہے

خلاصہ متن:۔ اس عبارت میں صاحب کافیہ تمییز کی تقسیم کر رہے ہیں کہ تمیز کی دو قسمیں ہیں (۱) وہ تمیز جو ذات مذکورہ سے ابہام کو رفع کرے جیسے عندی رطل زیتا (۲) وہ تمیز جو ذات مقدرہ سے ابہام کو رفع کرے جیسے طاب زید نفسا.

اغراض جامی :اِشَارَۃٌ اِلٰی تَقْسِیْمِ: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔تعریف میں کلمہ او کو ذکر کرنا درست نہیں اس لئے کہ کلمہ او تشکیک کے لے آتا ہے اور تعریف توضیح کے لئے ہوتی ہے ان دونوں میں منافات ہے؟

جواب: ۔ یہاں کلمہ او تشکیک کے لئے نہیں بلکہ تنویع کیلئے اور تمیز کی تقسیم کے لئے ہے کہ تمیز کی دو قسمیں ہیں جس کا ذکر خلاصہ متن میں گزرا ہے۔

فَاِنَّہٗ فِیْ قُوَّۃِ قَوْلِنَا: سے **شارح کی غرض** ایک سوال کا جواب دینا ہے۔ **سوال:**۔ نفسا زید سے ابہام کو رفع کر رہا ہے اور وہ مذکور ہے مقدر نہیں۔ تو اس کو ذات مقدرہ سے ابہام کو دور کرنے کی مثال میں پیش کرنا کیسے درست ہوا؟

جواب:۔ یہاں ممیز زید نہیں بلکہ ممیز مقدر ہے جو کہ شی ہے اس لئے کہ طاب زید نفسا کا معنی طاب شی منسوب الی زید ہے۔لھذا نفسا اس شی سے ابہام کو رفع کر رہا ہے جو کہ مقدر ہے۔ اس لئے اس کو ذات مقدرہ کی مثال کے طور پر ذکر کرنا درست ہے۔

تمیز کی قسم اول کا بیان

فَالْاَوَّلُ اَیِ الْقِسْمُ الْاَوَّلُ مِنَ التَّمْیِیْزِ وَھُوَ مَا

پس اول یعنی تمیز میں سے قسم اول ، اور وہ وہ ہے جو

يَرْفَعُ الْإِبْهَامَ عَنْ ذَاتٍ مَذْكُوْرَةٍ يَرْفَعُهُ عَنْ مُفْرَدٍ يَعْنِيْ بِهِ مَا يُقَابِلُ الْجُمْلَةَ وَشِبْهَهَا وَالْمُضَافَ

ذات مذکورہ سے ابہام کو رفع کرتی ہے، ابہام کو رفع کرتی ہے مفرد سے مراد وہ ہے جو جملہ و شبہ جملہ اور مضاف کے مقابلہ میں ہو

مِقْدَارٍ صِفَةٌ لِمُفْرَدٍ وَهُوَ مَا يُقَدَّرُ بِهِ الشَّيْءُ أَيْ يُعْرَفُ بِهِ قَدْرُهُ وَيُبَيِّنُ غَالِبًا أَيْ فِيْ غَالِبِ

جو مقدار ہو یہ مفرد کی صفت ہے، اور مقدار وہ ہے جس کے ساتھ ایک شئے کا اندازہ کیا جائے یعنی اس سے شئے کی مقدار پہچانی اور بیان کی جائے غالبًا

الْمَوَادِّ وَأَكْثَرِهَا أَيْ رَفْعُ الْإِبْهَامِ مُطْلَقًا يَتَحَقَّقُ فِيْ ضِمْنِ هٰذَا الرَّفْعِ الْخَاصِّ فِيْ أَكْثَرِ الْمَوَادِّ ،

یعنی غالب اور اکثر مواد میں یعنی رفع ابہام مطلقا اکثر جگہوں میں اس رفع خاص کے ضمن میں متحقق ہوتا ہے

وَذٰلِكَ لِأَنَّ الْإِبْهَامَ فِيْهِ أَكْثَرُ وَالْمِقْدَارُ إِمَّا مُتَحَقِّقٌ فِيْ ضِمْنِ عَدَدٍ ، نَحْوُ عِشْرُوْنَ دِرْهَمًا

اور یہ اس لیے کہ مفرد مقدار میں ابہام اکثر ہے اور مقدار یا متحقق ہوتی ہے عدد کے ضمن میں جیسے عِشْرُوْنَ دِرْهَمًا

وَسَيَأْتِيْ ذِكْرُ تَمْيِيْزِ الْعَدَدِ وَبَيَانُهُ فِيْ بَابِ أَسْمَاءِ الْعَدَدِ. وَإِمَّا فِيْ ضِمْنِ غَيْرِهٖ أَيْ غَيْرِ الْعَدَدِ

اور عدد کی تمیز کا ذکر و بیان اسمائے عدد کے باب میں عنقریب آئے گا اور یا اس کے غیر کے ضمن میں یعنی عدد کے غیر

كَالْوَزْنِ نَحْوُ رِطْلٌ زَيْتًا فَإِنَّ الرِّطْلَ نِصْفُ الْمَنِّ وَ نَحْوُ مَنَوَانِ سَمْنًا وَكَالْكَيْلِ نَحْوُ قَفِيْزَانِ

جیسے وزن مثال رِطْلٌ زَيْتًا پس رطل نصف من ہے اور جیسے مَنَوَانِ سَمْنًا اور کیل کی مانند جیسے قَفِيْزَانِ بُرًّا

بُرًّا وَكَالذِّرَاعِ نَحْوُ ذِرَاعٌ ثَوْبًا وَكَالْمِقْيَاسِ نَحْوُ عَلَى التَّمْرَةِ مِثْلُهَا زُبْدًا. وَالْمُرَادُ بِالْمَقَادِيْرِ

اور ذراع کی مانند جیسے ذِرَاعٌ ثَوْبًا اور مقیاس کی مانند جیسے عَلَى التَّمْرَةِ مِثْلُهَا زُبْدًا اور ان سب صورتوں میں مقادیر سے مراد

فِيْ هٰذِهِ الصُّوَرِ هُوَ الْمُقَدَّرَاتُ لِأَنَّ قَوْلَكَ عِنْدِيْ عِشْرُوْنَ دِرْهَمًا وَرِطْلٌ زَيْتًا وَ ذِرَاعٌ ثَوْبًا

مقدرات ہیں، کیونکہ تمہارا قول عِنْدِيْ عِشْرُوْنَ دِرْهَمًا اور رِطْلٌ زَيْتًا اور ذِرَاعٌ ثَوْبًا اور عَلَى التَّمْرَةِ

وَ عَلَى التَّمْرَةِ مِثْلُهَا زُبْدًا اَلْمُرَادُ بِهَا الْمَعْدُوْدُ وَالْمَوْزُوْنُ وَالْمَذْرُوْعُ وَالْمَقِيْسُ لَا غَيْرُ

مِثْلُهَا زُبْدًا ان سب سے مراد معدود (عدد میں) اور موزون (وزن میں) اور مکیل (کیل میں) اور مذروع (ذراع میں) اور مقیس ہے (مقیاس میں) کوئی اور نہیں

خلاصہ متن: ۔صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ تمیز کی قسم اول یعنی جو ذات مذکور سے ابہام کو رفع کرتی ہے وہ اکثر مفرد مقدار سے ابہام کو رفع کرتی ہے۔اور یہ مفرد مقدار یا عدد کے ضمن میں متحقق ہوگا یا غیر عدد کے ضمن میں اگر غیر عدد کے ضمن میں ہو تو پھر وہ غیر چار حال سے خالی نہیں یا وزن ہوگا یا کیل یا ذراع یا مقیاس ہوگا۔ہر ایک کی مثال شرح میں آرہی ہے۔

اغراض جامی :۔القسم: سے **شارح کی غرض** بیانِ ترکیب ہے کہ الاول صفت ہے موصوف محذوف القسم کی۔
وَهُوَ مَا يُرْفَعُ الْإِبْهَامَ: سے **شارح کی غرض** بیانِ مصداق ہے۔الاول کے مصداق کو بیان کررہے ہیں کہ قسم اول سے مراد وہ ہے جو ذات مذکورہ سے ابہام کو رفع کرے۔
یرفعه: سے **شارح کی غرض** بیانِ ترکیب ہے کہ عن مفرد کا متعلق محذوف ہے جو کہ یرفعہ ہے فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر خبر ہے الاول کی۔
يَعْنِيْ بِهِ مَا يُقَابِلُ الْجُمْلَةَ: سے **شارح کی غرض** سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔**سوال**:۔آپ کی مثال ممثل لہ کے مطابق نہیں، کیونکہ مثال اس تمیز کی بیان کرنی تھی جو مفرد مقدار سے ابہام کو رفع کرے لیکن آپ نے تثنیہ،جمع کی مثالیں دی ہیں۔
جواب:۔یہاں مفرد سے مراد وہ مفرد ہے جو جملہ،شبہ جملہ،اور مضاف کے مقابلے میں ہو۔وہ مفرد مراد نہیں ہے جو تثنیہ جمع کے مقابلے میں آتا ہے تو اس مقام پر''مفرد'' تثنیہ جمع کو بھی شامل ہے لہٰذا امنوانِ اور عشرونَ مثالیں ممثل لہ کے مطابق ہیں۔
(سوال کابلی ص۳۸۲)
صفة: سے **شارح کی غرض** بیانِ ترکیب ہے۔کہ مقدار مجرور اور مفرد کی صفت ہے۔
وَهُوَ مَا يُقَدَّرُ بِهٖ: سے **شارح کی غرض** مقدار کی تعریف بتلانا ہے۔مقدار وہ ہے کہ جس کے ساتھ کسی شے کا اندازہ اور اس کی مقدار کی پہچان کی جائے۔
ويبين: سے اشارہ کیا کہ یعرف معرفۃ سے مشتق ہے نہ کہ تعریف سے۔
اي في غالب: سے **شارح کی غرض** بیانِ ترکیب ہے۔اشارہ کیا کہ غالبًا کا نصب ظرفیت و مفعول فیہ ہونے کی بناء پر ہے
وَأَكْثَرِهَا: سے اشارہ کیا کہ غالبا یا اکثر کے معنی میں ہے۔
رفع الابهام: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔**سوال**:۔اول کا مصداق وہ تمیز ہے جو ذات مذکورہ سے ابہام کو رفع کرے اور مفرد مقدار سے مراد بھی ذات مذکورہ ہی ہے تو معنی یہ ہوگا کہ وہ تمیز جو ذات مذکورہ سے ابہام کو رفع کرے ذات مذکورہ سے۔تو مصنف کی عبارت میں تکرار ہے جو کہ فصاحت کے خلاف ہے۔
جواب۔مفرد مقدار اخص ہے اور اول اعم ہے اس لئے کہ اول سے مراد وہ تمیز ہے جو ذات مذکورہ سے ابہام کو رفع کرے عام ہے کہ وہ ذات مذکورہ مفرد مقدار ہو یا غیر مقدار اور مفرد مقدار سے فقط مفرد مقدار ہی مراد ہے لہٰذا یہ اس سے اخص ہے مقصد یہ ہوگا کہ رفع ابہام مطلقاً محقق ہوتا ہے اس رفع خاص(مفرد مقداری) میں، کیونکہ مفرد مقداری میں ابہام اکثر و اغلب ہوتا ہے۔
والمقدار: سے **شارح کی غرض** بیانِ ترکیب ہے۔فی عدد اپنے متعلق سے مل کر خبر ہے مبتداء محذوف کی جو کہ المقدار ہے۔

ضمن: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: عدد بھی تو مفرد مقدار ہے لہذا ظرفیۃ الشئی لنفسہ کی خرابی لازم آئے گی۔

جواب: یہ ظرفیۃ الشئی لنفسہ نہیں بلکہ ظرفیۃ الاخص للاعم ہے اس لئے کہ مفرد مقدار عدد سے اعم ہے عدد کو بھی شامل ہے اور غیر عدد کو بھی۔

والمقدار اما متحقق: سے شارح کی غرض توضیح متن اور مثالوں کے مُمثّل لہ کی تعیین کرنا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ مفرد مقداری (۱) یا عدد کے ضمن میں متحقق ہوگا (۲) یا غیر عدد کے ضمن میں اگر غیر عدد کے ضمن میں ہوتو پھر وہ غیر چار حال سے خالی نہیں یا وزن ہوگا، یا کیل، یا ذراع، یا مقیاس ہوگا۔ (۱) مفرد مقدار عدد کے ضمن میں ہو اس کی مثال عندی عشرون درهما (۲) مفرد مقدار وزن کے ضمن میں ہو جیسے عندی رطل زیتا اس لئے کہ رطل نصف سیر کو کہتے ہیں اس کی دوسری مثال عندی منوان سمنا (۳) مفرد مقدار کیل کے ضمن میں ہو جیسے قفیزان برا (۴) مفرد مقدار مقیاس کے ضمن میں ہو جیسے علی التمرة مثلها زُبْدًا.

والمراد: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال:** عندی عشرون درهما میں عشرون معنی معین کے لئے موضوع ہے۔ اسی طرح عندی رطل زیتا میں رطل ایک معنی معین کے لئے موضوع ہے پھر درہما اور زیتا یہ تمیز کیسے ہوئے کیونکہ تمیز تو ابہام کو رفع کرتی ہے اور یہاں ابہام ہے ہی نہیں؟

جواب: ان مذکورہ صورتوں میں مقادیر سے مراد مقدرات ہیں مثلا عندی عشرون درهما میں عشرون سے مراد معدود ہیں اسی طرح عندی رطل زیتا میں رطل سے مراد موزون ہے اور قفیزان برا میں قفیزان سے مراد مکیل ہے اور ذراع ثوبا میں ذراع سے مراد مذروع ہے اور علی التمرة مثلها زبدا میں مثلہا سے مراد مقیس ہے اور یقیناً ان میں ابہام موجود ہے۔

ایک سوال مقدر کا جواب

وَإِنَّمَا اقْتَصَرَ الْمُصَنِّفُ عَلَى الْأَمْثِلَةِ الثَّلَاثَةِ لِأَنَّهُ كَانَ مَطْمَحُ نَظَرِهِ التَّنْبِيهَ عَلٰى بَيَان
اور مصنف نے تین مثالوں پر اکتفاء اس لیے کیا کہ مصنف کا مطمح نظر (مقصود) اس چیز کے بیان پر تنبیہ کرنا تھا
مَا يَتِمُّ بِهِ الْمُفْرَدُ وَهُوَ التَّنْوِيْنُ كَمَا فِيْ رِطْلٌ زَيْتًا أَوِ النُّوْنُ كَمَا فِيْ مَنَوَانِ سَمْنًا أَوِ الْإِضَافَةُ
جس کے ساتھ مفرد تام ہوتا ہے اور وہ تنوین ہے جیسے رطل زیتا میں یا نون (تثنیہ) جیسے منوان سمنا

كَمَا فِيْ عَلَى التَّمْرَةِ مِثْلُهَا زُبْدًا وَلِهٰذَا لَمْ يَسْتَوْفِ أَقْسَامَ الْمَقَادِيْرِ وَكَرَّرَ بَعْضَهَا وَمَعْنٰى

یا اضافت جیسے عَلَى التَّمْرَةِ مِثْلُهَا زُبْدًا، اور اسی وجہ سے مصنف نے مقادیر کے تمام اقسام کو بیان نہیں کیا اور بعض اقسام مقادیر کو مکرر لائے

تَمَامِ الْاِسْمِ أَنْ يَّكُوْنَ عَلٰى حَالَةٍ لَا يُمْكِنُ إِضَافَتُهُ مَعَهَا وَالْاِسْمُ مُسْتَحِيْلُ الْإِضَافَةِ مَعَ التَّنْوِيْنِ

اور اسم کے تمام ہونے کا معنی یہ ہے کہ اسم ایسی حالت پر ہو کہ اس حالت کے ساتھ اس اسم کی اضافت ممکن نہ ہو، اور اسم مستحیل الاضافۃ ہے تنوین کے ساتھ

وَنُوْنَيِ التَّثْنِيَةِ وَالْجَمْعِ وَمَعَ الْإِضَافَةِ لِأَنَّ الْمُضَافَ لَا يُضَافُ ثَانِيًا فَإِذَا تَمَّ الْاِسْمُ بِهٰذِهِ الْأَشْيَاءِ

اور تثنیہ اور جمع کے دونون اور اضافت کے ساتھ، کیونکہ مضاف دوبارہ مضاف نہیں کیا جاسکتا پس اسم جب ان اشیاء سے تام ہو گیا

شَابَهَ الْفِعْلَ إِذَا تَمَّ بِالْفَاعِلِ وَصَارَ بِهِ كَلَامًا تَامًّا فَيُشَابِهُ التَّمْيِيْزُ الْآتِيْ بَعْدَهُ الْمَفْعُوْلَ لِوُقُوْعِهِ

تو فعل کے مشابہ ہو گیا جبکہ وہ فاعل کے ساتھ تام ہو گیا اور کلام اس کے ساتھ تام ہو گئی، پس وہ تمیز جو اسم تام کے بعد آنے والی ہے اسم کے تمام ہونے کے بعد

بَعْدَ تَمَامِ الْاِسْمِ كَمَا أَنَّ الْمَفْعُوْلَ حَقُّهُ أَنْ يَّقَعَ بَعْدَ تَمَامِ الْكَلَامِ فَيَنْصِبُهُ ذٰلِكَ الْاِسْمُ التَّامُّ

واقع ہونے کی وجہ سے مفعول کے مشابہ ہو جائے گی جیسا کہ مفعول کا حق یہ ہے کہ وہ کلام کے تمام ہونے کے بعد واقع ہو، پس وہ اسم تام جو تمیز سے پہلے ہے

قَبْلَهُ لِمُشَابَهَتِهِ الْفِعْلَ التَّامَّ بِفَاعِلِهِ وَهٰذِهِ الْأَشْيَاءُ إِنَّمَا قَامَتْ مَقَامَ الْفَاعِلِ لِكَوْنِهَا فِيْ آخِرِ

اس فعل کے مشابہ ہونے کی وجہ سے جو اپنے فاعل کے ساتھ تام ہوتا ہے تمیز کو نصب دیتا ہے، اور یہ چیزیں فاعل کے قائم مقام اس لیے ہیں

الْاِسْمِ كَمَا كَانَ الْفَاعِلُ عَقِيْبَ الْفِعْلِ أَلَا تَرٰى أَنَّ لَامَ التَّعْرِيْفِ الدَّاخِلَةَ عَلٰى أَوَّلِ الْاِسْمِ وَإِنْ

کہ اسم تام کے آخر میں ہیں جیسے فاعل فعل کے آخر میں ہوتا ہے کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ لام تعریف جو اسم کے شروع میں داخل ہوتا ہے اگرچہ

كَانَ يَتِمُّ بِهَا الْاِسْمُ فَلَا يُضَافُ مَعَهَا وَلَا يَنْتَصِبُ التَّمْيِيْزُ عَنْهُ فَلَا يُقَالُ عِنْدِي الرَّاقُوْدُ خَلًّا

اسم اس کے ساتھ تام ہو جاتا ہے پس اسم اس کے ساتھ مضاف نہیں ہوتا اور تمیز اس سے منصوب نہیں ہوتی لہٰذا عِنْدِي الرَّاقُوْدُ خَلًّا نہیں کہا جاسکتا

اغراض جامی: وانما القصر سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: مفرد مقدار کی پانچ قسمیں ہیں مصنف رحمہ اللہ کیلئے مناسب تھا کہ پانچوں کی مثالیں بیان کرتے لیکن مصنف رحمہ اللہ نے بعض اقسام مثلاً کیل اور ذراع کی مثالیں بیان نہیں کیں نیز اس سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ بعض اقسام کی مثالیں مکرر ذکر کر دیں مثلاً وزن کی دو مثالیں عندی رطل زیتاً عندی منوان سمناً ذکر کر دیں۔

جواب: مصنف کا مقصود و مطمح نظر تمام اقسام کے تمام امثلہ کو بیان کرنا نہیں ہے۔ بلکہ مصنف کا مطمح نظر متمام اسم کو بیان

کرنا ہے۔ یعنی یہ بتانا ہے کہ اسم کن چیزوں کے ساتھ تام اور مکمل ہوتا ہے تو مصنف نے مثالوں کے ضمن میں بتلایا کہ اسم تین چیزوں کے ساتھ تام ہوتا ہے (۱) تنوین کے ساتھ جیسے رطل زیتا (۲) نون کے ساتھ جیسے عندی منوان سمنا (۳) اضافت کے ساتھ جیسے علی التمرة مثلها زبدا ۔ چونکہ مصنف کا مقصود مثالیں بیان کرنا نہیں بلکہ متممات اسم کو بیان کرنا تھا اسلئے تمام کی مثالیں ذکر نہیں کی اور بعض کی مثالوں کو مکرر ذکر کیا تا کہ مقصود حاصل ہو جائے۔

<u>ومعنی تمام الاسم:</u> سے **شارح کی غرض** اسم کے تام ہونے کا معنی بیان کرنا ہے۔ اسم کے تام ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اسم ایسی حالت پر ہو کہ اس حالت کے ہوتے ہوئے اس کی اضافت ممکن نہ ہو۔ اسم کے آخر میں جب تنوین ہو یا نون تثنیہ یا نون جمع ہو تو اس کی اضافت منع ہوتی ہے اور اسی طرح جب ایک اسم کی اضافت ایک مرتبہ ہو چکی ہو تو دوبارہ اس کی اضافت ممتنع ہے کیونکہ مضاف دوبارہ مضاف نہیں ہو سکتا تو ان اشیاء کے ساتھ اسم تام ہو جاتا ہے۔

<u>فَاِذَا تَمَّ الْاِسْمُ بِهٰذِهِ الْاَشْيَاءِ:</u> سے **شارح کی غرض** تمیز کے عامل اور تمیز کے منصوب ہونے کی وجہ بیان کرنا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب اسم تنوین، نون تثنیہ وغیرہ میں سے کسی ایک کے ساتھ تام ہو جاتا ہے تو وہ فعل کے مشابہ ہو جاتا ہے کیونکہ فعل بھی اپنے فاعل کیساتھ تام ہو جاتا ہے، لہٰذا وہ تمیز جو اس کے بعد واقع ہوگی مفعول کے مشابہ ہو جائے گی، اس لئے کہ تمیز اسم کے تام ہونے کے بعد واقع ہوتی ہے جس طرح مفعول کلام کے تام ہونے کے بعد واقع ہوتا ہے۔ لہٰذا وہ اسم تام جو تمیز سے پہلے ہوگا یہ تمیز کو نصب دے گا کیونکہ وہ اسم تام فعل کے مشابہ ہو گیا ہے جو فاعل کے ساتھ تام ہو جاتا ہے لہٰذا تمیز مفعول کے مشابہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہوگی۔

<u>وَهٰذِهِ الْاَشْيَاءُ اِنَّمَا قَامَتْ:</u> سے **شارح کی غرض** دو سوالوں کا جواب دینا ہے۔

سوال (۱):۔ فاعل کے قائم مقام ہونے کے لئے ان اشیاء کو اختیار کیوں کیا گیا؟ ان کے غیر کو کیوں اختیار نہیں کیا؟

سوال (۲):۔ اسم جس طرح ان اشیاء کے ساتھ تام ہوتا ہے اسی طرح الف لام کے داخل ہونے سے بھی تام ہو جاتا ہے۔ کیونکہ جب کسی اسم پر الف لام داخل ہو تو الف لام کے ہوتے ہوئے اس کی اضافت بھی نہیں ہو سکتی۔ تو اس کی وجہ سے تمیز منصوب کیوں نہیں ہوتی؟

<u>جواب:</u>۔ پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ یہ اشیاء فاعل کے قائم مقام اس لئے ہیں کہ یہ اسم کے آخر میں ہوتی ہیں جس طرح کہ فاعل فعل کے بعد واقع ہوتا ہے۔ دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ الف لام کی وجہ سے اسم تام ہو جاتا ہے لیکن وہ اسم کے آخر میں نہیں ہوتا بلکہ شروع میں ہوتا ہے اس لئے اس کی مناسبت فاعل کے ساتھ نہ ہوگی اسی وجہ سے اس کے بعد تمیز منصوب نہیں ہوتی چنانچہ یوں نہیں کہا جاتا عِنْدِیْ الرَّاقُوْدُ خَلًّا۔ راقود کا معنی بڑا مٹکا۔

تمییز کو مفرد وجمع لانے کے مقامات کی تفصیل

فَيُفْرَدُ أَيِ التَّمْيِيزُ وَإِنْ كَانَ الْإِسْمُ التَّامُّ مُثَنًّى أَوْ مَجْمُوعًا إِنْ كَانَ أَيِ التَّمْيِيزُ جِنْسًا،

تو مفرد لایا جائے گا یعنی تمیز اگرچہ اسم تام مثنی یا مجموع ہو اگر ہو یعنی تمیز جنس

وَهُوَ مَا تَتَشَابَهُ أَجْزَاؤُهُ وَيَقَعُ مُجَرَّدًا عَنِ التَّاءِ عَلَى الْقَلِيلِ وَالْكَثِيرِ فَلَا حَاجَةَ إِلَى تَثْنِيَتِهِ

اور جنس وہ ہے کہ جس کے اجزاء ایک دوسرے کے مشابہ ہوں اور تاء سے خالی ہو کر قلیل وکثیر پر واقع ہو لہٰذا تمیز کو تثنیہ وجمع ہونے کی حاجت نہیں

وَجَمْعِهِ كَالْمَاءِ وَالتَّمْرِ وَالزَّيْتِ وَالضَّرْبِ بِخِلَافِ رَجُلٍ وَفَرَسٍ إِلَّا أَنْ يُقْصَدَ الْأَنْوَاعُ

جیسے ماء و تمر وزیت وضرب ہے، بخلاف رجل وفرس کے مگر یہ کہ انواع کا قصد کیا جائے

أَيْ مَا فَوْقَ النَّوْعِ الْوَاحِدِ فَيَشْمَلُ الْمُثَنّٰى أَيْضًا لِأَنَّهُ لَا يَدُلُّ لَفْظُ الْجِنْسِ مُفْرَدًا عَلَيْهَا

یعنی نوع واحد سے زیادہ کا قصد کیا جائے، لہٰذا یہ الانواع مثنی کو بھی شامل ہوگا کیونکہ جنس کا لفظ مفرد ہونے کی حالت میں انواع پر دلالت نہ کرے گا

فَلَا بُدَّ مِنْ أَنْ يُثَنّٰى أَوْ يُجْمَعَ قِيْلَ وَفِيْ تَخْصِيصِ قَصْدِ الْأَنْوَاعِ بِالْإِسْتِثْنَاءِ نَظَرٌ، لِأَنَّهُ كَمَا

لہٰذا اس کا تثنیہ یا جمع لانا ضروری ہے۔ کہا گیا ہے کہ استثناء کے ساتھ قصد انواع کے خاص کرنے میں نظر ہے کیونکہ جیسا کہ

جَازَ أَنْ يُقَالَ طَابَ زَيْدٌ جِلْسَتَيْنِ لِلنَّوْعِ جَازَ أَيْضًا أَنْ يُقَالَ طَابَ زَيْدٌ جَلْسَتَيْنِ لِلْعَدَدِ

طَابَ زَيْدٌ جِلْسَتَيْنِ (بکسر جیم) نوع کے لیے کہنا جائز ہے طَابَ زَيْدٌ جَلْسَتَيْنِ (بفتح جیم) عدد کے لیے کہنا بھی جائز ہے

وَيُمْكِنُ أَنْ يُجَابَ عَنْهُ بِأَنَّ الْمُرَادَ بِالْأَنْوَاعِ حِصَصُ الْجِنْسِ سَوَاءٌ كَانَتْ بِالْخُصُوْصِيَّاتِ

اور اس کا جواب اس طرح دیا جاسکتا ہے کہ انواع سے مراد جنس کے حصص ہیں خواہ وہ حصص خصوصیاتِ کلیہ کے ساتھ ہوں

الْكُلِّيَّةِ أَوِ الشَّخْصِيَّةِ وَيُجْمَعُ أَيْ يُوْرَدُ التَّمْيِيزُ عَلٰى مَا فَوْقَ الْوَاحِدِ جَوَازًا حَيْثُ

یا خصوصیت شخصیہ کے ساتھ اور جمع لایا جائے گا یعنی تمیز کو مافوق الواحد پر لایا جائے گا جوازی طور پر جہاں کہ

لَمْ يُقْصَدِ الْوَاحِدُ فِيْ غَيْرِهِ أَيْ فِيْ غَيْرِ الْجِنْسِ نَحْوُ عِنْدِيْ عِدْلٌ ثَوْبَيْنِ أَوْ أَثْوَابًا

واحد کا قصد نہ کیا جائے اس کے غیر میں یعنی جنس کے غیر میں، جیسے عِنْدِيْ عِدْلٌ ثَوْبَيْنِ یا أَثْوَابًا

خلاصہ متن: ۔اس عبارت میں صاحب کافیہ تمیز کے مفرد یا جمع وغیرہ لانے کی تفصیل ذکر کر رہے ہیں۔ وہ تمیز جو مفرد مقدار سے ابہام کو رفع کرے یا تو وہ جنس ہوگی یا غیر جنس ہوگی۔ اگر وہ جنس ہو تو پھر اس سے انواع کا قصد کیا جائے گا یا

نہیں کیا جائے گا، اگر انواع کا قصد نہ کیا جائے تو اس کو ہمیشہ مفرد لایا جائے گا، خواہ اسم تام مفرد ہو تثنیہ ہو یا جمع اور اگر جنس ہو اور اس سے انواع کا قصد کیا جائے تو پھر اس کو مقصود کے موافق تثنیہ یا جمع لایا جائے گا۔

اغراض جامی : وھو ما یتشابہ: سے **شارح کی غرض** جنس کی تعریف کرنا ہے۔ جنس وہ ہے جس کے اجزاء ایک دوسرے کے مشابہ ہوں اور مشابہت اجزاء سے مراد یہ ہے کہ جس طرح اسم جنس کا اطلاق کل پر ہوتا ہے اسی طرح ہر جزء پر اس کا اطلاق صحیح ہو جیسے الماء کا اطلاق کل پر بھی ہوتا ہے اور ہر ہر جزء وقطرہ کو بھی الماء کہا جاتا ہے اور وہ مجرد عن التاء ہو اور قلیل وکثیر پر صادق آئے۔ جب وہ قلیل وکثیر سب پر صادق آتی ہے تو اس کو تثنیہ یا جمع لانے کی کوئی حاجت نہیں جیسے ماء، تمر، ضرب، زیت، بخلاف رجل اور فرس کے یہ جنس کے معنی مذکور کے اعتبار سے جنس نہیں، لہٰذا ان کا اسم تام اگر تثنیہ یا جمع ہوگا تو ان کو بھی تثنیہ اور جمع لایا جائے گا۔

ای مافوق النوع: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال:۔** جب جنس سے نوعین کا قصد کیا جائے تو اس وقت بھی تمیز کو مفرد نہیں لایا جاتا بلکہ تثنیہ لایا جاتا ہے تو الا ان یقصد الانواع کہہ کر مصنف رحمہ اللہ نے صرف جمع کا استثناء کیوں کیا حالانکہ تثنیہ کا حکم بھی جمع والا ہے تو مصنف رحمہ اللہ کو الا ان یقصد النوعان اوالانواع کہنا چاہئے تھا۔

جواب:۔ یہاں الانواع جمع سے مراد مافوق الواحد ہے لہٰذا یہ تثنیہ کو بھی شامل ہو جائے گا۔ (سوال کابلی ص ۲۴۶)

لانہ لا یدل: سے **شارح کی غرض** حکم مذکور کی علت بیان کرنا ہے۔ یعنی جب تمیز جنس سے انواع کا قصد کیا جائے تو اس صورت میں اس کو تثنیہ یا جمع لانے کی وجہ یہ ہے کہ جب لفظ جنس مفرد ہو تو قلیل اور کثیر افراد پر تو دلالت کرتا ہے، لیکن مختلف انواع پر دلالت نہیں کرتا۔ لہٰذا جب اس سے انواع کا قصد کیا جائے تو اس کو تثنیہ یا جمع لانا ضروری ہے۔

قیل: سے **شارح کی غرض** ایک سوال کا جواب دینا ہے۔ یہ اعتراض علامہ **فاضل** ہندی رحمہ اللہ نے کیا ہے۔

اعتراض:۔ الا ان یقصد الانواع میں قصدِ انواع کی تخصیص جائز نہیں اس لئے کہ جب تمیز اسم جنس ہو اور اس سے مختلف اعداد کا قصد کیا جائے تو انواع کی طرح اس کو بھی تثنیہ یا جمع لایا جاتا ہے مثلاً جس طرح طاب زید جلستین (بکسر الجیم) کہنا جائز ہے کہ زید اچھا ہے دو قسم کے بیٹھنے کے اعتبار سے، اسی طرح طاب زید جلستین (بفتح الجیم) کہ زید اچھا ہے دو مرتبہ بیٹھنے کے اعتبار سے (عدد کیلئے)

جواب:۔ یہاں انواع سے مراد جنس کے حصے ہیں خواہ وہ خصوصیات کلیات کے ساتھ ہوں جیسے انواع میں یا خصوصیات شخصیہ کے ساتھ ہوں جیسے اعداد میں ہوتا ہے۔ (سوال باسولی ص ۲۸۴)

ای یورد التمییز: یورد کے لفظ کا اضافہ کر کے شارح بتلانا چاہتے ہیں کہ تجمع میں جمعیت بمعنی مطلق الامکان نہیں ہے بلکہ

بمعنی امکان الوقوع ہے۔ (سوال کابلی ص۲۴۶، سوال باسولی ص۳۸۴)

علی ما فوق الواحد: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔**سوال**:۔ غیر جنس میں جس طرح تمییز کو جمع لایا جاتا ہے اسی طرح تثنیہ بھی لایا جاتا ہے مصنف نے تثنیہ کو ذکر کیوں نہیں کیا؟

جواب:۔ یہاں جمع سے جمع مافوق الواحد مراد ہے یہ تثنیہ کو بھی شامل ہے اسلئے مصنف نے تثنیہ کو ذکر نہیں کیا

حیث لم یقصد الواحد: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔**سوال**:۔ یہ قاعدہ عندی عدل ثوبا کے ساتھ منقوض ہے۔ اس لئے کہ اس میں ثوبا تمیز غیر جنس ہے حالانکہ یہ جمع نہیں ہے بلکہ مفرد ہے۔

جواب:۔ یجمع، لم یقصد الواحد کی قید کے ساتھ مقید ہے یعنی تمیز غیر جنس کو اس وقت جمع لایا جائے گا جب اس سے واحد مقصود نہ ہو اگر اس سے واحد مقصود ہے تو ظاہر ہے اس کو واحد ہی لایا جائے گا نہ کہ جمع جیسے عندی عدل ثوبا۔

مفرد مقدار کی تمییز کی طرف اضافت کی بحث

ثُمَّ إِنْ كَانَ أَيِ الْمُفْرَدُ الْمِقْدَارُ تَامًّا بِتَنْوِيْنٍ أَوْ بِنُوْنِ التَّثْنِيَةِ أَوِ الْمَعْنٰى إِنْ وُجِدَ التَّمْيِيْزُ مُتَلَبِّسًا

پھر اگر ہو یعنی مفرد مقدار تام تنوین یا نون تثنیہ کے ساتھ یا معنی یہ ہے کہ اگر تمیز مفرد کی تنوین یا اس نون کے ساتھ

بِتَنْوِيْنِ الْمُفْرَدِ أَوْ بِالنُّوْنِ الَّتِيْ لِلتَّثْنِيَةِ فَإِنَّهُ لَمَّا تَمَّ الْإِسْمُ بِهِمَا اقْتَضَى التَّمْيِيْزَ جَازَتِ الْإِضَافَةُ

جو تثنیہ کے لیے ہے متلبس پائی جائے کیونکہ جب اسم تنوین اور نون تثنیہ سے تام ہو گیا تو اس نے تمیز کا تقاضا کیا تو اضافت جائز ہے

أَيْ إِضَافَةُ الْمُفْرَدِ الْمِقْدَارِ إِلَى التَّمْيِيْزِ إِضَافَةً بَيَانِيَّةً بِإِسْقَاطِ التَّنْوِيْنِ وَنُوْنِ التَّثْنِيَةِ جَوَازًا شَائِعًا

یعنی مفرد مقدار کی اضافت تمیز کی طرف اضافت بیانیہ کے طور پر تنوین اور نون تثنیہ کو ساقط کر کے جواز عام و کثیر کے ساتھ

كَثِيْرًا لِحُصُوْلِ الْغَرَضِ وَهُوَ رَفْعُ الْإِبْهَامِ بِذٰلِكَ مَعَ التَّخْفِيْفِ نَحْوُ رِطْلُ زَيْتٍ

غرض کے حاصل ہونے کی وجہ سے اور غرض اس ابہام کا رفع کرنا ہے اس اضافت کے ذریعہ تخفیف کے ساتھ جیسے رِطْلُ زَيْتٍ

وَمَنَوَا سَمْنٍ وَإِلَّا أَيْ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ بِتَنْوِيْنٍ أَوْ بِنُوْنِ التَّثْنِيَةِ بِأَنْ يَكُوْنَ بِنُوْنِ الْجَمْعِ أَوِ الْإِضَافَةِ

اور مَنَوَا سَمْنٍ ورنہ یعنی اگر تنوین یا تثنیہ کے نون کے ساتھ (اسم تام) نہ ہو اس طرح کہ جمع کے نون یا اضافت کے ساتھ ہو

فَلَا تَجُوْزُ الْإِضَافَةُ إِلَّا بِقِلَّةٍ فِيْ نُوْنِ الْجَمْعِ نَحْوُ عِشْرُوْ دِرْهَمٍ أَمَّا فِي الْإِضَافَةِ فَلِئَلَّا تَلْزَمَ

تو اضافت جائز نہیں مگر نون جمع میں قلت کے ساتھ (جائز ہے) جیسے عِشْرُوْ دِرْهَمٍ لیکن اضافت میں تاکہ مضاف کی اضافت

إِضَافَةُ الْمُضَافِ وَأَمَّا فِيْ نُوْنِ الْجَمْعِ فَلِأَنَّهُ جَازَ أَنْ يُضَافَ إِلٰى غَيْرِ الْمُمَيِّزِ نَحْوُ

لازم نہ آئے، اور لیکن نون جمع میں پس اس لیے کہ اس کی اضافت غیر ممیز کی طرف غیر ممیز کی کثرت حاجت کی وجہ سے بالاتفاق جائز ہے جیسے

عِشْرِيْكَ وَعِشْرِيْ رَمَضَانَ بِالْإِتِّفَاقِ لِكَثْرَةِ الْحَاجَةِ إِلَيْهِ فَلَوْ أُضِيْفَ إِلَى الْمُمَيِّزِ لَزِمَ

عِشْرِيْكَ وَعِشْرِيْ رَمَضَانَ پس اگر عشرین کو ممیز کی طرف مضاف کیا جائے تو بعض صورتوں میں

الْإِلْتِبَاسُ فِيْ بَعْضِ الصُّوَرِ لِأَنَّهُ لَا يُعْلَمُ مَثَلاً عِنْدَ إِضَافَةِ عِشْرِيْنَ إِلٰى رَمَضَانَ أَنَّهُ أَرَادَ

التباس لازم آئے گا کیونکہ مثلاً عشرین کی رمضان کی طرف اضافت کے وقت معلوم نہ ہوگا کہ متکلم نے بیس دن باعتبار رمضان

عِشْرِيْنَ رَمَضَانَ أَوْ أَرَادَ الْيَوْمَ الْعِشْرِيْنَ مِنْ رَمَضَانَ فَلَا يُضَافُ فِيْ غَيْرِ صُوْرَةِ الْإِلْتِبَاسِ

کا ارادہ کیا ہے یا رمضان کا بیسواں دن مراد لیا ہے، پس التباس کی صورت کے علاوہ میں بھی ماتم بنون الجمع کو تمیز کی طرف مضاف نہیں کیا جائے گا

أَيْضاً إِلَّا عَلٰى قِلَّةٍ لِيَكُوْنَ الْبَابُ أَقْرَبَ إِلَى الْإِطِّرَادِ

مگر قلت کے طور پر تا کہ ماتم بنون الجمع کا باب اطراد کے زیادہ قریب ہو جائے

خلاصہ متن: ۔ ماتن کی یہ عبارت جملہ مستانفہ ہے جو کہ سائل کے سوال کے جواب میں واقع ہے۔ گویا سائل نے سوال کیا کہ مفرد مقدار کی اپنی تمیز کی طرف اضافت جائز ہے یا نہ تو مصنف نے ثم ان کان سے جواب دیا جس کا **حاصل** یہ ہے کہ مفرد مقدار تام ہوگی تنوین یا نون تثنیہ کے ساتھ یا ان کے غیر یعنی نون جمع اور اضافت کیساتھ، اگر مفرد مقدار تنوین یا نون تثنیہ کے ساتھ تام ہو تو اس کی اضافت تمیز کی طرف اضافت بیانیہ کثرت کے ساتھ جائز ہے اسلئے کہ اضافت سے رفع ابہام کی غرض حاصل ہو جاتی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ تخفیف بھی حاصل ہو جاتی ہے جیسے رطلُ زیتٍ اور منوا سمنٍ۔ اور اگر مفرد مقدار تنوین اور نون تثنیہ کیساتھ تام نہ ہو بلکہ اضافت کے ساتھ تام ہو تو اس کی اضافت جائز نہیں تا کہ مضاف کی اضافت لازم نہ آئے۔ اسی طرح اگر نونِ جمع کے ساتھ تام ہو تو اس کی اضافت جائز نہیں مگر قلت کے ساتھ اسلئے کہ اس کی اضافت غیر تمیز کی طرف کثرت حاجت کی وجہ سے جائز ہے جیسے عشریک اور عشری رمضان یہ جائز ہے۔ اب اگر تمیز کی طرف بھی مضاف ہو تو بعض صورتوں میں تمیز کا غیر تمیز کے ساتھ التباس لازم آئے گا۔ مثلاً عشرین کی رمضان کی طرف اضافت کر کے عشری رمضان کہا جائے تو معلوم نہیں ہوگا کہ بیس از روئے رمضان کے مراد ہیں، جو کہ تمیز کا معنی ہے یا رمضان کا بیسواں دن مراد ہے جو کہ غیر تمیز (اضافت) کا معنی ہے۔ چونکہ بعض صورتوں میں التباس لازم آتا ہے تو ان میں اضافت جائز نہیں ہوگی، پھر غیر التباس کی صورت میں بھی اضافت نہیں کی جائے الا علی قلۃ، تا کہ یہ باب اقرب الی الاطراد ہو جائے۔

اغراض جامی :ای المفرد: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔کان کی ضمیر کا مرجع تمیز ہے کیونکہ تجمع اوران کان جنساً کی ضمیر کا مرجع تمیز ہے تو یہ قرینہ ہے کہ کان کی ضمیر کا مرجع بھی تمیز ہے، اس صورت میں معنی یہ ہوگا کہ اگر تمیز تام ہو تنوین یا نون تثنیہ کے ساتھ یہ درست نہیں، اس لئے کہ نون تثنیہ اور تنوین کے ساتھ تمیز تام نہیں ہوتی، بلکہ ممیز مفرد مقدار تام ہوتا ہے۔

جواب(۱):۔ہم تسلیم نہیں کرتے کہ کان کی ضمیر کا مرجع تمیز ہے بلکہ اس کا مرجع مفرد مقدار ہے، معنی یہ ہوگا کہ اگر مفرد مقدار تام ہو تنوین یا نون تثنیہ کے ساتھ اس صورت میں کان ناقصہ ہوگا ھو ضمیر مستتر راجع بسوئے مفرد مقدار اس کا اسم ہے اور تـامّـا خبر محذوف ہوگی ای المفرد المقدار تامًا سے اسی طرف اشارہ کیا۔

جواب(۲):۔تسلیم ہے کہ کان کی ضمیر کا مرجع تمیز ہے لیکن یہاں تنوین سے مراد مفرد مقدار والی تنوین ہے اور یہ کان تامہ ہے جو کہ وجد کے معنی میں ہے معنی ہوگا اگر تمیز پائی جائے اس حال میں کہ وہ متلبس ہو مفرد مقدار کی تنوین یا نون تثنیہ کے ساتھ۔
(سوال کابلی ص ۲۳۶، سوال باسولی ص ۳۸۵)

فانہ: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔جب تنوین سے مراد مفرد مقدار کی تنوین ہے تو پھر تمیز تنوین کے ساتھ کیسے متلبس ہوگی، تنوین تو مفرد مقدار پر ہوگی اور تمیز اس کے بعد ہوگی، تو تنوین کے ساتھ تمیز کا تلبس تو نہیں ہوگا بلکہ مفرد مقدار کا تلبس ہوگا؟

جواب:۔یہاں متلبسا سے مراد مقارنت ومجاورت ہے، تو متلبسًا کا معنی ہوگا مقارنًا ومجاورًا بتنوین المفرد الخ، معروض ہونا مراد نہیں ہے (سوال کابلی ص ۲۳۶)

ای اضافة المفرد المقدار: سے **شارح کی غرض** بیانِ ترکیب ہے۔اضافت پر جو الف لام داخل ہے یہ مضاف الیہ کے عوض میں ہے یا الاضافۃ کا الف لام عہد خارجی کا ہے۔

اضافة بیانیة: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔**سوال**:۔اضافت تو مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان مغایرت کا تقاضا کرتی ہے اور تمیز اور ممیز تو شی واحد ہیں، پھر مفرد مقدار کی اضافت تمیز کی طرف کیسے جائز ہوگی؟

جواب:۔مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان مغایرت اضافت بیانیہ کے علاوہ دوسری اقسام میں ہوتی ہے اور یہاں اضافت بیانیہ ہے اس میں اتحاد بین المضافین ہوتا ہے۔

باسقاط: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔**سوال**:۔وہ مفرد مقدار جو تام ہو تنوین یا نون تثنیہ کے ساتھ اس کی اضافت تو محال ہوتی ہے کیونکہ تنوین ونون تثنیہ انفصال کا تقاضا کرتی ہیں اور اضافت اتصال وامتزاج کا

تقاضا کرتی ہے ان دونوں میں منافات ہے۔

جواب:۔ مراد اضافت کا جواز نون تثنیہ اور تنوین کے اسقاط کے ساتھ ہے نہ کہ ان کی موجودگی میں۔

تمییز کے غیر مقدار سے رفع ابہام کا ذکر

وَعَنْ غَيْرِ مِقْدَارٍ عَطْفٌ عَلٰى قَوْلِهٖ عَنْ مُفْرَدٍ مِقْدَارٍ أَيِ الْاَوَّلُ كَمَا يَرْفَعُ الْاِبْهَامَ عَنْ مُفْرَدٍ مِقْدَارٍ

اور غیر مقدار سے یہ اس کے قول عن مفرد مقدار پر عطف ہے یعنی اول جس طرح مفرد مقدار سے ابہام کو رفع کرتا ہے

كَذٰلِكَ يَرْفَعُهٗ عَنْ مُفْرَدٍ غَيْرِ مِقْدَارٍ أَيْ مَا لَيْسَ بِعَدَدٍ وَلَا ذِرَاعٍ وَلَا كَيْلٍ وَلَا مِقْيَاسٍ نَحْوُ خَاتَمٌ حَدِيْدًا

اسی طرح مفرد غیر مقدار یعنی جو عدد نہیں اور نہ وزن اور نہ ذراع اور نہ کیل اور نہ مقیاس ہے اس سے ابہام کو رفع کرتا ہے جیسے خاتم حدیدا

فَإِنَّ الْخَاتَمَ مُبْهَمٌ بِاعْتِبَارِ الْجِنْسِ تَامٌّ بِالتَّنْوِيْنِ فَاقْتَضٰى تَمْيِيْزًا وَالْخَفْضُ أَيْ خَفْضُ التَّمْيِيْزِ بِإِضَافَةِ

پس خاتم جنس کے اعتبار سے مبہم اور تنوین کے ساتھ تام ہے لہٰذا اس نے تمیز کا تقاضا کیا اور جر یعنی تمیز کی جر تمیز کی طرف غیر مقدار کی

غَيْرِ الْمِقْدَارِ إِلَيْهِ أَكْثَرُ اِسْتِعْمَالًا لِحُصُوْلِ الْغَرَضِ مَعَ الْخِفَّةِ وَلِقُصُوْرِ غَيْرِ الْمِقْدَارِ عَنْ

اضافت کی وجہ سے اکثر ہے استعمال کی رو سے کیونکہ خفت کے باوجود غرض حاصل ہوتی ہے اور اس لیے کہ غیر مقدار تمیز کی طلب سے قاصر ہے

طَلَبِ التَّمْيِيْزِ لِأَنَّ الْاَصْلَ فِي الْمُبْهَمَاتِ الْمَقَادِيْرُ وَغَيْرُهَا لَيْسَ بِهٰذِهِ الْمَثَابَةِ

کیونکہ مبہمات میں اصل مقادیر ہیں اور غیر مقادیر کا یہ مرتبہ نہیں ہے (کیونکہ غیر مقادیر کو معیار نہیں بنایا گیا)

خلاصہ متن:۔ اس عبارت میں صاحب کافیہ فرماتے ہیں وہ تمیز جو مفرد سے ابہام کو رفع کرتی ہے وہ کبھی مفرد مقدار سے ابہام کو رفع کرتی ہے کما مر اور کبھی غیر مقدار سے، جیسے خَاتَمٌ حَدِيْدًا ۔ نیز وہ تمیز جو مفرد غیر مقدار سے ابہام کو رفع کرے اسمیں بنسبت نصب کے جر زیادہ مستعمل ہے۔

اغراض جامی: عطف علی: سے **شارح کی غرض** عطف کی تعیین کرنا ہے۔ عن غیر مقدار کا عطف عن مفرد مقدار پر ہے۔

ای الاول: سے **شارح کی غرض** حاصلِ عطف کو بیان کرنا ہے۔ تمیز کی قسم اول جو ذات مذکورہ سے ابہام کو رفع کرے، وہ جیسے مفرد مقدار سے ابہام کو رفع کرتی ہے، اسی طرح غیر مقدار سے بھی ابہام کو رفع کرتی ہے۔

ای مالیس بعدد: سے مفرد غیر مقدار کا مصداق بیان کیا کہ غیر مقدار سے مراد وہ ہے جو نہ عدد ہو نہ وزن نہ کیل نہ مقیاس نہ ذراع۔

نحو خاتم: سے **شارح کی غرض** بیانِ مثال ہے۔

فان الخاتم : سے شارح کی غرض مثال کو ممثل لہ پر منطبق کرنا ہے۔ خاتم باعتبار جنس کے مبہم ہے اور تام ہے تنوین کے ساتھ اس لئے اس نے تمیز کا تقاضا کیا تو حدیداً تمیز نے آ کر ابہام رفع کر دیا۔

ای خفض التمیز : سے شارح کی غرض یا تو اشارہ کرنا ہے کہ (۱) خفض پر الف لام مضاف الیہ کے عوض میں ہے جو کہ تمیز ہے (۲) یا غرض جواب سوال مقدر ہے۔ سوال ہم نہیں تسلیم کرتے کہ اسماء میں خفض اکثر ہے بلکہ رفع اور نصب اکثر ہیں۔

جواب : التمیز کا لفظ حذف کر کے اشارہ کر دیا کہ اکثریت بالنسبۃ الی التمیز فی المفرد الغیر المقدار ہے نہ کہ بالنسبۃ الی الاسماء کلہا (سوال کاملی ص ۲۴۷)

استعمالا : سے شارح کی غرض اکثر کی وضاحت کرنا ہے۔ کہ اکثر سے مراد اکثر المذاہب نہیں بلکہ اکثر از روئے استعمال کے ہے۔

باضافة غیر المقدار : سے شارح کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : ہم تو تسلیم نہیں کرتے کہ تمیز میں خفض و جر اکثر ہے بلکہ نصب اکثر ہے لان التمیز من المنصوبات۔

سوال : تمیز کے مجرور ہونے کی اکثریت مطلقاً نہیں ہے بلکہ مفرد غیر مقدار کے لحاظ سے ہے کہ مفرد غیر مقدار کی تمیز اکثر مجرور ہوتی ہے۔

تمہید : مصنف کا مدعیٰ دو چیزوں سے مرکب ہے (۱) وہ تمیز جو مفرد غیر مقدار سے ابہام کو رفع کرے وہ مجرور بالاضافت ہوتی ہے (۲) اس میں جر اکثر ہے بنسبت نصب کے۔

لحصول الغرض : سے شارح کی غرض جز اول کی وجہ کا بیان ہے تمیز مجرور بالاضافت اس لئے ہوتی ہے کیونکہ اضافت کے ساتھ غرض جو کہ ابہام کو رفع کرنا ہے بھی حاصل ہو جاتی ہے اور ساتھ تخفیف بھی حاصل ہو جاتی ہے۔

ولقصور : سے شارح کی غرض جز ثانی کی وجہ کا بیان ہے۔ کہ مفرد غیر مقدار تمیز کے طلب کرنے سے قاصر ہے اس لئے کہ مبہمات میں اصل مقادیر ہیں اور غیر مقدار اس درجے میں نہیں ہے۔ جب یہ طلب تمیز میں قاصر ہے تو اس کو تمیز کے منصوب ہونے کی طرف احتیاج نہیں ہوگی کیونکہ نصب نص علی التمیز ہوتی ہے اور نص علی التمیز تب مناسب ہوتی ہے جب طالب تمیز موجود ہو (سوال باسولی ص ۳۸۸)

تمیز کی قسم ثانی

وَالثَّانِيْ أَيِ الْقِسْمُ الثَّانِيْ مِنَ التَّمْيِيْزِ وَهُوَ مَا يَرْفَعُ الْإِبْهَامَ عَنْ ذَاتٍ مُقَدَّرَةٍ يَرْفَعُهُ عَنْ نِسْبَةٍ

اور ثانی یعنی قسم ثانی تمیز سے جو ذات مقدرہ سے ابہام کو رفع کرتا ہے وہ ابہام کو نسبت سے رفع کرتا ہے

كَانَ الظَّاهِرُ اَنْ يَّقُوْلَ عَنْ ذَاتٍ مُقَدَّرَةٍ فِيْ نِسْبَةٍ فِيْ جُمْلَةٍ لٰكِنْ لَمَّا كَانَ الْإِبْهَامُ فِيْ طَرْفِ

ظاہر یہ تھا کہ مصنف یوں کہتے "عَنْ ذَاتٍ مُقَدَّرَةٍ فِيْ نِسْبَةٍ فِيْ جُمْلَةٍ" لیکن جب وہ ابہام جو نسبت کی طرف میں ہے

النِّسْبَةِ يَسْتَلْزِمُ الْإِبْهَامَ فِيْهَا وَرَفْعُهُ عَنْهَا يَسْتَلْزِمُ الرَّفْعَ عَنْهُ قَالَ عَنْ نِسْبَةٍ مُقْتَصِرًا عَلَيْهَا

ابہام فی النسبۃ کو مستلزم تھا، اور اس کا رفع نسبت سے اس ابہام سے رفع کو مستلزم تھا تو مصنف نے اس پر اکتفاء کرتے ہوئے "عن نسبۃ" کہا

عَلٰى أَنَّ مُقَابَلَةَ مَا فِيْ هٰذَا الْقِسْمِ لِلْمُفْرَدِ الْمَذْكُوْرِ فِي الْقِسْمِ الْاَوَّلِ إِنَّمَا هِيَ لِمُجَرَّدِ النِّسْبَةِ

اس وجہ سے کہ جو کچھ اس قسم (ثانی) میں ہے اس کا قسم اول میں مذکور مفرد سے مقابلہ سوائے اس کے نہیں محض نسبت کی وجہ سے ہے فقط

لَا غَيْرُ فِيْ جُمْلَةٍ أَيْ نِسْبَةٍ كَائِنَةٍ فِيْ جُمْلَةٍ أَوْ مَاضَاهَاهَا أَيْ مَا شَابَهَهَا عَطْفٌ عَلٰى جُمْلَةٍ

اس جملہ میں یعنی ایسی نسبت سے جو ہونے والی ہے جملہ میں یا اس میں جو جملہ کے مشابہ ہو یعنی جو جملہ کے مشابہ ہو اس کا

وَهُوَ اسْمُ الْفَاعِلِ نَحْوُ اَلْحَوْضُ مُمْتَلِئٌ مَاءً أَوِ اسْمُ الْمَفْعُوْلِ نَحْوُ اَلْاَرْضُ مُفَجَّرَةٌ عُيُوْنًا

"جملۃ" پر عطف ہے اور مشابہ جملہ اسم فاعل ہے جیسے اَلْحَوْضُ مُمْتَلِئٌ مَاءً یا اسم مفعول ہے جیسے اَلْاَرْضُ مُفَجَّرَةٌ عُيُوْنًا

أَوِ الصِّفَةُ الْمُشَبَّهَةُ نَحْوُ زَيْدٌ حَسَنٌ وَجْهًا أَوِ اسْمُ التَّفْضِيْلِ نَحْوُ زَيْدٌ أَفْضَلُ أَبًا

یا صفت مشبہ جیسے زَيْدٌ حَسَنٌ وَجْهًا یا اسم تفضیل جیسے زَيْدٌ أَفْضَلُ أَبًا

أَوِ الْمَصْدَرُ نَحْوُ أَعْجَبَنِيْ طِيْبُهُ أَبًا وَكَذَا كُلُّ مَا فِيْهِ مَعْنَى الْفِعْلِ نَحْوُ حَسْبُكَ زَيْدٌ رَجُلًا

یا مصدر ہے جیسے أَعْجَبَنِيْ طِيْبُهُ أَبًا اور اسی طرح ہر وہ اسم یا حرف ہے جس میں فعل کا معنی ہے جیسے حَسْبُكَ زَيْدٌ رَجُلًا

نَحْوُ طَابَ زَيْدٌ نَفْسًا مِثَالٌ لِلْجُمْلَةِ وَالتَّمْيِيْزُ فِيْهِ خَاصٌّ بِالْمُنْتَصِبِ عَنْهُ وَ زَيْدٌ طَيِّبٌ اَبًا

نَحْوُ طَابَ زَيْدٌ نَفْسًا یہ جملہ کی مثال ہے اور اس میں تمیز منتصب عنہ (یعنی زید) کے ساتھ خاص ہے اور زَيْدٌ طَيِّبٌ اَبًا یہ اس کی مثال ہے

مِثَالٌ لِمَا يُشْبِهُ الْجُمْلَةَ وَالتَّمْيِيْزُ فِيْهِ يَصْلَحُ أَنْ يَّكُوْنَ لِمَا انْتُصِبَ عَنْهُ وَلِمُتَعَلِّقِهٖ وَحَيْثُ

جو جملہ کے مشابہ ہے اور اس میں (ابا) تمیز اس بات کی صلاحیت رکھتی ہے کہ ما انتصب عنہ (زیدا) کے لیے ہو اور اس کے متعلق (باپ) کیلئے ہو

لَا فَرْقَ فِي التَّمْيِيْزِ بَيْنَ الْجُمْلَةِ وَمَاضَاهَاهَا فَهٰذَانِ الْمِثَالَانِ فِيْ قُوَّةِ أَرْبَعَةِ أَمْثِلَةٍ، فَكَأَنَّهُ

اور جب جملہ اور مشابہ جملہ کے درمیان تمیز میں کوئی فرق نہیں تو یہ دونوں مثالیں چار مثالوں کی قوت میں ہیں گویا

قَالَ طَابَ زَيْدٌ وَزَيْدٌ طَيِّبٌ نَفْسًا وَأَبًا فَقَوْلُهُ وَأُبُوَّةً وَدَارًا وَعِلْمًا عَطْفٌ عَلٰى نَفْسًا وَأَبًا

مصنف نے کہا طَابَ زَيْدٌ، وَزَيْدٌ طَيِّبٌ نَفْسًا وَأَبًا پس مصنف کا قول وَأُبُوَّةً وَدَارًا وَعِلْمًا کا نفسا پر اور معنی کے اعتبار سے

بِحَسَبِ الْمَعْنٰى فَهُوَ نَاظِرٌ إِلٰى كُلٍّ مِنَ الْمِثَالَيْنِ الْمَذْكُورَيْنِ غَيْرُ مُخْتَصٍّ بِالْأَخِيْرِ فَهُوَ

ابا پر عطف ہے پس مصنف کا قول دونوں مذکورہ مثالوں میں سے ہر ایک کی طرف ناظر ہے مثال اخیر کے ساتھ خاص نہیں پس مصنف نے

بِحَسَبِ الْحَقِيْقَةِ أَوْرَدَ لِكُلٍّ مِنَ التَّمْيِيْزِ الْوَاقِعِ فِي الْجُمْلَةِ أَوْ مَاضَاهَاهَا خَمْسَةَ أَمْثِلَةٍ

حقیقت کے اعتبار سے جملہ یا مشابہ جملہ میں واقع ہونے پر ہر ایک تمیز کی پانچ مثالیں وارد کیں ہیں

فَالنَّفْسُ عَيْنٌ غَيْرُ اِضَافِيٍّ خَاصٌّ بِالْمُنْتَصِبِ عَنْهُ وَالدَّارُ عَيْنٌ غَيْرُ اِضَافِيٍّ وَهُوَ مُتَعَلِّقٌ

پس "نفس" عین (قائم بذاتہ) غیر اضافی ہے منصب عنہ کے ساتھ خاص ہے اور دار عین غیر اضافی ہے اور وہ منصب عنہ کے متعلّق ہے

بِالْمُنْتَصِبِ عَنْهُ وَالْأَبُ عَيْنٌ اِضَافِيٌّ مُحْتَمِلٌ لَهُمَا وَالْأُبُوَّةُ عَرَضٌ اِضَافِيٌّ وَالْعِلْمُ عَرَضٌ

اور "اب" عین اضافی ہے جو دونوں کا محتمل ہے اور ابوۃ عرض اضافی ہے اور علم عرض غیر اضافی ہے

غَيْرُ اِضَافِيٍّ وَكُلٌّ مِنْهُمَا مُتَعَلِّقٌ بِالْمُنْتَصِبِ عَنْهُ أَوْ فِيْ إِضَافَةٍ عَطْفٌ عَلٰى قَوْلِهٖ فِيْ جُمْلَةٍ

اور ابوۃ وعلم میں سے ہر ایک منصب عنہ سے متعلق ہے یا اضافت میں یہ مصنف کے قول "فی جملۃ" یا "ماضاہا" پر عطف ہے

أَوْ مَا ضَاهَاهَا مِثْلُ يُعْجِبُنِيْ طِيْبُهٗ نَفْسًا وَتَرَكَهٗ لِأَنَّهٗ أَظْهَرُ التَّمْيِيْزَاتِ وَلَا خِفَاءَ بِهٖ وَأَبًا وَأُبُوَّةً

جیسے يُعْجِبُنِيْ طِيْبُهٗ نَفْسًا اور مصنف نے اس (نفسا) کو اس لئے ترک کردیا کہ یہ سب تمیزوں سے ظاہر ترین تمیز ہے اور اس میں کوئی خفا نہیں ہے

وَدَارًا وَعِلْمًا أَوْرَدَ هٰذِهِ الْأَمْثِلَةَ عَلٰى وَفْقِ مَا سَبَقَ

اور أَبًا وَأُبُوَّةً وَدَارًا وَعِلْمًا مصنف نے ان مثالوں کو ماسبق کے موافق وارد کیا ہے

خلاصہ متن: ۔صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ تمیز کی دوسری قسم جوذات مقدرہ سے ابہام کو رفع کرے وہ جملہ میں پائی جانی والی نسبت یا شبہ جملہ میں پائی جانی والی نسبت سے ابہام کو رفع کرتی ہے۔

اغراض جامی بالقسم: سے **شارح کی غرض** بیانِ ترکیب ہے۔الثانی صفت ہے موصوف محذوف کی جو کہ القسم ہے

وھو: سے **شارح کی غرض** بیانِ مصداق ہے۔قسم ثانی سے مراد وہ تمیز ہے جو ذات مقدرہ سے ابہام کو رفع کرے۔

یرفع : سے **شارح کی غرض** بیانِ ترکیب ہے۔من نسبۃ یہ ظرف مستقر ہو کر یرفع کے متعلق ہے اور یہ خبر ہے الثانی کی جو کہ مبتداء ہے۔

كَانَ الظَّاهِرُ: سے **شارح کی غرض** ایک اعتراض کو نقل کر کے لٰكِنْ لَمَّا كَانَ الْإِبْهَامُ سے جواب دینا ہے۔

اعتراض: ۔مصنف کی عبارت میں تعارض وتناقض ہے کیونکہ مصنف نے ماقبل میں کہا ہے تمیز کی قسم ثانی وہ ہے جو ذات

مقدرہ سے ابہام کو رفع کرے اور یہاں ذات کا ذکر ہی نہیں کیا بلکہ نسبت کا ذکر کیا اور نسبت ایک امر معنوی ہے، ذات نہیں ہے، مصنف کو یوں کہنا چاہیے تھا و الثانی عن ذات مقدرۃ فی نسبۃ فی جملۃ.

جواب: ۔طرف نسبت میں ابہام یہ ابہام فی النسبۃ کو مستلزم ہے اور نسبت سے ابہام کو رفع کرنا مستلزم ہے طرف نسبت سے ابہام رفع کرنے کو۔ تو مصنف نے اختصار کی غرض سے عن نسبۃ پر اکتفاء کیا۔

تنبیھًا: سے تائید جواب ہے اس بات پر تنبیہ کرنے کے لئے کہ قسم ثانی کا قسم اول کے ساتھ تقابل ذات کے ذکر یا عدم ذکر کے اعتبار سے نہیں، بلکہ نسبت کے اعتبار سے ہے کہ قسم ثانی نسبت سے ابہام کو رفع کرتی ہے اور قسم اول غیر نسبت سے ابہام کو رفع کرتی ہے۔

ما شابھھا: سے **شارح کی غرض** بیانِ معنی ہے کہ ما ضا ھا کا معنی ماشابہہا۔

عطف: سے **شارح کی غرض** بیانِ ترکیب ہے۔ یہ مجرور ہے اس بناء پر کہ اس کا عطف ہے جملہ پر۔

و ھو اسم الفاعل: سے **شارح کی غرض** بیانِ مصداق ہے۔ شبہ جملہ کے مصداق کو متعین کر دیا کہ اس کا مصداق اسم فاعل، اسم مفعول، صفت مشبہ، اسم تفضیل، مصدر اور ہر وہ لفظ ہے جس میں فعل والا معنی پایا جائے۔ اسم فاعل کی مثال جیسے الحوض ممتلی ماء اور اسم مفعول کی مثال جیسے الارض مفجرۃ عیونا اسم تفضیل کی مثال زید افضل ابا مصدر کی مثال جیسے اعجبنی طیبۂ ابا صفت مشبہ کی مثال زیدٌ حسنٌ وجھًا اور وہ لفظ جس میں فعل والا معنی پایا جائے جیسے حسبک زید رجلا اس میں حسبک یکفیک کے معنی میں ہے۔

مَثَالٌ لِلْجُمْلَةِ وَالتَّمْيِيْزُ فِيْهِ: سے **شارح کی غرض** ممثل لہ کی تعیین کرنا ہے۔ طاب زید نفسا یہ اس تمیز کی مثال ہے جو جملے کی نسبت سے ابہام کو رفع کرے اور اس میں تمیز منصب عنہ یعنی ممیَّز (زید) کے ساتھ خاص ہے۔

مَثَالٌ لِمَا يُشْبِهُ الْجُمْلَةَ: سے **شارح کی غرض** ممثل لہ کی تعیین کرنا ہے۔ زید طیب ابا یہ اس تمیز کی مثال ہے جو شبہ جملہ سے ابہام کو رفع کرے اور اس میں تمیز منصب عنہ کی صلاحیت بھی رکھتی ہے اور منصب عنہ کے متعلق کی صلاحیت بھی رکھتی ہے۔ زیدٌ طیب ابا کا یہ معنی بھی ہو سکتا ہے کہ زید خوش ہونے والا ہے از روئے باپ ہونے کے کہ وہ خود باپ ہے اور یہ معنی بھی ہو سکتا ہے کہ زید خوش ہونے والا ہے از روئے باپ ہونے کے کہ اس کا باپ موجود ہے اول معنی کے اعتبار سے تمیز منصب عنہ کیلئے اور ثانی معنی کے اعتبار سے متعلق منصب عنہ کیلئے ہوگی۔

وحیث لا فرق: سے **شارح کی غرض** ایک وہم کو دور کرنا ہے۔ **وھم:** جب شارح نے مثال اول میں کہا کہ تمیز منصب عنہ کے ساتھ خاص ہے اور مثال ثانی میں کہا کہ اس میں دونوں احتمال ہیں کہ تمیز منصب عنہ کی صلاحیت بھی رکھتی ہے اور منصب عنہ کے متعلق کی بھی صلاحیت رکھتی ہے۔ اس سے یہ وہم پیدا ہوا کہ ہر وہ تمیز جو جملہ سے ابہام کو رفع کرے وہ

منصب عنہ کے ساتھ خاص ہوگی اور جو شبہ جملہ سے ابہام کو رفع کرے اس میں دو احتمال ہونگے کہ وہ منصب عنہ کی بھی صلاحیت رکھے گی اور اس کے متعلق کی بھی صلاحیت رکھے گی۔

وحیث لا فرق: ازالۂ وھم: شارح نے یہاں سے وہم کو دور کر دیا کہ وہ تمیز جو جملہ کی نسبت سے ابہام کو رفع کرے یا شبہ جملہ کی نسبت سے ابہام کو رفع کرے ان دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے اس لئے کہ دونوں نسبت سے ابہام کو رفع کرتی ہیں۔ لہذا دو مثالیں چار مثالوں کی قوت میں ہوگئیں۔ گویا نفساً اور اباً کا تعلق جملہ اور شبہ دونوں سے ہے۔ چار مثالیں اس طرح بن گئیں (۱) **طاب زید نفسا** (۲) **طاب زیدا ابا** (۳) **زید طیب ابا** (۴) **زید طیب نفسًا**.

فقوله ابوة: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ ابوة دارا علما ان میں جس طرح شبہ جملہ کی نسبت سے تمیز واقع ہونے کی صلاحیت ہے اسی طرح جملہ کی نسبت سے بھی تمیز واقع ہونے کی صلاحیت ہے تو ان کو شبہ جملہ کے بعد کیوں ذکر کیا اور ان کا عطف ابا پر کیوں کیا؟

جواب:۔ ابوة، دار، علما اگرچہ بحسب اللفظ انکا عطف نفساً پر ہے لیکن بحسب المعنی ان کا عطف نفساً اور اباً دونوں پر ہے صرف آخری مثال کے ساتھ مختص نہیں۔ تو مصنف نے حقیقتاً ہر ایک کے لئے پانچ مثالیں ذکر کیں یعنی وہ تمیز جو جملہ کی نسبت سے ابہام کو رفع کرے اس کے لئے بھی پانچ مثالیں ذکر کیں اور جو شبہ جملہ کی نسبت سے ابہام کو رفع کرے اس کی بھی پانچ مثالیں ذکر کیں۔

فالنفس اضافی: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال**:۔ مثال سے مقصود ممثل لہ کی وضاحت ہوتی ہے اور وضاحت ایک مثال سے بھی حاصل ہوتی ہے تو مصنف نے پانچ مثالیں کیوں ذکر کیں؟

جواب:۔ مثالوں کا تعدد ممثل لہ کے تعدد کی وجہ سے ہے اس لئے کہ تمیز کی پانچ قسمیں ہیں اور تمیز میں عقلی اعتبار سے بارہ احتمال ہیں۔ تفصیل یہ ہے کہ تمیز عین ہوگی یا عرض ہوگی، پھر ہر ایک اضافی ہوگی یا غیر اضافی، دو کو دو میں ضرب دینے سے چار قسمیں بن گئیں، (۱) [illegible] اضافی وہ ہے [illegible] عقل [illegible] جس کا سمجھنا غیر [illegible] پر موقوف [illegible] کا تعقل ابن پر موقوف ہے غیر اضافی وہ ہے جو اس کے برعکس ہو (۲) عرض اضافی (۳) عین غیر اضافی (۴) عرض غیر اضافی۔ پھر ان چار میں سے ہر ایک میں تین احتمال ہیں (۱) تمیز منصب عنہ کے ساتھ خاص ہو (۲) [illegible] متعلق [illegible] (۳) دونوں کا احتمال رکھے۔ چار کو تین میں ضرب دینے سے بارہ بن گئے۔ لیکن ان [illegible] غیر مستعمل اور پانچ مستعمل ہیں۔ جن کی تفصیل ذیل کے نقشہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

عین اضافی	عین غیر اضافی	عرض اضافی	عرض غیر اضافی
منصب عنہ کے ساتھ خاص ہو غیر مستعمل	منصب عنہ کے ساتھ خاص ہو مستعمل مثال: طاب زید نفسا	منصب عنہ کے ساتھ خاص ہو غیر مستعمل	منصب عنہ کے ساتھ خاص ہو غیر مستعمل
منصب عنہ کے متعلق کے ساتھ خاص ہو غیر مستعمل	منصب عنہ کے متعلق کے ساتھ خاص ہو مستعمل: مثال: طاب زید دارا	منصب عنہ کے متعلق کے ساتھ خاص ہو مستعمل مثال: طاب زید ابوۃ	منصب عنہ کے متعلق کے ساتھ خاص ہو مستعمل مثال: طاب زید علما
منصب عنہ اور متعلق دونوں کا احتمال رکھے مستعمل مثال: طاب زید ابا	منصب عنہ اور متعلق دونوں کا احتمال رکھے غیر مستعمل	منصب عنہ اور متعلق دونوں کا احتمال رکھے غیر مستعمل	منصب عنہ اور متعلق دونوں کا احتمال رکھے غیر مستعمل

چونکہ ان میں سے سات قسمیں غیر مستعمل اور پانچ مستعمل ہیں اسی لئے مصنف نے پانچ مثالیں ذکر کیں۔ تفصیل یہ ہے کہ عین غیر اضافی کے تین احتمالوں میں سے دو مستعمل ہیں اور ایک غیر مستعمل ہے۔(۱) عین غیر اضافی منصب عنہ کے ساتھ مختص ہو جیسے نفسا (۲) عین غیر اضافی منصب عنہ کے متعلق کے ساتھ مختص ہو جیسے دارا اور عین اضافی کے تین احتمالوں میں سے ایک مستعمل اور دو غیر مستعمل ہیں (۱) مستعمل یہ ہے کہ عین اضافی منصب عنہ اور اس کے متعلق دونوں کا احتمال رکھے جیسے اب اور (۵) عرض غیر اضافی جو دونوں کا احتمال رکھتی ہو یہ غیر مستعمل ہے اور عرض اضافی کے تین احتمالوں میں سے ایک مستعمل ہے کہ وہ منصب عنہ کے ساتھ مختص ہو اور باقی دو غیر مستعمل ہیں۔ تفصیل نقشہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

عطف: ۔۔۔سے شارح کی غرض العطف کی تعیین کرنا ہے کہ اضافۃ کا عطف ہے فی جملۃ او ماضا ہا پر۔

ونحوکہ: سے شارح کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔مصنف نے اسلوب کو کیوں تبدیل کیا کہ ما قبل میں لفظ نفس کو ذکر کیا اور یہاں اس کو ذکر نہیں کیا؟

جواب: ۔ چونکہ لفظ نفس کا تمیز واقع ہونا اظہر تھا اسی وجہ اس کو ذکر نہیں کیا اور ابوۃ، دارا، علما، ان مثالوں کو ماقبل کے موافق ذکر کیا۔ (سوال کا بقیہ ص ۲۴۸)

رفع ابہام کیلئے تمیز کی ایک مثال کا ذکر

وَزَادَ عَلَيْهِ قَوْلَهُ وَلِلّٰهِ دَرُّهُ فَارِسًا إِشَارَةٌ إِلٰى اَنَّ التَّمْيِيْزَ قَدْ يَكُوْنُ صِفَةً مُشْتَقَّةً وَأَيْضاً لَمَّا أَوْرَدَهُ
اور مصنفؒ نے اس پر اپنے قول وَلِلّٰهِ دَرُّهُ فَارِسًا کو زائد کیا اس بات کی طرف اشارہ کرنے کیلئے کہ تمیز کبھی صفت مشتقہ بھی ہوتی ہے اور نیز جب
صَاحِبُ الْمُفَصَّلِ مِثَالًا لِتَمْيِيْزِ الْمُفْرَدِ عَلٰى أَنْ يَكُوْنَ الضَّمِيْرُ فِيْهِ مُبْهَمًا كَضَمِيْرِ رُبَّهُ رَجُلاً
اس کو صاحب مفصل نے اس بناپر مفرد (مقدار) کی تمیز کے لیے مثال (بناکر) وارد کیا کہ درہ میں ضمیر رُبَّهُ رَجُلاً کی ضمیر کی طرح مبہم ہو
وَيَكُوْنُ فَارِسًا تَمْيِيْزًا عَنْهُ أَرَادَ أَنْ يُّنَبِّهَ عَلٰى أَنَّهُ يَصْلَحُ أَنْ يَّكُوْنَ تَمْيِيْزًا عَنْ نِسْبَةٍ عَلٰى
اور فارسا اس ضمیر مبہم سے تمیز ہو تو مصنف نے اس بات پر تنبیہ کرنے کا ارادہ کیا کہ فارسا اس بات کی صلاحیت رکھتا ہے کہ نسبت سے اس بناپر تمیز ہو
أَنْ يَّكُوْنَ الضَّمِيْرُ فِيْهِ مُعَيَّنًا مَعْلُوْمًا وَالْإِبْهَامُ يَكُوْنُ فِيْ نِسْبَةِ الدَّرِّ إِلَيْهِ وَالدَّرُّ فِي الْأَصْلِ اللَّبَنُ
کہ اسمیں ضمیر معین و معلوم ہو اور ابہام اس کی طرف دَرّ کی نسبت میں ہو، اور دَرّ اصل میں لبن کو کہتے ہیں
وَفِيْهِ خَيْرٌ كَثِيْرٌ لِلْعَرَبِ فَأُرِيْدَ بِهِ الْخَيْرُ أَيْ لِلّٰهِ خَيْرُهُ فَارِسًا وَالْفَارِسُ إِسْمُ فَاعِلٍ مِنَ الْفَرَاسَةِ
اور اس میں عرب کے نزدیک خیر کثیر ہے، لہٰذا اس سے مراد خیر ہے یعنی للہ خیرہ فارسا، اور فارس فراسۃ بفتح الفاء سے اسم فاعل ہے
بِالْفَتْحِ مَصْدَرُ فَرُسَ بِالضَّمِّ أَيْ حَذِقَ بِأَمْرِ الْخَيْلِ وَأَمَّا الْفِرَاسَةُ بِالْكَسْرِ فَمِنَ التَّفَرُّسِ
فرس بضم العین (کرم کی طرح) کا مصدر ہے یعنی گھوڑوں کے معاملے میں ماہر ہو گیا اور فراست بکسر فاء تفرس سے ماخوذ ہے

خلاصہ متن: ۔ اس عبارت میں صاحب کافیہ نسبت میں رفع ابہام کیلئے تمیز کی ایک اور مثال ذکر کی ہے جیسے وَلِلّٰهِ دَرُّهُ فَارِسًا.

اغراض جامی: وزادہ: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔**سوال:**۔ جب ان مثالوں کا ذکر ماقبل کے موافق تھا تو مصنف نے وَلِلّٰهِ دَرُّهُ فَارِسًا کا اضافہ کیوں کیا؟ حالانکہ اس کا ذکر ماقبل میں نہیں ہے۔

جواب: ۔ مصنف نے اس کا اضافہ کیا دو وجہوں سے (۱) اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ تمیز جس طرح جامد ہوتی ہے اسی طرح مشتق بھی ہوتی ہے (۲) صاحب مفصل نے وَلِلّٰهِ دَرُّهُ فَارِسًا کو مفرد مقدار کی تمیز کی مثال میں ذکر کیا ہے اس اعتبار سے کہ درہ کی ضمیر ربہ رجلا کی ضمیر کی طرح مبہم ہے اور فارسا اس سے تمیز ہے تو مصنف نے اس مثال کو ذکر کر کے اس بات پر تنبیہ

...طرح مفرد مقدار سے ابہام کو رفع کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے اسی طرح نسبت سے تمیز واقع ہونے کی صد حیت ... رکھتی ہے اس اعتبار سے کہ اس میں ضمیر معلوم اور معین ہو اور ابہام ضمیر کی طرف اس کی نسبت میں ہو مثلاً جاء نی زید کہ جائے اور اس سے متصل کہا جائے ولله دره فارسا اب دره کی ضمیر کا مرجع معلوم معین ہے اور وہ زید ہے لیکن ضمیر کی طرف درکی نسبت میں ابہام ہے، فارسا کے ذریعہ وہ ابہام رفع ہو گیا۔ اور اگر ضمیر کا مرجع معلوم نہ ہو تو پھر یہ ذات مذکورہ سے ابہام کو رفع کرنے کی مثال بن جائے گی۔

<u>وَالدَّرُّ فِی الْاَصْلِ اللَّبَنُ</u> سے غرض در اور فارس کے معنی کو بیان کرنا ہے کہ در کا معنی ہے دودھ، اہل عرب کے نزدیک اس میں خیر کثیر ہوتی ہے لہذا یہاں در سے مراد مجازاً خیر کثیر ہے۔ للہ درہ کا معنی ہے خیرہ فارسا۔ اور فارس اسم فاعل کا صیغہ ہے اور یہ فراست بالفتح سے ماخوذ ہے جو کہ مصدر ہے، فرس بالضم کا فرس فلان کا معنی ہے کہ فلاں گھوڑوں کے معاملے میں ماہر ہو گیا اور اگر فراست بالکسر ہو تو یہ تفرس سے مشتق ہوگا جس کا معنی ادراک ہے۔

تمیز کے مزید احکامات

ثُمَّ اِنْ کَانَ اَیِ التَّمْیِیْزُ بَعْدَ مَا لَمْ یَکُنْ نَصًّا فِی الْمُنْتَصِبِ عَنْهُ اِسْمًا لَا صِفَةً یَصِحُّ جَعْلُهُ

پھر اگر ہو یعنی تمیز اس کے بعد کہ منتصب عنہ میں نص نہ ہو اسم ہو صفت نہ ہو اسے ما انتصب عنہ کے لیے کرنا صحیح ہو

لِمَا انْتَصَبَ عَنْهُ وَالْمُرَادُ بِجَعْلِهِ لَهُ اِطْلَاقُهُ عَلَیْهِ وَالتَّعْبِیْرُ بِهِ عَنْهُ جَازَ اَنْ یَکُوْنَ ذٰلِکَ

اور تمیز کو منتصب کے لیے کرنے سے مراد تمیز کا اس پر اطلاق اور ما انتصب عنہ کو اس تمیز سے تعبیر کرنا ہے تو جائز ہے یہ کہ (وہ) تمیز

التَّمْیِیْزُ تَارَةً لَهُ اَیْ لِلْمُنْتَصِبِ عَنْهُ بِاَنْ یَکُوْنَ تَمْیِیْزًا یَرْفَعُ الْاِبْهَامَ عَنْهُ وَتَارَةً لِمُتَعَلَّقِهِ بِاَنْ

کبھی اس کے لیے ہو یعنی منتصب عنہ کے لیے اس طرح کہ وہ اسم تمیز ہو جو منتصب عنہ سے ابہام کو رفع کرے اور کبھی اس کے متعلق کے لیے ہو

یَکُوْنَ تَمْیِیْزًا یَرْفَعُ الْاِبْهَامَ عَنْ مُتَعَلَّقِهِ وَذٰلِکَ بِحَسْبِ الْقَرَائِنِ وَالْاَحْوَالِ مِثْلُ اَبًا فِیْ

اس طرح کہ وہ اسم تمیز ہو جو اس کے متعلق سے ابہام کو رفع کرے اور یہ احوال و قرائن کے لحاظ سے ہے جیسے طاب زید ابا میں

طَابَ زَیْدٌ اَبًا فَاِنَّهُ یَصِحُّ اَنْ تَجْعَلَهُ عِبَارَةً عَنْ زَیْدٍ فَجَازَ اَنْ یَکُوْنَ تَارَةً تَمْیِیْزًا عَنْ زَیْدٍ اِذَا

ابا ہے پس اس کو زید سے تعبیر کرنا صحیح ہے (یعنی زید اب کہنا صحیح ہے) پس ابا کا زید سے تمیز ہونا جائز ہے جب

اُرِیْدَ اِسْنَادُ الطِّیْبِ اِلَیْهِ بِاعْتِبَارِ اَنَّهُ اَبُوْ عَمْرٍو وَجَازَ اَنْ یَکُوْنَ تَارَةً تَمْیِیْزًا عَنْ مُتَعَلَّقِهِ بِاعْتِبَارِ

کہ زید کی طرف طیب کی نسبت کا اس اعتبار سے ارادہ کیا جائے کہ وہ عمرو کا باپ ہے، اور کبھی ابا کا زید کے متعلق سے اس اعتبار سے تمیز ہونا جائز ہے

أَنَّ الطِّيبَ مُسْنَدٌ إِلَى مُتَعَلَّقِهِ وَهُوَ أَبُوهُ وَإِلَّا أَىْ وَإِنْ لَمْ يَكُنِ التَّمْيِيزُ بَعْدَ مَا لَمْ يَكُنْ نَصًّا فِي

کہ طیب زید کے متعلق کی طرف مسند ہو اور وہ اس کا باپ ہے ورنہ یعنی اگر تمیز اس کے بعد کہ منصب عنہ میں نص نہ ہو ایسا اسم نہ ہو

الْمُنْتَصِبِ عَنْهُ اِسْمًا يَصِحُّ جَعْلُهُ لِمَا انْتَصَبَ عَنْهُ فَهُوَ لِمُتَعَلَّقِهِ خَاصَّةً نَحْوُ طَابَ زَيْدٌ أُبُوَّةً

جس کا منصب عنہ کے لیے تمیز بنانا صحیح ہو تو وہ اس کے متعلق کے لیے ہے خاص طور پر جیسے طَابَ زَيْدٌ أُبُوَّةً

وَعِلْمًا وَدَارًا فَإِنَّ هٰذِهِ الْاَسْمَاءَ لَيْسَتْ نَصًّا فِي الْمُنْتَصِبِ عَنْهُ وَلَا يَصِحُّ جَعْلُهَا لَهُ بِالتَّعْبِيرِ

وَعِلْمًا وَدَارًا، پس یہ اسماء منصب عنہ میں نص نہیں ہیں اور ان کو منصب عنہ کے لیے اس طرح کرنا صحیح نہیں کہ منصب عنہ کو ان سے تعبیر کیا جائے

عَنْهُ بِهَا فَهِيَ لِمُتَعَلَّقِ زَيْدٍ وَهُوَ الذَّاتُ الْمُقَدَّرَةُ أَعْنِي الشَّيْءَ الْمَنْسُوبَ إِلَى زَيْدٍ

پس یہ (اسماء) متعلق زید کے لیے ہیں اور وہ ذات مقدر ہے یعنی ایسی شئی جو زید کی طرف منسوب ہے

خلاصہ متن: ۔اس عبارت میں صاحب کافیہ تمیز کے مزید احکامات ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔تمیز یا اسم ہوگی یا صفت ہوگی اگر تمیز اسم ہو تو اس کو منصب عنہ کے لئے کرنا صحیح ہوگا یا نہ۔منصب عنہ کیلئے صحیح ہونے کا مطلب یہ ہے کہ منصب عنہ کو اس تمیز کے ساتھ تعبیر کرنا اور تمیز کا منصب عنہ پر اطلاق کرنا اور منصب عنہ کو مبتدا بنا کر تمیز کا اس پر حمل کرنا اور خبر بنانا درست ہو۔اور منصب عنہ کیلئے کرنے کے صحیح نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ تمیز کا حمل واطلاق وتعبیر منصب عنہ پر صحیح نہ ہو ایسی صورت میں دو وجہیں جائز ہیں اس کو منصب عنہ سے تمیز بنانے کا کوئی قرینہ پایا جائے گا یا نہیں، اگر کوئی قرینہ نہ پایا جائے تو اس کو منصب عنہ کے متعلق سے تمیز بنانا صحیح ہے، مثلاً جب طیب کی اسناد اس کے متعلق کی طرف اس اعتبار سے ہو کہ وہ اس کا باپ ہے تو تمیز بنانا صحیح ہے اور اگر اس تمیز کو منصب عنہ کے لئے کرنا صحیح نہ ہو تو پھر منصب عنہ کے متعلق کے ساتھ خاص ہوگی جیسے طاب زید ابوۃ وعلما ودارا ان اسماء کو منصب عنہ کے لئے کرنا صحیح نہیں ہے تو یہ تمیز منصب عنہ کے متعلق یعنی زید کے متعلق سے ہوگی اور متعلق ذات مقدرہ ہے یعنی وہ شی جو زید کی طرف منسوب ہے۔

اغراض جامی <u>بعد ای التمیز:</u> سے **شارح کی غرض** ضمیر کے مرجع کو متعین کرنا ہے۔

<u>بعد ما لم یکن نصا:</u> سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔یہ قاعدہ منقوض ہے طاب زید نفسا کے ساتھ اس لئے کہ اس میں نفسا کو منصب عنہ کے لئے بنانا صحیح ہے حالانکہ اسمیں دو وجہیں جائز نہیں بلکہ اس کو منصب عنہ سے تمیز بنانا متعین ہے۔

جواب: ۔وہ تمیز جس کو منصب عنہ کے لئے کرنا صحیح ہو اور اس میں دو وجہیں بھی جائز ہوں یہ اس وقت ہے جب وہ منصب عنہ

میں نص نہ ہو اور مثال مذکور میں نص ہے اس لئے نقض وارد نہ ہوگا۔

لاصفة: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال**:۔ صفت بھی تو اسم ہوتی ہے تو مصنف کی کلام میں تناقض لازم آ رہا ہے اس لئے کہ مصنف نے کہا جب تمیز اسم ہو اور اس کو منصب عنہ کے لئے کرنا صحیح ہو تو اس میں دو وجہیں جائز ہیں (۱) کہ اس کو منصب عنہ کے لئے کرنا بھی صحیح ہے (۲) اور منصب عنہ کے متعلق کے لئے کرنا بھی صحیح ہے اور بعد والی کلام یعنی ان کان صفۃ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب تمیز اسم ہو (کیونکہ صفت بھی اسم ہوتی ہے) تو وہ فقط منصب عنہ کے لئے ہوگی تو اول آخر کلام میں تعارض ہے۔

جواب:۔ اسم اگر چہ صفت سے عام ہے صفت کو بھی شامل ہوتا ہے لیکن قاعدہ ہے کہ جب عام خاص کے مقابلے میں ہو تو اس عام سے مراد خاص کا ماسوا ہوتا ہے اور یہاں بھی اسم سے مراد صفت کا ماسوا ہے (۲) یا اسم سے مراد جامد اور صفت سے مشتق ہے لہذا تقابل درست ہوگا۔ (سوال کابلی ص ۲۳۹)

لتارۃ: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال**:۔ ولمتعلقہ کی واو عاطفہ ہے اور واو عاطفہ جمع کیلئے ہے اور ضابطہ ہے الجمع بحرف الجمع کالجمع بلفظ الجمع اب مصنف کی عبارت کا مطلب یہ بنے گا کہ وہ تمیز جو منصب عنہ کیلئے صحیح ہو وہ منصب عنہ اور اس کے متعلق دونوں کیلئے اکٹھے ہوگی حالانکہ یہ غلط ہے۔

جواب:۔ یہاں واو او کے معنی میں ہے مطلب یہ ہے کہ وہ تمیز یا منصب عنہ کیلئے ہوگی یا متعلق کیلئے فلا اشکال (سوال کابلی ص ۲۳۹)

تمیز کی مذکورہ دو قسموں کے استعمال کی تفصیل

فَيُطَابِقُ التَّمْيِيْزُ فِيْهِمَا اَیْ فِيْمَا جَازَ أَنْ يَّكُوْنَ لِمَا انْتُصِبَ عَنْهُ سَوَاءٌ نَصًّا فِيْهِ أَوْ مُحْتَمِلاً لَهُ وَلِمُتَعَلِّقِهِ

پس مطابق ہوگی تمیز ان دونوں میں یعنی اس صورت میں کہ تمیز کا منصب عنہ کے لیے ہونا جائز ہو خواہ اس میں نص ہو یا تمیز منصب عنہ اور

وَفِيْمَا تَعَيَّنَ لِمُتَعَلِّقِهِ مَا قُصِدَ مِنْ وَحْدَةِ التَّمْيِيْزِ وَتَثْنِيَتِهٖ وَجَمْعِيَّتِهٖ سَوَاءٌ كَانَ لِمُوَافَقَةِ مَا

اس کے لیے محتمل ہو اور اس صورت میں کہ اس کے متعلق کے لیے متعین ہو اس کی ہوگی جس کا قصد کیا گیا یعنی تمیز کا واحد ہونا یا تثنیہ ہونا یا جمع ہونا

انْتُصِبَ عَنْهُ مِثْلُ طَابَ زَيْدٌ أَبًا وَالزَّيْدَانِ أَبَوَيْنِ وَالزَّيْدُوْنَ آبَاءً أَوْ لِمَعْنًى فِيْ نَفْسِهٖ مِثْلُ

خواہ منصب عنہ کی موافقت کے لیے ہو طَابَ زَيْدٌ أَبًا، وَالزَّيْدَانِ أَبَوَيْنِ وَالزَّيْدُوْنَ آبَاءً یا ایسے معنی کیلئے ہو جو تمیز کے نفس میں ہے جیسے

قَوْلِكَ طَابَ زَيْدٌ أَبًا إِذَا أَرَدْتَ أَبًا لَهٗ فَقَطْ وَ طَابَ زَيْدٌ أَبَوَيْنِ إِذَا أَرَدْتَ أَبًا وَجَدًّا لَهٗ

تمہارا قول ہے طَابَ زَيْدٌ أَبًا جب تم صرف اس کے باپ کا ارادہ کرو اور طَابَ زَيْدٌ أَبَوَيْنِ جب تم زید کے باپ اور دادا کا ارادہ کرو

وَطَابَ زَيْدٌ آبَاءً إِذَا اَرَدْتَ أَبًا وَأَجْدَادًا لَهُ. فَعَلٰى كُلٍّ مِنَ التَّقْدِيْرَيْنِ إِذَا قُصِدَ وَحْدَةُ التَّمْيِيْزِ
اور طَابَ زَيْدٌ آبَاءً جب تم زید کے باپ اور اجداد کا ارادہ کرو۔ پس دونوں تقدیروں میں ہر ایک کی بناء پر جب تمیز کی وحدت کا قصد کیا جائے
أُوْرِدَ مُفْرَدًا وَإِذَا قُصِدَ تَثْنِيَتُهُ أُوْرِدَ مُثَنًّى وَإِذَا قُصِدَ جَمْعِيَّتُهُ أُوْرِدَ جَمْعًا فَإِنَّ صِيْغَةَ
تو اس کو مفرد لایا جائے گا اور جب اس کے تثنیہ ہونے کا ارادہ کیا جائے تو اس کا تثنیہ لایا جائے گا اور جب اس کے جمع ہونے کا ارادہ کیا جائے
الْمُفْرَدِ لَا تَصْلَحُ أَنْ تُطْلَقَ عَلَى الْمُثَنّٰى وَالْمَجْمُوْعِ اِلَّا إِذَا كَانَ التَّمْيِيْزُ جِنْسًا يَقَعُ عَلَى
تو اسے جمع لایا جائے گا۔ کیونکہ مفرد کا صیغہ اس بات کی صلاحیت نہیں رکھتا کہ مثنی اور مجموع پر اس کا اطلاق کیا جائے مگر جب تمیز جنس ہو
الْقَلِيْلِ وَالْكَثِيْرِ فَإِنَّهُ إِذَا قُصِدَ تَثْنِيَتُهُ أَوْ جَمْعِيَّتُهُ لَا يَلْزَمُ أَنْ يُثَنّٰى ذٰلِكَ الْجِنْسُ أَوْ يُجْمَعَ
جو قلیل اور کثیر پر واقع ہوتی ہے پس جب کہ تمیز کے تثنیہ یا جمع ہونے کا قصد کیا جائے گا اس جنس کا تثنیہ یا جمع لانا ضروری نہیں
بَلْ يَكْفِيْ أَنْ يُؤْتٰى بِهٖ مُفْرَدًا لِصِحَّةِ إِطْلَاقِهٖ عَلَى الْقَلِيْلِ وَالْكَثِيْرِ فَلَا حَاجَةَ إِلٰى تَثْنِيَتِهٖ
بلکہ تمیز کو مفرد لانا کافی ہے، جنس کے قلیل و کثیر پر اطلاق کے صحیح ہونے کی وجہ سے لہذا تمیز کے تثنیہ اور جمع لانے کی کوئی حاجت نہیں
وَجَمْعِهٖ نَحْوُ طَابَ زَيْدٌ عِلْمًا وَالزَّيْدَانِ عِلْمًا وَالزَّيْدُوْنَ عِلْمًا إِلَّا أَنْ يُقْصَدَ بِالتَّمْيِيْزِ الَّذِيْ
جیسے طَابَ زَيْدٌ عِلْمًا وَالزَّيْدَانِ عِلْمًا وَالزَّيْدُوْنَ عِلْمًا مگر یہ کہ اس تمیز سے جو جنس ہے
هُوَ الْجِنْسُ الْاَنْوَاعَ مِنْ حَيْثُ امْتِيَازَاتِهَا النَّوْعِيَّةِ فَإِنَّهُ لَا بُدَّ حِيْنَئِذٍ مِنْ تَثْنِيَتِهٖ أَوْ جَمْعِهٖ نَحْوُ
انواع کے امتیازات نوعیہ کی حیثیت سے انواع کا قصد کیا جائے پس اس وقت تمیز کا تثنیہ یا جمع لانا ضروری ہے جیسے
طَابَ الزَّيْدَانِ عِلْمَيْنِ وَالزَّيْدُوْنَ عُلُوْمًا إِذَا أُرِيْدَ أَنَّ مُتَعَلَّقَ الطِّيْبِ مِنْ كُلٍّ مِنَ الزَّيْدَانِ أَوِ
طَابَ الزَّيْدَانِ عِلْمَيْنِ وَالزَّيْدُوْنَ عُلُوْمًا جب اس بات کا ارادہ کیا جائے کہ ہر ایک یعنی الزَّيْدَانِ یا الزَّيْدُوْنَ
الزَّيْدُوْنَ نَوْعٌ آخَرُ مِنَ الْعِلْمِ فَإِنَّ صِيْغَةَ الْمُفْرَدِ لَا تُفِيْدُ ذٰلِكَ الْمَعْنٰى
میں سے طیب کا متعلق علم (کے انواع) سے نوع دیگر ہے کیونکہ مفرد کا صیغہ اس معنی کا فائدہ نہیں دیتا

خلاصہ متن:۔ عبارت مذکورہ میں صاحب کافیہ کی غرض تمیز کی مذکورہ دو قسموں کے طریقہ استعمال کو بیان کرنا ہے۔ تمیز جنس ہوگی یا غیر جنس ہوگی اگر جنس ہو تو اس سے انواع کا قصد کیا جائے گا یا قصد نہیں کیا جائے گا۔ اس اعتبار سے کل تین صورتیں بنتی ہیں (۱) تمیز غیر جنس ہو (۲) تمیز جنس ہو اور اس سے انواع مقصود نہ ہوں (۳) تمیز جنس ہو اور اس سے انواع مقصود

ہوں، ہر ایک کی تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) اگر تمیز غیر جنس ہو تو اس کو مقصود کے موافق واحد، تثنیہ، جمع لایا جائے گا یعنی جب تمیز کے واحد یا تثنیہ یا جمع لانے کا قصد کیا جائے تو اس کو مقصد کے موافق تثنیہ جمع لایا جائیگا خواہ واحد یا تثنیہ یا جمع لانا منصب عنہ کی موافقت کی وجہ سے ہو یا اس معنی کی وجہ سے جو نفس تمیز میں پایا جاتا ہو۔ اول کی مثال طاب زید ابا طاب الزید ان ابوین طاب الزیدون آباء ثانی کی مثال طاب زید ابا جب مراد فقط باپ ہو اور طاب زید ابوین۔ جب مراد باپ اور دادا ہوں اور طاب زید اباء جب مراد آباء و اجداد ہوں یعنی دونوں صورتوں میں خواہ منصب عنہ کی موافقت کے لئے ہو یا اس معنی کی موافقت کی وجہ سے جو نفس تمیز میں پایا جاتا ہے جب تمیز کو مفرد لانے کا قصد کیا جائے تو اس کو مفرد لایا جائے گا اگر اس کو تثنیہ یا جمع لانے کا قصد کیا جائے تو اس کو تثنیہ جمع لایا جائے گا اس لئے کا مفرد کا صیغہ اس کی صلاحیت نہیں رکھتا کہ تثنیہ یا جمع پر اس کا اطلاق کیا جائے۔

(۲) اور اگر تمیز جنس ہو اور اس سے انواع کا ارادہ نہ ہو تو اس کو تثنیہ یا جمع نہیں لایا جائے گا بلکہ مفرد لایا جائے گا اس لئے کہ اس کا اطلاق قلیل کثیر پر صحیح ہے لہذا اس کو تثنیہ جمع لانے کی ضرورت نہیں جیسے طاب زید علما طاب الزیدان علما طاب الزیدون علما (۳) اور اگر تمیز جنس ہو اور اس سے انواع کا قصد کیا جائے تو اس کو مقصود کے موافق تثنیہ یا جمع لایا جائے گا جیسے طاب زید علمًا طاب الزیدان علمین طاب الزیدون علوما جب مراد ہو کہ زیدون میں سے ایک زید علم کی ایک قسم مثلاً نحو کا ماہر ہے اور دوسرا زید علم فقہ کا عالم ہے اور تیسرا زید اصول فقہ کا عالم اس لئے کہ مفرد کا صیغہ اس بات کی صلاحیت نہیں رکھتا کہ اس کا اطلاق تثنیہ جمع پر ہو۔

اغراض جامی: اي فيما جاز: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔ ہما ضمیر کا مرجع شیئین مذکورین ہیں ایک وہ تمیز جس کو منصب عنہ اور متعلق دونوں کیلئے بنانا صحیح ہو (۲) اور دوسری وہ تمیز جس کو فقط متعلق کیلئے بنانا صحیح ہو تو وہ تمیز جو منصب عنہ میں نص ہو وہ اس حکم سے خارج ہو جائیگی حالانکہ اس میں بھی مطابقت ضروری ہے۔

بعنوان دیگر سوال یہ ہے کہ راجع مرجع میں مطابقت نہیں ہے مرجع تین ہیں (۱) وہ تمیز جو منصب عنہ میں نص ہو (۲) منصب عنہ اور متعلق دونوں کا احتمال رکھے (۳) متعلق کے ساتھ خاص ہو اور راجع ضمیر تثنیہ ہے۔

جواب: ۔ وہ تمیز جو منصب عنہ میں نص ہو وہ شی اول میں داخل ہے اس لئے کہ جس کو منصب عنہ سے تمیز بنانا صحیح ہے اس میں تعیم ہے خواہ وہ منصب عنہ میں نص ہو یا منصب عنہ اور اس کے متعلق دونوں کا احتمال رکھے لہذا راجع مرجع میں مطابقت بھی ہو جائے گی (سوال کا بلی ص ۲۴۹)

من حیث: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔ جب زیدون میں سے ہر ایک زید کو ایک خاص قسم کا علم ہو مثلاً ایک زید علم فقہ کے ایک حکم کا عالم ہو دوسرا زید اصول فقہ کے ایک ضابطہ کا عالم ہو تیسرا علم نحو کے ایک قاعدہ کا عالم ہو اور یہ انواع مقصود ہوں تو طاب الزیدون علما کہا جائے گا علوما نہیں کہا جائے گا حالانکہ یہاں بھی مختلف انواع کا قصد کیا گیا ہے؟

جواب: ۔ مراد یہ ہے کہ انواع کا قصد ہو امتیازات نوعیہ کے اعتبار سے نہ کہ امتیازات شخصیہ کے اعتبار سے۔ یعنی پوری نوع علم مراد ہو مثلاً مجموعہ علم فقہ و اصول فقہ نہ کہ ہر ایک کا ایک ایک حکم (سوال کابلی ص ۲۴۹)

صفت کے منصب عنه یا غیر کیلئے ہونے کا ذکر

وَإِنْ كَانَ اَىِ التَّمْيِيزُ صِفَةً مُشْتَقَّةً مِثْلُ لِلّٰهِ دَرُّهُ فَارِسًا أَوْ مُؤَوَّلَةً بِهَا نَحْوُ كَفٰى زَيْدٌ رَجُلاً

اور اگر ہو یعنی تمیز صفت مشتقہ جیسے لِلّٰهِ دَرُّهُ فَارِسًا یا (صفت) مؤول بہ مشتق جیسے كَفٰى زَيْدٌ رَجُلاً

فَإِنَّ مَعْنَاهُ كَامِلاً فِي الرُّجُوْلِيَّةِ كَانَتِ الصِّفَةُ لَهٗ اَىْ لِمَا انْتُصِبَ عَنْهُ لَا لِمُتَعَلِّقِهٖ لِاَنَّ

پس اس کا معنی کاملاً فی الرجولیۃ ہے تو ہوگی صفت، صفت اس کے لیے یعنی منصب عنہ کیلئے نہ کہ اس کے متعلق کیلئے اس لئے کہ

الصِّفَةَ تَسْتَدْعِيْ مَوْصُوْفًا وَالْمَذْكُوْرُ أَوْلٰى بِالْمَوْصُوْفِيَّةِ فَإِذَا قِيْلَ طَابَ زَيْدٌ وَالِدًا كَانَ

صفت موصوف کو چاہتی ہے، اور مذکور موصوف بننے کے زیادہ مناسب ہے پس جب کہا جائے طَابَ زَيْدٌ وَالِدًا تو

الْوَالِدُ زَيْدًا وَلَا يَحْتَمِلُ أَنْ يَكُوْنَ وَالِدَهٗ بِخِلَافِ الْإِسْمِ نَحْوُ أَبًا وَطِبْقَهٗ اَلْوَاوُ بِمَعْنٰى مَعَ

زید ہی والد ہوگا اور اس بات کا احتمال نہ ہوگا کہ اس کا والد (مراد) ہو بخلاف اسم کے جیسے ابا ہے اس کی مطابقت کے ساتھ) واو مع کے معنی میں ہے

وَالطِّبْقُ مَصْدَرٌ بِمَعْنَى الْمُطَابَقَةِ أَىْ كَانَتِ الصِّفَةُ صِفَةً لَهٗ مَعَ مُطَابَقَتِهَا إِيَّاهُ أَوْ مُطَابَقَتِهٖ إِيَّاهَا

اور طبق مصدر ہے بمعنی مطابقت یعنی صفت، منصب عنہ کے لیے صفت ہوگی اس کے منصب عنہ سے مطابقت کے ساتھ یا اس کی مطابقت صفت کے ساتھ

وَيَجُوْزُ أَنْ يَكُوْنَ بِمَعْنَى اسْمِ الْفَاعِلِ وَالْوَاوُ لِلْعَطْفِ عَلٰى خَبَرِ كَانَتْ أَىْ كَانَتِ الصِّفَةُ

اور جائز ہے کہ طبق (مصدر) اسم فاعل کے معنی میں ہو اور واؤ کانت کی خبر پر عطف کے لیے ہو یعنی صیغہ صفت

صِفَةً لَهٗ وَمُطَابَقَةً إِيَّاهُ وَالْمُرَادُ بِالْمُطَابَقَةِ الْإِتِّفَاقُ فِي الْإِفْرَادِ وَالتَّثْنِيَةِ وَالْجَمْعِ وَالتَّذْكِيْرِ

صفت ہو اس کیلئے، اور منصب عنہ کے مطابق ہو، اور مطابقت سے مراد افراد و تثنیہ و جمع و تذکیر و تانیث میں موافق ہونا ہے

وَالتَّانِيْثِ لِكَوْنِهَا حَامِلَةً لِضَمِيْرِهٖ وَاحْتَمَلَتْ أَيِ الصِّفَةُ الْمَذْكُوْرَةُ الْحَالَ أَيْضاً لِاسْتِقَامَةِ
کیونکہ صفت منصب عنہ کی ضمیر کی حال ہے اور احتمال رکھتی ہے یعنی صفت مذکورہ حال کا بھی معنی کے استقامت کی وجہ سے
الْمَعْنٰى عَلَى الْحَالِ، نَحْوُ طَابَ زَيْدٌ فَارِساً أَيْ مِنْ حَيْثُ أَنَّهٗ فَارِسٌ أَوْ حَالَ كَوْنِهٖ فَارِساً،
حال کی بناء پر، جیسے طَابَ زَيْدٌ فَارِساً یعنی مِنْ حَيْثُ أَنَّهٗ فَارِسٌ یا معنی ہے حَالَ كَوْنِهٖ فَارِساً،
لٰكِنَّ زِيَادَةَ مِنْ فِيْهَا نَحْوُ لِلّٰهِ دَرُّهٗ مِنْ فَارِسٍ وَقَوْلِهِمْ عَزَّ مِنْ قَائِلٍ يُؤَيِّدُ التَّمْيِيْزَ لِأَنَّ
لیکن صیغہ صفت میں من کا زائد آنا جیسے لِلّٰهِ دَرُّهٗ مِنْ فَارِسٍ، اور اہل عرب کا قول عَزَّ مِنْ قَائِلٍ (ای عز قائلا) تمیز کی تائید کرتا ہے کیونکہ
مِنْ تُزَادُ فِي التَّمْيِيْزِ لَا فِي الْحَالِ وَأَيْضاً الْمَقْصُوْدُ مَدْحُهٗ بِالْفُرُوْسِيَّةِ لَا حَالَ الْفُرُوْسِيَّةِ
من تمیز میں زائدہ کیا جاتا ہے حال میں نہیں اور نیز مقصود فروسیت کے ساتھ زید کی مدح کرنا ہے نہ کہ فروسیت کی حالت میں
إِذْ قَدْ يُمْدَحُ حَالَ الْفُرُوْسِيَّةِ بِغَيْرِهَا مِنَ الصِّفَاتِ
کیونکہ کبھی فروسیت کی حالت میں فروسیت کے علاوہ دیگر صفت میں سے کسی صفت کے ساتھ مدح کی جاتی ہے

خلاصہ متن:۔اس عبارت میں صاحب کافیہ فرماتے ہیں، اگر تمیز صفت مشتقہ ہو جیسے لِلّٰهِ دَرُّهٗ فَارِساً یا وہ مشتق کی تاویل میں ہو جیسے كَفٰى زَيْدٌ رَجُلاً اس میں رجلا کا معنی "کاملا فی الرجولیت" ہے تو وہ صفت منصب عنہ کے لئے ہوگی اس کے متعلق کے لئے نہ ہوگی، اس لئے کہ صفت تقاضا کرتی ہے موصوف کا، اور جو مذکور ہے وہ موصوف بننے کے زیادہ لائق ہے مثلا جب کہا جائے طاب زیدو الدا تو والد سے مراد بھی زید ہوگا اس کا متعلق یعنی باپ نہیں ہوگا بخلاف اس صورت کے جب کہا جائے زید ابا اس میں دونوں احتمال یعنی خود زید اور اس کا باپ ہیں۔

اور صفت مذکورہ حال بننے کا بھی احتمال رکھتی ہے جیسے طاب زید فارسا فارسا کو تمیز بنائیں تو معنی ہوگا "زید اچھا ہے از روئے شاہ سوار ہونے کے" اور حال کی صورت میں معنی ہوگا "زید اچھا ہے اس حال میں کہ وہ شاہسوار ہے"

اغراض جامی: وَطَبَقَةً اَلْوَاوُ بِمَعْنٰى مَعَ: سے **شارح کی غرض** بیانِ ترکیب ہے۔ واؤ عاطفہ نہیں ہے بلکہ واؤ بمعنی مع کے ہے اور طبق مصدر بمعنی مطابقت ہے اب معنی یہ ہوگا "صفت منصب عنہ کے لئے ہوگی اس صفت کے منصب عنہ کے مطابق ہونے کے ساتھ"۔

مع مطابقتها: سے **شارح کی غرض** بیانِ ترکیب ہے۔ طبقہ میں ترکیبی اعتبار سے دو احتمال ہیں (۱) مصدر مضاف ہو فاعل کی طرف اور مفعول محذوف ہو (۲) یا مفعول کی طرف مضاف ہو اور فاعل محذوف ہو (۲) طبق مصدر بمعنی اسم فاعل ہے

اور واو عاطفہ ہے اور طبقہ کا عطف ہے کانت کی خبر پر، معنی یہ ہوگا "ہوگی وہ صفت منصب عنہ کے لئے اور اس منصب عنہ کے مطابق ہوگی"۔

والمراد: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال:**۔ تمیز ہمیشہ نکرہ ہوتی ہے اور منصب عنہ کبھی نکرہ ہوتا ہے اور کبھی معرفہ ہوتا ہے تو تمیز منصب عنہ کے مطابق کیسے ہوگی اور مصنف رحمہ اللہ کا وطبقہ کہنا کیسے صحیح ہوگا؟

جواب:۔ یہاں مطابقت سے مراد افراد، تثنیہ، جمع اور تذکیر و تانیث کے اعتبار سے مطابقت ہے تعریف و تنکیر کے اعتبار سے مطابقت ضروری نہیں۔

لکونها: سے **شارح کی** غرض مذکورہ امور میں صفت کا منصب عنہ کے مطابق ہونے کی وجہ کا بیان ہے، کہ صفت میں ضمیر ہوتی ہے جو راجع ہوتی ہے منصب عنہ کی طرف اور راجع مرجع میں مذکورہ امور میں مطابقت ضروری ہوتی ہے اسی وجہ سے تمیز کو منصب عنہ کے مطابق لانا ضروری ہے۔

وَاحْتَمَلَتْ أَيِ الصِّفَةُ الْمَذْكُوْرَةُ الْحَالَ أَيْضاً لِاسْتِقَامَةِ: یہاں بتا رہے ہیں کہ صفت مذکورہ میں حال بننے کا بھی احتمال ہے اس لئے کہ حال بننے کی صورت میں معنی صحیح بنتا ہے جیسے طاب زید فارسا فارسا کو تمیز بنائیں تو معنی ہوگا "زید اچھا ہے از روئے شاہ سوار ہونے کے" اور حال کی صورت میں معنی ہوگا "زید اچھا ہے اس حال میں کہ وہ شاہسوار ہے"۔ لیکن شارح جامی فرماتے ہیں تمیز بنانا زیادہ اولیٰ ہے دو وجہ سے۔

وجہ (۱):۔ کبھی اس میں من زیادہ کیا جاتا ہے جیسے للہ درہ من فارس اسی طرح عز من قائل یہ عز قائلا کی جگہ واقع ہے۔ اور من کی زیادتی تمیز کی تائید کر رہی ہے اس لئے کہ من تمیز میں زیادہ ہوتا ہے حال میں نہیں۔

وجہ (۲):۔ مقصود اس کی فروسیت کے لحاظ سے تعریف کرنا ہے نہ کہ فروسیت کی حالت میں، اس لئے کہ فروسیت کی حالت میں فروسیت کے علاوہ دوسری صفات کے اعتبار سے بھی مدح کی جاتی ہے۔ جیسے زید عالم من حیث انہ فارس اگر فارسا کو حال قرار دیں تو یہ درست نہ ہوگا کیونکہ پھر مطلب یہ ہوگا کہ زید عالم ہے حالت فروسیت میں تو زید کا علم مقید ہو جائے گا حالت فروسیت کے ساتھ حالانکہ یہ باطل ہے۔

تمیز کے اپنے عامل سے مقدم ہونے کی بحث

وَلَا يَتَقَدَّمُ التَّمْيِيْزُ عَلٰى عَامِلِهٖ إِذَا كَانَ اسْمًا تَامًّا بِالْإِتِّفَاقِ فَلَا يُقَالُ عِنْدِيْ دِرْهَمًا عِشْرُوْنَ
اور مقدم نہ ہوگی تمیز اپنے عامل پر جبکہ عامل اسم تام ہو بالاتفاق، لہٰذا نہیں کیا جائے گا عِنْدِيْ دِرْهَمًا عِشْرُوْنَ

وَلاَ زَيْتاً رِطْلٌ لِاَنَّ عَامِلَهُ حِيْنَئِذٍ اِسْمٌ جَامِدٌ ضَعِيْفُ الْعَمَلِ مُشَابَهَةٌ لِلْفِعْلِ مُشَابَهَةً ضَعِيْفَةً كَمَا

اور نہ عِنْدِی زَیْتاً رِطْلٌ کیونکہ تمیز کا عامل اس وقت اسم جامد ہے جو کہ ضعیف العمل ہے، فعل کے مشابہ ہے کمزور مشابہت کے ساتھ جیسا کہ

ذَكَرْنَاهُ فَلاَ يَقْوٰى اَنْ يَّعْمَلَ فِيْمَا قَبْلَهُ وَالْاَصَحُّ اَیْ اَصَحُّ الْمَذَاهِبِ اَنْ لاَ يَتَقَدَّمَ التَّمِيْزُ عَلٰى

ہم نے ذکر کیا پس یہ قوت نہیں رکھتا کہ اپنے ماقبل میں عمل کر سکے اور صحیح تر یعنی سب سے صحیح تر مذہب یہ ہے کہ مقدم نہ ہوتی تمیز

مَا هُوَ عَامِلٌ فِيْهِ مِنَ الْفِعْلِ الصَّرِيْحِ اَوْ غَيْرِ الصَّرِيْحِ لِكَوْنِهٖ مِنْ حَيْثُ الْمَعْنٰى فَاعِلاً لِلْفِعْلِ

کسی ایسی چیز پر جو اس میں عامل ہے یعنی فعل صریح یا غیر صریح، کیونکہ تمیز معنی کے اعتبار سے نفس فعل کے لیے فاعل ہے

لِنَفْسِهٖ نَحْوُ طَابَ زَيْدٌ اَبًا اَیْ طَابَ اَبُوْهُ اَوْ فَاعِلاً لَهٗ اِذَا جَعَلْتَهٗ لاَزِمًا نَحْوُ فَجَّرْنَا الْاَرْضَ

جیسے طَابَ زَیْدٌ اَبًا یعنی طَابَ اَبُوْہُ یا فعل کیلئے اس وقت فاعل ہے جبکہ تم اس فعل کو لازم بنادو جیسے وَفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُیُوْنًا

عُيُوْنًا، اَیْ انْفَجَرَتْ عُيُوْنُهَا اَوْ اِذَا جَعَلْتَهٗ مُتَعَدِّيًا نَحْوُ اِمْتَلَاَ الْاِنَاءُ مَاءً اَیْ مَلَاَهُ الْمَاءُ

یعنی انْفَجَرَتْ عُیُوْنُهَا یا جب تم اس (فعل) کو متعدی کردو جیسے اِمْتَلَاَ الْاِنَاءُ مَاءً یعنی مَلَاَهُ الْمَاءُ

وَالْفَاعِلُ لاَ يَتَقَدَّمُ عَلَى الْفِعْلِ فَكَذَا مَا هُوَ بِمَعْنَى الْفَاعِلِ وَهٰهُنَا بَحْثٌ وَهُوَ اَنَّ الْمَاءَ فِیْ

اور فاعل فعل پر مقدم نہیں ہوتا پس اسی طرح وہ چیز فعل پر مقدم نہ ہوگی جو فاعل کے معنی میں ہے۔ اور یہاں بحث ہے اور وہ یہ ہے کہ

قَوْلِهِمْ اِمْتَلَاَ الْاِنَاءُ مَاءً مِنْ حَيْثُ الْمَعْنٰى فَاعِلٌ لِلْفِعْلِ الْمَذْكُوْرِ مِنْ غَيْرِ حَاجَةٍ اِلٰى جَعْلِهٖ

اہل عرب کے قول اِمْتَلَاَ الْاِنَاءُ مَاءً میں الماء من حیث المعنی فعل مذکور کا فاعل ہے اسے متعدی بنانے کی حاجت کے بغیر

مُتَعَدِّيًا لِاَنَّ الْمُتَكَلِّمَ لَمَّا قَصَدَ اِسْنَادَ الْاِمْتِلاَءِ اِلٰى بَعْضِ مُتَعَلَّقَاتِ الْاِنَاءِ وَلَوْ عَلٰى سَبِيْلِ

کیونکہ متکلم نے جب اناء کے بعض متعلقات کی طرف امتلاء کی اسناد کا قصد کیا اگرچہ مجاز کے طور پر

التَّجَوُّزِ وَقَدَّرَهٗ وَقَعَ الْاِبْهَامُ فِيْهِ لاَ جَرَمَ مَيَّزَهٗ بِقَوْلِهٖ مَاءً فَهُوَ فِیْ مَعْنٰى اِمْتَلَاَ مَاءُ الْاِنَاءِ فَالْمَاءُ

اور اس کو مقدر کیا تو اس قول میں ابہام واقع ہوگیا تو بہر صورت متکلم نے اس ابہام کو اپنے قول "ماء" سے بیان کردیا پس وہ امتلا ماء الِاناء کے معنی میں ہے پس الماء

فَاعِلٌ مَعْنًى وَذٰلِكَ بِعَيْنِهٖ مِثْلُ قَوْلِكَ رَبِحَ زَيْدٌ تِجَارَةً فَاِنَّ التِّجَارَةَ تَمِيْزٌ يَرْفَعُ الْاِبْهَامَ

معنیٰ فاعل ہے اور یہ الماء کا فاعل مجازی ہونا بعینہ تمہارے قول رَبِحَ زَیْدٌ تِجَارَةً کی طرح ہے کیونکہ تجارت تمیز ہے جو ابہام کو شئی منسوب بہ

عَنْ شَیْءٍ مَنْسُوْبٍ اِلٰى زَيْدٍ وَهُوَ التِّجَارَةُ فَالْفَاعِلُ فِیْ قَصْدِكَ هُوَ التِّجَارَةُ لاَ زَيْدٌ

جانب زید سے رفع کرتی ہے اور وہ شئی تجارت ہے پس تمہارے قصد میں (ربح کا) فاعل تجارت ہی ہے نہ کہ زید

وَإِنْ كَانَ إِسْنَادُ الرِّبْحِ إِلَيْهِ حَقِيْقَةً وَإِلَيْهَا مَجَازًا وَبِهٰذَا أَيَنْدَفِعُ مَا يُوْرَدُ عَلٰى قَاعِدَتِهِمِ
اگرچہ زید کی طرف ربح کی اسناد حقیقۃً اور تجارت کی طرف مجازاً ہے اور اس جواب سے وہ اعتراض دور ہو جاتا ہے جو ان کے قاعدۂ مشہورہ پر
الْمَشْهُوْرَةِ وَهِيَ أَنَّ التَّمْيِيْزَ عَنِ النِّسْبَةِ إِمَّا فَاعِلٌ فِي الْمَعْنٰى أَوْ مَفْعُوْلٌ مِنْ أَنَّ التَّمْيِيْزَ
وارد ہوتا ہے، اور وہ قاعدہ یہ ہے کہ تمیز عن النسبۃ معنی میں یا فاعل ہوتی ہے یا مفعول (اعتراض یہ ہے) کہ اس مثال (ربح زید تجارۃً) میں
فِيْ هٰذَا الْمِثَالِ وَأَمْثَالِهِ لَا فَاعِلٌ وَلَا مَفْعُوْلٌ فَلَا تَطَّرِدُ تِلْكَ الْقَاعِدَةُ
تمیز نہ فاعل ہے اور نہ مفعول پس یہ قاعدہ جامع نہ ہوا۔

خلاصہ متن: ۔صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ جب تمیز کا عامل اسم تام ہو تو تمیز اپنے عامل سے مقدم نہیں ہو سکتی چنانچہ یوں نہیں کہا جائے گا عندی درهما عشرون اور عندی زیتا رطل ۔وجہ اس کی یہ ہے کہ عامل جب اسم تام ہو تو وہ اسم جامد ہوتا ہے اور اسم جامد عامل ضعیف ہے کیونکہ یہ عمل کرتا ہے فعل کی مشابہت کی وجہ سے اور یہ مشابہت ضعیف ہے اور عامل ضعیف کا معمول اس پر مقدم نہیں ہو سکتا۔

اغراض جامی : والاصح ان لا يتقدم: سے **شارح کی غرض** ایک وہم کا ازالہ کرنا ہے۔

وہم: ۔ماقبل میں کہا گیا کہ جب تمیز کا عامل اسم تام ہو تو تمیز اپنے عامل سے مقدم نہیں ہو سکتی، اس سے یہ وہم پیدا ہوا کہ جب تمیز کا عامل اسم تام نہ ہو بلکہ فعل یا شبہ فعل ہو تو چونکہ یہ دونوں عامل قوی ہیں لہذا تمیز ان پر مقدم ہو جائے گی۔

لزالۂ وہم: ۔اس وہم کو مصنف نے یہاں سے دفع کر دیا کہ جب تمیز کا عامل فعل ہو تو اگرچہ بعض نحویوں کا مذہب یہ ہے کہ تمیز اپنے عامل پر مقدم ہو سکتی ہے، لیکن مذہب اصح یہ ہے کہ اگر تمیز کا عامل فعل ہو تو اسپر بھی تمیز مقدم نہیں ہو سکتی خواہ فعل صریح ہو یا غیر صریح یعنی شبہ فعل ہو۔وجہ اس کی یہ ہے کہ تمیز معنی کے اعتبار سے بمنزلہ فاعل کے ہوتی ہے پھر تین صورتیں ہیں (۱) تمیز بعینہٖ فعل مذکور کا فاعل ہوتی ہے جیسے طاب زيد ابا معنی کے اعتبار سے اصل یہ تھا طاب ابو زيد تو ابا بعینہٖ اسی فعل مذکور کا فاعل ہے بلا کسی تاویل کے (۲) تمیز فعل مذکور کا فاعل بنتی ہے جبکہ اس کو لازم بنا دیا جائے جیسے فجرنا الارض عيونا اس میں عیونا نفسِ فعل مذکور کا فاعل تو نہیں ہے لیکن جب اس فعل کو لازم بنا دیا جائے تو عیونا فاعل بن جائے گا جیسے انفجرت عيونها (۳) تمیز فعل مذکور کا فاعل تو نہ بنے لیکن جب اس کو متعدی بنا دیا جائے تو فاعل بنے جیسے امتلأ الاناء ماء اس میں ماء نفس فعل مذکور کا فاعل نہیں بن سکتا لیکن جب اس کو متعدی بنا دیا جائے تو یہ معنی کے اعتبار سے فاعل بن جائے گی معنی ہو گا ملاء الماء تو جب تمیز معنی کے اعتبار سے فاعل ہوتی ہے نفس فعل کی تو تمیز فعل پر مقدم نہیں ہو سکتی جس طرح کہ فاعل فعل پر مقدم نہیں ہو سکتا۔

وههنا بحث: سے **شارح کی غرض** ایک اشکال کا جواب دینا ہے۔

اشکال:۔ امتلأ الاناء ماء میں ماء کو فاعل بنانے کی جو توجیہ کی گئی ہے اس پر اشکال ہے وہ یہ کہ امتلا الاناء ماءً میں امتلاء کو متعدی بنانے کی ضرورت ہی نہیں ہے اس کے بغیر بھی ماء معنی کے اعتبار سے فعل مذکور لازمی کا فاعل بن سکتا ہے کیونکہ جب متکلم نے اناء کے بعض متعلقات کی طرف امتلاء کے اسناد کا مجازاً قصد کیا، اگر چہ حقیقت میں اسناد اناء کی طرف ہے، اور اناء کے بعض متعلقات کو مقدر کر دیا تو ابہام پیدا ہو گیا کہ برتن کو بھرنے والی چیز کیا ہے تو اس ابہام کو رفع کرنے کے لئے بطور تمیز کے ماء کو ذکر کر دیا لہٰذا ماء معنی کے اعتبار سے امتلاء کا فاعل ہے اس کا معنی ہے امتلاء ماءُ الاناءَ۔

وذلک بعینه: میں شارح جامی ماقبل والی بات کی تائید اور اس کی نظیر بیان کر رہے ہیں امتلا الاناء ماء میں ماء کا فاعل مجازی اور فاعل معنوی ہونا ایسے ہی ہے جیسا کہ ربح زید تجارة میں تجارة فاعل معنوی اور فاعل مجازی ہے اس لئے کہ تجارة یہ شی منسوب الی زید کے ابہام کو رفع کر رہی ہے اور وہ شی منسوب تجارة ہے، پس متکلم کے قصد میں فاعل تجارة ہے نہ کہ زید اگر چہ ربح کا اسناد زید کی طرف حقیقتاً ہے اور تجارة کی طرف مجازاً ہے۔

وبهذا يندفع: سے **شارح کی غرض** بحث سابق سے ایک اور اعتراض کے دفعیہ کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔

اشکال:۔ قاعدہ مشہورہ ہے کہ وہ تمیز جو نسبت سے ابہام کو رفع کرے وہ من حیث المعنی فاعل ہوتی ہے یا مفعول ہوتی ہے اس قاعدہ پر اشکال یہ ہے کہ ربح زید تجارةً اور اس جیسی دوسری مثالوں میں تجارة نہ فاعل ہے نہ مفعول ہے۔

جواب:۔ وجہ اندفاع اس طرح ہے فاعل اور مفعول میں تعمیم ہے خواہ حقیقتاً ہوں یا مجازاً لہٰذا ربح زید تجارة اور ان جیسی دوسری مثالوں میں تمیز اگر چہ حقیقتاً فاعل نہیں لیکن مجازاً فاعل ہے۔

اختلاف نحاة

خِلافًا لِلْمَازِنِيِّ وَالْمُبَرِّدِ فَإِنَّهُمَا يُجَوِّزَانِ تَقْدِيمَ التَّمْيِيزِ عَلَى الْفِعْلِ الصَّرِيحِ وَعَلَى اسْمَي
مازنی اور مبرد کے برخلاف کہ یہ دونوں فعل صریح اور اسم فاعل و اسم مفعول پر تمیز کی تقدیم کو عامل کی قوت کی طرف نظر کرتے ہوئے
الْفَاعِلِ وَالْمَفْعُولِ نَظَرًا إِلَى قُوَّةِ الْعَامِلِ بِخِلَافِ الصِّفَةِ الْمُشَبَّهَةِ وَاسْمِ التَّفْضِيلِ وَالْمَصْدَرِ
جائز قرار دیتے ہیں بخلاف صفت مشبہ اور اسم تفضیل اور مصدر کے اور اس چیز کے جس میں فعل کا معنی ہے
وَمَا فِيهِ مَعْنَى الْفِعْلِ لِضُعْفِهَا فِي الْعَمَلِ وَمُتَمَسَّكُهُمَا فِي هٰذَا التَّجْوِيزِ قَوْلُ الشَّاعِرِ
ان کے ضعف فی العمل کی وجہ سے ، اور اس جائز قرار دینے میں ان دونوں کا مستدل شاعر کا یہ قول ہے : شعر

اَتَهْجُرُ سَلْمٰی بِالْفِرَاقِ حَبِیْبَهَا ۔۔۔ وَمَا کَادَ نَفْسًا بِالْفِرَاقِ تَطِیْبُ

کیا سلمی اپنے محبوب کو فراق میں مبتلا کر کے چھوڑ ۔۔۔ ۔۔۔تان یہ ہے کہ وہ سلمی ازروئے نفس کے فراق کو ناپسند کرتی ہے

عَلٰی تَقْدِیْرِ تَانِیْثِ الضَّمِیْرِ فِیْ تَطِیْبُ فَاِنَّهٗ حِیْنَئِذٍ یَکُوْنُ فِیْ کَادَ ضَمِیْرُ الشَّانِ لِتَذْکِیْرِہٖ،

تطیب میں مؤنث کی ضمیر مقدر ہونے کی بناء پر پس اس وقت کاد میں ضمیر کے مذکر ہونے کی وجہ سے کاد میں ضمیر شان ہوگی

وَیَعُوْدُ ضَمِیْرُ تَطِیْبُ اِلٰی سَلْمٰی وَیَکُوْنُ نَفْسًا تَمْیِیْزًا عَنْ نِسْبَةِ تَطِیْبُ اِلَیْهَا مُقَدَّمًا عَلَیْهِ

اور تطیب کی ضمیر سلمی کی طرف لوٹے گی اور نفسا سلمی کی طرف فعل تطیب کی نسبت سے تمیز ہے جو کہ فعل تطیب سے مقدم ہے

وَاَمَّا عَلٰی تَقْدِیْرِ تَذْکِیْرِ الضَّمِیْرِ فَضَمِیْرُ کَادَ لِلْحَبِیْبِ وَنَفْسًا تَمْیِیْزٌ عَنْ نِسْبَةِ کَادَ اِلَیْهِ

بہرحال ضمیر کی تذکیر کی بناء پر تو کاد کی ضمیر حبیب کے لیے (راجع) ہوگی اور نفسا کاد کی ضمیر کی طرف نسبت سے تمیز ہوگی

اَیْ وَمَا کَادَ الْحَبِیْبُ نَفْسًا یَطِیْبُ فَلَا تَمَسُّکَ حِیْنَئِذٍ وَمَا قِیْلَ یَحْتَمِلُ اَنْ یُّحْمَلَ الْبَیْتُ

یعنی وَمَا کَادَ الْحَبِیْبُ نَفْسًا یَطِیْبُ لھذا اس وقت کوئی استدلال نہیں ہوسکتا، اور جو کہا گیا ہے کہ اس بات کا احتمال ہے کہ ضمیر کی تانیث کی تقدیر پر

عَلٰی تَقْدِیْرِ تَانِیْثِهٖ اَیْضًا عَلٰی هٰذَا الْوَجْهِ بِاَنْ یَّکُوْنَ تَانِیْثُ الضَّمِیْرِ الرَّاجِعِ اِلَی الْحَبِیْبِ بِاعْتِبَارِ

بھی بیت کو اس وجہ مذکور پر اس طرح محمول کیا جائے کہ ضمیر راجع بسوئے حبیب کی تانیث نفس کے اعتبار سے ہو

النَّفْسِ اِذِ الْمَعْنٰی وَمَا کَادَتْ نَفْسُ الْحَبِیْبِ تَطِیْبُ فَتَکَلُّفٌ وَتَعَسُّفٌ غَیْرُ قَادِحٍ فِی التَّمَسُّکِ

کیونکہ اس وقت معنی یہ ہے وَمَا کَادَتْ نَفْسُ الْحَبِیْبِ تَطِیْبُ (بالفراق) تو تکلف اور طریق واضح سے عدول ہے استدلال میں قادح نہیں ہے

خلاصہ متن: ۔اس عبارت میں صاحب کافیہ سابقہ ضابطہ کے بارے نحویوں کے اختلاف کو بیان کررہے ہیں۔امام مازنی اور مبرد کا مذہب یہ ہے کہ جب تمیز کا عامل فعل صریحی ہو یا اسم فاعل اور اسم مفعول ہو تو تمیز اس پر مقدم ہوسکتی ہے۔

اغراض جامی: فَاِنَّهُمَا یُجَوِّزَانِ تَقْدِیْمَ التَّمْیِیْزِ: سے **شارح کی غرض** اختلاف کی وضاحت کرنا ہے ۔امام مازنی اور مبرد کا مذہب یہ ہے کہ جب تمیز کا عامل فعل صریحی ہو یا اسم فاعل اور اسم مفعول ہو تو تمیز اس پر مقدم ہوسکتی ہے دلیل یہ ہے کہ یہ عامل قوی ہیں اور عامل قوی کا معمول اس سے مقدم ہوسکتا ہے۔اور اگر عامل اسم تفضیل یا صفت مشبہ اور مصدر ہو یا وہ لفظ کہ جس میں فعل کے معنی ہوں تو ان پر تمیز مقدم نہیں ہوسکتی کیونکہ یہ عامل ضعیف ہیں اور عامل ضعیف کا معمول اس پر مقدم نہیں ہوسکتا۔

دلیل امام مازنی و مبرد (۱): ۔مازنی اور مبرد کی ایک دلیل تو یہ ہے کہ فعل صریحی اور اسم فاعل اور اسم مفعول

وغیرہ عامل قوی ہیں اور عامل قوی کا معمول اس پر مقدم ہوسکتا ہے

دلیل (۲):۔ دوسری دلیل شاعر کا قول ہے

اتھجر سلمٰی بالفراق حبیبھا	وما کاد نفسا بالفراق تطیب

شعر کی تشریح: اس شعر میں دو احتمال ہیں (۱) تطیب واحد مونث کا صیغہ ہے اور کاد کے اندر ضمیر ... تطیب کی ضمیر سلمٰی کی طرف راجع ہے اور نفسا تطیب کی سلمٰی کی طرف نسبت سے تمیز ہے۔

(۲) کاد میں ضمیر مستتر راجع ہے حبیب کی ... کی ضمیر کی طرف نسبت سے تمیز ہے اور تطیب واحد ... صیغہ ہے۔

ان دو احتمالوں میں سے پہلے احتمال سے ... حضرات کا استدلال صحیح ہے۔ کیونکہ پہلے احتمال ... نفسا کا عامل تطیب ہے اور نفسا اس سے مقدم ہے اس سے معلوم ہوا کہ جب تمیز کا عامل فعل ہو تو یہ اس سے مقدم ہوسکتی ہے ...
دوسرے احتمال کے مطابق انکا استدلال صحیح نہیں، اس لئے کہ اسوقت نفسا کا عامل کاد ہے اور نفسا اس سے موخر ہے ...

شعر کا ترجمہ: پہلے احتمال کے مطابق شعر کا معنی یہ ہوگا "کیا سلمٰی اپنے محبوب کو فراق میں مبتلا کرکے چھوڑ دے گی حالانکہ شان یہ ہے کہ وہ سلمٰی ازروئے نفس کے فراق کو ناپسند کرتی ہے" دوسرے احتمال کے مطابق معنی یہ ہوگا "کیا سلمٰی اپنے محبوب کو فراق میں مبتلا کرکے چھوڑ دیگی حالانکہ وہ حبیب ازروئے نفس کے فراق میں ناخوش ہے"۔

<u>وَمَا قِيلَ يَحْتَمِلُ</u>:۔ **شارح کی غرض** بعض نحویوں کی تردید کرنا ہے۔ بعض لوگوں نے یہ کہا ہے کہ اگر تطیب واحد مونث غائب کا صیغہ ہو تو بھی امام مازنی اور مبرد کا اس سے استدلال صحیح نہیں ہے، کیونکہ ممکن ہے کہ تطیب کی ضمیر حبیب کی طرف راجع ہو اور اس کو مونث لانا اس وجہ سے ہو کہ وہ نفس کی تاویل میں ہے کیونکہ معنی یہ ہے کہ وما کادت نفس الحبیب لیکن شارح فرماتے ہیں کہ یہ تکلف ورا اعتدال سے بھی اختیار کرنا ہے اور ان کے استدلال میں مضر نہیں ہیں۔ تکلف اس لئے ہے کہ یہ خلاف ظاہر ہے تعسف اس لئے ہے کہ سیاق کلام کے مخالف ہے کیونکہ سیاق کلام تعجب سلمٰی کے بارے میں ہے نہ کہ حبیب کے بارے میں (سوال کابلی ص ۲۵۰)

اَلْمُسْتَثْنٰی

مستثنی کی تعریف

اَلْمُسْتَثْنٰی اَیْ مَا یُطْلَقُ عَلَیْهِ لَفْظُ الْمُسْتَثْنٰی فِی اِصْطِلَاحِ النُّحَاةِ عَلٰی قِسْمَیْنِ وَلَمَّا کَانَ
مستثنی یعنی جس پر مستثنی کے لفظ کا اطلاق کیا جائے نحویوں کی اصطلاح میں دو قسموں پر ہے ...

مَعْلُومِيَّتُهُ بِهٰذَا الْوَجْهِ الْغَيْرِ الْمُحْتَاجِ إِلَى التَّعْرِيفِ كَافِيَةً فِي تَقْسِيمِهِ قَسَّمَهُ إِلٰى قِسْمَيْنِ

مستثنیٰ کا اس وجہ کیساتھ جو کہ تعریف کی محتاج نہیں معلوم ہوتا اس کی تقسیم میں کافی تھا تو مصنف نے اسے دو قسموں کی طرف تقسیم کیا

وَعَرَّفَ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا لِأَنَّ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا أَحْكَامًا خَاصَّةً لَا يُمْكِنُ إِجْرَاؤُهَا عَلَيْهِ إِلَّا

اوران دونوں میں سے ہرایک کی تعریف کی کیونکہ ان دونوں میں سے ہر ایک کے لیے ایسے خاص احکام ہیں کہ جن کا اجراء ہرایک پر

بَعْدَ مَعْرِفَتِهِ فَقَالَ مُتَّصِلٌ وَمُنْقَطِعٌ ، فَالْمُتَّصِلُ هُوَ الْمُخْرَجُ أَيِ الْإِسْمُ الَّذِي أُخْرِجَ وَاحْتَرَزَ

اس کی معرفت کے بعد ہی ہوسکتا ہے تو کہا متصل ہے اور منقطع ہے پس متصل وہ ہے جو نکالا جائے یعنی وہ اسم ہے جو نکالا جائے اور اس قید سے

بِهِ عَنْ غَيْرِ الْمُخْرَجِ كَجُزْئِيَّاتِ الْمُسْتَثْنَى الْمُنْقَطِعِ عَنْ حُكْمِ شَيْءٍ مُتَعَدِّدٍ جُزْئِيَّاتُهُ نَحْوُ مَا جَاءَنِي أَحَدٌ

غیر مخرج سے احتراز کیا ہے جیسا کہ مستثنیٰ منقطع کی جزئیات ہیں ایسی شے کے حکم سے جس کے جزئیات متعدد ہیں جیسے مَا جَاءَنِي أَحَدٌ إِلَّا زَيْدًا

إِلَّا زَيْدًا أَوْ أَجْزَاؤُهُ مِثْلُ اِشْتَرَيْتُ الْعَبْدَ إِلَّا نِصْفَهُ سَوَاءٌ كَانَ ذٰلِكَ الْمُتَعَدِّدُ لَفْظًا أَيْ

یا اس کے اجزاء (متعدد ہیں) جیسے اِشْتَرَيْتُ الْعَبْدَ إِلَّا نِصْفَهُ خواہ وہ شئی متعدد لفظاً ہو یعنی ملفوظ ہو

مَلْفُوظًا نَحْوُ جَاءَنِي الْقَوْمُ إِلَّا زَيْدًا ، أَوْ تَقْدِيرًا أَيْ مُقَدَّرًا نَحْوُ مَا جَاءَنِي إِلَّا زَيْدًا أَيْ مَا

جیسے جَاءَنِي الْقَوْمُ إِلَّا زَيْدًا ، یا تقدیراً ہو یعنی مقدر ہو جیسے مَا جَاءَنِي إِلَّا زَيْدًا یعنی مَا جَاءَنِي

جَاءَنِي أَحَدٌ إِلَّا زَيْدًا بِإِلَّا غَيْرِ الصِّفَةِ وَأَخَوَاتِهَا وَاحْتَرَزَ بِهِ عَنْ نَحْوِ جَاءَنِي الْقَوْمُ إِلَّا زَيْدًا

أَحَدٌ إِلَّا زَيْدًا الا غیر صفتیہ اور اس کے اخوت کے ذریعے اور مصنف نے اس سے احتراز کیا ہے جَاءَنِي الْقَوْمُ إِلَّا زَيْدًا اور

وَمَا جَاءَنِي الْقَوْمُ لٰكِنْ زَيْدٌ جَاءَ وَالْمُسْتَثْنَى الْمُنْقَطِعُ هُوَ الْمَذْكُورُ بَعْدَهَا أَيْ بَعْدَ إِلَّا وَأَخَوَاتِهَا

وَمَا جَاءَنِي الْقَوْمُ لٰكِنْ زَيْدٌ کی مثل سے اور مستثنیٰ منقطع وہ ہے جو اس کے بعد مذکور ہو یعنی الا اور اس کے اخوات کے بعد

غَيْرَ مُخْرَجٍ عَنْ مُتَعَدِّدٍ ، وَاحْتَرَزَ بِهِ عَنْ جُزْئِيَّاتِ الْمُسْتَثْنَى الْمُتَّصِلِ فَالْمُسْتَثْنَى الَّذِي لَمْ

نکالا ہو انہ ہو متعدد سے اور مصنف نے اس سے مستثنیٰ متصل کی جزئیات سے احتراز کیا ہے پس وہ مستثنیٰ جو

يَكُنْ دَاخِلًا فِي الْمُتَعَدِّدِ قَبْلَ الْإِسْتِثْنَاءِ مُنْقَطِعٌ سَوَاءٌ كَانَ مِنْ جِنْسِهِ كَقَوْلِكَ جَاءَنِي الْقَوْمُ

استثناء سے پہلے متعدد میں داخل نہ ہو وہ منقطع ہے برابر ہے کہ اس کی جنس میں سے ہو جیسے تیرا قول جَاءَنِي الْقَوْمُ

إِلَّا زَيْدًا مُشِيرًا بِالْقَوْمِ إِلٰى جَمَاعَةٍ خَالِيَةٍ عَنْ زَيْدٍ أَوْ لَمْ يَكُنْ نَحْوُ جَاءَنِي الْقَوْمُ إِلَّا حِمَارًا

إِلَّا زَيْدًا قوم کیساتھ ایسی جماعت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جو زید سے خالی ہے یا (جنس میں سے) نہ ہو جیسے جَاءَنِي الْقَوْمُ إِلَّا حِمَارًا

خلاصہ متن : ۔اس عبارت میں صاحب کافیہ منصوبات کی آٹھویں قسم مستثنیٰ کی تعریف اوراس کے احکامات ذکرکررہے ہیں۔مستثنیٰ کی دوقسمیں ہیں متصل (۲) منقطع۔مستثنیٰ متصل کی تعریف ہے"جومتعدد سے نکالا جائے لفظاً یاتقدیراً الا اوراس کے اخوات کے ساتھ"۔جیسے جاء نی قوم الا زیدا۔اورمستثنیٰ منقطع کی تعریف ہے"جوالا اوراس کے اخوات کے بعد مذکور ہو،متعدد سے نہ نکالا گیا ہو جیسے جَاءَ نِی الْقَوْمُ اِلَّا حِمَارًا۔

اغراض جامی :أَيْ مَا يُطْلَقُ عَلَيْهِ لَفْظُ الْمُسْتَثْنٰى: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے

سوال:۔مستثنیٰ کی تقسیم متصل اور منقطع کی طرف تقسیم الشی الی نفسہ والی غیرہ ہے اس لئے کہ مستثنیٰ یہ باب استفعال سے اسم مفعول کا صیغہ ہے جس کا معنی ہوتا ہے مُخْرَج (نکالا ہوا) اورمخرج متصل ہوتا ہے نہ کہ منقطع۔پھراس کی دوقسمیں ہیں متصل اور منقطع۔حالانکہ متعدد سے نکالا ہوا تو مستثنیٰ متصل ہوتا ہے نہ کہ منقطع۔تو یہ تقسیم الشی الی نفسہ والی غیرہ ہے۔

جواب:۔یہاں مستثنیٰ کا لغوی معنی مراد نہیں ہے بلکہ اصطلاحی معنی عندالنحاۃ مراد ہے۔اگرچہ معنی لغوی کے اعتبار سے مستثنیٰ کا اطلاق مستثنیٰ منقطع پر صحیح نہیں،لیکن معنی اصطلاحی کے اعتبار سے مستثنیٰ کا اطلاق مستثنیٰ منقطع پر صحیح ہوتا ہے لہٰذا تقسیم الشی الی نفسہ والی غیرہ کی خرابی لازم نہیں آئے گی۔(سوال کابلی ص۲۵۰)

فِی اصْطِلَاحِ النُّحَاۃِ: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔مستثنیٰ کی تقسیم الی المتصل والمنقطع باطل ہے کیونکہ استثناء کہتے ہیں"تکلم بالباقی بعدالاستثناء"اور یہ معنی مستثنیٰ متصل میں متصور ہوسکتا ہے نہ کہ منقطع میں؟

جواب:۔آپ نے مستثنیٰ کا جو معنی بیان کیا ہے وہ عندالاصولیین ہے ہماری بحث نحو میں ہے اورنحویوں کے نزدیک مستثنیٰ کی تعریف یہ ہے کہ جوالا اوراس کے اخوات کے بعد مذکور ہو چاہے مستثنیٰ منہ سے مخرج ہو یا نہ لہٰذا تعریف دونوں پر صادق آتی ہے۔(سوال کابلی ص۲۵۰)

عَلٰی قِسْمَیْنِ: سے **شارح کی غرض** دوسوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال(۱):۔یہ مقام تقسیم ہے مستثنیٰ کی تقسیم ہورہی ہے اور مقام تقسیم میں ادوات حصر کا ہونا ضروری ہے۔وہ یہاں نہیں ہیں ؟

سوال(۲):۔المستثنیٰ مبتداً ہے اور متصل اور منقطع میں سے ہر ایک اس کی خبر ہے حالانکہ ان کا خبر بننا درست نہیں ہے۔کیونکہ مستثنیٰ عام اور متصل خاص ہے اور حمل العام علی الخاص باطل ہے؟

جواب:۔المستثنیٰ کی خبر قسمین محذوف ہے اس سے حصر بھی سمجھا جارہا ہے اور دوسرا اشکال بھی رفع ہو جاتا ہے۔

ولما كان: سے شارح کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ سوال:۔ کسی شی کی تقسیم سے پہلے اس کی تعریف کی جاتی ہے، تقسیم کرنا تعریف کے بغیر درست نہیں کیونکہ تقسیم فرع ہے تعریف کی۔ لیکن مصنف مستثنیٰ کی تعریف سے پہلے ہی تقسیم میں کیسے شروع ہو گئے ہیں۔

جواب:۔ تقسیم کے لئے مقسم کی معرفت بالتعریف ضروری نہیں بلکہ معرفت بوجہ ما کافی ہے اور یہاں معرفت بوجہ ما حاصل ہے۔ اس لئے کہ جب مستثنیٰ کہا تو اس سے یہ بات معلوم ہو گئی کہ مستثنیٰ سے وہ چیز مراد ہے جس پر نحویوں کے نزدیک لفظ مستثنیٰ بولا جائے۔

نیز اس عبارت سے علامہ جامی شیخ رضی پر رد بھی کر رہے ہیں جو مطلق مستثنیٰ کی تعریف نہ کرنے کی یہ وجہ بیان کرتے ہیں کہ مصنف رحمہ اللہ نے مطلق مستثنیٰ کی تعریف اس لئے نہیں کی کہ وہ متعذر ہے کیونکہ وہ مستلزم ہے اجتماع نقیضین کو اس لئے کہ مستثنیٰ کی دو قسمیں ہیں متصل منقطع متصل وہ ہے جو مخرج عن متعدد ہو منقطع وہ ہے جو غیر مخرج عن متعدد ہو یہ دونوں متضاد ہیں لہذا یہ ایک تعریف میں جمع نہیں ہو سکتے اس لئے مصنف رحمہ اللہ نے مطلق مستثنیٰ کی تعریف نہیں کی تو شارح نے علامہ رضی پر رد کیا کہ تعریف نہ کرنے کی یہ وجہ نہیں ہے جو آپ نے ذکر کی کیونکہ مطلق مستثنیٰ کی تعریف متعذر نہیں ہے مثلاً یہ تعریف کی جا سکتی ہے المستثنی مایذکر بعد الا واخواتها اور یہ تعریف متصل و منقطع دونوں کو شامل ہے بلکہ تعریف نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ تقسیم کیلئے تعریف ضروری نہیں صرف تصور بوجہ ما کافی ہے (سوال کابلی ص ۲۵۱)

وَعَرَّفَ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا: سے شارح کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ جب تقسیم کے لئے معرفت بوجہ ما کافی ہے تو پھر مصنف نے ہر ایک کی تعریف کیوں کی؟

جواب:۔ ہر ایک کے لئے خاص احکام ہیں اور ان کا اجراء ان پر ان کی معرفت کے بغیر صحیح نہیں ہوتا۔ اس وجہ سے ہر ایک کی تعریف کی۔

فالمتصل: سے مستثنیٰ متصل کی تعریف کا بیان ہے "مستثنیٰ متصل وہ ہے جو الا اور اس کے نظائر کے بعد واقع ہو اور الا اور اس کے اخوات کے ذریعے شی متعدد سے خارج کیا گیا ہو خواہ شی متعدد ملفوظ ہو یا مقدر"۔

ای للاسم: سے شارح کی غرض بیان ترکیب ہے۔ المخرج صفت ہے موصوف محذوف کی جو الاسم ہے۔

الذي: سے شارح کی غرض بیان ترکیب ہے۔ المخرج کا الف لام الذی کے معنی میں ہے، مخرج بمعنی اُخرِج کے ہے۔

واحترز: سے شارح کی غرض فائدہ قید کا بیان کرنا ہے کہ مخرج کی قید احترازی ہے اس سے غیر مخرج یعنی مستثنیٰ منقطع کے جزئیات کو خارج کرنا مقصود ہے۔

حکم شیء: سے شارح کی غرض بیان ترکیب ہے۔ متعدد صفت ہے موصوف محذوف کی جو کہ شیء ہے، موصوف صفت مل کر مضاف الیہ، مضاف محذوف کا جو حکم ہے۔

جُزْئِیَّاتُہٗ: سے شارح کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔
سوال:۔ مستثنیٰ متصل کی تعریف جامع نہیں اس لئے کہ یہ تعریف اس نصفہ پر صادق نہیں آتی جو اشتریت العبد نصفہ میں واقع ہے کیونکہ متعدد سے متبادر متعدد بحسب الجزئیات ہوتا ہے اور نصفہ متعدد بحسب الجزئیات سے مخرج نہیں ہے بلکہ متعدد من حیث الاجزاء سے مخرج ہے حالانکہ یہ مستثنیٰ ہے؟
جواب:۔ متعدد میں تعمیم ہے خواہ بحسب الجزئیات ہو یا بحسب الاجزاء ہو، متعدد بحسب الجزئیات کی مثال ما جاء نی احد الا زیدا متعدد بحسب الاجزاء کی مثال اشتریت العبد الا نصفہ۔
سواء: سے شارح کی غرض بیانِ ترکیب ہے۔ لفظا او تقدیرا یہ اسم مفعول کے معنی میں ہو کر خبر ہیں کان محذوف کی۔
ای ملفوظا......ای مقدرا: سے شارح کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔
سوال:۔ کان کی خبر کا اسم پر حمل ہوتا ہے یہاں حمل صحیح نہیں ہے کیونکہ لفظا تقدیرا مصدر ہیں مصدر کا حمل ذات پر نہیں ہوسکتا۔
جواب:۔ مصدر اسم مفعول ملفوظا کے معنی میں ہے لہٰذا حمل صحیح ہے۔
غیر الصفۃ: سے شارح کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔
سوال:۔ مستثنیٰ متصل کی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں ہے اس لئے کہ یہ تعریف لا الہ الا اللہ میں لفظ اللہ پر صادق آتی ہے وہ الا کے ذریعے متعدد سے مخرج ہے حالانکہ وہ مستثنیٰ نہیں ہے؟
جواب:۔ الا سے مراد الا غیر صفتیہ ہے اور مثال مذکور میں الا صفتیہ ہے نہ کہ غیر صفتیہ۔
واحترز: سے شارح کی غرض الا اور اخواتہا کی قید کے فائدے کو بیان کرنا ہے۔ اس قید سے احتراز ہے جاء نی القوم لاَ زید اور ما جاء نی القوم لکن زیدا جاء سے، اس لئے کہ دونوں مثالوں میں زیدا گرچہ متعدد سے مخرج ہے، لیکن الا اور اس کے خوات کے ذریعے مخرج نہیں بلکہ لا اور لکن کے ذریعے مخرج ہے۔
والمنقطع: مستثنیٰ منقطع کی تعریف ہے "مستثنیٰ منقطع وہ ہے جو الا اور اس کے نظائر کے بعد مذکور ہو اور وہ متعدد سے مخرج نہ ہو"۔
المستثنیٰ: سے شارح کی غرض بیانِ ترکیب ہے۔ المنقطع صفت ہے موصوف محذوف کی۔
واحترز: سے شارح کی غرض غیر مخرج کی قید کے فائدہ کو بیان کرنا ہے، اس سے احتراز ہے مستثنیٰ متصل کی جزئیات سے۔
المستثنیٰ الذی: سے شارح کی غرض بعض نحویوں علامہ رضی وغیرہ پر رد کرنا ہے۔ انہوں نے کہا ہے، مستثنیٰ متصل وہ ہے جو مستثنیٰ منہ کی جنس سے ہو اور منقطع وہ ہے جو جنس سے نہ ہو۔ شارح نے ان کا رد کردیا کہ وہ مستثنیٰ جو استثناء سے پہلے متعدد میں داخل نہ ہو، وہ منقطع ہے عام ہے کہ وہ مستثنیٰ منہ کی جنس سے ہو یا نہ ہو۔ مستثنیٰ منہ کی جنس کی مثال جاء

القوم الا زیدا کہا جائے اور قوم سے وہ جماعت مراد لی جائے جو زید سے خالی ہو۔ جنس سے نہ ہونے کی مثال جاء نی القوم الا حمارا.

مستثنی کی باعتبار اعراب کے قسم اول

وَهُوَ أَيِ الْمُسْتَثْنٰى مُطْلَقًا ، حَيْثُ عُلِمَ أَوَّلاً بِوَجْهٍ يُصَحِّحُ تَقْسِيمَهُ كَمَا عَرَفْتَ وَثَانِيًا بِمَا

اور وہ یعنی مستثنیٰ مطلق کیونکہ وہ اولاً ایسی وجہ سے جانا گیا ہے جو اس کی تقسیم کو صحیح کرتی ہے جیسا کہ تمہیں معلوم ہوا اور ثانیاً اس وجہ سے

يُتَفَطَّنُ لَهُ مِنْ تَعْرِيفِ قِسْمَيْهِ أَعْنِي الْمَذْكُورَ بَعْدَ إِلَّا وَأَخَوَاتِهَا سَوَاءٌ كَانَ مُخْرَجًا اَوْ غَيْرَ

جس سے وہ سمجھا جاتا ہے یعنی اپنی دو قسموں کی تعریف سے یعنی جو الا اور اس کے اخوات کے بعد مذکور ہو خواہ مخرج ہو یا غیر

مُخْرَجٍ وَلِهٰذَا لَمْ يُعَرِّفْهُ عَلٰى حِدَةٍ رَوْمًا لِلْإِخْتِصَارِ مَنْصُوبٌ وُجُوبًا إِذَا كَانَ وَاقِعًا بَعْدَ إِلَّا

مخرج اور اسی وجہ سے اختصار کے قصد سے اس کی علیحدہ تعریف نہیں کی منصوب ہوگا وجوباً جبکہ الا غیر صفیہ کے بعد واقع ہو

لاَ بَعْدَ غَيْرَ وَسِوٰى وَغَيْرِهِمَا غَيْرِ الصِّفَةِ قَيَّدَ بِهِ وَإِنْ لَمْ يَكُنِ الْوَاقِعُ بَعْدَ إِلَّا الَّتِيْ لِلصِّفَةِ

غیر اور سوی وغیرہ کے بعد نہ ہو مصنف نے غیر الصفۃ کی قید لگائی اگرچہ الا صفیہ کے بعد واقع ہونے والا

دَاخِلاً فِي الْمُسْتَثْنٰى لِئَلَّا يُذْهَلَ عَنْهُ فِيْ كَلَامٍ مُوْجَبٍ أَيْ لَيْسَ بِنَفْيٍ وَلَا نَهْيٍ وَلاَ اسْتِفْهَامٍ،

مستثنیٰ میں داخل ہی نہیں تاکہ اس سے غفلت میں نہ رہا جائے کلام موجب میں یعنی جو نفی اور نہی اور استفہام نہ ہو

نَحْوُ جَاءَنِي الْقَوْمُ إِلَّا زَيْدًا وَاحْتَرَزَ بِهِ عَمَّا إِذَا وَقَعَ فِيْ كَلَامٍ غَيْرِ مُوْجَبٍ لِأَنَّهُ لَيْسَ حِيْنَئِذٍ

جیسے جَاءَنِي الْقَوْمُ إِلَّا زَيْدًا اور مصنف نے کلام موجب کی قید سے اس مستثنیٰ سے احتراز کیا ہے جو کلام غیر موجب میں واقع ہو کیونکہ اس وقت

وَاجِبَ النَّصْبِ عَلٰى مَا سَيَجِيْءُ وَلَا حَاجَةَ هٰهُنَا إِلٰى قَيْدٍ آخَرَ وَهُوَ أَنْ يَكُوْنَ الْكَلَامُ الْمُوْجَبُ

اس کی نصب واجب نہیں ہوگی بنا برآنکہ عنقریب آئے گا اور یہاں کسی دوسری قید کی حاجت نہیں اور وہ یہ ہے کہ کلام موجب

تَامًّا بِأَنْ يَكُوْنَ الْمُسْتَثْنٰى مِنْهُ مَذْكُوْرًا فِيْهِ لِيَخْرُجَ نَحْوُ قَرَأْتُ إِلَّا يَوْمَ كَذَا فَإِنَّهُ مَنْصُوْبٌ

تام ہو اس طرح کہ مستثنیٰ منہ کلام موجب میں مذکور ہو تاکہ قَرَأْتُ إِلَّا يَوْمَ كَذَا خارج ہو جائے کہ یوم کذا منصوب ہے

عَلَى الظَّرْفِيَّةِ لاَ عَلَى الْإِسْتِثْنَاءِ لِأَنَّ الْكَلَامَ فِيْ كَوْنِهٖ مَنْصُوْبًا مُطْلَقًا لَا فِيْ كَوْنِهٖ مَنْصُوْبًا عَلٰى

بنا بر ظرفیت نہ کہ بنا بر استثناء کیوں کہ مصنف کا کلام مستثنیٰ کے مطلق منصوب ہونے میں ہے مستثنیٰ کے استثناء کی بنا پر منصوب ہونے میں نہیں

الْاِسْتِثْنَاءِ ،بِدَلِيْلِ قَوْلِهٖ أَوْ كَانَ بَعْدَ خَلاَ وَعَدَا إِلَّا أَنْ يُقَالَ اَلْحَاجَةُ إِلٰى هٰذَا الْقَيْدِ إِنَّمَا هُوَ
مصنف کے قول أو كَانَ بَعْدَ خَلاَ وَعَدَا کی دلیل سے مگر یوں کہا جائے کہ اس قید کی حاجت صرف
لِإِخْرَاجِ مِثْلِ قُرِئَ إِلَّا يَوْمَ كَذَا فَإِنَّهُ مَرْفُوْعٌ وُجُوْبًا لاَ مَنْصُوْبٌ
قُرِئَ إِلَّا يَوْمَ كَذَا کی مثل کو نکالنے کے لیے کیونکہ يَوْمَ كَذَا وجوبا مرفوع ہے نہ کہ منصوب

خلاصہ متن: ۔مستثنیٰ کی باعتبار اعراب کے چار قسمیں ہیں (۱) واجب النصب (۲) جائز الوجہین (۳) اعراب بحسب العوامل (۴) مجرور۔وھو منصوب سے صاحب کافیہ قسم اول کو بیان کر رہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ جب مستثنیٰ الا غیر صفتیہ کے بعد کلام موجب میں واقع ہو تو واجبی طور پر منصوب ہوتا ہے۔

اغراض جامی :اي المستثنیٰ: سے **شارح کی غرض** ھو ضمیر کے مرجع کو بیان کرنا ہے کہ اس کا مرجع مطلق مستثنیٰ ہے۔

حیث علم: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ مستثنیٰ مطلق تو ما قبل میں مذکور ہی نہیں ہوا، تو اس کی طرف ضمیر کو راجع کرنا کیسے درست ہے؟

جواب: ۔مطلق مستثنیٰ معلوم ہو چکا ہے، اولا اس وجہ سے کہ اس کا تصور بوجہ ما معلوم ہو چکا ہے، اور یہی وجہ تقسم کے لئے مصحح بنی تھی۔ ثانیا اس وجہ سے کہ مستثنیٰ کی دو قسموں کی تعریف سے مطلق مستثنیٰ کی تعریف بھی ضمنا معلوم ہو چکی ہے کہ مستثنیٰ وہ ہے جو الا اور اس کے نظائر کے بعد واقع ہو خواہ متعدد سے نکالا گیا ہو یا نہ ہو۔

وجوبا: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔**سوال:**۔مصنف کے قول وھو منصوب اور بعد والے قول یعنی ویجوز فیہ النصب میں کوئی فرق نہیں ہے، اس لئے کہ دونوں میں نصب کا ذکر ہے تو ان کا تقابل کیسے صحیح ہوا؟

جواب:۔یہاں نصب سے مراد نصب وجوبا ہے اور وہاں نصب سے مراد نصب جوازا ہے۔لہذا تقابل صحیح ہے۔

واقعا: سے **شارح کی غرض** بیانِ ترکیب ہے۔واقعا کا اضافہ کر کے اشارہ کیا کہ بعد الا اس کا متعلق محذوف ہے جو کہ واقعا ہے اور وہ خبر ہے کان کی۔

لا بعد غیر: سے **شارح کی غرض** یہ بیان کرنا ہے کہ بعد الا کی قید احترازی ہے، اس سے احتراز ہے اس مستثنیٰ سے جو غیر، سوا کے بعد واقع ہوتا ہے۔

قیدہ بہ: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔**سوال:**۔الا کو غیر صفتیہ کی قید کے ساتھ مقید کرنے

کا کوئی فائدہ نہیں ہے، اسلئے کہ وہ اسم جو الا صفتیہ کے بعد واقع ہے، وہ تو مستثنی ہی نہیں ہوتا؟

جواب: ۔وہ لفظ جو الا صفتیہ کے بعد ہو، اگر چہ وہ مستثنی نہیں ہوتا لیکن مصنف نے اس کا اضافہ کیا تا کہ ذہول نہ ہو جائے۔

ای لیس: سے **شارح کی غرض** موجب کا معنی بیان کرنا ہے۔کلام موجب وہ ہے جس میں نفی، نہی، استفہام نہ ہو جیسے

جاء نی القوم الا زیدا .

واحترز: سے **شارح کی غرض** کلام موجب کی قید کے فائدہ کو بیان کیا ہے کہ اس سے احتراز ہے اس مستثنی سے جو کلام غیر موجب میں واقع ہو کیونکہ وہ واجب النصب نہیں ہوتا۔

ولا حاجة: سے **شارح کی غرض** بعض نحویوں علامہ **فاضل** ہندی وغیرہ پر رد کرنا ہے، بعض نحویوں نے کہا ہے کہ مصنف کو چاہیے تھا کہ وہ ایک اور قید کا اضافہ کرتے، وہ یہ ہے کہ کلام موجب تام ہو بایں طور کہ اس میں مستثنی منہ مذکور ہوتا کہ قرأت الا یوم کذا ،اس سے خارج ہو جاتا، اس لئے کہ اسمیں یوم کذا، الا غیر صفیتہ کے بعد کلام موجب میں واقع ہے، حالانکہ منصوب علی الاستثناء نہیں، بلکہ منصوب علی الظرفیت ہے، شارح نے یہاں سے ان کا رد کر دیا کہ اس قید کی ضرورت نہیں ہے، اس لئے کہ اس قید کی ضرورت اس وقت ہوتی جب بحث منصوب علی الاستثناء میں ہوتی، جبکہ یہاں بحث منصوب مطلق میں ہے، منصوب علی الاستثناء میں نہیں ہے، اس کی دلیل مصنف کا قول او کان بعد خلا الخ ہے۔اس لئے کہ خلا، عدا کا مابعد اسم مفعول بہ ہونے کی بناء پر منصوب ہوتا ہے استثناء کی بنا پر نہیں۔

الا ان یقال: سے **شارح کی غرض** بعض نحویوں پر اس رد کا رد کرنا اور اس پر اعتراض کرنا ہے۔اگر چہ اخراج مذکور کے لئے اس قید کے اضافے کی ضرورت نہیں ہے لیکن اس الیوم کو خارج کرنے کے لئے اس قید کی پھر بھی ضرورت ہے جو قری الا یوم کذا کے بعد واقع ہے، اس لئے کہ یہ الا غیر صفتیہ کے بعد کلام موجب میں واقع ہے، حالانکہ وہ منصوب نہیں ہے، بلکہ مرفوع ہے نائب فاعل ہونے کی بناء پر۔

جواب: ۔مصنف کی طرف سے یہ جواب دیا گیا ہے کہ مصنف نے ان دو مثالوں کے اخراج کیلئے یہ قید اس لئے نہیں لگائی کیونکہ یہ اس قاعدہ سے بمنزلہ استثناء کے ہیں کیونکہ یہ مابعد مصنف کے قول ویعرب علی حسب العوامل میں داخل ہیں۔

مستثنی منصوب کے عامل کا بیان

وَالْعَامِلُ فِيْ نَصَبِ الْمُسْتَثْنٰى إِذَا كَانَ مَنْصُوْبًا عَلَى الْاِسْتِثْنَاءِ عِنْدَ الْبَصَرِيَّةِ الْفِعْلُ الْمُتَقَدِّمُ أَوْ
اور عامل مستثنی کی نصب میں جب کہ مستثنی بنا بر استثناء منصوب ہو نحاۃ بصریہ کے نزدیک فعل متقدم ہے یا

مَعْنَى الْفِعْلِ بِتَوَسُّطِ إِلَّا، لِأَنَّهُ شَيْءٌ يَتَعَلَّقُ بِالْفِعْلِ أَوْ مَعْنَاهُ تَعَلُّقًا مَعْنَوِيًّا إِذْ لَهُ نِسْبَةٌ إِلَى مَا

فعل کا معنی الا کے توسط سے کیونکہ مستثنیٰ ایسی چیز ہے جس کا فعل یا معنی فعل سے معنوی تعلق ہوتا ہے کیونکہ وہ اس چیز کی طرف منسوب ہے جس کی طرف

نُسِبَ إِلَيْهِ أَحَدُهُمَا وَقَدْ جَاءَ بَعْدَ تَمَامِ الْكَلَامِ فَشَابَهَ الْمَفْعُولَ

ان میں سے ایک کی نسبت ہے حالانکہ مستثنیٰ کلام کے تمام ہونے کے بعد آیا ہے لہٰذا وہ مفعول کے مشابہ ہوا

اغراض جامی : و العامل : سے **شارح کی غرض** مستثنیٰ منصوب کے عامل کو بیان کرنا ہے۔ جب مستثنیٰ استثناء کی بناء پر منصوب ہو تو نحاۃ بصرہ کے نزدیک اس میں عامل فعل ہوتا ہے جو الا کے توسط سے مستثنیٰ میں عامل ہوتا ہے جیسا کہ مفعول معہ کا عامل ناصب واؤ کے توسط سے فعل ہوتا ہے۔ اور اگر مستثنیٰ سے پہلے فعل نہ ہو تو اس وقت عامل ناصب معنی فعل ہوتا ہے جو الا کے توسط سے مستثنیٰ میں عامل ہوتا ہے۔

لانہ : سے **شارح کی غرض** فعل اور معنی فعل کے مستثنیٰ میں عامل ہونے کی وجہ کو بیان کرنا ہے کہ مستثنیٰ کا فعل اور معنی فعل کے ساتھ معنوی تعلق ہوتا ہے اس لئے کہ مستثنیٰ کی نسبت مستثنیٰ منہ کی طرف ہوتی ہے جو کہ فاعل ہوتا ہے اسی طرح فعل اور معنی فعل کی نسبت بھی مستثنیٰ منہ (فاعل) کی طرف ہوتی ہے لہٰذا مستثنیٰ منہ کے واسطہ سے مستثنیٰ کا تعلق بھی فعل اور معنی فعل کے ساتھ ہوگا۔ بعنوان دیگر مستثنیٰ جزء ہوتا ہے مستثنیٰ منہ یعنی فاعل کا اور مستثنیٰ منہ (فاعل) جزء ہوتا ہے فعل کا اور ضابطہ ہے جزء الجزء للشئ جزء لذلک الشئ تو اس اعتبار سے مستثنیٰ فعل کیلئے بمنزلہ جزء کے بن جائیگا جس طرح فاعل بمنزلہ جزء للفعل کے ہوتا ہے اس لئے فعل اس میں عامل ہوگا جس طرح فاعل میں عامل ہوتا ہے (سوال کابلی ص ۲۵۳)

فائدہ : ۔ شارح جامی رحمہ اللہ اس قول سے عبدالقاہر جرجانی پر رد بھی کر رہے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ مستثنیٰ میں عامل کلمہ اِلَّا ہے تو شارح جامی نے رد کر دیا کہ عامل فعل ہے کیونکہ قوی کے ہوتے ہوئے ضعیف کو عمل دینا جائز نہیں ہے۔

وقد جاء بعد تمام الکلام : سے غرض شارح مستثنیٰ کے منصوب ہونے کی وجہ بیان کرنا ہے اس پر نصب اس لئے ہوتا ہے کہ یہ کلام کے تام ہونے کے بعد واقع ہوتا ہے جس طرح مفعول فعل کے فاعل کے ساتھ تمام ہونے کے بعد واقع ہوتا ہے پس یہ مفعول کے مشابہ ہوا اور مفعول منصوب ہوتا ہے لہٰذا مستثنیٰ پر بھی نصب ہوگا۔

مستثنیٰ کے منصوب ہونے کی دوسری صورت

أَوْ مُقَدَّمًا عَطْفٌ عَلَى قَوْلِهِ بَعْدَ إِلَّا أَيِ الْمُسْتَثْنَى مَنْصُوبٌ وُجُوبًا

یا مقدم ہو اس کا عطف مصنف کے قول بعد الا پر ہے یعنی مستثنیٰ وجوباً منصوب ہوتا ہے

إِذَا كَانَ الْمُسْتَثْنٰى مُقَدَّمًا عَلَى الْمُسْتَثْنٰى مِنْهُ سَوَاءٌ كَانَ فِي كَلَامٍ مُوجَبٍ أَوْ غَيْرِهٖ نَحْوُ
جب کہ مستثنیٰ مقدم ہو مستثنیٰ منہ پر خواہ کلام موجب میں یا غیر موجب میں جیسے
جَاءَ نِي إِلَّا زَيْدًا الْقَوْمُ وَمَا جَاءَنِي إِلَّا زَيْدًا أَحَدٌ لِامْتِنَاعِ تَقْدِيمِ الْبَدَلِ عَلَى الْمُبْدَلِ مِنْهُ
جَاءَ نِي إِلَّا زَيْدًا الْقَوْمُ وَمَا جَاءَ نِي إِلَّا زَيْدًا أَحَدٌ کیونکہ بدل کی مبدل منہ پر تقدیم جائز نہیں

خلاصہ متن :۔ مستثنیٰ کے منصوب وجوباً ہونے کی دوسری صورت کا بیان ہے کہ جب مستثنیٰ مستثنیٰ منہ سے مقدم ہو تو اس وقت بھی مستثنیٰ وجوبی طور پر منصوب ہوتا ہے۔

اغراض جامی : عطف علی قوله : سے **شارح کی غرض** بیانِ ترکیب ہے کہ مقدم مابعد الا پر عطف ہے۔

اي المستثنیٰ: سے **شارح کی غرض** حاصلِ عطف کو بیان کرنا ہے، مستثنیٰ وجوبی طور پر اس وقت منصوب ہوتا ہے جب وہ مستثنیٰ منہ سے مقدم ہو۔

سواء : سے **شارح کی غرض** بیانِ تعمیم ہے۔خواہ کلام موجب میں ہو یا کلام غیر موجب میں۔اول کی مثال جاء نی الا زید القوم، ثانی کی مثال ما جاء نی الا زید احد .

لامتناع: سے **شارح کی غرض** اس صورت میں نصب کے وجوب کی وجہ بیان کرنا ہے کہ اگر نصب واجب نہ ہوتو وہ مستثنیٰ منہ کا تابع ہوگا، بدلیت کی بناء پر، حالانکہ بدل مبدل منہ سے مقدم نہیں ہوسکتا اسلئے کہ بدل تابع ہوتا ہے اور تابع متبوع سے مقدم نہیں ہوسکتا، جب نصب علی البدل جائز نہیں تو نصب علی الاستثناء واجب ہوگا۔

مستثنی کے منصوب ہونے کی تیسری صورت

أَوْ مُنْقَطِعًا أَيِ الْمُسْتَثْنٰى مَنْصُوبٌ أَيْضًا وُجُوبًا إِذَا كَانَ مُنْقَطِعًا بَعْدَ إِلَّا نَحْوُ مَا فِي الدَّارِ
یا منقطع ہو یعنی نیز مستثنیٰ وجوباً منصوب ہوتا ہے جبکہ منقطع ہو الا کے بعد جیسے مَا فِي الدَّارِ
أَحَدٌ إِلَّا حِمَارًا فِي الْأَكْثَرِ أَيْ فِي أَكْثَرِ اللُّغَاتِ وَهِيَ لُغَةُ أَهْلِ الْحِجَازِ فَإِنَّهُمْ قَبَائِلُ كَثِيرُوْنَ،
أَحَدٌ إِلَّا حِمَارًا اکثر میں یعنی اکثر لغات میں اور وہ اہل حجاز کی لغت ہے کہ اہل حجاز بہت قبائل ہیں
أَوْ فِي أَكْثَرِ مَذَاهِبِ النُّحَاةِ فَإِنَّ أَكْثَرَهُمْ ذَهَبُوا إِلَى اللُّغَةِ الْحِجَازِيَّةِ فَالْمُنْقَطِعُ مُطْلَقًا
یا نحویوں کے مذاہب میں سے اکثر مذہب میں کیونکہ اکثر نحوی لغت حجازیہ کی طرف گئے ہیں پس منقطع مطلقا

مَنْصُوْبٌ عِنْدَهُمْ إِذْ لَا يُتَصَوَّرُ فِيْهِ إِلَّا بَدَلُ الْغَلَطِ وَهُوَ لَا يَصْدُرُ إِلَّا بِطَرِيْقِ السَّهْوِ وَالْغَفْلَةِ

حجازیوں کے نزدیک منصوب ہے کیونکہ مستثنیٰ منقطع میں بدل الغلط ہی متصور ہوسکتا ہے اور بدل الغلط سہو اور غفلت کے طریقے سے ہی صادر ہوتا ہے

وَالْمُسْتَثْنَى الْمُنْقَطِعُ إِنَّمَا يَصْدُرُ بِطَرِيْقِ الرَّوِيَّةِ وَالْفِطَانَةِ وَأَمَّا بَنُوْ تَمِيْمٍ فَقَدْ قَسَّمُوا الْمُنْقَطِعَ

اور مستثنیٰ منقطع عقل و فکر کے طریق سے صادر ہوتا ہے اور بنو تمیم نے منقطع کو تقسیم کیا ہے

إِلٰى قِسْمَيْنِ أَحَدُهُمَا مَا يَكُوْنُ قَبْلَهُ اِسْمٌ يَصِحُّ حَذْفُهُ نَحْوُ مَا جَاءَنِيْ الْقَوْمُ إِلَّا حِمَارًا فَهٰهُنَا

دو قسموں کی طرف ان میں سے ایک وہ ہے کہ جس سے پہلے ایک ایسا اسم ہو جس کا حذف کرنا صحیح ہو جیسے مَا جَاءَنِي الْقَوْمُ إِلَّا حِمَارًا پس یہاں

يُجَوِّزُوْنَ الْبَدَلَ وَثَانِيْهِمَا مَا لَا يَكُوْنُ قَبْلَهُ اِسْمٌ يَصِحُّ حَذْفُهُ فَهُمْ هٰهُنَا يُوَافِقُوْنَ الْحِجَازِيِّيْنَ

بنو تمیم بدل کو جائز قرار دیتے ہیں اور دوسرا وہ ہے کہ اس سے پہلے کوئی ایسا اسم نہ ہو جس کا حذف کرنا صحیح ہو تو وہ اس جگہ حجازیوں سے موافقت رکھتے ہیں

فِيْ إِيْجَابِ نَصْبِهِ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ أَمْرِ اللّٰهِ إِلَّا مَنْ رَّحِمَ أَيْ مَنْ رَحِمَهُ اللّٰهُ

مستثنیٰ کی نصب واجب کرنے میں جیسے اللہ تعالیٰ کا قول لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ أَمْرِ اللّٰهِ إِلَّا مَنْ رَّحِمَ یعنی مَنْ رَحِمَهُ اللّٰهُ

فَمَنْ رَحِمَهُ اللّٰهُ هُوَ الْمَرْحُوْمُ الْمَعْصُوْمُ فَلَا يَكُوْنُ دَاخِلًا فِي الْعَاصِمِ فَيَكُوْنُ مُنْقَطِعًا

تو جس پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے وہ مرحوم معصوم ہے تو وہ عاصم میں داخل نہ ہوگا پس مستثنیٰ منقطع ہوگا

خلاصہ متن:۔ صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے "جب مستثنیٰ منقطع ہو تو اس وقت بھی مستثنیٰ وجوبی طور پر منصوب ہوگا اکثر لغت میں جیسے مَا فِي الدَّارِ أَحَدٌ إِلَّا حِمَارًا"۔

اغراض جامی: اي في اكثر اللغات وهي الخ: سے **شارح کی غرض** بیانِ مصداق ہے۔ اکثر لغات کا مصداق اہل حجاز کی لغت ہے۔

اي في الاكثر: اس اکثر کے بارے میں دو احتمال ہیں کہ اکثر سے مراد اکثر لغات ہیں یا اس سے مراد اکثر استعمال ہے۔

فافهم: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ اہل لغت کے دو فریق ہیں (۱) اہل حجاز (۲) اور بنو تمیم، تو اہل حجاز کے لئے اکثریت کیسے ثابت ہوگئی۔

جواب:۔ اہلِ حجاز کے بہت سے قبائل ہیں اور یہاں پر اکثریت قبائل کے اعتبار سے ہے۔

او في اكثر مذاهب: سے **شارح کی غرض** بیانِ مصداق ثانی ہے۔ اکثر کے مصداق میں دوسرا احتمال یہ ہے کہ اس سے مراد اکثر المذاہب ہے اس لئے کہ اکثر نحوی لغت حجازیہ کی طرف چلے گئے ہیں۔

الحاصل: اہلِ حجاز کے نزدیک مستثنیٰ منقطع مطلقا منصوب ہوتا ہے۔ مطلقا سے مراد یہ ہے کہ اس سے پہلے ایسا اسم ہو جس کو حذف کرنا جائز ہو یا اس سے پہلے ایسا اسم نہ ہو کہ جس کو حذف کرنا جائز ہو۔

اذ لا یتصور: سے **شارح کی غرض** بیانِ وجہ ہے۔ اس کے منصوب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ مستثنیٰ منقطع میں سوائے بدل الغلط کے کوئی اور صورت متصور نہیں ہوسکتی اور یہ بدل الغلط بھی نہیں بن سکتا اس لئے کہ بدل الغلط بطریق سہو وغفلت صادر ہوتا ہے جبکہ مستثنیٰ منقطع بعد تدبر و تفکر و زیرکی کے صادر ہوتا ہے اور ان دونوں میں منافات ہے۔ جب بدل والا اعراب ممکن نہیں تو نصب متعین ہوگئی۔

واما بنو تمیم: سے **شارح کی غرض** اکثر کے مقابل کو بیان کرنا ہے کہ بنو تمیم جب مستثنیٰ منقطع ہو تو اس کو دو قسموں پر تقسیم کرتے ہیں (۱) اس سے پہلے ایسا اسم ہو جس کو حذف کرنا جائز ہو (۲) اس سے پہلے ایسا اسم نہ ہو جس کو حذف کرنا جائز ہو۔ اگر مستثنیٰ سے پہلے ایسا اسم ہو جسکو حذف کرنا جائز ہو تو بنو تمیم اس کو بدل بنانا جائز قرار دیتے ہیں جیسے ما جاء نی القوم الا حمارا۔ اس میں حمارا بدل ہے۔ اور اگر مستثنیٰ سے پہلے ایسا اسم نہ ہو جس کو حذف کرنا جائز ہو تو وہ اہل حجاز کی موافقت کرتے ہوئے اس پر نصب واجب قرار دیتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کا قول لا عاصم الیوم من امر اللہ الا من رحم، اس میں عاصم کو حذف کرنا جائز نہیں ہے لہذا من رحم پر بطور استثناء کے نصب واجب ہوگا۔

ای من رحمہ اللہ: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال:**۔ رحم یا تو من کا صلہ ہے یا اس کی صفت ہے اور وہ جملہ جو صفت یا صلہ ہو اس میں عائد کا ہونا ضروری ہے اور اس میں عائد نہیں؟

جواب:۔ یہاں عائد محذوف ہے تقدیر عبارت من رحمہ اللہ ہے اور وہ ضمیر کا مرجع لفظ اللہ ہے لہذا اشکال غلط ہے۔

فمن رحمہ اللہ: سے مستثنیٰ منقطع ہونے کی وجہ بیان کر رہے ہیں من رحمہ اللہ سے مراد معصوم اور مرحوم ہے۔ لہذا یہ عاصم میں داخل نہ ہوا تو یہ مستثنیٰ منقطع ہوگا۔

خلا اور عدا کے بعد مستثنیٰ کے منصوب ہونے کا ذکر

اَوْ كَانَ بَعْدَ خَلَا وَعَدَا اَیِ الْمُسْتَثْنٰی مَنْصُوْبٌ اَیْضًا وُجُوْبًا اِذَا كَانَ بَعْدَ عَدَا مِنْ عَدَا یَعْدُوْ عَدْوًا
یا ہو خلا اور عدا کے بعد یعنی نیز مستثنیٰ وجوبا منصوب ہوگا جبکہ عدا کے بعد ہو یہ عدا، یعدو، عدوا سے ماخوذ ہے
اِذَا جَاوَزَهٗ، مِثْلُ جَاءَنِی الْقَوْمُ عَدَا زَیْدًا اَوْ بَعْدَ خَلَا مِنْ خَلَا یَخْلُوْ، خُلُوًّا، نَحْوُ جَاءَنِی الْقَوْمُ
جبکہ اس سے تجاوز کر جائے جیسے جاءنی القوم عدا زیدا یا خلا کے بعد ہو یہ ماخوذ ہے خلا، یخلو، خلوا سے جیسے جاءنی القوم

خَلاَ زَيْدًا وَهُوَ فِي الْاَصْلِ لاَزِمٌ يَتَعَدّٰى إِلَى الْمَفْعُوْلِ بِمِنْ نَحْوُ خَلَتِ الدِّيَارُ مِنَ الْاَنِيْسِ

خلا زیدا اور لفظ خلا دراصل لازم ہے (اور کبھی) مفعول کی طرف من کے ذریعے متعدی ہوتا ہے جیسے خلت الدیار من الانیس

وَقَدْ تَضَمَّنَ مَعْنٰى جَاوَزَ اَوْ يُحْذَفُ مِنْ وَيُوْصَلُ الْفِعْلُ فَيَتَعَدّٰى بِنَفْسِهٖ وَالْتَزَمُوْا هٰذَا

اور کبھی خلا جاوز کے معنی کو متضمن ہوتا ہے یا من کو حذف کر دیا جاتا ہے اور خلا فعل کو (مفعول بہ تک) پہنچا دیا جاتا ہے تو خلا متعدی بنفسہ ہو جاتا ہے

التَّضَمُّنَ اَوِ الْحَذْفَ وَالْاِيْصَالَ فِيْ بَابِ الْاِسْتِثْنَاءِ لِيَكُوْنَ مَا بَعْدَهَا مَنْصُوْبًا كَمَا فِيْ صُوْرَةِ

اور نحویوں نے اس تضمین یا حذف و ایصال کا باب استثناء میں التزام کرلیا تا کہ خلا کا مابعد منصوب ہو جیسا کہ

الْمُسْتَثْنٰى بِاِلَّا الَّتِيْ هِيَ اُمُّ الْبَابِ وَفَاعِلُهُمَا ضَمِيْرٌ رَاجِعٌ اِمَّا اِلٰى مَصْدَرِ الْفِعْلِ الْمُتَقَدِّمِ اَوْ

مستثنیٰ بالا کی صورت میں جو کہ اس باب کی اصل ہے اور ان دونوں کا فاعل وہ ضمیر ہے جو راجع ہے پہلے فعل کے مصدر کی طرف یا

اِلٰى اسْمِ الْفَاعِلِ مِنْهُ اَوْ اِلٰى بَعْضٍ مُطْلَقٍ مِنَ الْمُسْتَثْنٰى مِنْهُ وَالتَّقْدِيْرُ جَاءَ نِي الْقَوْمُ عَدَا، اَوْ

فعل مقدم سے (ماخوذ) اسم فاعل یا بعض مطلق مستثنیٰ منہ کی طرف اور تقدیر عبارت اس طرح ہوگی جاء نی القوم عدا، او

خَلاَ مَجِيْئُهُمْ، اَوِ الْجَائِيْ مِنْهُمْ اَوْ بَعْضٌ مِنْهُمْ زَيْدًا وَهُمَا فِيْ مَحَلِّ النَّصْبِ عَلَى الْحَالِيَّةِ،

خلا مجیئہم یا الجائی منہم او بعض منہم زیدا اور (عدا و خلا) دونوں حال ہونے کی بنا پر محل نصب میں ہیں

وَلَمْ يُظْهَرْ مَعَهُمَا قَدْ لِيَكُوْنَا اَشْبَهَ بِاِلَّا الَّتِيْ هِيَ الْاَصْلُ فِيْ بَابِ الْاِسْتِثْنَاءِ

اور ان دونوں کے ہمراہ (لفظ) قد کو ظاہر نہیں کیا گیا تا کہ یہ دونوں اس الا کے ساتھ زیادہ مشابہ ہوں جو باب استثناء میں اصل ہے

فِي الْاَكْثَرِ اَيِ النَّصْبُ بِهِمَا اِنَّمَا هُوَ فِيْ اَكْثَرِ الْاِسْتِعْمَالاَتِ لِاَنَّهُمَا فِعْلاَنِ مَاضِيَانِ كَمَا عَرَفْتَ

اکثر میں یعنی ان دونوں کے ذریعے منصوب ہونا اکثر استعمالات میں ہے کیونکہ یہ دونوں فعل ماضی ہیں جیسا کہ آپ کو معلوم ہو چکا

وَقَدْ اُجِيْزَ الْجَرُّ بِهِمَا عَلٰى اَنَّهُمَا حَرْفَا جَرٍّ قَالَ السِّيْرَافِيُّ لَمْ اَعْلَمْ خِلاَفًا فِيْ جَوَازِ الْجَرِّ بِهِمَا

اور ان دونوں کے ذریعے مجرور ہونا بھی جائز قرار دیا گیا ہے اس بنا پر کہ یہ حرف جر ہیں سیرافی نے فرمایا مجھے ان کے ذریعے جواز جر میں کوئی اختلاف

اِلاَّ اَنَّ النَّصْبَ بِهِمَا اَكْثَرُ

معلوم نہیں ہے لیکن ان کے ذریعے منصوب ہونا زیادہ ہے

خلاصہ متن: ۔صاحب کافیہ فرماتے ہیں مستثنیٰ جب خلا اور عدا کے بعد واقع ہو تو بھی وہ وجوبی طور پر منصوب ہوتا ہے،

عدا کی مثال جاء نی القوم عدا زیدا اور خلا کی مثال جاء نی القوم خلا زیدا ۔اور خلا اور عدا کے ساتھ نصب اکثر استعمالات میں ہے، بعض استعمال اس نصب کے علاوہ بھی ہیں۔جن کی تفصیل شارح ذکر کر رہے ہیں۔

اغراض جامی: من عدا: سے **شارح کی غرض** بیانِ باب، تحقیق صیغوی ہے کہ عدا یہ عدا یعدو سے ماخوذ ہے جس کا معنی تجاوز کرنا ہے۔

من خلا: سے بھی **شارح کی غرض** بیانِ باب، تحقیق صیغوی ہے کہ خلا یہ خلا یخلو خلو سے ماخوذ ہے بمعنی خالی ہونا۔ اور عدا مفعول کی طرف متعدی بنفسہ ہوتا ہے۔

وھو فی الاصل: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: خلا یخلو لازم باب ہے تو یہ مابعد زیداً کو مفعولیت کی بناء پر کیسے نصب دے گا؟

جواب: خلا اصل میں لازم ہے لیکن (۱) اس کو مفعول کی طرف من کے ساتھ متعدی کرتے ہیں جیسے خلت الدیار من الانیس (۲) یا خلا میں جاوز کے معنی کی تضمین کر لی جاتی ہے اس وقت بھی یہ متعدی بنفسہ ہوتا ہے (۳) یا کبھی من کو حذف کر کے فعل کو مفعول کے ساتھ ملا دیتے ہیں، اس وقت خلا متعدی بنفسہ ہوتا ہے۔اس کو حذف وایصال کہتے ہیں۔

والتزموا: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔خلا دراصل لازم باب ہے مفعول کا تقاضا نہیں کرتا اس لئے اس کا مابعد منصوب نہیں ہونا چاہئے کیونکہ اگر اس کو من کے ذریعہ متعدی کیا جائے تو اس کا مدخول مجرور ہو جائے گا نہ کہ منصوب۔ (۲) اگر صنعت تضمین اختیار کی جائے تو یہ تجاوز کے معنی کو متضمن ہوگا لیکن تضمین اختیار کرنا امور لازمہ میں سے نہیں ہے مرضی آئے اختیار کریں مرضی آئے نہ کریں لہذا یہ کہنا کہ عدا خلا کے بعد مستثنیٰ وجوباً منصوب ہوگا درست نہیں ہے۔

جواب: ۔باب استثناء میں تضمین اور حذف وایصال کا التزام اس لئے کیا گیا ہے تا کہ خلا کا مابعد مستثنیٰ بالا کی صورت وشکل اور مشابہت اختیار کر لے جو کہ استثناء کے باب میں اصل اور ماں کی حیثیت رکھتا ہے اس مشابہت کا فائدہ یہ ہوگا کہ خلا اور عدا کے مستثنیٰ پر بھی نصب واجب ہو جائے گی مستثنیٰ بالا کی طرح۔

وفاعلھما: سے **شارح کی غرض** بیانِ ترکیب ہے۔خلا اور عدا کی ضمیر کے مرجع میں تین احتمال ہیں (۱) ضمیر راجع ہے اس مصدر کی طرف جو فعل مقدم سے مفہوم ہوتا ہے (۲) یا ضمیر راجع ہے اس اسم فاعل کی طرف جو فعل مقدم سے مفہوم ہوتا ہے (۳) یا ضمیر مستثنیٰ منہ میں سے مطلق بعض کی طرف راجع ہے۔جیسے جاءنی القوم عدا زیدا میں پہلے احتمال کی صورت میں تقدیر عبارت یوں ہوگی جاء نی القوم عدا مجیھم زیدا (۲) اگر ضمیر راجع ہو اسم فاعل کی طرف تو جاء نی

القوم عد الجانی منهم زیدا ہوگا، اگر ضمیر راجع ہو مطلق بعض کی طرف تو جائنی القوم عدا بعض معھم زیدا ہوگا۔
خلا کی مثالیں (۱) اگر ضمیر مصدر کی طرف راجع ہو جاء نی القوم خلا مجیئھم زیدا ہوگا (۲) اگر ضمیر اسم فاعل کی طرف راجع ہو جاء نی القوم خلا الجائی منھم زیدا ہوگا۔ (۳) اگر ضمیر راجع ہو مستثنیٰ منہ میں سے مطلق بعض کی طرف تو جاء نی القوم خلا بعض منھم زیدا ہوگا۔

وَهُمَا فِیْ مَحَلِّ النَّصَب: سے **شارح کی غرض** بیانِ اعراب ہے۔ خلا اور عدا کے اعراب کا بیان ہے، جاء نی القوم عدا زیدا اور جاء نی القوم خلا زیدا، میں خلا اور عدا حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہیں۔

ولم یظهر: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال:۔** خلا اور عدا ماضی ہیں اور قاعدہ ہے کہ جب ماضی مثبت حال واقع ہو تو اس پر قد کا دخول ضروری ہوتا ہے اور یہاں قد نہیں ہے؟

جواب:۔ یہاں قد مقدر ہے اس کو ظاہر اس لئے نہیں کیا تا کہ وہ الا کے مشابہ ہو جائے جو باب استثناء میں اصل ہے۔

لانهما: سے **شارح کی غرض** وجہ نصب کو بیان کرنا ہے۔ یہ دونوں ماضی ہیں لہذا ان کے بعد مستثنیٰ مفعولیت کی بناء پر منصوب ہوگا۔ فی الاکثر یعنی اکثر استعمالات میں۔

وقد اجیز: سے **شارح کی غرض** اکثر کے مقابل کو بیان کرنا ہے۔ بعض نحویوں نے خلا اور عدا کے بعد جر کو جائز رکھا ہے یہ اس بناء پر ہے کہ یہ دونوں حرف جر ہیں۔

قال السیرافی: سے **شارح کی غرض** بیانِ تائید ہے، جیسا کہ سیرافی نے کہا ہے کہ میں خلا اور عدا کے جر کے جواز میں اختلاف کو نہیں جانتا، البتہ نصب اکثر ہے۔

ما خلا اور ما عدا کے بعد مستثنیٰ

وَمَا خَلاَ، وَمَا عَدَا أَیِ الْمُسْتَثْنٰی مَنْصُوْبٌ اَیْضًا وُجُوْبًا إِذَا کَانَ

اور ما خلا و ما عدا کے بعد یعنی نیز مستثنیٰ وجوبی طور پر منصوب ہوتا ہے جب کہ

بَعْدَ مَا خَلاَ وَ مَا عَدَا لِاَنَّ مَا فِیْهِمَا مَصْدَرِیَّةٌ مُخْتَصَّةٌ بِالْاَفْعَالِ نَحْوُ جَاءَ نِیْ قَوْمٌ مَا خَلاَ

ما خلا اور ما عدا کے بعد ہو کیونکہ ان دونوں میں (لفظ) ما مصدریہ ہے جو افعال کے ساتھ خاص ہے جیسے جَاءَ نِیْ قَوْمٌ مَا خَلاَ

زَیْدًا وَمَا عَدَا عَمْرًا تَقْدِیْرُهٗ خُلُوَّ زَیْدٍ وَعَدْ وَعَمْرٍو بِالنَّصَبِ عَلَی الظَّرْفِیَّةِ بِتَقْدِیْرِ مُضَافٍ أَیْ

زَیْدًا عَدَا عَمْرًا اور تقدیر عبارت اس طرح ہوگی (جَاءَ نِیْ قَوْمٌ) خُلُوَّ زَیْدٍ اور (جَاءَ نِیْ قَوْمٌ) عَدْ وَعَمْرٍو (خلو اور عدو کی) نصب کے ساتھ

وَقْتَ خُلُوِّهِمْ أَوْ خُلُوَّ مَجِيئِهِمْ مِنْ زَيْدٍ وَوَقْتَ مُجَاوَزَتِهِمْ أَوْ مُجَاوَزَةَ مَجِيئِهِمْ عَمْرًا أَوْ
بنا بر ظرفیت مضاف کی تقدیر سے یعنی وَقْتَ خُلُوِّهِمْ ، أَوْ خُلُوَّ مَجِيئِهِمْ مِنْ زَيْدٍ اور وَقْتَ مُجَاوَزَتِهِمْ ، أَوْ مُجَاوَزَةَ مَجِيئِهِمْ عَمْرًا یا
عَلَى الْحَالِيَّةِ بِجَعْلِ الْمَصْدَرِ بِمَعْنَى اسْمِ الْفَاعِلِ أَيْ جَاءُوْا خَالِيًا بَعْضُهُمْ أَوْ مَجِيئُهُمْ مِنْ
حال ہونے کی بنا پر مصدر کو اسم فاعل کے معنی میں کرتے ہوئے یعنی جَاءُوْا خَالِيًا بَعْضُهُمْ ، أَوْ مَجِيئُهُمْ مِنْ
زَيْدٍ وَمُجَاوِزًا بَعْضُهُمْ أَوْ مَجِيئُهُمْ عَمْرًا وَعَنِ الْأَخْفَشِ أَنَّهُ أَجَازَ الْجَرَّ بِهِمَا عَلَى أَنَّ مَا
زَيْد اور مُجَاوَزَةً بَعْضِهِمْ أَوْ مَجِيئِهِمْ عَمْرًا اور اخفش نے ان دونوں کے ذریعے جر کی اجازت دی ہے اس بنا پر کہ (لفظ) ما ان دونوں میں زائدہ ہو
فِيْهِمَا زَائِدَةٌ ، وَلَعَلَّ هٰذَا لَمْ يَثْبُتْ عِنْدَ الْمُصَنِّفِ ، أَوْ لَمْ يَعْتَدَّ بِهِ ، وَلِهٰذَا لَمْ يَقُلْ فِي الْأَكْثَرِ
اور شاید یہ (روایت) مصنف کے نزدیک ثابت نہیں ہو سکی یا مصنف نے اس روایت کو لائق توجہ نہیں سمجھا اور اسی وجہ سے مصنف نے فِي الْأَكْثَرِ نہیں کہا

خلاصہ متن:۔صاحب کافیہ فرماتے ہیں مستثنیٰ جب ماخلا اور ماعدا کے بعد واقع ہو تو اس وقت بھی وہ وجوبی طور پر منصوب ہوتا ہے

اغراض جامی :لِأَنَّ مَا فِيْهِمَا مَصْدَرِيَّةٌ: سے **شارح کی غرض** نصب کی وجہ بیان کرنا ہے۔ ماخلا اور ماعدا میں ما مصدریہ ہے جو کہ افعال کے ساتھ مختص ہیں، لہٰذا ماخلا اور ماعدا فعل ہونگے ، اور ان کا مابعد مفعولیت کی بناء پر وجوبا منصوب ہو گا جیسے جاء نی القوم ما خلا زیدا اور جائنی القوم ما عدا زیدا ان کی تقدیر یہ ہے کہ جاء نی القوم خلو زید اور جاء نی القوم عدو زید.

بالنصب : سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال**:۔خلو زیدا اور عدو عمرو کی ترکیب میں دو احتمال ہیں (۱) ظرفیت کی بناء پر منصوب ہے (۲) حالیت کی بناء پر منصوب ہے۔ اور یہ دونوں احتمال درست نہیں۔ پہلا احتمال اس لئے درست نہیں کہ ظرف کی دو قسمیں ہیں ظرف زمان، ظرف مکان اور خلو اور عدو ان میں سے کوئی بھی نہیں۔ (۲) حالیت والا احتمال اس لئے باطل ہے کہ حال کا ذوالحال پر حمل ہوتا ہے یہاں خلو اور عدو کا حمل قوم پر درست نہیں ہے۔

جواب:۔یہاں دونوں احتمال صحیح ہیں پہلے احتمال پر اشکال تھا کہ خلو عدو نہ ظرف زمان ہیں نہ مکان تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں وقت مضاف محذوف ہے جاء نی القوم خلو زید کی تقدیر عبارت جاء نی القوم وقت خلو هم من زید ہے۔ اگر ضمیر راجع ہو، مستثنیٰ منہ میں سے مطلق بعض کی طرف (۲) یا جاء نی القوم وقت خلو مجیئهم من زید ہے اگر ضمیر راجع ہو مصدر کی طرف اور اسی طرح جاء نی القوم عدو زید کی تقدیر عبارت میں بھی دو احتمال ہیں۔

(۲) دوسرا احتمال یہ ہے کہ یہ منصوب ہیں حالیت کی بنا پر۔ اس پر یہ سوال تھا کہ حال کا ذوالحال پر حمل ہوتا ہے اور یہاں حمل درست نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مصدر اسم فاعل کے معنی میں ہے، جاء نی القوم خلو عمرو کی تقدیر عبارت جاء نی القوم خالیا بعضهم من زید اگر ضمیر راجع ہو مستثنیٰ منہ میں سے مطلق بعض کی طرف۔

(۲) جاء نی القوم خالیا مجنبهم من زید اگر ضمیر مصدر کی طرف راجع ہو۔ اور جاء نی القوم عدو عمرو کی تقدیر عبارت ہے جاء نی القوم مجاورا بعضهم عمروًا اگر ضمیر مستثنیٰ منہ میں سے مطلق بعض کی طرف راجع ہو (۲) یا جاء نی القوم مجاورا مجنبهم عمرا ہے اگر ضمیر مصدر کی طرف راجع ہو۔

وعند الاخفش سے شارح کی غرض بیان مذہب ہے۔ علامہ اخفش کے نزدیک ماخلا اور ماعدا کے بعد جر بھی جائز ہے۔ اس بناء پر خلا اور عدا حروف جارہ ہیں اور ما زائدہ ہے۔

ولعل هذا سے شارح کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔ جب ماخلا اور ماعدا میں بھی اخفش کا اختلاف ہے تو مصنف کو یہاں بھی فی الاکثر کہنا چاہیے تھا جیسا کہ ماقبل میں عدا اور خلا کے بارے میں فی الاکثر کہا ہے۔

جواب ۔ شاید مصنف کے نزدیک یہ روایت ثابت ہی نہیں ہے یا مصنف نے اس روایت کو قابل اعتناء، قابل اعتبار ہی نہیں سمجھا اسی وجہ سے فی الاکثر نہیں کہا۔

لیس اور لایکون کے بعد مستثنیٰ

وَكَذَا الْمُسْتَثْنٰى مَنْصُوبٌ بَعْدَ لَيْسَ نَحْوُ جَاءَنِي الْقَوْمُ لَيْسَ زَيْدًا وَبَعْدَ لَا يَكُوْنُ نَحْوُ

اور اسی طرح مستثنیٰ لیس کے بعد منصوب ہوگا جیسے جاءنی القوم لیس زیدا اور لایکون کے بعد جیسے

يَجِيْءُ أَهْلُكَ لَا يَكُوْنُ بِشْرًا وَإِنَّمَا يَكُوْنُ النَّصْبُ بَعْدَهُمَا وَاجِبًا لِأَنَّهُمَا مِنَ الْأَفْعَالِ النَّاقِصَةِ

یجیء اہلک لا یکون بشرا اور لیس و لایکون کے بعد (مستثنیٰ کی) نصب اس لیے ہی ضروری ہے کہ یہ دونوں افعال ناقصہ سے ہیں

النَّاصِبَةِ لِلْخَبَرِ وَيَلْزَمُ إِضْمَارُ اسْمِهِمَا فِيْ بَابِ الْاِسْتِثْنَاءِ وَهُوَ ضَمِيْرٌ رَاجِعٌ إِلَى اسْمِ

جو خبر کو نصب دیتے ہیں اور باب استثناء میں لیس اور لایکون کے اسم کا اضمار کرنا لازم ہے اور وہ ضمیر ہے جو راجع ہے اسم

الْفَاعِلِ مِنَ الْفِعْلِ الْمَذْكُوْرِ أَوْ إِلٰى بَعْضٍ مِنَ الْمُسْتَثْنٰى مِنْهُ مُطْلَقًا وَهُمَا فِي التَّرْكِيْبِ فِيْ

فاعل کی طرف فعل مذکور سے یا مستثنیٰ منہ میں سے بعض مطلق کی طرف اور یہ دونوں ترکیب میں

مَحَلِّ النَّصَبِ عَلَى الْحَالِيَّةِ وَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا تُسْتَعْمَلُ هٰذِهِ الْأَفْعَالُ إِلَّا فِي الْمُسْتَثْنَى الْمُتَّصِلِ
بنا برحالیت محل نصب میں ہیں، اور تو جان لے کہ یہ افعال مستثنی متصل
الْغَيْرِ الْمُفَرَّغِ وَلَا يُتَصَرَّفُ فِيهِمَا، لِأَنَّهَا قَائِمَةٌ مَقَامَ إِلَّا وَهِيَ لَا يُتَصَرَّفُ فِيهَا
غیر مفرغ میں ہی استعمال ہوتے ہیں اور ان دونوں میں تصرف نہیں کیا جاتا کیونکہ یہ الا کے قائم مقام ہیں اور اس میں تصرف نہیں کیا جاتا

خلاصہ متن: ۔ مستثنی لیس اور لا یکون کے بعد بھی منصوب ہوتا ہے جیسے جَاءَ نِي الْقَوْمُ لَيْسَ زَيْدًا اور سَيَجِيءُ أَهْلُكَ لَا يَكُوْنُ بِشْرًا.

اغراض جامی: وانما یکون: سے **شارح کی غرض** بیانِ وجہ ہے۔ لیس اور لا یکون کے بعد مستثنی کے منصوب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں افعالِ ناقصہ میں سے ہیں اور افعال ناقصہ اپنی خبر کو نصب دیتے ہیں لہذا ان کے بعد مستثنی خبریت کی بنا پر منصوب ہوگا۔

ویلزم: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال:** ۔ اس دلیل سے دعویٰ ثابت نہیں ہوتا، اس لئے کہ ہوسکتا ہے کہ لیس اور لا یکون کا مابعد اسمیت کی بنا پر مرفوع ہو اور اس کی خبر محذوف ہو؟

جواب: ۔ باب استثناء میں لیس اور لا یکون کے اسموں کا اضمار لازم ہے لہذا ان کے اسم ان میں ضمیر مستتر ہوگی تو لازماً مابعد خبریت کی بناء پر منصوب ہوگا۔

وَهُوَ ضَمِيْرٌ رَاجِعٌ: سے **شارح کی غرض** بیانِ مرجع ہے۔ ضمیر کے مرجع میں دو احتمال ہیں (۱) یا تو راجع ہے اسم فاعل کی طرف جو کہ فعل مذکور سے مفہوم ہوتا ہے (۲) یا ضمیر راجع ہے مستثنی منہ میں سے مطلق بعض کی طرف۔

وَهُمَا فِي التَّرْكِيْبِ: سے **شارح کی غرض** بیانِ ترکیب ہے۔ لیس اور لا یکون خود حالیت کی بناء پر منصوب ہوتے ہیں۔

واعلم: سے **شارح کی غرض** بیانِ فائدہ ہے۔ ماعدا اور ماخلا سے لا یکون تک یہ تمام افعال فقط مستثنی متصل غیر مفرغ میں استعمال ہوتے ہیں اور ان کے اندر تصرف نہیں کیا جاتا، اس لئے کہ یہ الا کے قائم مقام ہیں اور الا میں حرف ہونے کی وجہ سے تصرف نہیں کیا جاتا اور جو اس کے قائم مقام ہے اسکے اندر بھی تصرف نہیں کیا جائے گا۔

کلام موجب میں الا کے بعد مستثنی

وَيَجُوْزُ فِيْهِ أَيْ فِي الْمُسْتَثْنَى النَّصَبُ عَلَى الْإِسْتِثْنَاءِ وَيُخْتَارُ الْبَدَلُ عَنِ الْمُسْتَثْنَى مِنْهُ
اور اس میں جائز ہے یعنی مستثنی میں نصب بنا براستثناء اور مستثنی منہ سے بدل بنانا مختار ہے

فِيْمَا بَعْدَ إِلَّا حَالٌ مِنَ الضَّمِيْرِ الْمَجْرُوْرِ أَيْ حَالَ كَوْنِ الْمُسْتَثْنٰى وَاقِعًا فِيْ مَحَلٍّ يَكُوْنُ

الا کے مابعد میں یہ ضمیر مجرور سے حال ہے یعنی اس حال میں کہ جب مستثنیٰ ایسے محل میں واقع ہو کہ

مُتَأَخِّرًا عَنْ إِلَّا اِحْتِرَازًا عَمَّا إِذَا كَانَ بَعْدَ سَائِرِ اَدَوَاتِ الْإِسْتِثْنَاءِ مِثْلُ عَدَا وَخَلَا وَغَيْرِهِمَا

الا سے متاخر ہو (اس قید سے) اس مستثنیٰ سے احتراز ہے جو (الا کے سوا) عدا وخلا وغیرہما جیسے باقی حروف استثناء کے بعد واقع ہو

فِيْ كَلَامٍ غَيْرِ مُوْجَبٍ اِحْتِرَازٌ عَمَّا إِذَا وَقَعَ فِيْ كَلَامٍ مُوْجَبٍ فَإِنَّهٗ مَنْصُوْبٌ وُجُوْبًا كَمَا مَرَّ

کلام غیر موجب میں اس مستثنیٰ سے احتراز ہے جو کلام موجب میں واقع ہو کیونکہ وہ وجوبی طور پر منصوب ہوگا جیسا کہ گزر چکا

وَ الْحَالُ أَنَّهٗ قَدْ ذُكِرَ الْمُسْتَثْنٰى مِنْهُ اِحْتِرَازٌ عَمَّا إِذَا لَمْ يُذْكَرِ الْمُسْتَثْنٰى مِنْهُ فَإِنَّهٗ حِيْنَئِذٍ

اور حال یہ ہو کہ مستثنیٰ منہ مذکور ہو یہ احتراز ہے اس صورت سے کہ جب مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہو کیونکہ اس وقت وہ

يُعْرَبُ عَلٰى حَسْبِ الْعَوَامِلِ، وَفِيْ بَعْضِ النُّسَخِ ذُكِرَ الْمُسْتَثْنٰى مِنْهُ بِغَيْرِ وَاوٍ عَلٰى أَنَّهٗ صِفَةٌ

معرب بحسب العوامل ہے، اور بعض نسخوں میں ذکر المستثنیٰ منہ بغیر واو کے ہے اس بنا پر کہ وہ صفت ہے

لِكَلَامٍ غَيْرِ مُوْجَبٍ أَيْ فِيْ كَلَامٍ غَيْرِ مُوْجَبٍ ذُكِرَ فِيْهِ الْمُسْتَثْنٰى مِنْهُ وَلَمْ يُشْتَرَطْ أَنْ

کلام غیر موجب کی یعنی (مستثنیٰ) ایسی کلام غیر موجب میں ہو جس میں مستثنیٰ منہ مذکور ہو اور مصنف رحمہ اللہ نے یہ شرط نہیں لگائی کہ

لَا يَكُوْنَ مُنْقَطِعًا وَلَا مُقَدَّمًا عَلَى الْمُسْتَثْنٰى مِنْهُ لِأَنَّ حُكْمَهُمَا قَدْ عُلِمَ فِيْمَا سَبَقَ فَاكْتَفٰى

مستثنیٰ منقطع نہ ہو اور مستثنیٰ منہ پر مقدم بھی نہ ہو کیونکہ ان دونوں کا حکم ماقبل میں معلوم ہو چکا ہے تو اسی پر اکتفاء کیا

بِذٰلِكَ نَحْوُ مَا فَعَلُوْهُ إِلَّا قَلِيْلٌ بِالرَّفْعِ عَلَى الْبَدَلِيَّةِ وَإِلَّا قَلِيْلًا بِالنَّصْبِ عَلَى الْإِسْتِثْنَاءِ

جیسے مَا فَعَلُوْهُ إِلَّا قَلِيْلٌ رفع کیساتھ بدلیت کی بناء پر وَإِلَّا قَلِيْلًا نصب کے ساتھ بنا بر استثناء کے

وَنَحْوُ مَا مَرَرْتُ بِأَحَدٍ إِلَّا زَيْدٍ بِالْجَرِّ عَلَى الْبَدَلِيَّةِ وَ إِلَّا زَيْدًا بِالنَّصْبِ عَلَى الْإِسْتِثْنَاءِ وَمَا

اور جیسے مَا مَرَرْتُ بِأَحَدٍ إِلَّا زَيْدٍ جر کیساتھ بدلیت کی بنا پر اور إِلَّا زَيْدًا نصب کیساتھ استثناء کی بنا پر اور مَا

رَأَيْتُ أَحَدًا إِلَّا زَيْدًا بِالنَّصْبِ إِمَّا بِطَرِيْقِ الْبَدَلِيَّةِ وَهُوَ الْمُخْتَارُ أَوْ بِطَرِيْقِ الْإِسْتِثْنَاءِ وَهُوَ

رَأَيْتُ أَحَدًا إِلَّا زَيْدًا نصب کیساتھ یا تو بدلیت کے طور پر اور یہی مختار ہے یا استثناء کے طریق سے اور یہ

جَائِزٌ غَيْرُ مُخْتَارٍ وَإِنَّمَا اخْتَارُوا الْبَدَلَ فِيْ هٰذِهِ الصُّوَرِ لِأَنَّ النَّصْبَ عَلَى الْإِسْتِثْنَاءِ إِنَّمَا هُوَ

جائز ہے مختار نہیں ہے اور نحویوں نے ان (تینوں) صورتوں میں بدل کو اس لیے اختیار کیا کہ نصب بنا بر استثناء

بِسَبَبِ التَّشْبِيهِ بِالْمَفْعُوْلِ لاَ بِالْإِصَالَةِ وَبِوَاسِطَةِ إِلَّا وَإِعْرَابُ الْبَدَلِ بِالْإِصَالَةِ وَبِغَيْرِ وَاسِطَةٍ

مفعول کے ساتھ تشبیہ کے سبب سے ہے اور بواسطہ الا کے ہے بالاصالت نہیں ہے اور بدل کا اعراب بالاصالت اور بغیر واسطہ کے ہے

خلاصہ متن: ۔صاحب کافیہ فرماتے ہیں اگر مستثنیٰ الا کے بعد کلامِ موجب میں واقع ہو اور مستثنیٰ منہ مذکور ہو تو اس میں دو وجہیں جائز ہیں (۱) استثناء ہونے کی بنا پر نصب (۲) مستثنیٰ منہ کے لفظ سے بدل بنانا۔لیکن دوسری صورت یعنی بدل بنانا زیادہ بہتر ہے۔

اغراض جامی: ۔ اي في الاستثناء: سے **شارح کی غرض** بیانِ مرجع ہے فیہ ضمیر کے مرجع کو بیان کر دیا۔

علی الاستثناء: سے **شارح کی غرض** بیانِ عہد ہے کہ النصب پر جو الف لام داخل ہے یہ عہد خارجی کا ہے اس سے مراد استثناء کی بنا پر منصوب ہونا ہے۔

حال من الضمیر: سے **شارح کی غرض** بیانِ ترکیب ہے کہ فیما بعد الا یہ ظرف مستقر باعتبار متعلق کے فیہ کے ضمیر سے حال ہے۔

اي حال كونه: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ فیہ کی ضمیر راجع ہے مستثنیٰ کی طرف اور الا کے بعد بھی مستثنیٰ ہوتا ہے پس ظرفیت الشی لنفسہ کی خرابی لازم آئیگی۔

جواب: ۔فیما بعد الا میں ما سے مراد مستثنیٰ نہیں بلکہ ما عبارت ہے محل سے، معنی ہوگا مستثنیٰ واقع ہو ایسے محل میں جو الا کے بعد واقع ہو۔

واقعا: سے متعلق کو بیان کیا۔ في محل: سے ما کا بیان ہے۔ يكون: ظرف بعد کے متعلق کا بیان ہے۔

احتراز: سے **شارح کی غرض** یہ بیان کرنا ہے کہ فیما بعد الا کی قید احترازی ہے اس سے احتراز ہے اس مستثنیٰ سے جو الا کے بعد واقع نہ ہو، بلکہ باقی ادوات استثناء خلا اور عدا کے بعد واقع ہو۔

احتراز: سے **شارح کی غرض** یہ بیان کرنا ہے کہ فی کلام غیر موجب کی قید احترازی ہے اس سے احتراز ہے اس مستثنیٰ سے جو کلام موجب میں واقع ہو کیونکہ وہ وجوباً منصوب ہوتا ہے اس میں دو وجہ جائز نہیں ہے۔

والحال: سے **شارح کی غرض** بیانِ ترکیب ہے۔ یہ بتلا دیا کہ وذکر المستثنیٰ منہ کی واو حالیہ ہے۔

أنه قد: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔**سوال:**۔ ذکر ماضی ہے اور قاعدہ ہے کہ جب ماضی مثبت حال واقع ہو تو اس پر دخولِ قد ضروری ہوتا ہے اور ذکر پر قد داخل نہیں۔

جواب:۔ یہاں قد محذوف ہے اصل میں وقد ذکر تھا۔

احتراز: سے **شارح کی غرض** یہ بیان کرنا ہے کہ وذکر المستثنی کی قید احترازی ہے اس سے احتراز ہے اس مستثنی سے جس کا مستثنی منہ مذکور نہ ہو کیونکہ اس میں دو وجہیں جائز نہیں ہیں بلکہ اس کا اعراب علی حسب العوامل ہوتا ہے۔

وفی بعض النسخ: سے **شارح کی غرض** اختلاف نسخ کو بیان کرنا ہے۔ بعض نسخوں میں ذکر المستثنی منہ واؤ کے بغیر ہے اس صورت میں یہ کلام غیر موجب کی صفت بنے گا۔

ای کلام غیر موجب ذکر فیہ المستثنی منہ: سے صفت کی صورت میں حاصل عبارت ذکر کیا اور اس میں فیہ کا اضافہ کر کے ایک سوال کا جواب دیا۔

سوال:۔ جب جملہ صفت واقع ہو تو اس میں عائد الی الموصوف کا ہونا ضروری ہے یہاں عائد نہیں ہے۔

جواب:۔ عائد فیہ محذوف ہے (سوال یا سونی ص ۲۵۶)

ولم یشترط: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ مصنف کیلئے مناسب تھا کہ یہاں دو شرطیں اور بھی لگاتے (۱) مستثنی منقطع نہ ہو (۲) مستثنی مستثنی منہ سے مقدم نہ ہو کیونکہ اگر مستثنی الا کے بعد کلام غیر موجب میں واقع ہو اور مستثنی منہ مذکور ہو لیکن مستثنی منقطع ہو یا مستثنی مستثنی منہ سے مقدم ہو تو ان دونوں صورتوں میں دو وجہیں جائز نہیں ہوتی بلکہ نصب واجب ہوتا ہے۔

جواب:۔ چونکہ ماقبل میں ان دونوں قسموں کا حکم معلوم ہو چکا تھا کہ مستثنی منقطع ہونے کی صورت میں اور مستثنی کی تقدیم کی صورت میں مستثنی پر نصب واجب ہے تو ماقبل پر اکتفاء کرتے ہوئے مصنف نے یہاں ان کو ذکر نہیں کیا۔

نحو ما فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِیْلٌ: سے **شارح کی غرض** بیان امثلہ ہے۔ اس میں اگر قلیل کو بدل بنائیں تو یہ مرفوع ہوگا اس لئے کہ یہ فعلوہ کی واؤ ضمیر سے بدل بنے گا اور وہ محلا مرفوع ہے اور استثناء کی صورت میں اس پر نصب ہوگا اور دوسری مثال جیسے **مَا مَرَرْتُ بِاَحَدٍ اِلَّا زَیْدٍ** اس میں زید بدلیت کی بنا پر مجرور ہے اور استثناء کی صورت میں منصوب ہے، اور ما رایت احدا الا زیدا اسمیں اگر زید بدلیت کی بناء پر منصوب ہو تو اس پر نصب اس وجہ سے ہوگا کہ اس کا مبدل منہ احدا منصوب ہے اور استثناء کی صورت میں بھی اس پر نصب ہوگا، لیکن نصب علی البدلیت مختار ہے اور نصب علی الاستثناء غیر مختار ہے۔

وانما اختاروا: سے **شارح کی غرض** مذکورہ صورتوں میں بدل کے مختار ہونے کی وجہ بیان کرنا ہے مذکورہ صورتوں میں نصب علی الاستثنا مفعول کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے اور الا کے واسطہ سے ہے بالاصالۃ نہیں، اور بدل بننے کی صورت میں اعراب بلا واسطہ و بلا تشبیہ بالاصالۃ ہوگا۔ اور جو اعراب بالاصالۃ و بلا واسطہ ہو وہ اس سے مختار ہوتا ہے جو بالاصالہ اور بلا واسطہ نہ ہو۔

مستثنی معرب بحسب العوامل

وَيُعْرَبُ أَيِ الْمُسْتَثْنٰى عَلٰى حَسْبِ الْعَوَامِلِ أَيْ بِمَا يَقْتَضِيْهِ الْعَامِلُ مِنَ الرَّفْعِ وَالنَّصْبِ

اور مستثنی معرب بحسب العوامل ہوگا یعنی عامل کے مقتضی کے مطابق رفع نصب

وَالْجَرِّ إِذَا كَانَ الْمُسْتَثْنٰى مِنْهُ غَيْرَ مَذْكُوْرٍ وَيُخْتَصُّ ذٰلِكَ الْمُسْتَثْنٰى بِاسْمِ الْمُفَرَّغِ لِأَنَّهُ

او جر سے جبکہ مستثنی منہ مذکور نہ ہو اور یہ مستثنی خاص ہے مفرغ کے نام کیساتھ اس لئے کہ

فُرِّغَ لَهُ الْعَامِلُ عَنِ الْمُسْتَثْنٰى مِنْهُ فَالْمُرَادُ بِالْمُفَرَّغِ الْمُفَرَّغُ لَهُ كَمَا يُرَادُ بِالْمُشْتَرَكِ

اس کیلئے عامل مستثنی منہ سے فارغ کردیا گیا ہے تو مفرغ سے مفرغ لہ مراد ہے جیسے مشترک سے

الْمُشْتَرَكُ فِيْهِ وَهُوَ أَيْ وَالْحَالُ أَنَّ الْمُسْتَثْنٰى وَاقِعٌ فِيْ غَيْرِ الْكَلَامِ الْمُوْجَبِ وَاشْتَرَطَ

مشترک فیہ مراد لیا جاتا ہے اور وہ یعنی حال یہ ہے کہ مستثنی واقع ہو کلام غیر موجب میں اور مصنف نے یہ شرط

ذٰلِكَ لِيُفِيْدَ فَائِدَةً صَحِيْحَةً مِثْلَ مَا ضَرَبَنِيْ إِلَّا زَيْدٌ إِذْ يَصِحُّ أَنْ لَّا يَضْرِبَ الْمُتَكَلِّمَ أَحَدٌ إِلَّا

اس لیے لگائی تا کہ یہ فائدہ دے صحیح فائدہ جیسے مَا ضَرَبَنِيْ إِلَّا زَيْدٌ اس لئے کہ صحیح ہے یہ بات کہ متکلم کو کوئی نہ مارے سوا

زَيْدٌ بِخِلَافِ ضَرَبَنِيْ إِلَّا زَيْدٌ إِذْ لَا يَصِحُّ أَنْ يَّضْرِبَ كُلُّ أَحَدٍ الْمُتَكَلِّمَ إِلَّا زَيْدٌ إِلَّا

زید کے بخلاف ضَرَبَنِيْ إِلَّا زَيْدٌ اس لئے کہ نہیں صحیح کہ زید کے علاوہ ہر آدمی متکلم کو مارے مگر یہ کہ

أَنْ يَّسْتَقِيْمَ الْمَعْنٰى بِأَنْ يَّكُوْنَ الْحُكْمُ مِمَّا يَصِحُّ أَنْ يَّثْبُتَ عَلٰى سَبِيْلِ الْعُمُوْمِ نَحْوُ قَوْلِكَ

معنی درست ہو بایں طور کہ حکم اس قبیل سے ہو کہ اس کا عموم کے طریقہ پر ثابت ہونا صحیح ہو جیسے تمہارا قول

كُلُّ حَيَوَانٍ يُحَرِّكُ فَكَّهُ الْأَسْفَلَ عِنْدَ الْمَضْغِ إِلَّا التِّمْسَاحُ أَوْ يَكُوْنَ هُنَاكَ قَرِيْنَةٌ دَالَّةٌ عَلٰى

كُلُّ حَيَوَانٍ يُحَرِّكُ فَكَّهُ الْأَسْفَلَ عِنْدَ الْمَضْغِ إِلَّا التِّمْسَاحُ یا وہاں کوئی قرینہ دلالت کرے

أَنَّ الْمُرَادَ بِالْمُسْتَثْنٰى مِنْهُ بَعْضٌ مُعَيَّنٌ يَدْخُلُ فِيْهِ الْمُسْتَثْنٰى قَطْعًا مِثْلَ قَرَأْتُ إِلَّا يَوْمَ كَذَا

اس بات پر کہ مستثنی منہ سے بعض معین مراد ہے جس میں مستثنی قطعاً داخل ہے جیسے قَرَأْتُ إِلَّا يَوْمَ كَذَا

أَيْ أَوْقَعْتُ الْقِرَاءَةَ كُلَّ يَوْمٍ إِلَّا يَوْمَ كَذَا لِظُهُوْرِ أَنَّهُ لَا يُرِيْدُ الْمُتَكَلِّمُ جَمِيْعَ أَيَّامِ الدُّنْيَا بَلْ

یعنی أَوْقَعْتُ الْقِرَاءَةَ كُلَّ يَوْمٍ إِلَّا يَوْمَ كَذَا کیونکہ یہ بات ظاہر ہے کہ متکلم دنیا کے تمام ایام کا ارادہ نہیں کر رہا بلکہ

أَيَّامَ الْأُسْبُوْعِ أَوِ الشَّهْرِ أَوْ مِثْلَ ذٰلِكَ

ہفتے یا مہینے کے دنوں کا یا اس کی مثل

خلاصہ متن: صاحب کافیہ فرماتے ہیں کہ مستثنیٰ منہ مذکور ہو اور مستثنیٰ کلام موجب میں واقع ہو تو مستثنیٰ کا اعراب عامل کے تقاضے کے مطابق ہوگا یعنی اگر عامل رفع کا مقتضی ہے تو مستثنیٰ مرفوع ہوگا اور اگر نصب کا مقتضی ہے تو مستثنیٰ منصوب ہوگا اور اگر جر کا مقتضی ہے تو مستثنیٰ مجرور ہوگا۔

اغراض جامی: اي المستثنى: سے **شارح کی غرض** یعرب کی ضمیر مستتر کے مرجع کو بیان کرنا ہے کہ مرجع المستثنیٰ ہے۔

اي بما: سے **شارح کی غرض** بیانِ معنی ہے۔ یہاں حسب بمعنی اقتضاء ہے بمعنی قدر نہیں ہے۔

العامل: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال:** یہ حکم منقوض ہے ماجاءنی الا زید میں زید کے ساتھ کیونکہ وہ معرب علی حسب العوامل نہیں ہے بلکہ بحسب عامل واحد ہے۔

جواب: العامل سے شارح نے جواب دیا کہ العوامل جمع پر الف لام داخل ہونے کی وجہ سے اس کی جمعیت باطل ہوگئی ہے اور یہ جنس کے حکم میں ہے اس لئے اس سے ایک عامل مراد ہوگا۔

من الرفع والنصب والجر: سے **شارح کی غرض** ما کو بیان کرنا ہے۔ کہ ما سے مراد رفع، نصب، جر ہے۔

ویختص ذلک: سے **شارح کی غرض** بیانِ اصطلاح ہے کہ وہ مستثنیٰ جس کا مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہو اس کا نام مفرغ رکھا جاتا ہے۔

لانه: سے **شارح کی غرض** مفرغ کی وجہ تسمیہ بیان کرنا ہے۔ اس کا نام مفرغ اس لئے رکھا گیا کہ اس کی وجہ سے عامل کو مستثنیٰ منہ سے فارغ کر دیا گیا۔

فالمراد: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: مستثنیٰ مفرغ کا معنی ہے فارغ کیا ہوا حالانکہ مستثنیٰ تو فارغ کیا ہوا نہیں ہے بلکہ یہ تو مفرغ لہ ہے یعنی اس کیلئے عامل کو فارغ کیا گیا ہے لہذا اس کا نام مفرغ نہیں بلکہ مفرغ لہ ہونا چاہئے۔

جواب: مفرغ سے مفرغ لہ ہی مراد ہے جیسے مشترک سے مراد مشترک فیہ ہوتا ہے۔

وهو اي الحال: سے **شارح کی غرض** بیانِ ترکیب ہے۔ واؤ حالیہ ہے اور هو فی غیر الموجب یہ حال ہے یعرب کی ضمیر سے جس کا مرجع مستثنیٰ ہے۔

واقعٌ: سے **شارح کی غرض** بیانِ ترکیب ہے کہ فی غیر الموجب یہ ظرف مستقر واقعٌ کے متعلق ہو کر خبر ہے جو مبتدا کی۔

الکلام: سے **شارح کی غرض** بیانِ ترکیب ہے کہ الموجب صفت ہے موصوف محذوف الکلام کی۔

واشترط: سے **شارح کی غرض** اشارہ کرنا ہے کہ لیفید شرط کی دلیل ہے مشروط کی دلیل نہیں، یعنی مستثنیٰ کے کلام غیر موجب میں واقع ہونے کی شرط اس لئے لگائی تا کہ کلام صحیح معنیٰ کا فائدہ دے۔

مثال ماضربنی الا زید: سے **شارح کی غرض** بیانِ مثال ہے۔ اس مثال کا معنیٰ ہے ''مجھے زید کے سوا کسی نے نہیں مارا'' یہ معنیٰ درست ہے، اس لئے کہ ممکن ہے کہ متکلم کو زید کے سوا کسی نے نہ مارا ہو، بخلاف ضربنی الا زید کے یہ درست نہیں، اس لئے کہ یہ ممکن نہیں ہے کہ متکلم کو زید کے سوا تمام انسانوں نے مارا ہو۔

الا ان یستقیم المعنیٰ: سے **ماتن کی غرض** سابقہ عبارت کی توضیح ہے۔ یہ عبارت کلام سابق کے مفہوم سے بطور استثناء کے ہے، یعنی لا یعرب المستثنی بحسب العوامل فی الکلام الموجب فی جمیع الاوقات الاان یستقیم المعنی یعنی کلام موجب میں مستثنیٰ کا اعراب عامل کے مطابق نہیں ہوتا جمیع اوقات میں مگر جب معنیٰ درست ہو۔

بان یکون: سے **شارح کی غرض** استقامتِ معنیٰ کی دو صورتوں کو بیان کرنا ہے (۱) پہلی صورت یہ ہے کہ حکم اس قبیل سے ہو جس کا اثبات علیٰ سبیل العموم صحیح ہو جیسے کل حیوان یحرک فکہ الاسفل عند المضغ الا التمساح (ہر حیوان چبانے کے وقت اپنے نیچے والے جبڑے کو حرکت دیتا ہے مگر مگرمچھ) اس میں تحریک فکہ الاسفل عند المضغ کا حکم علیٰ سبیل العموم ہر حیوان کے لئے ثابت کیا گیا پھر اس سے مگرمچھ کا استثناء کیا گیا اور یہ صحیح ہے۔ (۲) دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی ایسا قرینہ پایا جائے جو اس بات پر دلالت کرے کہ مستثنیٰ منہ سے مراد ایسے بعض متعین افراد ہیں جن کے اندر مستثنیٰ کا دخول یقینی ہے جیسے قرات الا یوم کذا (میں نے ہر دن پڑھا مگر فلاں دن) یہ معنیٰ صحیح ہے اس لئے کہ ظاہر ہے کہ متکلم کی مراد دنیا کے تمام ایام نہیں بلکہ ہفتہ یا مہینہ یا سال کے دن مراد ہیں، یہ ممکن ہے اس نے ہر دن پڑھا ہو مگر ایک دن نہ پڑھا ہو۔

دو سوالوں کے جوابات

وَلِقَائِلٍ أَنْ يَّقُوْلَ كَمَا لَا يَسْتَقِيْمُ الْمَعْنٰى عَلٰى تَقْدِيْرِ
اور سائل یہ کہہ سکتا ہے کہ جیسے معنیٰ درست نہیں ہے درصورت
عُمُوْمِ الْمُسْتَثْنٰى مِنْهُ فِي الْمُوْجَبِ فِيْ بَعْضِ الصُّوَرِ فَرُبَّمَا لَا يَسْتَقِيْمُ الْمَعْنٰى عَلٰى تَقْدِيْرِ
عموم مستثنیٰ منہ کلام موجب کی بعض صورتوں میں تو بسا اوقات نہیں درست ہوتا معنیٰ درصورت

عُمُوْمِ الْمُسْتَثْنٰی مِنْهُ فِیْ غَيْرِ الْمُوْجَبِ أَيْضًا نَحْوُ مَا مَاتَ إِلَّا زَيْدٌ فَيَنْبَغِیْ أَنْ يُشْتَرَطَ فِیْ غَيْرِ

عموم مستثنی منہ کلام غیر موجب میں بھی جیسے ما مات الا زید تو مناسب ہے کہ شرط لگائی جائے غیر

الْمُوْجَبِ أَيْضًا اِسْتِقَامَةُ الْمَعْنٰی وَأَيْضًا لَا يَصِحُّ مِثْلُ قَرَأْتُ إِلَّا يَوْمَ كَذَا إِلَّا بَعْدَ تَخْصِيْصِ

موجب میں بھی معنی کا درست ہونا اور نیز نہیں صحیح مثال قرأت الا یوم کذا مگر یوم کی تخصیص کے بعد

الْيَوْمِ بِأَيَّامِ الْأُسْبُوْعِ مَثَلًا فَيَجُوْزُ مِثْلُ هٰذَا التَّخْصِيْصِ فِیْ ضَرَبَنِیْ إِلَّا زَيْدٌ بِأَنْ يُخَصَّصَ

ایام اسبوع کے ساتھ مثلاً تو اس طرح کی تخصیص ضربنی الا زید میں بھی جائز ہے بایں طور کہ خاص کیا جائے

الْمُسْتَثْنٰی مِنْهُ بِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْ جَمَاعَةٍ مَخْصُوْصِيْنَ إِذَا كَانَ هُنَاكَ قَرِيْنَةٌ دَالَّةٌ فَلَا فَرْقَ بَيْنَ

مستثنی منہ کو جماعت کے (افراد) مخصوصین میں سے ہر ایک (فرد) کے ساتھ جبکہ وہاں قرینہ دلالت کرنے والا ہو تو

هَاتَيْنِ الصُّوْرَتَيْنِ فِیْ كَوْنِ كُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا جَائِزَةً مَعَ الْقَرِيْنَةِ وَغَيْرَ جَائِزَةٍ بِدُوْنِهَا وَأُجِيْبَ

ان دونوں صورتوں کے درمیان اس بارے میں کوئی فرق نہیں ہے کہ ان میں سے ہر ایک قرینہ کے ساتھ جائز ہے اور اس کے بغیر جائز نہیں ہے اور اس کا

بِأَنَّ الْمُعْتَبَرَ هُوَ الْغَالِبُ وَالْغَالِبُ فِی الْإِيْجَابِ عَدَمُ اسْتِقَامَةِ الْمَعْنٰی عَلَی الْعُمُوْمِ وَفِی النَّفْيِ

جواب دیا گیا ہے بایں طور کہ معتبر غالب ہے اور ایجاب میں غالب معنی کی عدم درستگی ہے عموم پر اور نفی میں

عَكْسُهُ لِأَنَّ اشْتِرَاكَ جَمِيْعِ أَفْرَادِ الْجِنْسِ فِی انْتِفَاءِ تَعَلُّقِ الْفِعْلِ بِهَا وَمُخَالَفَةَ وَاحِدٍ إِيَّاهَا

اس کا عکس ہے کیونکہ جنس کے تمام افراد کا ان افراد کے ساتھ فعل کے تعلق کے انتفاء میں مشترک ہونا اور (فرد) واحد کا ان کی مخالفت کرنا

فِیْ ذٰلِكَ مِمَّا يَكْثُرُ وَيَغْلِبُ وَأَمَّا اشْتِرَاكُهَا فِیْ تَعَلُّقِ الْفِعْلِ بِهَا وَمُخَالَفَةُ وَاحِدٍ إِيَّاهَا فِیْ

اس میں ان امور میں سے ہے جو کثیر (الوقوع) اور غالب ہیں لیکن ان تمام افراد کا فعل کے ان کے ساتھ متعلق ہونے میں مشترک ہونا اور فرد واحد کا

ذٰلِكَ فَمِمَّا يَقِلُّ كَمَا فِی الْمِثَالِ الْمَذْكُوْرِ وَبِأَنَّ الْفَرْقَ بَيْنَ قَوْلِكَ قَرَأْتُ إِلَّا يَوْمَ كَذَا وَ

کی تمام افراد سے مخالفت کرنا اس میں ان امور میں سے ہے جو قلیل (الوقوع) ہیں جیسا کہ مثال مذکور میں ہے اور بایں طور کہ فرق تمہارے قول قرأت

ضَرَبَنِیْ إِلَّا زَيْدٌ لَيْسَ إِلَّا بِظُهُوْرِ قَرِيْنَةٍ دَالَّةٍ عَلٰی بَعْضٍ مُعَيَّنٍ مِنَ الْمُسْتَثْنٰی مِنْهُ مَقْطُوْعٍ دُخُوْلُهُ

الا یوم کذا اور ضربنی الا زید کے درمیان مثال اول میں ایسے قرینے کے ظہور سے ہی ہے جو مستثنی منہ میں سے بعض ایسے معین (فرد) پر دلالت

فِيْهِ الْأَوَّلِ وَعَدَمِ ظُهُوْرِهَا فِی الثَّانِیْ فَلَوْ قَامَ فِی الثَّانِیْ أَيْضًا قَرِيْنَةٌ ظَاهِرَةُ الدَّلَالَةِ عَلٰی بَعْضٍ

کرنے والا ہے جن کا دخول یقینی ہے مستثنی منہ میں اور مثال ثانی میں قرینے کے عدم ظہور سے پس اگر مثال ثانی میں بھی بعض معین (فرد) پر کوئی قرینہ

مُعَيَّنٍ كَمَا إِذَا قِيلَ مَنْ ضَرَبَكَ مِنَ الْقَوْمِ أَيِ الْقَوْمِ الدَّاخِلِ فِيهِمْ زَيْدٌ فَقُلْتَ ضَرَبَنِيْ إِلَّا
ظاہر الدلالۃ قائم ہو جا کیسا کہ کہا جائے مَنْ ضَرَبَكَ مِنَ الْقَوْمِ یعنی وہ قوم جس میں زید داخل ہے تو تم کہو ضَرَبَنِيْ إِلَّا
زَيْدٌ فَالظَّاهِرُ أَنَّ ذٰلِكَ أَيْضًا مِمَّا يَسْتَقِيمُ فِيهِ الْمَعْنٰى لٰكِنَّ الْغَالِبَ عَدَمُ وِجْدَانِ قَرِينَةٍ
زَيْدٌ تو ظاہر یہ بات ہے کہ یہ قول بھی اس قبیل سے ہے جس میں معنی درست ہوگا لیکن غالب عدم وجود ہے
كَذٰلِكَ فِي الْمُوْجَبِ فَالْغَالِبُ فِيهِ عَدَمُ اسْتِقَامَةِ الْمَعْنٰى
کلام موجب میں اس طرح کے قرینے کا لہٰذا اس میں غالب معنی کی عدم درستی ہے

اغراض جامی: یہ شرح کی عبارت ہے اس میں **شارح کی غرض** دو سوالوں کو نقل کر کے ان کا جواب دینا ہے۔

سوال (۱):۔ جس طرح کلامِ موجب میں مستثنیٰ منہ کے عموم کی تقدیر پر بعض صورتوں میں معنی صحیح نہیں ہوتا جیسے ضربنی الا زید اسی طرح کلام غیر موجب میں بھی مستثنیٰ منہ کے عموم کے تقدیر پر بعض صورتوں میں معنی درست نہیں ہوتا جیسے ما مات الا زید اس کا معنی درست نہیں۔ لہٰذا جس طرح کلام موجب میں استقامت معنی کی شرط لگائی اسی طرح کلام غیر موجب میں بھی استقامت معنی کی شرط لگانی چاہیے تھی۔

سوال (۲):۔ وایضاً سے دوسرا اعتراض ہے، یہ اعتراض قرات الا یوم کذا اور ضربنی الا زید پر وارد ہوتا ہے۔ قرات الا یوم کذا، اس وقت صحیح نہیں ہوگا جب تک یوم کو ہفتے اور مہینے یا سال کے ایام کیساتھ خاص نہ کر دیا جائے اور اس جیسی تخصیص ضربنی الا زید میں بھی جائز ہے، اس طرح کہ مستثنیٰ منہ کو ایک مخصوص جماعت کے ہر ہر فرد کیساتھ خاص کر لیا جائے جب اس پر کوئی قرینہ دال ہو مثلاً متکلم ایک گاؤں کا رہنے والا ہے تو اس نے گاؤں کے تمام افراد کو خاص کر کے ان سے زید کا استثناء کرنے کے لئے ضربنی الا زید کہا ممکن ہے کہ اس کا منشاء یہ ہو ضربنی اناس قریۃ الا زید یہ معنی صحیح ہے تو دونوں صورتوں میں اس بات میں کوئی فرق نہیں ہے کہ اگر کوئی قرینہ پایا جائے تو جائز اور اگر قرینہ نہ پایا جائے تو ناجائز ہے۔

<u>**واجیب**</u>: سے **شارح کی غرض** مذکورہ دونوں سوالوں کا جواب دینا ہے۔ پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ احکام کی بناء میں غالب اور اکثریت کا اعتبار ہوتا ہے اور کلامِ موجب میں مستثنیٰ منہ کے عموم کی صورت میں غالب استقامتِ معنی ہے اسلئے کہ جنس کے تمام افراد کے ساتھ تعلق فعل کے انتفاء میں بعض کا باقی کے مخالف ہونا یہ کثیر ہے، لیکن جنس کے تمام افراد سے تعلق فعل میں جنس کے تمام افراد کا شریک ہونا اور جنس کے تمام افراد میں سے بعض کا مخالف ہونا قلیل ہے اسی وجہ سے کلام موجب میں استقامت معنی کی شرط لگائی اور کلام غیر موجب میں استقامت معنی کی شرط نہیں لگائی۔

وبیان الفرق:۔ سے شارح کی غرض دوسرے سوال کا جواب دینا ہے۔ قرأت الا یوم کذا اور ضربنی الا زید میں فرق ظہور قرینہ اور عدم ظہور قرینہ کے ساتھ ہے کہ قرأت الا یوم کذا میں مستثنی منہ میں سے بعض افراد پر دلالت کرنے والا قرینہ ظاہر ہے، بعض میں مستثنی کا دخول یقینی ہے اور ضربنی الا زید میں ایسا قرینہ ظاہر نہیں ہے۔ اگر دوسری مثال میں بھی کوئی قرینہ ظاہر ہوجائے جو مستثنی منہ میں سے بعض معین پر دلالت کرے کہ جن میں مستثنی کا دخول یقینی ہو مثلاً کوئی شخص آپ سے کہے من ضربک من القوم اور قوم ایسی ہے کہ جن میں زید داخل ہے تو آپ اس کے جواب میں کہیں ضربنی الا زید، تو ظاہر ہے کہ یہاں معنی درست ہوجائے گا لیکن کلام موجب میں اس جیسے قرینے کا نہ پایا جانا اکثر ہے، اسی وجہ سے کلام موجب میں غالب عدم استقامتِ معنی ہے۔

ضابطہ گذشتہ پر تفریع

وَمِنْ ثَمَّ اَیْ وَمِنْ اَجْلِ اَنَّ الْمُفَرَّغَ لَا یَکُوْنُ فِی الْمُوْجَبِ اِلَّا اَنْ یَّسْتَقِیْمَ الْمَعْنٰی لَمْ یَجُزْ

اور اسی وجہ سے یعنی اس وجہ سے کہ کلام موجب میں مستثنی مفرغ معنی کی درستگی کے بغیر نہیں ہوا کرتا نہیں ہے جائز

مِثْلُ مَازَالَ زَیْدٌ اِلَّا عَالِمًا اِذْ مَعْنٰی مَازَالَ ثَبَتَ لِاَنَّ نَفْیَ النَّفْیِ اِثْبَاتٌ فَیَکُوْنُ الْمَعْنٰی ثَبَتَ

مثل مَازَالَ زَیْدٌ اِلَّا عَالِمًا کیونکہ مازال کا معنی ثبت ہے اس لیے کہ نفی کی نفی اثبات ہے لہٰذا معنی ہوگا ثبت

زَیْدٌ دَائِمًا عَلٰی جَمِیْعِ الصِّفَاتِ اِلَّا عَلٰی صِفَةِ الْعِلْمِ فَلَا یَسْتَقِیْمُ وَقَالَ الشَّارِحُ الرَّضِیُّ یُمْکِنُ

زَیْدٌ دَائِمًا عَلٰی جَمِیْعِ الصِّفَاتِ اِلَّا عَلٰی صِفَةِ الْعِلْمِ تو یہ معنی درست نہیں ہوتا اور شارح رضی نے کہا ہے کہ ممکن ہے

اَنْ یُّحْمَلَ الصِّفَاتُ عَلٰی مَا یُمْکِنُ اَنْ یَّکُوْنَ زَیْدٌ عَلَیْهَا مِمَّا لَا یَتَنَاقَضُ وَیُسْتَثْنٰی مِنْ جُمْلَتِهَا

صفات کو ان صفات پر محمول کرنا جن پر زید کا ہونا ممکن ہے یعنی جو باہم متضاد نہ ہوں اور ان کے مجموعہ سے مستثنی کیا جائے

الْعِلْمُ اَوْ یُحْمَلُ ذٰلِکَ عَلَی الْمُبَالَغَةِ فِیْ نَفْیِ صِفَةِ الْعِلْمِ کَاَنَّکَ قُلْتَ اَمْکَنَ اَنْ یَّحْصُلَ

علم کو یا اس مثال کو زید سے صفت علم کی نفی میں مبالغہ پر (بھی) محمول کیا جاسکتا ہے گویا کہ تم نے یوں کہا ممکن ہے کہ حاصل ہوں

فِیْهِ جَمِیْعُ الصِّفَاتِ اِلَّا صِفَةُ الْعِلْمِ وَعَلَی التَّقْدِیْرَیْنِ یَنْدَرِجُ فِیْ صُوْرَةِ الْاِسْتِقَامَةِ وَلَا یَخْفٰی

زید میں تمام صفات مگر صفت علم اور دونوں تقدیروں پر مثال مذکور درستی معنی کی صورت میں درج ہو جائے گی اور مخفی نہ ہوگی

عَلَی الْمُتَفَطِّنِ اَنَّهٗ یُمْکِنُ بِمِثْلِ التَّاوِیْلَاتِ اِرْجَاعُ جَمِیْعِ الْمَوَادِّ الْاِیْجَابِیَّةِ عِنْدَ الْاِسْتِثْنَاءِ اِلٰی

دانشمند پر یہ بات کہ استثناء کے وقت اس طرح کی تاویلات سے تمام امثال ایجابیہ کو لوٹایا جاسکتا ہے

صُوْرَةِ الْاِسْتِقَامَةِ كَمَا يُقَالُ مَثَلاً فِيْ قَوْلِكَ ضَرَبَنِيْ اِلَّا زَيْدٌ اَلْمُرَادُ كُلُّ مَنْ يُتَصَوَّرُ مِنْهُ

درستی معنی کی صورت کی طرف جیسا کہ مثال کے طور پر تمہارے قول ضَرَبَنِيْ اِلَّا زَيْدٌ میں کہا جائے کہ مراد وہ لوگ ہیں جن سے ضرب متصور ہو سکتی ہے

الضَّرْبُ مِنْ مَعَارِفِكَ أَوِ الْمَقْصُوْدُ مِنْهُ الْمُبَالَغَةُ فِيْ غُلُوِّ الْمُجْتَمِعِيْنَ عَلٰى ضَرْبِكَ

یعنی تمہارے جاننے والے لوگ یا اس سے مقصود تمہارے مارنے کیلئے جمع ہونے والوں کے غلو میں مبالغہ ہے

خلاصہ متن : ۔ومن ثم سے ماقبل پر تفریع کا بیان ہے۔کلام موجب مفرغ اس وقت ہوتا ہے جب معنی درست ہو جائے اسی وجہ سے ما زال زید الا عالما کی ترکیب ناجائز ہے۔اس لئے کہ مازال کے معنی ہیں ما ثبت کیونکہ ما نافیہ ہے اور زال کے معنی ہے زائل ہونا، لہذا اسمیں بھی نفی ہے پس مازال زید الا عالما کا معنی ہے ثبت زید دائما علی جمیع الصفات الا علی صفت العلم یعنی زید تمام صفات کے ساتھ ہمیشہ متصف رہا سوائے صفت علم کے، اور ظاہر ہے کہ یہ معنی درست نہیں اس لئے کہ بہت سی صفات ایسی ہیں جو متضادہ ہیں کہ جن کا جمع ہونا ناممکن ہی نہیں، تو چونکہ معنی درست نہیں اس لئے یہ ترکیب بھی درست نہیں ہوگی۔

اغراض جامی : وقال الشارح: سے **شارح کی غرض** مصنف پر اعتراض کرنا ہے۔شیخ رضی نے کہا ہے کہ مصنف کا عدم استقامت معنی کیوجہ سے مازال زید الا عالما کو ناجائز قرار دینا درست نہیں اس لئے کہ اس کا معنی درست ہو سکتا ہے کیونکہ ممکن ہے کہ صفات سے مراد صفاتِ غیر متضادہ لے لی جائیں کہ زید کا جن صفات کے ساتھ متصف ہونا ممکن ہے ان سے صفتِ علم کو مستثنیٰ کر لیا جائے۔معنی یہ ہوگا زید ان تمام صفات کے ساتھ متصف رہا کہ جنکے ساتھ متصف ہونا اس کیلئے ممکن ہے سوائے صفت علم کے۔یا اس کو محمول کیا جائے صفت علم کی نفی کے مبالغے پر، گویا کہ اس نے یوں کہا کہ ہو سکتا کہ زید کے اندر جمیع صفات حاصل ہو جائیں، خواہ وہ صفات متضادہ ہوں یا غیر متضادہ لیکن صفت علم کا پایا جانا ناممکن ہے اب دونوں تقدیروں پر معنی درست ہو جائے گا۔اور یہ مثال درست ہو جائے گی۔

ولا یخفی: سے **شارح کی غرض** مذکورہ اعتراض کا جواب دینا ہے۔ان مذکورہ دو تاویلوں کے ساتھ مثالوں کا صحیح ہونا مسلم ہے لیکن اگر ہر جگہ ان جیسے تاویلات سے کام لیا جائے تو پھر کلام موجب کی کوئی مثال بھی ایسی نہیں رہے گی جس کا معنی درست نہ ہو، بلکہ جمع موادا یجابیہ کو استثناء کے وقت استقامت کی صورت کی طرف راجع کرنا ممکن ہے مثلاً مثال مذکور یعنی ضربنی الا زید کے یہ معنی ہو سکتے ہیں کہ متکلم کی مراد یہ ہے کہ جتنے لوگ میرے جاننے والے تھے ان میں سے ہر ایک نے مجھے مارا سوائے زید کے یا اس سے مقصود متکلم کی مار پٹائی میں جمع ہونے والوں کے غلو میں مبالغہ کرنا ہو کہ مجھے مارنے کیلئے بہت سے افراد جمع ہو گئے۔

مستثنی کو محل پر محمول کرتے ہوئے بدل بنانا

وَإِذا تعذّرَ الْبَدَلُ مِنْ حيثُ حَمْلِه علی اللّفظ أی علی لفظ الْمستثنی منْهُ فعلی الموضِعِ أی

اور جب بدل متعذر ہو اس طرح کہ لفظ پر یعنی مستثنی منہ کے لفظ پر ...

يُحْمَلُ علی مَوْضِعِ الْمُسْتَثْنی مِنْهُ لا علی لفظه عملًا بالْمختارِ علی قدرِ الإمكان مثل ما جاءني

مستثنی منہ کے محل پر محمول کیا جائے گا اس کے لفظ پر نہیں ... (مذہب) مختار پر عمل کرتے ہوئے جیسے ...

مِنْ أحدٍ إلّا زيدٌ فزيدٌ بدلٌ مرفوعٌ محمولٌ علی موضعِ أحدٍ لا مجرورٌ محمولٌ علی لفظه

من احد الا زید تو زید بدل مرفوع ہے احد کے محل پر محمول ہے ...

وَ مِثْلُ لا أحدَ فِيهَا أی فی الدّارِ إلّا عَمْرٌو فعَمْرٌو مرفوعٌ محمولٌ علی محلّ أحدٍ

اور جیسے لا احد فیھا یعنی فی الدار الا عمرو تو عمرو مرفوع ہے احد کے محل پر محمول ہے ...

لا عَلی لَفظِهِ وَمِثْلُ ما زيدٌ شيئًا إلّا شيءٌ لا يُعبَأُ به أی لا يُعتَدُّ به فشيءٌ مرفوعٌ محمولٌ علی

نہ کہ احد کے لفظ پر اور جیسے ما زید شیئا الا شیء لا یعبأ بہ یعنی لا یعتد بہ تو شیء مرفوع ہے شیئا کے محل پر محمول ہے

مَحَلِّ شيئًا لا مَنْصُوبٌ مَحْمُولٌ عَلی لَفْظِهِ وَقَوْلُهُ لا يُعبَأُ به لَيْسَ فِي كَثيرٍ مِنَ النُّسَخِ

یہ منصوب نہیں ہے اس کے لفظ پر محمول کرتے ہوئے اور مصنف کا قول لا یعبأ بہ بہت سے نسخوں میں نہیں ہے

وَعَلی ما وَقَعَ فِي بَعْضِهَا فَهُوَ صِفَةٌ لِشَيْءٍ الْمُسْتَثْنی قيل إنّه وصفه به لئلّا يلزم استثناءُ

اور اس بنا پر کہ بعض نسخوں میں واقع ہے تو یہ شیء مستثنی کی صفت ہے، کہا گیا ہے کہ مصنف نے شیء کو ...

الشَّيْءِ مِنْ نَفْسِهِ وَلا يَخْفی أنّهُ لَوْ جُعِلَ الْمُسْتَثْنی مِنْهُ شيئًا أعمّ مِنْ أن يزيدَ عليه صفةٌ غيرُ

اپنی ذات سے لازم آتا ہے اور مخفی نہ رہے کہ اگر مستثنی منہ ایک ایسی شیء قرار دی جائے ...

الشَّيْئِيَّةِ أوْلا وَخُصَّ الْمُسْتَثْنی بِمَا لا يَزِيدُ عَلَيْهِ صِفَةٌ غيرُ الشَّيْئِيّةِ لكفی ذلك و[illegible]

پایا نہ اور مستثنی کو ایسی شیء کے ساتھ خاص کیا جائے کہ اس پر شیء ہونے کے علاوہ کوئی صفت ...

تَعَذَّرَ الْبَدَلُ عَلَی اللَّفظِ فِي الصُّورَةِ الْأُولی لأنّ مِنَ الاستغراقيّةَ لا تُزادُ بعدَ الإثباتِ

اور صورت اولیٰ میں لفظ پر بدل (کا حمل) متعذر ہے ...

أَيْ بَعْدَمَا صَارَ الْكَلَامُ مُثْبَتًا لِانْتِقَاضِ النَّفْيِ بِإِلَّا لِأَنَّهَا لِتَاكِيدِ النَّفْيِ وَلَا نَفْيَ بَعْدَ الْإِنْتِقَاضِ

یعنی بعدازاں کہ الا کی وجہ سے نفی کے ٹوٹ جانے کی وجہ سے کلام مثبت ہو جائے کیونکہ من استغراقیہ نفی کی تاکید کے لیے ہے اور ٹوٹ جانے کے

فَلَوْ أُبْدِلَ عَلَى اللَّفْظِ وَقِيلَ مَا جَاءَ نِيْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا زَيْدٍ بِالْجَرِّ لَكَانَ فِيْ قُوَّةِ قَوْلِنَا جَاءَ نِيْ

بعد نفی نہیں ہے پس اگر لفظ پر بدل (محمول) کیا جائے اور کہا جائے مَا جَاءَ نِيْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا زَيْدٍ جر کے ساتھ تو یہ عبارت ہمارے اس قول کی

مِنْ زَيْدٍ فَلَزِمَ زِيَادَةُ مِنْ فِي الْإِثْبَاتِ وَذٰلِكَ غَيْرُ جَائِزٍ وَفِي الصُّوْرَتَيْنِ الْأَخِيْرَتَيْنِ لِأَنَّهُ لَوْ

قوت میں ہوگی جَاءَ نِيْ مِنْ زَيْدٍ پس اثبات میں من کی زیادتی لازم آئے گی اور وہ ناجائز ہے اور دو آخری صورتوں میں کیونکہ اگر

أُبْدِلَ الْمُسْتَثْنٰى عَلَى اللَّفْظِ وَقِيلَ لَا أَحَدَ فِيْهَا إِلَّا عَمْرًا بِالنَّصْبِ لِأَنَّ فَتْحَتَهُ شَبِيْهَةٌ

مستثنی کو لفظ پر محمول کیا جائے اور کہا جائے لَا أَحَدَ فِيْهَا إِلَّا عَمْرًا نصب کے ساتھ کیونکہ احد کی فتح مشابہ ہے

بِالْحَرَكَةِ الْإِعْرَابِيَّةِ لِأَنَّهَا حَصَلَتْ بِكَلِمَةِ لَا فَهِيَ كَالنَّصْبِ الْحَاصِلِ بِالْعَامِلِ فَلَا بُدَّ حِيْنَئِذٍ

حرکت اعرابیہ کے کیونکہ اس کی فتح کلمہ لا سے حاصل ہوئی ہے پس یہ اس نصب کی طرح ہوئی جو عامل سے حاصل ہے تو اس وقت ضروری ہوگا

مِنْ تَقْدِيْرِ لَا حَقِيْقَةً أَوْ حُكْمًا لِتَعْمَلَ فِيْهِ هٰذَا الْعَمَلَ وَكَذَا فِيْ قَوْلِهِ مَا زَيْدٌ شَيْئًا إِلَّا شَيْءٌ

حقیقۃ یا حکما لا کا مقدر کرنا تا کہ لفظ لا بدل میں یہی عمل کرے اور اسی طرح قائل کے قول مَا زَيْدٌ شَيْئًا إِلَّا شَيْءٌ میں

لَوْ حُمِلَ الْمُسْتَثْنٰى عَلٰى لَفْظِ الْمُسْتَثْنٰى مِنْهُ لَا بُدَّ حِيْنَئِذٍ مِنْ تَقْدِيْرِ مَا كَذٰلِكَ لِتَعْمَلَ فِيْهِ

اگر مستثنی کو مستثنی منہ کے لفظ پر محمول کیا جائے تو اس وقت ما کی تقدیر ضروری ہے تاکہ لفظ ما مستثنی میں عمل کرے

وَمَا وَلَا لَا تُقَدَّرَانِ لَا حَقِيْقَةً إِذَا لَمْ يَكُنِ الْبَدَلُ إِلَّا بِتَكْرِيْرِ الْعَامِلِ وَلَا حُكْمًا إِذَا اكْتُفِيَ

حالانکہ ما اور لا مقدر نہیں کیے جاتے نہ حقیقۃ جبکہ بدل عامل کے تکرار کے ہی ساتھ ہو اور حکما جبکہ اکتفاء کیا جائے

بِدُخُوْلِهٖ عَلَى الْمُبْدَلِ مِنْهُ وَاعْتُبِرَ سِرَايَةُ حُكْمِهٖ إِلَيْهِ فَإِنَّهُ فِيْ قُوَّةِ التَّقْدِيْرِ حَالَ كَوْنِهِمَا

عامل کے دخول سے مبدل منہ پر اور بدل کی طرف عامل کے حکم کی سرایت کا اعتبار کیا جائے کیونکہ یہ تقدیر کی قوت میں ہے جبکہ دونوں

عَامِلَتَيْنِ فِي الْمُسْتَثْنَى الْمَحْمُوْلِ عَلَى الْبَدَلِ بَعْدَهُ أَيْ بَعْدَ الْإِثْبَاتِ يَعْنِيْ بَعْدَمَا صَارَ

عمل کرنے والے ہوں اس مستثنی میں جو بدل پر محمول ہے اس کے بعد یعنی اثبات کے بعد یعنی بعدازاں کہ ہو

الْكَلَامُ مُثْبَتًا لِانْتِقَاضِ النَّفْيِ بِإِلَّا لِأَنَّهُمَا أَيْ مَا وَلَا عَمِلَتَا لِلنَّفْيِ وَقَدِ انْتَقَضَ النَّفْيُ بِإِلَّا

کلام مثبت الا سے نفی کے ٹوٹ جانے کی وجہ سے کیونکہ وہ دونوں یعنی ما و لا عمل کرتے ہیں نفی کی وجہ سے حالانکہ نفی الا کی وجہ سے ٹوٹ گئی

وَحَيْثُ تَعَذَّرَ فِيْ هٰتَيْنِ الصُّوْرَتَيْنِ الْبَدَلُ عَلَى اللَّفْظِ حُمِلَ عَلَى الْمَحَلِّ فَعَمْرٌو مَرْفُوْعٌ

اور جب کہ ان دونوں صورتوں میں لفظ پر بدل (کا حمل) متعذر ہو تو محل پر محمول ہوگا پس عمرو مرفوع ہے

عَلٰى اَنَّهٗ مَحْمُوْلٌ عَلٰى مَحَلِّ اَحَدٍ وَهُوَ الرَّفْعُ بِالْاِبْتِدَاءِ وَشَيْءٌ مَرْفُوْعٌ عَلٰى اَنَّهٗ مَحْمُوْلٌ

اس بنا پر کہ احد کے محل پر محمول ہے اور احد کا محل ابتدا کی وجہ سے رفع ہے اور شی مرفوع ہے اس بنا پر کہ وہ محمول ہے

عَلٰى مَحَلِّ شَيْئًا وَهُوَ الرَّفْعُ بِالْخَبَرِيَّةِ

شیئا کے محل پر اور وہ رفع ہے خبریت کی وجہ سے

خلاصہ متن وشرح: صاحب کافیہ فرماتے ہیں جن صورتوں میں بدل بنانا متعذر ہے اگر ان صورتوں میں مستثنی کو مستثنی منہ کے لفظ پر محمول کرتے ہوئے بدل بنانا متعذر ہو تو مستثنی منہ کے محل پر محمول کرتے ہوئے بدل بنایا جائے گا جیسے ما جاء نی من احد الا زید اس میں زید مرفوع بدل ہے اور احد کے محل پر محمول ہے اس کے لفظ پر محمول ہو کر مجرور نہیں ہے اور جیسے لا احد فیھا الا عمرو اس میں عمرو بدل ہے احد سے، یہ اس کے محل پر محمول ہے اس کے لفظ پر محمول ہو کر منصوب نہیں ہے جو ما زید شیئا الا شیء لا یعباء بہ اس میں شی منصوب ہو کر پہلے شیئا کے لفظ پر محمول نہیں بلکہ مرفوع ہو کر مستثنی منہ کے محل پر محمول ہے۔

<u>لِاَنَّ مِنْ لَا تُزَادُ بَعْدَ الْاِثْبَاتِ:</u> یہاں سے صاحب کافیہ کی غرض مذکورہ تین مثالوں میں مستثنی کو مستثنی منہ کے لفظ پر محمول کر کے بدل بنانے کے متعذر ہونے کی وجہ بیان کرنا ہے۔ پہلی مثال میں بدل بنانا اس لئے متعذر ہے کہ من استغراقیہ اثبات کے بعد زائدہ نہیں ہوتا یعنی وہ کلمہ جو الا کے ذریعے نفی کے ٹوٹ جانے کی وجہ سے مثبت بن جائے اس میں من زائدہ نہیں ہوتا اس لئے کہ من استغراقیہ تاکید نفی کے لئے آتا ہے اور الا کے ذریعے نفی کے ٹوٹ جانے کے بعد نفی باقی نہیں رہتی اگر پہلی مثال میں مستثنی کو مستثنی منہ کے لفظ پر محمول کرتے ہوئے بدل بنایا جائے اور یوں کہا جائے ما جاء نی من احد الا زید تو یہ جاء نی من زید کی قوت میں ہوگا اس لئے کہ بدل تکرار عامل کے حکم میں ہوتا ہے یعنی بدل اور مبدل منہ دونوں کا عامل ایک ہے چونکہ یہاں مبدل منہ کا عامل من ہے لہذا بدل کا عامل بھی من ہوگا تو عبارت ہو جائے گی جاء نی من زید تو مثبت کلام میں من کی زیادتی لازم آئے گی اور یہ ناجائز ہے

<u>وفی الصورتین:</u> دوسری اور تیسری مثال میں مستثنی کو مستثنی منہ کے لفظ پر محمول کر کے بدل بنانا اس لئے متعذر ہے کہ اگر دوسری مثال میں مستثنی کو مستثنی منہ کے لفظ پر محمول کرتے ہوئے بدل بنایا جائے اور یوں کہا جائے لا احد فیھا الا عمرو، اس وقت بدل میں لا کو حقیقتا یا حکما مقدر ماننا ضروری ہے تا کہ لا اس میں عمل کر سکے حقیقتا اس وقت کہ جب بدل تکرار عامل کے

••••••••••••••••••••••••

حکم میں ہو یعنی اس کو تکرار کے بغیر بدل بنانا جائز نہیں جیسا کہ بعض نحاۃ کا مذہب ہے اور حکما اس وقت کہ جب مبدل منہ پر عامل کے دخول کے ساتھ اکتفاء کرلیا جائے اور بدل کی طرف اس کے حکم کی سرایت کا اعتبار کیا جائے۔

اسی طرح اگر تیسری مثال میں لفظ پر محمول کر کے بدل بنایا جائے اور یوں کہا جائے ما زید شیئا الا شیئا تو اس سے پہلے ما کو زیادہ کرنا ضروری ہے حقیقتاً یا حکماً تاکہ اس میں عمل کر سکے حقیقتاً اس وقت کہ جب بدل تکرار عامل کے حکم میں ہو اور حکما اسوقت کہ جب مبدل منہ کے عامل کے دخول کے ساتھ اکتفاء کرلیا جائے اور بدل کی طرف اس کے حکم کی سرایت کا اعتبار کیا جائے حالانکہ ما اور لا اثبات کے بعد عامل ہو کر مقدر نہیں ہو سکتے اس لئے کہ یہ دونوں معنی نفی کی وجہ سے عمل کرتے ہیں اور نفی الا کی وجہ سے ٹوٹ گئی تو ان صورتوں میں مستثنیٰ کو مستثنیٰ منہ کے محل پر محمول کرتے ہوئے بدل بنائیں گے کیونکہ لفظ پر محمول کرتے ہوئے بدل بنانا متعذر ہے لہٰذا دوسری مثال میں عمرو مرفوع ہوگا اس بناء پر کہ وہ محل پر محمول ہے ور وہ محل رفع ہے اس بنا پر کہ وہ مبتداء ہے اور تیسری مثال میں شی مرفوع ہوگا اس بناء پر کہ وہ شیئا کے محل پر محمول ہے اور وہ محل رفع میں ہے اس بنا کہ وہ خبر ہے۔

وَمِنْ ثَمَّ جَازَ: سے ماقبل پر تفریع کا بیان ہے۔ چونکہ لیس کا عمل فعلیت کی وجہ سے ہوتا ہے نہ کہ معنی نفی کیوجہ سے اور ما اور لا کا عمل معنی نفی کی وجہ سے ہوتا ہے اسی وجہ سے لیس زید الا قائما ترکیب جائز ہے اس لئے کہ اگرچہ لیس کی نفی الا کی وجہ سے ٹوٹ گئی ہے لیکن اس کا عمل فعلیت کی وجہ سے ہے اور وہ باقی ہے لہٰذا لیس قائما میں عمل کر سکتا ہے اور قائما کو خبریت کی بناء پر نصب دے سکتا ہے اور ما زید الا قائما والی ترکیب جائز نہیں ہے اس لئے کہ ما کا عمل نفی کی وجہ سے ہے اور نفی الا کی وجہ سے ٹوٹ گئی ہے لہٰذا ما قائما میں عمل نہیں کر سکتا اور اس کو خبریت کی بنا پر نصب نہیں دے سکتا اس لئے یہ ممتنع ہے۔

اغراض جامی من حیث: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: اذا تعذر البدل میں علی کو تعذر کا صلہ بنانا درست نہیں اس لئے کہ تعذر کا صلہ باء آتا ہے کہ نہ علیٰ؟

جواب: علی تعذر کا صلہ نہیں بلکہ یہ محذوف کا صلہ جو کہ حمل ہے من حیث حملہ سے اسی کی طرف اشارہ۔

اي لفظ المستثنی منه: سے اشارہ کیا کہ اللفظ پر الف لام مضاف الیہ کے عوض میں ہے جو کہ مستثنیٰ منہ ہے۔

اي يحمل علی: سے **شارح کی غرض علی الموضع** کے متعلق کو بیان کرنا ہے کہ اس کا متعلق محذوف ہے جو کہ یحمل ہے یا غرض جواب سوال مقدر ہے۔

سوال: اذا تعذر شرط اور فعلی الموضع جزا ہے حالانکہ جزا کیلئے جملہ ہونا ضروری ہے فعلی الموضع جملہ نہیں ہے۔

جواب: علی الموضع جار مجرور یحمل محذوف کے متعلق ہے اور یہ جملہ جزا ہے فلا اشکال (سوال باسولی ص ۲۵۷)

اي علی موضع المستثنی منه: المستثنی منہ کو مقدر کر کے علامہ جامی اشارہ فرما رہے ہیں الموضع پر الف لام مضاف الیہ

کے عوض ہے۔

لاعلی لفظه: سے اشارہ کیا کہ فعلی الموضع قید احترازی ہے اس سے لفظ پر حمل سے احتراز ہے۔

مثل ماجاءنی من احد الا زید: سے شارح مثالوں کی وضاحت فرماتے ہیں۔

عملا: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: جب مستثنی کو مستثنی منہ کے لفظ پر محمول کرنا متعذر ہے تو مناسب یہ ہے کہ اس کو منصوب علی الاستثناء پڑھا جائے؟

جواب: مستثنی کو مستثنی منہ کے محل پر محمول کر کے بدل اس لئے بنایا جاتا ہے کہ بقدر الامکان تابع پر عمل ہو سکے کیونکہ بدل بنانا مختار ہے۔

ای لا یعتد: سے **شارح کی غرض** لا یعباء کے معنی کو بیان کرنا ہے۔

وقوله: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال:** مصنف کا مقصد تعذر بدل علی اللفظ مستثنی منہ کی مثال پیش کرنا ہے اور یہ مقصد ما زید شیاء الا شی کے ساتھ حاصل ہو جاتا ہے تو لا یعباء به کا اضافہ کیوں کیا؟

جواب: لا یعباء به بہت سے نسخوں میں نہیں ہے ان پر تو کوئی اشکال نہیں ہے اور جن نسخوں میں واقع ہے ان میں وہ اس شی کی صفت ہے جو مستثنی ہے اور یہ صفت اس لئے لائی گئی ہے تاکہ استثناء الشی عن نفسہ کی خرابی لازم نہ آئے بلکہ استثناء الشی عن العام ہو جائے جو کلام عرب میں شائع ذائع ہے۔

ولا یخفی: سے **شارح کی غرض** قول القائل وانما وصفه پر اعتراض کرتا ہے وہ یہ ہے کہ اس صفت کا اضافہ کیے بغیر بھی یہ مثال درست ہو سکتی ہے، بلکہ وہ صورت زیادہ دقیق اور لطیف ہے وہ صورت یہ ہے کہ مستثنی منہ کو ایسی شی بنایا جائے جو اس سے عام ہو کہ اس پر شی ہونے کے علاوہ کوئی اور صفت مثلاً عظیم یا حقیر یا حلیم یا شریف ہونا زیادہ کیا جا سکے یا نہ کیا جا سکے اور مستثنی کو ایسی شی کے ساتھ خاص کر دیا جائے کہ جس پر شے ہونے کے علاوہ کوئی اور صفت زائد نہ ہو تب استثناء الشی عن نفسہ کی خرابی لازم نہیں آئے گی بلکہ استثناء الخاص عن العام ہوگا اور لا یعباء به کی قید کے اضافہ کی حاجت بھی نہ ہوگی۔ یہ صورت دقیق اس لئے ہے کہ اس میں زیادہ تامل وتوجہ کی ضرورت پڑتی ہے اور لطیف اس لئے کہ اس میں لا یعباء به صفت کے اضافہ کی ضرورت نہیں پڑتی۔

وانما تعذر البدل: سے شارح جامی کی غرض ایک وہم کا ازالہ ہے **وهم** یہ تھا کہ شاید یہ ان میں تیسری مثال کی دلیل ہے کیونکہ وہی اقرب ہے وانما تعذر سے شارح نے وہم کو دور کر دیا کہ یہ پہلی مثال کی دلیل ہے نہ کہ تیسری مثال کی۔

من الاستغراقیة: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ یہ قاعدہ منقوض ہے قد کان من مطر کے ساتھ اس لئے کہ یہ کلام مثبت ہے اور اس کے اندر من موجود ہے؟

جواب:۔ یہاں من سے مراد من استغراقیہ ہے مثال مذکور میں استغراقیہ نہیں ہے بلکہ من زائدہ۔

ای بعد ما: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ ما جاء نی من احد الا زید یہ کلام منفی ہے نہ کہ مثبت، تو یہ تعلیل اس کے موافق کیسے ہوگی؟

جواب:۔ یہاں اثبات سے اثبات ابتدائی نہیں بلکہ اثبات انتہائی مراد ہے اور مثال مذکور ابتداء کے اعتبار سے اگرچہ منفی ہے لیکن انتہاء کے اعتبار سے مثبت ہے لہذا تعلیل درست ہے (سوال یا سولی ص ۴۱۱)

ایک اعتراض اور اس کا جواب

فَاِنْ قُلْتَ لِاَحَدٍ فِیْ هٰذَا الْمِثَالِ مَحَلَّانِ مِنَ الْاِعْرَابِ مَحَلٌّ قَرِیْبٌ هُوَ نَصْبُهٗ بِکَلِمَةِ لَا،

پھر اگر تم اعتراض کرو کہ اس مثال میں احد کے اعراب کے دو محل ہیں ایک محل قریب ہے اور وہ کلمہ لا کی وجہ سے نصب ہے

وَمَحَلٌّ بَعِیْدٌ وَهُوَ رَفْعُهٗ بِالْاِبْتِدَاءِ فَلِمَ اعْتَبَرُوْا حَمْلَهٗ عَلٰی مَحَلِّهِ الْبَعِیْدِ لَا الْقَرِیْبِ؟

اور ایک محل بعید ہے اور وہ ابتداء کی وجہ سے رفع ہے تو نحویوں نے محل بعید پر اسے محمول کرنے کا کیوں اعتبار کیا نہ کہ قریب پر

قُلْتُ لِاَنَّ مَحَلَّهُ الْقَرِیْبَ اِنَّمَا لِعَمَلِ لَا فِیْهِ بِمَعْنَی النَّفْیِ وَقَدِ انْتَقَضَ بِـ اِلَّا بِخِلَافِ مَحَلِّهِ

میں نے جواب دیا کہ اس کا محل قریب صرف اس میں لا کے نفی کے معنی میں عمل کرنے کی وجہ سے ہے جبکہ نفی الا کی وجہ سے ٹوٹ گئی بخلاف

الْبَعِیْدِ فَاِنَّهٗ لَا دَخْلَ لِعَمَلِ لَا فِیْهِ بِخِلَافِ لَیْسَ زَیْدٌ شَیْئًا اِلَّا شَیْئًا مَعَ اَنَّهُ انْتَقَضَ النَّفْیُ فِیْهِ

محل بعید کے، اس میں لا کے عمل کا کوئی دخل نہیں لَیْسَ زَیْدٌ شَیْئًا اِلَّا شَیْئًا کے برعکس باوجودیکہ اس میں بھی الا سے نفی ٹوٹ گئی ہے

اَیْضًا بِـ اِلَّا لِاَنَّهَا اَیْ لَیْسَ عَمِلَتْ لِلْفِعْلِیَّةِ لَا لِلنَّفْیِ فَلَا اَثَرَ فِیْهَا لِنَقْضِ مَعْنَی النَّفْیِ فِیْ

کیونکہ وہ یعنی لیس عمل کرتا ہے فعلیت کی وجہ سے نفی کی وجہ سے نہیں لہٰذا نفی کے معنی کے ٹوٹنے کی وجہ سے کوئی اثر نہیں پڑتا اس کے عمل میں،

عَمَلِهَا لِبَقَاءِ الْاَمْرِ الْعَامِلَةِ هِیَ اَیْ لَیْسَ لِاَجْلِهٖ اَیْ لِاَجْلِ ذٰلِکَ الْاَمْرِ وَهُوَ الْفِعْلِیَّةُ

اس امر کے باقی رہنے کی وجہ سے جس کی وجہ سے لیس عمل کر رہا ہے یعنی اس چیز کی وجہ سے اور وہ چیز فعلیت ہے

وَمِنْ ثَمَّ اَیْ وَمِنْ اَجْلِ اَنَّ عَمَلَ لَیْسَ لِلْفِعْلِیَّةِ لَا لِلنَّفْیِ وَعَمَلَ مَا وَلَا بِالْعَکْسِ جَازَ

اور اسی وجہ سے یعنی اور اس وجہ سے کہ لیس کا عمل فعلیت کی وجہ سے ہے نفی کی وجہ سے نہیں اور ما و لا کا عمل برعکس ہے جائز ہے

لَيْسَ زَيْدٌ إِلَّا قَائِمًا بِإِعْمَالِ لَيْسَ فِيْ قَائِمًا وَإِنِ انْتَقَضَ نَفْيُهَا بِـ إِلَّا لِبَقَاءِ فِعْلِيَّتِهَا وَامْتَنَعَ

لَيْسَ زَيْدٌ إِلَّا قَائِمًا لیس کے قائما میں عمل دینے سے اگرچہ الا کی وجہ سے اس کی نفی ٹوٹ گئی اس کی فعلیت باقی رہنے کی وجہ سے اور ممتنع ہے

مَا زَيْدٌ إِلَّا قَائِمًا بِإِعْمَالِ مَا فِيْ قَائِمًا لِأَنَّ عَمَلَهَا فِيْهِ إِنَّمَا هُوَ لِلنَّفْيِ وَقَدِ انْتَقَضَ بِـ إِلَّا

مَا زَيْدٌ إِلَّا قَائِمًا قائما میں (لفظ) ما کو عمل دے کر کیونکہ اس میں ما کا عمل نفی کی وجہ سے ہے اور الا کی وجہ سے وہ نفی ٹوٹ گئی

اغراض جامی :فان قلت: سے **شارح کی غرض** ایک اعتراض کو نقل کر کے قلت سے اس کا جواب پیش کرنا ہے

اعتراض:۔لا احد فیها الا عمرو میں احد کے دو محل ہیں (۱) محل قریب اور وہ نصب ہے کلمہ لا کی وجہ سے (۲) محل بعید اور وہ رفع ہے ابتداء کی وجہ سے، اس کی کیا وجہ ہے کہ عمرو کو احد کے محل بعید پر محمول کر کے مرفوع پڑھا گیا ہے محل قریب پر محمول کر کے منصوب نہیں پڑھا گیا۔

جواب:۔اس کے محل قریب میں لا کا اثر اور اسی کا عمل دخل ہے اور لا کا عمل معنی نفی کی وجہ سے ہوتا ہے اور نفی تو الا کی وجہ سے ٹوٹ گئی بخلاف محل بعید کے کہ اس میں لا کا کوئی عمل دخل نہیں ہے اور وہ عامل معنوی ابتداء کی وجہ سے مرفوع ہے اسی وجہ سے محل بعید کا اعتبار کیا بخلاف لیس زید شیئًا الا شیئًا کے کہ اس میں مستثنی کو مستثنی منہ کے لفظ پر محمول کرتے ہوئے بدل بنانا جائز ہے باوجودیکہ اس میں بھی نفی الا کی وجہ سے ٹوٹ گئی ہے یہ جائز اس لئے ہے لیس فعلیت کی وجہ سے عمل کرتا ہے نہ کہ معنی نفی کی وجہ سے لہذا نفی کے ٹوٹ جانے کی وجہ سے اس کے عمل میں کوئی اثر نہیں پڑیگا اس لئے کہ اس کا عمل فعلیت کی وجہ سے ہے اور وہ باقی ہے۔

ومن ثم ای ومن اجل: سے شارح جامی کی غرض ماقبل پر تفریع کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ چونکہ لیس کا عمل فعلیت کی وجہ سے ہوتا معنی نفی کی وجہ سے نہیں اس لئے لیس زید الا قائما کہنا جائز ہے اگرچہ الا کی وجہ سے معنی نفی منقوض ہو چکا ہے لیکن لیس کی فعلیت باقی ہے اس لئے اس کا عمل بھی باقی ہے اس لئے لیس قائما کو بناء بر خبریت نصب دے سکتا ہے، ما زید الا قائما کہنا جائز نہیں ہے کیونکہ ما و لا کا عمل معنی نفی کی وجہ سے تھا اور الا کی وجہ سے معنی نفی ٹوٹ چکا ہے لہذا یہ قائما کو بناء بر خبریت نصب نہیں دے سکتے۔

مستثنی کے اعراب کی قسم رابع کا ذکر

وَالْمُسْتَثْنٰى مَخْفُوْضٌ أَيْ مَجْرُوْرٌ بَعْدَ غَيْرٍ وَسِوٰى بِكَسْرِ السِّيْنِ أَوْ ضَمِّهَا مَعَ الْقَصْرِ

اور مستثنی مخفوض یعنی مجرور ہوگا غیر وسوی کے بعد سین کی کسرہ یا اس کے ضمہ کے ساتھ (آخر میں) الف مقصورہ کے ساتھ

وَسَوَاءٍ بِفَتْحِ السِّيْنِ وَكَسْرِهَا مَعَ الْمَدِّ لِكَوْنِهِ مُضَافًا إِلَيْهِ وَبَعْدَ حَاشَا فِي الْأَكْثَرِ لِكَوْنِهَا

اور سواء سین کی فتح یا اس کی کسرہ کے ساتھ، مستثنی کے مضاف الیہ ہونے کی وجہ سے اور حاشا کے بعد اکثر میں حاشا کے

حَرْفُ جَرٍّ فِيْ أَكْثَرِ اسْتِعْمَالَاتِهِمْ وَأَجَازَ بَعْضُهُمُ النَّصْبَ بِهَا عَلٰى أَنَّهَا فِعْلٌ مُتَعَدٍّ فَاعِلُهُ مُضْمَرٌ
اکثر استعمالات میں حرف جر ہونے کی وجہ سے اور بعض (نحویوں) نے اس کے ساتھ نصب کو جائز رکھا بنابرآں کہ حاشا فعل متعدی ہے جس کا
وَمَعْنَاهَا تَبْرِئَةُ الْمُسْتَثْنٰى عَمَّا نُسِبَ إِلَى الْمُسْتَثْنٰى مِنْهُ، نَحْوُ ضَرَبَ الْقَوْمُ عَمْرًوا حَاشَا زَيْدًا
فاعل مضمر ہے اور اس کا معنی مستثنیٰ کو اس (فعل) سے بری قرار دینا ہے جو مستثنیٰ منہ کی طرف منسوب ہے جیسے ضَرَبَ الْقَوْمُ عَمْرًا حَاشَا زَيْدًا
أَيْ بَرَّأَهُ اللّٰهُ عَنْ ضَرْبِ عَمْرٍو
یعنی بَرَّأَهُ اللّٰهُ عَنْ ضَرْبِ عَمْرٍو (اللہ تعالیٰ نے اسے عمرو کی مار سے بری کردیا)

خلاصہ متن:۔ یہاں سے قسم رابع کا بیان ہے وہ مستثنیٰ جو غیر، سوا، سواء کے بعد واقع ہو تو مجرور ہوگا اور حاشا کے بعد بھی اکثر استعمال میں مجرور ہوتا ہے۔

اغراض جامی: المستثنیٰ: سے **شارح کی غرض** غیر مشہور کی مشہور کے ساتھ تفسیر کرنا ہے۔

مجرور: سے **شارح کی غرض** بیانِ معنی ہے کہ مخفوض کا معنی مجرور ہے۔

مَعَ الْقَصْرِ: سے **شارح کی غرض** بیانِ اعراب ہے۔ یعنی سوی الف مقصورہ کے ساتھ ہے۔ اسمیں دو لغتیں ہیں (۱) سین کا ضمہ (۲) سین کا فتحہ۔

لِكَوْنِهٖ مُضَافًا إِلَيْهِ: سے **شارح کی غرض** سوی اور سواء کے بعد مستثنیٰ کے مجرور ہونے کی وجہ بیان کرنا ہے۔ ان کے بعد مستثنیٰ اس لئے مجرور ہوتا ہے کہ وہ ان کا مضاف الیہ ہوتا ہے اور مضاف الیہ مجرور ہوتا ہے۔

لکونہ: سے **شارح کی غرض** حاشا کے بعد اکثر استعمالات میں مستثنیٰ کے مجرور ہونے کی وجہ کا بیان ہے کہ حاشا کے بعد مستثنیٰ اس لئے مجرور ہوتا ہے کہ اکثر استعمالات میں حاشا حرف جر ہے لہذا اس کے بعد واقع ہونے والا اسم مجرور ہوگا۔

واجاز: سے **شارح کی غرض** اکثر کے مقابل کو بیان کرنا ہے۔ بعض نحویوں نے حاشا کے بعد نصب کو جائز رکھا ہے اس بناء پر کہ حاشا فعل متعدی ہے اس کا فاعل ضمیر ہے اور اس کا معنی مستثنیٰ کو ایسی شی سے بری کرنا ہوتا ہے جو مستثنیٰ منہ کی طرف منسوب ہے مثلاً ضرب القوم عمروا حاشا زید اس کا معنی ہے اللہ نے زید کو عمر کی ضرب سے بری کردیا ہے

اعراب غیر کا بیان

وَإِعْرَابُ غَيْرِ فِيْهِ أَيْ فِي الْإِسْتِثْنَاءِ دُوْنَ الصِّفَةِ إِذْ هُوَ حِيْنَئِذٍ يُعْرَبُ بِإِعْرَابِ مَوْصُوْفِهٖ
اور اس میں غیر کا اعراب یعنی استثنا میں نہ کہ صفت میں، کیونکہ غیر صفت ہوتے وقت اپنے موصوف کے اعراب کے ساتھ معرب ہوگا

کَاِعْرَابِ الْمُسْتَثْنٰی بِاِلَّا عَلَی التَّفْصِیْلِ الْمَذْکُوْرِ فِیْمَا سَبَقَ فَکَاَنَّہٗ لَمَّا انْجَرَّ بِہِ الْمُسْتَثْنٰی

مستثنی بالا کے اعراب کی طرح ہوگا اس تفصیل پر جو ماقبل میں مذکور ہوئی پس گویا جب مستثنی غیر کے ساتھ اضافت کی وجہ سے مجرور ہوا

بِالْاِضَافَۃِ انْتَقَلَ اِعْرَابُہٗ اِلَیْہِ وَغَیْرُ اَیْ کَلِمَۃُ غَیْرَ فِی الْاَصْلِ صِفَۃٌ لِدَلَالَتِہَا عَلٰی ذَاتٍ مُبْہَمَۃٍ

تو مستثنی کا اعراب غیر کی طرف منتقل ہو گیا اور غیر یعنی کلمہ غیر اصل میں صفت ہے ذات مبہم پر دلالت کرنے کی وجہ سے

بِاعْتِبَارِ قِیَامِ مَعْنَی الْمُغَایَرَۃِ بِہَا فَالْاَصْلُ فِیْہَا اَنْ تَقَعَ صِفَۃً کَمَا تَقُوْلُ جَاءَ نِیْ رَجُلٌ غَیْرُ زَیْدٍ

اس کے ساتھ مغایرۃ کے معنی کے قائم ہونے کے اعتبار سے پس غیر میں اصل یہ ہے کہ وہ صفت واقع ہو جیسا کہ تم کہتے ہو جاءنی رجل غیر زید

وَاسْتِعْمَالُہَا عَلٰی ہٰذَا الْوَجْہِ کَثِیْرٌ فِیْ کَلَامِ الْعَرَبِ لٰکِنَّہَا حُمِلَتْ عَلٰی اِلَّا وَاسْتُعْمِلَتْ مِثْلَہَا

اور اس کا استعمال اس طریقے پر کلام عرب میں بکثرت ہے لیکن اسے الا پر محمول کیا گیا ہے اور الا کی طرح اصل کے برخلاف

فِی الْاِسْتِثْنَاءِ عَلٰی خِلَافِ الْاَصْلِ وَذٰلِکَ لِاشْتِرَاکِ کُلٍّ مِنْہُمَا فِیْ مُغَایَرَۃِ مَا بَعْدَہٗ لِمَا قَبْلَہٗ

استثناء میں استعمال کیا گیا ہے اور یہ اس لیے ہے کہ ان دونوں میں سے ہر ایک اس بات میں مشترک ہے کہ اس کا مابعد اس کے ماقبل کا مغایر ہے

کَمَا حُمِلَتْ اِلَّا عَلَیْہَا اَیْ عَلٰی کَلِمَۃِ غَیْرَ فِی الصِّفَۃِ لٰکِنْ لَا تُحْمَلُ اِلَّا عَلَیْہَا فِی الصِّفَۃِ

جیسا کہ الا اس پر محمول کیا گیا ہے یعنی کلمہ غیر پر صفت میں لیکن الا کو صفت میں غیر پر غالبا محمول نہیں کیا جا سکتا

غَالِبًا اِلَّا اِذَا کَانَتْ اَیْ اِلَّا تَابِعَۃً لِجَمْعٍ اَیْ وَاقِعَۃً بَعْدَ مُتَعَدِّدٍ فَوَجَبَ اَنْ یَکُوْنَ مَوْصُوْفُہَا

مگر اس وقت جبکہ ہو یعنی الا جمع کے تابع یعنی جو متعدد کے بعد واقع ہو تو ضروری ہے کہ الا کا موصوف مذکور ہو

مَذْکُوْرًا لَا مُقَدَّرًا کَمَا قَدْ یَکُوْنُ مُقَدَّرًا فِیْ غَیْرَ مِثْلُ جَاءَ نِیْ غَیْرُ زَیْدٍ وَبَعْدَ مَا کَانَ مَذْکُوْرًا

مقدر نہ ہو جیسا کہ کبھی غیر میں مقدر ہوتا ہے جیسے جاءنی غیر زید اور بعد ازاں کہ موصوف مذکور ہو

یَکُوْنُ مُتَعَدِّدًا لِیُوَافِقَ حَالُہَا صِفَۃً حَالَہَا اَدَاۃَ الْاِسْتِثْنَاءِ اِذْ لَابُدَّ لَہَا فِی الْاِسْتِثْنَاءِ مِنْ

وہ متعدد ہوتا ہے تاکہ الا کا حال اس کے اس حال کی صفت کے موافق ہو جائے جو حالت اس کے حرف استثناء ہونے کی ہے کیونکہ استثناء میں

مُسْتَثْنًی مِنْہُ مُتَعَدِّدٍ فَلَا تَقُوْلُ فِیْ صِفَۃٍ جَاءَ نِیْ رَجُلٌ اِلَّا زَیْدٌ وَالْمُتَعَدِّدُ اَعَمُّ مِنْ اَنْ یَکُوْنَ

اس کے لیے مستثنی منہ متعدد ہونا ضروری ہے لہذا صفت میں تم جاءنی رجل الا زید نہیں کہہ سکتے اور متعدد اس سے عام ہے کہ

جَمْعًا لَفْظًا کَرِجَالٍ اَوْ تَقْدِیْرًا کَقَوْمٍ وَرَہْطٍ وَاَنْ یَکُوْنَ مُثَنًّی فَدَخَلَ فِیْہِ نَحْوُ مَا جَاءَ نِیْ

لفظی طور پر جمع ہو جیسے رجال یا تقدیری طور پر جیسے قوم اور رھط ہے اور یہ کہ تثنیہ ہو پس مصنف کے قول میں ما جاءنی رجلان الا زید

رَجُلَانِ إِلَّا زَيْدٌ مَنكُورٍ أَيْ مُنكَرٍ لَا يُعَرَّفُ بِاللَّامِ حَيْثُ يُرَادُ بِهِ الْعَهْدُ أَوِ الْإِسْتِغْرَاقُ

داخل ہے جو منکور ہو یعنی منکر ہو معرف بلام نہ ہو کیونکہ اس لام سے عہد (خارجی یا ذہنی) کا ارادہ کیا جائے گا یا استغراق کا

فَيُعْلَمُ التَّنَاوُلُ عَلٰى تَقْدِيرِ الْإِسْتِغْرَاقِ وَعَلٰى تَقْدِيرِ أَنْ يُّشَارَ بِهِ إِلٰى جَمَاعَةٍ يَكُونُ زَيْدٌ مِنْهُمْ

پس استغراق کی تقدیر پر شامل ہونا قطعاً معلوم ہوگا اور اس تقدیر پر کہ ایک ایسی جماعت کی طرف اشارہ کیا جائے جن میں سے زید ہے

فَلَا يَتَعَذَّرُ الْإِسْتِثْنَاءُ الْمُتَّصِلُ أَوْ عَدَمُ التَّنَاوُلِ قَطْعًا عَلٰى تَقْدِيرِ أَنْ يُّشَارَ بِهِ إِلٰى جَمَاعَةٍ

تو استثناء متصل متعذر نہ ہوگا یا شامل نہ ہونا قطعی طور پر ہوگا اس تقدیر پر کہ ایسی جماعت کی طرف اشارہ ہو

لَمْ يَكُنْ زَيْدٌ مِنْهُمْ فَلَا يَتَعَذَّرُ الْمُنْقَطِعُ غَيْرِ مَحْصُورٍ وَالْمَحْصُورُ نَوْعَانِ إِمَّا الْجِنْسُ الْمُسْتَغْرِقُ

جن میں سے زید نہیں ہے پس مستثنیٰ منقطع متعذر نہیں ہے محصور نہ ہو اور محصور دو قسم ہے یا جنس مستغرق

نَحْوُ مَا جَاءَ نِيْ رَجُلٌ أَوْ رِجَالٌ أَوْ بَعْضٌ مِنْهُ مَعْلُومُ الْعَدَدِ نَحْوُ لَهُ عَلَيَّ عَشَرَةُ دَرَاهِمَ أَوْ

جیسے مَا جَاءَنِيْ رَجُلٌ أَوْ رِجَالٌ یا جنس میں سے بعض معلوم العدد جیسے لَهُ عَلَيَّ عَشَرَةُ دَرَاهِمَ یا عِشْرُوْنَ

عِشْرُوْنَ وَإِنَّمَا اشْتُرِطَ أَنْ يَكُونَ غَيْرَ مَحْصُورٍ لِأَنَّهُ إِنْ كَانَ مَحْصُورًا عَلٰى أَحَدِ الْوَجْهَيْنِ

اور غیر محصور ہونے کی شرط اس لیے لگائی گئی ہے کہ اگر مستثنیٰ دو وجہوں میں کسی ایک وجہ پر محصور ہو

وَجَبَ دُخُوْلُ مَا بَعْدَ إِلَّا فِيْهِ فَلَا يَتَعَذَّرُ الْإِسْتِثْنَاءُ نَحْوُ كُلُّ رَجُلٍ إِلَّا زَيْدًا جَاءَنِيْ وَ لَهُ عَلَيَّ

تو الا کے مابعد کا مستثنیٰ محصور میں داخل ہونا ضروری ہوگا تو استثناء متعذر نہ ہوگا جیسے كُلُّ رَجُلٍ إِلَّا زَيْدًا جَاءَنِيْ اور لَهُ عَلَيَّ عَشَرَةٌ إِلَّا دِرْهَمًا

عَشَرَةٌ إِلَّا دِرْهَمًا وَإِنَّمَا يُصَارُ عِنْدَ وُجُوْدِ هٰذِهِ الشَّرَائِطِ إِلٰى حَمْلِ إِلَّا عَلٰى غَيْرَ لِتَعَذُّرِ الْإِسْتِثْنَاءِ

اور ان شرائط (ثلاثہ) کے پائے جانے کے وقت الا کو غیر پر محمول کرنے کی طرف رجوع کیا جائے گا استثناء کے متعذر ہونے کی وجہ سے

عِنْدَ وُجُوْدِهَا فَيُضْطَرُّ إِلٰى حَمْلِهَا عَلٰى غَيْرَ وَإِنَّمَا قُلْنَا فِيْ صَدْرِ هٰذَا الْكَلَامِ إِنَّ إِلَّا لَا تُحْمَلُ

ان کے پائے جانے کے وقت پس الا کے غیر پر محمول کرنے کی طرف (سامع) مجبور کیا جائے گا اور جو اس کلام کے آغاز میں ہم نے کہا تھا کہ الا صفت پر

عَلَى الصِّفَةِ غَالِبًا فَقَيَّدْنَاهُ بِقَوْلِنَا غَالِبًا لِأَنَّهُ قَدْ يَتَعَذَّرُ الْإِسْتِثْنَاءُ فِي الْمَحْصُورِ نَحْوُ جَاءَنِيْ مِائَةُ

غالباً محمول نہ کیا جائے گا تو ہم نے اس کو اپنے قول "غالباً" کی قید سے اس لیے مقید کیا ہے کیونکہ کبھی محصور میں استثناء متعذر ہو جاتا ہے جیسے

رَجُلٍ إِلَّا زَيْدٌ وَقَدْ لَا يَتَعَذَّرُ فِيْ غَيْرِ الْمَحْصُورِ نَحْوُ مَا جَاءَنِيْ رِجَالٌ إِلَّا وَاحِدًا أَوْ إِلَّا رَجُلًا

جَاءَنِيْ مِائَةُ رَجُلٍ إِلَّا زَيْدٌ اور کبھی (استثناء) غیر محصور میں متعذر نہیں ہوتا جیسے مَا جَاءَنِيْ رِجَالٌ إِلَّا وَاحِدًا، أَوْ إِلَّا رَجُلًا

ہوگئی۔ لہٰذا دوسرا اعتراض رفع ہوگیا اور پہلا سوال بھی رفع ہوگیا کہ جب لفظ سے مراد نفس لفظ ہو اور اس کے معنی کا ارادہ نہ کیا گیا ہو تو وہ علم ہوتا ہے اور علم معرفہ ہی ہوتا ہے تو پہلا اشکال بھی مرتفع ہوگیا (سوال کابلی ص ۲۵۸)

الا اذا کانت ای الا: ای الا کہہ کر علامہ جامی کانت کی ھی ضمیر کا مرجع بیان کر رہے ہیں۔

واقعۃ بعدَ: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ الا اذا کانت تابعۃ میں کانت کی ضمیر الا کی طرف راجع ہے تو مطلب یہ ہوگا مگر جبکہ الاّ تابع ہو حالانکہ الاّ کا تابع بننا درست نہیں ہے کیونکہ تابع اسم ہوتا ہے اور الاّ حرف ہے۔

جواب:۔ یہاں تابع کا اصطلاحی معنی مراد نہیں ہے بلکہ تابع کا لازمی معنی بعدَ مراد ہے تو معنی ہوگا مگر جب الاّ جمع کے بعد واقع ہو پھر جب تابعۃ بعدَ کے معنی میں ہوگا تو بعدَ ظرف ہے اور ظرف متعلق کا تقاضا کرتی ہے تو واقعۃ کا لفظ مقدر کر کے شارح بعد کے متعلق کی طرف اشارہ کر رہے ہیں (سوال باسولی ص ۴۱۴)

متعدد: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ آپ کا ضابطہ منقوض ہے ماجاءنی رجلٌ الا زیدٌ کے ساتھ کیونکہ یہاں الاّ غیر کے معنی میں ہوکر ماقبل کی صفت ہے لیکن جمع کے بعد واقع نہیں ہورہا بلکہ مفرد کے بعد واقع ہورہا ہے۔

جواب: ۔ یہاں جمع سے جمع اصطلاحی مراد نہیں ہے بلکہ جمع یہاں متعدد کے معنی میں ہے یہاں رجل نکرہ تحت النفی ہونے کی وجہ سے عموم وتعدد پر دلالت کر رہا ہے لہٰذا یہ بھی ضابطہ مذکورہ میں داخل ہو جائیگا (سوال کابلی ص ۲۵۸)

فوجب ان یکون: سے ماقبل پر تفریع ہے چونکہ الا کا استعمال صفت میں خلاف اصل ہے لہٰذا اس کے ساتھ یہ ضروری ہے کہ اس کا موصوف مذکور ہو، تاکہ وصفیت والا معنی ظاہر ہو جائے بخلاف غیر کے کہ یہ صفت کے لئے اصل ہے اس لئے اسکا موصوف کبھی مقدر بھی ہوسکتا ہے جیسے جاء نی غیر زید اس میں غیر کا موصوف مقدر ہے جو کہ قوم ہے۔

وبعد ما یکون مذکورا یکون متعددًا: سے شارح تعدد کی شرط کی وجہ بیان کر رہے ہیں موصوف کے متعدد ہونے کی شرط اس لئے لگائی تاکہ الا صفتیہ کا حال الا استثنائیہ کے حال کے موافق ہو جائے یعنی جس طرح الاّ کے مستثنیٰ منہ کا متعدد ہونا ضروری ہے اسی طرح موصوف کا بھی متعدد ہونا ضروری ہے تاکہ الا استثنائیہ اور الا صفتیہ ایک دوسرے کے موافق ہو جائیں۔

پس الا صفتی میں یوں کہنا جائز ہے جاء نی رجل الا زید اس لئے کہ رجل متعدد نہیں ہے اور متعدد میں تعمیم ہے خواہ وہ لفظا جمع ہو جیسے رجال یا تقدیرا ہو جیسے قوم اور رہط یا وہ تثنیہ ہو اس لئے کہ تثنیہ پر بھی تعدد کا اطلاق ہوتا ہے جیسے ما جاء نی رجلان الا زید کہنا جائز ہے۔

منکور ای منکر: سے **شارح کی غرض** غیر مشہور کی مشہور کے ساتھ تفسیر کرنا ہے کہ یہاں منکور منکر کے معنی میں ہے۔ منکر کا مطلب یہ ہے کہ وہ جمع لام عہد یالام استغراق کے ساتھ معرفہ نہ ہو اس لئے کہ اگر لام استغراق کے ساتھ معرفہ ہوتو پھر مستثنی منہ مستثنی کو یقینی طور پر شامل ہو جائے گا اور مستثنی کا دخول مستثنی منہ میں یقینی ہو جائے گا لہذا استثناء متصل متعذر نہیں ہو گا اور الا کو معنی حقیقی سے خارج کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی اس لئے الا کو غیر پر محمول نہیں کیا جائے گا اور اگر لام عہد کے ساتھ معرفہ ہوتو دو صورتیں ہیں (۱) الف لام سے ایسی جماعت کی طرف اشارہ ہو کہ مستثنی ان میں داخل نہ ہوتو استثناء منقطع ہوگا (۲) اور اگر ایسی جماعت کی طرف اشارہ ہو کہ مستثنی ان میں داخل ہوتو مستثنی متصل ہوگا تو دونوں صورتوں میں الا کا حقیقی معنی متعذر نہیں ہے لہذا حقیقی معنی چھوڑ کر اس کو غیر کے معنی میں نہیں کیا جا سکتا اسی لئے منکر کی شرط لگائی گئی۔

والمحصور نوعان: سے **شارح کی غرض** بیان اقسام ہے۔ محصور کی دو قسمیں ہیں (۱) جنس مستغرق اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے تمام افراد کا احاطہ کیا گیا ہو کوئی فرد اس سے خارج نہ ہو جیسے **ما جاء نی رجل** یا **ما جاء نی رجال** اس میں رجل جنس مستغرق ہے۔
(۲) جنس کے بعض افراد معلوم العدد ہوں جیسے **له عليّ عشرة دراهم** یا **له على عشرون درهما** اس میں درہم جنس ہے اور اس کے بعض افراد معلوم العدد ہیں اور وہ دس یا بیس ہیں۔

وانما اشترط: سے **شارح کی غرض** شرط مذکور کی وجہ بیان کرنا ہے۔ غیر محصور ہونے کی شرط اس لئے لگائی کہ اگر مستثنی منہ محصور ہوتو الا کے مابعد کا ماقبل میں دخول یقینی ہو جائے گا لہذا استثناء متعذر نہیں ہوگا جیسے **كل رجل الا زيد جاء نی** اس میں زید کا دخول کل رجل میں یقینی ہے اور **له على عشرة الا درهما** اس میں درہما کا دخول عشرۃ میں یقینی ہے

وانما یصار: سے **شارح کی غرض** یہ بتلانا ہے کہ جب مذکورہ شرائط ثلاثہ پائی جائیں (۱) الا متعدد کے بعد ہو (۲) وہ متعدد منکر ہو (۳) غیر محصور ہوتو اس کو غیر کے معنی پر کیوں محمول کیا جاتا ہے اس کا باعث کیا ہے تو شارح باعث بیان کر رہے ہیں کہ اس صورت میں استثناء کا حقیقی معنی متعذر ہے نہ استثناء متصل بن سکتا ہے نہ منقطع کیونکہ مستثنی کا مستثنی منہ میں نہ دخول یقینی ہے نہ عدم دخول اس لئے اس کو غیر پر محمول کر کے صفت بنایا جائیگا۔

انما قلنا: سے **شارح کی غرض** ماقبل کے لفظ غالبا کی وجہ کو بیان کرنا ہے۔ غالبا کی قید اس لئے لگائی کیونکہ کبھی محصور میں بھی استثناء متعذر ہو جاتا ہے جیسے **جاء نی مائة رجل الا زيد** اس میں زید کا مائۃ رجل میں نہ دخول یقینی ہے نہ عدم دخول لہذا استثناء متعذر ہے نہ متصل بن سکتا نہ ہی منقطع، اور کبھی غیر محصور میں استثناء متعذر نہیں ہوتا جیسے **جاء نی رجال الا واحدا** اس میں استثناء متعذر نہیں ہے اور **جاء نی رجال الا رجلا** میں بھی استثناء متعذر نہیں ہے ان رجل اور واحد کا رجال میں دخول یقینی

ہے اسی طرح جاء نی رجال الا حمارا اس میں حمار کا رجال میں عدم دخول یقینی ہے استثناء متعذر نہیں ہے۔

ولکن: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال:۔** پھر تو مصنف کو چاہیے تھا کہ غالبا کی قید لگاتا؟

جواب:۔ چونکہ محصور میں استثناء کا متعذر رہونا اور غیر محصور میں استثناء کا متعذر نہ ہونا شاذ و نادر تھا اسی وجہ سے مصنف نے قاعدہ بیان کرتے ہوئے اس قید کی طرف التفات نہیں کیا۔

الا کو غیر پر محمول کرنے کی مثال

نَحْوُ لَوْ كَانَ فِيهِمَا اَیْ فِي السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ آلِهَةٌ جَمْعُ إِلٰهٍ .وَلاَ دَلَالَةَ فِيهَا عَلٰى عَدَدٍ مَحْصُوْرٍ

جیسے لَوْ كَانَ فِيهِمَا یعنی فی السماء والارض آلِهَةٌ اِلٰہ کی جمع ہے اور آلہۃ میں عدد محصور پر کوئی دلالت نہیں

إِلَّا اللّٰهُ اَیْ غَيْرُ اللّٰهِ لَفَسَدَتَا اَیْ لَخَرَجَتَا عَنِ الْاِنْتِظَامِ فَإِلَّا فِي الْآيَةِ صِفَةٌ لِاَنَّهَا تَابِعَةٌ لِجَمْعٍ

إِلَّا اللّٰهُ یعنی غیر اللہ لَفَسَدَتَا یعنی دونوں انتظام سے نکل جاتے پس آیت میں الاصفت ہے کیونکہ یہ جمع منکور غیر محصور کے

مَنْكُوْرٍ غَيْرِ مَحْصُوْرٍ وَهِيَ آلِهَةٌ وَيَتَعَذَّرُ الْاِسْتِثْنَاءُ لِعَدَمِ دُخُوْلِ اللّٰهِ فِي آلِهَةٍ بِيَقِيْنٍ فَلَمْ يَتَحَقَّقْ

تابع ہے اور وہ جمع آلہۃ ہے اور استثنا متعذر ہے ، اللہ تعالی کے یقین سے آلہہ میں داخل نہ ہونے کی وجہ سے ، پس استثنا کے

شَرْطُ صِحَّةِ الْاِسْتِثْنَاءِ وَفِي الْآيَةِ مَانِعٌ آخَرُ عَنْ حَمْلِ إِلَّا عَلَى الْاِسْتِثْنَاءِ وَهُوَ اَنَّهُ لَوْ حُمِلَتْ

صحیح ہونے کی شرط نہیں پائی جاتی اور آیت میں الا کو استثناء پر محمول کرنے سے ایک اور مانع ہے اور وہ یہ کہ اگر الا کو استثنا پر محمول کیا جائے

عَلَيْهِ صَارَ الْمَعْنٰى لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ مُسْتَثْنٰى عَنْهَا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا وَهٰذَا لاَ يَدُلُّ إِلَّا عَلٰى اَنَّهُ لَيْسَ

تو آیت کا معنی یوں ہو جائیگا لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ مُسْتَثْنٰى عَنْهَا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا اور یہ معنی نہیں دلالت کرتا مگر اس بات پر کہ آسمانوں اور

فِيهِمَا آلِهَةٌ مُسْتَثْنٰى عَنْهَا اللّٰهُ وَبِهٰذَا لاَ يَثْبُتُ وَحْدَانِيَّةُ اللّٰهِ تَعَالٰى لِجَوَازِ اَنْ يَّكُوْنَ حِيْنَئِذٍ فِيهِمَا

زمین میں ایسے خدا نہیں ہیں جن سے اللہ تعالی مستثنی ہو اور اس معنی سے اللہ تعالی کی وحدانیت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ جائز ہوگا کہ اس وقت ان میں ایسے آلہہ ہوں

آلِهَةٌ غَيْرُ مُسْتَثْنٰى اللّٰهُ عَنْهَا بِخِلَافِ مَا إِذَا كَانَتِ الصِّفَةُ بِمَعْنٰى غَيْرَ فَإِنَّهُ يَدُلُّ عَلٰى اَنَّهُ لَيْسَ فِيهِمَا

جن سے اللہ تعالی مستثنی نہ ہو بخلاف اس صورت کے جب الا صفت کے لیے غیر کے معنی میں ہو پس یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے ان دونوں میں

آلِهَةٌ غَيْرُ اللّٰهِ وَإِذَا لَمْ يَكُنْ فِيهِمَا آلِهَةٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَجِبُ اَنْ لَّا يَتَعَدَّدَ الْآلِهَةُ لِاَنَّ التَّعَدُّدَ يَسْتَلْزِمُ الْمُغَايَرَةَ

اللہ کے سوا کوئی خدا نہیں اور جب ان میں اللہ تعالی کے سوا کوئی خدا نہ ہوا تو ضروری ہے کہ معبود متعدد نہ ہوں کیونکہ تعدد آلہہ باہمی جھگڑے کو مستلزم ہے

خلاصہ متن و شرح: یہاں سے الا کو غیر پر محمول کرنے کی مثال کا بیان ہے اس میں الا غیر کے معنی میں ہے اس لئے کہ وہ ایسی جمع کے بعد واقع ہے جو منکور اور غیر محصور ہے اور وہ الہۃ ہے اور استثناء متعذر ہے اس لئے کہ اللہ کا الہۃ میں نہ دخول یقینی ہے اور نہ عدم دخول یقینی ہے لہذا استثناء کی شرط متحقق نہیں جب استثناء متحقق نہیں تو الا غیر کے معنی میں ہوگا۔

اس آیت میں الا کو استثناء پر محمول کرنے کا ایک اور مانع بھی موجود ہے وہ یہ ہے کہ الا کو استثناء پر محمول کرنے سے معنی یہ ہوگا **لو کان فیھما الھۃ مستثنی عنھا اللہ تعالی لفسدتا** اگر زمین وآسمان میں ایسے الہہ ہوتے جن سے اللہ مستثنی ہوتا تو زمین وآسمان کا نظام درہم برہم ہو جاتا۔ اب یہ آیت اس بات دلالت کرتی ہے کہ ایسے الہہ نہیں کہ جن سے اللہ مستثنی ہو لیکن اس سے وحدانیت ثابت نہیں ہوتی اس لئے کہ اس سے یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ اگر چہ زمین آسمان میں ایسے الہہ نہیں ہیں کہ جن سے اللہ مستثنی ہو لیکن ایسے الہہ ہیں کہ جن سے اللہ مستثنی نہ ہو یہ مقصود کے خلاف ہے اور اس سے وحدانیت باری تعالی ثابت نہیں ہوگی لہذا الا کو غیر پر محمول کیا جائے گا۔ اور الہۃ کی صفت بنایا جائے گا معنی ہوگا'' زمین وآسمان میں الہہ نہیں ہیں اللہ کے سوا'' جب اللہ کے سوا الہۃ نہیں ہیں تو واضح ہوا کہ الہۃ متعدد نہیں اس لئے کہ تعدد مغایرت کو مستلزم ہے۔

الا کو غیر پر محمول کرنے کے ضعف کی مثال

وَضَعُفَ حَمْلُ إِلَّا عَلٰى غَيْرَ فِيْ غَيْرِهٖ اَیْ فِیْ غَيْرِ جَمْعٍ مَنْكُوْرٍ غَيْرِ مَحْصُوْرٍ لِصِحَّةِ

اور ضعیف ہے الا کو غیر پر محمول کرنا اس کے غیر میں یعنی جمع منکور غیر محصور کے غیر میں اس وقت استثنا کے صحیح

الْاِسْتِثْنَاءِ حِيْنَئِذٍ وَمَذْهَبُ سِيْبَوَيْهِ جَوَازُ وُقُوْعِ إِلَّا صِفَةً مَعَ صِحَّةِ الْاِسْتِثْنَاءِ قَالَ يَجُوْزُ فِيْ

ہونے کی وجہ سے اور سیبویہ کا مذہب صحت استثنا کے باوجود الا کے صفت واقع ہونے کے جواز کا ہے۔ سیبویہ نے کہا ہے کہ تمہارے قول

قَوْلِكَ مَا اَتَانِيْ اَحَدٌ إِلَّا زَيْدٌ اَنْ يَّكُوْنَ إِلَّا زَيْدٌ صِفَةً وَعَلَيْهِ اَكْثَرُ الْمُتَاَخِّرِيْنَ تَمَسُّكًا بِقَوْلِهٖ

مَا اَتَانِيْ اَحَدٌ إِلَّا زَيْدٌ میں یہ بات جائز ہے کہ الا زید صفت ہو اور اسی پر اکثر متاخرین ہیں اس (عمرو بن معدیکرب) کے قول سے دلیل لیتے ہوئے

وَكُلُّ اَخٍ مُفَارِقُهٗ اَخُوْهُ	لَعَمْرُ اَبِيْكَ إِلَّا الْفَرْقَدَانِ
اور ہر بھائی سے اس کا بھائی جدا ہونے والا ہے	تیرے باپ کی عمر کی قسم مگر فرقدان ستارے

فَ إِلَّا الْفَرْقَدَانِ صِفَةٌ لِكُلِّ اَخٍ لَا اسْتِثْنَاءٌ مِنْهُ وَإِلَّا وَجَبَ اَنْ يُّقَالَ إِلَّا الْفَرْقَدَيْنِ بِالنَّصَبِ

پس إِلَّا الْفَرْقَدَانِ کل اخ کے لیے صفت ہے اس سے استثنا نہیں ورنہ ضروری ہے کہ الفرقدین نصب کیساتھ کہا جائے

وَحَمَلَ الْمُصَنِّفُ ذٰلِکَ عَلَی الشُّذُوْذِ وَقَالَ فِی الْبَیْتِ شُذُوْذَانِ آخَرَانِ أَحَدُھُمَا وَصْفُ
اور مصنف نے اس بیت کو شذوذ پر محمول کیا اور کہا کہ بیت میں دو شذوذ اور ہیں ایک تو کل کی وصف لاتا ہے (یعنی مضاف کی وصف لائی گئی)
کُلَّ دُوْنَ الْمُضَافِ إِلَیْهِ وَالْمَشْھُوْرُ وَصْفُ الْمُضَافِ إِلَیْهِ إِذْ ھُوَ الْمَقْصُوْدُ وَ کُلٌّ لِإِفَادَةِ
مضاف الیہ کی نہیں حالانکہ مشہور مضاف الیہ کی وصف ہے کیونکہ وہی مقصود ہوتا ہے اور کل تو صرف شمول کا فائدہ دینے کے لیے ہے
الشُّمُوْلِ فَقَطْ وَثَانِیْھِمَا الْفَصْلُ بِالْخَبَرِ بَیْنَ الصِّفَةِ وَالْمَوْصُوْفِ وَھُوَ قَلِیْلٌ
اور دوسرا شذوذ صفت اور موصوف کے درمیان خبر کا فصل ہے اور وہ قلیل ہے

خلاصہ متن:۔ جمع منکور غیر محصور کے علاوہ میں الا کو غیر پر محمول کرنا ضعیف ہے، اس سے مصنف رحمہ اللہ سیبویہ اور اکثر متأخرین پر رد کر رہے ہیں۔

اغراض جامی:۔ حمل الا علی غیر: سے شارح جامی کی غرض ضعف میں ھو ضمیر کے مرجع کو بیان کرنا ہے۔

ای فی غیر جمع منکور: سے غرض جامی غیرہ کی ہ ضمیر کے مرجع کو بیان کرنا ہے۔

لصحة الاستثناء: وجہ ضعف بیان کر رہے ہیں کہ جمع منکر غیر محصور کے علاوہ باقی مواضع میں الا کو استثناء پر محمول کرنا درست ہے اس لئے اس کو غیر پر محمول کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور غیر پر وہاں محمول کیا جاتا ہے جہاں الّا کو استثنائیہ بنانا متعذر ہو۔

ومذھب سیبویه: سے سیبویہ کا مذہب اور ان کی دلیل بیان کر رہے ہیں سیبویہ کا مذہب یہ ہے کہ استثناء کی صحت کے باوجود الا کو غیر پر محمول کرنا جائز ہے جیسے ما اتانی احد الا زید اس میں زید کا احد میں دخول یقینی ہے اور اکثر متاخرین کا مذہب بھی یہی ہے ان کی دلیل شاعر کا قول ہے:

وَکُلُّ أَخٍ مُفَارِقُهٗ أَخُوْهُ		لَعَمْرُ أَبِیْکَ إِلَّا الْفَرْقَدَانِ
اور ہر بھائی سے اس کا بھائی جدا ہونے والا ہے		تیرے باپ کی عمر کی قسم مگر فرقدان ستارے

اس شعر میں کل اخ مبتدا مفارقہ خبر ہے اور اخوہ مفارق کا فاعل ہے لعمر ابیک میں لام قسمیہ ہے عمر ابیک مبتداء ہے اس کی خبر قسمی محذوف ہے اور الا الفرقدان کل اخ کی صفت ہے اس سے استثناء نہیں ہے اس لئے کہ اگر استثناء ہوتا تو الا الفرقدین نصب کے ساتھ ہوتا کیونکہ جب مستثنیٰ الا کے بعد کلام موجب میں واقع ہو تو اس پر نصب واجب ہے حالانکہ یہ مرفوع ہے اور کل اخوہ کی صفت ہے۔ اور یہاں استثناء بھی درست ہے اس کے باوجود اس کو صفت بنایا گیا ہے معلوم ہوا کہ صحت استثناء کے باوجود الا کو غیر پر محمول کرنا جائز ہے۔ لیکن وضُعّف سے مصنف رحمہ اللہ نے اس کو ضعیف و شاذ قرار دیا ہے۔

وقال فی البیت شذوذان: سے شارح جامی یہ فرماتے ہیں کہ مصنف رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اس شعر میں دو شذوذ اور بھی ہیں (۱) اس شعر میں الا الفرقدان کو کل کی صفت بنا گیا ہے نہ کہ اس کے مضاف الیہ کی، حالانکہ مشہور یہ ہے کہ جب کل کسی شی کی طرف مضاف ہو اور مضاف الیہ کے بعد صفت واقع ہو تو وہ کل کے مضاف الیہ کی صفت ہوتی ہے نہ کہ مضاف کی، کیونکہ اصل مقصود کل کا مضاف الیہ ہے اور کل صرف افراد کے احاطے کے لئے آتا ہے (۲) دوسرا شذوذ یہ ہے اس شعر میں موصوف اور صفت کے درمیان خبر کا فاصلہ لایا گیا ہے اور وہ مفارقہ اخوہ ہے حالانکہ موصوف صفت کے درمیان فاصلہ بالاجنبی شاذ و نادر ہے۔

سِوٰی اور سَوَاء کے اعراب کا بیان

وَإِعْرَابُ سِوٰی وَسَوَاءَ النَّصْبُ عَلَى الظَّرْفِيَّةِ أَیْ بِنَاءً عَلٰی ظَرْفِيَّتِهِمَا لِأَنَّکَ إِذَا قُلْتَ
اور سوی اور سواء کا اعراب بنا بر ظرفیت نصب ہے یعنی ان دونوں کے ظرف ہونے کی بنا پر کیونکہ جب تم کہو
جَاءَنِی الْقَوْمُ سِوٰی أَوْ سَوَاءَ زَيْدٍ فَكَأَنَّکَ قُلْتَ مَكَانَ زَيْدٍ عَلَى الْمَذْهَبِ الْأَصَحِّ وَهُوَ
جاءنی القوم سوی أو سواء زید گویا تم نے کہا (جاءنی القوم) مکان زید صحیح تر مذہب پر اور وہ
مَذْهَبُ سِيبَوَيْهِ فَهُمَا عِنْدَهُ لَازِمَا الظَّرْفِيَّةِ وَعِنْدَ الْكُوفِيِّيْنَ يَجُوْزُ خُرُوْجُهُمَا عَنِ الظَّرْفِيَّةِ
سیبویہ کا مذہب ہے کہ اس کے نزدیک یہ دونوں ظرفیت کو لازم ہیں اور کوفیوں کے نزدیک ان دونوں کا ظرفیت سے خروج
وَالتَّصَرُّفُ فِيْهِمَا رَفْعًا وَنَصْبًا وَجَرًّا كَغَيْرٍ مُتَمَسِّكِيْنَ بِقَوْلِ الشَّاعِرِ
اور ان میں رفع ونصب وجر کی رو سے تصرف جائز ہے غیر کی طرح شاعر کے قول سے تمسک کرتے ہوئے

وَلَمْ يَبْقَ سِوَى الْعُدْوَا	نِ دِنَّاهُمْ كَمَا دَانُوْا
اور سوائے دشمنی کے کچھ باقی نہ رہا	ہم نے ان کو بدلہ دیا جیسے انہوں نے ہمیں بدلہ دیا

وَزَعَمَ الْأَخْفَشُ أَنَّ سَوَاءَ إِذَا أَخْرَجُوْهُ عَنِ الظَّرْفِيَّةِ أَيْضًا نَصَبُوْهُ اسْتِنْكَارًا لِرَفْعِهِ فَيَقُوْلُوْنَ
اور اخفش کا خیال ہے کہ سوا کو جب کوفیوں نے ظرفیت سے نکالا تو بھی انہوں نے اس کے رفع کو پسند نہ کرنے کی وجہ سے اس کو نصب دی
جَاءَنِی سَوَاءَکَ وَ فِی الدَّارِ سَوَاءَکَ وَمِثْلُ هٰذَا فِی اسْتِنْكَارِ الرَّفْعِ فِيْمَا غَلَبَ انْتِصَابُهُ
پس وہ کہتے ہیں جاءنی سواءک اور فی الدار سواءک اور اس کے مثل ہے کراہت رفع میں جس میں بنا بر ظرفیت منصوب ہونا غالب ہے
عَلَى الظَّرْفِيَّةِ قَوْلُهُ تَعَالٰی لَقَدْ تَقَطَّعَ بَيْنَكُمْ بِالنَّصْبِ
اللہ تعالی کا قول لقد تقطع بینکم (بین کی) نصب کیساتھ

خلاصہ متن:۔ مذہب اصح کے مطابق سوی اور سواء کا اعراب ظرفیت کی بنا پر نصب ہے اس لئے کہ جب کہا جائے جاء فی القوم سوی زید یا جاء فی القوم سواء زید گویا کہ یوں کہا گیا جاء فی القوم مکان زید کیونکہ اس کا معنی ہے سوائے زید کے ساری قوم آ گئی۔

اغراض جامی: وھو مذھب: سے **شارح کی غرض** اصح مذہب کو بیان کرنا ہے۔ مذہب اصح سیبویہ کا ہے، جو کہ رئیس المصریین ہے سیبویہ کے نزدیک سوی اور سواء کو ظرفیت لازم ہے ظرفیت سے ان کا خروج جائز نہیں ہے اس لئے یہ ہمیشہ منصوب ہونگے لیکن کوفیوں کے نزدیک انکا ظرفیت سے خارج ہونا اور غیر کی طرح ان میں رفع، نصب، جر کے ساتھ تصرف کرنا جائز ہے ان کی دلیل شاعر کا قول ہے:

وَلَمْ يَبْقَ سِوَى الْعُدْوَا		نِ دِنَّاهُمْ كَمَا دَانُوْ
اور سوائے دشمنی کے کچھ باقی نہ رہا		ہم نے ان کو بدلہ دیا جیسے انہوں نے ہمیں بدلہ دیا

اس میں سوی منصوب نہیں بلکہ مرفوع ہے رفع تقدیری کے ساتھ کیونکہ وہ لم یبق کا فاعل بن رہا ہے۔

وزعم الاخفش: سے اخفش کا مذہب بیان کر رہے ہیں کہ اخفش فرماتے ہیں کہ نحاۃ کوفہ سوی اور سواء کو اگرچہ ظرفیت سے خارج ہونے کو جائز رکھتے ہیں لیکن اس کے باوجود وہ اس کے رفع کو مکروہ سمجھتے ہیں اور وجوبا منصوب پڑھتے ہیں چنانچہ جاء نی سواءک اور فی الدار سواءک نصب کے ساتھ پڑھتے ہیں حالانکہ پہلی مثال میں سواء فاعل ہے اور دوسری مثال میں مبتداء ہے اور اس کی مثل رفع کے مکروہ ہونے میں اللہ تعالی کا قول لقد تقطع بینکم ہے اس میں بینکم، تقطع کا فاعل ہے تو فاعل ہونے کی وجہ سے مرفوع ہونا چاہئے تھا لیکن منصوب ہے کیونکہ بین اکثر ظرفیت کی بناء پر منصوب ہوتا ہے تو اکثریت کا لحاظ کرتے ہوئے یہاں بھی نصب دیا گیا۔

خَبَرُ كَانَ وَأَخَوَاتِهَا

خبر کان کی تعریف

وَسَتَعْرِفُهَا فِي قِسْمِ الْفِعْلِ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى هُوَ الْمُسْنَدُ بَعْدَ دُخُوْلِهَا أَيْ بَعْدَ دُخُوْلِ كَانَ
اور فعل کی قسم میں انشاء اللہ تعالی تم (کان کے اخوات کو) معلوم کر لو گے وہ مسند ہے کان کے دخول کے بعد یعنی کان یا اس کے
أَوْ إِحْدٰى أَخَوَاتِهَا وَالْمُرَادُ بِبَعْدِيَّةِ الْمُسْنَدِ لِدُخُوْلِهَا أَنْ يَكُوْنَ إِسْنَادُهُ إِلٰى اسْمِهَا وَاقِعًا بَعْدَ
اخوات میں سے کسی ایک کے دخول کے بعد، مسند کے بعد میں ہونے سے مراد یہ ہے کہ کان کی خبر کی اسناد اس کے اسم کی طرف کان کے

دُخُولِهَا عَلَى اسْمِهَا وَخَبَرِهَا وَلَاشَكَّ أَنَّ ذٰلِكَ إِنَّمَا يُتَصَوَّرُ بَعْدَ تَقَرُّرِ الْإِسْمِ وَالْخَبَرِ

اپنے اسم اور اپنی خبر پر داخل ہونے کے بعد واقع ہو اور اس میں شک نہیں کہ یہ (بعدیت) اسم اور خبر کے تقرر کے بعد ہی متصور ہو سکتی ہے

فَالْإِسْنَادُ الْوَاقِعُ بَيْنَ أَجْزَاءِ الْخَبَرِ الْمُقَدَّمِ عَلٰى تَقَرُّرِهٖ لَايَكُوْنُ بَعْدَ دُخُوْلِهَا بَلْ يَكُوْنُ قَبْلَهٗ

پس وہ اسناد جو (کان کے لیے) خبر قرار پانے سے مقدم ہے وہ کان کے دخول کے بعد نہیں ہوتی بلکہ اس سے پہلے ہی ہے

فَلَا يَنْتَقِضُ التَّعْرِيْفُ بِمِثْلِ كَانَ زَيْدٌ يَضْرِبُ أَبُوْهُ وَلَا بِمِثْلِ كَانَ زَيْدٌ أَبُوْهُ قَائِمٌ بِأَنْ يُقَالَ

لہٰذا تعریف کَانَ زَيْدٌ يَضْرِبُ أَبُوْهُ کے مثل سے منقوض نہ ہوگی اور نہ ہی کَانَ زَيْدٌ أَبُوْهُ قَائِمٌ کے مثل سے اس طرح کہ اعتراض کیا جائے

يَصْدُقُ عَلٰى يَضْرِبُ وَقَائِمٌ فِيْ هٰذَيْنِ الْمِثَالَيْنِ الْمُعَرَّفُ وَلَيْسَا مِنْ أَفْرَادِ الْمُعَرَّفِ وَيُمْكِنُ

کہ یضرب اور قائم پر ان دونوں مثالوں میں تعریف صادق آتی ہے حالانکہ یہ دونوں معرّف کے افراد سے نہیں اور اس اعتراض کے

أَنْ يُقَالَ فِيْ جَوَابِ هٰذَا النَّقْضِ إِنَّ الْمُرَادَ بِدُخُوْلِهَا وُرُوْدُهَا لِلْعَمَلِ فِيْمَا وَرَدَتْ عَلَيْهِ

جواب میں یہ کہنا ممکن ہے کہ کان کے دخول سے مراد اس کا اس چیز میں عمل کرنے کے لیے وارد ہونا ہے جس پر کہ وہ وارد ہوا ہے

كَمَا سَبَقَتِ الْإِشَارَةُ إِلَيْهِ فِيْ خَبَرِ إِنَّ وَأَخَوَاتِهَا مِثْلُ كَانَ زَيْدٌ قَائِمًا

جیسا کہ اس کی طرف ان اور اس کے اخوات میں پہلے اشارہ گذر چکا ہے جیسے کَانَ زَيْدٌ قَائِمًا

خلاصہ متن:۔ صاحب کافیہ منصوبات کی قسموں میں سے ایک اور قسم کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ان میں سے ایک قسم کان اور اس کے اخوات کی خبر ہے۔اس کی تعریف یہ ہے کہ ''وہ مسند ہے ان کے داخل ہونے کے بعد''۔

اغراض جامی: ویستعرفها: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔**سوال:۔** جب کان اور اس کے اخوات کی پہچان نہیں تو ان کی تعریف کرنا تعریف المجہول بالمجہول ہے اور یہ تو جائز نہیں ہے۔

جواب:۔ کان اور اس کے اخوات کی تفصیل عنقریب فعل کی بحث سے معلوم ہو جائے گا۔

ای دخول: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔**سوال:۔** کان اور اس کے نظائر کی خبر کی تعریف اپنے افراد میں سے کسی فرد پر صادق نہیں آتی اس لئے کہ کان اور اس کے نظائر میں سے کوئی فرد بھی ایسا نہیں کہ جو کان اور اس کے تمام نظائر کے داخل ہونے کے بعد مسند ہو بلکہ ان میں سے ایک کے داخل ہونے کے بعد مسند ہوتی ہے؟

جواب:۔ مراد یہ ہے کہ ان میں سے ایک کے داخل ہونے کے بعد مسند ہو۔

والمراد. سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔**سوال:۔** کان اور اس کے نظائر کی تعریف دخول

غیر سے مانع نہیں اس لئے کہ یہ تعریف کان زید یضرب ابوہ میں یضرب پر صادق آتی ہے اس لئے کہ وہ کان کے داخل ہونے کے بعد مسند ہے حالانکہ وہ کان کی خبر نہیں بلکہ خبر تو یضرب ابوہ کا مجموعہ ہے اسی طرح یہ تعریف کان زید ابوہ قائم میں قائم پر صادق آتی ہے اس لئے کہ یہ کان کے داخل ہونے کے بعد مسند ہے حالانکہ یہ خبر نہیں بلکہ خبر قائم ابوہ کا مجموعہ ہے۔

جواب (۱):۔ اس کے دو جواب ہیں۔ پہلا یہ کہ ھو المسند بعد دخولھا سے مراد کان کی خبر کا ایسے اسم کی طرف مسند ہونا ہے جو کان اور اسکے نظائر میں سے کسی ایک کے اسم اور خبر پر داخل ہونے کے بعد ہو، اور واضح بات ہے کہ یہ اس وقت ہوسکتا ہے جب اسم اسم بن جائے اور خبر خبر بن جائے اور کان زید یضرب ابوہ میں یضرب کا اسناد ابوہ کی طرف اسم کے اسم بن جانے اور خبر کے خبر بن جانے کے بعد نہیں بلکہ اس سے پہلے ہے اسی طرح کان زید قائم میں قائم کا اسناد ابوہ کی طرف اسم کے اسم بن جانے اور خبر کے خبر بن جانے کے بعد نہیں بلکہ اس سے پہلے ہے لہذا ان پر تعریف صادق نہیں آئیگی۔

جواب (۲):۔ یہاں دخول سے مراد ذکر فی الاول یا لحوق بالآخر نہیں بلکہ مراد اثر کرنا اور عمل کرنا یعنی ان کا مبتداء اور خبر پر اس طرح وارد ہونا ہے کہ ان میں اثر لفظی اور اثر معنوی ظاہر ہو۔ اثر لفظی یہ ہے کہ وہ اسم کو رفع اور خبر کو نصب دیے اور اثر معنوی یہ ہے کہ اسم کے لئے خبر کو ثابت کردے اور کان زید یضرب ابوہ میں کان کا دخول یضرب پر بہذا المعنی متحقق نہیں اس لئے کہ اس کے دخول کے بعد یضرب میں نہ اثر لفظی ظاہر ہوا اور نہ اثر معنوی بلکہ یضرب ابوہ کے مجموعے پر کان کا دخول بہذا المعنی متحقق ہے اسی طرح کان زید ابوہ قائم میں ہے۔

خبر کان کے احکامات

وَأَمْرُهُ أَيْ وَأَمْرُ خَبَرِ كَانَ وَأَخَوَاتِهَا كَأَمْرِ خَبَرِ الْمُبْتَدَأِ فِيْ أَقْسَامِهٖ وَأَحْكَامِهٖ وَشَرَائِطِهٖ
اور اسکا معاملہ یعنی کان اور اس کے اخوات کی خبر کا معاملہ مبتداء کی خبر کے معاملہ کی طرح اسکے اقسام اور اس کے احکام اور اس کے شرائط میں
عَلٰى مَا سَبَقَ فِيْ بَحْثِ الْمُبْتَدَأِ وَالْخَبَرِ وَلٰكِنَّهٗ يَتَقَدَّمُ عَلٰى اسْمِهَا حَالَ كَوْنِهٖ مَعْرِفَةً حَقِيْقَةً
اس تفصیل پر جو مبتدا اور خبر کی بحث میں گزرا اور لیکن کان کی خبر اس کے اسم پر (معرفہ ہونے کی حالت میں مقدم ہوجاتی ہے حقیقۃً
أَوْ حُكْمًا كَالنَّكِرَةِ الْمُخَصَّصَةِ لِاخْتِلَافِ اسْمِهَا وَخَبَرِهَا فِي الْإِعْرَابِ فَلَا يَلْتَبِسُ أَحَدُهُمَا
ہو یا حکماً جیسا کہ نکرہ مخصصہ ہے کان کے اسم وخبر کے اعراب میں مختلف ہونے کی وجہ سے لہذا ان کا ایک دوسرے سے التباس نہ ہوگا
بِالْآخَرِ وَذٰلِكَ إِذَا كَانَ الْإِعْرَابُ فِيْهِمَا أَوْ فِيْ أَحَدِهِمَا لَفْظِيًّا نَحْوُ كَانَ الْمُنْطَلِقُ زَيْدٌ
اور وہ اس وقت ہے جبکہ اعراب دونوں یا دونوں میں سے ایک میں لفظی ہو جیسے کان المنطلق زید

أَوْ كَانَ هٰذَا زَيْدٌ بِخِلَافِ الْمُبْتَدَإِ وَالْخَبَرِ فَإِنَّ الْإِعْرَابَ فِيهِمَا لَا يَصْلُحُ لِلْقَرِينَةِ لِاتِّفَاقِهِمَا
یا کَانَ هٰذَا زَیْدٌ بخلاف مبتدا وخبر کے کہ ان دونوں میں اعراب قرینے کے لیے صالح نہیں ہے ان دونوں کے اتفاق کی وجہ سے
فِيهِ بَلْ لَا بُدَّ مِنْ قَرِينَةٍ رَافِعَةٍ لِلَّبْسِ وَكَذٰلِكَ إِذَا انْتَفَى الْإِعْرَابُ فِي اسْمِ كَانَ وَخَبَرِهَا
بلکہ ایسا قرینہ ضروری ہے جو التباس کو رفع کرے اور اسی طرح جب کان کے اسم اور اس کی خبر میں اعراب منتفی ہو
جَمِيعًا وَلَا قَرِينَةَ هُنَاكَ لَا يَجُوزُ تَقْدِيمُ الْخَبَرِ نَحْوُ كَانَ الْفَتٰى هٰذَا
دونوں میں اور وہاں قرینہ نہ ہو تو خبر کی تقدیم جائز نہیں جیسے کَانَ الْفَتٰى هٰذَا

خلاصہ متن :- کان اور اس کے نظائر کی خبر کا حکم مبتداء کی خبر کے حکم کی طرح ہے، اقسام میں، احکام میں، شرائط میں۔ اقسام میں اس کی طرح ہونے کا مطلب یہ کہ جس طرح مبتداء کی خبر مفرد ہوتی ہے کبھی معرفہ کبھی جملہ اور کبھی نکرہ ہوتی ہے اسی طرح کان اور اسکے نظائر کی خبر بھی کبھی مفرد کبھی جملہ، کبھی معرفہ اور کبھی نکرہ ہوتی ہے۔ اور احکام میں اس کی طرح ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح مبتداء کی خبر ایک ہوتی ہے، متعدد ہوتی ہے اور کبھی مذکور اور کبھی محذوف ہوتی ہے اسی طرح کان اور اس کے نظائر کی خبر ایک ہوتی ہے، متعدد ہوتی ہے، مذکور ہوتی ہے، محذوف ہوتی ہے۔ اور شرائط میں اس کی طرح ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح مبتداء کی خبر جملہ ہو تو اس میں عائد کا ہونا ضروری ہے جو مبتدا کی طرف لوٹے اور عائد کو اگر قرینہ پایا جائے تو حذف کرنا بھی جائز ہے اسی طرح کان اور اس کے نظائر کی خبر جب جملہ ہو تو اس میں عائد کا ہونا ضروری ہے جو ان کے اسماء کی طرف لوٹے اور جب کوئی قرینہ پایا جائے تو اس کو حذف کرنا جائز ہے۔

اغراض جامی : <u>ای امر خبر</u> :- سے **شارح کی غرض** بیانِ مرجع ہے۔ ضمیر کے مرجع کو متعین کر دیا۔

<u>فی اقسامہ</u> :- سے **شارح کی غرض** محل شبہ کو بیان کرنا ہے۔

<u>لکنہ</u> :- سے **شارح کی غرض** اشارہ کرنا ہے کہ ویتقدم الخ والی عبارت سے صاحب کافیہ کی غرض ایک وہم کو دور کرنا ہے جو کلام سابق سے پیدا ہوتا ہے کہ جب مصنف نے کہا وامرہ کامر خبر المبتداء تو وہم پیدا ہوا کہ جب کان اور اس کے نظائر کی خبر کا معاملہ مبتداء کی خبر کی طرح ہے تو جب مبتداء کی خبر معرفہ ہو تو اس کو مبتداء سے مقدم کرنا جائز نہیں ہے اسی طرح جب کان اور اس کی نظائر کی خبر معرفہ ہو تو اس کو اس کے اسم سے مقدم کرنا جائز نہیں ہوگا تو مصنف نے اس وہم کو دور کر دیا کہ کان اور اس کے نظائر کی خبر معرفہ ہو تو وہ اس کے اسم سے مقدم ہو سکتی ہے۔

<u>حال</u> :- سے **شارح کی غرض** بیانِ ترکیب ہے۔ معرفۃ حال ہے، یتقدم کی ضمیر سے۔

حقیقتا او حکما: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: معرفہ کی تخصیص درست نہیں اس لئے کہ جب کان اور اس کے نظائر کی خبر معرفہ نہ ہو بلکہ نکرہ مخصصہ ہو تو اس وقت بھی اس کو اس کے اسم پر مقدم کرنا جائز ہے۔

جواب: معرفہ میں تعمیم ہے خواہ حقیقتا معرفہ ہو یا حکما اور نکرہ مخصصہ معرفہ کے حکم میں ہوتا ہے۔

لاختلاف: سے **شارح کی غرض** تقدیم کے جواز کی وجہ بیان کرنا ہے۔ چونکہ کان اور اس کے نظائر کی خبر کا اعراب مختلف ہوتا ہے لہذا خبر کو مقدم کرنے سے ایک کا دوسرے کے ساتھ التباس لازم نہیں آتا اسی وجہ سے تقدیم جائز ہے۔ بخلاف مبتداء اور خبر کے ان کا اعراب ایک جیسا ہوتا ہے لہذا اگر خبر کو مبتداء پر مقدم کر دیا جائے تو التباس لازم آئے گا۔

ذلک اذا کان: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: کان الفتی ھذا اس میں کان کی خبر معرفہ ہے لیکن اس کو کان کے اسم سے مقدم کرنا درست نہیں ہے۔ پھر آپ کا یہ کہنا کہ کان کی خبر جب معرفہ ہو تو اس کو اسم سے مقدم کرنا جائز ہے یہ کیسے درست ہوا؟

جواب: کان اور اس کے نظائر کی خبر کی تقدیم اس وقت جائز ہے جب اسم اور خبر کا اعراب لفظی ہو جیسے کان المنطلق زید یا ان میں سے ایک کا اعراب لفظی ہو جیسے کان ھذا زید اور مثال مذکور میں نہ دونوں کا اعراب لفظی ہے نہ ایک کا بلکہ دونوں کا اعراب تقدیری اور قرینہ بھی منتفی ہے لہذا تقدیم جائز نہیں ہوگی۔

خبر کان میں حذف عامل کا ذکر

وَقَدْ يُحْذَفُ عَامِلُهُ أَیْ عَامِلُ خَبَرِ كَانَ وَهُوَ كَانَ لَا خَبَرُ كَانَ وَأَخَوَاتِهَا لِأَنَّهُ لَا يُحْذَفُ مِنْ

اور کبھی اس کا عامل محذوف ہوتا ہے یعنی کان کی خبر کا عامل اور وہ عامل لفظ کان ہے کان اور اس کے اخوات کی خبر نہیں کیونکہ ان افعال میں سے

هٰذِهِ الْأَفْعَالِ إِلَّا كَانَ وَإِنَّمَا اخْتُصَّتْ بِهٰذَا الْحَذْفِ لِكَثْرَةِ اسْتِعْمَالِهَا فِي مِثْلِ النَّاسُ مَجْزِيُّوْنَ

کان کے سوا کوئی محذوف نہیں ہوتا اور اس حذف کو کان کے ساتھ ہی خاص کیا گیا کان کے کثرت استعمال کی وجہ سے النَّاسُ مَجْزِيُّوْنَ

بِأَعْمَالِهِمْ إِنْ خَيْرًا فَخَيْرٌ وَإِنْ شَرًّا فَشَرٌّ وَيَجُوْزُ فِي مِثْلِهَا أَیْ فِي مِثْلِ هٰذِهِ الصُّوْرَةِ وَهِيَ

بِأَعْمَالِهِمْ إِنْ خَيْرًا فَخَيْرٌ وَإِنْ شَرًّا فَشَرٌّ کے مثل میں اور جائز ہیں اس کے مثل میں یعنی اس صورت کے مثل میں اور وہ یہ ہے کہ

أَنْ يَّجِيْءَ بَعْدَ إِنْ اِسْمٌ ثُمَّ فَاءٌ بَعْدَهُ اسْمٌ أَرْبَعَةُ أَوْجُهٍ نَصْبُ الْأَوَّلِ وَرَفْعُ الثَّانِيْ وَهُوَ أَقْوَاهَا

ان (شرطیہ) کے بعد ایک اسم ہو پھر فا ہو اس کے بعد ایک اور اسم ہو چار طریقے پہلے (اسم) کا نصب اور دوسرے کا رفع اور یہ ان سب سے قوی تر ہے

نَحْوُ إِنْ خَيْرًا فَخَيْرٌ أَيْ إِنْ كَانَ عَمَلُهُ خَيْرًا فَجَزَاؤُهُ خَيْرٌ وَنَصْبُهُمَا نَحْوُ إِنْ خَيْرًا فَخَيْرًا
جیسے إِنْ خَيْرًا فَخَيْرٌ یعنی إِنْ كَانَ عَمَلُهُ خَيْرًا فَجَزَاؤُهُ خَيْرٌ اور دونوں (اسموں) کا نصب جیسے إِنْ خَيْرًا فَخَيْرًا
عَلٰى مَعْنٰى إِنْ كَانَ عَمَلُهُ خَيْرًا فَكَانَ جَزَاؤُهُ خَيْرًا وَرَفْعُهُمَا نَحْوُ إِنْ خَيْرٌ فَخَيْرٌ أَيْ
إِنْ كَانَ عَمَلُهُ خَيْرًا فَكَانَ جَزَاؤُهُ خَيْرًا کے معنی پر، اور ان دونوں کا رفع جیسے إِنْ خَيْرٌ فَخَيْرٌ یعنی
إِنْ كَانَ فِيْ عَمَلِهِ خَيْرٌ فَجَزَاؤُهُ خَيْرٌ وَعَكْسُ الْأَوَّلِ نَحْوُ إِنْ خَيْرٌ فَخَيْرًا أَيْ إِنْ كَانَ فِيْ
إِنْ كَانَ فِيْ عَمَلِهِ خَيْرٌ فَجَزَاؤُهُ خَيْرٌ اور (قسم) اول کا عکس جیسے إِنْ خَيْرٌ فَخَيْرًا یعنی إِنْ كَانَ فِيْ عَمَلِهِ
عَمَلِهِ خَيْرٌ فَكَانَ جَزَاؤُهُ خَيْرًا وَقُوَّةُ هٰذِهِ الْوُجُوْهِ وَضُعْفُهَا بِحَسْبِ قِلَّةِ الْحَذْفِ وَكَثْرَتِهِ
خَيْرٌ فَكَانَ جَزَاؤُهُ خَيْرًا اور ان وجوہ (اربعہ) کی قوت اور ان کا ضعف حذف کی قلت وکثرت کے اعتبار سے ہے

خلاصہ متن:۔ صاحب کافیہ فرماتے ہیں اَلنَّاسُ مَجْزِيُّوْنَ بِأَعْمَالِهِمْ جیسی مثال میں کان کی خبر کے عامل کو یعنی کان کو حذف کرنا جائز ہے۔ جیسے إِنْ خَيْرًا فَخَيْرٌ وَإِنْ شَرًّا فَشَرٌّ.

اغراض جامی: اي عامل: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔ عاملہ کی ضمیر کا مرجع خبر کان واخواتہا ہے تو اس سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ کان کے نظائر کا حذف بھی جائز ہے حالانکہ ان کا حذف جائز نہیں ہے بلکہ صرف کان کا حذف جائز ہے۔

جواب: ۔ عاملہ کی ضمیر کا مرجع فقط خبر کان ہے خبر کان واخواتہا دونوں کا مجموعہ خبر نہیں ہے کیونکہ افعال ناقصہ میں سے صرف کان کا حذف جائز ہے باقی افعال کا حذف جائز نہیں ہے۔

وَهُوَ كَانَ: سے عامل خبر کان کا مصداق بیان کیا کہ عامل سے خود کان مراد ہے۔

وانما اختصت: سے **شارح کی غرض** حذف کے ساتھ کان کے مختص ہونے کی وجہ کا بیان ہے۔ وجہ اختصاص یہ ہے کہ وہ کثیر الاستعمال ہے کثرت استعمال کی بناء پر اس کا حذف تو جائز ہے باقی افعال ناقصہ کا جائز نہیں ہے۔

إِنْ خَيْرًا فَخَيْرٌ وَإِنْ شَرًّا فَشَرٌّ: اس میں چار وجہیں جائز ہیں۔

مثل: سے **شارح کی غرض** تعیینِ مراد کو بیان کرنا ہے کہ مثل سے مراد ہر وہ ترکیب ہے کہ جس میں اِنْ کے بعد اسم پر فاداخل ہو پھر اس کے بعد اسم ہو تو ایسی ترکیب میں چار وجہیں جائز ہیں۔

وجوہ اربعہ: وجہ (۱): ۔ اول کا نصب اور ثانی کا رفع جیسے إِنْ خَيْرًا فَخَيْرٌ وَإِنْ شَرًّا فَشَرٌّ اول کا نصب اس وجہ

سے کہ وہ کان مع اسم محذوف کی خبر ہے اور ثانی کا رفع اس وجہ کہ وہ مبتدا محذوف کی خبر ہے اس وجہ میں تین امور محذوف ہیں (۱) کان (۲) عملہٗ (۳) فجزاءہٗ اول دو جانب شرط میں ثالث جانب جزا میں۔ تقدیر عبارت اس طرح ان کان عمله خیرا فجزاء ہ خیر.

وجہ (۲):۔ دونوں کا نصب إِنْ خَيْرًا فَخَيْرًا وَإِنْ شَرًّا فَشَرًّا اس بناء پر کہ یہ دونوں کان مع اسم محذوف کی خبر ہیں تقدیر عبارت اس طرح ہے ان کان عمله خیرا فکان جزائه خیرا اس وجہ میں چار امور محذوف ہیں جانب شرط میں (۱) کان (۲) عملہٗ اور جانب جزاء میں (۳) کان (۴) جزائه

وجہ (۳):۔ دونوں کا رفع إِنْ خَيْرٌ فَخَيْرٌ وَإِنْ شَرٌّ فَشَرٌّ اول کا رفع اس لئے کہ وہ کان مع خبر محذوف کا اسم ہے اور ثانی کا رفع اس وجہ سے کہ وہ مبتداء محذوف کی خبر ہے تقدیر عبارت اس طرح ہے ان کان فی عمله خیر فجزائه خیر اس وجہ میں بھی چار امور محذوف ہیں جانب شرط میں (۱) کان (۲) فی (۳) عملہ اور جانب جزاء میں (۴) جزاؤہ۔

وجہ (۴):۔ اول کا برعکس یعنی اول کا رفع اور ثانی کا نصب جیسے إِنْ خَيْرٌ فَخَيْرًا وَإِنْ شَرٌّ فَشَرًّا اول کا رفع اس وجہ سے کہ کان مع خبر محذوف کا اسم ہے اور ثانی کا نصب اس وجہ سے کہ وہ کان مع اسم محذوف کی خبر ہے تقدیر عبارت یوں ہے ان کان فی عمله خیر فکان جزائه خیرا اس وجہ میں پانچ امور محذوف ہیں جانب شرط میں (۱) کان (۲) فی (۳) عملہ اور جانب جزاء میں (۴) کان اور (۵) جزاءہ۔

<u>وقوة هذه الوجوه</u>: سے غرض یہ بتلانا ہے کہ ان چار وجوہ میں سے کون سی ضعیف و کون سی قوی ہے فرمایا کہ ان وجوہ کی قوت اور ضعف کا مدار حذف کی قلت اور کثرت پر ہے چونکہ پہلی صورت میں حذف قلیل ہے اس لئے کہ تین امور محذوف ہیں اس لئے وہ سب سے اقوی ہے اور وجہ رابع میں حذف کی کثرت ہے کیونکہ اس میں پانچ امور محذوف ہیں اس لئے وہ اضعف ہے اور درمیانی دو وجہیں متوسط ہیں اس لئے کہ ان میں چار امور محذوف ہیں۔

خبر کان کے عامل کے حذف وجوبی کا بیان

وَيَجِبُ الْحَذْفُ أَيْ حَذْفُ عَامِلِهٖ يَعْنِيْ كَانَ فِيْ مِثْلِ أَمَّا أَنْتَ مُنْطَلِقًا اِنْطَلَقْتُ أَيْ لِأَنْ
اور حذف واجب ہے یعنی اس کے عامل کا یعنی کان کا أَمَّا أَنْتَ مُنْطَلِقًا اِنْطَلَقْتُ کی مثل میں یعنی لِأَنْ كُنْتَ مُنْطَلِقًا
كُنْتَ مُنْطَلِقًا انْطَلَقْتُ فَأَصْلُ أَمَّا أَنْتَ لِأَنْ كُنْتَ حُذِفَتِ اللَّامُ قِيَاسًا ثُمَّ حُذِفَتْ كَلِمَةُ كَانَ
اِنْطَلَقْتُ پس انت کی اصل لان کنت ہے تو لام (جارہ) کو قیاسی طور پر حذف کیا گیا پھر اختصار کے لیے کان کے کلمہ کو حذف کیا گیا

اِخْتِصَارًا فَانْقَلَبَ الضَّمِيْرُ الْمُتَّصِلُ مُنْفَصِلاً وَزِيْدَتْ لَفْظَةُ مَا بَعْدَ اَنْ فِيْ مَوْضِعِ كَانَ عِوَضًا عَنْهَا
تو ضمیر متصل منفصل سے تبدیل ہو گئی اور ان کے بعد لفظ ما کو کان کی جگہ میں کان کے عوض زائد کیا گیا
وَاُدْغِمَتِ النُّوْنُ فِي الْمِيْمِ وَاُبْقِيَ الْخَبَرُ عَلٰى حَالِهٖ ، فَصَارَ اَمَّا اَنْتَ مُنْطَلِقًا ن انْطَلَقْتُ وَهٰذَا عَلٰى
اور (ان کے) نون کو میم میں مدغم کیا گیا اور خبر کو اپنے حال پر (منصوب) باقی رکھا گیا تو اَنْتَ مُنْطَلِقًا انْطَلَقْتُ ہو گیا اور یہ (عمل)
تَقْدِيْرِ فَتْحِ الْهَمْزَةِ وَاَمَّا عَلٰى تَقْدِيْرِ كَسْرِهَا فَالتَّقْدِيْرُ اِنْ كُنْتَ مُنْطَلِقًا انْطَلَقْتُ فَعُمِلَ بِهٖ مَا عُمِلَ
ہمزہ کی فتح کی تقدیر پر ہے اور لیکن ہمزہ کی کسرہ کی تقدیر پر تقدیر عبارت اِنْ كُنْتَ مُنْطَلِقًا انْطَلَقْتُ ۔ ہے تو اس کے ساتھ کسی فرق کے بغیر
بِالْاَوَّلِ مِنْ غَيْرِ فَرْقٍ اِلَّا حَذْفَ اللَّامِ اِذْ لَا لَامَ فِيْهِ وَاقْتَصَرَ الْمُصَنِّفُ عَلَى الْاَوَّلِ لِاَنَّهٗ اَشْهَرُ
حذف لام کے سوا وہی عمل کیا گیا جو اول کے ساتھ عمل کیا گیا کیونکہ اس میں لام تھی ہی نہیں اور مصنف نے اول پر اکتفا کیا اس لیے کہ یہ مشہور تر ہے

خلاصہ متن و شرح:۔صاحب کافیہ فرماتے ہیں اَمَّا اَنْتَ مُنْطَلِقًا اِنْطَلَقْتُ کی مثل میں کان کی خبر کا عامل یعنی کان کا حذف واجب ہے۔ مثل سے مراد ہر وہ ترکیب ہے جس میں کان کو حذف کر کے اس کے عوض کسی دوسری چیز کو لایا گیا ہو تو ایسی ترکیب میں کان کو حذف کرنا واجب ہے کیونکہ اگر کان کو حذف نہ کیا جائے تو عوض اور معوض عنہ کا اجتماع لازم آئے گا جو ناجائز ہے۔ اما انت منطلقا کی اصل لَاَن کنت منطلقا انطلقت تھا لَاَن کے لام کو قیاسا حذف کر دیا کیونکہ اَنْ اور اِنْ سے پہلے لام کو قیاسی طور پر حذف کر دیا جاتا ہے پھر اختصار کی غرض سے کان کو بھی حذف کر دیا گیا تو ضمیر متصل منفصل سے بدل گئی اور اَن کے بعد کان کے عوض ما کو زائدہ کیا گیا اور نون کو میم میں ادغام کر دیا اور خبر کو اپنے حال پر باقی رکھا گیا تو اما انت منطلقا انطلقت ہو گیا یہ تفصیل اس وقت ہے جب اَمَّا کا ہمزہ مفتوح ہو۔

اور اگر اِمَّا کا ہمزہ مکسور ہو تو تقدیر اِنْ کنتَ مطلقا انطلقتُ ہے اولا اختصار کی غرض سے کان کو حذف کر دیا تو ضمیر متصل منفصل سے بدل گئی اِنْ انت ہو گیا پھر اِنْ کے بعد کان کے عوض ما کو زیادہ کیا اور نون کو میم میں ادغام کر دیا اور خبر کو اپنے حال پر باقی رکھا تو اِما انت منطلقا انطلقت ہو گیا دونوں صورتوں میں فرق یہ ہے کہ پہلی صورت میں لام کو حذف کرنا پڑے گا اور دوسری صورت میں تقدیر میں لام کا حذف نہیں ہے کیونکہ لام سرے سے ہے نہیں۔

اغراض جامی <u>بالحذف ای حذف عامله:</u> سے شارح جامی نے اشارہ کیا الحذف پر الف لام مضاف الیہ کے عوض میں ہے۔

<u>یعنی کان :</u> سے عامل کا مصداق بیان کیا۔ <u>فاصل اَمَّا انت :</u> سے مثال کی وضاحت فرما رہے ہیں۔

<u>واقتصر :</u> سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ جب اما میں دو احتمال تھے بفتح الہمزہ، بکسر الہمزہ تو پھر مصنف نے بفتح الہمزہ پر اکتفاء کیوں کیا؟

جواب:۔ اس لئے اکتفاء کیا کہ وہ زیادہ مشہور ہے۔

اِسْمُ إِنَّ وَ أَخَوَاتِهَا

اسم إنَّ کی تعریف

وَسَتَعْرِفُهَا فِيْ قِسْمِ الْحَرْفِ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى هُوَ الْمُسْنَدُ إِلَيْهِ بَعْدَ دُخُوْلِهَا أَيْ دُخُوْلِ إِنَّ
اوران کو عنقریب حرف کی قسم میں انشاء اللہ تم معلوم کرلوگے وہ مسند الیہ ہے ان کے دخول کے بعد یعنی ان یا اس کے اخوات میں سے کسی ایک کے
أَوْ إِحْدٰى أَخَوَاتِهَا مِثْلَ إِنَّ زَيْدًا قَائِمٌ وَبِمَا عَرَفْتَ مِنْ مَعْنَى الْبَعْدِيَّةِ وَالدُّخُوْلِ فِيْمَا سَبَقَ
دخول کے بعد جیسے إِنَّ زَيْدًا قَائِمٌ اور جو کچھ تم نے ماسبق میں بعدیت اور دخول کا معنی معلوم کرلیا اس سے
انْدَفَعَ انْتِقَاضُ هٰذَا التَّعْرِيْفِ هَاهُنَا أَيْضًا بِمِثْلِ أَبُوْهُ فِيْ مِثْلِ إِنَّ زَيْدًا أَبُوْهُ قَائِمٌ
یہاں إِنَّ زَيْدًا أَبُوْهُ قَائِمٌ کے مثل میں ابوہ کے مثل سے اس تعریف کا اعتراض بھی مندفع ہو گیا

خلاصہ متن: ۔صاحب کافیہ اسم ان واخوات کی تعریف کر رہے ہیں ''ان اور اس کے نظائر کا اسم وہ ہے جو ان میں سے کسی ایک کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہو''

اغراض جامی: وَسَتَعْرِفُهَا فِيْ قِسْمِ الْحَرْفِ سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ اخوات بھی تو معلوم نہیں تو یہ تعریف المجہول بالمجہول ہوئی یہ تو جائز نہیں ہے۔

جواب:۔ اخوات کا ذکر حرف کی قسم میں آ جائے گا۔

اي بعد دخولہ: سے **شارح کی غرض** سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ یہ سوال وجواب کان کی خبر کی بحث میں گزر چکا ہے۔

وبما عرفت: سے **شارح کی غرض** سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ یہ سوال وجواب بھی کان کی خبر کی بحث میں گزر چکا ہے۔ فلا نعیدھا ثانیا۔

اَلْمَنْصُوْبُ بِلَا الَّتِيْ لِنَفْيِ الْجِنْسِ

مَنْصُوْب بِلَا الَّتِيْ لِنَفْيِ الْجِنْس کی تعریف

أَيْ لِنَفْيِ صِفَةِ الْجِنْسِ وَحُكْمِهٖ وَإِنَّمَا لَمْ يَقُلْ اِسْمُ لَا لِأَنَّهٗ لَيْسَ كُلُّهٗ وَلَا أَكْثَرُهٗ مِنَ الْمَنْصُوْبَاتِ
یعنی (جو) جنس کی صفت اور اسکے حکم کی نفی کیلئے ہے اور مصنف نے اسم لانہیں کہا کیونکہ وہ اسم لا سارا یا اکثر منصوبات میں سے نہیں ہے (بلکہ بعض ہے)

فَلَا يَصِحُّ جَعْلُهُ مُطْلَقًا مِنَ الْمَنْصُوْبَاتِ لَا حَقِيْقَةً وَلَا مَجَازًا بَلِ الْمَنْصُوْبُ مِنْهُ أَقَلُّ مِمَّا عَدَاهُ

لہٰذا لا کے اسم کو مطلقاً منصوبات سے قرار دینا صحیح نہیں ہے نہ حقیقۃً اور نہ مجازاً بلکہ لا کے اسم میں سے منصوب اس کے ماسوی (غیر منصوب) سے قلیل تر ہے

فَلَا بُدَّ مِنَ التَّعْبِيْرِ عَنْهُ بِالْمَنْصُوْبِ بِهَا بِخِلَافِ مَا عَدَاهُ مِنَ الْمَنْصُوْبَاتِ فَإِنَّ بَعْضَهَا وَإِنْ

لہٰذا لا کے اسم کو منصوب بلا سے تعبیر کرنا ضروری ہے بخلاف اس کے ماسوا منصوبات کے، پس ان میں سے بعض اگرچہ

لَمْ يَكُنْ كُلُّهُ مِنَ الْمَنْصُوْبَاتِ لٰكِنَّ أَكْثَرَهُ مِنْهَا فَأُعْطِيَ لِلْأَكْثَرِ حُكْمُ الْكُلِّ فَعُدَّ الْكُلُّ مِنْهَا

کل کے کل منصوبات سے نہیں ہیں لیکن ان میں سے اکثر منصوب ہیں تو اکثر کو مجازاً کل کا حکم دیا گیا پس کل کو منصوبات سے مجازاً شمار کیا گیا

تَجَوُّزًا وَلَا يَبْعُدُ أَنْ يُقَالَ اِسْمُ لَا هُوَ الْمَنْصُوْبُ بِهَا لَفْظًا كَالْمُضَافِ وَشِبْهِهِ أَوْ مَحَلًّا كَمَا هُوَ

اور بعید نہیں کہ کہا جائے اسم لا ہو المنصوب بہا الخ کہ لا کا اسم لا سے منصوب ہے لفظاً جیسے مضاف یا مشابہ مضاف ہے یا محلاً جیسا کہ

مَبْنِيٌّ مِنْهُ عَلَى الْفَتْحِ وَأَمَّا مَا هُوَ مَرْفُوْعٌ فَلَيْسَ اسْمًا لَهَا لِعَدَمِ عَمَلِهَا فِيْهِ هُوَ الْمُسْنَدُ إِلَيْهِ

اسم لا اس منصوب بلا میں سے مبنی علی الفتح ہے اور لیکن وہ (لا کا اسم) جو مرفوع ہے تو وہ لا کا اسم ہی نہیں ہے کیونکہ اس میں لا کا عمل نہیں ہے وہ مسند الیہ ہے

بَعْدَ دُخُوْلِهَا خَرَجَ بِهِ مِثْلُ أَبُوْهُ فِيْ لَا غُلَامَ رَجُلٍ أَبُوْهُ قَائِمٌ لِمَا عَرَفْتَ وَهٰذَا الْقَدْرُ كَافٍ

اس کے دخول کے بعد) اس قید سے لَا غُلَامَ رَجُلٍ أَبُوْهُ قَائِمٌ میں ابوہ کا مثل خارج ہو گیا جیسا کہ تو معلوم کر چکا ہے اور یہ قدر اس لا کے

فِيْ حَدِّ اسْمِهَا مُطْلَقًا لٰكِنَّهُ لَمَّا أَرَادَ حَدَّ الْمَنْصُوْبِ مِنْهُ زَادَ عَلَيْهِ قَوْلَهُ يَلِيْهَا أَيْ يَلِي الْمُسْنَدُ

اسم کی تعریف میں مطلقاً کافی ہے لیکن جب مصنف نے اسم میں سے منصوب کی تعریف کا ارادہ کیا تو اس پر اپنے قول يَلِيْهَا کا اضافہ کیا یعنی مسند الیہ

إِلَيْهِ لَفْظَةَ لَا أَيْ يَقَعُ بَعْدَهَا بِلَا فَاصِلَةٍ نَكِرَةً مُضَافًا أَوْ مُشَابِهًا بِهِ أَيْ بِالْمُضَافِ فِيْ تَعَلُّقِهِ

لفظ لا کے ساتھ متصل ہو یعنی مسند الیہ لا کے بعد کسی فاصلہ کے بغیر واقع ہو درانحالیکہ نکرہ مضاف ہو یا اس کے ساتھ مشابہ ہو یعنی مضاف کیساتھ

بِشَيْءٍ هُوَ مِنْ تَمَامِ مَعْنَاهُ، هٰذِهِ أَحْوَالٌ مُتَرَادِفَةٌ مِنَ الضَّمِيْرِ الْمَجْرُوْرِ فِيْ إِلَيْهِ أَوِ الْأُوْلٰى مِنْهُ

اس کے کسی ایسی چیز سے تعلق پکڑنے میں جو مضاف کے معنی کے تمام سے ہو اور یہ الیہ کی ضمیر مجرور سے احوال مترادفہ ہیں یا پہلا اس سے

أَوْ مِنَ الضَّمِيْرِ الْمَجْرُوْرِ فِيْ دُخُوْلِهَا وَمَا بَقِيَ مِنَ الضَّمِيْرِ الْمَرْفُوْعِ فِيْ يَلِيْهَا مِثْلُ لَا غُلَامَ

یا دخولہا کی ضمیر مجرور سے (حال ہے) اور جو (دو حال) باقی ہیں وہ یلیہا کی ضمیر مرفوع سے (حال) ہیں جیسے لَا غُلَامَ رَجُلٍ

رَجُلٍ مِثَالٌ لِمَا يَلِيْهَا نَكِرَةً مُضَافًا وَفِيْ بَعْضِ النُّسَخِ لَا غُلَامَ رَجُلٍ ظَرِيْفٌ فِيْهَا وَقَدْ عَرَفْتَ

یہ اس مسند الیہ کی مثال ہے جو بحالت نکرہ مضاف لا کے ساتھ متصل ہو اور بعض نسخوں میں لَا غُلَامَ رَجُلٍ ظَرِيْفٌ فِيْهَا ہے اور

فِي الْمَرْفُوْعَاتِ تَحْقِيْقَ قَوْلِهٖ فِيْهَا وَلَا عِشْرِيْنَ دِرْهَمًا لَكَ مِثَالٌ لِمَا يَلِيْهَا نَكِرَةٌ مُشَابِهًا
مرفوعات میں مصنف کے قول فیہا کی تحقیق تمہیں معلوم ہو چکی ہے وَلَا عِشْرِيْنَ دِرْهَمًا لَكَ اس مسندالیہ کی مثال ہے جو بحالت نکرہ مشابہ
بِالْمُضَافِ وَقَوْلُهٗ لَكَ عَلَى النُّسَخِ الْمَشْهُوْرَةِ مِنْ تَتِمَّةِ الْمِثَالَيْنِ كِلَيْهِمَا
مضاف لا کے ساتھ متصل ہے اور اس کا قول لک مشہور نسخوں کے مطابق دونوں مثالوں کے تتمہ میں سے ہے

خلاصہ متن:۔ منصوبات کی دسویں قسم منصوب بلا التی لنفی الجنس ہے۔ اس کی تعریف یہ ہے کہ ''لا نفی جنس کا اسم وہ ہے جو دخولِ لا کے بعد مسندالیہ ہو دراں حالیکہ لا کے متصل ہو، نکرہ ہو، مضاف ہو، یا شبہ مضاف ہو''۔

اغراض جامی: ای لنفی: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔**سوال:۔** لا غلام رجل ظریف میں لا جنس کی نفی نہیں کر رہا بلکہ جنسِ غلام سے صفتِ ظرافت کی نفی کر رہا ہے پھر مصنف کا لا نفی الجنس کہنا کیسے درست ہوا؟

جواب:۔ مصنف کی عبارت میں الجنس سے پہلے مضاف ''صفت'' محذوف ہے، اصل میں تھا لنفی صفة الجنس لهذا اب کوئی اشکال نہیں ہے۔

وحکمه: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔**سوال:۔** لا نفی جنس کی تعریف منقوض ہے لا رجل فی الدار کے ساتھ کیونکہ اس میں رجل سے جنس کی صفت کی نفی نہیں ہو رہی اس لئے کہ یہاں کوئی صفت ہے ہی نہیں؟

جواب:۔ یہاں معطوف مقدر ہے اصل میں تھا لنفی صفة الجنس وحکمه حاصل یہ ہے کہ نفی صفۃ جنس سے مراد نفی حکم ہے کہ لا کے اسم سے حکم کی نفی کی جائے جیسے لا رجل فی الدار میں رجل سے دار میں موجود ہونے کے حکم کی نفی کی جا رہی ہے۔

وانما لم یقل: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ مصنف نے المنصوب بلا التی لنفی الجنس کہا اسم لا التی لنفی الجنس کیوں نہیں کہا؟

جواب: ۔لا نفی جنس کا اسم تین قسم پر ہے (۱) معرب منصوب (۲) مبنی علی الفتح (۳) مرفوع۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ لا نفی جنس کا اسم نہ تو ہمیشہ منصوب ہے اور نہ ہی اکثر منصوب ہے، لہذا اس کو مطلقاً منصوبات سے شمار کرنا صحیح نہیں ہے نہ حقیقتاً بایں طور کہ یوں کہا جائے کہ اس کا اسم ہر حال میں منصوب ہوتا ہے اور نہ ہی مجازاً کہ یوں کہا جائے کہ لا نفی جنس کا اسم اکثر منصوب ہوتا ہے۔ بلکہ اس میں منصوب غیر منصوب سے اقل ہے، لہذا یہ ضروری ہے کہ اس کو المنصوب بلا التی لنفی الجنس کے ساتھ تعبیر کیا جائے۔ بخلاف دوسرے منصوبات کے مثلاً مستثنی اگر چہ وہ کل اور ہمیشہ منصوب نہیں ہے لیکن اکثر منصوب ہوتا ہے لہذا للاکثر حکم الکل کے تحت کل کا حکم دیکر کل کو مجازاً منصوبات میں سے شمار کیا جاتا ہے۔

ولا یبعد: سے **شارح کی غرض** صاحب کافیہ پر اعتراض کرنا ہے۔ اگر مصنف مطلقا اسم لا التی لنفی الجنس کہہ دیتے تو بھی صحیح ہوتا اس لئے کہ لا کا اسم مبنی بر فتح محلا منصوب ہی ہوتا ہے اور جو لا کا اسم مرفوع ہوتا ہے وہ درحقیقت لا کا اسم ہی نہیں ہوتا کیونکہ اس صورت میں لا عامل ہی نہیں ہوتا لھذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ لا کا اسم ہمیشہ منصوب ہوتا ہے۔

خرج بہ: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ یہ سوال و جواب بعینہ وہی ہے جو کان اور اس کے نظائر کی خبر میں گزر چکا ہے۔

وَهٰذَا الْقَدْرُ كَافٍ: سے **شارح کی غرض** ایک سوال نقل کر کے لکنہ سے اس کا جواب پیش کرنا ہے۔

اعتراض: مقصود تو لا نفی جنس کے اسم کی تعریف کرنا ہے اور وہ **بعد دخولها** پر پوری ہوگئی، اس کے بعد **یلیها** الخ کا اضافہ کیوں کیا؟

جواب: مقصود مطلق اسم لا کی تعریف کرنا نہیں ہے بلکہ اسم منصوب کی تعریف کرنا ہے اسی وجہ سے یلیہا الخ کا اضافہ کیا جس کا حاصل یہ ہے کہ لا نفی جنس کا اسم منصوب تب ہوگا جب اس میں تین شرطیں پائی جائیں (۱) لا کے متصل ہو (۲) نکرہ ہو (۳) مضاف یا شبہ مضاف ہو۔

يَلِي الْمُسْنَدُ إِلَيْهِ: سے **شارح کی غرض** بیانِ مرجع ہے کہ یلیہا کی ضمیر مرفوع مسند الیہ کی طرف راجع ہے اور ضمیر منصوب کا مرجع لفظ لا ہے۔

ای یقع: سے **شارح کی غرض** حاصل معنی بیان کرنا ہے کہ وہ مسند کے بعد بلا فاصلہ واقع ہو۔

فی تعلقه: سے **شارح کی غرض** وجہ شبہ کو بیان کرنا ہے۔ شبہ مضاف وہ ہے کہ جس کا ایسی شی کے ساتھ تعلق ہو کہ وہ شے اس کے معنی کو پورا کرنے کیلئے ضروری ہے، اگر اس کو ذکر نہ کیا جائے تو اس کا معنی تام نہیں ہوتا جیسے مضاف، جب تک مضاف الیہ کو ذکر نہ کیا جائے تو اس کا معنی تام نہیں ہوتا اسی طرح شبہ مضاف کا تعلق ایسی شی کے ساتھ ہوتا ہے کہ اگر اس کو ذکر نہ کیا جائے تو اس کے بغیر معنی تام نہیں ہوتا۔

هذا الاحوال: سے **شارح کی غرض** نکرۃ مضافا کی ترکیب کا بیان ہے۔ ان کی ترکیب میں تین احتمال ہیں (۱) یہ تینوں احوال مترادفہ ہیں الیہ کی ضمیر مجرور سے (۲) یلیہا الیہ کی ضمیر مجرور سے حال ہے اور باقی دو یلیہ کی ضمیر مرفوع سے حال ہیں (۳) یلیہا دخولہا کی ضمیر سے حال ہے اور باقی دو یلیہ کی ضمیر مرفوع سے حال ہیں۔

مثال لما: سے **شارح کی غرض** ممثل لہ کی تعیین کرنا ہے۔ لا غلام رجل اس نکرہ مضاف کی مثال ہے جو لا کے متصل ہو

وفی بعض النسخ: سے **شارح کی غرض** اختلاف نسخ کو بیان کرنا ہے۔ بعض نسخوں میں لا غلام رجل ظریف

فیھا ہے اس میں فیہا کا اضافہ دو وجہ سے کیا ہے (۱) تاکہ کذب لازم نہ آئے (۲) اشارہ ہے کہ ظرف کی دو قسمیں ہیں۔ اور یہ دونوں باتیں مرفوعات میں گزر چکی ہیں۔

مثال لما: سے **شارح کی غرض** ممثل لہ کی تعیین کرنا ہے۔ **لا عشرین درھما** یہ اس نکرہ شبہ مضاف کی مثال ہے جو لا کے متصل ہو۔

مصنف کا قول لک مشہور نسخوں کے مطابق یعنی جن میں ظرف فیہا نہیں ہے یہ دونوں مثالوں کے تتمہ سے ہے۔ یہ دونوں کی خبر ہے۔ اور جن مثالوں میں ظریف فیہا ہے ان میں یہ خبر بعد خبر ہے۔

مَنْصُوْب بلاَ الَّتِیْ لِنَفْیِ الْجِنْس کا اعراب

فَإِنْ كَانَ أَیِ الْمُسْنَدُ إِلَيْهِ بَعْدَ دُخُوْلِهَا غَيْرَ وَاقِعٍ عَلَی الْاَحْوَالِ الْمَذْكُوْرَةِ بَلْ كَانَ مُفْرَدًا

پھر اگر ہو یعنی مسندالیہ لا کے داخل ہونے کے بعد احوال مذکورہ پر واقع نہ ہو بلکہ مفرد ہو آخری شرط کے

بِانْتِفَاءِ الشَّرْطِ الْاَخِيْرِ فَقَطْ وَهُوَ كَوْنُهُ مُضَافًا أَوْ مُشَابِهًا بِهٖ أَیْ يَلِيْهَا نَكِرَةٌ غَيْرَ مُضَافٍ

انتفاء کی وجہ سے فقط اور آخری شرط مسندالیہ کا مضاف یا مشابہ مضاف ہونا ہے یعنی مسندالیہ نکرہ بحالت غیر مضاف اور غیر مشابہ مضاف لا کے ساتھ

وَلَا مُشَابِهًا بِهٖ لِيَتَرَتَّبَ عَلَيْهِ قَوْلُهٗ فَهُوَ مَبْنِیٌّ عَلٰی مَا يُنْصَبُ بِهٖ فَإِنَّهٗ لَوْ كَانَ مُفْرَدًا مَعْرِفَةً أَوْ

متصل ہوتا کہ اس پر مصنف کا قول فَهُوَ مَبْنِیٌّ عَلٰی مَا يُنْصَبُ بِهٖ مرتب ہو جائے پس اگر مسندالیہ مفرد معرفہ ہو

مَفْصُوْلًا فَحُكْمُهٗ غَيْرُ ذٰلِكَ وَقَوْلُهٗ عَلٰی مَا يُنْصَبُ بِهٖ أَیْ عَلٰی مَا كَانَ يُنْصَبُ بِهِ الْمُفْرَدُ قَبْلَ

یا مفصول ہو تو اس کا حکم اس کے علاوہ ہے اور مصنف کا قول عَلٰی مَا يُنْصَبُ بِهٖ یعنی اس پر مبنی ہوگا کہ جس کے ساتھ دخول لا سے پہلے مفرد

دُخُوْلِ لَا عَلَيْهِ وَهُوَ الْفَتْحُ فِی الْمُوَحَّدِ نَحْوُ لَا رَجُلَ فِی الدَّارِ وَالْكَسْرُ فِیْ جَمْعِ الْمُؤَنَّثِ

منصوب ہوا کرتا تھا اور وہ فتح ہے واحد میں جیسے لَا رَجُلَ فِی الدَّارِ اور کسرہ تنوین کے بغیر، جمع مؤنث سالم میں ہے

السَّالِمِ بِلَا تَنْوِيْنٍ نَحْوُ لَا مُسْلِمَاتِ فِی الدَّارِ وَالْيَاءُ الْمَفْتُوْحُ مَا قَبْلَهَا وَالْمَكْسُوْرُ مَا قَبْلَهَا فِیْ

جیسے لَا مُسْلِمَاتِ فِی الدَّارِ اور یا ماقبل مفتوح تثنیہ میں اور ماقبل مکسور جمع مذکر سالم میں

جَمْعِ الْمُذَكَّرِ السَّالِمِ نَحْوُ لَا مُسْلِمَيْنِ وَلَا مُسْلِمِيْنَ لَكَ وَنَعْنِیْ بِالْمُفْرَدِ مَا لَيْسَ بِمُضَافٍ

جیسے لَا مُسْلِمَيْنِ اور لَا مُسْلِمِيْنَ لَكَ اور مصنف کی مراد مفرد سے وہ ہے جو مضاف اور مشابہ مضاف نہ ہو

وَلَا مُضَارِعَ لَهُ ، فَيَدْخُلُ فِيهِ الْمُثَنّٰى وَالْمَجْمُوْعُ وَإِنَّمَا بُنِيَ لِتَضَمُّنِهٖ مَعْنٰى مِنْ إِذْ مَعْنٰى

لہٰذا مفرد میں تثنیہ اور جمع داخل ہو جائیں گے اور مسند الیہ بنی کیا گیا ہے اس کے معنی من (استغراقیہ) کو متضمن ہونے کی وجہ سے کیونکہ

لَا رَجُلَ فِي الدَّارِ لَا مِنْ رَجُلٍ فِيهَا لِأَنَّهٗ جَوَابٌ لِمَنْ يَقُوْلُ هَلْ مِنْ رَجُلٍ فِي الدَّارِ حَقِيْقَةً

لَا رَجُلَ فِي الدَّارِ کا معنی لَا مِنْ رَجُلٍ فِيهَا ہے اس لیے کہ یہ اس شخص کو جواب ہے جو کہتا ہے هَلْ مِنْ رَجُلٍ فِي الدَّارِ ؟ حقیقۃً

أَوْ تَقْدِيْرًا فَحُذِفَ مِنْ تَخْفِيْفًا وَإِنَّمَا بُنِيَ عَلٰى مَا يُنْصَبُ بِهٖ لِيَكُوْنَ الْبِنَاءُ عَلٰى حَرَكَةٍ أَوْ

یا تقدیرًا پس من کو تخفیفاً حذف کر دیا گیا اور لا کے اسم کو ما ینصب بہ پر بنی کیا گیا تاکہ اس کی بنا اس حرکت یا

حَرْفٍ نِ اسْتَحَقَّهُمَا النَّكِرَةُ فِي الْأَصْلِ قَبْلَ الْبِنَاءِ وَلَمْ يُبْنَ الْمُضَافُ وَلَا الْمُضَارِعُ لَهٗ لِأَنَّ

حرف پر ہو کہ ان دونوں کا دراصل نکرہ قبل از بنا مستحق تھا اور مضاف و مشابہ مضاف کو بنی نہ کیا گیا کیونکہ اضافت

الْإِضَافَةَ تُرَجِّحُ جَانِبَ الْإِسْمِيَّةِ فَيَصِيْرُ الْإِسْمُ بِهَا مَائِلًا إِلٰى مَا يَسْتَحِقُّهٗ فِي الْأَصْلِ أَعْنِي الْإِعْرَابَ

جانب اسمیت کو ترجیح دیتی ہے لہٰذا اسم اس کی وجہ سے اس کی طرف مائل ہو جاتا ہے جس کا وہ اصل میں مستحق ہے میری مراد اعراب ہے

خلاصہ متن: ۔اگر لانفی جنس کا مابعد مفرد ہو، یعنی پہلی دو شرطیں پائی جائیں اور آخری شرط نہ پائی جائے تو علامت نصب پر مبنی ہوگا یعنی لا کے دخول سے پہلے جس علامت کے ساتھ منصوب تھا اسی علامت کے ساتھ لا کے دخول کے بعد نصب پر مبنی ہوگا۔ اگر لا کے دخول سے پہلے فتحہ کی علامت کیساتھ منصوب تھا تو لا کے دخول کے بعد بھی علامت فتحہ پر مبنی ہوگا جیسے مفرد میں مثلاً لا رجل فی الدار۔اور اگر لا کے دخول سے پہلے کسرہ کے ساتھ منصوب ہے تو لاء کے دخول کے بعد علامت کسرہ پر مبنی ہوگا جیسے جمع مونث سالم میں، البتہ تنوین نہیں ہوگی مثلاً لا مسلماتِ فی الدار اور اگر لا کے دخول سے پہلے یا ماقبل مفتوح کے ساتھ منصوب ہو تو لا کے دخول کے بعد بھی یاء ماقبل مفتوح کی بناء پر مبنی ہوگا جیسے تثنیہ میں لا مُسْلِمَيْنِ، اور اگر لا کے دخول سے پہلے یا ماقبل مکسور کے ساتھ منصوب ہو تو لا کے دخول کے بعد بھی یاء ماقبل مکسور کی علامت پر مبنی ہو جیسے کہ جمع مذکر سالم میں لا مسلِمین لک۔

اغراض جامی: بانتفاء الشرط: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔یہ قاعدہ منقوض ہے لا زید عندی ولا عمرو کے ساتھ اس لئے کہ اسمیں لا کا مابعد مفرد ہے حالانکہ بنی نہیں ہے۔

جواب: ۔مراد یہ ہے کہ مذکورہ تین شرطوں میں سے صرف آخری شرط نہ پائی جائے اور پہلی دونوں شرطیں پائی جائیں تب مبنی علی الفتح ہوگا یعنی لا کے متصل بھی ہو اور نکرہ بھی ہو لیکن مضاف یا شبہ مضاف نہ ہو چونکہ مثال مذکور میں دوسری شرط نہیں پائی جاتی کیونکہ زید معرفہ ہے اس لئے وہ معرب ہے۔

لیترتب علیہ قولہٗ: سے **شارح کی غرض** توضیح متن ہے۔ یہ متعلق ہے انتفاء الشرط کے ساتھ یعنی ہم نے شرط اخیر کے انتفاء کی شرط اس لئے لگائی تا کہ مصنف کا قول **فھو مبنی علی ما ینصب** اس پر مرتب ہو جائے اس لئے کہ اگر لا کا اسم مفرد معرفہ ہو یعنی شرط ثانی نہ پائی جائے یا فاصلہ ہو یعنی شرط اول نہ پائی جائے تو وہ مبنی بر فتح نہ ہوگا۔

قولہ: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال**:۔ مصنف کی کلام **فھو مبنی** الخ میں تعارض ہے اس لئے کہ مبنی کی ضمیر راجع ہے مفرد کی طرف اور ینصب کی ضمیر بھی مفرد کی طرف راجع ہے تو مبنی مفرد کی بناء میں صریح ہے اور ینصب اس کے معرب ہونے پر دال ہے اس لئے کہ نصب معرب کے حرکات کا نام ہے ھل ھذا الا التعارض و تناقض؟

جواب:۔ مفرد کی طرف بناء کا اسناد حال کے اعتبار سے ہے یعنی لا کے دخول کے بعد اور نصب کا اسناد ماضی کے اعتبار سے ہے یعنی لا کے دخول سے پہلے مقصد یہ ہے کہ جو مفرد لا کے دخول سے پہلے معرب و منصوب تھا اب لا کے دخول کے بعد مبنی بر فتح ہوگا فلا تناقض بینھما۔

یعنی بہ: سے **شارح کی غرض** تعیینِ مراد ہے کہ مفرد مضاف، شبہ مضاف کے مقابلے میں ہے۔ لہٰذا یہ تثنیہ اور جمع کو بھی شامل ہو جائے گا۔

وانما بنی: سے **شارح کی غرض** لا کا مابعد جب مفرد ہو تو اس کے مبنی ہونے کی وجہ بیان کرنا ہے۔ لا نفی جنس کا اسم مفرد من کے معنی کو متضمن ہوتا ہے اس لئے کہ **لا رجل فی الدار** کا معنی ہے **لا من رجل فی الدار**۔ اس لئے کہ یہ جواب ہے سائل کے قول **ھل من رجل فی الدار** کا خواہ وہ سوال حقیقتاً ہو یا تقدیراً۔ حقیقتاً تو ظاہر ہے تقدیراً کی صورت یہ ہے مثلاً دو شخص جائیں ان میں سے ایک مکان کے اندر داخل ہو جائے اور دوسرا مکان کے باہر کھڑا رہے اور اندر والا کہے **لا رجل فی الدار** تو گویا کہ باہر والے نے سوال کیا **ھل من رجل فی الدار**؟ تو اندر والے نے کہا **لا رجل فی الدار** پھر من کو تخفیف کیلئے حذف کر دیا اور ضابطہ ہے کہ وہ اسم جو کسی حرف کے معنی کو متضمن ہو وہ مبنی ہوتا ہے اسی وجہ سے لا نفی جنس کا اسم مبنی ہے۔

وانما بنی: سے **شارح کی غرض** علامت نصب پر مبنی ہونے کی وجہ بیان کرنا ہے۔ علامت نصب پر مبنی اس لئے کیا گیا تا کہ بناء اس حرکت یا حرف پر ہو جائے کہ جس کا نکرہ اصل کے اعتبار سے پہلے مستحق تھا وہ نصب ہے اصل میں معرب منصوب ہونا چاہئے تھا عارض کی وجہ سے مبنی ہو گیا۔

ولم یبن: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ جب لا کا مابعد مضاف یا شبہ مضاف ہو تو وہ من کے معنی کو متضمن ہے پھر اس کو مبنی کیوں نہیں بنایا گیا؟

جواب:۔ مضاف اور شبہ مضاف کو مبنی اس لئے نہیں کیا گیا کہ اضافت کی وجہ سے جانب اسم راجح ہو جاتی ہے کیونکہ اضافت

اسم کا خاصہ ہے لہٰذا اضافت کی وجہ سے اسم اس چیز کی طرف لوٹ جائے گا کہ جس کا وہ اصل کے اعتبار سے مستحق ہے اور وہ اعراب ہے اسی وجہ سے اس کو مبنی نہیں بنایا گیا۔

لا نفی الجنس کے منصوب ہونے کی شرائط منتفی ہونے کا ذکر

وَإِنْ كَانَ أَيِ الْمُسْنَدُ إِلَيْهِ بَعْدَ دُخُوْلِهَا مَعْرِفَةً بِانْتِفَاءِ شَرْطِ النَّكَارَةِ أَوْ مَفْصُوْلًا بَيْنَهُ أَيْ بَيْنَ

پس اگر ہو یعنی مسند الیہ لا کے داخل ہونے کے بعد معرفہ شرط نکارت کے انتفاء کی وجہ سے یا فاصلہ کیا گیا ہو اس کے درمیان یعنی اس مسند الیہ کے

ذٰلِكَ الْمُسْنَدِ إِلَيْهِ وَبَيْنَ لَا بِانْتِفَاءِ شَرْطِ الْإِتِّصَالِ عَلٰى سَبِيْلِ مَنْعِ الْخُلُوِّ سَوَاءٌ كَانَا مَعَ انْتِفَاءِ

اور لا کے درمیان شرط اتصال کے انتفاء سے منع خلو کے طریقے پر خواہ وہ مضاف یا مشابہ مضاف ہونے کی شرط

شَرْطِ كَوْنِهِ مُضَافًا أَوْ مُشَابِهًا بِهِ أَوْ لَا وَهِيَ سِتُّ صُوَرٍ نَحْوُ لَا زَيْدٌ فِي الدَّارِ وَلَا عَمْرٌو وَ لَا

کے انتفاء کے ساتھ ہو یا نہ اور یہ چھ صورتیں ہیں جیسے لا زید فی الدار ولا عمرو اور

غُلَامُ زَيْدٍ فِي الدَّارِ وَلَا عَمْرٌو وَ لَا فِي الدَّارِ رَجُلٌ وَلَا امْرَأَةٌ وَ لَا فِي الدَّارِ زَيْدٌ وَلَا عَمْرٌو وَ

لا غلام زید فی الدار ولا عمرو اور لا فی الدار رجل ولا امرأة اور لا فی الدار زید ولا عمرو

لَا فِي الدَّارِ غُلَامُ زَيْدٍ وَلَا عَمْرٌو وَجَبَ فِيْ جَمِيْعِ هٰذِهِ الصُّوَرِ السِّتِّ الرَّفْعُ عَلَى الْإِبْتِدَاءِ

اور لا فی الدار غلام زید ولا عمرو تو واجب ہے ان تمام چھ صورتوں میں رفع ابتدائیت کی بنا پر

أَمَّا فِي الْمَعْرِفَةِ فَلِامْتِنَاعِ أَثَرِ لَا النَّافِيَةِ لِلْجِنْسِ فِيْهَا وَأَمَّا فِي الْمَفْصُوْلِ فَلِلضُّعْفِ لَا عَنِ التَّاثِيْرِ

معرفہ میں تو اس لیے کہ اس میں لائے نافیہ برائے جنس کا اثر نہیں ہو سکتا اور رہا مفصول میں تو وہ لا کے فصل کے ساتھ اثر کرنے میں ضعف کی وجہ سے ہے

مَعَ الْفَصْلِ وَالتَّكْرِيْرُ أَيْ وَجَبَ تَكْرِيْرُ اسْمِهَا لٰكِنْ مُطْلَقًا لَا بِعَيْنِهِ أَمَّا فِي الْمَعْرِفَةِ فَلِيَكُوْنَ

اور تکرار لانا یعنی لا کے اسم کا مکرر لانا ضروری ہے لیکن مطلقاً بعینہٖ نہیں بہر حال معرفہ میں (وجوب تکریر) اس لیے ہے تاکہ تکرار اس چیز کے

كَالْعِوَضِ عَمَّا فِي التَّنْكِيْرِ مِنْ مَعْنٰى نَفْيِ الْآحَادِ وَأَمَّا فِي النَّكِرَةِ فَلِيَكُوْنَ مُطَابِقًا لِمَا هُوَ

عوض ہو جائے جو تنکیر میں ہے یعنی آحاد کی نفی کا معنی اور لیکن نکرہ میں تاکہ کلام اس سوال کے مطابق ہو جائے جس کا یہ (کلام) جواب ہے

جَوَابٌ لَهُ مِنْ مِثْلِ قَوْلِ السَّائِلِ أَفِي الدَّارِ رَجُلٌ أَمِ امْرَأَةٌ وَهٰذَا التَّعْلِيْلُ جَارٍ فِي الْمَعْرِفَةِ أَيْضًا

جیسے سائل کا قول ہے أفی الدار رجل أم امرأة اور یہ (مطابقت کی) تعلیل معرفہ (کے چاروں قسموں) میں بھی جاری ہے

خلاصہ متن: ۔صاحب کافیہ فرماتے ہیں اگر لا کے اسم کے منصوب ہونے کی تین شرطوں میں تیسری شرط کے علاوہ باقی دو شرطوں میں سے کوئی ایک شرط نہ پائی جائے یا دونوں نہ پائی جائیں عام ہے کہ تیسری شرط پائی جائے یا نہ پائی جائے یعنی لا کا مابعد نکرہ نہ ہو بلکہ معرفہ ہو یا لا کے متصل نہ ہو بلکہ لا اور اس کے درمیان فاصلہ ہو یا نکرہ بھی نہ ہو اور متصل بھی نہ ہو تو اس وقت لا کے مابعد پر رفع واجب ہے مبتدا ہونے کی بناء پر اور لا کے اسم کا تکرار بھی واجب ہے۔ عقلی اعتبار سے کل چھ صورتیں ہیں اس لئے کہ فقط نکارت والی شرط منتفی ہوگی یا فقط اتصال والی شرط یا دونوں شرطیں منتفی ہونگی پھر ہر ایک کی دو صورتیں ہیں (۱) لا کا مابعد مضاف ہوگا (۲) یا شبہ مضاف ہوگا تو تین کو دو میں ضرب دینے سے چھ صورتیں ہوگئیں۔

اغراض جامی بو التکریر: سے **شارح کی غرض** دو باتوں کی طرف اشارہ کرنا ہے (۱) ایک تو یہ کہ التکریر کا عطف ہے الرفع پر (۲) اس پر جو الف لام داخل ہے یہ مضاف الیہ کے عوض میں ہے۔ دوسرا رفع اور تکرار کی وجہ کو بیان کر رہے ہیں۔

لکن مطلقًا: سے وضاحت کر رہے ہیں کہ لا کے اسم کا تکرار واجب ہے لیکن مطلق اسم کا تکرار واجب ہے بعینہ اسم اول کا تکرار واجب نہیں ہے یعنی تکرار سے مراد تکرار نوعی ہے تکرار شخصی نہیں ہے۔

اما فی المعرفة: سے غرض تکرار کی وجہ بیان کرنا ہے معرفہ ہونے کی صورت میں تکرار اس لئے واجب ہے کہ لا اصل میں موضوع ہے نفی آحاد کے لئے اور نفی آحاد اجناس میں پائی جاتی ہے جبکہ معرفہ کی صورت میں یہ معنی فوت ہو جائینگے اس لئے کہ معرفہ میں مفرد کی نفی ہوتی ہے نہ کہ آحاد کی، لہذا تکرار ضروری ہے تا کہ مافات کی تلافی ہو جائے اور نکرہ کی صورت میں تکرار اس لئے واجب ہے کہ تا کہ جواب سوال کے مطابق ہو جائے اس لئے کہ لا رجل فی الدار ولا امراة یہ جواب ہے سائل کے اس سوال کا ارجل فی الدار ام امراة؟ اور شارح فرماتے ہیں کہ یہ تعلیل پہلی صورت میں بھی جاری ہوسکتی ہے۔

وجہ حصر عقلی: ۔مسند الیہ یا معرفہ ہوگا یا نکرہ اگر معرفہ ہے تو مفرد ہوگا یا مضاف، اور ثانی یا مفرد مفصول ہوگا یا مضاف مفصول اور اول یا مفرد مفصول ہوگا یا مضاف مفصول، تو معرفہ کی چار صورتیں ہوئیں دو بلا فصل اور دو فصل کے ساتھ اور نکرہ کی صرف دو صورتیں ہیں اور وہ دونوں فصل کے ساتھ ہیں۔ الحاصل یہاں کل چھ صورتیں ہیں۔

(۱) لا کا اسم مفرد معرفہ متصل ہو جیسے لا زید فی الدار ولا عمرو شرط اول پائی جائے تیسری دوسری شرط نہ پائے جائے۔

(۲) لا کا اسم معرفہ مضاف متصل ہو جیسے لا غلام زید فی الدار ولا عمرو شرط اول پائی گئی۔

(۳) لا کا اسم نکرہ مفردہ مفصولہ ہو جیسے لا فی الدار زید ولا امرءة دوسری شرط پائی جائے۔

(۴) لا کا اسم نکرہ مفصولہ مضاف ہو جیسے لا فی الدار غلام زید ولا امرءة پہلی شرط نہ پائی جائے۔

(۵) لا کا اسم مفرد معرفہ مفصولہ ہو جیسے لا فی الدار زید ولا عمرو کوئی بھی شرط نہ پائی جائے۔

●●●●●●●●●●●●●●●●●●

(۶) لا کا اسم مضاف معرفہ مفصولہ ہو جیسے لا فی الدار غلام زید ولا عمرو شرط ثالث پائی جائے۔

ان صورتوں میں رفع مبتدا ہونے کی وجہ سے واجب ہوگا معرفہ کی صورت میں رفع اس لئے واجب ہے کہ لا نکرہ کی صفت میں عمل کرنے کے لئے ہے لہذا یہ معرفہ میں عمل نہیں کر سکے گا اور مفصول میں رفع اسلئے واجب ہے کہ لا عامل ضعیف ہے معمول مفصول میں عمل نہیں کر سکتا صرف معمول موصول میں عمل کرے گا۔

ایک سوال مقدر کا جواب

وَنَحْوُ قَضِيَّةٌ اَیْ هٰذِهٖ قَضِيَّةٌ وَلَا اَبَا حَسَنٍ لَهَا اَیْ لِهٰذَا الْقَضِيَّةِ هٰذَا جوابُ دخلٍ مُقَدَّرٍ

اور جیسے قضیۃ یعنی هٰذه قضیۃ ولا ابا حسن لها یعنی لهٰذا القضیة یہ سوال مقدر کا جواب ہے

عَلٰی قَوْلِهٖ وَاِنْ كَانَ مَعْرِفَةً وَجَبَ الرَّفْعُ وَالتَّكْرِيْرُ فَاِنَّ اسْمَ لَا فِيْهِ مَعْرِفَةٌ لِاَنَّ اَبَا حَسَنٍ

جو مصنف کے قول وَاِنْ كَانَ الخ "اور اگر معرفہ ہے تو رفع اور تکرار واجب ہے" پر ہوتا ہے کہ اس میں لا کا اسم معرفہ ہے کیونکہ ابا حسن

كُنْيَةُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَلَا رَفْعَ فِيْهِ وَلَا تَكْرِيْرَ بَلْ هُوَ مَنْصُوْبٌ غَيْرُ مُكَرَّرٍ فَاَجَابَ عَنْهُ

سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کی کنیت ہے، اس میں رفع نہیں اور نہ ہی تکرار، بلکہ یہ منصوب بلا تکرار ہے تو مصنف نے اس کا جواب دیا

بِاَنَّهٗ مُتَاَوَّلٌ بِالنَّكِرَةِ اِمَّا بِتَقْدِيْرِ الْمِثْلِ اَیْ وَلَا مِثْلَ اَبِیْ حَسَنٍ لَهَا فَاِنَّ مِثْلًا لِتَوَغُّلِهٖ فِی

کہ مؤول ہے نکرہ کے ساتھ یا مثل کی تقدیر سے یعنی ولا مثل ابی حسن لها ہے، لفظ مثل ابہام میں شدت کی وجہ سے

الْاِبْهَامِ لَا يَتَعَرَّفُ بِالْاِضَافَةِ اِلَی الْمَعْرِفَةِ اَوْ بِتَاوِيْلِهٖ بِفَيْصَلٍ بَيْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ لِاشْتِهَارِهٖ

معرفہ کی طرف مضاف ہونے سے معرفہ نہیں ہوتا یا (مؤول ہے) فیصل بین الحق والباطل کی تاویل سے، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِهٰذِهِ الصِّفَةِ فَكَاَنَّهٗ قِيْلَ لَا فَيْصَلَ لَهَا وَيُقَوِّیْ هٰذَا التَّاوِيْلَ اِيْرَادُ حَسَنٍ

صفت کے ساتھ مشہور ہونے کی وجہ سے گویا یوں کہا گیا لا فیصل لها اور اس (دوسری) تاویل کو حسن کو لام کے حذف سے لانا قوت دیتا ہے

بِحَذْفِ اللَّامِ لِاَنَّ الظَّاهِرَ اَنَّ تَنْوِيْنَهٗ لِلتَّنْكِيْرِ

کیونکہ ظاہر یہ ہے کہ اس کی تنوین تنکیر کے لیے ہے

خلاصہ متن: ۔اس عبارت میں صاحب کافیہ ایک سوال مقدر کا جواب دے رہے ہیں جو ان کے قول ان کان معرفة پر وارد ہوا ہے۔ اس کی تفصیل شرح میں مذکور ہے۔

اغراض جامی بھذہ القضیة: سے **شارح کی غرض** بیانِ ترکیب ہے۔قضیہ خبر ہے مبتداء محذوف کی جو کہ ہذہ ہے

لھذا القضیہ: سے **شارح کی غرض** بیانِ مرجع ہے۔ھا ضمیر کے مرجع کو متعین کر دیا۔

ھذا جواب: سے **شارح کی غرض** متن پر ہونے والے سوال اور اس کے جواب کی وضاحت کرنا ہے۔

سوال: ۔ماتن پر اعتراض ہوتا ہے کہ ماقبل میں گزرا کہ جب لا کا مابعد معرفہ ہو تو اس کا تکرار اور رفع واجب ہے یہ قاعدہ منقوض ہے ھذہ قضیة ولا ابا حسن لھا کی مثل کے ساتھ اس لئے کہ اس میں ابا حسن معرفہ ہے کیونکہ ابو حسن یہ حضرت علیؓ کی کنیت ہے حالانکہ نہ اس پر رفع ہے اور نہ اس کا تکرار ہے بلکہ اس پر نصب ہے۔

متاول: سے صاحب کافیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ مثال متاول بتاویل نکرہ ہے۔شارح فرماتے ہیں کہ اس میں دو طرح تاویل ہو سکتی ہے (۱) ابا حسن لا کا اسم نہیں بلکہ اس سے پہلے مثل مضاف محذوف ہے وہ لا کا اسم ہے اصل میں تھا لا مثل ابی حسن ،اور لفظ مثل متوغل فی الابہام ہونے کی وجہ سے اگر معرفہ کی طرف مضاف بھی ہو جائے تب بھی یہ نکرہ ہی رہتا ہے لہذا لا کا اسم نکرہ ہے نہ کہ معرفہ اس لئے نہ رفع واجب ہے اور نہ تکرار ضروری ہے۔

(۲) ابا حسن سے مراد وہ وصف ہے کہ جس کے ساتھ حضرت علیؓ مشہور تھے یعنی ''حق و باطل کے درمیان فیصل'' اور اس کا معنی ہے ھذہ قضیة ولا فیصل لھا اب لا کا اسم نکرہ ہو جائے گا اس لئے کہ جب علم سے مراد وصف مشہور لی جائے تو وہ معرفہ نہیں رہتا بلکہ نکرہ بن جاتا ہے۔

ویقوی ھذہ التاویل: سے مولانا جامی توجیہ ثانی کی تائید کر رہے ہیں کہ ابا حسن میں الحسن سے الف لام کو حذف کرنا توجیہ ثانی کیلئے مقوی و مؤید ہے کیونکہ حسن کی تنوین تنکیر کیلئے ہے اگر تنکیر کیلئے نہ ہوتی تو الحسن جو کہ مشہور ہے اس سے عدول نہ کیا جاتا

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ کی مثل میں پانچ وجھوں کا ذکر

وَفِيْ مِثْلِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ أَيْ فِيْمَا كُرِّرَتْ فِيْهِ لَا عَلٰى سَبِيْلِ الْعَطْفِ وَكَانَ عَقِيْبَ

اور لا حول ولا قوۃ الا باللہ کے مثل میں یعنی اس صورت میں کہ جس میں لا عطف کے طور پر مکرر لایا جائے اور ہر دو لا کے بعد

كُلٍّ مِنْهُمَا نَكِرَةٌ بِلَا فَصْلٍ يَجُوْزُ خَمْسَةُ أَوْجُهٍ بِحَسْبِ اللَّفْظِ لَا بِحَسْبِ التَّوْجِيْهِ فَإِنَّهَا

بلا فصل نکرہ ہو پانچ صورتیں جائز ہیں تلفظ کے اعتبار سے نہ کہ باعتبار توجیہ کیونکہ توجیہ کے اعتبار سے

بِحَسْبِ التَّوْجِيْهِ تَزِيْدُ عَلَيْهَا اَلْأَوَّلُ فَتْحُهُمَا أَيْ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ عَلٰى أَنْ يَّكُوْنَ لَا

صورتیں پانچ سے بڑھ جاتی ہیں پہلی صورت دونوں کی فتح یعنی لا حول ولا قوۃ الا باللہ اس بنا پر کہ ہر دو میں لا

فِیْ کُلٍّ مِنْهُمَا لِنَفْیِ الْجِنْسِ وَلَا قُوَّةَ عَطْفٌ عَلٰی لَا حَوْلَ عَطْفَ مُفْرَدٍ عَلٰی مُفْرَدٍ وَخَبَرُهَا

نفی جنس کے لیے ہو اور لاقوۃ کا عطف لاحول پر ہو جس طرح کہ مفرد کا مفرد پر عطف ہوتا ہے اوراس کی خبر محذوف ہے

مَحْذُوْفٌ أَیْ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ مَوْجُوْدٌ إِلَّا بِاللّٰهِ أَوْ عَطْفَ جُمْلَةٍ عَلٰی جُمْلَةٍ أَیْ لَا حَوْلَ إِلَّا

یعنی لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ مَوْجُوْدٌ إِلَّا بِاللّٰهِ یا جیسے ایک جملہ کا دوسرے جملہ پر عطف ہوتا ہے یعنی لاحول الا باللہ ولاقوۃ الا باللہ

بِاللّٰهِ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ فَحُذِفَ خَبَرُ الْجُمْلَةِ الْأُوْلٰی اِسْتِغْنَاءً عَنْهُ بِخَبَرِ الْجُمْلَةِ الثَّانِيَةِ وَالثَّانِیْ

پھر پہلے جملے کی خبر کو حذف کیا گیا کیونکہ دوسرے جملے کی خبر کی وجہ سے اس کی ضرورت نہ تھی اور دوسری صورت

فَتْحُ الْأَوَّلِ وَنَصْبُ الثَّانِیْ أَیْ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةً إِلَّا بِاللّٰهِ أَمَّا فَتْحُ الْأَوَّلِ فَلِأَنَّ لَا الْأُوْلٰی لِنَفْیِ

پہلے کلمے کی فتح اور دوسرے کی نصب یعنی لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةً إِلَّا بِاللّٰهِ بہرحال پہلے کی فتح اس لئے ہے کہ پہلا لانفی جنس کیلئے ہے

الْجِنْسِ وَأَمَّا نَصْبُ الثَّانِیْ فَلِأَنَّ لَا الثَّانِيَةَ مَزِيْدَةٌ لِتَاكِيْدِ النَّفْیِ وَالثَّانِیْ مَعْطُوْفٌ عَلَی الْأَوَّلِ

دوسرے کی نصب اس لیے ہے کہ لا ثانیہ زائدہ ہے نفی کی تاکید کے لیے اور دوسرا پہلے پر معطوف ہے

فَيَكُوْنُ مَنْصُوْبًا حَمْلًا عَلٰی لَفْظِهٖ لِمُشَابَهَةِ حَرَكَتِهٖ حَرَكَةَ الْإِعْرَابِ وَيَجُوْزُ أَنْ يُّقَدَّرَ لَهُمَا

لہٰذا وہ پہلے لفظ پر محمول کیے جانے کی وجہ سے منصوب ہوگا کیونکہ اس کی حرکت، اعراب کی حرکت کے مشابہ ہے اور جائز ہے کہ دونوں کیلئے ایک خبر

خَبَرٌ وَاحِدٌ وَأَنْ يُّقَدَّرَ لِكُلٍّ مِنْهُمَا خَبَرٌ عَلٰی حِدَةٍ وَالثَّالِثُ فَتْحُ الْأَوَّلِ وَرَفْعُ الثَّانِیْ نَحْوُ

مقدر کی جائے اور (جائز ہے) یہ کہ ان دونوں میں سے ہرایک کے لیے علیحدہ خبر کو مقدر کیا جائے اور تیسری صورت اول کا فتح اور ثانی کا رفع

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةٌ إِلَّا بِاللّٰهِ أَمَّا فَتْحُ الْأَوَّلِ فَلِأَنَّ لَا الْأُوْلٰی لِنَفْیِ الْجِنْسِ وَأَمَّا رَفْعُ الثَّانِیْ فَلِأَنَّ

جیسے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةٌ إِلَّا بِاللّٰهِ پہلے کی فتح تو اس لیے ہے کہ لائے اولی نفی جنس کے لیے ہے اور دوسرے کا رفع اس لیے ہے کہ

لَا الثَّانِيَةَ زَائِدَةٌ وَالثَّانِیْ مَعْطُوْفٌ عَلٰی مَحَلِّ الْأَوَّلِ لِأَنَّهٗ مَرْفُوْعٌ بِالْاِبْتِدَاءِ عَطْفَ مُفْرَدٍ عَلٰی

لازائد اور ثانی (یعنی قوہ) پہلے کے محل پر معطوف ہے کیونکہ اول ابتداء کی وجہ سے مرفوع ہے مفرد کا مفرد پر عطف ہے

مُفْرَدٍ بِأَنْ يُّقَدَّرَ لَهُمَا خَبَرٌ وَاحِدٌ أَوْ عَطْفَ جُمْلَةٍ عَلٰی جُمْلَةٍ بِأَنْ يُّقَدَّرَ لِكُلٍّ مِنْهُمَا خَبَرٌ وَ

یوں کہ دونوں کے لیے ایک خبر مقدر کی جائے یا جملے کا جملے پر عطف ہے یوں کہ دونوں میں سے ہرایک کے لیے علیحدہ خبر مقدر کی جائے اور

الرَّابِعُ رَفْعُهُمَا بِالْاِبْتِدَاءِ، نَحْوُ لَا حَوْلٌ وَلَا قُوَّةٌ إِلَّا بِاللّٰهِ لِأَنَّهٗ جَوَابُ قَوْلِهِمْ أَبِغَيْرِ اللّٰهِ حَوْلٌ

چوتھی صورت ان دونوں کا رفع ہے ابتداء کی وجہ سے جیسے لَا حَوْلٌ وَلَا قُوَّةٌ إِلَّا بِاللّٰهِ کیونکہ یہ کلام ان کے قول أَبِغَيْرِ اللّٰهِ حَوْلٌ

وَقُوَّةٌ ؟ فَجَاءَ بِالرَّفْعِ فِيهِمَا مُطَابَقَةً لِلسُّؤَالِ وَيَجُوزُ الْاَمْرَانِ هٰهُنَا أَيْضًا وَ الْخَامِسُ رَفْعُ

وَقُوَّةٌ ؟ کا جواب ہے تو سوال کی مطابقت کی وجہ سے (جواب) رفع کے ساتھ آیا اور یہاں بھی دو امر جائز ہیں اور پانچویں صورت اول کا رفع

الْاَوَّلِ عَلٰی أَنْ يَّكُوْنَ لاَ بِمَعْنٰی لَيْسَ عَلٰی ضُعْفٍ فَإِنَّ عَمَلَ لاَ بِمَعْنٰی لَيْسَ قَلِيْلٌ وَفَتْحُ

اس بنا پر کہ لا لیس کے معنی میں ہو ضعف پر کیونکہ لا کا عمل لیس کے معنی میں قلیل ہے اور دوسرے کی فتح

الثَّانِيْ نَحْوُ لاَ حَوْلٌ وَلاَ قُوَّةَ إِلاَّ بِاللّٰهِ عَلٰی أَنْ يَّكُوْنَ لاَ لِنَفْيِ الْجِنْسِ وَضُعِّفَ وَجْهُ ضُعْفِ

جیسے لاَ حَوْلٌ وَلاَ قُوَّةَ إِلاَّ بِاللّٰهِ اس بنا پر کہ لا نفی جنس کے لیے ہو، اور اول کے رفع کے ضعف کی وجہ ضعیف قرار دی گئی ہے بایں وجہ کہ

رَفْعِ الْاَوَّلِ بِأَنَّهُ يَجُوْزُ أَنْ يَّكُوْنَ رَفْعُهُ لِإِلْغَاءِ عَمَلِ لاَ بِالتَّكْرِيْرِ لاَ لِكَوْنِهَا بِمَعْنٰی لَيْسَ لِأَنَّ

ممکن ہے اس کا رفع تکرار کے باعث لا کے عمل کے لغو ہو جانے کی وجہ سے ہو لا کے لیس کے معنی میں ہونے کی وجہ سے نہیں کیونکہ

شَرْطَ صِحَّةِ إِلْغَائِهَا التَّكْرِيْرُ فَقَطْ وَقَدْ حَصَلَ هٰهُنَا وَلاَ دَخْلَ فِيْهَا لِتَوَافُقِ الْإِسْمَيْنِ بَعْدَهَا فِي

لا کے (عمل کو) لغو کرنے کی صحت کی شرط فقط تکرار ہے اور وہ یہاں حاصل ہے اور اس میں لا کے بعد دونوں اسموں کے اعراب میں

الْإِعْرَابِ فَهٰذَا عَلَى التَّوْجِيْهِ الْاَوَّلِ مُتَعَيِّنٌ لِعَطْفِ جُمْلَةٍ عَلٰی جُمْلَةٍ أَیْ لاَ حَوْلٌ إِلاَّ بِاللّٰهِ

باہم موافق ہونے کو کوئی دخل نہیں پس یہ پہلی توجیہ پر ایک جملے کے دوسرے جملے پر عطف کے لیے متعین ہے یعنی لاَ حَوْلٌ إِلاَّ بِاللّٰهِ

وَلاَ قُوَّةَ إِلاَّ بِاللّٰهِ وَلاَ يَلْزَمُ أَنْ يَّكُوْنَ قَوْلُهُ إِلاَّ بِاللّٰهِ مَنْصُوْبًا وَمَرْفُوْعًا وَعَلَى التَّوْجِيْهِ الثَّانِيْ

وَلاَ قُوَّةَ إِلاَّ بِاللّٰهِ ورنہ لازم آئے گا کہ اس کا قول الا باللہ منصوب اور مرفوع ہو اور دوسری توجیہ پر

يَحْتَمِلُ أَنْ يَّكُوْنَ مِنْ قَبِيْلِ عَطْفِ مُفْرَدٍ عَلٰی مُفْرَدٍ أَوْ عَطْفِ جُمْلَةٍ عَلٰی جُمْلَةٍ كَمَا لاَ يَخْفٰی

اس بات کا احتمال ہے کہ یہ عطف مفرد برمفرد ہو یا عطف الجملہ علی الجملہ کے قبیلہ سے ہو جیسا کہ مخفی نہیں

خلاصہ متن: ۔صاحب کافیہ فرماتے ہیں لاَ حَوْلَ وَلاَ قُوَّةَ إِلاَّ بِاللّٰهِ کی مثل میں پانچ وجہیں جائز ہیں۔ جن کی مکمل تفصیل شرح میں آرہی ہے۔

اغراض جامی: مثل: سے **شارح کی غرض** مثل کی مراد کو متعین کرنا ہے۔ مثل سے مراد ہر وہ ترکیب جس میں لا علی سبیل العطف مکرر ہو اور ان میں سے ہر لا کا مابعد نکرہ مفرد بلا فصل ہو ایسی ترکیب میں پانچ وجہیں جائز ہیں۔

بحسب اللفظ: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔ یہاں ایک چھٹی صورت بھی ہوسکتی ہے وہ یہ ہے کہ اول کا فتحہ اس بناء پر کہ وہ لانفی جنس کا اسم ہے اور ثانی کا رفع اس وجہ پر کہ لالیس کے معنی میں ہے۔

جواب: ۔ وجہ کی دو قسمیں ہیں (۱) بحسب اللفظ اس سے مراد طریق قراءت یعنی پڑھنے کے اعتبار سے (۲) بحسب التوجیہ اس سے مراد دلیل قراءت ہے۔ اور یہاں اول مراد ہے مقصد یہ ہے کہ اس عبارت کو پڑھنے کے اعتبار سے پانچ صورتیں ہیں البتہ جب اس کی توجیہات کی جائیں گی تو وہ پانچ سے بڑھ جاتی ہیں۔

طریق خمسہ: ۔ پانچ طریقوں پر پڑھنا جائز ہے۔

(۱) دونوں کا فتحہ یعنی لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ اس صورت میں دونوں جگہ لانفی جنس کا ہوگا اور اس کے بعد نکرہ مفردہ بلافصل ہے اور جب لا کا اسم نکرہ مفردہ بلافصل ہو تو وہ مبنی برفتحہ ہوتا ہے۔ رہی یہ بات کہ دو جملے ہیں یا ایک جملہ یعنی مفرد کا عطف مفرد پر ہے یا جملے کا عطف جملے پر ہے اس میں دونوں احتمال ہیں اگر دونوں کے لئے ایک ہی خبر مقدر مانی جائے تو پھر مفرد کا عطف مفرد پر ہوگا جیسے لاحول ولاقوۃ موجودان الا باللہ اور اگر دونوں کی خبر علیحدہ علیحدہ مانی جائے تو پھر دو جملے ہونگے اور جملے کا عطف جملے پر ہوگا جیسے لاحول موجود ولاقوۃ موجود الا باللہ۔

(۲) اول کا فتحہ ثانی کا نصب جیسے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةً إِلَّا بِاللّٰهِ اول کا فتحہ اس بناء پر کہ پہلا لانفی جنس کا ہے اور ثانی کا نصب اس بناء پر کہ دوسرا لا زائدہ ہے نفی کی تاکید کے لئے اور وہ معطوف ہے اول پر اور معطوف علیہ کے لفظ پر محمول کرتے ہوئے اس کو منصوب پڑھا گیا ہے۔

<u>لمشابهة حركته الخ:</u> سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال:** ۔ اول مبنی ہے اور مبنی کا تابع اس کے محل کے تابع ہوتا ہے نہ کہ لفظ کے لہذا ثانی کو اول کے محل پر محمول کر کے مرفوع پڑھنا چاہئے۔

جواب: ۔ اول کی حرکت حرکت اعرابیہ کے مشابہ ہے لہٰذا وہ بمنزلہ معرب کے ہوگیا اور معرب کا تابع اس کے لفظ کے تابع ہوتا ہے۔ رہی یہ بات کہ ایک جملہ ہے یا دو جملے ہیں اس کا دارومدار خبر پر ہے اگر ایک خبر محذوف مانیں تو مفرد کا عطف مفرد پر ہوگا اور اگر الگ الگ خبر محذوف مانیں تو جملہ کا عطف جملہ پر ہوگا جیسا کہ ابھی گزرا ہے۔

(۳) اول کا فتحہ ثانی کا رفع جیسے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةٌ إِلَّا بِاللّٰهِ اول کا فتحہ اس بناء پر کہ پہلا لانفی جنس کا ہے اور ثانی کا رفع اس بناء پر کہ دوسرا لا زائدہ ہے اور دوسرے اسم کا عطف پہلے اسم کے محل پر ہے اس لئے کہ یہ محلا مرفوع ہے مبتداء ہونے کی وجہ سے اس میں بھی عطف کی دو وجہیں جائز ہیں اگر ایک خبر مقدر مانی جائے تو عطف المفرد علی المفرد اگر علیحدہ علیحدہ مقدر مانی جائے تو عطف الجملہ علی الجملہ ہوگا کما مر سابقا آنفا۔

(۴) دونوں کا رفع مبتدا ہونے کی وجہ سے جیسے لَا حَوْلٌ وَلَا قُوَّةٌ اِلَّا بِاللہِ اس لئے کہ یہ جواب ہے قائل کے قول ابغیر اللہ حول وقوۃ کا چونکہ سوال میں دونوں مرفوع ہیں تو جواب میں بھی مرفوع ہونگے تا کہ جواب سوال کے مطابق ہوجائے اس مین بھی دونوں وجہین جائز ہیں یعنی مفرد کا عطف مفرد پر اور جملہ کا عطف جملہ پر۔

(۵) اول کا رفع ثانی کا فتحہ جیسے لَا حَوْلٌ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللہِ اول کا رفع اس بناء پر کہ پہلا لا بمعنی لیس کے ہے یہ ضعیف ہے کیونکہ لا بمعنی لیس کا عمل قلیل ونادر ہے اور دوسرے کا فتحہ اس بناء پر کہ دوسرا لانفی جنس کا ہے۔

وضعف: سے **شارح کی غرض** مصنف کے قول علی ضعفٍ کورد کرنا ہے۔ یعنی اول کے رفع کے ضعف کی وجہ ضعیف ہے اس لئے کہ ہوسکتا ہے اول کا رفع لا بمعنی لیس کی وجہ سے نہ ہو بلکہ یہ رفع تکرار کی وجہ سے لا کے ملغی ہونے کی وجہ سے ہو کیونکہ لا کے الغاء کی صحت کی شرط فقط تکرار ہے اور تکرار یہاں موجود ہے۔

ولا دخل: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال:**۔ لا کے الغاء کے لئے دو شرطیں ہیں (۱) تکرار کے ساتھ ہو (۲) ان دونوں اسموں کا اعراب ایک ہو اور یہاں شرط ثانی نہیں پائی جاتی؟

جواب:۔ لا کے ملغی ہونے کی صحت کیلئے دونوں اسموں کے اعراب میں موافقت کوئی شرط وضروری نہیں ہے اس کے لئے فقط تکرار کافی ہے۔

رہی یہ بات کہ یہاں مفرد کا عطف مفرد پر ہے یا جملہ کا عطف جملہ پر۔ تو توجیہ اول کے مطابق یعنی جب لا بمعنی لیس ہو تو جملہ کا عطف جملہ پر متعین ہوگا ورنہ لازم آئے گا کہ الا باللہ مرفوع بھی ہو اور منصوب بھی ہو کیونکہ لا بمعنی لیس کی خبر منصوب ہوتی ہے اور لانفی جنس کی خبر مرفوع ہوتی ہے ایک لفظ کا ایک ہی وقت مرفوع اور منصوب ہونا ناجائز ہے اور توجیہ ثانی کے مطابق یعنی جب لا ملغی ہو تو مفرد کا عطف مفرد پر بھی ہوسکتا ہے اور جملہ کا عطف جملے پر بھی ہوسکتا ہے کیونکہ مبتداء کی خبر بھی مرفوع ہوتی ہے اور لائے نفی جنس کی خبر بھی مرفوع ہوتی ہے۔

لا نفی جنس پر ہمزہ داخل ہونے کا ذکر

وَإِذَا دَخَلَتِ الْهَمْزَةُ عَلٰى لَا الَّتِيْ لِنَفْيِ الْجِنْسِ لَمْ يَتَغَيَّرِ الْعَمَلُ أَيْ عَمَلُ لَا أَيْ تَأْثِيْرُهَا فِيْ

اور جب ہمزہ داخل ہو اس لا پر جو نفی جنس کے لیے ہے تو عمل تبدیل نہ ہوگا یعنی لا کا عمل یعنی اعراب و بنا کے اعتبار سے لا کی تاثیر

مَدْخُوْلِهَا إِعْرَابًا وَبِنَاءً لِأَنَّ الْعَامِلَ لَا يَتَغَيَّرُ عَمَلُهُ بِدُخُوْلِ كَلِمَةِ الْإِسْتِفْهَامِ وَمَعْنَاهَا أَيْ مَعْنٰى

اس کے مدخول میں، کیونکہ عامل کا عمل کلمہ استفہام کے دخول کی وجہ سے متغیر نہیں ہوتا اور اس کا معنی یعنی اس ہمزے کا معنی

الْهَمْزَةِ الدَّاخِلَةِ عَلٰى لاَ الَّتِيْ لِنَفْيِ الْجِنْسِ اِمَّا الْاِسْتِفْهَامُ حَقِيْقَةً فَتَقُوْلُ اَلاَ رَجُلَ فِي الدَّارِ
جو لائے نفی جنس پر داخل ہوتا ہے یا استفہام ہے حقیقۃً، پس تم کہو اَلاَ رَجُلَ فِی الدَّارِ ؟
مُسْتَفْهِمًا وَاِمَّا الْعَرْضُ مِثْلُ اَلاَ نُزُوْلَ عِنْدِيْ وَلَمْ يَذْكُرْ سِيْبَوَيْهِ اَنَّ حَالَ اَلاَ فِي الْعَرْضِ
سوال کرتے ہوئے اور یا عرض ہے جیسے اَلاَ نُزُوْلَ عِنْدِیْ اور سیبویہ نے یہ ذکر نہیں کیا کہ عرض میں لا کا حال
كَحَالِهٖ قَبْلَ الْهَمْزَةِ بَلْ ذَكَرَهُ السِّيْرَافِيُّ وَتَبِعَهُ الْجَزُوْلِيُّ وَالْمُصَنِّفُ وَرَدَّ ذٰلِكَ الْاَنْدُلُسِيُّ ،
اس لا کے ہمزہ سے پہلے والے حال کی طرح ہے بلکہ امام سیرافی نے اس کو ذکر کیا اور امام جزولی اور مصنف نے ان کی اتباع کی ہے اور اندلسی نے اس کو رد کیا
وَقَالَ هٰذَا خَطَأٌ لِاَنَّهَا اِذَا كَانَتْ عَرْضًا كَانَتْ مِنْ حُرُوْفِ الْاَفْعَالِ مِثْلُ اِنْ وَلَوْ وَحُرُوْفِ
اور کہا کہ یہ خطا ہے کیونکہ یہ جب عرض ہوا تو افعال کے حروف سے ہوا جیسے اِنْ اور لَوْ اور حروف تحضیض ہیں
التَّحْضِيْضِ فَيَجِبُ انْتِصَابُ الْاِسْمِ بَعْدَهَا نَحْوُ اَلاَ زَيْدًا تُكْرِمُهٗ وَ اِمَّا التَّمَنِّيْ نَحْوُ اَلاَ مَاءَ
تو الا کے بعد اسم کا منصوب ہونا ضروری ہے جیسے اَلاَ زَیْدًا تُکْرِمُہٗ اور یا تمنی جیسے اَلاَ مَاءَ اَشْرِبُہٗ
اَشْرَبُهٗ حَيْثُ لاَ يُرْجٰى مَاءٌ وَاَمَّا قَوْلُهٗ اَلاَ رَجُلاً جَزَاهُ اللّٰهُ خَيْرًا فَهٰذِهٖ عِنْدَ الْخَلِيْلِ لَيْسَتْ لاَ
جہاں پانی کی امید نہ ہو۔ اور شاعر کا قول ع اَلاَ رَجُلاً الخ مرد کو اللہ تعالیٰ بہتر جزا دے تو یہ کلمہ اَلا خلیل نحوی کے نزدیک وہ لائے نفی جنس ہی نہیں
الدَّاخِلَةُ عَلَيْهَا حُرُوْفُ الْاِسْتِفْهَامِ وَلٰكِنَّهٗ حَرْفٌ مَوْضُوْعٌ لِلتَّحْضِيْضِ بِرَاْسِهٖ فَكَاَنَّهٗ قَالَ اَلاَ
جس پر حرف استفہام داخل ہوتا ہے لیکن یہ ایک حرف ہے جو مستقل طور پر تحضیض کے لیے موضوع ہے گویا کہ شاعر نے کہا اَلاَ
تُرُوْنَنِيْ رَجُلاً يَعْنِيْ هَلاَّ تُرُوْنَنِيْ رَجُلاً وَلِذٰلِكَ نُصِبَ وَنُوِّنَ وَهِيَ عِنْدَ يُوْنُسَ لاَ الَّتِيْ
تُرُوْنَنِیْ رَجُلاً (از اراءۃ) یعنی ہَلاَّ تُرُوْنَنِیْ رَجُلاً اسی وجہ سے نصب دیا گیا اور منون (بہ نون تنوین) کیا گیا اور یہ یونس نحوی کے نزدیک
دَخَلَتْ عَلَيْهَا هَمْزَةُ الْاِسْتِفْهَامِ بِمَعْنَى التَّمَنِّيْ فَكَاَنَّ الْقِيَاسَ اَلاَ رَجُلَ وَلٰكِنَّهٗ نُوِّنَ لِضَرُوْرَةِ الشِّعْرِ
وہ لا ہے جس پر ہمزہ استفہام داخل ہوا ہے پس قیاس تو الا رجل (بفتح رجل بلا تنوین) تھا لیکن شاعر نے اسے ضرورت شعر کی وجہ سے تنوین دے دی

خلاصہ متن: ۔ جب لائے نفی جنس پر ہمزہ داخل ہو تو اس کا عمل تبدیل ہو جاتا ہے اور اس ہمزہ کا معنی یا تو استفہام ہوتا ہے یا عرض یا تمنی۔

اغراض جامی بعلی لا التی: سے **شارح کی غرض** بیانِ صلہ ہے۔ یہ دخلت کے صلہ کا بیان ہے۔

اي عمل لا: سے شارح کی غرض بیانِ الف لام ہے۔ الف لام یہ مضاف الیہ کے عوض میں ہے یا الف لام عہد کا ہے۔

اي تاثيرها: سے شارح کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال**:۔ لفظ عمل معرب کے عمل کیلئے بولا جاتا ہے اور لا رجل فی الدار میں رجل معرب نہیں تو لم یتغیر العمل کہنا کیسے درست ہوا؟

جواب:۔ یہاں عمل سے مراد اس کا معنی لغوی یعنی ''اثر کرنا'' ہے اور ظاہر ہے کہ لا کا مدخول معرب ہوگا یا مبنی اس میں لا کا اثر ضروری ہوگا۔ (سوال کاملی ص ۲۶۳)   في مدخولها: سے محل تاثیر کا بیان ہے۔

اعرابًا وبناءً: سے صورت عدم تاثیر کو بیان کیا یعنی اگر ہمزہ کے دخول سے پہلے لا کا اسم معرب تھا تو دخول کے بعد بھی معرب ہوگا اگر پہلے مبنی تھا تو بعد میں بھی مبنی رہے گا۔

لان العامل لايتغير: سے شارح کی غرض عمل کے متغیر نہ ہونے کی وجہ بیان کرنا ہے کہ لا کا عمل کلمہ استفہام داخل ہونے سے متغیر نہیں ہوتا۔

اي معنى الهمزة: سے شارح کی غرض بیانِ مرجع ہے کہ ہا ضمیر کا مرجع وہ ہمزہ ہے جو لا نفی جنس پر داخل ہو۔

حقيقتا: سے شارح کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ تمنی اور عرض بھی استفہام ہیں لہذا استفہام کے بعد ان کو ذکر کرنا مستدرک ہے؟

جواب:۔ یہاں مراد استفہام حقیقی ہے اور تمنی اور عرض استفہام حقیقی نہیں بلکہ ان کو مجازاً استفہام کہا جاتا ہے۔

ہمزہ استفہام کی مثال جیسے الا رجل في الدار عرض کی مثال الا نزول عندي.

ولم يذكر: سے شارح کی غرض صاحب کافیہ پر اعتراض کرنا ہے۔ صاحب کافیہ نے اپنی کتاب کافیہ میں قواعد کے بیان میں سیبویہ کی اتباع کی ہے اور سیبویہ نے یہ ذکر نہیں کیا کہ لا کا حال عرض میں اس حال کے مثل ہے جو ہمزہ کے داخل ہونے سے پہلے ہے بلکہ اس کو سیرانی نے ذکر کیا ہے جزدلی اور مصنف نے اس کی اتباع کی ہے اور اندلسی نے اس کو رد کر دیا ہے۔ اس نے کہا کہ یہ کہنا کہ لا کا حال عرض میں اس کے حال اول جیسا ہوگا یہ غلط ہے بلکہ جب عرض ہو تو وہ حروف افعال میں سے ہو جائے گا یعنی ان حروف میں سے جو فعل پر داخل ہوتے ہیں مثلاً ان اور حرف تحضیض لہذا اس کے بعد فعل کا ہونا ضروری ہوگا خواہ فعل مقدر ہو یا ملفوظ جب فعل ملفوظ نہیں ہوگا تو مقدر ہوگا اور فعل مقدر کی وجہ سے منصوب ہوگا جیسے الا زيدا تكرمه اس میں زید منصوب ہے فعل مقدر کی وجہ سے جس کی تفسیر بعد والا فعل کر رہا ہے اور تمنی کی مثال الا ماء اشربه اس میں تمنی کے معنی اس وقت ہونگے جب پانی کی امید نہ ہو، اگر پانی کی امید ہو تو اس وقت استفہام حقیقی ہوگا اور ہمزہ کو تمنی کے لئے کرنا درست نہیں ہوگا۔

واما قوله: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: آپ کا یہ کہنا کہ جب لائے نفی جنس پر ہمزہ داخل ہو تو اس کا عمل تبدیل نہیں ہوتا یہ منقوض ہے قائل نے قول الا رجلا جزاہ اللہ خیرا کے ساتھ اس میں ہمزہ کی وجہ سے لا کا عمل تبدیل ہو گیا ہے بناء سے اعراب کی طرف۔

جواب (۱): خلیل نحوی کے نزدیک یہ لا وہ لا نہیں کہ جس پر حرف استفہام داخل ہو بلکہ یہ حروف تحضیض میں سے ہے اور رجلا سے پہلے فعل مقدر ہے اس فعل کی وجہ سے اس پر نصب اور تنوین آئی ہے گویا کہ کہنے والے نے یوں کہا الا ترونني رجلا یعنی هل لا ترونني رجلا اس فعل مقدر کی وجہ سے اس پر نصب اور تنوین آئی ہے۔

جواب (۲): یونس نحوی کے نزدیک یہ وہی لا ہے جس پر ہمزہ استفہام داخل ہوتا ہے تمنی کے معنی میں ہے قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ الا رجل مبنی ہو لیکن اس کو تنوین ضرورت شعری کی وجہ سے دی گئی ہے۔

لا نفی جنس کی صفت کا اعراب

وَنَعْتُ اسْمِ لاَ الْمَبْنِيِّ لاَ نَعْتُ اسْمِهَا الْمُعْرَبِ اِحْتِرَازٌ عَنْ مِثْلِ لاَ غُلاَمَ رَجُلٍ ظَرِيْفًا اَلْاَوَّلُ

اور لا کے اسم مبنی کی نعت لا کے اسم معرب کی نعت نہیں یہ لاَ غُلاَمَ رَجُلٍ ظَرِيْفًا کے مثل سے احتراز ہے اول

بِالرَّفْعِ صِفَةٌ لِلنَّعْتِ اَیْ لاَ الثَّانِيْ وَمَا بَعْدَهُ اِحْتِرَازٌ عَنْ مِثْلِ لاَ رَجُلَ ظَرِيْفٌ كَرِيْمٌ فِي الدَّارِ

رفع کے ساتھ نعت کی صفت ہے یعنی (نعت اول) نعت ثانی اور اس کا مابعد نہیں یہ لاَ رَجُلَ ظَرِيْفٌ كَرِيْمٌ فِي الدَّارِ کے مثل سے احتراز ہے

مُفْرَدًا حَالٌ مِنْ ضَمِيْرِ مَبْنِيٍّ وَالْعَامِلُ فِيْهِ مَبْنِيٌّ اِحْتِرَازٌ عَنْ مِثْلِ لاَ رَجُلَ حَسَنُ الْوَجْهِ يَلِيْهِ

مفرد ہونے کی حالت میں مبنی کی ضمیر حال ہے اور اس میں مبنی عامل ہے اس سے لاَ رَجُلَ حَسَنُ الْوَجْهِ کے مثل سے احتراز ہے

حَالٌ بَعْدَ حَالٍ اَوْ صِفَةُ مُفْرَدًا اِحْتِرَازٌ عَنِ الْمَفْصُوْلِ نَحْوُ لاَ غُلاَمَ فِيْهَا ظَرِيْفٌ وَهٰذَا الْقَيْدُ

اس کے ساتھ متصل ہو حال کے بعد حال ہے یا مفردا کی صفت ہے یہ مفصول سے احتراز ہے جیسے لاَ غُلاَمَ فِيْهَا ظَرِيْفٌ اور یہ قید

يُغْنِيْ عَنِ الْاَوَّلِ مَبْنِيٌّ عَلَى الْفَتْحِ حَمْلاً عَلَى الْمَنْعُوْتِ لِمَكَانِ الْاِتِّحَادِ بَيْنَهُمَا وَتَوَجُّهِ النَّفْيِ

قید اول سے بے نیاز کرتی ہے مبنی ہوگی فتح پر موصوف پر محمول کرتے ہوئے دونوں کے درمیان اتحاد واتصال موجود ہونے کی وجہ سے اور نفی

اِلَيْهِ اَیْ اِلَى النَّعْتِ حَقِيْقَةً وَالْمَبْنِيُّ فِيْ قَوْلِهِ وَنَعْتُ الْمَبْنِيِّ اِشَارَةٌ اِلٰى مَا يُبْنٰى عَلَى الْفَتْحِ

نعت کی طرف متوجہ ہونے کی وجہ سے حقیقۃً، اور مصنف کے قول وَنَعْتُ الْمَبْنِيِّ "المبنی" اس مبنی کی طرف اشارہ ہے جو بالاصالۃ مبنی بر فتح ہو

بِالْاِصَالَةِ لَا بِالتَّبْعِيَّةِ فَإِنَّهُ الْمَذْكُوْرُ سَابِقًا فَلَا يَرِدُ أَنَّهُ إِذَا كُرِّرَ اسْمُ لَا الْمَبْنِيُّ وَبُنِيَ عَلَى

بالتبعیۃ نہیں، پس وہ سابق میں مذکور ہے لہٰذا یہ سوال وارد نہ ہوگا کہ جب مبنی کو مکرر لایا جائے اور مکرر کو (اول کی طرح) مبنی بر فتح کیا جائے

الْفَتْحِ ثُمَّ جِيْءَ بِنَعْتٍ لَا يَجُوْزُ بِنَاؤُهُ مِثْلُ لَا مَاءَ مَاءَ بَارِدًا مَعَ أَنَّهُ يَصْدُقُ عَلَيْهِ أَنَّهُ نَعْتُ الْمَبْنِيِّ

پھر نعت لائی جائے تو اس نعت کی بناء جائز نہ ہوگی جیسے لَا مَاءَ مَاءَ بَارِدًا باوجودیکہ اس پر صادق آتا ہے کہ یہ مبنی اول کی نعت ہے

الْاَوَّلُ مُفْرَدًا يَلِيْهِ فَإِنَّ بَارِدًا فِيْ هٰذَا الْمِثَالِ نَعْتٌ لِلتَّابِعِ لَا لِلْمَتْبُوْعِ كَمَا هُوَ الظَّاهِرُ وَلَوْ جُعِلَ

مفرد ہے اس کے ساتھ متصل ہے، پس اس مثال میں باردا تابع کی نعت ہے متبوع (ماء اول) کی نہیں جیسا کہ ظاہر ہے اور اگر اس کو متبوع کی نعت

نَعْتًا لِلْمَتْبُوْعِ فَلَيْسَ مِمَّا يَلِيْهِ لِتَوَسُّطِ التَّابِعِ بَيْنَهُمَا وَمُعْرَبٌ لِاَنَّ الْاَصْلَ فِي التَّوَابِعِ تَبْعِيَّتُهَا

قرار دیا جائے تو یہ ان سے نہیں جو اسکے ساتھ متصل ہوتی ہیں دونوں کے درمیان تابع کا واسطہ کی وجہ سے، اور معرب ہوگی کیونکہ توابع اصل ان کا

لِمَتْبُوْعَاتِهَا فِي الْاِعْرَابِ دُوْنَ الْبِنَاءِ رَفْعًا حَمْلًا عَلٰى مَحَلِّهِ الْبَعِيْدِ وَنَصْبًا حَمْلًا عَلَى اللَّفْظِ

اپنے متبوعات کے لیے اعراب میں تابع ہوتا ہے نہ بناء میں رفع دیا جائے گا اس کے محل بعید پر حمل کرنے کی وجہ سے اور نصب دی جائیگی لفظ

أَوْ عَلٰى مَحَلِّهِ الْقَرِيْبِ نَحْوُ لَا رَجُلَ ظَرِيْفَ بِالْفَتْحِ وَظَرِيْفٌ بِالرَّفْعِ وَظَرِيْفًا بِالنَّصْبِ وَإِلَّا

یا اس کے محل قریب پر حمل کرنے کی وجہ سے جیسے لَا رَجُلَ ظَرِيْفَ فتح کے ساتھ اور ظریفٌ رفع کے ساتھ اور ظریفاً نصب کے ساتھ

أَيْ وَإِنْ لَمْ يَكُنِ النَّعْتُ كَذٰلِكَ فَالْاِعْرَابُ أَيْ فَحُكْمُهُ الْاِعْرَابُ لَا غَيْرُ رَفْعًا حَمْلًا عَلَى الْمَحَلِّ

یعنی اگر نعت اس طرح نہ ہو تو اعراب ہے یعنی تو اس کا حکم اعراب ہے دوسرا کوئی رفع نہیں دیا جائے گا محل بعید پر حمل کرنے کی وجہ سے

الْبَعِيْدِ أَوْ نَصْبًا حَمْلًا عَلَى اللَّفْظِ أَوِ الْمَحَلِّ الْقَرِيْبِ وَقَدْ مَرَّتْ أَمْثِلَتُهُ فِيْ بَيَانِ فَوَائِدِ الْقُيُوْدِ

اور نصب دی جائے گی لفظ یا محل قریب پر حمل کرنے کی وجہ سے اور نعت کے معرب ہونے کی مثالیں فوائد قیود کے بیان میں گذر چکی ہیں

خلاصہ متن: ۔صاحب کافیہ فرماتے ہیں۔لانفی جنس کے اسم مبنی کی نعت میں دو وجہیں جائز ہیں اس کو مبنی برفتحہ پڑھنا جائز ہے اور معرب پڑھنا بھی جائز ہے پھر معرب پڑھنے کی صورت میں اس کو منصوب پڑھنا بھی جائز ہے اور مرفوع پڑھنا بھی۔ بشرطیکہ اس نعت میں تین شرطیں پائی جائیں (۱) نعت اول ہو (۲) مفرد ہو (۳) منعوت کے متصل ہو۔

اغراض جامی: اسم لا: سے **شارح کی غرض** بیان ترکیب ہے المبنی صفت ہے موصوف محذوف کی جو کہ اسم لا ہے۔

بالرفع: سے **شارح کی غرض** الاول کے اعراب مع وجہ اعراب کو بیان کرنا ہے۔ یہ مرفوع ہے اس بناء پر کہ وہ

صفت ہے نعت کی۔

__لا نعتُ اسمِھا:__ سے **شارح کی غرض** بیانِ احتراز ہے۔مبنی کی قید احترازی ہے اس سے احتراز ہے اسم معرب کی نعت سے جیسے لا غلام رجل ظریفا۔

__بالرفع:__ سے غرض الاول کے اعراب اور اس کی وجہ بیان کرنا ہے الاول مرفوع ہے کیونکہ یہ نعت کی صفت ہے۔

__لا الثانی:__ سے **شارح کی غرض** بیانِ احتراز ہے۔اول کی قید بھی احترازی ہے اس سے احتراز ہے ثانی اور ثالث نعت سے جیسے لا رجل ظریفٌ کریم فی الدار اس میں کریم نعت ثانی ہے اول نہیں۔

__احتراز:__ سے **شارح کی غرض** یہ بیان کرنا ہے کہ مفرد کی قید احترازی ہے اس سے مضاف شبہ مضاف سے احتراز ہے کیونکہ اگر نعت مضاف یا شبہ مضاف ہو تو وہ معرب ہوگی جیسے لا رجل حسنَ الوجه.

__حال:__ سے **شارح کی غرض** یلیہ کی ترکیب بیان کرنا ہے کہ اس کی ترکیب میں دو احتمال ہیں (۱) یہ حال بعد حال ہے یعنی یہ بھی مبنی کی ضمیر سے حال ہے (۲) یا مفرد کی صفت ہے۔

__احتراز:__ سے **شارح کی غرض** یہ بیان کرنا ہے کہ یلیہ کی قید احترازی ہے اس سے احتراز ہے اس نعت سے جو اسم لا کے متصل نہ ہو اس لئے کہ اس کا معرب ہونا متعین ہے جیسے لا غلام فیھا ظریف.

__وھذا القید:__ سے **شارح کی غرض** صاحب کافیہ پر اعتراض کرنا ہے۔یلیہ کی قید اول سے مستغنی کر دیتی ہے اس لئے کہ جب نعت لا کے اسم کے ساتھ متصل ہوگی تو وہ لامحالہ نعت ثانی اور نعت ثالث نہیں ہوگی۔

__حملا:__ سے **شارح کی غرض** مبنی علی الفتح ہونے کے جواز کی وجہ کا بیان ہے۔وجہ یہ ہے کہ اس کو منعوت پر محمول کیا جائے گا۔

__لمکان:__ سے **شارح کی غرض** حمل کی وجہ کا بیان ہے اس کی تین وجہ بیان کیں۔(۱) اس کو منعوت پر اس لئے محمول کیا جائے گا کہ نعت اور منعوت باہم متحد ہوتی ہیں (۲) اور اس وجہ سے کہ نعت منعوت کے ساتھ متصل ہے (۳) اور اس وجہ سے کہ نفی حقیقت میں نعت کی طرف متوجہ ہوتی ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ جب نفی مقید بالقید کی ہو تو نفی حقیقت میں قید کی طرف راجع ہوتی ہے اور یہاں قید سے مراد نعت ہے چونکہ وہ مفرد ہے لہذا وہ مبنی بر فتح ہوگی۔

__والمبنی:__ سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ یہ قاعدہ منقوض ہے لا ماءَ ماءَ بارداً کے ساتھ اس لئے کہ اس میں بارداً مبنی کی نعت ہے اور یہ بھی اول اور مفرد بھی ہے اور اس کے ساتھ متصل بھی ہے حالانکہ یہ معرب ہے مبنی نہیں ہے۔

جواب:۔ متن میں مبنی سے مراد مبنی علی الفتح بالاصالۃ ہے اور مثال مذکور میں اگر بارداً کو ماء ثانی کی صفت بنایا جائے تو ماء ثانی

مبنی علی الفتح بالاصالہ نہیں ہے بلکہ بالتبع ہے اس لئے کہ یہ ماء اول کا تابع ہے اس لئے اس کی صفت باردٌ معرب ہے نہ کہ مبنی
(۲) اور اگر باردٌ ماء اول کی نعت ہوتو پھر درمیان میں ماء کا فاصلہ ہے تو یلیہ والی شرط مفقود ہو جائے گی تب بھی باردٌ معرب ہوگا۔

لان الاصل: سے **شارح کی غرض** معرب پڑھنے کی وجہ کا بیان ہے۔اس کا معرب پڑھنا اس لئے جائز ہے کہ توابع میں اصل یہ ہے کہ وہ اپنے متبوعات کے اعراب میں تابع ہوں نہ کہ بناء میں اسی وجہ سے اس کو معرب پڑھنا بھی جائز ہے۔

حملا: سے **شارح کی غرض** معرب ہونے کی صورت میں مرفوع پڑھنے کے جواز کی وجہ کا بیان ہے۔ معرب اس لئے ہوگا کہ اس کو محل بعید پر محمول کیا جائے گا۔

حملا علی اللفظ: سے **شارح کی غرض** معرب کی صورت میں منصوب پڑھنے کے جواز کی وجہ کا بیان ہے کہ لفظ پر یا محل قریب پر محمول کرتے ہوئے منصوب پڑھنا جائز ہے۔

نحو لا رجلَ ظریفَ: سے **شارح کی غرض** بیانِ مثال ہے۔ یہ مثال مطابق ہے اس میں ظریف لانفی جنس کے اسم مبنی کی صفت اول ہے اور مفرد ہے اور اس کے متصل ہے لہٰذا اس کو مبنی بر فتح بھی پڑھ سکتے ہیں اور معرب بھی۔ پھر معرب کے بعد مرفوع بھی پڑھ سکتے ہیں اور منصوب بھی۔

وَاِلاَّ اَیْ وَاِنْ لَمْ یَکُنِ النَّعْتُ: سے **شارح کی غرض** توضیح متن ہے۔ اگر نعت اوصاف مذکورہ کے ساتھ متصف نہ ہو تو اس کا معرب ہونا یقینی ہے اور معرب ہونے کی صورت میں اس کو محل بعید پر محمول کر کے مرفوع بھی پڑھ سکتے ہیں اور محل قریب یا لفظ پر محمول کر کے منصوب پڑھنا بھی جائز ہے اور اس کی مثالیں فوائد قیود کے بیان میں گزر چکی ہیں۔

لا نفی جنس کے معطوف کا اعراب

وَالْعَطْفُ عَلَى اسْمِ لاَ الْمَبْنِيِّ إِذَا كَانَ الْمَعْطُوْفُ نَكِرَةً بِلاَ تَكْرِيْرِ لاَ فِي الْمَعْطُوْفِ فَإِنَّهُ
اور عطف لا کے اسم مبنی پر جب کہ معطوف نکرہ ہو اور معطوف میں لا مکرر بھی نہ ہو کیونکہ جب
إِذَا كَانَ الْمَعْطُوْفُ مَعْرِفَةً وَجَبَ رَفْعُهُ نَحْوُ لاَ غُلاَمَ لَكَ وَالْفَرَسُ وَإِذَا كَانَ لاَ مُكَرَّرًا فِي
معطوف معرفہ ہو تو اس کا رفع واجب ہے جیسے لاَ غُلاَمَ لَکَ وَالْفَرَسُ اور جب لا معطوف میں مکرر ہو
الْمَعْطُوْفِ فَحُكْمُهُ مَا عُلِمَ فِي قَوْلِهِ لاَ حَوْلَ وَلاَ قُوَّةَ فِيْمَا سَبَقَ بِأَنْ يُحْمَلَ عَلَى اللَّفْظِ اَيْ
تو اس کا حکم وہی ہے جو مصنف کے قول لاحول ولا قوۃ میں ماسبق میں گزرا ہے یہ کہ لا کو لفظ پر محمول کیا جائے یعنی

لَفْظِ اسْمِ لَا وَيُجْعَلَ مَنْصُوْبًا وَ بِأَنْ يُحْمَلَ عَلَى الْمَحَلِّ وَيُجْعَلَ مَرْفُوْعًا جَائِزٌ وَلَا يَجُوْزُ فِيْهِ

لا کے اسم مبنی کے لفظ پر اور منصوب کیا جائے اور یہ کہ محل پر محمول کیا جائے اور مرفوع کیا جائے جائز ہے اور اس میں بناء جائز نہیں

الْبِنَاءُ لِمَكَانِ الْفَصْلِ بِالْعَاطِفِ وَلَمْ يُجْعَلْ فِيْ حُكْمِ الْمُتَّصِلِ لِمَظَنَّةِ الْفَصْلِ بِلَا الْمُؤَكِّدَةِ إِذِ

فصل بالعاطف کی وجہ سے اور معطوف کو لائے مؤکدہ (زائدہ) کے ساتھ فصل کے گمان کی وجہ سے متصل کے حکم میں نہیں کیا گیا

الْمَعْطُوْفُ عَلَى النَّفْيِ تُزَادُ فِيْهِ لَا كَثِيْرًا نَحْوُ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ مِثْلُ لَا أَبَ وَابْنًا وَابْنٌ فِيْ قَوْلِ الشَّاعِرِ

کیونکہ منفی پر جو معطوف ہوتا ہے اس میں بکثرت لا زیادہ کیا جاتا ہے جیسے لاحول ولاقوۃ جیسے لا اَبَ وَابْنًا وَابْنٌ شاعر کے قول میں

وَلَا أَبَ وَابْنًا مِثْلُ مَرْوَانَ وَابْنِهٖ	إِذَا هُوَ بِالْمَجْدِ ارْتَدٰى وَتَأَزَّرَا
اور نہیں ہے کوئی باپ اور بیٹا مروان اور اس کے بیٹے کی طرح	جب کہ وہ بزرگی کی چادر اوڑھے ہوئے ہے

وَسَائِرُ التَّوَابِعِ لَا نَصَّ عَنْهُمْ فِيْهَا لٰكِنْ يَنْبَغِيْ أَنْ يَكُوْنَ حُكْمُهَا حُكْمَ تَوَابِعِ الْمُنَادٰى كَذَا ذَكَرَهُ الْأَنْدَلُسِيُّ

اور باقی توابع کے بارے میں نحویوں سے کوئی واضح دلیل منقول نہیں لیکن مناسب ہے کہ ان کا حکم منادی کے توابع کا حکم ہو اندلسی نے اسی طرح ذکر کیا

خلاصہ متن وشرح: ۔لائے نفی جنس کے اسم مبنی کے معطوف میں دو وجہیں جائز ہیں اس کو محل پر محمول کرتے ہوئے مرفوع پڑھنا بھی جائز ہے اور لفظ پر محمول کرتے ہوئے منصوب پڑھنا بھی جائز ہے یہ دو وجہیں اس وقت جائز ہیں جب کہ معطوف میں دو شرطیں پائی جائیں (۱) معطوف نکرہ ہو معرفہ نہ ہو (۲) لا کا تکرار نہ ہو۔ اس لئے کہ اگر معطوف معرفہ ہو تو اس پر رفع واجب ہے جیسے لا غلام لک و الفرس اور دوسری شرط اس لئے لگائی کہ اگر لا کا تکرار ہو تو پھر اس کا حکم یہ نہیں ہوگا بلکہ اس کا حکم لا حول و لا قوۃ الا باللہ والا ہوگا اس میں پانچ وجہیں جائز ہونگی۔ جب مذکورہ دو شرطیں پائی جائیں تو دو وجہیں جائز ہیں لیکن مبنی پڑھنا جائز نہیں ہے اسلئے کہ واؤ عاطفہ کے ذریعے معطوف معطوف علیہ کے درمیان فاصل پایا جاتا ہے جبکہ بناء کیلئے اتصال ضروری ہے اور اس کو متصل کے حکم میں بھی نہیں کر سکتے اس لئے یہ ایسی جگہ میں واقع ہے کہ جہاں لا کے ذریعے سے فصل کا گمان ہوتا ہے کہ کیونکہ معطوف علی المنفی میں عام طور پر لا زائدہ ہوتا ہے جیسے لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

<u>مثلُ لا اَبَ وَابْنًا وابنٌ:</u> یہ مثال مطابقی ہے اس میں اب لائے نفی جنس کا اسم ہے اور یہ مبنی ہے اور ابنا یہ اب پر معطوف ہے اور یہ نکرہ ہے اور لا کا تکرار بھی نہیں ہے لہٰذا اس میں دو وجہیں جائز ہیں اس کو اب کے لفظ پر محمول کرتے ہوئے منصوب بھی پڑھ سکتے ہیں اور محل پر محمول کرتے ہوئے مرفوع بھی پڑھ سکتے ہیں۔

فائدہ: یہ شعر کا ایک حصہ ہے اور پورا شعر اس طرح ہے۔

وَلاَ أَبَ وَابْنَـا مِثْلُ مَـرْوَانَ وَابْنِـه	إِذْ هُـوَ بِـالْـمَـجْـدِ ارْتَـدٰى وَتَـأَزَّرَا
اور نہیں ہے باپ اور نہ بیٹا مثل مروان اور اس کے بیٹے کے	کیونکہ اس نے بزرگی کی چادر اور شلوار پہن لی ہے

شاعر کی غرض اس شعر میں مروان اور اسکے بیٹے کی تعریف کرنا ہے کہ کوئی بیٹا مروان اور اس کے بیٹے کی مثل نہیں ہے اس لئے کہ مروان نے بزرگی کی چادر اور ازار پہن رکھی ہے۔

اغراض جامی : وسائر: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال:**۔ اس بات کی کیا وجہ ہے کہ مصنف نے توابع میں سے نعت کو بھی ذکر کیا اور معطوف کو بھی ذکر کیا اور باقی توابع کو ذکر نہیں کیا۔

جواب:۔ چونکہ باقی توابع کے بارے میں نحاۃ سے کوئی تصریح نہیں ہے اسی وجہ سے مصنف نے بقیہ کو ذکر نہیں کیا لیکن مناسب یہ ہے کہ ان کا حکم منادی کے توابع والا حکم ہو۔

ایک سوال مقدر کا جواب

وَمِثْلُ لاَ اَبَالَهُ وَلاَ غُلاَمَيْ لَهُ   اَیْ کُلُّ تَرْکِیْبٍ یَکُوْنُ فِیْهِ بَعْدَ اسْمِ لاَ الَّتِیْ لِنَفْیِ الْجِنْسِ لاَمُ
اور لا ابالہ و لا غلامی لہ کی مثل یعنی ہر وہ ترکیب جس میں لائے نفی جنس کے اسم کے بعد لام اضافت ہو
الْإِضَافَةِ وَاُجْرِیَ عَلٰی ذٰلِکَ الْاِسْمِ اَحْکَامُ الْإِضَافَةِ مِنْ إِثْبَاتِ الْاَلِفِ فِیْ نَحْوِ اَبٍ وَحَذْفِ النُّوْنِ
اور اس اسم پر اضافت کے احکام جاری کئے گئے ہوں یعنی الف کو باقی رکھنا اب کی مثل میں اور غلامین کی مثل سے
مِنْ نَحْوِ لاَ غُلاَمَیْنِ جَائِزٌ یَعْنِیْ أَنَّ الْاَصْلَ فِیْ مِثْلِ هٰذَیْنِ التَّرْکِیْبَیْنِ أَنْ یُّقَالَ لاَ اَبَ لَهُ.
نون کا حذف کرنا جائز ہے یعنی ان دونوں ترکیبوں کے مثل میں اصل یہ ہے کہ لا اب لہ
وَلاَ غُلاَمَیْنِ لَهُ فَیَکُوْنُ اسْمُ لاَ فِیْهِمَا مَبْنِیًّا عَلٰی مَا یُنْصَبُ بِهٖ وَالْجَارُّ مَعَ الْمَجْرُوْرِ خَبَرًا لَهَا
ولا غلامین لہ کہا جائے پس دونوں میں لا کا اسم ما ینصب بہ پر مبنی ہوگا اور جار اپنے مجرور کے ساتھ (یعنی لہ) لائے نفی جنس کی خبر ہوگی
وَقَدْ جَاءَ عَلٰی قِلَّةٍ مِثْلُ لاَ اَبَالَهُ وَلاَ غُلاَمَیْ لَهُ بِزِیَادَةِ الْاَلِفِ فِیْ مِثْلِ اَبٍ وَاِسْقَاطِ النُّوْنِ فِیْ مِثْلِ
اور علی وجہ القلۃ لا ابالہ و غلامی لہ الف کے اضافہ کے ساتھ اب کے مثل میں اور غلامین کے مثل میں نون کے حذف کے ساتھ آیا ہے
غُلاَمَیْنِ کَمَا فِیْ حَالِ الْإِضَافَةِ تَشْبِیْهًا لَهُ   اَیْ لِاسْمِ لاَ فِیْ هٰذَیْنِ التَّرْکِیْبَیْنِ مَعَ اَنَّهُ لَیْسَ
جیسا کہ اضافت کی حالت میں ہوتا ہے اس کی تشبیہ کی وجہ سے یعنی ان دونوں ترکیبوں میں لا کے اسم کی تشبیہ کی وجہ سے

بِمُضَافٍ بِالْمُضَافِ وَإِجْرَاءُ لِاَحْكَامِ الْمُضَافِ عَلَيْهِ بِإِثْبَاتِ الْاَلِفِ وَحَذْفِ النُّونِ فَيَكُونُ

باوجودیکہ مضاف نہیں مضاف کے ساتھ اور الف کا اثبات اور نون کا حذف کر کے اس پر مضاف کے احکام جاری کرنے کی وجہ سے

مُعْرَبًا وَذٰلِكَ التَّشْبِيهُ إِنَّمَا هُوَ لِمُشَارَكَتِهٖ اَىْ لِمُشَارَكَةِ اسْمِ لَا حِيْنَ يُضَافُ بِإِظْهَارِ اللَّامِ

پس لا کا اسم معرب ہوگا اور یہ تشبیہ اس کے مشارک ہونے کی وجہ سے ہے یعنی لا کے اسم کی مشارکت کی وجہ سے جبکہ اسے مضاف کیا جائے اس کے

بَيْنَهٗ وَبَيْنَ مَا يُضَافُ إِلَيْهِ لَهٗ اَىْ لِلْمُضَافِ فِيْ اَصْلِ مَعْنَاهُ اَىْ مَعْنَى الْمُضَافِ مِنْ حَيْثُ هُوَ

اور اس کے مضاف الیہ کے درمیان لام کو ظاہر کر کے اس کے لیے یعنی مضاف الیہ کے لیے اس کے اصل معنی میں یعنی مضاف کے اصلی معنی میں

مُضَافٌ يَعْنِي الْإِضَافَةَ وَهُوَ الْإِخْتِصَاصُ اَوِ الْمَعْنٰى اَنَّ مِثْلَ لَا اَبَا لَهٗ وَلَا غُلَامَيْ لَهٗ جَائِزٌ تَشْبِيهُهَا

اسکے مضاف ہونے کی حیثیت سے "یعنی اضافت" اور وہ اختصاص ہے یا معنی یہ ہے کہ لَا اَبَا لَهٗ وَلَا غُلَامَيْ لَهٗ کی مانند جائز ہے اس کی تشبیہ کی وجہ سے

لَهٗ اَىْ لِمِثْلِ هٰذَيْنِ التَّرْكِيْبَيْنِ حَيْثُ لَا إِضَافَةَ فِيْهِ بِالْمُضَافِ اَىْ بِتَرْكِيْبٍ يَشْتَمِلُ عَلَى

یعنی ان دونوں ترکیبوں کے مثل کی تشبیہ کی وجہ سے کہ اس میں اضافت نہیں مضاف کے ساتھ یعنی ایسی ترکیب کے ساتھ جو اضافت پر

الْإِضَافَةِ لِمُشَارَكَتِهٖ اَىْ مُشَارَكَةِ هٰذَيْنِ التَّرْكِيْبَيْنِ لَهٗ اَىْ لِمَا يَشْتَمِلُ عَلَى الْإِضَافَةِ فِيْ اَصْلِ

مشتمل ہو یعنی ان دونوں ترکیبوں کے مثل کے اس کے یعنی اس ترکیب کے مشارک ہونے کی وجہ سے جو کہ اضافت پر مشتمل ہو

مَعْنَاهُ اَىْ مَعْنٰى مَا يَشْتَمِلُ عَلَى الْإِضَافَةِ وَهُوَ الْإِخْتِصَاصُ إِلَّا اَنَّ بَيْنَ الْإِخْتِصَاصَيْنِ تَفَاوُتًا

اس کے اصلی معنی میں یعنی ایسے معنی جو اضافت پر مشتمل ہو اور وہ اختصاص ہے مگر دونوں اختصاصوں میں فرق ہے

فَإِنَّ الْإِخْتِصَاصَ الْمَفْهُوْمَ مِنَ التَّرْكِيْبِ الْإِضَافِيِّ اَتَمُّ مِمَّا يُفْهَمُ مِنْ غَيْرِهٖ

پس وہ اختصاص جو اس ترکیب سے مفہوم ہوتا ہے وہ اس اختصاص سے اتم ہے جو غیر اضافی سے مفہوم ہوتا ہے۔

خلاصہ متن:۔ یہاں سے صاحب کافیہ کی غرض سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال:۔ یہ ہے کہ ماقبل میں آپ نے کہا کہ جب لائے نفی جنس کا اسم نکرہ مفردہ ہوتو وہ مبنی برفتحہ ہوتا ہے یہ قاعدہ منقوض ہے لا ابا له ولا غلامی له کی مثل کے ساتھ اس لئے کہ پہلی مثال میں لا کا اسم یعنی ابا نکرہ مفردہ ہے حالانکہ یہ مبنی برفتحہ نہیں ہے کیونکہ اگر یہ مبنی برفتحہ ہوتا تو لا اب له الف کے بغیر کہا جاتا اور لا غلامی له میں لا کا اسم یعنی غلامین نکرہ مفردہ ہے حالانکہ یہ مبنی برفتحہ نہیں کیونکہ اگر یہ مبنی برفتحہ ہوتا تو لا غلامین له نون کے اثبات کے ساتھ بولا جاتا؟

جواب: ۔اگر چہ ان دونوں مثالوں میں لا کا اسم حقیقتاً مضاف نہیں لیکن اس کو مضاف کے ساتھ تشبیہ دے کر اس پر مضاف والے احکام جاری کر دیتے ہیں باقی تشبیہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ یہ مضاف کے ساتھ اس کے اصل معنی میں شریک ہے جو کہ اختصاص ہے۔

اغراض جامی: ای کل ترکیب: سے **شارح کی غرض** تعیین مراد ہے۔صاحب کافیہ نے لفظ مثل بڑھا کر جس ضابطے کی طرف اشارہ کیا ہے، یہاں سے شارح اس کو صراحتاً بیان کر رہے ہیں۔مثل سے مراد ہر وہ ترکیب کہ جس میں لانفی جنس کے اسم کے بعد لام اضافت ہو اس پر اضافت والے احکام جاری کئے گئے ہوں یعنی الف کو ساقط کرنا اور نون کو حذف کرنا جیسے **لا ابا له و لا غلامی له**.

یعنی ان الاصل: سے **شارح کی غرض** اعتراض کی وضاحت ہے۔ان دونوں ترکیبوں میں اصل یہ تھا کہ **لا اب له** اور **لا غلامین له** کہا جاتا اور ان میں لانفی جنس کا اسم علامت نصب پر مبنی ہوتا اور جار مجرور اس کی خبر ہوتی لیکن اس میں قلت کے ساتھ۔لا ابا لہ میں الف کو زیادہ کر دیا جاتا ہے اور لا غلامین میں نون تثنیہ کو ساقط کر دیا جاتا ہے اور لا غلامی لہ کہا جائے جیسا کہ اضافت میں کہا جاتا ہے۔

واجراء: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔جب ان مثالوں میں لا کے اسم کو مضاف کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے تو ان کو معرب منصوب پڑھنا واجب ہونا چاہیے نہ کہ جائز اس لئے کہ جب لا کا اسم نکرہ شبہ مضاف لا کے متصل ہو تو اس کو معرب منصوب پڑھنا واجب ہوتا؟

جواب: ۔یہاں تشبیہ سے مراد حقیقتاً تشبیہ نہیں ہے بلکہ مشابہت سے مراد لا کے اسم پر مضاف کے احکام جاری کرنے میں مشابہت ہے۔

وذلک التشبیہ لمشارکتہ: سے **شارح کی غرض** تشبیہ کی وجہ کا بیان کرنا ہے۔یعنی ان مثالوں میں لا کے اسم کو مضاف کے ساتھ اس لئے تشبیہ دی گئی ہے کہ یہ مضاف کے ساتھ اس کے اصل معنی میں شریک ہے اور وہ اختصاص والا معنی ہے

او المعنی: سے **شارح کی غرض** تشبیہا لہ کے دوسرے معنی کو بیان کرنا ہے اگر چہ مآل کے اعتبار سے ایک ہے لیکن لفظوں کے اعتبار سے فرق ہے وہ یہ ہے کہ پہلے معنی کے مطابق تشبیہا لہ اور لمشارکتہ کی ضمیر کا مرجع اسم لا کو بنایا گیا اور لہ کی ضمیر کا مرجع مضاف تھا لیکن اس معنی کے اعتبار سے تشبیہا لہ اور لمشارکتہ ان دونوں کی ضمیروں کا مرجع مثل ہے اور لہ کی ضمیر کا مرجع وہ ترکیب ہے جو اضافت پر مشتمل ہو معنی یہ ہوگا لا ابا لہ اور لا غلامی لہ کی مثل جائز ہے۔اس جیسی ترکیبوں کو جن میں اضافت نہ ہو اس ترکیب کے ساتھ تشبیہ دیتے ہوئے جو اضافت پر مشتمل ہو اس لئے کہ اس جیسی ترکیبیں اس ترکیب کے ساتھ جو اضافت

پر مشتمل ہو اس کے اصل معنی میں مشارک ہیں اور وہ اصل معنی اختصاص ہے۔

الا ان: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔ الا ابا لہ اور لا غلامی لہ یہ ترکیب خبری ہیں اور لا اباہ اور لا غلامیہ یہ ترکیب اضافی ہیں اور ترکیب خبری کو ترکیب اضافی کے ساتھ تشبیہ دینا درست نہیں اس لئے کہ ترکیب خبری ترکیب اضافی سے اعلیٰ ہے کیونکہ ترکیب خبری مخاطب کو فائدہ تامہ دیتی ہے اور ترکیب اضافی مخاطب کو فائدہ تامہ نہیں دیتی تو ابا لہ اور لا غلامی لہ کو لا اباہ و لا غلامیہ کے ساتھ تشبیہ دینا کیسے درست ہوا کیونکہ مشبہ بہ کے لئے قوی ہونا ضروری ہوتا ہے؟

جواب: ۔ یہ تشبیہ فقط معنی اختصاص میں ہے اور وہ اختصاص جو ترکیب اضافی سے مفہوم ہوتا ہے وہ اعلیٰ و اکمل ہوتا ہے اس اختصاص سے جو ترکیب خبری سے مفہوم ہوتا ہے لہٰذا مشبہ بہ قوی ہے مشبہ سے۔

ما قبل پر تفریع کا ذکر

وَمِنْ ثَمَّ اَیْ لِاَجْلِ اَنَّ جَوَازَ مِثْلِ هٰذَیْنِ التَّرْکِیْبَیْنِ اِنَّمَا هُوَ بِتَشْبِیْهِ غَیْرِ الْمُضَافِ بِالْمُضَافِ

اور اسی وجہ سے یعنی اس وجہ سے کہ ان دونوں ترکیبوں کے مثل کا جواز غیر مضاف کو مضاف کے ساتھ اختصاص کے معنی میں مشابہ قرار دینے

فِیْ مَعْنَی الْاِخْتِصَاصِ لَمْ یَجُزْ تَرْکِیْبُ لَا اَبَا فِیْهَا اَیْ فِی الدَّارِ لِعَدَمِ الْاِخْتِصَاصِ فَاِنَّ

کی وجہ سے ہے لا ابا فیہا کی ترکیب جائز نہیں ہے یعنی فی الدار عدم اختصاص کی وجہ سے کیونکہ

الْاِخْتِصَاصَ الْمَفْهُوْمَ مِنْ اِضَافَةِ الْاَبِ اِلٰی شَیْءٍ اِنَّمَا هُوَ بِاُبُوَّتِهٖ لَهٗ وَهٰذَا الْاِخْتِصَاصُ غَیْرُ

جو اختصاص اب کی کسی چیز کی طرف اضافت سے سمجھا جاتا ہے وہ تو اس کے اس چیز کے لیے اب ہونے کی وجہ ہے اور یہ اختصاص

ثَابِتٍ لِلْاَبِ بِالنِّسْبَةِ اِلَی الدَّارِ فَلَا یَصِحُّ اِضَافَتُهٗ اِلَی الدَّارِ فَکَیْفَ یُشَبَّهُ تَرْکِیْبُ لَا اَبَا فِیْهَا

اب کیلئے ثابت نہیں ہے دار کی طرف نسبت کے اعتبار سے لہٰذا اس کی اضافت دار کی طرف صحیح نہیں ہے تو لا ابا فیہا کی ترکیب کو کیسے اس

بِتَرْکِیْبٍ یُضَافُ فِیْهِ الْاَبُ اِلَی الدَّارِ لِمُشَارَکَتِهٖ لَهٗ فِیْ اَصْلِ مَعْنَاهُ وَلَیْسَ اَیْ مِثْلُ هٰذَیْنِ

ترکیب کے مشابہ قرار دیا جا سکتا ہے جس میں اب کو دار کی طرف مضاف کیا جائے اس کے لیے اصلی معنی میں مشارکت کی وجہ سے اور نہیں یعنی ان دونوں

التَّرْکِیْبَیْنِ بِمُضَافٍ حَقِیْقَةً لِفَسَادِ الْمَعْنَی الْمُرَادِ الْمُفَادِ بِهَا عَلٰی تَقْدِیْرِ الْاِضَافَةِ وَهُوَ نَفْیُ

ترکیبوں کا مثل مضاف حقیقت میں فساد معنی کی وجہ سے جو ان دونوں ترکیبوں سے مراد و مفاد ہے اضافت کی تقدیر پر

ثُبُوْتِ جِنْسِ الْاَبِ أَوِ الْغُلَامَيْنِ لِمَرْجِعِ الضَّمِيْرِ الْمَجْرُوْرِ بِالْإِسْتِقْلَالِ مِنْ غَيْرِ احْتِيَاجٍ

اور وہ اس بات کی نفی ہے کہ ضمیر مجرور کے مرجع کے لیے بالاستقلال تقدیر خبر کی حاجت کے بغیر اب یا غلامین کی جنس ثابت ہو

إِلَى تَقْدِيْرِ خَبَرٍ وَهٰذَا الْمَعْنٰى يَفْسُدُ مِنْ وَجْهَيْنِ عَلٰى تَقْدِيْرِ الْإِضَافَةِ أَمَّا أَوَّلاً فَلِأَنَّ مَعْنٰى هٰذَا

اور یہ معنی اضافت کی تقدیر پر دو وجہوں سے فاسد ہو جائے گا لیکن اولا تو اس لیے کہ اضافت کی تقدیر پر

التَّرْكِيْبِ عَلٰى تَقْدِيْرِ الْإِضَافَةِ لاَ أَبَاهُ وَلاَ غُلَامَيْهِ وَهٰذَا لاَ يَتِمُّ إِلَّا بِتَقْدِيْرِ خَبَرٍ أَيْ لاَ أَبَاهُ

ان دونوں ترکیبوں کا معنی ہے لاَ أَبَاهُ وَلاَ غُلَامَيْهِ اور یہ خبر کو مقدر کیے بغیر تام نہ ہوگی یعنی لاَ أَبَاهُ مَوْجُوْدٌ

مَوْجُوْدٌ وَغُلَامَيْهِ مَوْجُوْدَانِ وَأَمَّا ثَانِيًا فَلِأَنَّ الْمُرَادَ نَفْيُ ثُبُوْتِ جِنْسِ الْاَبِ أَوِ الْغُلَامَيْنِ لَهٗ

اورغُلَامَيْهِ مَوْجُوْدَانِ اور لیکن ثانیا اس لیے کہ مراد اب یا غلامین کی جنس کے ثبوت کی نفی ہے

لاَ نَفْيُ الْوُجُوْدِ عَنْ أَبِيْهِ الْمَعْلُوْمِ أَوْ غُلَامَيْهِ الْمَعْلُوْمَيْنِ خِلَافًا لِسِيْبَوَيْهِ وَالْخَلِيْلِ وَجُمْهُوْرِ

نہ کہ ضمیر مجرور کے اب معلوم اور اس کے غلامین معلومین سے وجود کی نفی سیبویہ کے برخلاف اور خلیل اور جمہور نحویوں کے (بھی خلاف)

النُّحَاةِ وَإِنَّمَا خُصَّ سِيْبَوَيْهُ بِهٰذَا الْخِلَافِ لِأَنَّهُ الْعُمْدَةُ فِيْمَا بَيْنَهُمْ أَوْ لِأَنَّ الْمَقْصُوْدَ بَيَانُ

اور مصنف نے اس خلاف کے ساتھ سیبویہ کو اس لیے خاص کیا کہ سیبویہ نحویوں کے درمیان میں عمدہ ہیں یا اس لیے کہ مقصود بیانِ خلاف ہے

الْخِلَافِ لاَ تَعْيِيْنُ الْمُخَالِفِيْنَ، فَمَذْهَبُ سِيْبَوَيْهُ وَالْخَلِيْلِ وَجُمْهُوْرِ النُّحَاةِ أَنَّ مِثْلَ هٰذَا

نہ کہ جمیع مخالفین کی تعیین، پس سیبویہ و خلیل اور جمہور نحویوں کا مذہب یہ ہے کہ اس قسم کی ترکیب

التَّرْكِيْبِ مُضَافٌ حَقِيْقَةً بِاعْتِبَارِ الْمَعْنٰى وَاقْحَامُ اللَّامِ بَيْنَ الْمُضَافِ وَالْمُضَافِ إِلَيْهِ تَاكِيْدٌ

حقیقت میں معنی کے اعتبار سے مضاف ہے اور مضاف و مضاف کے درمیان لام کا اضافہ لام مقدرہ کی تاکید کے لیے ہے

لِلَامِ الْمُقَدَّرَةِ وَحَكَمَ الْمُصَنِّفُ بِفَسَادِهٖ لِمَا عَرَفْتَ

اور مصنف نے اس وجہ سے جو تمہیں معلوم ہوئی اس کے فساد کا حکم لگایا

خلاصہ متن وشرح:۔ یہاں سے ماقبل پر تفریع کا بیان ہے کہ چونکہ اس جیسی ترکیبوں کا جواز اس وجہ سے ہے کہ ان میں غیر مضاف کو مضاف کے ساتھ معنی اختصاص میں تشبیہ دی گئی ہے اسی وجہ سے لا ابا فیہا ترکیب جائز نہیں کیونکہ اس میں اختصاص نہیں پایا جاتا اس لئے کہ وہ اختصاص جو "اب" کی کسی چیز کی طرف اضافت سے سمجھا جاتا ہے وہ تو اس کے اس چیز

کے لئے اب ہونے کی وجہ سے ہے اور یہ اختصاص دار کی طرف اب کی نسبت کرنے سے حاصل نہیں ہوتا۔لہذا اس کی دار کی طرف اضافت صحیح نہیں جب اب کی اضافت دار کی طرف صحیح نہیں تو پھر اب فیہا کو اس ترکیب کے ساتھ تشبیہ کیسے دی جائے گی، جس ترکیب میں اب کی اضافت صریح طور پر دار کی طرف ہو۔

<u>ولیس بمضاف الخ</u> سے صاحب کافیہ فرماتے ہیں کہ ان دو ترکیبوں میں لا کے اسم کو مضاف کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے وہ حقیقت میں مضاف نہیں ہے کیونکہ اگر حقیقتا مضاف ہو تو معنی مقصودی فاسد ہو جائے گا کیونکہ معنی مقصودی ضمیر مجرور کے مرجع مثلا زید کے لئے بالاستقلال تقدیر خبر کی طرف حاجت کے بغیر ضمیر مجرور کے مرجع کے لئے جنس اب یا جنس غلامین کے ثبوت کی نفی ہے اور اضافت کی تقدیر پر یہ معنی دو وجہوں سے فاسد ہو جائے گا (۱) وجہ اول یہ ہے کہ اضافت کی تقدیر پر معنی یہ ہو جائے گا کہ لا اباہ ولا غلامیہ اور یہ معنی تقدیر خبر کے بغیر تام نہیں ہوگا بلکہ خبر کو مقدر ماننا پڑے گا جیسے لا اباہ موجود ولا غلامیہ موجودان.

(۲) وجہ ثانی یہ ہے کہ مقصود ضمیر مجرور کے مرجع مثلا زید کے لئے جنس اب یا جنس غلامین کے ثبوت کی نفی کرنا ہے یہ مقصود نہیں ہے کہ زید کا باپ جو معلوم الوجود ہے وہ موجود نہیں اور اضافت کی تقدیر پر معنی یہ ہوگا کہ زید کا باپ جو معلوم الوجود ہے وہ موجود نہیں۔ اور زید کے دو غلام جو کہ معلوم الوجود ہیں وہ موجود نہیں اس لئے ان ترکیبوں میں لا کے اسم کو مضاف کیساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔

<u>خلافا لسیبویہ :</u> سے شارح کی غرض بیان اختلاف ہے کہ سیبویہ اور خلیل جمہور نحاۃ کا مذہب یہ ہے کہ ان جیسی ترکیبوں میں لا کا اسم معنی کے اعتبار سے حقیقتا مضاف ہے۔

اغراض جامی : <u>ومن ثم ای لاجل :</u> سے ثم کا مشار الیہ بیان کیا۔

<u>ای فی الدار :</u> سے فیہا کی ضمیر کا مرجع بیان کیا۔ <u>لعدم الاختصاص :</u> سے وجہ عدم جواز کو بیان کیا۔

<u>فان الاختصاص :</u> سے متن کی وضاحت کر رہے ہیں۔ <u>ولیس ای مثل ھذین :</u> سے لیس کی ضمیر کا مرجع بیان کیا۔

<u>وھذا المعنی یفسد :</u> سے غرض توضیح متن ہے کہ اگر حقیقۃ اضافت ہو تو معنی دو وجہ سے فاسد ہو جائے گا۔

<u>وانما خص :</u> سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔**سوال**:۔ جب خلیل اور سیبویہ اور جمہور نحویوں سب کا اختلاف تھا تو مصنف نے فقط سیبویہ کا ذکر کیوں کیا؟ جامی رحمہ اللہ نے اس کے دو جواب دیے۔

جواب (۱):۔ سیبویہ ان سب کا امام و عمدہ فیما بینہم تھا اسی وجہ سے اس کو ذکر میں خاص کیا۔

جواب (۲):۔ مقصود اختلاف کو بیان کرنا ہے نہ مخالفین کی تعیین کرنا اور یہ مقصد سیبویہ کو ذکر کرنے سے حاصل ہو گیا۔

<u>واقحام:</u> سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔**سوال**:۔ ان مثالوں میں مضاف مضاف الیہ کے درمیان لام کے ہونے سے معلوم ہوتا ہے کہ لا کا اسم حقیقتا مضاف نہیں کیونکہ مضاف مضاف الیہ کے درمیان لام [illegible] ہوتا

تو پھر سیبویہ وغیرہ کا یہ کہنا کیسے صحیح ہوا کہ ان میں لا کا اسم حقیقتاً مضاف ہے۔

جواب:۔ مضاف مضاف الیہ کے درمیان لام یہ لام مقدرہ کی تاکید کیلئے ہے اصل لام مقدر ہے۔

لا نفی جنس کے اسم کا حذف

وَيُحْذَفُ اسْمُ لَا حَذْفًا كَثِيْرًا فِيْ مِثْلِ لَا عَلَيْكَ أَيْ لَا بَأْسَ عَلَيْكَ وَلَا يُحْذَفُ إِلَّا مَعَ
اور حذف کیا جاتا ہے لا کا اسم حذف کثیر لَا عَلَيْكَ کے مثل میں یعنی لَا بَأْسَ عَلَيْكَ اور لا کا اسم خبر کے موجود
وُجُوْدِ الْخَبَرِ لِئَلَّا يَكُوْنَ إِجْحَافًا وَقَوْلُهُمْ لَا كَزَيْدٍ إِنْ جَعَلْنَا الْكَافَ اسْمًا جَازَ أَنْ يَكُوْنَ
ہونے کے ساتھ ہی حذف کیا جائے گا تا کہ نقصان نہ ہو اور عرب کا قول لَا كَزَيْدٍ اگر ہم کاف کو اسم بنائیں تو جائز ہوگا یہ کہ کزید
كَزَيْدٍ اسْمًا وَالْخَبَرُ مَحْذُوْفًا أَيْ لَا مِثْلَهُ مَوْجُوْدٌ وَجَازَ أَنْ يَكُوْنَ خَبَرًا أَيْ لَا أَحَدَ مِثْلُ زَيْدٍ
اسم ہو اور خبر محذوف ہو یعنی لَا مِثْلَهُ مَوْجُوْدٌ اور جائز ہے کہ کزید خبر ہو یعنی لَا أَحَدَ مِثْلُ زَيْدٍ
وَإِنْ جَعَلْنَاهُ حَرْفًا فَالْإِسْمُ مَحْذُوْفٌ، أَيْ لَا أَحَدَ كَزَيْدٍ
اور اگر ہم کاف کو حرف بنائیں تو اسم محذوف ہوگا یعنی لَا أَحَدَ كَزَيْدٍ

خلاصہ متن:۔ صاحب کافیہ فرماتے ہیں لا علیک کی مثل میں لانفی جنس کے اسم کو اکثر حذف کر دیا جاتا ہے۔

اغراض جامی: مثل: سے **شارح کی غرض** بیانِ ضابطہ ہے۔ مثل سے مراد ہر وہ ترکیب ہے کہ جس میں لا کے اسم کے حذف پر کوئی قرینہ پایا جائے جیسے لا علیک اس میں لا کا اسم محذوف ہے جو کہ باس ہے اصل میں لا باس علیک تھا اس کے حذف پر قرینہ یہ ہے کہ لا حرف ہے اور علی بھی حرف ہے حالانکہ حرف حرف پر داخل نہیں ہوتا تو معلوم ہوا کہ لا کا اسم محذوف ہے۔

ولا یحذف الا: سے **شارح کی غرض** لا کے اسم کو حذف کرنے کی شرط بیان کرنا ہے۔ لا کے اسم کو حذف کرنا تب جائز ہے کہ جب خبر موجود ہو اور یہ شرط اس لئے لگائی تا کہ اجحاف یعنی نقصان لازم نہ آئے کیونکہ خبر جب موجود نہ ہو اور اسم کو بھی حذف کر دیا جائے تو لا کا بغیر معمول کے رہنا لازم آئے گا۔

وقولہم: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ یہ ہے کہ آپ کا یہ کہنا کہ لا کے اسم کو حذف کرنا تب جائز ہے جب خبر موجود ہو یہ منقوض ہے عربیوں کے قول لا کزید کے ساتھ اس لئے کہ اس میں اسم اور خبر دونوں محذوف ہیں کیونکہ کزید صرف جار مجرور ہے۔

جواب: ۔ ہم یہ بات تسلیم نہیں کرتے کہ اس قول میں اسم اور خبر دونوں محذوف ہیں بلکہ ان میں سے ایک محذوف ہے اس لئے کہ کزید کا کاف دو حال سے خالی نہیں یا تو کاف اسمیہ ہے بمعنی مثل کے یا حرف ہے اگر کاف اسمیہ بمعنی مثل کے ہے تو یہ لا کا اسم بن جائے گا اور خبر محذوف ہوگی اصل میں معنی یہ ہوگا لا مثلَ زید موجودٌ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ خبر ہولا کی اور اس کا اسم محذوف ہو جو کہ احد ہے تو عبارت اس طرح ہوگی لا احدَ مثلُ زید اور اگر کاف حرف ہو تو پھر اسم محذوف ہوگا اور کزید خبر بن جائے گا جیسے لا احد کزید.

خَبَرُمَا وَ لاَ الْمُشَبَّهَتَيْنِ بِلَيْسَ

مَا وَ لاَ الْمُشَبَّهَتَيْن بِلَيْسَ کی خبر کی تعریف

خَبَرُمَا وَ لاَ الْمُشَبَّهَتَيْنِ فِي النَّفْيِ وَالدُّخُوْلِ عَلَى الْجُمْلَةِ الإِسْمِيَّةِ بِلَيْسَ هُوَ الْمُسْنَدُ بَعْدَ

ما اور لا جو کہ مشابہ ہیں نفی اور جملہ اسمیہ پر داخل ہونے میں لیس کے ساتھ وہ مسند ہے ان دو کے داخل ہونے کے بعد

دُخُوْلِهِمَا أَیْ دُخُوْلِ مَا وَلاَ وَهِيَ أَیْ خَبَرِيَّةُ خَبَرِ مَا وَلاَ لَهُمَا وَكَذَا اسْمِيَّةُ اسْمِهِمَا لَهُمَا

یعنی ما اور لا کے داخل ہونے کے بعد اور وہ یعنی ما اور لا کے لیے ما ولا کی خبر کا خبر اور اسی طرح ان دونوں کے لیے ما اور لا کے اسم کا اسم ہونا

لُغَةٌ حِجَازِيَّةٌ وَخَصَّ الْخَبَرِيَّةَ بِالذِّكْرِ لِاَنَّ اِعْمَالَهُمَا وَجَعْلَ اسْمِهِمَا وَخَبَرِهِمَا اسْمًا وَخَبَرًا

لغت حجازی ہے اور مصنف نے خبریت کو ذکر کے ساتھ خاص کیا اس لیے کہ ان دونوں کا عمل کرنا اور ان دونوں کے اسم اور دونوں کی خبر کو

لَهُمَا اِنَّمَا يَظْهَرُ بِاعْتِبَارِ الْخَبَرِ فَجَعْلُ الْخَبَرِ خَبَرًا لَهُمَا اِنَّمَا هُوَ فِي لُغَةِ اَهْلِ الْحِجَازِ وَاَمَّا

ان کے لیے اسم وخبر بنانا، خبر کے اعتبار سے ہی ظاہر ہوتا ہے اور خبر کو ان کی خبر بنانا اہل حجاز ہی کی لغت میں ہے اور بہر صورت

بَنُوْ تَمِيْمٍ فَحَيْثُ لاَيَذْهَبُوْنَ اِلَى اِعْمَالِهِمَا لاَ يَجْعَلُوْنَ الْخَبَرَ خَبَرًا لَهُمَا وَلاَ الْاِسْمَ اسْمًا

بنو تمیم (اور نحاۃ کوفہ) پس جب وہ انہیں عمل دینے کی طرف نہیں جاتے تو وہ خبر کو ان کی خبر نہیں بناتے اور نہ ہی اسم کو ان کا اسم

لَهُمَا بَلْ هُمَا مُبْتَدَأٌ وَخَبَرٌ عَلَى مَا كَانَا عَلَيْهِ قَبْلَ دُخُوْلِهِمَا عَلَيْهِمَا وَلُغَةُ أَهْلِ الْحِجَازِ هِيَ

بلکہ (اسم وخبر) دونوں اس بنا پر مبتداء وخبر ہیں جس پر وہ مالا کے ان پر داخل ہونے سے قبل تھے اور اہل حجاز کی لغت وہی ہے

الَّتِيْ جَاءَ عَلَيْهَا التَّنْزِيْلُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى مَا هٰذَا بَشَرًا وَ مَا هُنَّ أُمَّهَاتِهِمْ

جس پر (قرآن کریم کی) تنزیل آئی ہے قال تعالیٰ مَا هٰذَا بَشَرًا اور مَا هُنَّ أُمَّهَاتِهِمْ

خلاصہ متن:۔صاحب کافیہ یہاں سے آخری منصوب کوذکر کررہے ہیں۔منصوبات کی قسموں میں سے ایک ماولا کی خبر ہے جس کولیس کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔اس کی تعریف یہ ہے کہ "وہ ہے جو ان (ماولا) میں سے کسی ایک کے داخل ہونے کے بعد مسند ہو"۔

اغراض جامی: في النفي: سے **شارح کی غرض** وجہ شبہ کو بیان کرنا ہے۔وجہ شبہ معنی نفی اور جملہ اسمیہ پر داخل ہونا ہے یعنی جس طرح لیس میں نفی کے معنی ہیں ماولا کے اندر بھی نفی کے معنی ہیں اور جس طرح لیس جملہ اسمیہ پر داخل ہوتا ہے اسی طرح ماولا بھی جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں۔

أي دُخُولِ مَا وَلَا: سے **شارح کی غرض** ضمیر کا مرجع بیان کرنا ہے۔

ای خبریہ: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔**سوال**:۔ہی ضمیر کا مرجع خبر ماولا ہے اور وہ مذکر ہے اور ضمیر مونث کی ہے تو راجع مرجع میں مطابقت نہ ہوئی حالانکہ ضمیر اس کے مرجع میں مطابقت ضروری ہے۔

جواب:۔ہی ضمیر کا مرجع خبر ماولا نہیں ہے بلکہ اس کا مرجع خبریت ہے جو کہ خبر سے مفہوم ہوتی ہے معنی یہ ہے کہ ماولا کی خبر کا ان کی خبر ہونا اور ان کے اسم کا اسم ہونا یہ لغت حجازیہ ہے۔

وخص: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔جس طرح ماولا کی خبر کا ان کی خبر ہونا یہ اہل حجاز کی لغت ہے اسی طرح ماولا کے اسم کا ان کا اسم ہونا بھی اہل حجاز کی لغت ہے تو پھر مصنف نے خبریت کو خاص طور پر ذکر کیوں کیا؟

جواب:۔مصنف نے خبریت کو خاص طور پر اس لئے ذکر کیا کہ ماولا کو عمل دینا اور ان کے اسم ان کا اور ان کی خبر کو ان کی خبر بنانا یہ ظاہر ہوتا ہے خبر کے اعتبار سے۔

بہر حال خبر کو ان کی خبر بنانا یہ اہل حجاز کی لغت ہے لیکن بنو تمیم ماولا کو عمل نہیں دیتے تو چونکہ وہ ان کو عمل نہیں دیتے اسی لئے وہ ماولا کے اسم کو ان کا اسم نہیں بناتے اور خبر کو ان کی خبر نہیں بناتے بلکہ ان کے نزدیک وہ مبتدا اور خبر ہیں جس طرح کہ وہ ما ولا کے داخل ہونے سے پہلے مبتدا اور خبر ہوتے ہیں۔

ورفعہ: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔**سوال**:۔مصنف نے اہل حجاز کی لغت کو کیوں اختیار کیا؟

جواب:۔چونکہ قرآن کریم اہل حجاز کی لغت کی تائید کررہا ہے اسی وجہ سے اس کو اختیار کیا جیسے اللہ تعالی کا قول ہے **ما هذا** بشرا اور **ما هن امهاتهم** ان میں ما عمل کررہا ہے کیونکہ اگر ما عامل نہ ہوتا تو بشرا اور امہاتہم یہ مرفوع ہوتے حالانکہ یہ مرفوع نہیں بلکہ منصوب ہیں۔

مَا اور لاَ کے عمل کے باطل ہونے کی صورتیں

وَإِذَا زِيْدَتْ إِنْ مَعَ مَا نَحْوُ مَا إِنْ زَيْدٌ قَائِمٌ قِيْلَ إِنَّمَا خُصِّصَتْ مَا بِالذِّكْرِ لِأَنَّهَا لَا تُزَادُ مَعَ

اور جب ما کے ساتھ ان کو زائد کیا جائے جیسے مَا إِنْ زَيْدٌ قَائِمٌ کہا گیا ہے کہ ما کو خاص کر اس لیے ذکر کیا گیا کہ عرب کے استعمال میں

لَا فِي اسْتِعْمَالِهِمْ وَهِيَ زَائِدَةٌ عِنْدَ الْبَصْرِيِّيْنَ نَافِيَةٌ مُؤَكِّدَةٌ عِنْدَ الْكُوْفِيِّيْنَ أَوِ انْتَقَضَ النَّفْيُ

ان لا کے ساتھ زائد نہیں کیا جاتا اور بصریوں کے نزدیک ان زائد ہے اور کوفیوں کے نزدیک نافیہ مؤکدہ ہے یا نفی الا سے ٹوٹ جائے

بِإِلَّا نَحْوُ مَا زَيْدٌ إِلَّا قَائِمٌ أَوْ تَقَدَّمَ الْخَبَرُ نَحْوُ مَا قَائِمٌ زَيْدٌ بَطَلَ الْعَمَلُ أَيْ عَمَلُ مَا إِذَا كَانَ

جیسے مَا زَيْدٌ إِلَّا قَائِمٌ یا خبر مقدم ہو جائے جیسے مَا قَائِمٌ زَيْدٌ تو عمل باطل ہو جاتا ہے یعنی ما کا عمل جبکہ ما ان تین امور میں سے

مَعَ وَاحِدٍ مِنْ هٰذِهِ الْأُمُوْرِ الثَّلَاثَةِ أَمَّا إِذَا زِيْدَتْ إِنْ فَلِأَنَّ مَا عَامِلٌ ضَعِيْفٌ عَمِلَ لِشَبَهِهٖ

کسی ایک امر کے ساتھ ہو بہر صورت جب ان کو زائد کیا جائے تو اس لیے باطل ہو جاتا ہے کہ ما عامل ضعیف ہے لیس کی مشابہت کی وجہ سے

بِـ لَيْسَ فَلَمَّا فُصِلَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ مَعْمُوْلِهَا لَمْ تَعْمَلْ وَأَمَّا إِذَا انْتَقَضَ النَّفْيُ بِـ إِلَّا فَلِأَنَّ عَمَلَهَا

عمل کرتا ہے تو جب اس کے اور اس کے معمول کے درمیان فصل واقع ہو گیا تو وہ عمل نہیں کرتا اور جب الا سے نفی ٹوٹ جائے تو اس لیے کہ ان کا عمل نفی

لِمَعْنَى النَّفْيِ فَلَمَّا انْتَقَضَ بَطَلَ الْعَمَلُ وَأَمَّا إِذَا تَقَدَّمَ الْخَبَرُ فَلِتَغَيُّرِ التَّرْتِيْبِ مَعَ ضُعْفِهَا فِي الْعَمَلِ

کے معنی کی وجہ سے تھا تو جب نفی ٹوٹ گئی عمل باطل ہو گیا اور بہر صورت جب (ما لا کی) خبر مقدم آ جائے تو ترتیب کے تبدیل ہونے کی وجہ سے ان کے عمل میں ضعف کی وجہ سے

خلاصہ متن: ۔صاحب کافیہ فرماتے ہیں تین صورتوں میں ما ولا کا عمل باطل ہو جاتا ہے(۱) ما ولا کے ساتھ ان زائدہ جمع ہو جائے جیسے ما ان زید قائم (۲) جب نفی الا کی وجہ سے ٹوٹ جائے جیسے ما زید الا قائم (۳) خبر اسم پر مقدم ہو جائے جیسے ما قائم زید ۔

اغراض جامی: قیل انہا: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔جس طرح ان کا زائدہ ہونا ما کا عمل باطل کر دیتا ہے اسی طرح لا کے عمل کو بھی باطل کر دیتا ہے تو مصنف نے ما کو خاص طور پر ذکر کیوں کیا؟

جواب: ۔مصنف نے ما کو خاص طور پر اس لئے ذکر کیا کہ عربیوں کے استعمال میں ان لا کے ساتھ زائدہ نہیں ہوتا۔ باقی بصریوں کے نزدیک ان زائدہ ہوتا ہے اور کوفیوں کے نزدیک ان نافیہ موکدہ ہوتا ہے۔

اما اذا زیدت: سے **شارح کی غرض** بیانِ علت ہے۔صورت مذکورہ میں ما ولا کے عمل کو باطل کرنے کی وجہ کا بیان ہے۔

جب ان کیساتھ ان زائدہ ہو تو ان کا استعمال اس لئے باطل ہو جاتا ہے کہ یہ عامل ضعیف ہیں کیونکہ یہ لیس کی مشابہت کی وجہ سے عمل کرتے ہیں جب ان کے اور ان کے معمول کے درمیان فاصلہ ہو جائے گا تو یہ عمل نہیں کر سکیں گے کیونکہ عامل ضعیف معمول مفصول میں عمل نہیں کر سکتا۔ اور جب الا کی وجہ سے نفی ٹوٹ جائے تو یہ اس لئے عمل نہیں کرتے کہ ان کا معنی نفی کی وجہ سے ہوتا ہے جب نفی ٹوٹ جائے گی تو ان کا عمل باطل ہو جائے گا۔ اور جب خبر اسم پر مقدم ہو جائے تو اس وقت ان کا عمل اس لئے باطل ہو جاتا ہے کہ ترتیب میں تغیر لازم آئے گا حالانکہ یہ عامل ضعیف ہیں اور ان کے عمل کے لئے ترتیب شرط ہے جب ترتیب بدل جائے گی اس وقت یہ عمل نہیں کر سکیں گے، جس طرح وہ الا کے مابعد میں عمل نہیں کر سکتے تو ان صورتوں میں معطوف پر رفع واجب ہوگا خبر کے محل پر محمول ہونے کی وجہ سے اس لئے کہ وہ اصل میں مرفوع ہے مبتدا کی خبر ہونے کی وجہ سے۔

مَا اور لَا کے معطوف کا اعراب

وَإِذَا عُطِفَ عَلَيْهِ أَيْ عَلٰى خَبَرِهِمَا بِمُوْجِبٍ بِكَسْرِ الْجِيْمِ أَيْ بِعَاطِفٍ يُفِيْدُ
اور جب اس پر عطف ڈالا جائے یعنی ان دونوں خبر پر موجب کے ساتھ جیم کی کسرہ کے ساتھ یعنی
الْإِيْجَابَ بَعْدَ النَّفْيِ وَهُوَ بَلْ وَلٰكِنْ نَحْوُ مَا زَيْدٌ مُقِيْمًا بَلْ مُسَافِرٌ وَ مَا عَمْرٌو قَائِمًا لٰكِنْ قَاعِدٌ
ایسے عاطف کے ساتھ جو نفی کے بعد ایجاب کو ثابت کرتا ہو اور وہ بل اور لکن ہیں جیسے مَا زَيْدٌ مُقِيْمًا بَلْ مُسَافِرٌ اور مَا عَمْرٌو قَائِمًا لٰكِنْ قَاعِدٌ
فَالرَّفْعُ أَيْ فَحُكْمُ الْمَعْطُوْفِ الرَّفْعُ لَا غَيْرُ بِكَوْنِهِمَا بِمَنْزِلَةِ إِلَّا فِيْ نَقْضِ النَّفْيِ
تو رفع ہے یعنی پس معطوف کا حکم رفع ہے کوئی دوسرا حکم نہیں ان دونوں کے نفی کے توڑنے میں بمنزلہ الا کے ہونے کے۔

خلاصہ متن و شرح:۔ مصنف یہ مسئلہ بیان کر رہے ہیں کہ جب ما و لا کی خبر پر ایسے حرف عطف کے ذریعہ سے عطف ڈالا جائے جو ایجاب کا فائدہ دیتا ہے تو معطوف پر رفع واجب ہے اور وہ حرف موجب دو ہیں بل اور لکن۔ مثال ما زید مقیما بل مسافر، ما عمرو قائما لکن قاعد اس کی وجہ یہ ہے کہ ما اور لا کا عمل نفی کی وجہ سے ہے اور حروف ایجاب کی وجہ سے نفی ٹوٹ جاتی ہے جس طرح الا کی وجہ سے نفی ٹوٹ جاتی ہے اس لئے ما و لا حروف ایجاب بل اور لکن کے مابعد میں عمل نہیں کرتے لہذا معطوف پر رفع واجب ہوگا خبر کے محل پر محمول کرتے ہوئے۔

تمت المنصوبات

المجرورات

مجرورات کی تعریف

هُوَ مَا اشْتَمَلَ اَیْ اِسْمٌ اِشْتَمَلَ لِتَخْرُجَ الْحُرُوْفُ الْاَوَاخِرُ الَّتِیْ هِیَ مَحَالُّ الْاِعْرَابِ فَاِنَّهٗ

وہ مجرور ہے جو مشتمل ہو یعنی (المجرور) وہ اسم ہے جو مشتمل ہو تاکہ وہ آخری حروف خارج ہو جائیں جو اعراب کا محل ہیں

لَا یُطْلَقُ عَلَیْهَا الْمَرْفُوْعَاتُ وَالْمَنْصُوْبَاتُ وَالْمَجْرُوْرَاتُ اِصْطِلَاحًا لِاَنَّهَا اَقْسَامُ الْاِسْمِ

کیونکہ اصطلاح نحاۃ میں ان پر مرفوعات و منصوبات و مجرورات کا اطلاق نہیں ہوتا کیونکہ یہ انواع ثلاثہ اسم کے اقسام ہیں

عَلٰی عَلَمِ الْمُضَافِ اِلَیْهِ اَیْ عَلَامَةِ الْمُضَافِ اِلَیْهِ مِنْ حَیْثُ هُوَ الْمُضَافُ اِلَیْهِ یَعْنِی الْجَرَّ سَوَاءٌ

مضاف الیہ کی علامت پر یعنی (مجرور وہ اسم ہے) جو مضاف الیہ ہونے کی حیثیت سے مضاف الیہ کی علامت یعنی جر پر (مشتمل ہو) خواہ

کَانَ بِالْکَسْرَةِ اَوِ الْفَتْحَةِ اَوِ الْیَاءِ لَفْظًا اَوْ تَقْدِیْرًا وَاِنَّمَا قُلْنَا مِنْ حَیْثُ هُوَ مُضَافٌ اِلَیْهِ

وہ جر کسرہ کے ساتھ ہو (قلم زید) یا فتحہ کے ساتھ یا، یا کے ساتھ لفظاً ہو یا تقدیراً اور ہم نے من حیث ھو مضاف الیہ اس لیے کہا

لِاَنَّ الْجَرَّ لَیْسَ عَلَامَةً لِذَاتِ الْمُضَافِ اِلَیْهِ بَلْ لِحَیْثِیَّةِ کَوْنِهٖ مُضَافًا اِلَیْهِ وَالْمُضَافُ اِلَیْهِ

کیونکہ جر مضاف الیہ کی ذات کے لیے علامت نہیں بلکہ اس کے مضاف الیہ ہونے کی حیثیت کے لیے ہے اور مضاف الیہ

وَاِنْ کَانَ مُخْتَصًّا بِمَا عَرَّفَهٗ بِهٖ لٰکِنَّ الْمُشْتَمِلَ عَلٰی عَلَامَتِهٖ اَعَمُّ مِنْهُ وَمِمَّا هُوَ مُشَبَّهٌ بِهٖ

اگرچہ اس (چیز) کے ساتھ خاص ہے جس کے ساتھ مصنفؒ نے تعریف کی ہے لیکن جو اسم مضاف الیہ کی علامت پر مشتمل ہے وہ اس سے اور

فَیَدْخُلُ فِیْ تَعْرِیْفِ الْمَجْرُوْرِ مِثْلُ بِحَسْبِکَ دِرْهَمٌ وَکَفٰی بِاللّٰهِ وَکَذَا الْمُضَافُ اِلَیْهِ

مشابہ بالمضاف الیہ سے عام ہے لہٰذا مجرور کی تعریف میں بحسبک درہم اور کفٰی باللہ کی مانند داخل ہوگا اور اسی طرح مضاف الیہ

بِالْاِضَافَةِ اللَّفْظِيَّةِ وَاِنْ لَمْ يَكُنْ دَاخِلًا فِيْ تَعْرِيْفِهٖ

بہ اضافت لفظیہ (بھی تعریف میں داخل ہوگا) اگر چہ مضاف الیہ کی تعریف میں داخل نہیں ہے

خلاصہ متن: ۔مصنف منصوبات سے فارغ ہونے کے بعد مجرورات کی تعریف اور اس کی اقسام ذکر کر رہے ہیں۔ عبارت بالا میں صاحب کافیہ مجرور کی تعریف کرتے ہیں کہ مجرور وہ اسم ہے جو مضاف الیہ کی علامت پر مشتمل ہو۔ پھر مضاف الیہ کی تعریف کی کہ مضاف الیہ ہر وہ اسم ہے جس کی طرف کوئی شی بواسطہ حرف جر منسوب ہو خواہ لفظا ہو یا تقدیرا لیکن مراد ہو۔

اغراض جامی: ۔اي اسم: میں ما کی تفسیر کی ہے کہ ما نکرہ موصوفہ ہے جس سے مراد اسم ہے کیونکہ اسم ہی سے بحث ہو رہی ہے۔

لتخرج: میں ما کی تفسیر اسم کے ساتھ کرنے کی وجہ کا بیان ہے کہ ما کی تفسیر اسم کیساتھ اس لئے کی تا کہ مجرور کی تعریف سے حروف کے اواخر خارج ہو جائیں جو اعراب کا محل ہوتے ہیں مثلا غلام زید میں زید کی دال۔ اس لئے کہ اصطلاحا حروف کے اواخر پر مرفوعات منصوبات مجرورات کا اطلاق نہیں ہوتا کیونکہ مرفوعات، منصوبات، مجرورات اسم کی اقسام ہیں نہ کہ حرف کی۔

اصطلاحا: اس قید کا اضافہ اسلئے کیا کیونکہ لغۃ حروف کے اواخر پر مرفوعات، منصوبات، مجرورات کا اطلاق ہوتا ہے اس لئے کہ حقیقت میں یہی اعراب کا محل ہیں۔ البتہ نحویوں کی اصطلاح میں نہیں ہوتا۔

اي علامة: میں علم کے معنی کو متعین کیا کہ علم بمعنی علامت ہے نہ کہ پہاڑ و جھنڈا۔

يعني الجر: سے علم المضاف الیہ کے مصداق کو متعین کر دیا۔

سواء: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔**سوال:**۔ مجرور کی تعریف منقوض ہے اس احمد کے ساتھ جو جاء نی غلام احمد میں واقع ہے کیونکہ وہ مجرور ہے حالانکہ مضاف الیہ کی علامت کسرہ پر مشتمل نہیں بلکہ اس پر فتحہ ہے؟

جواب: ۔مضاف الیہ کی علامت جر ہے اور جر عام ہے خواہ کسرہ کے ساتھ ہو جیسے غلام زید، یا فتحہ کیساتھ جیسے غلام احمد، یا یاء کے ساتھ جیسے مررت بابیک پھر ان میں سے ہر ایک میں تعمیم ہے خواہ لفظا ہو یا تقدیرا جیسے مررت بحبلی اور مثال مذکور میں احمد جر پر مشتمل ہے لیکن فتحہ کے ساتھ ہے اس لئے کہ یہ غیر منصرف ہے۔

من حيث: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔**سوال:**۔ یہ ہے کہ آپ نے مجرور کی تعریف یہ کی کہ جو مشتمل ہو مضاف الیہ کی علامت پر اس کی مثال دی غلام زید اس میں زید مضاف الیہ ہے جو کہ مجرور ہے لیکن یہی زید ضرب زید میں علامت مضاف الیہ جر پر مشتمل نہیں ہے بلکہ مرفوع ہے تو آپ کی تعریف منقوض ہوگئی ضرب زید کے ساتھ۔

جواب: ۔تو شارح من حیث سے جواب دے رہے ہیں کہ تعریف میں قید حیثیت ملحوظ ہے، مجرور وہ اسم ہے جو مضاف الیہ کی علامت پر مشتمل ہو اس حیثیت سے کہ وہ مضاف الیہ ہو، یعنی جر مضاف الیہ کی ذات کے لیے علامت نہیں بلکہ اس کے

مضاف الیہ ہونے کی حیثیت سے علامت ہے چونکہ ضرب زید میں زید کی مضاف الیہ ہونے والی حیثیت ختم ہو چکی ہے اس لئے وہ علامت جر پر مشتمل نہیں ہے (سوال باسولی ص ۴۳۲)

والمضاف الیہ: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: یہ ہے کہ مصنف نے مجرور کی تعریف یہ کی تھا اشتمل علی علم المضاف الیہ اس کے بعد مضاف الیہ کی تعریف کی کل اسم نسب الیہ شی بواسطة حرف الجر لفظا او تقدیرا مرادا کہ مضاف الیہ ہر وہ اسم ہے جس کی طرف کوئی شی بواسطہ حرف جر منسوب ہو خواہ حرف جر لفظا ہو یا تقدیرا لیکن معنی میں مراد ہو تو اب مجرور کی تعریف اس طرح ہوگی کہ مجرور وہ اسم ہے جو ایسے اسم کی علامت پر مشتمل ہو جس کی طرف کوئی شی بواسطہ حرف جر منسوب ہو خواہ لفظا ہو یا تقدیرا لیکن معنی میں مراد ہو جب مجرور کی تعریف اس طرح ہو جائیگی تو اب یہ تعریف باز ائدہ کے ساتھ مجرور مثلا بحسبک درہم میں حسبک پر صادق نہیں آتی اس لئے کہ اگر چہ اس کی طرف ایک شی منسوب کی گئی ہے لیکن بواسطہ حرف جر کے منسوب نہیں اس لئے کہ حرف جر زائدہ ہے، اسی طرح کفی باللہ میں باللہ پر تعریف صادق نہیں آتی کیونکہ باء زائدہ ہے، اسی طرح یہ تعریف مجرور بالاضافۃ اللفظیہ مثلا ضارب زید میں زید پر صادق نہیں آتی اس لئے کہ اگر چہ اس کی طرف ایک چیز (ضارب) منسوب کی گئی ہے لیکن بواسطہ حرف جر منسوب نہیں کی گئی کیونکہ اضافت لفظیہ میں حرف جر مقدر نہیں ہوتا۔

جواب: شی کی علامت کا شی کے مساوی ہونا ضروری نہیں ہوتا بلکہ کبھی شی کی علامت شی سے اعم ہوتی ہے یہاں بھی جر جو کہ مضاف الیہ کی علامت ہے مضاف الیہ سے اعم ہے یہ مضاف الیہ میں بھی پائی جاتی ہے اور مضاف الیہ کے مشابہ یعنی مجرور بالباء الزائدہ اور مجرور بالاضافۃ اللفظیہ میں بھی پائی جاتی ہے لہذا اب مجرور کی تعریف مجرور بالباء الزائدہ اور مجرور بالاضافۃ اللفظیہ پر صادق آجائے گی (سوال باسولی ص ۴۳۲)

مضاف الیہ کی تعریف

وَالْمُضَافُ اِلَيْهِ وَهُوَ هٰهُنَا غَيْرُ مَاهُوَ الْمُصْطَلَحُ الْمَشْهُوْرُ بَيْنَهُمْ وَذَهَبَ فِيْ ذٰلِكَ
اور مضاف الیہ اور مضاف الیہ یہاں اس (مضاف الیہ) کے علاوہ ہے جو نحویوں کے درمیان اصطلاح میں مشہور ہے اور مصنف اس کے اطلاق کے بارہ میں
اِلٰى مَذْهَبِ سِيْبَوَيْهِ حَيْثُ اَطْلَقَ الْمُضَافَ اِلَيْهِ عَلَى الْمَنْسُوْبِ اِلَيْهِ بِحَرْفِ الْجَرِّ لَفْظًا اَيْضً
میں سیبویہ کے مذہب کی طرف گئے ہیں کیونکہ اس نے اس اسم پر بھی مضاف الیہ کا اطلاق کیا ہے جو لفظی طور پر بھی حرف جر کے ساتھ منسوب الیہ ہو
كُلُّ اِسْمٍ حَقِيْقَةً اَوْ حُكْمًا لِيَشْمَلَ الْجُمَلَ الَّتِيْ يُضَافُ اِلَيْهَا نَحْوُ يَوْمَ يَنْفَعُ الصَّادِقِيْنَ
ہر وہ اسم ہے حقیقۃ یا حکما تا کہ ان جملوں کو شامل ہو جائے جو مضاف الیہ ہوتے ہیں جیسے یَوْمَ یَنْفَعُ الصَّادِقِیْنَ

صِدْقُهُمْ فَاِنَّهَا فِیْ حُکْمِ الْمَصَادِرِ نُسِبَ اِلَیْهِ شَیْئٌ اِسْمًا کَانَ نَحْوُ غُلَامُ زَیْدٍ اَوْ فِعْلًا مِثْلُ

صِدْقُهُمْ کیونکہ یہ جملے مصادر کے حکم میں ہیں جس کی طرف کسی شئے کی نسبت کی جائے وہ شئی اسم ہو جیسے غلام زید یا فعل جیسے

مَرَرْتُ بِزَیْدٍ بِوَاسِطَةِ حَرْفٍ لَفْظًا اَوْ تَقْدِیْرًا اَیْ مَلْفُوْظًا کَانَ ذٰلِکَ الْحَرْفُ کَمَا فِیْ مِثْلِ

مررت بزید حرف جر کے واسطے سے لفظاً یا تقدیراً یعنی وہ حرف جر ملفوظ ہو جیسے

مَرَرْتُ بِزَیْدٍ اَوْ مُقَدَّرًا حَالَ کَوْنِ ذٰلِکَ الْمُقَدَّرِ مُرَادًا مِنْ حَیْثُ الْعَمَلِ بِاِبْقَاءِ اَثَرِهٖ

مررت بزید کے مثل میں یا مقدر ہو جبکہ وہ مقدر مراد ہو عمل کی حیثیت سے ،اس طرح کہ اس کا اثر جو کہ جر ہے باقی رکھا گیا ہو

وَهُوَ الْجَرُّ مِثْلُ غُلَامُ زَیْدٍ وَ خَاتَمُ فِضَّةٍ وَ ضَرْبُ الْیَوْمِ بِخِلَافِ قُمْتُ یَوْمَ الْجُمُعَةِ فَاِنَّهٗ

جیسے غُلَامُ زَیْدٍ وَ خَاتَمُ فِضَّةٍ وَ ضَرْبُ الْیَوْمِ بخلاف قُمْتُ یَوْمَ الْجُمُعَةِ کے

وَاِنْ نُسِبَ اِلَیْهِ الْقِیَامُ بِالْحَرْفِ الْمُقَدَّرِ وَهُوَ فِیْ لٰکِنَّهٗ غَیْرُ مُرَادٍ اِذْ لَوْ اُرِیْدَ لَانْجَرَّ بِهٖ

اگرچہ اسکی طرف حرف مقدر جو کہ فی ہے، کے واسطے سے قیام کی نسبت کی گئی ہے لیکن حرف جر مراد نہیں ہے کیونکہ اگر حرف جر مراد ہوتا تو اس سے یوم مجرور ہوتا

خلاصہ متن: ۔ یہاں سے صاحب کافیہ مضاف الیہ کی تعریف کر رہے ہیں "مضاف الیہ ہر وہ اسم کہ جس کی طرف کوئی شی بواسطہ حرف جر منسوب ہو خواہ حرف جر ملفوظ ہو یا مقدر لیکن مراد ہو"۔

اغراض جامی: ۔وهو ههنا: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔ جب کسی شی کو ذکر کرنے کے بعد دوبارہ ذکر کیا جائے تو اس کو ضمیر کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے نہ کہ اسم ظاہر کے ساتھ اور مضاف الیہ کا ذکر ماقبل میں ہو چکا تو مصنف کو چاہیے تھا کہ اس کو ضمیر کے ساتھ ذکر کرتے اور یوں کہتے وهو کل اسم.

جواب: ۔ یہ مضاف الیہ اس مضاف الیہ کا جس کا ماقبل میں ذکر ہوا جو مصطلح و مشہور بین الجمہور ہے کا عین نہیں ہے بلکہ اس سے اخص ہے۔ جو پہلے ذکر ہوا وہ اعم ہے۔ کیونکہ ماقبل والے مضاف الیہ میں تعمیم ہے کہ اس میں حرف جر مقدر ہو یا نہ ہو۔ اور اس مضاف الیہ میں جمہور نحویوں کے نزدیک حرف جر کی تقدیر کی شرط ہے۔ لیکن مصنف کے نزدیک تقدیر حرف جر شرط نہیں اسلئے مصنف نے اس کو اسم ظاہر کے ساتھ ذکر کیا۔

وَذَهَبَ فِیْ ذٰلِکَ: سے ایک فائدے کا بیان ہے کہ مصنف نے مضاف الیہ کی تعریف میں جمہور کی مخالفت کی ہے اور امام سیبویہ کے مذہب کی تقلید کی ہے اس کے نزدیک مضاف الیہ کی تعریف یہی ہے کل اسم نسب الیہ شی ء بواسطة حرف الجر سواء کان ملفوظا او مقدرا۔

حقیقۃً اَوْ حُکْمًا: سے اسم میں تعمیم کو ذکر کر دیا کہ مضاف الیہ اسم ہوتا ہے عام ہے اسم حقیقی ہو یا اسم حکمی۔

لِیَشْمَلَ الْجُمَلَ: میں تعمیم کی وجہ کا بیان ہے کہ یہ تعمیم اس لئے کی تا کہ مضاف الیہ کی تعریف ان جملوں پر بھی شامل ہو جائے جو مضاف الیہ بنتے ہیں جیسے یوم ینفع الصادقین صدقھم میں ینفع الصادقین جملہ مضاف الیہ ہے اگر چہ یہ اسم حقیقی نہیں لیکن اسم حکمی ہے۔ اس لئے کہ یہ مصادر کے حکم میں ہے۔

اسما کان: میں تعمیم کی طرف اشارہ ہے کہ شی میں تعمیم ہے خواہ اسم ہو جیسے غلام زید میں غلام یا فعل ہو جیسے مررت بزید میں مررت

ملفوظا: میں ترکیب کی طرف اشارہ کر دیا کہ لفظا او تقدیرا اسم مفعول کے معنی میں ہو کر خبر ہے کان محذوف کی۔ ان واسم مفعول کے معنی میں اس لئے کیا تا کہ ان کا حمل صحیح ہو جائے۔ جس کی تفصیل کئی مرتبہ ماقبل میں گزر چکی ہے۔

حال کونہ: میں بھی ترکیب کی طرف اشارہ کر دیا کہ مرادا حال ہے تقدیرا بمعنی مقدرا سے جو کہ کان محذوف کی خبر ہے اس لئے کہ وہ خبر مفعول بہ کے حکم میں ہے پس یہ مفعول بہ حکمی سے حال ہوا۔

من حیث العمل: میں مراد کی وضاحت کی کہ مراد سے مراد من حیث العمل ہے نہ کہ من حیث الذات۔

بابقاء اثرہ: میں شارح کی غرض من حیث العمل کی صورت کو بیان کرنا ہے کہ مراد من حیث العمل کی صورت یہ ہے کہ حرف جر مقدر کا اثر جو کہ جر ہے وہ باقی ہو جیسے غلام زید اس میں غلام کی نسبت زید کی طرف بواسطہ حرف لام کے ہے جو مقدر ہے لیکن وہ مراد ہے اس لئے کہ اس کا اثر جو کہ جر ہے وہ لفظوں میں باقی ہے اور خاتم فضہ میں خاتم کی نسبت فضہ کی طرف بواسطہ حرف جر من کے ہے جو کہ مقدر ہے لیکن مراد ہے اس لئے کہ اس کا اثر جو کہ جر ہے وہ لفظوں میں باقی ہے اور اسی طرح ضرب الیوم میں ضرب کی نسبت یوم کی طرف بواسطہ حرف جر فی کے ہے جو کہ مقدر ہے لیکن وہ مراد ہے اس لئے کہ حرف جر کا اثر جو کہ جر ہے وہ لفظوں میں باقی ہے۔

بخلاف: میں شارح مرادا کی قید کا فائدہ بیان کرتے ہیں کہ یہ قید احترازی ہے اس سے احتراز ہے اس یوم الجمعۃ سے جو قمت یوم الجمعۃ میں واقع ہے اس میں اگر چہ قیام کی نسبت یوم الجمعۃ کی طرف بواسطہ حرف جر ہے جو کہ مقدر ہے لیکن مراد نہیں اس لئے کہ اگر وہ مراد ہوتا تو اس کا اثر جر موجود ہوتا اور یوم مفتوح نہ ہوتا بلکہ مجرور ہوتا ہے۔

اضافت کی شرائط

فَالتَّقْدِیْرُ اَیْ تَقْدِیْرُ الْحَرْفِ شَرْطُہٗ اَنْ یَّکُوْنَ الْمُضَافُ اِسْمًا	اِذْلَوْ کَانَ فِعْلًا لَابُدَّ مِنْ اَنْ یُّتَلَفَّظَ
پس تقدیر کی یعنی حرف جر کی تقدیر کی شرط یہ ہے کہ مضاف اسم ہو	کیونکہ اگر مضاف فعل ہوگا تو حرف جر کا تلفظ ضروری ہوگا

بِالْحَرْفِ نَحْوُ مَرَرْتُ بِزَيْدٍ مُجَرَّدًا اَىْ مُنْسَلِخًا عَنْهُ تَنْوِيْنُهُ اَوْمَا قَامَ مَقَامَهُ مِنْ نُوْنِي التَّثْنِيَةِ

جیسے مَرَرْتُ بِزَيْدٍ اس سے اس کی تنوین کو مجرد یعنی منسلخ کیا گیا ہو تنوین کو یا جو تنوین کے قائم مقام ہے تثنیہ وجمع کے

وَالْجَمْعِ لِاَجْلِهَا اَىْ لِاَجْلِ الْاِضَافَةِ لِاَنَّ التَّنْوِيْنَ اَوِ النُّوْنَ دَلِيْلٌ عَلٰى تَمَامِ مَاهِيَ فِيْهِ

دونوں نون میں سے اس کی وجہ سے یعنی اضافت کی وجہ سے کیونکہ تنوین یا نون اس چیز کے کمال پر دلیل ہے جس میں یہ ہوں

فَلَمَّا اَرَادُوْا اَنْ يَّمْزِجُوا الْكَلِمَتَيْنِ مَزْجًا تَكْتَسِبُ بِهِ الْاُوْلٰى مِنَ الثَّانِيَةِ التَّعْرِيْفَ اَوِ التَّخْصِيْصَ

تو نحویوں نے دو کلموں کو آپس میں اس طرح ملانے کا ارادہ کیا کہ پہلا کلمہ دوسرے کلمہ سے تعریف یا تخصیص یا تخفیف حاصل کرے

اَوِ التَّخْفِيْفَ حَذَفُوْا مِنَ الْاُوْلٰى عَلَامَةَ تَمَامِ الْكَلِمَةِ وَتَمَّمُوْهَا بِالثَّانِيَةِ ثُمَّ الْمُتَبَادِرُ

تو انہوں نے پہلے کلمے (یعنی مضاف) سے کلمہ کے تمام ہونے کی علامت کو حذف کر دیا اور اسے دوسرے کلمہ کے ذریعے مکمل کیا پھر متبادر

مِنْ هٰذَا التَّعْرِيْفِ نَظْرًا اِلٰى كَلَامِ الْقَوْمِ حَيْثُ لَيْسُوْا قَائِلِيْنَ بِتَقْدِيْرِ حَرْفِ الْجَرِّ فِي الْاِضَافَةِ

نحویوں کے کلام کی طرف نظر کرتے ہوئے کہ وہ اضافت لفظیہ میں حرف جر کی تقدیر کے قائلین نہیں ہیں

اللَّفْظِيَّةِ اَنَّهُ غَيْرُ شَامِلٍ لِلْمُضَافِ اِلَيْهِ بِالْاِضَافَةِ اللَّفْظِيَّةِ لٰكِنَّ الظّ مِنْ كَلَامِ الْمُصَ فِي الْمَتْنِ

مضاف الیہ کی اس تعریف سے یہ ہے کہ یہ تعریف مضاف الیہ بہ اضافت لفظیہ کو شامل نہیں ہے لیکن اس کتاب (کافیہ) کے متن

وَالصَّرِيْحَ فِيْ شَرْحِهِ لَهُ اَنَّ التَّقْسِيْمَ اِلَى الْاِضَافَةِ الْمَعْنَوِيَّةِ وَاللَّفْظِيَّةِ اِنَّمَا هُوَ لِلْاِضَافَةِ بِتَقْدِيْرِ

اور اس کے مصنف کی اپنی شرح میں مصنف کے کلام سے جو ظاہر و واضح ہے وہ یہ ہے کہ اضافت معنویہ اور لفظیہ کی طرف جو تقسیم ہے

حَرْفِ الْجَرِّ لٰكِنَّهُ لَمْ يُبَيِّنْ تَقْدِيْرَ الْحَرْفِ فِيْهَا لَا فِي الْمَتْنِ وَلَا فِيْ شَرْحِهِ وَلَمْ يُنْقَلْ عَنْهُ شَيْءٌ

وہ اضافت بہ تقدیر حرف جر کے لیے ہی ہے لیکن مصنف نے اضافت لفظیہ میں حرف جر کی تقدیر کو بیان نہیں کیا نہ متن میں اور نہ ہی اس کی شرح میں

فِيْهِ مِنْ سَائِرِ مُصَنَّفَاتِهِ وَقَدْ تَكَلَّفَ بَعْضُهُمْ فِيْ اِضَافَةِ الصِّفَةِ اِلٰى مَفْعُوْلِهَا مِثْلُ ضَارِبُ زَيْدٍ

اور نہ ہی اسکی باقی کتب میں سے اس بارہ میں کوئی چیز منقول ہے اور بعض حضرات نے صفت کے اس مفعول کی طرف اضافت کے اندر ضارب زید کے مثل میں

بِتَقْدِيْرِ اللَّامِ تَقْوِيَةً لِلْعَمَلِ اَىْ ضَارِبٌ لِزَيْدٍ وَفِيْ اِضَافَتِهَا اِلٰى فَاعِلِهَا مِثْلُ الْحَسَنُ الْوَجْهِ

عمل کو قوت دینے کے لیے لام کو مقدر کرنے کا تکلف کیا ہے یعنی ضارب لزید اور صفت کی اس کے فاعل کی طرف اضافت کے اندر الحسن الوجہ کے مثل میں

بِتَقْدِيْرِ مِنَ الْبَيَانِيَّةِ فَاِنَّ ذِكْرَ الْوَجْهِ فِيْ قَوْلِنَا جَاءَنِيْ زَيْدُ الْحَسَنُ الْوَجْهِ بِمَنْزِلَةِ التَّمْيِيْزِ

من بیانیہ کی تقدیر کا (تکلف کیا) کہ ہمارے قول جَاءَنِيْ زَيْدُ الْحَسَنُ الْوَجْهِ میں الوجہ کا ذکر تمیز کے بمنزلہ ہے

فَإِنَّ فِي إِسْنَادِ الْحَسَنِ إِلَى زَيْدٍ إِبْهَامًا فَإِنَّهُ لَا يُعْلَمُ أَنَّهُ أَيُّ شَيْءٍ مِنْهُ حَسَنٌ فَإِذَا ذُكِرَ الْوَجْهُ

کہ زید کی طرف حسن کی اسناد میں ابہام ہے کیونکہ معلوم نہیں کہ زید کی کون سی چیز حسن ہے تو جب وجہ کا ذکر کیا گیا

فَكَأَنَّهُ قَالَ مِنْ حَيْثُ الْوَجْهِ فَإِنْ قُلْتَ هٰذَا فِي الْحَقِيقَةِ تَخْصِيصٌ فَلَا يَصِحُّ أَنَّ الْإِضَافَةَ

تو گویا کہا (جاء نی زید الحسن) من حیث الوجہ پھر اگر تم کہو کہ یہ تو درحقیقت تخصیص ہے لہٰذا یہ صحیح نہ ہوا

اللَّفْظِيَّةَ لَا تُفِيدُ إِلَّا تَخْفِيفًا فِي اللَّفْظِ قُلْنَا كَانَ هٰذَا التَّخْصِيصُ وَاقِعًا قَبْلَ الْإِضَافَةِ

کہ اضافت لفظیہ تخفیف فی اللفظ کا فائدہ دیتی ہے ہم نے جواب دیا کہ یہ تخصیص اضافت سے پہلے واقع تھی

فَلَا يَكُونُ مِمَّا تُفِيدُهُ الْإِضَافَةُ فَلَيْسَتْ فَائِدَةُ الْإِضَافَةِ إِلَّا التَّخْفِيفَ فِي اللَّفْظِ

تو تخصیص اس قبیل سے نہیں جس کا اضافت لفظیہ فائدہ دیتی ہے لہٰذا اضافت لفظیہ کا فائدہ تخفیف فی اللفظ ہی ہوا (اور کچھ نہیں)

خلاصہ متن: ۔صاحب کافیہ اس عبارت میں اپنے مذہب کے مطابق اس اضافت کی شرط ذکر کر رہے ہیں جہاں حرف جر مقدر ہوتا ہے۔فرماتے ہیں کہ اضافت بتقدیر حرف جر کی شرط یہ ہے کہ مضاف ایسا اسم ہو جو اضافت کی وجہ سے تنوین یا جو تنوین کے قائم مقام ہے یعنی نون تثنیہ اور نون جمع سے خالی کر لیا گیا ہو۔اور اگر مضاف الیہ ان سے خالی نہ کیا گیا ہو تو وہاں حرف جر کو مقدر کرنا درست نہ ہوگا۔

اغراض جامی: <u>ای تقدیر الحرف</u>: میں شارح نے اشارہ کر دیا کہ تقدیر پر جو الف لام ہے یہ مضاف الیہ کے عوض ہے جو کہ الحرف ہے اصل میں تھا تقدیر الحرف.

<u>اذ لو کان</u>: میں شارح اسما کی قید کا فائدہ بیان کر رہے ہیں کہ یہ قید احترازی ہے اس سے احتراز ہے فعل سے اس لئے کہ اگر مضاف (جس کی نسبت کی جارہی ہے) فعل ہو تو پھر حرف جر کا ملفوظ ہونا ضروری ہے جیسے مررت بزید.

<u>منسلخا</u>: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔**سوال:**۔ مجرد اسم مفعول کا صیغہ ہے اور تنوینہ اس کا نائب فاعل ہے حالانکہ مجرد کا اسناد تنوین کی طرف درست نہیں اسلئے کہ مجرد کا اسناد اسم کی طرف ہو سکتا ہے تنوین کی طرف نہیں کیونکہ اسم معروض ہے تنوین عارض ہے ضابطہ یہ ہے کہ شے مسند ہوتی ہے معروض کی طرف نہ کہ عارض کی طرف۔

جواب: ۔مجرد تجرید سے ماخوذ ہے اور یہاں تجرید کا حقیقی معنی نہیں بلکہ مجازی معنی مراد ہے جو کہ ''انسلاخ'' یعنی زوال ہے اور زوال تنوین کی صفت ہے نہ کہ اسم کی۔(سوال کابلی ص ۲۶۸)

<u>او ما قام مقامه</u>: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ اضافت کی وجہ سے جس طرح مضاف سے تنوین کو خالی کرلیا جاتا ہے اسی طرح جو چیز تنوین کے قائم مقام ہو اس سے بھی مضاف کو خالی کرلیا جاتا ہے مصنف نے اس کو ذکر کیوں نہیں کیا؟

جواب :۔ تنوینہ معطوف علیہ ہے اور معطوف مع حرف عطف محذوف ہے جو کہ **او ما قام مقامہ** ہے اصل میں تھا **تنوینہ او ما قام مقامہ**.

<u>لاجل الاضافۃ</u>: میں لا جلھا کی ہا ضمیر کے مرجع کو متعین کردیا کہ ضمیر کا مرجع اضافت ہے۔

<u>لان التنوین</u>: میں مذکورہ شرط کی وجہ کا بیان ہے کہ مضاف کو تنوین اور مایقوم مقام التنوین سے خالی کرنے کی شرط اس لئے لگائی ہے کیونکہ یہ دونوں چیزیں جس کلمہ پر داخل ہوں اس کلمے کے تام ہونے کی دلیل ہوتے ہیں تو وہ کلمہ اپنے مابعد سے منقطع ہوتا ہے اور اضافت اتصال کا تقاضا کرتی ہے اور اتصال اور انفصال میں منافات ہے اس لئے مضاف کو تنوین اور مایقوم مقام التنوین سے خالی کرنے کی شرط لگائی تا کہ اس کا اپنے مابعد مضاف الیہ سے اتصال وارتباط پیدا ہو جائے۔

<u>فلما ارادوا</u>: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔ جب کلمہ تنوین اور مایقوم مقام التنوین سے تام ہو جاتا ہے تو پھر تنوین اور مایقوم مقام التنوین کو حذف کر کے شئی آخر (مضاف الیہ) کے ساتھ اس کو تام کرنے کا کیا فائدہ؟۔

جواب :۔ اضافت کا مقصد مضاف کو تام کرنا نہیں ہے بلکہ اضافت کا فائدہ مضاف میں تعریف، تخصیص اور تخفیف ہے۔

(دیکھئے سوال باسولی ص ۴۳۴)

<u>ثم المتبادر</u>: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال:**۔ مضاف الیہ کی تعریف جامع نہیں اضافت لفظیہ پر صادق نہیں آتی اسلئے کہ اس میں حرف جر نہ ہی ملفوظ ہوتا ہے نہ ہی مقدر؟

جواب :۔ اضافت لفظیہ میں حرف جر کا نہ ہونا عام نحویوں کا مذہب ہے۔ مصنف کے نزدیک اضافت لفظیہ میں بھی حرف جر مقدر ہوتا ہے جیسا کہ مصنف کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے جو متن میں موجود ہے اور مصنف کی اپنی شرح امالی میں بھی یہ بات صراحتاً موجود ہے کیونکہ مصنفؒ نے اضافت لفظیہ اور معنویہ دونوں کا مقسم اضافت بتقدیر حرف جر کو بنایا ہے اور مقسم کا اپنی اقسام میں اعتبار ہوتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ اضافت لفظیہ میں بھی ان کے نزدیک حرف جر مقدر ہوتا ہے لیکن مصنف نے اضافت لفظیہ کی بحث میں تقدیر حرف جر کو بیان نہیں کیا کہ کونسا حرف جر ہوتا ہے نہ متن میں نہ شرح میں اور نہ ہی دوسری تصنیفات میں ان سے اس بارے میں کچھ منقول ہے جیسا کہ اضافت معنویہ میں تقدیر حرف جر کو بیان کیا۔

<u>وقد تکلف بعضھم</u>: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال:**۔ یہ ہے کہ جب مصنف

نے تقدیر حرف جر کو بیان نہیں کیا کہ کونسا حرف جر مقدر ہوگا تو وہ مجہول ہوا معلوم نہیں ہوگا کہ لام مقدر ہے یا من وغیرہ۔

جواب: ۔ تو تکلف سے جواب دیا کہ اضافت لفظیہ میں حرف جر کو مقدر کرنے کیلئے بعض نحویوں نے یہ تکلف کیا ہے کہ جب صیغہ صفت کا اپنے مفعول کی طرف مضاف ہو تو اس وقت لام مقدر ہوگا جیسے ضارب زید اصل میں ضارب لزید تھا۔

تقوية للعمل: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال:** ۔ بعض نحویوں کا قول درست نہیں ہے کیونکہ صیغہ صفت ضارب اپنے معمول کی طرف بلاواسطہ متعدی ہوتا ہے تو لام کو مقدر ماننے کی کیا ضرورت ہے۔

جواب: ۔ لام کی تقدیر تعدیہ کے لئے نہیں بلکہ تقویتِ عمل کے لئے ہے۔ اور شبہ فعل متعدی کی تقویت بحرف الجر جائز ہے لضعف عملہ البتہ خود فعل متعدی کی تقویت بحرف الجر جائز نہیں ہے اس لئے کہ وہ قوی بنفسہ ہوتا ہے۔

اور جب صیغہ صفت کا فاعل کی طرف مضاف ہو جیسے الحسن الوجہ تو من بیانیہ مقدر ہوگا من بیانیہ کو مقدر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ جاء نی زید الحسن الوجہ میں الوجہ کا ذکر بمنزلہ تمیز کے ہے اور تمیز میں من بیانیہ مذکور ہوتا ہے اور الوجہ بمنزلہ تمیز کے اس لئے ہے کہ زید کے حسن میں ابہام تھا معلوم نہیں تھا کہ اس کی کون سی چیز خوبصورت ہے جب الوجہ کو ذکر کیا تو ابہام دور ہو گیا گویا کہ اس نے کہا من حیث الوجہ کہ زید خوبصورت ہے باعتبار چہرہ کے۔

فان قلت: سے شارح ایک اعتراض نقل کر کے قلنا سے اس کا جواب دے رہے ہیں۔

اعتراض: ۔ جاء نی زید الحسن الوجہ میں اضافت لفظیہ تخصیص کا فائدہ دے رہی ہے اس لئے کہ الحسن مبہم تھا معلوم نہیں تھا کہ کونسی چیز حسین ہے جب الوجہ کو ذکر کیا تو اس میں تخصیص پیدا ہوگئی یعنی الحسن الوجہ لا غیرہ لہذا نحویوں کا یہ کہنا کہ اضافت لفظیہ فقط تخفیف کا فائدہ دیتی ہے یہ درست نہیں۔

جواب: ۔ قلنا سے شارح نے اس کا جواب دیا کہ ہم یہ بات تسلیم نہیں کرتے کہ الحسن الوجہ میں اضافت کی وجہ سے تخصیص حاصل ہو رہی ہے کیونکہ اس میں جو تخصیص ہے وہ اضافت سے پہلے حاصل ہوئی ہے اس لئے کہ الحسن الوجہ اضافت سے پہلے الحسن وجھہ تھا تو اس میں تخصیص فاعل کی وجہ سے پائی گئی ہے پھر جب اس کی اضافت کی تو حذف ضمیر کے ذریعے تخفیف حاصل ہوگئی لہذا یہ کہنا درست ہوا کہ اضافت لفظیہ فقط تخفیف کا فائدہ دیتی ہے۔

اضافت کی تقسیم

وَهِيَ اَيِ الْاِضَافَةُ بِتَقْدِيْرِ حَرْفِ الْجَرِّ مَعْنَوِيَّةٌ اَیْ مَنْسُوْبَةٌ اِلَی الْمَعْنٰی لِاَنَّهَا تُفِيْدُ مَعْنًی فِيْ
اور وہ یعنی اضافت بہ تقدیر حرف جر معنویہ ہے یعنی معنی کی طرف منسوب ہے کیونکہ یہ مضاف میں تعریف یا تخصیص کے

الْمُضَافِ تَعْرِيفًا اَوْ تَخْصِيصًا وَلَفْظِيَّةٌ اَیْ مَنْسُوبَةٌ اِلَی اللَّفْظِ فَقَطْ دُوْنَ الْمَعْنٰی لِعَدَمِ

معنی کا فائدہ دیتی ہے اور لفظیہ ہے یعنی لفظ کی طرف منسوب ہے فقط معنی کی طرف نہیں بوجہ اضافت لفظیہ کے

سِرَایَتِهَا اِلَیْهِ فَالْمَعْنَوِیَّةُ عَلَامَتُهَا اَنْ یَّكُوْنَ الْمُضَافُ فِیْهَا غَیْرَ صِفَةٍ كَاِسْمِ الْفَاعِلِ وَالْمَفْعُوْلِ

معنی کی طرف نہ جانے کے پس معنویہ کی علامت یہ ہے کہ اس میں (مضاف) صفت نہ ہو اسم فاعل ومفعول وصفت مشبہ کی طرح

وَالصِّفَةِ الْمُشَبَّهَةِ مُضَافَةً اِلٰی مَعْمُوْلِهَا فَاعِلِهَا اَوْ مَفْعُوْلِهَا قَبْلَ الْاِضَافَةِ سَوَاءٌ لَمْ یَكُنْ

جو اپنے معمول کی طرف مضاف ہو (اس کا معمول) اضافت سے قبل اس کا فاعل یا مفعول ہے خواہ مضاف صفت ہی نہ ہو

صِفَةً كَغُلَامُ زَیْدٍ اَوْ كَانَ صِفَةً وَلٰكِنْ غَیْرَ مُضَافَةٍ اِلٰی مَعْمُوْلِهَا بَلْ اِلٰی غَیْرِهٖ كَمُصَارِعِ مِصْرِ

جیسے غلام زید یا صفت ہو لیکن اپنے معمول کی طرف مضاف نہ ہو بلکہ غیر معمول کی طرف مضاف ہو جیسے مصارع مصر

وَكَرِیْمِ الْبَلَدِ وَاحْتَرَزَ بِهٖ عَنْ نَحْوِ ضَارِبُ زَیْدٍ وَحَسَنُ الْوَجْهِ

اور کریم البلد اور (مصنف نے) اس سے ضَارِبُ زَیْدٍ وَحَسَنُ الْوَجْهِ کی مثل سے احتراز کیا ہے

خلاصہ متن: ۔ یہاں سے صاحب کافیہ اپنے مذہب کے مطابق اضافت بتقدیر حرف جر کی تقسیم کر رہے ہیں کہ اس کی دو قسمیں ہیں (۱) معنویہ (۲) لفظیہ۔ اضافت معنویہ کی تعریف یہ ہے کہ مضاف ایسا صیغہ صفت کا نہ ہو جو اپنے معمول کی طرف مضاف ہو۔

اغراض جامی : بالاضافة: میں ہی ضمیر کے مرجع کو متعین کر دیا کہ ضمیر کا مرجع اضافت بتقدیر حرف جر ہے۔

منسوبة: میں معنویہ کی وجہ تسمیہ کو بیان کر رہے ہیں۔ معنویہ میں یاء نسبت کی ہے معنی ہے منسوبہ الی المعنی۔

لانها تفيد: سے اضافت معنویہ کی وجہ تسمیہ کا بیان ہے معنویہ کو معنویہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ مضاف میں تعریف یا تخصیص کے معنی کا فائدہ دیتی ہے۔

ای منسوبة: میں اضافت لفظیہ کی وجہ تسمیہ بیان کر رہے ہیں کہ لفظیہ میں بھی یاء نسبت کی ہے معنی ہے منسوبہ الی اللفظ۔ لفظیہ کو لفظیہ اس لئے کہتے ہیں کہ اسکا فائدہ فقط لفظ میں ظاہر ہوتا ہے معنی کی طرف سرایت نہیں کرتا یعنی صرف لفظ میں تخفیف ہوتی ہے۔

علامتها: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال**: ۔ مصنف کا قول المعنویہ مبتدا ہے اور ان یکون المضاف الخ مصدر کون کی تاویل میں ہو کر اس کی خبر ہے حالانکہ خبر کا مبتدا پر حمل ہوتا ہے اور یہاں حمل درست نہیں ہے اس لئے کہ اضافت معنویہ مضاف غیر صفۃ کا نام نہیں ہے بلکہ اضافت معنویہ تو نسبت بتقدیر حرف الجر کا نام ہے۔

جواب: ۔ کون المضاف غیر صفة یہ المعنویة کی خبر نہیں ہے بلکہ یہ خبر ہے مبتدأ محذوف کی جو کہ علامتہا ہے مبتدأ

اور خبر مل کر جملہ ہو کر خبر ہے معنویۃ کی۔

فیھا : سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : خبر جب جملہ ہو تو اس میں عائد کا ہونا ضروری ہوتا ہے اور یہاں عائد نہیں ہے۔

جواب : یہاں فیھا عائد محذوف ہے۔

کاسم الفاعل : سے صیغہ صفت کے مصداق کو بیان کر رہے ہیں صیغہ صفت سے مراد اسم فاعل، اسم مفعول، صفت مشبہ ہیں۔

فاعلا : میں معمول کے مصداق کو متعین کر دیا کہ معمول کا مصداق فاعل اور مفعول بہ ہیں۔

قبل الاضافة : سے شارح جامی کی غرض ایک فائدہ کا بیان ہے کہ یہاں معمول سے مراد اضافت سے پہلے کا معمول ہے کیونکہ اضافت کے بعد تو ہر مضاف اپنے معمول کی طرف مضاف ہوتا ہے کیونکہ ہر مضاف اپنے مضاف الیہ میں عامل ہوتا ہے۔

سواء : میں شارح کی غرض غیر صفة مضافة میں تعمیم بیان کرنا ہے کہ غیر صفة مضافة الخ عام ہے کہ مضاف یا تو سرے سے صیغہ صفت کا نہ ہو جیسے غلام زید یا صیغہ صفت تو ہو لیکن اپنے معمول کی طرف مضاف نہ ہو جیسے مصارع مصر اس میں مصارع اگرچہ صیغہ صفت ہے لیکن اپنے معمول کی طرف مضاف نہیں ہے اس لئے کہ مصر نہ فاعل ہے اور نہ ہی مفعول بہ ہے بلکہ مفعول فیہ ہے اور کریم البلد میں کریم اگرچہ صیغہ صفت ہے لیکن اپنے معمول کی طرف مضاف نہیں ہے اس لئے کہ البلد نہ فاعل ہے نہ مفعول بہ ہے بلکہ مفعول فیہ ہے۔

واحترزبه : میں غیر صفة کی قید کا فائدہ بیان کرتے ہیں کہ یہ قید احترازی ہے اس سے احتراز ہے ضارب زید اور الحسن الوجہ کی مثل سے اس لئے کہ ان دونوں ترکیبوں میں مضاف صیغہ صفت ہے جو اپنے معمول کی طرف مضاف ہے کیونکہ ضارب زید میں زید اضافت سے پہلے ضارب کا مفعول ہے اور الحسن الوجہ میں الوجہ اضافت سے پہلے حسن کا فاعل ہے۔

اضافت معنویہ کے اقسام

وَهِيَ الْإِضَافَةُ الْمَعْنَوِيَّةُ بِحُكْمِ الْإِسْتِقْرَاءِ إِمَّا بِمَعْنَى اللَّامِ فِيْمَا أَيْ فِي الْمُضَافِ إِلَيْهِ
اور وہ یعنی اضافت معنویہ بحکم استقراء یا تو لام کے معنی میں ہو گی اس میں یعنی اس مضاف الیہ میں جو
عَدَا جِنْسِ الْمُضَافِ وَظَرْفِهِ أَيْ لَا يَكُوْنُ صَادِقًا عَلَى الْمُضَافِ وَغَيْرِهِ وَلَا ظَرْفًا لَهُ نَحْوُ
مضاف کی جنس اور اس کی ظرف کے ماسوا ہو یعنی وہ مضاف اور غیر مضاف پر صادق نہ آئے اور نہ ہی مضاف الیہ مضاف کے لیے ظرف ہو جیسے
غُلَامُ زَيْدٍ فَإِنَّ زَيْدًا لَيْسَ جِنْسًا لِلْغُلَامِ صَادِقًا عَلَيْهِ وَلَا ظَرْفَهُ فَإِضَافَةُ الْغُلَامِ إِلَيْهِ بِمَعْنَى اللَّامِ
غلام زید کیونکہ زید غلام کی جنس نہیں جو اس پر صادق آئے اور نہ اس کی ظرف ہے لہذا زید کی طرف غلام کی اضافت لام کے معنی میں ہے

اَیْ غُلَامٌ لِزَیْدٍ وَاِمَّا بِمَعْنَیٰ مِنَ الْبَیَانِیَۃِ فِیْ جِنْسِ الْمُضَافِ الصَّادِقِ عَلَیْہِ وَعَلٰی غَیْرِہٖ

یعنی غلام لزید اور یا من بیانیہ کے معنی میں ہو گی مضاف کی جنس میں جو مضاف اور غیر مضاف پر اس شرط کے ساتھ صادق آئے

بِشَرْطِ اَنْ یَکُوْنَ الْمُضَافُ اَیْضًا صَادِقًا عَلٰی غَیْرِ الْمُضَافِ اِلَیْہِ فَیَکُوْنُ بَیْنَھُمَا عُمُوْمٌ

کہ مضاف بھی غیر مضاف الیہ پر صادق آئے لہٰذا (اس اضافت میں) مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان عموم وخصوص من وجہ (کی نسبت) ہے

وَخُصُوْصٌ مِنْ وَجْہٍ وَاِمَّا بِمَعْنٰی فِیْ فِیْ ظَرْفِہٖ اَیْ ظَرْفِ الْمُضَافِ وَالْحَاصِلُ اَنَّ الْمُضَافَ

اور یا فی کے معنی میں ہو گی اس کی ظرف میں یعنی مضاف کی ظرف میں اور خلاصہ یہ ہے کہ مضاف الیہ

اِلَیْہِ اِمَّا مُبَائِنٌ لِلْمُضَافِ وَح اِنْ کَانَ ظَرْفًا لَہٗ فَالْاِضَافَۃُ بِمَعْنٰی فِیْ وَاِلَّا فَھِیَ بِمَعْنَی اللَّامِ

یا تو مضاف کے لیے مباین ہوگا پس اس وقت اگر مضاف الیہ مضاف کیلئے ظرف ہو تو اضافت فی کے معنی میں ہے ورنہ لام کے معنی میں ہوگی

وَاِمَّا مُسَاوٍ لَہٗ کَلَیْثٍ اَسَدٍ وَاِمَّا اَعَمُّ مُطْلَقًا کَاَحَدِ الْیَوْمِ فَالْاِضَافَۃُ عَلَی التَّقْدِیْرَیْنِ مُمْتَنِعَۃٌ

اور یا مضاف الیہ مضاف کے لیے مساوی ہوگا جیسے لیث اور اسد ہے اور یا مضاف الیہ مطلقاً عام ہوگا جیسے احد الیوم پس ان دونوں تقدیروں پر اضافت ممتنع ہے

وَاِمَّا اَخَصُّ مُطْلَقًا کَیَوْمِ الْاَحَدِ وَ عِلْمِ الْفِقْہِ وَشَجَرِ الْاِرَاکِ فَالْاِضَافَۃُ ح اَیْضًا بِمَعْنَی اللَّامِ

اور یا (مضاف الیہ) مطلقاً اخص ہوگا جیسے یوم الاحد وعلم الفقہ وشجر الاراک تو اس وقت بھی اضافت لام کے معنی میں ہے

وَاِمَّا اَخَصُّ مِنْ وَجْہٍ فَاِنْ کَانَ الْمُضَافُ اِلَیْہِ اَصْلًا لِلْمُضَافِ فَالْاِضَافَۃُ بِمَعْنٰی مِنْ وَاِلَّا

اور یا اخص من وجہ ہو گا پھر اگر مضاف الیہ مضاف کے لیے اصل ہو تو اضافت من کے معنی میں ہے ورنہ

فَھِیَ اَیْضًا بِمَعْنَی اللَّامِ فَاِضَافَۃُ خَاتَمٍ اِلٰی فِضَّۃٍ بَیَانِیَۃٌ وَاِضَافَۃُ فِضَّۃٍ اِلٰی خَاتَمٍ بِمَعْنَی اللَّامِ

یہ اضافت بھی لام کے معنی میں ہے پس خاتم کی اضافت فضہ کی طرف بیانیہ ہے اور اضافت فضہ کی خاتم کی طرف لام کے معنی میں ہے

کَمَا یُقَالُ فِضَّۃُ خَاتَمِکَ خَیْرٌ مِنْ فِضَّۃِ خَاتَمِیْ وَاعْلَمْ اَنَّہٗ لَا یَلْزِمُ فِیْمَا ھُوَ بِمَعْنَی اللَّامِ اَنْ

جیسا کہ کہا جاتا ہے "فِضَّۃُ خَاتَمِکَ خَیْرٌ مِنْ فِضَّۃِ خَاتَمِیْ" اور جان لو کہ اس اضافت میں جو لام کے معنی میں ہے لازم نہیں آتا

یَصِحَّ التَّصْرِیْحُ بِھَا بَلْ یَکْفِیْ اِفَادَۃُ الْاِخْتِصَاصِ الَّذِیْ ھُوَ مَدْلُوْلُ اللَّامِ فَقَوْلُکَ یَوْمُ الْاَحَدِ

کہ لام کی تصریح صحیح ہو بلکہ وہ اختصاص جو لام کا مدلول ہے اس کا افادہ ہی کافی ہے پس تمہارا قول یوم الاحد

وَعِلْمُ الْفِقْہِ وَشَجَرُ الْاِرَاکِ بِمَعْنَی اللَّامِ وَلَا یَصِحُّ اِظْھَارُ اللَّامِ فِیْہِ وَلِھٰذَا قَالَ الْمُصَنِّفُ

اور علم الفقہ اور شجر الاراک لام کے معنی میں ہے حالانکہ اس قول میں لام کا اظہار صحیح نہیں اور اسی وجہ سے مصنف نے

بِمَعْنَى اللَّامِ وَلَمْ يَقُلْ بِتَقْدِيرِ اللَّامِ وَ بِهٰذَا الْأَصْلِ يَرْتَفِعُ الْإِشْكَالُ عَنْ كَثِيرٍ مِنْ مَوَادِ
بمعنی اللام کہا بتقدیر اللام نہ کہا اور اس قاعدہ سے اضافت لامیہ کے بہت سی مثالوں سے اعتراض اٹھ جاتا ہے
الْإِضَافَةِ اللَّامِيَةِ وَلَا يُحْتَاجُ فِيهِ إِلَى التَّكَلُّفَاتِ الْبَعِيدَةِ مِثْلُ كُلُّ رَجُلٍ وَكُلُّ وَاحِدٍ
اور یوم الاحد کے مثل میں تکلفات بعیدہ کی حاجت نہیں رہتی جیسے کل رجل اور کل واحد

خلاصہ متن :۔صاحب کافیہ اس عبارت میں اضافت معنویہ کے اقسام بیان کر رہے ہیں۔اس کی تین قسمیں ہیں (۱) اضافت بمعنی لام (۲) اضافت بمعنی من (۵) اضافت بمعنی فی۔ان تین قسموں کی **وجہ حصر** یہ ہے کہ مضاف الیہ یا مضاف کیلئے جنس ہوگا یا مضاف کے لئے ظرف ہوگا یا ان دونوں میں سے کچھ بھی نہیں ہوگا،اگر مضاف الیہ مضاف کیلئے جنس نہ ہو اور ظرف بھی نہ ہو تو اضافت بمعنی لام ہے جیسے غلام زید اور اگر مضاف الیہ مضاف کیلئے جنس ہو تو اضافت بمعنی من ہے جیسے خاتم فضۃ اور اگر مضاف الیہ مضاف کے لئے ظرف ہو تو اضافت بمعنی فی ہے جیسے ضرب الیوم۔

اغراض جامی :۔<u>ای الاضافۃ</u>: میں ہو ضمیر کے مرجع کو متعین کر دیا کہ ضمیر کا مرجع اضافت معنویہ ہے۔

<u>بحکم الاسقراء</u>: میں بطور فائدہ وضاحت کر دی کہ اضافت معنویہ کا ان تین اقسام میں حصر، حصرِ استقرائی ہے یعنی تلاش اور تتبع کے بعد ہمیں یہی اقسام ملیں۔یہ حصر عقلی نہیں ہے۔

<u>فی المضاف الیہ</u>: میں ما کا مصداق متعین کر دیا کہ ما کا مصداق مضاف الیہ ہے۔

<u>لا یکون صادقا</u>: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔**سوال**:۔غلام زید میں اضافت لامی ہے حالانکہ اس میں مضاف الیہ مضاف کی جنس ہے اس لئے کہ غلام اور زید دونوں حیوان ناطق ہیں تو دونوں کی جنس ایک ہی ہے۔

جواب :۔مضاف الیہ کا مضاف کی جنس سے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ مضاف الیہ،مضاف اور غیر مضاف دونوں پر صادق آئے اور غلام زید میں زید مضاف اور غیر مضاف پر صادق نہیں ہے بلکہ صرف مضاف غلام پر صادق ہے اس لئے اس میں اضافت بمعنی لام ہے۔ <u>البیانیۃ</u>: میں یہ بتایا کہ من بیانیہ ہے۔

<u>الصادق علیہ</u>: یہ جنس کی صفت کاشفہ ہے' اور جنس سے مراد یہ ہے کہ مضاف الیہ مضاف اور غیر مضاف پر صادق ہو۔

<u>بشرط ان</u>: سے اضافت بیانیہ کی ایک شرط بیان کر رہے ہیں کہ اضافت بیانیہ کے لئے صرف یہ بات کافی نہیں ہے کہ مضاف الیہ مضاف پر بھی صادق اور غیر مضاف پر بھی صادق ہو بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ مضاف بھی ایسا ہو جو مضاف اور غیر مضاف پر صادق ہو یعنی مضاف اور مضاف الیہ میں عموم خصوص من وجہ کی نسبت ہو۔

ای ظرف المضاف : میں ظرفہ کی ضمیر کے مرجع کو متعین کیا کہ ضمیر کا مرجع مضاف ہے۔

والحاصل : متن میں اختصار تھا شارح والحاصل سے اضافت کی بحث کی تفصیل بیان کرتے ہوئے مضاف، مضاف الیہ کے درمیان تمام ممکنہ احتمالات کو ذکر کر کے ان کا حکم بیان کر رہے ہیں کہ مضاف الیہ پانچ حال سے خالی نہیں یا مضاف الیہ مضاف کے مباین ہوگا یا مساوی ہوگا یا اعم مطلق ہوگا یا اخص مطلق ہوگا یا اعم واخص من وجہ ہوگا۔ اگر مضاف الیہ مضاف کے مباین ہو (یعنی دونوں میں تباین کی نسبت ہو) تو دو حال سے خالی نہیں مضاف الیہ مضاف کے لئے ظرف ہوگا یا نہ (۱) اگر مضاف الیہ مضاف کے لئے ظرف ہو تو یہ اضافت بمعنی فی ہوگی جس کو اضافت ظرفیہ بھی کہا جاتا ہے (۲) اور اگر مضاف الیہ مضاف کے لئے ظرف نہ ہو تو اضافت بمعنی لام ہوگی جس کو اضافت لامیہ بھی کہتے ہیں (۳) اگر مضاف الیہ مضاف کے مساوی ہو (یعنی دونوں میں تساوی کی نسبت ہو) جیسے لیث اور اسد (۴) یا مضاف الیہ مضاف سے اعم مطلق ہو جیسے احد الیوم۔ ان دو صورتوں میں اضافت جائز ہی نہیں کیونکہ اس اضافت کا معنوی طور پر کوئی فائدہ نہیں ہوتا (۵) اور اگر مضاف الیہ مضاف سے اخص مطلق ہو (یعنی دونوں میں عموم خصوص مطلق کی نسبت ہو) جیسے یوم الاحد وعلم الفقہ وشجرۃ الاراک تو یہ اضافت بمعنی لام ہوگی (۶) اور اگر مضاف الیہ مضاف سے اعم اخص من وجہ ہو (یعنی دونوں میں عموم خصوص من وجہ کی نسبت ہو) تو دو حال سے خالی نہیں مضاف الیہ مضاف کے لئے اصل اور مادہ ہوگا یا برعکس ہوگا یعنی مضاف مضاف الیہ کیلئے اصل ہوگا (۷) اگر مضاف الیہ مضاف کے لئے اصل ہو تو اضافت بمعنی من ہوگی جسے اضافت بیانیہ بھی کہتے ہیں جیسے خاتم فضۃ (۸) اگر مضاف مضاف الیہ کے لئے اصل ہو تو اضافت بمعنی لام ہوگی جیسے فضۃ خاتَمِکَ خیرٌ من فضۃِ خاتمی.

واعلم انہ : سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال :۔ اضافت بمعنی لام وہاں صحیح ہوگی جہاں لام کو ظاہر کرنا اور اس کی تصریح کرنا صحیح ہو اور جہاں لام کو ظاہر کرنا صحیح نہ ہو وہاں اضافت بمعنی لام نہیں ہوگی لہذا کل رجل اور کل واحد میں اضافت بمعنی لام نہیں ہونی چاہیے اسلئے کہ یہاں لام کو ظاہر کرنا صحیح نہیں ہے یوں نہیں کہا جاتا کل لرجل کل لواحد حالانکہ نحوی حضرات ان میں اضافت لامیہ کو صحیح کہتے ہیں۔

جواب :۔ اضافت بمعنی لام کے لئے ضروری نہیں کہ لام کی تصریح صحیح ہو بلکہ اضافت بمعنی لام کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ اختصاص کا فائدہ دے جو کہ لام کا مدلول ہے اور کل رجل اور کل واحد میں فائدہ اختصاص حاصل ہو رہا ہے اسلئے یہاں اضافت لامی صحیح ہے۔

فقولک : سے گزشتہ مضمون کی تاکید کیلئے مزید استشہادات پیش کر رہے ہیں کہ اضافت بمعنی لام کی صحت کیلئے لام کی تصریح ضروری نہیں ہے بلکہ افادۂ اختصاص ضروری ہے یہی وجہ ہے کہ یوم الاحد علم الفقہ شجر الاراک میں اضافت بمعنی لام

ہے حالانکہ ان میں لام کو ظاہر کرنا صحیح نہیں ہے اسی لئے مصنف نے بمعنی اللام کہا بتقدیر اللام نہیں کہا کیونکہ اگر بتقدیر اللام کہتے تو
اعتراض مذکور وارد ہوتا کہ کل رجل اور کل واحد وغیرہ میں اضافۃ بمعنی لام ہے حالانکہ ان میں لام کی تقدیر جائز نہیں ہے۔

وبھذا الاصل یرتفع الاشکال: سے شارح مزید وضاحت کرر ہے ہیں کہ اگر اس اصل وقاعدہ کو سامنے رکھا جائے تو اضافت لامیہ کے بارے میں بہت سے اشکال رفع ہو جاتے ہیں مثلاً علم الفقہ اور کل واحد وغیرہ۔ اس لئے کہ اضافت بمعنی لام کی صحت کے لے یہ ضروری نہیں کہ لام کو ظاہر کرنا صحیح ہو بلکہ افادۂ اختصاص جو کہ لام کا مدلول ہے وہ پایا جانا ضروری ہے۔ لھذا ان امثلہ کو درست کرنے کیلئے اب ان تکلفات کی طرف احتیاج نہیں ہوتی جس کا بعض شراح نے ارتکاب کیا ہے مثلاً بعض شارحین نے کہا ہے کہ ان مثالوں میں لام کو ظاہر کرنا صحیح ہے مثلاً کل رجل کی تقدیر کل فرد لرجل یعنی کل فرد ثابت لرجل وغیرہ ہے۔

اضافت فوی کا قلیل الاستعمال ہونے کا ذکر

وَهُوَ اَیْ کَوْنُ الْاِضَافَةِ بِمَعْنَی فِیْ قَلِیْلٌ فِیْ اِسْتِعْمَالَاتِهِمْ وَرَدَّهَا اَکْثَرُ النُّحَاةِ اِلَی الْاِضَافَةِ

اور وہ یعنی اضافت کا فی کے معنی میں ہونا قلیل ہے عرب کے محاورات میں اور اسے اکثر نحویوں نے اضافت

بِمَعْنَی اللَّامِ فَاِنَّ مَعْنٰی ضَرْبُ الْیَوْمِ ضَرْبٌ لَهٗ اِخْتِصَاصٌ بِالْیَوْمِ بِمُلَابَسَةِ الْوُقُوْعِ فِیْهِ

بمعنی اللام کی طرف لوٹا دیا ہے لہٰذا ضرب الیوم کا معنی ضرب لہ اختصاص بالیوم اس علاقہ سے کہ ضرب یوم میں واقع ہے

فَاِنْ قُلْتَ فَعَلٰی هٰذَا یُمْکِنُ رَدُّ الْاِضَافَةِ بِمَعْنٰی مِنْ اَیْضاً اِلَی الْاِضَافَةِ بِمَعْنَی اللَّامِ لِلْاِخْتِصَاصِ

پھر اگر تم اعتراض کرو کہ اس اضافت کو جو من کے معنی میں ہے اس اضافت کی طرف بھی لوٹایا جا سکتا ہے جو لام کے معنی میں ہے اس اختصاص کی وجہ سے

الْوَاقِعِ بَیْنَ الْمُبَیِّنِ وَالْمُبَیَّنِ قُلْنَا نَعَمْ لٰکِنْ لَمَّا کَانَتِ الْاِضَافَةُ بِمَعْنٰی فِیْ قَلِیْلًا رَدُّوْهَا اِلَی

جو مبین (اسم فاعل) اور مبین (اسم مفعول) کے درمیان ہے، ہم نے جواب دیا کہ ہاں (لوٹایا جا سکتا ہے) لیکن جب کہ اضافت فی کے معنی میں قلیل تھی

الْاِضَافَةِ بِمَعْنَی اللَّامِ تَقْلِیْلًا لِلْاَقْسَامِ وَاَمَّا الْاِضَافَةُ بِمَعْنٰی مِنْ فَهِیَ کَثِیْرَةٌ فِیْ کَلَامِهِمْ

تو نحویوں نے اسے تقلیلِ اقسام کی غرض سے اضافت بمعنی اللام کی طرف لوٹا دیا اور لیکن اضافت بمعنی من وہ کلام عرب میں بہت (وارد) ہے

فَالْاَوْلٰی بِهَا اَنْ تُجْعَلَ قِسْمًا عَلٰی حِدَةٍ نَحْوُ غُلَامُ زَیْدٍ مِثَالٌ لِلْاِضَافَةِ بِمَعْنَی اللَّامِ

لہٰذا اضافت بمعنی من کے ساتھ اولی یہ ہے کہ اسے علیحدہ قسم قرار دیا جائے جیسے غلام زید یہ اس اضافت کی مثال ہے جو لام کے معنی میں ہے

اَیْ غُلَامٌ لِزَیْدٍ وَخَاتَمُ فِضَّةٍ مِثَالٌ لِلْاِضَافَةِ بِمَعْنٰی مِنْ اَیْ خَاتَمٌ مِنْ فِضَّةٍ وَضَرْبُ الْیَوْمِ

یعنی غلام لزید اور خاتم فضۃ اضافت بمعنی من کی مثال ہے یعنی خاتم من فضۃ اور ضرب الیوم

مِثَالٌ لِلْاِضَافَةِ بِمَعْنٰی فِیْ اَیْ ضَرْبٌ وَاقِعٌ فِی الْیَوْمِ.

اضافت بمعنی فی کی مثال ہے یعنی ضرب واقع فی الیوم

خلاصہ متن: ۔صاحب کافیہ اس عبارت میں فرماتے ہیں اضافت معنویہ کی تین قسموں میں سے اضافت بمعنی فی استعمال میں قلیل ہے۔ اسی بناء پر بعض نحویوں نے اس قسم کو اضافت بمعنی لام کی طرف لوٹا کر اضافت معنویہ کی دو قسمیں ہی بنائی ہیں۔اس کے بعد ماتن نے معنویہ کی تینوں قسموں کی مثالیں دی ہیں۔ غلام زید یہ اضافت لامی کی مثال ہے اصل غلام لزید تھا اور خَاتَمُ فِضَّۃٍ اضافت بمعنی من کی مثال ہے اصل خاتم من فضۃ تھا اور ضَرْبُ الْیَوْمِ اضافت بمعنی فی کی مثال ہے یعنی ضرب واقع فی الیوم.

اغراض جامی: ۔ای کون الاضافۃ: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔ضمیر اور اس کے مرجع میں مطابقت نہیں ہے اس لئے کہ ضمیر مفرد مذکر ہے اور اضافۃ مونث ہے حالانکہ راجع مرجع میں مطابقت ضروری ہے؟

جواب: ۔ضمیر کا مرجع اضافۃ نہیں ہے بلکہ کون الاضافۃ ہے اور کون مذکر ہے لہذا راجع مرجع میں مطابقت ہوگئی۔

فی استعمالاتھم: یہ قلیل کے صلہ کا بیان ہے۔

اکثر النحاۃ: سے شارح کی غرض اضافۃ بمعنی فی کے قلیل ہونے کی وضاحت فرمانا ہے کہ اکثر نحویوں نے اضافت بمعنی فی کو اضافت بمعنی لام کی طرف رد کر دیا ہے اس لئے کہ اضافت لامی سے مقصود و مفاد اختصاص ہے اور وہ اضافت بمعنی فی میں بھی پایا جاتا ہے کیونکہ ضرب الیوم کا معنی ہے ضرب له اختصاص با لیوم اس لئے کہ ضرب یوم کے اندر واقع ہے۔

فان قلت: سے شارح کی غرض ایک اعتراض کو نقل کر کے قلنا سے اس کا جواب دینا ہے۔

اعتراض: ۔جس طرح اضافت بمعنی فی میں اضافت لامیہ کا مقصود جو کہ اختصاص ہے پایا جاتا ہے اسی طرح اضافت بمعنی من میں بھی اضافت لامیہ کا مقصود و مفاد اختصاص پایا جا رہا ہے کیونکہ اضافت بیانیہ میں مضاف مبیِّن (اسم فاعل) اور مضاف الیہ مبیَّن (اسم مفعول) ہے اور مبیِّن و مبیَّن میں اختصاص ہوتا ہے تو مناسب یہ ہے کہ اضافت بمعنی من کو بھی اضافت بمعنی لام کی طرف رد کر دیا جاتا تاکہ اضافت معنویہ کی اقسام قلیل سے اقل ہو جاتیں ایسا کیوں نہ کیا۔

جواب: ۔شارح نے قلنا سے اس کا جواب دیا کہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ اضافت بمعنی من میں بھی اختصاص کا معنی پایا جاتا ہے لیکن چونکہ اضافت بمعنی فی قلیل ہے تو تقلیلِ اقسام کی خاطر اضافت بمعنی فی کو تو اضافت بمعنی لام کی طرف رد کر دیا لیکن اضافت بمعنی من کثیر الاستعمال ہے لہذا اس کے لئے اولیٰ و انسب یہی ہے کہ اس کو علیحدہ مستقل قسم بنایا جائے کسی کے تابع نہ کیا جائے۔

مِثَالٌ لِلْاِضَافَةِ بِمَعْنَى اللَّامِ: سے غرض جامی مثل لہ کی تعیین کرنا ہے غلام زید یہ اضافت بمعنی لام کی مثال ہے اصل میں تھا غلام لزید ۔ خاتم فضة یہ اضافت بمعنی من کی مثال ہے اصل میں تھا خاتم من فضة ۔ ضرب الیوم یہ اضافت بمعنی فی کی مثال ہے اصل میں تھا ضرب واقع فی الیوم۔

اضافت معنویہ کے فوائد

وَتُفِيْدُ اَىِ الْاِضَافَةُ الْمَعْنَوِيَّةُ تَعْرِيْفًا اَىْ تَعْرِيْفَ الْمُضَافِ مَعَ الْمُضَافِ اِلَيْهِ الْمَعْرِفَةِ لِاَنَّ

اور فائدہ دیتی ہے یعنی اضافت معنویہ تعریف کا یعنی مضاف کی تعریف کا مضاف الیہ معرفہ کے ساتھ کیونکہ

الْهَيْئَةَ التَّرْكِيْبِيَّةَ فِى الْاِضَافَةِ الْمَعْنَوِيَّةِ مَوْضُوْعَةٌ لِلدَّلَالَةِ عَلٰى مَعْلُوْمِيَّةِ الْمُضَافِ لَا اَنَّ نِسْبَةَ

اضافت معنویہ میں ہیئت ترکیبیہ مضاف کی معلومیت پر دلالت کے لیے موضوع ہے ۔ یہ نہیں ہے کہ

اَمْرٍ اِلٰى مُعَيَّنٍ يَسْتَلْزِمُ مَعْلُوْمِيَّةَ الْمَنْسُوْبِ وَمَعْهُوْدِيَّتَهُ فَاِنَّ ذٰلِكَ غَيْرُ لَازِمٍ كَمَا لَا يَخْفٰى

ایک امر (غیر معین) کی نسبت معین کی طرف منسوب کی معلومیت ومعہودیت کو مستلزم ہو۔ پس یہ لازمی نہیں ہے جیسا کہ یہ مخفی نہیں

فَاِنْ قُلْتَ قَدْ يُقَالُ جَاءَ نِىْ غُلَامُ زَيْدٍ مِنْ غَيْرِ اِشَارَةٍ اِلٰى وَاحِدٍ مُعَيَّنٍ فَلَا يَكُوْنُ هَيْأَةُ التَّرْكِيْبِ

پھر اگر تم کہو کہ کبھی کہا جاتا ہے کسی ایک معین (غلام) کی طرف اشارہ کیے بغیر جَـاءَ نِـىْ غُلَامُ زَيْـدٍ ۔ لہٰذا ہیئت ترکیب اضافی

الْاِضَافِىْ مَوْضُوْعَةً لِمَعْلُوْمِيَّةِ الْمُضَافِ قُلْنَا ذٰلِكَ كَمَا اَنَّ الْمُعَرَّفَ بِاللَّامِ فِىْ اَصْلِ الْوَضْعِ

مضاف کی معلومیت کے لیے موضوع نہ ہوگی ہم نے جواب دیا کہ یہ (جاءنی غلام زید) اسی طرح ہے کہ معرف باللام اصل وضع میں

لِمُعَيَّنٍ ثُمَّ قَدْ يُسْتَعْمَلُ بِلَا اِشَارَةٍ اِلٰى مُعَيَّنٍ كَمَا فِىْ قَوْلِهٖ ع وَلَقَدْ اَمُرُّ عَلَى اللَّئِيْمِ يَسُبُّنِىْ

معین کے لیے ہے پھر کبھی کسی ایک معین کی طرف اشارہ کے بغیر استعمال کیا جاتا ہے جیسا کہ قائل کے قول میں ہے ع ولقد امر علی اللئیم یسبنی

وَذٰلِكَ عَلٰى خِلَافِ وَضْعِهٖ وَلَيْسَ يَجْرِىْ هٰذَا الْحُكْمُ فِىْ نَحْوِ غَيْرٍ وَمِثْلٍ فَاِنَّ اِضَافَتَهُمَا

اور یہ اپنی وضع کے برعکس ہے اور یہ حکم غیر اور مثل کے مانند میں جاری نہیں ہوتا کیونکہ ان (دونوں) کی اضافت

لَا تُفِيْدُ التَّعْرِيْفَ وَاِنْ كَانَ مَعَ الْمُضَافِ اِلَيْهِ الْمَعْرِفَةِ لِتَوَغُّلِهِمَا فِى الْاِبْهَامِ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ

تعریف کا فائدہ نہیں دیتی اگرچہ مضاف الیہ معرفہ کے ہمراہ ہو کیونکہ یہ دونوں ابہام میں بہت آگے بڑھے ہوئے ہیں مگر یہ کہ

لِلْمُضَافِ اِلَيْهِ ضِدٌّ وَاحِدٌ يُعْرَفُ بِغَيْرِيَّتِهٖ كَقَوْلِكَ عَلَيْكَ بِالْحَرَكَةِ غَيْرِ السُّكُوْنِ وَكَكَ

مضاف الیہ کے لیے ایک ہی ضد جانی پہچانی ہو اس کی غیریت کے ساتھ جیسے تمہارا قول ہے علیک (ای الزام) بالحرکۃ غیر السکون اور اسی طرح

اِذَا كَانَ لِلْمُضَافِ اِلَيْهِ مَثَلٌ اِشْتَهَرَ بِمُمَاثَلَتِهٖ فِیْ شَیْءٍ مِنَ الْاَشْيَاءِ كَالْعِلْمِ وَالشُّجَاعَةِ فَقِيْلَ لَهٗ
جبکہ مضاف الیہ کے لیے کوئی ایک مثل ہو کہ علم وشجاعت ایسی اشیاء میں سے کسی شئی میں اس کے ساتھ مماثل ہونے میں مشہور ہو تو اس کہا جائے
جَاءَ مِثْلُكَ كَانَ مَعْرِفَةً اِذَا قُصِدَ الَّذِیْ يُمَاثِلُهٗ فِی الشَّیْءِ الْفُلَانِیْ وَتُفِيْدُ الْاِضَافَةُ الْمَعْنَوِيَّةُ
جـــــاءَ مِثْـــــلُکَ تو یہ معرفہ ہوگا جبکہ اسی شخص کا قصد کیا جائے جو فلاں شئے میں اس کا مماثل ہو اور اضافت معنویہ
تَخْصِيْصًا اَیْ تَخْصِيْصَ الْمُضَافِ مَعَ الْمُضَافِ اِلَيْهِ النَّكِرَةِ نَحْوُ غُلَامُ رَجُلٍ فَاِنَّ التَّخْصِيْصَ
تخصیص کا یعنی مضاف کی تخصیص کا فائدہ دیتی ہے مضاف الیہ نکرہ کے ہمراہ جیسے غُلَامُ رَجُـــــلٍ کیونکہ تخصیص
تَقْلِيْلُ الشُّرَكَاءِ وَلَا شَكَّ اَنَّ الْغُلَامَ قَبْلَ اِضَافَتِهٖ اِلٰی رَجُلٍ كَانَ مُشْتَرِكًا بَيْنَ غُلَامِ رَجُلٍ
تقلیل شرکا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں غلام ،رجل کی طرف مضاف ہونے سے قبل غلام رجل
وَغُلَامِ اِمْرَأَةٍ فَلَمَّا اُضِيْفَ اِلٰی رَجُلٍ خَرَجَ عَنْهُ غُلَامُ اِمْرَأَةٍ وَقَلَّتِ الشُّرَكَاءُ فِيْهِ
اور غلام امرأۃ کے درمیان مشترک تھا پھر جب رجل کی طرف اس کی اضافت کی گئی تو اس سے غلام امرءۃ خارج ہو گیا اور اس میں شرکاء کم ہو گئے

خلاصہ متن :۔صاحب کافیہ فرماتے ہیں کہ اضافت معنویہ کے دو فائدے ہیں (۱) مضاف کی تعریف (۲) مضاف کی تخصیص۔ جب مضاف الیہ معرفہ ہو تو اضافت معنویہ مضاف کی تعریف کا فائدہ دیتی ہے جیسے غلام زید اور جب مضاف الیہ نکرہ ہو تو مضاف کی تخصیص کا فائدہ دیتی ہے جیسے غلام رجل۔

اغراض جامی:۔ای الاضافة المعنوية: میں شارح نے تفید کی ضمیر کے مرجع کو متعین کر دیا کہ ضمیر کا مرجع اضافت معنویہ ہے۔ تعریف المضاف : میں بتایا کہ تعریفا پر تنوین مضاف الیہ کے عوض میں ہے۔

المضاف اليه : سے اشارہ کیا کہ المعرفۃ صفت ہے موصوف محذوف کی جو کہ المضاف الیہ ہے۔

لان الهيأة : سے اضافت معنویہ کی تعریف کا فائدہ دینے کی وجہ کا بیان ہے کہ جب مضاف الیہ معرفہ ہو تو اضافت معنویہ کی ہیئت ترکیبیہ مضاف کی معلومیت پر دلالت کرنے کے لئے وضع کی گئی ہے کیونکہ مضاف الیہ کی تعریف اور معلومیت سرایت کرے گی مضاف کی طرف کیونکہ دونوں میں قوی اتصال وارتباط لفظی موجود ہے گویا بمنزلہ کلمہ واحدہ کے ہیں اس لئے مضاف بھی معرفہ بن جائے گا۔

لَاَنَّ نِسْبَةَ : سے غرض جامی فاضل ہندی پر رد کرنا ہے فاضل ہندی رحمہ اللہ نے اضافت معنویہ کے مضاف کی تعریف کا فائدہ دینے کی علت یہ بیان کی ہے کہ ایک شے کا کسی معین چیز کی طرف اسناد کرنا یہ منسوب کی معلومیت ومعہودیت کو مستلزم ہے۔

لیکن شارح نے اس کا رد کیا ہے کیونکہ اسناد الی امر معین یہ شے منسوب کی معلومیت کو مستلزم نہیں ہے اس لئے کہ بسا اوقات نسبۃ امر معین کی طرف ہوتی ہے لیکن منسوب معرفہ نہیں ہوتا۔ مثلاً خبر کا اسناد مبتداء کی طرف ہوتا ہے جو امر معین ہے لیکن یہ نسبت خبر کی تعریف کو مستلزم نہیں (۲) اسی طرح اضافت لفظیہ میں بھی نسبت امر معین کی طرف ہوتی ہے مثلاً ضارب زید لیکن یہ تعریف کو مستلزم نہیں ہے۔ تو معلوم ہوا کہ ہیئت ترکیبیہ وضعیہ ہی مضاف کی تعریف کو مستلزم ہے نہ کہ اسناد الی امر معین۔

فان قلت : میں ایک اعتراض کو نقل کر کے قلنا سے اس کا جواب پیش کرتے ہیں۔ **سوال:۔** جب واحد معین کی طرف اشارہ کئے بغیر جاء نی غلام زید کہا جائے تو اس میں زید مضاف الیہ معرفہ ہے اور ہیئت ترکیبیہ موجود ہے اس کے باوجود مضاف کی تعریف حاصل نہیں ہوئی تو یہ کہنا درست نہ ہوا کہ اضافت معنویہ کی ہیئت ترکیبیہ مضاف کی معلومیت ومعہودیت کو مستلزم ہے۔

جواب :۔ قلنا سے شارح نے جواب دیا جس کا حاصل یہ ہے کہ ہماری بحث وضع میں ہے نہ کہ استعمال میں اور مثال مذکور میں غلام کا نکرہ رہ جانا اور معرفہ نہ بننا عارضِ استعمال کی وجہ سے ہے شارح نے اس کی مثال پیش کی ہے کہ جیسے اَلْ یہ تعریف کے لئے موضوع ہے لیکن جب کسی معین کی طرف اشارہ کئے بغیر مستعمل ہو تو اس کا مدخول نکرہ رہتا ہے اور مفید تعریف نہیں ہوتا تو یہ صرف عارض استعمال کی وجہ سے ہوتا ہے اور خلاف وضع ہوتا ہے جیسے حضرت علی کا قول ہے ۔

وَلَقَدْ اَمُرُّ عَلَى اللَّئِيمِ يَسُبُّنِيْ (اور میں کسی کمینے کے پاس سے گزرتا ہوں تو وہ مجھے گالی دیتا ہے)

اس میں اللَّئِيمِ پر لام تعریف کا فائدہ نہیں دے رہا اس لئے کہ اللَّئِيمِ موصوف ہے اور يَسُبُّنِيْ جملہ فعلیہ اس کی صفت ہے اور جملہ نکرہ کی صفت بن سکتا ہے معرفہ کی نہیں اس سے معلوم ہوا کہ اللَّئِيمِ پر لام تعریف کیلئے نہیں ہے۔ (۲) دوسری مثال قرآن مجید میں ہے كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا. اس میں الْحِمَار معرف باللام ہونے کے باوجود نکرہ ہے کیونکہ یحمل جملہ فعلیہ اس کی صفت نکرہ ہے۔

ولیس یجری :۔ سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ مصنف کا یہ کہنا کہ اضافت معنویہ مضاف کی تعریف کا فائدہ دیتی ہے یہ منقوض ہے لفظ مثل اور غیر کے ساتھ جو مثل زید اور غیر زید میں واقع ہے اس لئے کہ یہ معرفہ نہیں ہے باوجود یکہ ان میں اضافت معنویہ ہے اور مضاف الیہ معرفہ بھی ہے؟

جواب :۔ کا حاصل یہ ہے کہ لفظ غیر اور مثل ضابطہ مذکورہ سے مستثنیٰ ہیں یہ دونوں اگر چہ معرفہ کی طرف مضاف ہوں تب بھی ان میں تعریف متحقق نہیں ہوتی کیونکہ یہ دونوں متوغل فی الابہام ہیں (یعنی ان میں ابہام بہت گہرا ہے) البتہ جب غیر کا مضاف الیہ ایسا اسم ہو کہ اس کی فقط ایک ضد ہو جو مضاف الیہ کی غیریت کیساتھ مشہور ہو تو ایسی صورت میں لفظ مثل اور غیر اضافت کی وجہ سے معرفہ بن جائیں گے جیسے علیک بالحرکۃ غیر السکون اس میں لفظ غیر کے مضاف الیہ یعنی سکون

کی فقط ایک ضد ہے یعنی حرکت اور یہ سکون کی غیریت کے ساتھ مشہور ہے اس لئے لفظ غیر معرفہ بن گیا ہے۔

وکذلک : میں لفظ مثل کی وضاحت کر رہے ہیں کہ جب لفظ مثل کی اضافت ایسے مضاف الیہ کی طرف ہو جس کی ایک ایسی مثل ہو جس کے ساتھ مماثلت ومشابہت میں وہ مشہور ومعروف ہو مثلاً علم وشجاعت تو ایسی صورت میں بھی اضافت معنویہ مضاف کی تعریف کا فائدہ دے گی مثلاً امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف۔ ان کی مماثلت صفت علم میں مشہور ہے۔ اگر امام ابوحنیفہؒ کو کہا جائے جاء نی مثلک اور لفظ مثل سے مراد وہ شخص لیا جائے جو امام صاحب کے ساتھ صفت علم میں مماثل ہو تو لفظ مثل معرفہ بن جائے گا۔ اسی طرح حضرت علیؓ کو کہا جائے جاء نی مثلک اور لفظ مثل سے مراد وہ شخص لیا جائے جو حضرت علیؓ کے وصف شجاعت میں مماثل ورمشابہ ہو تو لفظ مثل معرفہ بن جائے گا۔ اسی طرح حاتم طائی سے کہا جائے جاء نی مثلک اور لفظ مثل سے وہ شخص مراد لیا جائے جو صفت جود میں مماثل ہو تو لفظ مثل معرفہ بن جائیگا۔

وَتُفِيْدُ الْإِضَافَةُ الْمَعْنَوِيَّةُ : یہ عبارت مقدر کر کے شارح اشارہ کر رہے ہیں کہ تخصیصا کا عطف تعریفا پر ہے۔

تخصیص المضاف : میں یہ بتایا کہ تخصیصا پر جو تنوین ہے یہ مضاف الیہ محذوف کے عوض میں ہے اصل میں تخصیص المضاف تھا۔

المضاف الیہ : میں یہ بتایا کہ النکرہ یہ صفت ہے موصوف محذوف کی جو کہ المضاف الیہ ہے۔

نحو غلام رجل : شارح کی غرض مثال کو مثل لہ پر منطبق کرنا ہے کہ جیسے غلام رجل ہے اس میں مضاف الیہ نکرہ ہے اس لئے مضاف میں تخصیص آ رہی ہے کیونکہ تخصیص نام ہے تقلیل الاشتراک کا اور غلام، رجل کی طرف اضافت سے پہلے عام تھا مرد وعورت دونوں کے غلام کو شامل تھا جب اس کی اضافت رجل کی طرف ہوئی تو اس سے غلام امرأۃ خارج ہو گیا اور اشتراک کم ہو گیا لہذا تخصیص پیدا ہو گئی۔

اضافت معنویہ کی شرائط

وَشَرْطُهَا اَیْ شَرْطُ الْإِضَافَةِ الْمَعْنَوِيَّةِ تَجْرِيْدُ الْمُضَافِ اِذَا كَانَ مَعْرِفَةً مِنَ التَّعْرِيْفِ

اور اس کی شرط یعنی اضافت معنویہ کی شرط مضاف کی جب کہ معرفہ ہو تعریف سے تجرید ہے

فَاِنْ كَانَ ذَاللَّامِ حُذِفَ لَامُهٗ وَاِنْ كَانَ عَلَمًا نُكِّرَ بِاَنْ يُّجْعَلَ وَاحِدًا مِنْ جُمْلَةِ مَنْ سُمِّيَ بِذٰلِكَ

پس اگر وہ ذو لام ہو تو اس کے لام کو حذف کیا جائے گا اور اگر وہ علم ہو تو اس کو اس طرح نکرہ کیا جائے گا کہ جو اس نام سے موسوم ہیں اسے ان میں

الْاِسْمِ وَاِنْ لَّمْ يَكُنْ مَعْرِفَةً فَلَا حَاجَةَ اِلَى التَّجْرِيْدِ بَلْ لَا يُمْكِنُ وَ الْمُرَادُ بِالتَّجْرِيْدِ تَجَرُّدُهٗ

سے ایک (غیر معین فرد) قرار دیا جائے گا اور اگر معرفہ نہ ہو تو تجرید کی حاجت نہیں بلکہ اس کی تجرید ممکن ہی نہیں اور تجرید سے مراد مضاف کا

وَخُلُوُّهُ مِنَ التَّعْرِيْفِ عِنْدَ الْإِضَافَةِ سَوَاءٌ كَانَ نَكِرَةً فِيْ نَفْسِهٖ مِنْ غَيْرِ تَجْرِيْدٍ اَوْ كَانَ مَعْرِفَةً

اضافت کے وقت تعریف سے عاری اور خالی ہونا ہے خواہ (غلام کی طرح) فی نفسہ کی تجرید کے بغیر نکرہ ہو یا معرفہ ہو

جُرِّدَتْ عَنِ التَّعْرِيْفِ وَاِنَّمَا يَجِبُ التَّجْرِيْدُ لِاَنَّ الْمَعْرِفَةَ لَوْ اُضِيْفَتْ اِلَى النَّكِرَةِ لَكَانَ طَلَبًا

تعریف سے خالی کیا گیا ہو اور تجرید اس لیے ضروری ہے کہ اگر معرفہ کو نکرہ کی طرف مضاف کیا جائے تو یہ ایک اعلیٰ چیز کا

لِلْاَدْنٰى وَهُوَ التَّخْصِيْصُ مَعَ حُصُوْلِ الْاَعْلٰى وَ هُوَ التَّعْرِيْفُ وَلَوْ اُضِيْفَتْ اِلَى الْمَعْرِفَةِ لَكَانَ

ایک ادنیٰ چیز کی طلب قرار پائے گا اور وہ تعریف کے حصول کے باوجود تخصیص (کو طلب کرنا) ہے اور اگر معرفہ کو معرفہ کی طرف مضاف کیا جائے تو یہ

تَحْصِيْلَ الْحَاصِلِ فَتَضِيْعُ الْإِضَافَةُ حَيْثُ لَا تُفِيْدُ تَعْرِيْفًا وَلَا تَخْصِيْصًا فَاِنْ قِيْلَ لَا فَرْقَ بَيْنَ

تحصیل حاصل ہوگا پس اضافت ضائع ہوگی کہ نہ تو تعریف کو مفید ہوگی نہ تخصیص کو۔ پھر اگر کہا جائے کہ معرفہ کے اضافت کرنے

اِضَافَةِ الْمَعْرِفَةِ وَبَيْنَ جَعْلِهَا عَلَمًا فِيْ نَحْوِ اَلنَّجْمُ وَالثُّرَيَّا وَالصَّعْقُ وَابْنُ عَبَّاسٍ فِيْ لُزُوْمِ

اور اَلنَّجْمُ وَالثُّرَيَّا وَالصَّعْقُ وَابْنُ عَبَّاسٍ ایسے (معارف) کے علم بنانے کے درمیان تعریفِ معرف کے لازم آنے میں کوئی فرق نہیں

تَعْرِيْفِ الْمُعَرَّفِ فَمَا بَالُهُمْ جَوَّزُوْا هٰذَا دُوْنَ ذٰلِكَ قِيْلَ لَا نُسَلِّمُ اَنَّ فِيْ هٰذِهِ الْاَمْثِلَةِ تَعْرِيْفَ

اور اس کو انہوں نے جائز کہا ہے نہ کہ اُس کو؟ (جواب میں) کہا گیا ہے کہ ہم تسلیم نہیں کرتے کہ ان امثلہ میں

الْمُعَرَّفِ بَلْ فِيْهَا زَوَالُ تَعْرِيْفٍ وَهُوَ التَّعْرِيْفُ الْحَاصِلُ بِاللَّامِ اَوِ الْإِضَافَةِ وَحُصُوْلُ تَعْرِيْفٍ

تعریف المعرف ہے بلکہ ان امثلہ میں (پہلے تو اس) تعریف کا زوال ہے جو تعریف لام یا اضافت سے حاصل ہے اور (اس کے بعد) دوسری تعریف کا

اٰخَرَ وَهُوَ التَّعْرِيْفُ بِالْعَلَمِيَّةِ فَاِنَّهَا حِيْنَ صَارَتْ اَعْلَامًا لَمْ يَبْقَ فِيْهَا الْإِشَارَةُ اِلٰى مَعْلُوْمِيَّتِهَا

حصول ہے اور وہ تعریف بالعلمیہ ہے پس جب یہ اسماء اعلام ہو گئے تو ان میں ان کی معلومیت باللام یا (معلومیت) بالاضافت کی طرف اشارہ باقی نہ رہا

بِاللَّامِ اَوِ الْإِضَافَةِ فَلَا يَلْزَمُ فِيْهَا تَعْرِيْفُ الْمُعَرَّفِ بَلْ تَبْدِيْلُ تَعْرِيْفٍ بِتَعْرِيْفٍ اٰخَرَ

لہٰذا (ایک) معرف کی (دوبارہ) تعریف لازم نہیں آتی بلکہ (یہ تو) ایک تعریف کو (زائل کر کے) دوسری تعریف سے بدلنا ہے

خلاصہ متن: ۔اس عبارت میں اضافت معنویہ کی شرط بیان کر رہے ہیں کہ مضاف کو تعریف سے خالی کر لیا گیا ہو۔ اگر مضاف کو تعریف سے خالی نہ کیا گیا ہو بلکہ وہ پہلے ہی معرفہ ہے تو اس کی اضافت درست نہیں ہے۔

اغراض جامی: ۔<u>شرط الاضافة:</u> میں ہا ضمیر کے مرجع کو متعین کر دیا کہ ضمیر کا مرجع اضافت معنویہ ہے۔

<u>اذا کان معرفة :</u> سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال :** ۔مضاف کو تعریف سے خالی کرنا یہ اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ پہلے تعریف پائی جائے۔ لھٰذا جہاں شروع سے ہی تعریف نہ ہو جیسے غلام رجل تو ان میں اضافت معنویہ کی شرط نہیں پائی جائے گی، تو اضافت معنویہ متحقق نہیں ہوگی کیونکہ قاعدہ ہے۔ اذا فات الشرط فات المشروط حالانکہ ان میں اضافت معنویہ ہوتی ہے۔ شارح اس کے دو جواب دے رہے ہیں۔

جواب :۔ یہ شرط مطلقاً نہیں بلکہ یہ شرط اس وقت ہے جب مضاف معرفہ ہو اس لئے کہ اگر مضاف معرفہ نہ ہو تو تجرید کی ضرورت ہی نہیں بلکہ تجرید ممکن ہی نہیں۔

<u>فان کان ذا اللام:</u> میں شارح کی غرض تجرید المضاف من التعریف کی صورت بیان کرنا ہے کہ جب مضاف معرف باللام ہو تو لام کو حذف کر دیا جائے گا اور اگر مضاف علم ہو تو اس کو نکرہ بنا دیا جائے گا نکرہ بنانے کی صورت یہ ہے اس نام کی جماعت کے افراد میں سے ایک فرد غیر معین مراد لیا جائے گا جیسے زیدُ نا خیر من من زید کم (ہمارا زید تمہارے زید سے بہتر ہے)

<u>او المراد :</u> سے **جواب ثانی** کا ذکر ہے کہ یہاں تجرید سے مجازاً تجرد مراد ہے یعنی باب تفعیل مجازاً تفعل کے معنی میں ہے بمعنی مضاف کا خالی ہونا خواہ وہ تجرید کے بغیر فی نفسہ نکرہ ہو یا معرفہ ہو لیکن اس کو تعریف سے خالی کر لیا گیا ہو۔

<u>وانما یجب :</u> سے شارح کی غرض مذکورہ شرط کی وجہ بیان کرنا ہے یہ شرط اس لئے لگائی کہ اگر مضاف معرفہ ہو تو مضاف الیہ کی دو صورتیں ہیں مضاف الیہ نکرہ ہوگا یا معرفہ اگر نکرہ ہو تو اعلیٰ یعنی تعریف کے ہوتے ہوئے ادنیٰ یعنی (تخصیص) کی طلب لازم آئے گی جو کہ باطل ہے۔ اور اگر مضاف الیہ معرفہ ہو تو تحصیلِ حاصل کی خرابی لازم آئے گی اس لئے کہ جب مضاف الیہ معرفہ ہو تو اضافت معنویہ مضاف کی تعریف کا فائدہ دیتی ہے اور وہ پہلے سے حاصل ہے۔

<u>فان قیل :</u> سے شارح ایک اعتراض نقل کر کے قیل سے اس کا جواب دے رہے ہیں۔

اعتراض : ۔معرفہ کی اضافت اور معرفہ کو علم بنا دینے کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے اس لئے کہ جس طرح معرفہ کی اضافت سے تعریف المعرف لازم آتی ہے اسی طرح معرفہ کو علم بنا دینے سے بھی تعریف المعرف لازم آتی ہے پھر کیا وجہ ہے کہ نحویوں نے معرفہ کی اضافت کو ناجائز قرار دیا ہے لیکن معرفہ کے علم بنا دینے کو جائز رکھا ہے جیسے النجم اور الثریا اور الصعق یہ پہلے الف لام کی وجہ سے معرفہ تھے پھر ان کو ستاروں وغیرہ کا علم بنا دیا گیا تو علمیت کی وجہ سے دوبارہ تعریف آ گئی یہ بھی تحصیل حاصل ہے اسی طرح ابن عباس اضافت کی وجہ سے معرفہ تھا پھر اس کو حضرت عبداللہ بن عباس کا علم بنا دیا گیا۔

جواب :۔ ہم تسلیم نہیں کرتے کہ ان مثالوں میں تعریف المعرف ہے بلکہ ان میں تبدیل تعریف بتعریف آخر و زوال تعریف اول ہے یعنی پہلی تین مثالوں میں جو تعریف الف لام کی وجہ سے اور چوتھی مثال میں اضافت کی وجہ سے حاصل تھی ان چاروں

میں علمیت کے آنے کی وجہ سے تعریف باللام زائل وختم ہوجائے گی اور تعریف جدید بالعلمیۃ حاصل ہوجائے گی اس لئے کہ جب یہ اعلام بن گئے تو ان کی معلومیت باللام یا معلومیت بالاضافۃ کی طرف اشارہ باقی نہیں رہے گا لہٰذا ان میں تعریف المعرف نہیں ہے بلکہ تبدیل تعریف بتعریف آخر ہے تبدیل تعریف وتحصیل حاصل میں بڑا فرق ہے۔

ایک سوال مقدر کا جواب

وَمَا اَجَازَهُ الْكُوفِيُّوْنَ مِنْ تَرْكِيْبِ الثَّلٰثَةِ الْاَثْوَابِ وَشِبْهِهٖ مِنَ الْعَدَدِ الْمُعَرَّفِ بِاللَّامِ

اور جو کوفیوں نے جائز قرار دیا یعنی ترکیب میں سے الثلثۃ الاثواب اور اسکے مشابہ عدد میں سے جو معرف باللام

الْمُضَافِ اِلٰى مَعْدُوْدِهٖ نَحْوُ اَلْخَمْسَةُ الدَّرَاهِمِ وَالْمِاَةُ الدِّيْنَارِ ضَعِيْفٌ قِيَاسًا وَاسْتِعْمَالًا

اپنے معدود کی طرف مضاف ہو جیسے اَلْخَمْسَةُ الدَّرَاهِمِ وَالْمِاَةُ الدِّيْنَارِ وہ ضعیف ہے قیاس اور استعمال کے اعتبار سے

اَمَّا قِيَاسًا فَلِمَا ذُكِرَ مِنْ لُزُوْمِ تَحْصِيْلِ الْحَاصِلِ وَاَمَّا اِسْتِعْمَالًا فَلِمَا ثَبَتَ مِنَ الْفُصَحَاءِ

رہا قیاس کی رو سے تو وہ اس وجہ سے جو مذکور ہوا یعنی تحصیل حاصل کا لزوم، اور رہا استعمال کی رو سے تو وہ اس وجہ سے جو فصحاء سے ثابت ہے

مِنْ تَرْكِ اللَّامِ قَالَ ذُو الرُّمَّةِ ع ثَلٰثُ الْاَثَافِيْ وَالدِّيَارُ الْبَلَاقِعُ وَاَمَّا مَاجَاءَ فِي الْحَدِيْثِ

یعنی (مضاف پر) لام کا ترک، ذوالرمہ نے کہا ہے ع ثَلٰثُ الْاَثَافِيْ وَالدِّيَارُ الْبَلَاقِعُ اور جو حدیث شریف میں وارد ہوا

مِنْ قَوْلِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِالْاَلْفِ الدِّيْنَارِ فَعَلَى الْبَدَلِ دُوْنَ الْاِضَافَةِ

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بِالْاَلْفِ الدِّيْنَارِ تو وہ بدل کے طور پر ہے نہ کہ اضافت کے طور پر

خلاصہ متن:۔ اس عبارت میں صاحب کافیہ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ آپ کی تجرید المضاف من التعریف کی شرط منقوض ہے الثلاثۃ الاثواب، الخمسۃ الدراہم اور المائۃ الدینار وغیرہ کے ساتھ کیونکہ ان میں مضاف کو الف لام سے خالی نہیں کیا گیا تو تجرید المضاف والی شرط باطل ہوگئی اور نحاۃ کوفہ نے اُن اعداد میں جو اپنے معدود وتمیز کی طرف مضاف ہوں تعریف باللام کو جائز رکھا ہے۔

جواب:۔ نحاۃ کوفہ کا ان اعداد میں جو اپنے معدود کی طرف مضاف ہوں تعریف باللام کو جائز رکھنا ضعیف ہے۔

اغراض جامی:۔ ترکیب: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ من کا الثَّلٰثَةِ الْاَثْوَابِ پر داخل ہونا درست نہیں ہے اس لئے کہ من حرف جر ہے اور حرف جر اسم پر داخل ہوتا ہے اسم مفرد کی قسم ہے اور الثَّلٰثَةِ الْاَثْوَابِ یہ مرکب ہے۔

جواب:۔ الثَّلٰثَۃِ الْاَثْوَابِ یہ ترکیب کی تاویل میں ہے اور ترکیب اسم ہے (سوال کابلی ص ۱۷۱)

<u>المعرف باللام</u>: میں تعیین مراد ہے کہ شبہہ سے مراد وہ اسم ہے جو معرف باللام ہو اور اپنے معدود کی طرف مضاف ہو جیسے الثَّلٰثَۃِ الْاَثْوَابِ، اَلْخَمْسَۃُ الدَّرَاھِمِ اور الْمِأَۃُ الدِّیْنَارِ.

<u>قیاسا واستعمالا</u>: سے شارح کی غرض ضعف کی صورت بیان کرنا ہے کہ یہ ضعیف ہے قیاس کے لحاظ سے اور استعمال کے لحاظ سے قیاس کے لحاظ سے اس لئے کہ اس صورت میں تحصیل حاصل کی خرابی لازم آئے گی۔ استعمال کے لحاظ سے اس لئے کہ فصحاء سے ترک لام ثابت ہے اس پر ذوالرمہ شاعر کے شعر سے استشہاد پیش کیا۔

ثَلٰثُ الْاَثَافِیُّ وَالدِّیَارِ الْبَلَاقِعِ

اس میں ثلث اپنے معدود کی طرف بغیر لام مضاف ہے۔

تحقیق لفظی: الاثافی، اثفیۃ کی جمع ہے۔ وہ پتھر جس پر ہانڈی رکھتے ہیں اور وہ تین پتھر ہوتے ہیں، بلاقع، بلقع کی جمع ہے بمعنی خالی از ماء ونبات۔ دیار بلاقع وہ مکانات جو پانی اور گھاس سے خالی ہوں۔ ترجمہ: چولہے پر ہانڈی رکھنے کیلئے تین پتھر اور ویران مکانات۔

<u>اما ما جاء</u>: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ آپ نے تجرید المضاف میں التعریف کی شرط کو صحیح ثابت کرنے کیلئے مذکورہ مثالوں کو ضعیف اور غیر فصحاء کی کلام قرار دیا ہے لیکن آپ ﷺ کے ارشاد اغتسلوا یوم الجمعۃ ولو اشتریتم نصف الصاع بالالف الدینار (جمعہ کے دن غسل کرو اگرچہ تم نصف صاع ایک ہزار دینار کے بدلے میں خریدو) کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ اس میں الالف اسم عدد ہے جو اپنے معدود الدینار کی طرف مضاف ہے اور اس پر لام تعریف موجود ہے کیا یہ بھی ضعیف اور غیر فصیح ہے ایسا کہنا ناممکن ہے کیونکہ یہ افصح العرب شہنشاہ فصاحت وبلاغت کی کلام اور کلام الملوک ملوک الکلام کا شاہکار ہے۔

جواب:۔ حضور علیہ السلام کے اس ارشاد مبارک میں الالف الدینار کی طرف مضاف نہیں ہے بلکہ الالف مبدل منہ اور الدینار اس سے بدل ہے۔

اضافت لفظیہ کی تعریف

وَالْاِضَافَۃُ اللَّفْظِیَّۃُ عَلَامَتُھَا اَنْ یَّکُوْنَ الْمُضَافُ صِفَۃً اِحْتِرَازٌ عَمَّا اِذَا لَمْ یَکُنْ صِفَۃً نَحْوُ غُلَامُ

اور اضافت لفظیہ کی علامت یہ ہے کہ مضاف صفت ہو گا اس سے احتراز کیا ہے کہ مضاف صفت نہ ہو جیسے

زَیْدٍ مُضَافَةً اِلٰی مَعْمُوْلِهَا اِحْتِرَازٌ عَمَّا اِذَا کَانَتْ مُضَافَةً اِلٰی غَیْرِ مَعْمُوْلِهَا نَحْوُ مُصَارِعُ الْبَلَدِ وَ

غلام زید اپنے معمول کی طرف مضاف ہوگا اس سے احتراز ہے کہ اپنے معمول کے غیر کی طرف مضاف ہو، جیسے مصارع البلد

کَرِیْمُ الْعَصْرِ مِثْلُ ضَارِبُ زَیْدٍ مِنْ قَبِیْلِ اِضَافَةِ اِسْمِ الْفَاعِلِ اِلٰی مَفْعُوْلِهٖ وَحَسَنُ الْوَجْهِ مِنْ

اور کریم العصر جیسے ضارب زید اسم فاعل کے اپنے مفعول کی طرف اضافت کے قبیل سے اور حسن الوجہ

قَبِیْلِ اِضَافَةِ الصِّفَةِ الْمُشَبَّهَةِ اِلٰی فَاعِلِهَا

صفت مشبہ کے اپنے فاعل کی طرف اضافت کے قبیل سے

خلاصہ متن: ۔صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اضافت لفظیہ کی علامت یہ ہے کہ مضاف ایسا صیغہ صفت کا ہو جو اپنے معمول (یعنی اپنے فاعل یا مفعول) کی طرف مضاف ہو جیسے ضَارِبُ زَیْدٍ اور وَحَسَنُ الْوَجْهِ۔

اغراض جامی: ۔الاضافة: میں یہ بتایا کہ اللفظیة صفت ہے موصوف محذوف کی جو کہ الاضافہ ہے۔

علامتها: میں ایک سوال مقدر کا جواب ہے جس کی تفصیل اضافت معنویہ کی بحث میں گزر چکی ہے۔

المضاف: میں یکون کی ضمیر کا مرجع بیان کر دیا کہ مرجع مضاف ہے۔

اِحْتِرَازٌ عَمَّا اِذَا لَمْ یَکُنْ: سے شارح یہ بتلا رہے ہیں کہ مضافة الی معمولها کی قید احترازی ہے اس سے احتراز ہے اس صیغہ صفت سے جو اپنے معمول کی طرف مضاف نہ ہو بلکہ غیر معمول کی طرف مضاف ہو جیسے مصارع البلد کریم العصر ان مثالوں میں مضاف اگرچہ صیغہ صفت ہے لیکن اپنے معمول کی طرف مضاف نہیں ہے اس لئے کہ البلد اور العصر یہ نہ فاعل ہے نہ مفعول بہ ہے بلکہ مفعول فیہ ہیں۔

من قبیل: میں مثل لہ کی تعیین کا بیان ہے کہ ضارب زید اس صیغہ صفت کی مثال ہے جو اپنے معمول مفعول بہ کی طرف مضاف ہے۔

من قبیل: میں مثل لہ کی تعیین کا بیان ہے کہ حسن الوجہ اس صیغہ صفت مشبہ کی مثال ہے جو اپنے معمول فاعل کی طرف مضاف ہے۔

اضافت لفظیہ کا فائدہ

وَلَا تُفِیْدُ الْاِضَافَةُ اللَّفْظِیَّةُ فَائِدَةً اِلَّا تَخْفِیْفًا لَا تَعْرِیْفًا وَلَا تَخْصِیْصًا

اور اضافت لفظیہ تخفیف کے سوا کوئی فائدہ نہیں دیتی نہ تعریف کا اور نہ تخصیص کا

لِکَوْنِهَا فِیْ تَقْدِیْرِ الْاِنْفِصَالِ فِی اللَّفْظِ لَا فِی الْمَعْنٰی بِاَنْ یَّسْقُطَ بَعْضُ الْمَعَانِیْ

کیونکہ اضافت لفظی انفصال کی تقدیر میں ہے۔ لفظ میں معنی میں نہیں یوں کہ بعض معانی بھی ملاحظہ عقل سے

عَنْ مُلاحَظَةِ الْعَقْلِ بِإِزَاءِ مَا يَسْقُطُ مِنَ اللَّفْظِ بَلِ الْمَعْنٰى عَلٰى مَا كَانَ عَلَيْهِ قَبْلَ الْإِضَافَةِ

اس کے مقابلہ میں ساقط ہوئے جو لفظ سے ساقط ہوئے بلکہ معنی اس حال پر باقی ہے جس حال پر اضافت سے قبل تھا

وَ التَّخْفِيْفُ اللَّفْظِيْ إِمَّا فِيْ لَفْظِ الْمُضَافِ فَقَطْ بِحَذْفِ التَّنْوِيْنِ حَقِيْقَةً مِثْلُ ضَارِبُ زَيْدٍ أَوْ

اور یہ تخفیف لفظی یا تو صرف مضاف کے لفظ میں ہوگی فقط (پھر یہ بھی یا تو) حقیقت کی رو سے تنوین کے حذف کرنے سے ہوگی جیسے ضارب زید یا

حُكْمًا مِثْلُ حَوَاجُّ بَيْتِ اللهِ أَوْ بِحَذْفِ نُوْنَيِ التَّثْنِيَةِ وَالْجَمْعِ مِثْلُ ضَارِبَا زَيْدٍ وَضَارِبُوْا زَيْدٍ

حکم کی رو سے جیسے حَوَاجُّ بَيْتِ اللهِ یا تثنیہ و جمع کے دونوں کے حذف کرنے سے جیسے ضَارِبَا زَيْدٍ وَضَارِبُوْا زَيْدٍ

وَإِمَّا فِيْ لَفْظِ الْمُضَافِ إِلَيْهِ فَقَطْ بِحَذْفِ الضَّمِيْرِ وَاسْتِتَارِهٖ فِي الصِّفَةِ كَالْقَائِمِ الْغُلَامِ كَانَ

اور یا (تخفیف) فقط مضاف الیہ کے لفظ میں ہوگی ضمیر کو حذف کرنے اور اسے صفت میں مستتر کرنے سے جیسے القائم الغلام

أَصْلُهُ الْقَائِمُ غُلَامُهٗ حُذِفَ الضَّمِيْرُ مِنْ غُلَامِهٖ وَاسْتَتَرَ فِي الْقَائِمِ وَأُضِيْفَ الْقَائِمُ إِلَيْهِ لِلتَّخْفِيْفِ

اس کی اصل القائم غلامہ تھی غلامہ سے ضمیر کو حذف کیا گیا اور اسے القائم میں مستتر کیا گیا اور فقط مضاف الیہ میں تخفیف کے لیے القائم

فِي الْمُضَافِ إِلَيْهِ فَقَطْ وَإِمَّا فِي الْمُضَافِ وَالْمُضَافِ إِلَيْهِ مَعًا نَحْوُ زَيْدٌ قَائِمُ الْغُلَامِ أَصْلُهٗ قَائِمٌ

کو اس کی طرف مضاف کیا گیا اور یا (تخفیف) مضاف و مضاف الیہ میں معاً ہوگی جیسے زید قائم الغلام اس کی اصل (زید) قائم غلامہ

غُلَامُهٗ فَالتَّخْفِيْفُ فِي الْمُضَافِ بِحَذْفِ التَّنْوِيْنِ وَفِي الْمُضَافِ إِلَيْهِ بِحَذْفِ الضَّمِيْرِ وَاسْتِتَارِهٖ فِي الصِّفَةِ

تھی پس تخفیف مضاف میں تنوین کے حذف سے اور مضاف الیہ میں ضمیر کے حذف اور اس کے صفت میں مستتر کرنے سے ہے

خلاصہ متن:۔ صاحب کافیہ اس عبارت میں اضافت لفظیہ کا فائدہ ذکر کر رہے ہیں۔ اضافت لفظیہ فقط تخفیف فی اللفظ کا فائدہ دیتی ہے۔ تعریف یا تخصیص کا معنوی فائدہ نہیں دیتی۔

اغراض جامی __بالاضافة اللفظية:__ میں تقیید کی ضمیر کے مرجع کو متعین کیا کہ ضمیر کا مرجع اضافت لفظیہ ہے نہ کہ مطلق اضافت۔

__فائدة الا تخفيفا:__ میں یہ بتایا کہ تخفیفا استثناء مفرغ ہے اور اس کا مستثنیٰ منہ محذوف ہے جو کہ فائدۃً ہے۔ (سوال کابلی ص ۲۷۲)

__لا تعريفا ولا تخصيصا:__ میں یہ بتایا کہ تخفیفا کی قید احترازی ہے اس سے احتراز ہے تعریف اور تخصیص سے کیونکہ اضافت لفظیہ تعریف اور تخصیص کا فائدہ نہیں دیتی۔

__لکونها:__ میں شارح کی غرض اضافت لفظیہ کے تعریف اور تخصیص کا فائدہ نہ دینے کی وجہ بیان کرنا ہے کہ اضافت لفظیہ تعریف اور تخصیص کا فائدہ اس لئے نہیں دیتی کیونکہ اضافت لفظیہ میں مضاف اور مضاف الیہ اضافت سے پہلے عامل اور

معمول ہوتے ہیں اور عامل اپنے معمول سے منفصل ہوتا ہے جبکہ اضافت حقیقیہ اتصال کا تقاضا کرتی ہے اور عاملیت اور معمولیت کا معنی اضافت کے بعد بھی باقی رہتا ہے تو انفصال بھی باقی رہے گا گویا کہ حقیقت میں اضافت ہی نہیں ہے اسی وجہ سے اضافت لفظیہ تعریف اور تخصیص کا فائدہ نہیں دیتی (سوال کابلی ص ۲۷۷)

فی اللفظ لا فی المعنی: میں یہ بتایا کہ فی اللفظ کی قید احترازی ہے اس سے تخفیف فی المعنی سے احتراز ہے۔ اس لئے کہ اضافت لفظیہ تخفیف فی المعنی کا فائدہ نہیں دیتی۔

بِاَنْ یُسْقِطَ بَعْضَ الْمَعَانِیْ: میں تخفیف فی المعنی کی صورت کو بیان کرتے ہیں۔ اس کی صورت یہ ہے کہ لفظ سے بعض حروف کے سقوط کے مقابلے میں بعض معانی بھی ساقط ہو جائیں لیکن اضافت لفظیہ تخفیف فی المعنی کا فائدہ نہیں دیتی پس معانی جس طرح اضافت سے پہلے باقی تھے اسی طرح اضافت کے بعد بھی باقی رہیں گے۔

والتخفیف اللفظی: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔ مصنف رحمہ اللہ نے تخفیفاً کے بعد فی اللفظ کہا ہے فی المضاف کیوں نہیں کہا حالانکہ اللفظ سے مراد مضاف ہی ہے۔

جواب: ۔ کا حاصل یہ ہے فی اللفظ اس لئے کہا کیونکہ تخفیف صرف مضاف کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ اس کی تین صورتیں ہیں (۱) تخفیف فقط مضاف میں ہو (۲) یا مضاف الیہ میں ہو (۳) یا مضاف مضاف الیہ دونوں میں ہو اگر تخفیفاً فی اللفظ کی بجائے فی المضاف کہتا تو شبہ ہوتا کہ تخفیف فقط مضاف کے ساتھ خاص ہے، اگر تخفیف فقط مضاف میں ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں یا مضاف مفرد ہوگا یا تثنیہ و جمع ہوگا اگر مضاف مفرد ہو تو اس میں تخفیف حذف تنوین کے ذریعے حاصل ہوگی خواہ حذف تنوین حقیقۃً ہو یا حکماً ہو حذف تنوین حقیقۃً کی مثال جیسے ضاربُ زیدٍ اصل میں ضاربٌ زیداً تھا۔ اضافت کی وجہ سے تنوین ساقط ہوگئی۔ حذف تنوین حکماً کی مثال جیسے حواجُّ بیت اللہ۔ حواج دراصل حوائج بروزن مساجد تھا اس کی تنوین غیر منصرف ہونے کی وجہ سے اضافت سے قبل ہی ساقط تھی۔ پھر اضافت کی وجہ سے اگرچہ تنوین حقیقتاً ساقط نہیں ہوئی لیکن حکماً ساقط ہوگی، حکماً کا مطلب یہ ہے کہ اگر ہوتی تو اضافت کی وجہ سے ساقط ہو جاتی، اور مضاف تثنیہ یا جمع ہو تو پھر حذف نون کے ذریعے تخفیف حاصل ہوگی جیسے ضاربا زید اصل میں ضاربان زیدا تھا اضافت کی وجہ سے نون ساقط ہوگیا اور ضاربو زید اصل میں ضاربون زیدا تھا اضافت کی وجہ سے نون ساقط ہوگیا۔ تخفیف فقط مضاف الیہ میں ہو اس کی صورت یہ ہے مضاف الیہ سے ضمیر کو حذف کر کے صیغہ صفت میں اس کو مقدر مان لیا جائے جیسے القائم الغلام اصل میں القائم غلامہ تھا غلام سے ضمیر کو حذف کر کے القائم میں اس کو مستتر مان لیا، اور تخفیف مضاف مضاف الیہ دونوں میں ہو جیسے زید قائم الغلام اصل میں قائم غلامہ تھا۔ مضاف میں تخفیف حاصل ہوگی حذف تنوین کے ذریعے اور مضاف الیہ میں حذف ضمیر کے ذریعے، مضاف

الیہ سے ضمیر کو حذف کر کے اس کو صیغہ صفت میں مستتر مان لیا (سوال باسولی ص ۴۴۱)

اضافت لفظیہ میں تخفیف پر تفریع کا ذکر

وَمِنْ ثَمَّ اَیْ مِنْ جِهَةِ وُجُوْبِ اِفَادَةِ الْاِضَافَةِ اللَّفْظِيَّةِ التَّخْفِيْفَ وَانْتِفَاءِ كُلِّ وَاحِدٍ مِّنَ التَّعْرِيْفِ
اور اسی وجہ سے یعنی اضافت لفظیہ کے افادہ تخفیف کے وجوب اور تعریف و تخصیص میں سے ہر ایک کے انتفاء کی وجہ سے
وَالتَّخْصِيْصِ جَازَ تَرْكِيْبُ مَرَرْتُ بِرَجُلٍ حَسَنِ الْوَجْهِ بِاِضَافَةِ الصِّفَةِ اِلٰى مَعْمُوْلِهَا وَجَعْلِهَا
مَرَرْتُ بِرَجُلٍ حَسَنِ الْوَجْهِ کی ترکیب جائز ہے (صیغہ) صفت کو اس کے معمول کی طرف مضاف کرنے اور
صِفَةً لِلنَّكِرَةِ فَمِنْ جِهَةِ اَنَّهَا لَمْ تُفِدْ تَعْرِيْفًا جَازَ هٰذَا التَّرْكِيْبُ وَامْتَنَعَ تَرْكِيْبُ مَرَرْتُ بِزَيْدٍ
صفت کو نکرہ کی صفت کر کے تو اس وجہ سے کہ یہ اضافت تعریف کو مفید نہیں یہ ترکیب جائز ہے اور مَرَرْتُ بِزَيْدٍ
حَسَنِ الْوَجْهِ فَلَوْ اَفَادَتْ تَعْرِيْفًا لَمْ يَجُزِ الْاَوَّلُ لِلُزُوْمِ كَوْنِ الْمَعْرِفَةِ صِفَةً لِلنَّكِرَةِ وَلَجَازَ
حَسَنِ الْوَجْهِ کی ترکیب ناجائز ہے پس اگر یہ تعریف کا فائدہ دیتی تو مثال اول ناجائز ہوتی اسلئے کہ معرفہ کا نکرہ کے لیے صفت ہونا لازم آتا ہے
الثَّانِيْ لِكَوْنِ الْمَعْرِفَةِ اِذَنْ صِفَةً لِلْمَعْرِفَةِ وَالْمُرَادُ اَنَّ الْمُشَارَ اِلَيْهِ بِثَمَّ وَهُوَ مَجْمُوْعُ اُمُوْرٍ
اور دوسری مثال اس وقت معرفہ کے معرفہ کے لیے صفت ہونے کی وجہ سے جائز ہوتی اور مراد یہ ہے کہ ثمہ کا مشار الیہ اور وہ امور
ثَلٰثَةٍ وُجُوْبُ اِفَادَةِ الْاِضَافَةِ اللَّفْظِيَّةِ التَّخْفِيْفَ وَانْتِفَاءِ التَّعْرِيْفِ وَانْتِفَاءِ التَّخْصِيْصِ، يَسْتَلْزِمُ
ثلاثہ اضافت لفظیہ کے افادہ، تخفیف کا وجوب و انتفاء تعریف و انتفاء تخصیص کا مجموعہ ہے (یہ مجموعہ مشار الیہ) ترکیب اول کے جواز
جَوَازَ التَّرْكِيْبِ الْاَوَّلِ وَامْتِنَاعَ الثَّانِيْ وَلَا يَلْزَمُ مِنْ ذٰلِكَ اَنْ يَّكُوْنَ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْ
اور ترکیب ثانی کے امتناع کو مستلزم ہے اور اس سے لازم نہیں آتا کہ ان تین امور میں سے ہر ایک کیلئے اس استلزام
تِلْكَ الْاُمُوْرِ دَخْلٌ فِيْ ذٰلِكَ الْاِسْتِلْزَامِ بَلْ يَجُوْزُ اَنْ يَّكُوْنَ بِاِعْتِبَارِ بَعْضِهَا فَلَا يَرِدُ اَنَّهٗ
(جواز ترکیب اول و عدم جواز ثانی) میں دخل ہے بلکہ جائز ہے کہ استلزام ان امور ثلاثہ سے بعض کے اعتبار سے ہو لہٰذا اعتراض
لَا دَخْلَ فِيْ ذٰلِكَ الْاِسْتِلْزَامِ لِاِنْتِفَاءِ التَّخْصِيْصِ
نہ ہوگا کہ اس استلزام میں انتفاء تخصیص کو (تو) کوئی دخل نہیں۔

خلاصہ متن: ۔یہاں سے ماقبل پر تفریع کا بیان ہے کہ چونکہ اضافت لفظیہ فقط تخفیف کا فائدہ دیتی ہے اسی وجہ سے

مَرَرْتُ بِرَجُلٍ حَسَنِ الْوَجْهِ کی ترکیب جائز ہے کیونکہ حَسَنِ الْوَجْهِ نکرہ ہونے کی وجہ سے رجل نکرہ کی صفت بن سکتا ہے
جبکہ مَرَرْتُ بِزَيْدٍ حَسَنِ الْوَجْهِ کی ترکیب ممتنع ہے کیونکہ حَسَنِ الْوَجْهِ نکرہ ہونے کی وجہ سے معرفہ زید کی صفت نہیں بن سکتا۔

اغراض جامی: من جهة: میں قسم کے مشارالیہ کو متعین کر دیا کہ قسم کا مشارالیہ تین چیزیں ہیں۔(۱) اضافت لفظیہ کا تخفیف کا فائدہ دینا (۲) تعریف کا فائدہ نہ دینا (۳) تخصیص کا فائدہ نہ دینا۔

__ترکیب :__ سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔**سوال**:۔ جاز فعل اور مررت برجل حسن الوجه اس کا فاعل ہے حالانکہ یہ فاعل نہیں بن سکتا کیونکہ فاعل اسم ہوتا ہے اور اسم مفرد کی قسم ہے اور یہ مرکب و جملہ ہے۔

جواب:۔ یہ "ترکیب" کی تاویل میں ہے اور ترکیب اسم و مفرد ہے لہذا اس کا فاعل بننا درست ہے۔

__بالاضافة :__ سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔**سوال**:۔ شاید جواز اسی مثال کے ساتھ خاص ہو۔اس کے علاوہ کسی اور مثال و مادہ میں جائز نہ ہو حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ مررت برجل شریف النسب والی مثال بھی جائز ہے۔

جواب:۔ باضافة الصفة سے جواب دیا کہ مررت برجل حسن الوجه سے یہی خاص مثال و مادہ مراد نہیں ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ صیغہ صفت کا اپنے معمول کی طرف مضاف ہو اور کسی نکرہ کی صفت بنا دیا جائے خواہ یہی مادہ ہو یا اور کوئی۔

__لمن جهة :__ میں متفرع علیہ کو بیان کرنا ہے۔ یہ مثال امور ثلاثہ میں سے امر ثانی یعنی انتفاء تعریف پر متفرع ہے حاصل تفریع یہ ہے کہ چونکہ اضافت لفظیہ تعریف کا فائدہ نہیں دیتی اسی لئے مررت برجل حسن الوجه ترکیب جائز ہے کیونکہ اس میں موصوف رجل نکرہ اور اس کی صفت حسن الوجہ بھی اضافت لفظیہ ہونے کی وجہ سے نکرہ ہے لہذا موصوف صفت میں مطابقت پائی گئی اور مررت بزید حسن الوجه والی ترکیب ممتنع ہے کیونکہ اس میں موصوف زید معرفہ ہے اور صفت حسن الوجہ نکرہ ہے اس لئے کہ یہ اضافت لفظیہ ہے لہذا موصوف صفت میں مطابقت نہیں ہے۔ اگر اضافت لفظیہ تعریف کا فائدہ دیتی تو معاملہ برعکس ہوتا ترکیب اول ممتنع ہوتی کیونکہ اس صورت میں معرفہ کا نکرہ کی صفت بننا لازم آتا اور ترکیب ثانی جائز ہوتی کیونکہ دریں صورت معرفہ معرفہ کی صفت ہوتا۔

__والمراد :__ سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ ترکیب اول مررت برجل حسن الوجہ کے جواز اور ترکیب ثانی مررت بزید حسن الوجہ کے امتناع میں انتفاء تخصیص کو کوئی دخل نہیں ہے بلکہ یہ متفرع ہے افادہ تخفیف و انتفاء تعریف پر تو پھر امور ثلثہ کو قسم کا مشارالیہ بنانا کیسے صحیح ہوا۔ کیونکہ ترکیب اول کے جواز کا مستلزم افادہ تخفیف ہے جو اس میں موجود ہے اور ترکیب ثانی کے امتناع کا مستلزم انتفاء تعریف ہے جواز و امتناع میں تخصیص کو کوئی دخل نہیں لہذا انتفاء تخصیص کو قسم کا مشارالیہ نہیں بنانا چاہئے۔

جواب : ۔مجموعہ امور ثلثہ کو ثَمّ کا مشار الیہ بنانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ امور ثلثہ میں سے ہر ایک کو اس استلزام یعنی ترکیب اول کے جواز اور ترکیب ثانی کے امتناع میں دخل ہو بلکہ ہو سکتا ہے کہ یہ استلزام اکثر کے اعتبار سے ہو تو للاکثر حکم الکل کے قاعدہ کے تحت مجموعہ امور ثلاثہ کو مشار الیہ بنا دیا اگر چہ تفریع میں دخل دو کو ہے۔

اضافت لفظیہ میں تخفیف پر چند مزید تفریعات

وَمِنْ جِهَةِ اَنَّهَا تُفِيْدُ تَخْفِيْفًا جَازَ تَرْكِيْبُ الضَّارِ بَازَيْدٍ وَالضَّارِبُوْازَيْدٍ لِحُصُوْلِ التَّخْفِيْفِ
اور اس وجہ سے کہ اضافت لفظیہ تخفیف کا فائدہ دیتی ہے الضَّارِ بَازَيْدٍ وَالضَّارِبُوْازَيْدٍ کی ترکیب جائز ہے بوجہ تخفیف حاصل ہو جانے کے
بِحَذْفِ النُّوْنِ وَامْتَنَعَ الضَّارِبُ زَيْدٍ لِعَدَمِ التَّخْفِيْفِ لِاَنَّ تَنْوِيْنَ الضَّارِبِ اِنَّمَا سَقَطَ لِلْاَلِفِ
نون کے حذف کے ساتھ اور الضَّارِبُ زَيْدٍ ناجائز ہے عدم تخفیف کی وجہ سے کیونکہ الضارب کی تنوین تو الف ولام کی وجہ سے ساقط ہوئی
وَاللَّامِ لَا لِلْاِضَافَةِ وَلَا شَكَّ اَنَّهُ لَادَخْلَ فِيْ هٰذَا التَّفْرِيْعِ لِاِنْتِفَاءِ التَّعْرِيْفِ وَلَا لِاِنْتِفَاءِ
اضافت کی وجہ سے نہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اس تفریع میں انتفاء تعریف کو کوئی دخل نہیں اور نہ ہی انتفاء
التَّخْصِيْصِ بَلْ يَكْفِيْ فِيْهِ وُجُوْبُ التَّخْفِيْفِ فَقَطْ وَعَلٰى هٰذَا كَانَ الْاَنْسَبُ تَقْدِيْمَ هٰذَا الْفَرْعِ
تخصیص کو بلکہ اس میں فقط وجوب تخفیف کافی ہے اسی بنا پر اس فرع کی تقدیم زیادہ مناسب تھی
لٰكِنَّهُ اَخَّرَهُ لِكَثْرَةِ لَوَاحِقِهٖ
لیکن اس کے کثرت لواحق کی وجہ سے اسے مؤخر کر دیا

خلاصہ متن : ۔وجاز سے صاحب کافیہ یہ بیان فرما رہے ہیں کہ چونکہ اضافت لفظیہ تخفیف کا فائدہ دیتی ہے اسی وجہ سے الضاربا زیدٍ اور الضاربوا زیدٍ کی تراکیب جائز ہیں اور الضارب زیدٍ کی ترکیب ممتنع ہے۔

اغراض جامی: ۔من جهة : میں شارح جامی متفرع علیہ کو بیان کرتے ہیں کہ مثال امور ثلاثہ میں سے امر اول یعنی وجوب تخفیف پر متفرع ہے کہ چونکہ اضافت لفظیہ تخفیف کا فائدہ دیتی ہے۔اسی وجہ سے الضاربا زیدٍ اور الضاربو زیدٍ کی تراکیب جائز اور الضارب زیدٍ کی ترکیب ممتنع ہے۔

لحصول : سے ان دونوں ترکیبوں کے جواز کی وجہ کا بیان ہے کہ ان میں حذف نون کی وجہ سے تخفیف حاصل ہے۔

لعدم التخفیف : سے الضارب زید کے عدم جواز کی وجہ بیان کرتے ہیں کہ یہ ترکیب اس لئے ممتنع ہے اس میں تخفیف حاصل نہیں ہوئی کیونکہ الضارب کی تنوین کا سقوط الف لام کی وجہ سے ہے نہ کہ اضافت کی وجہ سے۔

ولا شک: یہاں سے شارح جامی رحمہ اللہ ایک تمہید بیان کر رہے ہیں اس اعتراض کیلئے جس کو وعلیٰ ہذا سے بیان کر رہے ہیں تمہید یہ ہے کہ یہ جو تفریع بیان کی گئی ہے کہ الضارب بازید الضار بوزید والی ترکیب جائز اور الضارب زید ناجائز ہے یہ متفرع ہے فقط اضافت لفظیہ کے افادہ تخفیف پر اس تفریع میں انتفاء تخصیص اور انتفاء تعریف کو ذرہ برابر بھی دخل نہیں ہے۔

وعلیٰ ھذا: سے سوال ذکر کرکے لکنہ سے اس کا جواب دیتے ہیں۔ **سوال:** مصنف رحمہ اللہ کیلئے مناسب یہ تھا کہ تفریع ثانی کو تفریع اول پر مقدم کرتے اس لئے کہ تفریع ثانی متفرع ہے امر واحد پر جو کہ وجوب تخفیف ہے اور تفریع اول متفرع ہے امرین پر جو کہ وجوب تخفیف اور انتفاء تعریف ہے تو تفریع ثانی بمنزلہ مفرد کے اور تفریع اول بمنزلہ مرکب کے ہوئی۔ اور مفرد مرکب سے مقدم ہوتا ہے لہٰذا تفریع ثانی کو تفریع اول پر مقدم کرنا چاہیے تھا۔

جواب: لکنہ سے اس کا جواب دیا کہ واقعی انسب یہی تھا کہ تفریع ثانی کو اول پر مقدم کیا جاتا لیکن مصنف نے تفریع ثانی کو اس لئے موخر کیا کہ اس کے مباحث اور لواحق کثیر ہیں مثلاً اس میں امام فراء کا اختلاف اور دلائل ہیں جس کو تفصیلاً آگے ذکر کر رہے ہیں اس لئے اس کو مؤخر کیا۔

اضافت لفظیہ میں اختلاف نحاۃ

خِلَافًا لِلْفَرَّاءِ فَإِنَّهُ يُجَوِّزُ تَرْكِيبَ الضَّارِبُ زَيْدٍ لِأَنَّهُ تَوَهَّمَ أَنَّ
فراء کے برعکس، پس وہ الضارب زید کی ترکیب کو جائز قرار دیتا ہے کیونکہ اسے وہم لگا ہے
دُخُولَ لَامِ التَّعْرِيفِ إِنَّمَا هُوَ بَعْدَ الْإِضَافَةِ فَحَصَلَ التَّخْفِيفُ بِحَذْفِ التَّنْوِينِ بِسَبَبِ الْإِضَافَةِ
کہ (الضارب پر) لام تعریف کا دخول اضافت کے بعد ہی ہے لہٰذا اضافت کے سبب سے تنوین کو حذف کرنے سے تخفیف حاصل ہوگئی
ثُمَّ عُرِّفَ بِاللَّامِ وَ أَجَابَ الْمُصَنِّفُ عَنْهُ فِي شَرْحِهِ بِأَنَّهُ غَيْرُ مُسْتَقِيمٍ لِأَنَّ الْقَوْلَ بِتَأَخُّرِ اللَّامِ
پھر اس کو معرف باللام کیا گیا اور مصنف نے اپنی شرح کافیہ میں اس کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ درست نہیں ہے کیونکہ اس لام کے تاخر کا قول کرنا
الْمُتَقَدِّمَةِ حِسًّا عَلَى الْإِضَافَةِ مُجَرَّدُ ادِّعَاءٍ مُخَالِفٍ لِلظَّاهِرِ
جو حسی طور پر مقدم ہے دعویٰ محض (بلا دلیل) اور ظاہر کا مخالف ہے

خلاصہ متن: صاحب کافیہ نے امام فراء نحوی کا الضارب زید کی ترکیب کے بارے میں اختلاف بیان کرتے ہوئے امام فراء کی اس بارے میں چار دلیلیں ذکر کرکے ان کا جواب دیا ہے۔ عبارت بالا میں امام فراء کی پہلی دلیل ہے۔ جن کی مکمل تفصیل اور مصنف کی طرف سے ان کے جوابات شرح میں آرہے ہیں۔

سے بعد ہی منکشف ہو سکتی ہے

اغراض جامی: ۔فَإِنَّهُ يُجَوِّزُ تَرْكِيبُ : میں امام فراء کا اختلاف ذکر کرتے ہیں۔امام فراء اَلضَّارِبُ زَيْدٍ کی ترکیب کو جائز کہتے ہیں۔اور اس پر امام فراء نے کئی دلائل بھی پیش کیے ہیں جن کو صاحب کافیہ ذکر کرکے ان کے تفصیلی جواب دے رہے ہیں۔اما لانه : میں امام فراء کی اول دلیل کا بیان ہے۔

دلیل امام فراء(۱): ۔اَلضَّارِبُ زَيْدٍ میں اَلضَّارِب پر الف لام اضافت کے بعد داخل ہوا ہے اور اس کے دخول سے بھی پہلے اضافت کی وجہ سے تنوین ساقط ہو چکی تھی اس لئے حذف تنوین کی وجہ سے جو تخفیف حاصل ہوئی ہے وہ اضافت لفظیہ کے بسبب ہے نہ کہ الف لام کے دخول کے سبب سے الف لام بعد میں داخل ہوا ہے۔

واجاب : صاحب کافیہ نے اپنی کافیہ کی شرح میں اس **جواب** دیا کہ فراء کا یہ کہنا کہ الضارب زید میں لام کا دخول اضافت سے مؤخر ہے یہ تو ہم اور دعوی محض بلا دلیل اور ظاہر حس کے خلاف ہے کیونکہ ظاہر یہی ہے کہ لام کا دخول اضافت سے پہلے ہے۔

امام فراء کی دلیل اور اس کا جواب

وَأَمَّا لِمَا وَقَعَ فِي شِعْرِ الْأَعْشٰى مِنْ قَوْلِهٖ ع اَلْوَاهِبُ الْمِأَةِ الْهِجَانِ وَعَبْدِهَا فَإِنَّ قَوْلَهٗ وَعَبْدِهَا بِالْجَرِّ

اور بہر صورت جب شاعر اعشی (شب کور) کے شعر میں واقع ہوا اس کا قول ع بلاشبہ اس کا قول وعبدہا جر کے ساتھ المائۃ پر معطوف ہے

مَعْطُوفٌ عَلَى الْمِأَةِ فَصَارَ الْمَعْنٰى بِاِعْتِبَارِ الْعَطْفِ الْوَاهِبُ عَبْدِهَا فَهُوَ مِنْ بَابِ الضَّارِبُ زَيْدٍ فَكَمَا

پس عطف کے اعتبار سے معنی ہوا الواهب عبدها پس از قبیل الضارب زید کے ہے۔جس طرح یہ

لَا يَمْتَنِعُ ذٰلِكَ حَيْثُ اَتٰى بِهٖ بَعْضُ الْبُلَغَاءِ لَا يَمْتَنِعُ هٰذَا فَاَجَابَ الْمُصَنِّفُ عَنْهُ بِقَوْلِهٖ وَضَعُفَ الْوَاهِبُ

ناجائز نہیں کیونکہ اس کو بعض بلیغ شاعر لائے ہیں تو یہ ناجائز نہیں ہے تو مصنف نے اس استدلال کا اپنے قول سے جواب دیا اور ضَعُفَ الْوَاهِبُ

الْمِائَةِ الْهِجَانِ وَعَبْدِهَا يَعْنِيْ اَنَّ هٰذَا الْقَوْلَ ضَعِيْفٌ لَا يَقْوٰى فِي الْفَصَاحَةِ بِحَيْثُ يُسْتَدَلُّ بِهٖ لِمَا

المائة الهجان وعبدها ضعیف ہے یعنی یہ قول ضعیف ہے فصاحت میں قوی نہیں کہ اس سے استدلال کیا جائے اور اس (کے ضعف) کی وجہ وہی ہے

عَرَفْتَ مِنْ اِمْتِنَاعِ مِثْلِ الضَّارِبُ زَيْدٍ لِعَدَمِ الْفَائِدَةِ فِي الْاِضَافَةِ وَلَا يَخْفٰى اَنَّ فِيْهِ شَوْبَ مُصَادَرَةٍ

جو تم نے معلوم کی اَلضَّارِبُ زَيْدٍ کے مثل کا اضافت میں فائدہ نہ ہونے کی وجہ سے ناجائز ہونا اور مخفی نہیں کہ اس جواب میں مصادرۃ علی المطلوب

عَلَى الْمَطْلُوْبِ اَللّٰهُمَّ اِلَّا اَنْ يُقَالَ الْمُرَادُ بِهٖ اَنَّهٗ ضَعِيْفٌ فِي الْاِسْتِدْلَالِ بِهٖ اِذْ لَا نَصَّ

ہے اللہم مگر یہ کہا جائے کہ مصنف کے قول سے مراد یہ ہے کہ یہ شاعر کا قول استدلال میں ضعیف ہے کیونکہ شاعر کے قول میں حاصل نہیں ہوئی کیونکہ اضطراب

فِيهِ عَلَى الْجَرِّ فَإِنَّهُ يَحْتَمِلُ النَّصْبَ حَمْلاً عَلَى الْمَحَلِّ أَوْ عَلَى أَنَّهُ مَفْعُولٌ مَعَهُ أَوْ لِأَنَّهُ قَدْ يُتَحَمَّلُ

(عبدہا کی) جر پر کوئی نص نہیں پس وہ نصب کا بھی محتمل ہے محل پر محمول کرنے سے یا اس بنا پر کہ یہ مفعول معہ ہے یا اس لیے کہ کبھی معطوف

فِي الْمَعْطُوفِ مَا لَا يُتَحَمَّلُ فِي الْمَعْطُوفِ عَلَيْهِ كَمَا فِي رُبَّ شَاةٍ وَسَخْلَتِهَا حَيْثُ جَازَ

میں وہ بات برداشت کی جاتی ہے جو معطوف علیہ میں نہیں کی جاتی جیسے رُبَّ شَاةٍ وَسَخْلَتِهَا میں ہے کیونکہ یہ

هٰذَا التَّرْكِيبُ وَلَمْ يَجُزْ رُبَّ سَخْلَتِهَا بِإِدْخَالِ رُبَّ عَلَى سَخْلَتِهَا بِدُونِ الْعَطْفِ وَالْبَيْتُ بِتَمَامِهِ

ترکیب جائز ہے اور رُبَّ سَخْلَتِهَا، رب کو سخلتہا پر عطف کے بغیر داخل کر کے جائز نہیں۔ اور مکمل شعر یہ ہے

اَلْوَاهِبُ الْمِائَةِ الْهِجَانِ وَعَبْدِهَا	عُوذًا يُزَجِّي خَلْفَهَا أَطْفَالَهَا
(میرا ممدوح) سفید سو اونٹنیوں کو مع اس کے غلاموں کے بخشنے والا ہے	اس کے پیچھے نوزائیدہ بچے ہانکتا ہے

أَيْ مَمْدُوحُهُ الْوَاهِبُ الْمِائَةِ الْهِجَانِ أَيِ الْبِيضِ مِنَ النُّوقِ يَسْتَوِي فِيهِ الْجَمْعُ وَالْوَاحِدُ وَ

یعنی شاعر کا ممدوح وہ شخص ہے جو ہجان یعنی سفید سو اونٹنیوں کے بخشنے والا ہے اس میں جمع اور واحد برابر ہیں

الْهِجَانُ صِفَةٌ لِلْمِائَةِ أَوْ بَدَلٌ عَنْهَا أَوْ مِنْ قَبِيلِ الثَّلٰثَةِ الْأَثْوَابِ كَمَا هُوَ مَذْهَبُ الْكُوفِيَّةِ

اور الہجان المائۃ کی صفت ہے یا اس سے بدل الکل ہے یا الثلثۃ الاثواب کے قبیل سے ہے جیسا کہ کوفیہ (نحاۃ) کا مذہب ہے

وَعَبْدُهَا أَيْ رَاعِيهَا تَشْبِيهًا لَهُ بِالْعَبْدِ لِقِيَامِهِ بِحَقِّ خِدْمَتِهَا أَوْ عَبْدُهَا حَقِيقَةً بِإِضَافَتِهِ لِأَدْنٰى

اور عبدہا یعنی راعیہا (ان کا چرواہا) راعی کو اونٹنیوں کی خدمت میں قائم رہنے کی وجہ سے عبد سے تشبیہ دی گئی یا ادنی تعلق کی وجہ سے اس کی اضافت

مُلَابَسَةٍ عُوذًا بِالذَّالِ الْمُعْجَمَةِ جَمْعُ عَائِذٍ أَيْ حَدِيثَاتِ النَّتَائِجِ حَالٌ مِنَ الْمِائَةِ يُزَجِّي بِالزَّاءِ

کے باعث حقیقت میں ان کا عبد ہے عوذا ذال معجمہ کے ساتھ عائذ کی جمع ہے یعنی حدیثات النتائج (نوزائیدہ) المائۃ سے حال ہے یزجی زائے معجمہ

الْمُعْجَمَةِ وَالْجِيمِ عَلَى صِيغَةِ الْمَعْلُومِ الْمُذَكَّرِ أَيْ يَسُوقُ وَفَاعِلُهُ ضَمِيرُ الْعَبْدِ وَأَطْفَالَهَا

اور جیم کے ساتھ بنا بر صیغہ معلوم مذکر (از باب افعال) یعنی ہانکتا ہے اور اس کا فاعل عبد کی ضمیر ہے اور اطفالہا

مَنْصُوبٌ عَلَى الْمَفْعُولِيَّةِ أَوْ عَلَى صِيغَةِ الْمَجْهُولِ الْمُؤَنَّثِ وَأَطْفَالُهَا مَرْفُوعٌ عَلَى أَنَّهُ مَفْعُولُ

بنا بر مفعولیت منصوب ہے یا تزجی بنا بر صیغہ مجہول مؤنث ہے اور اطفالہا بنا بر مفعول مالم یسم فاعلہ مرفوع ہے

مَا لَمْ يُسَمَّ فَاعِلُهُ وَحَقِيقَةُ الْأَمْرِ لَا تَنْكَشِفُ إِلَّا بَعْدَ مَعْرِفَةِ حَرَكَةِ حَرْفِ الرَّوِيِّ مِنَ الْقَصِيدَةِ

اور اس امر کی حقیقت قصیدہ سے حرف روی (حرف مکرر) کی حرکت کی معرفت کے بعد ہی منکشف ہو سکتی ہے

خلاصہ متن: جیسا کہ پہلے گزرا ہے کہ صاحب کافیہ اس عبارت میں بھی امام فراء کی باقی دلیلیں ذکر کر کے ان کا جواب دیتے ہیں جن کی تفصیل شرح میں آ رہی ہے۔

اغراض جامی: واما لما وقع: میں فراء نحوی کی دوسری دلیل کا بیان ہے۔

دلیل امام فراء (۲): امام فراء أعشی (شاعر) کے شعر سے استدلال کرتے ہیں۔ محل استشہاد شعر کا یہ جملہ ہے اَلْوَاهِبُ الْمِائَةِ الْهِجَانِ وَعَبْدِهَا.

طریق استدلال: یہ ہے کہ وعبدہا میں واؤ عاطفہ ہے اور عبدہا کا عطف ہے المائۃ پر تو بذریعہ عطف عبارت اس طرح بنے گی اَلْوَاهِبُ عَبْدِهَا اور یہ بعینہ الضارب زید کی طرح ہے کیونکہ مضاف معرف باللام ہے اور مضاف الیہ بھی معرفہ ہے تو جس طرح اَلْوَاهِبُ عَبْدِهَا کی ترکیب جائز ہے کیونکہ یہ ایک فصیح وبلیغ شاعر کی کلام ہے اسی طرح الضارب زید بھی جائز ہونا چاہئے۔

فاجاب المصنف: میں شارح کی غرض صاحب کافیہ کے امام فراء کی دلیل ثانی کے جواب کو نقل کر کے اس کی توضیح وتشریح ہے۔ جواب کی تشریح یہ ہے کہ شاعر کا یہ قول ضعیف ہے اس میں فصاحت کے اعتبار سے اتنی قوت نہیں کہ اس سے استدلال کیا جائے وجہ یہ ہے کہ اَلْوَاهِبُ عَبْدِهَا میں اضافت لفظیہ ہے اور اضافت لفظیہ تخفیف کا فائدہ دیتی ہے اور وہ حاصل نہیں ہو رہی کیونکہ الواہب کی تنوین کا سقوط الف لام کی وجہ سے ہے نہ کہ اضافت کی وجہ سے جیسے الضارب زید میں اضافت لفظیہ ہے اور اضافت لفظیہ کا فائدہ تخفیف حاصل نہیں ہو رہا تو وہ جائز نہیں ہے اسی طرح اَلْوَاهِبُ عَبْدِهَا کی ترکیب بھی جائز نہیں ہے۔

ولا یخفی: سے شارح کی غرض جواب کی تقریر مذکور پر اعتراض کرنا ہے۔

اعتراض: اس جواب میں مصادرت علی المطلوب (یعنی دور) کی آمیزش ورائحہ (بُو) ہے اس لئے کہ مطلوب ومدعیٰ یعنی الضارب زید کے امتناع کا ثبوت دلیل خصم یعنی اَلْوَاهِبُ عَبْدِهَا کے ابطال پر موقوف ہے اور پھر دوبارہ دلیل خصم کا ابطال موقوف ہو گیا ہے مطلوب کے اثبات پر یعنی اُ موقوف ب پر پھر ب موقوف اُ پر اسی کو دور اور مصادرۃ علی المطلوب کہتے ہیں۔

فائدہ: مصادرۃ علی المطلوب اصطلاح مناظرۃ میں اس بات کا نام ہے دعویٰ کو دلیل کی جز بنا دیا جائے یا دوسرے لفظوں میں نتیجہ کو قیاس کا جز بنا دیا جائے۔ اور اس کی چار قسمیں ہیں (۱) مطلوب ودعوی (نتیجہ) بعینہ دلیل ہو۔ (۲) مطلوب مدعیٰ (نتیجہ) دلیل کا جزء ہو۔ (۳) مطلوب ودعوی (نتیجہ) پر دلیل موقوف ہو۔ (۴) دعوی ومطلوب (نتیجہ) پر دلیل کا جزء موقوف ہو۔

اور یہاں مصادرۃ علی المطلوب اس طرح ہے کہ اثبات مطلوب یعنی الضارب زید کا امتناع مخالف کی دلیل الواہب عبدہا کے ابطال پر موقوف ہے پھر مصنف رحمہ اللہ نے مخالف کی دلیل الواہب عبدہا کے ابطال کو اپنے مطلوب کے اثبات پر موقوف کر دیا ہے کہ الواہب عبدہا کی ترکیب اس لئے ضعیف وباطل ہے کہ یہ الضارب زید کی طرح ہے۔

سوال: ۔ ہوتا ہے کہ مصنف نے شوب مصادرۃ علی المطلوب کہا مصادرۃ علی المطلوب کیوں نہیں کہا شوب وشائبہ کے اضافہ میں کیا حکمت ہے۔

جواب: ۔ جواب یہ ہے کہ مصادرۃ علی المطلوب کی چار قسمیں ہیں۔ اور یہاں ان میں سے کوئی صورت بھی نہیں ہے نہ تو مطلوب بعینہ دلیل ہے، نہ مطلوب دلیل کا جزء ہے، نہ مطلوب پر دلیل موقوف ہے اور نہ ہی مطلوب پر دلیل کا جز موقوف ہے۔ بلکہ یہاں مطلوب کو اس دلیل کے ابطال کی دلیل بنادیا گیا کہ جس دلیل کے ساتھ خصم نے مطلوب کی نقیض (یعنی اس جیسی ترکیب کے جواز) کو ثابت کیا ہے اور اس میں حقیقۃً مصادرت علی المطلوب تو نہیں ہے البتہ مصادرۃ علی المطلوب کا شبہ وشائبہ ورائحہ موجود ہے اس لئے کہ مطلوب کا اثبات موقوف ہے اس دلیل کے ابطال پر جو مطلوب کی نقیض کو ثابت کرتی ہے اور یہاں مطلوب کو اس دلیل کے ابطال کی دلیل بنادیا گیا ہے جس دلیل کے ساتھ خصم نے مطلوب کی نقیض کو ثابت کیا ہے تو یہ عین مصادرۃ نہیں ہے بلکہ اس میں مصادرت علی المطلوب کی آمیزش وشائبہ ہے اسی وجہ سے شارح نے شوب مصادرۃ علی المطلوب کہا ہے بعینہ مصادرۃ علی المطلوب نہیں کہا (سوال کابلی ص ۲۷۳)

اَللّٰھُمَّ: مذکورہ جواب کی تقریر اول مبنی ہے اس پر کہ ضعف کا فاعل قول ہے اب اللھم سے مذکورہ جواب کی دوسری تقریر کا بیان ہے۔ یہ تقریر مبنی ہے اس پر کہ ضعف کا فاعل استدلال ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ اس قول سے فراء نحوی کا استدلال ضعیف ہے۔ پھر شارح نے اس استدلال کے ضعف کی دو وجہیں بیان کی ہیں۔

وجہ ضعف (۱): ۔ اذ لا نص میں وجہ اول کا بیان ہے کہ یہ استدلال تب قوی ہوتا جب عبدھا پر جر متعین ومتیقن ہوتی حالانکہ عبدہا کی جر یقینی ومنصوص نہیں ہے بلکہ اس میں نصب کا بھی احتمال ہے اور نصب کی دو وجہ ہیں (۱) اس وجہ سے منصوب ہے کہ یہ المائۃ کے محل پر محمول ہے اور المائۃ محلا منصوب ہے اس اعتبار سے کہ الواہب کا مفعول بہ ہے (۲) واؤ بمعنی مع ہے اور عبدہا منصوب ہوکر الواہب کا مفعول معہ ہے۔

وجہ ضعف (۲): ۔ او لانہ میں ضعف کی وجہ ثانی کا بیان ہے کہ بعض اوقات ایک چیز معطوف میں جائز ہوتی ہے اور معطوف علیہ میں جائز نہیں ہوتی جیسے رب شاۃ وسخلتھا میں رب بذریعہ عطف وسخلتھا معرفہ پر داخل ہے اور یہ جائز ہے اور عطف کے بغیر رب سخلتھا ناجائز ہے کیونکہ رب نکرہ پر داخل ہوتا ہے معرفہ پر نہیں کیونکہ رب تقلیل وتکثیر کیلئے آتا ہے یہ نکرہ میں ہوتی ہے معرفہ میں تو تعیین ہوتی ہے۔ اسی طرح ہوسکتا کہ الواھب وعبدھا عطف کے ساتھ جائز ہو اور عطف کے بغیر الواھب عبدھا ناجائز ہو۔

والبیت بتمامہ: ۔ سے شارح مکمل شعر پیش کر رہے ہیں تا کہ مطلب واضح ہو جائے۔

عُوْذًا یُزْجِی خَلْفَهَا اَطْفَالَهَا	اَلْوَاهِبُ الْمِائَةِ الْهِجَانِ وَعَبْدِهَا
اس کے پیچھے نوزائیدہ بچے ہانکتا ہے	(میرا ممدوح) سفید سوا اونٹنیوں کو بمع اسکے غلاموں کے بخشنے والا ہے

ای بالبیض: یہ تفسیر غیر مشہور بالمشہور ہے کہ الھجان: سفید اونٹنیوں کو کہتے ہیں۔

ای ممدوحہ: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال**:۔ الواہب صیغہ صفت اسم فاعل اور الماۃ قبل الاضافۃ اس کا معمول مفعول بہ ہے حالانکہ صیغہ صفت کے عمل کیلئے امور ستہ میں سے کسی ایک پر اعتماد ضروری ہے اور یہاں کوئی بھی موجود نہیں ہے لہذا یہ اضافت لفظیہ نہیں ہوسکتی جب اضافت لفظیہ نہیں ہے تو یقیناً یہ اضافت معنویہ ہوگی اس لئے اب خصم کا اس سے استدلال کرنا اور ضعف سے اس کا جواب دینا سب باطل ہو جائیگا۔

جواب:۔ الواھب خبر ہے مبتداء محذوف کی جو کہ ممدوحہ ہے اور یہ اسی مبتداء محذوف پر اعتماد کر کے عمل کر رہا ہے لہذا عمل درست ہوگا اور اضافت لفظیہ ہوگی اور خصم کا استدلال وضعف سے اس کا جواب سب صحیح ہوگا (سوال کابلی ص ۲۷۳)

تبصرہ:۔ لیکن مولانا وسیم گل باسوئی نے مولانا محمد عمر کابلیؒ کے اس سوال و جواب کو رد کر دیا ہے وہ فرماتے ہیں الواہب پر الْ موصولہ ہے واہبٌ صیغہ صفت اسی پر اعتماد کر کے عمل کر رہا ہے اس لئے ممدوحہ سے شارح جامی کی غرض وہ نہیں ہے جو علامہ کابلی نے ذکر کی ہے بلکہ غرض اس سوال مقدر کا جواب دینا ہے کہ الواہبُ دو حال سے خالی نہیں یا مبتدا ہے یا خبر اگر مبتدا ہے تو خبر کہاں ہے اگر خبر ہے تو مبتدا کہاں ہے تو شارح جامی نے ممدوحہ کا لفظ مقدر کر کے جواب دیا کہ الواہب خبر ہے مبتدا محذوف کی جو کہ ممدوحہ ہے (دیکھئے سوال باسولی ص ۲۴۳) **یستوی**: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ المائۃ مونث اور الھجان مذکر ہے نیز الماۃ جمع معنوی اور الہجان مفرد ہے (سوال کابلی) اس لئے الھجان کو المائۃ کی صفت بنانا درست نہیں ہے تذکیراً و تانیثاً افراداً و جمعاً مطابقت نہیں ہے۔ نیز الھجان کی تفسیر البیض کے ساتھ کرنا بھی درست نہیں اس لئے کہ الھجان مفرد اور البیض جمع ہے (سوال باسولی)

جواب:۔ الھجان واحد اور جمع دونوں میں برابر استعمال ہوتا ہے یہاں جمع کی حیثیت سے استعمال ہو رہا ہے تو الھجان کی تفسیر البیض کے ساتھ کرنا درست ہے۔ اور جمع جماعت کی تاویل میں ہوتا ہے اور جماعۃ مونث ہے لہذا الھجان کو المائۃ کی صفت بنانا بھی درست ہوا۔

الھجان صفۃ: میں الھجان کی ترکیب بیان کرتے ہیں۔ اس کی ترکیب میں تین احتمال ہیں (۱) المائۃ کی صفت ہے (۲) المائۃ سے بدل ہے (۳) الثلثۃ الاثواب کی قبیل سے ہے یعنی اسم عدد اپنے معدود کی طرف مضاف ہے کما ہو مذہب الکوفیین۔

ای راعیھا: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال**:۔ عبدھا کی ضمیر المائۃ الہجان کی طرف

راجع ہے اور عبداس کی طرف مضاف ہے معنی ہوگا ان سوا ونٹیوں کے غلام یہ معنی درست نہیں ہے اس لئے کہ عبد کا معنی مملوک ہوتا ہے اور المائۃ الہجان کیلئے مملوکیت نہیں ہو سکتی اسلئے کہ وہ غیر ذوی العقول ہیں۔

جواب:۔شارح نے اس کے دو جواب دیے ہیں راعیھا سے اول جواب ہے۔کہ یہاں عبد کا حقیقی معنی مراد نہیں ہے بلکہ مجازی معنی مراد ہے جو کہ راعی ہے دونوں میں مناسبت وعلاقہ یہ ہے کہ جس طرح عبد اپنے مولی کی خدمت کے لئے ہر وقت مستعد رہتا ہے اسی طرح راعی بھی مویشیوں کی خدمت کے لئے ہر وقت مستعد رہتا ہے۔

جواب:۔او عبدھا سے جواب ثانی ہے کہ عبد اپنے معنی حقیقی میں ہے۔اور عبد کی اضافت ضمیر مائۃ کی طرف ادنی ملابست ومناسبت کی وجہ سے ہے وہ ادنی ملابست یہ ہے کہ مولی نے غلام کو مویشیوں کی خدمت کے لئے ہی خریدا ہے تو گویا کہ ان مویشی کا غلام ہو افصار کانہ عبدھا (سوال کابلی ص ۲۷۴) عوذا: سے تحقیق لغوی کا بیان ہے ذال کے ساتھ عائذ کی جمع ہے۔

حدیثات النتائج: سے معنی کا بیان ہے بمعنی نو زائیدہ بچوں والی۔

حال من المائۃ: سے ترکیب کا بیان ہے کہ یہ حال ہے المائۃ سے۔

یزجی: سے غرض تحقیق صیغوی وترکیبی ومعنوی کو بیان کرنا ہے۔صیغہ کے اعتبار سے اس میں دو احتمال ہیں (۱) واحد مذکر غائب از باب افعال بمعنی یسوق ہے۔اور اس کا فاعل ضمیر مستتر ہے جس کا مرجع عبد ہے اور اطفالہا منصوب ہو کر مفعول بہ ہے (۲) یہ صیغہ واحد مونث غائب فعل مضارع مجہول از باب تفعیل ہے،اور اطفالہا مرفوع ہو کر نائب فاعل ہے۔

وحقیقۃ الامر: سے شارح سوال مقدر کا جواب دے رہے ہیں کہ اولی صیغۃ المجہول میں اوترد ید وتشکیک کیلئے ہے تو صیغہ تزجی کی حالت مشکوک ہوگئی قطعی معلوم نہ ہو سکا کہ یہ معلوم کا صیغہ ہے یا مجہول کا تو شارح نے وحقیقۃ الامر سے اس کا جواب دیا کہ اس کی حقیقت حرف روی یعنی قصیدہ کے اشعار کے آخری حرف کی حرکت کو دیکھنے سے منکشف ہوگی اگر باقی اشعار میں آخری حرف پر نصب ہے تو اطفالہا منصوب ہوگا اور یزجی معلوم کا صیغہ ہوگا اگر آخری حرف مرفوع ہے تو یزجی مجہول ہوگا اور اطفالہا مرفوع ہو کر اس کا نائب فاعل ہوگا۔

امام فراء کی دوسری دلیل اور اس کا جواب

وَاَمَّا لِاَنَّہٗ قَاسَہٗ عَلَی الضَّارِبِ الرَّجُلِ وَالضَّارِبُکَ فَاَجَابَ الْمُصَ عَنْہُ بِقَوْلِہٖ وَاِنَّمَا جَازَ

اور یا فراء نے الضارب زید کو الضارب الرجل اور الضاربک پر قیاس کیا ہے تو مصنف نے اپنے قول سے اسکا جواب دیا اور سوائے اس کے نہیں کہ

الضَّارِبُ الرَّجُلِ یَعْنِیْ کَانَ الْقِیَاسُ عَدَمَ جَوَازِہٖ لِاِنْتِفَاءِ التَّخْفِیْفِ بِزَوَالِ التَّنْوِیْنِ بِاللَّامِ لٰکِنَّہٗ

الضارب الرجل جائز ہے یعنی قیاس اس کا عدم جواز تھا تخفیف کے نہ ہونے کی وجہ سے کہ تنوین لام کی وجہ سے زائل ہوئی لیکن

جَازَ حَمْلًا عَلَى الْوَجْهِ الْمُخْتَارِ فِي الْحَسَنِ الْوَجْهِ وَهُوَ جَرُّ الْوَجْهِ بِالْإِضَافَةِ وَفِيهِ وَجْهَانِ

الحسن الوجہ میں وجہ مختار پر محمول کرنے کی وجہ سے جائز ہوا اور وجہ مختار اضافت کی وجہ سے الوجہ کی جر ہے اور اس میں دو اور طریقے ہیں

اٰخَرَانِ رَفْعُهُ عَلَى الْفَاعِلِيَّةِ وَنَصْبُهُ عَلَى التَّشْبِيهِ بِالْمَفْعُوْلِ وَوَجْهُ الْحَمْلِ اِشْتِرَاكُهُمَا فِي كَوْنِ

(۱) اس کا رفع ہے فاعل ہونے کی بناء پر اور (۲) اس کا نصب مفعول کے ساتھ تشبیہ کی بنا پر اور محمول کرنے کی وجہ دونوں ترکیبوں کا اس بات میں مشترک

الْمُضَافِ صِفَةً وَالْمُضَافِ اِلَيْهِ جِنْساً مُعَرَّفَتَيْنِ بِاللَّامِ وَهٰذَا الْاِشْتِرَاكُ مَفْقُوْدٌ بَيْنَ الضَّارِبُ

ہونا ہے کہ (دونوں میں) مضاف صفت اور مضاف الیہ جنس ہے جو کہ دونوں معرف باللام ہیں اور یہ اشتراک

زَيْدٍ وَالْحَسَنُ الْوَجْهِ فَقِيَاسُهُ عَلَيْهِ قِيَاسٌ مَعَ الْفَارِقِ

الضارب زید اور الحسن الوجہ میں مفقود ہے پس (الضارب زید) کا اس پر قیاس قیاس مع الفارق ہے

خلاصہ متن:۔ اس عبارت میں امام فراء کی دلیل ثالث کا بیان ہے جس کو ذکر کر کے صاحب کافیہ جواب دے رہے ہیں جس کی مکمل تفصیل اغراض جامی میں ملاحظہ فرمائیں۔

اغراض جامی:۔ وَاَمَّا لِاَنَّهُ قَاسَهُ: سے امام فراء کی دلیل ثالث کو بیان کرتے ہیں۔

دلیل ثالث:۔ امام فرا نحوی نے الضارب زید کو قیاس کیا ہے الضارب الرجل پر دونوں میں علت مشترکہ یہ ہے کہ ان میں اضافت لفظیہ کی وجہ سے تخفیف فی اللفظ حاصل نہیں ہو رہی کیونکہ الضارب الرجل میں الضارب کی تنوین کا سقوط الف لام کی وجہ سے ہوا ہے نہ کہ اضافت کی وجہ سے اور الضارب الرجل بالاتفاق جائز ہے لہذا الضارب زید کی ترکیب بھی جائز ہونی چاہئے۔

فاجاب: میں شارح کی غرض مصنف کے امام فراء کی دلیل ثالث کے جواب کی تفصیل بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ قیاس کا تقاضا یہی تھا کہ الضارب الرجل کی ترکیب جائز نہ ہوتی کیونکہ اس میں اضافت لفظیہ تخفیف کا فائدہ نہیں دے رہی اس لئے کہ تنوین کا زوال وسقوط الف لام کی وجہ سے ہوا ہے نہ کہ اضافت کی وجہ سے لیکن اس کو الحسن الوجہ کی وجہ مختار پر محمول کرتے ہوئے جائز قرار دیا گیا ہے۔

وَهُوَ جَرُّ الْوَجْهِ بِالْاِضَافَةِ: میں شارح الحسن الوجہ کی وجہ مختار بتاتے ہیں کہ الحسن الوجہ میں وجہ مختار الوجہ کا اضافت کی وجہ سے مجرور ہونا ہے یہ جر اس لئے مختار ہے کہ الوجہُ پر رفع ونصب مخدوش وقبیح ہیں، رفع اس لئے قبیح ہے کہ الحسن الوجہ جملہ ہو کر صفت ہے زیدٌ کی اصل جملہ ہے جاءنی زید الحسن الوجہ تو مرفوع ہونے کی صورت میں اس میں ضمیر نہیں ہوگی جو موصوف زید کی طرف راجع ہو حالانکہ جملہ صفتیہ میں ضمیر کا ہونا ضروری ہے، نصب اس لئے مخدوش ہے کہ وہ تشبیہ بالمفعول کی وجہ سے ہے جبکہ جر

بالاصالۃ ہے اس لئے جر مختار ہے۔

وفیہ وجہان اخران: سے الحسن الوجہ میں دو وجہوں کا بیان ہے جو غیر مختار ہیں (۱) اس کا رفع فاعلیت کی بناء پر (۲) نصب مفعول کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے۔ الوجہ مفعول بہ کے مشابہ اس طرح ہے کہ الوجہ دراصل تمیز کے بمنزلہ ہے یعنی الحسن الوجہ بمنزلہ حسن وجہا ہے اور تمیز مفعول کی طرح منصوب ہوا کرتی ہے۔ اور الوجہ مشابہ بالمفعول ہے بعینہ مفعول نہیں بن سکتا کیونکہ الحسن لازمی ہے مفعول کا تقاضا نہیں کرتا۔

وجہ الحمل: سے اَلضَّارِبُ الرَّجُلِ کو الحسن الوجہ کی وجہ مختار پر محمول کرنے کی وجہ کا بیان ہے کہ یہ دونوں ترکیبیں دو امروں میں مشترک ہیں (۱) دونوں میں مضاف صیغہ صفت ہے جو معرف باللام ہے (۲) دونوں میں مضاف الیہ جنس معرف باللام ہے اس لئے الضارب الرجل کو الحسن الوجہ پر قیاس کر کے جائز قرار دیا گیا لیکن یہ اشتراک الضارب زید اور الحسن الوجہ میں مفقود تھا لہذا الضارب زید کو اَلضَّارِبُ الرَّجُلِ پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔

امام فراء کی تیسری دلیل اور اس کا جواب

وَالضَّارِبُکَ یَعْنِیْ اِنَّمَا جَازَ الضَّارِبُکَ

اور الضاربک یعنی الضاربک جائز ہوا

مَعَ اَنَّ الْقِیَاسَ عَدَمُ جَوَازِہٖ لِمَا عَرَفْتَ وَکَذَا شِبْهُهٗ وَهُوَ الضَّارِبِیْ وَالضَّارِبُهٗ وَغَیْرُهُمَا

باوجودیکہ قیاس عدم جواز ہے۔ بوجہ اس کے جس کو تو پہچان چکا ہے۔ اور اسی طرح اس کے مشابہ اور وہ الضاربی اور الضاربہ و غیرھا ہیں

فِیْمَنْ قَالَ اَیْ فِیْ قَوْلِ مَنْ قَالَ یَعْنِیْ سِیْبَوَیْهٖ وَاَتْبَاعَهٗ اِنَّهٗ اَیْ الضَّارِبُ فِی الضَّارِبُکَ

اس شخص کے قول میں کہ جس نے کہا یعنی سیبویہ اور اس کے اتباع کے قول میں کہ یہ یعنی الضاربک میں الضارب

مُضَافٌ دُوْنَ مَنْ قَالَ اِنَّهٗ غَیْرُ مُضَافٍ وَالْکَافُ مَنْصُوْبُ الْمَحَلِّ عَلَی الْمَفْعُوْلِیَّةِ وَالتَّنْوِیْنُ

مضاف ہے اس شخص کے قول میں نہیں جو کہتا ہے الضارب مضاف نہیں اور کاف مفعول ہونے کی بناء پر منصوب المحل ہے اور ضمیر کے

مَحْذُوْفٌ لِاتِّصَالِ الضَّمِیْرِ لَا لِلْاِضَافَةِ فَاِنَّهٗ لَا یَحْتَاجُ جَوَازُهٗ اِلٰی حَمْلٍ حَمْلًا اَیْ لِمَحْمُوْلِیَّتِهٖ

اتصال کی وجہ سے تنوین محذوف ہے نہ کہ اضافت کی وجہ سے اس لیے کہ اس کا جواز کسی پر محمول ہونے کا محتاج نہیں اس کے ضاربک

عَلٰی ضَارِبُکَ فَاتَّحَدَ فَاعِلُ الْمَفْعُوْلِ لَهٗ وَالْفِعْلِ الْمُعَلَّلِ بِهٖ اَعْنِیْ جَازَ وَبَیَانُهٗ اَنَّهُمْ اِذَا

پر محمول ہونے کی وجہ سے) (جائز ہے) پس مفعول لہ اور فعل معلل بہ یعنی جاز کا فاعل واحد ہو گیا اور اس کا بیان یہ ہے کہ نحوی لوگ

وَصَلُوا اَسْمَاءَ الْفَاعِلِيْنَ وَالْمَفْعُوْلِيْنَ مُجَرَّدَةً عَنِ اللَّامِ بِمَفْعُوْلَاتِهَا وَكَانَتْ مُضْمَرَاتٍ

جب اسمائے فاعلین اور (اسمائے) مفعولین کو جبکہ مجرد عن اللام ہوں ان کے مفعولات کے ساتھ ملاتے ہیں اور وہ مفعولات ضمائر متصلہ ہوں

مُتَّصِلَاتٍ اِلْتَزَمُوْا الْاِضَافَةَ وَلَمْ يَنْظُرُوْا اِلٰى تَحَقُّقِ تَخْفِيْفٍ فَقَالُوْا ضَارِبُكَ وَاِنْ لَّمْ يَحْصُلِ

توانہوں نے ان کی اضافت کا التزام کرلیا ہے اور انہوں نے تخفیف کے تحقق کی طرف نظر نہیں کی لہٰذا انہوں نے ضَارِبُکَ کہا اگر چہ اضافت سے

التَّخْفِيْفُ بِالْاِضَافَةِ بَلْ بِنَفْسِ اِتِّصَالِ الضَّمِيْرِ ثُمَّ لَمَّا لَمْ يَعْتَبِرُوا التَّخْفِيْفَ فِيْ ضَارِبُكَ

کوئی تخفیف حاصل نہیں ہوئی بلکہ محض ضمیر کے اتصال سے (حاصل ہوئی) ہے پھر جب نحویوں نے ضَارِبُکَ میں تخفیف کا اعتبار نہیں کیا

وَجَوَّزُوْهُ بِدُوْنِهٖ حَمَلُوا الضَّارِبُكَ عَلَيْهِ لِاَنَّهُمَا مِنْ بَابٍ وَاحِدٍ حَيْثُ كَانَ كُلٌّ مِّنْهُمَا اِسْمَ

اور اس کو تخفیف کے بغیر جائز رکھا تو انہوں نے الضَّارِبُکَ کو اس پر محمول کیا کیونکہ یہ دونوں ایک باب سے ہیں کیونکہ دونوں اسم فاعل

فَاعِلٍ مُضَافًا اِلٰى مُضْمَرٍ مُتَّصِلٍ مَحْذُوْفًا تَنْوِيْنُهٗ قَبْلَ الْاِضَافَةِ لَا لِلْاِضَافَةِ وَلَمْ يَحْمِلُوا الضَّارِبَ

ضمیر متصل کی طرف مضاف ہیں جن کی تنوین اضافت سے قبل محذوف ہے، نہ کہ اضافت کی وجہ سے۔اور نحویوں نے الضارب زید

زَيْدٍ عَلَيْهِ لِاَنَّهُمَا لَيْسَا مِنْ بَابٍ وَاحِدٍ وَالدَّلِيْلُ عَلٰى اَنَّ سُقُوْطَ التَّنْوِيْنِ فِيْ ضَارِبُكَ لِاِتِّصَالِ

کو ضاربک پر اس لئے محمول نہیں کیا کہ وہ دونوں باب واحد سے نہیں ہیں اور اس بات کی دلیل کہ ضاربک میں تنوین کا سقوط اتصال کاف کی وجہ سے ہے

الْكَافِ لَا لِلْاِضَافَةِ اَنَّهَا لَوْ سَقَطَتْ بِالْاِضَافَةِ لَكَانَ يَنْبَغِيْ اَنْ يُّتَصَوَّرَ ذٰلِكَ اَوَّلًا عَلٰى وَجْهٍ

اضافت کی وجہ سے نہیں یہ ہے کہ اگر تنوین اضافت کی وجہ سے ساقط ہوتی تو مناسب ہوتا کہ اس تنوین کا پہلے ایسے طور پر تصور کیا جاتا کہ

يَكُوْنُ الضَّمِيْرُ مَنْصُوْبًا بِالْمَفْعُوْلِيَّةِ ثُمَّ يُضَافُ وَيُقَالُ ضَارِبُكَ كَمَا يَتَصَوَّرُ ضَارِبٌ زَيْدًا ثُمَّ

(کاف) ضمیر (منفصل ہو کر) مفعولیت کی وجہ سے منصوب ہوئی اور پھر صفت کو مضاف کیا جاتا اور ضاربک کہا جاتا جیسے ضارب زیدا متصور ہوتا ہے

يُضَافُ وَيُقَالُ ضَارِبُ زَيْدٍ وَلَنْ يُّتَصَوَّرَ ضَارِبٌ كَ فَعُلِمَ اَنَّهَا سَقَطَتْ لِاِتِّصَالِ الْكَافِ

پھر مضاف کیا جاتا اور کہا جاتا ہے ضارب زید۔ حالانکہ ضَارِبٌ کَ کا ہرگز تصور نہیں کیا جاسکتا تو معلوم ہوا کہ تنوین ضمیر کے اتصال کی وجہ سے

لَا لِلْاِضَافَةِ وَلِقَائِلٍ اَنْ يَّقُوْلَ لِمَ لَا يَجُوْزُ اَنْ يَّكُوْنَ اَصْلُ ضَارِبُكَ ضَارِبٌ اِيَّاكَ لِلْفَصْلِ

ساقط ہوئی ہے اضافت سے نہیں اور کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ یہ کیونکر نہیں ہوسکتا کہ ضاربک کی اصل تنوین کے ساتھ فصل کی وجہ سے ضارب ایاک ہو

بِالتَّنْوِيْنِ ثُمَّ لَمَّا اُضِيْفَ حُذِفَ التَّنْوِيْنُ وَصَارَ الضَّمِيْرُ الْمُنْفَصِلُ مُتَّصِلًا فَصَارَ ضَارِبُكَ

پھر جب ضارب کو کاف ضمیر کی طرف مضاف کیا گیا تو اس کی تنوین حذف کر دی گئی اور ضمیر منفصل متصل ہو گئی پس ضاربک ہو گیا

وَحَصَلَ التَّخْفِيْفُ جِدًّا ثُمَّ حُمِلَ اَلضَّارِبُکَ عَلَيْهِ لِاَنَّهُمَا مِنْ بَابٍ وَاحِدٍ حَيْثُ كَانَ كُلٌّ
اور قطعی طور پر تخفیف حاصل ہوگئی پھر الضاربک کو ضاربک پر محمول کیا گیا کیونکہ دونوں باب واحد سے ہیں کہ ان دونوں میں سے ہر ایک
مِنْهُمَا اِسْمَ فَاعِلٍ مُضَافًا اِلٰى مُضْمَرٍ مُتَّصِلٍ مِنْ غَيْرِ اِعْتِبَارِ حَذْفِ تَنْوِيْنِهِمَا قَبْلَ الْاِضَافَةِ
اسم فاعل ہے اور ضمیر متصل کی طرف مضاف ہے ان دونوں کی تنوین کے حذف قبل الاضافۃ لا للا ضافہ کا اعتبار کیے بغیر
لَا لِلْاِضَافَةِ وَلَمْ يَحْمِلُوا الضَّارِبَ زَيْدٍ عَلَيْهِ لِاَنَّهُمَا لَيْسَا مِنْ بَابٍ وَاحِدٍ
اور نحویوں نے ضاربک پر الضارب زید کو اس لیے محمول نہ کیا کہ دونوں باب واحد سے نہیں ہیں

خلاصہ متن :۔اس عبارت میں امام فراء کی دلیل رابع کا بیان ہے جس کو ذکر کر کے صاحب کافیہ جواب دے رہے ہیں جس کی مکمل تفصیل اغراض جامی میں ملاحظہ فرمائیں۔

دلیل رابع امام فراء :۔امام فراء نے الضارب زید کو الضاربک پر قیاس کیا ہے۔دونوں کے درمیان علت مشترکہ یہ ہے کہ ان میں اضافت لفظیہ سے تخفیف فی اللفظ حاصل نہیں ہورہی اس لئے کہ الضاربک میں تنوین کا سقوط الف لام کی وجہ سے ہوا ہے نہ کہ اضافت کی وجہ سے اور جب الضاربک جائز ہے تو الضارب زید بھی جائز ہوگا۔

الضَّارِبُکَ: میں صاحب کافیہ نے فراء کی دلیل رابع کا جواب دیا ہے۔یعنی سے شارح اس کی وضاحت کرتے ہیں کہ نحوی تو الضَّاربُکَ میں اضافت کے قائل ہی نہیں ہیں بلکہ وہ کہتے ہیں کہ اس میں الف لام بمعنی الذی اسم موصول ہے اور ضارب بمعنی ضرب کے ہے اور کاف ضمیر منصوب متصل مفعول بہ ہے اور ضاربٌ کی تنوین کا حذف دسقوط ضمیر کے اتصال کی وجہ سے ہے نہ کہ اضافت کی وجہ سے۔اس مذہب کے مطابق الضَّارِبُکَ کی ترکیب کا جواز کسی حمل کا محتاج نہیں ہے کیونکہ جب الضَّارِبُکَ میں جو کہ امام فراء کا مقیس علیہ ہے اضافت ہی نہیں ہے تو امام فرا، کا الضارب زید کو الضَّارِبُکَ پر قیاس کرنا کیسے درست ہوگا۔اور اگر الضَّارِبُکَ میں اضافت کو تسلیم کرلیا جائے جیسا کہ سیبویہ اور اس کے متبعین کا مذہب ہے تو اس وقت بھی امام فراء کا الضارب زید کو الضَّارِبُکَ پر قیاس کرنا درست نہیں ہے اس لئے کہ قیاس کی شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ مقیس علیہ خلاف قیاس نہ ہو اور یہاں مقیس علیہ یعنی الضَّارِبُکَ خلاف قیاس ہے اس لئے کہ قیاس کا تقاضا یہ تھا کہ الضَّارِبُکَ کی ترکیب جائز نہ ہوتی کیونکہ اس میں اضافت لفظیہ ہے اور اضافت لفظیہ کا فائدہ تخفیف فی اللفظ حاصل نہیں ہورہا کیونکہ اس میں تنوین کا سقوط الف لام کی وجہ سے ہے نہ کہ اضافت کی وجہ سے۔لیکن نحویوں نے اس کو ضَارِبُکَ پر محمول کرتے ہوئے خلاف قیاس جائز قرار دیا ہے۔

یعنی انما جاز: میں اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ الضَّارِ بُکَ کا عطف الضارب الرجل پر ہے۔
وکذا شبہہ: سے اشارہ کیا کہ فراء کی دلیل صرف الضارب بک کے ساتھ خاص نہیں بلکہ اس کے مشابہ الضارب الضاربہ وغیرہ بھی اس کی دلیلیں ہیں ان میں بھی صیغہ صفت معرف باللام ضمیر کی طرف مضاف ہے۔
وَهُوَ الضَّارِبِيْ: میں مشبہ کے مصداق کو بیان کررہے ہیں کہ مشبہ کا مصداق الضاربی اور الضاربہ وغیرہ ہیں۔
اي قول من قال يعني سيبويه: سے شارح کی غرض من کے مصداق کو متعین کیا کہ اس کا مصداق سیبویہ اور اسکے متبعین ہیں
اي الضارب: میں ضمیر کے مرجع کو متعین کیا کہ ضمیر کا مرجع ضارب ہے جو الضارب بک میں واقع ہے۔
دون من قال: سے غرض یہ ہے کہ مصنف کے قول فیمن قال سے معلوم ہورہا تھا کہ اس میں دوسرا مذہب بھی ہے تو شارح دوسرے مذہب کو بیان کررہے ہیں جس کی تقریر ماقبل میں گزر چکی ہے۔
اي لمحموليته: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔**سوال**: حملا مفعول لہ ہے جاز کا اور لام محذوف ہے حالانکہ مفعول لہ کے لام کو حذف کرنے کی شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ مفعول لہ اور فعل معلل بہ دونوں کا فاعل ایک ہو اور یہاں فاعل ایک نہیں ہے کیونکہ جاز کا فاعل ضارب بک ہے اور حملا کا فاعل متکلم ہے؟
جواب:۔ یہاں مصدر مبنی للمفعول حملا محمول کے معنی میں ہے اور محمول الضارب بک ہے لہذا فعل معلل بہ اور مفعول لہ کا فاعل ایک ہوگیا اسی کو علامہ جامی نے فاتحد فاعل المفعول له و الفعل المعلل به میں بیان کیا۔(سوال کابلی ص ۲۷۵)
وبیانہ: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔
سوال:۔محمول اور محمول علیہ کے درمیان مناسبت ضروری ہے اور یہاں مناسبت نہیں ہے اس لئے کہ الضارب بک معرف بلام ہے اور ضارب بک مجرد عن اللام ہے تو پھر الضارب بک کو ضارب بک پر محمول کرنا کیسے درست ہوا؟
جواب:۔انکے اندر ایک اور اعتبار سے مناسبت پائی جاتی ہے وہ یہ کہ نحویوں کا قاعدہ ہے کہ جب اسم فاعل اور اسم مفعول مجرد عن اللام ہوں اور ان کو ضمیر متصل کے ساتھ ملائیں تو وہ ان کی طرف اضافت کا التزام کرلیتے ہیں اور اس بات کی طرف نظر نہیں کرتے کہ ان میں اضافت کی وجہ سے تخفیف حاصل ہوئی ہے یا نہیں بلکہ بغیر حصول تخفیف بھی وہ ان کو جائز رکھتے ہیں پس اس قاعدے کے مطابق جب انہوں نے ضارب کو کاف ضمیر کیساتھ ملانا چاہا تو اس کی طرف اضافت کا التزام کرکے ضاربک کہا۔اگرچہ اضافت کی وجہ سے تخفیف حاصل نہیں ہوئی نہ مضاف میں نہ مضاف الیہ میں بلکہ مضاف میں تخفیف نفس اتصال ضمیر کی وجہ سے حاصل ہوئی ہے تو جب نحاۃ نے ضاربک کی ترکیب کو بلا اعتبار تخفیف جائز قرار دے دیا تو الضارب بک کی اضافت کو بھی اس پر قیاس وحمول کرتے ہوئے جائز قرار دے دیا اگرچہ اس میں بھی اضافت کی وجہ سے تخفیف حاصل نہیں ہورہی

اور الضاربک ضاربک پر اس لئے محمول کیا کیونکہ دونوں من باب واحد ہیں دونوں میں مناسبت ومُوافقۃ تامہ موجود ہے کیونکہ دونوں اسم فاعل کے صیغے ہیں اور دونوں ضمیر متصل کی طرف مضاف ہیں اور دونوں میں تنوین اضافت سے پہلے اتصال ضمیر کی وجہ سے حذف ہوئی ہے نہ کہ اضافت کی وجہ سے۔ (سوال باسولی ص ۴۴۵)

<u>ولم یحملوا الضارب زید :</u> سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : ۔جس طرح الضاربک ضاربک پر محمول کیا گیا ہے مناسبت کی وجہ سے اسی طرح الضارب زید کو بھی ضاربک کے ساتھ اس اعتبار سے مناسبت ہے کہ دونوں اسم فاعل کے صیغے ہیں تو اس کو محمول کیوں نہیں کیا گیا۔

جواب : ۔الضارب زید کو اگر چہ اسم فاعل ہونے کے اعتبار سے ضاربک کے ساتھ مناسبت ہے لیکن مضاف الی ضمیر متصل کے اعتبار سے مناسبت نہیں ہے کیونکہ الضارب زید میں الضارب اسم ظاہر کی طرف مضاف ہے اس لئے یہ مناسبت ناقصہ ہے یہ دونوں من باب واحد نہیں ہیں اسی وجہ سے الضارب زید کو ضاربک پر محمول کر کے اس کی اضافت کو جائز قرار نہیں دیا گیا۔

<u>والدلیل :</u> سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال:** ۔آپ کے پاس کیا دلیل ہے کہ ضاربک میں تنوین کا سقوط اتصال ضمیر کی وجہ سے ہوا ہے نہ کہ اضافت کی وجہ سے۔ ہمارا دعویٰ ہے تنوین کا سقوط اضافت کی وجہ سے ہوا ہے۔

جواب : ۔اس کی دلیل یہ ہے کہ اضافت کی وجہ سے تنوین کا سقوط وہاں ہوتا ہے جہاں اضافت سے پہلے مضاف ومضاف الیہ کو الگ کلمہ تصور کر کے مضاف پر تنوین پڑھی جا سکے پھر اس کی اضافت کی جائے مابعد کی طرف جس کی وجہ سے تنوین ساقط ہو جائے جیسے الضارب زید میں اضافت سے پہلے دونوں کو علیحدہ کر کے ضاربٌ زیداً پڑھنا متصور ہو سکتا ہے ضاربٌ مرفوع اور زیداً ابناء بر مفعولیت منصوب ہے اس کے بعد ضارب کی اضافت زید کی طرف کی گئی جس کی وجہ سے ضاربٌ سے تنوین ساقط ہوگئی لیکن ضاربک میں یہ بات متصور نہیں ہو سکتی کہ دونوں کو الگ کر کے ضاربٌ ک پڑھا جا سکے ضاربٌ کے رفع اور ک کے نصب کے ساتھ بناء بر مفعولیت کے کیونکہ کاف ضمیر متصل کا انفصال ناممکن ہے لہذا ضاربک میں تنوین کا سقوط اضافت کی وجہ سے نہیں ہوا بلکہ اتصال ضمیر کی وجہ سے ہوا ہے۔

<u>ولقائل :</u> میں شارح دلیل مذکور پر **اعتراض** کر رہے ہیں۔ کہ ہو سکتا ہے کہ ضاربک کی اصل ضاربٌ ایاک ہو۔ ضمیر مفصل کیساتھ پھر جب ضارب کو مضاف کیا گیا ایاک کی طرف تو اضافت کی وجہ سے مضاف سے تنوین ساقط ہوگئی اور ضمیر مفصل متصل سے تبدیل ہوگئی تو اس میں اعلیٰ درجے کی تخفیف حاصل ہوگئی کیونکہ مضاف اور مضاف الیہ دونوں میں تخفیف حاصل ہوئی ہے مضاف میں تنوین ساقط ہوگئی اور مضاف الیہ میں ضمیر منفصل متصل ہوگئی جس سے اختصار ہو گیا تو علی وجہ الکمال تخفیف حاصل ہوگئی پھر الضاربک اس پر محمول کیا گیا کیونکہ دونوں من باب واحد ہیں اور الضارب زید کو محمول نہیں کیا گیا کیونکہ دونوں

من باب واحد نہیں۔

جواب: ۔اس اعتراض کا شارح نے جواب نہیں دیا لیکن اس کا جواب یہ ہوسکتا اگر ضاربک کی اصل ضاربٌ ایاک ہوتی تو یہ اہل عرب سے مسموع ہوتا جیسا کہ الضاربُ زید متصور و مسموع ہے حالانکہ اہل عرب سے ضاربٌ ایاک مسموع نہیں ہے اس سے معلوم ہوا کہ اس کی اصل ضارب ایاک متصور نہیں ہے۔(۲) نیز ہم تسلیم نہیں کرتے کہ ضاربک اصل میں ضاربٌ ایاک تھا کیونکہ ضمیر متصل اصل اور منفصل خلاف اصل ہے تو اس میں عدول من الاصل الی خلاف الاصل لازم آئے گا جو کہ باطل ہے (دیکھئے سوال باسولی ص ۴۴۳ فالعدول الی الانفصال عند تعذر الاتصال)

ماتن کی عبارت کی ایک اور تقریر

وَاعْلَمْ اَنَّا حَمَلْنَا قَوْلَهٗ وَضَعُفَ الْوَاهِبُ الْمِائَةِ الْهِجَانِ وَ عَبْدِهَا وَقَوْلَهٗ اَلضَّارِبُ الرَّجُلِ وَ

اور معلوم ہو کہ ہم نے بعض شارحین کی موافقت پر مصنف کے قول وَضَعُفَ الْوَاهِبُ الْمِائَةِ الْهِجَانِ وَ عَبْدِهَا اور اس کے قول اَلضَّارِبُ الرَّجُلِ اور

الضَّارِبُکَ حَمْلًا عَلٰی نَظِیْرِیْهِمَا عَلَى الْاَجْوِبَةِ عَنْ اِسْتِدْلَالَاتِ الْفَرَّاءِ عَلٰی جَوَازِ اَلضَّارِبُ زَیْدٍ

الضاربک کو ان دونوں نظیروں پر حمل کر کے الضارب زید کے جواز پر فراء کے استدلالات کے (خلاف) جوابات پر محمول کیا

عَنْ جَانِبِ الْمُص عَلٰی مُوَافَقَةِ بَعْضِ الشَّارِحِیْنَ وَلَکَ اَنْ تَجْعَلَ کُلَّ وَاحِدَةٍ مِنْهَا اِشَارَةً اِلٰی

مصنف کی جانب سے۔ اور تم ایسا کر سکتے ہو کہ ان مثالوں میں سے ہر ایک مثال کو الضارب زید کے ناجائز ہونے کے حکم کے لیے ایک مناسب الگ

مَسْأَلَةٍ عَلٰی حِدَةٍ مُنَاسِبَةٍ لِلْحُکْمِ بِاِمْتِنَاعِ الضَّارِبُ زَیْدٍ فَمَعْنٰی قَوْلِهٖ وَضَعُفَ الْوَاهِبُ الْمِاْةِ

مسئلہ کی طرف اشارہ قرار دو پس مصنف کے قول وَضَعُفَ الْوَاهِبُ الْمِائَةِ

الْهِجَانِ وَعَبْدِهَا اَنَّهٗ ضَعُفَ عَطْفُ الْمُجَرَّدِ عَنِ اللَّامِ عَلَى الْمُحَلّٰی بِهِ الْمُضَافِ اِلَیْهِ صِفَةً

الْهِجَانُ وَ عَبْدِهَا کا معنی یہ ہے کہ کہ (اسم) مجرد عن اللام پر عطف ضعیف ہے

مُصَدَّرَةً بِاللَّامِ لِاَنَّهٗ بِتَوَسُّطِ الْعَطْفِ یَصِیْرُ مِثْلَ الضَّارِبُ زَیْدٍ کَمَا عَرَفْتَ وَاِنَّمَا لَمْ یَحْکُمْ عَلَیْهِ

کیونکہ کلام توسط عطف کی وجہ سے جیسا کہ تم نے معلوم کر لیا الضارب زید کے مثل ہو جائے گا اور مصنف نے اس پر ناجائز ہونے کا حکم نہیں لگایا

بِالْاِمْتِنَاعِ بَلْ بِالضُّعْفِ لِاَنَّهٗ قَدْ یُتَحَمَّلُ فِی الْمَعْطُوْفِ مَالَا یُتَحَمَّلُ فِی الْمَعْطُوْفِ عَلَیْهِ وَحِیْنَئِذٍ

بلکہ ضعف کا لگایا اس کی وجہ یہ ہے کہ کبھی معطوف میں وہ بات برداشت کی جاتی ہے جو معطوف علیہ میں نہیں کی جاتی اور اس وقت مصنف کے قول

يَنْدَفِعُ مَافِيْهِ مِنْ تَوَهُّمِ شَائِبَةِ الْمُصَادَرَةِ عَلَى الْمَطْلُوْبِ عَلَى التَّقْدِيْرِ الْاَوَّلِ وَارْجَاعُ كُلٍّ مِنَ

(وضعف الواهب الخ) میں جو اول تقدیر پر مصادرۃ علی المطلوب کے شائبہ کا تو ہم مندفع ہو جاتا ہے اور دو آخری صورتوں میں سے ہر ایک کا

الصُّوْرَتَيْنِ الْاَخِيْرَتَيْنِ اِلٰى مَسْأَلَةٍ ظَاهِرٌ وَيَتَضَمَّنُ الرَّدَّ عَلَى الْفَرَّاءِ فِي الْاِسْتِدْلَالِ بِهِمَا

مسئلہ علیحدہ کی طرف لوٹنا ظاہر ہے اور دونوں مثالوں سے استدلال کرنے میں فراء پر رد کو متضمن ہے

اغراض جامی: وَاعْلَمْ اَنَّا حَمَلْنَا: اس عبارت میں شارح جامی سابقہ عبارت کی ایک اور تقریر کر رہے ہیں۔ ماتن کے اقوال (۱) اَلْوَاهِبُ الْمِائَةِ الْهِجَانُ وَ عَبْدِهَا اور (۲) الضارب الرجل اور الضارب ک ان اقوال کی ایک تقریر تو گزر چکی ہے اور یہ تقریر عام شارحین مثلاً علامہ رضی وغیرہ کے طریقے کے مطابق ہے کہ ان سے مقصود فراء نحوی کے استدلالات کا جواب دینا ہے۔ لیکن اس تمام عبارت کی ایک اور تقریر بھی ہو سکتی ہے جس کو اس عبارت میں شارح واعلم کے عنوان سے ذکر کر رہے ہیں۔ کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ماتن کی عبارت میں ان تینوں مثالوں میں سے ہر ایک سے ایک مستقل مسئلہ کی طرف اشارہ ہو جو الضارب زید کے امتناع کے حکم کے مناسب ہو اور وہ الضارب زید کے امتناع پر دلالت کرے۔ چنانچہ پہلے قول ضعیف سے اس مسئلہ کی طرف اشارہ ہے کہ وہ اسم جو مجرد عن اللام ہو اس کا عطف ایسے معرف باللام پر ضعیف ہے جس کی طرف صیغہ صفت معرف باللام مضاف ہو۔ اور ضعیف اس وجہ سے ہے کہ بواسطہ عطف کے یہ الضارب زید کے مثل ہو جائے گا حالانکہ الضاربُ زید کی ترکیب ناجائز ہے۔ تو یہ مستقل مسئلہ الضاربُ زید کی ترکیب کے امتناع پر دلالت کر رہا ہے۔

<u>وانما لم یحکم:</u> سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال:**۔ جب الضارب زید کی ترکیب ممتنع ہے تو اَلْوَاهِبُ الْمِائَةِ الخ ترکیب بھی ممتنع ہونا چاہیے اس کو ضعیف کیوں قرار دیا ہے؟

جواب:۔ بعض اوقات معطوف میں وہ شی جائز ہوتی ہے جو معطوف علیہ میں جائز نہیں ہوتی جس کی کچھ تفصیل گزر چکی ہے اس وجہ سے ضعف کا حکم لگایا امتناع کا حکم نہیں لگایا۔

<u>وحینئذ:</u> اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ جب مصنف کے قول وَضَعُفَ الْوَاهِبُ الْمِائَةِ الخ کو مستقل مسئلہ قرار دیا جائے تو اس پر مصادرۃ علی المطلوب کے شائبہ والا اشکال بھی دفع ہو جائے گا جو تقدیر اول پر وارد ہوتا تھا۔

<u>وارجاع کل من الصورتین:</u> سے شارح یہ بیان فرما رہے ہیں کہ دوسری اور تیسری صورت کو مستقل مسئلہ کی طرف راجع کرنا ظاہر و واضح ہے اس کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن پندرہویں صدی ہجری کے طلبہ کیلئے واضح نہیں ہے اس لئے مختصر سی وضاحت کر دی جاتی ہے۔

دوسرے قول سے اس مسئلہ کی طرف اشارہ ہے کہ صفت معرف باللام کی اضافت جنس معرف باللام کی طرف الحسن الوجہ کی وجہ مختار پر محمول کرتے ہوئے جائز ہے اگر چہ اضافت کی وجہ سے تخفیف حاصل نہ ہو۔ تیسرے قول سے اس مسئلہ کی طرف اشارہ ہے کہ صفت معرف باللام کی اضافت ضمیر کی طرف جائز ہے اس صفت پر محمول کرتے ہوئے جو مجرد عن اللام ہو اور ضمیر کی طرف مضاف ہو اگر چہ اضافت کی وجہ سے تخفیف حاصل نہ ہو۔

ویتضمن: ان دو مسئلوں سے فراء کے استدلال کا رد بھی ہو جائے گا وہ اس طرح کہ جب الضارب الرجل اور الضاربک میں اضافت کا جواز غیر پر محمول کرنے کی وجہ سے ہوا ہے تو یہ بیچارے تو خود غیر کے محتاج اور غیر سے بھیک مانگنے والے ہوئے تو ان سے استدلال کرنا الضارب زید کے جواز پر یہ استعارہ من المستعیر وسوال من الفقیر کے قبیل سے ہو جائیگا جو کہ نامناسب ہے

موصوف کی صفت اور صفت کی موصوف کی طرف اضافت

وَلَا يُضَافُ مَوْصُوفٌ اِلٰى صِفَتِهٖ مَعَ بَقَاءِ مَعْنَى الْمُفَادِ بِالتَّرْكِيْبِ الْوَصْفِيْ بِحَالِهٖ لِاَنَّ لِكُلٍّ

اور موصوف کو اسکی صفت کی طرف مضاف نہیں کیا جائے گا اس معنی کے باقی رہنے کے ساتھ جو ترکیب وصفی سے مستفاد ہے اپنے حال پر

مِنْ هَيْئَتَيِ التَّرْكِيْبِ الْوَصْفِيْ وَالْاِضَافِيْ مَعْنًى اٰخَرَ لَايَقُوْمُ اَحَدُهُمَا مَقَامَ الْاٰخَرِ وَلِهٰذَا

کیونکہ ترکیب وصفی اور ترکیب اضافی کی دونوں ہیئتوں میں سے ہر ایک کا الگ الگ معنی ہے جو کہ ان میں سے کوئی دوسرے کا قائم مقام نہیں ہوسکتا اور

الْمَعْنٰى بِعَيْنِهٖ لَاتُضَافُ صِفَةٌ اِلٰى مَوْصُوْفِهَا فَلَا يُقَالُ مَسْجِدُ الْجَامِعِ بِمَعْنَى الْمَسْجِدُ الْجَامِعُ

بعینہ اسی معنی کی وجہ سے صفت کی اس کے موصوف کی طرف اضافت نہیں کی جائے گی لہٰذا مسجد الجامع بمعنیٰ "المسجد الجامع"

وَجَرْدُ قَطِيْفَةٍ بِمَعْنٰى قَطِيْفَةٌ جَرْدٌ خِلَافًا لِلْكُوْفِيَّةِ فَاِنَّ مَسْجِدَ الْجَامِعِ عِنْدَهُمْ بِمَعْنَى الْمَسْجِدُ

اور جرد قطیفۃ بمعنی قطیفۃ جرد نہیں کہا جائے گا بخلاف کوفیوں کے کہ ان کے نزدیک مسجد الجامع، المسجد

الْجَامِعُ وَ جَرْدُ قَطِيْفَةٍ بِمَعْنٰى قَطِيْفَةٌ جَرْدٌ مِنْ غَيْرِ فَرْقٍ

الجامع اور جرد قطیفۃ، قطیفۃ جرد کے معنی میں ہے بغیر کسی فرق کے

خلاصہ متن: ۔صاحب کافیہ اس عبارت میں دو ضابطے بیان فرماتے ہیں (۱) موصوف کو اس کی صفت کی طرف مضاف نہیں کیا جاسکتا (۲) اور صفت کی اضافت موصوف کی طرف بھی نہیں ہوتی۔ (۱) اس کی ایک وجہ تو علامہ جامی ذکر کر رہے ہیں (۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ موصوف کی اضافت الی الصفۃ کی صورت میں اجتماع ضدین لازم آئے گا اس لئے کہ صفت اعراب میں موصوف کے تابع ہوتی ہے اور مضاف الیہ ہمیشہ مجرور ہوتا ہے تو شے واحد کا بیک وقت مرفوع ومجرور ہونا لازم آئے گا۔

(۳) تیسری وجہ عدم جواز کی یہ ہے کہ موصوف اخص من الصفۃ یا مساوی بالصفۃ ہوتا ہے جبکہ مضاف اعم من المضاف الیہ مباین ہوتا ہے تو شے واحد کا بیک وقت اخص واعم ہونا اور مساوی ومباین ہونا لازم آئے گا یہ بھی اجتماع ضدین ہے۔

اغراض جامی: مع بقاء : سے شارح کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال :۔اس میں کیا حرج ہے کہ موصوف کی اپنی صفت کی طرف اضافت کردی جائے بایں حیثیت کہ معنی وصفی کو معنی اضافی کی طرف منتقل کردیا جائے جب ترکیب وصفی ختم ہوجائے گی اس کی جگہ ترکیب اضافی آجائے گی تو اس کے جواز میں کوئی اشکال نہیں رہے گا۔

جواب :۔موصوف کی صفت کی طرف اضافت علی الاطلاق ممتنع نہیں ہے بلکہ اس وقت ہے کہ بوقت اضافت معنی وصفی ترکیب وصفی اپنے حال پر باقی رہے معنی اضافی کی طرف منتقل نہ ہو۔

لانّ لکلٍّ : سے شارح کی غرض ضابطہ مذکورہ کی وجہ بیان کرنا ہے کہ ہیئت ترکیب وصفی کا معنی اور ہے اور ہیئت ترکیب اضافی کا معنی اور ہے ہر ایک کا معنی جدا جدا اور دوسرے سے مختلف ہے اور ان میں سے کوئی دوسرے کے قائم مقام نہیں ہوسکتا۔ ترکیب وصفی کا معنی ہے تقیید الشی بالشی مع صحۃ حمل الثانی علی الاول (ایک شی کو دوسری شی کے ساتھ مقید کرنا کہ ثانی کا اول پر حمل صحیح ہو) جیسے زید الفاضل اور ترکیب اضافی کا معنی ہے نسبۃ شی الی شی مع عدم صحۃ حمل الثانی علی الاول علی الاغلب (ایک شی کی دوسری شی کی طرف نسبت کرنا لیکن ثانی کا اول پر حمل صحیح نہ ہو غالبًا) جیسے غلام زید جب ہر ایک کا معنی جدا جدا ومختلف ہے تو ایک ترکیب سے دوسری ترکیب کا معنی مراد لینا جائز نہیں ہے۔

فائدہ :۔علی الاغلب کی قید اس لئے لگائی کیونکہ اضافت بیانیہ میں مضاف الیہ کا حمل مضاف پر صحیح ہوتا ہے۔

ولهذا المعنیٰ : سے شارح یہ بتلا رہے ہیں کہ صفت کے موصوف کی طرف مضاف نہ ہونے کی وجہ بعینہ وہی ہے جو موصوف کے صفت کی طرف مضاف نہ ہونے کی وجہ ہے۔ تضاف : میں شارح نے یہ بتایا کہ صفۃ کا عطف موصوف پر ہے۔

فلا یقال : سے شارح دونوں ضابطوں پر تفریع بیان کررہے ہیں جب موصوف کی اضافت صفت کی طرف نہیں ہوسکتی اور صفت کی اضافت موصوف کی طرف نہیں ہوسکتی تو المسجد الجامع میں موصوف کو صفت کی طرف مضاف کرکے مسجد الجامع اور قطیفۃ جرد میں صفت کو موصوف کی طرف مضاف کرکے جرد قطیفۃ نہیں کہا جائے گا۔یعنی ترکیب اضافی سے ترکیب وصفی کا معنی مراد نہیں لیا جاسکتا۔

خلافاً للکوفیۃ : میں بیان اختلاف ہے۔کوفیہ حضرات موصوف کی صفت کی طرف اضافت اور اس کے برعکس کو جائز کہتے ہیں لہذا ان کے نزدیک ترکیب اضافی سے ترکیب وصفی کا معنی مراد لیا جاسکتا ہے۔

موصوف کی صفت کی طرف اضافت میں اعتراض

وَيَرِدُ عَلَى الْقَاعِدَةِ الْأُوْلَى وَهُوَ قَوْلُهُ لَا يُضَافُ مَوْصُوْفٌ إِلَى صِفَتِهِ مِثْلُ مَسْجِدِ الْجَامِعِ

اور قاعدہ اولی پر اعتراض وارد ہوتا ہے اور وہ اس کا قول لَا يُضَافُ مَوْصُوْفٌ إِلَى صِفَتِهِ ہے مسجد الجامع

وَجَانِبِ الْغَرْبِيِّ وَصَلٰوةُ الْأُوْلٰى وَبَقْلَةُ الْحَمْقَاءِ فَإِنَّ فِي كُلِّ وَاحِدٍ مِّنْ هٰذِهِ التَّرَاكِيْبِ

اور جانب الغربی اور صلوۃ الاولی اور بقلۃ الحمقاء کے مثل پر کہ ان تمام ترکیبوں میں سے ہرایک ترکیب میں

أُضِيْفَ مَوْصُوْفٌ إِلَى صِفَتِهِ فَإِنَّ الْجَامِعَ صِفَةُ الْمَسْجِدِ وَالْغَرْبِيُّ صِفَةُ الْجَانِبِ وَالْأُوْلٰى

موصوف کی اس کی صفت کی طرف اضافت کی گئی ہے پس بلا شبہ الجامع، مسجد کی اور الغربی، جانب کی اور الاولی، صلوٰۃ کی

صِفَةُ الصَّلٰوةِ وَالْحَمْقَاءُ صِفَةُ الْبَقْلَةِ وَقَدْ أُضِيْفَ إِلَيْهَا مَوْصُوْفَاتُهَا وَأُجِيْبَ بِأَنَّ مِثْلَ هٰذِهِ

اور الحمقاء، بقلہ کی صفات ہیں جبکہ ان صفات کی طرف ان کے موصوفات کی اضافت کی گئی ہے اور جواب یہ دیا گیا ہے ان تراکیب کی مثل

التَّرَاكِيْبِ مُتَأَوَّلٌ فَمَسْجِدُ الْجَامِعِ مُتَأَوَّلٌ بِمَسْجِدِ الْوَقْتِ الْجَامِعِ وَذٰلِكَ يَحْتَمِلُ مَعْنَيَيْنِ

مؤول ہیں پس مسجد الجامع، مسجد الوقت الجامع کی تاویل میں ہے اور یہ تاویل دو معنوں کا احتمال رکھتی ہے

أَحَدُهُمَا أَنْ يَّكُوْنَ الْوَقْتُ مُقَدَّرًا فِيْ نَظْمِ الْكَلَامِ وَيَكُوْنُ الْمَسْجِدُ مُضَافًا إِلَيْهِ وَالْجَامِعُ صِفَةً

ایک یہ کہ نظم کلام میں ''الوقت'' مقدر ہو اور مسجد اس کی طرف مضاف اور الجامع وقت کی صفت ہو

لِلْوَقْتِ فَيَنْدَفِعُ الْإِيْرَادُ بِوَجْهَيْنِ فَإِنَّ الْجَامِعَ لَيْسَ مُضَافًا إِلَيْهِ وَلَا صِفَةً لِلْمُضَافِ وَثَانِيْهِمَا

تو اعتراض مذکور دو طرح مندفع ہو جاتا ہے (۱) پس بے شک ''الجامع'' نہ مسجد کا مضاف الیہ ہے اور نہ ہی مضاف کی صفت ہے اور ثانیا (۲) یہ کہ

أَنْ يَّكُوْنَ الْوَقْتُ مَحْذُوْفًا وَالْجَامِعُ قَائِمًا مَقَامَهُ مَنُوْطًا عَلَيْهِ فَيَكُوْنُ بِمَنْزِلَةِ الصِّفَاتِ الْغَالِبَةِ

''الوقت'' محذوف ہو اور ''الجامع'' اس (موصوف) کے قائم مقام اور اس پر مشتمل ہو پس الجامع صفات غالبہ کے بمنزلہ ہو گا

فَيُضَافُ الْمَسْجِدُ إِلَيْهِ فَيَنْدَفِعُ الْإِيْرَادُ بِوَجْهٍ وَاحِدٍ وَهُوَ أَنَّ الْجَامِعَ لَيْسَ صِفَةً لِلْمُضَافِ

تو المسجد کی الجامع کی طرف اضافت کردی گئی لہذا اعتراض (مذکور) ایک طرح سے دفع ہوگا وہ یہ کہ الجامع مضاف کے لیے صفت نہیں ہے

وَعَلٰى هٰذَا الْقِيَاسِ صَلٰوةُ الْأُوْلٰى وَبَقْلَةُ الْحَمْقَاءِ مُتَأَوَّلٌ بِصَلٰوةِ السَّاعَةِ الْأُوْلٰى وَبَقْلَةِ الْحَبَّةِ

اور اسی قیاس پر صلوۃ الاولی اور بقلۃ الحمقاء صلوۃ الساعۃ الاولی بقلۃ الحبۃ الحمقاء کے ساتھ

اَلْحَمْقَاءِ عَلَى الْاِحْتِمَالَيْنِ الْمَذْكُوْرَيْنِ لٰكِنَّ هٰذَا التَّاوِيْلَ لَايَتَمَشّٰى فِيْ جَانِبِ الْغَرْبِيِّ
مؤول ہیں مذکورہ دونوں احتمالوں کی بنا پرلیکن یہ تاویل جانب الغربی میں نہیں چلے گی
فَاِنَّهٗ لَاشَكَّ اَنَّ الْمَقْصُوْدَ تَوْصِيْفُ الْجَانِبِ بِالْغَرْبِيَّةِ لَا تَوْصِيْفُ مَكَانٍ هُوَ جَانِبُهٗ بِهَا
کیونکہ اس میں کوئی شک نہیں کہ مقصود جانب کو غربیت کے ساتھ موصوف کرنا ہے نہ کہ مکان کو موصوف کرنا جس کی جانب غرب میں ہے
اَللّٰهُمَّ اِلَّا اَنْ يُّقَالَ هُنَاكَ مَكَانَانِ جُزْءٌ وَكُلٌّ فَالْمَكَانُ الَّذِيْ اُضِيْفَ اِلَيْهِ الْجَانِبُ هُوَ الْجُزْءُ
اے اللہ (میرا مواخذہ نہ کرنا) مگر یہ کہا جائے کہ یہاں دو مکان ہیں ایک جز ہے اور دوسرا کل سو جس مکان کی طرف جانب کی اضافت کی گئی ہے
وَالْاِضَافَةُ بَيَانِيَّةٌ وَالْمَكَانُ الَّذِيْ اُعْتُبِرَ الْجَانِبُ بِالنِّسْبَةِ اِلَيْهِ هُوَ الْكُلُّ فَيَسْتَقِيْمُ الْمَعْنٰى
وہ جز ہے اور اضافت بیانیہ ہے اور وہ مکان کہ اس کی نسبت سے جانب کا اعتبار کیا گیا ہے وہ کل ہے لہٰذا معنی درست ہو جائے گا

خلاصہ متن: ۔ دونوں ضابطوں پر اعتراض ہوتے ہیں صاحب کافیہ انکو ذکر کر کے جواب دے رہے ہیں۔ پہلے قاعدہ یعنی لَايُضَافُ مَوْصُوْفٌ اِلٰى صِفَتِهٖ پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ مَسْجِدُ الْجَامِعِ وَجَانِبُ الْغَرْبِيِّ وَصَلٰوةُ الْاُوْلٰى وَبَقْلَةُ الْحَمْقَاءِ کی تراکیب میں آپ کا قاعدہ ٹوٹ گیا ہے کیونکہ ان تمام تراکیب میں موصوف اپنی صفت کی طرف مضاف ہو رہا ہے۔ جس کا ماتن نے یہ جواب دیا کہ ان میں تاویل کی گئی ہے۔ اور اس تاویل کی تفصیل شارح نے بیان کی ہے۔

اغراض جامی:۔ <u>وَيَرِدُ عَلَى الْقَاعِدَةِ الْاُوْلٰى :</u> سے شارح نے سوال کے محل تعیین کی ہے کہ محلِ سوال قاعدہ اولی ہے۔

<u>وَهُوَ قَوْلُهٗ :</u> میں شارح نے قاعدہ اولی کی تعیین کر دی کہ قاعدہ اولی یہ ہے کہ لَايُضَافُ مَوْصُوْفٌ اِلٰى صِفَتِهٖ.

<u>فان فی کل :</u> میں شارح ماتن کے بیان کردہ سوال کی تقریر کرتے ہیں کہ مَسْجِدُ الْجَامِعِ وَجَانِبُ الْغَرْبِيِّ وَصَلٰوةُ الْاُوْلٰى وَبَقْلَةُ الْحَمْقَاءِ میں ہر ترکیب میں موصوف اپنی صفت کی طرف مضاف کیا گیا ہے اس لئے کہ الجامع المسجد کی صفت ہے الغربی الجانب کی صفت ہے اور الاولی الصلوۃ کی صفت ہے اور حمقاء بقلہ کی صفت ہے ان کی طرف ان کے موصوفات کو مضاف کیا گیا ہے۔

<u>متاؤل :</u> میں صاحب کافیہ نے ان کا جواب دیا کہ یہ تمام تراکیب متاول ہیں ان میں تاویل کی گئی ہے۔ چنانچہ اگلی عبارت میں شارح ان تاویلات کی وضاحت کرتے ہیں۔

<u>فمسجد الجامع :</u> میں تاویل اور جواب کی وضاحت ہے کہ مسجد الجامع مسجد الوقت الجامع کی تاویل میں ہے اور اس تاویل میں دو معنوں کا احتمال ہے معنی اول (۱) الوقت نظمِ کلام میں مقدر ہے اور مسجد اس کی طرف مضاف ہے اور الجامع الوقت کی

صفت ہے اس صورت میں اعتراض دو وجھوں سے دفع ہو گیا وجہ اول یہ ہے کہ الجامع مسجد کا مضاف الیہ نہیں ہے بلکہ یہ الوقت کی صفت ہے۔ (۲) وجہ ثانی یہ ہے کہ الجامع یہ مضاف (مسجدُ) کی صفت نہیں ہے بلکہ الوقت کی صفت ہے جو نظمِ کلام میں مقدر ہے۔ (۲) دوسرا احتمال یہ ہے کہ الوقت محذوف ہے اور الجامع اس کے قائم مقام ہو کر اس پر مشتمل ہے اس وقت الجامع جو کہ موصوف محذوف کے قائم مقام ہے صفات غالبہ یعنی صفات مجازیہ میں سے ہو جائے گا اور صفات غالبہ (وہ صفات ہیں جو کسی تعلق وعلاقہ کی وجہ سے غیرِ موصوف کے لیے صفت قرار دی گئی ہوں ان کو صفات مجازیہ بھی کہتے ہیں جیسے والقرآن الحکیم اور القرآن العظیم میں حکیم اور عظیم قرآن کی صفت واقع ہوئے ہیں حالانکہ یہ حقیقت میں قرآن کی صفت نہیں بلکہ صاحب قرآن کی صفت ہیں اسی طرح یہاں درحقیقت الجامع کا موصوف الوقت ہے لیکن مجازاً مسجد کو اس کا موصوف بنادیا گیا اور جو حقیقۃً موصوف تھا اس کو حذف کردیا گیا پھر یہ دیکھتے ہوئے کہ المسجد حقیقۃً موصوف نہیں ہے بلکہ مضاف ہے اس کو الجامع کی طرف مضاف کردیا گیا، اس صورت میں ایک وجہ سے اعتراض دفع ہو گیا کہ الجامع مسجد مضاف کی صفت نہیں بلکہ الوقت محذوف کی صفت ہے۔

اور بعینہٖ یہی تاویل صلوۃ الاولی میں بھی ہوگی کہ یہ اصل میں صلوۃ الساعۃ الاولی کی تاویل میں ہے اور بقلۃ الحمقاء یہ بقلۃ الحبۃ الحمقاء کی تاویل میں ہے۔ ان میں بھی وہی دو احتمال ہیں جو المسجد الجامع میں تھے۔

لکن ھذا: میں شارح کی غرض ایک اعتراض نقل کر کے اَللّٰھُمَّ سے جواب پیش کرنا ہے۔

اعتراض:۔ تاویل مذکور صلوۃ الاولی اور بقلۃ الحمقاء میں تو چل جائے گی لیکن جانب الغربی میں نہیں چل سکتی اس لئے کہ اگر جانب الغربی میں تاویل کریں تو یوں کہیں گے کہ جانب المکان الغربی الغربی کو المکان کی صفت بنائیں گے اور یہ درست نہیں اس لئے کہ مقصودِ متکلم جانب کو غربیت کے ساتھ موصوف کرنا ہے نہ کہ مکان کو اس لئے کہ مکان عبارت ہے مجموع الارض سے لہٰذا یہ غربی کے ساتھ موصوف نہیں ہوسکتا۔

جواب:۔ اَللّٰھُمَّ سے اس کا جواب دیا کہ یہاں دو مکان ہیں (۱) مکان جز (۲) مکان کل۔ وہ مکان جس کی طرف جانب مضاف ہے وہ جز ہے اور اضافت بیانیہ ہے معنی ہے کہ الجانب الذی ھو المکان الغربی تو مکان جزء سے مراد وہ مکان ہے جو متصل بالمغرب ہے اور مکان کل سے مراد جمیع الارض ہے (سوال باسولی ص ۴۴۷)

فائدہ (۱):۔ اس طرح کے مقام پر اللھم کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ گویا مصنف یہ کہتا ہے کہ اے اللہ میرا مواخذہ نہ کرنا کہ میرا پہلا کلام غیر تام ہے بلکہ استثناء کا محتاج ہے اس لیے میں استثناء کرتا ہوں۔

فائدہ (۲):۔ ھو جانبہٗ بھا میں پہلی ضمیر ھو کا مرجع "جانب" ہے اور جانبہٗ کی ضمیر کا مرجع المکان ہے اور بھا کی ضمیر کا مرجع الغربیۃ ہے۔

صفت کی موصوف طرف اضافت میں اعتراض

وَيَرِدُ عَلَى الْقَاعِدَةِ الثَّانِيَةِ وَهُوَ قَوْلُهُ وَلَا صِفَةَ اِلٰى مَوْصُوْفِهَا مِثْلُ جَرْدُ قَطِيْفَةٍ وَاَخْلَاقُ ثِيَابٍ

اور دوسرے قاعدے اور وہ مصنف کے اس قول وَلَا صِفَةَ اِلٰى مَوْصُوْفِهَا پر جرد قطیفۃ واخلاق ثیاب کے مانند سے اعتراض وارد ہوتا ہے

فَاِنَّ اَصْلَهُمَا قَطِيْفَةٌ جَرْدٌ وَثِيَابٌ اَخْلَاقٌ قُدِّمَتِ الصِّفَةُ عَلَى الْمَوْصُوْفِ وَاُضِيْفَ اِلَيْهِ

اس کی اصل قَطِيْفَةٌ جَرْدٌ اور ثِيَابٌ اَخْلَاقٌ ہے۔ صفت کو موصوف پر مقدم اور صفت کو موصوف کی طرف مضاف کیا گیا

وَاُجِيْبَ عَنْهُ بِاَنَّهُ مُتَاَوَّلٌ بِاَنَّهُمْ حَذَفُوْا قَطِيْفَةً مِنْ قَوْلِهِمْ قَطِيْفَةٌ جَرْدٌ حَتّٰى صَارَ كَاَنَّهُ اِسْمٌ

اور اس کا جواب دیا گیا کہ یہ مؤول ہیں اس طرح (مؤول ہے) کہ نحویوں یا عربوں نے اپنے قول قَطِيْفَةٌ جَرْدٌ سے قَطِيْفَةٌ کو حذف کیا حتیٰ

غَيْرُ صِفَةٍ فَلَمَّا قَصَدُوْا تَخْصِيْصَهُ لِكَوْنِهِ صَالِحًا لِاَنْ يَكُوْنَ قَطِيْفَةً وَغَيْرَهَا مِثْلُ خَاتَمٍ

کہ یہ گویا کہ اسم ہے صفت نہیں پھر جب انہوں نے اس کی تخصیص کا قصد کیا کیونکہ یہ اس بات کی صلاحیت رکھتا ہے کہ وہ قطیفہ ہو یا اس کا غیر مثل خاتم کے

فِيْ كَوْنِهِ صَالِحًا لِاَنْ يَكُوْنَ فِضَّةً وَغَيْرَهَا اَضَافُوْهُ اِلٰى جِنْسِهِ الَّذِيْ يَتَخَصَّصُ بِهِ

وہ اس بات کی صلاحیت رکھتی ہے کہ وہ فضہ کی ہو یا غیر فضہ کی تو انہوں نے اس کو مضاف کر دیا ایسی جنس کی طرف جس سے اس کو خصوصیت حاصل ہو

كَمَا اَضَافُوْا خَاتَمًا اِلٰى فِضَّةٍ فَلَيْسَ اِضَافَةُ اِلَيْهَا مِنْ حَيْثُ اَنَّهُ صِفَةٌ لَهَا بَلْ مِنْ حَيْثُ اَنَّهُ جِنْسٌ

جیسا کہ انہوں نے خاتم کی فضہ کی طرف اضافت کر دی پس اس کی اضافت قطیفۃ کی طرف اس حیثیت سے ہے کہ وہ جنس

مُبْهَمٌ اُضِيْفَ اِلَيْهَا لِيَتَخَصَّصَ وَعَلٰى هٰذَا لْقِيَاسِ اَخْلَاقُ ثِيَابٍ

مبہم ہے جس کی طرف اضافت کی گئی تا کہ وہ خاص ہو جائے اور اسی قیاس پر اخلاق ثیاب ہے

خلاصہ متن: ۔اس عبارت میں صاحب کافیہ کی غرض دوسرے سوال کا جواب دینا ہے جو اس کے بیان کردہ دوسرے قاعدہ پر ہوتا ہے کہ "صفت اپنے موصوف کی طرف مضاف نہیں ہوتی"۔ جس کی تفصیل شرح میں آ رہی ہے۔

اغراض جامی: وَيَرِدُ عَلَى الْقَاعِدَةِ الثَّانِيَةِ: میں محلِ سوال کی تعیین ہے کہ محلِ سوال قاعدہ ثانیہ ہے۔

وھو قولہ: میں قاعدہ ثانیہ کی تعیین کر دی کہ قاعدہ ثانیہ وَلَا صِفَةَ اِلٰى مَوْصُوْفِهَا ہے۔

فان اصلھما: میں سوال کی تقریر ہے۔ کہ جرد قطیفۃ اصل میں قطیفۃ جردٌ ہے قطیفۃ موصوف جرد صفت ہے۔ صفت کو موصوف سے مقدم کر کے اپنے موصوف کی طرف مضاف کیا گیا ہے۔ اسی طرح اخلاق ثیاب کی اصل ثیابٌ اخلاقٌ ہے۔

ثیاب موصوف اور اخلاق صفت ہے صفت کو موصوف سے مقدم کر کے اس کی طرف مضاف کر دیا گیا ہے۔ لہٰذا آپ کا یہ کہنا کہ صفت اپنی موصوف کی طرف مضاف نہیں ہوتی یہ کیسے درست ہوا؟

متاول: میں ماتن نے اس کا جواب دیا کہ یہ متاول ہے۔

بانھم: میں شارح تاویل کی صورت بیان کرر ہے ہیں کہ دراصل نحویوں کے قول قطیفۃ جرد میں پہلے قطیفۃ کو حذف کر دیا گیا اور یہ حذف اس لئے کیا گیا کہ قطیفہ بھی کلمات میں سے ایک کلمہ ہے جب دیگر کلمات کا حذف جائز ہے تو قطیفہ کا حذف بھی جائز ہے اس کے بعد جرد تنہا بلا موصوف رہ گیا اب یہ صفت بمنزلہ اسم غیر صفت یعنی ذات کے درجہ میں آ گئی اب اس میں ابہام پیدا ہو گیا کہ وہ جرد کیا چیز ہے؟ قطیفۃ ہے یا کوئی اور چیز ہے۔ کیونکہ اس میں قطیفۃ ہونے کی صلاحیت بھی ہے اور غیر قطیفۃ ہونے کی صلاحیت بھی۔ جیسا کہ خاتم میں ابہام ہے فضہ سے بنی ہوئی یا کسی اور چیز سے؟ اور خاتم میں فضہ سے ہونے کی صلاحیت بھی ہے اور غیر فضہ سے ہونے کی صلاحیت بھی۔ پھر جب انہوں نے ابہام کو رفع کرنے کے لئے جرد کی تخصیص کا ارادہ کیا تو اس کو دوبارہ مضاف کر دیا اس کی جنس قطیفہ کی طرف کہ جس کی وجہ سے اس میں تخصیص آ گئی جیسا کہ خاتم میں ابہام کو رفع کرنے کے لئے اس کو فضۃ کی طرف مضاف کر دیا تا کہ اس میں تخصیص آ جائے لیکن جرد کی اضافت قطیفۃ کی طرف اس حیثیت سے نہیں ہے کہ اس کی صفت ہے بلکہ اس حیثیت سے ہے کہ وہ جنس مبہم ہے اس کو قیطفۃ کی طرف مضاف کیا گیا تا کہ ابہام رفع ہو جائے اور تخصیص پیدا ہو جائے۔ اور اسی طرح کی تاویل اخلاق ثیاب میں بھی ہوگی کہ رفع ابہام کیلئے اس کو لایا گیا صفت کی حیثیت سے نہیں۔

عام کی خاص کی طرف اضافت کا ذکر

وَلَا يُضَافُ اِسْمٌ مُمَاثِلٌ اَیْ مُشَابِهٌ لِلْمُضَافِ اِلَيْهِ فِی الْعُمُوْمِ وَالْخُصُوْصِ اِلٰی ذٰلِکَ

اور نہیں مضاف کیا جائے گا وہ اسم جو کہ مماثل یعنی مشابہ ہو مضاف الیہ کے ساتھ عموم اور خصوص میں اس مضاف الیہ کی طرف

الْمُضَافِ اِلَيْهِ سَوَاءٌ كَانَا مُتَرَادِفَيْنِ كَلَيْثٍ وَاَسَدٍ فِی الْاَعْيَانِ وَالْجُثَثِ وَحَبْسٍ وَمَنْعٍ فِی

خواہ وہ دونوں مترادف ہوں جیسے لیث اور اسد اعیان اور جثوں میں اور حبس و منع

الْمَعَانِیْ وَالْاَحْدَاثِ اَوْ غَيْرَ مُتَرَادِفَيْنِ بَلْ مُتَسَاوِيَيْنِ فِی الصِّدْقِ كَالْاِنْسَانِ وَالنَّاطِقِ

معانی اور احداث میں یا مترادف نہ ہوں بلکہ تساوی فی الصدق ہوں جیسے انسان و ناطق

لِعَدَمِ الْفَائِدَةِ فِیْ ذِكْرِ الْمُضَافِ اِلَيْهِ فَاِنَّکَ اِذَا قُلْتَ رَاَيْتُ لَيْثَ اَسَدٍ لَا يُفِيْدُ اِلَّا مَا يُفِيْدُهٗ

عدم فائدہ کی وجہ سے مضاف الیہ کے ذکر میں۔ پس جب تو نے رَاَیْتُ لَیْثَ اَسَدٍ کہا تو یہ صرف وہی فائدہ دے گا جو

رَأَيْتُ لَيْثًا بِدُوْنِ ذِكْرِ الْاَسَدِ وَاِضَافَةِ اللَّيْثِ اِلَيْهِ فَيَكُوْنُ ذِكْرُ الْاَسَدِ وَ اِضَافَةُ اللَّيْثِ اِلَيْهِ
رَأَيْتُ لَيْثًا نے اسد کے ذکر اور لیث کی اس کی طرف اضافت کے بغیر فائدہ دیا لہٰذا اسد کا ذکر اور اس کی طرف لیث کی
لَغْوَ الْاِفَادَةِ فِيْهِ بِخِلَافِ اِضَافَةِ الْعَامِ اِلَى الْخَاصِ فِيْ مِثْلِ كُلُّ الدَّرَاهِمِ وَعَيْنُ الشَّيْءِ فَاِنَّهُ
اضافت لغو ہوگی جس میں کوئی فائدہ نہیں۔ بخلاف عام کی خاص کی طرف اضافت کے کُلُّ الدَّرَاهِمِ اور عَيْنُ الشَّيْءِ کے مثل میں بلاشبہ
اَيِ الْمُضَافُ فِيْهِمَا يَخْتَصُّ بِهٖ اَيْ يَصِيْرُ خَاصًّا بِسَبَبِ اِضَافَتِهٖ اِلَى الْمُضَافِ اِلَيْهِ وَلَا يَبْقٰى
یعنی مضاف ان دونوں میں اس کی وجہ سے خاص ہو جاتا ہے یعنی مضاف الیہ کی طرف اضافت کی وجہ سے مضاف خاص ہو جاتا ہے اور
عَلٰى عُمُوْمِهٖ سَوَاءٌ اَفَادَتِ الْاِضَافَةُ التَّعْرِيْفَ اَوِ التَّخْصِيْصَ وَاَعَمِّيَّةُ الْعَيْنِ عَنِ الشَّيْءِ
اپنے عموم پر باقی نہیں رہتا خواہ اضافت تعریف کا فائدہ دے یا تخصیص کا اور عین کا شئے سے عام ہونا جب کہ الشئی
اِذَا كَانَ اللَّامُ فِيْهِ لِلْعَهْدِ ظَاهِرَةٌ وَاَمَّا اِذَا كَانَ لِلْجِنْسِ فَفِيْهَا خِفَاءٌ
میں لام عہد (خارجی یا عہد ذہنی) ہو ظاہر ہے۔ اور رہا اس وقت جب کہ (الشئی کا) لام جنس کے لیے ہو تو اس میں خفاء ہے

خلاصہ متن: ۔صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ جب دو اسم عموم وخصوص میں ایک دوسرے کے مماثل ومشابہ ہوں تو ان میں سے ایک کی اضافت دوسرے کی طرف جائز نہیں ہے جیسے لیث اور اسد وحبس ومنع ۔کیونکہ اس اضافت میں کوئی فائدہ نہیں ہے۔جیسے رَأَيْتُ لَيْثَ اَسَدٍ ۔تاہم اگر عام کی اضافت خاص کی طرف کی جائے جیسے كُلُّ الدَّرَاهِمِ ،عَيْنُ الشَّيْءِ تو یہ تخصیص کا فائدہ دینے کی بناپر جائز ہے۔

اغراض جامی: ای مشابہ: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔مماثلت عبارت ہے اشتراک الشیئین فی النوع سے مثلاً زید وعمر ونوع انسان میں شریک ہیں تو کہا جائیگا کہ یہ آپس میں مماثل ہیں لیکن مصنف رحمہ اللہ نے لیث واسد والی جو مثال پیش فرمائی ہے ان میں مماثلت نہیں ہے کیونکہ یہ دونوں شریک فی النوع نہیں بلکہ عموم وخصوص والی وصف میں شریک ہیں تو مثال ممثل لہ کے مطابق نہیں ہے۔

جواب: ۔یہاں مماثل بمعنی مشابہ کے ہے اور مشابہت نام ہے اشتراک فی الوصف واشتراک فی الکیفیۃ کا لہذا مثال ممثل لہ کے مطابق ہے (سوال کابلی ص ۲۷۶، سوال باسولی ص ۴۴۷) الی ذلک المضاف الیہ: میں للمضاف کے صلہ کا بیان ہے۔

سواء کانا: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔**سوال:** ۔مماثل سے متبادر الی الذہن مترادف ہے تو مطلب ہوگا کہ ایک مترادف کی اضافت دوسرے مترادف کی طرف نہیں کی جائیگی لہذا یہ ضابطہ منقوض ہو جائے گا انسان

وناطق کے ساتھ کیونکہ یہ دونوں مترادف نہیں ہیں اس کے باوجود ایک کی اضافت دوسرے کی طرف جائز نہیں ہے انسانُ ناطقٍ وبالعکس کہنا جائز نہیں ہے حالانکہ ضابطہ کے مطابق یہ اضافت جائز ہونی چاہئے۔

جواب :۔مماثل اورمشابہ میں تعمیم ہے خواہ مترادفین ہوں یا متساویین فی الصدق ہوں اگرچہ مترادفین نہ ہوں۔مترادفین کی مثال لیث واسد یہ اعیان واجسام کی مثال ہے اور منع وحبس یہ معانی اوراحداث کی مثال ہے۔غیر مترادفین لیکن مساوی فی الصدق کی مثال انسان اور ناطق (سوال کابلی ص ۲۷۶)

فی الاعیان : سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔**سوال**:۔مثال سے مقصود ممثل لہ کی وضاحت ہوتی ہے اور وضاحت تو ایک مثال سے ہو جاتی ہے تو مصنف نے دو مثالیں کیوں ذکر کیں؟

جواب :۔مثالوں کا تعدد ممثل لہ کے تعدد کی وجہ سے ہے۔لیث اوراسد اعیان اور جواہر کی مثالیں ہیں۔عین قائم بالذات کو کہتے ہیں یعنی جو اپنے قیام میں غیر کا محتاج نہ ہو۔حبس اورمنع یہ معانی اوراحداث واعراض کی مثالیں ہیں۔احداث حدث کی جمع ہے اور وہ اس کو کہتے ہیں جو قائم بالغیر ہو۔

لعدمِ الفائدۃ : میں ماتن نے اضافت مذکورہ کے عدم جواز کی وجہ بیان کی ہے۔

فی ذکر المضاف الیہ : سے شارح اس کی تفصیل بیان کر رہے ہیں کہ جب دو اسم عموم وخصوص میں ایک دوسرے کے مماثل اورمشابہ ہوں تو ان میں سے ایک کی اضافت دوسرے کی طرف اس لئے جائز نہیں ہے کہ اس اضافت کا کوئی فائدہ نہیں مثلاً جب لیث کو اسد کی طرف مضاف کرکے رأیت لیثُ اسدٍ کہا جائے تو اس سے وہی فائدہ حاصل ہو رہا ہے جو لیث کی اسد کی طرف اضافت کے بغیر رایت لیثاً سے حاصل ہوا ہے۔لھذا اسد کو ذکر کرکے لیث کو اسد کی طرف مضاف کرنا لغو وبے فائدہ ہے۔اس لئے یہ اضافت جائز نہیں۔

بخلاف کل الدراھم : صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ عام کی اضافت خاص کی طرف جائز ہے اس لئے کہ یہ مفید ہے اوراضافت کی وجہ سے عام میں تخصیص آجاتی ہے جیسے کُلُّ الدَّرَاھِمِ اس میں کل اضافت سے پہلے عام تھا، دراہم اوردنانیر سب کو شامل تھا جب اس کی اضافت دراہم کی طرف کی تو اسمیں تخصیص آگئی اور یہ دراہم کے ساتھ خاص ہوگیا وراسی طرح عَینُ الشَّیءِ اس میں عین اضافت سے پہلے عام تھا موجود ومعدوم سب کو شامل تھا جب اس کی اضافت الشی کی طرف کی تو اس میں تخصیص آگئی۔اس لئے یہ اضافت جائز ہے۔

اضَافۃُ العَامِ الی الخَاصِّ : بخلاف کے بعد اضافۃ العام الی الخاص کا اضافہ کرکے شارح جامی ایک سوال مقدر کا جواب دے رہے ہیں۔**سوال**:۔مصنف تو قواعد کلیہ بیان کر رہے ہیں جزئیات نہیں اور کُلُّ الدَّرَاھِمِ ،عَینُ الشَّیءِ یہ قاعدہ کلیہ

نہیں ہے بلکہ یہ تو جزی مثالیں ہیں۔

جواب:۔کل الدراہم سے مراد اضافۃ العام الی الخاص ہے اور کُلُّ الدَّرَاهِمِ ،عَيْنُ الشَّيءِ اس کی مثالیں ہیں گویا مثالوں کے ضمن میں قاعدہ کلیہ کو بیان کیا ہے لہذا یہ بھی قاعدہ کلیہ ہے۔

المضاف: میں فانہ کی ضمیر کے مرجع کو متعین کر دیا کہ ضمیر کا مرجع مضاف ہے۔

ای یصیر: میں اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ یختص لازمی ہے باء کی وجہ سے متعدی نہیں معنی یہ ہے کہ مضاف الیہ کی اضافت کیوجہ سے عام میں تخصیص آجاتی ہے۔وہ خاص ہو جاتا ہے۔بسبب: سے اشارہ کیا کہ یہ کی باء سببیہ ہے۔

ولا یبقی: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔کل الدراہم میں کل نکرہ اور دراہم معرفہ ہے اور قاعدہ ہے کہ نکرہ کی اضافت الی المعرفہ مضاف کی تعریف کا فائدہ دیتی ہے نہ کہ تخصیص کا تو مصنف کا یختص بہ کہنا کیسے درست ہوا؟

جواب:۔خصوص دو چیزوں کے مقابلے میں آتا ہے(۱)عموم کے مقابلے میں(۲)تعریف کے مقابلے میں۔یہاں خصوص عموم کے مقابلے میں ہے۔مطلب یہ ہے کہ خاص کی طرف اضافت سے مضاف بھی خاص ہو جائے گا اور اس کا عموم باقی نہیں رہے گا۔خواہ اضافت تعریف کا فائدہ دے یا تخصیص کا۔(سوال کابلی ص ۲۷۶)

واعمیۃ: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔عین الشی میں جس طرح عین عام ہے اسی طرح الشی بھی عام ہے لہذا یہ اضافت العام الی العام کے قبیل سے ہوا نہ کہ اضافۃ العام الی الخاص۔

جواب:۔عین الشی میں شی پر جو الف لام ہے اس میں دو احتمال ہیں(۱)عہد کا ہے(۲)جنس کا ہے۔اگر الف لام عہد کا ہو تو پھر عین کا شی سے عام ہونا ظاہر ہے اس لئے کہ اس وقت شی سے مراد معہود فی الخارج ہوگی۔اور اگر جنس کا ہو تو پھر عین کے شی سے عام ہونے میں خفا ہے۔

فائدہ:۔شارح نے اس خفا کا جواب نہیں دیا۔لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ شی کے دو معنی ہیں(۱)موجود فی الخارج(۲)ما یمکن ان یعلم و یخبر عنہ۔اور یہاں معنی ثانی مراد ہے اور عین، شی سے بالمعنی الثانی اعم ہے(سوال کابلی ص ۲۷۶)

سوال مقدر کا جواب

وَيَرِدُ عَلٰى قَوْلِهِمْ لَايُضَافُ اِسْمٌ مُمَاثِلٌ لِلْمُضَافِ اِلَيْهِ فِي الْعُمُوْمِ وَالْخُصُوْصِ قَوْلُهُمْ
اور اعتراض وارد ہوتا ہے ان کے قول لَايُضَافُ اِسْمٌ مُمَاثِلٌ لِلْمُضَافِ اِلَيْهِ فِي الْعُمُوْمِ وَالْخُصُوْصِ والے ضابطے میں ان کے قول

سَعِيْدُ كُرْزٍ فَاِنَّ سَعِيْدًا وَ كُرْزًا اِسْمَانِ لِمُسَمًّى وَاحِدٍ كَلَيْثٍ وَاَسَدٍ مَعَ اَنَّهٗ اُضِيْفَ اَحَدُهُمَا
سعید کرز کا پس بلا شبہ سعید اور کرز، لیث اور اسد کی طرح ایک ہی مسمی کے دو نام ہیں اس کے باوجود ان میں سے ایک کی دوسرے کی طرف
اِلَى الْاٰخَرِ فَاُجِيْبَ بِاَنَّهٗ مُتَاَوَّلٌ بِحَمْلِ اَحَدِهِمَا عَلَى الْمَدْلُوْلِ وَالْاٰخَرِ عَلَى اللَّفْظِ فَكَاَنَّكَ
اضافت کی گئی ہے اسکا جواب یہ دیا گیا کہ یہ مؤول ہے ان دونوں میں سے ایک کو مدلول (و مسمی) پر اور دوسرے کو لفظ پر محمول کیا گیا ہے پس گویا کہ
اِذَا قُلْتَ جَاءَنِیْ سَعِيْدُ كُرْزٍ قُلْتَ جَاءَنِیْ مَدْلُوْلُ هٰذَا اللَّفْظِ وَلَمْ يَقُوْلُوْا كُرْزُ سَعِيْدٍ
جب تم نے جَاءَنِیْ سَعِيْدُ كُرْزٍ کہا تو تم نے جاءنی مدلول (و مسمی) ہذا اللفظ کہا اور انہوں نے کرز سعید نہیں کہا
لِاَنَّ قَصْدَهُمْ بِالْاِضَافَةِ التَّوْضِيْحُ وَاللَّقَبُ اَوْضَحُ مِنَ الْاِسْمِ غَالِبًا
اس لئے کہ اضافت سے ان کا مقصود توضیح ہے اور لقب غالباً اسم سے زیادہ واضح ہوتا ہے

خلاصہ متن:۔ صاحب کافیہ اس عبارت میں قاعدہ مذکورہ پر ہونے والے ایک سوال مقدر کا جواب دیتے ہیں کہ سعید اور کرز دونوں ایک ہی آدمی کے نام ہیں تو یہ عموم وخصوص میں مماثل ہوئے اس کے باوجود اضافت کے ساتھ سعیدُ کرزٍ کہا جاتا ہے۔ جس کا جواب ماتن نے یہ دیا کہ اس میں تاویل کی گئی ہے۔ جس کی تفصیل شرح میں آرہی ہے۔

اغراض جامی: <u>وَيَرِدُ عَلٰى قَوْلِهِمْ:</u> میں محلِ سوال کی تعیین ہے کہ اس سوال کا محل قاعدہ مذکورہ ہے کہ جب دو اسم عموم وخصوص میں مماثل ہوں تو ان میں سے ایک کی اضافت دوسرے کی طرف جائز نہیں ہوتی۔

<u>فان سعیدا:</u> میں سوال کی تقریر ہے۔ کہ سعید اور کرز دونوں ایک ہی آدمی کے نام ہیں سعید نام اور کرز لقب ہے دونوں سے مراد ایک ہی آدمی ہے جیسا کہ لیث اور اسد دونوں ایک ہی مسمی کے دو نام ہیں تو یہ عموم وخصوص میں مماثل اور مشابہ ہیں۔ لہٰذا ان میں سے ایک کی اضافت دوسرے کی طرف نہیں ہونی چاہیے۔ حالانکہ سعید اور کرز میں سعید، کرز کی طرف مضاف ہے۔

<u>فَاُجِيْبَ بِاَنَّهٗ مُتَاَوَّلٌ:</u> میں جواب ہے۔ کہ اس میں تاویل کی گئی ہے۔

<u>بِحَمْلِ اَحَدِهِمَا:</u> میں تاویل کی صورت کا بیان ہے۔ کہ سعید اور کرز میں سے ایک سے مدلول مراد ہے اور دوسرے سے لفظ مراد ہے۔ اب جاءنی سعید کرز کا مطلب یہ ہوگا کہ جاء نی مدلول ھذا للفظ کہ میرے پاس اس لفظ کا مدلول آیا تو سعید سے مراد ذات و مدلول اور کرز سے مراد لفظ کرز ہے۔ اب کوئی اشکال باقی نہیں کیوں کہ یہ اضافت بے فائدہ نہیں ہے۔

<u>ولم یقولوا:</u> سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال:۔** جب ان میں سے ایک مدلول پر محمول ہے اور دوسرا لفظ پر محمول ہے تو پھر کرز کو سعید کی طرف مضاف کر کے کرزُ سعیدٍ کہنا بھی جائز ہونا چاہیے حالانکہ یہ جائز نہیں؟

جواب:۔ اضافت سے مقصود مضاف کی وضاحت ہوتی ہے اور لقب عام طور پر نام سے زیادہ واضح ہوتا ہے اس لئے لقب کو مضاف الیہ بنا کر مضاف کی وضاحت کی جاتی ہے نہ کہ برعکس لہذا سعید کرز کہنا تو درست ہے اس کا برعکس کرز سعید کہنا درست نہیں ہے۔

اسم صحیح کی یاء متکلم کی طرف اضافت

وَاِذَا اُضِيْفَ الْاِسْمُ الصَّحِيْحُ وَهُوَ فِيْ عُرْفِ النُّحَاةِ مَالَيْسَ فِيْ اٰخِرِهٖ حَرْفُ عِلَّةٍ

اور جب اسم صحیح کی اضافت کی جائے اور اسم صحیح نحویوں کے عرف میں وہ ہوتا ہے جس کے آخر میں حرف علت نہ ہو

اَوِ الْمُلْحَقُ بِهٖ وَهُوَ مَا فِيْ اٰخِرِهٖ وَاوٌ اَوْ يَاءٌ قَبْلَهُمَا سَاكِنٌ وَاِنَّمَا كَانَ مُلْحَقًا بِالصَّحِيْحِ

اس اسم کی جو صحیح سے ملحق ہے اور یہ وہ اسم ہے کہ جس کے آخر میں واو یا یاء ان کا ماقبل ساکن ہو اور یہ ملحق بہ صحیح اس لیے ہے

لِاَنَّ حَرْفَ الْعِلَّةِ بَعْدَ السُّكُوْنِ لَاتَثْقُلُ عَلَيْهَا الْحَرْكَةُ لِمُعَارَضَةِ خِفَّةِ السُّكُوْنِ ثِقْلَ الْحَرْكَةِ

کیونکہ حرف علت پر سکون کے بعد حرکت ثقیل نہیں ہوتی کیونکہ سکون کی خفت ثقل حرکت کے معارض ہے

وَلِاَنَّ حَرْفَ الْعِلَّةِ بَعْدَ السُّكُوْنِ مِثْلُهَا بَعْدَ السُّكُوْتِ فِي الْوُقُوْعِ بَعْدَ اِسْتِرَاحَةِ اللِّسَانِ

اور اس لیے کہ حرف علت جو سکون کے بعد ہو وہ زبان کے آرام پانے کے بعد واقع ہونے میں اس حرف علت کی طرح ہے جو سکوت کے بعد ہو

وَلَاتَثْقُلُ عَلَيْهَا الْحَرْكَةُ بَعْدَ السُّكُوْتِ يَعْنِيْ فِي الْاِبْتِدَاءِ كَذَا بَعْدَ السُّكُوْنِ اِلٰى يَاءِ الْمُتَكَلِّمِ

اور اس پر سکوت کے بعد یعنی ابتداء میں حرکت ثقیل نہیں ہوتی اسی طرح سکون کے بعد، یائے متکلم کی طرف

كُسِرَ اٰخِرُهٗ لِلتَّنَاسُبِ مِثْلُ ثَوْبِيْ وَدَارِيْ فِي الصَّحِيْحِ وَظَبْيِيْ وَدَلْوِيْ فِي الْمُلْحَقِ بِهٖ وَالْيَاءُ

تو اس کے آخر کو کسرہ دیا جائے گا (یاء کے) تناسب کی وجہ سے جیسے ثوبی وداری صحیح میں اور ظبیی ودلوی ملحق بہ صحیح میں

مَفْتُوْحَةٌ اَوْسَاكِنَةٌ وَقَدْ اُخْتُلِفَ فِيْ اَنَّ اَيَّهُمَا الْاَصْلُ وَالصَّحِيْحُ اَنَّهُ الْفَتْحُ اِذِالْاَصْلُ فِي الْكَلِمَةِ

اور یا مفتوحہ یا ساکن ہوگی اور اس بات میں اختلاف کیا گیا ہے کہ ان دو (فتح وسکون) میں سے کون اصل ہے؟ اور صحیح یہ ہے کہ وہ فتح ہے کیونکہ اصل

الَّتِيْ عَلٰى حَرْفٍ وَاحِدٍ هُوَ الْحَرْكَةُ لِئَلَّا يَلْزَمَ الْاِبْتِدَاءُ بِالسَّاكِنِ حَقِيْقَةً اَوْ حُكْمًا وَالْاَصْلُ فِيْ

اس کلمہ میں جو حرف واحد پر (وضع کیا گیا) ہو حرکت ہی ہے تاکہ ابتداء بالساکن لازم نہ آئے حقیقۃً یا حکماً اور ان کلموں میں

مَابُنِيَ عَلَى الْحَرْكَةِ الْفَتْحُ وَالسُّكُوْنُ اِنَّمَا هُوَ عَارِضٌ لِلتَّخْفِيْفِ

جو مبنی بہ حرکت ہیں اصل فتح ہے اور سکون تخفیف کے لیے عارض ہوتی ہے

خلاصہ متن: ۔صاحب کافیہ اس عبارت میں یہ بتارہے ہیں کہ جب کسی اسم صحیح یا ملحق بہ صحیح کی اضافت یاء متکلم کی طرف کی جائے تو اسکو کیسے پڑھا جائیگا۔اس کی مختلف صورتیں اوران کی تفصیل بیان کی ہے جس کی وضاحت شرح میں ملاحظہ فرمائیں۔

تشریح: اذا اضیف الاسم: صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ جب اسم صحیح یا ملحق بالصحیح کو یاء متکلم کی طرف مضاف کیا جائے تو اس کے آخر میں یاء کی مناسبت کی وجہ سے کسرہ دیا جاتا ہے اور خود یاء میں دو وجہیں جائز ہیں (۱) یاء کا سکون (۲) یاء کا فتحہ۔

اغراض جامی: وَهُوَ فِيْ عُرْفِ النُّحَاة: میں عندالنحاۃ صحیح کی تعریف کرتے ہیں کہ صحیح وہ ہے جس کے آخر میں حرف علت نہ ہو۔عرف النحاۃ کی قید اس لئے لگائی کیونکہ صرفیوں کے عرف میں صحیح وہ ہے جس کے فاعین لام کے مقابلہ میں حرف علت نہ ہو۔

وَهُوَ مَا فِيْ اٰخِرِه: میں ملحق بالصحیح کی تعریف کررہے ہیں کہ ملحق بالصحیح وہ ہے جس کے آخر میں واؤ یا یاء ہو اوراس کا ماقبل ساکن ہو۔

وانما کان: میں ملحق بالصحیح کو ملحق بالصحیح کہنے کی وجہ کا بیان ہے۔شارح نے اس کی دو وجہیں بیان کی ہیں۔

وجہ اول: وہ حرف علت جو سکون کے بعد واقع ہو اس پر حرکت ثقیل نہیں ہوتی اس لئے کہ سکون کی خفت اس حرکت کے ثقل کے معارض ہو جائے گی تو جب صحیح کی طرح اس پر حرکت ثقیل نہیں تو وہ ملحق بالصحیح ہوا۔

وجہ ثانی: وہ حرف علت جو سکون کے بعد واقع ہو وہ اس حرف علت کی مثل ہے جو سکوت کے بعد واقع ہو یعنی ابتداء میں واقع ہو۔وجہ مشابہت ومماثلت دونوں کا استراحۃ اللسان کے بعد واقع ہونا ہے۔اوروہ حرف علت جو سکوت کے بعد واقع ہو اس پر حرکت ثقیل نہیں وہ ثقل کو برداشت کرلیتا ہے اسی طرح وہ حرف علت جو سکون کے بعد واقع ہو اس پر بھی حرکت ثقیل نہیں لہذا اس کو ملحق بالصحیح کہتے ہیں۔

لِلتَّنَاسُبِ: میں اسم صحیح یا ملحق بالصحیح کے آخر میں کسرہ دینے کی وجہ بیان فرمارہے ہیں۔کہ ان کے آخر میں کسرہ یاء کی مناسبت کی وجہ سے ہے اس لئے کہ یاء چاہتی ہے کہ میرا ماقبل مکسور ہو۔اسم صحیح کی مثال جیسے ثوبی اور داری۔ملحق بالصحیح کی مثال جیسے ظبیِی اور دلوی۔

والیاء مفتوحہ او ساکنۃ: صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ وہ اسم جو مضاف ہو یاء متکلم کی طرف اس کے آخر میں کسرہ جائز ہے اور خود یاء پر فتحہ اور سکون دو وجہیں جائز ہیں۔اس میں اتفاق ہے۔

وقد اختلف: سے بیان اختلاف ہے کہ اختلاف اس بات میں ہے کہ اصل کیا ہے فتحہ یا سکون۔تو فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ یاء پر فتحہ اصل ہے اس لئے کہ وہ کلمہ جس کی بناء حرف واحد پر ہو اس میں اصل حرکت ہے تاکہ ابتداء بالسکون لازم نہ آئے نہ حقیقۃً نہ

حکما۔ حقیقۃ اس صورت میں کہ جب حرف واحد ابتداء میں ہو اور حکما اس وقت ہے جب وسط کلام میں ہو تو ثابت ہوا کہ وہ کلمہ جس کی بناء حرف واحد پر ہو اس میں حرکت اصل ہے نہ کہ سکون پھر حرکات ثلاثہ میں اصل فتح ہے کیونکہ وہ اخف الحرکات ہے اس لئے یاء پر فتح اصل ہوا اور سکون عارض تخفیف کی وجہ سے ہے۔

اسم صحیح کے آخر الف کا حکم

فَإِنْ كَانَ اٰخِرُهٗ اَیْ اٰخِرُ الْإِسْمِ الْمُضَافِ إِلٰی یَاءِ الْمُتَكَلِّمِ اَلِفًا تَثْبُتُ اَیْ الْاَلِفُ عَلَی اللُّغَةِ الْفَصِیْحَةِ
پھر اگر اس کے آخر میں یعنی اس اسم کے آخر میں جو یائے متکلم کی طرف مضاف ہے الف ہو تو وہ ثابت رہے گا یعنی الف لغت فصیحہ کی بنا
لِعَدَمِ مُوْجِبِ الْإِنْقِلَابِ نَحْوُ عَصَایَ وَرَحَایَ وَهُذَیْلٌ وَهِیَ قَبِیْلَةٌ مِنَ الْعَرَبِ تَقْلِبُهَا اَیْ الْاَلِفَ حَالَ
پر تبدیلی کا کوئی موجب نہ ہونے کی وجہ سے جیسے عَصَایَ وَرَحَایَ اور ھذیل یہ عرب سے ایک قبیلہ ہے اس کو بدل دیتا ہے یعنی الف کو جبکہ وہ
كَوْنِهَا لِغَیْرِ التَّثْنِیَةِ یَاءً لِمُشَاكَلَةِ یَاءِ الْمُتَكَلِّمِ وَتُدْغِمُ فِی الْیَاءِ مِثْلُ عَصَیَّ وَرَحَیَّ وَلَاتَقْلِبُ اَلِفَ
غیر تثنیہ کیلئے ہو یائے متکلم کیساتھ مشاکلۃ کی وجہ سے اور یاء کو یاء میں مدغم کرتا ہے جیسے عَصَیَّ وَرَحَیَّ اور تثنیہ کے الف کو وہ قبیلہ ہذیل
التَّثْنِیَةِ كَغُلَامَایَ لِإِلْتِبَاسِ الْمَرْفُوْعِ بِغَیْرِهٖ بِسَبَبِ الْقَلْبِ
نہیں بدلتا جیسے غُلَامَایَ کیونکہ قلب کے سبب سے مرفوع کا غیر مرفوع کے ساتھ التباس آئیگا

خلاصہ متن وشرح:۔ یہاں سے اس اسم کا حکم بیان کیا جارہا ہے جس کے آخر میں الف ہو اور وہ مضاف ہو یاء متکلم کی طرف یعنی وہ اسم جو یاء متکلم کی طرف مضاف ہو اگر اسکے آخر میں الف ہو تو فصیح لغت کے مطابق اس کو ثابت رکھا جائے گا خواہ الف تثنیہ کا ہو جیسے غلامای یا غیر تثنیہ کا ہو جیسے عصای رحای۔ لیکن قبیلہ ہذیل غیر تثنیہ کے الف کو یاء سے تبدیل کر کے یاء کو یاء میں ادغام کرتے ہیں جیسے عَصَیَّ رَحَیَّ.

اغراض جامی: اي اخر الاسم المضاف: میں ضمیر کے مرجع کو متعین کر دیا۔

اي الالف: میں ضمیر کے مرجع کو متعین کر دیا کہ تثبت کی ھی ضمیر مستتر کا مرجع الف ہے۔

علی اللغة الفصیحة: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ آپ نے فرمایا کہ مضاف الی یاء المتکلم کے آخر میں الف ہے تو وہ ثابت رہے گا حالانکہ قبیلہ ہذیل اس کو باقی نہیں رکھتا بلکہ الف غیر تثنیہ کو یاء سے تبدیل کرتا ہے۔

جواب:۔ لغت فصیحہ میں الف باقی رہتا ہے اور لغت ہذیل غیر فصیحہ ہے لہذا اشکال نہیں ہوگا (سوال کا بلی ص ۲۷۷)

لعدم موجب: یہاں سے الف کو ثابت رکھنے کی وجہ کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ الف کو اس لئے ثابت رکھا جائے گا کیونکہ اس کو تبدیل کرنے کا کوئی موجب وسبب نہیں ہے نہ تو اس سے پہلے کسرہ ہے جو اس کو یاء سے بدلنے کا تقاضا کرے اور نہ اس سے پہلے ضمہ ہے جو اس کو واؤ سے تبدیل کرنے کا تقاضا کرے اس لئے الف کو ثابت رکھا جائے گا۔

ای قبیلة من العرب: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال:۔** تقلب میں ھی ضمیر مستتر کا مرجع ہذیل ہے اور وہ مذکر ہے جبکہ ھی ضمیر مؤنث ہے لہذا راجع مرجع میں مطابقت نہ ہوئی۔

جواب:۔ مرجع ہذیل قبیلہ کی تاویل میں ہے گویا تانیث معنوی ہے لہذا راجع مرجع میں مطابقت ہوگئی۔

ای الالف: سے ھا ضمیر کے مرجع کو بیان کیا۔

حال کونها: میں بیانِ ترکیب ہے کہ لغیر التثنیه ظرف مستقر متعلق کائنۃ کے ہو کر حال ہے تقلبها کی ہا ضمیر سے جس کا مرجع الف ہے۔

لِمُشَاكَلَةِ يَاءِ الْمُتَكَلِّمِ: میں وجہ ادغام کا بیان ہے۔ کہ غیر تثنیہ کے الف کو یاء سے تبدیل کرنا یاء کی مشاکلت کی وجہ سے ہے وہ اس طرح کہ یاء چاہتی ہے کہ میرا ماقبل مکسور ہو اور عصای اور رحای میں ماقبل مکسور نہیں اس لئے یہ مشاکلت مفقود ہے تو مشاکلت پیدا کرنے کیلئے الف کو یاء سے تبدیل کرکے یاء کو یاء میں ادغام کر دیا گیا اور یاء کی مناسبت کی وجہ سے ماقبل کو کسرہ دے دیا گیا اور قبیلہ ہذیل تثنیہ کے الف کو یاء سے تبدیل نہیں کرتے اس لئے اگر تثنیہ کے الف کو یاء کے ساتھ بدل دیا جائے تو تثنیہ کی حالت رفعی کا حالت نصبی وجری کے ساتھ التباس لازم آئے گا مثلاً غلامای الف کے ساتھ حالت رفعی میں اگر الف کو یاء سے بدل کر یاء کو یاء میں ادغام کر دیا جائے تو غُلامَیَّ ہو جائیگا اور حالت نصبی وجری بھی یاء کے ساتھ ہے تو بصورت اضافت الی یاء متکلم حالت نصب وجر میں بھی غُلامَیَّ ہوگا تو حالت رفعی کا حالت نصبی وجری کے ساتھ التباس لازم آئے گا اس لئے ہذیل بھی غیر تثنیہ میں الف کو یاء کے ساتھ بدلتے ہیں۔

اسم صحیح کے آخر میں یا کا حکم

وَاِنْ كَانَ اٰخِرُ الْاِسْمِ الْمُضَافِ اِلٰى يَاءِ الْمُتَكَلِّمِ يَاءً اُدْغِمَتْ فِىْ يَاءِ الْمُتَكَلِّمِ لِاجْتِمَاعِ
اور اگر ہو اسم کا آخر جو مضاف ہے یاء متکلم کی طرف یاء اسے یاء متکلم میں مدغم کیا جائے گا کیونکہ دو مثل اس کلمہ میں جمع ہو گئے
الْمِثْلَيْنِ فِيْمَاهُوَ كَالْكَلِمَةِ الْوَاحِدَةِ مِثْلُ مُسْلِمِيْنَ اِذَا اُضِيْفَ اِلٰى يَاءِ الْمُتَكَلِّمِ وَاُسْقِطَتِ النُّوْنُ
جو کلمہ واحدہ کی طرح ہیں جیسے مسلمین جب اسے یائے متکلم کی طرف مضاف کیا گیا اور اضافت کی وجہ سے نون ساقط کی گئی

●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●

لِلْاِضَافَةِ وَاُدْغِمَتِ الْيَاءُ فِي الْيَاءِ فَصَارَ مُسْلِمِيَّ
اور یاء کو یاء میں ادغام کیا گیا تو مُسْلِمِيَّ ہو گیا

خلاصہ متن وشرح: ۔ یہاں سے اس اسم کا حکم بیان کیا جارہا ہے جس کے آخر میں یاء ہو اور وہ مضاف ہو یاء متکلم کی طرف وہ اسم جو مضاف ہو یاء متکلم کی طرف اگر اس کے آخر میں یاء ہو تو یاء متکلم کو یاء میں ادغام کر دیا جائے گا۔

اغراض جامی: فی یاء المتکلم: یہ ادغمت کے صلہ کا بیان ہے۔

لاجتماع المثلین: میں وجہ ادغام کا بیان ہے۔ یاء کو یاء میں ادغام کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ دو کلمے جو بمنزلہ کلمہ واحدہ کے ہوں اگر ان میں دو حرف ایک جنس کے جمع ہو جائیں تو ایک کو دوسرے میں ادغام کر دیا جاتا ہے اور مضاف مضاف الیہ بھی بمنزلہ کلمہ واحدہ کے ہیں جب ان میں دو یاء جمع ہو جائیں تو ایک کو دوسرے میں ادغام کر دیا جائیگا جیسے مسلمین جب اس کی اضافت یاء متکلم کی طرف کی گئی تو اضافت کی وجہ سے نون ساقط ہو گیا تو دو یاء جمع ہو گئے اول کا ثانی میں ادغام کر دیا تو تثنیہ میں مسلمَيَّ اور جمع میں مسلمِيَّ ہو گیا۔

اسم صحیح کے آخر میں واؤ کا حکم

وَاِنْ كَانَ اٰخِرُهٗ وَاوًاقُلِبَتِ الْوَاوُ يَاءً لِاجْتِمَاعِ الْوَاوِ وَالْيَاءِ وَالْاُوْلٰى سَاكِنَةٌ مِثْلُ
اور اگر اس کے آخر میں واو ہو تو واو کو یاء سے بدلا جائے گا کیونکہ واو اور یاء جمع ہو گئے اور پہلا حرف ساکن ہے جیسے
مُسْلِمُوْنَ اِذَااُضِيْفَ اِلٰى يَاءِ الْمُتَكَلِّمِ قُلِبَتْ وَاوُهٗ يَاءً وَاُدْغِمَتِ الْيَاءُ فِي الْيَاءِ وَكُسِرَمَاقَبْلَهَا
مسلمون جب اسے یاء متکلم کی طرف مضاف کیا گیا تو واؤ یاء سے بدل گئی اور یاء کو یاء میں ادغام کر دیا گیا اور اس کے ماقبل کو کسرہ دیا گیا
لِاَنَّهَا لَمَّا انْقَلَبَتْ يَاءً سَاكِنَةً يُوْجِبُ بَقَاءُ الضَّمَّةِ قَبْلَهَا تَغَيُّرَهَا فَحُرِّكَتْ بِالْحَرَكَةِ الْمُنَاسِبَةِ لَهَا
کیونکہ جب واؤ (ساکنہ) یائے ساکنہ سے بدل گئی تو یاء سے قبل ضمہ کا باقی رہنا یاء کے تغیر کو واجب کرتا ہے پس یاء کے ماقبل کو وہ حرکت دی گئی
فَقِيْلَ مُسْلِمِيَّ وَاِنْ كَانَتْ قَبْلَ الْيَاءِ اَوِالْوَاوِ فَتْحَةٌ بَقِيَ مَاقَبْلَهَا مَفْتُوْحًا كَقَوْلِكَ فِيْ مُسْلِمَيْنَ
جو اس یاء کے مناسب ہے پس مُسْلِمِيَّ کہا گیا اور اگر یاء یا واؤ سے قبل فتح ہو تو ماقبل مفتوح ہی باقی رہے گا جیسے تمہارے قول مُسْلِمَيْنِ میں
مُسْلِمَيَّ وَفِيْ مُصْطَفَوْنَ مُصْطَفَيَّ لِخِفَّةِ الْفَتْحَةِ وَفُتِحَتِ الْيَاءُ اَيْ يَاءُ الْمُتَكَلِّمِ فِي الصُّوَرِ
مُسْلِمَيَّ اور مصطفون میں مصطفیَّ خفت فتحہ کی وجہ سے (اور یاء فتح دی گئی یعنی یاء متکلم تینوں صورتوں میں

الثُلُثِ لِلسَّاكِنَيْنِ اَیْ لِلُزُوْمِ اِلْتِقَاءِ السَّاكِنَيْنِ اِنْ لَّمْ تُحَرَّكْ وَاُخْتِيْرَ الْفَتْحُ لِخِفَّتِہٖ

ساکنین کی وجہ سے یعنی التقاء ساکنین کے لازم آنے کی وجہ سے اگر یائے متکلم کو حرکت نہ دی گئی اور فتح کو خفت کی وجہ سے اختیار کیا گیا

خلاصہ متن وشرح: ۔یہاں سے اس اسم کا حکم بیان کیا جارہا ہے جس کے آخر میں واو ہواور وہ مضاف ہو یاء متکلم کی طرف وہ اسم ہو یاء متکلم کی طرف مضاف ہو اگر اس کے آخر میں واؤ ہو تو اس واو کو یاء سے بدل کر یاء کو یاء میں ادغام کردیا جائیگا اور ماقبل کو کسرہ دے دیا جائے گا۔

اغراض جامی: الواو: میں ضمیر کے مرجع کو متعین کردیا کہ قلبت کی ھی ضمیر کا مرجع واو ہے۔

لاجتماع الواو والیاء: میں واؤ کو یاء کیساتھ تبدیل کرنے کی وجہ کا بیان ہے۔قاعدہ ہے کہ جب واؤ اور یاء جمع ہوں ان میں پہلا ساکن ہو تو واؤ کو یاء سے بدل کر یاء کو یاء میں ادغام کردیا جاتا ہے جیسے مسلمون جب اس کی اضافت کی تو نون جمع گر گیا، واؤ اور یاء اکٹھے ہوئے ان میں پہلا ساکن ہے واؤ کو یاء سے بدل کر یاء کا یاء میں ادغام کیا۔

لانها لما انقلبت: یہاں سے یاء کے ماقبل کو کسرہ دینے کی وجہ کا بیان ہے کہ جب واؤ ساکنہ یاء سے بدل گئی تو ماقبل کا ضمہ اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ یاء کو واؤ سے تبدیل کردیا جائے اس لئے کہ قاعدہ ہے کہ جب یاء ساکن ہو اور اس کا ماقبل مضموم ہو تو یاء کو واؤ سے بدل دیا جاتا ہے پس اس صورت میں رجوع لازم آئے گا اس چیز کی طرف جس سے اعراض کیا تھا اس لئے ضروری تھا کہ یاء کے ماقبل کو وہ حرکت دی جائے جو یاء کے مناسب ہو اور وہ کسرہ ہے اس لئے ماقبل کو کسرہ دیا اور یاء کا ماقبل مفتوح ہو تو اس کو باقی رکھا جائے گا جیسے مسلمین جب اضافت کی یاء متکلم کی طرف کی تو نون اضافت کی وجہ سے گر گیا پس دو یا جمع ہوئیں اول کو ثانی میں ادغام کردیا تو مسلمَیّ تثنیہ میں اور مسلمِیّ جمع میں ہوا۔اسی طرح مصطفون جب اس کی اضافت کی یاء متکلم کی طرف تو نون گر گیا پس واؤ اور یاء جمع ہو گئے ان میں پہلا ساکن تھا واؤ کو یاء سے تبدیل کیا اور یاء کو یاء میں ادغام کیا تو مصطفَیّ ہو گیا۔

فتحت الیاء ای یاء المتکلم: میں بتایا کہ یاء پر الف لام مضاف الیہ کے عوض میں ہے یا عہد کا ہے مطلق یاء مراد نہیں بلکہ یاء متکلم مراد ہے۔

فی الصور الثلث: میں اس وہم کو دور کیا کہ شاید فتحت الیاء کا تعلق اسی آخری صورت کے ساتھ ہو حالانکہ ایسا نہیں اس کا تعلق تینوں صورتوں کیساتھ ہے۔

ای للزوم التقاء الساکنین: میں بتایا کہ ساکنین کا مضاف اور مضاف الیہ دونوں محذوف ہیں۔مطلب یہ ہے کہ اگر حرکت نہ دی جائے تو التقائے ساکنین لازم آئے گا باقی فتحہ کو اس لئے اختیار کیا کہ یہ اخف الحرکات ہے۔

اسمائے ستہ مکبرہ کی یاء کی طرف اضافت

وَاَمَّا الْاَسْمَاءُ السِّتَّةُ الَّتِیْ مَرَّ الْبَحْثُ عَنْهَا مُضَافَةً اِلٰی غَیْرِ یَاءِ الْمُتَكَلِّمِ فَاَخِیْ وَاَبِیْ اَیْ

اور اسمائے ستہ جن کی بحث گزر چکی جبکہ یائے متکلم کے غیر کی طرف مضاف ہوں پس اخی وابی (کہاجائیگا) یعنی

فَالْحَالُ فِیْ اَخٍ وَاَبٍ مِنْهَا اِذَا اُضِیْفَ اِلٰی یَاءِ الْمُتَكَلِّمِ اَنْ یُّقَالَ اَخِیْ وَاَبِیْ مِثْلَ یَدِیْ وَدَمِیْ

ان اسمائے ستہ میں سے اخ واب کا حال جب یہ یائے متکلم کی طرف مضاف ہوں یہ ہے کہ ان کو یدی اور دمی کی مثل اخی اور ابی کہاجائیگا

بِلَا رَدِّ الْمَحْذُوْفِ لِجَعْلِهٖ نَسْیًا مَّنْسِیًّا وَاَجَازَ الْمُبَرِّدُ فِیْهِمَا اَخِیَّ وَاَبِیَّ بِرَدِّ لَامِ الْفِعْلِ فِیْهِمَا

حرف محذوف کو واپس لوٹائے بغیر اس کو نسیا منسیا بنانے کی وجہ سے اور مبرد نے ان دونوں میں اخی وابی جائز رکھا ہے دونوں میں لام فعل

وَهِیَ الْوَاوُ وَجَعْلِهَا یَاءً وَاِدْغَامِ الْیَاءِ فِی الْیَاءِ وَتَمَسَّكَ فِیْ ذٰلِكَ بِقَوْلِ الشَّاعِرِ

یعنی واؤ کو واپس لوٹا کر اور اسے یاء بنا کر یاء کو یاء میں ادغام کر کے اور اس کے جواز میں مبرد کا استدلال شاعر کا قول ہے

؎ وَاَبِیَّ مَا لَكَ ذُوالْمَجَازِ بِدَارٍ

میرے باپ کی قسم تیرے لئے ذوالمجاز (بازار) میں کوئی گھر نہیں ہے

وَحَمَلَ الْاَخَ عَلَی الْاَبِ لِتَقَارُبِهِمَا لَفْظًا وَمَعْنًی وَاَجَابَ عَنْهُ الْمُصَ فِیْ شَرْحِهٖ بِاَنَّ ذٰلِكَ

اور انہوں نے اخ کو اب پر محمول کیا ان دونوں کے قریب ہونے کی وجہ سے لفظ اور معنی میں۔ اور مصنف نے اپنی شرح میں اسکا جواب دیا کہ

خِلَافُ الْقِیَاسِ وَاسْتِعْمَالِ الْفُصَحَاءِ مَعَ اَنَّهٗ یَحْتَمِلُ اَنْ یَّكُوْنَ الْمُقْسَمُ بِهٖ اَیْ اَبِیَّ جَمْعُ اَبٍ

شاعر کا قول مذکور قیاس اور فصحاء کے استعمال کے خلاف ہے اس کے باوجود وہ اس بات کا محتمل ہے کہ مقسم بہ یعنی ابی، اب کی جمع ہے

فَاَصْلُهٗ اَبِیْنَ سُقِطَتِ النُّوْنُ فِی الْاِضَافَةِ فَاجْتَمَعَتْ یَاءَانِ فَاُدْغِمَتِ الْاُوْلٰی فِی الثَّانِیَةِ فَصَارَ

اس کی اصل ابین ہے نون اضافت میں ساقط ہوگیا پس دو یاء جمع ہوگئیں پہلی کو دوسری میں مدغم کر دیا گیا تو ابی ہوگیا

اَبِیَّ وَقَدْ جَاءَ جَمْعُهٗ هٰكَذَا فِیْ قَوْلِ الشَّاعِرِ شِعْرٌ

اور اس کی جمع شاعر کے قول میں اس طرح آئی ہے

فَلَمَّا تَبَیَّنَ اَصْوَاتُنَا	بَكَیْنَ وَفَدَّیْنَنَا بِالْاَبِیْنَا
پس جب ہماری آوازیں ظاہر ہوئیں	تو وہ عورتیں رو پڑیں اور ہم سے کہنے لگیں کہ ہمارے آباء تم پر فدا ہوں

اَیْ لَمَّا سَمِعْنَ وَعَلِمْنَ اَصْوَاتَنَا بَكَيْنَ وَقُلْنَ لَنَا اٰبَاءُ وَنَافِدَاوُكُمْ

پس جب ہماری آوازیں کو سنا اور جان لیا تو وہ عورتیں روپڑیں اور ہم سے کہنے لگیں کہ ہمارے آباء تم پر فداہوں

خلاصہ متن :۔صاحب کافیہ اس عبارت میں اسمائے ستہ مکبرہ کے بارے میں بتارہے ہیں کہ جب یہ یائے متکلم کی طرف مضاف ہوں اور جب اضافت کے بغیر ہوں تو ان کے آخر کا اعراب کیا ہوگا۔ تفصیل شرح میں آرہی ہے۔

واما الاسماء الستة: صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اسمائے ستہ مکبرہ میں سے اب اور اخ کو یائے متکلم کی طرف مضاف کیا جائے تو اخی اور ابی کہا جائے گا اور لام کلمہ جو کہ واؤ ہے اس کو واپس نہیں لوٹایا جائیگا۔

اغراض جامی : التی مر البحث :سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔کلمہ اما میں دو احتمال ہیں (۱) یا اما تفصیلہ ہے (۲) یا استنافیہ۔ دونوں احتمال درست نہیں پہلا احتمال اس لئے درست نہیں کہ تفصیل تقاضا کرتی ہے اجمال کا اور اس کا ماقبل میں اجمال نہیں ہے اور دوسرا احتمال اس لئے درست نہیں کہ اما استنافیہ کلام کے شروع میں ہوتا ہے اور یہ وسط کلام میں ہے؟

جواب :۔اما تفصیلہ ہے باقی رہا یہ سوال کہ ماقبل میں اجمال نہیں اس کا جواب یہ ہے اجمال ماقبل میں اسماء ستہ مکبرہ کے اعراب کی بحث میں گزر چکا ہے۔ مضافة :سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔جب ان کی بحث ماقبل میں گزر چکی ہے تو ان کو دوبارہ ذکر کرنا بلا فائدہ واشتغال بما لا یعنی ہے۔

جواب :۔ماقبل میں اس حیثیت سے بحث تھی کہ یہ مضاف الی غیر یاء متکلم ہوں اور یہاں اس حیثیت سے بحث ہے کہ یہ یاء متکلم کی طرف مضاف ہوں۔

فَالْحَالُ فِیْ اخی وابی :سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔مصنف رحمہ اللہ کا قول فاخی وابی جزاء ہے اما شرطیہ کی جو کہ متضمن معنی شرط ہو کر مبتدا ہے لیکن اس کا جزا بننا درست نہیں ہے کیونکہ جزا کیلئے جملہ ہونا شرط ہے یہ جملہ نہیں ہے بلکہ مفرد ہے۔

جواب :۔اخی وابی خبر ہے مبتدا محذوف فالحال کی مبتدا خبر جملہ مل کر جزا ہے لہذا اشکال دفع ہوگیا۔

منہا :سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔**سوال** :۔مصنف کی عبارت میں فاخی وابی کا حمل الاسماء الستة پر حالانکہ حمل درست نہیں ہے کیونکہ اسماء ستہ صرف اخی اور ابی نہیں بلکہ وہ تو چھ ہیں۔

جواب :۔فاخی وابی اسماء ستہ نہیں بلکہ ان میں سے بعض ہیں۔

اذا اضیف :سے حذف قید کی طرف اشارہ کیا تا کہ خروج عن البحث لازم نہ آئے مطلب یہ ہے کہ اسمائے ستہ میں سے اخ

اوراب کو جب یاء متکلم کی طرف مضاف کریں تو اخی اور ابی کہیں گے یدی اور دمی کی طرح یعنی لام کلمہ جو کہ واؤ ہے اس کو واپس نہیں لوٹائیں گے بلکہ وہ نسیا منسیا کے درجے میں ہو چکا ہے۔

واجاز المبرد : میں اختلاف نحاۃ کا بیان ہے کہ مبرد نحوی نے اخ اوراب میں اَخِیّ اور اَبِیّ کو جائز رکھا ہے یعنی لام کلمہ جو کہ واؤ ہے اس کو واپس لوٹا کر یاء سے بدل کر یاء کا یاء میں ادغام کیا جائے گا۔

وتمسک : سے امام مبرد کی دلیل کا بیان ہے امام مبرد شاعر کے اس قول سے ستدلال کرتے ہیں۔ وَاَبِیَّ مَالَکَ ذُوالْمَجَازِ بِدَارِ ۔ اس میں شاعر نے واؤ کو واپس لوٹا کر یاء سے بدل کر یاء کا یاء میں ادغام کیا ہے سی وجہ سے اس نے یاء کو مشدد پڑھا ہے۔ مکمل شعر اس طرح ہے

قَدَرٌ اَحَلَّکَ ذَا الْمَجَازِ وَقَدْ اَرٰی	وَاَبِیَّ مَالَکَ ذُوالْمَجَازِ بِدَارِ
اللہ تعالیٰ کی تقدیر نے تجھے ذوالمجاز (بازار) میں اتارا ہے اور میں گمان کرتا ہوں	اور اپنے باپ کی قسم کھاتا ہوں کہ تیرے لئے ذوالمجاز (منیٰ) میں کوئی گھر (منزل) نہیں تھی

وحمل : سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ شعر میں تو صرف اَبِیّ کا ذکر ہے مبرد نے اَخِیّ کو کیوں ساتھ ملا لیا۔

جواب :۔ مبرد نے اخ کو اب پر محمول کیا ہے اس لئے کہ دونوں لفظا اور معنا ایک دوسرے کے قریب ہیں۔ لفظا اسطرح کہ دونوں کے شروع میں ہمزہ ہے اور آخر میں واؤ محذوف ہے اور دونوں ثلاثی ہیں اور معنا اس طرح کہ دونوں اسماء اضافیہ ستہ میں سے ہیں کیونکہ اخ کا معنی ہے من لہ اَخٌ اب کا معنی ہے من لہ ابن نیز دونوں میں تعدد کا معنی ہے۔ (سوال کابلی ص ۲۷۷، سوال باسولی ص ۴۵۰)

وَاَجَابَ عَنْہُ الْمُص فِیْ شَرْحِہٖ: میں امام مبرد کی دلیل کا جواب ہے۔ مصنف نے اپنی شرح میں اس کے دو جواب دئے ہیں۔

جواب (۱): ۔ مبرد کا یہ استدلال خلاف قیاس و خلاف استعمال ہے۔ خلاف قیاس تو اس طرح کہ اضافت کا فائدہ جو کہ تخفیف ہے وہ حاصل نہیں ہو رہا ہے اور فصحاء کے استعمال کے خلاف اس لئے ہے کہ فصحاء کی کلام میں اضافت کے وقت واؤ کو واپس لوٹانا اور یاء سے بدل کر یاء کا یاء میں ادغام کرنا مسموع نہیں ہے۔

جواب (۲): ۔ یہ بھی احتمال ہے کہ اس شعر میں اَبِیَّ مقسم بہ اَبٌ کی جمع ہو اصل میں ابین تھا جب اس کو یاء متکلم کی طرف کیا تو نون اضافت کی وجہ سے گر گیا پھر یاء کو یاء میں ادغام کر دیا تو اَبِیَّ ہو گیا۔

وقد جاء : میں شارح کی غرض اس بات کی دلیل کو پیش کرنا ہے کہ اب کی جمع ابین کلام عرب میں واقع ہے جیسا کہ شاعر کے اس قول میں ہے

بَــکَــیْــنَ وَفَــدَّیْــنَــنَــا بِــالْاَبِــیْــنَــا	فَــلَــمَّــا تَبَیَّــنَّ اَصْــوَاتُــنَــا
تو رو پڑیں اور کہنے لگیں ہمارے آباء اجداد تم پر قربان ہوں	پس جب ہماری آوازیں ظاہر ہوئیں

وجہ استدلال: اس شعر کے آخر میں ابین جمع ہے اب کی اس سے معلوم ہوا کہ اب کی جمع ابین آتی ہے۔ الابینا کے آخر میں الف اشباع کیلئے ہے۔

حمی اور ھنی کا حکم

وَتَقُوْلُ اَیْ اِمْرَأَةٌ قَائِلَةٌ لِاِمْتِنَاعِ اِضَافَةِ الْحَمِ اِلَی الْمُذَکَّرِ حَمِیْ وَھَنِیْ بِلَارَدِّ الْمَحْذُوْفِ عِنْدَ
اور کہے گی یعنی کہنے والی عورت کہے گی حم کی اضافت مذکر کی طرف ممتنع ہونے کی وجہ سے حمی اور ھنی یائے متکلم کی طرف اضافت کے وقت
الْاِضَافَةِ اِلٰی یَاءِ الْمُتَکَلِّمِ وَاِنَّمَا فَصَّلَھُمَا عَنْ اَخِیْ وَاَبِیْ لِاَنَّهٗ لَمْ یُنْقَلْ عَنِ الْمُبَرِّدِ فِیْھِمَا فِی الْمَشْھُوْرِ
حرف محذوف کو واپس لائے بغیر اور مصنف نے حمی ھنی کو اخی وابی سے اس لیے جدا کر کے بیان کیا کہ قول مشہور میں ان دونوں کے بارے میں امام
مَا یُخَالِفُ مَذْھَبَ الْجَمْھُوْرِ وَاِنْ نَقَلَ عَنْهُ بَعْضُھُمْ ذٰلِکَ الْخِلَافَ فِی الْاَسْمَاءِ الْاَرْبَعَةِ
مبرد سے کوئی ایسی روایت منقول نہیں جو مذہب جمہور کے مخالف ہو۔ اگرچہ بعض نحویوں نے مبرد سے اسمائے اربعہ کے بارے میں اس اختلاف نقل کیا ہے

خلاصہ متن: ۔صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ عورت حم اور ہن کو یاء متکلم کی طرف اضافت کے وقت لام کلمہ محذوفہ کو رد کئے بغیر حمی اور ہنی کہہ سکتی ہے۔

اغراض جامی: الامرء ۃ : میں بیان صیغہ ہے کہ تقول واحد مونث غائب کا صیغہ ہے نہ کہ مخاطب مذکر کا۔

لامتنـــاع : میں صیغۂ مونث کی وجہ کا بیان ہے کہ حم کا معنی ہے مرد کی طرف سے عورت کا رشتہ دار مثلاً (دیور) لہذا حم کی اضافت مذکر کی طرف ممتنع ہے اسی لئے یہ واحد مونث غائب کا صیغہ ہے۔

وانما فصلهما : سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔مصنف نے حمی ہنی کو اخی اور ابی سے الگ کر کے ذکر کیا ان کے ساتھ ذکر کیوں نہیں کیا حالانکہ سب کا ایک ہی حکم ہے کہ بوقت اضافت الی یاء المتکلم ان کا آخری حرف محذوف واپس نہیں لوٹایا جائیگا۔

جواب: ۔مصنف نے حمی اور ہنی کو اخی اور ابی سے جدا اس لئے ذکر کیا کہ حمی ہنی میں جمہور کے ساتھ مبرد کا اختلاف مشہور نہیں ہے اگرچہ بعض حضرات نے تمام اسماء اربعہ میں اختلاف نقل کیا ہے لیکن وہ غیر مشہور ہے اور ابی اخی میں جمہور کے ساتھ مبرد کا اختلاف مشہور و معروف ہے اسی فرق کی وجہ سے ہنی حمی کو جدا کر کے ذکر کیا۔

فم اور دیگر اسمائے ستہ مکبرہ کا ذکر

وَيُقَالُ فِيْ فَمِ حَالَ اِضَافَتِهِ اِلٰى يَاءِ الْمُتَكَلِّمِ فِيَّ بِالرَّدِّ وَالْقَلْبِ وَالْاِدْغَامِ فِي الْاَكْثَرِ اَيْ فِيْ اَكْثَرِ مَوَارِدِ

اور فیّ کہا جائے گا فم میں جب کہ وہ یائے متکلم کی طرف مضاف ہو حرف محذوف کو رد کر کے، قلب وادغام کے ساتھ اکثر میں یعنی اس کے

اِسْتِعْمَالَاتِهِ وَفَمِيْ فِيْ بَعْضِهَا اِبْقَاءً لِلْمِيْمِ الْمُعَوَّضِ عَنِ الْوَاوِ عِنْدَ قَطْعِهِ عَنِ الْاِضَافَةِ

استعمالات کے اکثر مواضع میں اور فمی بعض استعمالات میں اس میم کو باقی رکھنے کی وجہ سے جو قطع عن الاضافت کے وقت واؤ کا عوض ہوتی ہے

وَاِذَا قُطِعَتْ هٰذِهِ الْاَسْمَاءُ الْخَمْسَةُ عَنِ الْاِضَافَةِ قِيْلَ اَخٌ وَاَبٌ وَحَمٌ وَهَنٌ وَفَمٌ بِالْحَرَكَاتِ

اور جب قطع کیا جائے ان اسمائے خمسہ کو اضافت سے تو کہا جائے گا اَخٌ وَاَبٌ وَحَمٌ وَهَنٌ وَفَمٌ حرکات ثلاثہ کے ساتھ

الثَّلٰثِ وَلٰكِنْ فَتْحُ الْفَاءِ اَفْصَحُ مِنْهُمَا اَيْ مِنَ الضَّمِّ وَالْكَسْرِ وَجَاءَ حَمٌ مِثْلَ يَدٍ فَيُقَالُ هٰذَا حَمٌ

لیکن فاء کا فتح ان دونوں یعنی ضمہ کسرہ سے زیادہ فصیح ہے اور حم آیا ہے ید کی طرح تو کہا جاتا ہے

وَحَمُكَ وَرَاَيْتُ حَمًا اَوْ حَمَكَ وَمَرَرْتُ بِحَمٍ اَوْ حَمِكَ وَمِثْلَ خَبْءٍ بِالْهَمْزَةِ فَيُقَالُ

وَحَمُكَ وَرَاَيْتُ حَمًا اَوْ حَمَكَ وَمَرَرْتُ بِحَمٍ اَوْ حَمِكَ اور خَبْءٍ کے مثل ہمزہ کے ساتھ تو کہا جائے گا

هٰذَا حَمْءٌ اَوْ حَمْؤُكَ وَرَاَيْتُ حَمْأً اَوْ حَمْأَكَ وَمَرَرْتُ بِحَمْءٍ اَوْ حَمْئِكَ وَمِثْلَ دَلْوٍ بِالْوَاوِ

هٰذَا حَمْءٌ اَوْ حَمْؤُكَ وَرَاَيْتُ حَمْأً اَوْ حَمْأَكَ وَمَرَرْتُ بِحَمْءٍ اَوْ حَمْئِكَ اور دلو کی طرح واو کے ساتھ

فَيُقَالُ هٰذَا حَمْوٌ اَوْ حَمْوُكَ وَرَاَيْتُ حَمْوًا اَوْ حَمْوَكَ وَمَرَرْتُ بِحَمْوٍ اَوْ حَمْوِكَ وَمِثْلَ عَصًا

پس کہا جائے گا هٰذَا حَمْوٌ اَوْ حَمْوُكَ وَرَاَيْتُ حَمْوًا اَوْ حَمْوَكَ وَمَرَرْتُ بِحَمْوٍ اَوْ حَمْوِكَ اور عصاء کی طرح

بِالْاَلِفِ فَيُقَالُ هٰذَا حَمًا وَحَمَاكَ وَرَاَيْتُ حَمًا وَحَمَاكَ وَمَرَرْتُ بِحَمًا وَحَمَاكَ مُطْلَقًا

الف کے ساتھ پس کہا جائے گا هٰذَا حَمًا وَحَمَاكَ وَرَاَيْتُ حَمًا وَحَمَاكَ وَمَرَرْتُ بِحَمًا وَحَمَاكَ مطلقاً

اَيْ جَوَازُ حَمٍ مِثَالَ هٰذِهِ الْاَسْمَاءِ الْاَرْبَعَةِ مُطْلَقًا غَيْرَ مُقَيَّدٍ بِحَالِ الْاِفْرَادِ وَالْاِضَافَةِ بَلْ تَجِيْءُ هٰذِهِ

یعنی ان اسمائے اربعہ کی طرح مطلقاً حم کا جواز ہے، افراد یا اضافت کے حال کے ساتھ مقید نہیں بلکہ حم میں یہ وجوہ

الْوُجُوْهُ فِيْهِ فِيْ كُلٍّ مِنْ حَالَتَيِ الْاِفْرَادِ وَالْاِضَافَةِ وَجَاءَ هَنٌ مِثْلَ يَدٍ مُطْلَقًا اَيْ فِي الْاِفْرَادِ

افراد واضافت کی دونوں حالتوں میں سے ہر ایک حالت میں آتے ہیں اور هَنٌ ید کی طرح آیا ہے مطلقاً یعنی افراد

وَالْإِضَافَةِ يُقَالُ هٰذَا هَنٌ وَرَأَيْتُ هَناً وَمَرَرْتُ بِهَنٍ وَهٰذَا هَنُكَ وَرَأَيْتُ هَنَكَ وَمَرَرْتُ بِهَنِكَ

واضافت میں، کہا جائے گا هٰذَا هَنٌ وَرَأَيْتُ هَناً وَمَرَرْتُ بِهَنٍ وَهٰذَا هَنُكَ وَرَأَيْتُ هَنَكَ وَمَرَرْتُ بِهَنِكَ

خلاصہ متن : ۔صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ جب فم کو یاء متکلم کی طرف مضاف کیا جائے تو اکثر استعمالات میں عین کلمہ واؤ محذوف کو واپس لوٹا کر اس کو یاء سے تبدیل کر کے یاء کو یاء میں ادغام کرتے ہیں اور فِیَّ کہتے ہیں اور بعض استعمال میں میم کو باقی رکھ کر فمی کہا جاتا ہے جو میم قطع عن الاضافت کے وقت واؤ کے عوض لائی گئی تھی۔

اغراض جامی: حال اضافته : سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔جس طرح آخری حرف رد کر کے فِيَّ کہا جاتا ہے اسی طرح فوہ بھی کہا جاتا ہے پھر فِيَّ کی تخصیص کیوں کی۔

جواب: ۔ہم بحث کر رہے ہیں اضافت الی یاء المتکلم کی اور دریں صورت فِيَّ کہا جاتا ہے اور فوہ بغیر اضافت کہا جاتا ہے وہ ہماری بحث سے خارج ہے۔

<u>ای فی اکثر موارد :</u> سے اشارہ کیا کہ فی الاکثر سے اکثر مراد نہیں بلکہ اکثر موارد استعمال مراد ہے۔

<u>واذا قطعت :</u> صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اسماء ستہ میں سے ذو کے علاوہ باقی پانچ جب مقطوع عن الاضافہ ہوں تو اخ ،اب ،ہن ،حم ،فم کہا جائے گا یعنی اعراب بالحرکت جاری ہوگا جیسے هذا اخ رايت اخا ومررت باخ اور دوسری بات یہ بیان کی فم میں تین لغتین ہیں (۱) فم بضم الفاء (۲) فم بفتح الفاء (۳) فم بسکر الفاء لیکن فتحہ ،ضمہ اور کسرہ سے زیادہ فصیح ہے۔

حم میں لغت مذکورہ کے علاوہ چار اور لغتیں بھی ہیں (۱) ید کی طرح۔ یعنی لام کلمہ واؤ محذوفہ نسیا منسیا کے درجے میں ہو اس لغت کے مطابق حالت افراد میں هذا حم رايت حما ومررت بحم کہیں گے اور حالت اضافت میں هذا حمک ورايت حمک ومررت بحمک کہیں گے۔

(۲) خبأ کی طرح یعنی لام کلمہ جو کہ واؤ ہے اس کو واپس لوٹا کر ہمزہ سے تبدیل کر دیا جائے اس لغت کے مطابق حالت افراد میں هٰذَا حَمْءٌ وَرَأَيْتُ حَمْأً وَمَرَرْتُ بِحَمْءٍ اور حالت اضافت میں هٰذَا حَمْؤُكَ وَرَأَيْتُ حَمْأَكَ وَمَرَرْتُ بِحَمْئِكَ کہا جائے گا۔

(۳) دلو کی مثل یعنی واؤ محذوفہ کو واپس لوٹا کر اپنی حالت پر باقی رکھا جائے گا اس لغت کے مطابق حالت افراد میں هٰذَا حَمْوٌ وَرَأَيْتُ حَمْوًا وَمَرَرْتُ بِحَمْوٍ کہا جائے گا اور حالت اضافت میں هٰذَا حَمْوُكَ وَرَأَيْتُ حَمْوَكَ وَمَرَرْتُ بِحَمْوِكَ کہا جائے گا۔

(۴) عصا کی مثل یعنی واؤ محذوفہ کو واپس لوٹا کر الف مقصورہ سے تبدیل کر دیا جائے تو اس لغت کے مطابق حالت افراد میں

هٰذَا حَماً وَرَأَیْتُ حَماً وَمَرَرْتُ بِحَمًا کہا جائے گا اور حالت اضافت میں هٰذَا حَمَاکِ وَرَأَیْتُ حَمَاکِ وَمَرَرْتُ حَمَاکِ کہا جائے گا یعنی تینوں حالتوں میں اعراب تقدیری ہوگا۔

مطلقا ای : میں شارح کی غرض اطلاق کے مفہوم کی وضاحت کرنا ہے۔ مطلقا کا مطلب یہ ہے کہ حم کا اسماء اربعہ مذکورہ کی طرح استعمال ہونا یہ حالت فراد اور حالت اضافت میں سے کسی کے ساتھ مقید نہیں ہے بلکہ یہ وجوہ اربعہ حالت افراد اور حالت اضافت دونوں میں جاری ہوں گی۔

وجاء هن : ہن میں لغت مذکورہ کے علاوہ ایک اور لغت بھی ہے وہ یہ کہ ھن مطلقا ید کی طرح ہو یعنی حالت افراد و حالت اضافت دونوں صورتوں میں لام کلمہ محذوفہ کو واپس نہ کیا جائے اس لغت کے مطابق حالت افراد میں هٰذَا هَنٌ وَرَأَیْتُ هَناً وَمَرَرْتُ بِهَنٍ کہا جائے گا اور حالت اضافت میں هٰذَا هَنُکَ وَرَأَیْتُ هَنَکَ وَمَرَرْتُ بِهَنِکَ کہا جائے گا۔

ذو کی اضافت کا حکم

وَذُوْ لَایُضَافُ اِلیٰ مُضْمَرٍ لِاَنَّهٗ وُضِعَ وُصْلَةً اِلَی الْوَصْفِ بِاَسْمَاءِ الْاَجْنَاسِ وَالضَّمِیْرُ لَیْسَ	
اور ذو ضمیر کی طرف مضاف نہیں کیا جاتا کیونکہ ذو اسماء جنس کے ساتھ وصف کی طرف وسیلہ (ذریعہ) ہونے کے طور پر وضع کیا گیا ہے اور ضمیر	
بِاِسْمِ جِنْسٍ وَقَدْ اُضِیْفَ اِلَیْهِ عَلٰی سَبِیْلِ الشُّذُوْذِ کَقَوْلِ الشَّاعِرِ شِعْر	
اسم جنس نہیں اور ذو کی ضمیر کی طرف اضافت شذوذ کے طور پر کی گئی ہے جیسے شاعر کا قول ہے	
اِنَّمَا یَعْرِفُ ذَا الْفَضْلِ مِنَ النَّاسِ ذُوُوْهٗ	ترجمہ کہ لوگوں میں فضل والے ہی فضل والوں کو پہچانتے ہیں
وَلَوْ قِیْلَ لَایُضَافُ اِلٰی غَیْرِ اِسْمِ الْجِنْسِ لَکَانَ اَشْمَلَ وَکَاَنَّهٗ خَصَّ الْمُضْمَرَ بِالذِّکْرِ لِاَنَّهٗ کَانَ	
اور اگر ذو لا یضاف الی غیر اسم الجنس کہا جاتا تو یہ مطلوب کو زیادہ شامل ہوتا اور گویا کہ مصنف نے مضمر کا اس لیے خاص کر ذکر کیا کہ	
لِبَعْضِ تِلْکَ الْاَسْمَاءِ حُکْمٌ خَاصٌّ عِنْدَ اِضَافَتِهٖ اِلٰی یَاءِ الْمُتَکَلِّمِ فَنَفٰی اِضَافَتَهٗ اِلَی الْمُضْمَرِ	
ان اسمائے ستہ میں سے بعض کا یائے متکلم کی طرف اضافت کے وقت حکم خاص تھا تو اس کی مضمر کی طرف اضافت کی	
مُطْلَقاً نَفْیاً لِاخْتِصَاصِهٖ بِحُکْمٍ خَاصٍ بِاِعْتِبَارِ اِضَافَتِهٖ اِلَیْهِ وَلَایُقْطَعُ اَیْ ذُوْ عَنِ الْاِضَافَةِ	
مطلقا نفی کر دی اضافۃ الی الیاء کے اعتبار سے ذو کے حکم خاص کے ساتھ مختص ہونے کی نفی کرنے کے لیے اور قطع نہ کیا جائے گا یعنی ذو کو اضافت سے	
لِاَنَّ جَعْلَهٗ وُصْلَةً اِلیٰ اَسْمَاءِ الْاَجْنَاسِ لَیْسَ اِلَّا بِاِضَافَتِهٖ اِلَیْهَا	
کیونکہ اسے اسمائے اجناس کی طرف وسیلہ بنانا نہیں ہے مگر ان کی طرف اضافت کرنے سے۔	

خلاصہ متن: ۔صاحب کافیہ اس عبارت میں اسماء ستہ مکبرہ میں سے ذو کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ذو ضمیر کی طرف مضاف نہیں ہوتا۔ نیز ذو ہمیشہ اضافت کے ساتھ مستعمل ہوتا ہے اضافت کے بغیر استعمال نہیں ہوتا۔

اغراض جامی: لِاَنَّہٗ وُضِعَ وُصْلَۃً: میں ذو کے ضمیر کی طرف مضاف نہ ہونے کی وجہ کا بیان ہے کہ ذو کی وضع اس لئے ہے کہ وہ اسم جنس کی طرف مضاف ہو کر اس کو ماقبل کی صفت بنادیتا ہے اور ضمیر اسم جنس نہیں ہوتی لہذا اگر یہ ضمیر کی طرف مضاف ہو اس کی وضع کے خلاف ہوگا۔ لیکن کبھی علی سبیل الشذ وذ ضمیر کی طرف مضاف ہو جاتا ہے جیسے شاعر کے اس قول میں ہے:

اِنَّمَا یَعْرِفُ ذَا الْفَضْلِ مِنَ النَّاسِ ذُوْوُہٗ   مکمل شعر اس طرح ہے

اِنَّــمَــا یَــعْــرِفُ ذَا الْــفَــضْــلِ مِــنَ الــنَّــاسِ ذُوْوُہٗ	اَھْنَا الْمَعْرُوْفِ مَا لَمْ یُتَبَذَّلْ فِیْہِ الْوُجُوْہُ
اور فضل والے لوگوں کو فضل والے ہی پہچان سکتے ہیں	نعمت میں سے مبارک نعمت وہ ہے جس میں چہرے خرچ نہ کیے جائیں (یعنی سوال و بے عزتی سے وہ نعمت حاصل نہ ہو)

اس میں ذو ضمیر کی طرف مضاف ہے لیکن یہ شاذ ہے۔

ولو قیل: سے ایک اعتراض کو نقل کر کے فکانہ سے اس کا جواب پیش کرتے ہیں۔

اعتراض: ۔ذو جس طرح ضمیر کی طرف مضاف نہیں ہوتا اسی طرح اسماء موصولہ، اسماء اشارہ، اعلام کی طرف بھی مضاف نہیں ہوتا تو اگر مصنف لا یضاف الی غیر اسم الجنس کہتے تو یہ زیادہ اشمل تھا اس لئے کہ ضمیر اور اسم ظاہر غیر جنس سب کو شامل ہو جاتا مصنف نے ایسا کیوں نہیں کیا؟

جواب: ۔مصنف نے ضمیر کو خصوصی طور پر اس لئے ذکر کیا کہ اسماء ستہ میں سے بعض اسماء کے اضافت الی یاء المتکلم کے وقت مخصوص احکام ہیں جیسا کہ اخی اور ابی میں امام مبرد کا واؤ کو واپس لوٹا کر اس کو یاء سے تبدیل کر کے یاء کو یاء میں ادغام کر کے ابیّ اور اخیّ کہنا اسی طرح فم میں واؤ کو واپس لوٹا کر یاسے بدل کر یاء کا یا میں ادغام کرنا۔ تو مصنف نے ذو کی مطلق ضمیر کی طرف اضافت کی ہی نفی کر دی تا کہ یہ وہم پیدا نہ ہو کہ جس طرح دوسرے اسماء ستہ کے لئے اضافت الی یاء المتکلم کے وقت خاص احکام ہیں اسی طرح ذو کے لئے بھی اضافت الی یاء المتکلم کے وقت بعض احکام مخصوص ہیں تو مصنف نے ذو لا یضاف الی مضمر کہہ کر یہ بتلا دیا کہ ذو تو ضمیر کی طرف مضاف ہی نہیں ہوتا چہ جائیکہ اس کے لئے اضافت الی یاء المتکلم کے اعتبار سے بعض احکام مخصوص ہیں

ذو لا یقطع: صاحب کافیہ فرماتے ہیں ذو مقطوع عن الاضافت نہیں ہوتا اس لئے کہ ذو کی وضع اس لئے ہے کہ یہ اسم جنس کی طرف مضاف ہو کر اس کو ماقبل کی صفت بنادے اور یہ تب ہو سکتا ہے کہ جب یہ مضاف ہو اسم جنس کی طرف۔ اسی لئے اس کو اضافت لازم ہے اور یہ مقطوع عن الاضافت نہیں ہوتا۔

التوابع

۱۔نعت

۲۔معطوف بالحرف

۳۔تاکید

۴۔بدل

۵۔عطف بیان

اَلتَّوَابِعُ

توابع کی تعریف

وَهُوَ جَمْعُ تَابِعٍ مَنْقُوْلٌ عَنِ الْوَصْفِيَّةِ اِلَى الْاِسْمِيَّةِ وَالْفَاعِلُ الْاِسْمِيُ يُجْمَعُ عَلٰى فَوَاعِلَ

اور وہ تابع کی جمع ہے جو وصفیت سے اسمیت کی طرف منقول ہے اور فاعل اسمی کی فواعل کے وزن پر جمع لائی جاتی ہے

كَالْكَاهِلِ عَلَى الْكَوَاهِلِ وَالْمُرَادُ بِهَا تَوَابِعُ الْمَرْفُوْعَاتِ وَالْمَنْصُوْبَاتِ وَالْمَجْرُوْرَاتِ الَّتِیْ

جیسے کاہل بر(وزن) کواہل اور توابع سے مراد مرفوعات و منصوبات و مجرورات کے وہ توابع ہیں

هِیَ اَقْسَامُ الْاِسْمِ فَلَا يَنْتَقِضُ حَدُّهَا بِخُرُوْجِ نَحْوِ اِنَّ اِنَّ وَضَرَبَ ضَرَبَ لِعَدَمِ كَوْنِهِمَا

جو اسم کی اقسام سے ہیں پس اِنّ اِنّ اور ضَرَبَ ضَرَبَ (توابع کی تعریف سے) خارج ہونے سے توابع کی تعریف نہیں ٹوٹ سکتی کیونکہ یہ دونوں

مِنْ اَفْرَادِ الْمَحْدُوْدِ كُلُّ ثَانٍ اَیْ كُلُّ مُتَاَخِّرٍ مَتٰى لُوْحِظَ مَعَ سَابِقِهٖ كَانَ فِی الرُّتْبَةِ الثَّانِيَةِ مِنْهُ

محدود کے افراد سے نہیں ہیں ہر دوسرا ہے یعنی ہر پچھلا ہے جب پہلے کے ہمراہ اس کا لحاظ کیا جائے تو وہ پہلے کی نسبت دوسرے درجہ میں ہو

فَدَخَلَ فِيْهِ التَّابِعُ الثَّانِیْ وَالثَّالِثُ فَصَاعِدًا مُتَلَبِّسٍ بِاِعْرَابِ سَابِقِهٖ اَیْ بِجِنْسِ اِعْرَابِ سَابِقِهٖ

تو اس ثان میں تابع دوسرا اور تیسرا اور اس سے زائد داخل ہو جائے گا جو اپنے سابق کے اعراب کے ساتھ متلبس ہو یعنی اپنے سابق کے اعراب کی جنس کے ساتھ

بِحَيْثُ يَكُوْنُ اِعْرَابُهٗ مِنْ جِنْسِ اِعْرَابِ سَابِقِهٖ نَاشٍ كِلَاهُمَا مِنْ جِهَةٍ وَاحِدَةٍ شَخْصِيَّةٍ مِثْلُ

اس طرح کہ اس کا اعراب اس کے سابق کے اعراب کی جنس سے ہو دونوں کا اعراب ایک جہت شخصیہ سے پیدا ہو جیسے

جَاءَنِیْ زَيْدُنِ الْعَالِمُ فَاِنَّ الْعَالِمَ اِذَا لُوْحِظَ مَعَ زَيْدٍ كَانَ فِی الرُّتْبَةِ الثَّانِيَةِ مِنْهُ وَاِعْرَابُهٗ مِنْ جِنْسِ

جَاءَنِیْ زَيْدُنِ الْعَالِمُ تو العالم کا جب زید کے ہمراہ لحاظ کیا جائے تو یہ اس کی نسبت سے دوسرے مرتبہ میں ہوگا اور اسکا اعراب اسکے اعراب کی جنس سے ہے

اِعْرَابِهٖ وَهُوَ الرَّفْعُ وَالرَّفْعُ فِیْ كُلٍّ مِنْهُمَا نَاشٍ مِنْ جِهَةٍ وَاحِدَةٍ شَخْصِيَّةٍ هِیَ فَاعِلِيَّةُ زَيْدِنِ الْعَالِمِ

اور وہ رفع ہے اور ان دونوں (تابع و متبوع) میں سے ہر ایک میں رفع ایک جہت شخصیہ سے ناشی ہے اور وہ زید عالم کی فاعلیت ہے

لِاَنَّ الْمَجِيْءَ الْمَنْسُوْبَ اِلٰى زَيْدٍ فِيْ قَصْدِ الْمُتَكَلِّمِ مَنْسُوْبٌ اِلَيْهِ مَعَ تَابِعِهٖ لَا اِلَيْهِ مُطْلَقًا

کیونکہ آمد جو متکلم کے قصد میں زید کی طرف منسوب ہے وہ زید کی طرف اس کے تابع کے ہمراہ منسوب ہے مطلقاً زید کی طرف نہیں

خلاصہ متن: ۔مصنف رحمہ اللہ مَرْفُوْعَات، مَنْصُوْبَات، مَجْرُوْرَات سے فارغ ہونے کے بعدان کے توابع ذکر کررہے ہیں۔توابع کل پانچ ہیں۔**وجہ حصر** تابع دوحال سے خالی نہیں مقصود بالنسبۃ ہوگا یانہ اگرمقصود بالنسبۃ ہے تو دوحال سے خالی نہیں تابع متبوع کے درمیان حرف عطف ہوگا یانہ اگر ہے تو عطف بالحرف اگرنہیں ہے تو بدل ہے اگر تابع مقصود بالنسبۃ نہیں ہے تو دوحال سے خالی نہیں تابع ایسے معنی پردلالت کرے گا جو متبوع میں پایا جاتا ہے یانہ اول نعت ہے ثانی دوحال سے خالی نہیں متبوع کا دوبارہ ذکر کیا گیا ہوگا یانہ اول تاکیداور ثانی عطف بیان ہے۔(سوال باسولی ص ۴۵۲)

اس عبارت میں صاحب کافیہ توابع کی تعریف کررہے ہیں''تابع ہروہ ثانی اسم ہے جواپنے سابق کے اعراب کے ساتھ معرب ہوایک ہی جہت سے''۔

اغراض جامی:۔<u>وھو جمع تابع</u>: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔توابع کس کی جمع ہے؟ تابع کی یا تابعۃ کی۔دونوں احتمال درست نہیں پہلا احتمال اس لئے درست نہیں کہ تابع فاعل وصفی ہے اور فاعل وصفی کی جمع فواعل کے وزن پرنہیں آتی۔اور دوسرا احتمال اس لئے درست نہیں کہ توابع صفت ہے الاسماء کی اور قاعدہ ہے کہ اتصاف الجمع بالجمع یہ اتصاف المفرد بالمفرد کا تقاضا کرتا ہے۔تو اس قاعدہ کے مطابق جب توابع الاسماء کی صفت ہے تو اس کا واحد تابعۃ الاسم کی صفت ہوگا الاسم مذکر اور التابعۃ مؤنث ہے تو موصوف صفت میں مطابقت نہیں ہوگی۔

جواب:۔توابع یہ جمع ہے تابع کی۔رہا یہ سوال کہ تابع فاعل وصفی ہے اور فاعل وصفی کی جمع فواعل کے وزن پرنہیں آتی سو اس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ حقیقت میں یہ فاعل وصفی ہے لیکن یہاں یہ وصفیت سے اسمیت کی طرف منقول ہو چکا ہے کیونکہ تابع اب اسم بن چکا ہے ہر اسم ثانی کا جو معرب ہو باعراب سابق من جھۃ واحدۃ اور فاعل اسمی کی جمع فواعل کے وزن پر آتی ہے جیسے کاہل کی جمع کواہل،لہذا تابع کی جمع توابع آسکتی ہے۔(سوال کابلی ص ۲۷۸،سوال باسولی ص ۴۵۲)

<u>والمراد</u>: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔**سوال:**۔تابع کی تعریف جامع نہیں ہے کیونکہ یہ اِنَّ اِنَّ میں ان ثانی اور ضرب ضرب میں ضرب ثانی پر صادق نہیں آتی کیونکہ یہ معرب باعراب سابقہ نہیں ہے اسلئے کہ یہاں تو اعراب ہے ہی نہیں کیونکہ یہ دونوں مبنی الاصل ہیں حالانکہ یہ بھی تابع ہیں؟

جواب:۔توابع سے مراد توابع المرفوعات والمنصوبات والمجرورات ہیں مطلق توابع نہیں۔قرینہ یہ ہے کہ انہی کے توابع سے بحث ہورہی ہے۔لہذا اِنَّ اِنَّ میں ان ثانی اور ضرب ضرب میں ضرب ثانی پر تعریف کا صادق نہ آنا یہ تعریف کی

جامعیت کے لئے مضر نہیں۔(سوال کابلی ص۲۷۲)

ای کل متاخر: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ تابع کی تعریف جامع نہیں ہے جاء نی زید العالم و العاقل و الفاضل میں عاقل اور فاضل پر صادق نہیں آتی اس لئے کہ یہ تابع ثانی نہیں بلکہ ثالث اور رابع ہیں۔

جواب:۔ یہاں ثانی سے مراد ہر متأخر و بعد میں آنے والا خواہ دوسرا ہو یا تیسرا چوتھا اور یہ سب بعد میں ہیں اس لئے تعریف تمام پر صادق ہے۔ دیکھئے سوال کابلی: حاصله ان المراد بالثانی هو المتأخر (ص۲۷۸)

متی لوحظ: سے **شارح کی غرض** تین سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال (۱):۔ تابع کی تعریف اس تابع پر صادق نہیں آتی جو اپنے متبوع سے مقدم ہو جیسے ورحمة الله علیکم السلام اصل میں علیکم السلام ورحمة الله ہے اس میں رحمۃ اللہ تابع ہے لیکن اس پر تعریف صادق نہیں آتی کیونکہ یہ متأخر نہیں بلکہ مقدم ہے۔

جواب:۔ یہاں متأخر سے مراد متأخر فی الذکر نہیں بلکہ متأخر فی الرتبہ ہے مقصد یہ ہے کہ تابع ہر وہ متأخر ہے کہ جب اس کو اپنے سابق (متبوع) کے ساتھ لحاظ کیا جائے تو وہ دوسرے مرتبہ پر ہو اگر چہ لفظاً مقدم ہو لہذا تعریف اس تابع پر صادق آجائے گی جو اپنے متبوع سے مقدم ہے لیکن وہ تقدیم فی الذکر ہے فی الرتبہ نہیں ہے۔

سوال (۲):۔ تابع کی یہ تعریف اس عمرو پر صادق نہیں آتی جو جاء نی زید و عمرو بکر میں واقع اس لئے کہ یہ متأخر نہیں ہے بلکہ متوسط ہے۔

جواب:۔ متأخر سے مراد بالنسبۃ الی المتبوع ہے لا بالنسبۃ الی غیرہ اور جاء نی زید و عمرو بکر میں عمرو اپنے متبوع کی بنسبت متأخر ہے لہذا اس پر تعریف صادق آجائے گی۔

سوال (۳):۔ جب ثانی سے مراد متأخر ہے تو مصنفؒ کیلئے مناسب یہ تھا کہ متأخر کا لفظ ذکر کرتے تا کہ اشکال ہی وارد نہ ہوتا اس کی بجائے ثانی کا لفظ کیوں ذکر کیا۔

جواب:۔ متی لوحظ سے جواب دیا کہ یہاں ثانی سے مراد یہ ہے کہ جب اس کو اپنے متبوع کے ساتھ لحاظ کیا جائے تو وہ دوسرے مرتبہ اور درجہ پر ہو۔ جب ثانی سے رتبہ ثانیہ و درجہ ثانیہ مراد ہے تو اس کیلئے لفظ ثانی ہی مناسب و ملائم تھا نہ کہ لفظ متأخر اس لئے مصنفؒ نے ثانی کا لفظ پسند فرمایا (سوال کابلی ص۲۷۸)

متلبس: میں بیان ترکیب ہے کہ باعراب سابق یہ ظرف مستقر متعلق متلبس کے ہو کر صفت ہے ثانی کی۔

<u>اَیْ بِجِنْسِ اِعْرَابِ سَابِقَه</u> :۔ سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال :۔ تابع کی یہ تعریف تابع کے افراد میں سے کسی فرد پر بھی صادق نہیں آتی اس لئے کہ تابع کے افراد میں سے کوئی فرد بھی ایسا نہیں جو معرب باعراب سابق ہو کیونکہ اعراب ایک عرض ہے اور ضابطہ ہے قیام العرض بالمحلین المختلفین محال لہذا تابع کی تعریف کسی فرد پر صادق نہیں آئیگی۔

جواب :۔ اعراب سابقہ سے پہلے مضاف محذوف ہے جو کہ جنس ہے تقدیر عبارت بِجِنْسِ اِعْرَابِ سَابِقِه ہے۔ معنی یہ ہوگا تابع ہر وہ ثانی ہے جس میں اعراب سابق کی جنس پائی جائے نہ کہ بعینہٖ اعراب سابق پایا جائے (سوال باسولی ص ۴۵۴)

<u>بحیث یکون اعرابهٗ من جنس اعراب سابقه</u> :۔ سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال :۔ تابع کی تعریف جاءنی زید ابوک میں ابوک پر صادق نہیں آرہی ہے کیونکہ اس کا اعراب متبوع کے اعراب کی جنس نہیں ہے متبوع کا اعراب حرف کی جنس سے ہے تابع کا اعراب من جنس الحرکۃ ہے۔

جواب :۔ جنس سے مراد یہ ہے کہ دونوں مرفوع یا منصوب یا مجرور ہونے کی حیثیت سے من جنس واحد ہوں یعنی اگر متبوع مرفوع ہے تو تابع بھی مرفوع ہو متبوع منصوب ہے تو تابع بھی منصوب ہو وغیرہ عام ہے اعراب حرکتی ہو یا حرفی یا ایک پر اعراب حرکتی ہو دوسرے پر حرفی۔ (سوال کابلی ص ۲۷۹)

<u>شخصیة</u>:۔ سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال** :۔ تابع کی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں اس لئے کہ یہ تعریف خبر پر صادق آتی ہے کیونکہ وہ ثانی باعراب سابق ہے اور من جہۃ واحدۃ بھی ہے اس لئے کہ مبتداء اور خبر دونوں کا اعراب ایک عامل کیوجہ سے ہوتا ہے جو کہ ابتداء ہے حالانکہ خبر تابع نہیں ہے۔

جواب :۔ تابع کی تعریف میں من جہۃ واحدۃ سے مراد وحدت شخصی ہے وحدۃ نوعی نہیں ہے اور مبتداء اور خبر کے درمیان وحدت نوعی ہوتی ہے نہ کہ شخصی اس لئے کہ اگر چہ دونوں میں عامل ابتداء ہے لیکن وہ ابتداء اس حیثیت سے کہ مسند الیہ کا تقاضا کرتا ہے مبتدا میں عامل ہے اور اس حیثیت سے کہ مسند کا تقاضا کرتا ہے وہ خبر میں عامل ہے۔

<u>مثل جاء نی</u> : میں مثال بیان کرر ہے ہیں جیسے جاء نی زید العالم.

<u>فان العالم</u> : میں مثال کو مثل لہ پر منطبق کرر ہے ہے کہ عالم کا زید کے اعتبار سے لحاظ کیا جائے تو یہ اس اعتبار سے دوسرے مرتبہ میں ہے اور اس کا اعراب ماقبل کے اعراب کی جنس میں سے ہے اور وہ رفع ہے اور رفع دونوں میں جہت واحدہ شخصیہ سے پیدا ہونے والا ہے اور وہ جہت واحدہ شخصیہ فاعلیت ہے اس لئے کہ وہ محیثیت جو متکلم کے قصد میں زید کی طرف منسوب ہے وہ بمع اس زید کے تابع کے زید کی طرف منسوب ہے، مطلقاً زید کی طرف منسوب نہیں ہے۔

توابع کی تعریف میں فوائد قیود

فَقَوْلُهُ كُلُّ ثَانٍ يَشْمَلُ التَّوَابِعَ وَخَبَرَ الْمُبْتَدَأِ وَخَبَرَيْ كَانَ وَاِنَّ وَاَخَوَاتِهِمَا وَثَانِيْ مَفْعُوْلَيْ
تو مصنف کا قول "کُلُّ ثَانٍ" توابع مبتداء کی خبر، کان وان اوران دونوں کے اخوات کی دو خبروں اور ظننت اور اعطیت کے
ظَنَنْتُ وَاَعْطَيْتُ وَقَوْلُهُ بِاِعْرَابِ سَابِقِهِ يُخْرِجُ الْكُلَّ اِلَّا الْخَبَرَ الْمُبْتَدَأِ وَثَانِيْ مَفْعُوْلَيْ ظَنَنْتُ
دو مفعولوں میں سے مفعول ثانی کو شامل ہے۔ اور اس کا قول باعراب سابقہ تمام خبروں کو نکال دیتا ہے مگر مبتدأ کی خبر اور ظننت اور اعطیت کے
وَاَعْطَيْتُ وَقَوْلُهُ مِنْ جِهَةٍ وَاحِدَةٍ يُخْرِجُ هٰذِهِ الْاَشْيَاءَ لِاَنَّ الْعَامِلَ فِي الْمُبْتَدَأِ وَالْخَبَرِ وَاِنْ كَانَ
دو مفعولوں میں سے دوسرا۔ اور مصنف کا قول "من جہۃ واحدۃ" ان سب اشیاء کو نکال دے گا کیونکہ مبتداء وخبر میں عامل اگرچہ ابتداء
هُوَ الْاِبْتِدَاءُ اَعْنِي التَّجَرُّدَ عَنِ الْعَوَامِلِ اللَّفْظِيَّةِ لِلْاِسْنَادِ لٰكِنَّ هٰذَا الْمَعْنٰى مِنْ حَيْثُ اَنَّهُ يَقْتَضِيْ
یعنی تجرد عن العوامل اللفظیہ للاسناد ہی ہے لیکن یہ معنی (یعنی تجرید) اس حیثیت سے کہ مسند الیہ کا مقتضی ہے
مُسْنَدًا اِلَيْهِ صَارَ عَامِلًا فِي الْمُبْتَدَأِ وَمِنْ حَيْثُ اَنَّهُ يَقْتَضِيْ مُسْنَدًا صَارَ عَامِلًا فِي الْخَبَرِ فَلَيْسَ
مبتداء میں عامل ہو گیا اور اس حیثیت سے کہ مسند کا مقتضی ہے خبر میں عامل قرار پایا پس
اِرْتِفَاعُهُمَا مِنْ جِهَةٍ وَاحِدَةٍ وَكَذَا ظَنَنْتُ مِنْ حَيْثُ اَنَّهُ يَقْتَضِيْ مَظْنُوْنًا فِيْهِ وَمَظْنُوْنًا عَمِلَ
مبتداء وخبر کا مرفوع ہونا جہت واحدہ سے نہیں اور اسی طرح ظننت نے اس حیثیت سے کہ مظنون فیہ اور مظنون کا مقتضی ہے اپنے
فِيْ مَفْعُوْلَيْهِ فَلَيْسَ اِنْتِصَابُهُمَا مِنْ جِهَةٍ وَاحِدَةٍ وَكَذٰلِكَ اَعْطَيْتُ مِنْ حَيْثُ اَنَّهُ يَقْتَضِيْ
دونوں مفعولوں میں عمل کیا تو دونوں کا منصوب ہونا ایک جہت سے نہیں اسی طرح اعطیت نے اس حیثیت سے
اٰخِذًا وَمَاْخُوْذًا عَمِلَ فِيْ مَفْعُوْلِهِ فَلَيْسَ اِنْتِصَابُهُمَا مِنْ جِهَةٍ وَاحِدَةٍ
کہ آخذ اور ماخوذ کا مقتضی ہے اپنے دونوں مفعولوں میں عمل کیا پس دونوں کا منصوب ہونا ایک جہت سے نہیں

خلاصہ متن:۔ یہ عبارت مکمل شرح کی ہے اسی سابقہ متن کی مزید توضیح ہے۔

اغراض جامی:۔ فقوله کل ثان: میں تعریف کے فوائد قیود کا بیان ہے کہ کل ثان بمنزلہ جنس کے ہے تمام توابع یعنی مبتداء کی خبر، کان کی خبر، ان کی خبر اور باب ظننت کا مفعول ثانی اور باب اعطیت کا مفعول ثانی سب کو شامل ہے اس لئے کہ ان میں سے ہر ایک ثانی ہے۔ باعراب سابقه بمنزلہ فصل اول کے ہے اس سے مبتدا کی خبر اور باب ظننت کے مفعول ثانی اور

باب اعطیت کے مفعول ثانی کے علاوہ باقی سب خارج ہو گئے اس لئے کہ وہ معرب باعراب سابقہ نہیں ہیں۔ من جهة واحدة یہ بمنزلہ فصل ثانی کے ہے اس سے مبتدا کی خبر باب اعطیت اور ظننت کے مفعول ثانی سب خارج ہو گئے۔ مبتداء کی خبر تو اس لئے کہ مبتدا اور خبر دونوں میں اگر چہ عامل ابتداء ہے یعنی عوامل لفظیہ سے خالی ہونا اسناد کے لئے۔ لیکن یہ معنی ابتداء اس حیثیت سے کہ وہ مسند الیہ کا تقاضا کرتا ہے مبتداء میں عامل ہے اور اس حیثیت سے کہ وہ مسند کا تقاضا کرتا ہے خبر میں عامل ہے۔ تو مبتدا اور خبر دونوں کا مرفوع ہونا جہت واحدہ سے نہ ہوا۔ اور باب ظننت کا مفعول ثانی اس لئے خارج ہو گیا کہ اگر چہ مفعول اول اور مفعول ثانی دونوں میں عامل ظننت ہے لیکن ظننت اس حیثیت سے کہ مظنون فیہ کا تقاضا کرتا ہے مفعول اول میں عامل ہے اور اس حیثیت سے کہ مظنون کا تقاضا کرتا ہے مفعول ثانی میں عامل ہے۔ پس مفعول اول اور ثانی دونوں کا نصب جہت واحدہ سے نہ ہوا۔ اور باب اعطیت کا مفعول ثانی اس لئے خارج ہو گیا کہ اگر چہ مفعول اول اور ثانی میں اعطیت عامل ہے لیکن اعطیت اس حیثیت سے کہ وہ آخذ کا تقاضا کرتا ہے مفعول اول میں عامل ہے اور اس حیثیت سے کہ وہ ماخوذ کا تقاضا کرتا ہے مفعول ثانی میں عامل ہے لہذا مفعول اول اور ثانی دونوں کا نصب جہت واحدہ سے نہ ہوا۔

ایک سوال مقدر کا جواب

وَاعْلَمْ اَنَّ الْاِعْرَابَ الْمُعْتَبَرَ فِيْ هٰذَا التَّعْرِيْفِ بِالنِّسْبَةِ اِلَى اللَّاحِقِ وَالسَّابِقِ اَعَمُّ مِنْ اَنْ يَّكُوْنَ
اور جان لیجئے کہ اعراب جو اس تعریف میں لاحق و سابق کی نسبت سے معتبر ہے وہ عام ہے اس سے کہ
لَفْظِيًّا اَوْ تَقْدِيْرِيًّا اَوْ مَحَلِّيًّا حَقِيْقَةً اَوْ حُكْمًا فَلَا يَرِدُ نَحْوُ جَاءَ نِيْ هٰؤُلَاءِ الرِّجَالُ وَيَازَيْدُ ن
لفظی ہو یا تقدیری ہو یا محلی۔ حقیقی ہو یا حکمی ہو لہذا جَاءَ نِیْ هٰؤُلَاءِ الرِّجَالُ اور یَازَیْدُ ن
الْعَاقِلُ وَلَا رَجُلَ ظَرِيْفًا
الْعَاقِلُ کا اعتراض وارد نہ ہوگا اور نہ ہی لَا رَجُلَ ظَرِیْفًا کا

اغراض جامی:۔ واعلم: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ تابع کی تعریف مذکور جامع نہیں ہے یہ اس الرجال پر صادق نہیں آتی جو جاء نی هؤلاء الرجال میں واقع ہے اس لئے کہ هؤلاء کا رفع محلی اور الرجال کا رفع لفظی ہے۔ تو یہ معرب باعراب سابقہ نہ ہوا۔ اسی طرح یہ تعریف اس العاقل پر صادق نہیں آتی جو یا زیدن العاقل میں واقع ہے اس لئے کہ زید کا ضمہ بنائی (مبنی کا) ہے اور العاقل کا رفع اعرابی ہے۔ یہ بھی معرب باعراب سابقہ نہ ہوا۔ اسی طرح یہ تعریف ظریفا پر صادق نہیں آتی جو لا رجل ظریفا میں واقع ہے اس لئے کہ

رجل کا فتحہ بنائی ہے اور ظریفا کا نصب اعرابی ہے۔یہ بھی معرب باعراب سابقہ نہ ہوا۔اسی طرح یہ تعریف اس عالم پر صادق نہیں آتی جو جاء نی موسی العالم میں واقع ہے اس لئے کہ موسی کا رفع تقدیری ہے اور عالم کا رفع لفظی ہے۔تو یہ بھی معرب باعراب سابقہ نہ ہوا۔حالانکہ یہ سب توابع ہیں۔

جواب: ۔تابع کی تعریف میں سابق (متبوع) اور لاحق (تابع) کے اعتبار سے جو اعراب معتبر ہے اس میں تعیم ہے خواہ لفظی ہو یا تقدیری، حقیقی ہو یا حکمی، اعرابی ہو یا محلی۔اس تعیم کے بعد یہ تعریف ان تمام توابع پر صادق آ جائے گی۔کیونکہ اول مثال ھؤلاء میں کسرہ اعراب نہیں نہ حقیقۃ اور نہ حکما نہ لفظا اور نہ تقدیرا بلکہ اس میں اعراب محلی ہے اس لیے اس کے لفظ پر حمل جائز نہیں بلکہ محل پر محمول کیا جائے گا اور اس کا محل رفع ہے لہٰذا الرجال کا رفع واجب ہے اور مثال ثانی میں زید کا اعراب حکمی ہے کیونکہ زید کا ضمہ اگر چہ حقیقت میں اعراب نہیں لیکن اعراب کے حکم میں ہے اس لیے اس میں دو وجوہ جائز ہیں (جیسا کہ منصوبات میں گزر چکا ہے) اگر زید کا ضمہ رفع کے حکم میں نہ ہوتا تو اس کی صفت کو لفظ پر محمول کر کے مرفوع پڑھنا جائز نہ ہوتا اور تیسری مثال میں رجل کا فتح اعراب یعنی نصب کے حکم میں ہے اس لیے نصب کے ساتھ ظریفا کا لفظ رجل پر لفظا حمل جائز ہے اور ظریفا کو رجل پر محمول کر کے مبنی پڑھنا بھی جائز ہے اور محل بعید پر حمل کر کے رفع بھی جائز ہے۔

توابع کی تعریف میں لفظ کل کی بحث

ثُمَّ اَنَّ لَفْظَةَ كُلُّ هٰهُنَا لَيْسَتْ فِيْ مَوْقِعِهَا لِاَنَّ التَّعْرِيْفَ اِنَّمَا يَكُوْنُ

پھر یہاں لفظ کل اپنے موقع میں نہیں کیونکہ تعریف تو سوائے اس کے نہیں جنس کے لیے اور

لِلْجِنْسِ وَ بِالْجِنْسِ لَا لِلْاَفْرَادِ وَبِالْاَفْرَادِ فَالْمَحْدُوْدُ بِالْحَقِيْقَةِ التَّابِعُ وَالْحَدُّ مَدْخُوْلُ كُلِّ

جنس کے ساتھ ہوتی ہے نہ کہ افراد کے لیے اور افراد کے ساتھ تو درحقیت محدود تابع ہے اور حد کل کا مدخول

وَهُوَ ثَانٍ بِاِعْرَابِ سَابِقِهٖ مِنْ جِهَةٍ وَاحِدَةٍ لٰكِنَّهٗ لَمَّا اُدْخِلَ كُلُّ عَلَيْهِ اَفَادَ صِدْقَ الْمَحْدُوْدِ

اور وہ "ثَانٍ بِاِعْرَابِ سَابِقِهٖ مِنْ جِهَةٍ وَاحِدَةٍ" ہے لیکن جب کل تعریف مذکور پر داخل ہوا تو دخول کل نے محدود کے

عَلٰى كُلِّ اَفْرَادِ الْحَدِّ فَيَكُوْنُ مَانِعًا وَالظَّاهِرُ اِنْحِصَارُ الْمَحْدُوْدِ فِيْهَا لِعَدَمِ ذِكْرِ غَيْرِهَا فَيَكُوْنُ

تمام افراد حد پر صادق نہ آنے کا فائدہ دیا تو تعریف مانع ہو گئی اور ظاہر محدود کا افراد حد میں انحصار ہے کیونکہ افراد حد کا غیر مذکور نہیں تو

جَامِعًا فَيَحْصُلُ حَدٌّ جَامِعٌ وَ مَانِعٌ يَكُوْنُ جَمْعُهٗ وَمَنْعُهٗ كَالْمَنْصُوْصِ عَلَيْهِ

حد جامع بھی ہو گئی تو ایک جامع اور مانع تعریف حاصل ہو گئی جس کا جامع ومانع ہونا منصوص علیہ کی طرح ہو گیا

اغراض جامی: ۔ثُمَّ اِنَّ لَفْظَةَ کُلٍّ هٰهُنَا: سے شارح ایک اعتراض نقل کر کے المحدود سے اس کا جواب پیش کر رہے ہیں۔

سوال: ۔تعریف میں لفظ کل کا ذکر اپنے موقع میں نہیں ہے کیونکہ لفظ کل افراد کے احاطے کے لئے آتا ہے۔اس کو تعریف میں ذکر کرنے سے افراد کے ساتھ تعریف لازم آتی ہے حالانکہ تعریف افراد کے ساتھ نہیں ہوتی بلکہ جنس کے ساتھ ہوتی ہے۔ نیز توابع کو بصیغہ جمع لانا بھی درست نہیں اس لئے کہ جمع میں افراد ملحوظ ہوتے ہیں۔اس سے افراد کی تعریف لازم آئی حالانکہ تعریف افراد کی نہیں ہوتی بلکہ جنس کی ہوتی ہے خلاصہ یہ کہ محدود کیلئے جنس ہونا ضروری ہے اور حد کیلئے بھی، ضابطہ ہے التعریف للجنس بالجنس۔

جواب: ۔شارح نے فالمحدود سے اس کا جواب دیا کہ یہاں محدود حقیقت میں توابع نہیں ہے بلکہ تابع ہے جس پر توابع جمع دلالت کرتا ہے اور حد حقیقت میں کلّ کا مدخول ثانی ہے، یعنی تعریف ثان باعراب سابقه سے شروع ہوتی ہے اور لفظ کل حد سے خارج ہے۔لهٰذا نہ تعریف افراد کے ساتھ لازم آئی نہ ہی افراد کی تعریف لازم آئی۔

لٰكِنَّهٗ لَمَّا اُدْخِلَ کُلُّ: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔جب لفظ کل تعریف میں داخل نہیں اس کا حصہ نہیں ہے تو اس کو ذکر کرنے کا کیا فائدہ ہے؟

جواب: ۔لفظ کل کو ذکر کرنے کا فائدہ تعریف کو مطرد و مانع بنانا ہے کیونکہ لفظ کل نے یہ فائدہ دیا کہ محدود حد کے افراد میں سے ہر ہر فرد پر صادق آئے تو تعریف مانع عن دخول الغیر ہوگئی کیونکہ مانع ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ہر وہ چیز کہ جس پر حد صادق ہو اس پر محدود بھی صادق ہو، کلما صدق علیه الحدصدق علیه المحدود (توضیح)

وَالظَّاهِرُ انْحِصَارُ: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔لفظ کل کو ذکر کرنے سے تعریف مانع تو ہوگئی لیکن جامع تو نہیں بنے گی۔

جواب: ۔ظاہر یہی ہے کہ محدود حد کے افراد (توابع خمسہ) میں بند ہے کیونکہ ان کے غیر کا ذکر ہی نہیں یعنی پانچ توابع کے علاوہ کسی اور تابع کا ذکر نہیں ہے معلوم ہوا محدود انہی پانچ میں منحصر ہے پس تعریف جامع مانع ہوگئی۔اور اس کی جامعیت اور مانعیت لفظ کل کی وجہ سے منصوص علیہ کی طرح ہوگئی۔

تَوَابع کی اقسام

نعت کی تعریف

اَلنَّعْتُ تَابِعٌ	جِنْسٌ شَامِلٌ لِلتَّوَابِعِ کُلِّهَا وَقَوْلُهٗ يَدُلُّ عَلٰى مَعْنًى فِيْ مَتْبُوْعِهٖ	اَیْ يَدُلُّ بِهَيْاَةٍ
نعت وہ تابع ہے	جنس ہے جو تمام توابع کو شامل ہے اور مصنف کا قول جو دلالت کرتا ہے ایسے معنی پر جو اس کے متبوع میں ہے	یعنی تابع اپنے

تَرْكِيْبِيَّةٍ مَعَ مَتْبُوْعِهٖ عَلٰى حُصُوْلِ مَعْنًى فِيْ مَتْبُوْعِهٖ مُطْلَقًا اَىْ دَلَالَةً مُطْلَقَةً غَيْرَ مُقَيَّدَةٍ

متبوع کے ہمراہ مرکب ہونے کی ہیئت کے ساتھ ایسے معنی کے حصول پر دلالت کرے جو اس کے متبوع میں ہے مطلقاً یعنی دلالت مطلق ہو

بِخُصُوْصِيَّةِ مَادَّةٍ مِنَ الْمَوَادِ اِحْتِرَازٌ عَنْ سَائِرِ التَّوَابِعِ وَلَايَرِدُ عَلَيْهِ الْبَدَلُ فِيْ مِثْلِ قَوْلِكَ

مواد میں سے کسی مادہ کی خصوصیت کے ساتھ مقید نہ ہو (جس کے ذریعے) باقی توابع سے احتراز ہے اور نعت کی تعریف پر تمہارے قول

اَعْجَبَنِيْ زَيْدٌ عِلْمُهٗ وَالْمَعْطُوْفُ فِيْ مِثْلِ قَوْلِكَ اَعْجَبَنِيْ زَيْدٌ وَ عِلْمُهٗ وَلَا التَّاكِيْدُ فِيْ مِثْلِ

اَعْجَبَنِيْ زَيْدٌ عِلْمُهٗ کی مانند میں بدل اور تمہارے قول اَعْجَبَنِيْ زَيْدٌ وَ عِلْمُهٗ کے مانند میں معطوف اور تمہارے قول

قَوْلِكَ جَاءَنِي الْقَوْمُ كُلُّهُمْ لِدَلَالَةِ كُلِّهِمْ عَلٰى مَعْنَى الشُّمُوْلِ فِي الْقَوْمِ فَاِنَّ دَلَالَةَ التَّوَابِعِ

جَاءَنِي الْقَوْمُ كُلُّهُمْ کے مثل میں تاکید کا اعتراض وارد نہ ہوگا بوجہ كُلُّهُمْ کے دلالت کرنے کے قوم میں شمول کے معنی پر۔ پس ان امثلہ میں توابع کی دلالت

فِيْ هٰذِهِ الْاَمْثِلَةِ عَلٰى حُصُوْلِ مَعْنًى فِي الْمَتْبُوْعِ اِنَّمَا هِيَ لِخُصُوْصِ مَوَادِّهَا فَلَوْ جُرِّدَتْ

متبوع میں معنی کے حصول پر ان موادکی خصوصیت کی وجہ سے ہے پس اگر ان امثلہ کو ان مواد سے خالی کرلیا جائے

عَنْ هٰذِهِ الْمَوَادِ كَمَا يُقَالُ اَعْجَبَنِيْ زَيْدٌ غُلَامُهٗ وَاَعْجَبَنِيْ زَيْدٌ وَغُلَامُهٗ اَوْ جَاءَنِيْ زَيْدٌ نَفْسُهٗ

جیسا کہ کہا جائے اَعْجَبَنِيْ زَيْدٌ غُلَامُهٗ یا اَعْجَبَنِيْ زَيْدٌ و غُلَامُهٗ یا جَاءَنِيْ زَيْدٌ نَفْسُهٗ

لَاتَجِدُ لَهَا دَلَالَةً عَلٰى مَعْنًى فِيْ مَتْبُوْعَاتِهَا بِخِلَافِ الصِّفَةِ فَاِنَّ الْهَيْئَةَ التَّرْكِيْبِيَّةَ بَيْنَ الصِّفَةِ

تو تو ان امثلہ کے لیے ایسے معنی پر دلالت نہ پائے گا جو ان کے متبوعات میں ہو بخلاف صفت کے کہ صفت اور موصوف کے درمیان جو ہیئت

وَالْمَوْصُوْفِ تَدُلُّ عَلٰى حُصُوْلِ مَعْنًى فِيْ مَتْبُوْعِهَا فِيْ اَىِّ مَادَّةٍ كَانَتْ

ترکیبیہ ہے وہ جس مادہ میں ہو اپنے متبوعات میں معنی کے حصول پر دلالت کرتی ہے۔

خلاصہ متن: ۔صاحب کافیہ اس عبارت میں توابع کی پہلی قسم نعت کی تعریف کرر ہے ہیں اس کے بعد اس کے احکام بیان کریں گے نعت کی تعریف یہ ہے کہ "نعت وہ تابع ہے کہ جو ایسے معنی پر دلالت کرے جو اس کے متبوع میں پایا جائے مطلقاً یعنی ہر حال میں ہر مادہ میں"

اغراض جامی: ۔جِنْسٌ شَامِلٌ: سے شارح فوائد قیود بیان کررہے ہیں۔لفظ تابع بمنزلہ جنس کے ہے جو تمام توابع کو شامل ہے۔

<u>ای بدل بھیئۃ ترکیبیۃ مع متبوعہ:</u> سے توضیح متن ہے کہ ہیئت ترکیبیہ کے بغیر یعنی حالت انفراد میں تو نعت مطلق معنی پر دلالت کرتی ہے اس معنی پر دلالت نہیں کرتی جو اس کے متبوع میں پایا جاتا ہے لیکن ہیئت ترکیبیہ کے ساتھ ایسے معنی پر دلالت کرتی ہے جو اس کے متبوع میں پایا جاتا ہے (سوال باسولی ص ۴۵۶)

<u>بابھیئۃ ترکیبیۃ مع متبوعہ:</u> سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : ۔نعت کی تعریف جامع نہیں ہے جاءنی زیدٌ ہذا میں ہذا پر صادق نہیں آتی کیونکہ ہذا ایسے معنی پر دلالت نہیں کرتا جو اس کے متبوع میں پایا جارہا ہو کیونکہ ہذا کا معنی اشارہ ہے اور یہ معنی زید متبوع میں موجود نہیں ہیں۔

جواب : ۔مایدل علی معنی فی متبوعہ سے مراد یہ ہے کہ نعت اس ہیئت ترکیبیہ کے ساتھ اپنے متبوع کے ساتھ مل کر ایسے معنی پر دلالت کرے گی جو اس کے متبوع میں پایا جارہا ہے اور مثال مذکور میں بھی کلمہ ہذا ہیئت ترکیبیہ کے بعد اپنے متبوع زید کے ساتھ مل کر ایسے معنی پر دلالت کررہا ہے جو کہ اس کے متبوع میں پایا جارہا ہے وہ ہے زید کا مشارٌ الیہ ہونا (سوال کابلی ص ۲۸۰)

<u>علی حصول:</u> میں بیان ترکیب ہے کہ فی متبوعہ ظرف مستقر حاصل کے متعلق ہو کر صفت ہے معنی کی۔یا **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : ۔نعت کی تعریف جامع نہیں ہے اس صفت پر صادق نہیں آتی جو قضیہ کاذبہ میں واقع ہو مثلاً جاءنی زیدٌ المضروب کل شخص اب ہر شخص کا مضروب ہونا ایسا معنی ہے جو کہ زید میں متصور نہیں ہوسکتا حالانکہ المضروب زید کی صفت ہے۔

جواب : ۔دلالت علی معنی فی متبوعہ سے مراد دلالت علی حصول معنی وفہم معنی ہے یعنی نعت ایسے معنی پر دلالت کرتی ہے جو متبوع میں حاصل ہو اور متبوع سے سمجھا جائے خواہ واقع میں وہ معنی متصور ہوسکے یا نہ اور مثال مذکور میں بھی ہیئت ترکیبیہ حصول معنی وفہم معنی پر دلالت کررہی ہے وہ ہے مضروبیت زید لکل شخص اگرچہ واقع میں یہ کذب ہے (سوال کابلی ص ۲۸۰)

<u>ای دلالۃ مطلقۃ :</u> سے اشارہ کیا کہ مطلقاً یدل کا مفعول مطلق ہے باعتبار حذف موصوف اصل میں دلالۃً مطلقۃً تھا۔

<u>غیر مقیدۃ :</u> میں ایک وہم کو دور کردیا۔وہ **وہم** یہ تھا کہ شاید مطلقا سے مراد عموم فی النعت ہو یعنی اس سے نعت کی دونوں قسموں (نعت بحال المنعوت یا نعت بحال متعلق المنعوت) کی طرف اشارہ ہو۔شارح نے اس وہم کو دور کردیا مطلق سے مراد یہ ہے کہ نعت کی دلالت علی حصول المعنی کسی مادے کی خصوصیت کی وجہ سے نہ ہو بلکہ تمام جگہوں میں پائی جائے۔

<u>احترز:</u> میں فوائد قیود کا بیان ہے۔کہ یدل علی معنیً بمنزل فصل کے ہے اس سے نعت کے علاوہ باقی تمام توابع خارج ہوگئے

<u>ولا یرد:</u> سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : ۔نعت کی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں بدل اور معطوف بحرف اور تاکید پر صادق آتی ہے کیونکہ یہ ایسے معنی پر

دلالت کرتے ہیں جو ان کے متبوع میں پایا جاتا ہے مثلاً اعجبنی زید علمه اس میں علمہ بدل ہے اور یہ ایسے معنی پر دلالت کرتا ہے جو اس کے متبوع زید میں پایا جاتا ہے اور اَعْجَبَنِیْ زَیْدٌ وَ عِلْمُهٗ اس میں علمہ معطوف بحرف ہے اور یہ ایسے معنی پر دلالت کرتا ہے جو اس کے متبوع زید میں پایا جاتا ہے اور جاء نی القوم کلهم اس میں کلھم تاکید ہے اور یہ ایسے معنی پر دلالت کرتا ہے جو اس کے متبوع یعنی قوم میں پایا جاتا ہے؟

جواب:۔نعت کی تعریف میں مطلقا کی قید سے بدل، معطوف بحرف، تاکید تینوں خارج ہو گئے اس لئے مطلقا کا مطلب یہ ہے کہ نعت کی دلالت معنی منعوت پر کسی مادہ کی خصوصیت کی وجہ سے نہیں ہوتی بلکہ جمیع افراد و جمیع مواد میں پائی جاتی ہے بخلاف بدل، معطوف بحرف اور تاکید کے ان کا ان مثالوں میں ایسے معانی پر دلالت کرنا جو ان کے متبوع میں پائے جاتے ہیں یہ ان مواد کی خصوصیت کی وجہ سے ہے مطلقا نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر ان امثلہ کو ان مواد سے خالی کر دیا جائے تو یہ اس معنی پر دلالت نہیں کریں گے جو انکے متبوع میں پایا جاتا ہے مثلاً جب اعجبنی زید علمه کی بجائے اعجبنی زید غلامه کہا جائے تو بدل یعنی غلامہ اس معنی پر دلالت نہیں کرے گا جو اس کے متبوع یعنی زید میں پایا جاتا ہے اور اعجبنی زید وعلمه کی بجائے اعجبنی زید وغلامه کہا جائے تو معطوف بحرف یعنی غلامہ اس معنی پر دلالت نہیں کرے گا جو اس کے متبوع یعنی زید میں پایا جائے اسی طرح جاء نی القوم کلهم کی بجائے جاء نی زید نفسه کہا جائے تو تاکید یعنی نفسہ یہ اس معنی پر دلالت نہیں کرتا جو اس کے متبوع یعنی زید میں پایا جاتا ہے، بخلاف نعت کے کہ اس کی دلالت متبوع کے معنی پر تمام مادوں میں ہر جگہ ہر حال میں ہوتی ہے کسی معین مخصوص مادہ کے ساتھ خاص نہیں ہے مثلاً جاءنی زیدن العالم میں العالم ہٹا کر اس کی جگہ القائم یا الفاضل رکھ دیں تو یہ بھی صفت والے معنی پر دلالت کرینگے۔

نعت کا فائدہ

وَفَائِدَتُهٗ اَیْ فَائِدَةُ النَّعْتِ غَالِبًا تَخْصِیْصٌ فِی النَّکِرَةِ کَرَجُلٍ عَالِمٍ اَوْتَوْضِیْحٌ فِی الْمَعْرِفَةِ

اور اس کا فائدہ یعنی نعت کا فائدہ غالبا نکرہ میں تخصیص ہے جیسے رجل عالم یا توضیح ہے معرفہ میں

کَزَیْدِ ،الظَّرِیْفِ. وَقَدْیَکُوْنُ لِمُجَرَّدِ الثَّنَاءِ مِنْ غَیْرِ قَصْدِتَخْصِیْصٍ وَتَوْضِیْحٍ نَحْوُ بِسْمِ اللهِ

جیسے زیدن الظریف اور صفت کبھی محض ثناء کے لیے ہوتی ہے بلاقصد تخصیص وتوضیح کے جیسے بسم اللہ

الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَوْلِمُجَرَّدِالذَّمِ نَحْوُ اَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ اَوْلِمُجَرَّدِ التَّاکِیْدِ مِثْل

الرحمٰن الرحیم یا محض مذمت کے لیے جیسے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم یا محض تاکید کے لیے جیسے

نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ اِذِالْوَحْدَةُ تُفْهَمُ مِنَ التَّاءِ فِیْ نَفْخَةٍ فَاُکِّدَتْ بِالْوَحْدَةِ

نفخة واحدة کیونکہ وحدت تو نفخۃ میں تاء سے سمجھی جاتی ہے تو اس وحدت کی لفظ وحدت سے تاکید کردی گئی

خلاصہ متن: ۔صاحب کافیہ نے اس عبارت میں باعتبار فائدہ کے نعت کی تقسیم بیان کی ہے۔کہ باعتبار فائدہ کے نعت کی پانچ قسمیں ہیں (۱) نعت مخصصہ (۲) نعت موضحہ (۳) نعت مادحہ (۴) نعت ذامہ (۵) نعت موکدہ۔ ہر ایک کی تعریف بمع امثلہ شرح میں ملاحظہ فرمائیں۔

اغراض جامی: ۔باعتبار فائدہ کے نعت کی پانچ قسمیں ہیں (۱) نعت مخصصہ (۲) نعت موضحہ (۳) نعت مادحہ (۴) نعت ذامہ (۵) نعت موکدہ۔

(۱) نعت مخصصہ ۔۔ وہ ہے جس کا منعوت (موصوف) نکرہ ہو اور وہ صفت اس میں تخصیص کردے اور تخصیص کا معنی ہے تقلیل الاشتراک فی النکرات (نکرہ میں شرکاء کا کم ہونا) یعنی نعت سے پہلے منعوت جن افراد پر صادق آتا تھا نعت کے بعد وہ ان تمام افراد پر صادق نہ آئے بلکہ بعض افراد پر صادق آئے جیسے جاء نی رجل عالم اس میں نعت سے پہلے رجل عام تھا جو عالم و جاہل سب کو شامل تھا جب اس کی صفت عالم لائی گئی تو اس میں تخصیص پیدا ہوگئی۔ اشتراک کم ہو گیا رجل جاہل خارج ہو گیا۔

(۲) نعت موضحہ :۔وہ ہے جس کا منعوت معرفہ ہو اور نعت سے مقصود منعوت کی توضیح ہو۔توضیح کا معنی ہے رفع الاجمال عن المعارف (معرفہ سے اجمال کو ختم کرنا) جیسے جاء نی زید الفاضل اس میں فاضل زید کی نعت ہے نعت سے پہلے زید میں اجمال وابہام تھا جب اس کی نعت لائی گئی تو اجمال رفع ہو گیا۔

(۳) نعت مادحہ:۔وہ ہے جس کا موصوف معرفہ ہو اور نعت سے مقصود منعوت کی مدح ہو جیسے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

(۴) نعت ذامہ:۔وہ ہے جس کا موصوف معرفہ ہو اور نعت سے مقصود منعوت کی مذمت ہو جیسے اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔

(۵) نعت موکدہ :۔وہ ہے جو اس معنی کی تاکید کردے جو موصوف سے سمجھا جارہا ہے جیسے نفخۃ واحدہ اس میں وحدت نفخۃ کی تاء سے سمجھی جارہی تھی کیونکہ یہ تاء وحدت کی ہے۔ پھر واحدۃ اسی کی تاکید کیلئے لایا گیا ہے۔

ان پانچ میں سے صفت مخصصہ اور موضحہ کثیر الاستعمال باقی تین قلیل الاستعمال ہیں۔

<u>ای فائدۃ النعت</u>:۔سے غرض فائدۃ کی ضمیر کے مرجع کو بیان کرنا ہے۔

<u>غالبا</u>:۔سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔**سوال**:۔عبارت میں اصل ایجاز اور اختصار ہوتا ہے تو مصنف کو چاہیے تھا کہ یوں کہتے وفائدتہ تخصیص او توضیح الخ وقد یکون کا اضافہ کیوں کیا؟

جواب:۔ قسم اول وثانی کثیر الاستعمال ہیں اور باقی تین قلیل الاستعمال تو مصنف نے باقی تین اقسام کے ساتھ قد تقلیلیہ کا اضافہ کر کے اسی بات کی طرف اشارہ کر دیا۔

من غیر قصد تخصیص و توضیح: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ ہم تسلیم نہیں کرتے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں صفت الرحمٰن والرحیم مجرد ثناء کیلئے ہیں بلکہ توضیح کیلئے ہیں کیونکہ جب عالم جاہل کیلئے اللہ تعالیٰ کو صفت رحمانیہ ورحیمیت کے ساتھ موصوف کرے گا تو یہ توضیح کا فائدہ دیں گی۔

جواب:۔ تسلیم ہے ان میں توضیح ہے لیکن ہماری بحث اس صورت میں ہے جب ان سے تخصیص وتوضیح کا قصد نہ کیا جائے اور محض ثناء کیلئے بنایا جائے (سوال کابلی ص ۲۸۱)

مسئلہ مختلف فیہ میں جمہور کا رد

وَلَمَّا كَانَ غَالِبُ مَوَادِّ الصِّفَةِ الْمُشْتَقَّاتِ تَوَهَّمَ كَثِيْرٌ مِنَ النَّحْوِيِّيْنَ اَنَّ الْاِشْتِقَاقَ شَرْطٌ فِي النَّعْتِ
اور جب کہ صفت کی اکثر جگہیں مشتق تھیں تو بہت سے نحویوں کو وہم لگا کہ نعت کا مشتق ہونا شرط ہے
حَتّٰى تَاَوَّلُوْا غَيْرَ الْمُشْتَقِّ اِلَى الْمُشْتَقِّ وَلَمَّا لَمْ يَكُنْ هٰذَا مَرْضِيًّا لِلْمُصَنِّفِ رَدَّهُ بِقَوْلِهٖ وَلَا فَصْلَ
حتیٰ کہ انہوں نے غیر مشتق کی مشتق کی طرف تاویل کی اور جب یہ شرط مصنف کے ہاں پسندیدہ نہ تھی تو اسے اپنے (اس) قول سے رد کر دیا اور نہیں فرق
اَيْ لَا فَرْقَ بَيْنَ اَنْ يَكُوْنَ النَّعْتُ مُشْتَقًّا اَوْ غَيْرَهُ فِيْ صِحَّةِ وُقُوْعِهٖ نَعْتًا اِذَا كَانَ وَضْعُهٗ
یعنی کوئی فرق نہیں اس بات کے درمیان کہ نعت مشتق ہو یا غیر مشتق نعت کے نعت واقع ہونے کی صحت میں جبکہ اس کی وضع
اَيْ وَضْعُ غَيْرِ الْمُشْتَقِّ لِغَرَضِ الْمَعْنٰى اَيْ لِغَرَضِ الدَّلَالَةِ عَلَى الْمَعْنَى الْوَاقِعِ فِي الْمَتْبُوْعِ
یعنی غیر مشتق کی وضع معنی کی غرض کے لیے ہو یعنی (اس کی وضع) اس معنی پر دلالت کرنے کی غرض کے لیے ہو جو متبوع میں واقع ہو
عُمُوْمًا اَيْ فِيْ جَمِيْعِ الْاِسْتِعْمَالَاتِ مِثْلُ تَمِيْمِيٍّ وَذِيْ مَالٍ فَاِنَّ التَّمِيْمِيَّ يَدُلُّ دَائِمًا عَلٰى اَنَّ
عموماً یعنی جمیع استعمالات میں جیسے تمیمی اور ذی مال پس بلا شبہ تمیمی ہمیشہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ
لِذَاتٍ مَا نِسْبَةً اِلٰى قَبِيْلَةِ تَمِيْمٍ وَذِيْ مَالٍ يَدُلُّ عَلٰى اَنَّ ذَاتًا مَا صَاحِبُ مَالٍ اَوْ خُصُوْصًا اَيْ فِيْ
ایک ذات کی قبیلہ تمیم کی طرف نسبت ہے اور ذو مال اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ایک ذات صاحب مال ہے یا خصوصاً یعنی
بَعْضِ الْاِسْتِعْمَالَاتِ بِاَنْ يَدُلَّ فِيْ بَعْضِ الْمَوَاضِعِ عَلٰى حُصُوْلِ مَعْنًى لِذَاتٍ مَا وَحِيْنَئِذٍ يَجُوْزُ اَنْ
بعض استعمالات میں اس طرح کہ بعض مواضع میں کسی ذات کے لیے معنی کے حصول پر دلالت نہیں کرے گا اور اس وقت صحیح ہوگا

يُقَعَ نَعْتًا وَ فِي بَعْضِهَا لَايَدُلُّ عَلٰى ذٰلِكَ وَحِيْنَئِذٍ لَايَصِحُّ جَعْلُهٗ نَعْتًا مِثْلُ مَرَرْتُ بِرَجُلٍ اَيِّ

یہ کہ وہ نعت واقع ہو اور اسکے بعض میں اس معنی (کمال) پر دلالت نہیں کرتا لہٰذا اس وقت اس کا نعت واقع ہونا صحیح نہیں ہے جیسے مَرَرْتُ بِرَجُلٍ اَيِّ

رَجُلٍ اَيْ كَامِلٍ فِي الرَّجُوْلِيَّةِ فَاَيُّ رَجُلٍ بِاعْتِبَارِ دَلَالَتِهٖ فِيْ مِثْلِ هٰذَا التَّرْكِيْبِ عَلٰى كَمَالِ

رَجُلٍ یعنی رجولیت میں کامل۔ پس فَاَيُّ رَجُلٍ کا اپنے کمال رجولیت پر دلالت کرنے کے اعتبار سے اس جیسی ترکیب میں

الرَّجُوْلِيَّةِ يَصِحُّ اَنْ يَّقَعَ نَعْتًا وَفِيْ مِثْلِ اَيُّ رَجُلٍ عِنْدَكَ لَايَدُلُّ عَلٰى هٰذَا الْمَعْنٰى فَلَايَصِحُّ اَنْ يَّقَعَ

صفت واقع ہونا صحیح ہے اور اَيُّ رَجُلٍ عِنْدَكَ کی مثل میں اس معنی پر دلالت نہیں کرتا پس اس کا نعت واقع ہونا صحیح نہیں ہے

نَعْتًا وَمِثْلُ مَرَرْتُ بِهٰذَا الرَّجُلِ فَاِنَّ "هٰذَا" يَدُلُّ عَلٰى ذَاتٍ مُبْهَمَةٍ وَالرَّجُلَ عَلٰى ذَاتٍ مُعَيَّنَةٍ

اور مَرَرْتُ بِهٰذَا الرَّجُلِ کی مثل میں۔ پس بلاشبہ هٰذَا ذات مبہمہ پر دلالت کرتا ہے اور رجل ذات معینہ پر

وَخُصُوْصِيَّةُ الذَّاتِ الْمُعَيَّنَةِ بِمَنْزِلَةِ مَعْنًى حَاصِلٍ فِي الذَّاتِ الْمُبْهَمَةِ فَلِهٰذَا صَحَّ اَنْ يَّقَعَ الرَّجُلُ

اور ذات معینہ کی خصوصیت ایسے معنی کے مرتبہ میں ہے جو ذات مبہمہ میں حاصل ہونے والا ہے لہٰذا رجل کا

صِفَةً لِهٰذَا وَفِي الْمَوَاضِعِ الْاُخَرِ الَّتِيْ لَايَدُلُّ عَلٰى هٰذَا الْمَعْنٰى لَايَصِحُّ اَنْ يَّقَعَ صِفَةً وَذَهَبَ

هٰذَا کی صفت بننا درست ہے اور دوسرے ان مواضع میں کہ جہاں الرجل اس معنی (مقصود) پر دلالت نہیں کرتا وہاں اس کا صفت واقع ہونا صحیح نہیں اور بعض

بَعْضُهُمْ اِلٰى اَنَّ الرَّجُلَ بَدَلٌ عَنْ اِسْمِ الْاِشَارَةِ وَبَعْضُهُمْ اِلٰى اَنَّهٗ عَطْفُ بَيَانٍ وَمِثْلُ مَرَرْتُ بِزَيْدٍ

اس بات کی طرف گئے ہیں کہ الرجل (صفت نہیں بلکہ) اسم اشارہ سے بدل ہے اور بعض اس بات کی طرف یہ کہ عطف بیان ہے اور جیسے مررت بزید هذا

هٰذَا اَيْ بِزَيْدٍ الْمُشَارِ اِلَيْهِ فَهٰذَا فِيْ هٰذَا الْمَوْضِعِ يَدُلُّ عَلٰى مَعْنًى حَاصِلٍ فِيْ ذَاتِ زَيْدٍ فَوَقَعَ

یعنی بِزَيْدٍ الْمُشَارِ اِلَيْهِ پس اس جگہ میں هذا اس معنی پر دلالت کرتا ہے جو ذات زید میں حاصل ہے تو اسم اشارہ زید

صِفَةً لَهٗ وَفِي الْمَوَاضِعِ الْاُخَرِ الَّتِيْ لَايَدُلُّ عَلٰى هٰذَا الْمَعْنٰى لَايَصِحُّ اَنْ يَّقَعَ صِفَةً

کی صفت واقع ہو سکتا ہے اور ان دوسرے مواضع میں کہ جہاں اسم اشارہ اس معنی پر دلالت نہیں کرتا وہاں اس کا صفت واقع ہونا صحیح نہیں

خلاصہ متن:۔ اس عبارت میں صاحب کافیہ کی غرض ایک مختلف فیہ مسئلہ میں جمہور نحویوں پر رد کرنا ہے۔ مختلف فیہ مسئلہ یہ ہے کہ صفت میں اشتقاق شرط ہے یا نہیں جمہور نحویوں کا مذہب یہ ہے کہ نعت میں اشتقاق شرط ہے یہاں تک کہ اگر کسی جگہ نعت غیر مشتق ہو تو اس کو مشتق کی تاویل میں کیا جائے گا جب کہ مصنف کا مذہب یہ ہے کہ نعت میں اشتقاق شرط نہیں ہے بلکہ

جس طرح مشتق صفت بن سکتا ہے اسی طرح غیر مشتق بھی نعت بن سکتا ہے۔ بشرطیکہ غیر مشتق کی وضع اس معنی پر دلالت کرنے کے لئے ہو جو اس کے متبوع میں پایا جاتا ہے خواہ بطریق عموم ہو یا بطریق خصوص، بطریق عموم کا مطلب یہ ہے کہ جمیع استعمالات میں ہو جیسے تمیمی اور ذو مال۔ تمیمی اس ذات پر دلالت کرے گا جو قبیلہ بنو تمیم کی طرف منسوب ہے اور بطریق خصوص کا مطلب یہ ہے کہ بعض استعمالات میں ہو کہ بعض مواضع میں وہ لفظ ایسے معنی پر دلالت کرے جو حاصل فی المتبوع پر دلالت کرے اور بعض مواضع میں معنی حاصل فی المتبوع پر دلالت نہ کرے۔ تو جہاں وہ معنی حاصل فی المتبوع پر دلالت کرے گا وہاں اس کا نعت بننا درست ہے اور جہاں نہ کرے وہاں اس کا نعت بننا درست نہیں ہے جیسے مررت برجل ای رجل اس میں ای رجل کا معنی کمال فی الرجولیت ہے۔ لھذا اس ترکیب میں ای رجل اس اعتبار سے کہ یہ کمال فی الرجولیت پر دلالت کرتا ہے اور یہ ایسا معنی ہے جو اس کے متبوع میں پایا جاتا ہے اس کا نعت بننا درست اور ای رجل عندک میں ای رجل ایسے معنی پر دلالت نہیں کرتا جو اس کے متبوع میں پایا جا رہا ہے کیونکہ اس سے پہلے کوئی ایسی چیز مذکور نہیں جو موصوف بننے کی صلاحیت رکھے نہ لفظاً نہ تقدیراً لھذ اس کا نعت بننا صحیح نہیں ہے اور جیسے مررت بھذا الرجل اس میں ہذا ذات مبہمہ پر دلالت کرتا ہے اور الرجل ذات معین پر دلالت کرتا ہے اور ذات معین کی خصوصیت بمنزلہ ایسے معنی کے ہے جو ذات مبہم میں پایا جاتا ہے اس وجہ سے اس ترکیب میں الرجل کا ہذا کی نعت بننا درست ہے اور دوسرے بعض مواضع جہاں اس معنی پر دلالت نہیں کرتا وہاں اس کا نعت بننا صحیح نہیں ہے، اور بعض نحویوں نے کہا ہے کہ یہ اسم اشارہ سے بدل ہے اور بعض نے کہا ہے کہ یہ عطف بیان ہے، اور جیسے مررت بزید ہذا اس میں زید مشار الیہ ہے اور ہذا ایسے معنی پر دلالت کرتا ہے جو ذات زید میں پایا جاتا ہے لہذا اس کا نعت بننا صحیح ہے۔

اغراض جامی : <u>ولما کان :</u> شارح کی اس عبارت کا تعلق متن کی مابعد کی عبارت ولا فصل سے ہے، جس میں مصنف رحمہ اللہ نے جمہور نحاۃ پر رد کیا ہے اور اس عبارت سے شارح کی غرض جمہور کے وہم کی وجہ اور منشا کو بیان کرنا ہے کہ چونکہ اکثر جگہوں میں نعت مشتق ہوتی ہے۔ اس سے جمہور نحویوں کو وہم ہوا کہ نعت میں اشتقاق شرط ہے حتی کہ اگر نعت غیر مشتق ہو تو اس کو مشتق کی تاویل میں کیا جائے گا۔ لیکن مصنف کے نزدیک یہ قول پسندیدہ نہیں اس لئے ولا فصل سے جمہور کا رد کر دیا کہ نعت کا مشتق ہونا کوئی ضروری اور شرط نہیں ہے اسم مشتق و غیر مشتق دونوں صفت بن سکتے ہیں بس شرط یہ ہے کہ وہ غیر مشتق ایسے معنی وصفی کیلئے وضع کیا گیا ہو جو اس کے متبوع میں پایا جاتا ہو بطریق عموم یعنی تمام استعمالات میں جیسے تمیمی ذو مال یا بطریق خصوص یعنی بعض استعمالات میں۔

<u>لا فرق :</u> میں بیان معنی ہے کہ فصل بمعنی فرق ہے فصل کا منطقی معنی وہ کلی جو ای شئ ھو فی ذاتہ کے جواب میں واقع ہو مراد

نہیں۔(سوال کابلی ص ۲۸۱)

فی صحة: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔**سوال:** ۔ہم یہ بات تسلیم نہیں کرتے کہ نعت کے مشتق اور غیر مشتق ہونے میں کوئی فرق نہیں ہے بلکہ فرق ہے وہ یہ کہ نعت کا مشتق ہونا اولی ہے اور غیر مشتق کا نعت بننا خلاف اولی ہے مشتق اولی اس لئے ہے کہ اس میں خروج عن الاختلاف ہے۔بعنوان دیگر سوال مقدر یہ ہے کہ ہم تسلیم نہیں کرتے کہ مشتق وغیر مشتق میں فرق نہیں ہے بلکہ فرق ہے کیونکہ نعت مشتق میں عائد کا ہونا ضروری ہے غیر مشتق میں عائد نہیں ہوتا۔

جواب: ۔یہ ہے کہ عدم فرق سے مراد یہ ہے کہ کہ جس طرح نعت کا مشتق ہونا صحیح ہے اسی طرح غیر مشتق کا نعت واقع ہونا بھی صحیح ہے۔اولی غیر اولی کی بات نہیں نہ ہے نہ ہی ضمیر وعدم ضمیر کی بات ہے۔(سوال کابلی ص ۲۸۱)

ای وضع غیر المشتق: سے ہٖ ضمیر کا مرجع بیان کیا۔

لغرض: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔**سوال:** ۔غرض کی اضافت معنی کی طرف درست نہیں اس لئے کہ غرض الشی شی پر مرتب ہوتی ہے اور معنی وضع پر مرتب نہیں بلکہ معنی وضع سے مقدم ہوتا ہے۔

جواب: ۔اگرچہ نفس معنی وضع سے مقدم ہے لیکن دلالت اللفظ علی المعنی وضع سے موخر اور اس پر مرتب ہے۔(سوال باسولی ص ۴۵۷)

الواقع فی المتبوع: ۔سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔**سوال:** ۔دلالۃ اللفظ علی المعنی تو جمیع الفاظ میں ثابت ہے تو اذا کان وضعہ لغرض الدلالۃ علی المعنی کی قید بلا فائدہ ہے اس کی حاجت نہیں ہے۔

جواب: ۔دلالت علی المعنی سے مطلق دلالت علی المعنی مراد نہیں ہے بلکہ ایسے معنی پر دلالت مراد ہے جو متبوع میں حاصل ہے

ای فی جمیع الاستعمالات: سے اشارہ کیا کہ عموماً منصوب علی الظرفیۃ ہے۔

قولہ بان یدل: سے دفع وہم ہے کہ شاید بعض از استعمالات سے مراد استعمال بعض العرب ہے۔تو بان یدل سے اس وہم کا ازالہ کیا بعض استعمالات۔سے مراد یہ ہے کہ بعض مواضع میں لفظ ایسے معنی پر دلالت کرے گا جو متبوع میں حاصل ہے اور بعض مواضع میں دلالت نہیں کرے گا پھر شارح نے مثالوں سے اس کی وضاحت کی۔

جملہ خبریہ کا نکرہ کی صفت بننا

وَتُوْصَفُ النَّكِرَةُ لَا الْمَعْرِفَةُ بِالْجُمْلَةِ الْخَبَرِيَّةِ الَّتِيْ هِيَ فِيْ حُكْمِ النَّكِرَةِ لِاَنَّ الدَّلَالَةَ عَلٰى
اور نکرہ کی وصف لائی جاتی ہے معرفہ کی نہیں جملہ خبریہ سے جو کہ نکرہ کے حکم میں ہے اس لئے کہ اس معنی پر دلالت جو
مَعْنًى فِيْ مَتْبُوْعِهٖ كَمَا تُوْجَدُ فِي الْمُفْرَدِ كَذٰلِكَ تُوْجَدُ فِي الْجُمْلَةِ الْخَبَرِيَّةِ وَاِنَّمَا قَيَّدَ الْجُمْلَةَ
اس کے متبوع میں ہے جیسے مفرد میں پائی جاتی ہے اسی طرح جملہ خبریہ میں بھی پائی جاتی ہے اور مصنف نے جملہ خبریہ کی قید

بِالْخَبَرِيَّةِ لِاَنَّ الْاِنْشَائِيَّةَ لَاتَقَعُ صِفَةً اِلَّابِتَاوِيْلٍ بَعِيْدٍ كَمَا اِذَاقُلْتَ جَاءَ نِيْ رَجُلٌ اِضْرِبْهُ

اس لیے لگائی کیونکہ جملہ انشائیہ تاویلِ بعید کے بغیر صفت واقع نہیں ہوسکتا جیسا کہ تم کہو جَاءَ نِيْ رَجُلٌ اِضْرِبْهُ

اَيْ مَقُوْلٌ فِيْ حَقِّهٖ اِضْرِبْهُ اَيْ مُسْتَحِقٌّ لِاَنَّ يُؤْمَرُ بِضَرْبِهٖ وَيَلْزَمُهُ فِيْهَا الضَّمِيْرُ الرَّاجِعُ اِلٰى

یعنی مَقُوْلٌ فِيْ حَقِّهٖ اِضْرِبْهُ یعنی مستحق ہے اس کیلئے کہ اس کو مارنے کا حکم کیا جائے اور اس میں ضمیر لازم ہے جو ربط کے لیے

تِلْكَ النَّكِرَةِ لِلرَّبْطِ نَحْوُ جَاءَ نِيْ رَجُلٌ اَبُوْهُ قَائِمٌ وَاِذَا لَمْ يَكُنْ فِيْهَا الضَّمِيْرُ الرَّابِطُ تَكُوْنُ

اس نکرہ کی طرف لوٹے جیسے جَاءَ نِيْ رَجُلٌ اَبُوْهُ قَائِمٌ اور جب جملہ خبریہ میں ضمیر رابطہ نہ ہو تو جملہ خبریہ

اَجْنَبِيَّةً بِالنِّسْبَةِ اِلَى الْمَوْصُوْفِ فَلَا يَصِحُّ اَنْ تَقَعَ صِفَةً لَهٗ مِثْلُ جَاءَ نِيْ رَجُلٌ زَيْدٌ عَالِمٌ

اپنے موصوف کی بہ نسبت اجنبی ہوگا تو وہ اس کی صفت واقع نہ ہوگا جیسے جَاءَ نِيْ رَجُلٌ زَيْدٌ عَالِمٌ

خلاصہ متن: ۔صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے جملہ خبریہ نکرہ کی صفت بن سکتا ہے اور لیکن اس میں ضمیر (عائد) کا ہونا ضروری ہے جو موصوف کی طرف لوٹے۔

اغراض جامی: لا المعرفة: سے شارح جامی نے اشارہ کیا کہ نکرہ کی قید احترازی ہے اس سے احتراز ہے معرفہ سے۔اس لئے کہ جملہ خبریہ معرفہ کی صفت نہیں بن سکتا۔ کیونکہ جملہ خبریہ نکرہ کے حکم میں ہوتا ہے۔اگر موصوف معرفہ ہوتو تعریف وتنکیر کے اعتبار سے مطابقت نہیں رہتی۔

التی هی: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔**سوال:**۔ جملہ خبریہ کا نکرہ کی صفت واقع ہونا صحیح نہیں ہے اس لئے کہ موصوف صفت کے درمیان تعریف وتنکیر کے اعتبار سے مطابقت ضروری ہوتی ہے اور اگر جملہ خبریہ کو نکرہ کی صفت بنادیا جائے تو موصوف صفت میں مطابقت نہیں رہے گی اس لئے کہ جملہ خبریہ نہ نکرہ ہوتا ہے نہ معرفہ کیونکہ نکرہ اور معرفہ اسم مفرد کی صفات میں سے ہیں اور جملہ خبریہ مرکب ہوتا ہے۔

جواب:۔ یہ بات تسلیم ہے کہ جملہ خبریہ نہ نکرہ ہوتا ہے نہ معرفہ،لیکن نکرہ کے حکم میں ہوتا ہے لہٰذا اس کو نکرہ کی صفت بنانا درست ہے۔

سوال:۔ جملہ خبریہ نکرہ کے حکم میں کیوں ہوتا ہے؟

جواب:۔ جملہ خبریہ نکرہ کے حکم میں اس لئے ہوتا ہے کہ جس طرح نکرہ مفرد فردِ مبہم پر دلالت کرتا ہے اسی طرح جملہ خبریہ بھی مضمونِ مبہم پر دلالت کرتا ہے مثلاً ضَرَبَ زَيْدٌ جملہ خبریہ ہے اس کا مضمونِ جملہ ضَرْبُ زید ہے اب یہ مضمون جملہ تغلیظ وتخفیف

اورزمان ومکان کے اعتبار سے مبہم ہے (دیکھئے سوال کا بلی ص۱۸۲)

لان الدلالة : میں ضابطہ مذکورہ توصف النکرۃ بالجملہ کی وجہ کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ صفت کے لئے ضروری ہے کہ وہ معنی حاصل فی المتبوع پر دلالت کرے بدلالۃ مطلقہ۔اور یہ بات جس طرح مفرد میں پائی جاتی ہے اسی طرح جملہ خبریہ میں بھی پائی جاتی ہے اس لئے جملہ خبریہ کا صفت بننا صحیح ہے۔

وانما قید : سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔**سوال** :۔مصنف اختصار وایجاز کے درپے ہے اور اختصار اس میں تھا کہ مصنف وتوصف النکرۃ بالجملۃ کہتا اس کو الخبریہ کے ساتھ مقید نہ کرتا فَلِمَ قیدھا بالخبریة؟

جواب :۔کا حاصل یہ ہے کہ جملہ کو خبریہ کیساتھ اس لئے مقید کیا کیونکہ جملہ انشائیہ نکرہ کی صفت نہیں بن سکتا کیونکہ اگر موصوف معرفہ ہو تو صفت موصوف کی توضیح کا فائدہ دیتی ہے اور اگر نکرہ ہو تو موصوف کی تخصیص کا فائدہ دیتی ہے پس صفت کا موصوف کیلئے ثابت ہونا ضروری ہے اور کسی شے کیلئے ثابت ہونا فرع ہے اس بات کی کہ وہ شے فی نفسہ ثابت ہو اور جملہ انشائیہ فی نفسہ ثابت نہیں ہوتا کیونکہ اس میں ایجاد مالم یوجد و اثبات مالم یثبت ہوتا ہے اس لئے یہ نکرہ کی صفت نہیں بن سکتا البتہ اگر اس میں کوئی تاویل بعید کر لی جائے تو نکرہ کی صفت بن سکتا ہے مثلاً جاء نی رجل اضربه میں یوں تاویل کی جائے جاء نی رجل مقول فی حقه اضربه تو اس صورت میں جملہ انشائیہ نکرہ کی صفت بن جائے گا۔

ای مستحق : سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال :۔یہ تاویل تب درست ہوگی جب یہ قول کسی سے صادر ہوا ہو حالانکہ کسی سے صادر نہیں ہوا؟

جواب :۔مقول فی حقہ سے مراد ھو المستحق لان یومر بضربه ہے یعنی مقول سے مقولیت بالفعل مراد نہیں ہے بلکہ استحقاق مقولیت مراد ہے۔

الا بتاویل بعید : سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال :۔جس طرح جملہ انشائیہ میں تاویل کی ضرورت پڑتی ہے اسی طرح جملہ خبریہ میں بھی تاویل کی ضرورت پڑتی ہے جیسے جاء نی رجل ابو ہ قائم قائم الاب کی تاویل میں ہے۔جب دونوں میں تاویل کی ضرورت پڑتی ہے تو جملہ خبریہ کا صفت واقع ہونا جملہ انشائیہ کا نہ ہونا ترجیح بلا مرجح ہے۔

جواب :۔اگرچہ جملہ خبریہ میں تاویل کی ضرورت ہوتی ہے لیکن وہ تاویل قریب ہوتی ہے اور جملہ انشائیہ میں تاویل بعید کی ضرورت پڑتی ہے اور تاویل بعید سے بچنا مناسب ہے۔

جملہ خبریہ میں تاویل قریب اس طرح ہوتی ہے کہ وہ تاویل نفس جملہ میں ہوتی ہے اور جملہ انشائیہ میں تاویل خارج

عن الجملہ اور کسی امر زائد کو ملانے سے ہوتی ہے مثلا مثال مذکور یعنی مقول فی حقه اضربه اس میں مقول فی حقه جملہ سے خارج وامر زائد ہے۔

فیھا: میں یلزم کے صلہ کا بیان ہے۔

الواجع: میں یہ بتلایا کہ جب جملہ نکرہ ہو تو اس میں مطلق ضمیر کا ہونا ضروری نہیں بلکہ اس ضمیر کا ہونا ضروری ہے جو موصوف کی طرف راجع ہو۔

للربط: یہاں سے جملہ خبریہ میں ضمیر کے ضروری ہونے کی وجہ کو بیان کرنا ہے۔ یہ اس لئے ضروری ہے تاکہ وہ صفت کو موصوف کے ساتھ ربط دیدے جیسے جاء نی رجل ابوه قائم اس میں رجل موصوف ہے اور ابوه قائم اس کی صفت ہے اور ہ ضمیر رابط ہے اور اگر جملہ میں ضمیر نہ ہو تو چونکہ جملہ مستقل بنفسہا ہوتا ہے اور غیر کے ساتھ ارتباط کا تقاضا نہیں کرتا اس لئے اس وقت موصوف کے اعتبار سے یہ اجنبی ہوگا لہذا اس کا صفت بننا صحیح نہیں جیسے جاء نی رجل زید عالم.

نعت کی تقسیم

وَيُوْصَفُ بِحَالِ الْمَوْصُوْفِ اَیْ بِحَالٍ قَائِمَةٍ بِهٖ نَحْوُ مَرَرْتُ بِرَجُلٍ حَسَنٍ اِذِالْحَسَنُ حَالُ
اور وصف لائی جاتی ہے موصوف کے حال کے ساتھ یعنی ایسے حال کے ساتھ جو موصوف کے ساتھ قائم ہو جیسے مررت برجل حسن اسلئے کہ حسن
الرَّجُلِ وَصِفَتُهٗ وَبِحَالِ مُتَعَلِّقِهٖ اَیْ مُتَعَلِّقِ الْمَوْصُوْفِ يَعْنِیْ بِصِفَةٍ اِعْتِبَارِيَّةٍ تَحْصُلُ لَهٗ بِسَبَبِ
رجل ہی کا حال اور اسکی صفت ہے اور اسکے متعلق کے حال کے ساتھ یعنی موصوف کے متعلق کے ساتھ یعنی ایسی صفت اعتباریہ کے ساتھ جو موصوف کیلئے
مُتَعَلِّقِهٖ نَحْوُ مَرَرْتُ بِرَجُلٍ حَسَنٍ غُلَامُهٗ اِذْ كَوْنُ الرَّجُلِ حَسَنَ الْغُلَامِ مَعْنًى فِيْهِ وَاِنْ كَانَ اِعْتِبَارِيًّا
اسکے متعلق ہونے کے سبب سے حاصل ہوتی ہے جیسے مررت برجل حسن غلامه کیونکہ رجل کا خوبصورت غلام والا ہونا یہ معنی اس رجل میں حاصل ہے اگرچہ یہ صف

خلاصہ متن: یہاں سے صفت کی تقسیم کا بیان ہے کہ صفت کی دو قسمیں ہیں (۱) صفت بحال الموصوف (۲) صفت بحال متعلق الموصوف۔ ان دونوں کی تعریف شرح میں آرہی ہے۔

اغراض جامی: یہاں سے صفت کی تقسیم کا بیان ہے کہ صفت کی دو قسمیں ہیں (۱) صفت بحال الموصوف (۲) صفت بحال متعلق الموصوف۔

صفت بحال الموصوف: وہ ہے جو ایسے معنی پر دلالت کرے جو ذات متبوع وموصوف میں پایا جائے جیسے مررت برجل حسن اس میں حسن جس معنی پر دلالت کر رہا ہے وہ خود رجل میں پایا جاتا ہے۔

صفت حال متعلق الموصوف:۔وہ ہے جو ایسے معنی پر دلالت کرے جو بالذات تو موصوف کے متعلق میں پایا جائے لیکن بالاعتبار خود موصوف میں پایا جائے جیسے مررت برجلٍ حسنٍ غلامُہٗ اس میں رجل کا حسن الغلام ہونا ایسے معنی پر دلالت کررہا ہے جو خود رجل میں موجود ہے اگرچہ اعتباری ہے۔اس لئے کہ جس رجل کا غلام اچھا ہو تو وہ خود بھی اچھا ہے اس اعتبار سے کہ اس کا غلام اچھا ہے۔

اي بحال قائمة به :سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال :۔جس طرح صفت بحال الموصوف موصوف کا حال بیان کرتی ہے اسی طرح صفت بحال متعلق الموصوف بھی موصوف کا حال ہی بیان کرتی ہے لہٰذا ان کو دو قسمیں بنانا اور ان کا تقابل درست نہیں ہوگا۔

جواب :۔تسلیم ہے کہ صفت باعتبار متعلق الموصوف بھی موصوف کا حال بیان کرتی ہے لیکن وہ قائم بالموصوف نہیں ہے بلکہ اس کا قیام متعلق الموصوف کے ساتھ ہے جبکہ بحال الموصوف میں صفت قائم بعین الموصوف ہوتی ہے لہٰذا تقابل صحیح ہے۔

وبحال متعلقه اي متعلق الموصوف :سے شارح متعلقہ کی ضمیر کا مرجع بیان کررہے ہیں کہ مرجع موصوف ہے۔

يعني بصفة اعتبارية تحصل له بسبب متعلقه :سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال :۔جب نعت بحال متعلق الموصوف موصوف کے متعلق کا حال بیان کررہی ہے تو وہ اسی متعلق کا حال اسی کی صفت ہوگی وہ موصوف کی صفت کیسے بنے گی۔

جواب :۔تسلیم ہے کہ حقیقۃً وہ موصوف کے متعلق کی صفت ہے لیکن اعتباراً ومجازاً موصوف کا حال وصفت بنے گی صفت اعتباری کا مطلب یہ ہے کہ وہ معنی ومفہوم موصوف میں متعلق کے اعتبار سے اور اسی کے سبب سے حاصل ہو جیسے مررت برجل حسن غلامہ میں حُسن والا معنی ومفہوم رجل میں اس کے متعلق غلام کے اعتبار سے حاصل ہورہا ہے اسی کو صفت اعتباریہ کہا جاتا ہے۔(سوال کابلی ص۲۸۲)

صفت بحالہ کا امور عشرہ میں متبوع کا تابع ہونا

فَالْاَوَّلُ اَيِ النَّعْتُ بِحَالِ الْمَوْصُوْفِ يَتْبَعُهٗ اَيِ الْمَوْصُوْفَ فِيْ عَشَرَةِ اُمُوْرٍ يُوْجَدُ مِنْهَا فِيْ كُلِّ
پس اول یعنی صفت بحال الموصوف اس کے تابع ہوتی ہے یعنی دس امور میں موصوف کے تابع ہوتی ہے جن میں سے ہر ترکیب میں
تَرْكِيْبٍ اَرْبَعَةٌ فِي الْاِعْرَابِ رَفْعًا وَنَصْبًا وَجَرًّا وَالتَّعْرِيْفِ وَالتَّنْكِيْرِ وَالْاِفْرَادِ وَالتَّثْنِيَةِ وَالْجَمْعِ
چار پائے جائیں گے اعراب میں رفع ونصب وجر (کی حالت) میں اور تعریف وتنکیر وافراد وتثنیہ وجمع

اَلتَّذْکِیْرِ وَالتَّانِیْثِ اِلَّا اِذَا کَانَ صِفَةً یَسْتَوِیْ فِیْهَا الْمُذَکَّرُ وَالْمُؤَنَّثُ کَفَعُوْلٍ بِمَعْنٰی فَاعِلٍ نَحْوُ
وتذکیر اور تانیث میں) مگر جب کوئی ایسی صفت ہو کہ اس میں مذکر ومؤنث برابر ہوں جیسے فعول فاعل کے معنی میں جیسے
رَجُلٍ صَبُوْرٍ وَاِمْرَءَةٍ صَبُوْرٍ اَوْفَعِیْلٍ بِمَعْنٰی مَفْعُوْلٍ کَرَجُلٍ جَرِیْحٍ وَاِمْرَءَةٍ جَرِیْحٍ اَوْکَانَ صِفَةً
رجل صبور (بمعنی صابر) یا فعیل بمعنی مفعول جیسے رجل جریح بمعنی مجروح وامرۃ جریح (بمعنی مجروح) یا صفت
مُؤَنَّثَةً تَجْرِیْ عَلَی الْمُذَکَّرِ کَعَلَّامَةٍ
مؤنث ہو جو مذکر پر جاری ہوئی ہے جیسے علامۃ

خلاصہ متن : ۔صاحب کافیہ فرماتے ہیں کہ ان میں سے اول قسم صفت بحال الموصوف دس چیزوں میں اپنے متبوع کے تابع ہوتی ہے (۱) رفع (۲) نصب (۳) جر (۴) تعریف (۵) تنکیر (۶) تذکیر (۷) تانیث (۸) افراد (۹) تثنیہ (۱۰) جمع ۔

اغراض جامی :اي نعت بحال : میں فالاول کے مصداق کو متعین کر دیا۔

اي الموصوف : میں یتبعه کی ضمیر کے مرجع کو بیان کیا۔ في عشرة امور : میں یتبعه کے صلہ کو بیان کیا۔

یوجد منها : سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : ۔رفع نصب جر میں، اور تعریف وتنکیر میں، اور تذکیر وتانیث میں، افراد تثنیہ جمع میں تناقض وتضاد ہے۔ رفع نصب جر جمع نہیں ہو سکتے ان میں سے بیک وقت ایک پایا جائیگا اسی طرح تذکیر وتانیث میں سے ایک تعریف وتنکیر میں سے ایک افراد تثنیہ جمع میں سے ایک پایا جائیگا تو صفت بحال الموصوف بیک وقت دس چیزوں میں موصوف کے مطابق کیسے ہو سکتی ہے۔ اور آپ کا یہ کہنا کہ صفت بحال الموصوف دس چیزوں میں اپنے متبوع کے مطابق ہوتی ہے کیسے درست ہوا؟

جواب : ۔مطلب یہ ہے کہ ہر ترکیب میں بالفعل ان میں سے چار چیزیں پائی جائیں گی رفع، نصب، جر میں سے ایک تعریف وتنکیر میں سے ایک، تذکیر وتانیث میں سے ایک، اور افراد، تثنیہ، جمع میں سے ایک۔ (سوال باسولی ص ۴۵۹)

رفعا ونصبا وجرا : سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : ۔اعراب قسم واحد ہے تو کل امور ثمانیہ بنتے ہیں نہ کہ عشرہ۔

جواب : ۔اعراب سے مراد اس کی تین قسمیں ہیں لہذا کل ملا کر امور عشرہ بنتے ہیں۔

الا اذا کان : سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : ۔قاعدہ مذکورہ منقوض ہے امراۃ صبور، امراۃ جریح اور رجل علامۃ وغیرہ کے ساتھ۔ اس لئے کہ ان میں

صبور، جریح اور علامۃ صفت بحال الموصوف ہیں حالانکہ تذکیر و تانیث کے اعتبار سے اپنے موصوف کے مطابق نہیں؟

جواب: ۔ مذکورہ صورتیں ضابطہ مذکورہ سے مستثنیٰ ہیں وجہ استثناء یہ ہے کہ ضابطہ ہے کہ جب صیغہ صفت ایسا اسم ہو جس میں مذکر اور مونث برابر ہوں تو اس صورت میں صفت کی اپنے موصوف کے ساتھ صرف تین چیزوں میں مطابقت ضروری ہے (۱) رفع نصب جر (۲) تعریف و تنکیر (۳) افراد تثنیہ جمع۔ تذکیر و تانیث میں مطابقت ضروری نہیں ہے، اور کلام عرب میں دو وزن ایسے ہیں جو تذکیر و تانیث میں برابر ہیں (۱) فعول جیسے رجل صبورٌ بمعنی رجل صابر وامرءۃ صبورٌ بمعنی امرءۃ صابرۃ (۲) فعیل جیسے رجل جریح بمعنی رجل مجروح امرءۃ جریح بمعنی امرءۃ مجروحۃ، اسی طرح اگر صفت ایسی مونث ہو جو مذکر پر بھی جاری ہوتی ہو تو اس صورت میں بھی صفت کا موصوف کے ساتھ (تذکیر و تانیث میں) مطابق ہونا ضروری نہیں ہے جیسے رجل علامۃ۔

صفت بحال متعلقہ کا امور خمسہ میں متبوع کا تابع ہونا

وَالثَّانِيْ اَيِ النَّعْتُ بِحَالِ مُتَعَلِّقِ الْمَوْصُوْفِ يَتْبَعُهُ فِي الْخَمْسَةِ الْأَوَّلِ

اور ثانی یعنی صفت بحال متعلق الموصوف اس کے تابع ہوتی ہے پہلی پانچ میں

وَهِيَ الرَّفْعُ وَالنَّصْبُ وَالْجَرُّ وَالتَّعْرِيْفُ وَالتَّنْكِيْرُ وَيُوْجَدُ مِنْهَا فِيْ كُلِّ تَرْكِيْب

اور وہ رفع ونصب و جر وتعریف و تنکیر ہے اور ان پانچ میں سے ہر ترکیب میں دو پائے جائیں گے

اِثْنَانِ. وَفِي الْبَوَاقِيْ مِنْ تِلْكَ الْأُمُوْرِ الْعَشَرَةِ وَهِيَ اَيْضًا خَمْسَةٌ اَلْاِفْرَادُ وَالتَّثْنِيَةُ وَالْجَمْعُ

اور باقی میں ان امور عشرہ میں سے اور وہ (باقی) بھی پانچ ہیں افراد و تثنیہ و جمع

وَالتَّذْكِيْرُ وَالتَّانِيْثُ كَالْفِعْلِ لِشِبْهِهٖ بِهٖ يَعْنِيْ يُنْظَرُ اِلٰى فَاعِلِهٖ فَاِنْ كَانَ مُفْرَدًا اَوْ مُثَنًّى اَوْ مَجْمُوْعًا

وتذکیر و تانیث فعل کی طرح ہے بوجہ اس کے فاعل کے ساتھ مشابہ ہونے کے۔ یعنی صفت کے فاعل کی طرف دیکھا جائے گا اگر وہ مفرد یا مثنی یا مجموع ہو

اُفْرِدَ كَمَا يُفْرَدُ الْفِعْلُ وَاِنْ كَانَ مُذَكَّرًا اَوْ مُؤَنَّثًا حَقِيْقِيًّا بِلَا فَصْلٍ طَابَقَهٗ وُجُوْبًا كَمَا يُطَابِقُ الْفِعْلُ

تو صفت کو مفرد لایا جائے گا جیسے فعل کو واحد لایا جاتا ہے اور اگر فاعل مذکر یا مؤنث حقیقی بلا فصل ہو تو وصف اپنے فاعل کے مطابق ہوگی وجوبا جیسے فعل

فَاعِلَهٗ فِي التَّذْكِيْرِ وَالتَّانِيْثِ وَاِنْ كَانَ فَاعِلُهٗ مُؤَنَّثًا غَيْرَ حَقِيْقِيٍّ اَوْ حَقِيْقِيًّا مَفْصُوْلًا يُذَكَّرُ اَوْ يُؤَنَّثُ

اپنے فاعل کے تذکیر و تانیث میں مطابق ہوتا ہے اور اگر وصف (ثانی) کا فاعل غیر حقیقی ہو یا منفصول ہو تو اس (وصف) کو مذکر یا مؤنث لایا جائے گا

جَوَازًا تَقُوْلُ مَرَرْتُ بِرَجُلٍ قَاعِدٍ غُلَامُهٗ مِثْلُ يَقْعُدُ غُلَامُهٗ وَبِرَجُلَيْنِ قَاعِدٍ غُلَامَاهُمَا مِثْلُ يَقْعُدُ

جوازی طور پر تم کہو گے مَرَرْتُ بِرَجُلٍ قَاعِدٍ غُلَامُهٗ جیسے يَقْعُدُ غُلَامُهٗ اور جیسے (مررت) بِرَجُلَيْنِ قَاعِدٍ غُلَامَاهُمَا جیسے يَقْعُدُ

غُلَامَا هُمَا وَبِرِجَالٍ قَاعِدٍ غِلْمَانُهُمْ مِثْلُ يَقْعُدُ غِلْمَانُهُمْ وَمَرَرْتُ بِامْرَءَةٍ قَائِمٍ اَبُوْهَا مِثْلُ يَقُوْمُ
غلاما ہما ہے اور (مررت) برجال قاعد غلمانہم جیسے یقعد غلمانہم اور مررت بامرءۃ قائم ابوھا جیسے یقوم
اَبُوْهَا وَبِرَجُلٍ قَائِمَةٍ جَارِيَتُهُ مِثْلُ تَقُوْمُ جَارِيَتُهُ وَبِرَجُلٍ مَعْمُوْرٍ اَوْ مَعْمُوْرَةٍ دَارُهُ مِثْلُ يَعْمُرُ اَوْ تَعْمُرُ
ابوھااور (مررت) بِرَجُلٍ قَائِمَةٍ جَارِيَتُهُ جیسے تَقُوْمُ جَارِيَتُهُ (اور مررت) برجل معمور یا معمورۃ دارہ جیسے یعمر یا تعمر
دَارُهُ بِرَجُلٍ قَائِمٍ اَوْ قَائِمَةٍ فِي الدَّارِ جَارِيَتُهُ مِثْلُ يَقُوْمُ اَوْ تَقُوْمُ فِي الدَّارِ جَارِيَتُهُ
دارہ ہے اور (مررت) برجل قائم یا قائمۃ فی الدار جاریۃ جیسے یقوم یا تقوم فی الدار جاریۃ

خلاصہ متن: ۔صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ صفت بحال متعلق الموصوف پانچ چیزوں میں اپنے موصوف کے تابع ہوتی ہے۔(۱) رفع (۲) نصب (۳) جر (۴) تعریف (۵) تنکیر اور باقی پانچ چیزوں یعنی افراد، تثنیہ، جمع، تذکیر وتانیث میں فعل کی طرح ہوتی ہیں۔

اغراض جامی :ای النعت : سے الثانی کے مصداق کو متعین کیا۔

وھی الرفع: سے الخمسة الاول کے مصداق کو متعین کر دیا کہ اس کا مصداق رفع، نصب، جر، تعریف وتنکیر ہیں۔

ویوجد: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : ۔رفع، نصب، جر میں اور اسی طرح تعریف وتنکیر میں منافات وتناقض ہے۔تو یہ کہنا کہ نعت کی دوسری قسم پانچ چیزوں میں اپنے متبوع کے تابع ہوتی ہے کیسے درست ہوا حالانکہ رفع نصب جر تینوں بیک وقت ایک کلمہ میں نہیں پائے جاسکتے اسی طرح تعریف وتنکیر ایک کلمہ میں جمع نہیں ہو سکتے۔

جواب :۔مراد یہ ہے کہ ہر ترکیب میں بالفعل اور بیک وقت تو ان پانچ میں سے دو چیزیں پائی جائیں گی البتہ علی سبیل البدل پانچ چیزوں میں مطابقت ہوگی۔

وھی ایضا: میں بواقی کے مصداق کو متعین کر رہے ہیں کہ باقی امور بھی پانچ ہیں افراد تثنیہ جمع تذکیر وتانیث۔

لشبھه به : میں باقی پانچ چیزوں میں صفت بحال متعلق الموصوف کے فعل کی مثل ہونے کی وجہ بیان کرنا ہے کہ باقی امور خمسہ میں نعت بحال متعلق الموصوف فعل کے مشابہ ہے۔وجہ مشابہت یہ ہے کہ جس طرح فعل اپنے مابعد فاعل کی طرف مسند ہوتا ہے اسی طرح صفت بھی اپنے مابعد فاعل کی طرف مسند ہوتی ہے ماقبل موصوف کی طرف مسند نہیں ہوتی۔

یعنی ینظر الی فاعله: میں شارح اس بات کی وضاحت کر رہے ہیں کہ صفت بحال متعلق الموصوف باقی امور خمسہ میں

فعل کے مشابہ کس طرح ہوتی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ صفت کے فاعل کو دیکھا جائے گا اگر فاعل اسم ظاہر ہو تو صفت کو مفرد لایا جائے گا خواہ فاعل واحد ہو یا تثنیہ ہو یا جمع جیسے مررت برجل قاعد غلامہ، مررت برجلین قاعد غلاما ھما، مررت برجال قاعد غلمانھم جس طرح کہ اگر فعل کا فاعل اسم ظاہر ہو تو فعل کو ہمیشہ مفرد لایا جاتا ہے خواہ فاعل واحد ہو یا تثنیہ یا جمع جیسے مررت برجل یقعد غلامہ ،مررت برجلین یقعد غلاماھما ،مررت برجال یقعد غِلْمَانُھُمْ اور اگر فاعل اسم ظاہر مذکر ہو تو صفت کو بھی مذکر لایا جائے گا خواہ موصوف مؤنث بھی کیوں نہ ہو جیسے مررت بامرء ۃ قائمٍ ابوھا جس طرح کہ اگر فعل کا فاعل مذکر ہو تو فعل کو مذکر لایا جاتا ہے جیسے مررت بامرأۃ یقوم ابوھا، اگر فاعل مؤنث حقیقی ہو اور صفت و فاعل کے درمیان فاصل نہ ہو تو صفت کو مونث لانا واجب ہے جیسے مررت برجل قائمۃ جاریتہٗ جس طرح کہ اگر فعل کا فاعل مؤنث حقیقی ہو اور درمیان میں فاصل نہ ہو تو فعل کو مونث لانا واجب ہے جیسے مررت برجل تقوم جاریتہ اور اگر فاعل مؤنث غیر حقیقی ہو (۲) یا مونث حقیقی ہو لیکن درمیان میں فاصلہ ہو تو فعل کو مونث لانا بھی جائز اور مذکر لانا بھی جائز ہے مؤنث غیر حقیقی کی مثال مررت برجل معمور یامعمورۃ دارھا مثل مررت برجل یعمر او تعمر دارہ (۲) مونث حقیقی ہو اور درمیان میں فاصلہ ہو اس کی مثال جیسے مررت برجل قائم یا قائمۃ فی الدار جاریتہ مثل مررت برجل یقوم فی الدار او تقوم فی الدار جاریتہٗ کے۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب

فَاِنْ قُلْتَ اِذَا نَظَرْتَ حَقَّ النَّظْرِ وَجَدْتَ الْاَوَّلَ وَهُوَ الْوَصْفُ بِحَالِ الْمَوْصُوْفِ اَيْضًا فِيْ الْخَمْسَةِ

پھر اگر تم سوال کرو کہ اے مخاطب اگر تو حق نظر سے دیکھے تو نوع اول اور وہ وصف بحال الموصوف کو بھی باقی پانچوں (رفع ونصف وجر و تعریف و تنکیر)

الْبَوَاقِيْ كَالْفِعْلِ لِاَنَّ فَاعِلَهٗ كَالضَّمِيْرِ الْمُسْتَكِنِّ فِيْهِ الرَّاجِعِ اِلٰى مَوْصُوْفِهٖ وَالْفِعْلُ اِذَا اُسْنِدَ اِلَى الضَّمِيْرِ

میں فعل کی مانند پاؤ گے کیونکہ اس کا فاعل اس ضمیر کی طرح ہے جو فعل میں مستتر ہے جو اس کے موصوف کی طرف لوٹتی ہے جبکہ فعل جب اس کی ضمیر کی

يَلْحَقُهُ الْاَلِفُ فِي التَّثْنِيَةِ وَالْوَاوُ فِيْ جَمْعِ الْمُذَكَّرِ الْعَاقِلِ وَالنُّوْنُ فِيْ جَمْعِ الْمُؤَنَّثِ وَيُؤَنَّثُ فِي الْوَاحِدِ

طرف اسناد کی جائے تو اسے تثنیہ میں الف اور جمع عاقل میں واحد اور جمع مؤنث میں نون لاحق ہوتا ہے اور فعل کو واحد مونث میں

الْمُؤَنَّثِ وَلِذٰلِكَ قُلْتَ مَرَرْتُ بِرَجُلٍ ضَارِبٍ وَ بِرَجُلَيْنِ ضَارِبَيْنِ وَبِرِجَالٍ ضَارِبِيْنَ وَبِامْرَءَةٍ

مونث لایا جائے گا اور اسی وجہ سے تم نے کہا مررت برجل ضارب اور (مررت) برجلین ضاربین اور (مررت) برجال ضاربین اور (مررت) بامرئۃ

ضَارِبَةٍ وَبِامْرَءَتَيْنِ ضَارِبَتَيْنِ وَبِنِسْوَةٍ ضَارِبَاتٍ كَمَا تَقُولُ فِي الْفِعْلِ يَضْرِبُ وَيَضْرِبَانِ

ضاربۃ اور (مررت) بامرء تین ضاربتین اور (مررت) بنسوۃ ضاربات جیسے تم فعل میں کہتے ہو یضرب ویضربان

وَيَضْرِبُوْنَ وَتَضْرِبُ وَتَضْرِبَانِ وَيَضْرِبْنَ فَلِمَ خَصَّصْتَ الثَّانِيَ بِهٰذَا الْحُكْمِ قُلْنَا الْمَقْصُوْدُ

ویضربون وتضرب وتضربان ویضربن تو نوع ثانی کو تم نے اس حکم کے ساتھ کیونکر خاص کر دیا؟ ہم نے جواب دیا کہ اس مقام میں مقصود

الْاَصْلِيُّ فِيْ هٰذَا الْمَقَامِ بَيَانُ نِسْبَةِ الْوَصْفَيْنِ اِلَى الْمَوْصُوْفِ بِالتَّبْعِيَّةِ وَعَدَمِهَا وَلَمَّا كَانَ

اصلی دونوں وصفوں کے موصوف کی نسبت (نوع اول میں) تابع ہونے اور (ثانی میں) نہ ہونے کی نسبت کا بیان ہے اور جبکہ

الْوَصْفُ الْاَوَّلُ يَتْبَعُهُ فِي الْاُمُوْرِ الْعَشَرَةِ وَكَانَ لَا تُخْرِجُهُ مُشَابَهَتُهُ لِلْفِعْلِ فِي الْخَمْسَةِ الْبَوَاقِيْ

وصف اول امور عشرہ میں موصوف کے تابع ہوتی تھی اور وصف اول کا باقی پانچ امور میں فعل کے مشابہ ہونا اسے تابع ہونے سے خارج نہیں کرتا تھا

عَنْ هٰذِهِ التَّبْعِيَّةِ لِمَا عَرَفْتَ اِكْتَفٰى فِيْهِ بِالْحُكْمِ عَلَيْهِ بِالتَّبْعِيَّةِ بِخِلَافِ الْوَصْفِ الثَّانِيْ فَاِنَّهُ لَمَّا

اس وجہ سے کہ تمہیں معلوم ہو چکی ہے تو مصنف نے وصف اول (کے بیان) میں اس پر تبعیت کے حکم کے ساتھ اکتفاء کیا بخلاف وصف ثانی کہ

حَكَمَ بِالتَّبْعِيَّةِ فِي الْخَمْسَةِ الْاُوَلِ لَمْ يَكْتَفِ فِيْهِ بِالْحُكْمِ بِعَدَمِ التَّبْعِيَّةِ فَاِنَّهُ غَيْرُ مَضْبُوْطٍ بَلْ بَيَّنَ

جب اس پر پہلے پانچوں میں تابع ہونے کا حکم لگایا تو وصف ثانی میں عدم تبعیت کے ساتھ حکم لگانے پر اکتفاء نہ کیا کیونکہ عدم تبعیت کا حکم منضبط نہ تھا بلکہ

ضَابِطَةَ عَدَمِ تَبْعِيَّتِهٖ لَهٗ بِكَوْنِهٖ كَالْفِعْلِ بِالنِّسْبَةِ اِلَى الظَّاهِرِ بَعْدَهٗ لِيَتَبَيَّنَ حَالُهٗ عِنْدَ عَدَمِ التَّبْعِيَّةِ

مصنف نے اسکے تابع نہ ہونے کا ضابطہ بیان کر دیا کہ وہ بمنزلہ فعل کے ہے فاعل ظاہر کی طرف نسبت کرتے ہوئے تاکہ عدم تبعیت کے وقت وصف ثانی کا حال واضح ہو جائے

اغراض جامی:۔ اس عبارت میں شارح فان قلت: سے ایک اعتراض کو نقل کر کے قلنا سے اس کا جواب دے رہے ہیں۔

اعتراض: ۔جس طرح صفت کی قسم ثانی آخری پانچ چیزوں میں فعل کی طرح ہوتی ہے اسی طرح صفت کی قسم اول بھی آخری پانچ چیزوں میں فعل کی طرح ہوتی ہے مثلاً جب فعل مسند ہو ضمیر کی طرف تو اس کے مرجع کو دیکھا جاتا ہے اگر مرجع واحد مذکر ہو تو فعل کو بھی واحد مذکر لایا جاتا ہے اور اگر مرجع تثنیہ مذکر ہو تو فعل کے آخر میں الف کو لاحق کیا جاتا ہے اور اگر ضمیر کا مرجع جمع مذکر عاقل ہو تو فعل کے آخر میں واؤ کو لایا جاتا ہے اور اگر ضمیر کا مرجع واحد مونث ہو تو فعل کو واحد مونث لایا جاتا ہے اور اگر مرجع تثنیہ ہو تو فعل کو تثنیہ مونث لایا جاتا ہے اور اگر مرجع جمع مونث ہو تو فعل کو بھی جمع مونث لایا جاتا ہے بعینہ اسی طرح صفت میں بھی ضمیر کے مرجع کو دیکھا جاتا ہے اگر مرجع واحد مذکر ہو تو صفت واحد مذکر لائی جاتی ہے اگر مرجع

تثنیہ مذکر ہو تو صفت کو تثنیہ مذکر لایا جاتا ہے اگر مرجع واحد مونث ہو تو صفت کو بھی واحد مونث لایا جاتا ہے اور اگر ضمیر کا مرجع تثنیہ مؤنث ہو تو صفت کو بھی تثنیہ مؤنث لایا جاتا ہے۔ اگر ضمیر کا مرجع جمع مؤنث ہو تو صفت کو بھی جمع مؤنث لایا جائیگا۔ پس نعت کی صورت میں یوں کہا جائیگا مررت برجل ضارب ، مررت برجلین ضاربین ، مررت برجال ضاربین ، مررت بامراۃ ضاربۃ مررت بامرء تین ضاربتین ، مررت بنسوۃ ضاربات اور فعل میں یوں کہا جائیگا مررت برجل یضرب ، مررت برجلین یضربان ، مررت برجال یضربون ، مررت بامراۃ تضرب ، مررت بامرء تین تضربان ، مررت بنسوۃ یضربن تو جب قسم اول (نعت بحال الموصوف) بھی باقی پانچ چیزوں میں فعل کے مشابہ اور اسی کی مثل ہے جیسا کہ مثالوں سے واضح ہو چکا تو مصنف رحمہ اللہ نے قسم ثانی نعت بحال متعلق الموصوف کی وفی البواقی کالفعل کہہ کر تخصیص کیوں کی۔

جواب:۔ اس مقام میں مصنف رحمہ اللہ کا مقصد اصلی صفت کی دونوں قسموں نعت بحال الموصوف اور نعت بحال متعلق الموصوف کی اپنے موصوف کی طرف نسبت کو بیان کرنا ہے تبعیت اور عدم تبعیت کے اعتبار سے چونکہ صفت کی قسم اول امور عشرۃ میں اپنے موصوف کے تابع ہوتی ہے اور امور خمسہ باقیہ میں اس کا فعل کے مثل و مشابہ ہونا اس کو تبعیت سے خارج نہیں کرتا اسی وجہ سے قسم اول میں تبعیت کے حکم پر اکتفا کر لیا بخلاف قسم ثانی کے کہ وہ پہلی پانچ میں اپنے موصوف کے تابع ہوتی ہے اور باقی پانچ میں اپنے موصوف کے تابع نہیں ہوتی تو جب پہلی پانچ میں اس کی تبعیت کا حکم لگایا تو باقی پانچ میں عدم تبعیت کا حکم لگانا چاہئے تھا کیونکہ مقصود اصلی تبعیت اور عدم تبعیت کو بیان کرنا تھا لیکن مصنف نے صرف عدم تبعیت کا حکم لگانے پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ اس عدم تبعیت کو کالفعل سے تعبیر کیا کیونکہ عدم تبعیت منضبط نہیں ہے کہیں تو عدم تبعیت تذکیر و تانیث کے اعتبار سے ہوتی ہے کہیں افراد و تثنیہ کے اعتبار سے ہوتی ہے اس لئے کالفعل کہہ کر عدم تبعیت کو ایک ضابطہ کی شکل میں بیان کر دیا کہ باقی امور خمسہ میں نعت بحال متعلق الموصوف اپنے مابعد اسم ظاہر کی طرف نسبت کرنے کے اعتبار سے بمنزلہ فعل کے ہوگی تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ باقی امور خمسہ میں عدم تبعیت کے وقت اس کا کیا حال ہوگا تو وہ حالت بیان کرنے کیلئے کالفعل کہا کہ عدم تبعیت کے وقت اس کا حال فعل جیسا ہوگا۔

صفت بحال متعلقہ میں بقیہ امور خمسہ میں فعل کی مانند ہونا

وَمِنْ ثَمَّ اَیْ وَمِنْ اَجَلِ کَوْنِ الْوَصْفِ الثَّانِیْ فِی الْخَمْسَةِ الْبَوَاقِیْ کَالْفِعْلِ حَسُنَ قَامَ رَجُلٌ

اور اسی وجہ سے یعنی وصف ثانی کے باقی پانچ میں فعل کی طرح ہونے کی وجہ سے قام رجل قاعد غلمانہ مستحسن ہے

قَاعِدٌ غِلْمَانُهٗ كَمَا حَسُنَ يَقْعُدُ غِلْمَانُهٗ وَحَسُنَ اَيْضًا قَاعِدَةٌ غِلْمَانُهٗ لِاَنَّ الْفَاعِلَ مُؤَنَّثٌ غَيْرُ

جیسے یقعد غلمانہ مستحسن ہے اور قاعدۃ غلمانہ بھی اچھا ہے کیونکہ فاعل مؤنث غیر حقیقی ہے

حَقِيْقِيٍّ كَمَا حَسُنَ تَقْعُدُ غِلْمَانُهٗ وَضَعُفَ قَامَ رَجُلٌ قَاعِدُوْنَ غِلْمَانُهٗ لِاَنَّهٗ بِمَنْزِلَةِ يَقْعُدُوْنَ غِلْمَانُهٗ

جیسے تقعد غلمانہ اچھا ہے اور قام رجل قاعدون غلمانہ ضعیف ہے کیونکہ یہ یقعدون غلمانہ کے مرتبہ میں ہے

وَ اِلْحَاقُ عَلَامَتَيِ الْمُثَنّٰى وَالْمَجْمُوْعِ فِي الْفِعْلِ الْمُسْنَدِ اِلٰى ظَاهِرٍ هِمَا ضَعِيْفٌ وَيَجُوْزُ مِنْ غَيْرِ

اور مثنی و مجموع کی دو علامتوں (الف اور واو) کا اس فعل میں لاحق کرنا جو ان دونوں کے ظاہر کی طرف مسند ہو ضعیف ہے اور جائز ہے

حُسْنٍ وَلَا ضُعْفٍ قُعُوْدٌ غِلْمَانُهٗ وَاِنْ كَانَ قُعُوْدٌ جَمْعًا اَيْضًا كَقَاعِدُوْنَ لِاَنَّكَ اِذَا كَسَّرْتَ

قعود غلمانہ بلا حسن اور بلا ضعف اگرچہ قاعدون کی طرح قعود بھی جمع ہے کیونکہ جب تو اسم مشابہ للفعل کو

الْاِسْمَ الْمُشَابِهَ لِلْفِعْلِ خَرَجَ لَفْظًا عَنْ مُوَازَنَةِ الْفِعْلِ وَمُنَاسَبَتِهٖ لِاَنَّ الْفِعْلَ لَا يُكَسَّرُ فَلَمْ يَكُنْ قُعُوْدٌ

(جمع) مکسر بنا لو تو وہ لفظ کی رو سے فعل کے موازنت اور اس کی مناسبت سے خارج ہو جاتا ہے کیونکہ فعل کی تکسیر (وتغییر) نہیں ہوتی پس قعود

غِلْمَانُهٗ مِثْلَ يَقْعُدُوْنَ غِلْمَانُهٗ الَّذِيْ اجْتَمَعَ فِيْهِ فَاعِلَانِ فِي الظَّاهِرِ اِلَّا اَنْ تُخْرَجَ الْوَاوُ مِنَ الْاِسْمِيَّةِ

غلمانہ، یقعدون غلمانہ کی طرح نہ ہوا کہ جس کے اندر ظاہر میں دو فاعل جمع ہیں مگر یہ کہ واؤ کو اسمیت

اِلَى الْحَرْفِيَّةِ اَوْ يُجْعَلَ الْمُظْهَرُ بَدَلًا مِنَ الْمُضْمَرِ اَوْ يُجْعَلَ الْفِعْلُ خَبَرًا مُقَدَّمًا عَلَى الْمُبْتَدَاِ

سے حرفیت کی طرف نکالا جائے یا مظہر کو مضمر سے بدل بنا دیا جائے یا فعل کو مبتداء پر خبر مقدم قرار دیا جائے

خلاصہ متن مع مختصر تشریح:۔ ومن ثم یہ ماقبل پر تفریع ہے کہ جب قسم ثانی آخری پانچ امور میں اپنے موصوف کے تابع نہیں ہوتی بلکہ فعل کے مثل ہوتی ہے تو قام رجل قاعد غلمانہ یہ ترکیب حسن ہے جس طرح کہ قام رجل یقعد غلمانہ یہ ترکیب حسن ہے اس لئے کہ جب فاعل اسم ظاہر ہو تو فعل کو مفرد لانا واجب ہوتا ہے اور قام رجل قاعدۃ غلمانہ یہ ترکیب بھی حسن ہے جس طرح کہ قام رجل تقعد غلامہ ترکیب حسن ہے اس لئے کہ غِلْمَانُهٗ جمع ہے اور جمع جماعۃ کی تاویل میں ہوتی ہے اور جماعۃ مونث غیر حقیقی ہے اور قاعدہ ہے کہ جب فاعل مؤنث غیر حقیقی ہو تو فعل کو مؤنث لانا بھی جائز ہوتا ہے اور مذکر لانا بھی۔ اسی طرح صفت کو بھی مونث اور مذکر لانا جائز ہے۔ اور قام رجل قاعدون غلمانہ یہ ترکیب ضعیف ہے جس طرح کہ قام رجل یقعدون غلمانہ ترکیب ضعیف ہے اس لئے کہ جب فاعل اسم ظاہر ہو تو فعل کے ساتھ علامت تثنیہ اور علامت جمع کو لانا ضعیف ہوتا ہے (کیونکہ اس میں تعدد فاعل بلا عطف لازم آتا ہے تثنیہ و جمع میں الف اور واؤ

بھی فاعل ہیں اور بعد کا اسم ظاہر بھی فاعل ہے) اور قام رجل قعود غلمانہ یہ ترکیب جائز ہے یعنی نہ ضعیف ہے نہ حسن۔ اگر چہ یہ بھی یقعدون کی طرح جمع ہے تو اس کو بھی ضعیف ہونا چاہیے لیکن عدم ضعف کی وجہ یہ ہے کہ جب اسم مشابہ للفعل کو مکسر بنایا جائے تو یہ لفظا فعل کی موازنت اور فعل کی مناسبت سے خارج ہو جاتا ہے اس لئے کہ فعل کی جمع مکسر نہیں لائی جاتی لہذا قعود غلمانہ یعقدون غلمانہ کی مثل نہ ہوا جس میں بظاہر دو فعل نظر آتے ہیں اسی وجہ سے اس کو جائز قرار دیا اور نہ ضعف کا حکم لگایا نہ حسن کا۔

اغراض جامی :۔ الا ان تخرج: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال :۔ جب یقعدون غلمانہ میں دو فاعل جمع ہیں تو اس پر امتناع کا حکم لگانا چاہیے تھا ضعف کا حکم کیوں لگایا؟

جواب :۔ اس میں تین طریقوں میں سے کسی ایک طریقہ سے تاویل کی گنجائش موجود ہے اسی وجہ سے اس پر ضعف کا حکم لگایا امتناع کا نہیں۔ وہ طریقے یہ ہیں (۱) یقعدون میں واؤ حرف ہے اور حرف فاعل نہیں بن سکتا اس لئے کہ فاعل تو اسم ہوتا ہے لہذا دو فاعل جمع نہ ہوئے (۲) اس میں واؤ فاعل ہے اور غلمانہ اسم ظاہر فاعل نہیں ہے بلکہ ضمیر فاعل سے بدل ہے لہذا دو فاعل جمع نہ ہوئے۔ (۳) اسم ظاہر مبتداء موخر ہے اور فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ خبر مقدم ہے۔

ضمیر کا صفت یا موصوف نہ بننا

وَالْمُضْمَرُ لَا يُوْصَفُ لِاَنَّ ضَمِيْرَ الْمُتَكَلِّمِ وَالْمُخَاطَبِ اَعْرَفُ الْمَعَارِفِ وَاَوْضَحُهَا فَلَاحَاجَةَ

اور ضمیر موصوف نہیں کی جاسکتی (کسی صفت کے ساتھ) کیونکہ متکلم اور مخاطب کی ضمیر سب معارف سے زیادہ معرفہ اور سب سے زیادہ واضح ہے لہذا

لَهُمَا اِلَى التَّوْضِيْحِ وَحُمِلَ عَلَيْهِمَا ضَمِيْرُ الْغَائِبِ وَعَلَى الْوَصْفِ الْمُوْضِحِ الْوَصْفُ الْمَادِحُ

ان دونوں کو توضیح کی حاجت نہیں اور غائب کی ضمیر کو ان دونوں پر محمول کیا گیا اور وصف مادح اور وصف ذام وغیرہما کو

وَالذَّامُّ وَغَيْرُهُمَا طَرْدًا لِلْبَابِ وَلَا يُوْصَفُ بِهٖ لِاَنَّهٗ لَيْسَ فِي الْمُضْمَرِ مَعْنَى الْوَصْفِيَّةِ وَهُوَ

طرد اللباب وصف موضح پر محمول کیا گیا اور نہ ہی مضمر سے وصف کی جائے گی کیونکہ ضمیر میں وصفیت کا معنی نہیں اور

الدَّلَالَةُ عَلٰى قِيَامِ مَعْنًى بِالذَّاتِ لِاَنَّهٗ يَدُلُّ عَلَى الذَّاتِ لَا عَلٰى قِيَامِ مَعْنًى بِهَا

وہ وصفیت کا معنی دلالت ہے معنی کے ذات کے ساتھ قیام پر کیونکہ ضمیر ذات پر دلالت کرتی ہے ذات کے ساتھ معنی کے قیام پر نہیں

خلاصہ متن :۔ اس عبارت میں صاحب کافیہ دو ضابطے بیان فرما رہے ہیں (۱) ضمیر موصوف نہیں بن سکتی (۲) ضمیر صفت بھی نہیں بن سکتی۔

اغراض جامی : ۔اس عبارت میں چند ضوابط کا بیان ہے۔جن میں سے پہلا ضابطہ یہ ہے کہ ضمیر موصوف نہیں بن سکتی۔

لَانَّ ضَمِیرَ الْمُتَکَلِّمِ: میں اس کی وجہ کا بیان ہے کہ جب موصوف معرفہ ہو تو صفت کا فائدہ موصوف کی وضاحت کرنا ہوتا ہے اور ضمیر متکلم ومخاطب اعرف المعارف واوضح ہونے کی وجہ سے کسی وضاحت کی محتاج نہیں اسی وجہ سے ضمیر موصوف نہیں بن سکتی۔

وَحُمِلَ عَلَیْهِمَا: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : ۔تقریب تام نہیں دلیل دعوی کے مطابق نہیں دعوی مطلق ضمیر کا تھا خواہ ضمیر متکلم ہو یا مخاطب یا غائب اور دلیل ضمیر متکلم اور مخاطب میں جاری ہوگی ضمیر غائب میں نہیں۔

جواب : ۔ضمیر غائب کو ضمیر متکلم ومخاطب پر محمول کرلیا گیا طرد اللباب۔

علی الوصف: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔**سوال :** ۔آپ کی دلیل سے معلوم ہوا کہ ضمیر صفت موضحہ کی محتاج تو نہیں ہے کیونکہ واضح بنفسہا ہوتی ہے لیکن ضمیر کا صفت مادحہ اور ذامہ مؤکدہ کا محتاج نہ ہونا اس دلیل سے ثابت نہیں ہوتا۔لہذا ضمیر کا صفت مادحہ وذامہ کے ساتھ موصوف ہونا جائز ہونا چاہئے۔

جواب : ۔صفت مادحہ ذامہ مؤکدہ کو بھی صفت موضحہ پر محمول کرتے ہوئے طرد اللباب سب پر عدم جواز کا حکم لگا دیا گیا ہے کہ ان میں سے کسی کے ساتھ ضمیر موصوف نہیں ہو سکتی۔

لا یوصف به: دوسرے ضابطہ کا بیان ہے کہ ضمیر کسی کی صفت بھی نہیں بن سکتی۔

لِاَنَّهُ لَیْسَ فِی الْمُضْمَرِ: میں اس کی وجہ کا بیان ہے کہ صفت کی وضع اس معنی پر دلالت کرنے کے لئے ہوتی ہے جو ذاتِ موصوف کے ساتھ قائم ہو اور ضمیر فقط ذات پر دلالت کرتی ہے کسی معنی وصفی پر دلالت نہیں کرتی جو ذات موصوف کے ساتھ قائم ہو۔

سوال مقدر کا جواب

وَکَاَنَّهُ لَمْ یَقَعْ فِیْ بَعْضِ النُّسَخِ قَوْلُهُ وَلَا یُوْصَفُ بِهِ وَ لِهٰذَا اِعْتَذَرَ الشَّارِحُ الرَّضِیُ وَقَالَ
اور گویا کہ بعض نسخوں میں مصنف کا قول وَلَا یُوْصَفُ بِهٖ واقع نہیں ہوا اور اسی وجہ سے شارح رضی نے معذرت کی اور کہا کہ مصنف نے
وَلَمْ یَذْکُرِ الْمُصَنِّفُ اَنَّهُ لَایُوْصَفُ بِالضَّمِیْرِ لِاَنَّهُ تَبَیَّنَ ذٰلِکَ بِقَوْلِهٖ
اس بات کا ذکر نہیں کیا کہ ضمیر کے ساتھ وصف نہیں لائی جاتی کیونکہ یہ بات مصنف کے قول (آگے آنے والا) سے واضح ہو جاتی ہے

اغراضِ جامی: ۔شارح کی یہ عبارت ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال : ۔کافیہ کے بعض نسخوں میں ولا یوصف به کی عبارت نہیں ہے اور شیخ رضی نے کافیہ کی شرح اسی نسخہ کو سامنے رکھتے

ہوئے لکھی اور انہوں نے صاحب کافیہ پر اعتراض کر دیا کہ صاحب کافیہ کو چاہیے تھا کہ وہ ولا یوصف بہ کی عبارت ذکر کرتے۔ پھر خود ہی اس کا جواب دیا کہ چونکہ یہ ضابطہ مصنف کے مابعد والے ضابطے والموصوف اخص او مساو سے سمجھا جا رہا ہے اس لئے مصنف نے اس کو علیحدہ بیان نہیں کیا۔ بعض شراح نے شیخ رضی پر اعتراض کر دیا کہ کافیہ میں تو ولا یوصف بہ کی عبارت موجود ہے اور شیخ رضی کا اعتراض علی المصنف اور پھر مصنف کی طرف سے اعتذار یہ سب لغو ہے۔

جواب: ۔کافیہ کے بعض نسخوں میں ولا یوصف بہ کی عبارت موجود نہیں ہے اور شیخ رضی نے اسی نسخہ کو مدنظر رکھتے ہوئے کافیہ کی شرح لکھی۔ اس لئے ان کا اعتراض واعتذار درست ہے۔

سوال: ۔شیخ رضی کی تقریر کے مطابق ولا یوصف بہ والا ضابطہ والموصوف اخص او مساو سے سمجھا جا رہا ہے سوال یہ ہوتا ہے کہ یہ ضابطہ کیسے سمجھا جا رہا ہے۔

جواب: ۔ضمیر اعرف المعارف واوضح المعارف ہے اگر اس کو صفت بنا دیا جائے تو صفت کا موصوف سے اخص ہونا لازم آئے گا حالانکہ قاعدہ ہے کہ والموصوف اخص او مساو کہ موصوف اخص یا مساوی بالصفۃ ہوتا ہے۔

صفت سے متعلق ایک ضابطہ

وَالْمَوْصُوْفُ اَخَصُّ اَوْ مُسَاوٍ اَیِ الْمَوْصُوْفُ الْمَعْرِفَةُ اَشَدُّ اِخْتِصَاصًا بِالتَّعْرِيْفِ وَالْمَعْلُوْمِيَةِ مِنَ
اور موصوف اخص ہوگا یا مساوی یعنی موصوف معرفہ تعریف اور معلومیت کے اعتبار سے صفت سے زیادہ خاص ہوتا ہے
الصِّفَةِ يَعْنِيْ اَعْرَفُ مِنْهَا لِاَنَّهُ الْمَقْصُوْدُ الْاَصْلِيُّ فَيَجِبُ اَنْ يَّكُوْنَ اَكْمَلَ مِنَ الصِّفَةِ فِي التَّعْرِيْفِ
یعنی صفت سے زیادہ معرف ہوتا ہے کیونکہ وہ موصوف ہی مقصود اصلی ہے لہٰذا اس کا تعریف میں صفت کی نسبت زیادہ کامل یا اس کے مساوی ہونا
اَوْ مُسَاوِيًا لَهَا لِاَنَّهُ لَوْ لَمْ يَكُنْ اَكْمَلَ مِنْهَا فَلَا اَقَلَّ مِنْ اَنْ لَّا يَكُوْنَ اَدْوَنَ مِنْهَا
واجب ہے کیونکہ موصوف اگر صفت سے زیادہ کامل نہ ہو تو کم از کم اس سے کم نہ ہو

خلاصہ متن: ۔صاحب کافیہ اس عبارت میں ایک اور ضابطہ بیان کر رہے ہیں کہ موصوف کا صفت سے اخص یا اس کے مساوی ہونا ضروری ہے۔ پھر ان ضابطوں پر تفریع ذکر کی ہے کہ معرف باللام کی صفت صرف معرف باللام ہوسکتی ہے یا وہ چیز ہوسکتی ہے جو درجہ میں معرف باللام کے مساوی ہو جیسے اسماء موصولہ یا معرف باللام کی طرف مضاف ہو۔ یعنی معرف باللام کی صفت علم نہیں ہوسکتی۔

اغراضِ جامی: ۔<u>ای الموصوف المعرفہ</u>: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال :۔ یہ قاعدہ حیوانٌ ناطقٌ کے ساتھ منقوض ہے۔اس لئے کہ اس میں حیوان موصوف اور ناطق صفت ہے حالانکہ موصوف حیوان نہ اخص ہے نہ مساوی بلکہ اعم من الصفۃ ہے من حیث الصدق۔

جواب :۔ موصوف سے مراد موصوف معرفہ ہے۔اور حیوان نکرہ ہے اس لئے یہ اعتراض نہیں ہوتا۔

اشد اختصاصا :۔ سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال :۔ یہ قاعدہ الحیوان الناطق کے ساتھ منقوض ہے۔اس لئے کہ الحیوان موصوف معرفہ ہے حالانکہ یہ صفت سے نہ اخص ہے نہ مساوی بلکہ اعم ہے باعتبار الصدق۔

جواب :۔ اخص سے مراد اخص من حیث الصدق نہیں بلکہ مراد اشد اختصاصا بالتعریف والمعلومیت من الصفۃ ہے یعنی موصوف کا معرفہ ہونا اور اس کا معلوم ہونا صفت کی تعریف و معلومیت سے زیادہ ہو جیسے زیدن الفاضل میں زید کی تعریف علیت کی وجہ سے الفاضل کی تعریف سے زیادہ ہے یا اس کے مساوی ہو اور الحیوان اور الناطق اس اعتبار سے مساوی ہیں۔اس لئے کہ دونوں نے الف لام سے تعریف حاصل کی ہے۔اس لئے یہ اعتراض نہیں ہوتا (سوال کابلی ص ۲۸۳)

لانہ المقصود الاصلی :۔ سے قاعدہ مذکورہ کی وجہ کا بیان ہے کہ صفت اور موصوف میں سے مقصود اصلی موصوف ہے لہذا موصوف کے لئے ضروری ہے کہ وہ صفت سے اکمل ہو یا اسکے مساوی ہو اس لئے کہ اگر اکمل کی بجائے ادنی ہو تو مقصود کا غیر مقصود سے کم ہونا ہونا لازم آئے گا جو کہ جائز نہیں ہے۔

معرفہ کے اقسام کے مراتب

وَالْمَنْقُوْلُ عَنْ سِيْبَوَيْهِ وَعَلَيْهِ جُمْهُوْرُ النُّحَاةِ اَنَّ اَعْرَفَهَا الْمُضْمَرَاتُ ثُمَّ الْاَعْلَامُ
اور سیبویہ سے منقول اور اسی پر جمہور نحات ہیں کہ اعرف المعارف مضمرات ہیں پھر اعلام
ثُمَّ اَسْمَاءُ الْاِشَارَاتِ ثُمَّ الْمُعَرَّفُ بِاللَّامِ وَالْمَوْصُوْلَاتُ فَبَيْنَهُمَا مُسَاوَاةٌ
پھر اسمائے اشارات پھر معرف باللام اور (اسمائے) موصولات پس ان دونوں (معرف باللام اور موصولات) میں مساوات ہے

اغراض جامی :۔ شارح جامی اس عبارت میں معرفہ کے اقسام کے مراتب بیان کر رہے ہیں یہ مراتب امام سیبویہ سے منقول ہیں اور جمہور نحاۃ کا بھی یہی مذہب ہے کہ اعرف المعارف (۱) ضمائر ہیں (۲) پھر اعلام کیونکہ علم کا مدلول ذات معین مخصوص ہوتا ہے عندالوضع و عندالاستعمال بخلاف اسم اشارہ کے کہ اس کا مدلول عندالوضع غیر معین ہوتا ہے،اسم اشارہ معرف باللام و موصول سے اس لئے اعرف ہے کہ اسم اشارہ کا مدلول معلوم و معین بالقلب والعین ہوتا ہے عندالمخاطب اور معرف

باللام کا مدلول معلوم ومعین بالقلب ہوتا ہے لا بالعین (۳) پھر اسماء اشارات (۴) پھر معرف باللام (۵) اور اسم موصول اور یہ دونوں تعریف میں مساوی ہیں۔

ضابطہ مذکورہ پر تفریع

وَمِنْ ثَمَّ اَیْ وَمِنْ اَجَلِ اَنَّ الْمَوْصُوْفَ اَخَصُّ اَوْ مُسَاوٍ لَمْ یُوْصَفْ ذُوالّلامِ اِلَّا بِمِثْلِهٖ اَیْ ذِی

اور اسی وجہ سے یعنی اس وجہ سے کہ موصوف اخص یا مساوی ہوتا ہے ذو لام کو اس کے مثل کے ساتھ ہی موصوف کیا جائے گا یعنی

اللَّامِ الْاٰخرِ اَوِ الْمَوْصُوْلِ فَاِنَّهٗ اَیْضاً مُمَاثِلٌ لِذِی اللَّامِ لِمَا عَرَفْتَ بَیْنَهُمَا الْمُسَاوَاةَ فِی التَّعْرِیْفِ

دوسرے ذی لام یا موصول کے ساتھ کیونکہ موصول بھی ذی لام کا مثل ہے جیسا کہ تو دونوں کے درمیان مساوات فی التعریف کے بارے معلوم کر چکا ہے

نَحْوُ جَاءَ نِی الرَّجُلُ الْفَاضِلُ اَوِ الرَّجُلُ الَّذِیْ کَانَ عِنْدَکَ اَمْسِ اَوْ بِالْمُضَافِ اِلٰی مِثْلِهٖ اَیْ مِثْلِ

جیسے جَاءَ نِی الرَّجُلُ الْفَاضِلُ اَوِ الرَّجُلُ الَّذِیْ کَانَ عِنْدَکَ اَمْسِ یا اپنے مثل کی طرف مضاف کے ساتھ یعنی معرف باللام کے مثل

الْمُعَرَّفِ بِاللَّامِ بِلَا وَاسِطَةٍ نَحْوُ جَاءَ نِی الرَّجُلُ صَاحِبُ الْفَرَسِ اَوْ بِوَاسِطَةٍ نَحْوُ جَاءَ نِی الرَّجُلُ

(کی طرف) بلا واسطہ (مضاف) جیسے جَاءَ نِی الرَّجُلُ صَاحِبُ الْفَرَسِ یا بالواسطہ (مضاف) جیسے جَاءَ نِی الرَّجُلُ

صَاحِبُ لِجَامِ الْفَرَسِ لِاَنَّ تَعْرِیْفَ الْمُضَافِ مُسَاوٍ لِتَعْرِیْفِ الْمُضَافِ اِلَیْهِ اَوْ اَنْقَصُ مِنْهُ عَلٰی

صَاحِبُ لِجَامِ الْفَرَسِ کیونکہ مضاف کی تعریف، مضاف الیہ کی تعریف کے مساوی یا اس سے کم ہوتی ہے بنا بر

الْخِلَافِ الْوَاقِعِ بَیْنَ سِیْبَوَیْهِ وَغَیْرِهٖ بِخِلَافِ سَائِرِ الْمَعَارِفِ فَاِنَّهَا اَخَصُّ مِنْ ذِی اللَّامِ فَلَوْ وَقَعَ

اختلاف کے جو سیبویہ وغیرہ میں واقع ہے بخلاف باقی معارف کے کہ وہ ذی لام سے اخص ہیں پس اگر اخص

اَخَصُّ نَعْتًا لِغَیْرِ اَخَصَّ فَهُوَ مَحْمُوْلٌ عَلَی الْبَدَلِ عِنْدَ صَاحِبِ هٰذَا الْمَذْهَبِ

غیر اخص کے لیے صفت واقع ہو تو وہ اس مذہب والے (مصنف) کے نزدیک بدل پر محمول ہوگا

خلاصہ متن: ۔صاحب کافیہ اس عبارت میں ضابطہ مذکورہ الموصوف اخص او مساوٍ پر تفریع بیان کرتے ہیں کہ چونکہ موصوف صفت سے اخص یا مساوی بالصفۃ ہوتی ہے اس لئے معرف باللام کی صفت معرف باللام یا اسم موصول لائی جا سکتی ہے کیونکہ موصول بھی تعریف میں معرف باللام کا مماثل ہے تو اس صورت میں موصوف صفت کے درمیان مساوات پائی جائیگی۔ شارح نے موصوف معرف باللام کی صفت معرف باللام کی مثال دی جیسے جاء نی الرجل الفاضل اور معرف

باللام کی صفت اسم موصول کی مثال دی جاء نی الرجل الذی کان عندک امس.

او بالمضاف الی مثلہ : صاحب کافیہ فرماتے ہیں کہ معرف باللام کی صفت مضاف الی معرف باللام ہو۔ خواہ مضاف اور معرف باللام کے درمیان واسطہ ہو یا نہ ہو۔ واسطہ نہ ہونے کی مثال بیان کی جاء نی الرجل صاحب الفرس کہ اس میں مضاف صاحب اور معرف باللام الفرس کے درمیان کوئی واسطہ نہیں ہے اور فاصلہ و واسطہ ہونے کی مثال جاء نی الرجل صاحب لجام الفرس اس میں مضاف صاحب اور معرف باللام کے درمیان لجام کا فاصلہ و واسطہ ہے۔

اغراضِ جامی:۔ لان تعریف : میں معرف باللام کی صفت مضاف الی معرف باللام کے صحیح ہونے کی وجہ کا بیان ہے کہ امام سیبویہ کے نزدیک مضاف کی تعریف مضاف الیہ کی تعریف کے مساوی ہوتی ہے اور امام مبرد کے نزدیک مضاف کی تعریف مضاف الیہ کی تعریف سے انقص ہوتی ہے لہذا اگر معرف باللام کی صفت مضاف الی معرف باللام لائی جائے تو امام سیبویہ کے نزدیک موصوف صفت کے درمیان تساوی ہوگی اور امام مبرد کے نزدیک صفت موصوف سے انقص ہوگی لہذا ضابطہ برقرار رہے گا۔

بخلاف سائر : اس عبارت کا تعلق ولم یوصف ذواللام الا بمثلہ کے ساتھ ہے کہ معرف باللام اور موصول کے علاوہ باقی معارف یعنی ضمائر اعلام اسماء اشارات ان دونوں سے اخص ہیں اس لئے وہ معرف باللام اور موصول کی صفت نہیں بن سکتے کیونکہ اس صورت میں صفت موصوف سے اخص ہو جائے گی۔

فلو وقع : مقصد عبارت یہ ہے کہ اگر کہیں ایسا ہو کہ اخص غیر اخص کی نعت واقع ہو مثلا موصوف معرف باللام ہو اور صفت مضاف الی العلم ہو تو دریں صورت یہ صفت نہیں بنے گی بلکہ بدل پر محمول ہوگی مثلاً جاءنی الرجل صاحب زید۔

ضابطہ مذکورہ پر ایک سوال کا جواب

وَاِنَّمَا الْتُزِمَ وَصْفُ بَابِ هٰذَا اَیْ بَابِ اِسْمِ الْاِشَارَةِ بِذِی اللَّامِ مِثْلُ مَرَرْتُ بِهٰذَا الرَّجُلِ
اور باب ہذا کی وصف کا ذی لام کے ساتھ التزام کیا گیا ہے یعنی اسم اشارہ کے باب کا، جیسے مررت بہذا الرجل باوجود اس کے کہ
مَعَ اَنَّ الْقِیَاسَ یَقْتَضِیْ جَوَازَ وَصْفِهٖ بِذِی اللَّامِ وَالْمَوْصُوْلِ وَالْمُضَافِ اِلٰی اَحَدِهِمَا لِلْاِبْهَامِ
قیاس اس بات کا متقاضی تھا کہ اسم اشارہ کی وصف ذی لام اور موصول اور ان دو میں سے کسی ایک کی طرف مضاف اسم کے ساتھ جائز ہو ابہام کی وجہ سے
الْوَاقِعِ فِیْ هٰذَا الْبَابِ بِحَسْبِ اَصْلِ الْوَضْعِ الْمُقْتَضِیْ لِبَیَانِ الْجِنْسِ فَاِذَا اُرِیْدَ رَفْعُهٗ لَایُتَصَوَّرُ
جو باب اسم اشارہ میں اصل وضع کے اعتبار سے واقع ہے جو بیان جنس کا تقاضا کرنے والا ہے پس جب رفع ابہام کا ارادہ کیا جائیگا تو اس کے مثل سے

بِمِثْلِهٖ لِاِبْهَامِهٖ وَلَا يَلِيْقُ بِالْمُضَافِ الْمُكْتَسِبِ التَّعْرِيْفَ مِنَ الْمُضَافِ اِلَيْهِ لِاَنَّهٗ كَالْاِسْتِعَارَةِ
متصور نہیں ہوسکتا اس کے ابہام کی وجہ سے اور نہ ہی مضاف سے مناسب ہے جو مضاف الیہ سے تعریف حاصل کرتا ہے کیونکہ یہ مستعیر سے
مِنَ الْمُسْتَعِيْرِ وَالسُّؤَالِ عَنِ الْمُحْتَاجِ الْفَقِيْرِ فَتَعَيَّنَ ذُو اللَّامِ لِتَعَيُّنِهٖ فِيْ نَفْسِهٖ وَ حُمِلَ
استعارہ اور فقیر محتاج سے سوال کرنے کی مانند ہے پس ذواللام متعین ہوگیا اس کے فی نفسہ متعین ہونے کی وجہ سے اور موصول کو
الْمَوْصُوْلُ عَلَيْهِ لِاَنَّهٗ مَعَ صِلَتِهٖ مِثْلُ ذِی اللَّامِ مِثْلُ مَرَرْتُ بِهٰذَا الَّذِیْ كَرُمَ اَیِ الْكَرِيْمِ وَمِنْ
(رفع ابہام میں) ذی اللام پر محمول کیا گیا کہ وہ اپنے صلہ کے ساتھ مل کر ذی لام کی مانند ہے جیسے مَرَرْتُ بِهٰذَا الَّذِیْ كَرُمَ اَیِ الْكَرِيْمِ
ثَمَّ اَیْ وَمِنْ اَجْلِ اَنَّ اِلْتِزَامَ وَصْفِ بَابِ هٰذَا بِذِی اللَّامِ لِرَفْعِ الْاِبْهَامِ بِبَيَانِ الْجِنْسِ ضَعُفَ
اور اسی وجہ سے یعنی اس وجہ سے کہ ہذا کے باب کی وصف کا ذی لام کے ساتھ التزام بیان جنس کے ذریعے ابہام کو رفع کرنے کے لیے ہے ضعیف ہے
مَرَرْتُ بِهٰذَا الْاَبْيَضِ لِاَنَّهٗ لَايَتَبَيَّنُ بِهٖ جِنْسُ الْمُبْهَمِ لِاَنَّ الْاَبْيَضَ عَامٌّ لَايَخْتَصُّ بِجِنْسٍ دُوْنَ جِنْسٍ
مَرَرْتُ بِهٰذَا الْاَبْيَضِ کیونکہ اس کے ساتھ مبہم کی جنس واضح نہیں ہوتی کیونکہ ابیض عام ہے جو کسی ایک جنس کے ساتھ خاص نہیں ہے
وَحَسُنَ مَرَرْتُ بِهٰذَا الْعَالِمِ لِاَنَّهٗ يَتَبَيَّنُ بِهٖ اَنَّ الْمُشَارَ اِلَيْهِ اِنْسَانٌ بَلْ رَجُلٌ
اور مررت بهذا العالم خوب ہے کیونکہ اس سے واضح ہوتا ہے کہ مشارالیہ انسان ہے بلکہ مرد ہے

خلاصہ متن:۔ یہاں سے صاحب کافیہ سابقہ بیان کردہ ضابطہ پر ہونے والے ایک سوال کا جواب دے رہے ہیں۔ اور پھر اس پر ایک تفریع بھی ذکر کی ہے۔ اس کی مکمل تفصیل شرح میں ملاحظہ فرمائیں۔

اغراض جامی :وانما التزم: سے **غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ ضابطہ مذکورہ والموصوف اخص اومساو کا تقاضا یہ ہے کہ اسم اشارہ کی صفت اسم اشارہ، اور معرف باللام، اور یہ موصول اور مضاف الی معرف باللام، اور مضاف الی الموصول کا واقع ہونا صحیح ہونا چاہیے (۱) کیونکہ اسم اشارہ کے صفت ہونے کی صورت میں موصوف، صفت میں مساواۃ ہوگی (کما ہو الظاہر) (۲) اگر صفت معرف باللام یا موصول ہو تو موصوف صفت سے اخص ہوگا کیونکہ ان کی تعریف اسم اشارہ سے انقص ہے لہذا ان کا صفت بننا بھی جائز ہونا چاہیے (۳) اگر صفت مضاف الی معرف باللام ہو یا مضاف الی الموصول ہو تو چونکہ مضاف کی تعریف مضاف الیہ کی تعریف سے انقص ہوتی ہے کما ہو مذہب المبرد یا مساوی ہوتی ہے کما ہو مذہب سیبویہ لہذا موصوف صفت سے اخص ہو جائے گا۔ اب سوال یہ ہے کہ جب یہ سب صورتیں جائز اور ضابطہ کے مطابق ہیں تو پھر نحوی حضرات اسم اشارہ کی صفت کیلئے معرف باللام کو لازم اور خاص کیوں کرتے

ہیں باقی صورتوں کو ناجائز کیوں قرار دیتے ہیں۔

جواب: ۔اسم اشارہ میں بحسب اصل الوضع ابہام ہوتا ہے جو تقاضا کرتا ہے جنس کو بیان کرنے اور ابہام کو رفع کرنے کا اب اگر اس کے ابہام کو رفع کیا جائے اس کی مثل یعنی اسم اشارہ کے ساتھ تو ایسا متصور نہیں ہوسکتا اس لئے کہ وہ تو خود مبہم ہے دوسرے کے ابہام کو کیسے رفع کریگا اسی لئے اسم اشارہ کی صفت اسم اشارہ نہیں بن سکتا اور مضاف الی معرف باللام اور مضاف الی الموصول کے ساتھ ابہام رفع کرنا بھی غیر مناسب ہے اس لئے کہ خود مضاف کے اندر ابہام ہوتا ہے جو اپنا ابہام مضاف الیہ کے ذریعہ رفع کرتا ہے تو یہ اسم اشارہ کے ابہام کو کیسے رفع کرسکتا ہے؟ یہ تو استعارہ من المستعیر (عاریت پر لینے والے سے عاریت لینا) اور سوال من المحتاج الفقیر کی طرح ہو جائے گا۔جب ان سب کا اسم اشارہ کی صفت بننا درست نہ ہوا تو اب معرف باللام ہی متعین ہوگا کہ وہی اسم اشارہ کی صفت بنے گا۔

<u>لتعینہ فی نفسہ:</u> یعنی لام یہ تعریف کے لئے موضوع ہے لہذا یہ خود بخود اسم اشارہ کی صفت بننے کے لئے متعین ہو جائے گا اور یہ جنس پر دلالت کرے گا۔

<u>وحمل الموصول علیہ:</u> سے غرض بیان فائدہ ہے کہ اسم موصول بھی اسم اشارہ کی صفت بن سکتا ہے کیونکہ وہ معرف باللام پر محمول ہے اس لئے کہ اسم موصول اپنے صلہ کے ساتھ مل کر اس ابہام کو رفع کرنے میں معرف باللام کی مثل ہے لہذا یہ بھی صفت واقع ہوسکتا ہے جیسے مررت بھذا الذی کرم موصول صلہ مل کر ہذا کی صفت واقع ہو رہا ہے یہ بمنزلہ الکریم معرف باللام کے ہے۔

<u>ومن ثم ضعف......انہ لایتبین بہ:</u> یہ ماقبل پر تفریع کا بیان ہے کہ چونکہ معرف باللام کے ساتھ اسم اشارہ کی صفت کا التزام بیان جنس کے ذریعے ابہام کو رفع کرنے کے لئے ہے۔اسی وجہ سے مررت بھذا الابیض والی ترکیب ضعیف ہے اس لئے کہ اس کے ساتھ جنس مبہم واضح نہیں ہو رہی کیونکہ ابیض عام ہے یہ کسی جنس کے ساتھ خاص نہیں لیکن کچھ نہ کچھ ابہام جاتا رہا اور معلوم ہوگیا کہ یہ ابیض ہے اسود نہیں ہے اسی وجہ سے ممتنع نہیں ہے یہ ضعیف ہے اور مررت بھذا العالم یہ ترکیب حسن ہے اس لئے کہ اس کے ذریعے یہ بات واضح ہوگئی کہ مشار الیہ انسان بلکہ رجل ہے تو ابہام من کل الوجوہ زائل ہوگیا۔

قسم ثانی، عطف کی تعریف

اَلعَطفُ يَعْنِيْ الْمَعْطُوْفَ بِالْحَرْفِ تَابِعٌ مَقْصُوْدٌ اَیْ قُصِدَ نِسْبَتُهٗ اِلٰی شَیْءٍ اَوْ نِسْبَةُ شَیْءٍ اِلَیْهِ
عطف یعنی معطوف بہ حرف وہ تابع ہے جو مقصود بالنسبۃ ہوتا ہے یعنی کسی چیز کی طرف اس کی نسبت یا اس کی طرف کسی چیز کی نسبت کا قصد کیا گیا ہو
بِالنِّسْبَةِ الْوَاقِعَةِ فِی الْكَلَامِ فَقَوْلُهٗ بِالنِّسْبَةِ مُتَعَلِّقٌ بِالْقَصْدِ الْمَفْهُوْمِ مِنَ الْمَقْصُوْدِ مَعَ مَتْبُوْعِهٖ اَیْ كَمَا
ایسی نسبت جو کلام میں واقع ہے۔مصنف کا قول بالنسبۃ اس قصد سے متعلق ہے جو مقصود سے سمجھا جاتا ہے اپنے متبوع کے ہمراہ یعنی جیسے

يَكُوْنُ هُوَ مَقْصُوْدًا بِتِلْكَ النِّسْبَةِ يَكُوْنُ مَتْبُوْعُهٗ اَيْضًا مَقْصُوْدًا بِهَا نَحْوُ جَاءَنِيْ زَيْدٌ وَ عَمْرٌو
وہ اس نسبت کے ساتھ مقصود ہوتا ہے اسی طرح اس کا متبوع بھی مقصود بہ نسبت ہوتا ہے جیسے جَاءَنِيْ زَيْدٌ وَ عَمْرٌو
فَعَمْرٌو تَابِعٌ لِاَنَّهٗ مَعْطُوْفٌ عَلٰى زَيْدٍ قُصِدَ نِسْبَةُ الْمَجِيْءِ اِلَيْهِ بِنِسْبَةِ الْمَجِيْءِ الْوَاقِعَةِ فِي الْكَلَامِ وَ كَمَا
پس عمرو تابع ہے کیونکہ وہ زید پر معطوف ہے تو مجیئت کی اس نسبت (کے قصد) سے جو کلام میں واقع ہے عمرو کی طرف مجی کی نسبت کا قصد کیا گیا ہے۔
اَنَّ نِسْبَةَ الْمَجِيْءِ اِلَيْهِ مَقْصُوْدَةٌ كَذٰلِكَ نِسْبَتُهٗ اِلٰى زَيْدٍ الَّذِيْ هُوَ مَتْبُوْعُهٗ اَيْضًا مَقْصُوْدَةٌ
اور جس طرح اس کی طرف مجی کی نسبت مقصود ہے اسی طرح مجی کی نسبت اس زید کی طرف کہ اس کا متبوع ہے بھی مقصود ہے۔

خلاصہ متن: ۔صاحب کافیہ دوسرے تابع عطف بالحرف کو بیان کررہے ہیں عطف کا لغوی معنی الامالہ ہے کہا جاتا ہے عطفت النخلة الی الارض کھجور زمین کی طرف جھک گئی تابع کی اس قسم کا نام عطف اس لئے رکھا گیا ہے کیونکہ حرف عطف اپنے مابعد کو ماقبل والے حکم کی طرف جھکا دیتا ہے اس کا دوسرا نام عطف النسق بھی ہے یہ اور اس کا متبوع دونوں نسق واحد یعنی ترتیب واحد پر ہوتے ہیں اس لئے کہ دونوں کی طرف ایک ہی فعل کی نسبت ہوتی ہے اور دونوں مقصود بالنسبۃ ہوتے ہیں عطف بالحرف کا اصطلاحی معنی یہ ہے" عطف بحرف وہ تابع ہے جو نسبت سے مقصود ہو مع اپنے متبوع کے"۔

اغراض جامی <u>یعنی المعطوف</u>: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔العطف مبتداء اور تابع خبر ہے اور خبر کا مبتدا پر حمل ہوتا ہے اور یہاں حمل درست نہیں اس لئے کہ العطف مصدر ہے جو وصف محض پر دلالت کرتا ہے اور تابع اسم فاعل ہے جو ذات مع الوصف پر دلالت کرتا ہے اور ذات مع الوصف کا حمل وصف محض پر درست نہیں؟

جواب: ۔یہاں العطف مبنی للمفعول ہے یعنی المعطوف کے معنی میں ہے اور المعطوف بھی ذات مع الوصف ہے لہذا حمل درست ہے۔

<u>بالحرف</u>: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال**: ۔جب العطف کو المعطوف کی تاویل میں کیا گیا تو تعریف مانع عن دخول الغیر نہیں رہے گی عطف بیان پر صادق آئے گی کیونکہ وہ بھی معطوف ہے مثلاً اقسم باللہ ابو حفص عمر میں عمر معطوف ہے ابو حفص پر حالانکہ وہ مقصود بالنسبۃ نہیں ہے بلکہ بیان ہے۔

جواب: ۔المعطوف پر الف لام عہد کا ہے اس سے مراد معطوف بالحرف ہے مطلق معطوف نہیں ہے۔ (سوال کابلی ص ۲۸۴)

<u>ای قصد</u>: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال**: ۔تابع مقصود میں مقصود کی ضمیر راجع ہے

تابع کی طرف اب معنی یہ ہوگا کہ عطف بحرف وہ تابع ہے جو مقصود ہو وہ تابع، اس سے معلوم ہوا کہ نفس تابع اور ذات تابع مقصود ہوتی ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ مقصود نسبت ہوتی ہے ذات تابع نہیں۔

جواب: ۔ یہاں ضمیر تابع کو مقصود کا نائب فاعل بنانا مجازا ہے حقیقت میں مقصودٌ کا نائب فاعل نسبت ہے یعنی یہ نعت بحال الموصوف نہیں ہے بلکہ نعت بحال متعلق المنعوت ہے اصل عبارت یوں ہے تابع مقصودٌ نسبتهٗ معطوف وہ تابع ہے جس کی نسبت مقصود ہو اور نسبت میں تعمیم ہے خواہ تابع کی نسبت کسی شے کی طرف ہو جیسے زیدٌ قائمٌ ونائمٌ اس میں نوم کی نسبت زید کی طرف ہے یا کسی اور شے کی تابع کی طرف نسبت ہو جیسے جاءنی زیدٌ وعمرو میں مجیت کی نسبت عمرو تابع کی طرف ہے (سوال باسولی ص۴۶۲)

<u>الواقعہ فی الکلام:</u> سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔ مصنف کی عبارت میں بالنسبۃ کا لفظ لغو ہے کیونکہ اس صورت میں دو نسبتیں ہو جائیں گی اور تکرار لازم آئیگا ایک وہ نسبت جو شارح نے مقصودٌ کے بعد مقدر مانی ہے جس کو شارح ای قُصِدَ نسبتهٗ سے بیان کیا ہے اور دوسری وہ نسبت جسے مصنف رحمہ اللہ نے بالنسبۃ سے ذکر فرمایا ہے تو حاصل عبات اس طرح ہوگا العطف بالحرف تابع قُصِدَ نسبتهٗ بالنسبۃ تو اس صورت میں قصد النسبۃ بالنسبۃ لازم آئے گا اور یہ باطل ہے۔

جواب: ۔ دونوں نسبتوں میں فرق ہے وہ نسبۃ جس کو شارح نے مقدر مانا ہے قُصِدَ نسبتهٗ میں اس سے مراد نسبت اصلی واقعی ہے جو کہ صادر من الفاعل ہوتی ہے جو درجہ محکی عنہ میں ہے اور وہ نسبت جس کو مصنف رحمہ اللہ نے بالنسبۃ میں ذکر کیا ہے اس سے مراد وہ نسبت ہے جو کلام میں واقع ہوتی ہے جو بدرجہ حکایت نہیں ہوتی ہے وہ تعبیر اور ترجمہ ہوتی ہے نسبت اصلیہ واقعیہ سے اب حاصل عبارت اس طرح ہوگا العطف بالحرف تابع قُصِدَ نسبتہ الاصلی الواقعی الصادر من الفاعل بالنسبۃ التی ذکر فی الکلام بطریق الحکایۃ عن النسبۃ الاصلیۃ لہذا تکرار والاشکال دفع ہو جائے گا (دیکھیے سوال باسولی ص۴۶۲)

<u>فقولہ بالنسبۃ متعلق بالقصد:</u> سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔ متبادر الی الذہن یہ ہے کہ بالنسبۃ جار مجرور متلبس کے متعلق ہے کیونکہ عام طور پر نحوی جار مجرور کا متعلق اسی کو مقدر مانتے ہیں تو اس صورت میں خرابی یہ لازم آئے گی کہ بالنسبۃ قید احترازی نہیں بنے گی کیونکہ تلبس بالنسبۃ تمام توابع میں موجود ہے حالانکہ یہ قید احترازی ہے اس سے بدل کے علاوہ تمام توابع سے احتراز ہے۔

جواب: ۔ یہ جار مجرور قصد کے متعلق ہے نہ کہ متلبس کے (سوال باسولی ص۴۶۴)

<u>ای کما یکون:</u> سے متن مع متبوعہ کی توضیح مقصود ہے کہ جس طرح تابع مقصود ہوتا ہے اسی طرح متبوع بھی مقصود ہوتا ہے

<u>نحو جاءنی:</u> مثال کا بیان ہے کہ جاءنی زید وعمرو میں عمرو معطوف بحرف ہے اور مجیت کی نسبت عمرو کی طرف

مقصود ہے اور جس طرح عمرو کی طرف نسبت مجیئت مقصود ہے اسی طرح زید متبوع کی طرف بھی نسبت مجیئت مقصود ہے۔

تعریف کے فوائد قیود

فَقَوْلُهٗ مَقْصُوْدٌ بِالنِّسْبَةِ اِحْتِرَازٌ عَنْ غَيْرِ الْبَدَلِ مِنَ التَّوَابِعِ لِاَنَّهَا غَيْرُ مَقْصُوْدَةٍ بَلِ الْمَقْصُوْدُ مَتْبُوْعَاتُهَا

پس اس کا قول مقصود بالنسبۃ بدل کے سوا (باقی) توابع سے احتراز ہے کیونکہ وہ مقصود (بہ نسبت) نہیں بلکہ مقصود ان کے متبوعات ہیں۔

وَقَوْلُهٗ مَعَ مَتْبُوْعِهٖ اِحْتِرَازٌ عَنِ الْبَدَلِ لِاَنَّهُ الْمَقْصُوْدُ دُوْنَ مَتْبُوْعِهٖ قِيْلَ يَخْرُجُ بِقَوْلِهٖ مَعَ مَتْبُوْعِهٖ

اور مصنف کا قول مع متبوعہ بدل سے احتراز ہے کیونکہ بدل ہی مقصود ہوتا ہے اس کا متبوع نہیں۔ اعتراض کیا گیا ہے کہ اس کے قول مع متبوعہ سے

الْمَعْطُوْفُ بِلَا وَبَلْ وَلٰكِنْ وَاَمْ وَاِمَّا وَاَوْ لِاَنَّ الْمَقْصُوْدَ بِالنِّسْبَةِ مَعَهَا اَحَدُ الْاَمْرَيْنِ مِنَ التَّابِعِ وَالْمَتْبُوْعِ

معطوف بلا اور بل اور لکن اور ام اور اما اور او نکل جائے گا کیونکہ ان کے ہمراہ مقصود بہ نسبت تابع و متبوع دونوں میں سے ایک ہی ہوتا ہے

لَا كِلَاهُمَا وَاُجِيْبَ بِاَنَّ الْمُرَادَ بِكَوْنِ الْمَتْبُوْعِ مَقْصُوْدًا بِالنِّسْبَةِ اَنْ لَّا يُذْكَرَ لِتَوْطِيَةِ ذِكْرِ التَّابِعِ

دونوں نہیں اور جواب دیا گیا ہے کہ متبوع کے مقصود بہ نسبت ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ تابع کے ذکر کی تمہید کے لیے ذکر نہ کیا جائے

وَبِكَوْنِ التَّابِعِ مَقْصُوْدًا بِالنِّسْبَةِ اَنْ لَّا يَكُوْنَ كَالْفَرْعِ عَلَى الْمَتْبُوْعِ مِنْ غَيْرِ اسْتِقْلَالٍ بِهٖ وَلَا شَكَّ

اور تابع کے مقصود بہ نسبت ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ متبوع پر فرع کی طرح بلا استقلال نہ ہو اور اس میں شک نہیں کہ

اَنَّ الْمَعْطُوْفَ وَالْمَعْطُوْفَ عَلَيْهِ بِتِلْكَ الْحُرُوْفِ السِّتَّةِ مَقْصُوْدَانِ بِالنِّسْبَةِ مَعًا بِهٰذَا الْمَعْنٰى

ان حروف ستہ کے ساتھ معطوف و معطوف علیہ اس معنے سے اکٹھے مقصود بہ نسبت ہوتے ہیں

اغراض جامی: ۔اس عبارت میں شارح کی غرض فوائد قیود بیان کرنا ہے کہ معطوف بحرف کی تعریف میں تابع جنس ہے جو تمام توابع کو شامل ہے۔ مقصود بالنسبۃ فصل اول ہے اس سے بدل کے علاوہ باقی تمام توابع خارج ہو گئے اس لئے کہ وہ خود مقصود بالنسبۃ نہیں ہوتے بلکہ انکے متبوعات مقصود ہوتے ہیں۔ مع متبوعہ فصل ثانی ہے اس سے بدل خارج ہو گیا اس لئے کہ بدل مع متبوع مقصود نہیں ہوتا بلکہ صرف وہی مقصود ہوتا ہے متبوع توطیہ و تمہید ہوتا ہے۔

<u>قِيْلَ يَخْرُجُ بِقَوْلِهٖ</u>: سے شارح کی غرض ایک اعتراض نقل کر کے اجیب سے اس کا جواب دینا ہے۔

اعتراض: ۔معطوف بحرف کی تعریف جامع نہیں اس لئے کہ یہ معطوف بہ لا اور معطوف ببل، معطوف بلکن، معطوف بہ اما معطوف باو وغیرہ پر صادق نہیں آتی کیونکہ ان حروف عاطفہ کے ذریعہ جب عطف کیا جاتا ہے تو مقصود تابع اور متبوع دونوں نہیں ہوتے بلکہ ان میں سے ایک ہوتا ہے۔ معطوف بلا کی مثال جاءنی زید لا عمرو، اور معطوف بہ بل جیسے جاءنی

زید بل عمرو یاماجاء نی زید بل عمرو، اور معطوف بہ لکن جیسے جاء نی زید لکن عمروًا لم یجی اورماجاء نی زید لکن عمرو اجاء ، اور معطوف بہ ام جیسے ازید فی الدار ام عمرو، اور معطوف بہ اِمّا جیسے العدد اِمّا زوجٌ واِمّا فردٌ اور معطوف بہ او جیسے جاء نی زید او عمرو

جواب : ۔تعریف میں متبوع کے مقصود بالنسبۃ ہونے کا مقصد یہ ہے کہ اس کا ذکر تابع کے ذکر کے لئے بطور تمہید وتوطیہ کے نہ ہواور تابع کے مقصود بالنسبۃ ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ متبوع کیلئے فرع کی طرح نہ ہواور غیر مستقل نہ ہواور جو عطف ان حروف ستہ میں سے کسی ایک کے ساتھ ہوتا ہے وہ بھی اسی معنی کے ساتھ ہوتا ہے یعنی متبوع کا ذکر تابع کیلئے بطور تمہید کے نہیں ہوتا اور تابع کا ذکر متبوع کیلئے فرع کی طرح یعنی غیر مستقل نہیں ہوتا اسی کو مقصودان بالنسبۃ کہا گیا ہے لہذا تعریف جامع رہے گی۔

عطف کی تعریف کی مزید وضاحت

وَلَمَّا تَمَّ الْحَدُّ بِمَا ذَكَرَهُ جَمْعًا وَمَنْعًا اَرْدَفَهُ لِزِيَادَةِ التَّوْضِيحِ بِقَوْلِهٖ يَتَوَسَّطُ بَيْنَهُ اَیْ بَيْنَ ذٰلِكَ

اور جب تعریف جمعاً ومنعاً پوری ہوگئی ان کے ساتھ جنہیں مصنف نے ذکر کیا تو اس کے بعد مزید وضاحت کیلئے اپنا یہ قول لائے کہ اس کے درمیان یعنی اس

التَّابِعِ وَبَيْنَ مَتْبُوْعِهٖ اَحَدُ الْحُرُوْفِ الْعَشَرَةِ وَسَيَاْتِیْ تَفْصِيْلُهَا فِیْ قِسْمِ الْحُرُوْفِ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ

تابع اور اس کے متبوع کے درمیان دس حروف میں سے ایک حرف آتا ہے اور عنقریب اس کی تفصیل ان شاء اللہ تعالی حروف کی

تَعَالٰى مِثْلُ قَامَ زَيْدٌ وَعَمْرٌو وَلَمْ يَكْتَفِ بِقَوْلِهٖ تَابِعٌ يَتَوَسَّطُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ مَتْبُوْعِهٖ اَحَدُ الْحُرُوْفِ

بحث میں آئے گی جیسے قام زید وعمرو اور مصنف نے اپنے قول "تَابِعٌ يَتَوَسَّطُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ مَتْبُوْعِهٖ اَحَدُ الْحُرُوْفِ" پر اکتفاء نہ

الْعَشَرَةِ لِاَنَّ الْحُرُوْفَ قَدْ تَتَوَسَّطُ بَيْنَ الصِّفَاتِ مِثْلُ جَاءَ نِیْ زَيْدُنِ الْعَالِمُ وَالشَّاعِرُ وَالدَّبِيْرُ فَالصِّفَا

کیونکہ حروف عطف کبھی صفات کے درمیان آجاتے ہیں جیسے جَاءَ نِیْ زَيْدُ الْعَالِمُ وَالشَّاعِرُ وَالدَّبِيْرُ تو اس صفت

الدَّاخِلُ عَلَيْهَا حَرْفُ الْعَطْفِ كَالشَّاعِرِ وَالدَّبِيْرِ لَهَا جِهَتَانِ اِحْدٰهُمَا كَوْنُهَا صِفَةً لِزَيْدٍ تَابِعَةً لَهٗ

حرف عطف داخل ہے جیسے الشاعر اور الدبیر ان میں دو جہتیں ہیں ان دو میں سے ایک اس کا زید کے لیے صفت ا

بِتَبْعِيَّةِ الْمَعْطُوْفِ عَلَيْهِ وَاُخْرٰهُمَا كَوْنُهَا مَعْطُوْفًا عَلَى الصِّفَةِ الْمُتَقَدِّمَةِ تَابِعَةً لَهَا وَيَصْدُقُ عَلٰى هٰذِهٖ

معطوف علیہ کی تبعیت سے زید کا تابع ہونا اور دوسرا اس صفت کا پہلی صفت پر معطوف اور اس صفت کا تابع ہونا اور اس صفت پر جہت اولی۔

الصِّفَةِ مِنْ جِهَتِهَا الْاُوْلٰى اَنَّهَا تَابِعَةٌ لِاَنَّهَا صِفَةٌ لِزَيْدٍ يَتَوَسَّطُ بَيْنَهَا وَبَيْنَ زَيْدٍ حَرْفُ الْعَطْفِ لِاَنَّ

یہ بات صادق آتی ہے کہ یہ تابع ہے کیونکہ یہ زید کے لیے صفت ہے اس کے اور زید کے درمیان حرف عطف ہے کیونکہ

تَوَسُّطَ حَرْفِ الْعَطْفِ بَيْنَ شَيْئَيْنِ لَايَلْزَمُ اَنْ يَّكُوْنَ لِعَطْفِ الثَّانِيْ عَلَى الْاَوَّلِ فَلَوْلَمْ يَكُنْ قَوْلُهٗ

دو چیزوں کے درمیان حرف عطف اس بات کو مستلزم نہیں کہ ثانی کا اول پر عطف ہو پس اگر مصنف کا قول

مَقْصُوْدًابِالنِّسْبَةِ مَعَ مَتْبُوْعِهٖ لَدَخَلَ هٰذِهِ الصِّفَةُ مِنْ جِهَتِهَا الْاُوْلٰى فِيْ حَدِّ الْمَعْطُوْفِ وَهِيَ مِنْ هٰذِهِ

''مقصودا بالنسبۃ مع متبوعہ'' نہ ہوتا تو یہ صفت اپنی جہت اولی سے معطوف کی حد میں داخل ہوتی حالانکہ یہ صفت اس جہت (اولی) سے

الْجِهَةِ لَيْسَتْ مَعْطُوْفَةً فَلَمْ يَبْقَ مَانِعًا وَقِيْلَ قَدْ جَوَّزَ الزَّمَخْشَرِيُّ وُقُوْعَ الْوَاوِبَيْنَ الْمَوْصُوْفِ

معطوف نہیں پس حد مانع باقی نہ رہتی، کہا گیا ہے کہ علامہ زمخشری نے اپنی تفسیر کشاف کے اندر متعدد مقامات میں موصوف اور صفت کے درمیان

وَالصِّفَةِ لِتَاكِيْدِ اللُّصُوْقِ فِيْ مَوَاضِعَ عَدِيْدَةٍ مِنَ الْكَشَّافِ وَحَكَمَ الْمُصَ فِيْ شَرْحِ الْمُفَصَّلِ فِيْ

تاکید اتصال کے لیے واؤ کے وقوع کو جائز قرار دیا اور مصنف نے شرح مفصل کے اندر استثناء کے مباحث میں

مَبَاحِثِ الْاِسْتِثْنَاءِ اَنَّ قَوْلَهٗ تَعَالٰى وَلَهَا مُنْذِرُوْنَ فِيْ قَوْلِهٖ وَمَا اَهْلَكْنَامِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا وَلَهَا مُنْذِرُوْنَ صِفَةٌ

اللہ تعالی کے قول وَمَا اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا وَلَهَا مُنْذِرُوْنَ میں لَهَا مُنْذِرُوْنَ کو قریۃ کے لیے

لِقَرْيَةٍ فَلَوِ اكْتَفٰى بِقَوْلِهٖ تَابِعٌ يَتَوَسَّطُ لَدَخَلَ فِيْهِ مِثْلُ هٰذِهِ الصِّفَةِ وَنُقِلَ عَنِ الْمُصَنِّفِ اَنَّهٗ قَالَ فِيْ

صفت قرار دیا پس اگر مصنف اپنے قول تابع یتوسط پر اکتفاء کرتے تو اس میں اس جیسی صفت داخل ہو جاتی اور مصنف سے منقول ہے کہ

اَمَالِي الْكَافِيَةِ اَنَّ الْعَاقِلَ فِيْ مِثْلِ جَاءَنِيْ زَيْدُ الْعَالِمُ وَالْعَاقِلُ تَابِعٌ يَتَوَسَّطُ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ مَتْبُوْعِهٖ اَحَدُ

انہوں نے امالی کافیہ میں کہا ہے کہ جاءنی زیدن العالم والعاقل کے مثل میں العاقل تابع ہے کہ اس کے اور اس کے متبوع کے درمیان دس حروف میں سے

الْحُرُوْفِ الْعَشَرَةِ وَلَيْسَ بِعَطْفٍ عَلَى التَّحْقِيْقِ وَاِنَّمَا هُوَ بَاقٍ عَلٰى مَا كَانَ عَلَيْهِ فِي الْوَصْفِيَّةِ وَاِنَّمَا

ایک حرف آیا ہے حالانکہ بناء بر تحقیق یہ عطف ہی ہے اور یہ تو اسی وصفیت پر باقی ہے جس پر پہلے تھا اور حرف عطف کا دخول

حَسُنَ دُخُوْلُ الْعَاطِفِ لِنَوْعٍ مِنَ الشِّبْهِ بِالْمَعْطُوْفِ لِمَا بَيْنَهُمَا مِنَ التَّغَايُرِ فَلَوْ حُدَّ الْعَطْفُ كَكَ

اس لیے خوب ہے کہ صفت ایک طرح سے معطوف کے مشابہ ہے کیونکہ دونوں میں تغایر ہے پس اگر عطف کی اس طرح تعریف کی جاتی

لَدَخَلَ فِيْهِ بَعْضُ الصِّفَاتِ مَعَ اَنَّهٗ لَيْسَ بِمَعْطُوْفٍ وَقَالَ بَعْضُهُمْ فِيْهِ نَظَرٌ لِاَنَّ الْحُرُوْفَ الْمُتَوَسِّطَةَ

تو اس میں بعض صفات داخل ہو جاتیں حالانکہ وہ معطوف نہیں بعض نے کہا کہ اس قول میں نظر ہے کیونکہ صفات کے درمیان کے حروف عاطفہ ہیں

بَيْنَهَا عَاطِفَةٌ لِدَلَالَتِهَا فِيْهَا عَلٰى مَا تَدُلُّ عَلَيْهِ فِيْ غَيْرِهَا مِنَ الْجَمْعِ وَالتَّرْتِيْبِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ فَفِيْ

اس لیے کہ صفات میں حروف اسی چیز پر دلالت کرتے ہیں جس پر غیر صفات میں دلالت کرتے ہیں یعنی جمع اور ترتیب وغیرہ پر تو

جَعْلِهَا غَيْرَ عَاطِفَةٍ فِي الصِّفَاتِ وَعَاطِفَةً فِي غَيْرِهَا اِرْتِكَابُ اَمْرٍ بَعِيْدٍ مِنْ غَيْرِ ضَرُوْرَةٍ دَاعِيَةٍ اِلَيْهَا

ان حروف کے صفات میں غیر عاطفہ اور غیر صفات میں عاطفہ قرار دینے میں بغیر اس کے کہ اس کی طرف کوئی ضرورت داعی ہو امر بعید کا ارتکاب ہے

خلاصہ متن : ۔عطف کی تعریف کے بعد مزید وضاحت کیلئے صاحب کافیہ فرماتے ہیں کہ عطف میں تابع یعنی معطوف اور اس کے متبوع کے درمیان دس حروف میں سے ایک حرف آتا ہے اور ان دس حروف کی تفصیل ان شاء اللہ بعد میں حروف کی بحث میں آئے گی۔ جیسے قَامَ زَيْدٌ وَ عَمْرٌو.

اغراض جامی : ولما تم: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : ۔تعریف سے مقصود جمعیت اور منعیت اور احتراز عما عداہ ہوتا ہے اور یہ مقصد العطف تابع مقصود بالنسبۃ تک حاصل ہو گیا ہے اور مصنف رحمہ اللہ ایجاز واختصار کے درپے ہے لہذا ما بعد والی عبارت یتوسط بینہ الخ کو تعریف میں ذکر کرنا بلا فائدہ واشتغال بما لایعنی ہے۔

جواب : ۔یتوسط الخ تسلیم ہے کہ جمعاً ومنعاً تعریف مکمل ہو چکی ہے لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ تعریف میں تمام قیودات احترازی ہوں بعض اوقات بعض قیودات صرف معرّف کی توضیح وتشریح کیلئے ہوتی ہیں یہ قید بھی مزید توضیح کیلئے ہے۔

قولہ یتوسط بینہٗ ای بین ذلک التابع: سے شارح جامی کی غرض بینہٗ کی ہٗ ضمیر کے مرجع کو بیان کرنا ہے۔

ولم یکتف: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : ۔عبارت میں اصل ایجاز واختصار ہے صاحب کافیہ تو اختصار کو بہت زیادہ پسند کرتے ہیں تو مصنف کو چاہیے تھا کہ معطوف بحرف کی تعریف یوں کرتے وھو تابع یتوسط بینہ وبین متبوعہ احد الحروف العشرۃ مقصود بالنسبۃ حذف کر دیتے اس سے تعریف جامع مانع بھی ہو جاتی اور وضاحت بھی ہو جاتی اور اختصار بھی ہو جاتا۔

جواب : ۔مصنف رحمہ اللہ نے ایسا اس لئے نہیں کیا کیونکہ حروف عاطفہ کبھی صفات کے درمیان بھی واقع ہوتے ہیں جیسے جَاءَ نِيْ زَيْدُ الْعَالِمُ وَالشَّاعِرُ وَالدَّبِيْرُ اس میں شاعر اور دبیر دونوں صفتیں ہیں اور ان کے درمیان حرف عطف داخل ہے اور وہ صفت جس پر حرف عطف داخل ہو اس میں دو جہتیں اور دو حیثیتیں ہیں (۱) یا تو یہ زید کی صفت ہیں اور معطوف علیہ کے واسطے سے یہ اس کے تابع ہیں (۲) یا یہ پہلی صفت یعنی العالم پر معطوف ہیں اور اس کے تابع ہیں، اور ان صفتوں پر جہت اولی کے اعتبار سے یہ بات صادق آتی ہے کہ یہ تابع ہیں اس لئے کہ یہ زید کی صفتیں ہیں اور صفت تابع ہوتی ہے اور ان کے اور زید کے درمیان حرف عطف واقع ہے پس اگر مقصود بالنسبۃ مع متبوعہ والی عبارت نہ ہوتی تو یہ صفات جہت اولی کے اعتبار سے معطوف بحرف کی تعریف میں داخل ہو جاتیں حالانکہ یہ اس جہت سے معطوف نہیں ہیں بلکہ صفات ہیں تو معطوف بحرف کی

تعریف دخول غیر سے مانع نہ رہتی اس لئے تعریف میں مقصود بالنسبۃ کی قید کا اضافہ ضروری تھا۔

لان توسط : سے شارح کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال :۔ جب ان صفات کے درمیان حرف عطف واقع ہے تو پھر ثانی کو اول پر معطوف ہونا چاہیے اس لئے کہ دو چیزوں کے درمیان حرف عطف ثانی کو اول پر معطوف کرنے کے لئے ہی ہوتا ہے؟

جواب :۔ دو چیزوں کے درمیان حرف عطف کے ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ ثانی کو اول پر عطف کرنے کے لئے ہو بلکہ کبھی حرف عطف کسی اور غرض کیلئے بھی ہوتا ہے مثلاً اتصال الصفۃ بالموصوف کی تاکید کیلئے کما ذکرہ الزمخشری رحمہ اللہ فیما بعدُ

وقیل : سے اس بات کی تائید ہے کہ صفات پر حرف عطف کا داخل ہونا جائز ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ علامہ زمخشری نے اپنی کتاب کشاف میں متعدد جگہوں میں اتصال الصفت بالموصوف کی تاکید کے لئے موصوف اور صفت کے درمیان حرف عطف کے واقع ہونے کو جائز قرار دیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ صفات پر حرف عطف کا داخل ہونا جائز ہے۔ مثلاً قرآن مجید میں ویقولون سبعۃ وثامنھم کلبھم میں ثامنھم، سبعۃ کی صفت ہے اور اس پر واؤ تاکید اتصال کے لیے داخل ہوئی ہے۔

وحکم المصنف : سے اس کی مزید تائید کا بیان ہے کہ صفات کے درمیان حرف عطف کا واقع ہونا جائز ہے کیونکہ مصنف نے شرح مفصل میں استثناء کی مباحث میں کہا ہے اللہ تعالیٰ کا قول وما اھلکنا من قریۃ الا ولھا منذرون میں ولھا منذرون قریۃ کی صفت ہے واو حالیہ اور لہا منذرون حال نہیں بن سکتا کیونکہ قریۃ نکرہ ہے ذوالحال نکرہ ہونے کی صورت میں حال کی تقدیم واجب ہے حالانکہ درمیان میں واؤ عاطفہ موجود ہے لہذا اگر مصنف اپنے قول یتوسط بینہ وبین متبوعہ احد الحروف العشرۃ پر اکتفاء کر لیتے اور مقصود بالنسبت کو ذکر نہ کرتے تو اس جیسی صفات معطوف بحرف کی تعریف میں داخل ہو جاتیں۔

تنبیہ :۔ شارح جامی رحمہ اللہ نے جو آیت پیش فرمائی ہے یہ سورۃ الشعراء کے آخری رکوع میں ہے اس میں واؤ نہیں ہے الا لھا منذرون ہے اور نہ ہی مصنف رحمہ اللہ نے اس کو شرح مفصل میں ذکر فرمایا ہے بلکہ مصنف رحمہ اللہ نے سورۃ النحل کے پہلے رکوع کی آیت وما اھلکنا من قریۃ الا ولھا کتاب معلوم ذکر فرمائی ہے اور اس میں واؤ موجود ہے۔ شاید شارح جامی رحمہ اللہ سے سہو ہو گیا ہے۔ الانسان مرکب من الخطأ والنسیان وقال علیہ الصلوۃ والسلام رفع عن امتی الخطأ والنسیان (سوال ہاسوئی تکمیر بیسر ص ۴۶۴)

ونقل : میں مزید تائید کا بیان ہے۔ یعنی تائید در تائید ہے کہ صفات کے درمیان حرف عطف کا واقع ہونا درست ہے کیونکہ امالی کافیہ میں مصنف سے منقول ہے کہ جاء نی زید العالم والعاقل میں العاقل تابع ہے اس کے اور متبوع کے

درمیان حروف عشرہ میں سے ایک حرف واقع ہے حالانکہ تحقیق یہ ہے کہ یہ معطوف بحرف نہیں ہے بلکہ یہ اسی حالت پر ہے جس پر یہ تھا یعنی صفت ہے اس سے معلوم ہوا کہ صفات پر حرف عطف کا واقع ہونا جائز ہے۔

وانما حسن: سے صفات پر حرف عطف کے داخل ہونے کے صحیح ہونے کی وجہ کا بیان ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ صفات پر حرف عطف کا داخل کرنا اس لئے مستحسن ہے کہ صفات کو معطوفات کے ساتھ مشابہت حاصل ہے۔ وجہ مشابہت یہ ہے کہ جس طرح معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان تغایر ہوتا ہے اسی طرح موصوف صفت کے درمیان بھی تغایر ہوتا ہے معطوف معطوف علیہ کے مابین تغایر بالذات ہوتا ہے اور موصوف صفت کے مابین تغایر بحسب المفہوم ہوتا ہے نہ کہ باعتبار المصداق۔

وقال بعضهم: بعض نحویوں نے کہا ہے کہ تابع بتوسط بينه وبين متبوعه احد الحروف العشرة پر اکتفاء نہ کرنے کی جو وجہ بیان کی گئی ہے اس میں اشکال ہے وہ یہ ہے کہ وہ حروف جو صفت کے درمیان واقع ہوتے ہیں وہ بھی حروف عاطفہ ہی ہیں اس لئے کہ وہ جس طرح غیر صفت میں جمع اور ترتیب پر دلالت کرتے ہیں اسی طرح صفات میں بھی جمع اور ترتیب پر دلالت کرتے ہیں تو غیر صفات میں ان کو عاطفہ بنانا اور صفات میں ان کو غیر عاطفہ بنانا بغیر کسی ضرورت داعیہ کے ایک امر بعید کا ارتکاب کرنا ہے جو کہ درست نہیں ہے۔

جواب: بعض نحویوں کے اشکال کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ یہاں ضرورت داعیہ موجود ہے وہ یہ ہے کہ محض ان معانی (ترتیب وجمع) پر دلالت کرنا ان حروف کو عاطفہ بنانے کیلئے کافی نہیں ہے بلکہ ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ معطوف معطوف علیہ دونوں مقصود بالنسبۃ ہوں اور دونوں میں مصداق کے اعتبار سے تغایر ہو اتحاد نہ ہو اور مذکورہ مثالوں میں اگرچہ موصوفات وصفات میں ترتیب وجمع موجود ہے لیکن دونوں مقصود بالنسبۃ نہیں ہیں اور مصداق میں بھی تغایر نہیں ہے بلکہ اتحاد ہے اس لئے یہاں حروف عاطفہ نہیں بنائے گئے (سوال باسوالی ص ۴۶۵)

ضمیر مرفوع متصل پر عطف ڈالنے کا طریقہ

وَاِذَا عُطِفَ عَلَى الضَّمِيْرِ الْمَرْفُوْعِ لَا الْمَنْصُوْبِ وَالْمَجْرُوْرِ الْمُتَّصِلِ بَارِزًا كَانَ اَوْ مُسْتَتِرًا
اور جب عطف کیا جائے ضمیر مرفوع نہ کہ منصوب و مجرور متصل بارز ہو یا مستتر پر نہ کہ منفصل پر
لَا الْمُنْفَصِلِ اُكِّدَ بِمُنْفَصِلٍ اَوَّلًا ثُمَّ عُطِفَ عَلَيْهِ وَذٰلِكَ لِاَنَّ الْمُتَّصِلَ الْمَرْفُوْعَ كَالْجُزْءِ مِمَّا اتَّصَلَ بِهٖ
تو پہلے اسکی منفصل کے ساتھ تاکید لائی جائے گی پھر اس پر عطف ڈالا جائے گا اور یہ اسلئے کہ متصل مرفوع جس کے ساتھ متصل ہے اسکی جز کی مانند ہے
لَفْظًا مِنْ حَيْثُ اَنَّهٗ مُتَّصِلٌ لَا يَجُوْزُ انْفِصَالُهٗ وَمَعْنًى مِنْ حَيْثُ اَنَّهٗ فَاعِلٌ وَالْفَاعِلُ كَالْجُزْءِ مِنَ الْفِعْلِ
لفظا اس طرح کہ وہ متصل ہے اس کا انفصال جائز نہیں اور معنی اس طرح کہ وہ فاعل ہے اور فاعل فعل کی جز کی طرح ہے

فَلَوْ عُطِفَ عَلَيْهِ بِلَا تَاكِيْدٍ كَانَ كَمَا لَوْ عُطِفَ عَلٰى بَعْضِ حُرُوْفِ الْكَلِمَةِ فَاُكِّدَ اَوَّلًا بِمُنْفَصِلٍ لِاَنَّهٗ
پس اگر اس پر بغیر تاکید کے عطف ڈالا جائے تو یہ ایسے ہوگا جیسے اگر کلمہ کے بعض حروف پر عطف ڈالا جائے پس اولاً منفصل کے ساتھ تاکید لائی جائیگی
بِذٰلِكَ يَظْهَرُ اَنَّ ذٰلِكَ الْمُتَّصِلَ وَاِنْ كَانَ كَالْجُزْءِ مُنْفَصِلٌ مِنْ حَيْثُ الْحَقِيْقَةِ بِدَلِيْلِ جَوَازِ اِفْرَادِهٖ
کیونکہ اس سے یہ بات ظاہر ہو جائے گی کہ یہ ضمیر متصل اگرچہ جز کی مانند ہے (مگر) حقیقت کے اعتبار سے منفصل ہے اس دلیل کے ساتھ کہ مؤکد کر کے
مِمَّا اتَّصَلَ بِهٖ بِتَاكِيْدِهٖ فَيَحْصُلُ لَهٗ نَوْعُ اِسْتِقْلَالٍ وَلَا يَجُوْزُ اَنْ يَّكُوْنَ الْعَطْفُ عَلٰى هٰذَا التَّاكِيْدِ لِاَنَّ
اسے اس فعل سے الگ کرنا جائز ہے جس کیساتھ وہ متصل ہے پس اسکے لیے ایک طرح کا استقلال حاصل ہو جائے گا اور یہ جائز نہیں کہ اس تاکید پر عطف
الْمَعْطُوْفَ فِيْ حُكْمِ الْمَعْطُوْفِ عَلَيْهِ فَكَانَ يَلْزَمُ اَنْ يَّكُوْنَ هٰذَا الْمَعْطُوْفُ اَيْضًا تَاكِيْدًا وَهُوَ بَاطِلٌ
ڈالا جائے کیونکہ معطوف معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے تو لازم آئے گا کہ یہ معطوف بھی تاکید ہو حالانکہ یہ باطل ہے

خلاصہ متن :۔صاحب کافیہ ایک ضابطہ بیان فرما رہے ہیں کہ جب ضمیر مرفوع متصل پر کسی لفظ کا عطف ڈالا جائے تو پہلے ضمیر مرفوع منفصل کے ساتھ اس کی تاکید لائی جائے گی پھر عطف کیا جائے گا جیسے ضربت انا و زید اس میں زید کا عطف تاء ضمیر متکلم پر ہے۔اس لئے پہلے ضمیر مرفوع منفصل کیساتھ یعنی انا کیساتھ اس کی تاکید لائے پھر عطف ڈالا گیا۔

اغراض جامی :<u>الضمیر</u>: میں اشارہ کیا کہ المرفوع صفت ہے موصوف محذوف کی جو کہ الضمیر ہے۔

<u>لا المنصوب</u>: میں اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ مرفوع کی قید احترازی ہے اس سے ضمیر منصوب اور مجرور سے احتراز ہے۔

<u>بارزا</u>: میں ایک وہم کو دور کر دیا **وہم** یہ تھا کہ شاید ضمیر متصل سے مراد ضمیر بارز ہو اس لئے کہ مصنف نے مثال اس کی دی ہے تو شارح نے بارزا کہہ کر وہم کو دور کر دیا کہ ضمیر متصل میں تعمیم ہے خواہ بارز ہو یا مستتر۔

<u>لا المنفصل</u>: میں یہ بتایا کہ متصل کی قید احترازی ہے اس سے منفصل سے احتراز ہے۔

<u>وذلک لان</u>: میں شارح کی غرض ضمیر منفصل کے ساتھ تاکید کی وجہ بیان کرنا ہے حاصل یہ ہے کہ ضمیر متصل جس فعل کے ساتھ متصل ہوتی ہے وہ اس کیلئے جز کی طرح ہوتی ہے لفظاً بھی معناً بھی۔لفظاً تو اس طرح کہ یہ فعل کے ساتھ اس طرح متصل ہے کہ اس کا اس سے انفصال جائز نہیں ہے۔اور معناً اس طرح کہ یہ ضمیر متصل فاعل ہے اور فاعل فعل کیلئے بمنزلہ جزء کے ہوتا ہے۔ اب اگر تاکید کے بغیر اس پر کسی لفظ کا عطف کیا جائے تو یہ ایسے ہوگا جیسے کلمے کے بعض حروف پر عطف کیا جائے اور یہ جائز نہیں ہے اس لئے اولاً ضمیر منفصل کے ساتھ اس کی تاکید کی جائیگی پھر اس پر عطف کیا جائے گا کیونکہ اس تاکید کے ساتھ یہ واضح ہو جائے گا کہ وہ ضمیر متصل اگرچہ جزء کی مانند ہے لیکن حقیقت میں وہ منفصل ہے اور اس انفصال کی دلیل یہ ہے کہ بوقت تاکید اس

کو اپنے فعل سے علیحدہ کر کے لانا جائز ہے لہذا ضمیر متصل کو ایک قسم کا استقلال حاصل ہو جائے گا اور اس پر عطف جائز ہوگا۔

ولا یجوز: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔ایسا بھی تو ہو سکتا بجائے ضمیر متصل پر عطف کرنے کے ضمیر منفصل جس کو تاکید کیلئے لایا گیا اسی پر عطف ڈالا جائے تا کہ جزء کلمہ پر عطف کرنے سے بالکلیہ خلاصی ہو جائے مثلاً ضربت انا وزیدٌ میں زیدٌ کا عطف انا ضمیر منفصل پر ڈالا جائے۔

جواب: ۔ضمیر منفصل تاکید پر عطف جائز نہیں ہے اس لئے کہ ضابطہ ہے کہ معطوف، معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے اگر ضمیر منفصل تاکید پر عطف ڈالا جائے تو لازم آئیگا کہ معطوف بھی تاکید کیلئے ہے اور یہ باطل ہے اس لئے کہ مؤکد اور تاکید ایک دوسرے کا عین ہوتے ہیں اور مثال مذکور میں زیدٌ انا متکلم کا عین نہیں ہے۔

ضمیر مرفوع منفصل پر عطف ڈالنا

فَاِنْ كَانَ الضَّمِيْرُ مُنْفَصِلاً نَحْوُ مَا ضَرَبَ اِلَّا اَنْتَ وَ زَيْدٌ لَمْ يَكُنْ كَالْجُزْءِ لَفْظًا وَكَذَا اِنْ كَانَ مُتَّصِلاً

پس اگر ضمیر منفصل ہو جیسے ماضرب الا انت وزید تو وہ لفظی طور پر جز کی مانند نہ ہوگی اور اسی طرح اگر (ضمیر مرفوع) متصل منصوب ہو

مَنْصُوْبًا نَحْوُ ضَرَبْتُكَ وَزَيْدًا لَمْ يَكُنْ كَالْجُزْءِ مَعْنًى فَلَاحَاجَةَ فِيْهِمَا اِلَى التَّاكِيْدِ بِمُنْفَصِلٍ مِثْلَ

جیسے ضربتک وزیدا تو معنی کی رو سے وہ جز کی مانند نہ ہوگی لہذا دونوں میں منفصل سے تاکید کی طرف حاجت نہیں ہے جیسے

ضَرَبْتُ اَنَا وَزَيْدٌ وَزَيْدٌ ضَرَبَ هُوَ وَغُلَامُهٗ اِلَّا اَنْ يَقَعَ فَصْلٌ بَيْنَ الضَّمِيْرِ الْمَرْفُوْعِ الْمُتَّصِلِ وَبَيْنَ

ضربت انا وزید اور زید ضرب ہو وغلامہ مگر یہ کہ فصل واقع ہو جائے ضمیر مرفوع متصل اور اس کے درمیان کہ

مَاعُطِفَ عَلَيْهِ فَيَجُوْزُ تَرْكُهٗ اَیْ تَرْكُ التَّاكِيْدِ لِاَنَّهٗ قَدْ طَالَ الْكَلَامُ بِوُجُوْدِ الْفَصْلِ فَحَسُنَ الْاِخْتِصَارُ

جس پر عطف ڈالا گیا ہے تو اس کا یعنی تاکید کا ترک جائز ہے کیونکہ فصل کے باوجود کلام طویل ہو گیا ہے لہذا تاکید کا ترک کر کے اختصار اچھا ہے

بِتَرْكِ التَّاكِيْدِ سَوَاءٌ كَانَ الْفَصْلُ قَبْلَ حَرْفِ الْعَطْفِ نَحْوُ ضَرَبْتُ الْيَوْمَ وَزَيْدٌ اَوْ بَعْدَهٗ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى

خواہ فصل حرف عطف سے قبل ہو جیسے ضربت الیوم وزید یا حرف عطف کے بعد ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے

مَا اَشْرَكْنَا وَلَا اٰبَاءُنَا فَاِنَّ الْمَعْطُوْفَ هُوَ اٰبَاءُنَا وَلَا زَائِدَةٌ بَعْدَ حَرْفِ الْعَطْفِ لِتَاكِيْدِ النَّفْيِ وَاِنَّمَا قَالَ

ما اشرکنا ولا اباءنا پس معطوف آباءنا ہی ہے اور (حرف) لا حرف عطف کے بعد تاکید نفی کے لیے زائدہ ہے اور مصنف نے

يَجُوْزُ تَرْكُهٗ فَاِنَّهٗ قَدْ يُؤَكَّدُ بِالْمُنْفَصِلِ مَعَ الْفَصْلِ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى فَكُبْكِبُوْا فِيْهَا هُمْ وَالْغَاوٗنَ وَقَدْ لَا يُؤَكَّدُ

یجوز ترکہ کہا کیونکہ کبھی فصل کے باوجود منفصل کے ساتھ تاکید لائی جاتی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے فکبکبوا فیہا ہم والغاوون اور کبھی تاکید نہیں لائی جاتی

وَ الْاَمْرَانِ مُتَسَاوِيَانِ هٰذَا وَاعْلَمْ اَنَّ مَذْهَبَ الْبَصْرِيِّيْنَ اَنَّ التَّاكِيْدَ بِالْمُنْفَصِلِ هُوَ الْاَوْلٰى وَيُجَوِّزُوْنَ
اور دونوں باتیں برابر ہیں اس (بات) کو لے لو اور جان لیجئے کہ بصریین کا مذہب یہ ہے کہ تاکید بالمنفصل ہی اولی ہے اور بصریین
الْعَطْفَ بِلَا تَاكِيْدٍ وَلَا فَصْلٍ لٰكِنْ عَلٰى قُبْحٍ وَالْكُوْفِيُّوْنَ يُجَوِّزُوْنَهٗ بِلَا قُبْحٍ
تاکید اور فصل کے بغیر عطف کو جائز قرار دیتے ہیں مگر قباحت پر اور کوفیین بلا قباحت اسے جائز قرار دیتے ہیں

خلاصہ متن وشرح:۔اس عبارت میں فوائد قیود کا بیان ہے۔ متصل کی قید اس لئے لگائی کہ اگر ضمیر مرفوع متصل نہ ہو بلکہ منفصل ہو جیسے ما ضرب الا انا وزید تو یہ لفظا فعل کی جزء کی مانند نہیں ہے لہذا منفصل کے ساتھ اس کی تاکید لانے کی ضرورت نہیں ہے اور مرفوع کی قید اس لئے لگائی کہ اگر ضمیر مرفوع متصل نہ ہو بلکہ منصوب متصل ہو جیسے ضربتک وزیدا تو اس پر عطف کرنے کے لئے بھی تاکید کی ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ وہ معنا فعل کے جزء کی مانند نہیں ہے اسلئے کہ فعل تو فاعل پر تمام ہو جاتا ہے اور مفعول فضلہ ہوتا ہے۔

ضربت انا وزید: یہ ضمیر مرفوع متصل بارز پر عطف کرنے کی مثال ہے۔

زید ضرب هو وغلامه: یہ ضمیر مرفوع متصل مستتر پر عطف کرنے کی مثال ہے۔

الا ان یقع: میں ماقبل والے ضابطہ سے استثناء کا بیان ہے۔ جب ضمیر مرفوع متصل اور اس کے معطوف کے درمیان کوئی فاصلہ ہو تو ترک تاکید بالمنفصل جائز ہے خواہ فاصلہ حرف عطف سے پہلے ہو یا حرف عطف کے بعد ہو۔

لانه قد طال: میں استثناء مذکور کی وجہ کا بیان ہے کہ فصل کی وجہ سے کلام میں طوالت آ گئی ہے اب اگر تاکید بالمنفصل کی جائے تو طوالت در طوالت ہو جائے گی حالانکہ کلام میں اختصار مطلوب ہوتا ہے لہذا ترک تاکید کے ساتھ اختصار مستحسن ہے۔

سواء: میں شارح ایک **وهم** کو دور کر رہے ہیں۔ کہ شاید فصل سے مراد وہ فصل ہو جو حرف عطف سے پہلے ہوتا ہے اسلئے کہ مصنف نے مثال اسی کی دی ہے تو سواء سے اس وہم کو دور کر دیا کہ فصل میں تعمیم ہے خواہ حرف عطف سے پہلے ہو یا بعد میں ہو۔ حرف عطف سے پہلے کی مثال ضربت الیوم وزید اس میں زید کا عطف تا ضمیر متصل پر اور الیوم کا فاصلہ ہے۔ حرف عطف کے بعد کی مثال اللہ تعالی کا قول ہے ما اشرکنا ولا آبائنا اس میں آباء کا عطف اشرکنا کی نا ضمیر پر ہے اور واو حرف عطف کے بعد نفی کی تاکید کے لئے لا زائدہ کیا گیا ہے اور یہی لا فاصل ہے جو کہ حرف عطف کے بعد ہے اس لئے ضمیر فصل لانے کی ضرورت نہیں رہی (سوال باسولی ص ۴۶۶)

وانما قال: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

يُعْطَفُ عَلَيْهِ كَمَا عُمِلَ فِي الْمَرْفُوْعِ الْمُتَّصِلِ وَفِيْ اِسْتِعَارَةِ الْمَرْفُوْعِ لَهٗ مَذَلَّةٌ وَلَا يُكْتَفٰى بِالْفَصْلِ

پھر اس پر عطف ڈالا جائے جیسا کہ مرفوع متصل میں عمل کیا گیا اور اس کیلیے مرفوع منفصل کو مستعار لینے میں مرفوع کی ذلت ہے اور فصل پر اکتفا

لِاَنَّ الْفَصْلَ لَاتَاثِيْرَ لَهٗ اِلَّا فِيْ جَوَازِ تَرْكِ التَّاكِيْدِ بِالْمُنْفَصِلِ لِلْاِخْتِصَارِ فَحَيْثُ لَايُمْكِنُ التَّاكِيْدُ

نہیں کیا جائے گا اس لئے فصل کی کوئی تاثیر نہیں ہے مگر اختصار کیلئے تاکید بالمنفصل کو ترک کرنے کے جواز میں پس جہاں تاکید بالمنفصل ممکن نہیں ہے

بِالْمُنْفَصِلِ لِعَدَمِهٖ لَايُتَصَوَّرُ لَهٗ اَثَرٌ فَكَيْفَ يُكْتَفٰى بِهٖ فَلَمْ يَبْقَ اِلَّا اِعَادَةُ الْعَامِلِ الْاَوَّلِ نَحْوُ مَرَرْتُ بِكَ

معدوم ہونے کی وجہ سے تو وہاں فصل کا کوئی اثر متصور نہیں ہو سکتا تو فصل پر اکتفا کیونکر ہو سکتا ہے لہٰذا عامل اول کا اعادہ ہی باقی رہ گیا جیسے مَرَرْتُ بِكَ

وَبِزَيْدٍ وَالْمَالُ بَيْنِيْ وَبَيْنَ زَيْدٍ فَالْمَعْطُوْفُ هُوَ الْمَجْرُوْرُ وَالْعَامِلُ مُكَرَّرٌ وَجَرُّهٗ بِالْاَوَّلِ وَالثَّانِيْ

وَبِزَيْدٍ اور اَلْمَالُ بَيْنِيْ وَبَيْنَ زَيْدٍ پس معطوف تو مجرور ہے اور عامل مکرر ہے اور معطوف کی جر (عامل) اول کی وجہ سے ہے اور (عامل) ثانی معنی کی رو سے

كَالْعَدَمِ مَعْنًى بِدَلِيْلِ قَوْلِهِمْ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ اِذْ بَيْنَ لَايُضَافُ اِلَّا اِلَى الْمُتَعَدِّدِ وَقِيْلَ جَرُّهٗ بِالثَّانِيْ كَمَا

عربوں کے اس قول بینی وبینک کی دلیل کے ساتھ کالعدم ہے کیونکہ بین متعدد کی طرف ہی مضاف ہوا کرتا ہے اور کہا گیا کہ اس کی جر حرف جر ثانی سے ہے

فِي الْحَرْفِ الزَّائِدِ فِيْ كَفٰى بِاللّٰهِ وَهٰذَا الَّذِيْ ذَكَرْنَاهُ اَعْنِيْ لُزُوْمَ اِعَادَةِ الْجَارِ فِيْ حَالِ السَّعَةِ

جیسے كَفٰى بِاللّٰهِ کے اندر حرف زائد میں ہے اور یہ جو ہم نے ذکر کیا یعنی لزوم اعادہ جار وسعت اختیار کی حالت میں

وَالْاِخْتِيَارِ مَذْهَبُ الْبَصْرِيِّيْنَ وَيَجُوْزُ عِنْدَهُمْ تَرْكُهَا اِضْطِرَارًا وَاَجَازَ الْكُوْفِيُّوْنَ تَرْكَ الْاِعَادَةِ فِيْ

یہ بصریین کا مذہب ہے اور ان کے نزدیک مجبوراً ترک اعادہ جار جائز ہے اور کوفیوں نے اشعار سے استدلال کرتے ہوئے وسعت (بلا ضرورت)

حَالِ السَّعَةِ مُسْتَدِلِّيْنَ بِالْاَشْعَارِ

کی حالت میں ترک اعادۂ جار کو جائز قرار دیا

خلاصہ متن: ۔صاحب کافیہ ایک اور ضابطہ بیان فرماتے ہیں۔ جب ضمیر مجرور پر کسی لفظ کا عطف کیا جائے تو معطوف مجرور پر حرف جار کا اعادہ ضروری ہے جیسے مَرَرْتُ بِكَ وَبِزَيْدٍ اس میں زید کا عطف کاف ضمیر پر ہے اس لئے معطوف یعنی زید پر حرف جار با کا اعادہ کیا گیا ہے۔

اغراض جامی :حرفا کان او اسما :۔ **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال :۔ضمیر مجرور متصل پر عطف کرنے سے جس طرح معطوف پر خافض و جار کا اعادہ ضروری ہے اسی طرح مضاف کا اعادہ

بھی ضروری ہے جیسے المال بيني وبين زيد مصنف نے صرف خافض کو کیوں ذکر کیا؟

جواب :۔خافض میں تعیم ہے خواہ حرف ہو خواہ اسم لہذا یہ مضاف کو بھی شامل ہے (سوال کابلی ص ۲۶۸) نیز غرض شارح جامی علامہ رضی پر رد کرنا ہے وہ کہتے ہیں کہ اگر عامل اسم ہے تو اعادہ ضروری نہیں ہے (سوال باسولی ص ۴۶۶)

لانَّ اتِّصَالَ الضَّمِيرِ : سے شارح ضابطہ مذکورہ کی وجہ بیان فرمارہے ہیں۔ جب ضمیر مجرور پر کسی اسم کا عطف کرنا مقصود ہو تو معطوف پر جار کے اعادہ کی وجہ یہ ہے کہ ضمیر مجرور کا اتصال اپنے جار کے ساتھ اس فاعل کے اتصال سے زیادہ قوی وشدید ہے جو فعل کے ساتھ ہوتا ہے اس لئے کہ فاعل اگر ضمیر متصل نہ ہو تو اس کا فعل سے انفصال جائز ہے جبکہ ضمیر مجرور اپنے جار سے کبھی بھی منفصل نہیں ہو سکتی لہذا ضمیر مجرور پر عطف کرنا مکروہ ہے اس لئے کہ یہ کلمہ کے بعض حروف پر عطف کی مانند ہو جائے گا اسی لئے معطوف پر جار کا اعادہ ضروری ہے۔

وليس : سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال** :۔ یہ کیوں جائز نہیں کہ ضمیر منفصل کیساتھ ضمیر مجرور کی تاکید لائی جائے پھر ضمیر مجرور پر کسی اسم کا عطف کیا جائے جیسا کہ مرفوع متصل میں کیا جاتا ہے۔

جواب :۔ ضمیر مجرور کے لئے کوئی ضمیر منفصل ہے ہی نہیں کہ پہلے ضمیر منفصل کے ساتھ اس کی تاکید لائی جائے پھر اس پر کسی لفظ کا عطف ڈالا جائے۔

وفی استعارة : سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال :۔ایسا کیوں نہیں ہو سکتا کہ مجرور متصل کی تاکید کیلئے ضمیر مرفوع منفصل عاریۃً لے لی جائے کہ اولاً ضمیر مجرور متصل کی تاکید کی جائے ضمیر منفصل کے ساتھ اس کے بعد کسی لفظ کا ضمیر مجرور پر عطف کیا جائے۔

جواب :۔ضمیر مجرور کے لئے ضمیر مرفوع منفصل کو عاریۃً لینے میں مرفوع کی ذلت ہے اس لئے کہ مرفوع عمدہ ہے اور مجرور فضلہ ہے اور فضلہ کی جگہ عمدہ کو استعمال کرنا اس کیلئے باعث ذلت ہے **لان استعمال العمدة فی الفضلة ذلة العمدة** (سوال باسولی ص ۴۶۷)

ولا یکتفی : سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال** :۔جس طرح ضمیر مرفوع متصل میں فصل کی صورت میں طوالت کے خوف سے تاکید بالمنفصل کا ترک کرنا جائز تھا اسی طرح ضمیر مجرور متصل میں بھی فاصلہ کی صورت میں معطوف پر جار کا اعادہ واجب نہیں ہونا چاہئے بلکہ اسی فصل پر اکتفا کر لینا چاہئے۔

جواب :۔دراصل فصل تو ضمیر مرفوع منفصل کا قائم مقام اور خلیفہ تھا اصل تو ضمیر مرفوع منفصل کے ساتھ تاکید ضروری تھی البتہ فصل کے ساتھ بھی اختصار کیلئے کام چلا لیا جاتا تھا اور یہاں ضمیر مجرور متصل میں جب اصل ضمیر منفصل کے ساتھ تاکید ممکن

نہیں ہے کیونکہ ضمیر مجرور منفصل معدوم ہے تو اس کے قائم مقام اور خلیفہ جو کہ فصل ہے کا بھی کوئی اثر ظاہر نہیں ہوگا اور اس پر اکتفاء کر لینا جائز نہیں ہوگا لہذا ایک ہی صورت باقی رہ جاتی ہے وہ ہے عامل اول یعنی حرف جار کا اعادہ اسی کو اختیار کرنا پڑیگا

مررت بک وبزید: یہ معطوف پر جار کے اعادے کی مثال ہے۔

المال بینی وبین زید: یہ معطوف پر اسم مضاف کے اعادے کی مثال ہے دونوں مثالوں میں اسم معطوف مجرور ہے اور عامل مکرر ہے۔

وجرہ بالاول: میں نحاۃ کے اختلاف کا بیان ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ معطوف کا جر عامل اول کی وجہ سے ہے اور عامل ثانی معنا کالعدم ہے اس کی دلیل عربیوں کا قول ہے بینی وبینک اس لئے کہ بین مضاف ہوتا ہے متعدد کی طرف اگر معطوف کا جر عامل ثانی کی وجہ سے ہو اور وہ معنا کالعدم نہ ہو تو لازم آئے گا کہ بین غیر متعدد کی طرف مضاف ہو اور یہ جائز نہیں ہے۔

وقیل جرہ: اور بعض نحوی کہتے ہیں کہ معطوف کا جر عامل ثانی کی وجہ سے ہے جیسا کہ کفی باللہ میں باء زائدہ ہے لیکن اس کے باوجود لفظ اللہ کا جر باء کی وجہ سے ہے۔

وھذا: میں بھی بیانِ اختلاف ہے۔ جب ضمیر مجرور پر کسی اسم کا عطف کرنا مقصود ہو تو معطوف پر جار کے اعادے کے لزوم کے بارے میں نحویوں کا اختلاف ہے۔ یہاں دو مذہب ہیں۔ (۱) نحاۃ بصرہ (۲) نحاۃ کوفہ۔

(۱) نحاۃ بصرہ کا مذہب یہ ہے کہ کلام منثور (نثر میں) میں معطوف پر جار کا اعادہ لازم ہے اور کلام منظوم میں اعادہ لازم نہیں ہے۔

(۲) نحاۃ کوفہ کا مذہب یہ ہے کہ کلام منثور میں بھی معطوف پر جار کا اعادہ لازم نہیں ہے۔ وہ اشعار سے استدلال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب اشعار میں معطوف پر جار کا اعادہ لازم نہیں تو نثر کلام میں بھی لازم نہیں ہوگا۔

ایک سوال اور اس کا جواب

فَاِنْ قِیْلَ کَیْفَ جَازَ تَاکِیْدُ الْمَرْفُوْعِ الْمُتَّصِلِ فِیْ نَحْوِ جَاءُوْنِیْ کُلُّهُمْ

پھر اگر سوال کیا جائے کہ ضمیر مرفوع متصل کی تاکید جاء ونی کلھم کے مثل میں

وَالْاِبْدَالُ مِنْهُ نَحْوُ اَعْجَبَنِیْ جَمَالُکَ مِنْ غَیْرِ شَرْطِ تَقَدُّمِ التَّاکِیْدِ بِالْمُنْفَصِلِ وَجَازَ اَیْضًا

اور ضمیر مرفوع متصل سے ابدال مثل اعجبنی جمالک میں بغیر شرط تقدم تاکید بالمنفصل کیونکہ جائز ہوا اور نیز

تَاکِیْدُ الضَّمِیْرِ الْمَجْرُوْرِ فِیْ نَحْوِ مَرَرْتُ بِکَ نَفْسِکَ وَالْاِبْدَالُ مِنْهُ نَحْوُ عَجِبْتُ بِکَ

مَرَرْتُ بِکَ نَفْسِکَ کے مانند میں ضمیر مجرور کی تاکید اور اس سے ابدال جیسے عَجِبْتُ بِکَ

جَمَالِکَ مِنْ غَیْرِ اِعَادَةِ الْجَارِ وَلَمْ یَجُزِ الْعَطْفُ فِی الْاَوَّلِ اِلَّا بَعْدَ التَّاکِیْدِ بِالْمُنْفَصِلِ وَفِی الثَّانِیْ

جَمَالِکَ بلا اعادہ حرف جار کیسے جائز ہوا (حالانکہ) اول میں عطف منفصل کے ساتھ تاکید کے بعد ہی جائز ٹھہرا اور ثانی (یعنی ضمیر مجرور) میں

اِلَّا مَعَ اِعَادَةِ الْجَارِ قُلْنَا التَّاکِیْدُ عَیْنُ الْمُؤَکَّدِ وَالْبَدَلُ فِی الْاَغْلَبِ اِمَّا کُلُّ الْمَتْبُوْعِ اَوْ بَعْضُهٗ اَوْ

اعادہ جار کے ہمراہ ہی (جائز قرار دیا) ہم نے جواب دیا کہ تاکید عین موکد ہے اور بدل اغلب میں یا تو متبوع کا کل ہے یا اس کا بعض

مُتَعَلِّقُهٗ وَالْغَلَطُ قَلِیْلٌ نَادِرٌ فَهُمَا لَیْسَا بِاَجْنَبِیَّیْنِ لِمَتْبُوْعِهِمَا وَلَا مُنْفَصِلَیْنِ عَنْهُ لِعَدَمِ تَخَلُّلِ فَاصِلٍ

یا اس کا متعلق اور بدل الغلط قلیل، کمیاب ہے پس وہ دونوں اپنے متبوع کے لیے اجنبی نہیں اور نہ ہی یہ دونوں اپنے متبوع سے جدا ہیں پس ان دونوں کے

بَیْنَهُمَا وَبَیْنَ مَتْبُوْعِهِمَا فَلَا حَاجَةَ فِیْ رَبْطِهِمَا اِلٰی مَتْبُوْعِهِمَا اِلٰی تَحْصِیْلِ مُنَاسَبَةٍ زَائِدَةٍ بِخِلَافِ

اور ان کے متبوع کے درمیان ربط کرنے میں کسی مناسبۃ زائدہ کی تحصیل کی کوئی حاجت نہیں بخلاف عطف کے کہ

الْعَطْفِ فَاِنَّ الْمَعْطُوْفَ یُغَایِرُ الْمَعْطُوْفَ عَلَیْهِ وَیَتَخَلَّلُ بَیْنَهُمَا الْعَاطِفُ فَلَا بُدَّ فِیْهِ مِنْ تَحْصِیْلِ

معطوف معطوف علیہ کا مغایر (واجنبی) ہے دونوں کے درمیان عاطف واقع ہے لہٰذا اس میں ضمیر مرفوع میں متصل کی منفصل کے ساتھ تاکید

مُنَاسَبَةٍ بَیْنَهُمَا بِتَاکِیْدِ الْمُتَّصِلِ بِالْمُنْفَصِلِ فِی الْمَرْفُوْعِ وَبِاِعَادَةِ الْجَارِ فِی الْمَجْرُوْرِ لِیَخْرُجَ

اور مجرور میں جار کا اعادہ کر کے دونوں کے درمیان مناسبت (زائدہ) کی تحصیل ضروری ہے تاکہ متصل مرفوع

الْمُتَّصِلُ الْمَرْفُوْعُ عَنْ صَرَافَةِ الْاِتِّصَالِ وَیُنَاسِبُ الْمَعْطُوْفَ عَلَیْهِ بِتَاکِیْدِهٖ بِالْمُنْفَصِلِ وَقَوِیَ

محض اتصال سے نکل جائے اور منفصل کے ساتھ اس کی تاکید لانے کی وجہ سے وہ معطوف علیہ کے مناسب ہو جائے (اور (تاکہ)

مُنَاسَبَةُ الْمَجْرُوْرِ بِانْضِمَامِ الْجَارِ اِلَیْهِ کَمَا فِی الْمَعْطُوْفِ عَلَیْهِ

مجرور کے ساتھ جار کو ملانے سے مناسبت قوی ہو جائے جیسا کہ معطوف علیہ میں

اغراض جامی: ۔اس عبارت میں شارح ایک اعتراض نقل کر کے قلنا سے اس کا جواب پیش کر رہے ہیں۔

اعتراض: ۔کیا وجہ ہے کہ جب ضمیر مرفوع متصل پر کسی اسم کا عطف ڈالا جائے تو پہلے اس کی تاکید ضمیر منفصل کے ساتھ ضروری ہوتی ہے لیکن اگر ضمیر مرفوع متصل کی کسی اسم کے ساتھ تاکید کی جائے تو وہاں پہلے ضمیر منفصل کے ساتھ تاکید ضروری نہیں ہے حالانکہ وہاں بھی تاکید بالمنفصل ضروری ہونی چاہئے مثلاً جاء و نی کلهم میں واو ضمیر بارز مرفوع متصل مؤکد ہے اور کلهم اس کی تاکید ہے تو کلهم کی تاکید سے پہلے هُمْ ضمیر منفصل کے ساتھ تاکید ہونی چاہئے تھی یوں ہونا چاہئے تھا جاء و نی هم کلهم اسی

طرح اگر ضمیر مرفوع متصل سے کسی اسم کو بدل بنایا جائے تو بدل سے پہلے ضمیر منفصل کے ساتھ تاکید کرنی چاہئے مثلاً اعجبتنی جمالک اس مثال میں جمالک اعجبتنی کی تاضمیر مرفوع متصل مخاطب سے بدل ہے تو پہلے ضمیر منفصل کے ساتھ تاکید کی جاتی پھر بدل لایا جاتا یوں کہا جاتا اعجبتنی انت جمالک حالانکہ ایسا نہیں کیا جاتا اسی طرح جب ضمیر مجرور متصل پر عطف ڈالا جائے تو معطوف پر جار کا اعادہ ضروری ہے لیکن ضمیر مجرور متصل کی کسی اسم کے ساتھ تاکید کی جائے تو تاکید پر حرف جار کا اعادہ ضروری نہیں حالانکہ ہونا چاہئے جیسے مررت بک نفسک نفسک تاکید ہے اس پر حرف جار کا اعادہ نہیں ہے حالانکہ بنفسک ہونا چاہئے تھا اسی طرح اگر ضمیر مجرور متصل سے بدل بنایا جائے تو بدل پر حرف جار کا اعادہ ہونا چاہئے حالانکہ نہیں ہوتا جیسے عجبت بک جمالک جمالک کاف ضمیر سے بدل ہے اس پر حرف جار کا اعادہ ہونا چاہئے بجمالک ہونا چاہئے عطف کی صورت میں تاکید بالمنفصل کا ضروری ہونا اور تاکید وبدل کی صورت میں تاکید بالمنفصل کا ضروری نہ ہونا ترجیح بلا مرجح ہے کیونکہ جس طرح عطف توابع میں سے ہے اسی طرح تاکید وبدل بھی از قبیل توابع ہیں آخر فرق کی کیا وجہ ہے؟

جواب:۔ان میں وجہ فرق یہ ہے کہ تاکید موکد کا عین ہوتی ہے اور بدل عام طور پر اپنے متبوع کا کل یا اس کا بعض یا اس کا متعلق ہوتا ہے اور بدل الغلط کا اپنے متبوع کے مغایر ہونا مضر نہیں ہے اس لئے کہ یہ نہایت نادر ہونے کی وجہ سے درجہ اعتبار سے ساقط ہے و النادر ساقط عن مرتبة الاعتبار اذ لا حكم للنادر (سوال باسولی ص ۴۶۸) لہذا تاکید اور بدل اپنے متبوع کے لئے اجنبی نہیں ہوتے اور نہ ہی اس سے منفصل ہوتے ہیں! اس لئے کہ ان کے اور ان کے متبوع کے درمیان کوئی فاصلہ نہیں ہوتا۔لہذا انکو متبوع کے ساتھ ربط دینے کے لئے کسی زائد مناسبت کو حاصل کرنے کی ضرورت نہیں ہے بخلاف عطف کے کہ معطوف معطوف علیہ کے مغایر ہوتا ہے اور ان کے درمیان عاطف کے ساتھ فاصلہ ہوتا ہے لہذا معطوف کو معطوف علیہ کے ساتھ ربط دینے کے لئے زائد مناسبت کو حاصل کرنے کی ضرورت ہے اور وہ یہ ہے کہ ضمیر مرفوع میں منفصل کے ساتھ ضمیر متصل کی تاکید لائی جائے تاکہ ضمیر مرفوع متصل اتصال محض سے نکل کر ضمیر منفصل کے ساتھ مؤکد ہو کر معطوف کے مناسب ہو جائے ،اور اسی طرح ضمیر مجرور میں جار کا اعادہ کیا جائے تاکہ جار کے اعادہ کے ساتھ مجرور کی مناسبت قوی ہو جائے مجرور اول یعنی معطوف علیہ کیساتھ۔

معطوف کا معطوف علیہ کے حکم میں ہونا

وَالْمَعْطُوْفُ فِيْ حُكْمِ الْمَعْطُوْفِ عَلَيْهِ فِيْمَا يَجُوْزُ لَهٗ وَيَمْتَنِعُ مِنَ الْاَحْوَالِ الْعَارِضَةِ لَهٗ نَظَرًا اِلٰى

اور معطوف معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے ان امور میں جو معطوف علیہ کے لیے جائز ہیں اور منع ہیں یعنی ان احوال میں جو معطوف علیہ کو

مَاقَبْلَهُ بِشَرْطِ اَنْ لَّايَكُوْنَ مَا يَقْتَضِيْهَا مُنْتَفِيًافِي الْمَعْطُوْفِ وَاِنَّمَا قُلْنَا مِنَ الْاَحْوَالِ الْعَارِضَةِ لَهُ

اس کے ماقبل کی طرف نظر کرتے ہوئے عارض ہوتے ہیں بشرطیکہ ان احوال کا مقتضی معطوف میں منتفی نہ ہواور یہ جو ہم نے من الاحوال العارضۃ

نَظْرًا اِلٰى مَاقَبْلَهُ اِحْتِرَازًا عَنِ الْاَحْوَالِ الْعَارِضَةِ لَهُ مِنْ حَيْثُ نَفْسِهٖ كَالْاِعْرَابِ وَالْبِنَاءِ وَالتَّعْرِيْفِ

لہ نظرا الی ماقبلہ کہا ہے ان احوال سے احتراز کی وجہ سے (کہا ہے) جو معطوف علیہ کو من حیث الذات عارض ہوتے ہیں جیسے اعراب وبناء وتعریف

وَالتَّنْكِيْرِ وَالْاِفْرَادِ وَالتَّثْنِيَةِ وَالْجَمْعِ فَاِنَّ الْمَعْطُوْفَ فِيْهَا لَيْسَ فِيْ حُكْمِ الْمَعْطُوْفِ عَلَيْهِ وَاِنَّمَا

وتنکیر وافراد و تثنیہ وجمع کیونکہ ان احوال میں معطوف معطوف علیہ کے حکم میں نہیں ہوتااور یہ جو ہم نے

قُلْنَا بِشَرْطِ اَنْ لَّايَكُوْنَ مَايَقْتَضِيْهَا مُنْتَفِيًا فِي الْمَعْطُوْفِ اِحْتِرَازًا عَنْ مِثْلِ قَوْلِنَا يَارَجُلُ وَالْحَارِثُ

بشرط ان لایکون ما یقتضیھا منتضیافی المعطوف کہاہمارے قول یارجل والحارث کے مثل سے احتراز کی وجہ سے (کہا ہے)

فَاِنَّ الْحَارِثَ مَعْطُوْفٌ عَلَى الرَّجُلِ وَلَيْسَ فِيْ حُكْمِهٖ مِنْ حَيْثُ تَجَرُّدِهٖ عَنِ اللَّامِ فَاِنَّ مَايَقْتَضِيْ

پس بلاشبہ الحارث رجل پر معطوف ہے حالانکہ وہ مجرد عن اللام ہونے کی حیثیت سے اس کے حکم میں نہیں کیونکہ جو چیز رجل کے لام سے

تَجَرُّدَهٗ عَنِ اللَّامِ هُوَ اِجْتِمَاعُ اللَّامِ وَحَرْفِ النِّدَاءِ وَهُوَ مَفْقُوْدٌ فِي الْمَعْطُوْفِ وَاَمَّا نَحْوُ رُبَّ شَاةٍ

مجرد ہونے کی مقتضی تھی وہ لام تعریف وحرف نداء کا اجتماع ہے اور یہ معطوف میں مفقود ہے اور بہر حال رب شاۃ

وَسَخْلَتِهَا فَبِتَقْدِيْرِ التَّنْكِيْرِ لِقَصْدِ عَدَمِ التَّعْيِيْنِ اَىْ رُبَّ شَاةٍ وَسَخْلَةٍ لَهَا اَوْ مَحْمُوْلٌ عَلٰى نَكَارَةِ

وسخلتہا پس عدم تعین کے قصد کی وجہ سے تقدیر تنکیر کے ساتھ (مؤول) ہے یعنی رب شاۃ وسخلۃ لہا یا ضمیر کی نکارت پر محمول ہے

الضَّمِيْرِ كَرُبَّهٗ رَجُلًا عَلَى الشُّذُوْذِ اَىْ رُبَّ شَاةٍ وَسَخْلَةِ شَاةٍ وَكَذَا الْمَعْطُوْفُ فِيْ حُكْمِ

جیسے ربہ رجلا شذوذ پر مبنی کرتے ہوئے یعنی رب شاۃ وسخلۃ شاۃ اوراسی طرح معطوف معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے

الْمَعْطُوْفِ عَلَيْهِ فِيْ اَحْوَالٍ عَارِضَةٍ لَهُ بِالنَّظْرِ اِلٰى نَفْسِهٖ وَغَيْرِهٖ اِنْ كَانَ الْمَعْطُوْفُ مِثْلَ

ان احوال میں جو معطوف علیہ کو اس کی ذات اور غیر ذات (یعنی عامل) کے اعتبار سے عارض ہوتے ہیں اگر معطوف

الْمَعْطُوْفِ عَلَيْهِ فَلِذَا وَجَبَ بِنَاءُ الْمَعْطُوْفِ فِيْ نَحْوِ يَازَيْدُ وَعَمْرُو لِاَنَّ ضَمَّ زَيْدٍ بِالنَّظْرِ اِلٰى

معطوف علیہ کے مثل ہو پس اسی وجہ سے یا زید وعمرو کے مثل میں معطوف کی بناء واجب ہے کیونکہ زید کا ضمہ حرف ندا کے اعتبار

حَرْفِ النِّدَاءِ وَاِلٰى كَوْنِهٖ مُفْرَدًا مَعْرِفَةً فِيْ نَفْسِهٖ وَعَمْرٌو مِثْلُ زَيْدٍ فِيْ كَوْنِهٖ مُفْرَدًا مَعْرِفَةً وَامْتَنَعَ

اور زید کے فی نفسہ مفرد معرفہ ہونے کے اعتبار سے ہے اور عمرو مفرد معرفہ ہونے میں زید کے مثل ہے اور

بِنَاؤُهُ فِيْ يَازَيْدُ وَعَبْدَاللهِ فَإِنَّ عَبْدَ اللهِ لَيْسَ مِثْلَ زَيْدٍ فَإِنَّ زَيْدًا مُفْرَدٌ مَعْرِفَةٌ وَعَبْدَ اللهِ مُضَافٌ

یازید و عبداللہ میں معطوف کی بنا جائز نہیں کیونکہ عبداللہ زید کے مثل نہیں کیونکہ زید مفرد معرفہ ہے اور عبداللہ مضاف ہے

خلاصہ متن : ۔صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ معطوف علیہ کے وہ احوال جو اس کو اس کے ماقبل کے لحاظ سے عارض ہوتے ہیں ان احوال میں معطوف ،معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے یعنی وہ امور جو معطوف علیہ کے لئے جائز ہیں وہ معطوف کے لئے بھی جائز ہیں اور جو امور معطوف علیہ کے لئے ممتنع ہوں وہ معطوف کے لئے بھی ممتنع ہوں گے بشرطیکہ معطوف میں وہ چیز منتفی نہ ہو جائے جو معطوف علیہ میں ان احوال کا تقاضا کر رہی تھی۔

اغراض جامی : <u>فیما یجوز له ویمتنع :</u> سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : ۔آپ کا قاعدہ منقوض ہے جاء نی موسیٰ وزیدٌ کے ساتھ کیونکہ اس میں معطوف معطوف علیہ کے حکم میں نہیں ہے معطوف علیہ میں اعراب تقدیری اور معطوف میں لفظی ہے نیز جاء نی هذا وزیدٌ میں معطوف علیہ کا حکم بناء اور معطوف کا حکم اعراب ہے۔

جواب : ۔معطوف کے معطوف علیہ کے حکم میں ہونے سے مراد یہ ہے کہ جو امور معطوف علیہ میں جائز ہیں وہ معطوف میں جائز اور جو معطوف علیہ میں ممتنع ہیں وہ معطوف میں بھی ممتنع ہوں مثلاً جاءنی زیدٌ وعمرو میں زیدٌ میں بالنظر الی ماقبل جاءنی رفع جائز اور نصب ممتنع ہے تو عمروٌ معطوف میں بھی رفع جائز اور نصب ممتنع ہوگی (سوال کابلی ص۲۸۶)

<u>من الاحوال العارضة له:</u> سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : ۔قاعدہ مذکورہ منقوض ہے جاءنی انسان وبقر کے ساتھ یہاں معطوف معطوف علیہ کے حکم میں نہیں ہے فیما یجوز له ویمتنع میں کیونکہ نطق انسان کیلئے جائز ہے لیکن بقر کیلئے ممتنع ہے تو معطوف معطوف علیہ کے حکم میں نہ ہوا۔

جواب : ۔مایجوز له ویمتنع سے مراد وہ احوال ہیں جو معطوف علیہ کو عارض ہوں بالنظر الی ماقبل اور نطق یہ معطوف علیہ انسان کے عوارض میں سے نہیں ہے بلکہ انسان کے ذاتیات میں سے ہے لہذا اس میں معطوف معطوف علیہ کے حکم میں نہیں ہوگا۔ (سوال باسولی ص۳۶۸)

<u>وانما قلنا:</u> میں شارح من الاحوال کی قید کا فائدہ بیان کر رہے ہیں کہ ہم نے یہ قید ایک سوال مقدر کا جواب دینے کیلئے لگائی ہے۔

سوال : ۔آپ کا قاعدہ منقوض ہے اعراب وبناء تعریف وتنکیر کے ساتھ کیونکہ یہ معطوف علیہ کے احوال وعوارض میں سے ہیں لیکن ان عوارض میں معطوف معطوف علیہ کے حکم میں نہیں ہوتا جیسے جاءنی ہذا وعمرو میں ہذا مبنی اور عمرو معرب ہے۔

جواب : ۔ہم نے من الاحوال العارضة له نظرا الی ماقبله کی قید لگا کر اسی اشکال کا جواب دیا ہے کہ یہ قید احترازی ہے اس سے

ان احوال سے احتراز ہے جو معطوف علیہ کو اپنی ذات کے لحاظ سے عارض ہوتے ہیں جیسے اعراب، بناء، تعریف اور تنکیر وغیرہ۔
اس لئے کہ ان احوال میں معطوف، معطوف علیہ کے حکم میں نہیں ہوتا۔

وانما قلنا بشرط : سے شارح بشرط ان لایکون کی قید کا فائدہ بیان کرتے ہیں کہ یہ قید بھی ہم نے ایک سوال مقدر کا جواب دینے کیلئے لگائی ہے۔ **سوال :**۔ آپ کا قاعدہ منقوض ہے یا رجل والحارث میں الحارث کے ساتھ کیونکہ معطوف علیہ کا حکم تجرد عن اللام ہے بالنظر الی ماقبل جبکہ الحارث معرف باللام ہے۔

جواب :۔ ہم نے یہ قید اس لئے لگائی ہے تاکہ اس الحارث سے احتراز ہو جائے جو یا رجل والحارث میں ہے۔ اس لئے کہ الحارث رجل پر معطوف ہے اور مجرد عن اللام ہونے کی وجہ اس کے حکم میں نہیں ہے اس لئے کہ لام سے مجرد ہونے کا مقتضی جو رجل میں پایا جا رہا ہے وہ الحارث میں منتفی ومفقود ہے۔ اور وہ مقتضی الف لام کا یاء کے ساتھ جمع ہونا ہے۔ (سوال کابلی ص ۲۸۶)

واما نحو : سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال :۔ آپ کا یہ قاعدہ رُبَّ شَاۃٍ وَسَخْلَتِهَا (سخلۃ سین کی فتح اور خا معجمہ کے سکون سے بھیڑ بکری کا بچہ جو چار ماہ کا ہو) سے منقوض ہے۔ اسلئے کہ اس میں معطوف علیہ یعنی شاۃ کا حال اس کا نکرہ ہونا ہے اور مقتضی حال رب کے ساتھ اس کا مجرور ہونا ہے کیونکہ رب کا مدخول نکرہ ہوتا ہے۔ اور یہ مقتضی معطوف سخلتہا میں بھی موجود ہے لیکن اس کے باوجود سخلتہا نکرہ نہیں ہے بلکہ ضمیر کی طرف مضاف ہونے کی وجہ سے معرفہ ہے۔ شارح جامی رحمہ اللہ نے اس کے دو جواب دئے ہیں۔

جواب (۱) :۔ فبتقدیر : سے اول جواب ذکر فرما رہے ہیں۔ سخلتہا کی اضافت عہد ذہنی پر محمول ہے اور اضافت عہد ذہنی تعریف کا فائدہ نہیں دیتی۔ یعنی اگر چہ ضمیر معرفہ ہوتی ہے اور جو چیز اس کی طرف مضاف ہو وہ بھی معرفہ ہو جاتی ہے لیکن یہاں سخلہ معینہ کا قصد نہیں کیا گیا کیونکہ اضافت عہد ذہنی تعریف کا فائدہ نہیں دیتی۔ لھذا جس طرح معطوف علیہ یعنی شاۃ نکرہ ہے اسی طرح معطوف یعنی سخلتها بھی نکرہ ہے معنی یہ ہے کہ رب شاۃ وسخلۃ لها.

جواب (۲) :۔ او محمول : سے جواب ثانی کا بیان ہے۔ سخلتہا یہ ربہ رجلا کی طرح نکارۃ ضمیر پر محمول ہے مقصد یہ ہے کہ سخلتها کی ضمیر شاۃ مذکورہ کی طرف راجع نہیں بلکہ مطلق شاۃ کی طرف راجع ہے تو جس طرح معطوف علیہ نکرہ ہے اسی طرح معطوف بھی نکرہ ہے عبارت اس طرح بن جائیگی رب شاۃ وسخلۃ شاۃ۔ لیکن یہ حمل علی الشذوذ ہے اس لئے کہ عام طور پر ضمیر بعینہ سابق کی طرف راجع ہوتی ہے۔

وکذا المعطوف : میں شارح ایک ضابطہ بیان کر رہے ہیں کہ معطوف علیہ کے وہ احوال جو اس کو اپنی ذات کے لحاظ سے عارض ہوں اور وہ احوال جو اس کو اس کے غیر یعنی ماقبل کے لحاظ سے عارض تو ان احوال میں بھی معطوف، معطوف علیہ کے حکم

میں ہوتا ہے بشرطیکہ افراد و تعریف میں معطوف معطوف علیہ کی مثل ہو جیسے یا زیدُ و عمرُ و۔ اس میں زید مبنی علی الضم ہے اور اس کا ضمہ حرف نداء کے اعتبار سے ہے جو کہ اس کا ماقبل ہے اور خود اس کے مفرد معرفہ ہونے کی وجہ سے بھی ہے اور عمرو مفرد معرفہ ہونے میں زید کی مثل ہے لہٰذا وہ بھی مبنی علی الضم ہوگا اور یا زید و عبد اللہ میں عبداللہ کو مبنی علی الضم پڑھنا ممتنع ہے اس لئے کہ عبداللہ اگرچہ معرفہ ہے لیکن مفرد ہونے میں زید کی مثل نہیں ہے کیونکہ زید مفرد بھی ہے اور معرفہ بھی اور عبداللہ مضاف ہے۔

ضابطہ مذکورہ پر تفریع

وَمِنْ ثَمَّ اَیْ وَمِنْ اَجَلِ اَنَّ الْمَعْطُوْفَ فِیْ حُکْمِ الْمَعْطُوْفِ عَلَیْهِ فِیْمَا یَجُوْزُ وَیَمْتَنِعُ لَمْ یَجُزْ فِیْ

اور اسی وجہ سے یعنی اس وجہ سے کہ معطوف جائز اور ممنوع امور میں معطوف علیہ کے حکم میں ہے مازید

تَرْکِیْبِ مَازَیْدٌ بِقَائِمٍ اَوْقَائِمًا وَلَاذَاهِبٌ عَمْرٌو اِلَّا الرَّفْعُ فِیْ ذَاهِبٍ اِذْ لَوْ نُصِبَ اَوْ خُفِضَ لَکَانَ

بقائم یا قائما ولاذاہب عمرو) کی ترکیب میں ذاہب میں رفع ہی جائز ہے کیونکہ اگر ذاہب کو نصب یا جر دی جائے تو وہ

مَعْطُوْفًا عَلٰی قَائِمٍ اَوْ قَائِمًا فَیَکُوْنُ خَبَرًا عَنْ زَیْدٍ وَهُوَ مُمْتَنِعٌ لِخُلُوِّهٖ عَنِ الضَّمِیْرِ الْوَاقِعِ فِیْ

قائم یا قائما پر معطوف ہوگا پس وہ زید سے خبر ہوگا اور یہ نا جائز ہے کیونکہ ذاہب ایسی ضمیر سے خالی ہے جو معطوف علیہ

الْمَعْطُوْفِ عَلَیْهِ الْعَائِدِ اِلٰی اِسْمِ مَافَتَعَیَّنَ الرَّفْعُ عَلٰی اَنْ یَّکُوْنَ خَبَرًا مُقَدَّمًا عَلَی الْمُبْتَدَاِ وَهُوَ عَمْرٌو

میں واقع (مستتر) ہے اور ما کے اسم کی طرف راجع ہے تو رفع متعین ہوگیا بنا بر اس کے کہ ذاہب مبتداء پر خبر مقدم ہے اور مبتدا عمرو ہے

وَیَکُوْنُ مِنْ قَبِیْلِ عَطْفِ الْجُمْلَةِ عَلَی الْجُمْلَةِ وَلَا مَانِعَ مِنْهُ

اور یہ عطف جملہ بر جملہ کے قبیل سے ہوگا اور اس سے کوئی مانع نہیں ہے

خلاصہ متن و شرح : ۔ماقبل پر تفریع کا بیان ہے چونکہ معطوف، معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے اس لئے ما زید بقائم ولا ذاهب عمر اور ما زید قائما ولا ذاهب عمرو میں ذاهب پر رفع ہی متعین ہے اس پر نصب اور جر جائز نہیں ہے اس لئے کہ اگر اس کو منصوب پڑھا جائے تو اس کا عطف قائما پر ہوگا اور مجرور پڑھا جائے تو اس کا عطف قائم پر ہوگا اور یہ بواسطہ عطف کے زید کی خبر بن جائے گا حالانکہ یہ ممتنع ہے اس لئے کہ معطوف علیہ قائم یا قائما میں تو ضمیر ہے جو ما کے اسم زید کی طرف راجع ہے اور معطوف ذاہب ضمیر سے خالی ہے۔ اس لئے اس کا عطف قائما پر ممکن نہیں لہٰذا ذاہب پر خبر مقدم ہونے کی بنا پر رفع متعین ہے۔ ذاہب خبر مقدم اور عمرو مبتداء موخر ہے۔ اور یہ عطف الجملہ علی الجملہ ہوگا اور اس سے کوئی مانع نہیں۔

سوال مقدر کا جواب

وَ لَمَّا كَانَ لِقَائِلٍ اَنْ يَّقُوْلَ هٰذِهِ الْقَاعِدَةُ مُنْتَقِضَةٌ بِقَوْلِهِمُ الَّذِىْ يَطِيْرُ فَيَغْضَبُ زَيْدٌ نِ الذُّبَابُ فَاِنَّ يَطِيْرُ

اور جبکہ کہنے والے (معترض) کو یہ کہنا جائز تھا کہ یہ قاعدہ عرب کے قول الذی یطیر (وہ جو اڑتا ہے پس زید کو غصہ دلاتا ہے وہ مکھی ہے) سے ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ یطیر

فِيْهِ ضَمِيْرٌ يَعُوْدُ اِلَى الْمَوْصُوْلِ وَيَغْضَبُ الْمَعْطُوْفُ عَلَيْهِ لَيْسَ فِيْهِ ذٰلِكَ الضَّمِيْرُ فَاَجَابَ عَنْهُ بِقَوْلِهٖ

میں ضمیر ہے جو موصول کی طرف لوٹتی ہے اور یغضب کا یطیر پر عطف ہے لیکن اس میں وہ ضمیر نہیں ہے تو مصنف نے اس کا جواب اپنے اس قول سے دیا کہ

وَاِنَّمَا جَازَ الَّذِىْ يَطِيْرُ فَيَغْضَبُ زَيْدٌ نِ الذُّبَابُ لِاَنَّهَا اَىِ الْفَاءُ فِىْ هٰذَا التَّرْكِيْبِ فَاءُ السَّبَبِيَّةِ اَىْ فَاءٌ

اَلَّذِىْ يَطِيْرُ فَيَغْضَبُ زَيْدٌ نِ الذُّبَابُ اسلیے جائز ہے کہ وہ یعنی اس ترکیب میں فا سببیت کی ہے یعنی فا کیلئے سببیت کی طرف ایک نسبت ہے

لَهَا نِسْبَةٌ اِلَى السَّبَبِيَّةِ بِاَنْ يَّكُوْنَ مَعْنَاهَا السَّبَبِيَّةَ لَا الْعَطْفَ فَلَا يَرِدُ نَقْضًا عَلٰى تِلْكَ الْقَاعِدَةِ اَوْ يَكُوْنَ

بایں طور کہ فا کا معنی سببیت ہے نہ کہ عطف پس اس قاعدہ پر نقض وارد نہیں ہوگا یا اس کا معنی سببیت مع العطف ہے

مَعْنَاهَا السَّبَبِيَّةَ مَعَ الْعَطْفِ لٰكِنَّهَا تَجْعَلُ الْجُمْلَتَيْنِ كَجُمْلَةٍ وَّاحِدَةٍ فَيُكْتَفٰى بِالرَّبْطِ فِى الْاَوَّلِ وَالْمَعْنٰى

لیکن وہ فائے عاطفہ دو جملوں کو ایک جملہ کی طرح کردیتی ہے لہٰذا اس ربط پر اکتفا کیا جائے گا جو پہلے جملہ میں ہے اور معنی ہوگا

اَلَّذِىْ اِذَا يَطِيْرُ فَيَغْضَبُ زَيْدٌ الذُّبَابُ اَوْ يُفْهَمُ مِنْهَا سَبَبِيَّةُ الْاُوْلٰى لِلثَّانِيَةِ فَالْمَعْنَى الَّذِىْ يَطِيْرُ فَيَغْضَبُ زَيْدٌ

الذی اذا یطیر فیغضب زید ن الذباب یا اس فا سے جملہ اولی کا جملہ ثانیہ کے لیے سبب ہونا سمجھا جاتا ہے پس معنی ہوگا الذی یطیر فیغضب زید بسببہ

بِسَبَبِهِ الذُّبَابُ وَيُمْكِنُ اَنْ يُّقَدَّرَ فِيْهِ ضَمِيْرٌ اَىِ الَّذِىْ يَطِيْرُ فَيَغْضَبُ زَيْدٌ بِطَيَرَانِهِ الذُّبَابُ

الذباب اور ممکن ہے کہ معطوف میں ضمیر مقدر کی جائے یعنی اَلَّذِىْ يَطِيْرُ فَيَغْضَبُ زَيْدٌ بِطَيَرَانِهِ الذُّبَابُ

خلاصہ متن:۔ اس عبارت میں صاحب کافیہ ایک سوال مقدر کا جواب دیتے ہیں جس کی تفصیل شرح میں آرہی ہے۔

اغراض جامی: ولما کان: میں شارح اسی سوال مقدر کی تقریر کررہے ہیں۔

سوال:۔ قاعدہ مذکورہ کہ معطوف، معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے فیما یجوز لہ ویمتنع منقوض ہے عربیوں کے اس قول اَلَّذِىْ يَطِيْرُ فَيَغْضَبُ زَيْدٌ نِ الذُّبَابُ سے۔ اس لئے کہ یطیر میں ضمیر ہے جو موصول کی طرف راجع ہے اور یغضب یطیر پر معطوف ہے لیکن یہ ضمیر سے خالی ہے کیونکہ اس کا فاعل اسم ظاہر زید ہے۔

اس کے چار جواب ہیں۔ پہلا جواب صاحب کافیہ نے دیا ہے جبکہ بقیہ تین جواب شارح نے دیے ہیں۔

جواب(۱): - وانما جاز میں صاحب کافیہ نے **جواب(۱)** دیا ہے کہ فیغضب پر فاء عاطفہ نہیں بلکہ سببیت محضہ کیلئے ہے لہذا سوال وارد نہیں ہوگا اس لئے کہ ہماری بحث عطف میں ہے نہ کہ سبب میں۔

جواب(۲): - او یکون سے جواب ثانی کا بیان ہے کہ فاء سببیت اور عطف دونوں کے لئے ہے۔

لکنہا: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال:** - یہ ہے کہ جب فاء سببیہ اور عطف دونوں کے لئے ہے تو معنی عطف کی وجہ سے معطوف میں ضمیر کا ہونا ضروری ہے حالانکہ ضمیر نہیں ہے۔

جواب: - چونکہ سبب اور مسبب میں اتصال ہوتا ہے لہذا یہ دونوں جملے بمنزلہ جملہ واحدہ کے ہوگئے اس لئے جملہ اولی میں جو عائد ہے وہی رابطہ کیلئے کافی ہوگیا ہے معطوف میں دوسرے رابط کی ضرورت نہیں ہے۔ دونوں جوابوں کے مطابق معنی یہ ہو گا وہ چیز جب وہ اڑتی ہے پس وہ زید کے غضبناک ہونے کا سبب بنتی ہے وہ مکھی ہے۔

جواب(۳): - او یفہم سے جواب ثالث کا بیان ہے کہ فاء حقیقۃً سببیت کے لئے تو نہیں ہے بلکہ عطف کیلئے ہے لیکن اس فاء سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ جملہ اولی جملہ ثانیہ کے لئے سبب ہے اس معنی سببیت پر اکتفاء کرلیا گیا اور رابطے کی ضرورت نہیں رہی معنی یہ ہوگا وہ چیز جو اڑتی ہے پس غضبناک ہوجاتا ہے اس کے سبب سے زید وہ مکھی ہے۔

جواب(۴): - ویمکن سے جواب رابع کا بیان ہے کہ فاء عطف محض کے لئے ہے اور معطوف میں ضمیر مقدر ہے جو موصول کی طرف راجع ہے اصل میں عبارت یوں تھی اَلَّذِیْ یَطِیْرُ فَیَغْضَبُ زَیْدٌ بِطَیَرَانِهِ الذُّبَابُ. تو معطوف علیہ کی طرح معطوف میں بھی عائد موجود ہے فاندفع الاشکال۔

قولہ لانہا ای الفاء: سے شارح جامی کی غرض لانہا کی ہا ضمیر کے مرجع کو بیان کرنا ہے۔

ای فاء لہا نسبۃ الی السببیۃ: سے شارح اشارہ کررہے ہیں السببیۃ کی یاء نسبت کیلئے ہے اور فاء کی اضافت الی السببیۃ ادنی ملابست ومناسبت کی وجہ سے ہے (سوال کابلی ص ۲۸۷)

بان یکون معناہا: سے شارح صورت نسبۃ الی السببیۃ کو بیان فرمارہے ہیں۔

ایک عاطف سے دو معمولوں پر عطف ڈالنا

وَاِذَا عُطِفَ اَیْ اِذَا اُوْقِعَ الْعَطْفُ بِنَاءً عَلٰی وُجُوْدِ عَامِلَیْنِ بِاَنْ عُطِفَ اِسْمَانِ عَلٰی مَعْمُوْلَیْهِمَا
اور جب عطف ڈالا جائے یعنی جب ایسے دو عاملوں کے وجود کی بنا پر عطف واقع کیا جائے بایں طور کہ ایک عاطف کے ذریعے دو اسموں کا
بِعَاطِفٍ وَاحِدٍ قَالَ بَعْضُ شَارِحِی اللُّبَابِ اَلْاَظْهَرُ عِنْدِیْ اَنَّ الْعَطْفَ هٰهُنَا مَحْمُوْلٌ عَلٰی مَعْنَاهُ
ان دونوں کے دو معمولوں پر عطف ڈالا جائے اور لباب کے بعض شارحین نے کہا کہ میرے نزدیک زیادہ ظاہر یہ ہے کہ یہاں عطف اپنے لغوی معنی

اللُّغوِیُّ اَیْ اِمَالَۃُ الْاِسْمَیْنِ نَحوَ الْعَامِلَیْنِ بِاَنْ یُّجْعَلَا مَعْمُوْلَیْھِمَا وَاَکْثَرُ الشَّارِحِیْنَ عَلٰی اَنَّ
(امالہ) پرمحمول ہے یعنی دواسموں کو دو عاملوں کی طرف اس طرح مائل کرنا کہ دونوں عامل ان دواسموں کو اپنا معمول بنالیں اور اکثر شارحین
الْمَعْنٰی عَلٰی مَعْمُوْلَیْ عَامِلَیْنِ وَاِنَّمَا قَالَ عَلٰی مَعْمُوْلَیْ عَامِلَیْنِ لَا عَلٰی مَعْمُوْلَیْ عَامِلٍ وَاحِدٍ فَاِنَّہٗ
اس مذہب پر ہیں کہ معنی علی معمولی عاملین ہے اور مصنف نے علی معمولی عاملین کہا علی معمولی عامل واحد نہیں کہا کیونکہ یہ
جَائِزٌ اِتِّفَاقًا نَحْوُ ضَرَبَ زَیْدٌ عَمْرًا وَعَمْرٌو خالدًا وَلَا عَلٰی اَکْثَرَ مِنْ اِثْنَیْنِ فَاِنَّہٗ لَاخِلَافَ فِیْ
بالاتفاق جائز ہے جیسے ضَرَبَ زَیْدٌ عَمْرًا وَعَمْرٌو خالدًا اور نہ دو سے اکثر کہا کیونکہ اس کے ناجائز ہونے میں کوئی اختلاف نہیں
اِمْتِنَاعِہٖ مُخْتَلِفَیْنِ اَیْ غَیْرَ مُتَّحِدَیْنِ بِاَنْ لَّایَکُوْنَ الثَّانِیْ عَیْنَ الْاَوَّلِ وَذٰلِکَ لِدَفْعِ وَھْمِ مَنْ یَّتَوَھَّمُ
دونوں مختلف ہوں یعنی متحد نہ ہوں بایں طور کہ ثانی اول کا عین نہ ہو اور یہ (مصنف کا قول مختلفین) اس شخص کے وہم کو دور کرنے کے لیے ہے
اَنَّ مِثْلَ ضَرَبَ ضَرَبَ زَیْدٌ عَمْرًاو بَکْرًا وخالدًا مِنْ ھٰذَا الْبَابِ مَعَ اَنَّہٗ لَیْسَ مِنْہُ لِعَدَمِ تَعَدُّدِ الْعَامِلِ
جو اس بات کا وہم کرتا ہے کہ ضَرَبَ ضَرَبَ زَیْدٌ عَمْرًا وبکرًا و خالدًا اسی باب سے ہے حالانکہ یہ اس سے نہیں کیونکہ اس میں عامل متعدد نہیں
فِیْہِ اِذَا الْعَامِلُ ھُوَ الْاَوَّلُ وَالثَّانِیْ تَاکِیْدٌ لَہٗ وَذٰلِکَ الْعَطْفُ کَمَا وَقَعَ فِیْ قَوْلِھِمْ مَاکُلُّ سَوْدَاءَ
کیونکہ عامل اول ہی ہے اور ثانی اس کی تاکید ہے اور یہ عطف جیسا کہ اہل عرب کے قول مَاکُلُّ سَوْدَاءَ
تَمْرَۃٌ وَبَیْضَاءَ شَحْمَۃٌ وَفِیْ قَوْلِ الشَّاعِرِ شِعْر اَکُلَّ امْرِیٍٔ تَحْسَبِیْنَ اِمْرأً وَنَارٍ تَوَقَّدُ بِاللَّیْلِ نَارًا
تَمْرَۃٌ وَبَیْضَاءَ شَحْمَۃٌ اور شاعر کے قول شعر اَکُلَّ امْرِیٍٔ تَحْسَبِیْنَ اِمْرأً اور نَارٍ تَوَقَّدُ بِاللَّیْلِ نَارًا
فَھٰذَا وَاِنْ کَانَ بِحَسْبِ الظَّاھِرِ جَائِزًا لٰکِنَّہٗ لَمْ یَجُزْ عِنْدَ الْجُمْھُوْرِ بِحَسْبِ الْحَقِیْقَۃِ لِاَنَّ الْحَرْفَ
پس یہ عطف اگرچہ ظاہر کے اعتبار سے جائز ہے لیکن حقیقت کے اعتبار سے جمہور کے نزدیک جائز نہیں کیونکہ حرف واحد
الْوَاحِدَ لَمْ یَقْوَ اَنْ یَّقُوْمَ مَقَامَ عَامِلَیْنِ مُخْتَلِفَیْنِ
دو مختلف عاملوں کے قائم مقام نہیں ہو سکتا

خلاصہ متن: ۔اس عبارت میں صاحب کافیہ ایک ضابطہ بیان کر رہے ہیں حاصل یہ ہے کہ جمہور نحویوں کے نزدیک ایک حرف عطف کے ذریعے دو مختلف عاملوں کے دو معمولوں پر دو اسموں کا عطف ڈالنا ناجائز ہے الا یہ کہ معمول مجرور معمول مرفوع اور معمول منصوب پر مقدم ہو تو اس صورت میں عطف جائز ہے اور فراء کے نزدیک یہ عطف مطلقاً جائز اور سیبویہ کے

نزدیک مطلقاً ناجائز ہے۔

اغراض جامی :الا اذا اوقع: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : ۔عُطف کی ضمیر مصدر العطف کی طرف راجع ہے تو حاصل عبارت اس طرح بنے گا واذاعُطِفَ العطفُ معنی ہوگا جب عطف عطف کیا جائے یہ معنی باطل بلا فائدہ ہے۔

جواب : ۔یہاں عُطِفَ اُوقع العطف کے معنی میں ہے یعنی جب عطف واقع کیا جائے اب معنی درست ہوگا (سوال کابلی ص ۴۸۷)

بعنوان دیگر سوال مقدر کی تقریریوں کی گئی ہے کہ اذا اعطف علی عاملین شرط اور لم یجز جزاء ہے شرط اور جزا میں تضاد وتناقض ہے کیونکہ شرط کا معنی ہے جب دو عاملین مختلفین پر عطف ڈالدیا جائے اس سے حصول عطف اور ثبوت وجواز عطف معلوم ہوتا ہے جبکہ لم یجز جزا سے عدم جواز ثابت ہوتا ہے وهل هذا الا تناقض وتضاد تو اوقع سے شارح نے جواب دیا کہ عُطِفَ وقوع وحصول وجواز کے معنی میں نہیں ہے بلکہ باب افعال اُوقع کے معنی کو متضمن ہے معنی ہوگا کہ جب عطف کو واقع کیا جائے اور ایقاع عطف حدوث عطف کے معنی میں ہے نہ کہ ثبوت وحصول وجواز عطف کے معنی میں فاندفع الاشکال (سوال باسولی ص ۴۷۱)

بناء: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : ۔عطف عاملیں پر نہیں ہوتا بلکہ معمول پر ہوتا ہے تو علی کو عُطِفَ کا صلہ بنانا کیسے درست ہے؟

جواب (۱): ۔شارح رحمہ اللہ نے اس کے تین جواب دیے ہیں پہلا جواب یہ کہ علی عطف کا صلہ نہیں ہے بلکہ بناء محذوف کا صلہ ہے اور عاملین سے پہلے مضاف (وجود) محذوف ہے پھر یہ مفعول لہ ہے اذا عطف کا حاصل عبارت یہ ہوگا واذا عطف علی معمولین بناءً علی وجود العاملین اس علی کو علی بنائیہ کہتے ہیں۔

بِاَنْ عُطِفَ اسمَانِ: میں اس عطف کی صورت کا بیان ہے کہ دو اسموں کا عطف کیا جائے دو عاملین کے دو معمولین پر عاطف واحد کے ساتھ۔

جواب (۲) : ۔وقال بعض شارحی اللباب سے جواب ثانی کا بیان ہے کہ لباب کے شراح میں سے ایک شارح نے یہ جواب دیا ہے کہ میرے نزدیک ظاہر تر یہ ہے کہ یہاں عطف کا اصطلاحی معنی مراد نہیں ہے بلکہ لغوی معنی ہے عطف کا لغوی معنی ہے امالۃ یعنی مائل کرنا اور کلمہ علیٰ نحو کے معنی میں ہے معنی یہ ہوا کہ جب مائل کیا جائے دو اسموں کو عاملین کی طرف۔

بان یجعل: میں دو اسموں کو عاملین کی طرف مائل کرنے کی صورت کا بیان ہے کہ اس کی صورت یہ ہے دو اسموں کو دو عاملوں کا معمول بنا دیا جائے۔

جواب (۳): ۔واکثر شارحین سے جواب ثالث کا بیان ہے کہ عاملین سے پہلے مضاف محذوف ہے جو کہ معمولین ہے

حاصل عبارت یوں ہوگا واذا عطف علی معمولی عاملین اس صورت میں اشکال رفع ہوجائے گا۔

وانما قال: میں شارح علی عاملین کی قید کا فائدہ بیان کررہے ہیں کہ علی عاملین کی قید اس لئے لگائی کہ اگر عامل واحد ہو تو اس کے دو مختلف معمولوں پر دو اسموں کا عطف بالاتفاق جائز ہے جیسے ضَرَبَ زَیْدٌ عَمْرًا وَعَمْرٌو خالدًا اس میں زید اور عمرو پر دو اسموں یعنی عمر اور خالد کا عطف کیا گیا ہے یہ جائز ہے اسی طرح عاملین کی قید لگا کر احتراز کیا ہے دو سے اکثر عوامل سے اس لئے کہ وہ بالاتفاق وبلاخلاف ممتنع ہے۔

ای غیر متحدین: سے شارح نے اشارہ کیا کہ مختلفین سے اختلاف فی الوصف مراد نہیں ہے بلکہ اختلاف فی الذات مراد ہے کیونکہ اتحاد کا لفظ ذوات میں استعمال ہوتا ہے۔

بان لایکون: میں متحد فی الذات نہ ہونے کی صورت کا بیان ہے کہ ثانی اول کا عین نہ ہو۔

وَذٰلِکَ لِدَفْعِ وَهْمٍ: میں مختلفین کی قید کا فائدہ بیان کرتے ہیں۔ اس قید لگانے کی غرض ایک وہم کو دور کرنا ہے۔

وهم یہ ہوسکتا تھا کہ شاید ضَرَبَ ضَرَبَ زَیْدٌ عَمْرًا و بَکْرًا وخالدًا اسی باب سے ہوں اس لئے کہ اس میں دو عاملوں کے دو معمولوں پر دو اسموں کا عطف کیا گیا عطف واحد کے ذریعے تو یہ ناجائز ہونا چاہئے تھا حالانکہ یہ جائز ہے تو مصنف رحمہ اللہ نے مختلفین کی قید لگا کر اسی وہم کا ازالہ کیا کہ یہ اس باب سے نہیں اس لئے کہ اس میں عامل متعدد نہیں ہیں بلکہ عامل فقط اول ہے اور ثانی اس کی تاکید ہے تو دو عاملین مختلفین فی العمل نہیں ہیں۔

وذلک العطف: سے ایک حرف عطف کے ذریعے دو مختلف عاملوں کے دو معمولوں پر دو اسموں کا عطف کرنے کی مثال پیش کررہے ہیں۔ عربوں کا قول ہے مَا کُلُّ سَوْدَاءَ تَمْرَةٌ وَبَیْضَاءَ شَحْمَةٌ اس میں ما مشابہ بلیس ہے کل سوداء مضاف، مضاف الیہ مل کر ما کا اسم اور تمرۃ خبر ہے اس میں دو مختلف عامل پائے گئے (۱) ما (۲) کُلٌّ کا معمول سوداء مجرور ہے اور ما کا معمول تمرۃ منصوب ہے اس کے بعد بیضاء کا عطف کیا گیا سوداء پر جس کا عامل کل ہے اور شحمۃ کا عطف تمرۃ پر کیا گیا جس کا عامل ما ہے تو اس میں دو عاملین مختلفین کے دو معمولین مختلفین پر عاطف واحد کے ذریعہ سے دو اسموں کا عطف ڈالا گیا ہے اور معمول مجرور مقدم ہے اس لئے یہ عطف جائز ہے اور دوسری مثال بیان فرمائی شاعر کا قول

اَکُلُّ امْرِیٍٔ تَحْسَبِیْنَ امْرأً وَنَارٍ تَوَقَّدُ بِاللَّیْلِ نَارًا

اس میں ہمزہ استفہام ہے کل امرأ مضاف، مضاف الیہ مل کر تَحْسَبِیْنَ کا مفعول بہ مقدم ہے۔ اور تَحْسَبِیْنَ فعل فاعل اور امرأ مفعول بہ ثانی ہے۔ اس میں دو مختلف عامل پائے گئے (۱) کل (۲) تحسبین کل کا معمول امرء ہے جو کہ مجرور ہے اور تحسبین کا معمول امرءً ہے جو کہ منصوب ہے پھر نار کا عطف ہے امرأ مجرور پر جس کا عامل کل ہے اور نارا کا عطف ہے امرأ منصوب پر

جس کا عامل تَحْسَبِنَّ ہے لہذا اس میں دو مختلف عاملین کے دو معمولوں پر عاطف واحد کے ذریعے دو اسموں کا عطف ڈالا گیا ہے اور معمول مجرور مقدم ہے اس لئے یہ عطف جائز ہے۔

<u>فھذا وان کان :</u> سے واذا عطف علی العاملین پر جو اشکال وارد کیا گیا تھا کہ شرط اور جزا میں تناقض وتخالف ہے اس کا ایک جواب شارح نے اوقع سے دیا تھا یہاں سے دوسرا جواب دے رہے ہیں کہ واذا عطف شرط سے جو جواز سمجھا جا رہا ہے اس سے مراد جواز بحسب الصورۃ ہے اور لم یجز سے مراد عدم جواز بحسب الحقیقت ہے عند الجمہور۔

<u>لان الحروف :</u> میں عطف مذکور کے عدم جواز عند الجمہور کی وجہ کا بیان ہے۔ حرف عطف عامل کے قائم مقام ہوتا ہے اور ایک حرف دو مختلف عاملوں کے قائمقام نہیں ہوسکتا اسی وجہ سے یہ عطف ناجائز ہے۔

امام فراء کے اختلاف کا ذکر

خِلَافًا لِلْفَرَّاءِ فَإِنَّهُ يُجَوِّزُ هٰذَا الْعَطْفَ بِحَسْبِ الْحَقِيْقَةِ
اس میں فراء کا اختلاف ہے کہ وہ اس عطف کو حقیقت کے اعتبار سے جائز قرار دیتا ہے
كَمَا جَازَ بِحَسْبِ الصُّوْرَةِ وَلَا يُؤَوِّلُ الْأَمْثِلَةَ الْوَارِدَةَ عَلَيْهَا وَلَا يَقْتَصِرُ عَلٰى صُوْرَةِ السَّمَاعِ بَلْ
جیسا کہ صورت کے اعتبار سے جائز ہے اور وہ اس صورت پر وارد ہونے والی امثلہ کی تاویل نہیں کرتا اور سماع کی صورت پر اکتفاء نہیں کرتا بلکہ
يَعُمُّهَا وَغَيْرَهَا وَعَدَمُ جَوَازِ ذٰلِكَ الْعَطْفِ مَعَ خِلَافِ الْفَرَّاءِ جَارٍ فِيْ جَمِيْعِ الْمَوَادِّ عِنْدَ
صورت سماع اور غیر سماع دونوں کو عام کرتا ہے اور اس عطف کا عدم جواز مع خلاف فراء جمہور کے نزدیک تمام امثلہ میں جاری ہے
الْجُمْهُوْرِ اِلَّا فِيْ نَحْوِ فِي الدَّارِ زَيْدٌ وَالْحُجْرَةِ عَمْرٌو وَاِنَّ فِي الدَّارِ زَيْدًا وَالْحُجْرَةِ عَمْرًوا
مگر فِي الدَّارِ زَيْدٌ وَالْحُجْرَةِ عَمْرٌو کے مثل میں اور وَاِنَّ فِي الدَّارِ زَيْدًا وَالْحُجْرَةِ عَمْرًوا میں
يَعْنِيْ اِلَّا فِيْ صُوْرَةِ تَقْدِيْمِ الْمَجْرُوْرِ وَتَاخِيْرِ الْمَرْفُوْعِ اَوِ الْمَنْصُوْبِ لِمَجِيْئِهٖ فِيْ كَلَامِهِمْ وَاقْتُصِرَ
یعنی مگر تقدیم مجرور تاخیر مرفوع یا منصوب کی صورت میں کیونکہ یہ صورت ان کے کلام میں آتی ہے اور صورت سماع
الْجَوَازُ عَلٰى صُوْرَةِ السَّمَاعِ لِاَنَّ مَا خَالَفَ الْقِيَاسَ يَقْتَصِرُ عَلٰى مَوْرِدِ السَّمَاعِ
پر جواز کو اس لیے بند کیا گیا کیونکہ جو صورت قیاس کے خلاف ہو وہ موردِ سماع پر بند ہوتی ہے

خلاصہ متن وشرح :- یہاں سے امام فراء کے اختلاف مع الجمہور کی وضاحت کر رہے ہیں۔ امام فراء فرماتے ہیں جس طرح یہ عطف بحسب الصورۃ جائز ہے اسی طرح بحسب الحقیقت بھی جائز ہے اور جو مثالیں اس جیسے عطف کی صورت

پروارد ہیں ان میں امام فراء کوئی تاویل بھی نہیں کرتے اور صرف سماع والی صورتوں پر اکتفاء بھی نہیں کرتے بلکہ سماع غیر سماع میں تعمیم کرتے ہیں اور غیر سماع کو سماع والی صورتوں پر قیاس کر کے ان کو بھی جائز قرار دیتے ہیں۔

اغراضِ جامی: وعدم جواز : سے شارح جامی یہ بیان فرمارہے ہیں کہ جمہور کے نزدیک عطف مذکور کا عدم جواز اور فراء کے ساتھ جمہور کا اختلاف تمام مواد میں جاری ہوتا ہے مگر ایک صورت میں اختلاف نہیں ہے وہ یہ ہے کہ معمول مجرور معمول منصوب اور مرفوع سے مقدم ہو اس صورت میں امام فراء کے ساتھ اختلاف نہیں ہے، معمول مجرور کے معمول مرفوع سے مقدم ہونے کی مثال فی الدار زید و الحجرة عمرو اور معمول منصوب سے مقدم ہونے کی مثال ان فی الدار زیدا والحجرة عمروا.

لمجیئه فی کلامهم : میں اس صورت کے جواز کی وجہ کا بیان ہے۔ یہ صورت اس لئے جائز ہے کہ یہ صورت کلام عرب میں پائی جاتی ہے لیکن یہ جواز کی صورت سماع پر بندر ہے گی اس لئے کہ یہ خلاف قیاس مسموع ہے اور جو چیز خلاف قیاس مسموع ہو وہ مورد سماع پر بندرہتی ہے۔

امام سیبویہ کے اختلاف کا ذکر

خِلافًا لِسِيْبَوَيْهِ فَإِنَّهُ لَا يُجَوِّزُ هٰذَا الْعَطْفَ بِحَسْبِ الْحَقِيْقَةِ فِيْ هٰذِهِ الصُّوْرَةِ اَيْضًا بَلْ يَحْمِلُهَا عَلٰى
سیبویہ کے برخلاف پس وہ اس صورت میں بھی حقیقت کے اعتبار سے اس عطف کو جائز نہیں کہتے ہیں بلکہ وہ اسے مضاف کو حذف
حَذْفِ الْمُضَافِ وَاِبْقَاءِ الْمُضَافِ اِلَيْهِ عَلٰى اِعْرَابِهٖ نَحْوُ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ يُرِيْدُ
اوراس کے اعراب پر مضاف الیہ کو باقی رکھنے پر محمول کرتے ہیں جیسے تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةِ
الْاٰخِرَةِ بِجَرِّ الْاٰخِرَةِ كَمَا جَاءَ فِيْ بَعْضِ الْقِرَاْةِ اَىْ عَرَضَ الْاٰخِرَةِ
الْاٰخِرَةِ کی جر کے ساتھ ہے جیسا کہ بعض قرأت میں آیا ہے یعنی (والله یرید) عرض الآخرة

خلاصہ متن وشرح: ۔ اس عبارت سے غرض امام سیبویہ کے اختلاف مع الجمہور کی وضاحت کرنا ہے۔ امام سیبویہ اس صورت میں بھی بحسب الحقیقت عطف کو جائز نہیں قرار دیتے بلکہ وہ اس میں تاویل کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس صورت میں مضاف کو حذف کر کے مضاف الیہ کو اس کے اعراب اول پر باقی رکھا گیا ہے چنانچہ ان فی الدار زیدا والحجرة عمروا میں الحجرة سے پہلے فی محذوف ہے جو کہ مضاف کے حکم میں ہے اس لئے کہ جس طرح مضاف اپنے مابعد کو جر دیتا ہے اسی طرح فی بھی اپنے مابعد کو جر دیتا ہے لہذا یہاں عطف الجملہ علی الجملہ ہو رہا ہے جو جائز ہے اسی طرح بیضاء شحمة

میں بیضاء سے پہلے لفظ کُلّ مضاف محذوف ہے اصل یوں تھا ما کل سوداء تمرۃ وکل بیضا شحمۃ اسی طرح نار سے پہلے کل مضاف محذوف ہے اصل میں اکل امرء تحسبین امرءً وکل نار توقد باللیل نارا تھا۔

اغراض جامی: نحو تریدون : میں شارح کی غرض مضاف کو حذف کر کے مضاف الیہ کو اس کے اعراب اول پر باقی رکھنے کی مثال کو بیان کرنا ہے۔ جیسے اللہ تعالی کا قول ہے تریدون عرض الحیوۃ الدنیا واللہ یرید الاخرۃ اصل میں تھا واللہ یرید عرض الاخرۃ مضاف کو حذف کر کے مضاف الیہ کو اس کے اعراب اول پر باقی رکھا گیا لیکن مضاف الیہ کو اعراب اول پر باقی رکھنا یہ بعض قراء کی قراءۃ کی بناء پر ہے جس میں الاخرۃ مجرور ہے ورنہ اکثر قراء اس کو منصوب پڑھتے ہیں۔

قسم ثالث، تاکید کی تعریف

اَلتَّاكِيْدُ تَابِعٌ يُقَرِّرُ اَمْرَ الْمَتْبُوْعِ اَیْ حَالَهٗ وَشَانَهٗ عِنْدَ السَّامِعِ يَعْنِیْ يَجْعَلُ حَالَهٗ ثَابِتًا مُقَرَّرًا عِنْدَهٗ

تاکید وہ تابع ہے جو متبوع کے امر یعنی اس کے حال اور شان کو سامع کے ہاں پختہ کرتا ہے یعنی متبوع کے حال کو ثابت اور مقرر کرتا ہے عند السامع

فِی النِّسْبَةِ اَیْ فِیْ كَوْنِهٖ مَنْسُوْبًا اَوْ مَنْسُوْبًا اِلَيْهِ فَيَثْبُتُ عِنْدَهٗ وَيَتَحَقَّقُ اَنَّ الْمَنْسُوْبَ اَوِ

نسبت میں یعنی متبوع کے منسوب یا منسوب الیہ ہونے میں تو بات سامع کے نزدیک ثابت اور محقق ہو جاتی ہے کہ اس نسبت میں منسوب یا

الْمَنْسُوْبَ اِلَيْهِ فِیْ هٰذِهِ النِّسْبَةِ هُوَ الْمَتْبُوْعُ لَاغَيْرُ وَذٰلِكَ اِمَّا لِدَفْعِ ضَرَرِ الْغَفْلَةِ عَنِ السَّامِعِ

منسوب الیہ متبوع ہی ہے کوئی غیر نہیں اور یہ تاکید یا تو سامع سے غفلت کے ضرر کو دور کرنے کے لیے

اَوْلِدَفْعِ ظَنِّهٖ بِالْمُتَكَلِّمِ الْغَلَطَ وَذٰلِكَ الدَّفْعُ يَكُوْنُ بِتَكْرِيْرِ اللَّفْظِ نَحْوُ ضَرَبَ زَيْدٌ زَيْدٌ اَوْ ضَرَبَ

یا سامع کے متکلم کے حق میں غلطی کے گمان کو دور کرنے کے لیے ہے اور یہ دور کرنا تکریر لفظ سے ہوتا ہے جیسے ضرب زید زید یا ضرب

ضَرَبَ زَيْدٌ اَوْلِدَفْعِ ظَنِّ السَّامِعِ بِهٖ تَجَوُّزًا اِمَّا فِی الْمَنْسُوْبِ نَحْوُ قَوْلِكَ زَيْدٌ قَتِيْلٌ قَتِيْلٌ دَفْعًا

ضرب زید یا سامع کے متکلم کے حق میں مجاز کے گمان کو دور کرنے کیلئے ہوتی ہے (یہ گمان) یا منسوب میں ہوگا جیسے تمہارا قول زید قتیل قتیل

لِتَوَهُّمِ السَّامِعِ اَنْ يُّرِيْدَ بِالْقَتْلِ الضَّرْبَ الشَّدِيْدَ فَيَجِبُ حِيْنَئِذٍ اَيْضًا تَكْرِيْرُ اللَّفْظِ حَتّٰى لَايَبْقٰى

سامع کے اس توہم کو دور کرنے کے لیے کہ متکلم قتل سے ضرب شدید کا ارادہ کرتا ہے تو اس وقت بھی تکریر لفظ ضروری ہے تا کہ معنی حقیقی

شَكٌّ فِیْ اِرَادَةِ الْمَعْنَى الْحَقِيْقِیِّ اَوْ فِی الْمَنْسُوْبِ اِلَيْهِ فَاِنَّهٗ رُبَمَا نُسِبَ الْفِعْلُ اِلٰى شَیْءٍ وَالْمُرَادُ

کے مراد ہونے میں کوئی شک باقی نہ رہے یا منسوب الیہ میں ہوگا کیونکہ بسا اوقات ایک فعل کسی شئی کی طرف منسوب کیا جاتا ہے حالانکہ مراد

نِسْبَتُهُ اِلٰى بَعْضِ مُتَعَلِّقَاتِهٖ كَمَا فِيْ قَطَعَ الْاَمِيْرُ اللِّصَّ اَىْ قَطَعَ غُلَامُهُ فَيَجِبُ حِيْنَئِذٍ تَكْرِيْرُ
اس شئی کے بعض متعلقات کی طرف فعل کی نسبت ہوتی ہے جیسے قَطَعَ الْاَمِيْرُ اللِّصَّ میں ہے یعنی اس کے غلام نے کاٹا تو اس وقت لفظی طور پر
الْمَنْسُوْبِ اِلَيْهِ لَفْظًا نَحْوُ ضَرَبَ زَيْدٌ زَيْدٌ اَىْ ضَرَبَ هٰؤُلَاءِ مَنْ يَقُوْمُ مَقَامَهُ اَوْ تَكْرِيْرُهُ مَعْنًى نَحْوُ
منسوب الیہ کا تکرار ضروری ہوتا ہے جیسے ضرب زید زید یعنی ضرب ہؤلاء من یقوم مقامہ یا معنوی طور پر اس کی تکریر ضروری ہوتی ہے جیسے
ضَرَبَ زَيْدٌ نَفْسُهُ اَوْ عَيْنُهُ اَوْ فِي الشُّمُوْلِ اَىْ اَلتَّاكِيْدُ مَا يُقَرِّرُ اَمْرَ الْمَتْبُوْعِ فِي النِّسْبَةِ بِالتَّفْصِيْلِ
ضرب زید نفسہ یا عینہ یا شمول میں یعنی تاکید وہ ہے جو نسبت میں متبوع کے امر کو اس تفصیل کے مطابق مقرر (محقق) کرے
الَّذِىْ ذَكَرْنَاهُ اَوْ فِيْ شُمُوْلِ الْمَتْبُوْعِ اَفْرَادَهٗ دَفْعًا لِظَنِّ السَّامِعِ تَجَوُّزًا لَا فِيْ نَفْسِ الْمَنْسُوْبِ
جس کا ہم نے ذکر کیا یا متبوع کے اپنے افراد کو شامل ہونے میں سامع کے مجاز کے گمان کو دور کرنے کے لیے منسوب الیہ کی ذات میں نہیں
اِلَيْهِ بَلْ فِيْ شُمُوْلِهٖ لِاَفْرَادِهٖ فَاِنَّهٗ كَثِيْرًا مَا يَنْسِبُ الْفِعْلَ اِلٰى جَمِيْعِ اَفْرَادِ الْمَنْسُوْبِ اِلَيْهِ مَعَ اَنَّهٗ
بلکہ منسوب الیہ کے اپنے افراد کو شامل ہونے میں کیونکہ اکثر اوقات متکلم فعل کی منسوب الیہ کے جمیع افراد کی طرف نسبت کرتا ہے باوجودیکہ
يُرِيْدُ النِّسْبَةَ اِلٰى بَعْضِهَا فَيَنْدَفِعُ هٰذَا الْوَهْمُ بِذِكْرِ كُلٍّ وَاَجْمَعَ وَاَخَوَاتِهٖ وَكِلَاهُمَا وَثَلٰثَتِهِمْ
متکلم بعض افراد کی طرف نسبت کا ارادہ کرتا ہے پس کل اور اجمع اور اس کے امثال اور کلاھما اور ثلاثھم اور اربعتھم اور اسی طرح
وَاَرْبَعَتِهِمْ وَنَحْوِهَا فَهٰذَا هُوَ الْغَرَضُ مِنْ جَمِيْعِ اَلْفَاظِ التَّاكِيْدِ
(کی تاکیدات) کے ذکر سے یہ وہم دور ہو جاتا ہے پس جمیع الفاظ تاکید سے یہی غرض ہے

خلاصہ متن:۔صاحب کافیہ تیسرے تابع کی تعریف کرتے ہیں "تاکید وہ تابع ہے جو اپنے متبوع کے حال کو نسبت میں یا شمول میں اس کے منسوب یا منسوب الیہ ہونے میں سامع کے نزدیک ثابت کردے"۔یعنی سامع کے نزدیک یہ ثابت ہو جائے کہ اس نسبت میں منسوب یا منسوب الیہ متبوع ہی ہے اور کوئی چیز نہیں ہے۔اور شمول میں متبوع کے حال کو پختہ کرنیکا مطلب یہ ہے کہ متبوع اپنے تمام افراد کو اس حکم میں شامل کرے جو حکم متبوع کے لئے ثابت ہے

اغراض جامی :<u>ای حالہ</u>: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔**سوال** :۔امر کا لغوی معنی حکم کرنا اور اصطلاحی معنی ہی صیغۃ یطلب بہا الفعل من الفاعل المخاطب یہ دونوں معنی یہاں درست نہیں۔

جواب:۔یہاں امر کا عرفی معنی مراد ہے یعنی حال وشان کما یقال ما امرک ای ما حالک (سوال باسولی ص ۲۷۴)

<u>عند السامع</u>: میں توضیح متن ہے۔یہ اس وجہ سے کہا کہ متکلم تقریر اور تفسیر کا محتاج نہیں ہوتا بلکہ سامع ہوتا ہے۔

یعنی یجعل: سے شارح کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ سوال :۔ مقرر تقریر سے ہے تقریر کا معنی ہے ماتصور فی القلب ویظہر باللسان یعنی دل سے تصور کیا جائے اور زبان سے ظاہر کیا جائے یہ معنی تاکید میں متصور نہیں ہو سکتے ،نیز تابع کو مقرر کے ساتھ موصوف کرنا درست نہیں ہے اس لئے کہ تابع لفظ کی صفت ہے اور تقریر متکلم کی صفت ہے۔

جواب:۔ یہاں تقریر تثبیت کے معنی میں ہے یعنی تاکید وہ ہے جو متبوع کے حال کو ثابت ومقرر کردے۔

(سوال کابلی ص ۲۸۸، سوال باسولی ص ۴۷۵)

اي فی کونہ منسوبا : سے شارح کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال :۔ تاکید کی تعریف اس زید ثانی پر صادق نہیں آتی جو جاءنی زید زید میں واقع ہے اس لئے کہ نسبت تو جاءنی میں ہے نہ کہ زید میں کیونکہ زید تو منسوب الیہ ہے حالانکہ زید ثانی تاکید ہے۔

جواب :۔ یہاں نسبت سے مراد متبوع کا منسوب یا منسوب الیہ ہونا ہے اور مثال مذکور میں متبوع اگرچہ منسوب نہیں لیکن منسوب الیہ ہے (سوال باسولی ص ۴۷۵)

وذلک : سے شارح تاکید کا فائدہ بیان کر رہے ہیں کہ تاکید سامع سے غفلت کو دور کرنے کے لئے لائی جاتی ہے یا سامع کے متکلم میں غلطی کے گمان کو دفع کرنے کیلئے لائی جاتی ہے۔

وذلک الدفع یکون بتکریر اللفظ: سے اس دفعیہ کا طریقہ بیان کر رہے ہیں کہ یا منسوب الیہ کو مکرر لایا جائیگا جیسے ضرب زیدٌ زیدٌ یا منسوب کو مکرر لایا جائیگا جیسے ضرب ضرب زید اس تکرار کی وجہ سے سامع سے ضرر غفلت بھی دور ہو جائے گا اور سامع کا متکلم کے بارے میں گمان کرنا کہ وہ نسبت میں غلطی کر رہا ہے یہ بھی دفع ہو جائیگا۔

اولدفع ظن السامع بہ تجوزا : یا تاکید سامع کے متکلم میں نسبت مجاز کے گمان کو دفع کرنے کے لئے لائی جاتی ہے کہ کہیں متکلم معنی حقیقی کو چھوڑ کر معنی مجازی کا ارادہ نہ رکھتا ہو اور مجاز کا گمان یا منسوب میں ہوگا یا منسوب الیہ میں۔ منسوب کی مثال زید قتیل قتیل اس میں قتیل منسوب ہے اس کو مکرر لا کر سامع کے گمان کو دفع کر دیا کہ شاید متکلم نے قتل سے مراد ضرب شدید لیا ہو تو قتیل کو مکرر لا کر وہم دفع کر دیا کہ قتل سے مراد قتل ہی ہے نہ کہ ضرب شدید لہٰذا اس صورت میں منسوب کا تکرار واجب ہے تاکہ معنی حقیقی کے مراد ہونے میں کوئی شک نہ رہے، یا مجاز کا گمان منسوب الیہ میں ہوگا اس لئے کہ بعض اوقات ایک شے کی طرف فعل کی نسبت کی جاتی ہے لیکن اس سے بعینہ وہ شے مراد نہیں ہوتی بلکہ مراد اس شے کے بعض متعلقات کی طرف فعل کی نسبت ہوتی ہے جیسے قطع الامیر اللص اس میں قطع ید کی نسبت امیر کی طرف کی گئی ہے حالانکہ امیر سے اس کا غلام مراد ہے اس لئے کہ امیر حکم کرتا ہے اس صورت میں منسوب الیہ کا تکرار واجب ہے تاکہ منسوب الیہ میں مجاز کا وہم باقی نہ رہے خواہ وہ تکرار لفظاً ہو یا

معناً لفظاً کی مثال ضرب زید زید معناً کی مثال ضرب زید نفسہ یاعینہ۔

او فی الشمول: اس کا عطف فی النسبۃ پر ہے۔ یعنی تاکید وہ تابع ہے جو متبوع کے حال کو پختہ کردے نسبت میں یا شمول میں شمول متبوع کے حال کو پختہ کرنیکا مطلب یہ ہے کہ متبوع اپنے تمام افراد کو اس حکم میں شامل ہے جو حکم متبوع کے لئے ثابت ہے۔

دفعا: میں تاکید کے فائدے کا بیان ہے۔ یہ تاکید سامع کے متکلم کی نسبت مجاز کے گمان کو دفع کرنے کے لئے ہوتی ہے لیکن مجاز کا گمان نفس منسوب الیہ میں نہیں ہوتا بلکہ متبوع کے افراد کو شامل ہونے کیلئے ہوتا ہے سامع کو یہ گمان ہوسکتا ہے کہ متکلم کی مراد تمام افراد نہ ہوں بلکہ بعض افراد ہوں اس لئے کہ بسااوقات فعل کی نسبت منسوب الیہ کے تمام افراد کی طرف ہوتی ہے لیکن متکلم کی مراد اس کے بعض افراد کی طرف نسبت ہوتی ہے پس یہ وہم لفظ کل اجمع وغیرہ کو ذکر کرنے سے دفع ہوجائے گا اور معلوم ہوجائیگا کہ تمام افراد مراد ہیں نہ کہ بعض افراد۔ آخر میں فھذا ھو الغرض سے یہ بیان فرمایا کہ تاکید کے تمام الفاظ سے یہی غرض ہے یعنی تقریر المتبوع فی النسبۃ یا فی الشمول۔

تعریف کے فوائد قیود

وَاِذَا عَرَفْتَ هٰذَا فَنَقُوْلُ اَخْرَجَ
اور جب اے مخاطب تونے یہ معلوم کرلیا تو ہم کہتے ہیں
الْمُصَ الصِّفَةَ وَالْعَطْفَ وَالْبَدْلَ عَنْ حَدِّ التَّاكِيْدِ بِقَوْلِهٖ يُقَرِّرُ اَمْرَ الْمَتْبُوْعِ اَمَّا الْبَدْلُ وَالْعَطْفُ
کہ مصنف نے صفت و عطف و بدل کو اپنے قول یقرر امر المتبوع کے ذریعے تاکید کی تعریف سے خارج کردیا رہا بدل اور عطف
فَظَاهِرٌ خُرُوْجُهُمَا بِهٖ وَاَمَّا الصِّفَةُ فَلِاَنَّ وَضْعَهَا لِلدَّلَالَةِ عَلٰى مَعْنًى فِيْ مَتْبُوْعِهَا وَاِفَادَتُهَا تَوْضِيْحَ
تو اس قول سے ان دونوں کا خارج ہونا ظاہر ہے اور رہی صفت تو اس لیے کہ اس کی وضع ایسے معنی پر دلالت کے لیے ہے جو اس کے متبوع میں ہے
مَتْبُوْعِهَا فِيْ بَعْضِ الْمَوَاضِعِ لَيْسَتْ بِالْوَضْعِ وَاَمَّا عَطْفُ الْبَيَانِ وَهُوَ لِتَوْضِيْحِ مَتْبُوْعِهٖ فَهُوَ
اور بعض مواضع میں صفت کا متبوع کی توضیح کا فائدہ دینا وضع کے اعتبار سے نہیں ہے اور رہا عطف بیان تو وہ اپنے متبوع کی توضیح کے لیے ہے اور
يُقَرِّرُ اَمْرَ مَتْبُوْعِهٖ وَيُحَقِّقُهٗ لٰكِنْ لَا فِي النِّسْبَةِ وَالشُّمُوْلِ هٰذَا حَاصِلُ مَاذَكَرَهُ الْمُصَ فِيْ شَرْحِهٖ
اپنے متبوع کے امر کو مقرر و محقق کرتا ہے لیکن نسبت اور شمول میں نہیں یہ اس کا خلاصہ ہے جو خود مصنف نے اپنی (کافیہ کی) شرح میں بیان کیا

اغراضِ جامی: ۔ یہ شرح کی عبارت ہے۔ اس عبارت میں شارح جامی تاکید کی تعریف میں فوائد قیود کو بیان کرتے ہیں۔

تا کید کی تعریف میں یقرر امر المتبوع یہ فصل اول ہے اس سے صفت بدل اور معطوف بحرف خارج ہو گئے بدل اور معطوف بحرف کا خارج ہونا ظاہر ہے کیونکہ یہ دونوں متبوع کی تقریر نہیں کرتے بلکہ بدل خود مقصود ہوتا ہے اس کا متبوع مقصود نہیں ہوتا اور معطوف بحرف مع اپنے متبوع کے مقصود ہوتا ہے اور صفت اس لئے خارج ہوگئی کہ اس کی وضع اس معنی پر دلالت کرنے کے لئے ہوتی ہے جو اس کے متبوع میں پایا جاتا ہے نہ کہ امر متبوع کی تقریر کے لئے۔

و افادتها: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔تا کید کی تعریف میں یقرر امر المتبوع ہے اور تقریر متبوع کا مطلب متبوع کی توضیح ہے اور صفت موضحہ بھی متبوع کی توضیح کا فائدہ دیتی ہے جیسے زید الظریف تو یقرر امر المتبوع سے صفت کیسے خارج ہوگی۔

جواب: ۔بعض مواضع میں صفت کا اپنے متبوع کی توضیح کا فائدہ دینا بحسب الوضع نہیں ہوتا بلکہ عارض استعمال کی وجہ سے ہوتا ہے جبکہ تاکید میں تقریر و توضیح متبوع باعتبار الوضع ہوتی ہے لہذا صفت خارج ہو جائے گی۔(سوال باسولی ص ۲۷۶)

فی النسبة او فی الشمول: فصل ثانی ہے اس سے عطف بیان خارج ہو گیا اس لئے کہ وہ اپنے متبوع کی توضیح و تقریر و تحقیق تو کرتا ہے لیکن نسبت و شمول کے اعتبار سے نہیں بلکہ ذات کے اعتبار سے۔

تاکید کی اقسام

وَهُوَ اَیِ التَّاکِیْدُ لَفْظِیٌّ اَیْ مَنْسُوْبٌ اِلَی اللَّفْظِ لِحُصُوْلِهٖ مِنْ تَکْرِیْرِ اللَّفْظِ وَمَعْنَوِیٌّ اَیْ مَنْسُوْبٌ

اور وہ یعنی تاکید لفظی ہے یعنی لفظ کی طرف منسوب ہے اس کا حصول تکریر لفظ سے ہے اور معنوی ہے یعنی معنی کی طرف منسوب ہے

اِلَی الْمَعْنٰی لِحُصُوْلِهٖ مِنْ مُلَاحَظَةِ الْمَعْنٰی فَاللَّفْظِیُّ تَکْرِیْرُ اللَّفْظِ الْاَوَّلِ اَیْ مُکَرَّرُ اللَّفْظِ الْاَوَّلِ

کہ اس کا حصول معنی کے لحاظ سے ہے پس اس تاکید میں سے لفظی لفظ اول کی تکریر ہے یعنی لفظ اول کا تکرار

وَمُعَادُهٗ حَقِیْقَةً نَحْوُ جَاءَ نِیْ زَیْدٌ زَیْدٌ اَوْ حُکْمًا نَحْوُ ضَرَبْتَ اَنْتَ وَضَرَبْتُ اَنَا فَاِنَّ ذٰلِکَ فِیْ

اور اس کا لوٹانا ہے حقیقۃً جیسے جاء نی زید زید یا حکماً جیسے ضربت انت و ضربت انا پس بلا شبہ یہ متبوع کے

حُکْمِ تَکْرِیْرِ اللَّفْظِ وَاِنْ کَانَ مُخَالِفاً لِّلْاَوَّلِ لَفْظًا اِذِ الضَّرُوْرَةُ دَاعِیَةٌ اِلَی الْمُخَالَفَةِ لِاَنَّهٗ لَایَجُوْزُ

لفظ کے تکریر کے حکم میں ہے اگرچہ لفظوں میں اول کے خلاف ہیں کیونکہ مخالفت کی طرف ضرورت داعیہ ہے اس لیے کہ متصل طور پر

تَکْرِیْرُهٗ مُتَّصِلًا وَیَجْرِیْ اَیِ التَّکْرِیْرُ مُطْلَقًا لَا التَّکْرِیْرُ الَّذِیْ هُوَ التَّاکِیْدُ الْاِصْطِلَاحِیُّ فِیْ

اس کی تکریر جائز نہیں ہے اور جاری ہوتی ہے یعنی تکریر مطلقا نہ صرف وہ تاکید جو اصطلاحی ہے

الْاَلْفَاظِ كُلِّهَا اَسْمَاءً وَاَفْعَالاً اَوْ حُرُوْفًا اَوْ جُمَلاً اَوْ مُرَكَّبَاتٍ تَقْيِيْدِيَّةً اَوْ غَيْرَ ذٰلِكَ وَلاَيَبْعُدُ
تمام الفاظ میں خواہ اسماء ہوں یا افعال یا حروف یا جملے یا مرکبات تقیید یہ یا ان کے علاوہ اور (بجری کی) ضمیر (مستتر) کا
اِرْجَاعُ الضَّمِيْرِ اِلَى التَّاكِيْدِ اللَّفْظِي الْاِصْطِلَاحِيِّ وَ تَخْصِيْصُ الْاَلْفَاظِ بِالْاَسْمَاءِ،وَيَكُوْنُ
تاکید لفظی اصطلاحی کی طرف لوٹانا اور الفاظ کو اسماء کے ساتھ خاص کرنا بعید نہیں ہے اور یہ (بھی بعید نہیں کہ) اس تعمیم سے
الْمَقْصُوْدُ مِنْ هٰذَا التَّعْمِيْمِ عَدَمَ اِخْتِصَاصِهٖ بِالْفَاظٍ مَحْصُوْرَةٍ كَالتَّاكِيْدِ الْمَعْنَوِيِّ
مقصود تاکید لفظی (اصطلاحی) کا الفاظ محصورہ کے ساتھ مخصوص نہ ہونا ہے جیسا کہ تاکید معنوی ہے

خلاصہ متن: ۔یہاں سے صاحب کافیہ تاکید کی تقسیم کررہے ہیں۔اس کی دو قسمیں ہیں(۱) تاکید لفظی (۲) تاکید معنوی۔**تاکید لفظی** وہ ہے جس میں لفظ اول کو مکرر لایا جائے جیسے جاءنی زید زید۔**تاکید معنوی** وہ ہے جو چند مخصوص گنے چنے الفاظ سے ہو جیسے عین کلا کلتا وغیرہ۔

اغراض جامی :<u>اي التاكيد</u>: سے ہو ضمیر کے مرجع کو بیان کیا کہ مرجع تاکید ہے۔

<u>اي منسوب</u> : میں اشارہ کیا کہ لفظی کے آخر میں یاءنسبت کی ہے۔

<u>لحصوله</u> : میں لفظی کی وجہ تسمیہ کا بیان ہے کہ لفظی کو لفظی اس لئے کہتے ہیں کہ یہ لفظ کے تکرار سے حاصل ہوتی ہے۔

<u>اي منسوب</u> : میں اشارہ کیا کہ معنوی کے آخر میں یاءنست کی ہے۔

<u>لحصوله</u> : میں معنوی کی وجہ تسمیہ کا بیان ہے کہ معنوی کو معنوی اس لئے کہتے ہیں کہ یہ معنی کے لحاظ سے حاصل ہوتی ہے۔

<u>اي مكرر</u> : سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔**سوال** :۔اللفظی مبتدا اور تکریر خبر ہے اور خبر کا مبتداء پر حمل ہوتا ہے یہاں حمل درست نہیں اس لئے کہ اللفظی اسم منسوب ہے اور اسم منسوب مشتق کے حکم میں ہوتا ہے تو جسطرح مشتق ذات مع الوصف پر دلالت کرتا ہے اسی طرح یہ بھی ذات مع الوصف پر دلالت کریگا جبکہ تکریر مصدر وصف محض ہے تو وصف محض کا حمل ذات مع الوصف پر درست نہیں ہے۔

جواب :۔یہاں تکریر مصدر بمعنی للمفعول ہے اور مکرر کے معنی میں ہے تو یہ حمل المشتق علی المشتق کے قبیلہ سے ہے لہذا یہ جائز ہے۔

<u>معاده</u> :سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال :۔تاکید لفظی پر تکریر کا اطلاق صحیح نہیں ہے اس لئے کہ تکرار کا معنی ہے ایک شی کو دوبارہ ذکر کرنا بلا فائدہ اور تاکید میں تو فائدہ جلیلہ ہوتا ہے جیسا کہ شارح نے تفصیلاً ذکر فرمایا ہے۔

جواب :۔ یہاں تکریر سے مراد اعادہ ہے اور اعادہ عام ہے خواہ فائدہ ہو یا نہ ہو۔

حقیقةً او حکما :۔ سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال :۔ تاکید کی تعریف جامع نہیں یہ ضربت انت میں انت پر اور ضربت انا میں انا پر صادق نہیں آتی اس لئے کہ اس میں لفظ اول کا تکرار نہیں ہے حالانکہ یہ تاکید لفظی ہے؟

جواب :۔ لفظ اول کے مکرر ہونے میں تعمیم ہے خواہ حقیقتاً ہو یا حکماً ہو حقیقتاً کی مثال جاءنی زید زید حکماً کی مثال ضربت انت اور ضربت انا اس میں انت اور انا تاء ضمیر متصل کے حکم میں ہیں اس لئے کہ ضمیر منفصل ضمیر متصل کے حکم میں ہوتی ہے۔

سوال :۔ یہاں حقیقتاً تکرار کیوں نہیں ہو سکتا؟

جواب :۔ اس وجہ سے کہ یہاں مجبوری ہے وہ مجبوری یہ ہے کہ ضمیر متصل کا تکرار ضمیر متصل کی صورت میں نہیں ہو سکتا۔

ای التکریر :۔ سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال :۔ یجری کی ضمیر کا مرجع تاکید اصطلاحی ہے جب اس کا مرجع تاکید اصطلاحی ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ تاکید اصطلاحی تمام الفاظ میں جاری ہوگی خواہ وہ اسم ہوں یا فعل یا حرف ہوں یا جملہ ہوں یا مرکب تقییدی یا غیر تقییدی ہوں کیونکہ فی الالفاظ کلہا سب کو شامل ہے حالانکہ تاکید اصطلاحی خاص ہے اسماء کے ساتھ؟

جواب (۱) :۔ شارح نے اس کے دو جواب دیے ہیں (۱) پہلا جواب یہ ہے کہ ضمیر کا مرجع تاکید اصطلاحی نہیں بلکہ مرجع تکریر مطلقاً ہے۔

جواب (۲) :۔ ضمیر کا مرجع تاکید لفظی اصطلاحی ہے لیکن الفاظ کلہا سے مراد فقط اسماء ہیں۔

ویکون :۔ سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال :۔ جب الفاظ سے مراد فقط اسماء ہیں تو پھر کلہا کیساتھ تعمیم کا کیا فائدہ؟

جواب :۔ اس تعیم سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ تاکید لفظی چند الفاظ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے جس طرح کہ تاکید معنوی چند الفاظ میں محصور و محدود ہے بلکہ یہ تاکید تمام اسماء میں جاری ہوتی ہے۔

تاکید معنوی

وَالتَّاكِيْدُ الْمَعْنَوِيُّ مُخْتَصٌّ بِاَلْفَاظٍ مَّحْصُوْرَةٍ اَیْ مَعْدُوْدَةٍ مَحْدُوْدَةٍ وَهِیَ نَفْسُهٗ وَعَيْنُهٗ
اور تاکید معنوی الفاظ محصورہ یعنی معدودہ محدودہ کے ساتھ مخصوص ہے اور وہ نفسہ وعینہ

وَكِلاهُمَا وَكُلُّهُ وَاَجْمَعُ وَاَكْتَعُ وَاَبْتَعُ وَاَبْصَعُ بِالصَّادِ الْمُهْمَلَةِ وَقِيْلَ بِالضَّادِ الْمُعْجَمَةِ قِيْلَ
وکلاہما وکلہ واجمع واکتع وابتع ابصع ہیں (ابصع) صاد مہملہ کے ساتھ اور کہا گیا ہے کہ ضاد معجمہ کے ساتھ کہا گیا ہے کہ
لَامَعْنٰى لِهٰذِهِ الْكَلِمَاتِ الثَّلٰثِ فِيْ حَالِ الْاِفْرَادِ مِثْلُ حَسَنٍ بَسَنٍ وَقِيْلَ اَكْتَعُ مُشْتَقٌّ مِنْ حَوْلٍ
افراد (یعنی عدم تاکید ہونے) کی حالت میں حسن بسن کی طرح ان کلمات ثلاث (اکتع وابتع وابصع) کا کوئی معنی نہیں اور کہا گیا ہے کہ اکتع حول کتیع
كَتِيْعٍ اَيْ تَامٍّ وَاَبْصَعُ بِالْمُهْمَلَةِ مِنْ بَصَعَ الْعَرَقُ اَيْ سَالَ وَبِالْمُعْجَمَةِ مِنْ بَضَعَ اَيْ رَوِيَ وَاَبْتَعُ
یعنی کامل سے مشتق ہے اور ابصع بصع العرق یعنی بہہ پڑا سے ماخوذ ہے اور (ابضع ضاد) معجمہ کے ساتھ بضع یعنی روی (سیراب ہوا) اور ابتع
مِنَ الْبَتَعِ وَهُوَ طُوْلُ الْعُنُقِ مَعَ شِدَّةِ مَغْرَزِهٖ وَيُمْكِنُ اِسْتِنْبَاطُ مُنَاسَبَاتٍ خَفِيَّةٍ بَيْنَ هٰذِهِ الْمَعَانِيْ
از بتع اور وہ گردن کا لمبا ہونا ہے اسکی شدت مغرز (گردن گڑی ہونے کی جگہ) کے ہمراہ اور ان معانی اور انکے تاکیدی معانی کے درمیان تامل صادق
وَمَعْنَاهَا التَّاكِيْدِيْ بِالتَّاَمُّلِ الصَّادِقِ
کی مدد سے مناسبات خفیہ کا نکال لینا ممکن ہے

خلاصہ متن: ۔اس عبارت میں صاحب کافیہ تاکید معنوی کے الفاظ کے معانی اور ان کے استعمال کی تفصیل ذکر کر رہے ہیں جس کی وضاحت شرح میں آ رہی ہے۔

اغراض جامی بالتاکید: میں بیان ترکیب ہے۔ کہ المعنوی صفت ہے موصوف محذوف التاکید کی۔

مختص: میں بیان ترکیب ہے۔ اشارہ کر دیا کہ بالفاظ المحصورۃ یہ مختص کے متعلق ہو کر مبتداء کی خبر ہے۔

ای معدودۃ: میں بیان معنی ہے۔ محصورۃ کا معنی بیان کر دیا کہ محصورۃ کا معنی "گنے چنے" ہے۔

وھی: سے تاکید معنوی کے الفاظ کا بیان ہے کہ وہ نفس عین کلا کلتا کل اجمع اکتع ابتع ابصع ہیں بعض کہتے ہیں کہ ابضع ضاد کے ساتھ ہے بعض نے کہا ان کلمات کا حالت انفراد میں کوئی معنی نہیں ہے جیسے لفظ حسن بسن میں بسن مہمل ہے اس کا کوئی معنی نہیں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ان کے حالت انفراد میں بھی معانی ہیں۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ

اکتع: یہ مشتق ہے حول کتیع سے بمعنی پورا سال۔

ابصع: صاد مہملہ کے ساتھ ہو تو یہ مشتق ہے بصع العرق سے بمعنی پسینہ بہہ پڑا اور اگر ابضع ضاد معجمہ کے ساتھ ہو تو یہ مشتق ہے بضع سے بمعنی سیراب ہونا

ابتع: یہ ماخوذ ہے بتع ۔ بمعنی گردن کا لمبا ہونا مغرز کے تحت ہونے کے ساتھ مغرز سینہ کے ساتھ والی جگہ کو کہتے ہیں جہاں

گردن گاڑی گئی ہوتی ہے۔

و یمکن : سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال :** ۔ جب یہ الفاظ معانی اصلیہ سے معانی تاکیدیہ کی طرف منقول ہیں تو معانی تاکیدیہ اور اصلیہ کے درمیان مناسبت کا ہونا ضروری ہے تو ان میں کیا مناسبت ہے۔

جواب : ۔ تأمل صادق اور توجہ تام کے ساتھ ان کے معانی اصلیہ اور معانی تاکیدیہ کے مابین مناسبات مخفیہ کا استنباط ممکن و سہل ہے مثلاً اکتع کے لغوی معنی تام ہونا ہے اور معنی اصطلاحی عام ہونا ہے اور عموم تمام الافراد والاجزاء کو کہتے ہیں لہذا معنی لغوی اور اصطلاحی کے درمیان مناسبت پائی گئی اور ابصع صاد کے ساتھ ہو تو لغوی معنی سیلان ہے اور سیلان مستلزم ہے انبساط و شمول کو اور اس کا معنی تاکیدی عموم ہے اور عموم میں بھی انبساط و شمول ہوتا ہے تو مناسبت موجود ہے اور ابضع ضاد کیساتھ کے لغوی معنی روی یعنی تمام الشرب ہے اور معنی تاکیدی میں بھی عموم ہے اور عموم تمام الافراد الاجزاء کو کہتے ہیں اور ابتع کا لغوی معنی طول العنق ہے اور طول نام ہے امتداد کا اور معنی تاکیدی عموم ہے عموم بھی امتداد وجودی ہوتا ہے تو معنی لغوی اور اصطلاحی میں مناسبت پائی گئی۔ (سوال کابلی ص ۱۸۹)

تاکید معنوی کے الفاظ کا استعمال

فَالْاَوَّلَانِ اَیِ النَّفْسُ وَالْعَیْنُ یَعُمَّانِ اَیْ یَقَعَانِ عَلَی
پس پہلے دو یعنی نفس اور عین عام ہیں یعنی واحد و تثنیہ و جمع
الْوَاحِدِ وَالْمُثَنّٰی وَالْمَجْمُوْعِ وَالْمُذَکَّرِ وَالْمُؤَنَّثِ بِاخْتِلَافِ صِیْغَتِهِمَا اِفْرَادًا وَتَثْنِیَةً وَجَمْعًا
ومذکر ومؤنث پر واقع ہوتے ہیں ان کے صیغوں کے اختلاف کے ساتھ مفرد وتثنیہ و جمع ہونے کے اعتبار سے
وَاخْتِلَافِ ضَمِیْرِهِمَا الْعَائِدِ اِلَی الْمَتْبُوْعِ الْمُؤَکَّدِ تَقُوْلُ نَفْسُهٗ فِی الْمُذَکَّرِ الْوَاحِدِ نَفْسُهَا فِی
اور ان کی ضمیر کے اختلاف کے ساتھ، جو متبوع مؤکد کی طرف لوٹتی ہے تم کہو گے نفسہ واحد مذکر میں نفسہا واحد مؤنث میں
الْمُؤَنَّثِ الْوَاحِدَةِ اَنْفُسُهُمَا بِاِیْرَادِ صِیْغَةِ الْجَمْعِ فِیْ تَثْنِیَةِ الْمُذَکَّرِ وَالْمُؤَنَّثِ وَعَنْ بَعْضِ
انفسہما تثنیہ مذکر ومؤنث میں جمع کا صیغہ لاکر اور بعض عرب سے
الْعَرَبِ نَفْسَاهُمَا وَعَیْنَاهُمَا اَنْفُسُهُمْ فِیْ جَمْعِ الْمُذَکَّرِ الْعَاقِلِ اَنْفُسُهُنَّ فِیْ جَمْعِ الْمُؤَنَّثِ
نفسا ہما اور عیناہما (منقول) ہے انفسہم جمع مذکر عاقل میں انفسہن جمع مؤنث
وَغَیْرِ عَاقِلٍ مِنَ الْمُذَکَّرِ وَالثَّانِیْ لَمَّا سَمَّی النَّفْسَ وَالْعَیْنَ اَوَّلَیْنِ تَغْلِیْبًا کَالْقَمَرَیْنِ سَمَّی الثَّالِثَ
اور جمع مذکر غیر عاقل میں اور ثانی مصنف نے جب نفس اور عین کو قمرین کی طرح تغلیبا اولین قرار دیا تو ثالث کو ثانی ٹھہرایا

ثَانِیاً لِلْمُثَنّٰی کِلَاهُمَا لِلْمُذَکَّرِ وَکِلْتَاهُمَا لِلْمُؤَنَّثِ وَالْبَاقِیْ بَعْدَ الثَّلٰثَةِ الْمَذْکُوْرَةِ لِغَیْرِ

مثنی کے لیے کلاہما مذکر کے لیے اور کلتاہما مؤنث کے لیے اور باقی ثلاثہ مذکورہ کے بعد غیر

الْمُثَنّٰی مُفْرَدًا کَانَ اَوْ جَمْعًا بِاِخْتِلَافِ الضَّمِیْرِ الْعَائِدِ اِلَی الْمَتْبُوْعِ الْمُؤَکَّدِ فِیْ کُلِّهٖ نَحْوُ

مثنی کے لیے مفرد ہو یا جمع اختلاف ضمائر کے ساتھ جو متبوع مؤکد کی طرف لوٹے کلہ میں جیسے

قَرَأْتُ الْکِتَابَ کُلَّهٗ وَکُلِّهَا نَحْوُ قَرَأْتُ الصَّحِیْفَةَ کُلَّهَا وَکُلِّهِمْ نَحْوُ اِشْتَرَیْتُ الْعَبِیْدَ کُلَّهُمْ

قرأت الکتاب کلہ اور کلہا جیسے قرأت الصحیفۃ کلہا اور کلہم جیسے اشتریت العبید کلہم

وَکُلِّهِنَّ نَحْوُ طَلَّقْتُ النِّسَاءَ کُلَّهُنَّ وَبِاخْتِلَافِ الصِّیَغِ فِی الْکَلِمَاتِ الْبَوَاقِیْ وَهِیَ اَجْمَعُ

اور کلہن جیسے طلقت النساء کلہن اور صیغوں کے اختلاف کے ساتھ باقی کلمات میں اور وہ (کلمات چار ہیں) اجمع

وَاَکْتَعُ وَاَبْتَعُ وَاَبْصَعُ بِالْمُهْمَلَةِ اَوِ الْمُعْجَمَةِ تَقُوْلُ اَجْمَعُ فِی الْمُذَکَّرِ الْوَاحِدِ وَجَمْعَاءُ فِی

واکتع ابتع اور ابصع (صاد) مہملہ یا (ضاد) معجمہ کے ساتھ کہو گے تم اجمع واحد مذکر میں اور جمعاء واحد مؤنث

الْمُؤَنَّثِ الْوَاحِدَةِ اَوِ الْجَمْعِ بِتَاوِیْلِ الْجَمَاعَةِ وَاَجْمَعُوْنَ فِیْ جَمْعِ الْمُذَکَّرِ وَجُمَعُ فِیْ جَمْعِ

یا جمع (مذکر عاقل میں) جماعۃ کی تاویل کے ساتھ اور اجمعون جمع مذکر (عاقل) میں اور جمع جمع مؤنث میں

الْمُؤَنَّثِ وَکَذَا اَکْتَعُ کَتْعَاءُ اَکْتَعُوْنَ کُتَعٌ وَاَبْتَعُ بَتْعَاءُ اَبْتَعُوْنَ بُتَعٌ وَاَبْصَعُ بَصْعَاءُ اَبْصَعُوْنَ بُصَعٌ

اور اسی (اجمع) کی طرح اکتع کتعاء اکتعون کتع اور ابتع بتعاء ابتعون بتع اور ابصع بصعاء ابصعون بصع ہے

خلاصہ متن: اس عبارت میں بھی صاحب کافیہ تاکید معنوی کے الفاظ کے معانی اور ان کے استعمال کی تفصیل ذکر کر رہے ہیں۔ جس کی وضاحت شرح میں آ رہی ہے۔

اغراض جامی: فبالاولان: تاکید معنوی کے الفاظ میں سے دو لفظ نفس عین عام ہیں واحد تثنیہ جمع مذکر مونث سب کی تاکید کیلئے آتے ہیں البتہ ان کا صیغہ اور ان کے ساتھ ضمیر جو متبوع کی طرف لوٹتی ہے یہ متبوع کے اعتبار سے بدلتی رہے گی اگر متبوع مفرد ہو تو ان کا صیغہ بھی مفرد ہوگا اور ان کے ساتھ ضمیر بھی مفرد ہوتی ہے اور اگر متبوع تثنیہ ہو تو ان کی ضمیر تو بلا اختلاف تثنیہ ہوتی ہے اور ان کے صیغہ کے بارے میں اختلاف ہے جمہور کے نزدیک ان کو بصیغہ جمع اور بعض کے نزدیک بصیغہ تثنیہ لایا جائے گا لہذا واحد مذکر کے لئے نفسہ اور واحد مونث کے لئے نفسہا اور تثنیہ مذکر اور مونث کے لئے جمہور کے نزدیک انفسہما اعینہما اور بعض کے نزدیک نفساہما اور عیناہما کہا جائے گا اور جمع مذکر عاقل کے لئے انفسہم اور جمع مونث اور جمع مذکر غیر عاقل کے لئے

انفسہن استعمال ہوتے ہیں۔

والثانی: تاکید معنوی کے الفاظ میں سے کلا تثنیہ مذکر اور کلتا تثنیہ مونث کے لئے ہے۔

ای النفس والعین: سے الاولان کا مصداق بیان کیا۔

ای یقعان: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔**سوال**: ۔نفس عین پر عام کا اطلاق درست نہیں ہے کیونکہ عام کی تعریف یہ ہے کہ جو دفعۃ واحدۃ تمام افراد کو متناول وشامل ہو نفس عین میں ایسا نہیں ہے۔

جواب: ۔یعمان یقعان کے معنی میں ہے کیونکہ عموم کو وقوع لازم ہے (سوال باسولی ص ۴۷۸)

لما سمی النفس: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔تاکید کے الفاظ میں سے کلا پر ثانی کا اطلاق درست نہیں کیونکہ یہ ثالث ہے کما ہو الظاہر۔

جواب: ۔جب نفس اور عین کو تغلیبا اولین کے نام کے ساتھ موسوم کر دیا گیا جیسا کہ شمس اور قمر کو تغلیبا قمرین کہا جاتا ہے تو کلا کو ثالث کی بجائے ثانی کے ساتھ تعبیر کر دیا گیا ورنہ حقیقت میں یہ ثالث ہے۔

والباقی: تاکید معنوی کے الفاظ میں سے نفس عین کلا کلتا کے علاوہ باقی الفاظ کل اکتع ابتع ابصع وغیرہ یہ غیر تثنیہ یعنی مفرد اور جمع کی تاکید کے لئے آتے ہیں پھر لفظ کل کے صیغہ میں اختلاف نہیں ہوتا البتہ اس کے ساتھ ضمیر متبوع کے لحاظ سے بدلتی رہتی ہے واحد مذکر کے لئے کلہ جیسے قرأت الکتاب کلہ اور واحد مونث کے لئے کلہا جیسے قرأت الصحیفہ کلہا اور جمع مذکر کے لئے کلہم جیسے اشتریت العبد کلہم اور جمع مونث کے لئے کلہن جیسے طلقت النساء کلہن کہا جاتا ہے اور باقیوں کا صیغہ متبوع کے لحاظ سے بدلتا رہتا ہے جیسے اجمع اکتع ابتع ابصع واحد مذکر کے لئے اور جمعاء کتعا بتعا بصعاء واحد مونث کے لئے، جمع مذکر کے لئے اجمعون اکتعون ابتعون ابصعون اور جمع مونث کے لئے جُمَعُ کُتَعُ بُتَعُ بُصَعُ ۔

مفردا کان او جمعا: میں ایک وہم کو دور کر دیا۔وہم یہ تھا کہ شاید غیر ثنی سے مراد فقط مفرد ہو اس لئے کہ وہی اصل ہے تو مفردا کان اور جمعا کہہ کر اس وہم کو دور کر دیا کہ غیر ثنی سے مراد مفرد اور جمع دونوں ہیں۔

وہی اجمعون: سے البواقی کا مصداق بیان کیا۔

کل اور اجمع کی وضاحت

وَلَا يُؤَكَّدُ بِكُلٍّ وَّاَجْمَعَ اِلَّا ذُوْاَجْزَاءٍ	مُفْرَدًا كَانَ اَوْ جَمْعًا اِذِالْكُلِّيَّةُ وَالْاِجْتِمَاعُ لَا يَتَحَقَّقَانِ
اور کل واجمع سے ذواجزاء کی ہی تاکید لائی جائے گی	ذواجزاء مفرد ہو یا جمع ہو کیونکہ کلیت اور اجتماعیت ذواجزاء میں ہی متحقق ہوتے ہیں

اِلَّا فِیْہِ وَلَا حَاجَۃَ اِلٰی ذِکْرِ الْاَفْرَادِ لِاَنَّ الْکُلِّیَ مَالَمْ تُلَاحَظْ اَفْرَادُہٗ مُجْتَمِعَۃً وَلَمْ تَصِرْ اَجْزَاءَ

اور (ذواجزاء کے بعد) افراد کے ذکر کی حاجت نہیں کیونکہ کلی جب تک اس کے افراد کے مجتمع ہونے کا لحاظ نہ کیا جائے اور اس کے اجزاء نہ ہوں

لَا یَصِحُّ تَاکِیْدُہٗ بِکُلٍّ وَاَجْمَعَ وَیَجِبُ اَنْ تَکُوْنَ تِلْکَ الْاَجْزَاءُ بِحَیْثُ یَصِحُّ افْتِرَاقُھَا حِسًّا

کل اور اجمع کے ساتھ اس کی تاکید لانا درست نہیں ہے اور ضروری ہے کہ وہ اجزاء اس طرح ہوں کہ ان کا کسی طور پر افتراق درست ہو

کَاَجْزَاءِ الْقَوْمِ اَوْ حُکْمًا کَاَجْزَاءِ الْعَبْدِ لِیَکُوْنَ فِی التَّاکِیْدِ بِکُلٍّ وَاَجْمَعَ فَائِدَۃٌ مِثْلُ اَکْرَمْتُ الْقَوْمَ

قوم کے اجزاء کی طرح یا حکمی طور پر عبد کے اجزاء کی طرح تاکہ کل اور اجمع کے ساتھ تاکید لانے میں کوئی فائدہ ہو جیسے اکرمت القوم

کُلَّھُمْ وَاشْتَرَیْتُ الْعَبْدَ کُلَّہٗ فَاِنَّ الْعَبْدَ قَدْ یَتَجَزَّأُ فِی الْاِشْتِرَاءِ فَیَصِحُّ تَاکِیْدُہٗ بِکُلٍّ لِیُفِیْدَ الشُّمُوْلَ

کلھم اور اشتریت العبد کلہ) کہ عبد بھی اشتراء میں متجزی (منقسم) ہو جاتا ہے لہٰذا اس کی کل کے ساتھ تاکید صحیح ہے تاکہ تاکید شمول کا

بِخِلَافِ جَاءَ زَیْدٌ کُلُّہٗ لِعَدَمِ صِحَۃِ افْتِرَاقِ اَجْزَائِہٖ لَا حِسًّا وَلَا حُکْمًا فِیْ حُکْمِ الْمَجِیْءِ

فائدہ دے جاء زید کلہ کے برعکس کیونکہ آنے کے حکم میں زید کے اجزاء کا افتراق صحیح نہیں ہے نہ حسا اور نہ حکما

خلاصہ متن:۔ صاحب کافیہ ایک ضابطہ بیان فرمارہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ لفظ کل اور اجمع کے ساتھ ایسی چیز کی تاکید کی جائی گی جس میں دو شرطیں پائی جائیں (۱) ذواجزاء ہو۔ (۲) اجزاء بھی ایسے ہوں کہ جن کا افتراق حسا یا حکما صحیح ہو۔ حسا کی مثال اَکْرَمْتُ الْقَوْمَ کُلَّھُمْ حکما کی مثال وَاشْتَرَیْتُ الْعَبْدَ کُلَّہٗ۔

اغراض جامی:۔ <u>مفردا کان او جمعا:</u> میں ایک وہم کو دور کر دیا۔ وہم یہ تھا کہ شاید ذواجزاء سے مراد مفرد ہو اس لئے کہ وہ اصل ہے تو وہم کو دور کر دیا کہ ذواجزاء میں تعمیم ہے خواہ مفرد ہو یا جمع۔

<u>اذ الکلیۃ:</u> میں شرط اول کی وجہ کا بیان ہے کہ ذواجزاء کی شرط اس لئے لگائی کہ کل کی کلیت اور اجمع کا اجتماع یہ ذواجزاء میں ہی متحقق ہو سکتے ہیں۔

<u>ولا حاجۃ:</u> سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ مصنف کو چاہیے تھا کہ اجزاء کے ساتھ افراد کا بھی ذکر کرتے اور یوں کہتے ذواجزاء وافراد اس لئے کہ لفظ کل اور اجمع کے ساتھ انسان اور رجل کی تاکید بھی کی جاتی ہے۔

جواب:۔ اجزاء کو ذکر کرنے کے بعد افراد کو ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ اجزاء افراد کو بھی شامل ہیں کیونکہ جب تک کلی کے افراد بحیثیت مجموع من حیث المجموع ملحوظ نہیں ہونگے اور اس کے افراد اجزاء کی صورت اختیار نہیں کریں گے

اس وقت تک اس کی تاکید لفظ کل اور اجمع کے ساتھ صحیح نہیں ہوگی۔

ویجب ان تکون الخ : سے شرط ثانی کی وضاحت اور اس کی وجہ بیان کر رہے ہیں جس کی تفصیل یہ ہے کہ کل اور اجمع کے ساتھ ذو اجزاء و ذو ابعاض کی تاکید کی جاتی ہے لیکن یہ واجب اور ضروری ہے کہ وہ اجزاء ایسے ہوں کہ ان کا افتراق حسی طور پر یا حکمی طور پر درست ہو۔

لیکون : سے شرط ثانی کی وجہ بیان فرما رہے ہیں کہ شرط ثانی اس لئے لگائی تا کہ لفظ کل اور اجمع کے ساتھ تاکید کا کوئی فائدہ حاصل ہو۔

اکرمت القوم کلھم : یہ اس مؤکد کی مثال ہے کہ جس کے اجزاء کا افتراق حساً صحیح ہے کیونکہ قوم کے افراد زید عمرو بکر وغیرہ ہیں اور ان کا افتراق حساً صحیح ہے۔

اشتریت العبد کلہ : یہ اس مؤکد کی مثال ہے کہ جس کے اجزاء کا افتراق حکماً صحیح ہے اس لئے کہ ممکن ہے کہ ایک شخص کے غلام کا ایک حصہ خرید ا جائے۔ اور ایک حصہ نہ خریدا جائے تو شراء کے اعتبار سے حکماً غلام کے حصے اور اجزاء ہو سکتے ہیں اور جاءنی زید کلہ کہنا صحیح نہیں ہے اس لئے کہ زید کے اجزاء کا افتراق نہ حساً صحیح ہے نہ حکماً۔

ضمیر مرفوع متصل کی تاکید

وَاِذَا اُكِّدَ الضَّمِيْرُ الْمَرْفُوْعُ الْمُتَّصِلُ بَارِزًا كَانَ اَوْ مُسْتَكِنًّا بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنِ اَىْ اِذَا اُرِيْدَ تَاكِيْدُهٗ

اور جب ضمیر مرفوع متصل کی بارز ہو یا مستتر نفس اور عین کے ساتھ تاکید کی جائے یعنی جب ان دونوں کے ساتھ تاکید کا ارادہ کیا جائے

بِهِمَا اُكِّدَ ذٰلِكَ الضَّمِيْرُ اَوَّلًا بِمُنْفَصِلٍ ثُمَّ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنِ مِثْلُ ضَرَبْتَ اَنْتَ نَفْسُكَ فَنَفْسُكَ

تو پہلے اس ضمیر کی منفصل کے ساتھ تاکید کی جائے گی پھر نفس اور عین کے ساتھ جیسے ضربت انت نفسک تو نفسک

تَاكِيْدٌ لِتَاءِ الضَّمِيْرِ بَعْدَ تَاكِيْدِهٖ بِمُنْفَصِلٍ هُوَ اَنْتَ اِذْ لَوْ لَا ذٰلِكَ لَالْتَبَسَ التَّاكِيْدُ بِالْفَاعِلِ اِذَا وَقَعَ

تائے ضمیر کیلئے اس کی ضمیر منفصل یعنی انت سے تاکید لانے کے بعد تاکید ہے کیونکہ اگر یہ نہ ہوتا تو تاکید فاعل کے ساتھ ملتبس

تَاكِيْدًا لِلْمُسْتَكِنِّ نَحْوُ زَيْدٌ اَكْرَمَنِىْ هُوَ نَفْسُهٗ فَلَوْ لَمْ يُؤَكَّدِ الضَّمِيْرُ الْمُسْتَكِنُّ فِىْ اَكْرَمَنِىْ بِقَوْلِهٖ

ہو جاتی جبکہ وہ ضمیر مستتر کی تاکید واقع ہوتی جیسے زید اکرمنی ہو نفسہ پس اگر اکرمنی میں موجود ضمیر مستتر کو اس کے قول

هُوَ وَيُقَالُ زَيْدٌ اَكْرَمَنِىْ نَفْسُهٗ لَالْتَبَسَ نَفْسُهُ الَّذِىْ هُوَ التَّاكِيْدُ بِالْفَاعِلِ وَلَمَّا وَقَعَ الْاِلْتِبَاسُ فِىْ هٰذِهٖ

ھو سے اولا مؤکد نہ کیا جائے اور زید اکرمنی نفسہ کہا جائے تو جو نفسہ تاکید ہے وہ فاعل کے ساتھ التباس ہو جائے۔ اور جب اس صورت میں

الصُّوْرَةِ اُخْرٰی بَقِیَّةُ الْبَابِ عَلَیْهَا

التباس واقع ہوا تو بقیہ باب کو اس صورت پر جاری کیا گیا

خلاصہ متن :۔ صاحب کافیہ اس عبارت میں تاکید کے بارے میں ایک ضابطہ ذکر فرما رہے ہیں۔ جب لفظ نفس اور عین کیساتھ ضمیر مرفوع متصل کی تاکید کا ارادہ کیا جائے تو پہلے ضمیر مرفوع منفصل کے ساتھ، ضمیر مرفوع متصل کی تاکید لانا ضروری ہے پھر لفظ نفس اور عین کے ساتھ تاکید لائی جائے گی جیسے ضَرَبْتَ اَنْتَ نَفْسُکَ.

اغراض جامی :بارزا کان او مستترا : سے ایک وہم کو دور کر دیا وہ وہم یہ تھا کہ شاید مرفوع متصل سے مراد ضمیر مرفوع متصل بارز ہو اس لئے کہ مصنف نے مثال اسی کی دی ہے تو اس وہم کو دور کر دیا کہ مرفوع متصل میں تعمیم ہے خواہ بارز ہو یا مستتر ہو

اي اذا اريد : سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال :۔ متن میں واذا اکد الضمیر بالنفس والعین الخ شرط ہے اور اکد بمنفصل الخ جزاء ہے اور اصل یہ ہے کہ شرط مقدم علی الجزا ہوتی ہے اور یہاں برعکس ہے کیونکہ تاکید بالنفس والعین جو کہ شرط ہے مؤخر و بعد میں ہوتا ہے اور تاکید بالمنفصل جو کہ جزا ہے وہ مقدم اور پہلے ہوتی ہے تو یہ خلاف اصل وضابطہ ہے؟

جواب :۔ پہلے اذا اکد سے مراد ارادہ تاکید ہے یعنی جب لفظ نفس اور عین کے ساتھ ضمیر مرفوع متصل کی تاکید کا ارادہ کیا جائے تو نفس وعین کے ساتھ ارادہ تاکید یقیناً مقدم ہے ارادہ تاکید بالمنفصل پر لہذا اشکال وارد نہ ہوگا۔

نفسک : سے مثال کو مُمثل لہ پر منطبق کر رہے ہیں۔ اس مثال میں نفسک یہ تاء ضمیر مرفوع متصل کی تاکید ہے اسی وجہ سے پہلے ضمیر مرفوع منفصل یعنی انت کے ساتھ اسکی تاکید لائی گئی پھر لفظ نفس کے ساتھ۔

اذ لولا : میں شرط مذکور کی وجہ کا بیان ہے۔ یہ شرط اس لئے لگائی اگر پہلے ضمیر مرفوع منفصل کے ساتھ تاکید نہ کی جائے تو بعض صورتوں میں تاکید کا فاعل کے ساتھ التباس لازم آئے گا مثلاً جب لفظ نفس اور عین کے ساتھ ضمیر مرفوع مستتر کی تاکید کی جائے جیسے زیدا کرمنی ھو نفسہ اب اگر اس کی ھو ضمیر کے ساتھ تاکید نہ لائی جائے اور یوں کہا جائے زید اکرمنی نفسہ تو معلوم نہیں ہوگا کہ نفسہ اکرم کا فاعل ہے یا ضمیر مستتر فاعل کی تاکید ہے چونکہ اس صورت میں التباس لازم آتا ہے اس لئے باقی صورتوں کو جن میں اگرچہ التباس لازم نہیں آتا اس پر قیاس کر لیا جائے گا تا کہ سارے باب کا حکم ایک ہو جائے۔

ضمیر مرفوع متصل میں قیودات کے فوائد

وَاِنَّمَا قَیَّدَ الضَّمِیْرَ بِالْمَرْفُوْعِ لِجَوَازِ تَاکِیْدِ الضَّمِیْرِ الْمَنْصُوْبِ

اور مصنف نے ضمیر کو مرفوع کے ساتھ اس لیے مقید کیا کہ ضمیر منصوب و مجرور کو

وَالْمَجْرُوْرِ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنِ بِلَا تَاكِيْدِهِمَا بِالْمُنْفَصِلِ نَحْوُ ضَرَبْتُكَ نَفْسَكَ وَمَرَرْتُ بِكَ

متصل سے مؤکد کیے بغیر ان کی نفس و عین کے ساتھ تاکید جائز ہے جیسے ضربتک نفسک اور مررت بک نفسک

نَفْسِكَ لِعَدَمِ اللُّبْسِ وَبِالْمُتَّصِلِ لِجَوَازِ تَاكِيْدِ الْمَرْفُوْعِ الْمُنْفَصِلِ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنِ بِلَا تَاكِيْدِهٖ

التباس نہ ہونے کی وجہ سے۔ اور متصل کے ساتھ اس لیے (مقید کیا) کہ ضمیر مرفوع منفصل کو منفصل کے ساتھ مؤکد کیے بغیر اس کی نفس وعین کے ساتھ

بِمُنْفَصِلٍ نَحْوُ اَنْتَ نَفْسُكَ قَائِمٌ لِعَدَمِ اللُّبْسِ وَاِنَّمَا قَيَّدَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنِ لِجَوَازِ تَاكِيْدِ الْمَرْفُوْعِ

تاکید جائز ہے جیسے انت نفسک قائم عدم التباس کی وجہ سے اور نفس و عین کی قید اس لیے لگائی کہ ضمیر مرفوع متصل کی

الْمُتَّصِلِ بِكُلٍّ وَاَجْمَعِيْنَ بِلَا تَاكِيْدٍ نَحْوُ الْقَوْمُ جَاءُوْنِيْ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ لِعَدَمِ الْتِبَاسِ التَّاكِيْدِ

تاکید لائے بغیر کل اور اجمعون کے ساتھ تاکید جائز ہے جیسے القوم جاء ونی کلھم اجمعون کیونکہ (یہاں پر) تاکید کا فاعل کے ساتھ التباس

بِالْفَاعِلِ لِاَنَّ كُلًّا وَاَجْمَعِيْنَ يَلِيَانِ الْعَوَامِلَ قَلِيْلًا بِخِلَافِ النَّفْسِ وَالْعَيْنِ فَاِنَّهُمَا يَلِيَانِهَا كَثِيْرًا

نہیں ہوتا کیونکہ کل اور اجمعون عوامل کے ساتھ قلیل طور پر متصل ہوتے ہیں نفس وعین کے برعکس کہ یہ بکثرت عوامل کے ساتھ متصل ہوتے ہیں

اغراضِ جامی:۔ اس عبارت میں شارح فوائد قیود بیان کرتے ہیں۔ مرفوع کی قید اس لئے لگائی کیونکہ لفظ نفس اور عین کے ساتھ ضمیر منصوب متصل اور مجرور متصل کی تاکید، ضمیر منفصل کے ساتھ تاکید کے بغیر جائز ہے جیسے ضربتک نفسک اور مررت بک نفسک اس لئے کہ اس صورت میں تاکید کا فاعل کے ساتھ التباس لازم نہیں آتا اور متصل کی قید اس لئے لگائی کہ ضمیر مرفوع منفصل کی تاکید لفظ نفس اور عین کیساتھ تاکید بالمنفصل کے بغیر جائز ہے جیسے انتَ نفسُک قائم اس لئے کہ اس صورت میں تاکید کا فاعل کے ساتھ التباس لازم نہیں آتا اور لفظ نفس اور عین کی قید اس لئے لگائی کہ لفظ کل اور اجمعون کے ساتھ ضمیر مرفوع متصل کی تاکید تاکید بالمنفصل کے بغیر جائز ہے جیسے القوم جاء ونی کلھم اجمعون اس لئے کہ ان صورتوں میں تاکید کا فاعل کے ساتھ التباس لازم نہیں آتا۔

لان کلا: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ جب لفظ کل اور اجمع کے ساتھ ضمیر مرفوع متصل کی تاکید لائی جائے تو بھی بعض صورتوں میں فاعل کے ساتھ التباس لازم آتا ہے جیسے العبدُ اُشْتُرِیَ کُلُّهٗ اس میں معلوم نہیں ہوگا کہ کلہ یہ نائب فاعل ہے یا ضمیر نائب فاعل کی تاکید ہے جب اس صورت میں التباس لازم آ گیا تو دوسری بعض صورتوں کو اس پر قیاس کر لینا چاہیے اور لفظ کل اور اجمعون کے ساتھ ضمیر مرفوع متصل کی تاکید لانے کے لئے تاکید بالمنفصل کو شرط قرار دینا چاہیے۔

جواب: ۔لفظ کل اور اجمعون کا عامل کے ساتھ اتصال وقرب قلیل ہے اور عدم اتصال کثیر ہے اور التباس اتصال وقرب کی صورت میں لازم آتا ہے۔ بخلاف لفظ نفس اور عین کے ان کا اتصال وقرب بالعامل کثیر ہے اور عدم اتصال قلیل ہے لہذا قلیل کو کثیر پر قیاس نہیں کیا جاسکتا (سوال کابلی ص ۲۹۰)

اکتع اور اس کے اخوات کا ذکر

وَ اَكْتَعُ وَاَخَوَاهُ يَعْنِيْ اَبْتَعُ وَاَبْصَعُ اَتْبَاعٌ بِفَتْحِ الْهَمْزَةِ عَلٰى مَاهُوَ الْمَشْهُوْرُ لِاَجْمَعَ يَعْنِيْ

اور اکتع اور اس کے دو بھائی یعنی ابتع اور ابصع اجمع کے تابع ہیں اتباع ہمزہ کی فتح کے ساتھ بنابرانکہ مشہور ہے یعنی یہ

تُسْتَعْمَلُ هٰذِهِ الْكَلِمَاتُ الثَّلٰثُ بِتَبْعِيَّتِهٖ لَا بِالْاَصَالَةِ لِكَوْنِهٖ اَدَلَّ مِنْهَا عَلَى الْمَقْصُوْدِ وَهُوَ

تینوں کلمے (اکتع وابتع وابصع) اجمع کے تابع ہو کر استعمال ہوتے ہیں بالاصالۃ نہیں کیونکہ اجمع ان تینوں کی نسبت مقصود یعنی

الْجَمْعِيَّةُ فَلَا يَتَقَدَّمُ يَعْنِيْ اَكْتَعَ وَاَخَوَيْهِ عَلَيْهِ اَيْ عَلٰى اَجْمَعَ لَوِاجْتَمَعَتْ مَعَهٗ وَذِكْرُهَا

جمعیت پر زیادہ دلالت کرتا ہے پس نہیں مقدم ہوں گے یعنی اکتع اور اس کے دونوں بھائی اس پر یعنی اجمع پر اگر وہ اجمع کے ہمراہ جمع ہوں اور ان کا ذکر

اَيْ ذِكْرُ اَكْتَعَ مَعَ اَخَوَيْهِ دُوْنَهٗ اَيْ دُوْنَ ذِكْرِ اَجْمَعَ ضَعِيْفٌ لِعَدَمِ ظُهُوْرِ دَلَالَتِهَا عَلٰى

یعنی اکتع کا ذکر اس کے دونوں بھائیوں کے ساتھ اس کے بغیر یعنی اجمع کے ذکر کے بغیر ضعیف ہے کیونکہ اکتع وابتع وابصع کی

مَعْنَى الْجَمْعِيَّةِ وَلِلُزُوْمِ ذِكْرِ مَا مِنْ شَانِهِ التَّبْعِيَّةُ بِدُوْنِ الْاَصْلِ

جمعیت کے معنی پر دلالت ظاہر نہیں اور ایک ایسی چیز کا ذکر اصل کے بغیر لازم آئے گا جس کی شان اصل کے تابع ہونا ہے

خلاصہ متن: ۔صاحب کافیہ فرماتے ہیں کہ اکتع ابتع ابصع یہ اجمع کے تابع ہوتے ہیں۔لھذا یہ اجمع سے مقدم بھی نہیں ہوسکتے۔اوران کو اجمع کے بغیر ذکر کرنا بھی ضعیف ہے۔

اغراض جامی: یعنی ابتع: میں اخواہ کے مصداق کو متعین کردیا کہ اس کا مصداق ابتع اور ابصع ہیں۔

بفتح الھمزۃ: سے ایک وہم کا ازالہ کردیا۔وہم یہ تھا کہ شاید اِتباع بکسر الہمزہ ہواس صورت میں باب افعال کا مصدر ہوگا اور اس کا حمل اکتع واخواہ پر صحیح نہیں ہوگا کیونکہ مفرد کا حمل جمع پر لازم آئے گا۔تو بفتح الہمزہ کہہ کر وہم کو دور کردیا کہ اتباع بفتح الہمزہ ہے اور یہ جمع ہے لہذا حمل الجمع علی الجمع ہے وذلک جائز۔

علی ماھو المشھور: شارح جامی رحمہ اللہ کی اس عبارت پر مولانا وسیم گل باسولی رحمہ اللہ نے اعتراض کیا ہے کہ شارح کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر مشہور میں اس کو بکسر الہمزہ پڑھنا جائز ہے حالانکہ بالکل جائز نہیں ہے اس لئے کہ اس

صورت میں مفرد کا حمل جمع پر لازم آئے گا۔

جواب:۔ علی ماہوالمشہور کا تعلق بفتح الہمزہ کے ساتھ نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق اتباع کے ساتھ ہے یعنی مشہور یہ ہے کہ اکتع ابتع ابصع یہ اجمع کے تابع ہیں اور قول غیر مشہور یہ ہے کہ اجمع کے بغیر بھی ان کیساتھ تاکید لانا جائز ہے۔

یعنی تستعمل: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ اجمع خود اپنے مؤکد کیلئے تابع ہوتا ہے تو اکتع ابتع وغیرہ اس کے تابع کیسے بنیں گے یہ تو تابع کا تابع ہونا لازم آئے گا

جواب:۔ یہاں تابع اصطلاحی مراد نہیں ہے بلکہ یہاں اتباع سے مراد استعمال ہے یعنی اکتع وغیرہ کی استعمال اجمع کے تابع ہے کہ یہ کلمات اس کے تابع ہو کر استعمال ہوتے ہیں بالاصالۃ استعمال نہیں ہوتے (سوال کابلی ص۲۹۰)

لکونہ: میں تابع ہونے کی وجہ کا بیان ہے کہ اجمع کے تابع اس لئے ہیں کہ معنی مقصودی جمعیت پر اجمع کی دلالت بہ نسبت ان کلمات کے زیادہ واضح ہے (۱) یا اس وجہ سے کہ ان کلمات کے حالت انفراد میں کوئی معنی نہیں جب یہ اجمع کے ساتھ استعمال ہونگے اس وقت ان کا معنی اجمع والا ہوگا (۲) یا اس وجہ سے کہ یہ کلمات ثلاثہ اپنے اصلی معانی سے معنی تاکیدی کی طرف منقول ہوگئے ہیں جبکہ اجمع اپنے اصلی معنی پر موجود ہے اس لئے وہ ادل علی المقصود ہے۔

فلا یتقدم: میں ماقبل پر تفریع کا بیان ہے کہ چونکہ اکتع اور اس کے نظائر اجمع کے تابع ہیں اسی لئے یہ اجمع پر مقدم نہیں ہوسکتے اور اجمع کے بغیر ان کو ذکر کرنا بھی ضعیف ہے۔

یعنی اکتع الخ: میں فلا یتقدم کی ضمیر کے مرجع کو متعین کردیا۔

علی اجمعَ: میں علیہ کے ضمیر کے مرجع کو متعین کردیا۔

لو اجتمعت: میں عدم تقدیم کے لئے ایک قید کا بیان ہے اکتع ابتع ابصع یہ اجمع سے مقدم نہیں ہوسکتے اگر اس کے ساتھ جمع ہوں۔

ای ذکر اکتع: میں باء ضمیر کے مرجع کو متعین کردیا۔ دون ذکر اجمع: میں دونہ کی ضمیر کے مرجع کو متعین کردیا۔

لعدم ظہورہ: میں غرض ضعف کی وجہ بیان کرنا ہے۔ شارح نے اس کی دو وجہیں ذکر کی ہیں۔

وجہ (۱):۔ ان کو اجمع کے بغیر ذکر کرنا اس لئے ضعیف ہے کہ ان کی دلالت معنی جمعیت پر واضح نہیں ہے۔

وجہ (۲):۔ اس صورت میں وہ چیز کہ جس کی شان تابع ہونا ہے اس کو اصل کے بغیر ذکر کرنا لازم آئے گا جو مناسب نہیں ہے۔

قسم رابع، بدل کی تعریف

اَلْبَدَلُ تَابِعٌ مَقْصُوْدٌ بِمَا نُسِبَ اِلَى الْمَتْبُوْعِ	اَیْ تُقْصَدُ النِّسْبَةُ اِلَیْهِ بِنِسْبَةِ مَا نُسِبَ اِلَى الْمَتْبُوْعِ
بدل وہ تابع ہے جو اس چیز کے ساتھ مقصود ہو جس کی نسبت متبوع کی طرف کی گئی	یعنی اس چیز کی نسبت سے جو متبوع کی طرف کی گئی تابع کی طرف نسبت

دُوْنَهٗ اَیْ دُوْنَ الْمَتْبُوْعِ اَیْ لَاتَکُوْنُ النِّسْبَةُ اِلَی الْمَتْبُوْعِ مَقْصُوْدَةً اِبْتِدَاءً بِنِسْبَةِ مَانُسِبَ اِلَیْهِ بَلْ تَکُوْنُ
مقصود ہوتی ہے نہ کہ وہ یعنی نہ کہ متبوع یعنی اس چیز کی نسبت سے کہ متبوع کی طرف کی گئی متبوع کی طرف نسبت ابتداء مقصود نہیں ہوتی بلکہ متبوع کی طرف
النِّسْبَةُ اِلَیْهِ تَوْطِیَةً وَتَمْهِیْدًا لِنِسْبَتِهٖ اِلَی التَّابِعِ سَوَاءٌ کَانَ مَانُسِبَ اِلَیْهِ مُسْنَدًا اَوْغَیْرَهٗ مِثْلُ جَاءَنِیْ زَیْدٌ
نسبت تابع کی طرف نسبت کے لیے وسیلے اور تمہید کے طور پر ہوتی ہے خواہ جس کی متبوع کی طرف نسبت کی گئی مسند ہو یا مسند نہ ہو جیسے جاءنی زید
اَخُوْکَ وَضَرَبْتُ زَیْدًا اَخَاکَ
اَخُوْکَ اور ضَرَبْتُ زَیْدًا اَخَاکَ

خلاصہ متن:۔ یہاں سے صاحب کافیہ توابع کی چوتھی قسم بدل کی تعریف کرتے ہیں ’’بدل وہ تابع ہے جو اس نسبت سے مقصود ہو جو اس کے متبوع کی طرف کی گئی ہے لیکن اس کا متبوع مقصود نہ ہو۔

اغراض جامی: اي تقصد: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔مقصود کی ضمیر راجع ہے تابع کی طرف، اور تابع کی ضمیر راجع ہے بدل کی طرف، تو معنی اس طرح کہ بدل ایسا تابع ہے جو کہ وہ بدل مقصود ہو تو اس سے معلوم ہوا کہ نفس بدل مقصود ہوتا ہے حالانکہ نفس بدل مقصود نہیں ہوتا بلکہ مقصود نسبت ہوتی ہے مثلا جاءنی زید اخوک میں نفس اخوک مقصود نہیں ہے بلکہ نسبت مجیت مقصود ہے۔

جواب: ۔مقصود کا اسناد ضمیر بدل کی طرف مجازا ہے حقیقت میں یہ مسند ہے نسبت کی طرف۔ بعنوان دیگر مقصود تابع کیلئے نعت بحال الموصوف نہیں ہے بلکہ نعت بحال متعلق الموصوف ہے تو مقصود خود تابع (بدل) کا حال نہیں بیان کر رہا بلکہ اس کے متعلق نسبت کا حال بیان کر رہا ہے حاصل عبارت یوں ہوگا مقصود نسبتہ بنسبۃ مانسب الی المتبوع۔

اي دون المتبوع: میں بیان مرجع ہے۔

لاتکون: میں حاصل معنی کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مانسب الی المتبوع کی نسبت سے نسبت الی المتبوع ابتداء مقصود نہ ہو بلکہ نسبت الی التابع مقصود ہو اور نسبت الی المتبوع بطور تمہید کے ہو۔

سواء: میں مانسب الی المتبوع میں تعمیم کا بیان ہے مانسب الی المتبوع مسند ہو یا غیر مسند۔ مسند کی مثال جاءنی زید اخوک اس میں زید متبوع ہے اور جاء اس کی طرف منسوب ہے جو کہ مسند ہے غیر مسند کی مثال ضربت زیدا اخاک اس میں زید متبوع ہے جو کہ غیر مسند ہے۔

تعریف کے فوائد قیود

وَاحْتَرَزَ بِقَوْلِهٖ مَقْصُوْدٌ بِمَانُسِبَ اِلَى الْمَتْبُوْعِ عَنِ النَّعْتِ وَالتَّاكِيْدِ

اور مصنف نے اپنے قول مقصود بمانسب الی المتبوع سے نعت و تاکید و عطف بیان سے احتراز کیا ہے

وَعَطْفِ الْبَيَانِ لِاَنَّهَا لَيْسَتْ مَقْصُوْدَةً بِمَانُسِبَ اِلَيْهِ بَلِ الْمَتْبُوْعُ مَقْصُوْدٌ بِهٖ وَبِقَوْلِهٖ دُوْنَهٗ اِحْتَرَازٌ عَنِ

کیونکہ یہ اس نسبت سے جو متبوع کی طرف کی گئی مقصود نہیں بلکہ اس سے متبوع مقصود ہے اور مصنف نے اپنے قول "دونہ" کے ذریعے عطف بحرف سے

الْعَطْفِ بِحَرْفٍ فَاِنَّ الْمَتْبُوْعَ فِيْهِ مَقْصُوْدٌ بِمَانُسِبَ اِلَيْهِ مَعَ التَّابِعِ وَلَا يَصْدُقُ الْحَدُّ عَلَى الْمَعْطُوْفِ

احتراز کیا ہے کیونکہ عطف بحرف میں متبوع اس نسبت سے جو اس کی طرف کی گئی اپنے تابع کے ہمراہ مقصود ہوتا ہے اور بدل کی تعریف معطوف

بِبَلْ لِاَنَّ مَتْبُوْعَهٗ مَقْصُوْدٌ اِبْتِدَاءً ثُمَّ بَدَالَهٗ فَاَعْرَضَ عَنْهُ وَقَصَدَ الْمَعْطُوْفَ فَكِلَاهُمَا مَقْصُوْدَ ان بِهٰذَا

بحرف بل پر صادق نہیں آتی کیونکہ اس کا متبوع ابتداءً مقصود ہوتا ہے پھر متکلم کے لیے ظاہر ہوا تو اس نے اس سے انحراف کیا اور معطوف کا قصد کیا پس اس معنی

الْمَعْنٰى فَاِنْ قِيْلَ هٰذَا الْحَدُّ لَا يَتَنَاوَلُ الْبَدَلَ الَّذِىْ بَعْدَ اِلَّا مِثْلُ مَاقَامَ اَحَدٌ اِلَّا زَيْدٌ فَاِنَّ زَيْدًا بَدَلٌ مِنْ

کے اعتبار سے دونوں مقصود ہیں پس اگر اعتراض کیا جائے کہ یہ تعریف اس بدل کو شامل نہیں جو الا کے بعد واقع ہو جیسے ماقام احد الا زید کہ زید احد سے بدل ہے

اَحَدٍ وَلَيْسَتْ نِسْبَةُ مَانُسِبَ اِلَيْهِ مِنْ عَدَمِ الْقِيَامِ مَقْصُوْدَةً بِالنِّسْبَةِ اِلٰى زَيْدٍ بَلِ النِّسْبَةُ الْمَقْصُوْدَةُ

حالانکہ وہ نسبت جو احد کی طرف کی گئی ہے یعنی عدم قیام کی زید کی نسبت مقصود نہیں ہے بلکہ اس نسبت سے جو احد کی طرف کی گئی ہے نسبت مقصودہ

بِنِسْبَةِ مَانُسِبَ اِلٰى اَحَدٍ نِسْبَةُ الْقِيَامِ اِلٰى زَيْدٍ قُلْنَا مَانُسِبَ اِلَى الْمَتْبُوْعِ هٰهُنَا هُوَ الْقِيَامُ فَاِنَّهٗ نُسِبَ اِلَيْهِ

زید کی طرف قیام کی نسبت ہے ہم نے جواب دیا کہ جو متبوع کی طرف یہاں منسوب ہے وہ (جنس) قیام ہے جو اس کی طرف نفی کے طور پر منسوب ہے

نَفْيًا وَنِسْبَةُ الْقِيَامِ بِعَيْنِهٖ اِلَى التَّابِعِ مَقْصُوْدَةٌ وَلٰكِنْ اِثْبَاتًا فَيَصْدُقُ عَلٰى زَيْدٍ اَنَّهٗ تَابِعٌ مَقْصُوْدٌ بِنِسْبَتِهٖ بِنِسْبَتِهٖ

اور قیام کی بعینہ (بجنسہ) نسبت تابع کی طرف مقصود ہے لیکن اثبات کے طور پر لہٰذا زید پر یہ بات صادق آئے گی کہ وہ تابع ہے وہ اس نسبت سے مقصود ہے

مَانُسِبَ اِلَى الْمَتْبُوْعِ فَاِنَّ النِّسْبَةَ الْمَاخُوْذَةَ فِى الْحَدِّ اَعَمُّ مِنْ اَنْ يَكُوْنَ بِطَرِيْقِ الْاِثْبَاتِ اَوِ النَّفْيِ وَيُمْكِنُ

جو متبوع کی طرف کی گئی ہے کیونکہ وہ نسبت جو (بدل کی) تعریف میں ماخوذ ہے وہ اس سے عام ہے کہ اثبات کے طریق سے ہو یا نفی کے اور ممکن ہے کہ

اَنْ يُقْصَدَ بِنِسْبَتِهٖ اِلٰى شَيْءٍ نَفْيًا نِسْبَتُهٗ اِلٰى شَيْءٍ اٰخَرَ اِثْبَاتًا وَيَكُوْنُ الْاَوَّلُ تَوْطِيَةً لِلثَّانِىْ

ایک چیز کے کسی چیز کی طرف نفی کے طور پر نسبت سے اسی چیز کی دوسری چیز کی طرف اثبات کے طور پر نسبت مقصود ہو، اور اول دوسری کے لیے وسیلہ ہو

اغراضِ جامی:۔اس عبارت میں شارح بدل کی تعریف کے فوائد قیود بتارہے ہیں۔
واحتـرز: میں فوائد قیود کا بیان ہے کہ تعریف میں تابع جنس ہے تمام توابع کو شامل ہے۔ مانسب الی المتبوع فصل اول ہے اس سے نعت تاکید عطف بیان خارج ہو گئے اس لئے کہ یہ مقصود بالنسبۃ نہیں ہوتے بلکہ ان کے متبوعات مقصود ہوتے ہیں دونہ فصل ثانی ہے اس سے عطف بالحرف سے احتراز ہے کیونکہ اس میں تابع متبوع دونوں مقصود ہوتے ہیں نہ کہ فقط تابع۔
ولا یصدق الحد: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔
سوال:۔ بدل کی تعریف مانع نہیں ہے کیونکہ یہ معطوف ببل پر صادق آتی ہے اس لئے کہ معطوف ببل خود مقصود بالنسبت ہوتا ہے اس کا متبوع مقصود نہیں ہوتا مثلاً جاءنی زید بل عمرو میں مجیئت عمرو مقصود ہے مجیئت زید مقصود نہیں ہے کیونکہ اس سے متکلم نے اعراض کرلیا ہے۔
جواب:۔ ہم نہیں مانتے کہ معطوف ببل میں متبوع مقصود بالنسبۃ نہیں ہوتا بلکہ ابتداءً متبوع ہی مقصود بالنسبت ہوتا ہے پھر متکلم کی رائے بدل جاتی ہے اور وہ متبوع سے اعراض کر کے تابع کا قصد کر لیتا ہے پس معطوف ببل اور اس کا متبوع دونوں مقصود بالنسبت ہوئے بخلاف بدل کے کہ اس میں متبوع ابتداءً مقصود بالنسبت نہیں ہوتا بلکہ ابتدا ہی سے فقط تابع بدل مقصود ہوتا ہے اور اسی اشکال کے جواب کی طرف شارح جامی نے ابتداء تعریف بدل میں اس عبارت میں اشارہ فرمایا تھا ای لاتکون النسبۃ الی المتبوع مقصودۃ ابتداء بنسبۃ مانسب الیہ الخ۔
فان قیل: میں ایک اعتراض نقل کر کے قلنا سے اس کا جواب پیش کررہے ہیں۔
سوال:۔ بدل کی تعریف جامع نہیں ہے اس بدل پر صادق نہیں آتی جو الا کے بعد واقع ہو جیسے ماقام احد الا زید اس میں زید احد سے بدل ہے لیکن اس پر تعریف صادق نہیں آتی کیونکہ اس میں مانسب الی المتبوع کی نسبت سے نسبت الی التابع مقصود نہیں اسلئے کہ مانسب الی المتبوع عدم قیام ہے اور مانسب الی التابع قیام ہے کیونکہ الا کی وجہ سے نفی ٹوٹ گئی ہے۔
جواب:۔ تعریف جامع ہے کیونکہ مانسب الی المتبوع بھی قیام ہے فرق صرف اتنا ہے کہ متبوع کی طرف قیام کی نسبت سلباً ہے اور تابع کی طرف قیام کی نسبت ایجاباً ہے اور یہ صحیح ہے اس لئے کہ تعریف میں نسبت میں تعمیم ہے خواہ ایجاباً ہو یا سلباً ہو۔
ویمکن: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔
سوال:۔ جب نسبت الی المتبوع سلبیہ ہے اور نسبت الی التابع ایجابیہ ہے تو نسبت اولی سلبیہ نسبت ثانیہ ایجابیہ کے لئے کیسے تمہید وتوطیہ بن سکتی ہے اس میں تو توطیۃ النقیض للنقیض لازم آئے گا۔
جواب:۔ نسبت سلبیہ کا نسبت ایجابیہ کے لئے تمہید وتوطیہ بننا ممکن ہے اس لئے کہ تمہید وتوطیہ سے مقصود ایقاظ الغافل ہوتا

ہے اور یہ مقصد نسبت سلبیہ اور نسبت ثبوتیہ دونوں سے حاصل ہو سکتا ہے تو ایسا ممکن ہے کہ نسبت سلبیہ تو طیہ وتمہید ہو نسبت ثبوتیہ ایجابیہ کیلئے (سوال باسولی ص ۴۸۱)

بدل کی اقسام

وَهُوَ اَیِ الْبَدْلُ اَنْوَاعٌ اَرْبَعَةٌ بَدْلُ الْكُلِ اَیْ بَدْلٌ هُوَ كُلُّ الْمُبْدَلِ مِنْهُ وَبَدْلُ الْبَعْضِ اَیْ بَدْلٌ
اور وہ یعنی بدل چار قسم ہے بدل الکل یعنی وہ بدل جو مبدل منہ کا کل (یعنی عین) ہے اور بدل البعض یعنی وہ بدل جو
هُوَ بَعْضُ الْمُبْدَلِ مِنْهُ فَالْاِضَافَةُ فِيهِمَا مِثْلُهَا فِیْ خَاتَمِ فِضَّةٍ وَبَدْلُ الْاِشْتِمَالِ اَیْ بَدْلٌ مُسَبَّبٌ
مبدل منہ کا بعض ہو پس ان دونوں میں اضافت اس اضافت کی طرح ہے جو خاتم فضہ میں ہے اور بدل الاشتمال یعنی وہ بدل جو غالبًا
غَالِبًا عَنْ اِشْتِمَالِ اَحَدِ الْمُبْدَلَيْنِ عَلَى الْاٰخَرِ اِشْتِمَالَ الْبَدْلِ عَلَى الْمُبْدَلِ مِنْهُ نَحْوُ سُلِبَ زَيْدٌ
دونوں مبدل میں سے ایک کے دوسرے پر مشتمل ہونے سے مسبب ہو یا تو بدل کے مبدل منہ پر مشتمل ہونے کی صورت میں جیسے سلب زید ثوبہ
ثَوْبُهُ اَوْ بِالْعَكْسِ نَحْوُ يَسْأَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ وَ بَدْلُ الْغَلَطِ اَیْ بَدْلٌ مُسَبَّبٌ
یا اس کے برعکس جیسے یسئلونک عن الشھر الحرام قتال فیہ اور بدل الغلط یعنی وہ بدل جو غلطی سے مسبب ہو
عَنِ الْغَلَطِ فَالْاِضَافَةُ فِی الْاٰخِيْرَيْنِ مِنْ قَبِيْلِ اِضَافَةِ الْمُسَبَّبِ اِلَى السَّبَبِ لِاَدْنٰى مُلَابَسَةٍ
پس اخیرین میں اضافت ادنی مناسبت کی وجہ سے مسبب کی سبب کی طرف اضافت کے قبیل سے ہے

خلاصہ متن:۔ اس عبارت میں صاحب کافیہ بدل کی تقسیم کر رہے ہیں۔ بدل کی چار قسمیں ہیں۔ (۱) بدل الکل (۲) بدل البعض (۳) بدل الاشتمال (۴) بدل الغلط۔ ہر ایک کی تعریف مع وضاحت ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) بدل الکل: ''بدل الکل وہ ہے کہ جس کا مدلول بعینہ مبدل منہ کا مدلول ہو''۔

(۲) بدل البعض: ''بدل البعض وہ ہے کہ اس کا مدلول مبدل منہ کے مدلول کا جزء ہو''۔ جیسے ضربت زیدا راسہ اس میں راسہ بدل البعض ہے اس لئے کہ یہ زید کے مدلول کا جزء ہے۔

(۳) بدل الاشتمال: ''بدل الاشتمال وہ ہے کہ بدل اور مبدل منہ کے درمیان کلیت اور جزئیت کے علاوہ کوئی اور علاقہ ہو''۔ جیسے سلب زید ثوبہ۔ یہاں زید ثوب پر مشتمل ہے۔

(۴) بدل الغلط: ''بدل الغلط وہ ہے کہ مبدل منہ کو غلطی سے ذکر کرنے کے بعد اس غلطی کی تلافی کے لئے بدل اور مبدل منہ کے درمیان کسی علاقہ کا اعتبار کئے بغیر ذکر کیا جائے''۔ جیسے جاءنی رجل حمار اس میں حمار بدل الغلط ہے۔

اغراض جامی: اي البدل: میں بیان مرجع ہے۔

انواع اربعة: میں بیان ترکیب ہے۔ کہ ہو مبتداء ہے اس کی خبر انواع اربعۃ محذوف ہے۔

اي بـدل: میں بیان اضافت ہے۔ کہ بدل الکل میں اضافت بیانیہ ہے یا اشارہ ہے کہ الکل پر الف لام مضاف الیہ کے عوض میں ہے جو کہ مبدل منہ ہے۔

وبدل البعض: شارح نے بدل کا اضافہ کر کے یہ بتلایا کہ البعض معطوف ہے بدل الکل پر بتقدیر مضاف۔

اي بـدل هـو بـعـض المبدل منه: سے شارح نے اشارہ کیا کہ بدل البعض میں اضافت بیانیہ ہے یا اشارہ کیا کہ بعض پر الف لام مضاف الیہ کے عوض میں ہے جو کہ مبدل منہ ہے پس بدل الکل اور بدل البعض میں اضافت ایسے ہے جیسا کہ خاتم فضۃ میں اضافت ہے یعنی اضافت بیانیہ ہے۔

بدل الاشتمال: اس میں بدل کا اضافہ کر کے بتلایا کہ بدل الاشتمال بتقدیر مضاف معطوف ہے بدل الکل پر۔

اي بـدل مـسـبـبٌ: میں بدل الاشتمال کی وجہ تسمیہ کا بیان ہے کہ بدل الاشتمال کو بدل الاشتمال اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اس کا سبب اکثر بدل اور مبدل منہ میں سے ایک کا دوسرے پر مشتمل ہونا ہوتا ہے کبھی تو بدل مبدل منہ پر مشتمل ہوتا ہے جیسے سلب زید ثوبہ میں ثوبہ بدل ہے اور زید پر مشتمل ہے جو کہ مبدل منہ ہے اور کبھی مبدل منہ بدل پر مشتمل ہوتا ہے جیسے یسئلو نک عن الشهر الحرام قتال فيه۔ اس میں مبدل منہ شہر حرام مشتمل ہے قتال یعنی بدل پر۔ غالبا: **سوال**:۔ غالبا کیوں کہا؟

جواب:۔ غالبا اس لئے کہا کیونکہ کبھی بدل اور مبدل منہ کے درمیان اشتمال کے علاوہ کوئی اور علاقہ ہوتا ہے البتہ زیادہ تر علاقہ اشتمال ہوتا ہے جیسے اعجبنی زید علمه.

بدل: میں بیان ترکیب ہے۔ کہ الغلط بتقدیر مضاف معطوف ہے بدل الاشتمال پر۔

اي بـدل مـسـبـب: میں بدل الغلط کی وجہ تسمیہ کا بیان ہے کہ بدل الغلط کو بدل الغلط اس لئے کہتے ہیں کہ اس کو لانے کا سبب غلطی ہوتی ہے۔

فـالاضـافة فـي الاخـيـريـن: سے شارح یہ بتلا رہے ہیں کہ بدل الاشتمال اور بدل الغلط میں اضافت من قبیل اضافت المسبب الی السبب ہے ادنی ملابست ومناسبت کی وجہ سے تو بدل مسبب اور الاشتمال اور الغلط اس کا سبب ہیں۔

بدل الکل کی تعریف

فَالْاَوَّلُ اَیْ بَدْلُ الْکُلِّ مَدْلُوْلُهٗ مَدْلُوْلُ الْاَوَّلِ یَعْنِیْ مُتَّحِدَانِ ذَاتًا لَااَنْ یَّتَّحِدَ مَفْهُوْمَا هُمَا لِیَکُوْنَا
پس اول یعنی بدل الکل اس کا مدلول اول کا مدلول ہوگا یعنی دونوں ذات کے اعتبار سے متحد ہوتے ہیں، نہ کہ مفہوم کے اعتبار سے متحد ہیں تا کہ دونوں

مُتَرَادِفَيْنِ نَحْوُ جَاءَ نِيْ زَيْدٌ اَخُوْكَ فَزَيْدٌ وَاَخُوْكَ وَاِن اخْتَلَفَا مَفْهُوْماً فَهُمَا مُتَّحِدَ ان ذَاتًا قَالَ

مترادف ہوں جیسے جاءنی زید اخوک پس زید اور اخوک اگرچہ مفہوم کے اعتبار سے مختلف ہیں تاہم دونوں ذات کے اعتبار سے متحد ہیں شارح رضی نے

الشَّارِحُ الرَّضِيُّ وَاَنَا اِلَى الْاٰن لَمْ يَظْهَرْ لِيْ فَرْقٌ جَلِيٌّ بَيْنَ بَدْلِ الْكُلِّ مِنَ الْكُلِّ وَبَيْنَ عَطْفِ الْبَيَان

کہا کہ اب تک میرا حال یہ ہے کہ میرے لیے بدل الکل من الکل اور عطف بیان کے درمیان کوئی واضح فرق ظاہر نہیں ہوا

بَلْ لَا اَرٰى عَطْفَ الْبَيَانِ اِلَّا بَدْلَ الْكُلِّ وَمَاقَالُوْا مِنْ اَنَّ الْفَرْقَ بَيْنَهُمَا اَنَّ الْبَدْلَ هُوَ الْمَقْصُوْدُ بِالنِّسْبَةِ

بلکہ مجھے تو عطف البیان بدل الکل ہی معلوم ہوتا ہے اور جو نحویوں نے کہا ہے کہ دونوں میں فرق یہ ہے کہ بدل مقصود بالنسبت ہوتا ہے

دُوْنَ مَتْبُوْعِهٖ بِخِلَافِ عَطْفِ الْبَيَانِ فَاِنَّهٗ بَيَانٌ وَالْبَيَانُ فَرْعُ الْمُبَيَّنِ فَيَكُوْنُ الْمَقْصُوْدُ هُوَ الْاَوَّلَ

اس کا متبوع نہیں بخلاف عطف بیان کے کہ وہ بیان ہے اور بیان مبین (اسم مفعول) کی فرع ہے پس مقصود اول ہے

فَالْجَوَابُ اَنَّا لَانُسَلِّمُ اَنَّ الْمَقْصُوْدَ فِيْ بَدْلِ الْكُلِّ هُوَ الثَّانِيْ فَقَطْ وَلَا فِيْ سَائِرِ الْبَدْلِ اِلَّا الْغَلَطَ وَقَالَ

تو جواب یہ ہے کہ ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ بدل الکل میں مقصود فقط ثانی ہوتا ہے اور نہ ہی بدل الغلط کے سوا باقی بدلوں میں (ثانی مقصود ہوتا ہے) فقط اور بعض

بَعْضُ الْمُحَقِّقِيْنَ فِيْ جَوَابِهٖ الظَّاهِرُ اَنَّهُمْ لَمْ يُرِيْدُوْا اَنَّهٗ لَيْسَ مَقْصُوْدًا بِالنِّسْبَةِ اَصْلًا بَلْ اَرَادُوْا اَنَّهٗ

محققین نے رضی کے جواب میں فرمایا ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ نحویوں کی یہ مراد نہیں کہ مبدل منہ بالکل مقصود بہ نسبت ہوتا ہی نہیں بلکہ ان کی مراد یہ ہے کہ

لَيْسَ مَقْصُوْدًا اَصْلِيًّا وَالْحَاصِلُ اَنَّ مِثْلَ قَوْلِكَ جَاءَ نِيْ اَخُوْكَ زَيْدٌ اِنْ قَصَدْتَّ فِيْهِ الْاِسْنَادَ اِلَى

بدل کا متبوع مقصود اصلی نہیں ہوتا اور حاصل یہ ہے کہ تمہارا قول جاءنی اخوک زید کی مثل میں اگر تم اس قول میں اول کی طرف اسناد کا قصد کرو

الْاَوَّلِ وَجِئْتَ بِالثَّانِيْ تَتِمَّةً لَهٗ تَوْضِيْحًا فَالثَّانِيْ عَطْفُ بَيَان وَاِنْ قَصَدْتَّ فِيْهِ الْاِسْنَادَ اِلَى الثَّانِيْ

اور دوسرے (یعنی زید) کو لفظ اخوک کے لیے تتمہ اور توضیح کے طور پر لاؤ تو ثانی عطف بیان ہے اور اگر تم اس قول میں ثانی کی طرف اسناد کا قصد

وَجِئْتَ بِالْاَوَّلِ تَوْطِيَةً لَهٗ مُبَالَغَةً فِي الْاِسْنَادِ فَالثَّانِيْ بَدْلٌ وَحِيْنَئِذٍ يَكُوْنُ التَّوْضِيْحُ الْحَاصِلُ بِهٖ

کرو اور اول کو اس (مقصود) کے لیے تمہید مبالغہ فی الاسناد کے طور پر لاؤ تو ثانی بدل ہے اور اس وقت اس قول سے جو توضیح حاصل ہوگی

مَقْصُوْدًا تَبْعًا وَالْمَقْصُوْدُ اِصَالَةً هُوَ الْاِسْنَادُ اِلَيْهِ بَعْدَ التَّوْطِيَةِ فَالْفَرْقُ ظَاهِرٌ

وہ تبعاً مقصود ہوگی اور اصالۃً مقصود تمہید کے بعد ثانی کی طرف اسناد ہی ہے پس فرق ظاہر ہے

خلاصہ متن :۔ اس عبارت میں صاحب کافیہ بدل کی چاروں اقسام کی تعریفات اور وضاحت کر رہے ہیں۔ تعریفات

ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں بقیہ وضاحت کی تفصیل شرح میں آ رہی ہے۔

اغراض جامی :۔ اس عبارت میں بدل کی چاروں اقسام کی تعریفات ہیں۔ سب سے پہلے بدل الکل کی تعریف ہے" بدل الکل وہ ہے کہ جس کا مدلول بعینہ مبدل منہ کا مدلول ہو"۔ اي بدل الكل : میں الاول کے مصداق کو بیان کر دیا۔

یعنی متحدان :۔ سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال :۔ جاءنی زید اخوک میں اخوک بدل الکل ہے حالانکہ زید کا مدلول حیوان ناطق مع ہذا التشخص ہے اور اخوک کا مدلول ذات من لہ الاخوۃ ہے تو ثانی کا مدلول بعینہ اول کا مدلول تو نہ ہوا۔

جواب :۔ مراد یہ ہے کہ بدل اور مبدل منہ ذات کے اعتبار سے متحد ہوں یہ مراد نہیں کہ مفہوم کے لحاظ سے متحد ہوں تا کہ وہ دونوں مترادف ہوں، جیسے جاءنی زید اخوک اس میں زید اور اخوک اگر چہ مفہوم کے اعتبار سے متحد نہیں لیکن ذات کے اعتبار سے متحد ہیں۔

قال الشارح الرضي : میں بیان اختلاف ہے۔ کہ عطف بیان مستقل تابع ہے یا بدل الکل میں داخل ہے۔ جمہور نحاۃ کا مذہب یہ ہے کہ عطف بیان مستقل تابع ہے شیخ رضی کا مذہب یہ ہے کہ عطف بیان مستقل تابع نہیں بلکہ بدل الکل میں داخل ہے اس لئے کہ بدل الکل اور عطف بیان کے درمیان کوئی واضح فرق نہیں ہے پس جمہور کے نزدیک توابع پانچ ہیں اور شیخ رضی کے نزدیک چار ہیں۔

و ما قالو : میں جمہور کا مذہب بیان کرتے ہیں کہ جمہور نے کہا کہ ان دونوں کے درمیان فرق ہے کہ بدل الکل مقصود بالنسبت ہوتا ہے اور اس کا متبوع مقصود نہیں ہوتا بخلاف عطف بیان کے کہ وہ مقصود بالنسبت نہیں ہوتا اس لئے کہ وہ بیان ہوتا ہے اور اس کا متبوع مبین ہوتا ہے اور بیان مبین کی فرع ہوتا ہے۔

شیخ رضی نے اس کا جواب دیا کہ ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ بدل الکل میں فقط بدل ہی مقصود ہوتا ہے مبدل منہ مقصود نہیں ہوتا بلکہ ہم یہ کہتے ہیں بدل الغلط کے سوا باقی تینوں میں متبوع بھی مقصود ہوتا ہے کیونکہ وہ بدل کیلئے توطیہ وتمہید ہوتا ہے تو بحیثیت تمہید وہ بھی مقصود ہوتا ہے۔

-میر سید نے اس کا جواب دیا جس کو شارح و قال بعض المحققين سے نقل کر رہے ہیں کہ جمہور نے جو کہا ہے بدل الکل میں متبوع مقصود نہیں ہوتا اس سے ان کی مراد یہ نہیں کہ بدل الکل میں متبوع بالکل مقصود نہیں ہوتا بلکہ مراد یہ ہے کہ متبوع مقصود اصلی نہیں ہوتا۔

و الحاصل : میں غرض جامی ایک مثال کے ذریعہ عطف بیان اور بدل الکل کے درمیان فرق کی وضاحت کرنا ہے جب

جاءنی اخوک زید کہا جائے تو اس میں اگر اول یعنی اخوک کی طرف اسناد مقصود اصلی ہو اور ثانی (زید) کا ذکر بطور تتمہ و توضیح کے ہو تو ثانی عطف بیان ہوگا اور اگر ثانی یعنی زید کی طرف اسناد مقصود اصلی ہو اور اول یعنی اخوک کا ذکر بطور توطیہ تمہید کے اسناد میں مبالغہ کرنے کے لئے ہو تو ثانی بدل ہوگا۔

حاصل یہ کہ اس مثال میں جب ثانی کی طرف اسناد کا قصد کیا جائے اور مدار الحکم اسی کو قرار دیا جائے تو گویا کہ اخوک سے قطع نظر کر کے جاء زید کہا گیا ہے اور اسی طرح اکرمت زیدا اخاک کہا جائے اور اس سے مخاطب پر احسان جتایا جائے کہ میں نے زید کی تعظیم اس لیے کی کہ وہ تمہارا بھائی ہے تو گویا زید سے قطع نظر کر کے اکرمت اخاک کہا گیا ہے اور یہ چیز عطف البیان میں نہیں پائی جاتی۔

وحینئذ: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔بدل کی صورت میں بھی توضیح حاصل ہو جاتی ہے تو عطف بیان اور بدل الکل کے درمیان فرق تو نہ ہوا تو شیخ رضی کی بات درست ثابت ہوئی کہ دونوں میں کوئی فرق نہیں۔

جواب: ۔اگر چہ بدل کی صورت میں بھی ثانی سے توضیح حاصل ہو جاتی ہے لیکن یہ توضیح مقصود بالاصالۃ نہیں ہوتی بلکہ مقصود بالتبع ہوتی ہے مقصود بالاصالۃ فعل کا اسناد ہوتا ہے تابع کی طرف بعد التمہید لہذا دونوں کے درمیان فرق ظاہر ہے کہ عطف بیان مقصود اصلی نہیں ہوتا بلکہ مقصود تبعا ہوتا ہے اور بدل مقصود اصلی ہوتا ہے۔تو بدل بمنزلہ صلوٰۃ کے مقصود اصلی اور عطف بیان بمنزلہ وضو کے غیر مقصود اصلی ہے (سوال باسولی ص ۴۸۳)

بدل البعض کی تعریف

وَالثَّانِیْ اَیْ بَدْلُ الْبَعْضِ جُزْؤُهٗ اَیْ جُزْءُ الْمُبْدَلِ مِنْهُ نَحْوُ ضَرَبْتُ زَیْدًا رَأْسَهٗ
اور ثانی یعنی بدل البعض اس کا جزء ہوتا ہے یعنی مبدل منہ کا جزو ہوتا ہے جیسے ضربت زید ا رأسہ

خلاصہ متن وشرح: ۔اس میں بدل البعض کی تعریف ہے"بدل البعض وہ ہے کہ اس کا مدلول مبدل منہ کے مدلول کا جزء ہو"۔جیسے ضربت زیدا راسہ اس میں راسہ بدل البعض ہے اس لئے کہ یہ زید کے مدلول کا جزء ہے۔

بدل الاشتمال کی تعریف

وَالثَّالِثُ اَیْ بَدْلُ الْاِشْتِمَالِ بَیْنَهٗ وَبَیْنَ الْاَوَّلِ اَیِ الْمُبْدَلِ مِنْهُ مُلَابَسَةٌ بِحَیْثُ تُوْجِبُ النِّسْبَةُ اِلٰی
اور تیسرا یعنی بدل الاشتمال اس کے اور اول کے یعنی مبدل منہ کے درمیان ایک تعلق ہے اس طرح کہ متبوع کی طرف نسبت ملابس (تابع)

الْمَتْبُوعِ النِّسْبَةَ اِلَى الْمُلَابِسِ اِجْمَالاً نَحْوُ اَعْجَبَنِیْ زَيْدٌ عِلْمُهُ حَيْثُ يُعْلَمُ اِبْتِدَاءً اَنَّهُ يَكُوْنُ زَيْدٌ

کی طرف نسبت کو اجمالی طور پر ثابت کرتی ہے جیسے اَعْجَبَنِیْ زَيْدٌ عِلْمُهُ اس اعتبار سے کہ یہ بات ابتداءً معلوم ہو رہی ہے کہ زید اپنی صفات کے اعتبار

مُعْجِبًا بِاِعْتِبَارِ صِفَاتِهٖ لَا بِاِعْتِبَارِ ذَاتِهٖ وَتَتَضَمَّنُ نِسْبَةُ الْاِعْجَابِ اِلٰى زَيْدٍ نِسْبَتَهٗ اِلٰى صِفَةٍ مِنْ صِفَاتِهٖ

سے معجب ہے اپنی ذات کے اعتبار سے نہیں اور زید کی طرف اعجاب کی نسبت اس کی صفات میں سے کسی صفت کی طرف اجمالی طور پر اس کی نسبت کو

اِجْمَالاً وَكَذَا فِیْ سُلِبَ زَيْدٌ ثَوْبُهٗ بِخِلَافِ ضَرَبْتُ زَيْدًا حِمَارَهٗ وَضَرَبْتُ زَيْدًا غُلَامَهٗ لِاَنَّ نِسْبَةَ

متضمن ہے اور اسی طرح سلب زید ثوبہ میں بخلاف ضربت زیدا حمارہ اور ضربت زیدا غلامہ کے کیونکہ زید کی طرف ضرب کی نسبت تامہ ہے اس

الضَّرْبِ اِلٰى زَيْدٍ تَامَّةٌ وَلَا يَلْزَمُ فِیْ صِحَّتِهَا اِعْتِبَارُ غَيْرِ زَيْدٍ فَيَكُوْنُ مِنْ بَابِ بَدَلِ الْغَلَطِ بِغَيْرِ هِمَا

نسبت کی صحت میں غیر زید کا اعتبار لازم نہیں آتا لہٰذا لفظ حمارہ اور غلامہ بدل الغلط کے باب سے ہوا جو کلیت و جزئیت کے بغیر ہے یعنی وہ تعلق

اَیْ تَكُوْنُ تِلْكَ الْمُلَابَسَةُ بِغَيْرِ كَوْنِ الْبَدَلِ كُلَّ الْمُبْدَلِ مِنْهُ اَوْ جُزْءَهٗ فَيَدْخُلُ فِيْهِ مَا اِذَا كَانَ

بدل کا مبدل منہ کے کل یا اس کے جزو ہونے کے بغیر ہے پس اس میں وہ تعلق بھی داخل ہو جائے گا کہ جب

الْمُبْدَلُ مِنْهُ جُزْءً مِنَ الْبَدَلِ وَيَكُوْنُ اِبْدَالُهٗ مِنْهُ بِنَاءً عَلٰى هٰذِهِ الْمُلَابَسَةِ نَحْوُ نَظَرْتُ اِلَى الْقَمَرِ فَلَكِهٖ

مبدل منہ بدل کا جزو ہو اس مبدل منہ سے بدل بنانا اسی تعلق کی بنا پر ہوگا جیسے نظرت الی القمر فلکہ (مبدل منہ یعنی قمر بدل یعنی فلک کا جزو ہے)

وَالْمُنَاقَشَةُ بِاَنَّ الْقَمَرَ لَيْسَ جُزْءً مِنْ فَلَكِهٖ بَلْ هُوَ مَرْكُوْزٌ فِيْهِ مُنَاقَشَةٌ فِی الْمِثَالِ وَيُمْكِنُ اَنْ يُّوْرَدَ

اور اس بات کا جھگڑا کہ قمر فلک کا جز نہیں بلکہ اس میں مرکوز ہے مثال میں جھگڑا ہے اور ممکن ہے اس کیلئے

لِمِثَالِهٖ مِثْلُ رَاَيْتُ دَرَجَةَ الْاَسَدِ بُرْجَهٗ فَاِنَّهٗ لَا مَجَالَ لِهٰذِهِ الْمُنَاقَشَةِ فِيْهِ فَاِنَّ الْبُرْجَ عِبَارَةٌ عَنْ

رأیت درجۃ الاسد برجہ کی مثال وارد کرنا پس اس مثال میں جھگڑے کی کوئی گنجائش نہیں کیونکہ برج مجموعۂ درجات سے عبارت ہے

مَجْمُوْعِ الدَّرَجَاتِ وَاِنَّمَا لَمْ يَجْعَلْ هٰذَا الْبَدَلَ قِسْمًا خَامِسًا وَلَمْ يُسَمِّ بِبَدَلِ الْكُلِّ عَنِ الْبَعْضِ

اور مصنف نے اس بدل کو اس لیے قسم خامس قرار نہیں دیا اور بدل الکل من البعض اس کا نام نہیں رکھا کیونکہ یہ قلیل

لِقِلَّتِهٖ وَنُدْرَتِهٖ بَلْ قِيْلَ لِعَدَمِ وُقُوْعِهٖ فِیْ كَلَامِ الْعَرَبِ فَاِنَّ هٰذِهِ الْاَمْثِلَةَ مَصْنُوْعَةٌ

اور نادر ہے بلکہ یہ کہا گیا ہے کہ کلام عرب میں یہ قسم واقع ہی نہیں ہوا اور یہ مثالیں من گھڑت ہیں

خلاصہ متن: ۔ والثالث: میں بدل الاشتمال کی تعریف ہے "بدل الاشتمال وہ ہے کہ بدل اور مبدل منہ کے درمیان

کلیت اور جزائیت کے علاوہ کوئی اور علاقہ ہو"۔

اغراضِ جامی: بحث: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال**:۔ بدل الاشتمال کی تعریف مانع نہیں اس لئے کہ یہ تعریف بدل الغلط مثلاً ضربت زیداً غلامہ میں غلام پر صادق آتی ہے اور ضربت زیدٌ احمارہ میں حمارہ پر صادق آتی ہے کیونکہ ان مثالوں میں بدل اور مبدل منہ کے درمیان کلیت اور جزائیت کے علاوہ ایک اور ملابست و علاقہ پایا جارہا ہے وہ علاقہ مالکیت اور مملوکیت کا ہے حالانکہ یہ بدل الغلط ہے بدل الاشتمال نہیں ہے۔

جواب:۔ بدل الاشتمال میں بدل اور مبدل منہ کے درمیان علاقہ سے مراد ایسا علاقہ ہے کہ جس میں نسبت الی المتبوع نسبت الی التابع کو اجمالاً واجب وثابت کردے جیسے اعجبنی زید علمه میں جب متکلم نے اعجبنی زید کہا تو اسی سے معلوم ہو گیا کہ زید اپنی ذات کے اعتبار سے معجب نہیں ہے بلکہ اپنی صفات میں سے کسی صفت کے اعتبار سے معجب ہے اس لئے کہ انسان کے افراد میں ذات کے اعتبار سے کوئی تفاوت نہیں ہوتا لہذا زید کی ذات کی طرف اعجاب کی نسبت اجمالاً اس کی صفات میں سے کسی صفت کی طرف اعجاب کی نسبت کو متضمن ہے اسی طرح سلب زید ثوبه میں جب سلب زید کہا گیا تو اسی سے اجمالاً معلوم ہو گیا کہ مسلوب ذات زید نہیں ہے بلکہ اس کے متعلقات میں سے کوئی متعلق ہے کیونکہ ذات کیلئے سلب کا لفظ استعمال نہیں ہوتا بلکہ فقدان کا لفظ استعمال ہوتا ہے اور زید کی طرف سلب کی نسبت یہ اس کے متعلقات میں سے کسی متعلق کی طرف سلب کی نسبت کو اجمالاً متضمن ہے، بخلاف ضربت زیدٌ اغلامہ اور ضربت زیدٌ احمارہ کے کہ ان مثالوں میں تابع اور متبوع کے درمیان ایسا علاقہ نہیں ہے جس میں نسبت الی المتبوع نسبت الی المتعلق کو متضمن ہو اس لئے کہ ضرب کی نسبت زید کی طرف نسبت تامہ ہے اور اس نسبت کے صحیح ہونے میں غیر زید کی طرف نسبت کا اعتبار کرنا لازم نہیں آتا لہذا یہ دونوں مثالیں بدل الاشتمال کے قبیلہ سے نہیں ہیں بلکہ بدل الغلط کے باب سے ہیں۔

اي تکون تلک الملابسة: سے غرض توضیح متن اور تعیین مراد ہے کہ ملابسة بغیرهما سے مراد یہ ہے کہ بدل مبدل منہ کا کل بھی نہ ہو اور جزء بھی نہ ہو لہذا اس ملابست بغیرہما میں وہ صورت بھی داخل ہو جائیگی جس میں بدل کل ہو اور مبدل منہ جزء ہو جیسے نظرت الی القمر فلکه اس میں قمر مبدل منہ جزء ہے اور فلک (بدل) یہ کل ہے تو یہ صورت بدل الاشتمال میں داخل ہوگی نہ کہ بدل البعض میں۔

والمناقشة: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال**:۔ مثال ممثل لہ کے مطابق نہیں اس لئے کہ نظرت الی القمر فلکه میں قمر فلک کا جزء نہیں بلکہ قمر مستقل فی نفسہ ہے اور فلک میں مرکوز ہے۔

جواب:۔ یہ مناقشۃ فی المثال ہے جو اہل علم کی شان کے لائق نہیں اور یمکن سے شارح فرماتے ہیں کہ اس کے لئے ایک

دوسری مثال بھی پیش کی جاسکتی ہے جو مناقشہ سے پاک ہے وہ ہے رأیت درجة الا سد بُرجه اس میں برج کل ہے مجموع الدرجات سے عبارت ہے اور درجۃ الاسد اس کا جزء ہے تو مبدل منہ جزء اور بدل کل ہے۔

و انما لم یجعل: سے شارح کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: نحویوں نے اس کو مستقل قسم خامس کیوں نہیں بنادیا اور اس کا نام بدل الکل عن البعض کیوں نہیں رکھا۔

جواب: یہ قسم نہایت قلیل اور نادر ہے حتی کہ بعض نحاۃ نے کہا کہ یہ کلام عرب میں واقع نہیں اور یہ مثالیں فرضی اور من گھڑت ہیں اسی وجہ سے اس کو قسم خامس نہیں بنایا اور اس کا نام بدل الکل عن البعض نہیں رکھا۔

بدل الغلط کی تعریف

وَالرَّابِعَ اَیْ بَدْلُ الْغَلَطِ اَنْ تَقْصُدَ اَیْ اَنْ یَّکُوْنَ بِاَنْ تَقْصُدَاَنْتَ اِلَیْهِ اَیْ اِلَی
اور چوتھا یعنی بدل الغلط یہ ہے کہ تم قصد کرو یعنی یہ ہے کہ تم قصد کرو یعنی بدل کی طرف بدل اور مبدل منہ کے درمیان

الْبَدْلِ مِنْ غَیْرِ اِعْتِبَارِ مُلَابَسَةٍ بَیْنَهُمَا بَعْدَ اَنْ غَلَطتَّ بِغَیْرِهٖ اَیْ بِغَیْرِ الْبَدْلِ وَهُوَ الْمُبْدَلُ مِنْهُ
کسی علاقہ کے بغیر اس کے بعد کہ تو اس کے غیر کے ساتھ غلطی کرے یعنی بدل کے غیر کے ساتھ اور وہ غیر مبدل منہ ہے

خلاصہ متن وشرح: اس میں بدل الغلط کی تعریف ہے "بدل الغلط وہ ہے کہ مبدل منہ کو غلطی سے ذکر کیا جائے اس کے بعد اس غلطی کی تلافی کے لئے بدل کو ذکر کیا جائے مبدل منہ اور بدل کے درمیان کسی علاقہ اور ملابست کا اعتبار کئے بغیر"۔ جیسے جاءنی رجل حمار اس میں حمار بدل الغلط ہے اس لئے کہ متکلم حمار کہنا چاہتا تھا غلطی سے اس کی زبان سے رجل نکل گیا پھر اس نے غلطی کی تلافی کے لئے رجل کے بعد حمار کہا جبکہ رجل اور حمار میں کسی قسم کی مناسبت وملابست وعلاقہ نہیں ہے۔

بدل کے احکامات

وَیَکُوْنَان اَیِ الْبَدْلُ وَالْمُبْدَلُ مِنْهُ مَعْرِفَتَیْنِ نَحْوُ ضَرَبَ زَیْدٌ اَخُوْکَ وَنَکِرَتَیْنِ نَحْوُ جَاءَنِیْ
اورہوں گے وہ دونوں بدل اور مبدل منہ معرفہ جیسے ضرب زیداخوک اور نکرہ جیسے جاء نی

رَجُلٌ غُلَامٌ لَکَ وَ مُخْتَلِفَیْنِ نَحْوُ بِالنَّاصِیَةِ نَاصِیَةٍ کَاذِبَةٍ وَجَاءَ رَجُلٌ غُلَامُ زَیْدٍ وَاِذَا کَانَ
رجل غلام لک اور مختلف جیسے بالناصیۃ ناصیۃ کاذبۃ اور جاء رجل غلام زید اور جب

الْبَدْلُ نَکِرَةً مُبْدَلَةً مِنْ مَعْرِفَةٍ فَالنَّعْتُ اَیْ نَعْتُ الْبَدْلِ النَّکِرَةِ وَاجِبٌ لِئَلَّا یَکُوْنَ الْمَقْصُوْدُ
بدل نکرہ معرفہ سے مبدل ہو تو نعت ہو گی یعنی نکرہ کی صفت لانا ضروری ہے تاکہ مقصود غیر مقصود سے

اَنْقَصَ مِنْ غَيْرِ الْمَقْصُوْدِ مِنْ كُلِّ وَجْهٍ فَاَتَوْافِيْهِ بِصِفَةٍ تَكُوْنُ كَالْجَابِرِ لِمَا فِيْهِ مِنْ نَقْصِ النَّكَارَةِ
ہر طرح انقص نہ ہوتو نحوی اس میں صفت لائے تاکہ یہ صفت اس نکارت کی دصفت کی تلافی کردے جو بدل میں ہے
مِثْلُ بِالنَّاصِيَةِ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ وَيَكُوْنَانِ ظَاهِرَيْنِ نَحْوُ جَاءَ نِيْ زَيْدٌ اَخُوْكَ وَمُضْمَرَيْنِ نَحْوُ
جیسے بالناصیۃ ناصیۃ کاذبۃ اور وہ دونوں اسم ظاہر ہونگے جیسے جاء نی زید اخوک اور مضمر جیسے
اَلزَّيْدُوْنَ لَقِيْتُهُمْ اِيَّاهُمْ وَمُخْتَلِفَيْنِ نَحْوُ اَخُوْكَ ضَرَبْتُهُ زَيْدًا وَاَخُوْكَ ضَرَبْتُ زَيْدًا اِيَّاهُ
اَلزَّيْدُوْنَ لَقِيْتُهُمْ اِيَّاهُمْ اور دونوں مختلف ہوں جیسے ضَرَبْتُهُ زَيْدًا اور اَخُوْكَ ضَرَبْتُ زَيْدًا اِيَّاهُ

خلاصہ متن وتشریح:۔تعریف وتنکیر کے اعتبار سے بدل کی چار اقسام ہیں۔(۱) دونوں معرفہ ہوں جیسے ضرب زید اخوک ۔(۲) دونوں نکرہ ہوں جیسے جاء نی رجل غلام لک ۔(۳) مختلف ہوں اس کے تحت دو قسمیں ہیں مبدل منہ معرفہ اور بدل نکرہ ہو جیسے بالناصیۃ ناصیۃ کاذبۃ . (۴) مبدل منہ نکرہ اور بدل معرفہ ہو جیسے جاء نی رجل غلام زید۔

اغراض جامی:۔ویکونان ای البدل و المبدل منہ: سے ضمیر کا مرجع بیان کیا۔

و اذا کان: میں ایک ضابطے کا بیان ہے کہ جب مبدل منہ معرفہ اور بدل نکرہ ہوتو بدل کی نعت لانا واجب ہے۔

فالنعت ای نعت البدل النکرہ: سے اشارہ کیا کہ النعت پر الف لام مضاف الیہ کے عوض ہے۔

واجب: سے اشارہ کیا کہ فالنعت مبتدا کی خبر واجبٌ محذوف ہے تاکہ یہ جملہ جزا بن سکے کیونکہ جزا کیلئے جملہ ہونا شرط ہے (سوال کابلی ص ۲۹٦)

لئلا یکون: میں ضابطہ مذکورہ کی وجہ کا بیان ہے۔نعت لانا اس لئے واجب ہے تاکہ من کل وجہ مقصود غیر مقصود سے انقص نہ ہو جائے اس لئے کہ بدل مقصود ہوتا ہے اور نکرہ معرفہ کی بنسبت انقص ہوتا ہے لہذا اسکی نعت لانا واجب ہے تاکہ نعت کے ذریعہ نکارے والے نقص کی تلافی اور جبر نقصان ہو جائے جو بدل میں ہے جیسے بالناصیہ ناصیہ کاذبۃ اس میں الناصیہ معرفہ مبدل منہ ہے اور ناصیہ نکرہ بدل ہے اسلئے اسکی نعت کاذبہ لائی گئی۔

بدل کی اظہار و اضمار کے لحاظ سے اقسام

وَلَا يُبْدَلُ ظَاهِرٌ مِنْ مُضْمَرٍ بَدَلَ الْكُلِّ اِلَّا مِنَ الْغَائِبِ نَحْوُ ضَرَبْتُهُ زَيْدًا لِاَنَّ الْمُضْمَرَ الْمُتَكَلِّمَ
اور اسم ظاہر اسم مضمر سے بدل الکل کے طور پر بدل نہیں ہو سکتا مگر غائب کی ضمیر سے جیسے زیدا کیونکہ مضمر متکلم

وَالْمُخَاطَبَ اَقْوٰی وَاَخَصُّ دَلَالَةً مِنَ الظَّاهِرِ فَلَوْ اُبْدِلَ الظَّاهِرُ مِنْهُمَا بَدَلَ الْكُلِّ يَلْزَمُ اَنْ يَكُوْنَ

اور مضمر مخاطب دلالت کی رو سے اسم ظاہر سے زیادہ خاص اور قوی ہے تو اگر اسم ظاہر کو ان دونوں سے بدل الکل کے طور پر بدل بنائیں تو لازم آئے گا کہ

الْمَقْصُوْدُ اَنْقَصَ مِنْ غَيْرِ الْمَقْصُوْدِ مَعَ كَوْنِ مَدْلُوْلَيْهِمَا وَاحِدًا بِخِلَافِ بَدَلِ الْبَعْضِ وَالْاِشْتِمَالِ

مقصود وغیر مقصود سے انقص ہو باوجودیکہ (بدل الکل میں) ان دونوں کا مدلول متحد ہوتا ہے بدل البعض وبدل الاشتمال اور بدل الغلط کے برعکس

وَالْغَلَطِ فَاِنَّ الْمَانِعَ فِيْهَا مَفْقُوْدٌ اِذْ لَيْسَ مَدْلُوْلُ الثَّانِيْ فِيْهَا مَدْلُوْلَ الْاَوَّلِ فَيُقَالُ اِشْتَرَيْتُكَ نِصْفَكَ

پس ان میں مانع مفقود ہے کیونکہ ان میں ثانی اول کا مدلول نہیں ہے پس کہا جائے گا اشتریتک نصفک

وَاشْتَرَيْتَنِيْ نِصْفِيْ اَعْجَبْتَنِيْ عِلْمَكَ وَاَعْجَبْتُكَ عِلْمِيْ وَ ضَرَبْتُكَ الْحِمَارَ وَ ضَرَبْتَنِي الْحِمَارَ

اور اشْتَرَيْتَنِيْ نِصْفِيْ اَعْجَبْتَنِيْ عِلْمَكَ اور اَعْجَبْتُكَ عِلْمِيْ اور ضَرَبْتُكَ الْحِمَارَ اور ضَرَبْتَنِي الْحِمَارَ

خلاصہ متن:۔اس عبارت میں بدل کی اظہار اور اضمار کے لحاظ سے اقسام بیان کررہے ہیں۔اور پھر ایک ضابطہ بھی اسی سے متعلق بیان فرمایا ہے۔

اغراض جامی: ویکونان: سے مصنف نے اظہار اور اضمار کے لحاظ سے بدل کی چار قسمیں بیان فرمائی ہیں شارح جامی رحمہ اللہ نے مثالوں سے وضاحت فرمائی ہے تفصیل حسب ذیل ہے:

(۱) بدل مبدل منہ دونوں اسم ظاہر ہوں جیسے جاءنی زید اخوک۔

(۲) دونوں اسم ضمیر ہوں جیسے الزیدون لقیتھم ایاھم.

(۳) مختلف ہوں اس کے تحت دو قسمیں داخل ہیں مبدل منہ اسم ظاہر اور بدل اسم ضمیر ہو جیسے اخوک ضربت زیدا ایاہ

(۴) مبدل منہ اسم ضمیر اور بدل اسم ظاہر جیسے اخوک ضربتہ زیدا.

ولا یبدل: میں ایک ضابطے کا بیان ہے۔اسم ظاہر ماسوائے اسم ضمیر غائب کے کسی اور ضمیر (متکلم ومخاطب) سے بدل الکل نہیں بن سکتا۔صرف اسم ضمیر غائب سے بدل الکل بن سکتا ہے جیسے ضربتہ زیدا۔

لان الضمیر: میں ضابطہ مذکورہ کی وجہ کا بیان ہے کہ ضمیر متکلم اور ضمیر مخاطب دلالت علی المقصود کے اعتبار سے اسم ظاہر سے اقوی واخص ہوتی ہیں اگر ضمیر متکلم اور ضمیر مخاطب سے اسم ظاہر کو بدل الکل بنایا جائے تو مقصود کا غیر مقصود سے انقص ہونا لازم آئے گا جبکہ بدل الکل میں بدل اور مبدل منہ کا مدلول ایک ہی ہوتا ہے اور ایک دوسرے کا عین ہوتے ہیں۔

بخلاف بدل البعض: سے بدل الکل کی قید کا فائدہ بیان کرتے ہیں کہ اس سے احتراز ہے بدل البعض اور بدل الاشتمال

اور بدل الغلط سے۔ اس لئے کہ اسم ظاہر کو ضمیر متکلم ومخاطب سے بدل البعض بدل الاشتمال وبدل الغلط بنایا جاسکتا ہے کیونکہ ان میں مانع مفقود ہے کیونکہ ان میں مبدل منہ اور بدل میں عینیت نہیں ہوتی بلکہ بدل مبدل منہ کا غیر ہوتا ہے۔

فَیُقَالُ اشْتَرِیْتُکَ نِصْفَکَ: سے بیان امثلہ ہے۔ جیسے اشتریتک نصفک یہ اسم ظاہر کو ضمیر مخاطب سے بدل البعض بنانے کی مثال ہے اشتریتنی نصفی ضمیر متکلم سے بدل البعض بنانے کی مثال ہے اور اعجبتنی علمک اسم ظاہر کو ضمیر مخاطب سے بدل الاشتمال بنانے کی مثال ہے اور اعجبتک علمی یہ اسم ظاہر کو ضمیر متکلم سے بدل الاشتمال بنانے کی مثال ہے ضربتک الحمار یہ اسم ظاہر کو ضمیر مخاطب سے بدل الغلط بنانے کی مثال ہے اور ضربتنی الحمار اسم ظاہر کو ضمیر متکلم سے بدل الغلط بنانے کی مثال ہے۔

قسم خامس، عطف بیان کی تعریف

عَطْفُ الْبَيَانِ تَابِعٌ شَامِلٌ لِجَمِيْعِ التَّوَابِعِ غَيْرُ صِفَةٍ اُحْتَرِزَ بِهِ عَنِ الصِّفَةِ يُوْضِحُ مَتْبُوْعَهُ اُحْتَرِزَ

عطف بیان وہ تابع ہے لفظ تابع جمیع توابع کو شامل ہے صفت کے علاوہ اس قید سے صفت سے احتراز ہے جو متبوع کی وضاحت کرے اس سے احتراز ہے

بِهِ عَنِ الْبَدَلِ وَالْعَطْفِ بِالْحَرْفِ وَالتَّاكِيْدِ وَلَا يَلْزَمُ مِنْ ذٰلِكَ اَنْ يَكُوْنَ عَطْفُ الْبَيَانِ اَوْضَحَ مِنْ

بدل، عطف بالحرف اور تاکید سے اور اس سے لازم نہیں آتا کہ عطف بیان اپنے متبوع سے زیادہ واضح ہو

مَتْبُوْعِهِ بَلْ يَنْبَغِيْ اَنْ يَحْصُلَ مِنْ اِجْتِمَاعِهِمَا اِيْضَاحٌ لَمْ يَحْصُلْ مِنْ اَحَدِهِمَا عَلَى الْاِنْفِرَادِ فَيَصِحُّ اَنْ

بلکہ مناسب ہے کہ ان دونوں کے اجتماع سے ایضاح حاصل ہو جو انفرادی طور پر کسی ایک سے حاصل نہیں ہوتا لہذا یہ صحیح ہے کہ

يَكُوْنَ الْاَوَّلُ اَوْضَحَ مِنَ الثَّانِيْ مِثْلُ اَقْسَمَ بِاللّٰهِ اَبُوْ حَفْصٍ عُمَرُ فَاَبُوْ حَفْصٍ كُنْيَةُ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ

اول ثانی سے زیادہ واضح ہو جیسے اقسم باللہ ابو حفص عمر تو ابو حفص امیر المومنین بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے

عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَعُمَرُ عَطْفُ بَيَانٍ لَهٗ وَقِصَّتُهٗ اَنَّهٗ اَتٰى اَعْرَابِيٌّ اِلٰى عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ فَقَالَ اِنَّ اَهْلِيْ

اور عمر اس کے لیے عطف بیان ہے اور اس کلام کا قصہ یہ ہے کہ ایک اعرابی عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میرا گھر دور ہے

بَعِيْدٌ وَاِنِّيْ عَلٰى نَاقَةٍ دَبْرَاءَ عَجْفَاءَ نَقْبَاءَ وَاسْتَحْمَلَهٗ فَظَنَّهٗ كَاذِبًا فَلَمْ يَحْمِلْهُ فَانْطَلَقَ الْاَعْرَابِيُّ فَحَمَلَ

اور میں ایک زخمی پشت لاغر زخمی پاؤں اونٹنی پر سوار ہوں اور اس نے آپ سے سواری طلب کی آپ کے گمان میں وہ کاذب تھا تو آپ نے اسے سواری مہیا نہ کی تو وہ اعرابی

بَعِيْرَهٗ ثُمَّ اسْتَقْبَلَ الْبَطْحَاءَ وَجَعَلَ يَقُوْلُ وَهُوَ يَمْشِيْ خَلْفَ بَعِيْرِهٖ شعر ☆ اَقْسَمَ بِاللّٰهِ اَبُوْ حَفْصٍ

چلا گیا اور اپنی (اسی لاغر) اونٹنی پر سامان لادا پھر وادی بطحا کو چل پڑا اور اپنی اونٹنی کے پیچھے چلتے ہوئے کہتا جا رہا تھا ☆ ابو حفص عمر نے خدا کی قسم کھائی کہ

عُمَرَ☆مَا مَسَّهَا مِنْ نَقَبٍ وَلَا دَبَرْ☆ اِغْفِرْلَهُ اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ فَجَرْ☆ وَعُمَرُ مُقْبِلٌ مِنْ اَعْلَى الْوَادِيْ
☆میری اونٹنی کو بیماری اور لاغری نے نہیں چھویا☆اے اللہ امیر المومنین کو بخش دے اگر انہوں نے گناہ کیا ہے☆ حضرت عمرؓ اس کی یہ بات
فَجَعَلَ اِذَاقَالَ اِغْفِرْلَهُ اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ فَجَرَ قَالَ اَللّٰهُمَّ صَدِّقْ صَدِّقْ حَتّٰى الْتَقَيَافَاَخَذَ بِيَدِهٖ فَقَالَ ضَعْ عَنْ
اعلی وادی سے سنتے چلے آرہے تھے جب اعرابی نے اغفرلہ اللہم ان کان فجر کہا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے اللہ اعرابی کی بات کو سچا کردے یہاں تک کہ دونوں کی ملاقات ہو گئی تو آپ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا اپنی اونٹنی سے
رَاحِلَتِكَ فَوَضَعَ فَاِذَا هِيَ نَقْبَاءُ عَجْفَاءُ فَحَمَلَهُ عَلٰى بَعِيْرِهٖ وَزَوَّدَهُ وَكَسَاهُ
سامان اتارو اس نے سامان نیچے اتارا تو واقعی وہ زخمی کمزور تھی پھر آپ نے اسے اپنا اونٹ دیا اور زادِ راہ اور کپڑے دیئے

خلاصہ متن:۔صاحب کافیہ عطف بیان کی تعریف کررہے ہیں "عطف بیان وہ تابع ہے جو صفت کا غیر ہو اور اپنے متبوع کی وضاحت کرے"۔ جیسے اقسم باللہ ابو حفص عمر اس میں ابوحفص امیر المومنین حضرت عمرؓ کی کنیت ہے اور عمر علم عطف بیان ہے۔

اغراض جامی:۔<u>شامل لجمیع</u>: سے فوائد قیود کا بیان ہے۔شامل سے اشارہ کیا کہ تابع جنس ہے جو تمام توابع کو شامل ہے

<u>واحترز بہ عن الصفۃ</u> : سے بتلایا کہ غیر صفۃ فصل اول ہے اس سے صفت خارج ہو گئی۔

<u>واحترز</u> : سے بتلایا کہ یوضح متبوعہ فصل ثانی ہے اس سے بدل تاکید عطف بحرف خارج ہو گئے۔

<u>ولا یلزم</u>: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال :۔عطف بیان کی تعریف اس عمرو پر صادق نہیں آتی جو جاءنی سیبویہ عمرو میں واقع ہے اس لئے کہ عمرو اپنے متبوع سیبویہ کی وضاحت نہیں کررہا کیونکہ سیبویہ بنسبت عمرو کے زیادہ واضح ومشہور ہے حالانکہ عمرو عطف بیان ہے؟

جواب :۔عطف بیان کا اپنے متبوع کے لئے موضح ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ عطف بیان اپنے متبوع سے زیادہ واضح ہو بلکہ مراد یہ ہے کہ ان دونوں کے مجموعہ سے وہ ایضاح حاصل ہو جو کہ علی الانفراد ان میں سے ایک سے حاصل نہ ہو لہذا اگر متبوع تابع سے زیادہ واضح ہے تو بھی درست ہے۔

<u>مثل اقسم باللہ ابو حفص عمرو</u> : یہ بیان مثال ہے۔اس میں ابوحفص امیر المومنین حضرت عمرؓ کی کنیت ہے عمر علم ہے جو عطف بیان ہے۔اگر حفص ضاد کے ساتھ ہو تو اس کا معنی اسد وشیر ہے تو ابوحفص کا معنی ابوالاسد ہے فی الشجاعۃ والغیرۃ اگر صاد کے ساتھ ہو تو یہ آپ کی صاحبزادی حضرت حفصہ ام المؤمنین کے نام پر کنیت ہے۔

واقعہ: سے اس مثال کا پس منظر بیان کر رہے ہیں۔

واقعہ: ۔ایک دیہاتی حضرت عمرؓ کے پاس آیا اس نے کہا میرا گھر دور ہے اور میری اونٹنی کی پیٹھ زخمی ہے اور جسم لاغر ہے اور اس کے پاؤں گھسے ہوئے ہیں آپ مجھے سواری عنایت فرمائیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو جھوٹا گمان کیا اس کو سواری نہیں دی اس نے اپنا سامان اپنی اسی بیمار اونٹنی پر لادا پھر وادی کی طرف متوجہ ہو کر چلتے ہوئے یہ اشعار کہنے لگا اقسم باللہ ابو حفص عمر الخ۔

نَاقَۃ دَبْرَاء عَجْفَاء نَقْبَاء: **دبراء:** دبر سے مشتق ہے زخمی پشت۔**عجفاء:** بمعنی لاغر۔**نقباء:** زخمی پاؤں۔

اقسم باللہ ابو حفص عمرو ☆ ما مسها من نقب ولا دبر ☆ اغفر له اللهم ان كان فجر ☆

ترجمہ: ابو حفص عمر نے اللہ کی قسم اٹھائی کہ نہیں چھوا اس کو پاؤں کے زخم نے اور پیٹھ کے زخم نے۔اے اللہ تو عمر بن خطاب کو بخش دے اگر اس نے گناہ کیا۔

حضرت عمر نے اس کا یہ کلام سنا اور وادی کے اوپر سے اس کی طرف متوجہ ہوئے جب اس نے کہا **اغفر له اللهم ان كان فجر** تو حضرت عمر نے کہا **اللهم صدق فصدق** یہاں تک کہ دونوں کی ملاقات ہوگئی تو حضرت عمر نے دیہاتی کا ہاتھ پکڑا اور کہا کہ اپنا سامان اتار دو تو واقعی اس کی اونٹنی ایسی تھی جیسے اس نے کہا تھا تو حضرت عمر نے اس کو اپنا ذاتی اونٹ دیا اور ایک جوڑا اور سفر خرچ بھی دیا۔

فائدہ: ۔حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چونکہ اپنے ظن غالب میں اس اعرابی کو جھوٹا قرار دیا تھا اس لیے کہ ان کی قسم یمین غموس قرار نہ پائیگی کہ ان کے گمان میں قسم خلاف واقعہ چیز سے متعلق نہ تھی اس لیے آپ گنہگار نہ ہوئے بلکہ یہ قسم یمین لغو متصور ہوگئی جس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا یہی وجہ ہے کہ اعرابی نے فجر کو ان کان کے ساتھ ذکر کر کے مشروط کر دیا کہ وہ فاروق اعظم کی عدالت وشفقت سے باخبر تھا اس لیے کہا کہ اگر بالفرض فاروق اعظم سے غلطی ہوئی تو اے میرے اللہ انہیں بخش دیجیے۔

عطف بیان اور بدل میں فرق

وَفَصْلُهٗ اَیْ فَرْقُهٗ مِنَ الْبَدْلِ لَفْظًا اَیْ مِنْ حَیْثُ الْاَحْکَامِ اللَّفْظِیَّۃِ وَاقِعٌ فِیْ مِثْلِ اَنَا ابْنُ

اور اس کا فصل یعنی فرق بدل سے لفظی طور پر یعنی احکام لفظیہ کے اعتبار سے انا ابن التارک

التَّارِکِ الْبَکْرِیِّ بِشْرٍ فَاِنَّ قَوْلَهٗ بِشْرٍ اِنْ جُعِلَ عَطْفَ بَیَانٍ لِلْبَکْرِیِّ جَازَ وَاِنْ جُعِلَ بَدْلًا مِنْهُ

البکری بشر کے مثل میں واقع ہے پس شاعر کے قول بشر کو اگر بکری کے لیے عطف بیان بنایا جائے تو جائز ہے اور اگر اس سے بدل بنایا جائے

لَمْ يَجُزْ لِأَنَّ الْبَدَلَ فِي حُكْمِ تَكْرِيرِ الْعَامِلِ فَيَكُوْنُ التَّقْدِيْرُ أَنَا ابْنُ التَّارِكِ بِشْرٍ وَهُوَ

تو جائز نہیں کیونکہ بدل تکرار عامل کے حکم میں ہے تو تقدیر عبارت انا ابن التارک بشر ہو گی اور وہ

غَيْرُ جَائِزٍ كَمَا ذَكَرْنَا فِيْمَا سَبَقَ فِي الضَّارِبُ زَيْدٍ وَ اٰخِرُهُ عَلَيْهِ الطَّيْرُ تَرَقُّبُهُ وُقُوْعًا وَعَلَيْهِ

جائز نہیں جیسا کہ ہم نے ماسبق میں الضارب زید کی بحث میں ذکر کیا اور آخری مصرع ہے عَلَيْهِ الطَّيْرُ تَرَقُّبُهُ وُقُوْعًا اگر ہم

الطَّيْرُ ثَانِيْ مَفْعُوْلَيِ التَّارِكِ اِنْ جَعَلْنَاهُ بِمَعْنَى الْمُصَيِّرِ وَاِلَّا فَهُوَ حَالٌ وَقَوْلُهُ تَرَقُّبُهُ حَالٌ مِنَ

التارک کو مصیّر کے معنی میں کریں تو علیہ الطیر ،التارک کا دوسرا مفعول ہوگا ورنہ تو وہ حال ہوگا اور اس کا قول ترقبہ، طیر سے حال ہوگا

الطَّيْرِ اِنْ كَانَ فَاعِلًا لِعَلَيْهِ وَاِنْ كَانَ مُبْتَدَأً فَهُوَ حَالٌ مِنَ الضَّمِيْرِ الْمُسْتَكِنِّ فِيْ عَلَيْهِ وَوُقُوْعًا

اگر الطیر علیہ کا فاعل ہو اور اگر لفظ الطیر مبتدا ہو تو وہ اس ضمیر سے حال ہو گا جو علیہ میں مستتر ہے اور وقوعا (کالفظ)

جَمْعُ وَاقِعٍ حَالٌ مِنْ فَاعِلِ تَرَقُّبُهُ اَيْ وَاقِعَةً حَوْلَهُ مُتَرَقِّبَةً لِاِنْزِهَاقِ رُوْحِهِ لِاَنَّ الْاِنْسَانَ مَادَامَ بِهٖ

واقع کی جمع ہے ترقبہ کے فاعل سے حال ہے یعنی واقعۃ حول البکری مترقبۃ لخروج روحہ کیونکہ انسان میں جب تک زندگی کی

رَمَقٌ فَاِنَّ الطَّيْرَ لَا تَقْرَبُهُ وَاَمَّا الْفَرْقُ الْمَعْنَوِيُّ بَيْنَهُمَا فَقَدْ تَبَيَّنَ فِيْمَا سَبَقَ

کچھ نہ کچھ رمق باقی رہتی ہے پرندے اس کے قریب نہیں آتے اور رہا عطف بیان و بدل میں فرق معنوی تو وہ فیما سبق میں واضح ہو چکا ہے

خلاصہ متن: ۔اس عبارت میں صاحب کافیہ کی غرض عطف بیان اور بدل الکل کے درمیان فرق بیان کرنا ہے چونکہ بعض نحاۃ (علامہ رضی وغیرہ) نے اس کے مستقل وجود کا انکار کیا تھا اور انہوں نے کہا کہ عطف بیان بدل الکل ہی ہے اسی وجہ سے ان کے درمیان فرق کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ یہ فرق ہر اس جگہ ہوگا جہاں عطف بیان ہونے کی صورت میں اور حکم ہو اور بدل ہونے کی صورت میں دوسرا حکم ہو۔ اور یہ ایسی ترکیب میں ہوگا جس میں عطف بیان کا متبوع معرف باللام ہو جو صفت معرف باللام کا مضاف الیہ ہو جیسے الضارب الرجل زید میں ہے وہاں عطف بیان بنانا جائز ہے اور بدل بنانا جائز نہیں۔ جیسے انا ابن التارک البکری بشر اس میں بشر عطف بیان ہے اور البکر اس کا متبوع ہے جو معرف باللام ہے اور مضاف الیہ ہے التارک کا جو کہ معرف باللام ہے۔

اغراض جامی: ۔اي فرقٌ: میں بیان معنی ہے کہ فصل بمعنی فرق ہے شارح نے بتلا دیا کہ یہاں فصل کا لغوی معنی مراد ہے فصل منطقی مراد نہیں ہے اور نہ ہی وہ فصل مراد ہے جو کتاب و باب کے مقابلہ میں آتا ہے۔

اي من حيث: میں بیان ترکیب ہے کہ لفظا کا نصب تمیز کی بناء پر ہے۔

واقع: میں بیان ترکیب ہے۔ کہ فی مثل ظرف مستقر متعلق واقع کے ہو کر فصل کی خبر ہے عبارت کا مطلب یہ ہے کہ عطف بیان اور بدل کے درمیان فرق ازروئے احکام لفظی کے انا ابن التارک البکر بشر کی مثل میں واقع ہے اس قول میں اگر بشر کو عطف بیان بنایا جائے تو یہ جائز ہے اگر بدل بنائیں تو یہ جائز نہیں اس لئے کہ بدل تکرار عامل کے حکم میں ہوتا ہے۔ اور یہاں عامل التارک ہے مطلب یہ ہے بدل میں یہ ضروری ہے کہ اسے مبدل منہ کی جگہ رکھا جائے تو کوئی حرج واقع نہ ہو مگر یہاں بدل بنانے کی صورت میں التارک کو جو مبدل منہ یعنی بکری کا عامل ہے بدل یعنی بشر پر مکرر لایا جائے تو تقدیر عبارت یوں ہوگی التارک بشر یہ جائز نہیں ہے اس لئے کہ یہ الضارب زید کی مثل ہو جائے گا اور الضارب زید کا نا جائز ہونا ماقبل میں گزر چکا ہے۔

واخرہ: میں شارح اس بیت کو مکمل کر رہے ہیں۔ مکمل شعر یوں ہے۔

انا ابن التارک البکری بشر ☆علیہ الطیر ترقبہ وقوعا

وعلیہ الطیر: میں بیان ترکیب ہے۔ اسمیں آخر بیت کی ترکیب کا بیان ہے التارک المصیر کے معنی ہوگا یا نہیں، اگر التارک المصیر کے معنی میں ہو تو علیہ الطیر التارک کا مفعول ثانی بنے گا اور اگر المصیر کے معنی میں نہ ہو بلکہ ودع کے معنی میں ہو تو علیہ الطیر البکر سے حال ہوگا۔

ترقبہ: اگر الطیر علیہ کے متعلق یعنی ثبت اور وقع کا فاعل ہو تو ترقبہ الطیرؔ سے حال ہوگا اور اگر الطیر مبتدا ہو اور علیہ خبر مقدم ہو تو پھر ترقبہ حال ہوگا علیہ کے متعلق کی ضمیر سے۔

وقوعا: یہ جمع ہے واقع کی یہ حال ہے ترقبہ کے فاعل سے۔

ای واقعۃ: میں شعر کے آخری مصرعہ کا ترجمہ ہے۔"اس کے اردگرد پرندے جمع ہیں اور اس کی روح کے نکلنے کا انتظار کر رہے ہیں" اس ئے کہ جب انسان کے اندر تھوڑی بہت روح ہوتی ہے تو پرندے اس کے قریب نہیں جاتے۔

واما الفرق المعنوی: میں لفظا کی قید کے فائدے کو بیان کرتے ہیں۔ لفظا کی قید اس لئے لگائی کہ معنوی فرق تو ماقبل سے معلوم ہو چکا کہ بدل مقصود اصلی ہوتا ہے اور عطف بیان مقصود اصلی نہیں ہوتا بلکہ اس سے مقصود توضیح ہوتی ہے

مذکورہ شعر میں ماتن کی مراد کی وضاحت

وَالْمُرَادُ بِمِثْلِ اَنَا ابْنُ التَّارِکِ الْبِکْرِیْ بِشْرٍ کُلُّ مَا کَانَ عَطْفَ بَیَانٍ لِلْمُعَرَّفِ بِاللَّامِ الَّذِیْ اُضِیْفَ
اور انا ابن التارک البکری بشر کی مثل سے مصنفؒ کی مراد ہر وہ لفظ ہے جو ایسے معرف باللام کے لیے عطف بیان ہو جس کی طرف (التارک جیسی)

اِلَيْهِ الصِّفَةُ الْمُعَرَّفَةُ بِاللَّامِ نَحْوُ الضَّارِبُ الرَّجُلِ زَيْدٍ وَ يُمْكِنُ اَنْ يُّرَادَ بِهٖ مَا هُوَ اَعَمُّ مِنْ هٰذَا

صیغہ صفت معرف باللام مضاف ہو جیسے الضارب الرجل زید اور ممکن ہے کہ اس قول سے وہ صورت مراد ہو جو اس باب سے عام ہو یعنی وہ صورت

لُبَابِ اَیْ كُلُّ مَاخَالَفَ حُكْمُهٗ اِذَا كَانَ عَطْفَ بَيَانٍ حُكْمَهٗ اِذَا كَانَ بَدَلًا فَيَتَنَاوَلُ صُوْرَةَ النِّدَاءِ اَيْضًا فَاِنَّكَ

جس کا حکم جبکہ وہ (لفظ) عطف بیان ہو اس کے حکم کے خلاف ہو جبکہ وہ (لفظ) بدل ہو لہٰذا مصنف کا قول نداء کی صورت کو بھی شامل ہوگا پس تم کہو گے

تَقُوْلُ يَا غُلَامُ زَيْدٌ وَزَيْدًا بِالتَّنْوِيْنِ مَرْفُوْعًا حَمْلًا عَلَى اللَّفْظِ وَمَنْصُوْبًا حَمْلًا عَلَى الْمَحَلِّ اِذَا

یا غلامُ زیدٌ اور زیداً تنوین کے ساتھ لفظ (منادی) پر محمول کرنے کی وجہ سے مرفوع کر کے اور محل پر محمول کرنے کی وجہ سے منصوب کر کے جبکہ

جَعَلْتَهٗ عَطْفَ بَيَانٍ وَيَاغُلَامُ زَيْدُ بِالضَّمِّ اِذَاجَعَلْتَهٗ بَدَلًا وَالْمَعْنَى الْاَوَّلُ اَظْهَرُ وَالثَّانِیْ اَفْيَدُ

تم لفظ زید کو عطف بیان بناؤ اور یا غلام زید ضمہ کے ساتھ جبکہ تم زید کو غلام سے بدل بناؤ اور (مثل کا) معنی اول ظاہر تر اور معنی ثانی مفید تر ہے

اغراضِ جامی: ۔اس عبارت میں **شارح کی غرض** ماتن کی مراد کو متعین کرنا ہے۔ کہ مثل سے مراد ہر وہ ترکیب جس میں عطف بیان کا متبوع معرف باللام ہو جو صفت معرف باللام کا مضاف الیہ ہو جیسے الضارب الرجل زید اور انا ابن التارک البکر بشر اس میں بشر عطف بیان ہے اور البکر اس کا متبوع ہے جو معرف باللام ہے اور مضاف الیہ ہے التارک کا جو کہ معرف باللام ہے۔

__ویمکن:__ میں احتمال ثانی کا بیان ہے۔ مثل سے مراد ہر وہ اسم ہے کہ اس کو عطف بیان بنانے کی صورت میں جو حکم ہے یہ مغایر ہو اس کے اس حکم کے کہ جب اس کو بدل بنایا جائے جیسے مثال مذکور میں ہے کہ جب بشر کو بکر سے عطف بیان بنایا جائے تو اس کا حکم جواز ہے اور جب اس کو بدل بنایا جائے تو اس کا حکم عدم جواز ہے۔ یہ دوسرا معنی صورت ندا کو بھی شامل ہے جیسے یا غلام زید اس میں غلام منادی مفرد معرفہ مبنی بر ضم ہے اور محلا منصوب ہے اب اگر زید کو عطف بیان بنایا جائے تو اس کو لفظ پر محمول کرتے ہوئے مرفوع پڑھنا بھی جائز ہے اور اس کو محل پر محمول کرتے ہوئے منصوب پڑھنا بھی جائز ہے اور اگر زید کو غلام سے بدل بنائیں تو چونکہ بدل تکرار عامل کے حکم میں ہوتا ہے تو زید کا مبنی علی الضم ہونا متعین ہے۔

__وَالْمَعْنَى الْاَوَّلُ اَظْهَرُ:__ شارح فرماتے ہیں کہ معنی اول اظہر ہے اور ثانی زیادہ مفید ہے۔ معنی اول اظہر اس لئے ہے کیونکہ مصنف کے قول التارک بشر سے معنی اول ہی ظاہر ہوتا ہے کیونکہ مصنف مثال میں مضاف کو معرفہ باللام لائے ہیں پھر بشر کو عطف بیان قرار دیا جیسا کہ الضارب زید ہے کہ انا ابن التارک البکر بشر سے بظاہر یہی مراد ہے اور ثانی مفید تر اس لئے ہے کہ وہ نداء کی صورت کو بھی شامل ہے۔

ضمیمہ
السراج الوهاج
فی حل
اسئلۃ الوفاق
تالیف
استاذ العلماء شیخ المعقول والمنقول، امام النحو
حضرت مولانا سراج الحق صاحب زید مجدہم
استاذ الحدیث دار العلوم کبیر والا ضلع خانیوال
باہتمام
حضرت مولانا محمد مرسلین صاحب زید مجدہم
خطیب جامع مسجد القریش، القریش ٹاؤن شیر شاہ روڈ ملتان

السراج الوهاج فی حل اسئلة الوفاق

السوال ﴿١﴾: ...... فَمِنْهُ اَیْ مِنَ الْمَرْفُوْعِ اَوْ مِمَّا اشْتَمَلَ عَلٰی عَلَمِ الْفَاعِلِیَّةِ الْفَاعِلُ وَاِنَّمَا قَدَّمَهٗ لِاَنَّهٗ اَصْلُ الْمَرْفُوْعَاتِ عِنْدَ الْجُمْهُوْرِ لِاَنَّهٗ جُزْءُ الْجُمْلَةِ الْفِعْلِیَّةِ الَّتِیْ هِیَ اَصْلُ الْجُمَلِ وَلِاَنَّ عَامِلَهٗ اَقْوٰی مِنْ عَامِلِ الْمُبْتَدَاِ وَقِیْلَ اَصْلُ الْمَرْفُوْعَاتِ الْمُبْتَدَاُ لِاَنَّهٗ بَاقٍ عَلٰی مَا هُوَ الْاَصْلُ فِی الْمُسْنَدِ اِلَیْهِ وَهُوَ التَّقَدُّمُ بِخِلَافِ الْفَاعِلِ وَلِاَنَّهٗ یُحْکَمُ عَلَیْهِ بِکُلِّ حُکْمٍ جَامِدٍ اَوْ مُشْتَقٍّ فَکَانَ اَقْوٰی بِخِلَافِ الْفَاعِلِ فَاِنَّهٗ لَا یُحْکَمُ عَلَیْهِ اِلَّا بِالْمُشْتَقِّ.

(۱) عبارت پراعراب لگائیں (۲) عبارت کا خلاصہ بیان کریں (۳) علم نحو کی تعریف موضوع اور غرض کو بیان کریں۔ ۱۴۲۸ھ

جواب: امور مطلوبہ: (۱) اعراب: سوالیہ عبارت میں دیکھیں۔

(۲) عبارت کا خلاصہ: اس عبارت میں شارح کی غرض بیان مرجع ہے۔ فمنہ کی ضمیر کے مرجع کو متعین کرنا ہے ضمیر کے مرجع میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک ضمیر کا مرجع المرفوع ہے وہ دلیل یہ بیان کرتے ہیں کہ اس صورت میں دونوں ضمیروں کا مرجع متحد ہو جائے گا یعنی جس طرح پہلے ہو ضمیر کا مرجع المرفوع ہے تو یہاں بھی المرفوع ہونا چاہیے۔ (۲) فمنہ الفاعل سے مرفوع کی تعریف کے بعد تقسیم کا بیان ہے اور تقسیم میں مقسم کا ذکر ضروری ہوتا ہے۔ اور بعض کے نزدیک ضمیر کا مرجع ما اشمل علی علم الفاعلیۃ ہے وہ دلیل یہ بیان کرتے ہیں کہ (۱) یہ قریب ہے اور الحق للاقرب (۲) یہ مرجع صراحۃً مذکور ہے جبکہ المرفوع ضمناً مذکور ہے۔ الحاصل اگر اتحاد مرجع کو دیکھا جائے تو مرجع المرفوع زیادہ مناسب ہے اور اگر قرب مرجع کا لحاظ کیا جائے تو ما اشتمل علی علم الفاعلیۃ کو مرجع بنانا زیادہ مناسب ہے۔ (دیکھیے سوال باسولی ص ۱۷۸: اعلم ان فی مرجع ضمیر "منہ" خلاف ارجع البعض الی المرفوع بوجھین احدھما اتحاد المرجع للضمیرین والآخر کونہ معرفا. وارجع البعض الی ما اشتمل بوجھین احدھما قرب المرجع والآخر کونہ مرجعا صریحا)

<u>وانما قدم:</u> سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: یہ ہے کہ فاعل کو دیگر مرفوعات پر کیوں مقدم کیا؟

جواب: وانما قدم سے جواب دے رہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ اس بارے میں نحویوں کے دو مسلک ہیں کہ مرفوعات میں سے اصل کون ہے (۱) جمہور کے نزدیک مرفوعات میں فاعل اصل ہے اس لئے اس کو مقدم کیا۔ جمہور کی دو دلیلیں شارح نے ذکر کی ہیں

دلیل (۱): فاعل جملہ فعلیہ کا جز ہوتا ہے اور جملہ فعلیہ تمام جملوں کی اصل ہے اس لئے فاعل بھی تمام مرفوعات کی اصل ہے۔

سوال:۔ جملہ فعلیہ تمام جملوں سے اصل کیوں ہے؟

جواب: ۔کیونکہ جملہ سے غرض مخاطب کو فائدہ پہنچانا ہوتا ہے اور یہ غرض جملہ فعلیہ میں جملہ اسمیہ کی نسبت زیادہ پائی جاتی ہے کیونکہ جملہ فعلیہ میں فعل کے ساتھ فاعل (کام کرنے والا) بھی سمجھا جاتا ہے اس لئے کہ فعل کی وضع اسی لئے ہے کہ اس کا اسناد الی الفاعل ہو۔اسی طرح جملہ فعلیہ میں زمانہ بھی پایا جاتا ہے اور یہ خوبیاں جملہ اسمیہ میں نہیں۔(۲) جملہ فعلیہ کے اصل ہونے کی دوسری وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ جملہ سے مقصود ارتباط بالغیر ہوتا ہے اور جملہ فعلیہ میں ربط بالغیر زیادہ شدید ہوتا ہے بنسبت جملہ اسمیہ کے کیونکہ فعل اول امر سے ہی اپنے فاعل کے ساتھ ربط کا تقاضا کرتا ہے، بخلاف جملہ اسمیہ کے کہ وہ مستقل بالذات ہوتا ہے کسی چیز کے ساتھ ربط کا تقاضا نہیں کرتا (۳) جملہ فعلیہ کے اصل ہونے کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ جملہ سے مقصود اخبار وانشاء ہوتا ہے اور فعل دونوں کیلئے موضوع ومفید ہے، بخلاف جملہ اسمیہ کے وہ صرف اخبار کا فائدہ دیتا ہے انشاء کیلئے موضوع نہیں ہے، خارجی عوارض وادوات خارجیہ مثلاً استفہام، تمنی، ترجی وغیرہ کی وجہ سے انشاء کا معنی دیتا ہے (سوال باسولی ص ۱۷۸)

دلیل (۴): فاعل کا عامل مبتدأ کے عامل سے اقویٰ ہوتا ہے اس لیے کہ فاعل کا عامل لفظی موجود محسوس ومسموع ہوتا ہے اور مبتدأ کا عامل معنوی معدوم ومعقول ہے اور مؤثر کی قوت اثر کی قوت کا تقاضا کرتی ہے لہٰذا فاعل اصل اور اقوی ہوا (سوال باسولی ص ۱۷۸)

اس کے علاوہ بعض حضرات نے فاعل کے اصل ہونے کی چند اور دلیلیں بھی ذکر کی ہیں۔

(۳) فاعل کے اصل ہونے کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ اس میں معنی فاعلیت بالاصالت پایا جاتا ہے جبکہ دیگر مرفوعات میں بالتبع اور فاعل کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے پایا جاتا ہے (۴) ایک وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ فاعل کا حذف جائز نہیں ہے الا نادراً جبکہ دیگر مرفوعات کا جائز ہے (۵) نیز حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے کل فاعل مرفوع اس سے بھی فاعل کا اصل ہونا معلوم ہوتا ہے (سوال باسولی ص ۱۷۸)

وقیل: (قائلہ سیبویہ. سوال کابلی ص ۱۱۶) سے شارح کی غرض علامہ سیبویہ کے مذہب کو بیان فرمانا ہے۔علامہ سیبویہ فرماتے ہیں کہ مرفوعات کی اصل مبتدأ ہے اس لئے مرفوعات میں اس کو مقدم کرنا زیادہ مناسب ہے ان کی دو دلیلیں ہیں۔

دلیل (۱):۔ مسند الیہ میں اصل تقدیم ہے اور مبتدأ اپنی اصل پر باقی ہے جبکہ فاعل اپنی اصل پر باقی نہیں ہے لہٰذا مبتدأ اصل ہوا۔

دلیل (۲): مبتدا پر جامد اور مشتق دونوں کے ساتھ حکم لگایا جاسکتا ہے بخلاف فاعل کے کہ اس پر مشتق کے ساتھ حکم لگایا جاسکتا ہے جامد کیساتھ نہیں لہٰذا مبتدأ اصل اور اقوی ہوا۔

محاکمہ:۔ راجح مسلک جمہور کا ہے اور علامہ سیبویہ کی پہلی دلیل کا جواب یہ ہے کہ فاعل اصل کے اعتبار سے مقدم ہی ہے لیکن ایک مانع کی وجہ سے اس کو مقدم نہیں کیا گیا وہ مانع یہ ہے کہ فاعل کا مبتدا کے ساتھ التباس لازم نہ آئے جیسے ضرب زید تو ثابت ہوا کہ فاعل کی تاخیر ضروری ہے وتاخیر الضروری لایفید شیئا من الضعف۔(۲) دوسری دلیل کا جواب یہ ہے کہ مبتداء میں تعمیم ہے کہ اس

پر اسم جامد و مشتق ہر طرح کا حکم لگ سکتا ہے اور فاعل میں تخصیص ہے صرف اسم مشتق سے حکم لگ سکتا ہے اور تعمیم میں کمزوری ہوتی ہے اور تخصیص میں رفعت و بلندی لہٰذا فاعل ہی اصل المرفوعات ہے۔(۲) نیز یہ جواب بھی دیا گیا ہے کہ اصل یہی ہے کہ کسی چیز پر حکم مشتق کے ساتھ ہی لگایا جاتا ہے اور جامد کے ساتھ حکم لگانا خلاف اصل قلیل اور غیر معتد بہ ہے لہٰذا اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

(۳) علم نحو کی تعریف موضوع اور غرض:

علم نحو کی تعریف: هو علم يعرف بها احوال اواخر الكلم الثلاث من حيث الاعراب و البناء و كيفية تركيب بعضها مع بعض

نحو کی غرض وغایت: صيانة الذهن عن الخطاء اللفظي في كلام العرب

علم نحو کا موضوع: کلمہ اور کلام ہے کیونکہ نحو میں کلمہ اور کلام کے عوارض ذاتیہ واحوال ذاتیہ مثلاً منصرف، غیر منصرف، معرب، مبنی، مفرد، تثنیہ، جمع، مذکر، مؤنث، مرکب تام، ناقص، وغیرہ سے بحث کی جاتی ہے۔

السوال ﴿۴﴾: .....اَلْمَرْفُوْعَاتُ هُوَ اَيِ الْمَرْفُوْعُ الدَّالُّ عَلَيْهِ الْمَرْفُوْعَاتُ لِاَنَّ التَّعْرِيْفَ اِنَّمَا يَكُوْنُ لِلْمَاهِيَّةِ لَا لِلْاَفْرَادِ مَا اشْتَمَلَ اَيْ اِسْمٌ نِ اشْتَمَلَ عَلٰى عَلَمِ الْفَاعِلِيَّةِ اَيْ عَلَامَةِ كَوْنِ الْاِسْمِ فَاعِلًا وَهِيَ الضَّمَّةُ وَالْوَاوُ وَالْاَلِفُ وَالْمُرَادُ بِاشْتِمَالِ الْاِسْمِ عَلَيْهَا اَنْ يَّكُوْنَ مَوْصُوْفًا بِهَا لَفْظًا اَوْ تَقْدِيْرًا اَوْ مَحَلًّا

(۱) عبارت پر اعراب لگائیں (۲) وضاحت کریں (۳) مرفوعات کے بارے میں لکھیں کہ وہ کتنے اور کون کونسے ہیں۔۱۴۲۶ھ

جواب: امور مطلوبہ: (۱) اعراب: سوالیہ عبارت میں دیکھیں۔

(۲) وضاحت: اسم مرفوع کی تعریف کر رہے ہیں۔ کہ مرفوع وہ اسم ہے جو فاعلیہ کی علامت پر مشتمل ہو۔

هو اي المرفوع الدال عليه المرفوعات: سے **شارح جامی**ؒ **کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ ھو ضمیر کے مرجع میں دو احتمال ہیں (۱) اس کا مرجع المرفوعات ہے (۲) یا المرفوع ہے اور یہ دونوں باطل ہیں۔

پہلا اسلئے درست نہیں کہ اس میں تین اشکال ہیں (۱) راجع مرجع میں مطابقت نہ ہوگی کیونکہ ھو ضمیر واحد ہے اور مرفوعات جمع ہے (۲) ضمیر مذکر ہے اور مرفوعات مؤنث ہے۔(۳) المرفوعات جمع ہے اور جمع افراد پر دلالت کرتی ہے تو افراد کی تعریف لازم آئے گی حالانکہ تعریف ماہیت کی ہوتی ہے نہ کہ افراد کی، ضابطہ ہے التعريف للماهية بالماهية

۔اور دوسرا احتمال اس لیے درست نہیں کہ مرجع کا ماقبل میں مذکور ہونا ضروری ہے اور یہاں مرفوع کا ذکر ماقبل میں نہیں لہٰذا اضمار قبل الذکر لازم آئے گا جو کہ جائز نہیں ہے۔

جواب:۔ ھو ضمیر کا مرجع المرفوع ہے باقی رہا یہ سوال کہ اس صورت میں اضمار قبل الذکر لازم آئے گا تو اس کا جواب یہ ہے کہ مرجع کے مذکور ہونے کی دو صورتیں ہیں (۱) کبھی مرجع صراحۃً مذکور ہوتا ہے (۲) کبھی ضمناً معنی و دلالۃً مذکور ہوتا ہے۔ یہاں مرجع المرفوع اگرچہ

صراحۃ مذکور نہیں ہے لیکن المرفوعات کے ضمن میں مذکور ہے کیونکہ ہر جمع میں اس کا مفرد مذکور موجود ہوتا ہے اور مرجع مذکور ضمنی کی طرف ضمیر راجع کرنا درست ہے جیسے اعدلوا ہو اقرب للتقوی میں ہو ضمیر کا مرجع عدل ہے جو کہ اعدلوا کے ضمن میں مذکور ہے کیونکہ ہر مشتق میں مصدر موجود ہوتا ہے لہذا اضمار قبل الذکر والی خرابی لازم نہیں آئے گی کیونکہ اضمار قبل الذکر تب لازم آتا ہے جب مرجع نہ صراحۃ مذکور ہو اور نہ ہی ضمنا۔ شارح جامی الدال علیہ المرفوعات سے اسی مرجع ضمنی کی طرف اشارہ فرمارہے ہیں۔

لان التعریف: سے شارح جامیؒ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال**: مصنف نے ھو کی بجائے ھی کیوں نہیں کہا تا کہ ضمیر المرفوعات کی طرف راجع ہوتی اور ما قبل والا اعتراض بھی نہ ہوتا؟ یا ھو ضمیر کا مرجع المرفوعات کو کیوں نہیں بنا دیا مذکور کی تاویل کر کے تا کہ راجع مرجع میں تذکیر و تانیث افراد تثنیہ جمع کے اعتبار سے عدم مطابقت کا اشکال ختم ہو جاتا اور ھو ضمیر المرفوعات بتاویل مذکور کی طرف راجع ہو جاتی مصنف نے یہ دو صورتیں کیوں اختیار نہیں کیں۔

جواب: ۔جواب سے پہلے ایک تمہیدی بات یاد رکھیں کہ تعریف ہمیشہ ماہیت کی ہوتی ہے افراد کی نہیں ہوتی، ضابطہ مسلمہ ہے التعریف للماہیۃ بالماہیۃ مثلاً جب ہم کلمہ کی تعریف لفظ وضع الخ کے ساتھ کرتے ہیں تو ہم کلمہ کی ماہیت کی تعریف کرتے ہیں کلمہ کے افراد اسم، فعل، حرف کی تعریف نہیں کرتے۔ اب جواب کا حاصل یہ ہے کہ مصنف نے المرفوعات کو مرجع نہیں بنایا اور مذکورہ دونوں صورتیں اختیار نہیں کیں کیونکہ المرفوعات جمع ہے اور جمع میں افراد ملحوظ ہوتے ہیں اگر ضمیر کا مرجع المرفوعات کو بناتا تو تعریف افراد کی ہوتی حالانکہ ضابطہ مذکورہ کے تحت تعریف افراد کی نہیں ہوتی بلکہ ماہیت کی ہوتی ہے اسی وجہ سے مرجع المرفوع (مفرد) کو بنایا۔

ھو ما اشتمل: سے صاحب کافیہ کی غرض مرفوع کی تعریف کرنا ہے کہ مرفوع وہ اسم ہے جو فاعلیت کی علامت پر مشتمل ہو۔

ای اسم: سے شارح جامیؒ کی غرض تین سوالات مقدرہ کا جواب ہے۔

سوال اول: ۔مصنف کی عبارت میں کلمہ "ما" بظاہر عموم کیلئے ہے اور اس سے شی مراد ہے لہذا مرفوع کی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں ہے اس لئے کہ یہ اس زید کی دال پر صادق آتی ہے جو جاء زیدٌ میں واقع ہے کیونکہ زید کی دال فاعلیت کی علامت ضمہ پر مشتمل ہے حالانکہ صرف دال کو مرفوع نہیں کہا جاتا بلکہ زید مکمل مرفوع کہلاتا ہے۔ نیز مرفوع کی تعریف پورے جملہ جاءنی زید پر صادق آئے گی کیونکہ پورا جملہ ایک شے ہے جو مشتمل ہے علامت فاعل پر حالانکہ پورا جملہ مرفوع نہیں کہلاتا بلکہ مرفوع تو صرف زید ہے تو تعریف مانع نہ رہے گی۔

سوال ثانی: ۔مرفوع کی تعریف فعل مضارع پر صادق آرہی ہے کیونکہ وہ بھی ایک شے ہے جو علامت فاعلیت پر مشتمل ہے حالانکہ اس کو مرفوع نہیں کہا جاتا۔

سوال ثالث: ۔ھو مبتدا ہے اور ما اشتمل موصول صلہ ملکر خبر ہے اور موصول بھی معرفہ ہوتا ہے ضابطہ یہ ہے کہ جب مبتدا خبر دونوں معرفہ ہوں تو ضمیر فصل کا لانا ضروری ہے لہذا ماتن کی عبارت درست نہیں۔

جواب: ۔ای اسم نکال کر شارح جامی تینوں سوالوں کا جواب دے رہے ہیں کہ ما عموم کیلئے نہیں بلکہ ما سے مراد اسم ہے قرینہ یہ ہے

یہاں اسم مرفوع ہی کی بحث ہو رہی ہے۔لہٰذا مرفوع کی تعریف زید کی دال پر صادق نہیں آئے گی اس لیے کہ وہ اسم نہیں بلکہ حرف ہے۔
نیز جملہ پر بھی صادق نہیں آئے گی کیونکہ ما سے اسم مراد ہے اور اسم مفرد کی قسم ہے۔(سوال کابلی ص ۱۱۴)
سوال ثانی کا جواب بھی ہو گیا کیونکہ فعل مضارع فعل ہے جبکہ ما سے مراد اسم ہے اس لئے تعریف فعل مضارع پر صادق نہیں آئے گی۔سوال ثالث کا جواب یہ ہے کہ اسم کو نکرہ لا کر اس طرف اشارہ کیا ہے کہ ما سے مراد ما موصوفہ ہے ما موصولہ نہیں قرینہ یہ ہے کہ یہاں ما خبر واقع ہو رہا ہے اور خبر میں اصل تنکیر ہے لہٰذا ضمیر فصل لانا ضروری نہیں۔

اي علامة: سے شارح کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔**سوال**:۔علامہ ابن حاجب نے علم الفاعلیۃ فرمایا اور فاعلیت کے عَلَم سے مراد ضمہ، واؤ، الف ہیں حالانکہ علم کی تعریف ان پر صادق نہیں آتی کیونکہ علم کی تعریف ہے ما وضع لشیء بعینہ غیر متناول غیرہ بوضع واحد کہ علم وہ ہے جو شئے معین کیلئے وضع کیا گیا ہو اور وضع واحد کے ساتھ غیر کو شامل نہ ہو، اور ضمہ، الف، واؤ بایں معنی فاعل و مرفوع کا علم نہیں ہیں، لہٰذا مرفوع کی تعریف درست نہیں ہے۔

جواب:۔عَلَم کے کئی معانی ہیں (۱) جھنڈا (۲) پہاڑ (۳) علامت (۴) علم بمعنی ما وضع لشیٔ معین۔تو شارح نے علامۃ کہہ کر معنی کو متعین کر دیا کہ یہاں عَلَم بمعنی علامت ہے بمعنی ما وضع لشیٔ معین نہیں ہے، لہٰذا اشکال رفع ہو گیا۔

کون الاسم فاعلا: سے شارح کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔عبارت میں اصل اختصار ہوتا ہے اور ابن حاجب تو بہت ہی اختصار کے قائل ہیں تو ان کو چاہیے تھا کہ علم الفاعلیۃ کی بجائے علم الفاعل کہہ دیتے تاء اور یاء مصدریت کا اضافہ کیوں کیا؟

جواب:۔مصنف نے یاء اور تاء مصدریۃ کا اضافہ کر کے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ رفع کسی شے کے فاعل ہونے کی علامت ہے نہ کہ ذات فاعل کی۔اس لیے کہ ذات فاعل تو رفع کے بغیر بھی پائی جاتی ہے جیسے رایت زیدًا میں۔یا بعنوان دیگر سوال مقدر کی تقریر یوں بھی کی گئی ہے کہ الفاعلیۃ میں یاء نسبت کی ہے تو تقدیر عبارت اس طرح ہوگی علامۃ الشیء الذی ہو منسوب الی الفاعل مطلب یہ ہوگا کہ اسم مرفوع وہ ہے جو مشتمل ہو اس شے کی علامت پر جو شے منسوب ہو فاعل کی طرف حالانکہ یہ مطلب غلط ہے کیونکہ اسم مرفوع تو عین فاعل کی علامت پر مشتمل ہوتا ہے نہ کہ اس شے کی علامت پر جو منسوب الی الفاعل ہو۔کون الاسم سے شارح جامی اسی اشکال کا جواب دے رہے ہیں کہ الفاعلیۃ میں یاء نسبت کی نہیں ہے بلکہ یاء مصدریۃ کی ہے تو مطلب ہوگا اسم مرفوع وہ ہے جو فاعل ہونے کی علامت پر مشتمل ہو۔

سوال:۔اسم مرفوع کی تعریف وہو ما اشتمل علی علم الفاعلیۃ مرفوعات کی تمام انواع کو جامع نہیں یہ تعریف ان انواع کو تو شامل ہے جو علم الفاعلیۃ پر مشتمل ہوتی ہیں اور جو انواع علم الفاعلیۃ پر مشتمل نہیں ہوتیں جیسے مبتدا، خبر یہ تعریف ان کو شامل نہیں حالانکہ تعریف کیلئے جامع ہونا ضروری ہے۔

جواب: ۔فاعل میں تعمیم ہے فاعل خواہ حقیقی ہو یا حکمی، مبتدا اور خبر حکما فاعل ہوتے ہیں کیونکہ فاعل کی دو خاصیتیں ہیں (۱) جملہ کا جزء ثانی ہو (۲) مسند الیہ ہو۔ مبتدا میں مسند الیہ والی اور خبر میں پہلی خاصیت (جملہ کا جزء ثانی ہونا) پائی جاتی ہے اس لئے یہ حکما فاعل ہیں اور مرفوعات کی تعریف اپنی تمام انواع کو شامل ہے۔

<u>وھی الضمۃ</u>: سے **شارح کی غرض** علم الفاعلیۃ کے مصداق کو بیان فرمانا ہے کہ اس کا مصداق تین چیزیں ہیں (۱) ضمہ جیسے جاء زید (۲) واؤ جیسے جاء ابوک (۳) الف جیسے جاء رجلان ۔

<u>والمراد</u>: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔اشتمال کی کئی قسمیں ہیں (۱) اشتمال الکل علی الجزء (۲) اشتمال الظرف علی المظروف (۳) اشتمال الموصوف علی الصفت (۴) اشتمال ذی الحال علی الحال (۵) اشتمال الکلی علی الجزئی باعتبار الصدق. یہاں اشتمال کی کونسی قسم مراد ہے۔

جواب: ۔یہاں اشتمال الموصوف علی الصفت مراد ہے گویا کہ اسم مرفوع بمنزلہ موصوف ہے اور علامت الفاعلیۃ ضمہ وغیرہ بمنزلہ صفت کے ہیں اور اشتمال سے مراد اشتمال الموصوف علی الصفت اس لیے ہے کہ جس طرح صفت بعد الموصوف ہوتی ہے اسی طرح علامت الفاعلیۃ بھی بعد الاسم المرفوع ہوتی ہے بمنزلہ تابع کے۔ (سوال کابلی ص ۱۱۵)

<u>لفظاً او تقدیرا</u>: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔مرفوع کی تعریف جامع نہیں اس لئے کہ یہ فتیٰ پر صادق نہیں آتی ہے جو جاء نی فتی میں واقع ہے کیونکہ وہ فاعلیت کی علامت ضمہ، الف، واؤ میں سے کسی پر مشتمل نہیں ہے حالانکہ وہ مرفوع ہے۔

جواب: ۔اشتمال علی علم الفاعلیۃ میں تعمیم ہے خواہ لفظا ہو یا تقدیرًا اور مثال مذکور میں فتیٰ اگر چہ لفظا فاعلیت کی علامت پر مشتمل نہیں لیکن تقدیرا مشتمل ہے کیونکہ فتی پر رفع تقدیری ہے۔

<u>او محلا</u>: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔مرفوع کی تعریف جامع نہیں اس لیے کہ یہ اس ھٰؤلاء پر صادق نہیں آتی جو قام ھولاء میں واقع ہے اس لیے کہ وہ نہ لفظا فاعلیت کی علامت پر مشتمل ہے اور نہ ہی تقدیرا کیونکہ اعراب لفظی اور تقدیری معرب کے ساتھ خاص ہے اور ھٰؤلاء مبنی ہے اس پر نہ اعراب لفظی آسکتا ہے نہ تقدیری تو تعریف جامع نہ رہی۔

جواب: ۔اشتمال علی علم الفاعلیۃ میں ایک اور تعمیم ہے خواہ لفظا ہو یا تقدیرا ہو یا محلا ہو اور مثال مذکور میں ھٰؤلاء لفظا یا تقدیرا علامت فاعل پر مشتمل نہیں لیکن محلا مشتمل ہے اور رفع محلی کا معنی یہ ہے کہ اسم ایسے محل میں واقع ہو کہ اگر اس کی جگہ اسم معرب ہوتا تو اس پر رفع ہوتا اور یہاں بھی ایسا ہی ہے اگر ھٰؤلاء کی جگہ زید ہوتا تو وہ لفظا مرفوع ہوتا۔

(۳) مرفوعات کتنے اور کون کون سے ہیں:

مرفوعات آٹھ ہیں (۱) فاعل (۲) نائب فاعل (۳) مبتدا (۴) خبر (۵) افعال ناقصہ کا اسم (۶) حروف مشبہ بالفعل کی خبر (۷) لائے نفی جنس کی خبر (۸) ما ولا مشبہ بلیس کا اسم

السوال ﴿۳﴾:...... وَالْاَصْلُ فِی الْفَاعِلِ اَیْ مَا یَنْبَغِیْ اَنْ یَّکُوْنَ الْفَاعِلُ عَلَیْهِ اِنْ لَّمْ یَمْنَعْ مَانِعٌ اَنْ یَّلِیَ الْفِعْلَ اَلْمُسْنَدَ اِلَیْهِ اَیْ یَکُوْنُ بَعْدَهٗ مِنْ غَیْرِ اَنْ یَّتَقَدَّمَ عَلَیْهِ شَیْءٌ آخَرُ مِنْ مَعْمُوْلَاتِهٖ لِاَنَّهٗ کَالْجُزْءِ مِنَ الْفِعْلِ لِشِدَّةِ اِحْتِیَاجِ الْفِعْلِ اِلَیْهِ وَیَدُلُّ عَلٰی ذَالِکَ اِسْکَانُ الْلَّامِ فِیْ ضَرَبْتُ لِاَنَّهٗ لِدَفْعِ تَوَالِیْ اَرْبَعِ حَرَکَاتٍ فِیْمَا هُوَ بِمَنْزِلَةِ کَلِمَةٍ وَاحِدَةٍ فَلِذَالِکَ جَازَ ضَرَبَ غُلَامَهٗ زَیْدٌ وَامْتَنَعَ ضَرَبَ غُلَامُهٗ زَیْدًا لِتَاَخُّرِ مَرْجِعِ الضَّمِیْرِ وَهُوَ زَیْدٌ لَفْظًا وَرُتْبَةً فَیَلْزَمُ الْاِضْمَارُ قَبْلَ الذِّکْرِ لَفْظًا وَرُتْبَةً وَذٰلِکَ غَیْرُ جَائِزٍ خِلَافًا لِلْاَخْفَشِ وَابْنِ جِنِّیْ وَمُسْتَنَدُ هُمَا فِیْ ذٰلِکَ قَوْلُ الشَّاعِرِ شِعْرٌ

جَزٰی رَبُّهٗ عَنِّیْ عَدِیَّ بْنَ حَاتِمٍ   جَزَاءَ الْکِلَابِ الْعَاوِیَاتِ وَقَدْ فَعَلْ

(۱) اصل سے کیا مراد ہے (۲) عبارت پر اعراب لگا کر مطلب بیان کریں (۳) عبارت میں مذکور شعر سے اخفش اور ابن جنی کا استدلال اور جمہور کی طرف سے اس کا جواب بطرز شارح لکھیں (۴) شعر کی ترکیب اور ترجمہ لکھیں   ۱۴۳۰ھ

جواب: امور مطلوبہ:

(۱) اصل سے مراد: اصل کے کئی معانی آتے ہیں (۱) اصل بمعنی قاعدہ کلیہ (۲) اصل بمعنی دلیل (۳) اصل بمعنی اولیٰ اور مناسب۔ یہاں شارح نے معنی ثالث کو متعین کر دیا کہ یہاں اصل کا معنی "اولیٰ اور مناسب" ہے یعنی فاعل کیلئے اولیٰ یہ ہے کہ وہ فعل کے ساتھ ملا ہوا ہو۔

(۲) اعراب: سوالیہ عبارت میں دیکھیں۔

ترجمہ: اور اصل فاعل میں یعنی وہ چیز کہ جس پر فاعل کا ہونا مناسب ہے اگر کوئی مانع منع نہ کرے یہ ہے کہ فاعل متصل ہو فعل سے جس کی فاعل کی طرف اسناد کی جاتی ہے یعنی فاعل فعل کے بعد ہو اس کے بغیر کہ فعل کے معمولات میں سے کوئی اور چیز فاعل سے مقدم ہو کیونکہ فعل کے فاعل کی طرف سخت محتاج ہونے کی وجہ سے فاعل فعل کے جز کی مانند ہے فاعل کے فعل کے جز کی مانند ہونے پر ضربت میں لام کلمہ کا ساکن کرنا دلالت کرتا ہے کیونکہ اسکان لام چار حرکتوں کے تسلسل کو دور کرنے کے لئے ہے جو کہ ایک کلمہ کے بمنزلہ ہے پس اسی اصل کی وجہ سے جائز ہے ضَرَبَ غُلَامَهٗ زَیْدٌ اور ناجائز ہے ضَرَبَ غُلَامُهٗ زَیْدًا مرجع ضمیر کے جو کہ زید ہے لفظوں میں اور مرتبے میں موخر ہونے کی وجہ سے، لہذا لفظوں میں اور مرتبے میں اضمار قبل الذکر لازم آتا ہے اور وہ جائز نہیں ہے اخفش اور ابن جنی کا اختلاف ہے اور اس جواز میں ان دونوں کی دلیل شاعر کا قول ہے شعر

عدی ابن حاتم کا رب اسے میری طرف سے سزا دے   بھونکنے والے کتے کی سی سزا اور اس نے کر دیا

(۳) بیانِ اختلاف:۔ بعض شارحین نے اس عبارت کی شرح یوں بیان کی ہے کہ اس عبارت کا تعلق **ذلک غیر جائز** کے ساتھ ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ جمہور کے نزدیک اضمار قبل الذکر لفظاً ورتبتاً ناجائز ہے بخلاف اخفش اور ابن جنی کے کہ ان کے نزدیک اضمار قبل الذکر لفظاً ورتبتاً جائز ہے۔ لیکن علامہ جامی کی عبارت کا یہ مطلب بیان کرنا درست نہیں اس لیے کہ اضمار قبل الذکر لفظاً ورتبتاً بالاتفاق ناجائز ہے۔ بلکہ اس کی شرح صحیح یہ ہے کہ اس عبارت کا تعلق **و ذلک غیر جائز** کے ساتھ نہیں بلکہ اس کا تعلق **فیلزم** کیساتھ ہے۔ اب عبارت کا حاصل یہ ہوگا کہ جمہور کے نزدیک مثال مذکور میں اضمار قبل الذکر لفظاً ورتبتاً لازم آتا ہے اسی وجہ سے ان کے نزدیک مثال مذکور ممتنع ہے اور اخفش اور ابن جنی کے نزدیک مثال مذکور میں لفظاً ورتبتاً اضمار قبل الذکر لازم نہیں آتا۔ اس وجہ سے مثال مذکور ان کے نزدیک جائز ہے۔ ان کی **دلیل** یہ ہے کہ جس طرح فعل شدت سے فاعل کا محتاج ہوتا ہے اسی طرح فعل شدت سے مفعول کا بھی محتاج ہوتا ہے دونوں میں اصل یہ ہے کہ وہ فعل کے متصل ہوں تو ترکیب مذکور میں لفظاً ورتبتاً اضمار قبل الذکر لازم نہیں آتا بلکہ صرف لفظاً اضمار قبل الذکر لازم آیا جو کہ جائز ہے اسی وجہ سے مثال مذکور جائز ہے اور اخفش اور ابن جنی ایک شاعر کے شعر سے استدلال کرتے ہیں

جَزیٰ رَبُّہٗ عَنِّیَ عدی بن حاتمٍ ☆ جَزاءَ الکلاب العاویات وقد فعل

اس میں محل استشہاد ربُّہٗ ہے۔ **طریق استدلال** یہ ہے کہ ربہٗ جزیٰ کا فاعل ہے اور اس کے ساتھ ضمیر ہے جو عدی بن حاتم کی طرف راجع ہے جو کہ مفعول بہ ہے اور فاعل سے مؤخر ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ اگر فاعل کے ساتھ ضمیر ہو اور وہ ضمیر راجع ہو مفعول مؤخر کی طرف تو یہ جائز ہے۔

اجیب: سے شارح نے اخفش اور ابن جنی کی دلیل کے دو جواب دیئے ہیں پہلا جواب تسلیمی ہے اور دوسرا جواب عدم تسلیمی ہے۔

جواب (۱):۔ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ ربہ کی ضمیر عدی بن حاتم کی طرف راجع ہے باوجودیکہ وہ مؤخر ہے لیکن یہ ضرورۃِ شعری کی وجہ سے ہے ضابطہ ہے یجوز للشاعر مالا یجوز لغیرہ اور یہ جو کہا گیا ہے کہ فاعل کے ساتھ ضمیر کا اتصال مع تاخیر المفعول جائز نہیں یہ وسعت کلام (نثر) میں ہے۔

جواب (۲):۔ ہم یہ تسلیم ہی نہیں کرتے ربہ کی ضمیر کا مرجع عدی بن حاتم ہے بلکہ مرجع جزاء مصدر ہے جس پر جزیٰ فعل دلالت کر رہا ہے تقدیرِ عبارت یوں ہوگی جزیٰ رب الجزاء.

شعر کا ترجمہ۔ عدی ابن حاتم کا رب اسے میری طرف سے سزا دے ☆ بھونکنے والے کتے کی سی سزا اور اس نے کر دیا

شعر کی ترکیب:۔ جزیٰ صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی معلوم ربہ مرکب اضافی ہو کر جزیٰ کا فاعل عنی جار مجرور متعلق جزیٰ فعل کے عدی بن حاتم عدی موصوف بن مضاف حاتم مضاف الیہ مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر موصوف کی صفت موصوف اپنی صفت سے مل کر مفعول بہ ہوا جزیٰ فعل کا جزاء مضاف الکلاب العاویات مرکب توصیفی ہو کر مضاف الیہ مضاف اپنے مضاف الیہ

سے مل کر مفعول مطلق ہوا جزی فعل کا فعل اپنے فاعل مفعول بہ اور مفعول مطلق اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبر یہ ہوا و قد نقل یہ جملہ خبریہ ربّ سے حال واقع ہو رہا ہے۔

السوال ﴿۴﴾:......وقول امرئ القيس "كفاني ولم اطلب قليل من المال" ليس منه لفساد المعنى.

(۱) منہ کی ضمیر کا مرجع متعین کریں (۲) تنازع الفعلین کی تعریف کریں (۳) عبارت کی وضاحت کریں۔ ۱۴۲۷ھ

جواب: امور مطلوبہ: (۱) منہ کی ضمیر کا مرجع تنازع الفعلین ہے

(۲) تنازع الفعلین کی تعریف: دو یا دو سے زیادہ فعل کسی ایک معمول میں جھگڑا کریں جو اسم ظاہر ہو اور ان کے بعد ہو

(۳) عبارت کی وضاحت:

نحاۃِ کوفہ فعلِ اول کے عمل دینے کی اولویت پر امرؤ القیس کے اس شعر سے استدلال کرتے ہیں۔

ولو انما اسعى لادنى معيشة كفاني ولم اطلب قليل من المال

طریق استدلال: اس شعر میں فعلین یعنی کفانی اور ولم اطلب دونوں امرِ واحد یعنی قلیل من المال کی طرف متوجہ ہیں کفانی فاعل ہونے کی بناء پر اس کے رفع کا تقاضا کرتا ہے اور لم اطلب مفعول ہونے کی بناء پر اس کے نصب کا تقاضا کرتا ہے تو امرؤ القیس جو کہ افصح شعراء العرب ہے نے فعلِ اول کو عمل دیا ہے اس لیے کہ اس نے قلیل کو مرفوع پڑھا اس سے معلوم ہوا کہ فعلِ اول کو عمل دینا اولی ہے اگر فعلِ اول کو عمل دینا اولی نہ ہوتا تو امرء القیس جیسا فصیح و بلیغ شاعر قلیل کو مرفوع نہ پڑھتا۔ چونکہ مصنف کے نزدیک نحاۃِ بصرہ کا مذہب راجح تھا اس لیے مصنف نے نحاۃِ بصرہ کی جانب سے نحاۃِ کوفہ کو جواب دیا کہ امرأ القیس کا شعر مذکور سرے سے باب تنازع میں سے ہی نہیں ہے کیونکہ اگر اس کو باب تنازع سے مانیں تو فساد معنی اور تناقض اور خلاف مقصود لازم آئیگا۔ اس کو سمجھنے سے پہلے ایک ضابطہ ذہن نشین کرلیں کہ لفظ **لو** کا مدخول مثبت ہو تو یہ اس کو منفی کر دیتا ہے اور اگر منفی ہو تو اس کو مثبت کر دیتا ہے خواہ مدخول شرط ہو یا جزا، یا ان میں سے کسی ایک پر معطوف ہو جیسے کہا جاتا ہے لو اکرمتنی اکرمتک (اگر تو میرا اکرام کرتا تو میں تیرا اکرام کرتا) یعنی نہ تو نے میرا اکرام کیا نہ میں نے تیرا اکرام کیا۔ تو اس میں دونوں اکرام منفی ہیں اور جیسے کہا جائے لو لم تکرمنی لم اکرمک (اگر تو میرا اکرام نہ کرتا تو میں تیرا اکرام نہ کرتا) یعنی تو نے میرا اکرام کیا تو میں نے تیرا اکرام کیا۔ اس میں دونوں اکرام مثبت ہیں تو اس ضابطہ کی بناء پر شاعر کا قول ولو انما اسعى لادنى معيشة یہ جملہ اولی ادنی معیشت کی سعی نہ کرنے کو مستلزم ہے کیونکہ یہ مثبت ہے اور لو کے واقع ہونے کے بعد منفی ہو گیا اور شاعر کا قول کفانی قلیل من المال یہ قلیل مال کے کفایت نہ کرنے کو مستلزم ہے کیونکہ یہ مثبت ہے اور لو کی جزاء واقع ہونے کی وجہ سے منفی ہو گیا اور لم اطلب منفی ہے لیکن لو کی جزا کفانی پر معطوف ہونے کی وجہ سے مثبت ہو گیا یعنی تھوڑا مال طلب کرتا ہوں، پس اگر شاعر کا قول لم اطلب بھی قلیل من المال کی طرف متوجہ ہو جیسا کہ نحاۃِ کوفہ نے دعویٰ کیا ہے تو یہ قلیل مال کے طلب کرنے کو مستلزم ہوگا اس لیے کہ یہ منفی ہے لیکن لو کی جزاء پر معطوف ہونے کی وجہ سے مثبت ہو گیا۔ تو پورے شعر کا مطلب یہ

ہوگا کہ میں ادنیٰ معیشت (تھوڑے مال) کیلئے کوشش نہیں کرتا، اور مجھے تھوڑا مال کافی بھی نہیں ہے لیکن میں تھوڑے مال کو طلب کرتا ہوں، تو شعر کے اول و آخر میں تناقض و تخالف لازم آرہا ہے کہ پہلے کہا کہ مجھے ادنیٰ معیشت اور تھوڑا مال کافی نہیں اور آخر میں کہا کہ میں اس کو طلب کرتا ہوں تو معنی فاسد ہو جائے گا۔ تو ثابت ہوا کہ یہاں کوئی تنازع نہیں ہے بلکہ معلوم ہوا کہ لم اطلب اس اسم کی طرف متوجہ ہی نہیں جس کی طرف کفانی متوجہ ہے بلکہ فعل اول کفانی، قلیل من المال کی طرف متوجہ ہے اور فعل ثانی لم اطلب کا مفعول محذوف ہے اور وہ العز والمجد ہے اور اس مفعول محذوف پر قرینہ بیت ثانی ہے اور وہ یہ ہے۔

وَلٰكِنَّمَا اَسْعٰى لِمَجْدٍ مُؤَثَّلٍ	وَقَدْ يُدْرِكُ الْمَجْدَ الْمُؤَثَّلَ اَمْثَالِيْ
لیکن میں تو دائمی بزرگی کی کوشش کرتا ہوں	اور میرے جیسے لوگ دائمی بزرگی کو حاصل کر لیتے ہیں

اب معنی صحیح ہوگا کہ میں نے ادنیٰ معیشت کی سعی نہیں کی اور قلیل مال مجھے کفایت بھی نہیں کرتا لیکن میں دائمی بزرگی کی سعی کرتا ہوں۔

السوال ﴿۵﴾:......مَفْعُوْلُ مَا لَمْ يُسَمَّ فَاعِلُهٗ اَیْ مَفْعُوْلُ فِعْلٍ اَوْ شِبْهِ فِعْلٍ لَمْ يُذْكَرْ فَاعِلُهٗ وَاِنَّمَا لَمْ يَفْصِلْهُ عَنِ الْفَاعِلِ وَلَمْ يَقُلْ وَمِنْهُ كَمَا فَصَلَ الْمُبْتَدَاَ حَيْثُ قَالَ وَمِنْهَا الْمُبْتَدَاُ لِشِدَّةِ اِتِّصَالِهٖ بِالْفَاعِلِ حَتّٰى سَمَّاهُ بَعْضُ النُّحَاةِ فَاعِلاً كُلُّ مَفْعُوْلٍ حُذِفَ فَاعِلُهٗ اَیْ فَاعِلُ ذٰلِكَ الْمَفْعُوْلِ وَاِنَّمَا اُضِيْفَ اِلَى الْمَفْعُوْلِ لِمُلَابَسَةِ كَوْنِهٖ فَاعِلاً لِفِعْلٍ مُتَعَلِّقٍ بِهٖ وَاُقِيْمَ هُوَ اَیِ الْمَفْعُوْلُ مَقَامَهٗ

(۱) عبارت پر اعراب لگائیں (۲) عبارت کا خلاصہ بیان کریں (۳) درج ذیل عبارت کی وضاحت کریں و قول امری القیس "کفانی ولم اطلب قلیل من المال "لیس منه لفساد المعنی. ۱۴۲۹ھ

نوٹ: جزو (۳) کا جواب سوال نمبر ۴ میں گزر چکا ہے اور جزو (۲،۱) کا جواب اگلے سوال میں آرہا ہے۔

السوال ﴿۶﴾:......مَفْعُوْلُ مَا لَمْ يُسَمَّ فَاعِلُهٗ اَیْ مَفْعُوْلُ فِعْلٍ اَوْ شِبْهِ فِعْلٍ لَمْ يُذْكَرْ فَاعِلُهٗ وَاِنَّمَا لَمْ يَفْصِلْهُ عَنِ الْفَاعِلِ وَلَمْ يَقُلْ وَمِنْهُ كَمَا فَصَلَ الْمُبْتَدَاَ حَيْثُ قَالَ وَمِنْهَا الْمُبْتَدَاُ لِشِدَّةِ اِتِّصَالِهٖ بِالْفَاعِلِ حَتّٰى سَمَّاهُ بَعْضُ النُّحَاةِ فَاعِلاً كُلُّ مَفْعُوْلٍ حُذِفَ فَاعِلُهٗ اَیْ فَاعِلُ ذٰلِكَ الْمَفْعُوْلِ وَاِنَّمَا اُضِيْفَ اِلَى الْمَفْعُوْلِ لِمُلَابَسَةِ كَوْنِهٖ فَاعِلاً لِفِعْلٍ مُتَعَلِّقٍ بِهٖ وَاُقِيْمَ هُوَ اَیِ الْمَفْعُوْلُ مَقَامَهٗ

(۱) عبارت پر اعراب لگائیں (۲) وضاحت کریں (۳) کل مفعول سے آخر تک کے جملہ کی ترکیب کریں ۱۴۳۱ھ

جواب: امور مطلوبہ: (۱) (۱) اعراب: سوالیہ عبارت میں دیکھیں۔

(۲) عبارت کا خلاصہ و وضاحت: صاحب کافیہ مرفوعات کی دوسری قسم مفعول مالم یسم فاعلہ کو بیان کر رہے ہیں یعنی وہ مفعول جس کے فاعل کو حذف کر دیا گیا ہو اور اس کو فاعل کے قائم مقام کر دیا گیا ہو۔ اور مفعول کو فاعل کے قائم مقام کرنے کی شرط یہ ہے کہ فعل کا صیغہ فُعِلَ یا يُفْعَلُ کی طرف تبدیل کر دیا جائے۔

اغراض جامی :۔ای مفعول فعل او شبه فعل: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال :۔مفعول مالم یسم فاعلہٗ میں ما سے مراد فقط فعل ہے کیونکہ عمل میں وہی اصل ہے لہذا تعریف جامع نہ ہوگی شبہ فعل زید مضروب غلامه میں غلامه کو شامل نہیں ہوگی۔

جواب :۔شارح نے ای مفعول فعل او شبه فعل کہہ کر جواب دیا کہ ما عام ہے فعل اور شبہ فعل دونوں کے مفعول کو شامل ہے

لم یذکر: سے **شارح کی غرض** جواب سوالین مقدرین ہے۔

سوال اول:۔لم یسم فاعلہ دلالت کر رہا ہے عدم وجود فاعل پر کہ مفعول کا فاعل بالکل موجود ہی نہ ہو جبکہ مابعد والی عبارت کل مفعول حذف فاعلہ دال ہے وجود فاعل پر کہ فاعل موجود تو ہو لیکن عبارت سے محذوف ہو دونوں عبارتوں میں تضاد و منافات ہے۔

سوال دوم:۔باب سمّی، یسمّی متعدی الی مفعولین ہوتا ہے یہاں متعدی الی مفعول واحد ہے۔

جواب :۔لم یذکر سے شارح دونوں سوالوں کا جواب دے رہے ہیں۔سوال اول کا جواب اس طرح ہے کہ لم یسم لم یذکر کے معنی میں ہے جس کا مطلب ہے کہ فاعل موجود تو ہو لیکن عبارت میں ذکر نہ کیا گیا ہو اور بعینہٖ یہی مطلب ہے مابعد والی عبارت کل مفعول حذف فاعلہ کا لہذا دونوں میں کوئی تضاد نہیں ہے۔سوال دوم کا جواب اس طرح ہے کہ لم یسم لم یذکر کے معنی میں ہے اور لم یذکر متعدی الی مفعول واحد ہوتا ہے لہذا دوسرا اشکال بھی رفع ہوگیا (سوال کابلی ص ۱۳۱)

وانما لم یفصله : سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال :۔جس طرح مصنف نے مبتدا کو علیحدہ ذکر کر کے ومنها المبتدا کہا اسی طرح مفعول مالم یسم فاعلہٗ کو بھی علیحدہ مستقلاً ذکر کرنا چاہئے تھا اور یوں کہتے ومنہ مفعول مالم یسم فاعلہ کیونکہ یہ مرفوعات کی مستقل علیحدہ قسم ہے۔

جواب :۔مفعول مالم یسم فاعلہ کو فاعل کے ساتھ شدید اتصال وکمال مناسبت ہے چند احکام کے علاوہ باقی تمام احکام مشترکہ ہیں، حتی کہ بعض نحویوں نے اس کو فاعل ہی شمار کیا ہے اور فاعل کی تعریف میں علی جهة قیامه به کی قید ذکر نہ کر کے اس کو بھی فاعل کی تعریف میں داخل کر دیا، اسی شدت اتصال، کمال مناسبت کی وجہ سے مصنف نے فاعل سے جدا کر کے ذکر نہیں کیا بلکہ فاعل کیساتھ ذکر کیا ہے۔

ای فاعل ذلک المفعول: سے **شارح کی غرض** بیان مرجع ہے کہ فاعلہ کی ضمیر کا مرجع مفعول ہے۔

وانما اضیف: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال :۔فاعل کی اضافت مفعول کی طرف کرنا درست نہیں اس لیے کہ فاعل فعل کا ہوتا ہے نہ کہ مفعول کا۔

جواب :۔فاعل کی اضافت مفعول کی طرف ادنیٰ ملابست کی وجہ سے ہے اور وہ ادنی ملابست یہ ہے کہ فاعل بھی اسی فعل کا ہوتا ہے جو مفعول کے ساتھ متعلق ہوتا ہے اس اعتبار سے فاعل کی مفعول کیطرف اضافت درست ہے۔

واقیم هو ای المفعول: سے **شارح کی غرض** بیان مرجع ہے کہ ھو ضمیر کا مرجع مفعول ہے۔

اي مقام الفاعل: سے شارح کی غرض بیان مرجع ہے کہ ضمیر کا مرجع فاعل ہے۔

فی اسناد الفعل: سے شارح کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال**: مفعول کو فاعل کے قائم مقام کرنا درست نہیں اس لیے کہ فاعل سے فعل کا صدور ہوتا ہے اور مفعول پر فعل واقع ہوتا ہے اور ان دونوں میں تضاد ہے۔

جواب: مفعول کا فاعل کے قائم مقام ہونا صدور فعل یا وقوع فعل کے لحاظ سے نہیں بلکہ اسناد فعل اور اسناد شبہ فعل کے لحاظ سے ہے اور اس لحاظ سے دونوں میں تضاد نہیں ہے۔

شعر کی ترکیب: کل مضاف مفعول موصوف حذف فعل مجہول فاعل مضاف ومضاف الیہ مضاف مضاف الیہ مل کر نائب فاعل فعل نائب فاعل مل کر جملہ ہو کر معطوف علیہ واو عاطفہ اقیم فعل مجہول ہو نائب فاعل مقام مضاف ومضاف الیہ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول فعل فاعل مفعول مل کر جملہ ہو کر معطوف معطوف معطوف علیہ مل کر صفت موصوف صفت مل کر مضاف الیہ مضاف مضاف الیہ مل کر خبر مبتدا مفعول مالم یسم فاعلہ کی۔

السوال ﴿۷﴾ وَقَدْ يَكُوْنُ الْمُبْتَدأُ نَكِرَةً وَاِنْ كَانَ الْاَصْلُ فِيْهِ اَنْ يَّكُوْنَ مَعْرِفَةً لِاَنَّ لِلْمَعْرِفَةِ مَعْنًى مُعَيَّنًا وَالْمَقْصُوْدُ الْمُهِمُّ الْكَثِيْرُ الْوُقُوْعِ فِي الْكَلَامِ اِنَّمَا هُوَ الْحُكْمُ عَلَى الْاُمُوْرِ الْمُعَيَّنَةِ وَلٰكِنَّهٗ لَايَقَعُ نَكِرَةً عَلَى الْاِطْلَاقِ بَلْ اِذَا تَخَصَّصَتْ تِلْكَ النَّكِرَةُ بِوَجْهٍ مَّا مِنْ وُجُوْهِ التَّخْصِيْصِ اِذْ بِالتَّخْصِيْصِ يَقِلُّ اشْتِرَاكُهَا فَتَقْرُبُ مِنَ الْمَعْرِفَةِ

(۱) عبارت پر اعراب لگائیں (۲) عبارت کا خلاصہ بیان کریں (۳) نکرہ کے مبتدا واقع ہونے کیلئے تخصیص کی تمام وجوہ کو مع امثلہ مختصرا بیان فرمائیں۔

۱۴۲۸ھ

جواب: امور مطلوبہ: (۱) اعراب: سوالیہ عبارت میں دیکھیں۔

(۲) عبارت کا خلاصہ: مبتدأ کبھی نکرہ ہوتا ہے لیکن اس صورت میں شرط یہ ہے کہ اس میں وجوہ تخصیص میں سے کسی وجہ کے ساتھ تخصیص پیدا ہوگئی ہو۔ ورنہ نکرہ محضہ مبتدا نہیں ہو سکتا۔

لان للمعرفة: میں اصل حکم کی وجہ کا بیان ہے کہ مبتدأ میں اصل معرفہ ہونا کیوں ہے؟ جس کا حاصل یہ ہے کہ معرفہ کے معنی معلوم ومعین ہوتے ہیں اور اہم مطلوب اور مقصود جو کہ کلام میں کثیر الوقوع ہوتا ہے وہ ہے امور معینہ پر حکم لگانا کیونکہ مجہول پر حکم لگانا غیر مفید ہوتا ہے مثلاً رجل قائم کہنا لغو ہے کیونکہ ہر ایک کو معلوم ہے کہ دنیا میں کوئی نہ کوئی مرد کھڑا ہے اسی وجہ سے مبتدأ میں اصل معرفہ ہونا ہے۔

لکنہ: میں شارح نے ایک شبہ کا ازالہ کر دیا وہ یہ تھا کہ شاید اذا تخصصت کی قید اتفاقی ہو احترازی نہ ہو اور نکرہ محضہ بھی مبتدا بن سکتا ہو۔ تو شارح نے لکنہ سے اس شبہ کو دور کر دیا کہ اذا تخصصت کی قید اتفاقی نہیں بلکہ احترازی ہے کہ نکرہ علی الاطلاق مبتدأ نہیں بن سکتا بلکہ اس وقت مبتدأ بن سکتا ہے جب اس میں وجوہ تخصیص میں سے کسی وجہ کے ساتھ تخصیص پیدا ہوگئی ہو۔

فائدہ: بوجہ مّا میں دو احتمال ہیں (۱) مازائدہ ہے (۲) وجہ کی صفت ہے ای بوجہ ایّ وجہ یعنی کسی نہ کسی وجہ کے ساتھ جونسی وجہ بھی ہو۔

اذ بالتخصیص: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ تخصیص کی وجہ سے نکرہ معرفہ تو نہیں بن جاتا نکرہ ہی رہتا ہے تو اس کا مبتدأ بننا کیسے صحیح ہو جاتا ہے؟

جواب:۔ تخصیص کا معنی ہے قلۃ الاشتراک تو تخصیص کی وجہ سے نکرہ میں شریک افراد کم ہو جاتے ہیں اور نکرہ اس وقت اگر چہ معرفہ نہیں بن جاتا لیکن معرفہ کے قریب تر ہو جاتا ہے اور قریب الشیٔ کیلئے اس شیٔ کا حکم ہوتا ہے اسی وجہ سے اس کا مبتدأ بننا صحیح ہے۔

نکرہ کے مبتدا واقع ہونے کیلئے تخصیص کی تمام وجوہ بمع امثلہ مختصرا

وجوہ تخصیص چھ ہیں (۱) وہ نکرہ جس میں صفت کی وجہ سے تخصیص پیدا ہوگئی ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے ولعبد مؤمن خیر من مشرک ۔ (۲) وجوہ تخصیص میں سے دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ نکرہ جس میں علم متکلم کی وجہ سے تخصیص آ جائے جیسے ارجل فی الدار (۳) وہ نکرہ کہ جس میں صفتِ عموم کی وجہ سے تخصیص پیدا ہوگئی ہو جیسے ما احد خیر منک. (۴) وہ نکرہ جس میں تخصیص پیدا ہوگئی ہو جس طرح فاعل میں تخصیص ہوتی ہے یعنی اس میں اس شے سے تخصیص پیدا ہوئی جس سے فاعل تخصیص حاصل کرتا ہے جیسے شر اھر ذاناب اس میں بطریقِ تخصیصِ فاعل تخصیص پیدا ہوئی ہے۔ (۵) وہ نکرہ جس میں خبر ظرف کے مقدم کرنے کی وجہ سے تخصیص پیدا ہوگئی ہو جیسے فی الدار رجل۔ (۶) وہ نکرہ کہ جس میں نسبت الی المتکلم کی وجہ سے تخصیص پیدا ہوگئی ہو جیسے سلام علیک۔

السوال ﴿۸﴾: ......وَقَدْ یَتَعَدَّدُ الْخَبَرُ مِنْ غَیْرِ تَعَدُّدِ الْمُخْبَرِ عَنْهُ فَیَکُوْنُ اِثْنَیْنِ فَصَاعِدًا وَذٰلِکَ التَّعَدُّدُ اِمَّا بِحَسْبِ اللَّفْظِ وَالْمَعْنٰی جَمِیْعًا وَیُسْتَعْمَلُ ذٰلِکَ عَلٰی وَجْهَیْنِ بِالْعَطْفِ مِثْلُ زَیْدٌ عَالِمٌ وَعَاقِلٌ وَبِغَیْرِ الْعَطْفِ مِثْلُ زَیْدٌ عَالِمٌ عَاقِلٌ وَاِمَّا بِحَسْبِ اللَّفْظِ فَقَطْ نَحْوُ هٰذَا حُلْوٌ حَامِضٌ فَاِنَّهُمَا فِی الْحَقِیْقَةِ خَبَرٌ وَاحِدٌ اَیْ مُزٌّ وَفِیْ هٰذِهِ الصُّوْرَةِ تَرْکُ الْعَطْفِ اَوْلٰی وَنَظَرَ بَعْضُ النُّحَاةِ اِلٰی صُوْرَةِ التَّعَدُّدِ وَجَوَّزَ الْعَطْفَ

(۱) عبارت پر اعراب لگائیں (۲) عبارت کا خلاصہ بیان کریں (۳) درج ذیل عبارت کی وضاحت کریں: وقد یتضمن المبتدأ معنی الشرط فیصح دخول الفاء فی الخبر.

۱۴۲۹ھ

جواب: امور مطلوبہ: (۱) اعراب: سوالیہ عبارت میں دیکھیں۔

عبارت کا خلاصہ: کبھی مخبر عنہ (مبتدا) کے تعدد کے بغیر خبر متعدد ہوتی ہے دو یا دو سے زائد جیسے زید عالم عاقل۔ اور تعدد خبر اس لئے جائز ہے کیونکہ خبر مبتدأ کا حال بیان کرتی ہے اور ایک شے کے متعدد احوال ہو سکتے ہیں۔ اس کی کچھ وضاحت یہ ہے کہ خبر کا تعدد یا تو لفظ اور معنی دونوں کے لحاظ سے ہوگا یا فقط لفظ کے لحاظ سے ہوگا اگر دونوں کے لحاظ سے ہو تو اس کا استعمال دو طریقوں پر ہے (۱) عطف کے ساتھ جیسے زید عالم وعاقل (۲) عطف کے بغیر جیسے زید عالم عاقل اگر تعدد فقط لفظ کے لحاظ سے ہو تو اس کی مثال ہے ھذا حلو حامض یہ حقیقت میں ایک خبر ہے کیونکہ مقصود حلاوت وحموضت کی درمیانی کیفیت کو بیان کرنا ہے۔ اور چونکہ اس صورت میں حقیقت میں تعدد ہی نہیں اس لیے اس میں ترک عطف اولیٰ ہے اور بعض نحاۃ نے ظاہری تعدد کو دیکھتے ہوئے عطف کو جائز قرار دیا ہے۔

وقد یتضمن المبتدأ معنی الشرط فیصح دخول الفاء فی الخبر کی وضاحت: کبھی کبھی مبتدأ شرط کے معنی کو متضمن ہوتا ہے اس صورت میں اس کی خبر پر فاء کا داخل کرنا صحیح ہے۔ مبتدا کے شرط کے معنی کو متضمن ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اول یعنی مبتدا ثانی کے لیے سبب ہو جیسے شرط جزا کیلئے سبب بنتی ہے جیسے الذی یاتینی فلہ درھم (جو آدمی میرے پاس آئیگا اس کیلئے ایک درہم ہے) اس میں آنا درہم کے استحقاق کا سبب ہے۔

السوال ﴿۹﴾:......وَاِذَا تَضَمَّنَ الْخَبَرُ الْمُفْرَدُ اَیِ الَّذِیْ لَیْسَ بِجُمْلَةٍ صُوْرَةً سَوَاءٌ كَانَ بِحَسْبِ الْحَقِیْقَةِ جُمْلَةً اَوْ غَیْرَ جُمْلَةٍ مَا لَهٗ صَدْرُ الْكَلَامِ مِثْلَ اَیْنَ زَیْدٌ فَزَیْدٌ مُبْتَدَأٌ وَاَیْنَ اِسْمٌ مُتَضَمِّنٌ لِلْاِسْتِفْهَامِ خَبَرُهٗ وَهُوَ ظَرْفٌ فَاِنْ قُدِّرَ بِفِعْلٍ كَانَ الْخَبَرُ جُمْلَةً حَقِیْقَةً مُفْرَدًا صُوْرَةً وَاِنْ قُدِّرَ بِاسْمِ الْفَاعِلِ كَانَ الْخَبَرُ مُفْرَدًا صُوْرَةً وَحَقِیْقَةً وَعَلَی التَّقْدِیْرَیْنِ لَیْسَ بِجُمْلَةٍ صُوْرَةً وَاحْتَرَزَ عَنْ نَحْوِ زَیْدٌ اَیْنَ اَبُوْهُ اِذْ لَا تَبْطُلُ بِتَاخِیْرِهٖ صِدَارَةُ مَالَهٗ صَدْرُ الْكَلَامِ لِتَصَدُّرِهٖ فِیْ جُمْلَةٍ ... وَجَبَ تَقْدِیْمُهٗ (۱) اعراب لگائیں (۲) عبارتِ شارح کا مطلب لکھیں (۳) وجوب تقدیم خبر علی المبتدأ کی کتنی صورتیں ہیں تمام صورتوں کو مع امثلہ لکھیں ۱۴۳۰ھ

جواب: امور مطلوبہ: (۱) اعراب: سوالیہ عبارت میں دیکھیں۔

شارح کا مطلب: عبارت کا حاصل یہ ہے کہ جب خبر ایسے معنی کو متضمن ہو جس کے لیے صدارت کلام واجب ہو جیسے استفہام تمنی وغیرہ تو اس صورت میں مبتدا پر خبر کی تقدیم واجب ہوگی باقی استفہام کو شارح نے خاص طور پر اس وجہ سے ذکر کیا کیونکہ مصنف نے مثال اسی کی دی ہے۔ جیسے این زید میں زید مبتدأ ہے اور این اس کی خبر ہے اور یہ ایسے معنٰی کو متضمن ہے کہ جس کے لیے صدارت کلام واجب ہے اور وہ معنی استفہام ہے چونکہ خبر ایسے معنی پر مشتمل ہے جس کے لیے صدر کلام واجب ہے اسی وجہ سے یہاں خبر کو مبتدأ پر مقدم کرنا واجب ہے اور این ظرف ہے اگر اس کا متعلق فعل مقدر مانا جائے جیسا کہ بصریوں کا مذہب ہے تو خبر صورۃً تو مفرد ہوگی لیکن حقیقۃً جملہ ہوگی اور کوفیوں کے مذہب کے مطابق اس کا متعلق اسم فاعل مقدر مانا جائے تو خبر صورۃً بھی مفرد اور حقیقۃً بھی مفرد ہوگی بہر حال جو بھی صورت ہو خبر صورۃً جملہ نہیں لہٰذا مثال ممثل لہ کے مطابق ہوگئی۔ اور یہ قید احترازی ہے اس سے احتراز ہے اس خبر سے جو جملہ ہو اور ایسے معنی کو متضمن ہو جس کے لیے صدارت کلام واجب ہو جیسے زید این ابوہ اس میں زید مبتدأ اور این ابوہ جملہ اس کی خبر ہے اور ایسے معنی کو متضمن ہے جس کے لیے صدر کلام واجب ہے اور وہ معنی استفہام ہے۔ اور جب خبر جملہ ہو تو اس کی تقدیم مبتدأ پر واجب نہیں کیونکہ خبر کی تاخیر کی صورت میں مقتضی صدارت باطل نہیں ہوگی اس لئے کہ این جس جملہ میں واقع ہے اس کے شروع میں موجود ہے۔

(۳) وجوب تقدیم خبر علی المبتدأ کی صورتیں: چار صورتیں ایسی ہیں کہ جن میں خبر کی تقدیم مبتدأ پر واجب ہے (۱) جب خبر مفرد ایسے معنی پر مشتمل ہو جس کے لیے صدارت کلام واجب ہو جیسے این زید (۲) تقدیم خبر مصحح للمبتدأ ہو جیسے فی الدار رجل (۳) مبتدأ کی جانب میں ایسی ضمیر ہو جو خبر کے متعلق کی طرف راجع ہو جیسے علی التمرۃ مثلھا زبدا (۴) اَن مفتوحہ سے خبر واقع

ہو یعنی ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر مفرد کی تاویل میں ہو کر مبتدأ اور اس سے کوئی لفظ خبر واقع ہو جیسے عندی انک قائم

السوال ﴿۱۰﴾:......وَلَیْتَ وَلَعَلَّ مِنَ الْحُرُوْفِ الْمُشَبَّهَةِ بِالْفِعْلِ إِذَا دَخَلَ عَلَی الْمُبْتَدَإِ الَّذِیْ یَصِحُّ دُخُوْلُ الْفَاءِ عَلٰی خَبَرِهٖ مَانِعَانِ عَنْ دُخُوْلِهٖ عَلَیْهِ لان صِحَّةُ دُخُوْلِهٖ عَلَیْهِ اِنَّمَا کَانَتْ لِمُشَابَهَةِ الْمُبْتَدَإِ وَالْخَبَرِ لِلشَّرْطِ وَالْجَزَاءِ وَلَیْتَ وَلَعَلَّ تُزِیْلَانِ تِلْکَ الْمُشَابَهَةَ.

(۱) اعراب لگا کر ترجمہ اور تشریح کریں (۲) لیت اور لعل کے خبر کیلئے مانع عن دخول الفاء ہونے کی وجہ تحریر کریں (۳) فعل کے ساتھ لیت اور لعل کی مشابہت کی وضاحت کریں۔ ۱۴۲۴ھ

جواب :امور مطلوبہ :(۱) اعراب: سوالیہ عبارت میں دیکھیں۔

ترجمہ : اور لیت اور لعل حروف مشبہ بالفعل میں سے ہیں جب داخل ہوں اس مبتدا پر جس کی خبر پر فاء کا داخل ہونا صحیح ہے مانع ہیں اس کے داخل ہونے سے اس پر اس لئے کہ اس کے داخل ہونے کا صحیح ہونا اس پر سوا اس کے نہیں بوجہ مشابہت کے ہے مبتدا اور خبر کی شرط اور جزاء کے ساتھ اور لیت اور لعل اس مشابہت کو زائل کر دیتے ہیں

تشریح : وہ مبتدأ جو شرط کے معنی کو متضمن ہو جب اس پر لیت اور لعل داخل ہو جائیں تو یہ دونوں اس کی خبر پر دخولِ فاء سے مانع ہوتے ہیں بالاتفاق۔

لیت اور لعل کے خبر کیلئے مانع عن دخول الفاء ہونے کی وجہ: مبتداء متضمن معنی شرط کی خبر پر دخولِ فاء صحیح نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ دخول فاء مبتداء اور خبر کی شرط و جزاء کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے تھا اور لیت اور لعل اس مشابہت کو زائل کر دیتے ہیں اس لئے کہ لیت اور لعل کلام کو خبریت سے انشائیت کی طرف منتقل کر دیتے ہیں جبکہ شرط و جزاء من قبیل الاخبار ہیں نہ کہ من قبیل الانشاء۔ جب مبتداء خبر کی شرط و جزاء کے ساتھ مشابہت زائل ہو گئی تو خبر پر فاء کا دخول صحیح نہیں ہوگا۔

فعل کے ساتھ لیت اور لعل کی مشابہت کی وضاحت: إنَّ اور اس کے نظائر فعل متعدی کے مشابہ ہیں لفظاً اور معناً۔ لفظاً اس لئے کہ جس طرح فعل متعدی ثلاثی و رباعی ہوتا ہے اسی طرح ان میں سے بعض (إن ،أن ،لیت) ثلاثی ہیں اور بعض (کأنّ ،لٰکِنّ ،لعلّ) رباعی ہیں اور معناً اس طرح کہ ان میں فعل کا معنی پایا جاتا ہے جیسے ان اور ان بمعنی حققت اور کان بمعنی شبہت لکن بمعنی استدرکت لعل بمعنی ترجیت اور لیت بمعنی تمنیت کے ہے۔ جب یہ حروف لفظاً و معنی فعل متعدی کے مشابہ ہیں تو ان کو عمل بھی فعل متعدی والا دیا گیا اور فعل متعدی دو اسموں میں عمل کرتا ہے (۱) فاعل (۲) مفعول تو یہ حروف بھی دو اسموں میں عمل کریں گے پھر فعل متعدی کے دو عمل ہیں (۱) عمل اصلی (۲) عمل فرعی عمل اصلی یہ ہے کہ فاعل مرفوع پہلے اور منصوب بعد میں عمل فرعی یہ ہے کہ منصوب مقدم مرفوع فاعل مؤخر چونکہ حروف مشبہ بالفعل فعل متعدی کی فرع ہیں اس لئے ان کو فعل متعدی کا عمل فرعی دیا گیا لہٰذا ان کا پہلا اسم منصوب دوسرا مرفوع ہوگا۔

السوال ﴿۱۱﴾:..... وَقَدْ يُحْذَفُ الْمُبْتَدَأُ لِقِيَامِ قَرِيْنَةٍ لَفْظِيَّةٍ اَوْ عَقْلِيَّةٍ جَوَازًا وَقَدْ يَجِبُ حَذْفُهُ اِذَا قُطِعَ بِالنَّعْتِ بِالرَّفْعِ نَحْوُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اَهْلُ الْحَمْدِ اَیْ هُوَ اَهْلُ الْحَمْدِ كَقَوْلِ الْمُسْتَهِلِّ اَلْهِلَالُ وَاللّٰهِ اَیْ هٰذَا الْهِلَالُ وَاللّٰهِ

(۱) عبارت پراعراب لگائیں (۲) وضاحت کریں (۳) الحمد للہ اھل الحمد میں مبتدا کا حذف کرنا کیوں واجب ہے؟ اور یہ کہ الھلال واللہ از قسم حذف المبتدا ہے از قسم حذف الخبر نہیں ہے یہ کیوں؟ پوری تفصیل لکھیں۔ ۱۴۲۶ھ

جواب: امور مطلوبہ: (۱) اعراب: سوالیہ عبارت میں دیکھیں۔

(۲) وضاحت: کبھی مبتداء کو بوقت قیام قرینہ جوازی طور پر حذف کر دیا جاتا ہے جیسے چاند دیکھنے والے کا قول الھلال واللہ۔ اس میں الھلال خبر ہے مبتداء محذوف ھذا کی۔ اصل میں تھا ھذا الھلال واللہ.

الحمد للہ اھل الحمد میں مبتدا کا حذف کرنا کیوں واجب ہے؟ حذف اس لئے واجب ہے تا کہ معلوم ہو جائے کہ اصل میں وہ صفت تھی پھر زیادتی مدح یا زیادتی ذم کیلئے موصوف سے جدا کر دیا گیا اور منعوت کے اعراب کے خلاف مرفوع پڑھا گیا، اس لئے کہ جب نعت کو منعوت کے خلاف مرفوع پڑھا جائے گا تو سامع یکدم متوجہ ہوگا کہ منعوت کے اعراب کے خلاف نعت کو مرفوع پڑھنے میں کوئی نہ کوئی راز ضرور ہے لہذا وہ متکلم کی طرف پوری طرح متوجہ ہوگا اور مقصود جو کہ زیادتی مدح اور زیادتی ذم ہے حاصل ہو جائے گی اور اگر مبتداء کو ظاہر کیا جائے تو یہ فائدہ حاصل نہ ہوگا اس لئے کہ اس وقت یہ جملہ مستقلہ ہوگا تو معلوم نہ ہو سکے گا کہ اصل میں نعت تھی لہذا مقصود جو کہ زیادتی مدح اور زیادتی ذم ہے حاصل نہ ہوگا۔

الھلال واللہ از قسم حذف المبتدا ہے از قسم حذف الخبر نہیں ہے یہ اس لئے ہے کہ خبر کو حذف ماننا صحیح نہیں اس لئے کہ چاند دیکھنے والے کا مقصود اشارہ کے ساتھ ایک چیز کو متعین کر کے اس پر ہلالیت کا حکم لگانا ہے تا کہ دیکھنے والے اس کی طرف متوجہ ہوں اور اس کو دیکھ لیں جیسا کہ اس نے اس کو دیکھا ہے اور یہ مقصود تب حاصل ہوگا جب اس کو حذف مبتدا کے باب سے مانیں اگر اس کو حذف خبر کے باب سے مانیں تو یہ مقصود حاصل نہیں ہوگا تو مستہل کا مقصود فوت ہو جائے گا۔

السوال ﴿۱۲﴾:..... وقد یحذف الخبر لقیام قرینة وجوبا ای حذفا واجبا فیما التزم ای فی ترکیب التزم فی موضعه ای موضع الخبر غیره ای غیر الخبر وذلک فی اربعة ابواب علی ما ذکره المصنف.

(۱) عبارت کی تشریح کریں، شارح نے وجوبا کے بعد حذفا واجبا کا اضافہ کیوں کیا؟ وضاحت سے لکھیں (۲) خبر کہاں کہاں وجوباً حذف ہوتی ہے؟ مثالوں سمیت تفصیل سے تحریر کریں۔ ۱۴۲۲ھ

جواب: امور مطلوبہ:

(۱) عبارت کی تشریح: صاحب کافیہ بتا رہے ہیں کہ کبھی خبر کو وجوباً حذف کیا جاتا ہے۔ اور پھر اس وجوباً حذف کی ماتن نے چار مثالیں دی ہیں جن میں دراصل چار ابواب کی طرف اشارہ کیا ہے۔

اغراض جامی:- یحذف الخبر: سے اشارہ کر دیا کہ وجوبا کا عطف جوازا پر ہے۔
فی ترکیب: میں ما کے مصداق کو متعین کر دیا کہ اس کا مصداق ترکیب ہے۔
موضع الخبر: میں ضمیر کا مرجع متعین کر دیا۔
غیر الخبر: میں بھی ضمیر کا مرجع متعین کر دیا۔
وذلک فی اربعة ابواب: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال:-** مثال سے مقصود ممثل لہ کی وضاحت ہوتی ہے اور وضاحت کے لئے ایک مثال ہی کافی تھی۔ مصنف نے چار مثالیں کیوں ذکر کی ہیں؟
جواب:- حذف خبر کے چار ابواب ہیں اسلئے مصنف نے ہر باب کیلئے ایک ایک مثال بیان کی ہے۔ تو تعدد امثلہ ممثل لہ کے تعدد کی وجہ سے ہے
ای حذفا: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔
سوال:- وجوبا مفعول مطلق ہے یحذف کا حالانکہ اس میں مفعول مطلق کی شرط نہیں پائی جاتی، مفعول مطلق کی شرط یہ ہے کہ فعل سابق کا مصدر ہو یہاں وجوبا یحذف کا مصدر نہیں ہے۔
جواب:- وجوبا باعتبار موصوف محذوف کے مفعول مطلق ہے جو کہ حذفا ہے اور حذفا یحذف کا مصدر ہے۔
وجوبا: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔
سوال:- وجوبا کو حذفا کی صفت بنانا درست نہیں اس لیے کہ صفت کا موصوف پر حمل ہوتا ہے اور یہاں وجوبا کا حمل حذفا پر درست نہیں کیونکہ مصدر کا حمل کسی چیز پر نہیں ہو سکتا اس لیے کہ حذف واجب ہوتا ہے نہ کہ وجوبا۔
جواب:- وجوبا اسم فاعل یعنی واجبا کے معنی میں ہے لہٰذا اب کوئی اشکال نہیں۔
(۲) شارح کی وجوبا کی بعد حذفا واجبا کے اضافہ کی وجہ: اس میں **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال:-** وجوبا مفعول مطلق ہے یحذف کا حالانکہ اس میں مفعول مطلق کی شرط نہیں پائی جاتی، مفعول مطلق کی شرط یہ ہے کہ فعل سابق کا مصدر ہو یہاں جوازا یحذف کا مصدر نہیں ہے۔
جواب:- وجوبا باعتبار موصوف محذوف کے مفعول مطلق ہے جو کہ حذفا ہے اور حذفا یحذف کا مصدر ہے۔
سوال:- وجوبا کو حذفا کی صفت بنانا درست نہیں اس لیے کہ صفت کا موصوف پر حمل ہوتا ہے اور یہاں جوازا کا حمل حذفا پر درست نہیں کیونکہ مصدر کا حمل کسی چیز پر نہیں ہو سکتا اس لیے کہ حذف واجب ہوتا ہے نہ کہ وجوب۔
جواب:- وجوبا اسم فاعل یعنی جاواجبا کے معنی میں ہے لہٰذا اب کوئی اشکال نہیں۔
(۳) خبر کہاں کہاں وجوبا حذف ہوتی ہے؟ چار مقامات پر خبر وجوبا حذف ہوتی ہے

پہلا مقام: وہ مبتداء جو لولا کے بعد واقع ہو اس کی خبر کو حذف کرنا واجب ہے جیسے لولا زید لکان کذا. حذف کا قرینہ لولا ہے اس لئے کہ لولا امتناع ثانی کے لئے آتا ہے بسبب وجود اول کے۔ یعنی لولا یہ بتاتا ہے کہ چونکہ اول چیز پائی جارہی ہے اس لئے ثانی ممتنع ہے۔ لہذا لولا وجود پر دلالت کرے گا۔ چونکہ یہاں حذف خبر پر قرینہ بھی موجود ہے اور خبر کا قائم مقام بھی موجود ہے اس وجہ سے خبر کو وجوبی طور پر حذف کر دیا گیا۔

سوال:۔ آپ کا ضابطہ مذکورہ منقوض ہے امام شافعی رحمہ اللہ کے اس شعر کے ساتھ:

ولولا الشعر بالعلماء یزری لکنت الیوم اشعر من لبید

اس شعر میں لولا کے بعد الشعر مبتداواقع ہے اور اس کی خبر یزری مابعد میں مذکور ہے محذوف نہیں ہے۔ معلوم ہوا لولا کے بعد حذف خبر واجب نہیں ہے۔

جواب:۔ وہ مبتدا جو لولا کے بعد واقع ہو اس کی خبر کو حذف کرنا اس صورت میں واجب ہے جب خبر افعال عامہ میں سے ہو اور مثال مذکور میں خبر افعال عامہ میں سے نہیں بلکہ افعال خاصہ میں سے ہے لہذا اس کے ذریعے نقض وارد نہیں ہوگا۔

دوسرا مقام: ہر وہ مبتداء جو صورۃً مصدر ہو یا تاویلاً مصدر ہو اور منسوب الی الفاعل ہو یا منسوب الی المفعول ہو یا فاعل اور مفعول دونوں کی طرف منسوب ہو اور منسوب الیہ کے بعد حال واقع ہو۔ یا مبتداء اسم تفضیل ہو جو مضاف ہو ایسے مصدر کی طرف جو صورۃً یا تاویلاً مصدر ہو جو فاعل کی طرف یا مفعول کی طرف یا دونوں کی طرف منسوب ہو اور منسوب الیہ کے بعد حال واقع ہو تو ایسی صورت میں خبر کو حذف کرنا واجب ہے۔

وضاحت: اس ضابطہ کی دو جزئیں ہیں۔ (۱) وہ مبتداء جو مصدر ہو خواہ صورۃً مصدر ہو یا تاویلاً مصدر ہو اور منسوب ہو فاعل کی طرف یا مفعول کی طرف یا دونوں کی طرف اور منسوب الیہ کے بعد حال واقع ہو۔ (۲) وہ مبتداء جو اسم تفضیل ہو اور مضاف ہو اس مصدر کی طرف جو صورۃً یا تاویلاً مصدر ہو اور منسوب ہو فاعل کی طرف یا مفعول کی طرف یا دونوں کی طرف اور منسوب الیہ کے بعد حال واقع ہو۔

ان دونوں جزوں میں سے ہر جزء کی چھ صورتیں ہیں۔

جز اول کی چھ صورتیں یہ ہیں (۱) مبتدا صورۃً مصدر ہو اور منسوب ہو فاعل کی طرف اور منسوب الیہ کے بعد حال واقع ہو۔ جیسے ذھابی راجلا۔ اس مثال میں ذھابی صورۃً مصدر ہے اور اپنے فاعل ضمیر متکلم کی طرف منسوب ہے اور اس کے بعد حال واقع ہے۔ اس کی تقدیرِ عبارت ذھابی حاصل اذا کنت راجلا ہے۔ اولاً حاصل خبر کو حذف کر دیا اس لئے کہ ظرف اذا کنت اس کے متعلق ہے اور ظرف اپنے متعلق پر دلالت کرتا ہے جب خبر کو حذف کر دیا تو ذھابی اذا کنت راجلا ہو گیا، ثانیاً اذا کنت فعل شرط جو کہ حال میں عامل ہے حذف کر دیا گیا اور حال کو اس کے قائم مقام کر دیا گیا اس لئے کہ حال میں ظرفیت کے معنی پائے جاتے ہیں جیسے جاء نی زید راکبا معنی ہے جاء نی زید فی زمان رکوبہ جب حال کو ظرف کے قائم مقام کر دیا تو ذھابی راجلا

ہوگیا، پس مبتدا کی خبر حاصل وجوبی طور پر حذف ہے اس لئے کہ اس کے حذف پر قرینہ بھی موجود ہے اور اس کا قائم مقام بھی موجود ہے قرینہ اجلا ہے اس لئے کہ اجلا ظرف پر دلالت کرتا ہے اور ظرف خبر پر دلالت کرتا ہے۔ تو اجلا دلالت کرے گا خبر پر اس لئے کہ دال علی الشی پر دال، دال علی ذٰلک الشی، ہوتا ہے اور قائم مقام بھی اجلا ہے اس لئے کہ اجلا قائم مقام ہے ظرف کے اور ظرف قائم مقام ہے خبر کے لہٰذا اجلا بھی قائم مقام ہوگا خبر کے۔

(۲) مبتدا صورۃً مصدر ہو اور منسوب ہو مفعول کی طرف اور اس کے بعد حال واقع ہو۔ جیسے ضَرْبُ زَیْدٍ قَائِمًا۔ اس مثال میں ضَرْبُ صورۃً مصدر ہے اور مفعول کی طرف منسوب ہے اور قائما اس سے حال واقع ہے اصل میں ضرب زید حاصل اذا کان قائما ہے۔ شارح رحمہ اللہ نے یہاں زید کے بعد اذا کان مفعولا بہ کا اضافہ اس لئے کیا کیونکہ ضَرْبُ زَیْدٍ قَائِمًا میں زید میں دو احتمال ہیں (۱) یہ ضرب کا فاعل ہو (۲) ضرب کا مفعول ہو۔ تو شارح نے اذا کان الخ کہہ کر احتمال ثانی کو متعین کر دیا تا کہ تکرار لازم نہ آئے اس لئے کہ منسوب الی الفاعل کی مثال گزر چکی ہے۔

(۳) مبتداء صورۃً مصدر ہو اور منسوب ہو فاعل اور مفعول دونوں کی طرف اور ان دونوں کے بعد حال واقع ہو۔ جیسے ضَرْبِیْ زَیْدًا قَائِمًا۔ یہی متن کی مثال ہے اس میں مبتدا صورۃً مصدر ہے اور منسوب ہے فاعل اور مفعول دونوں کی طرف اور ان میں سے کسی ایک سے حال واقع ہے۔ اور اگر اسی مثال کو ضَرْبِیْ زَیْدًا قَائِمَیْنِ پڑھیں تو یہ اس مبتدا کی مثال ہوگی جو صورۃً مصدر ہو اور منسوب ہو فاعل اور مفعول دونوں کی طرف اور قائمین دونوں سے حال واقع ہے۔ باقی تقدیر عبارت اور بقیہ تفصیل ویسے ہی ہے جیسے پہلی مثال میں گزری۔

(۴) مبتدا تاویلاً مصدر ہو اور منسوب ہو فاعل کی طرف اور اس کے بعد حال واقع ہو۔ جیسے اَنْ ضَرَبْتُ قَائِمًا.

(۵) مبتداء تاویلاً مصدر ہو اور منسوب ہو مفعول کی طرف اور منسوب الیہ کے بعد حال واقع ہو۔ جیسے اَنْ ضُرِبَ زَیْدٌ قَائِمًا.

(۶) مبتدا تاویلاً مصدر ہو اور منسوب ہو فاعل اور مفعول دونوں کی طرف اور منسوب الیہ کے بعد حال واقع ہو۔ جیسے اَنْ ضَرَبْتُ زَیْدًا قَائِمًا.

اور دیگر امثلہ میں اگر فاعل اور مفعول دونوں سے حال ہونے کی مثال بنانی ہو تو قَائِمًا کی بجائے تثنیہ یعنی قَائِمَیْنِ پڑھا جائے گا جیسے اَنْ ضَرَبْتُ زَیْدًا قَائِمَیْنِ.

جز ثانی کی بھی اسی طرح چھ صورتیں ہیں (۷) مبتدا اسم تفضیل ہو اور مضاف ہو صورۃً مصدر کی طرف اور وہ مصدر منسوب ہو فاعل کی طرف اور اس کے بعد حال واقع ہو۔ جیسے اَکْثَرُ شُرْبِیْ قَائِمًا.

(۸) مبتدا اسم تفضیل مضاف ہو صورۃً مصدر کی طرف اور وہ مصدر منسوب ہو مفعول کی طرف اور منسوب الیہ کے بعد حال واقع ہو۔ جیسے اَکْثَرُ ضَرْبِ زَیْدٍ قَائِمًا.

(۹) مبتدا اسم تفضیل ہو اور صورۃً مصدر کی طرف مضاف ہو اور وہ مصدر منسوب ہو فاعل اور مفعول دونوں کی طرف اور منسوب الیہ کے

بعد حال واقع ہو۔ جیسے اَکْثَرُ شُرْبِیَ السَّوِیْقَ مَلْتُوْتًا.

(۱۰) مبتدا اسم تفضیل ہو اور مضاف ہو مصدر تاویلی کی طرف اور وہ مصدر تاویلی منسوب ہو فاعل کی طرف اور منسوب الیہ کے بعد حال واقع ہو جیسے اَخْطَبُ مَایَکُوْنُ الْاَمِیْرُ قَائِمًا.

(۱۱) مبتدا اسم تفضیل ہو اور مضاف ہو مصدر تاویلی کی طرف اور وہ منسوب ہو مفعول کی طرف اور منسوب الیہ کے بعد حال واقع ہو جیسے اَکْثَرُ اَنْ ضُرِبَ زَیْدٌ قَائِمًا.

(۱۲) مبتدا اسم تفضیل ہو اور مضاف ہو مصدر تاویلی کی طرف اور وہ منسوب ہو فاعل اور مفعول دونوں کی طرف اور منسوب الیہ کے بعد حال واقع ہو۔ جیسے اَکْثَرُ اَنْ ضَرَبْتُ زَیْدًا قَائِمًا. (سوال کابلی ص ۱۶۱)

تمام امثلہ کا خلاصہ

۱	مبتدا صورۃً مصدر ہو	منسوب الی الفاعل ہو	ذِھَابِیْ رَاجِلاً
۲	مبتدا صورۃً مصدر ہو	منسوب الی المفعول ہو	ضَرْبُ زَیْدٍ قَائِمًا
۳	مبتدا صورۃً مصدر ہو	منسوب الی الفاعل والمفعول ہو	ضَرْبِیْ زَیْدًا قَائِمًا
۴	مبتدا تاویلاً مصدر ہو	منسوب الی الفاعل ہو	اَنْ ضَرَبْتُ قَائِمًا.
۵	مبتدا تاویلاً مصدر ہو	منسوب الی المفعول ہو	اَنْ ضُرِبَ زَیْدٌ قَائِمًا
۶	مبتدا تاویلاً مصدر ہو	منسوب الی الفاعل والمفعول ہو	اَنْ ضَرَبْتُ زَیْدًا قَائِمًا
۷	مبتدا اسم تفضیل مضاف ہو صورۃً مصدر کی طرف	منسوب الی الفاعل ہو	اَکْثَرُ شُرْبِیْ قَائِمًا
۸	مبتدا اسم تفضیل مضاف ہو صورۃً مصدر کی طرف	منسوب الی المفعول ہو	اَکْثَرُ ضَرْبِ زَیْدٍ قَائِمًا
۹	مبتدا اسم تفضیل مضاف ہو صورۃً مصدر کی طرف	منسوب الی الفاعل والمعول ہو	اَکْثَرُ شُرْبِیَ السَّوِیْقَ مَلْتُوْتًا
۱۰	مبتدا اسم تفضیل ہو اور مضاف ہو مصدر تاویلی کیطرف	منسوب الی الفاعل ہو	اَخْطَبُ مَایَکُوْنُ الْاَمِیْرُ قَائِمًا
۱۱	مبتدا اسم تفضیل ہو اور مضاف ہو مصدر تاویلی کیطرف	منسوب الی المفعول ہو	اَکْثَرُ اَنْ ضُرِبَ زَیْدٌ قَائِمًا
۱۲	مبتدا اسم تفضیل ہو اور مضاف ہو مصدر تاویلی کیطرف	منسوب الی الفاعل والمفعول ہو	اَکْثَرُ اَنْ ضَرَبْتُ زَیْدًا قَائِمًا

تیسرا مقام: کُلُّ رَجُلٍ وَضَیْعَتُهٗ حذف خبر وجوبا کی تیسری مثال صاحب کافیہ نے پیش کی ہے جس سے ایک ضابطہ کی طرف اشارہ ہے۔ شارح اس ضابطہ کو صراحتاً بیان کرتے ہیں۔ ہر وہ مبتدا کہ جس کی خبر مقارنت کے معنی پر مشتمل ہو اور اس پر کوئی چیز واؤ بمعنی مع کے ذریعے معطوف ہو ایسے مبتدأ کی خبر کا حذف واجب ہے۔ جیسے کُلُّ رَجُلٍ وَضَیْعَتُهٗ اس کی اصل کُلُّ رَجُلٍ مَقْرُوْنٌ مَعَ

ضَيْعَتِهٖ ہے اس میں مبتدا کی خبر مقرونٌ ہے جو کہ مقارنت کے معنی پر مشتمل ہے اور واؤ بمعنی مع کے ذریعے ضَيْعَتُهٗ اس پر معطوف ہے لہذا اس کی خبر کا حذف واجب ہے۔ اس لئے کہ اس کے حذف پر قرینہ بھی موجود ہے اور قائم مقام بھی موجود ہے۔ قرینہ واؤ بمعنی مع ہے کیونکہ معیت مقارنت پر دلالت کرتی ہے اور قائم مقام معطوف ضیعتہ ہے۔

چوتھا مقام: ہر وہ مبتدا جو مقسم بہ ہو اور اس کی خبر لفظ قسم ہو اس میں خبر کا حذف واجب ہے جیسے لَعَمْرُکَ لَاَفْعَلَنَّ کَذَا اصل میں تھا لعمرک قسمی لافعلن کذا خبر قسمی وجوبی طور پر محذوف ہے اس کے حذف پر قرینہ بھی موجود ہے اور قائم مقام بھی، قرینہ لامِ قسم ہے کیونکہ لامِ قسم، قسم پر دلالت کرتا ہے اور جواب قسم قائم مقام ہے اس لئے خبر کا حذف کرنا واجب ہے۔

السوال ﴿۱۳﴾:......وَقَدْ يَتَضَمَّنُ الْمُبْتَدَأُ مَعْنَى الشَّرْطِ وَهُوَ سَبَبِيَّةُ الْاَوَّلِ لِلثَّانِيْ اَوْ لِلْحُكْمِ بِهٖ فَلَا يَرِدُ عَلَيْهِ نَحْوُ وَمَا بِكُمْ مِنْ نِعْمَةٍ فَمِنَ اللهِ فَيُشْبِهُ الْمُبْتَدَأُ الشَّرْطَ فِيْ سَبَبِيَّتِهٖ لِلْخَبَرِ كَسَبَبِيَّةِ الشَّرْطِ لِلْجَزَا فَيَصِحُّ دُخُوْلُ الْفَاءِ فِي الْخَبَرِ وَيَصِحُّ عَدَمُ دُخُوْلِهٖ فِيْهِ نَظَرًا اِلٰى مُجَرَّدِ تَضَمُّنِ الْمُبْتَدَاِ وَاَمَّا اِذَا قُصِدَ الدَّلَالَةُ عَلٰى ذٰلِكَ الْمَعْنٰى فِي اللَّفْظِ فَيَجِبُ دُخُوْلُ الْفَاءِ فِيْهِ وَاَمَّا اِذَا لَمْ تُقْصَدْ فَلَمْ يَجِبْ دُخُوْلُهٗ فِيْهِ بَلْ يَجِبُ عَدَمُهٗ

(۱) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (۲) عبارت کی تشریح کرتے ہوئے معنی شرط کی وضاحت مثال سے کریں (۳) کون کونسی چیزیں مبتدا متضمن معنی الشرط واقع ہوسکتی ہیں؟ مثالوں سے واضح کریں۔ ۱۴۲۵ھ

جواب: امور مطلوبہ: (۱) اعراب: سوالیہ عبارت میں دیکھیں۔

ترجمہ: اور کبھی متضمن ہوتا ہے مبتدا معنی شرط کو اور وہ سبب ہونا ہے اول کا ثانی کیلئے یا اس کے ساتھ حکم کیلئے پس نہیں وارد ہوگا اس پر مثل وَمَا بِكُمْ مِنْ نِعْمَةٍ فَمِنَ اللهِ پس مشابہ ہوگا مبتدا شرط کے اس کے سبب ہونے میں خبر کیلئے مثل سبب ہونے شرط کے جزاء کیلئے پس صحیح ہے فاء کا داخل ہونا خبر میں اور صحیح ہے نہ داخل ہونا نظر کرتے ہوئے طرف محض تضمن مبتدا کے اور بہرحال جب ارادہ کیا جائے دلالت کا اس معنی پر لفظ میں پس واجب ہے فاء کا داخل ہونا اس میں اور بہرحال جب نہ ارادہ کیا جائے تو نہیں واجب فاء کا داخل ہونا اس میں بلکہ اس کا نہ ہونا واجب ہے

(۲) عبارت کی تشریح کرتے ہوئے معنی شرط کی وضاحت: عبارت کا حاصل یہ ہے کہ کبھی کبھی مبتدا شرط کے معنی کو متضمن ہوتا ہے اس صورت میں اس کی خبر پر فاء کا داخل کرنا صحیح ہے۔ مبتدا کے شرط کے معنی کے متضمن ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اول یعنی مبتدا ثانی کے لیے سبب ہو جیسے شرط جزا کیلئے سبب بنتی ہے جیسے الذی یاتینی فله درهم (جو آدمی میرے پاس آئیگا اس کیلئے ایک درہم ہے) اس میں آنا درہم کے استحقاق کا سبب ہے۔

(۳) کونسی چیزیں مبتدا متضمن معنی الشرط واقع ہوسکتی ہیں؟: مبتدا دو صورتوں میں معنی شرط کو متضمن ہوگا (۱) مبتدا اسم موصول ہو جس کا صلہ جملہ فعلیہ یا ایسا جملہ ظرفیہ ہو جو جملہ فعلیہ کی تاویل میں ہو (۲) مبتدا نکرہ موصوفہ

ہو جس کی صفت جملہ فعلیہ یا ایسا جملہ ظرفیہ ہو جو جملہ فعلیہ کی تاویل میں ہو۔ان دونوں صورتوں میں مبتدأ معنی شرط کو متضمن ہوگا۔جیسے الذی یاتینی فله درهم اور الذی فی الدار فله درهم

السوال ﴿۱۴﴾:...... وَقَدْ يَكُوْنُ لِلتَّاكِيْدِ وَالنَّوْعِ وَالْعَدَدِ مِثْلُ جَلَسْتُ جُلُوْسًا وَجِلْسَةً وَجَلْسَةً فَالْاَوَّلُ اَیْ الَّذِیْ لِلتَّاكِيْدِ لَا يُثَنّٰى وَلَا يُجْمَعُ بِخِلَافِ اَخَوَيْهِ الَّذَيْنِ هُمَا لِلنَّوْعِ وَالْعَدَدِ

(۱) عبارت پر اعراب لگائیں (۲) وضاحت کریں (۳) مفعول مطلق کی تعریف کریں اور مثال دیں۔ ۱۴۲۷ھ

السوال ﴿۱۵﴾:...... وقد يكون المفعول المطلق للتاكيد والنوع والعدد مثل جلست جلوسا وجلسة وجلسة فالاول لايثنى ولايجمع بخلاف اخويه

(۱) عبارت کی وضاحت کریں (۲) مفعول مطلق کب معنی اول کیلئے ہوگا اور کب ثانی اور ثالث کیلئے تفصیل لکھیں (۳) مفعول مطلق معنی اول پر تثنیہ اور جمع نہیں بنتا اور ثانی اور ثالث پر بنتا ہے یہ کیوں فرق بیان کریں۔ ۱۴۳۱ھ

جواب: امور مطلوبہ: (۱) اعراب: سوالیہ عبارت میں دیکھیں۔

(۲) وضاحت: مفعول مطلق کی تین قسمیں ہیں (۱) تاکیدی (۲) نوعی (۳) عددی۔ فالاول سے صاحب کافیہ تفریع ذکر کر رہے ہیں مفعول مطلق کی قسم اول نہ تثنیہ لائی جاتی ہے نہ جمع۔ بخلاف قسم ثانی اور قسم ثالث کے وہ تثنیہ، جمع لائی جاتی ہیں۔ کیونکہ محض تاکید میں تثنیہ جمع کا کوئی تصور نہیں اور نوع اور عدد میں تثنیہ جمع لانے کی ضرورت ہوتی ہے۔

(۳) مفعول مطلق کی تعریف مع مثال: مفعول مطلق اس چیز کا نام ہے جس کو فعل مذکور کے فاعل نے کیا ہو اور وہ فعل مذکور مفعول مطلق کے معنی پر مشتمل ہو جیسے جَلَسْتُ جُلُوْسًا

مفعول مطلق کب معنی اول کیلئے ہوگا اور کب ثانی اور ثالث کیلئے؟

مفعول مطلق تاکیدی وہاں ہوتا ہے جہاں اس کے معنی و مفہوم سے فعل کے مفہوم و معنی سے کوئی زائد چیز نہ سمجھی جائے بلکہ دونوں سے ایک ہی معنی و مفہوم سمجھا جائے۔ مفعول مطلق نوعی وہاں ہوتا ہے جہاں فعل کی نوع پر دلالت کرے۔ مفعول مطلق عددی وہاں ہوتا ہے جہاں فعل کی تعداد پر دلالت کرے۔

مفعول مطلق معنی اول پر تثنیہ اور جمع نہیں بنتا اور ثانی اور ثالث پر بنتا ہے وجہ:

قسم اول جو تاکید کے لئے ہے اس کو تثنیہ و جمع اس لئے نہیں لایا جاتا کہ قسم اول اس ماہیت پر دلالت کرتی ہے جو دلالت علی التعدد سے خالی ہو یعنی نفس ماہیت و نفس مفہوم پر دلالت کرتی ہے اور تثنیہ و جمع تعدد کو مستلزم ہیں اگر قسم اول کو، تثنیہ و جمع لایا جائے تو اجتماع نقیضین لازم آئے گا۔

السوال ﴿۱۶﴾:...... وَقَدْ يَكُوْنُ الْمَفْعُوْلُ الْمُطْلَقُ بِغَيْرِ لَفْظِهٖ اَیْ مُغَايِرًا لِلَفْظِ فِعْلِهٖ اِمَّا بِحَسْبِ الْمَادَّةِ مِثْلُ

قَعَدْتُ جُلُوْسًا وَاِمَّا بِحَسْبِ الْبَابِ نَحْوُ اَنْبَتَهُ اللّٰهُ نَبَاتًا وَسِيْبَوَيْهِ يُقَدِّرُ لَهٗ عَامِلًا مِنْ بَابِهٖ اَیْ قَعَدْتُ وَجَلَسْتُ جُلُوْسًا وَاَنْبَتَهُ اللّٰهُ فَنَبَتَ نَبَاتًا وَقَدْ يُحْذَفُ الْفِعْلُ النَّاصِبُ لِلْمَفْعُوْلِ الْمُطْلَقِ لِقِيَامِ قَرِيْنَةٍ جَوَازًا كَقَوْلِكَ لِمَنْ قَدِمَ مِنْ سَفَرِهٖ خَيْرَ مَقْدَمٍ

(۱) عبارت پر اعراب لگائیں (۲) عبارت کا خلاصہ بیان فرمائیں (۳) مفعول مطلق کی تعریف کریں اور قسمیں بیان کریں۔۱۴۲۸ھ

جواب :امور مطلوبہ :(۱) اعراب: سوالیہ عبارت میں دیکھیں۔

(۲) عبارت کا خلاصہ: صاحب کافیہ فرماتے ہیں کہ کبھی کبھی مفعول مطلق باعتبار لفظ کے فعلِ مذکور کے مغایر بھی ہوتا ہے۔تاہم باعتبار معنی کے مغایر نہیں ہوتا۔

اما بحسب المادۃ : سے مغایرت کی تعمیم کا بیان ہے کہ مغایرت میں تعمیم ہے خواہ بحسب المادہ ہو یا بحسب الباب ہو بحسب المادہ کی مثال قعدت جلوسا اور بحسب الباب کی مثال انبته الله نباتا کہ فعل باب افعال مزید سے اور مفعول مطلق مجرد سے ہے۔

وسیبویہ : میں اختلاف کا بیان ہے کہ امام سیبویہ فرماتے ہیں مفعول مطلق اور اس کے فعل کے درمیان لفظاً ومعنیً اتحاد ضروری ہے جس طرح معنی کے اعتبار سے تغایر جائز نہیں ہے اسی طرح لفظ کے اعتبار سے بھی تغایر جائز نہیں ہے نہ بحسب المادہ نہ بحسب الباب اسی وجہ سے وہ مذکورہ دونوں مثالوں میں تاویل کرتے ہوئے مفعول مطلق کے لفظ سے عامل کو مقدر مانتے ہیں چنانچہ یوں فرماتے ہیں قعدت جلوسا کی تقدیر قعدت وجلست جلوسا ہے اور انبته الله نباتا کی تقدیر انبته الله فنبت نباتا ہے۔لیکن علامہ مبرد علامہ مازنی علامہ صیرفی تقدیر فعل کا انکار کرتے ہیں وہ کہتے ہیں تقدیر خلاف اصل ہے۔

صاحب کافیہ فرماتے ہیں کہ کبھی مفعول مطلق کے فعل ناصب کو بوقت قیام قرینہ جوازی طور پر حذف کر دیا جاتا ہے جیسے وہ شخص جو سفر سے لوٹے اس کو کہا جائے خیر مقدم۔اس کی تقدیر عبارت قدمت قدوما خیر مقدم ہے اولاً قدمت فعل کو حذف کر دیا پھر قدوما کو حذف کر دیا اور خیر مقدم کو اس کے قائم مقام کر دیا۔

(۳) مفعول مطلق کی تعریف اور اقسام: مفعول مطلق اس چیز کا نام ہے جس کو فعل مذکور کے فاعل نے کیا ہو اور وہ فعل مذکور مفعول مطلق کے معنی پر مشتمل ہو۔

مفعول مطلق کی تین قسمیں ہیں (۱) تاکیدی (۲) نوعی (۳) عددی۔(۱) تاکیدی: وہ ہے جو محض تاکید کیلئے آئے کوئی نیا معنی اس میں نہ پایا جائے۔(۲) نوعی: وہ ہے جو نوع کو بیان کرنے کیلئے آئے۔(۳) عددی: وہ ہے جو بیان عدد کیلئے ہو۔

السوال ﴿۱۷﴾: وَمِنْهَا اَیْ مِنَ الْمَوَاضِعِ الَّتِیْ يَجِبُ حَذْفُ الْفِعْلِ النَّاصِبِ لِلْمَفْعُوْلِ الْمُطْلَقِ فِيْهَا مَا وَقَعَ اَیْ مَوْضِعُ مَفْعُوْلٍ مُطْلَقٍ وَقَعَ تَفْصِيْلًا لِاَثَرِ مَضْمُوْنِ جُمْلَةٍ مُتَقَدِّمَةٍ وَالْمُرَادُ بِمَضْمُوْنِ الْجُمْلَةِ مَصْدَرُهَا الْمُضَافُ اِلَى الْفَاعِلِ اَوِ الْمَفْعُوْلِ وَبِاَثَرِهٖ غَرْضُهُ الْمَطْلُوْبُ مِنْهُ وَبِتَفْصِيْلِ الْاَثَرِ بَيَانُ اَنْوَاعِهِ الْمُحْتَمِلَةِ مِثْلُ قَوْلِهٖ

تَعَالٰی فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ اَیْ بَعْدَ شَدِّ الْوَثَاقِ وَاِمَّا فِدَاءً

(۱) مفعول مطلق کی تعریف اور انواع مع امثلہ بیان کریں (۲) عبارت مذکورہ کی تشریح کرتے ہوئے مثال مذکور میں مضمون جملہ، غرض مطلوب کی تفصیل واضح کریں

۱۴۳۰ھ

جواب :امور مطلوبہ :

(۱) مفعول مطلق کی تعریف : گذشتہ سوال کے جواب میں اس کا ذکر گزر چکا ہے وہاں ملاحظہ کریں

مفعول مطلق کی قسمیں : مفعول مطلق کی تین قسمیں ہیں (۱) تاکیدی (۲) نوعی (۳) عددی۔(۱) تاکیدی: وہ ہے جو محض تاکید کیلئے آئے کوئی نیا معنی اس میں نہ پایا جائے۔جیسے جَلَسَ جُلُوْسًا (۲) نوعی: وہ ہے جو نوع کو بیان کرنے کیلئے آئے۔جیسے جَلَسَ جِلْسَۃً (۳) عددی: وہ ہے جو بیان عدد کیلئے ہو۔جیسے جَلَسَ جَلْسَۃً

(۲) عبارت کی تشریح : صاحب کافیہ نے اس عبارت میں تیسرا مقام ذکر فرمایا جہاں مفعول مطلق کے عامل ناصب کو قیاسی طور پر حذف کرنا واجب ہے کہ وہ مفعول مطلق ہے جو جملہ سابقہ کے مضمون کے اثر کی تفصیل بیان کرنے کیلئے لایا گیا ہو اس کے فعل ناصب کو حذف کرنا واجب ہے۔جیسے اللہ تعالی کا قول شدو الوثاق جملہ ہے جس کا مضمون شَدُّ الوثاقِ ہے اس سے غرض مطلوب یا تو منّ (یعنی احسان کرنا ہے) یا فداء یعنی فدیہ لے کر چھوڑ دینا ہے۔اللہ تعالی نے اپنے قول فاما منا بعد و اما فداء سے اسی غرض کی تفصیل بیان کردی تو منا اور اور فداء یہ مفعول مطلق ہیں جو کہ گذشتہ جملہ کے مضمون کی غرض وغایت کی تفصیل کے بیان میں واقع ہیں لہذا ان کے عامل ناصب کو وجوبی قیاسی طور پر حذف کردیا گیا ہے اصل میں فاما تمنون منا و اما تفدون فداء تھا۔

مضمون جملہ : مضمون جملہ سے مراد وہ مصدر ہے جو جملہ سے سمجھا جاتا ہو اور وہ مضاف ہو فاعل یا مفعول کی طرف۔اور اثر مضمون جملہ سے مراد وہ غرض ہے جو مضمون جملہ سے مطلوب ہو اور تفصیلِ اثر سے مراد ان انوع کی تفصیل ہے جن کا احتمال جملہ سابقہ میں موجود ہو۔

مضمون جملہ نکالنے کا طریقہ :۔اگر جملہ فعلیہ ہو تو مضمون جملہ نکالنے کا طریقہ یہ ہے کہ فعل سے مصدر نکال کر فاعل یا مفعول کی طرف مضاف کردیا جائے اگر جملہ اسمیہ ہو تو خبر سے مصدر نکال کر مبتدا کی طرف مضاف کردیا جائے جیسے زیدٌ قائم کا مضمون جملہ قیام زید ہے۔اور ضَرَبَ زیدٌ (جملہ فعلیہ) کا مضمون جملہ ضَرْبُ زیدٍ ہے۔

السوال ﴿۱۸﴾: ......وَقَدْ يُحْذَفُ الْفِعْلُ الْعَامِلُ فِی الْمَفْعُوْلِ بِہٖ لِقِيَامِ قَرِيْنَةٍ مَقَالِيَةٍ اَوْ حَالِيَةٍ جَوَازًا نَحْوُ زَيْدًا لِمَنْ قَالَ مَنْ اَضْرِبُ اَیْ اِضْرِبْ زَيْدًا فَحُذِفَ الْفِعْلُ لِلْقَرِيْنَةِ الْمَقَالِيَةِ الَّتِیْ هِیَ السُّوَالُ وَنَحْوُ مَكَّةَ لِلْمُتَوَجِّهِ اِلَيْهَا اَیْ تُرِيْدُ مَكَّةَ فَحُذِفَ الْفِعْلُ لِلْقَرِيْنَةِ الْحَالِيَةِ

(۱) عبارت پر اعراب لگائیں (۲) عبارت کا خلاصہ بیان کریں (۳) درج ذیل عبارت کی وضاحت کریں: المفعول بہ ھو ما وقع علیہ فعل الفاعل.

۱۴۲۹ھ

جواب :امور مطلوبہ :(۱)اعراب: سوالیہ عبارت میں دیکھیں۔

(۲)عبارت کا خلاصہ : کبھی مفعول بہ کے فعل کو بوقت قیام قرینہ حذف کر دیا جاتا ہے پھر یہ حذف یا جوازی ہوگا جیسے کوئی شخص کہے من اضرب تو اس کے جواب میں کہا جائے زیدا۔ زیدا مفعول بہ ہے فعل محذوف کا جو کہ اضرب ہے اصل میں اضرب زیدا تھا اضرب فعل کو حذف کر دیا قرینہ مقالیہ (سائل کا سوال) کی وجہ سے اسی طرح جو شخص مکہ کی طرف متوجہ ہو اس کو کہا جائے مکۃ تو مکہ مفعول بہ ہے فعل محذوف کا جو کہ ترید ہے اصل میں تھا ترید مکۃ ترید فعل کو حذف کر دیا اس کے حذف پر قرینہ حالیہ (مکہ کی طرف جانے کی حالت) ہے۔

المفعول به هوما وقع عليه فعل الفاعل کی وضاحت:

اس میں مفعول بہ کی تعریف کی ہے کہ مفعول بہ اس چیز کا نام ہے جس پر فاعل کا فعل واقع ہو جیسے ضَرَبْتُ زَيْدًا ۔ماوقع عليه فعل الفاعل سے باقی مفاعیل مفعول فیہ، معہ، لہ خارج ہو گئے اس لئے کہ ان کے بارے میں یہ نہیں کہا جاتا کہ ان پر فعل واقع ہے بلکہ کہا جاتا ہے کہ اس میں فعل واقع ہے یا اس کے لئے واقع ہے یا اس کے ساتھ فعل واقع ہے اور اسی طرح مفعول مطلق بھی خارج ہو گیا اس لئے کہ وقع عليه فعل الفاعل سے یہ بھی سمجھا جا رہا ہے کہ مفعول بہ فعل کے مغایر ہوتا ہے کیونکہ کوئی فعل اپنے نفس اور اپنے آپ پر واقع نہیں ہوتا اور مفعول مطلق فعل کے مغایر نہیں ہوتا بلکہ اس کا عین ہوتا ہے

السوال ﴿۱۹﴾: ......وَلِعَدَمِ جَرَيَانِ هٰذِهِ الْقَاعِدَةِ فِي "الَّتِيْ" فِيْ قَوْلِهٖ "شِعْر" مِنْ اَجْلِكِ يَا الَّتِيْ تَيَّمْتِ قَلْبِيْ ☆وَاَنْتِ بَخِيْلَةٌ بِالْوَصْلِ عَنِّيْ .لِاَنَّ لَامَهَا لَيْسَتْ عِوَضًا عَنْ مَحْذُوْفٍ وَاِنْ كَانَتْ لَازِمَةً لِلْكَلِمَةِ حَكَمُوْا عَلَيْهِ بِالشُّذُوْذِ وَفِي الْغُلَامَانِ فِيْ قَوْلِهِمْ ع فَيَا الْغُلَامَانِ اللَّذَانِ فَرَّا، لِانْتِفَاءِ الْاَمْرَيْنِ كِلَيْهِمَا حَكَمُوْا بِاَنَّهٗ اَشَدُّ شُذُوْذًا

(۱) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ وتشریح کریں (۲) هذه القاعدة کی وضاحت کریں (۳) خط کشیدہ شعر کی نحوی ترکیب کریں۔

۱۴۲۵ھ

جواب :امور مطلوبہ :(۱)اعراب: سوالیہ عبارت میں دیکھیں۔

ترجمہ : اور اس قاعدے کے جاری نہ ہونے کی وجہ سے اس "التی" میں جو شاعر کے اس قول میں ہے۔شعر تیری (محبت کی) وجہ سے اے وہ محبوبہ کہ تو نے میرے دل کو پامال کر دیا☆ حالانکہ تو مجھ سے ملنے میں بخیل ہے۔ کیونکہ اس کا لام محذوف کے عوض میں نہیں ہے اگرچہ کلمہ کو لازم ہے نحویوں نے اس پر شاذ ہونے کا حکم لگایا ہے اور الغلامان میں جو ان کے قول فیا الغلامان الذان فرا میں واقع ہے دونوں امروں کے انتفاء کی وجہ سے انہوں نے اشد شذوذ کا حکم لگایا ہے

تشریح: یہ عبارت دراصل ایک سوال مقدر کا جواب ہے **سوال :** ۔یہ قاعدہ منقوض ہے شاعر کے اس شعر کے ساتھ

مِنْ اَجْلِكِ يَا الَّتِيْ تَيَّمْتِ قَلْبِيْ		وَاَنْتِ بَخِيْلَةٌ بِالْوَصْلِ عَنِّيْ

اس میں التی پر حرف ندا بلا فاصلہ داخل ہے اور لام اگرچہ کلمے کو لازم ہے لیکن محذوف کے عوض میں نہیں اس کے باوجود اس پر حرف ندا بلا

فاصلہ داخل ہے۔

جواب:۔یہ ہے کہ یہ شاذ ہے۔

وفی الغلامان:سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال :۔یہ قاعدہ منقوض ہے شاعر کے اس شعر کے ساتھ "فیاالغلامان اللذان فرا" اس لئے کہ اس میں الغلامان کا الف لام نہ کلمہ کو لازم ہے نہ محذوف کے عوض میں ہے اس کے باوجود اس پر حرف نداء بلا فاصلہ داخل ہے۔

جواب:۔جب غلامان کا الف لام نہ عوضی ہے نہ لازمی ہے تو اسی وجہ سے نحوی اس پر اشنذ شذوذا کا حکم لگاتے ہیں کہ اس میں دو شاذ جمع ہیں جبکہ اَلّتی میں ایک شاذ تھا پورا شعر اس طرح ہے فیاالغلامان اللذان فرا، ایاکما اَن تکسبان شرا۔ترجمہ:اے وہ دولڑکے جو بھاگ گئے ہو، اپنے آپ کو برائی کے ارتکاب سے بچاؤ۔

ہذہ القاعدۃ کی وضاحت: جب معرف باللام کی ندا کرنا مقصود ہو تو حرف نداء اور منادی معرف باللام کے درمیان ایّ اور ہاء تنبیہ لاکر یاایہاالرجل کہا جائے گا تا کہ بلا فاصلہ تعریف کے دو آلوں کا اجتماع لازم نہ آئے یا حرف ندا اور معرف باللام کے درمیان ہذا کو لاکر یاہذاالرجل کہا جائے گا۔یا ایّ اور ہذا دونوں کو لاکر یاایہذاالرجل کہا جائے گا۔

خط کشیدہ شعر کی نحوی ترکیب کریں:

من حرف جار، اجل مضاف، کاف ضمیر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے ملکر مجرور ہوا من جار کا، جار مجرور ملکر ظرف لغو متعلق حلکت فعل محذوف کے، حلکت فعل با فاعل اپنے متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر جواب نداء، یا حرف نداء التی اسم موصول، تیمت فعل، ت ضمیر ذوالحال، قلب مضاف، ی ضمیر مجرور محلا مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے ملکر تقدیرا منصوب مفعول بہ، واؤ حالیہ، انت مرفوع محلا مبتدا، بخیلۃ صیغہ صفت کا انت ضمیر اس کا فاعل، ب حرف جار، وصل مصدر مجرور، عنی جار مجرور متعلق وصل مصدر کے، مصدر متعلق سے ملکر مجرور ہوا با جار کا، جار مجرور ملکر ظرف لغو متعلق بخیلۃ کے، صیغہ صفت کا اپنے فاعل و متعلق سے ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر ہوا مبتدا کا، مبتدا خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر محلا منصوب حال ہوا تا ضمیر فاعل کا، ذوالحال حال سے ملکر فاعل ہوا فعل تیمت کا، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر صلہ ہوا موصول کا، موصول صلہ ملکر منادی ہوا، حرف نداء اپنے منادی سے ملکر نداء ہوا، نداء اپنے جواب نداء سے ملکر جملہ انشائیہ ندائیہ ہوا۔

السوال ﴿۳۰﴾:......وَقَدِ اسْتَعْمَلُوْا يَعْنِيْ الْعَرَبَ صِيْغَةَ النِّدَاءِ يَعْنِيْ يَا خَاصَّةً فِي الْمَنْدُوْبِ لِاَنَّهُ لَا يَدْخُلُ عَلَيْهِ سِوَاهَا لِكَوْنِهَا اَشْهَرَ صِيَغِهَا فَكَانَتْ اَوْلٰى بِاَنْ يُتَوَسَّعَ فِيْهَا بِاسْتِعْمَالِهَا فِيْ غَيْرِ الْمُنَادٰى وَالْمَنْدُوْبُ فِي اللُّغَةِ مَيِّتٌ يَبْكِيْ عَلَيْهِ اَحَدٌ وَيَعُدُّ مَحَاسِنَهُ لِيَعْلَمَ النَّاسُ اَنَّ مَوْتَهُ اَمْرٌ عَظِيْمٌ لِيَعْذِرُوْهُ فِي الْبُكَاءِ وَيُشَارِكُوْهُ فِي التَّفَجُّعِ وَفِي الْاِصْطِلَاحِ هُوَ الْمُتَفَجَّعُ عَلَيْهِ وُجُوْدًا اَوْ عَدَمًا بِيَا اَوْ وَا

(۱) عبارت پر اعراب لگائیں (۲) عبارت کا خلاصہ بیان کریں (۳) متفجع علیه وجودا او عدما کی مکمل وضاحت کریں۔

۱۴۲۸ھ

جواب: امور مطلوبہ: (۱) اعراب: سوالیہ عبارت میں دیکھیں۔

عبارت کا خلاصہ: صاحب کافیہ فرماتے ہیں کہ اہل عرب کبھی صیغہ ندا کو مندوب میں بھی استعمال کرتے ہیں اور صیغہ ندا سے صرف یا مراد ہے اور مندوب وہ ہے جس پر وا یا یاء کے ذریعہ سے اظہار تفجع وافسوس کیا جائے جیسے یا زیداہ۔

لانـــه: سے یاء کی خصوصیت کی وجہ کا بیان ہے۔ یاء کے علاوہ باقی جو حروف ندا ہیں وہ مندوب پر داخل نہیں ہوتے اس لئے کہ نداء کے صیغوں میں سے یا سب سے زیادہ مشہور ہے لہٰذا وہ اس بات کی زیادہ حقدار ہے کہ اس کو غیر منادی میں استعمال کر کے وسعت دی جائے۔

لغة: میں مندوب کے لغوی معنی کا بیان ہے۔ لغت میں مندوب اس میت کو کہتے ہیں جس کے محاسن کو ذکر کر کے اس پر رویا جائے تا کہ لوگ اس کی موت کو امر عظیم سمجھیں اور رونے والے کو رونے میں معذور سمجھیں اور اظہار ہمدردی میں اس کے ساتھ شریک ہو جائیں۔

وفـي الاصـطـلاح: میں مندوب کی اصطلاحی تعریف ہے۔ اصطلاح میں مندوب اس کو کہتے ہیں کہ جس پر وا و یا یاء کے ساتھ رویا جائے۔

متفجع علیه وجودا او عدما کی مکمل وضاحت: متفجع علیہ عدمی وہ ہے جس کے فقدان وعدم کے وقت رویا جائے مثلاً میت جس پر رونے والا وا یا یا کے ساتھ روئے اور متفجع علیہ وجودی وہ ہے کہ متفجع علیہ عدمی کے فقدان اور گم ہونے کے وقت متفجع علیہ کے وجود پر اظہار تفجع کیا جائے مثلاً میت کو دفن کر کے جب ولی گھر آئے تو فقدان میت کی وجہ اس کو غم مصیبت وحسرت ہو اور وہ کہے یا حسرتاہ یا مصیبتاہ تو اس کو متفجع علیہ وجودی کہتے ہیں۔

السوال ﴿۳۱﴾:...... وشذ اصبح ليل و افتد مخنوق واطرق كرا.

(۱) عبارت کی وضاحت کریں (۲) اطرق کرا کہنے سے شکاری کی مراد واضح کریں (۳) منادی کی تعریف کریں۔ ۱۴۲۷ھ

جواب: امور مطلوبہ:

وضاحت: اس عبارت میں صاحب کافیہ ایک سوال مقدر کا جواب دے رہے ہیں۔

سوال: آپ کا یہ کہنا کہ اسم جنس سے حرف نداء کو حذف کرنا جائز نہیں یہ منقوض ہے اصبح لیل، افتد مخنوق، اطرق کرا کے ساتھ اس لئے کہ اصبح لیل میں لیل اسم جنس ہے اس سے پہلے حرف نداء کو حذف کیا گیا ہے اور افتد مخنوق میں مخنوق اسم جنس ہے اس سے حرف نداء کو حذف کیا گیا ہے اور اطرق کرا میں کرا اسم جنس ہے اس سے حرف نداء کو حذف کیا گیا ہے؟

جواب: یہ ہے کہ یہ سب شاذ ہیں۔

اطرق کرا کہنے سے شکاری کی مراد: مشہور یہ ہے کہ یہ ایک منتر ہے جس کے ذریعے کروان پرندے کا شکار کیا جاتا

ہے اور اسے کہا جاتا ہے اطرق کرا ان النعامة فی القریٰ اے کروان پرندے اپنا سر نیچے جھکالے کیونکہ شتر مرغ بستی میں ہے مطلب یہ ہے کہ شتر مرغ جو تجھ سے بڑا ہے اس کا شکار کر لیا گیا ہے اور اس کو بستی میں پہنچا دیا گیا ہے تو بھی بچ کر نہیں جا سکے گا یہ سن کر وہ نیچے آ جاتا ہے اور شکار ہو جاتا ہے۔

منادی کی تعریف کریں: منادی وہ اسم ہے جس کا متوجہ کرنا مطلوب ہو اس حرف کے ذریعے جو ادعوا کے قائم مقام ہو۔

السوال ﴿۲۲﴾: ...... وَنَحْوُ الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوْ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ اَلْفَاءُ فِيْهِ مُرْتَبِطَةٌ بِمَعْنَى الشَّرْطِ عِنْدَالْمُبَرِّدِ لِكَوْنِ الْاَلِفِ وَاللَّامِ فِي الزَّانِيَةِ وَالزَّانِي مُبْتَدأً مَوْصُوْلاً فِيْهِ مَعْنَى الشَّرْطِ وَاسْمُ الْفَاعِلِ الَّذِيْ هُوَ صِلَتُهُ كَالشَّرْطِ فَخَبَرُ الْمُبْتَدَاِ كَالْجَزَاءِ وَالْفَاءُ الدَّاخِلَةُ عَلَيْهِ مُرْتَبِطَةٌ بِالشَّرْطِ لِدَلَالَتِهَا عَلٰى سَبَبِيَّتِهٖ لِلْجزاء

(۱) عبارت پر اعراب لگائیں (۲) وضاحت کریں (۳) آیت الزانية والزاني میں امام سیبویہ کا مذہب بیان فرمائیں۔ ۱۴۲۶ھ

جواب: امور مطلوبہ: (۱) اعراب: سوالیہ عبارت میں دیکھیں۔

(۲) وضاحت: اللہ تعالیٰ کا قول الزانيه والزنى فاجلدوا كل واحد منهما مائة جلدة میں الزانیہ اور الزانی کے بعد امر واقع ہے لیکن قراء سبعہ اس کے رفع پر متفق ہیں حالانکہ اس پر نصب مختار ہونا چاہیے تو آیت کو قاعدہ مذکورہ سے خارج کرنے کیلئے نحویوں نے چند حیلے اختیار کئے ہیں عبارت مذکورہ میں انکو مصنف بیان کر رہے ہیں۔ ان حیلوں کی تفصیل شرح میں آ رہی ہے امام مبرد کے نزدیک فاجلدوا کی فاء شرط کے معنی میں ہے یعنی یہ فاء جزائیہ ہے جو اپنے مابعد کو ماقبل کے ساتھ ربط دینے کے لئے ہے کیونکہ الزانیہ والزانی کا الف لام بمعنی الذی اسم موصول ہے موصول صلہ مل کر مبتداء متضمن معنی شرط ہے کیونکہ جب مبتدا اسم موصول ہو اور اس کا صلہ فعل یا ظرف ہو تو وہ مبتدا شرط کے معنی کو متضمن ہوتا ہے اور فعل اور ظرف بمنزلہ شرط کے ہوتے ہیں۔ لہذا اسم فاعل جو کہ صلہ ہے یہ بمنزلہ شرط کے ہے اور مبتداء کی خبر فاجلدوا یہ بمنزلہ جزاء کے ہے اس پر فاء داخل ہے یہ فاء خبر کو شرط کے ساتھ ربط دے رہی ہے کیونکہ یہ فاء اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ شرط جزاء کیلئے سبب ہے اور یہ یقینی بات ہے کہ اس جیسی فاء کا مابعد اپنے ماقبل میں عمل نہیں کر سکتا لہذا فاجلدوا کو الزانیہ پر مسلط کرنا ممتنع ہے جب تسلیط ممتنع ہے تو یہ ما اضمر عاملہ کے باب سے نہ ہوگا اس لئے اس پر نصب مختار نہیں ہوگا بلکہ مبتدا ہونے کی وجہ سے رفع واجب ہوگا۔

(۳) آیت الزانية والزانی میں امام سیبویہ کا مذہب: امام سیبویہ کے نزدیک یہ آیت دو مستقل جملے ہیں اس لئے کہ الزانیہ مضاف الیہ ہے اس کا مضاف محذوف ہے جو کہ حکم ہے اور الزانی اس پر معطوف ہے مضاف مضاف الیہ ملکر مبتداء ہے اس کی خبر فيما يتلى عليكم محذوف ہے اصل میں حكم الزانية والزانى فيما يتلى عليكم بعد تھا اور فاجلدوا كل واحد الخ یہ جملہ ثانیہ مستقلہ ہے اس پر فاء سیبویہ کے نزدیک بھی جزائیہ سببیہ ہے اور اس کی شرط محذوف ہے اصل عبارت اس طرح ہے ان ثبت زناهما فاجلدوا كل واحد اور یہ دوسرا جملہ پہلے جملہ والے حکم موعود کو بیان کرنے کیلئے ہے جب یہ دو الگ جملے ہیں تو یہ

ماضمر عاملہ کے قبیل سے نہیں ہونگے کیونکہ تسلیط ممتنع ہے ایک جملہ کی جزء دوسرے جملہ کی جزء میں عمل نہیں کرسکتی

السوال ﴿۲۳﴾:......الرابع التحذیر وھو معمول بتقدیر اتق تحذیرا مما بعدہ او ذکر المحذر منہ مکررا......

(۱) تحذیر کے لغوی اور اصطلاحی معنی اور اقسام مع امثلہ تحریر کریں (۲) تحذیر کی قسم اول اور قسم ثانی میں کس قسم کے فعل کو مقدر مانا جاتا ہے ؟ شارح کا اس سلسلے میں بیان کردہ قاعدہ ذکر کریں (۳) تحذیرا اور مکررا کے منصوب ہونے کی وجہ تحریر کریں اور الطریق الطریق کی ترکیب لکھیں۔ ۱۴۲۴ھ

السوال ﴿۲۴﴾:...... اَلرَّابِعُ مِنْ تِلْکَ الْمَوَاضِعِ الَّتِیْ وَجَبَ حَذْفُ النَّاصِبِ لِلْمَفْعُوْلِ بِہٖ فِیْھَا التَّحْذِیْرُ وَاِنَّمَا وَجَبَ حَذْفُ الْفِعْلِ فِیْہِ لِضِیْقِ الْوَقْتِ عَنْ ذِکْرِہٖ وَھُوَ فِی اللُّغَۃِ تَخْوِیْفُ شَیْءٍ عَنْ شَیْءٍ وَتَبْعِیْدُہٗ مِنْہُ وَفِیْ اِصْطِلَاحِ النُّحَاۃِ مَعْمُوْلٌ اَیْ اِسْمٌ عُمِلَ فِیْہِ النَّصْبُ بِالْمَفْعُوْلِیَّۃِ بِتَقْدِیْرِ اِتَّقِ تَحْذِیْرًا اَیْ حَذِّرْ ذٰلِکَ الْمَعْمُوْلُ تَحْذِیْرًا فَیَکُوْنُ مَفْعُوْلًا مُطْلَقًا اَوْ ذُکِرَ تَحْذِیْرًا فَیَکُوْنُ مَفْعُوْلًا لَہٗ

(۱) عبارت پر اعراب لگائیں (۲) عبارت کا خلاصہ بیان فرمائیں (۳) ایاک والاسد، ایاک وان تحذف ان دونوں مثالوں کی وضاحت کریں۔ ۱۴۲۸ھ

جواب: امور مطلوبہ: (۱) اعراب: سوالیہ عبارت میں دیکھیں۔

(۲) عبارت کا خلاصہ: صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ وہ مواضع اربعہ کہ جہاں مفعول بہ کے عامل ناصب کو حذف کرنا واجب ہے ان میں سے چوتھا موضع تحذیر ہے۔

<u>وانما وجب:</u> سے شارح جامی کی غرض اس مقام میں مفعول بہ کے عامل ناصب کے حذف وجوبی کی وجہ بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اس مقام تحذیر میں مفعول بہ کے عامل ناصب کو حذف کرنا وقت کی تنگی کی وجہ سے ہوتا ہے۔

<u>عمل فیہ:</u> سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ۔ تحذیر کی تعریف ایاک والاسد میں ایاک پر صادق نہیں آتی اس لئے کہ وہ معمول فیہ ہے معمول نہیں بلکہ معمول تو نصب ہے اور نصب تحذیر نہیں ہے لہذا تعریف جامع نہیں ہے۔

جواب: ۔ یہاں معمول سے مراد معمول فیہ ہے جیسا کہ مشترک سے مراد مشترک فیہ ہوتا ہے۔

<u>ای حذر:</u> سے غرض تحذیرا کی ترکیب بیان کرنا ہے اس کی ترکیب میں دو احتمال ہیں (۱) یہ مفعول مطلق ہے فعل محذوف حذر کا عبارت یوں ہے حذر ذلک المعمول تحذیرا (۲) یہ مفعول لہ ہے فعل محذوف ذکر کا عبارت یوں ہے ذکر ذلک المعمول تحذیرا۔

(۳) تحذیر کی لغوی اور اصطلاحی معنی اور اقسام مع امثلہ:

تحذیر کا لغوی معنی ہے ایک شی کو دوسری شی سے ڈرانا اور ایک شی کو دوسری شی سے دور کرنا

اور تحذیر کا اصطلاحی معنی تحذیر وہ اسم ہے جو اتق وغیرہ مقدر کا معمول ہو۔
تحذیر کی دو قسمیں ہیں (۱) جو اتق مقدر کا معمول ہو اور اس کو مابعد سے ڈرانے کے لئے ذکر کیا گیا ہو جیسے اِیَّاکَ وَالْاَسَدَ وَاِیَّاکَ وَاَنْ تَحْذِفَ (۲) جو اتق مقدر کا معمول ہو اور محذر منہ ہو جس کو مکرر ذکر کیا گیا ہو۔ جیسے الطَّرِیْقَ الطَّرِیْقَ یہ تحذیر کی نوع ثانی کی مثال ہے یعنی اِتَّقِ الطَّرِیْقَ الطَّرِیْقَ

(۴) تحذیر کی قسم اول اور قسم ثانی میں کس قسم کی فعل کو مقدر مانا جاتا ہے؟ شارح کا اس سلسلے میں بیان کردہ قاعدہ:
تحذیر کی نوع اول کے تمام افراد میں بعد مقدر مانا جائے گا اور نوع ثانی کے بعض افراد میں بعد مقدر مانا جائے گا جیسے نفسک نفسک اس کا معنی ہے بعد نفسک مما یوذیک کالاسد ونحوہ اور بعض افراد میں اتق مقدر مانا جائے گا جیسے اتق الطریق الطریق (سوال کابلی ص ۲۲۱)

(۵) تحذیر اور مکرر اکے منصوب ہونے کی وجہ: تحذیرا کی ترکیب میں دو احتمال ہیں (۱) یہ مفعول مطلق ہے فعل محذوف حذر کا عبارت یوں ہے حذر ذلک المعمول تحذیرا (۲) یہ مفعول لہ ہے فعل محذوف ذکر کا عبارت یوں ہے: ذکر ذلک المعمول تحذیرا۔ اور مکررا مفعول بہ ہے ذکر کا

(۶) الطریق الطریق کی ترکیب لکھیں: یہ اتق مقدر کا مفعول بہ ہے

(۷) ایاك والاسد، ایاك وان تحذف کی وضاحت: ایاک والاسد اور ایاک وان تحذف یہ دونوں تحذیر کی نوع اول کی مثالیں ہیں سوال یہ ہوا کہ نوع اول کی دو مثالیں کیوں ذکر کیں توضیح کیلئے تو ایک مثال کافی تھی اس کا جواب یہ ہے کہ اس بات پر تنبیہ کرنے کے لئے دو مثالیں ذکر کیں کہ نوع اول میں محذر منہ میں تعیم ہے خواہ اسم حقیقی صریحی ہو یا اسم تاویلی پہلی مثال میں محذر منہ یعنی الاسد اسم صریحی اور دوسری مثال میں محذر منہ یعنی ان تحذف اسم تاویلی ہے (۲) یا اس بات پر تنبیہ کرنے کے لئے کہ نوع اول میں محذر منہ میں تعیم ہے خواہ اسم ذات ہو یا اسم صفت پہلی مثال میں محذر منہ الاسد اسم ذات ہے اور دوسری مثال میں محذر منہ ان تحذف اسم صفت ہے ان دونوں مثالوں کی اصل یہ ہے بعد نفسک من الاسد وبعد الاسد من نفسک بعد نفسک عن حذف الارنب وبعد حذف الارنب عن نفسک حذف کا معنی ہے لاٹھی سے خرگوش کو مارنا (یہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے کہ بہ حالت احرام خرگوش کو لاٹھی سے نہ مار کیونکہ وہ مر گیا تو ضائع جائے گا) بعد نفسک من الاسد والاسد من نفسک سے ایاک والاسد کس طرح بنا اس کی تفصیل یہ ہے کہ معطوف سے من نفسک حذف کر دیا معطوف علیہ میں اس کے ذکر پر اکتفا کرتے ہوئے، اور من الاسد کو معطوف علیہ سے حذف کر دیا معطوف میں اس کے ذکر پر اکتفا کرتے ہوئے تو بعد نفسک والاسد ہو گیا پھر تنگی وقت کی وجہ سے فعل کو حذف کر دیا اور لفظ نفس کو ضرورت نہ ہونے کی وجہ سے حذف کر دیا اور ضمیر متصل اکیلی ہونے کی وجہ سے منفصل سے بدل گئی تو ایاک

والا اسد ہو گیا۔

السوال ﴿۲۵﴾: ..... وَشَرْطُ نَصْبِهٖ اَیْ شَرْطُ نَصْبِ الْمَفْعُوْلِ فِیْهِ تَقْدِیْرُ فِیْ اِذِ التَّلَفُّظُ بِهَا یُوْجِبُ الْجَرَّ وَظُرُوْفُ الزَّمَانِ کُلُّهَا مُبْهَمًا کَانَ الزَّمَانُ اَوْ مَحْدُوْدًا تَقْبَلُ ذٰلِکَ اَیْ تَقْدِیْرَ فِیْ لِاَنَّ الْمُبْهَمَ مِنْهَا جُزْءُ مَفْهُوْمِ الْفِعْلِ فَیَصِحُّ اِنْتِصَابُهٗ بِلَاوَاسِطَةٍ کَالْمَصْدَرِ وَالْمَحْدُوْدُ مِنْهَا مَحْمُوْلٌ عَلَیْهِ اَیْ عَلَی الْمُبْهَمِ لِاشْتِرَاکِهِمَا فِی الزَّمَانِیَّةِ نَحْوُ صُمْتُ دَهْرًا وَاَفْطَرْتُ الْیَوْمَ

(۱) عبارت پر اعراب لگائیں (۲) عبارت کا خلاصہ بیان کریں (۳) درج ذیل عبارت کی وضاحت کریں: وظروف المکان ان کان مبهما قبل ذلک والا فلا. ۱۴۲۹ھ

جواب: امور مطلوبہ: (۱) اعراب: سوالیہ عبارت میں دیکھیں۔

(۲) عبارت کا خلاصہ: مفعول فیہ کے منصوب ہونے کی شرط یہ ہے کہ فی مقدر ہو اس لئے کہ اگر فی ملفوظ ہو تو مفعول فیہ منصوب نہیں ہوگا بلکہ مجرور ہوگا۔

وظروف الزمان کلها: سے مصنف رحمہ اللہ یہ بتلا رہے ہیں کہ ظروف زمان ومکان میں سے کہاں فی کی تقدیر جائز ہے کہاں ناجائز ہے تو فرماتے ہیں کہ تمام ظروف زمان خواہ مبہم ہوں یا محدود تقدیر فی کو قبول کرتے ہیں۔

لان المبهم منها: سے شارح ظرف زمان مبہم کے تقدیر فی کو قبول کرنے کی وجہ بیان کررہے ہیں کہ زمان مبہم فعل کے مفہوم کا جز ہے کیونکہ فعل میں بھی زمانہ مبہم پایا جاتا ہے لہٰذا بلا واسطہ حرف جر کے اس کا منصوب ہونا صحیح ہے کیونکہ ضابطہ ہے کہ جب فعل کے جزء کو علیحدہ ذکر کیا جائے تو اس کا بلا واسطہ حرف جر کے منصوب ہونا درست ہوتا ہے جیسا کہ مفعول مطلق میں ہے، اور ظروف زمان مبہم بھی فعل کے مفہوم کا جز ہیں اور علیحدہ مذکور ہیں اس لئے اس کا بلا واسطہ حرف جر منصوب ہونا درست ہے۔

والمحدود منها الخ: سے ظرف زمان محدود میں تقدیر فی کی وجہ بیان کررہے ہیں اور ظرف زمان محدود تقدیر فی کو اس لئے قبول کرتا ہے کہ وہ محمول ہے زمان مبہم پر شارح نے حمل کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ وہ دونوں زمانیت میں شریک ہیں۔ زمان مبہم کی مثال صمت دہرا۔ زمان محدود کی مثال افطرت الیوم،

(۳) وظروف المکان ان کان مبهما قبل ذلك والا فلاکی وضاحت:

ظروف مکان اگر مبہم ہوں تو تقدیر فی کو قبول کرتے ہیں، اگر ظروف مکان محدود ہوں تو وہ تقدیر فی کو قبول نہیں کرتے۔

حملا: میں ظروف مکان مبہم کے تقدیر فی کو قبول کرنے کی وجہ کو بیان کرتے ہیں کہ ظرف مکان مبہم تقدیر فی کو اس لئے قبول کرتے ہیں کہ وہ محمول ہے زمان مبہم پر حمل کی وجہ یہ ہے کہ دونوں وصف ابہام میں شریک ہیں جیسے جلست خلفک۔

اذ لم یمکن: سے غرض ظرف مکان محدود کے تقدیر فی کے قبول نہ کرنے کی وجہ کا بیان ہے کہ مکان محدود تقدیر فی کو اس لئے قبول نہیں

کرتے کہ اس کو زمان مبہم پر محمول کرنا ممکن نہیں اس لئے کہ یہ دونوں ذات اور وصف کے اعتبار سے مختلف ہیں ذات کے لحاظ سے اس لئے کہ وہ زمان یہ مکان ہے اور صفت کے لحاظ سے اس لئے کہ یہ محدود ہے اور وہ مبہم ہے۔

السوال ۲۶﴿: فَإِنْ كَانَ الْفِعْلُ لَفْظًا وَجَازَ الْعَطْفُ فَالْوَجْهَانِ نَحْوُ جِئْتُ أَنَا وَزَيْدٌ وَزَيْدًا وَإِلَّا تَعَيَّنَ النَّصْبُ، مِثْلُ جِئْتُ وَزَيْدًا وَإِنْ كَانَ مَعْنًى وَجَازَ الْعَطْفُ تَعَيَّنَ الْعَطْفُ نَحْوُ مَا لِزَيْدٍ وَعَمْرٍو وَإِلَّا تَعَيَّنَ النَّصْبُ نَحْوُ مَالَكَ وَزَيْدًا لِأَنَّ الْمَعْنَى مَا تَصْنَعُ (۱) مذکورہ عبارت کی واضح تشریح کریں (۲) فالوجہان سے کیا مراد ہے (۳) نیز بتائیں کہ مذکورہ عبارت کا تعلق کس بحث سے ہے۔

۱۴۳۰ھ

جواب :امور مطلوبہ :

(۱) مذکورہ عبارت کی واضح تشریح: عبارت کا حاصل یہ ہے کہ (۱) اگر مفعول معہ کا عامل ناصب فعل لفظی ہو اور واؤ کے مابعد کا ماقبل پر عطف صحیح ہو تو اس صورت میں واؤ کے مابعد میں دو وجہیں جائز ہیں (۱) عطف (۲) نصب۔ جیسے جئت انا وزیدا اس میں جئت فعل ناصب لفظی ہے اور واؤ کے مابعد یعنی زید کا عطف واؤ کے ماقبل تا ضمیر پر جائز ہے، اس لئے کہ ضمیر منفصل کے ساتھ ضمیر متصل کی تاکید لائی گئی ہے لہذا زید کو تا ضمیر متصل پر عطف کی بنا پر مرفوع بھی پڑھ سکتے ہیں اور مفعول معہ ہونے کی بنا پر منصوب بھی پڑھ سکتے ہیں (۲) اور اگر مفعول معہ کا عامل ناصب فعل لفظی ہو اور واؤ کے مابعد کا ماقبل پر عطف صحیح نہ ہو بلکہ ممتنع ہو تو نصب ہی پڑھا جائے گا رفع نہیں جیسے جِئْتُ وَزَيْدًا یہاں زیدا پر صرف نصب پڑھا جائے گا اس لئے کہ ضمیر مرفوع متصل پر عطف کے جواز کی شرط یہ ہے کہ ضمیر مرفوع منفصل کیساتھ ضمیر مرفوع متصل کی تاکید لائی گئی ہو یا درمیان میں کوئی فاصلہ ہو اور یہاں ان میں ایسی کوئی چیز نہیں ہے لھذا نصب متعین ہوگا مفعول معہ کی بناء پر۔

(۳) اور اگر مفعول معہ کا عامل ناصب فعل معنوی ہو یعنی ایسا عامل ہو جو لفظ سے مستنبط ہوتا ہے اور عطف جائز ہو تو عطف متعین ہوگا۔ کلام کو عامل معنوی پر بلا حاجت محمول نہیں کیا جائے گا جبکہ اس کے جواز کی ایک دوسری وجہ موجود ہے اور وہ عطف ہے جیسے ما لزید وعمرو اس میں اگرچہ اس سے فعل مستنبط ہو سکتا ہے جیسا کہ مالک وزیدا میں مستنبط ہے اور اس کی وجہ سے عمرو پر نصب آ سکتا ہے واؤ کو مع کے معنی میں کرنے کے ساتھ لیکن عمرو کو نصب نہیں دیا جائے گا اس لئے کہ عطف امر ظاہر ہے اور عاملِ معنوی امر خفی ہے۔ امر ظاہر کے ہوتے ہوئے امر خفی کو اختیار نہیں کیا جائے گا۔

(۴) اور اگر عامل معنوی ہو اور واؤ کے مابعد کا ماقبل پر عطف جائز نہ ہو بلکہ ممتنع ہو تو نصب متعین ہوگا مفعول معہ ہونے کی بناء پر۔ اور عامل معنوی کو عمل دیا جائے گا اس لئے کہ اس کے سوا اور کوئی صورت ہی نہیں ہے جیسے مالک وزیدا وما شانک وعمرا پہلی مثال میں زید کا عطف ک ضمیر پر اور دوسری مثال میں عمرو کا عطف شان کی ضمیر پر جائز نہیں اس لئے کہ ضمیر مجرور پر جب عطف کرنا مقصود ہو تو حرف جار کا اعادہ ضروری ہوتا ہے اور ان مثالوں میں معطوف پر جار کا اعادہ نہیں کیا گیا۔ لہذا پہلی مثال میں زید پر اور دوسری

مثال میں عمرو پر نصب متعین ہے اور اسی طرح دوسری مثال میں شان پر عمرو کا عطف جائز نہیں ہے اس لئے کہ اس صورت میں خلاف مقصود لازم آئے گا کیونکہ مقصود دونوں کی شان کے متعلق سوال کرنا ہے اور اگر عمرو کا شان پر عطف کیا جائے تو پھر ان میں سے ایک کی شان اور دوسرے کی ذات کے متعلق سوال ہو جائے گا حالانکہ یہ مقصود کے خلاف ہے۔

(۳) فالوجهان سے مراد: دو وجہوں سے مراد (۱) عطف (۲) نصب ہیں۔

(۳) مذکورہ عبارت کا تعلق مفعول فیہ کی بحث سے ہے۔

السوال ﴿۲۷﴾: ......وَشَرْطُهَا اَیْ شَرْطُ الْحَالِ اَنْ تَكُوْنَ نَكِرَةً لِاَنَّ النَّكِرَةَ اَصْلٌ وَالْغَرْضُ وَهُوَ تَقْيِيْدُ الْحَدَثِ الْمَنْسُوْبِ اِلٰى صَاحِبِهَا يَحْصُلُ بِهَا، وَالتَّعْرِيْفُ زَائِدٌ عَلَى الْغَرْضِ، وَاَنْ يَّكُوْنَ صَاحِبُهَا مَعْرِفَةً لِاَنَّهٗ مَحْكُوْمٌ عَلَيْهِ فِى الْمَعْنٰى فَكَانَ الْاَصْلُ فِيْهِ التَّعْرِيْفَ غَالِبًا اَیْ لَيْسَ اِشْتِرَاطُهَا بِكَوْنِ صَاحِبِهَا مَعْرِفَةً فِىْ جَمِيْعِ مَوَادِهَا بَلْ فِىْ غَالِبِ مَوَادِهَا اَیْ اَكْثَرِهَا

(۱) عبارت پر اعراب لگائیں (۲) عبارت کا خلاصہ بیان کریں (۳) درج ذیل عبارت کی وضاحت کریں: الحال ما يبين هيأة الفاعل او المفعول به. ۱۴۲۹ھ

جواب: امور مطلوبہ: (۱) اعراب: سوالیہ عبارت میں دیکھیں۔

(۲) عبارت کا خلاصہ: حال کی شرط یہ ہے کہ وہ خود نکرہ ہو اور اس کا صاحب یعنی ذوالحال غالبا معرفہ ہو۔

لان النکرة: سے **شارح کی غرض** حال کے نکرہ ہونے کی شرط کی وجہ کو بیان کرنا ہے۔ یہ شرط اس لئے لگائی کیونکہ کلام میں اصل تنکیر ہے اور یہاں غرض معنی حدثی منسوب الی ذی الحال کو مقید کرنا ہے وہ نکرہ کے ساتھ حاصل ہو جاتی ہے لہذا التعریف امر زائد علی الغرض ہے تو حال کو معرفہ بنانے کی ضرورت نہیں ہے۔

لانه محکوم علیه: سے **شارح کی غرض** ذوالحال کے معرفہ ہونے کی وجہ کو بیان کرنا ہے۔ چونکہ ذوالحال محکوم علیہ کے معنی میں ہوتا ہے اور محکوم علیہ میں اصل تعریف ہے اسلئے یہ معرفہ ہونا چاہیے۔

ای لیس اشتراطها: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال:** شرط اور غلبہ میں منافات ہے اس لئے کہ شرط کا تقاضا یہ ہے کہ ذوالحال ہمیشہ معرفہ ہو کبھی بھی نکرہ نہ ہو اور غلبہ کا تقاضا یہ ہے کہ ذوالحال اکثر معرفہ ہو اور کبھی نکرہ بھی ہو جائے یہ دونوں امر واحد یعنی ذوالحال کی طرف متوجہ کیسے ہو سکتے ہیں۔

جواب: شرط اور غلبہ امر واحد کی طرف متوجہ نہیں بلکہ شرط متوجہ ہے ذوالحال کی طرف اور غلبہ متوجہ ہے شرط کی طرف جیسا کہ شرط الصلوة الوضوء غالبًا میں شرط متوجہ ہے صلوۃ کی طرف اور غالبا متوجہ ہے شرط کی طرف اس لئے کہ تیمم بھی نماز کی شرط ہے لیکن اقل ہے اور شرط اکثر و اغلب وضو ہے اسی طرح یہاں بھی شرط متوجہ ہے ذوالحال کی طرف اور غلبہ متوجہ ہے شرط کی طرف اس لئے کہ تخصیص

ہوں یا معنوی ہوں'' ۔جیسے ضَرَبْتُ زَیْدًا قَائِمًا ور زَیْدٌ فِی الدَّارِ قَائِمًا ور ھٰذَا زَیْدٌ قَائِمًا

السوال ﴿۲۹﴾: ......ویجوز حذف العامل فی الحال لقیام قرینة حالیة کقولک للمسافر راشدا مهدیا او مقالیة کقولک راکبا لمن یقول کیف جئت.

(۱) عبارت کی وضاحت کریں (۲) لفظ مهدیا کی ترکیبی حیثیت کو واضح کریں (۳) حال کی تعریف کریں۔ ۱۴۲۷ھ

جواب: امور مطلوبہ: (۱) وضاحت: صاحب کافیہ فرماتے ہیں کہ حال کے عامل کو بوقت قیامِ قرینہ حذف کرنا جائز ہے جیسے رَاشِدًا مَهْدِیًّا یہ اصل میں سِرْ رَاشِدًا مَهْدِیًّا تھا۔

حالیة... او مقالیة: سے شارح جامی رحمہ اللہ کی غرض قرینہ کی اقسام بیان کر کے ان میں تعمیم کرنا ہے قرینہ کی دو قسمیں ہیں (۱) حالیہ (۲) مقالیہ یہاں قرینہ میں تعمیم ہے خواہ حالیہ ہو یا مقالیہ ہو۔قرینہ حالیہ کی مثال جیسے مسافر جو سفر کی تیاری کر رہا ہو کو کہا جائے راشدا مهدیا اصل میں تھا سر راشدا مهدیا تو مسافر کے حال کو دیکھ کر کہ وہ چلنے کی تیاری کر رہا ہے عامل سر کو حذف کر دیا گیا۔اور قرینہ مقالیہ کی مثال خود کتاب کے اندر راشدا مهدیا موجود ہے۔

(۲) لفظ مهدیا کی ترکیبی حیثیت:

مهدیا یا راشدا کی صفت ہے یا سر کی ضمیر سے حال ثانی ہے یہ حالین مترادفین ہیں۔

(۳) حال کی تعریف: حال وہ ہے جو فاعل یا مفعول بہ کی ہیئت کو بیان کرے عام ہے کہ وہ فاعل یا مفعول بہ لفظی ہوں یا معنوی ہوں

السوال ﴿۳۰﴾: ...... ولابد فی الماضی المثبت من دخول قد المقربة للماضی الی الحال لغة علی الماضی المثبت الواقع حالا لیدل بها علی قرب زمانه الی زمان صدور الفعل من ذی الحال ظاهرة او مقدرة نحو قوله تعالی جاء و کم حصرت صدورهم

(۱) عبارت کی وضاحت کریں (۲) ماضی منفی میں قد کی ضرورت کیوں نہیں (۳) مثال میں دی گئی آیت میں امام مبرد اور امام سیبویہ کا مذہب بیان فرمائیں۔ ۱۴۳۱ھ

جواب: امور مطلوبہ:

(۱) عبارت کی وضاحت: صاحب کافیہ حال کے بارے میں ایک اور ضابطہ بیان فرماتے ہیں کہ جب ماضی مثبت حال واقع ہو تو اس پر قد کا دخول ضروری ہے پھر عام ہے وہ قد ظاہر ہو یا مقدر۔قد ظاہر فی اللفظ کی مثال جاء نی زید قد رکب غلامه اور قد مقدر کی مثال او جاء و کم حصرت صدورهم حصرت صدورہم حال ہے جاءوا کی واؤ ضمیر سے اور قد مقدر ہے اصل میں قد حصرت صدورہم تھا۔

لیدل: سے شارح کی غرض ماضی مثبت کے حال واقع ہونے کی صورت میں اس پر دخول قد کے لازم ہونے کی وجہ بیان

کرنا ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ حال اور اس کے عامل کے زمانے میں اتحاد ضروری ہوتا ہے اور جب ماضی مثبت حال واقع ہو تو اس کا زمانہ عامل کے زمانے سے مقدم ہوگا زمانے میں اتحاد نہ رہیگا لھذا ماضی مثبت پر قد کا دخول ضروری ہے تا کہ وہ قد ماضی مثبت کے زمانے کو ذوالحال سے صدور فعل یا ذوالحال پر وقوع فعل کے زمانے کے قریب کر دے چونکہ قریب شے حکما اس شی کے مقارن ہوتی ہے لہذا حکما حال کا زمانہ عامل کے زمانے سے متحد ہو جائے گا۔

(۲) ماضی منفی میں قدکی ضرورت کیوں نہیں؟ وجہ یہ ہے کہ اس پر قد کے دخول کا کوئی فائدہ نہیں ہے کیونکہ جب ماضی کی نفی کی جائے تو نفی وقتِ انتفاء سے لے کر ذوالحال سے صدور فعل یا ذوالحال پر وقوع فعل تک دائمی اور ہمیشہ ہوتی ہے لہذا حال کا زمانہ عامل کے زمانے کے مقارن ہو جائے گا اس لئے قد کے دخول کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

(۳) مثال میں دی گئی آیت میں امام مبرد اور امام سیبویہ کا مذہب: ماضی مثبت کا قد مقدر کیساتھ حال ہونے کو جائز رکھنا یہ سیبویہ اور مبرد کے مذہب کیخلاف ہے۔ اس لئے کہ یہ دونوں قد کے حذف کو جائز نہیں رکھتے۔ اور اللہ تعالی کے قول جاء وکم حصرت صدورھم میں تاویل کرتے ہیں اور حصرت کے حال ہونے کا انکار کرتے ہیں۔ سیبویہ کہتا ہے کہ حصرت صدورھم صفت ہے موصوف محذوف کی جو کہ قوما ہے اور قوما حال ہے۔ اصل عبارت یوں تھی جاء وکم قوما حصرت صدورھم اور مبرد کہتا ہے حصرت صدورھم جملہ بددعائیہ ہے جملہ حالیہ نہیں ہے اور اگر جملہ حالیہ ہو تو معنی یہ ہوگا وہ تمہارے پاس آئے درانحالیکہ انکے دل تنگ ہو چکے تھے اور اگر جملہ بددعائیہ ہو تو معنی یہ ہوگا وہ تمہارے پاس آئے، خدا کرے ان کے سینے تنگ ہو جائیں۔

السوال ﴿۳۱﴾: المستثنی ای ما یطلق علیه لفظ المستثنی فی اصطلاح النحاة علی قسمین، ولما كان معلومیته بهذا الوجه الغير المحتاج إلى التعريف كافية فی تقسيمه قسمه إلى قسمين.

(۱) عبارت کی اس طرح تشریح کریں کہ شارح کا مقصد واضح ہو جائے (۲) مستثنی متصل اور منقطع کی تعریفیں مع امثلہ تحریر کریں (۳) فسجدوا الا ابلیس میں مستثنی متصل ہے یا منقطع؟ تعیین کے ساتھ ساتھ وجہ بھی تحریر کریں۔ ۱۴۲۲ھ

جواب: امور مطلوبہ: (۱) عبارت کی تشریح:

أَيْ مَا يُطْلَقُ عَلَيْهِ لَفْظُ الْمُسْتَثْنٰى: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے

سوال: ۔ مستثنی کی تقسیم متصل اور منقطع کی طرف تقسیم الشئ الی نفسہ والی غیرہ ہے اس لئے کہ مستثنی یہ باب استفعال سے اسم مفعول کا صیغہ ہے جس کا معنی ہوتا ہے مُخْرَج (نکالا ہوا) اور مخرج متصل ہوتا ہے نہ کہ منقطع۔ پھر اس کی دو قسمیں ہیں متصل اور منقطع۔ حالانکہ متعدد سے نکالا ہوا تو مستثنی متصل ہوتا ہے نہ کہ منقطع۔ تو یہ تقسیم الشئ الی نفسہ والی غیرہ ہے۔

جواب: ۔ یہاں مستثنی کا لغوی معنی مراد نہیں ہے بلکہ اصطلاحی معنی عند النحاۃ مراد ہے۔ اگر چہ معنی لغوی کے اعتبار سے مستثنی کا اطلاق

مستثنیٰ منقطع پر صحیح نہیں، لیکن معنی اصطلاحی کے اعتبار سے مستثنیٰ کا اطلاق مستثنیٰ منقطع پر صحیح ہوتا ہے لہذا تقسیم الشی الی نفسہ والی غیرہ کی خرابی لازم نہیں آئے گی۔

فی اصطلاح النُحاۃ: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال:۔ مستثنیٰ کی تقسیم الی المتصل والمنقطع باطل ہے کیونکہ استثناء کہتے ہیں "تکلم بالباقی بعد الاستثناء" اور یہ معنی مستثنیٰ متصل میں متصور ہو سکتا ہے نہ کہ منقطع میں؟

جواب: ۔آپ نے مستثنیٰ کا جو معنی بیان کیا ہے وہ عندالاصولیین ہے ہماری بحث نحو میں ہے اور نحویوں کے نزدیک مستثنیٰ کی تعریف یہ ہے کہ جو الا اور اس کے اخوات کے بعد مذکور ہو چاہے مستثنیٰ منہ سے مخرج ہو یا نہ لہٰذا تعریف دونوں پر صادق آتی ہے۔

علی قسمین: سے **شارح کی غرض** دو سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال (۱):۔ یہ مقام تقسیم ہے مستثنیٰ کی تقسیم ہو رہی ہے اور مقام تقسیم میں ادوات حصر کا ہونا ضروری ہے۔ وہ یہاں نہیں ہیں؟

سوال (۲):۔ المستثنیٰ مبتدأ ہے اور متصل اور منقطع میں سے ہر ایک اس کی خبر ہے حالانکہ ان کا خبر بننا درست نہیں ہے۔ کیونکہ مستثنیٰ عام اور متصل خاص ہے اور حمل العام علی الخاص باطل ہے؟

جواب:۔ المستثنیٰ کی خبر قسمین محذوف ہے اس سے حصر بھی سمجھا جا رہا ہے اور دوسرا اشکال بھی رفع ہو جاتا ہے۔

ولما کان: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال:**۔ کسی شی کی تقسیم سے پہلے اس کی تعریف کی جاتی ہے، تقسیم کرنا تعریف کے بغیر درست نہیں کیونکہ تقسیم فرع ہے تعریف کی۔ لیکن مصنف مستثنیٰ کی تعریف سے پہلے ہی تقسیم میں کیسے شروع ہو گئے ہیں۔

جواب: ۔تقسیم کے لئے مقسم کی معرفت بالتعریف ضروری نہیں بلکہ معرفت بوجہ ما کافی ہے اور یہاں معرفت بوجہ ما حاصل ہے۔ اس لئے کہ جب مستثنیٰ کہا تو اس سے یہ بات معلوم ہو گئی کہ مستثنیٰ سے وہ چیز مراد ہے جس پر نحویوں کے نزدیک لفظ مستثنیٰ بولا جائے۔

نیز اس عبارت سے علامہ جامی شیخ رضی پر رد بھی کر رہے ہیں جو مطلق مستثنیٰ کی تعریف نہ کرنے کی یہ وجہ بیان کرتے ہیں کہ مصنف رحمہ اللہ نے مطلق مستثنیٰ کی تعریف اس لئے نہیں کی کہ وہ متعذر ہے کیونکہ وہ مستلزم ہے اجتماع نقیضین کو اس لئے کہ مستثنیٰ کی دو قسمیں ہیں متصل منقطع متصل وہ ہے جو مخرج عن متعدد ہو منقطع وہ ہے جو غیر مخرج عن متعدد ہو یہ دونوں متضاد ہیں لہذا یہ ایک تعریف میں جمع نہیں ہو سکتے اس لئے مصنف رحمہ اللہ نے مطلق مستثنیٰ کی تعریف نہیں کی تو شارح نے علامہ رضی پر رد کیا کہ تعریف نہ کرنے کی یہ وجہ نہیں ہے جو آپ نے ذکر کی کیونکہ مطلق مستثنیٰ کی تعریف متعذر نہیں ہے مثلاً یہ تعریف کی جا سکتی ہے المستثنیٰ مایذکر بعد الا واخواتھا اور یہ تعریف متصل و منقطع دونوں کو شامل ہے بلکہ تعریف نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ تقسیم کیلئے تعریف ضروری نہیں صرف تصور بوجہ ما کافی ہے۔

(۲) مستثنیٰ متصل اور منقطع کی تعریفیں مع امثلہ: مستثنیٰ متصل کی تعریف ہے "جو متعدد سے نکالا جائے لفظاً یا تقدیراً الا اور اس کے اخوات کے ساتھ"۔ جیسے جاء نی قوم الا زیدا ۔اور مستثنیٰ منقطع کی تعریف ہے "جو الا اور اس کے

اخوات کے بعد مذکور ہو، متعدد سے نہ نکالا گیا ہو جیسے ہو جَاءَ نِی الْقَوْمُ إِلَّا حِمَارًا۔

(۳) فسجدوا الا ابلیس میں مستثنی متصل ھے یا منقطع؟

فسجدوا الا ابلیس میں مستثنی منقطع ہے۔ کیونکہ ابلیس جنوں میں سے تھا اور یہ خطاب براہ راست فرشتوں کو تھا۔

السوال ﴿۳۲﴾:......وإذا تعذر البدل من حيث حمله على اللفظ أي لفظ المستثنى منه، فعلى الموضع أي يحمل على موضع المستثنى منه لا على لفظه عملا بالمختار على قدر الإمكان.

(۱) عبارت کی مثالوں سے وضاحت کریں (۲) عملا بالمختار اشکال مقدر کا جواب ہے، اشکال اور اس کے جواب کی تفصیل لکھیں (۳) بدل کی تعریف ذکر کریں، نیز بدل کی کتنی قسمیں ہیں؟ صرف نام تحریر کریں۔ ۱۴۲۵ھ

السوال ﴿۳۳﴾:......وَإِذَا تَعَذَّرَ الْبَدَلُ عَلَى اللَّفْظِ فَعَلَى الْمَوْضِعِ مِثْلُ مَا جَاءَنِيْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا زَيْدٌ وَ مِثْلُ لَا أَحَدَ فِيْهَا إِلَّا عَمْرٌو وَ مِثْلُ مَا زَيْدٌ شَيْئًا إِلَّا شَيْءٌ لَا يُعْبَأُ بِهِ

(۱) عبارت پر اعراب لگائیں (۲) وضاحت کریں (۳) لا یعبا بہ کی ترکیبی حیثیت واضح کریں۔ ۱۴۲۷ھ

جواب: امور مطلوبہ: (۱) اعراب: سوالیہ عبارت میں دیکھیں۔

(۲) عبارت کی مثالوں سے وضاحت: جن صورتوں میں بدل بنانا مختار ہے اگر ان صورتوں میں مستثنی کو مستثنی منہ کے لفظ پر محمول کرتے ہوئے بدل بنانا متعذر ہو تو مستثنی منہ کے محل پر محمول کرتے ہوئے بدل بنایا جائے گا جیسے ما جاء نی من احد الا زید اس میں زید مرفوع بدل ہے اور احد کے محل پر محمول ہے اس کے لفظ پر محمول ہو کر مجرور نہیں ہے اور جیسے لا احد فیھا الا عمرو اس میں عمرو بدل ہے احد سے، یہ اس کے محل پر محمول ہے اسکے لفظ پر محمول ہو کر منصوب نہیں ہے وما زید شیئا الا شیء لا یعباء بہ اس میں شی منصوب ہو کر پہلے شیئا کے لفظ پر محمول نہیں بلکہ مرفوع ہو کر مستثنی منہ کے محل پر محمول ہے۔

(۳) عملا بالمختار میں اشکال مقدر اور اس کے جواب کی تفصیل:

سوال:۔ جب مستثنی کو مستثنی منہ کے لفظ پر محمول کرنا متعذر ہے تو مناسب یہ ہے کہ اس کو منصوب علی الاستثناء پڑھا جائے؟

جواب:۔ مستثنی کو مستثنی منہ کے محل پر محمول کر کے بدل اس لئے بنایا جائے گا تا کہ بقدر الامکان مختار پر عمل ہو سکے کیونکہ بدل بنانا مختار ہے۔

(۴) بدل کی تعریف نیز بدل کی اقسام:

بدل وہ تابع ہے جو اس نسبت سے مقصود ہو جو اس کے متبوع کی طرف کی گئی ہے لیکن اس کا متبوع مقصود نہ ہو۔

بدل کی چار قسمیں ہیں۔ (۱) بدل الکل (۲) بدل البعض (۳) بدل الاشتمال (۴) بدل الغلط۔

(۵) لایعبا بہ کی ترکیبی حیثیت: یہ شی کی صفت ہے

السوال ﴿۲۶﴾:..... وفی مثل لاحول ولا قوۃ الا باللہ خمسۃ اوجہ بحسب اللفظ لابحسب التوجیہ فانھا بحسب التوجیہ تزید علیھا.

۱۴۲۶ھ

(۱)عبارت کی وضاحت کریں(۲)مثل کی مراد کو بیان فرمائیں(۳)خمسۃ اوجہ تفصیل سے بیان فرمائیں۔

جواب :امور مطلوبہ :

(۱)عبارت کی وضاحت :لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ کی مثل میں پانچ وجہیں جائز ہیں۔

(۲)مثل کی مراد: مثل سے مراد ہر وہ ترکیب جس میں لاعلی سبیل العطف مکرر ہو اور ان میں سے ہر لا کا مابعد نکرہ مفرد بلا فصل ہو

(۳)خمسۃ اوجہ کی تفصیل :

طرق خمسہ :۔اس کو پانچ طریقوں پر پڑھنا جائز ہے۔

(۱)دونوں کا فتحہ یعنی لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ اس صورت میں دونوں جگہ لانفی جنس کا ہوگا اور اس کے بعد نکرہ مفردہ بلا فصل ہے اور جب لا کا اسم نکرہ مفردہ بلافصل ہو تو وہ مبنی برفتحہ ہوتا ہے۔رہی یہ بات کہ دو جملے ہیں یا ایک جملہ یعنی مفرد کا عطف مفرد پر ہے یا جملے کا عطف جملے پر ہے اس میں دونوں احتمال ہیں اگر دونوں کے لئے ایک ہی خبر مقدر مانی جائے تو پھر مفرد کا عطف مفرد پر ہوگا جیسے لاحول ولاقوۃ موجودان الا باللہ اور اگر دونوں کی خبر علیحدہ علیحدہ مانی جائے تو پھر دو جملے ہونگے اور جملے کا عطف جملے پر ہوگا جیسے لاحول موجود ولا قوۃ موجود الا باللہ۔

(۲)اول کا فتحہ ثانی کا نصب جیسے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةً إِلَّا بِاللهِ اول کا فتحہ اس بناء پر کہ پہلا لانفی جنس کا ہے اور ثانی کا نصب اس بناء پر کہ دوسرا لازائدہ ہے نفی کی تاکید کے لئے اور وہ معطوف ہے اول پر اور معطوف علیہ کے لفظ پر محمول کرتے ہوئے اس کو منصوب پڑھا گیا ہے۔

(۳)اول کا فتحہ ثانی کا رفع جیسے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةٌ إِلَّا بِاللهِ اول کا فتحہ اس بناء پر کہ پہلا لانفی جنس کا ہے اور ثانی کا رفع اس بناء پر کہ دوسرا لازائدہ ہے اور دوسرے اسم کا عطف پہلے اسم کے محل پر ہے اس لئے کہ یہ محلا مرفوع ہے مبتداء ہونے کی وجہ سے اس میں بھی عطف کی دو وجہیں جائز ہیں اگر ایک خبر مقدر مانی جائے تو عطف المفرد علی المفرد اگر علیحدہ علیحدہ مقدر مانی جائے تو عطف الجملہ علی الجملہ ہوگا کما مر سابقا آنفا۔

(۴)دونوں کا رفع مبتدا ہونے کی وجہ سے جیسے لَا حَوْلٌ وَلَا قُوَّةٌ إِلَّا بِاللهِ اس لئے کہ یہ جواب ہے قائل کے قول ابغیر اللہ حول وقوۃ کا چونکہ سوال میں دونوں مرفوع ہیں تو جواب میں بھی مرفوع ہونگے تاکہ جواب سوال کے مطابق ہو جائے اس مین بھی دونوں وجہین جائز ہیں یعنی مفرد کا عطف مفرد پر اور جملہ کا عطف جملہ پر۔

(۵)اول کا رفع ثانی کا فتحہ جیسے لَا حَوْلٌ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ اول کا رفع اس بناء پر کہ پہلا لا بمعنی لیس کے ہے یہ ضعیف ہے کیونکہ

لابمعنی لیس کا عمل قلیل ونادر ہے اور دوسرے کا فتحہ اس بناء پر کہ دوسرا لانفی جنس کا ہے۔

السوال ﴿۳۵﴾:… وقد یحذف عاملہ فی مثل: الناس مجزیون باعمالھم ان خیرا فخیر وان شرا فشر، ویجوز فی مثلھا اربعۃ اوجہ.

(۱) عاملہ کی ضمیر کا مرجع بتائیں کہ اس مسئلہ کا تعلق کس بحث سے ہے (۲) مثل الناس مجزیون میں مثل سے کیا مراد ہے (۳) اربعۃ اوجہ کی تفصیل بطرز شارح لکھیں۔ ۱۴۲۱ھ

السوال ﴿۳۶﴾:… وقد یحذف عاملہ أی عامل خبر کان، وھو کان لا خبر کان وأخواتھا لأنہ لا یحذف من ھذہ الأفعال إلا کان، وإما اختصت بھذا الحذف لکثرۃ استعمالھافی مثل الناس مجزیون بأعمالھم إن خیراً فخیرٌ وإن شراً فشرٌ ویجوز فی مثلھاأربعۃ أوجہ۔

(۱) عبارت کی تشریح کریں (۲) مثلھا کی ضمیر کا مرجع ذکر کرنے کے بعد اس میں وجوہ اربعہ بیان کریں (۳) خبر کان کے عامل کو حذف کرنے کی وجہ جواز لکھیں۔ ۱۴۲۴ھ

السوال ﴿۳۷﴾:… وقد یحذف عاملہ فی مثل: الناس مجزیون باعمالھم ان خیرا فخیر وان شرا فشر، ویجوز فی مثلھا اربعۃ اوجہ.

(۱) عاملہ کی ضمیر کا مرجع بتائیں (۲) مثل سے کیا مراد ہے (۳) اربعۃ اوجہ کی تفصیل بطرز شارح لکھیں۔ ۱۴۳۰ھ

جواب: امور مطلوبہ:

(۱) عاملہ کی ضمیر کا مرجع اور اس مسئلہ کا تعلق کس بحث سے ہے

اس مسئلہ کا تعلق کان کی خبر کی بحث سے ہے۔ عاملہ کی ضمیر کا مرجع خبر کان واخواتہا ہے۔

سوال: ۔عاملہ کی ضمیر کا مرجع خبر کان واخواتہا ہے تو اس سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ کان کے نظائر کا حذف بھی جائز ہے حالانکہ ان کا حذف جائز نہیں ہے بلکہ صرف کان کا حذف جائز ہے۔

جواب: ۔عاملہ کی ضمیر کا مرجع فقط خبر کان ہے خبر کان واخواتہا دونوں کا مجموعہ خبر نہیں ہے کیونکہ افعال ناقصہ میں سے صرف کان کا حذف جائز ہے باقی افعال کا حذف جائز نہیں ہے۔

(۲) مثل سے مراد: ہر وہ ترکیب ہے کہ جس میں إنْ کے بعد اسم پر فاداخل ہو پھر اس کے بعد اسم ہو تو ایسی ترکیب میں چار وجہیں جائز ہیں

(۳) اربعۃ اوجہ کی تفصیل: إِنْ خَيْرًا فَخَيْرٌ وَإِنْ شَرًّا فَشَرٌّ: اس میں چار وجہیں جائز ہیں۔

وجوہ اربعہ: وجہ (۱): ۔اول کا نصب اور ثانی کا رفع جیسے إِنْ خَيْرًا فَخَيْرٌ وَإِنْ شَرًّا فَشَرٌّ اول کا نصب اس وجہ سے کہ وہ کان مع اسم محذوف کی خبر ہے اور ثانی کا رفع اس وجہ کہ وہ مبتدا محذوف کی خبر ہے اس وجہ میں تین امور محذوف ہیں

(۱) کان (۲) عملہٗ (۳) فجزاءہٗ اول دو جانب شرط میں ثالث جانب جزا میں۔ تقدیر عبارت اس طرح ان کان عمله خیرا فجزاء ہ خیر.

وجه (۲):۔ دونوں کا نصب اِنْ خَیْرًا فَخَیْرًا وَاِنْ شَرًّا فَشَرًّا اس بناء پر کہ یہ دونوں کان مع اسم محذوف کی خبر ہیں تقدیر عبارت اس طرح ہے ان کان عمله خیرا فکان جزائه خیرا اس وجہ میں چار امور محذوف ہیں جانب شرط میں (۱) کان (۲) عملہٗ اور جانب جزاء میں (۳) کان (۴) جزائه

وجه (۳):۔ دونوں کا رفع اِنْ خَیْرٌ فَخَیْرٌ وَاِنْ شَرٌّ فَشَرٌّ اول کا رفع اس لئے کہ وہ کان مع خبر محذوف کا اسم ہے اور ثانی کا رفع اس وجہ سے کہ وہ مبتداء محذوف کی خبر ہے تقدیر عبارت اس طرح ہے ان کان فی عمله خیر فجزائه خیر اس وجہ میں بھی چار امور محذوف ہیں جانب شرط میں (۱) کان (۲) فی (۳) عملہ اور جانب جزاء میں (۴) جزاؤہ۔

وجه (۴):۔ اول کا برعکس یعنی اول کا رفع اور ثانی کا نصب جیسے اِنْ خَیْرٌ فَخَیْرًا وَاِنْ شَرٌّ فَشَرًّا اول کا رفع اس وجہ سے کہ کان مع خبر محذوف کا اسم ہے اور ثانی کا نصب اس وجہ سے کہ وہ کان مع اسم محذوف کی خبر ہے تقدیر عبارت یوں ہے ان کان فی عمله خیر فکان جزائه خیرا اس وجہ میں پانچ امور محذوف ہیں جانب شرط میں (۱) کان (۲) فی (۳) عملہ اور جانب جزاء میں (۴) کان اور (۵) جزاؤہ۔

السوال ﴿۳۸﴾:...... وَنَحْوُ قَضِيَّةٌ اَیْ هٰذِهٖ قَضِيَّةٌ وَلَا اَبَا حَسَنٍ لَهَا اَیْ لِهٰذَا الْقَضِيَّةِ هٰذَا جَوَابُ دَخْلٍ مُقَدَّرٍ عَلٰی قَوْلِهٖ وَاِنْ كَانَ مَعْرِفَةً وَجَبَ الرَّفْعُ وَالتَّكْرِيْرُ فَاِنَّ اسْمَ لَا فِيْهِ مَعْرِفَةٌ لِاَنَّ اَبَا حَسَنٍ كُنْيَةُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَلَا رَفْعَ فِيْهِ وَلَا تَكْرِيْرَ بَلْ هُوَ مَنْصُوْبٌ غَيْرُ مُكَرَّرٍ

(۱) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (۲) وان کان معرفة میں کان کی ضمیر کا مرجع ذکر کریں (۳) عبارت میں ذکر کردہ اعتراض اور اس کے جواب کی وضاحت کریں۔ **۱۴۲۳ھ**

جواب: امور مطلوبه: (۱) اعراب: سوالیہ عبارت میں دیکھیں۔

ترجمه: اور جیسے قَضِيَّةٌ یعنی هٰذِهٖ قَضِيَّةٌ وَلَا اَبَا حَسَنٍ لَهَا یعنی لِهٰذَا الْقَضِيَّةِ یہ سوال مقدر کا جواب ہے جو مصنف کے قول وَاِنْ كَانَ الخ ''اور اگر معرفہ ہے تو رفع اور تکرار واجب ہے'' پر ہوتا ہے کہ اس میں لا کا اسم معرفہ ہے کیونکہ اَبَا حَسَنٍ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کی کنیت ہے، اس میں رفع نہیں اور نہ ہی تکرار، بلکہ یہ منصوب بلا تکرار ہے

(۲) وان کان معرفة میں کان کی ضمیر کا مرجع: مسند الیہ ہے لا کے داخل ہونے کے بعد

(۳) عبارت میں ذکر کردہ اعتراض اور اس کے جواب کی وضاحت:

سوال:۔ ماتن پر اعتراض ہوتا ہے کہ ماقبل میں گزرا کہ جب لا کا مابعد معرفہ ہو تو اس کا تکرار اور رفع واجب ہے یہ قاعدہ منقوض ہے هذه قضية ولا ابا حسن لها کی مثل کے ساتھ اس لئے کہ اس میں ابا حسن معرفہ ہے کیونکہ ابو حسن یہ حضرت علیؓ کی کنیت ہے

حالانکہ نہ اس پر رفع ہے اور نہ اس کا تکرار ہے بلکہ اس پر نصب ہے۔

مثاولہ: سے صاحب کافیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ مثال متاول بتاویل نکرہ ہے۔ شارح فرماتے ہیں کہ اس میں دو طرح تاویل ہو سکتی ہے (۱) اباحسن لا کا اسم نہیں بلکہ اس سے پہلے مثل مضاف محذوف ہے وہ لا کا اسم ہے اصل میں تھا لا مثل ابی حسن ، اور لفظ مثل متوغل فی الابہام ہونے کی وجہ سے اگر معرفہ کی طرف مضاف بھی ہو جائے تب بھی یہ نکرہ ہی رہتا ہے لہذا لا کا اسم نکرہ ہے نہ کہ معرفہ اس لئے نہ رفع واجب ہے اور نہ تکرار ضروری ہے۔

(۲) اباحسن سے مراد وہ وصف ہے کہ جس کے ساتھ حضرت علی مشہور تھے یعنی "حق و باطل کے درمیان فیصل" اور اس کا معنی ہے ھذہ قضیۃ ولا فیصل لھا اب لا کا اسم نکرہ ہو جائے گا اس لئے کہ جب علم سے مراد وصف مشہور لی جائے تو وہ معرفہ نہیں رہتا بلکہ نکرہ بن جاتا ہے۔

السوال ﴿۳۹﴾:..... اسم ما ولا المشبھتین بلیس ھو المسند الیہ بعد دخولھما مثل ما زید قائما ولا رجل افضل منک وھو فی لا شاذ .

(۱) ما اور لا مشبہتان بلیس کا عمل مثالوں سے واضح کریں (۲) وھو فی لا شاذ کی تشریح کرتے ہوئے ھو کا مرجع متعین کریں (۳) ما اور لا کے درمیان فرق تحریر کریں۔ **۱۴۲۴ھ ثمنی**

جواب: امور مطلوبہ:

(۱) ما اور لا مشبہتان بلیس کا عمل مع امثلہ:

چونکہ ما و لا لیس کے مشابہ ہیں اس وجہ سے یہ لیس والا عمل کریں گے جیسے ما زید قائما اور لا رجل افضل منک

(۲) وھو فی لا شاذ کی تشریح کرتے ہوئے ھو کے مرجع کی تعیین:

ھو ضمیر کا مرجع عمل لیس ہے یعنی لیس کا عمل لا میں قلیل الاستعمال ہے۔ وجہ یہ ہے کہ لا کی لیس کے ساتھ مشابہت ناقص ہے۔ کیونکہ لیس نفی حال کے لئے آتا ہے جبکہ لا مطلق نفی کے لئے آتا ہے نہ کہ نفی حال کے لئے بخلاف ما کے کہ اس کی لیس کے ساتھ مشابہت اتم ہے جس طرح لیس نفی حال کے لئے آتا ہے اسی طرح ما بھی نفی حال کے آتا ہے۔ جب لا کی لیس کے ساتھ مشابہت ناقص ہے تو لا ہمیشہ لیس والا عمل نہیں کرے گا۔

(۳) ما اور لا کے درمیان فرق:

(۱) لا فقط نکرہ میں عمل کرتا ہے اور ما معرفہ اور نکرہ دونوں میں عمل کرتا ہے (۲) لیس کا عمل لا میں قلیل الاستعمال ہے نہ کہ ما میں۔

السوال ﴿۴۰﴾: وَإِذَا زِيْدَتْ إِنْ مَعَ مَا نَحْوُ مَا إِنْ زَيْدٌ قَائِمٌ قِيْلَ إِنَّمَا خُصِّصَتْ مَا بِالذِّكْرِ لِأَنَّهَا لَا تُزَادُ مَعَ لَا فِي اسْتِعْمَالِهِمْ وَهِيَ زَائِدَةٌ عِنْدَ الْبَصْرِيِّيْنَ نَافِيَةٌ مُؤَكِّدَةٌ عِنْدَ الْكُوْفِيِّيْنَ أَوِ انْتَقَضَ النَّفْيُ بِإِلَّا نَحْوُ مَا زَيْدٌ إِلَّا قَائِمٌ أَوْ تَقَدَّمَ الْخَبَرُ نَحْوُ مَا قَائِمٌ زَيْدٌ بَطَلَ الْعَمَلُ أَيْ عَمَلُ مَا إِذَا كَانَ مَعَ وَاحِدٍ مِنْ هٰذِهِ الْأُمُوْرِ الثَّلَاثَةِ

(۱) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (۲) عبارت کی بے غبار تشریح کریں (۳) عبارت میں ذکر کردہ تین صورتوں میں ما کا عمل کیوں باطل ہو جاتا ہے؟ بطرز شارح وجہ بیان کریں۔ ۱۴۲۴ھ ضمنی

جواب: امور مطلوبہ: (۱) اعراب: سوالیہ عبارت میں دیکھیں۔

ترجمہ: اور جب ما کے ساتھ ان کو زائد کیا جائے جیسے مَا إِنْ زَيْدٌ قَائِمٌ کہا گیا ہے کہ ما کو خاص کر اس لیے ذکر کیا گیا کہ عرب کے استعمال میں ان لا کے ساتھ زائد نہیں کیا جاتا اور بصریوں کے نزدیک ان زائد ہے اور کوفیوں کے نزدیک نافیہ مؤکدہ ہے یا نفی الا سے ٹوٹ جائے جیسے مَا زَيْدٌ إِلَّا قَائِمٌ یا خبر مقدم ہو جائے جیسے مَا قَائِمٌ زَيْدٌ تو عمل باطل ہو جاتا ہے یعنی ما کا عمل جبکہ ما ان تین امور میں سے کسی ایک امر کے ساتھ ہو

(۲) عبارت کی بے غبار تشریح: تین صورتوں میں ما و لا کا عمل باطل ہو جاتا ہے (۱) ما و لا کے ساتھ ان زائدہ جمع ہو جائے جیسے ما ان زید قائم (۲) جب نفی الا کی وجہ سے ٹوٹ جائے جیسے ما زید الا قائم (۳) خبر اسم پر مقدم ہو جائے جیسے ما قائم زید.

سوال: ۔ جس طرح ان کا زائدہ ہونا ما کا عمل باطل کر دیتا ہے اسی طرح لا کے عمل کو بھی باطل کر دیتا ہے تو مصنف نے ما کو خاص طور پر ذکر کیوں کیا؟

جواب: ۔ مصنف نے ما کو خاص طور پر اس لئے ذکر کیا کہ عربیوں کے استعمال میں ان لا کے ساتھ زائدہ نہیں ہوتا۔ باقی بصریوں کے نزدیک ان زائدہ ہوتا ہے اور کوفیوں کے نزدیک ان نافیہ موکدہ ہوتا ہے۔

(۳) عبارت میں ذکر کردہ تین صورتوں میں ما کا عمل باطل ہونے کی وجہ: جب ان کیساتھ ان زائدہ ہو تو ان کا استعمال اس لئے باطل ہو جاتا ہے کہ یہ عامل ضعیف ہیں کیونکہ یہ لیس کی مشابہت کی وجہ سے عمل کرتے ہیں جب ان کے اور ان کے معمول کے درمیان فاصلہ ہو جائے گا تو یہ عمل نہیں کر سکیں گے کیونکہ عامل ضعیف معمول مفصول میں عمل نہیں کر سکتا۔ اور جب الا کی وجہ سے نفی ٹوٹ جائے تو یہ اس لئے عمل نہیں کرتے کہ ان کا عمل معنی نفی کی وجہ سے ہوتا ہے جب نفی ٹوٹ جائے گی تو ان کا عمل باطل ہو جائے گا۔ اور جب خبر اسم پر مقدم ہو جائے تو اس وقت ان کا عمل اس لئے باطل ہو جاتا ہے کہ ترتیب میں تغیر لازم آئے گا حالانکہ یہ عامل ضعیف ہیں اور ان کے عمل کے لئے ترتیب شرط ہے جب ترتیب بدل جائے گی اس وقت یہ عمل نہیں کر سکیں گے، جس طرح وہ الا کے مابعد میں عمل نہیں کر سکتے تو ان صورتوں میں معطوف پر رفع واجب ہوگا خبر کے محل پر محمول ہونے کی وجہ سے اس لئے کہ وہ اصل میں مرفوع ہے مبتدا کی خبر ہونے کی وجہ سے۔

السوال ﴿۱۱﴾: ......وھی ای الاضافة بتقدیر حرف الجر معنویة ولفظیة......

(۱) اضافت معنویہ اور اضافت لفظیہ کی تعریف مع امثلہ لکھیں (۲) اضافت معنویہ کی قسمیں لکھنے کے بعد بتائیں کہ اضافت معنویہ کس چیز کا فائدہ دیتی ہے اور اضافت لفظیہ کا فائدہ کیا ہے۔ ۱۴۲۱ھ

السوال ﴿۴۲﴾:..... وَهِيَ مَعْنَوِيَّةٌ وَلَفْظِيَّةٌ فَالْمَعْنَوِيَّةُ اَنْ يَّكُوْنَ الْمُضَافُ غَيْرَ صِفَةٍ مُضَافَةٍ اِلٰى مَعْمُوْلِهَا وَهِيَ اِمَّا بِمَعْنَى اللَّامِ فِيْمَا عَدَا جِنْسِ الْمُضَافِ وَظَرْفِهٖ وَاِمَّا بِمَعْنٰى مِنَ الْبَيَانِيَةِ فِيْ جِنْسِ الْمُضَافِ وَاَمَّا بِمَعْنٰى فِيْ فِيْ ظَرْفِهٖ وَهُوَ قَلِيْلٌ

(۱) عبارت پر اعراب لگا کر تشریح کریں (۲) اضافت کی دونوں قسموں کی مثالیں اور تعریفات ذکر کریں (۳) وهی اما بمعنی اللام میں ھی کا مرجع متعین کریں۔ ۱۴۲۴ھ ضمنی

جواب :امور مطلوبه :(۱) اعراب: سوالیہ عبارت میں دیکھیں۔

(۲) اضافت معنویه اور اضافت لفظیه کی تعریف مع امثله:

اضافت معنویہ کی تعریف یہ ہے وہ مضاف ایسا صیغہ صفت کا نہ ہو جو اپنے معمول کی طرف مضاف ہو۔ غلام زید

اضافت لفظیہ کی تعریف یہ ہے کہ صیغہ صفت کا اپنے معمول کی طرف مضاف ہو۔ جیسے کریم البلد

(۳) اضافت معنویه کی قسمیں: اضافت معنویہ کی تین قسمیں ہیں (۱) اضافت بمعنی لام (۲) اضافت بمعنی من (۵) اضافت بمعنی فی۔ ان تین قسموں کی **وجه حصر** یہ ہے کہ مضاف الیہ یا مضاف کیلئے جنس ہوگا یا مضاف کے لئے ظرف ہوگا یا ان دونوں میں سے کچھ بھی نہیں ہوگا، اگر مضاف الیہ مضاف کیلئے جنس نہ ہو اور ظرف بھی نہ ہو تو اضافت بمعنی لام ہے جیسے غلام زید اور اگر مضاف الیہ مضاف کیلئے جنس ہو تو اضافت بمعنی من ہے جیسے خاتم فضۃ اور اگر مضاف الیہ مضاف کے لئے ظرف ہو تو اضافت بمعنی فی ہے جیسے ضرب الیوم۔

(۴) اضافت معنویه اور اضافت لفظیه کا فائده : اضافت معنویہ کے دو فائدے ہیں (۱) مضاف کی تعریف (۲) مضاف کی تخصیص۔ جب مضاف الیہ معرفہ ہو تو اضافت معنویہ مضاف کی تعریف کا فائدہ دیتی ہے جیسے غلام زید اور جب مضاف الیہ نکرہ ہو تو مضاف کی تخصیص کا فائدہ دیتی ہے جیسے غلام رجل۔

اضافت لفظیہ فقط تخفیف فی اللفظ کا فائدہ دیتی ہے۔ تعریف یا تخصیص کا معنوی فائدہ نہیں دیتی۔

(۵) وهی اما بمعنی اللام میں هی کا مرجع :

ھی ضمیر کا مرجع اضافت معنویہ ہے

السوال ﴿۴۳﴾:.....وَشَرْطُهَا اَيْ شَرْطُ الْاِضَافَةِ الْمَعْنَوِيَّةِ تَجْرِيْدُ الْمُضَافِ اِذَا كَانَ مَعْرِفَةً مِنَ التَّعْرِيْفِ فَاِنْ كَانَ ذَا اللَّامِ حُذِفَ لَامُهٗ وَاِنْ كَانَ عَلَمًا نُكِّرَ بِاَنْ يُّجْعَلَ وَاحِدًا مِنْ جُمْلَةِ مَنْ سُمِّيَ بِذٰلِكَ الْاِسْمِ وَاِنْ لَّمْ يَكُنْ مَعْرِفَةً فَلَا حَاجَةَ اِلَى التَّجْرِيْدِ بَلْ لَا يُمْكِنُ وَمَا اَجَازَهُ الْكُوْفِيُّوْنَ مِنْ تَرْكِيْبِ الثَّلٰثَةِ الْاَثْوَابِ وَشِبْهِهٖ مِنَ الْعَدَدِ الْمُعَرَّفِ بِاللَّامِ الْمُضَافِ اِلٰى مَعْدُوْدِهٖ نَحْوُ الْخَمْسَةُ الدَّرَاهِمِ وَالْمِاَةُ الدِّيْنَارِ ضَعِيْفٌ قِيَاسًا وَاِسْتِعْمَالًا

(۱) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (۲) تشریح عبارت کرتے ہوئے بتلائیں کہ مذکورہ ترکیب قیاسا اور استعمالا کیوں ضعیف ہے؟ وجہ لکھیں (۳) قیاسا و استعمالا کیوں منصوب ہیں؟ وجہ نصب لکھیں۔ ۱۴۳۰ھ

السوال ﴿ ۴۴ ﴾: .....وَمَا اَجَازَہُ الْکُوفِیُّوْنَ مِنْ تَرْکِیْبِ الثَّلٰثَۃِ الْاَثْوَابِ وَشِبْھِہٖ مِنَ الْعَدَدِ الْمُعَرَّفِ بِاللَّامِ الْمُضَافِ اِلٰی مَعْدُوْدِہٖ نَحْوُ اَلْخَمْسَۃُ الدَّرَاھِمِ وَالْمِاَۃُ الدِّیْنَارِ ضَعِیْفٌ قِیَاساً وَاسْتِعْمَالاً

(۱) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (۲) تشریح عبارت کرتے ہوئے بتلائیں کہ مذکورہ ترکیب قیاسا اور استعمالا کیوں ضعیف ہے؟ وجہ لکھیں (۳) قیاسا و استعمالا کیوں منصوب ہیں؟ وجہ نصب لکھیں۔ ۱۴۲۳ھ

جواب: امور مطلوبہ: (۱) اعراب: سوالیہ عبارت میں دیکھیں۔

ترجمہ: اور اس کی شرط یعنی اضافت معنویہ کی شرط مضاف کی جب کہ معرفہ ہو تعریف سے تجرید ہے پس اگر وہ ذو لام ہو تو اس کے لام کو حذف کیا جائے گا اور اگر وہ علم ہو تو اس کو اس طرح نکرہ کیا جائے گا کہ جو اس نام سے موسوم ہیں اسے ان میں سے ایک (غیر معین فرد) قرار دیا جائے گا اور اگر معرفہ نہ ہو تو تجرید کی حاجت نہیں بلکہ اس کی تجرید ممکن ہی نہیں

اور جو کوفیوں نے جائز قرار دیا یعنی ترکیب میں سے اَلثَّلٰثَۃِ الْاَثْوَابِ اور اسکے مشابہ عدد میں سے جو معرف باللام اپنے معدود کی طرف مضاف ہو جیسے اَلْخَمْسَۃُ الدَّرَاھِمِ وَالْمِاَۃُ الدِّیْنَارِ وہ ضعیف ہے قیاس اور استعمال کے اعتبار سے۔

(۲) تشریح عبارت نیز مذکورہ ترکیب قیاسا اور استعمالا ضعیف ہونے کی وجہ:

اس عبارت میں اضافت معنویہ کی شرط بیان کر رہے ہیں کہ مضاف کو تعریف سے خالی کر لیا گیا ہو۔ اگر مضاف کو تعریف سے خالی نہ کیا گیا ہو بلکہ وہ پہلے ہی معرفہ ہے تو اس کی اضافت درست نہیں ہے۔ تجرید المضاف من التعریف کی صورت یہ ہے کہ جب مضاف معرف باللام ہو تو لام کو حذف کر دیا جائے گا اور اگر مضاف علم ہو تو اس کو نکرہ بنا دیا جائے گا نکرہ بنانے کی صورت یہ ہے اس نام کی جماعت کے افراد میں سے ایک فرد غیر معین مراد لیا جائے گا جیسے زیدُ نا خیر من من زید کم (ہمارا زید تمہارے زید سے بہتر ہے)

اس کے بعد مصنف نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے۔

سوال: آپ کی تجرید المضاف من التعریف کی شرط منقوض ہے الثلاثۃ الاثواب، الخمسۃ الدراہم اور المائۃ الدینار وغیرہ کے ساتھ کیونکہ ان میں مضاف کو الف لام سے خالی نہیں کیا گیا تو تجرید المضاف والی شرط باطل ہو گئی اور نحاۃ کوفہ نے اُن اعداد میں جو اپنے معدود و تمیز کی طرف مضاف ہوں تعریف باللام کو جائز رکھا ہے۔

جواب: نحاۃ کوفہ کا ان اعداد میں جو اپنے معدود کی طرف مضاف ہوں تعریف باللام کو جائز رکھنا ضعیف ہے قیاسا و استعمالا قیاسا اس لئے کہ اس صورت میں تحصیل حاصل کی خرابی لازم آئے گی۔ استعمالا اس لئے کہ فصحاء سے ترک لام ثابت ہے اس پر ذوالرمہ شاعر کے شعر سے استشہاد پیش کیا ثَلٰثُ الْاَثَافِیْ وَالدِّیَارِ الْبَلَاقِعِ اس میں ثلث اپنے معدود کی طرف بغیر لام مضاف ہے۔

(۳)قیاسا واستعمالاکیوں منصوب ہیں؟

ضعیف کی فاعل کی طرف نسبت میں ابہام تھا یہ اس سے تمیز ہونے کی وجہ سے منصوب ہیں۔

السوال ﴿۴۵﴾:.....ولا یضاف موصوف الی صفتہ، ولا صفۃ الی موصوفہا .....

(۱)عبارت کی تشریح کریں اس طرح کہ دونوں ضابطوں کی وجہ بھی واضح ہوجائے (۲)مسجد الجامع، جانب الغربی اورجرد قطیفۃ مذکورہ دونوں ضابطوں کے خلاف ہیں ان کی تاویلات ذکر کریں۔ **۱۴۳۲ھ**

السوال ﴿۴۶﴾:.....وَلَا یُضَافُ مَوْصُوْفٌ اِلیٰ صِفَتِہٖ وَ لَا صِفَۃٌ اِلیٰ مَوْصُوْفِھَا وَمِثْلُ مَسْجِدِ الْجَامِعِ وَجَانِبِ الْغَرْبِیِّ وَصَلٰوۃِ الْاُوْلٰی وَبَقْلَۃِ الْحَمْقَاءِ مُتَاَوَّلٌ

(۱)عبارت پر اعراب لگائیں (۲)وضاحت کریں (۳)مسجد الجامع، جانب الغربی صلوۃ الاولی اوربقلۃ الحمقاء میں تاویل کی تفصیل بیان کریں۔ **۱۴۳۱ھ**

جواب :امور مطلوبہ :(۱)اعراب: سوالیہ عبارت میں دیکھیں۔

(۲)عبارت کی تشریح : صاحب کافیہ اس عبارت میں دوضابطے بیان فرماتے ہیں (۱) موصوف کو اس کی صفت کی طرف مضاف نہیں کیا جاسکتا (۲)اور صفت کی اضافت موصوف کی طرف بھی نہیں ہوتی۔ اس کی کئی وجوہات ہیں (۱) ہیئت ترکیب وصفی کا معنی اور ہے اور ہیئت ترکیب اضافی کا معنی اور ہے ہرایک کا معنی جداجدا اور دوسرے سے مختلف ہے اوران میں سے کوئی دوسرے کے قائم مقام نہیں ہوسکتا۔ ترکیب وصفی کا معنی ہے تقیید الشیء بالشیء مع صحۃ حمل الثانی علی الاول (ایک شی کو دوسری شی کے ساتھ مقید کرنا کہ ثانی کا اول پر حمل صحیح ہو) جیسے زیدالفاضل اور ترکیب اضافی کا معنی ہے نسبۃ شیء الی شیء مع عدم صحۃ حمل الثانی علی الاول علی الاغلب (ایک شی کی دوسری شی کی طرف نسبت کرنا لیکن ثانی کا اول پر حمل صحیح نہ ہو غالبًا) جیسے غلام زید جب ہرایک کا معنی جداجدا ومختلف ہے تو ایک ترکیب سے دوسری ترکیب کا معنی مراد لینا جائز نہیں ہے۔ (۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ موصوف کی اضافت الی الصفۃ کی صورت میں اجتماع ضدین لازم آئے گا اس لئے کہ صفت اعراب میں موصوف کے تابع ہوتی ہے اور مضاف الیہ ہمیشہ مجرور ہوتا ہے تو شے واحد کا بیک وقت مرفوع ومجرور ہونا لازم آئے گا۔ (۳) تیسری وجہ عدم جواز کی یہ ہے کہ موصوف اخص من الصفۃ یا مساوی بالصفۃ ہوتا ہے جبکہ مضاف اعم من المضاف الیہ یا مباین ہوتا ہے تو شے واحد کا بیک وقت اخص واعم ہونا اور مساوی ومباین ہونا لازم آئے گا یہ بھی اجتماع ضدین ہے۔

(۳)مسجد الجامع، جانب الغربی جرد قطیفۃ اوربقلۃ الحمقاء کی تاویلات :

مسجد الجامع مسجد الوقت الجامع کی تاویل میں ہے اوراس تاویل میں دومعنوں کا احتمال ہے معنی اول (۱) الوقت نظم کلام میں مقدر ہے اور مسجد اس کی طرف مضاف ہے اور الجامع الوقت کی صفت ہے اس صورت میں اعتراض دووجہوں سے دفع ہوگیا وجہ اول یہ ہے کہ الجامع

مسجد کا مضاف الیہ نہیں ہے بلکہ یہ الوقت کی صفت ہے۔ وجہ ثانی یہ ہے کہ الجامع یہ مضاف (مسجدُ) کی صفت نہیں ہے بلکہ الوقت کی صفت ہے جو نظمِ کلام میں مقدر ہے۔ (۲) دوسرا احتمال یہ ہے کہ الوقت محذوف ہے اور الجامع اس کے قائم مقام ہو کر اس پر مشتمل ہے اس وقت الجامع جو کہ موصوف محذوف کے قائم مقام ہے صفات غالبہ یعنی صفات مجازیہ میں سے ہو جائے گا اور صفات غالبہ (وہ صفات ہیں جو کسی تعلق وعلاقہ کی وجہ سے غیرِ موصوف کے لیے صفت قرار دی گئی ہوں ان کو صفات مجازیہ بھی کہتے ہیں جیسے والقرآن الحکیم اور القرآن العظیم میں حکیم اور عظیم قرآن کی صفت واقع ہوئے ہیں حالانکہ یہ حقیقت میں قرآن کی صفت نہیں بلکہ صاحب قرآن کی صفت ہیں اسی طرح یہاں درحقیقت الجامع کا موصوف الوقت ہے لیکن مجازاً مسجد کو اس کا موصوف بنادیا گیا اور جو حقیقۃً موصوف تھا اس کو حذف کردیا گیا پھر یہ دیکھتے ہوئے کہ المسجد حقیقۃً موصوف نہیں ہے بلکہ مضاف ہے اس کو الجامع کی طرف مضاف کردیا گیا، اس صورت میں ایک وجہ سے اعتراض دفع ہوگیا کہ الجامع مسجد مضاف کی صفت نہیں بلکہ الوقت محذوف کی صفت ہے۔

قطیفۃ جرد میں پہلے قطیفۃ کو حذف کردیا گیا اور یہ حذف اس لئے کیا گیا کہ قطیفہ بھی کلمات میں سے ایک کلمہ ہے جب دیگر کلمات کا حذف جائز ہے تو قطیفہ کا حذف بھی جائز ہے اس کے بعد جرد تنہا بلا موصوف رہ گیا اب یہ صفت بمنزلہ اسم غیر صفت یعنی ذات کے درجہ میں آ گئی اب اس میں ابہام پیدا ہوگیا کہ وہ جرد کیا چیز ہے؟ قطیفۃ ہے یا کوئی اور چیز ہے۔ کیونکہ اس میں قطیفۃ ہونے کی صلاحیت بھی ہے اور غیر قطیفۃ ہونے کی صلاحیت بھی۔ جیسا کہ خاتم میں ابہام ہے فضہ سے بنی ہوئی یا کسی اور چیز سے؟ اور خاتم میں فضہ سے ہونے کی صلاحیت بھی ہے اور غیر فضہ سے ہونے کی صلاحیت بھی۔ پھر جب انہوں نے ابہام کو رفع کرنے کے لئے جرد کی تخصیص کا ارادہ کیا تو اس کو دوبارہ مضاف کردیا اس کی جنس قطیفہ کی طرف کہ جس کی وجہ سے اس میں تخصیص آ گئی جیسا کہ خاتم میں ابہام کو رفع کرنے کے لئے اس کو فضۃ کی طرف مضاف کردیا تا کہ اس میں تخصیص آ جائے لیکن جرد کی اضافت قطیفۃ کی طرف اس حیثیت سے نہیں ہے کہ اس کی صفت ہے بلکہ اس حیثیت سے ہے کہ وہ جنس مبہم ہے اس کو قیطفۃ کی طرف مضاف کیا گیا تا کہ ابہام رفع ہو جائے اور تخصیص پیدا ہو جائے۔ اور اسی طرح کی تاویل اخلاق ثیاب میں بھی ہوگی کہ رفع ابہام کیلئے اس کو لایا گیا صفت کی حیثیت سے نہیں۔

بقلۃ الحمقاء یہ بقلۃ الحبۃ الحمقاء کی تاویل میں ہے۔ ان میں بھی وہی دو احتمال ہیں جو المسجد الجامع میں تھے۔ اور جانب الغربی، جانب المکان الغربی کی تاویل میں ہوگا الغربی کو المکان کی صفت بنائیں گے۔

السوال ﴿۴۷﴾: ..... وَاِذَا اُضِيْفَ الْاِسْمُ الصَّحِيْحُ اَوِ الْمُلْحَقُ بِهٖ اِلٰى يَاءِ الْمُتَكَلِّمِ كُسِرَ اٰخِرُهٗ وَالْيَاءُ مَفْتُوْحَةٌ اَوْ سَاكِنَةٌ

(۱) عبارت پر اعراب لگا کر وضاحت کریں (۲) صحیح اور ملحق بالصحیح کی تعریف کریں اور وجہ الحاق لکھیں (۳) یا کے فتحہ اور سکون میں سے کون سا اصل اور کون سا غیر اصل ہے وضاحت کریں۔ ۱۴۲۶ھ

جواب :امور مطلوبہ :(۱)اعراب: سوالیہ عبارت میں دیکھیں۔

وضاحت: جب اسم صحیح یا ملحق بالصحیح کو یاء متکلم کی طرف مضاف کیا جائے تو اس کے آخر میں یاء کی مناسبت کی وجہ سے کسرہ دیا جاتا ہے اور خود یاء میں دو وجہیں جائز ہیں (۱) یاء کا سکون (۲) یاء کا فتحہ۔

(۲)صحیح اور ملحق بالصحیح کی تعریف اور وجہ الحاق:

عند النحاۃ صحیح وہ ہے جس کے آخر میں حرف علت نہ ہو۔ ملحق بالصحیح وہ ہے جس کے آخر میں واؤ یا یاء ہو اور اس کا ماقبل ساکن ہو۔

وجہ اول: وہ حرف علت جو سکون کے بعد واقع ہو اس پر حرکت ثقیل نہیں ہوتی اس لئے کہ سکون کی خفت اس حرکت کے ثقل کے معارض ہو جائے گی تو جب صحیح کی طرح اس پر حرکت ثقیل نہیں تو وہ ملحق بالصحیح ہوا۔

وجہ ثانی: وہ حرف علت جو سکون کے بعد واقع ہو وہ اس حرف علت کی مثل ہے جو سکوت کے بعد واقع ہو یعنی ابتداء میں واقع ہو۔ وجہ مشابہت ومماثلت دونوں کا استراحۃ اللسان کے بعد واقع ہونا ہے۔ اور وہ حرف علت جو سکوت کے بعد واقع ہو اس پر حرکت ثقیل نہیں وہ ثقل کو برداشت کر لیتا ہے اسی طرح وہ حرف علت جو سکون کے بعد واقع ہو اس پر بھی حرکت ثقیل نہیں لہذا اس کو ملحق بالصحیح کہتے ہیں۔

(۳)یا کے فتحہ اور سکون میں سے کون سا اصل اور کون سا غیر اصل ؟

صحیح یہ ہے کہ یاء پر فتحہ اصل ہے اس لئے کہ وہ کلمہ جس کی بناء حرف واحد پر ہو اس میں اصل حرکت ہے تاکہ ابتداء بالسکون لازم نہ آئے نہ حقیقۃً نہ حکماً۔ حقیقۃً اس صورت میں کہ جب حرف واحد ابتداء میں ہو اور حکماً اس وقت ہے جب وسط کلام میں ہو تو ثابت ہوا کہ وہ کلمہ جس کی بناء حرف واحد پر ہو اس میں حرکت اصل ہے نہ کہ سکون پھر حرکات ثلاثہ میں اصل فتح ہے کیونکہ وہ اخف الحرکات ہے اس لئے یاء پر فتح اصل ہوا اور سکون عارض تخفیف کی وجہ سے ہے۔

السوال ﴿۴۸﴾:......وذو لایضاف الی مضمر لانہ وضع وصلة الی الوصف باسماء الاجناس والضمیر لیس باسم جنس، وقد اضیف الیہ علی سبیل الشذوذ، کقول الشاعر انما یعرف ذا الفضل من الناس ذووہ.

(۱) عبارت کی تشریح کریں (۲) آخری خط کشیدہ جملے کی نحوی ترکیب کریں (۳) بتلائیں کہ عبارت کا تعلق کس بحث سے ہے اور ذو بغیر اضافت کے کیوں استعمال نہیں ہوتا۔

۱۴۲۴ھ

جواب :امور مطلوبہ :

(۱)عبارت کی تشریح: اس عبارت میں اسماء ستہ مکبرہ میں سے ذو کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ذو ضمیر کی طرف مضاف نہیں ہوتا۔ نیز ذو ہمیشہ اضافت کے ساتھ مستعمل ہوتا ہے اضافت کے بغیر استعمال نہیں ہوتا۔ اور ذو کے ضمیر کی طرف مضاف نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ذو کی وضع اس لئے ہے کہ وہ اسم جنس کی طرف مضاف ہو کر اس کو ماقبل کی صفت بنا دیتا ہے اور ضمیر اسم جنس نہیں ہوتی لہذا اگر یہ ضمیر کی طرف مضاف ہو اس کی وضع کے خلاف ہوگا۔ لیکن کبھی علی سبیل الشذوذ ضمیر کی طرف مضاف ہو جاتا ہے جیسے شاعر

کے اس قول میں ہے اِنَّمَا یَعْرِفُ ذَا الْفَضْلِ مِنَ النَّاسِ ذُوْوْهُ

(۲) آخری خط کشیدہ جملے کی نحوی ترکیب

انما کلمہ حصر یعرف فعل مضارع ذا مضاف الفضل مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ ملکر مفعول یعرف کا، من الناس جار مجرور متعلق یعرف کے، ذووہ مضاف مضاف الیہ ملکر فاعل ہے یعرف کا، یعرف اپنے فاعل مفعول سے ملکر جملہ فعلیہ ہوا۔

(۳) عبارت کا تعلق کس بحث سے ہے ؟

اسماء ستہ مکبرہ کی اضافت سے ہے

(٤) ذو کے بغیر اضافت استعمال نہ ہونے کی وجہ : اس لئے کہ ذو کی وضع اس لئے ہے کہ یہ اسم جنس کی طرف مضاف ہوکر اس کو ماقبل کی صفت بنادے اور یہ تب ہوسکتا ہے کہ جب یہ مضاف ہو اسم جنس کی طرف۔ اسی لئے اس کو اضافت لازم ہے اور یہ مقطوع عن الاضافت نہیں ہوتا۔

السوال ﴿۹﴾:......**وفائدته ای فائدة النعت عالبا تخصیص فی النكرة كرجل عالم او توضیح فی المعرفة كزید الظریف.**

(۱) نعت کی دونوں قسموں کی تعریف مع امثلہ تحریر کریں (۲) نعت بحالہ اور بحال متعلقہ دونوں قسموں کی اپنے موصوف کے ساتھ کتنی چیزوں میں مطابقت ضروری ہے؟ مثالوں کے ساتھ وضاحت کریں۔ ۱۴۲۲ھ

جواب :امور مطلوبہ :(۱) نعت کی دونوں قسموں کی تعریف مع امثلہ:

صفت بحال الموصوف : وہ ہے جو ایسے معنی پر دلالت کرے جو ذات متبوع وموصوف میں پایا جائے جیسے مررت برجل حسن اس میں حسن جس معنی پر دلالت کر رہا ہے وہ خود رجل میں پایا جاتا ہے۔

صفت بحال متعلق الموصوف : ۔ وہ ہے جو ایسے معنی پر دلالت کرے جو بالذات تو موصوف کے متعلق میں پایا جائے لیکن بالاعتبار خود موصوف میں پایا جائے جیسے مررت برجلٍ حسنٍ غلامُہ اس میں رجل کا حسن الغلام ہونا ایسے معنی پر دلالت کر رہا ہے جو خود رجل میں موجود ہے اگر چہ اعتباری ہے۔ اس لئے کہ جس رجل کا غلام اچھا ہو تو وہ خود بھی اچھا ہے اس اعتبار سے کہ اس کا غلام اچھا ہے۔

(۲) نعت بحالہ اور بحال متعلقہ کی اپنے موصوف کے ساتھ کتنی چیزوں میں مطابقت ضروری ہے؟

صفت بحال الموصوف دس چیزوں میں اپنے متبوع کے تابع ہوتی ہے (۱) رفع (۲) نصب (۳) جر (۴) تعریف (۵) تنکیر (۶) تذکیر (۷) تانیث (۸) افراد (۹) تثنیہ (۱۰) جمع۔

صفت بحال متعلق الموصوف پانچ چیزوں میں اپنے موصوف کے تابع ہوتی ہے۔ (۱) رفع (۲) نصب (۳) جر (۴) تعریف (۵) تنکیر

السوال ﴿۵۰﴾: ...... وَتُوصَفُ النَّكِرَةُ لَا الْمَعْرِفَةُ بِالْجُمْلَةِ الْخَبَرِيَّةِ الَّتِيْ هِيَ فِيْ حُكْمِ النَّكِرَةِ لِاَنَّ الدَّلَالَةَ عَلٰى مَعْنًى فِيْ مَتْبُوْعِهٖ كَمَا تُوْجَدُ فِي الْمُفْرَدِ كَذٰلِكَ تُوْجَدُ فِي الْجُمْلَةِ الْخَبَرِيَّةِ وَاِنَّمَا قَيَّدَ الْجُمْلَةَ بِالْخَبَرِيَّةِ لِاَنَّ الْاِنْشَائِيَّةَ لَا تَقَعُ صِفَةً اِلَّا بِتَاوِيْلٍ بَعِيْدٍ كَمَا اِذَا قُلْتَ جَاءَ نِيْ رَجُلٌ اِضْرِبْهُ اَیْ مَقُوْلٌ فِيْ حَقِّهٖ اِضْرِبْهُ اَیْ مُسْتَحِقٌّ لِاَنْ يُؤْمَرَ بِضَرْبِهٖ وَيَلْزَمُ فِيْهَا الضَّمِيْرُ

(۱) عبارت پر اعراب لگائیں (۲) وضاحت کریں (۳) جب جملہ خبریہ نکرہ کی صفت واقع ہو تو جملہ میں ضمیر کیوں ضروری ہے ۱۴۲۳ھ

السوال ﴿۵۱﴾: ...... وَتُوصَفُ النَّكِرَةُ لَا الْمَعْرِفَةُ بِالْجُمْلَةِ الْخَبَرِيَّةِ الَّتِيْ هِيَ فِيْ حُكْمِ النَّكِرَةِ لِاَنَّ الدَّلَالَةَ عَلٰى مَعْنًى فِيْ مَتْبُوْعِهٖ كَمَا تُوْجَدُ فِي الْمُفْرَدِ كَذٰلِكَ تُوْجَدُ فِي الْجُمْلَةِ الْخَبَرِيَّةِ وَاِنَّمَا قَيَّدَ الْجُمْلَةَ بِالْخَبَرِيَّةِ لِاَنَّ الْاِنْشَائِيَّةَ لَا تَقَعُ صِفَةً اِلَّا بِتَاوِيْلٍ بَعِيْدٍ كَمَا اِذَا قُلْتَ جَاءَ نِيْ رَجُلٌ اِضْرِبْهُ اَیْ مَقُوْلٌ فِيْ حَقِّهٖ اِضْرِبْهُ اَیْ مُسْتَحِقٌّ لِاَنْ يُؤْمَرَ بِضَرْبِهٖ

(۱) عبارت پر اعراب لگائیں (۲) عبارت کا خلاصہ بیان کریں (۳) درج ذیل جملہ کی ترکیب کریں: لان الانشائية لا تقع صفة الا بتاويل بعيد ۱۴۲۸ھ

جواب: امور مطلوبہ: (۱) اعراب: سوالیہ عبارت میں دیکھیں۔

(۲) خلاصہ وضاحت: صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے جملہ خبریہ نکرہ کی صفت بن سکتا ہے اور لیکن اس میں ضمیر (عائد) کا ہونا ضروری ہے جو موصوف کی طرف لوٹے۔

لا المعرفة: سے شارح جامی نے اشارہ کیا کہ نکرہ کی قید احترازی ہے اس سے احتراز ہے معرفہ سے۔ اس لئے کہ جملہ خبریہ معرفہ کی صفت نہیں بن سکتا۔ کیونکہ جملہ خبریہ نکرہ کے حکم میں ہوتا ہے۔ اگر موصوف معرفہ ہو تو تعریف وتنکیر کے اعتبار سے مطابقت نہیں رہتی۔

التی هی: سے **شارح کی غرض** ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ **سوال:**۔ جملہ خبریہ کا نکرہ کی صفت واقع ہونا صحیح نہیں۔ اس لئے کہ موصوف صفت کے درمیان تعریف وتنکیر کے اعتبار سے مطابقت ضروری ہوتی ہے اور اگر جملہ خبریہ کو نکرہ کی صفت بنا جائے تو موصوف صفت میں مطابقت نہیں رہے گی اس لئے کہ جملہ خبریہ نہ نکرہ ہوتا ہے نہ معرفہ کیونکہ نکرہ اور معرفہ اسم مفرد کی صفات میں سے ہیں اور جملہ خبریہ مرکب ہوتا ہے۔

جواب:۔ یہ بات تسلیم ہے کہ جملہ خبریہ نہ نکرہ ہوتا ہے نہ معرفہ، لیکن نکرہ کے حکم میں ہوتا ہے لہذا اس کو نکرہ کی صفت بنانا درست۔

لان الدلالة: میں ضابطہ مذکورہ توصف النكرة بالجمله کی وجہ کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ صفت کے لئے ضروری وہ معنی حاصل فی المتبوع پر دلالت کرے بدلالۃ مطلقہ۔ اور یہ بات جس طرح مفرد میں پائی جاتی ہے اسی طرح جملہ خبریہ میں پائی جاتی ہے اس لئے جملہ خبریہ کا صفت بننا صحیح ہے۔

وانما قید: سے شارح کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ سوال:۔ مصنف اختصار وایجاز کے درپے ہے اوراختصار اس میں تھا کہ مصنف وتوصف النکرۃ بالجملۃ کہتا اس کوالخبریۃ کے ساتھ مقید نہ کرتا فَلِمَ قیدھا بالخبریۃ؟

جواب:۔ کا حاصل یہ ہے کہ جملہ کو خبریہ کیساتھ اس لئے مقید کیا کیونکہ جملہ انشائیہ نکرہ کی صفت نہیں بن سکتا کیونکہ اگر موصوف معرفہ ہوتو صفت موصوف کی توضیح کا فائدہ دیتی ہے اوراگر نکرہ ہوتو موصوف کی تخصیص کا فائدہ دیتی ہے پس صفت کا موصوف کیلئے ثابت ہونا ضروری ہے اور کسی شے کیلئے ثابت ہونا فرع ہے اس بات کی کہ وہ شے فی نفسہ ثابت ہو اور جملہ انشائیہ فی نفسہ ثابت نہیں ہوتا کیونکہ اس میں ایجاد مالم یوجد واثبات مالم یثبت ہوتا ہے اس لئے یہ نکرہ کی صفت نہیں بن سکتا البتہ اگر اس میں کوئی تاویل بعید کرلی جائے تو نکرہ کی صفت بن سکتا ہے مثلاً جاء نی رجل اضربہ میں یوں تاویل کی جائے جاء نی رجل مقول فی حقہ اضربہ تو اس صورت میں جملہ انشائیہ نکرہ کی صفت بن جائے گا۔

(۳) جب جملہ خبریہ نکرہ کی صفت واقع ہو تو جملہ میں ضمیر کیوں ضروری ہے؟

یہ اس لئے ضروری ہے تاکہ وہ صفت کو موصوف کے ساتھ ربط دیدے جیسے جاء نی رجل ابوہ قائم اس میں رجل موصوف ہے اور ابوہ قائم اس کی صفت ہے اورہ ضمیر رابط ہے اوراگر جملہ میں ضمیر نہ ہوتو چونکہ جملہ مستقل بنفسہا ہوتا ہے اور غیر کے ساتھ ارتباط کا تقاضا نہیں کرتا اس لئے اس وقت موصوف کے اعتبار سے یہ اجنبی ہوگا لہٰذا اس کا صفت بننا صحیح نہیں جیسے جاء نی رجل زید عالم۔

(۴) لان الانشائیۃ لاتقع صفۃ الابتاویل بعیدکی ترکیب:

لام حرف جار، ان حرف از حروف مشبہ بالفعل، الانشائیۃ اس کا اسم، لاتقع فعل، ھی ضمیر راجع بسوئے الانشائیۃ اس کا فاعل، صفۃ منصوب لفظاً مفعول بہ، الاحرف استثناء ب حرف جار، تاویل موصوف، بعید صفت، موصوف صفت سے ملکر مجرور ہوا، حرف جار اپنے مجرور سے ملکر مستثنیٰ مفرغ ہوکر متعلق ہوا لاتقع فعل کے۔ فعل اپنے فاعل، مفعول بہ اور متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر محلاً مرفوع خبر ہوا ان کی۔ ان اپنے اسم وخبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

السوال ﴿۵۲﴾: ......وَ لَمَّا کَانَ لِقَائِلٍ اَنْ یَّقُوْلَ هٰذِهِ الْقَاعِدَةُ مُنْتَقِضَةٌ بِقَوْلِهِمُ الَّذِیْ یَطِیْرُ فَیَغْضَبُ زَیْدُنِ الذُّبَابُ فَاِنَّ یَطِیْرُفِیْهِ ضَمِیْرٌ یَعُوْدُ اِلَی الْمَوْصُوْلِ وَیَغْضَبُ الْمَعْطُوْفُ عَلَیْهِ لَیْسَ فِیْهِ ذٰلِکَ الضَّمِیْرُ فَاَجَابَ عَنْهُ بِقَوْلِهٖ

(۱) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (۲) ھذہ القاعدۃ سے جس قاعدہ کی طرف اشارہ ہے اسے ذکر کریں (۳) عبارت میں ذکر کردہ اعتراض کی وضاحت کریں اوراس کا جواب تحریر کریں۔ ۱۴۲۳ھ

جواب: امور مطلوبہ: (۱) اعراب: سوالیہ عبارت میں دیکھیں۔

ترجمہ: اور جبکہ کہنے والے (معترض) کو یہ کہنا جائز تھا کہ یہ قاعدہ عرب کے قول الذی یطیر (وہ جو اڑتا ہے پس زید کو غصہ دلاتا ہے وہ مکھی ہے) سے ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ یطیر میں ضمیر ہے جو موصول کی طرف لوٹتی ہے اور یغضب کا یطیر پر عطف ہے لیکن اس میں وہ ضمیر

نہیں ہے تو مصنف نے اس کا جواب اپنے اس قول سے دیا

(۲) ھذہ القاعدۃ سے مراد: معطوف کا معطوف علیہ کے حکم میں ہونا فیما یجوز لہ و یمتنع

(۳) عبارت میں ذکر کردہ اعتراض کی وضاحت کریں اور اس کا جواب:

سوال: ۔قاعدہ مذکورہ کہ معطوف، معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے فیما یجوز لہ و یمتنع منقوض ہے عربیوں کے اس قول اَلَّذِیْ یَطِیْرُ فَیَغْضَبُ زَیْدُنِ الذُّبَابُ سے۔اس لئے کہ یطیر میں ضمیر ہے جو موصول کی طرف راجع ہے اور یغضب یطیر پر معطوف ہے لیکن یہ ضمیر سے خالی ہے کیونکہ اس کا فاعل اسم ظاہر زیدٌ ہے۔

اس کے چار جواب ہیں۔ پہلا جواب صاحب کافیہ نے دیا ہے جبکہ بقیہ تین جواب شارح نے دیئے ہیں۔

جواب(۱): ۔وانما جاز میں صاحب کافیہ نے **جواب(۱)** دیا ہے کہ فیغضب پر فاء عاطفہ نہیں بلکہ سببیت محضہ کیلئے ہے لہذا اب سوال وارد نہیں ہوگا اس لئے کہ ہماری بحث عطف میں ہے نہ کہ سبب میں۔

جواب(۲): ۔او یکون سے جواب ثانی کا بیان ہے کہ فاء سببیت اور عطف دونوں کے لئے ہے۔

جواب(۳): ۔او یفہم سے جواب ثالث کا بیان ہے کہ فاء حقیقۃً سببیت کے لئے تو نہیں ہے بلکہ عطف کیلئے ہے لیکن اس فاء سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ جملہ اولی جملہ ثانیہ کے لئے سبب ہے اس معنی سببیت پر اکتفاء کرلیا گیا اور رابطے کی ضرورت نہیں رہی معنی یہ ہوگا وہ چیز جو اڑتی ہے پس غضبناک ہو جاتا ہے اس کے سبب سے زید وہ مکھی ہے۔

جواب(۴): ۔ویمکن سے جواب رابع کا بیان ہے کہ فاء عطف محض کے لئے ہے اور معطوف میں ضمیر مقدر ہے جو موصول کی طرف راجع ہے اصل میں عبارت یوں تھی اَلَّذِیْ یَطِیْرُ فَیَغْضَبُ زَیْدُ بِطَیْرَانِہِ الذُّبَابُ. تو معطوف علیہ کی طرح معطوف میں بھی عائد موجود ہے فاندفع الاشکال۔

السوال ﴿۵۳﴾:......اَلتَّوَابِعُ وَھُوَ جَمْعُ تَابِعٍ مَنْقُوْلٌ عَنِ الْوَصْفِیَّۃِ اِلَی الْاِسْمِیَّۃِ وَالْفَاعِلُ الْاِسْمِیُّ یُجْمَعُ عَلٰی فَوَاعِلَ کَالْکَاھِلِ عَلَی الْکَوَاھِلِ وَالْمُرَادُ بِھَا تَوَابِعُ الْمَرْفُوْعَاتِ وَالْمَنْصُوْبَاتِ وَالْمَجْرُوْرَاتِ الَّتِیْ ھِیَ اَقْسَامُ الْاِسْمِ

(۱) عبارت پر اعراب لگائیں (۲) ترجمہ کریں (۳) تابع کی تعریف کریں، اقسام بیان کریں اور مثالیں دیں۔ ۱۴۲۷ھ

جواب: امور مطلوبہ: (۱) اعراب: سوالیہ عبارت میں دیکھیں۔

(۲) ترجمہ: توابع اور وہ تابع کی جمع ہے جو وصفیت سے اسمیت کی طرف منقول ہے اور فاعل اسمی کی فواعل کے وزن پر جمع لائی جاتی ہے جیسے کاھل بر (وزن) کواھل اور توابع سے مراد مرفوعات و منصوبات و مجرورات کے وہ توابع ہیں جو اسم کی اقسام سے ہیں

(۳) تابع کی تعریف، اقسام اور مثالیں:

تابع ہر وہ ثانی اسم ہے جو اپنے سابق کے اعراب کے ساتھ معرب ہو ایک ہی جہت سے۔

تابع کی پانچ قسمیں ہیں (۱) نعت جاءنی رجل عالم (۲) تاکید جاءنی زیدزید (۳) بدل سلب زید ثوبہ (۴) عطف بالحرف جاءزید وعمرو (۵) عطف بیان جیسے اقسم باللہ ابوحفص عمر

السوال ﴿۵۴﴾:......وَإِذَا عُطِفَ عَلَى الضَّمِيْرِ الْمَرْفُوْعِ لَا الْمَنْصُوْبِ وَالْمَجْرُوْرِ الْمُتَّصِلِ بَارِزًا كَانَ أَوْ مُسْتَتِرًا لَا الْمُنْفَصِلِ اُكِّدَ بِمُنْفَصِلٍ أَوَّلًا ثُمَّ عُطِفَ عَلَيْهِ مِثْلُ ضَرَبْتُ أَنَا وَزَيْدٌ وَزَيْدٌ ضَرَبَ هُوَ وَغُلَامُهُ إِلَّا أَنْ يَقَعَ فَصْلٌ فَيَجُوْزُ تَرْكُهُ أَيْ تَرْكُ التَّاكِيْدِ لِأَنَّهُ قَدْ طَالَ الْكَلَامُ بِوُجُوْدِ الْفَصْلِ ......

(۱) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (۲) ضمیر مرفوع متصل پر عطف کرنے کا طریقہ مثال سے واضح کریں اور بتلائیں کہ عطف کی صورت میں ضمیر منفصل کے ساتھ تاکید لانا کیوں ضروری ہے؟ شارح کے بیان کے مطابق وضاحت کریں (۳) الا ان یقع فصل فیجوز ترکہ کی مثال دے کر وضاحت کریں۔ ۱۴۲۴ھ

جواب: امور مطلوبہ: (۱) اعراب: سوالیہ عبارت میں دیکھیں۔

ترجمہ: اور جب ضمیر مرفوع نہ کہ منصوب و مجرور متصل بارز ہو یا مستتر پر نہ کہ منفصل پر تو پہلے اسکی منفصل کے ساتھ تاکید لائی جائے گی پھر اس پر عطف ڈالا جائے گا جیسے ضربت انا وزید اور زید ضرب ہو وغلامہ مگر یہ کہ فصل واقع ہو جائے تو اس کا یعنی تاکید کا ترک جائز ہے کیونکہ فصل کے باوجود کلام طویل ہو گیا ہے

(۲) ضمیر مرفوع متصل پر عطف کرنے کا طریقہ اور ضابطہ مذکورہ کی وجہ:

جب ضمیر مرفوع متصل پر کسی لفظ کا عطف ڈالا جائے تو پہلے ضمیر مرفوع منفصل کے ساتھ اس کی تاکید لائی جائے گی پھر عطف کیا جائے گا جیسے ضربت انا وزید اس میں زید کا عطف تا ضمیر متکلم پر ہے۔ اس لئے پہلے ضمیر مرفوع منفصل کیساتھ یعنی انا کیساتھ اس کی تاکید لائے پھر عطف ڈالا گیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ضمیر متصل جس فعل کے متصل ہوتی ہے وہ اس کیلئے جز کی طرح ہوتی ہے لفظاً بھی معناً بھی۔ لفظاً تو اس طرح کہ یہ فعل کے ساتھ اس طرح متصل ہے کہ اس کا اس سے انفصال جائز نہیں ہے۔ اور معناً اس طرح کہ یہ ضمیر متصل فاعل ہے اور فاعل فعل کیلئے بمنزلہ جزء کے ہوتا ہے۔ اب اگر تاکید کے بغیر اس پر کسی لفظ کا عطف کیا جائے تو یہ ایسے ہوگا جیسے کلمے کے بعض حروف پر عطف کیا جائے اور یہ جائز نہیں ہے اس لئے اولاً ضمیر منفصل کے ساتھ اس کی تاکید کی جائیگی پھر اس پر عطف کیا جائے گا کیونکہ اس تاکید کے ساتھ یہ واضح ہو جائے گا کہ وہ ضمیر متصل اگرچہ جزء کی مانند ہے لیکن حقیقت میں وہ منفصل ہے اور اس انفصال کی دلیل یہ ہے کہ بوقت تاکید اس کو اپنے فعل سے علیحدہ کر کے لانا جائز ہے لہذا ضمیر متصل کو ایک قسم کا استقلال حاصل ہو جائے گا اور اس پر عطف جائز ہوگا۔

(۳) الا ان یقع فصل فیجوز ترکہ کی مثال دے کر وضاحت کریں: جب ضمیر مرفوع متصل اور اس کے معطوف کے درمیان کوئی فاصلہ ہو تو ترک تاکید بالمنفصل جائز ہے خواہ فاصلہ حرف عطف سے پہلے ہو یا حرف عطف کے بعد ہو۔ جیسے

ضربت الیوم و زید اس میں زید کا عطف تاء ضمیر متصل پر اور الیوم کا فاصلہ ہے۔اور جیسے اللہ تعالی کا قول ہے ما اشر کنا و لا آبائنا اس میں آباء کا عطف اشرکنا کی نا ضمیر پر ہے اور واو حرف عطف کے بعد نفی کی تاکید کے لئے لا زائدہ کیا گیا ہے اور یہی لا فاصل ہے جو کہ حرف عطف کے بعد ہے اس لئے ضمیر فصل لانے کی ضرورت نہیں رہی۔

السوال ﴿۵۵﴾:......مندرجہ ذیل اصطلاحات کی تعریفات مثالوں سمیت تحریر کریں:

۱۴۲۵ھ

تمیز، مفعول لہ، منصوب بنزع الخافض، منصوب علی المدح، تاکید، عطف بیان، نعت

جواب: امور مطلوبہ:

(۱) تمییز، مفعول لہ، منصوب بنزع الخافض، منصوب علی المدح، تاکید، عطف بیان، نعت کی تعریفات مع امثلہ

تمیز: وہ اسم ہے جو ذات مقدرہ یا ذات مذکورہ سے ابہام کو رفع کرے ایسا ابہام جو اس کے معنی موضوع لہ میں راسخ ہو چکا ہو۔ ذات مذکورہ سے ابہام ورفع کرنے کی مثال عندی رطل زیتا ذاتِ مقدرہ سے ابہام رفع کرنے کی مثال طاب زید نفسا.

مفعول لہ: وہ ہے جس کی وجہ سے فعل مذکور کیا گیا ہو' جیسے ضَرَبْتُهُ تَادِيْبًا اور قَعَدْتُ عَنِ الْحَرْبِ جُبْنًا۔

منصوب بنزع الخافض: وہ منصوب جس کو حرف جارہ کے حذف کے بعد نصب دیا گیا ہو وہ منصوب بنزع الخافض کہلاتا ہے جیسے سورۃ آل عمران میں باری تعالی کا ارشاد ہے۔یرونھم مثلیھم رأی العین یہ اصل میں کرای العین تھا

منصوب علی المدح: وہ منصوب جو امدح فعل مقدر کا مفعول ہو اس کو منصوب علی المدح کہتے ہیں جیسے الحمد لله الحمیدَ یعنی اعنی الحمید

تاکید: وہ تابع ہے جو اپنے متبوع کے حال کو نسبت میں یا شمول میں اس کے منسوب یا منسوب الیہ ہونے میں سامع کے نزدیک ثابت کر دے۔یعنی سامع کے نزدیک یہ ثابت ہو جائے کہ اس نسبت میں منسوب یا منسوب الیہ متبوع ہی ہے اور کوئی چیز نہیں ہے۔اور شمول میں متبوع کے حال کو پختہ کرنیکا مطلب یہ ہے کہ متبوع اپنے تمام افراد کو اس حکم میں شامل کرے جو حکم متبوع کے لئے ثابت ہے۔ پھر اس کی دو قسمیں ہیں (۱) تاکید لفظی وہ ہے جس میں لفظ اول کو مکرر لایا جائے جیسے جاءنی زید زید۔(۲) تاکید معنوی وہ ہے جو چند مخصوص گنے چنے الفاظ سے ہو جیسے نفس، عین، کلا، کلتا وغیرہ مثلاً ضرب زید نفسہ۔

عطف بیان: وہ تابع ہے جو صفت کا غیر ہو اور اپنے متبوع کی وضاحت کرے۔جیسے اقسم باللہ ابو حفص عمر اس میں ابو حفص امیر المومنین حضرت عمرؓ کی کنیت ہے اور عمر علم جو کہ عطف بیان ہے

نعت: وہ تابع ہے کہ جو ایسے معنی پر دلالت کرے جو اس کے متبوع میں پایا جائے مطلقاً یعنی ہر حال میں ہر مادہ میں جیسے جاءنی رجل عالم

السوال ﴿۵۶﴾:......واذا اکد الضمیر المرفوع المتصل بارزا کان او مستکنا بالنفس والعین ای اذا ارید تاکیدہ بھما اکد ذلک الضمیر اولا بمنفصل ثم بالنفس والعین مثل ضربت انت نفسک.

(۱) عبارت کی وضاحت کریں (۲) یہاں تین قیود ہیں المرفوع، المتصل، بالنفس والعین. ان قیود کے فوائد بیان فرمائیں

(۳) تاکید بالمنفصل اولاً کی علت بیان فرمائیں۔ ۱۴۲۶ھ

جواب :امور مطلوبہ :

(۱) وضاحت: تاکید کے بارے میں ایک ضابطہ ذکر فرمارہے ہیں۔ جب لفظ نفس اور عین کیساتھ ضمیر مرفوع متصل کی تاکید کا ارادہ کیا جائے تو پہلے ضمیر مرفوع منفصل کے ساتھ، ضمیر مرفوع متصل کی تاکید لانا ضروری ہے پھر لفظ نفس اور عین کے ساتھ تاکید لائی جائے گی جیسے ضَرَبْتَ اَنْتَ نَفْسُکَ

(۲) المرفوع، المتصل، بالنفس والعین والی قیود کا فائدہ :

مرفوع کی قید اس لئے لگائی کیونکہ لفظ نفس اور عین کے ساتھ ضمیر منصوب متصل اور مجرور متصل کی تاکید، ضمیر منفصل کے ساتھ تاکید کے بغیر جائز ہے جیسے ضربتک نفسک اور مررت بک نفسِک اس لئے کہ اس صورت میں تاکید کا فاعل کے ساتھ التباس لازم نہیں آتا اور متصل کی قید اس لئے لگائی کہ ضمیر مرفوع منفصل کی تاکید لفظ نفس اور عین کیساتھ تاکید بالمنفصل کے بغیر جائز ہے جیسے انتَ نفسُک قائم اس لئے کہ اس صورت میں تاکید کا فاعل کے ساتھ التباس لازم نہیں آتا اور لفظ نفس اور عین کی قید اس لئے لگائی کہ لفظ کل اور اجمعون کے ساتھ ضمیر مرفوع متصل کی تاکید تاکید بالمنفصل کے بغیر جائز ہے جیسے القوم جاء ونی کلھم اجمعون اس لئے کہ ان صورتوں میں تاکید کا فاعل کے ساتھ التباس لازم نہیں آتا۔

تاکید بالمنفصل اولاً کی علت : یہ شرط اس لئے لگائی اگر پہلے ضمیر مرفوع منفصل کے ساتھ تاکید نہ کی جائے تو بعض صورتوں میں تاکید کا فاعل کے ساتھ التباس لازم آئے گا مثلاً جب لفظ نفس اور عین کے ساتھ ضمیر مرفوع مستتر کی تاکید کی جائے جیسے زیدا کرمنی ھو نفسہ اب اگر اس کی ھو ضمیر کے ساتھ تاکید نہ لائی جائے اور یوں کہا جائے زید اکرمنی نفسہ تو معلوم نہیں ہوگا کہ نفسہ اکرم کا فاعل ہے یا ضمیر مستتر فاعل کی تاکید ہے چونکہ اس صورت میں التباس لازم آتا ہے اس لئے باقی صورتوں کو جن میں اگرچہ التباس لازم نہیں آتا اس پر قیاس کرلیا جائے گا تاکہ سارے باب کا حکم ایک ہوجائے۔

السوال ﴿۵۷﴾:......واذا کان البدل نکرۃ مبدلۃ من معرفۃ فالنعت ای نعت البدل واجب مثل بالناصیۃ ناصیۃ کاذبۃ ویکونان ظاھرین نحو جاء نی زید اخوک ومضمرین نحو الزیدون لقیتم اباھم ومختلفون نحو اخوک ضربتہ زیدا.

(۱) عبارت کی وضاحت کریں (۲) جب بدل نکرہ ہو تو اس کی نعت لانا کیوں واجب ہے اس کی وضاحت کریں (۳) واذا کان

۱۴۳۱ھ
البدل نکرة مبدلة من معرفة فالنعت واجب کی ترکیب کریں۔

جواب :امور مطلوبہ :

(۱) وضاحت: یہ ایک ضابطے کا بیان ہے کہ جب مبدل منہ معرفہ اور بدل نکرہ ہو تو بدل کی نعت لانا واجب ہے جیسے بالناصیہ ناصیہ کاذبة اس میں الناصیہ معرفہ مبدل منہ ہے اور ناصیہ نکرہ بدل ہے اسلئے اسکی نعت کاذبہ لائی گئی۔
مصنف نے اظہار اور اضمار کے لحاظ سے بدل کی چار قسمیں بیان فرمائی ہیں شارح جامی رحمہ اللہ نے مثالوں سے وضاحت فرمائی ہے تفصیل حسب ذیل ہے:

(۱) بدل مبدل منہ دونوں اسم ظاہر ہوں جیسے جاءنی زید اخوک۔

(۲) دونوں اسم ضمیر ہوں جیسے الزیدون لقیتھم ایاھم.

(۳) مختلف ہوں اس کے تحت دو قسمیں داخل ہیں مبدل منہ اسم ظاہر اور بدل اسم ضمیر ہو جیسے اخوک ضربت زیدا ایاہ

(۴) مبدل منہ اسم ضمیر اور بدل اسم ظاہر جیسے اخوک ضربتہ زیدا.

(۲) جب بدل نکرہ ہو تو اس کی نعت لانا کیوں واجب ھے؟ نعت لانا اس لئے واجب ہے تاکہ بعض کل وجہ مقصود غیر مقصود سے انقص نہ ہو جائے اس لئے کہ بدل مقصود ہوتا ہے اور نکرہ معرفہ کی بنسبت انقص ہوتا ہے لہذا اسکی نعت لانا واجب ہے تاکہ نعت کے ذریعہ نکارے والے نقص کی تلافی اور جبر نقصان ہو جائے جو بدل میں ہے

(۳) واذا کان البدل نکرة مبدلة من معرفة فالنعت واجب کی ترکیب: واؤ استینافیہ اذا حرف شرط کان فعل ناقص البدل اسم کان نکرة موصوف مبدلة صیغہ صفت ہی ضمیر اس کا فاعل من جار معرفة مجرور جار مجرور مل کر متعلق مبدلة کے مبدلة اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر شبہ جملہ ہو کر صفت موصوف صفت مل کر کان کی خبر کان اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ ہو کر شرط فاء جزائیہ النعت مبتدا واجب خبر مبتدا خبر مل کر جملہ ہو کر جزا شرط جزا مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

السوال ﴿۵۸﴾:......وَهُوَ اَيِ الْبَدَلُ اَنْوَاعٌ اَرْبَعَةٌ بَدَلُ الْكُلِّ اَیْ بَدَلٌ هُوَ كُلُّ الْمُبْدَلِ مِنْهُ وَبَدَلُ الْبَعْضِ اَیْ بَدَلٌ هُوَ بَعْضُ الْمُبْدَلِ مِنْهُ فَالْاِضَافَةُ فِيْهِمَا مِثْلُهَا فِیْ خَاتَمِ فِضَّةٍ وَبَدَلُ الْاِشْتِمَالِ اَیْ بَدَلٌ مُسَبَّبٌ غَالِباً عَنْ اِشْتِمَالِ اَحَدِ الْمُبْدَلَيْنِ عَلَى الْاٰخَرِ اِشْتِمَالَ الْبَدَلِ عَلَى الْمُبْدَلِ مِنْهُ نَحْوُ سُلِبَ زَيْدٌ ثَوْبُهٗ اَوْ بِالْعَكْسِ نَحْوُ يَسْاَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ

(۱) عبارت پر اعراب لگائیں (۲) عبارت کا خلاصہ بیان کریں (۳) بدل کی تعریف کریں اور تعریف میں قیود کا فائدہ بیان کریں۔

۱۴۲۹ھ

جواب :امور مطلوبہ :(۱) اعراب: سوالیہ عبارت میں دیکھیں۔

(۲) عبارت کا خلاصہ: اس عبارت میں صاحب کافیہ بدل کی تقسیم کر رہے ہیں۔ بدل کی چار قسمیں ہیں۔ (۱) بدل الکل (۲) بدل البعض (۳) بدل الاشتمال (۴) بدل الغلط۔ ہر ایک کی تعریف بمع وضاحت ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) بدل الکل: ''بدل الکل وہ ہے کہ جس کا مدلول بعینہ مبدل منہ کا مدلول ہو''۔

(۲) بدل البعض: ''بدل البعض وہ ہے کہ اس کا مدلول مبدل منہ کے مدلول کا جزء ہو''۔ جیسے ضربت زیدا راسہ اس میں راسہ بدل البعض ہے اس لئے کہ یہ زید کے مدلول کا جزء ہے۔

(۳) بدل الاشتمال: ''بدل الاشتمال وہ ہے کہ بدل اور مبدل منہ کے درمیان کلیت اور جزائیت کے علاوہ کوئی اور علاقہ ہو''۔ جیسے سلب زید ثوبہ۔ یہاں زید ثوب پر مشتمل ہے۔

(۴) بدل الغلط: ''بدل الغلط وہ ہے کہ مبدل منہ کو غلطی سے ذکر کرنے کے بعد اس غلطی کی تلافی کے لئے بدل اور مبدل منہ کے درمیان کسی علاقہ کا اعتبار کئے بغیر ذکر کیا جائے''۔ جیسے جاءنی رجل حمار اس میں حمار بدل الغلط ہے۔

اي بدل : میں بیان اضافت ہے۔ کہ بدل الکل میں اضافت بیانیہ ہے یا اشارہ ہے کہ الکل پر جو الف لام ہے یہ مضاف الیہ کے عوض میں ہے جو کہ مبدل منہ ہے۔

وبدل البعض: شارح نے بدل کا اضافہ کر کے یہ بتلایا کہ البعض معطوف ہے بدل الکل پر بتقدیر مضاف۔

اي بدل هو بعض المبدل منه: سے شارح نے اشارہ کیا کہ بدل البعض میں اضافت بیانیہ ہے یا اشارہ کیا کہ بعض پر الف لام مضاف الیہ کے عوض میں ہے جو کہ مبدل منہ ہے پس بدل الکل اور بدل البعض میں اضافت ایسے ہے جیسا کہ خاتم فضۃ میں اضافت ہے یعنی اضافت بیانیہ ہے

بدل الاشتمال: اس میں بدل کا اضافہ کر کے بتلایا کہ بدل الاشتمال بتقدیر مضاف معطوف ہے بدل الکل پر۔

اي بدل مسبب: میں بدل الاشتمال کی وجہ تسمیہ کا بیان ہے کہ بدل الاشتمال کو بدل الاشتمال اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اس کا سبب اکثر بدل اور مبدل منہ میں سے ایک کا دوسرے پر مشتمل ہونا ہوتا ہے کبھی تو بدل مبدل منہ پر مشتمل ہوتا ہے جیسے سلب زید ثوبہ میں ثوبہ بدل ہے اور زید پر مشتمل ہے جو کہ مبدل منہ ہے اور کبھی مبدل منہ بدل پر مشتمل ہوتا ہے جیسے یسئلونک عن الشھر الحرام قتال فیہ۔ اس میں مبدل منہ شہر حرام مشتمل ہے قتال یعنی بدل پر۔

(۳) بدل کی تعریف اور تعریف میں قیود کا فائدہ: بدل وہ تابع ہے جو اس نسبت سے مقصود ہو جو اس کے متبوع کی طرف کی گئی ہے لیکن اس کا متبوع مقصود نہ ہو۔

تعریف میں تابع جنس ہے تمام توابع کو شامل ہے۔ ما نسب الی المتبوع فصل اول ہے اس سے نعت تاکید عطف بیان خارج ہو گئے اس لئے کہ یہ مقصود بالنسبۃ نہیں ہوتے بلکہ ان کے متبوعات مقصود ہوتے ہیں دونہ فصل ثانی ہے اس سے عطف بالحرف سے احتراز ہے

کیونکہ تابع متبوع دونوں مقصود ہوتے ہیں نہ کہ فقط تابع۔

السوال ﴿۵۹﴾:......وفصلہ ای فرقہ من البدل لفظا ای من حیث الاحکام اللفظیۃ واقع فی مثل انا ابن التارک البکری بشر .

(۱)عطف بیان اور بدل کے درمیان لفظی اور معنوی فرق بیان کریں (۲)فصلہ کی ضمیر کا مرجع بیان کرنے کے بعد شعر مکمل تحریر کریں (۳)مثل انا ابن التارک سے کون سی ترکیب مراد ہے؟وضاحت کریں۔ ۱۴۲۳ھ

السوال ﴿۶۰﴾:......وفصلہ من البدل لفظا مثل انا ابن التارک البکری بشر.

(۱)مثل انا ابن التارک...... سے کون سی ترکیب مراد ہے؟واضح کریں (۲) عطف بیان اور بدل کے درمیان فرق بیان کریں (۳)شعر کا دوسرا مصرعہ ذکر کر کے استشہاد کی وضاحت کریں۔ ۱۴۲۴ھ ضمنی

جواب :امور مطلوبہ :

(۱)عطف بیان اور بدل کے درمیان لفظی اور معنوی فرق: عطف بیان اور بدل کے درمیان فرق از روئے احکام لفظی کے انا ابن التارک البکر بشر کی مثل میں واقع ہے اس قول کے اندر اگر بشر کو عطف بیان بنایا جائے تو یہ جائز ہے اگر اس کو بدل بنائیں تو یہ جائز نہیں اس لئے کہ بدل تکرار عامل کے حکم میں ہوتا ہے ۔اور یہاں عامل التارک ہے مطلب یہ ہے بدل میں یہ ضروری ہے کہ اسے مبدل منہ کی جگہ رکھا جائے تو کوئی حرج واقع نہ ہو یعنی مبدل منہ کے عامل کو بدل پر مکرر لایا جائے تو اس میں کوئی قباحت لازم نہ آئے مگر یہاں بدل بنانے کی صورت میں التارک کو جو مبدل منہ یعنی بکری کا عامل ہے بدل یعنی بشر پر مکرر لایا جائے تو تقدیری عبارت یوں ہوگی التارک بشر یہ جائز نہیں ہے اس لئے کہ یہ الضارب زید کی مثل ہو جائے گا اور الضارب زید نا جائز ہے

معنوی فرق کہ بدل مقصود اصلی ہوتا ہے اور عطف بیان مقصود اصلی نہیں ہوتا بلکہ اس سے مقصود توضیح ہوتی ہے

(۲)فصلہ کی ضمیر کا مرجع عطف بیان ہے

(۳)مثل انا ابن التارک سے مراد: ایسی ترکیب ہے جس میں عطف بیان کا متبوع معرف باللام ہو جو صفت معرف باللام کا مضاف الیہ ہو

(٤)شعر کا دوسرا مصرعہ اور استشہاد کی وضاحت:

مکمل شعر یوں ہے ۔

انا ابن التارک البکری بشر ☆علیہ الطیر ترقبہ وقوعا

استشہاد کی وضاحت لفظی فرق میں آچکی ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆